

ईसा का सन्देश

लेखक—डाक्टर जे. सी. कुमारप्पा.

अनुवादक—सुरेश रामभाई.

इस किताब में हज़रत ईसा के सन्देश की व्याख्या ऐसे लाजवाब ढंग से की गई है कि पढ़ने वाला बड़ी आसानी से यह समझ जाएगा कि ईसाई धर्म की ख़ाम तालीम क्या है और हज़रत ईसा ने इन्सान-इन्सान की बराबरी, भाई चारे, प्रेम और अहिंसा पर कितना ज़ोर दिया है.

आज हम योरप और अमरीका के लोगों को एक तरफ़ अपने को ईसा का पैरा कहते और दूसरी तरफ़ कमज़ोर कौमों को गुलाम बनाने के लिये एटम बम और हाइड्रोजन बम की रचना करने देख मोचने लगते हैं कि क्या ईसाई धर्म में यह सब ज़ुल्म और नाइन्माकी जायज़ है? लेकिन इस किताब को पढ़ कर हम तरह के सारे भ्रम दूर हो जाएंगे और ईज़ील का पवित्र तालीम अपने सही रूप में पूरे तौर पर आपके सामने आ जाएगा.

यह किताब कुमारप्पा जी ने सन 1944 में जबलपुर में लिखी थी. इसके बारे में राष्ट्रपिता महात्मा गांधी की राय है—

“मैं अपने अनुभव के बल पर कह सकता हूँ कि प्रोफेसर कुमारप्पा ने इन सफ़ों में गाम्पेन (ईज़ील) का जो मतलब लगाया है वह मन्चा और सही है...”

महात्मा जी ने यह भी कहा था कि—

“हर आस्तिक से, चाहे वह ईसाई हो या किसी और धर्म का मानने वाला हो मेरी सिफ़ारिश है कि इसे पढ़े ”

अंगरेज़ी में इस किताब के कई एडिशन निकल चुके हैं. अब यह इसका सरल और वामहावरा हिन्दुस्तानी अनुवाद निकल रहा है. किताब के आख़ीर में ‘ईसा के जीवन के कुछ किस्से’ देकर अनुवादक ने इसकी शोभा और भी बढ़ा दी है.

सुन्दर जिल्द बंदिया कागज़, करीब डेढ़ सौ सफ़ों की किताब का दाम सिर्फ़ डेढ़ रुपया.

मिलने का पता—

मैनेजर, ‘नया हिन्द’, 145, मुद्दीगंज, इलाहाबाद.

عیسیٰ کا سندیش

لکھک—ڈاکٹر جے. سی. کمارپا.

انورادک—سوریش رام بھائی.

اس کتاب میں حضرت عیسیٰ کے سندیش کی دیا گیا ہے۔ اسے لادھاب ڈھنگ سے کی گئی ہے کہ پورے والا بوی آسانی سے یہ سمجھ جائے کہ عیسائی دھرم کی خاص معلوم کیا ہے اور حضرت عیسیٰ نے انسان انسان کی برابری، بھائی چارے، پریم اور اھلسا پر کتنا زور دیا ہے.

آج ہم یورپ اور امریکہ کے لوگوں کو ایک طرف اپنے کو عیسائی کا بہرو کہتے اور دوسری طرف کمزور قوموں کو غلام بنانے کے لئے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کی دھماکا کرتے دیکھ سوچنے لگتے ہیں کہ کیا عیسائی دھرم میں یہ سب ظلم اور ناانصافی جائز ہے؟ لیکن اس کتاب کو پڑھ کر اس طرح کے سارے بہرو دور ہو جائیں گے اور اسیل کی پوتر تعلیم اپنے صحیح روئے میں پورے طور پر آپ کے سامنے آجائے گی.

یہ کتاب کمارپا جی نے سن 1944 میں جبیل پور جیل میں لکھی تھی. اُسکے بارے میں راشن پتا مہانما گاندھی کی رائے ہے—

“میں اپنے انویو نے دل سے کہہ سکتا ہوں کہ پروفیسر کمارپا نے ان صحفوں میں (انجیل) کا جو مطلب لکھا ہے وہ سچا اور صحیح ہے.....”

مہانما جی نے یہ بھی کہا تھا کہ—
“ہر آستک سے، چاہے وہ عیسائی ہو یا کسی اور دھرم کا ماننے والا ہو، مودی سناش ہے کہ اسے پڑھے.....”

انگریزی میں اس کتاب کے نئی ایڈیشن نکل چکے ہیں. اب یہ اس کا سوال اور بامستاورا ہندوستانی انوراد نکل رہا ہے. کتاب کے آخیر میں ‘عیسیٰ کے جہون کے کچھ قصے’ دیکر انورادک نے اسکی شوبھا اور بھی بڑھادی ہے.

سندر جلد، بڑھیا کافڈ، قریب قریب سو صفحے کی کتاب کا دام صرف ڈیڑھ روپیہ.

میلنے کا پتہ—

مینیجر ‘نیا ہند’ 145، مٹھی گنج، الہ آباد.

لکھنؤ-پंडित मुन्दरलाल

गीता और कुरान

इस किताब में हिन्दू धर्म और इस्लाम دونों के गेह
में काँटे, गीता का गढ़पन, गीता के एक एक अध्याय
में मोक्ष, कुरान का गढ़पन, संगभाग ११ खास खास
आयतों पर कुरान की करीब ५०० आयतों का लक्ष्मी
विषय बतौर दे दिया गया है।

जो लोग सब धर्मों की धुनियावी एकता को जानना
और समझना चाहें उनके लिये यह किताब अनमोल है।

पौने दोन सौ सके की सुन्दर जिल्द बंधी किताब की
मिसल सिर्फ ढाई रुपये, डाक चार्ज अलग।

हिन्दू मुसलिम एकता

इस किताब में वह चार लेखर जमा किये गए हैं जो
हिन्दू धर्म ने कन्सिलियेटरी बोर्ड ग्वालिअर की शक्त पर
गवालिअर में दिये थे।

जो सके की किताब, क्रीम सिर्फ बारह आने।

महात्मा गांधी के बलिदान से सबक

आत्मवाक्यता यानी फिरकापरस्ती की बीमारी पर
एकमात्र, अंधाधी और इतिहासी पहलू से विचार और
असमझ, जिसने आखिर में देश पिता महात्मा गांधी
की हमारे बीच में न रहने दिया।

क्रीम सिर्फ बारह आने।

भारत हमें क्या सिखाता है

महात्मा गांधी की सलाह से, अक्टूबर सन् 1947 में
पश्चिमी और पूर्वी पंजाब के हिंदू के बाद वहाँ की अंधकर
बुराई और आपसी मार काट के कारन लोगों पर जो जो
मुसीबतें आईं उन का दर्दनाक वर्णन। इस छोटी सी किताब
में आत्मकल की मुसीबतों को हल करने के लिये कुछ
पुकारें भी पेश किये गए हैं। क्रीम बार आने।

बंगाल और उससे सबक

इस छोटी सी किताब में 1949-50 में पूर्वी
और पश्चिमी बंगाल के फिरफाराना सगरी पर रोशनी
झरी गई है और उसे सगरी को हमेशा के लिये खत्म करने
की परकट की सुझावें भी हैं। क्रीम सिर्फ दो आने।

लकھنؤ-پندرت موندلال

گیٹا اور کوران

اس کتاب میں دونوں دینوں اور اسلام دونوں کے گہ
میں کانٹے، گیتا کا گڑھ، گیتا کے ایک ایک اڈھیا
اور کوران کا گڑھ، ایک ایک ۱۵ خاص خاص آیتوں
پر کوران کی قریب ۵۰۰ آیتوں کا لفظی ترجمہ وغیرہ دیا
گیا ہے۔

جو لوگ سب دھرموں کی بلحاظی ایکتا کو جانتا
سمجھتا چاہیں ان کے لئے یہ کتاب انمول ہے۔

پولے تین سو ملحقہ کی سندر جلد بلحاظی کتاب کی
مست صرف دوہائی روپے، ڈاک خرچ الگ۔

ہندو مسلم ایکتا

اس کتاب میں وہ چار لکچر جمع کئے گئے ہیں جو
دست جی نے کلسلیٹری بورڈ گوالیار کی دعوت پر
الیار میں دئے تھے۔

سو ملحقہ کی کتاب۔ قیمت صرف بارہ آنے۔

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبق

سامہدایکتا یعنی فرقہ پرستی کی بیماری پر راج
ہی، مذہبی اور اتھاسی پہلو سے وچار اور اسکا علاج
س نے آخر میں دیں پتا مہاتما گاندھی تک کو ہمارے
ج میں نہ دھلے دیا۔

قیمت بارہ آنے۔

پنجاب ہمیں کیا سکھاتا ہے

مہاتما گاندھی کی صلاح سے، اکتوبر سن 1947 میں
پنجاب کے دو حصوں کے دورے کے بعد وہاں کی بھلی
بھلی اور اسی مادیات کے کارن لوگوں پر جو جو
سختیوں آئیں ان کا دردناک ورنن۔ اس چھوٹی سی
کتاب میں آجکل کی مصیبتوں کو حل کرنے کے لئے
کچھ سچاوی بھی دیئے گئے ہیں۔ قیمت چلا آنے۔

بنگلہ اور اسی سے سبق

اس چھوٹی سی کتاب میں 1949-50 میں بنگالی
اور بنگالی کے فرقہ پرستانہ جھگڑوں پر روشنی ڈالی
گئی ہے اور اسی جھگڑوں کو ختم کرنے کے لئے ختم کرنے کی
کچھ سچاوی دی گئی ہے۔ قیمت صرف دو آنے۔

کیراکاوندی پر قابو

سम्पादک—آئی شریکرن داس

اس کتاب میں سن 1921 سے سن 1948 تک گاؤں کی
نے سامپداہیکتا کے سببوں پر جو کچھ کہا یا لکھا
وہ سب آپکو ایک جگہ ملےگا۔

ہندوستان کے آزادی ہونے پر یہ بھی جڑی ہو گیا
ہے کہ ہر ہندوستانی سامپداہیکتا کے نیکوکاروں کو
سامپداہیکتا اور اس جگہ کو اپنے اندر سے نکال کرے۔

سुन्दर जिल्द. अच्छा काराज. दो सौ सफे. छीमत
दो रुपया.

भाषा

लेखक—साला मदन गोपाल

हिन्दी, उर्दू और हिंदुस्तानी की तकरार पर एक बे
लाग राय इस किताब में आपको मिलेगी. राष्ट्र भाषा के
सबाल में विलचस्पी रखने वाले हर भाई-बहन को इस
किताब के पढ़ने से कायदा होगा—सोचने की राहें सूझेंगी,
जानकारी बढ़ेगी और तरह तरह की संग नज़रियां मिलेंगी.
करीब सवा सौ सफे की सुन्दर किताब, दाम डेढ़ रुपया.

भंकार

सम्पादक—श्री रघुपति सहाय 'किराक'

पिछले पन्द्रह बरस से आज तक की उर्दू की चुनी हुई
कविताओं का यह संग्रह पढ़कर आप को मालूम होगा कि
उर्दू कविता ने किस तरह खयाली दुनियां की छोड़ कर
किन्दगी की सच्चाइयों से अपना नाता जोड़ लिया है.
आज की उर्दू शायरी गुले व बुलबुल और वस्ल व किराक
तक ही सीमित नहीं है. अब आप को उर्दू कविता में
किसानों और मजदूरों के दिलों की धड़कनें सुनाई देंगी.
मुलामी, अन्धाय और लूट खसोट के खिलाफ आप
एक ऐसी आवाज सुनेंगे जो आप के दिल गहराइयों
को छुयेगी.

नागरी लिखावट में ऐसा भरपूर उर्दू कविता संग्रह
आज तक नहीं निकला. सुन्दर जिल्द. बढ़िया काराज. सुन्दा
अच्छा. दाम बिक्री दीन रुपया.

निकले की बात—

नैपथ्य—श्री 1945, मद्रास, इलाहाबाद.

فوق جنگی پر قابو

سہادت—شری شریکرن داس

اس جنگ میں سن 1921 سے سن 1948 تک
دہم کی نے سامپداہیکتا کے سوال پر جو کچھ کہا یا
لکھا وہ سب آپکو ایک جگہ ملےگا۔

بھارت کے آزاد ہونے پر یہ اور بھی ضروری ہو گیا ہے کہ
ہر ہندوستانی سامپداہیکتا کے نقصانوں کو سمجھے اور
اس خطر کو اپنے اندر سے صاف کرے۔

سुन्दर जिल्द. अच्छा काराज. दो सौ सफे. छीमत
दो रुपया.

بہاشا

لوهک—لالہ مدن گوپال

ہندی، اردو اور ہندوستانی کی تکرار پر ایک بے لاگ
راہے اس کتاب میں آپ کو ملے گی. راشٹر بہاشا کے
سوال میں دلچسپی رکھنے والے ہر بھائی بہن کو اس
کتاب کے پڑھنے سے فائدہ ہوگا—سوچنے کی راہیں سوجھوں
لی، جانکاری بڑھے گی اور طرح طرح کی تلک نظریہ
ملیں گی.
قریب سوا سو سافے کی سندر کتاب، دام ڈیوہ روپے.

جھنگار

سہادت—شری رگھوپتی سہائی 'فراق'

پچھلے پندرہ برس سے آج تک کی اردو کی چلی
میں کویتوں کا یہ سنگرہ پڑھکر آپکو معلوم ہوگا کہ اردو
کیسے نے کس طرح خھالی دنیا کو چھو کر زندگی کی
سچائیوں سے اپنے ساتھ جوڑ لیا ہے. آج کی اردو شاعری
ان و ثنیل اور وصال و فراق تک ہی سمٹ نہیں ہے.
اب آپ کو اردو کویتا میں کسانوں اور مزدوروں کے دلس
کی دھڑکنیں سنائی دیں گی. 'فراق' انہیے اور لوت
کویتوں کے خلاف آپ ایک ایسی آواز سنیں گے جو آپ کے
دل گہرائیوں کو چھوئے گی.

ناگری لکھاوت میں ایسا بہرپور اردو کویتا سنگرہ آج
تک نہیں نکلا. سندر جلد. بڑھیا کارا. سندا
اچھا. دام بیکری دیں روپے.

نکالے کی بات—

نکالے کی بات—1945، مہینہ الفج، انہ آباد.

ہندوستانی کلتور سوسائٹی کی کتابیں

پچاس روپے سے زیادہ دام کی کتابیں خریدنے والوں کو پورے پچاس روپے کی رعایت دی جائے گی۔ پوری جانکاری کے لیے لکھیے۔

ڈاک یا ریل سب سے ہر حالت میں گاہک کے پیچھے ہوگا۔

بھارت کا ودھان

‘بھارت میں انگریزی راج’ کے لکھنے والے پروفیسر ایچ۔ جی۔ کونراڈ نے اپنی کتاب میں بھارت کی تاریخ اور اس کی ترقی کے بارے میں ایک جامع اور دلچسپ خاکہ پیش کیا ہے۔

بھارت میں انگریزی راج کے اثرات اور اس کی ترقی کے بارے میں اس کتاب میں ایک جامع اور دلچسپ خاکہ پیش کیا ہے۔

اس کتاب میں بھارت کی تاریخ اور اس کی ترقی کے بارے میں ایک جامع اور دلچسپ خاکہ پیش کیا ہے۔

مہاتما گاندھی کی وصیت

لکھنے والے—بھائی رتن لال بھٹ

اپنے دیہانت سے کچھ گھنٹے پہلے مہاتما گاندھی نے اپنی وصیت لکھی تھی۔ یہ وصیت کے نام سے نام کی آخری وصیت ہے اور اس کی ویڈیو گاندھی جی کے پرم بھکت شری مہاتما علی موختہ نے کی ہے جو گاندھی واد کو سمجھنے اور ایلانے والے ہیں۔

گاندھی واد کو سمجھنے کے لیے اس کا پڑنا بہت ضروری ہے۔ 225 صفحوں کی سندس جلد باندھی کتاب کی قیمت صرف دو روپے۔

آج کے شہید

لکھنے والے—بھائی رتن لال بھٹ

ان شہیدوں کی کہانیاں جنہوں نے ویدیشی حاکموں کی پھانسی پر موت کی آگ میں انسانیت کو بھسم ہوتے ہوئے ایک چھوٹی سی دیوار کی آواز کی اور اسے بچانے کی کوشش میں اپنی جان قربان کر دی۔ دلم صرف ڈھائی روپے۔

مسلم دیش بھکت

لکھنے والے—بھائی رتن لال بھٹ

ان مسلمان دیہی بھکتوں کے چہروں کا حال جنہوں نے اپنی جان قربانی پر دھرم کی خاطر ہندوستان اور ویدیشیوں میں فتنے مچائے۔ ان کی کہانیوں میں آزادی کے لیے لڑنے کی کوشش کی۔ کتاب بڑے دلچسپ ڈھنگ سے لکھی گئی ہے۔

ہندوستانی کلتور سوسائٹی کی کتابیں

پچاس روپے سے زیادہ دام کی کتابیں خریدنے والوں کو پورے پچاس روپے کی رعایت دی جائے گی۔ پوری جانکاری کے لیے لکھیے۔

ڈاک یا ریل سب سے ہر حالت میں گاہک کے پیچھے ہوگا۔

بھارت کا ودھان

‘بھارت میں انگریزی راج’ کے لکھنے والے پروفیسر ایچ۔ جی۔ کونراڈ نے اپنی کتاب میں بھارت کی تاریخ اور اس کی ترقی کے بارے میں ایک جامع اور دلچسپ خاکہ پیش کیا ہے۔

بھارت میں انگریزی راج کے اثرات اور اس کی ترقی کے بارے میں اس کتاب میں ایک جامع اور دلچسپ خاکہ پیش کیا ہے۔

اس کتاب میں بھارت کی تاریخ اور اس کی ترقی کے بارے میں ایک جامع اور دلچسپ خاکہ پیش کیا ہے۔

مہاتما گاندھی کی وصیت

لکھنے والے—بھائی رتن لال بھٹ

اپنے دیہانت سے کچھ گھنٹے پہلے مہاتما گاندھی نے اپنی وصیت لکھی تھی۔ یہ وصیت کے نام سے نام کی آخری وصیت ہے اور اس کی ویڈیو گاندھی جی کے پرم بھکت شری مہاتما علی موختہ نے کی ہے جو گاندھی واد کو سمجھنے اور ایلانے والے ہیں۔

گاندھی واد کو سمجھنے کے لیے اس کا پڑنا بہت ضروری ہے۔ 225 صفحوں کی سندس جلد باندھی کتاب کی قیمت صرف دو روپے۔

آج کے شہید

لکھنے والے—بھائی رتن لال بھٹ

ان شہیدوں کی کہانیاں جنہوں نے ویدیشی حاکموں کی پھانسی پر موت کی آگ میں انسانیت کو بھسم ہوتے ہوئے ایک چھوٹی سی دیوار کی آواز کی اور اسے بچانے کی کوشش میں اپنی جان قربان کر دی۔ دلم صرف ڈھائی روپے۔

مسلم دیش بھکت

لکھنے والے—بھائی رتن لال بھٹ

ان مسلمان دیہی بھکتوں کے چہروں کا حال جنہوں نے اپنی جان قربانی پر دھرم کی خاطر ہندوستان اور ویدیشیوں میں فتنے مچائے۔ ان کی کہانیوں میں آزادی کے لیے لڑنے کی کوشش کی۔ کتاب بڑے دلچسپ ڈھنگ سے لکھی گئی ہے۔

مگر یہ ایک طرح کی جیسی ہے جسکی روک تھام کرنی ہے۔
اور اس طرح روک تھام کرنی ہے کہ زیادتی کرتے والا
ناہیب بھی مگر جائے اور اپنی لاپٹی بھی نہ توڑے۔ چوں
جائی ہوچہ کر غور کندی کرن اور ترستی شب اور غور
مہیار بلدی کے طریقوں کو اپنانا ہوگا۔ اسکے بعد ہی
ساتھ ہی 'سادگی اور سہرا کے اسکے دوری طرح کھل
نکھلے اور تہی اپنی کستوری سے وہ دنیا کو پوری طرح
پہنچا کر سکے گا۔

ہمیں صاف معلوم ہوتا ہے کہ چھٹی کمونزم—اگر
کمونزم کہا جائے—روس کی کمونزم کے مقابلے انسانیت
و حیوانیت کی مہیں کہیں زیادہ تر ہے، اتنا تر ہے کہ
وہیں مہیں پہچان نہیں کی جاسکتی اور آئے والے
مالے مہیں سارے ملک—چاہے وہ کمونسٹ ہولے کا
کے سہارا کہیں نہ دیکھتے ہوں—روس کی طرف اتنا نہ
یکھتے جتنا چوں کی طرف۔ دوسرے لفظوں مہیں
اس طرح ہرٹوں کی تیموگریسی (لوک راج) ہنگر یا
سولہ کی ناری شاہی سے اعلیٰ اور اونچی چڑھے
می طرح چوں کی نئی تیموگریسی (نہانوک راج)
س کی سوشلسٹ ریپبلک (ساجی ہرجا نلتر) سے
باقی اور اونچی چڑھے۔

سویاتوں کی ایک بات یہ ہے کہ انسانی سماج
لگاتار آگے بڑھ رہا ہے۔ ہٹلی یا جرمنی کے نازی
باد کے آگے بریتین یا امریکا کا پرچا تंत्र، اس
پرچا تंत्र کے آگے روس کا پرچا تंत्र، اور اسکے بھی
آگے نہ چین کا لوکراج۔ لیکن ابھی آگے منجیل
بہت باقی ہے—سوداگرہ انسانی سماج کا مقصد ہے
اور ستریاگرہ اس تک پہنچنے کا اسلی اور اکےلا
راستا ہے۔

—سوریش رامभाई

سوریش رامभाई

جس کی روشنی میں صاف پتا چلتا ہے کہ ہمارے ملک کے چار برس بعد ہی اس اتلی کی موتی حالت ہے۔ ایسے نہیں جو حل کیے جاسکتے ہوں۔ لہذا چھین لٹکا کہتا ہے کہ ہمارے اس میں جو نظام 'ٹرک بھڑک' چٹک مٹک' پچھلی پکس پرتوں کی خاطر روپیہ بہانے اور ان کے پچھلے والی پلاؤ پکالے کا سلسلہ چل رہا ہے وہ جھوٹا ہے اور اس کو پھانسی والا ہے۔ جسے ہماری حکومت نے 'شان' 'تکلفی' سمجھ رکھا ہے، وہ ملک کو برباد کرنے کا راستہ ہے۔ اگر حکومت اس پر اور چلی تو ملک یک جالہکا' لندھی اور ویدھی پونجی پتھوں کے ہاتھ۔ ہمسو نے ہی ڈاکٹروں سے اپنا علاج کرانا چاہئے تو ہمارے سبے روگوں کے شکار ہو چکے ہیں اور جنہیں ہم سے سچی دلدی ہے۔ یہ کوئی ایسے پیچیدہ چیز نہیں ہے جسکے کرنے کے لئے کمپیوٹر سے جانکاری کی درکار ہو۔ دیوار پر لکھا ہے—جو نہیں پڑھتا اُسے بعد میں پچھتانا ہوگا۔

اس کے بعد ادب کے ساتھ اچھے چھلی بھائی بہنوں سے بھی ہم ایک بات کہنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اطمینان ہے کہ وہ جس چیز کو پکڑتے ہوں پورے دل سے اور پوری طاقت سے پکڑتے ہوں۔ اسی وجہ سے ہم کچھ عرض کرنے کی ہمت کر رہے ہیں۔ نئے چین کے کارناموں سے صاف ظاہر ہے کہ وہ بڑائی نہیں چاہتا، میل محبت سے رہنا چاہتا ہے اور سچواری درجے کو ہی ہاتھ اٹھاتا ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ زیادتی کا ہتھیار سے مقابلہ کرنا مقابلہ نہ کرنے سے بہتر اور شاندار چیز ہے۔ مگر اس سے بھی زیادہ پکی بات یہ ہے کہ ہتھیار کے مقابلے سے بھی بہتر اور شاندار ہوتا ہے۔ ہتھیار کے مقابلہ کرنا، جسکا نام ہے ستھائیرہ۔ یہ ہتھیار ہماری جسمانی، دماغی، مالی، فوجی وغیرہ طاقتوں کے نشان ہوتے ہیں، لیکن ستھائیرہ ہماری اندر کی پہلی ہماری آتما کی طاقت کا نشان ہے۔ ستھائیرہ کا طریقہ پہلے کچھ دیر میں اثر دکھائے مگر وہ اثر ہتھیاروں کے مقابلے کہیں زیادہ ثابت اور ٹکاؤ ہوتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہتھیاروں کے جواب ہتھیاروں سے ہی دیئے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا ہے، جو اُس کا حل دیکھتا ہے وہ صرف عارضی ہوتا ہے اور سوال کو آگے کے لئے تال دیتا ہے۔

یہیں یہ شک اس وجہ سے ہوا کہ چین جہاں چھوٹے چھوٹے آہیوگ دھندلے کارخانے سنبھال رہا ہے وہاں وہ چٹکی کارخانوں اور بڑے پیمانوں پر مال تیار کرنے کے فوٹائی میں بھی رہتا ہے۔ ایسا ہونا کچھ تو قدرتی ہے۔ کیونکہ کچی دیوسر چارہ اچھے لپے سامنے نہیں دیکھتا۔

اس کے بعد ادب کے ساتھ اچھے چھلی بھائی بہنوں سے بھی ہم ایک بات کہنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اطمینان ہے کہ وہ جس چیز کو پکڑتے ہوں پورے دل سے اور پوری طاقت سے پکڑتے ہوں۔ اسی وجہ سے ہم کچھ عرض کرنے کی ہمت کر رہے ہیں۔ نئے چین کے کارناموں سے صاف ظاہر ہے کہ وہ بڑائی نہیں چاہتا، میل محبت سے رہنا چاہتا ہے اور سچواری درجے کو ہی ہاتھ اٹھاتا ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ زیادتی کا ہتھیار سے مقابلہ کرنا مقابلہ نہ کرنے سے بہتر اور شاندار چیز ہے۔ مگر اس سے بھی زیادہ پکی بات یہ ہے کہ ہتھیار کے مقابلے سے بھی بہتر اور شاندار ہوتا ہے۔ ہتھیار کے مقابلے کرنا، جسکا نام ہے ستھائیرہ۔ یہ ہتھیار ہماری جسمانی، دماغی، مالی، فوجی وغیرہ طاقتوں کے نشان ہوتے ہیں، لیکن ستھائیرہ ہماری اندر کی پہلی ہماری آتما کی طاقت کا نشان ہے۔ ستھائیرہ کا طریقہ پہلے کچھ دیر میں اثر دکھائے مگر وہ اثر ہتھیاروں کے مقابلے کہیں زیادہ ثابت اور ٹکاؤ ہوتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہتھیاروں کے جواب ہتھیاروں سے ہی دیئے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا ہے، جو اُس کا حل دیکھتا ہے وہ صرف عارضی ہوتا ہے اور سوال کو آگے کے لئے تال دیتا ہے۔

یہیں یہ شک اس وجہ سے ہوا کہ چین جہاں چھوٹے چھوٹے آہیوگ دھندلے کارخانے سنبھال رہا ہے وہاں وہ چٹکی کارخانوں اور بڑے پیمانوں پر مال تیار کرنے کے فوٹائی میں بھی رہتا ہے۔ ایسا ہونا کچھ تو قدرتی ہے۔ کیونکہ کچی دیوسر چارہ اچھے لپے سامنے نہیں دیکھتا۔

کایاوا بڑا ہے۔ اسکی بیندگی اس بات کا بہترین نمونہ ہے کہ دوسروں کی باتوں کیسے کیسے جھجھ کر کے پھوٹا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ماسو نے ہر کسی کی تائید سے کایاوا بڑا ہے۔ وہ اس پادری کی طرح نہیں ہے جس کے لئے پال اور پیٹر کی کرنی آخری ہے، اس کے لئے وہ اس کی طرح نہیں ہے جس کے لئے قرآن آخری کتاب ہے، اس آریہ سماج کی طرح نہیں ہے جس کے لئے وید ہی ہر چیز کا آخری پرمان ہے، اس ہندوستانی کمپنیسٹ کی طرح نہیں ہے جس کے لئے ماسکو میں آخیری جیہارت-گاڑ ہے۔ ماسو دین کے بانی، دیمار کے بولنے والے اور بانی کے بڑے مالک ہوتے ہیں۔ وہ اپنے اپنے دوست اور دشمن کو پہچانتے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ انقلاب کی کامیابی یا ناکامی اس بات پر منحصر ہے کہ ہم اپنے دوست اور دشمن میں تمیز کر سکیں تاکہ "ہم اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر سب کے دشمنوں کا مقابلہ کر سکیں۔" ماسو کا اصول ہے۔۔۔ "مہل میں چھوڑا اور چھوڑے میں مہل" یعنی ہر کسی سے مہل مگر چھوڑا چھوڑی کی حالت میں، جب کوئی بلحاظی طور پر اپنے خلاف ہو اور جب مہل کرنے میں اپنے اصول کو ہی چوڑی پہنچتی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ چھوڑے میں نجی جائداد ہے، نجی دولت ہے، نجی کارخانے ہیں۔ سب اپنی مصالحت کرتے اور کھاتے کھاتے، نہ لہنا ایک نہ دینا دو۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بھائیوں، بھائیوں اور بھائیوں کا وہاں نام نشان بھی مشکل سے ملتا ہے۔

نیا چین جیتا جاگتا سبوت ہے کہ دے پیسے ملک کیس طرح سہنا کھول کر کھڑے ہو سکتے ہیں۔ دو برس کے اپنے کارناموں سے نیا چین مانو چلتی دیتا ہے۔

امریکا کو یا لڑائی کی شوقین پچھم کی دوسری قوموں کو۔۔۔ کہ ایسا ہاتھ دوک، لہن، ذرا ہوش میں آئیں، دوسروں کے اوپر اندرونی راج قائم کرنے کے خیال سے مدد کرنے یا دوسروں کو آپس میں لڑا کر بھوکوف بلانے کا جال وہ جہاں چاہیں بچھائیں، ایشیا اور خاص کر یورپی ایشیا میں نہیں بچھا سکتے۔

ایشیا کے آزاد ملکوں کو۔۔۔ جیسے ترکی، عرب، ایران، پاکستان، لڈا اور ہندوستان کو۔۔۔ کہ ذرا قت کر کھڑے ہوں، دوسروں کا سہارا نکلا یا دوسروں سے مانگ مانگ کر کھانے سے کام نہیں چلنے والا ہے، سلیبلوں اور اپنی باگ، ڈور سچی طرح سے اپنے ہاتھ میں لے کر ایسا درتھان اور بھوشہ بخود ہی بلانیں۔

ہندوستان کے لئے مانو چھوڑے بڑے بھائی کی طرح بہت کچھ دھیری کر رہا ہے۔ اس سے ہم کافی باتیں سن سکتے ہیں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ نیا چین ایک مشعل

نیا چین جیتا جاگتا سبوت ہے کہ دے پیسے ملک کیس طرح سہنا کھول کر کھڑے ہو سکتے ہیں۔ دو برس کے اپنے کارناموں سے نیا چین مانو چلتی دیتا ہے۔

امریکا کو یا لڑائی کی شوقین پچھم کی دوسری قوموں کو۔۔۔ کہ ایسا ہاتھ دوک، لہن، ذرا ہوش میں آئیں، دوسروں کے اوپر اندرونی راج قائم کرنے کے خیال سے مدد کرنے یا دوسروں کو آپس میں لڑا کر بھوکوف بلانے کا جال وہ جہاں چاہیں بچھائیں، ایشیا اور خاص کر یورپی ایشیا میں نہیں بچھا سکتے۔

ایشیا کے آزاد ملکوں کو۔۔۔ جیسے ترکی، عرب، ایران، پاکستان، لڈا اور ہندوستان کو۔۔۔ کہ ذرا قت کر کھڑے ہوں، دوسروں کا سہارا نکلا یا دوسروں سے مانگ مانگ کر کھانے سے کام نہیں چلنے والا ہے، سلیبلوں اور اپنی باگ، ڈور سچی طرح سے اپنے ہاتھ میں لے کر ایسا درتھان اور بھوشہ بخود ہی بلانیں۔

ہندوستان کے لئے مانو چھوڑے بڑے بھائی کی طرح بہت کچھ دھیری کر رہا ہے۔ اس سے ہم کافی باتیں سن سکتے ہیں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ نیا چین ایک مشعل

نیا چین جیتا جاگتا سبوت ہے کہ دے پیسے ملک کیس طرح سہنا کھول کر کھڑے ہو سکتے ہیں۔ دو برس کے اپنے کارناموں سے نیا چین مانو چلتی دیتا ہے۔

انقلاب کا سب سے پہلا اور سہولت کا یہ کام ہے۔ نئے چین کا جتنا جہد اور اس نئے چین کے معاملے میں سہولت کی بنیادیں ہیں جتنا اور اس نئے چین کے جہد کا گہرا کرنا۔ اس سب سے اول مسودہ دار چہرہ میں مارتے تلک ہیں۔

ماؤ نے اپنی ساری سہولتوں کو کمپوں کے بل پر لکھی کی ہے—ایک ایمانداری، دو—سادگی، تین—سہا۔ چینی انقلاب کی بنیاد میں یہی تین ہیں—ایسا، سہا، سہا۔ اس کا یہ کہنا ہے—ایسا سے یا سہا سے۔ یہی وہ سبک ہے جو دنیا نے سیکھا، یہی وہ سبق جو محمد سے سیکھا، یہی وہ سبق جو وید گیتا سے سیکھا، یہی وہ سبق جو کنفوشس سے سیکھا، یہی وہ سبق جو نچوڑ سے سیکھا۔ اب تک جو کچھ سکھایا ہے۔ ضرورت ہے صرف اس سبق کو عملی جامہ پہنانے کی تعریف ہے اس سبق کو عملی جامہ پہنا دیئے کی۔ یہ جامہ پہنا دیئے کا کام کون کر سکتا تھا؟ دنیا کی صرف دو قومیں کر سکتی تھیں—چین یا ہندوستان۔ ہندوستان اپنی دوسری مصہبتوں کے شکار تھیں۔ تیار کر رہا تھا مگر آزادی کے بعد دھماکا کچھ بھک گیا اور اس لئے وہ پچھو گیا۔ ہمارے بڑے بھائی، چون نے زیادہ ثابت قدمی کے ساتھ قدم بڑھایا اور وہ کامیاب ہو گیا۔ کوئی بات نہیں، بڑا بھائی آج کامیاب ہوا تو چھوٹا کل ہو ہی جائے گا۔ لیکن یہ طے ہے کہ بڑے کے تجربے سے فائدہ اٹھا کر کہیں آگے قدم رکھے گا۔

آج چین ایمان، سادگی اور سہا کا مانو پتلا بنا رہا ہے۔ چہرہ میں ماؤ چھلی خزانے سے چھ سو روپے کے قریب تلکواہ لیتے ہیں۔ اس سے کم تلکواہ شاید ہی دنیا کے کسی دیسی کا راجہ یا راشٹر پتی یا بڑا وزیر لیتا ہو۔ یہ قریب قریب وہی آدمی ہے جو ہمارے بابو نے ہمیں بتایا تھا اور چلکی بنا پر 1931 میں راشٹر نے گرانچی مومن ایک زبردست تھپڑا پاس بھی کیا تھا۔ ہم اب تھپڑا سے ہٹے—یعنی ہندوستان کے حاکم ہندوستان کی جگہ سے ہٹے اور دونوں کے بیچ میں ایک چوڑی گھاٹی بن گئی جس کو ہمارے بڑے وزیر پلڈت جواہر لال نہرو نے اپنی چار سالہ رپورٹ میں قبول بھی کیا ہے۔

اسی حد تک چین میں یہ گھاٹی جو دو برس پہلے خوب تڑپ رہی تھی، اب پت گئی، سرکار اور پرچا ایک دوسرے سے چھٹ گئے اور پھر جو نہ ہو جائے توڑا ہے۔

کوئی کہہ گا کہ یہ سب کرشمہ، کمپونم، کا ہے۔ ہماری رائے میں چین کے ساتھ کمپونم کو چھوڑنا چین کے ساتھ ناانصافی کرنا ہے۔ لیکن ہاں، ماؤ-تسے-توگ کمپونم ہے۔ ماؤ-تسے-توگ اور لینن کی تالیف سے پڑھنے

ماؤ نے اپنی ساری سہولتوں کو کمپوں کے بل پر لکھی کی ہے—ایک ایمانداری، دو—سادگی، تین—سہا۔ چینی انقلاب کی بنیاد میں یہی تین ہیں—ایسا، سہا، سہا۔ اس کا یہ کہنا ہے—ایسا سے یا سہا سے۔ یہی وہ سبک ہے جو دنیا نے سیکھا، یہی وہ سبق جو محمد سے سیکھا، یہی وہ سبق جو وید گیتا سے سیکھا، یہی وہ سبق جو کنفوشس سے سیکھا، یہی وہ سبق جو نچوڑ سے سیکھا۔ اب تک جو کچھ سکھایا ہے۔ ضرورت ہے صرف اس سبق کو عملی جامہ پہنانے کی تعریف ہے اس سبق کو عملی جامہ پہنا دیئے کی۔ یہ جامہ پہنا دیئے کا کام کون کر سکتا تھا؟ دنیا کی صرف دو قومیں کر سکتی تھیں—چین یا ہندوستان۔ ہندوستان اپنی دوسری مصہبتوں کے شکار تھیں۔ تیار کر رہا تھا مگر آزادی کے بعد دھماکا کچھ بھک گیا اور اس لئے وہ پچھو گیا۔ ہمارے بڑے بھائی، چون نے زیادہ ثابت قدمی کے ساتھ قدم بڑھایا اور وہ کامیاب ہو گیا۔ کوئی بات نہیں، بڑا بھائی آج کامیاب ہوا تو چھوٹا کل ہو ہی جائے گا۔ لیکن یہ طے ہے کہ بڑے کے تجربے سے فائدہ اٹھا کر کہیں آگے قدم رکھے گا۔

آج چین ایمان، سادگی اور سہا کا مانو پتلا بنا رہا ہے۔ چہرہ میں ماؤ چھلی خزانے سے چھ سو روپے کے قریب تلکواہ لیتے ہیں۔ اس سے کم تلکواہ شاید ہی دنیا کے کسی دیسی کا راجہ یا راشٹر پتی یا بڑا وزیر لیتا ہو۔ یہ قریب قریب وہی آدمی ہے جو ہمارے بابو نے ہمیں بتایا تھا اور چلکی بنا پر 1931 میں راشٹر نے گرانچی مومن ایک زبردست تھپڑا پاس بھی کیا تھا۔ ہم اب تھپڑا سے ہٹے—یعنی ہندوستان کے حاکم ہندوستان کی جگہ سے ہٹے اور دونوں کے بیچ میں ایک چوڑی گھاٹی بن گئی جس کو ہمارے بڑے وزیر پلڈت جواہر لال نہرو نے اپنی چار سالہ رپورٹ میں قبول بھی کیا ہے۔

اسی حد تک چین میں یہ گھاٹی جو دو برس پہلے خوب تڑپ رہی تھی، اب پت گئی، سرکار اور پرچا ایک دوسرے سے چھٹ گئے اور پھر جو نہ ہو جائے توڑا ہے۔

کوئی کہہ گا کہ یہ سب کرشمہ، کمپونم، کا ہے۔ ہماری رائے میں چین کے ساتھ کمپونم کو چھوڑنا چین کے ساتھ ناانصافی کرنا ہے۔ لیکن ہاں، ماؤ-تسے-توگ کمپونم ہے۔ ماؤ-تسے-توگ اور لینن کی تالیف سے پڑھنے

ماؤ نے اپنی ساری سہولتوں کو کمپوں کے بل پر لکھی کی ہے—ایک ایمانداری، دو—سادگی، تین—سہا۔ چینی انقلاب کی بنیاد میں یہی تین ہیں—ایسا، سہا، سہا۔ اس کا یہ کہنا ہے—ایسا سے یا سہا سے۔ یہی وہ سبک ہے جو دنیا نے سیکھا، یہی وہ سبق جو محمد سے سیکھا، یہی وہ سبق جو وید گیتا سے سیکھا، یہی وہ سبق جو کنفوشس سے سیکھا، یہی وہ سبق جو نچوڑ سے سیکھا۔ اب تک جو کچھ سکھایا ہے۔ ضرورت ہے صرف اس سبق کو عملی جامہ پہنانے کی تعریف ہے اس سبق کو عملی جامہ پہنا دیئے کی۔ یہ جامہ پہنا دیئے کا کام کون کر سکتا تھا؟ دنیا کی صرف دو قومیں کر سکتی تھیں—چین یا ہندوستان۔ ہندوستان اپنی دوسری مصہبتوں کے شکار تھیں۔ تیار کر رہا تھا مگر آزادی کے بعد دھماکا کچھ بھک گیا اور اس لئے وہ پچھو گیا۔ ہمارے بڑے بھائی، چون نے زیادہ ثابت قدمی کے ساتھ قدم بڑھایا اور وہ کامیاب ہو گیا۔ کوئی بات نہیں، بڑا بھائی آج کامیاب ہوا تو چھوٹا کل ہو ہی جائے گا۔ لیکن یہ طے ہے کہ بڑے کے تجربے سے فائدہ اٹھا کر کہیں آگے قدم رکھے گا۔

تاکر دنیا کے ایک ٹیڈ سے جیسا ہوتی ہے۔ پھر
 اور سبکی بات ہے کہ ہندوستان اور چین کے بیچ ایک
 سلی اور پابندار مہل دنیا کے اندر امن شاعی قائم رکھنے کی سب
 سے بڑی ضمانت ہے۔

—سندھ لال

ای چین کی چنوتی

بڑے طاقتور کی بات ہے کہ جس چین کے لوگ
 کیمچی نام سے بدنام ہے، جس کے سرکاری ہتھیاروں میں
 رات خوری اور من مانی بے حد چلتی تھی جس
 میں لاکھوں کروڑوں اناج کے دانے دانے کے لئے کرسٹم تھے
 جس میں ہتھیاروں کے دانے دانے کے لئے کرسٹم تھے
 جس میں سب طرح سے مائو تاریکی ہی چھائی ہوئی
 تھی۔ اس چین میں اندھوڑے کو چھوڑے ہوئے بیکریک
 ایک لکھا سویرا ہو گیا۔ یہ نہیں نہیں آتا، سچے جی سے یہ نہیں
 نہیں آتا کہ قوم کی قوم کی گلیا اس طرح پلٹ سکتی
 ہے۔ لیکن آج کی دنیا کی سب سے بڑی سچائی یہی ہے
 کہ مائو یا نہ—بہتر ہے کہ مائو، آج نہیں تو کل ضرور
 مائو—کہ چین میں سچ سچ لکھا سویرا ہو گیا ہے اور
 ایک اچلا دیہہ والا ایک لکھا سویرا نکل آیا ہے—جو دنیا
 کے کونے کونے میں کھسے ہوئے اندھوڑے کو چنوتی دے
 رہا ہے۔

اس نئے سورج نے چین کو اب ایک نیا دیہہ بنا
 دیا ہے اور آج چین صرف چین نہیں 'نیا چین' کہلاتا
 ہے۔ پہلی اکتوبر 1949 کو اس نئے چین کا جنم ہوا۔
 اسی دن نیا لوک یا نیا دیہہ کرہی نام کا جلتا کا راج
 چین میں قائم ہوا۔

چین کے جیسے انقلاب نہ ایک دن کی کرنی ہوتی ہے نہ
 آدھی کی۔ یہ نئی جاتی ہوتے ہیں ساری کیمچی کی کیمچی
 تپسنا اور ساہنا کا۔ یہ ہتھیار ہوتے ہیں کیمچی
 کیمچی کے دھل کے دھل اور تپ اور بھار کا جو
 جانے-بوجھنے بڑا ہے۔ یہ نئی جاتی ہوتے ہیں
 تا کے اندر کی شکستوں کی ٹکڑ اور مہل کا،
 کی ہتھیاروں کے بھار اور بڑا کا، اس کے بھاروں
 کیمچی اور گٹھا کا۔ یہ سب چیزیں
 جواں بھری کی طرح اندر ہی اندر کام کرتی ہیں اور باہر
 تپتی نظر آتی ہیں جب وہ کوئی تھوس اور تڑو اور
 مہواری شکل لے لیتی ہیں۔ دنیا کو ان کا پتہ اکثر
 نہیں رہتا اور وہ انہیں کچھ جلد کارناموں سے پہچانتی
 ہے یا انہیں جلد ہتھیاروں کے سر پر سہرا باندھتی ہے
 جو آوروں سے زیادہ نمایاں ہوتی ہیں۔ اسی طرح چینی

چینی

چینی کی ایک تپتی ہے۔ یہ ایک اور سچ
 بات ہے کہ ہندوستان اور چین کے بیچ ایک
 پابندار مہل دنیا کے اندر امن شاعی قائم رکھنے کی سب
 سے بڑی ضمانت ہے۔

—سندھ لال

نئے چین کی چنوتی

بڑے تعجب کی بات ہے کہ جس چین کے لوگ
 کیمچی نام سے بدنام ہے، جس کے سرکاری ہتھیاروں میں
 رات خوری اور من مانی بے حد چلتی تھی جس
 میں لاکھوں کروڑوں اناج کے دانے دانے کے لئے کرسٹم تھے
 جس میں ہتھیاروں کے دانے دانے کے لئے کرسٹم تھے
 جس میں سب طرح سے مائو تاریکی ہی چھائی ہوئی
 تھی۔ اس چین میں اندھوڑے کو چھوڑے ہوئے بیکریک
 ایک لکھا سویرا ہو گیا۔ یہ نہیں نہیں آتا، سچے جی سے یہ نہیں
 نہیں آتا کہ قوم کی قوم کی گلیا اس طرح پلٹ سکتی
 ہے۔ لیکن آج کی دنیا کی سب سے بڑی سچائی یہی ہے
 کہ مائو یا نہ—بہتر ہے کہ مائو، آج نہیں تو کل ضرور
 مائو—کہ چین میں سچ سچ لکھا سویرا ہو گیا ہے اور
 ایک اچلا دیہہ والا ایک لکھا سویرا نکل آیا ہے—جو دنیا
 کے کونے کونے میں کھسے ہوئے اندھوڑے کو چنوتی دے
 رہا ہے۔

اس نئے سورج نے چین کو اب ایک نیا دیہہ بنا
 دیا ہے اور آج چین صرف چین نہیں 'نیا چین' کہلاتا
 ہے۔ پہلی اکتوبر 1949 کو اس نئے چین کا جنم ہوا۔
 اسی دن نیا لوک یا نیا دیہہ کرہی نام کا جلتا کا راج
 چین میں قائم ہوا۔

چین کے جیسے انقلاب نہ ایک دن کی کرنی ہوتی ہے نہ
 آدھی کی۔ یہ نئی جاتی ہوتے ہیں ساری کیمچی کی کیمچی
 تپسنا اور ساہنا کا۔ یہ ہتھیار ہوتے ہیں کیمچی
 کیمچی کے دھل کے دھل اور تپ اور بھار کا جو
 جانے-بوجھنے بڑا ہے۔ یہ نئی جاتی ہوتے ہیں
 تا کے اندر کی شکستوں کی ٹکڑ اور مہل کا،
 کی ہتھیاروں کے بھار اور بڑا کا، اس کے بھاروں
 کیمچی اور گٹھا کا۔ یہ سب چیزیں
 جواں بھری کی طرح اندر ہی اندر کام کرتی ہیں اور باہر
 تپتی نظر آتی ہیں جب وہ کوئی تھوس اور تڑو اور
 مہواری شکل لے لیتی ہیں۔ دنیا کو ان کا پتہ اکثر
 نہیں رہتا اور وہ انہیں کچھ جلد کارناموں سے پہچانتی
 ہے یا انہیں جلد ہتھیاروں کے سر پر سہرا باندھتی ہے
 جو آوروں سے زیادہ نمایاں ہوتی ہیں۔ اسی طرح چینی

جانے، धرمیک मत, असल निकासने और प्रवर्तन करने कराने की आज्ञा दी रहेगी.

नए चीन की सरकार कम्युनिस्ट सरकार नहीं है. न यह पार्टी सरकार है. यह दर असल मिली जुली (को आलीशान) सरकार है जिसमें सभी राजकाजी पारटियों के नुमायन्दे शरीक हैं. सरकारी हाकिमों में सिर्फ एक तिहाई ऐसे हैं जो कम्युनिस्ट पार्टी से ताल्लुक रखते हैं.

सारे चीन में निजी जायदाद रखने का हक माना जाता है और निजी जायदाद लोग रखते भी हैं. निजी ब्योपार, लेन देन और कारखानों को तरक्की दी जाती है. हमने देखा कि टिंटसिन, शंघाई और दूसरी जगहों पर अंगरेजी कम्पनियां खूब ब्योपार कर रही हैं. अगर नया चीन कम्युनिस्ट है तो उसका कम्युनिज्म 'चीनी कम्युनिज्म' है जो उसकी तासीर के मुताबिक है और वहां के लोगों के रिवाज से मेल खाता है.

तीन गुन

नए चीन में तीन गुनों पर खास जोर दिया जाता है— "ईमानदारी, सादगी और देश की सेवा". इन तीनों को चीनी बिधान में खास तौर से शामिल किया गया है. बाहर से आने वाला कोई भी बेलाग आदमी चीन को देख कर यह महसूस करेगा कि क्या वहां की जनता और क्या सरकार, सब के सब किल हाल एक साथ मिलकर इन तीनों गुनों पर अमल करने पर तुल गये हैं. नए चीन के कौमी स्वभाव, दिल और दिमाग की बुनियाद इन्हीं तीन अटल चट्टानों पर काबज है.

आज कल चीन कोरिया से लड़ाई लड़ रहा है. तिस पर भी चीन में हमने लड़ाई की चर्चा बहुत ही कम सुनी. चीन का आर्थिक संगठन लड़ाई को निशाना बना कर नहीं खड़ा किया गया है बल्कि रोज की जरूरत की चीजों को पैदा करने के इरादे से खड़ा किया गया है. मुकबन के शहर में, जो लड़ाई के हलके के नजदीक था, हमने देखा कि कारोबार बहस्तूर चल रहा है. चीन में लड़ाई के शौकीन लोग हैं ही नहीं. नए चीन और उस के नेता बुनिया के हर दूसरे मुलक के साथ मिल कर और शान्ति के साथ उठना चाहते हैं. चीन के पिछले दो बरस के कारनामों को देख कर हर कोई इसी नतीजे पर पहुँचेगा कि नए चीन के महान और भारे नेता माओ-त्से-तुंग केवल एक बहादुर सिपाही ही नहीं हैं बल्कि एक रचनात्मक और भी हैं.

चीन की तरह से हिन्दुस्तान भी बुनिया के हर देश के साथ मिल कर शान्ति से रहना चाहता है. हमारे प्रधान-मंत्री ने राष्ट्रों के बीच शान्ति रखने की खातिर कोई कदम चठा नहीं रखा. हिन्दुस्तान और चीन की आवाजी

जाले, धमाक मस्त, जारस नकले ओ प्रदर्शन करे कराले की आदमी रहे की.

नए चीन की सरकार कम्युनिस्ट सरकार नहीं है, न यह पार्टी सरकार है. वह दो اصل मेली जली (कोलेशन) कोरन्सल्ट है. जसमें सभी राजकाजी पारटियों के नमाँन्दे लरिक हैं. सरकारी हाकिमों में सभी एक तिहाई ऐसे हैं जो कम्युनिस्ट पार्टी से तعلق रकेते हैं.

सारे चीन में निजी जाँदाद रकने का हक माना जाता है और निजी जाँदाद लोग रकते भी हैं. निजी ब्योपार, लेन देन और कारखानों को तरक्की दी जाती है. हमने देखा कि टिंटसिन, शंघाई और दूसरी जगहों पर अंगरेजी कम्पनियां खूब ब्योपार कर रही हैं. अगर नया चीन कम्युनिस्ट है तो उसका कम्युनिज्म 'चीनी कम्युनिज्म' है जो उसकी तासीर के मुताबिक है और वहां के लोगों के रिवाज से मेल खाता है.

तेन कन

नए चीन में तीन गुनों पर खास जोर दिया जाता है— "ईमानदारी, सादगी और देश की सेवा". इन तीनों को चीनी बिधान में खास तौर से शामिल किया गया है. बाहर से आने वाला कोई भी बेलाग आदमी चीन को देख कर यह महसूस करेगा कि क्या वहां की जनता और क्या सरकार, सब के सब किल हाल एक साथ मिलकर इन तीनों गुनों पर अमल करने पर तुल गये हैं. नए चीन के कौमी स्वभाव, दिल और दिमाग की बुनियाद इन्हीं तीन अटल चट्टानों पर काबज है.

आज कल चीन कोरिया से लड़ाई लड़ रहा है. तिस पर भी चीन में हमने लड़ाई की चर्चा बहुत ही कम सुनी. चीन का आर्थिक संगठन लड़ाई को निशाना बना कर नहीं खड़ा किया गया है बल्कि रोज की जरूरत की चीजों को पैदा करने के इरादे से खड़ा किया गया है. मुकबन के शहर में, जो लड़ाई के हलके के नजदीक था, हमने देखा कि कारोबार बहस्तूर चल रहा है. चीन में लड़ाई के शौकीन लोग हैं ही नहीं. नए चीन और उस के नेता बुनिया के हर दूसरे मुलक के साथ मिल कर और शान्ति के साथ उठना चाहते हैं. चीन के पिछले दो बरस के कारनामों को देख कर हर कोई इसी नतीजे पर पहुँचेगा कि नए चीन के महान और भारे नेता माओ-त्से-तुंग केवल एक बहादुर सिपाही ही नहीं हैं बल्कि एक रचनात्मक और भी हैं.

चीन की तरह से हिन्दुस्तान भी बुनिया के हर देश के साथ मिल कर शान्ति से रहना चाहता है. हमारे प्रधान-मंत्री ने राष्ट्रों के बीच शान्ति रखने की खातिर कोई कदम चठा नहीं रखा. हिन्दुस्तान और चीन की आवाजी

ہماری ایک شادی کا چال پوگھا ہے۔ شادی کے سلسلے میں ہمیں دیکھنے کا لین دین ایک دم باند ہو گیا ہے۔ آج وہاں کے سماجی یا جموں کے دوسرے کسی پہلو میں مورتنیں مردوں کے برابر کا حصہ لیتی ہیں۔ توفیق سے پہنچنے والی ایک ریل ہے جس میں ڈرائیور سے لے کر گارڈ تک سبھی چلانے والے مرد ہیں۔

ہم نے نئے چین کے سینما اور تھٹر دیکھے۔ ان سے کافی تعلیم حاصل کی جا سکتی ہے اور زیادہ تر میں جانور شاہی، پونجی شاہی، سامراج شاہی کی برائیاں دکھائی جاتی ہیں۔ ان جواب شاہوں کے مقابلے چھٹی لوگ اپنی ایک نئی شاہی پہن کرتے ہیں جسے انہوں نے "قومی پونجی شاہی" نام دیا ہے اور اُسکی طرف لوگوں کی دلچسپی بڑھاتے ہیں۔ یہاں کی فلموں میں مرد عورت کے برابر کے حق پر بے حد زور دیا جاتا ہے۔ محفل کو سب سے بلندی کا درجہ دیا جاتا ہے اور تمام دنیا کے رہنے والوں کی ایکٹا کا چار پہلا دیا جاتا ہے۔ دیکھنے والوں کے دل و دماغ پر اثر کرنے والی اور بہت سی چیزیں ہوتی ہیں۔ لیکن کسی بھی فلم میں کوئی ایسی بات نہیں کہیں ملی جسے گندی یا بھدی کہا جا سکے۔

عدالتیں۔

نئے چین نے اپنی عدالتوں کو ایک دم بدل دیا ہے۔ ان کے یہاں تین طرح کی عدالتیں ہوتی ہیں، جیسے ہمارے یہاں صلح عدالت، صوبہ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ ہیں۔ پچھلی قہنگ کی وکالت کا طریقہ چین میں وہ ہی نہیں کیا۔ وکیل اور پروسٹور نڈارڈ ہیں، جج فریقوں یا گواہوں سے خود آملے سامنے بات کرتے معاملے کی جانچ کرتے، موقع محل جانچ دیکھتے اور پھر فیصلہ دیتے ہیں۔ اگر ضرورت پڑی تو کچھ قانونی ماعروں سے مدد لیتے ہیں۔ ان قانونی ماعروں کو "چلتا کے حقوں کے رکھوالے" کہا جاتا ہے۔ انہوں سرکار سے تنخواہ ملتی ہے۔ یہ لوگ کسی بھی پارٹی سے ایک پیسہ بھی نہیں لے سکتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ نئے چین میں انصاف سستا ہوتا ہے، جلدی ہوتا ہے اور سچا ہوتا ہے۔ یہ چیز شاید ہی کسی دوسرے دیس میں ملے۔

چین میں دھارمک آزادی پوری طرح سے ملتی ہے۔ ہم نے کئی جگہ پر مسجدیں، گوردوارے اور مندر دیکھے جہاں لوگ آزادی کے ساتھ پوجا بندگی کر رہے تھے۔ لیکن بدقسمتی ہے کہ چین میں جو مذہب یا بول چال کی آزادی ہے اُسکے بارے میں عجیب عجیب غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس لئے ہم چینی دھان کی پانچویں دھارا کو یہاں بھی کرتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ غلط فہمی کتنی بوجھا ہے۔

"چینی لوگ آج میں لوگوں کو وچار، بول چال، پروکاشن، ملکا چلنا، چتھی پترو، دھن سہن، آئے

عدالتیں

نئے چین نے اپنی عدالتوں کو ایک دم بدل دیا ہے۔ ان کے یہاں تین طرح کی عدالتیں ہوتی ہیں، جیسے ہمارے یہاں صلح عدالت، صوبہ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ ہیں۔ پچھلی قہنگ کی وکالت کا طریقہ چین میں وہ ہی نہیں کیا۔ وکیل اور پروسٹور نڈارڈ ہیں، جج فریقوں یا گواہوں سے خود آملے سامنے بات کرتے، موقع محل جانچ دیکھتے اور پھر فیصلہ دیتے ہیں۔ اگر ضرورت پڑی تو کچھ قانونی ماعروں سے مدد لیتے ہیں۔ ان قانونی ماعروں کو "چلتا کے حقوں کے رکھوالے" کہا جاتا ہے۔ انہوں سرکار سے تنخواہ ملتی ہے۔ یہ لوگ کسی بھی پارٹی سے ایک پیسہ بھی نہیں لے سکتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ نئے چین میں انصاف سستا ہوتا ہے، جلدی ہوتا ہے اور سچا ہوتا ہے۔ یہ چیز شاید ہی کسی دوسرے دیس میں ملے۔

چین میں دھارمک آزادی پوری طرح سے ملتی ہے۔ ہم نے کئی جگہ پر مسجدیں، گوردوارے اور مندر دیکھے جہاں لوگ آزادی کے ساتھ پوجا بندگی کر رہے تھے۔ لیکن بدقسمتی ہے کہ چین میں جو مذہب یا بول چال کی آزادی ہے اُسکے بارے میں عجیب عجیب غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس لئے ہم چینی دھان کی پانچویں دھارا کو یہاں بھی کرتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ غلط فہمی کتنی بوجھا ہے۔

چینی لوگ آج میں لوگوں کو وچار، بول چال، پروکاشن، ملکا چلنا، چتھی پترو، دھن سہن، آئے

भाई उनके गांव में गए जहां हमने उनके घरले व करचे बलते देखे. हमने देखा कि उनकी पीछे हमारे वहां के मुकाबले जियादा सीची-सादी हैं. शंघाई में हमने एक जगह देखा कि पुराने ढंग के 200 घरों पर खराब और बेकार ऊन को काट कर सूत तैयार कर रहे हैं. हमारे मेजबानों को जब पता चला कि हमें हाथ की कती और हाथ की बुनी चीखों में दिलचस्पी है तो हमारे मिशन के हर मेम्बर को चीनी खादी क दो-दो थान सेंट दिये गए.

आज चीन में खाने पीने की हर चीज काफ़ी तादाद में मिलती है और ऐसे वाम पर कि हर कोई खरीद सके— न वाम का कन्ट्रोल है, न कपड़े या अनाज की वहां राशनिंग है. वहां के ट्रेड यूनियन भाव को ठीक रखते हैं. न कोई फ़िक्र फ़िक्र होती है, न कोई चोर बाजारी करता है और न कोई जमा कर लेता है. सट्टे बाजी सरकारी हुक्म से बन्द कर दी गई क्योंकि यह बनावटी तौर पर कीमतें घटाती बढ़ाती है.

समाज सुधार.

अब हम उन समाज सुधारों पर विचार करेंगे जो नई सरकार ने किये. पेकिंग के बारे में यह कहा जाता है कि जब नई सरकार ने चार्ज लिया तो वहां तीन हजार बेरयाएं थीं, लेकिन आज एक भी नहीं है. यही हाल दूसरे शहरों और क़स्बों में भी था. नई सरकार ने इतने बड़े देश से बेरया-पन मानो एक दम उठा ही दिया. यह सुधार भी कोई सरकारी हुक्मनामे से नहीं किया गया, न मजबूरी या ज़बरवस्ती से, बल्कि समझा बुझा कर और लोगों की मरफ़ी से. नायब बड़े वकील को-मो-जो ने हमें बताया कि किस तरह उन सब बहनों को समझा बुझा कर, दस्तकारी सिखाने के नए नए दरजे खुलवा कर, जहां वह अपनी रोज़ी इज्जत के साथ कामाने का जरिया निकाल लें, और इज्जत वाले लोगों से उनकी शादी करके उन्हें सही रास्ते पर लाया गया. इसी तरह से नए चीन ने भिकमंगी ख़त्म कर दी. पहले के सारी भिकारी आज किसी न किसी पैदावारी प्रोग्राम में काम कर रहे हैं. आज चीन में बे-रोज़गारी नहीं है. जब हमने पेकिंग के मेयर से पूछा—“कहिये, आपके यहां आबादी का मसला कैसा है.” उन्होंने मुस्करा कर जवाब दिया—“हमारे यहां आबादी का मसला है ही नहीं. आप चाहें तो कुछ भाई बहनों को यहां भेज दीजिये.”

शहरों में मकान या रहने सहने की पूरी सुविधा है. अफ़ीम खाना या पीना मुल्क भर में मना है. किसी तरह का जुआ, सट्टा या रेस कोर्स वहां नहीं खेले जा सकते. शादी का जो नया क़ानून बना है वह वहां की एक लास चीज़ है. उसके आधार पर औरतों को बराबर के हक़ मिल गए हैं, उनका दर्जा ऊंचा उठ गया है और एक सर्व

भैली उन के हों. हमें लगे जहाँ हम ने उन के चरखे व करके चलते देखे. हम ने देखा कि उन की चरखों सारے یہاں کے مقابلے زیادہ سیدھی سادی ہیں. شکمائی ہوں ہم نے ایک جگہ دیکھا کہ پرانے ڈھنگ کے 200 چرخوں پر خراب اور بھار آون کو کات کر سوت تیار کر رہے ہیں. ہمارے میزبانوں کو جب پتہ چلا کہ ہمیں ہاتھ کی کتی اور ہاتھ کی ہلی چھڑوں میں دلچسپی ہے تو ہمارے مشن کے ہر ممبر کو چینی کھانسی نے دو دو تھان بیہمت دئے گئے.

آج چھن میں کھانے پینے کی ہر چیز کافی تعداد میں ملتی ہے اور ایسے دام پر کہ ہر کوئی خرید سکے— نہ دام کا کنٹرول ہے نہ کھوپے یا اناج کی وہاں راشننگ ہے. وہاں کے بریڈ یونین بھاؤ کو تھپک دیتے ہیں. نہ کوئی جھک جھک ہوتی ہے نہ کوئی چور بازاری کرتا ہے اور نہ کوئی جمع کر لیتا ہے. ستم بازی سرکاری حکم سے بند کر دی گئی کیونکہ یہ بلواؤتی طور پر فہمتیں کھٹاتی بڑھاتی ہے.

سماج سدھار.

اب ہم ان سماج سدھاروں پر وچار کریں گے جو نئی سرکار نے کئے. پیکنگ کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ جب نئی سرکار نے چارج لیا تو وہاں تین ہزار ویشہاں تھیں. لیکن آج ایک بھی نہیں ہے. یہی حال دوسرے شہروں اور قصبوں میں بھی تھا. نئی سرکار نے اتنے بڑے دیس سے ویشہاپن مانو ایک دم اٹھا ہی دیا. یہ سدھار بھی کوئی سرکاری حکم نامے سے نہیں کیا گیا، نہ مجبوری یا زبردستی سے بلکہ سمجھا بچھا کر اور لوگوں کی مرضی سے. نائب بڑے وزیر کو مو جو نے ہمیں بتایا کہ کس طرح ان سب بھنوں کو سمجھا بچھا کر دستکاری سکھانے کے لئے نئے نئے درجے کھلوا کر، جہاں وہ اپنی روزی عزت کے ساتھ کمانے کا ذریعہ نکال لیں اور عزت والے لوگوں سے ان کی شادی کر کے انہیں صحیح راستہ پر لایا گیا. اسی طرح سے نئے چھن نے بھنگی ختم کر دی. پہلے کے سارے بھکاری آج کسی نہ کسی پیداواری پروگرام میں کام کر رہے ہیں. آج چھن میں بے روزگاری نہیں ہے. جب ہم نے پیکنگ کے میئر سے پوچھا — “کہئے آپ کے یہاں آبادی کا مسئلہ کوسا ہے.” انہوں نے مسکرا کر جواب دیا— “ہمارے یہاں آبادی کا مسئلہ ہے ہی نہیں. آپ چاہیں تو کچھ بھائی بھنوں کو یہاں بھیج دیجئے.”

شہروں میں مکان یا رہنے سہنے کی پوری سوودھا ہے. اٹھم کھانا یا پینا ملک بھر میں منع ہے. کسی طرح کا جوا، سٹا یا دیس کورس وہاں نہیں کھلے جا سکتے. شادی کا جو نیا قانون بنا ہے وہ وہاں کی خاص چھڑ ہے. اُسکے آدھار پر عورتوں کو برابر کے حق مل گئے ہیں، ان کا درجہ اونچا اُٹھ گیا ہے اور ایک مرد

چین کے اقتصادی حیرشوں میں لوگوں کی چیخیں خریدنوں کی طاقت 30 سے 53 کھیسدی تک بڑی ہے۔ پچھلے دو سال میں उत्तर-پूरबी चीन में—जिस में पांच सूबे हैं—किसानों की चीज खरीदने की ताकत 69 क्वीसदी बढ़ी. नई सरकार ने 1949 में चार्ज लिया और 1950 में देश की कावा पलट गई. उसी साल अनाज की खेती इतनी बढ़ी कि देहात के साढ़े पचसीस करोड़ लोग, शहरों के आठ करोड़ और पिछले साल के अकाल कहलाने वाले इलाक़े के चार करोड़ लोगों को खिला कर इतना अनाज बेशी बचा कि साढ़े चार करोड़ लोग साल भर तक और खाते रहें. 1950 में पिछले बरस के मुक़ाबले कुल पैदावार चौदह क्वीसदी ज़्यादा थी, और 1951 में 1950 के मुक़ाबले आठ क्वी सदी ज़्यादा. तख़मीना यह है कि 1951 के आख़ीर में चीन के पास इतना अनाज होगा कि अपनी कुल आबादी को खिलाकर और अगली फ़सल के लिये काफी जमा रखकर, उसके पाम इतना अनाज बचेगा कि दस करोड़ आदमियों को एक साल तक खिलाता रहे. एक बात यह भी काबिल-तारीफ़ है कि नए चीन में हर सिपाही रोज़ सात आठ घंटे खेती का या दूसरा धन्दा करता है. सिर्फ़ वह सिपाही जो असली मोरचे में लड़ते हैं इस खेती के काम से बरी रहते हैं. इस से न सिर्फ़ फ़ौज का खर्च घटता है बल्कि खेती की पैदावार बढ़ती है और सिपाही और ग़ैर सिपाही में आपस का भाई चारा कायम रहता है.

कारखाने.

खाने के अलावा ज़रूरत की क़रीब क़रीब दूसरी सभी चीज़ों में चीनी लोग इन दो बरस में स्वावलम्बी हो गए हैं. इस सिलसिले में उन्होंने जो एक खास तरीक़ा अपनाया है, वह है एमुलेशन ड्राइव यानी होड़ बाजी. वह मज़दूर या कारीगर जो खास तौर से ज़ियादा पैदा करते हैं या अपने काम में कोई नई ईजाद करते हैं उनकी बहुत वाहवाही होती है और सारे देश में उनके नाम का प्रचार किया जाता है और वह 'आदर्श कार्यकर्ता', 'मज़दूर बहादुर', 'सूबाई मज़दूर बहादुर' या 'कुल चीन मज़दूर बहादुर' के नाम से मशहूर होते हैं.

चीनी नेता अपने देश में कारखाने फैलाने की भरसक कोशिश कर रहे हैं. साथ ही साथ वह इतने व्यवहारिक भी हैं कि अपने यहां किसी आदमी को निठल्ला नहीं रहने देते. अपने यहां के देहाती धंदों को उन्होंने ध्यान के साथ संभाल लिया है. पेकिंग राजधानी में एक बाजार का बाब़ार ऐसा है जहां रोज़ सुबह छै से नौ बजे तक सिर्फ़ हाथ का बुना कपड़ा मिलता है. सूत कुछ हाथ का होता है और कुछ मिल का. चीनी लोग हथ-कते और हथ-बुने कपड़े को "थुपु" कहते हैं. डाक्टर कुमारप्पा, मैं और कुछ

जहानگیر के مختلف حصوں میں لوگوں کی چیخیں خریدنوں کی طاقت 30 سے 53 فی صدی تک بڑھی ہے . پچھلے دو سال میں اُتر پورب چھن میں—جس میں پانچ صوبے ہیں—کسانوں کی چھڑ خریدنے کی طاقت 69 فی صدی بڑھی . نئی سرکار نے 1949 میں چارج لیا اور 1950 میں دیس کی کیا پلٹ گئی . اُسی سال اناج کی کھیتی اتنی بڑھی کہ دیہات کے ساڑھے پچھیس کروڑ لوگ، شہروں کے آٹھ کروڑ اور پچھلے سال کے اکل کھلانے والے علاقے کے 4 کروڑ لوگوں کو کھلا کر انجا اناج بھٹی بچا کہ ساڑھے چار کروڑ لوگ سال بھر تک اور کھاتے رہیں . 1950 میں پچھلے برس کے مقابلے کل پیداوار چودہ فی صدی زیادہ تھی اور 1951 میں 1950 کے مقابلے آٹھ فی صدی زیادہ . تخمینا یہ ہے کہ 1951 کے آخیر میں چھن کے پاس اتنا اناج ہوگا کہ اپنی کل آبادی کو کھلا کر اور اگلی فصل کے لئے کافی جمع رکھکر، اُس کے پاس اتنا اناج بچے گا کہ دس کروڑ آدمیوں کو ایک سال تک کھلاتا رہے . ایک بات یہ بھی قابلِ تعریف ہے کہ نئے چھن میں ہر سپاہی روز سات آٹھ گھنٹے کھیتی کا یا دوسرا دھندا کرتا ہے . صرف وہ سپاہی جو اصلی مورچے میں لڑتے ہیں اُس کھیتی کے کام سے بڑی دھتے ہیں . اُس سے نہ صرف فوج کا خرچ کھٹکتا ہے بلکہ کھیتی کی پیداوار بڑھتی ہے اور سپاہی اور فہر سپاہی میں آپس کا بھائی چارہ قائم رہتا ہے .

کارخانے .

کھانے کے علاوہ ضرورت کی قریب قریب دوسری سبھی چھڑوں میں چھٹی لوگ ان دو برس میں سواولمبی ہو گئے ہیں . اِس سلسلے میں انہوں نے جو ایک خاص طریقہ اپنایا ہے، وہ ہے ایمولیشن ڈرائیو یعنی ہوڑ بازی . وہ مزدور یا کاریگر جو خاص طور سے زیادہ پیدا کرتے ہیں یا اپنے کام میں کوئی نئی ایجاد کرتے ہیں اُن کی بہت واہ واہی ہوتی ہے اور سارے دیس میں اُن کے نام کا پرچار کیا جاتا ہے اور وہ 'آدرش کاریگر' 'مزدور بہادر' 'صوبائی مزدور بہادر' یا 'کل چھن مزدور بہادر' کے نام سے مشہور ہوتے ہیں .

چھٹی نہتا اپنے دیس میں کارخانے پہیلانے کی بھروسہ کوشش کررہے ہیں . ساتھ ہی ساتھ وہ اتلے ویوہارک بھی ہیں کہ اپنے یہاں کسی آدمی کو نٹھلا نہیں دھلتے دیتے . اُچے یہاں کے دیہاتی دھندوں کو انہوں نے دھیان کے ساتھ سنبھال لیا ہے . پیکنگ راجدھانی میں ایک بازار کا بازار ایسا ہے جہاں روز صبح چھ سے نو بجے تک صرف ہاتھ کا بنا کپڑا ملتا ہے . سوت کچھ ہاتھ کا ہوتا ہے اور کچھ مل کا . چھٹی لوگ مٹھکتے اور ہتھ بٹے کپڑے کو "تھوپو" کہتے ہیں . ڈاکٹر کامارپا، میں اور کچھ

کارخانوں اور دفتروں میں بھی ہے۔ کچھ ہی باہر یا خاص مقام پر پائے گئے۔ لوگ جن جگہوں کے علاوہ ایک تہائی اور سے بہت کم کے طور پر مل جاتا ہے۔ اس چوڑی سے جہاں ایک طرف سرکاری خرچ بہت کم ہو گیا، دوسری طرف زیادہ تنخواہ والوں اور کم تنخواہ والوں کے بھیج کی کھائی بہت کچھ پست گئی، فریب امور کا فرق دور ہو گیا اور سماج کے اندر جو مالدار اور نادار کے بھیج کی دیوار تھی وہ ایک دم ڈھ گئی۔ اس کا نتیجہ ہے کہ نئے چمن میں آپ صرف کپڑوں کو دیکھ کر یہ نہیں پہچان سکتے کہ ایک آدمی یونیورسٹی کا وائس چانسلر ہے یا چھراسی، کارخانے کا منیجر ہے یا مزدور، دفتر کا انچارج ہے یا کلرک۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ یہ قربانی جو سب لوگوں نے کی — لیکن اصل میں یہ قربانی نہیں ہے، کیونکہ اپنی بنیادی ضرورت کی سب چیزیں سب کو مل ہی جاتی ہیں — تو خوشی سے کی، دل سے کی، جان کر کی۔ ہر چھٹی کو ناز ہے کہ میں اپنے دیس اور دیس واسیوں کے لئے کچھ نہ کچھ کر رہا ہوں۔

سواری

سبھاری،
اسکے علاوہ نئے چین نے اپنے یہاں سواری اور مال ڈھولے کا انتظام بہت کچھ سنبھال لیا ہے جو کوئٹہ تک راج میں چمکا چور ہو گیا تھا۔ 1950 کے اخیر میں 22 ہزار کلومیٹر سڑکیں جو مرمت یا بلندوبست نہ ہونے کی وجہ سے بند اور بیکار پڑی تھیں، پھر سے چالو ہو گئی ہیں۔ بڑے پیمانے پر نئی نئی لائنیں کھول دی گئی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آزادی کے پہلے جتنی سڑکیں دیہاتوں وغیرہ تھیں جنوری 1951 میں اس سے پانچ گنا زیادہ ہو گئیں۔ ڈاک کے راستے 60 فی صدی بڑھ گئے۔ تار 36 فی صدی، ٹیلی فون پہلے کے مقابلے میں دو گنا زیادہ ہیں۔ ہوائی راستے کا بھی کافی استعمال ہوتا ہے۔

سوانمود

ان طریقوں سے اور دوسری ایسی ہی باتوں سے نئے چین نے مہنگائی اور قیمتوں کے بھتاؤ بھتاؤ پر قابو پالیا، کھیتی اور کارخانوں کی پیداوار بڑھائی اور لوگوں کا مادی اور نہتک درجہ کہیں زیادہ اونچا اٹھادیا۔ آزادی کے پہلے ایک امریکن ڈالر کی قیمت جہاں کئی ارب روپے چھٹی میں ہوتی تھی وہ 1950 میں 42000 روپے اور 1951 میں 22,270 روپے رہ گئی۔ مارچ 1950 سے لیکر مئی 1950 تک تین ماہ کے اندر قاعدے کے ساتھ قیمتوں کو تھکانے پر لگا دیا گیا جس کی وجہ سے چھڑوں کے اوسط دام 100 سے گرنے لگے اور اب اب بھی گرنے لگے ہیں۔ اس کے خلاف اس مرمے میں امریکہ میں یہ دام 100 سے بڑھ کر 150 ہو گیا۔

۱۰۱۔ ان کے ساتھ کارکنوں نے کیا کمالات کے ساتھ ن-جاگرتی کا کام کیا ہے۔ یہ انہیں کی مہنات کا ہے کہ لوگوں کے انصر مہنات اور کربانی کی اپنا ہر کر رہے ہیں۔ کھانے کی ضرورت نہیں کہ بیٹا اس اپنا کے سے کام دیا بھی نہیں کرتے ہیں۔

نئے چین میں تانناہے۔

نئے چین سرکار نے چوتھی خاص بات جو کی وہ تھی ہمت کے سارے کو دانا۔ آجادی کے پہلے جیادادار اسروں کو کچی تانناہے ملتی تھی اور بہتاشا سارے ملتا تھا۔ نئے سرکار نے جہاں اوپر کے حاکموں کی تانناہے کم کی وہاں نہچے والوں کی بڑھا دی۔ ایسا لگتا ہے کہ نئے چین کے نہتاوں کو یہ سوچہ لگی کہ روپے سے کا بہتہ کوئی زیادہ نہہر ہوتا اور انسان کی مصلحت ہی اصلی تھمتی اور قدر کے قابل چہر ہے۔ اسی وجہ سے نئے چین میں تانناہے نوٹوں کے حساب سے نہیں بلکہ اناج کے حساب سے دی جاتی ہیں۔

سرکاری نوکر دو طرح کے ہیں—ایک وہ جنہیں سہلائی طریقے پر تانناہے ملتی ہے، دوسرے وہ جنہیں ہانادہ تانناہے ملتی ہے۔ ’سہلائی طریقے‘ میں ملازم اور اس کے بال بچوں کو ہر-پتہ کھانا اور خاص تعداد میں کپڑے ملتے ہیں۔ اس کے بچوں کو تعلیم مفت، کھر بار کو دوا دارو معاف اور چھب خرچ کے لئے دس روپے ہر مہینے اوپر سے ملتے ہیں۔ اس سہلائی طریقے میں صوبے کے ایک گورنر یا دفتر کے کلرک میں کوئی فرق نہیں کہا جاتا ہے۔ دوسرے یعنی تانناہے والے طریقے میں سرکاری لوگ اندازہ کر لیتے ہیں کہ فلاں نوکر اور اس کے بال بچوں کو کل کتنے اناج کی ضرورت ہے، کتنا دودھ، دوا، کپڑے وغیرہ کی اور پھر سب کو چور کر ”اکائی“ بنا لیتے ہیں۔ اس طرح وہ طے کر لیتے ہیں کہ فلاں آدمی کو ہر مہینے کتنی ”اکائیاں“ یا ”پائنت“ ملنے چاہئیں۔ اصل رقم کی ادائیگی فلم کی شکل میں نہ کی جا کر فلم کی تھمت کے برابر نوٹوں کی شکل میں کی جاتی ہے۔ اگر کسی مہینے چھوڑوں کے ہر بدلے تو اس مہینے کی تانناہے بھی اس حساب سے بدل جاتی ہے۔

اب ذرا دیکھیں کہ ہمارے ہندوستانی سکے کے حساب سے چین کے سرکاری اسروں کو کیا تانناہے ملتی ہیں۔ چین میں سب سے اونچی تانناہے 600 روپے کے قریب ہے جو چھ مہینے ملائے تلک کو ملتی ہے۔ سنٹرل گھنٹ کے ملازمین کو 440 روپے ملتے ہیں۔ سرکاری کارخانوں، فوج، یونیورسٹی، اسکول، کالج، دفتروں وغیرہ میں عام طور پر سب سے اونچی تانناہے ساڑھے تین سو روپے ہے اور سب سے کم تھوڑے سو۔ یہی صورت نہی

اور آئے ہے ملک کارہ کرتاوں نے کیا کمال کے ساتھ جن جاگرتی کا کام کیا ہے۔ یہ انہیں کی مصلحت کا پہل ہے کہ لوگوں کے اندر مصلحت اور قربانی کی بھاونا کھر کر گئی ہے۔ کھانے کی ضرورت نہیں کہ بلا اس بھاونا کے ایسے کام ہوا بھی نہیں کرتے ہیں۔

نئے چین میں تانناہے۔

نئے چین سرکار نے چوتھی خاص بات جو کی وہ تھی ہمت کے سارے کو دانا۔ آجادی کے پہلے جیادادار اسروں کو کچی تانناہے ملتی تھی اور بہتاشا سارے ملتا تھا۔ نئے سرکار نے جہاں اوپر کے حاکموں کی تانناہے کم کی وہاں نہچے والوں کی بڑھا دی۔ ایسا لگتا ہے کہ نئے چین کے نہتاوں کو یہ سوچہ لگی کہ روپے سے کا بہتہ کوئی زیادہ نہہر ہوتا اور انسان کی مصلحت ہی اصلی تھمتی اور قدر کے قابل چہر ہے۔ اسی وجہ سے نئے چین میں تانناہے نوٹوں کے حساب سے نہیں بلکہ اناج کے حساب سے دی جاتی ہیں۔

سرکاری نوکر دو طرح کے ہیں — ایک وہ جنہیں سہلائی طریقے پر تانناہے ملتی ہے، دوسرے وہ جنہیں ہانادہ تانناہے ملتی ہے۔ ’سہلائی طریقے‘ میں ملازم اور اس کے بال بچوں کو ہر-پتہ کھانا اور خاص تعداد میں کپڑے ملتے ہیں۔ اس کے بچوں کو تعلیم مفت، کھر بار کو دوا دارو معاف اور چھب خرچ کے لئے دس روپے ہر مہینے اوپر سے ملتے ہیں۔ اس سہلائی طریقے میں صوبے کے ایک گورنر یا دفتر کے کلرک میں کوئی فرق نہیں کہا جاتا ہے۔ دوسرے یعنی تانناہے والے طریقے میں سرکاری لوگ اندازہ کر لیتے ہیں کہ فلاں نوکر اور اس کے بال بچوں کو کل کتنے اناج کی ضرورت ہے، کتنا دودھ، دوا، کپڑے وغیرہ کی اور پھر سب کو چور کر ”اکائی“ بنا لیتے ہیں۔ اس طرح وہ طے کر لیتے ہیں کہ فلاں آدمی کو ہر مہینے کتنی ”اکائیاں“ یا ”پائنت“ ملنے چاہئیں۔ اصل رقم کی ادائیگی فلم کی شکل میں نہ کی جا کر فلم کی تھمت کے برابر نوٹوں کی شکل میں کی جاتی ہے۔ اگر کسی مہینے چھوڑوں کے ہر بدلے تو اس مہینے کی تانناہے بھی اس حساب سے بدل جاتی ہے۔

اب ذرا دیکھیں کہ ہمارے ہندوستانی سکے کے حساب سے چین کے سرکاری اسروں کو کیا تانناہے ملتی ہیں۔ چین میں سب سے اونچی تانناہے 600 روپے کے قریب ہے جو چھ مہینے ملائے تلک کو ملتی ہے۔ سنٹرل گھنٹ کے ملازمین کو 440 روپے ملتے ہیں۔ سرکاری کارخانوں، فوج، یونیورسٹی، اسکول، کالج، دفتروں وغیرہ میں عام طور پر سب سے اونچی تانناہے ساڑھے تین سو روپے ہے اور سب سے کم تھوڑے سو۔ یہی صورت نہی

हालत ठीक करना. आज्ञाही के पहले लगान नकदी शकल में लिया जाता था, लेकिन अब अनाज की शकल में लिया जाता है. पहले लगान पैदावार के तखमीने के आधे से कम नहीं लिया जाता था. कभी कभी तो पूरी की पूरी पैदावार लगान में खप जाती थी और बेचारे किसान को रोखी के लिये कोई दूसरा धंदा खोजना पड़ता था. लेकिन नए निजाम में सरकार ने यह सुकरर कर दिया है कि लगान असल पैदावार का 13 कीसदी से ज़ियादा न होगा. पेकिंग के मेयर ने हमें बताया कि लगान में इस कमी कर देने का नतीजा यह हुआ कि दो करोड़ टन गल्ला हमारे किसानों को उनके इस्तेमाल के लिये एक साल में बच गया.

नई सरकार ने इस सिलसिले में तीसरा क़दम जो ठाया वह था सिंचाई के साधनों में सुधार करना. बहुत सी ज़मानें ऐसी थीं जहां खियादा कारत तभी हो सकती थी जब कि नए नए कुएं खोले जाएं और पानी इतमिनान के साथ मिलता रहे. सरकार ने इसके लिये हुक्म दे दिया और लाखों कुएं जगह जगह खुद गए. इस काम में सरकार की तरफ से बहुत थोड़ी सी मदद और उभार की ज़रूरत थी. गांव वालों ने सामान अपने पास से लगाया, मेहनत अपने आप की. इसी तरह सरकार ने उन जगहों से पानी निकालने की स्कीमें बनाई जहां अकसर बाढ़ आया करती थी. इस पानी को उन हिस्सों की तरफ भेज दिया गया जो अकसर सूखे पड़े रहते थे. यह काम भी गांव वालों की मदद से किया गया. सिर्फ़ ऊपर से सरकारी देख भाल रही. छोटी स्कीमों के अलावा हुआई नदी को बांधने वाली जैसी बड़ी स्कीमों में भी सरकार ने ज़ियादा तर गांव वालों से ही मदद ली. इस हुआई नदी योजना की शुरुआत नवम्बर 1950 में की गई. इस योजना में 30 लाख किसानों ने हिस्सा लिया जिन्होंने नवम्बर 1950 से शुरू करके जुलाई 1951 तक करीब 19 करोड़ 50 लाख मीटर मिट्टी इटा फेंकी और नदियों को थामने के लिये जगह जगह हौज़ और कुन्ड बना लिये. इसका नतीजा यह हुआ कि साढ़े पांच करोड़ आदमी (जो लगभग हमारे उत्तर प्रदेश की आबादी के बराबर है) बाढ़ की आफत से हमेशा के लिये बच गए. अभी हाल ही में इस इलाक़े में जो पहली बार फसल हुई उसे देख कर हर किसी का जी बांसों उड़ल पड़ता था. यह बात ध्यान देने की है कि इन स्कीमों के लिये चीन के नए नेताओं ने बाहर से एक पैसा भी उधार नहीं लिया. उन्होंने सब काम अपनी जन शक्ति के बल पर किया. हर कोई जो ज़रा नज़दीक से इन चीजों को देखता है वह महसूस करता है कि किस जोश व लगन के साथ इन लोगों ने अपना जी-जान लगा दिया. उन्हें खुशी होती है कि हमने अपने देश की ज़ातिर कुछ काम किया. नए चीन के नेता

तुहक को. किसी ने पहले लकान लंदी شکل میں لانا تھا، لیکن اب آج کی شکل میں لیا جاتا ہے۔ کان پیداوار کے تخمینے کے آدھے سے کم نہیں لیا جاتا۔ کبھی کبھی تو پوری کی پوری پیداوار لکان میں جاتی تھی اور بیچارے کسان کو روزی کے لئے کوئی دیندا کھوجنا پڑتا تھا۔ لیکن نئے نظام میں سرکار مقرر کر دیا ہے کہ لکان اصل پیداوار کا 13 فی سے زیادہ نہ ہوگا۔ پیکنگ کے مقرر نے ہمیں بتایا کہ میں اس کمی کو دینے کا انتہیچہ یہ ہوا کہ دو کروڑ لکھ ہمارے کسانوں کو ان کے استعمال کے لئے ایک میں بچ گیا۔

نئی سرکار نے اس سلسلے میں تیسرا قدم جو اٹھایا سہلچائی کے سادھلوں میں سدھار کرنا۔ بہت میںوں ایسی تھیں جہاں زیادہ کاشت تھی وہ تھی جبکہ نئے نئے کھیتوں کھودے جائیں اور اطمینان کے ساتھ ملتا رہے۔ سرکار نے اس کے لئے دیا اور لاکھوں کھیتوں جبکہ کھد گئے۔ اس میں سرکار کی طرف سے بہت تھوڑی سی مدد اور ضرورت تھی۔ گاؤں والوں نے سامان اپنے پاس سے بھرت اپنے آپ کی۔ اسی طرح سرکار نے ان جگہوں کے نکالنے کی اسکیمیں بنائیں جہاں انڈر بارہ آیا تھی۔ اس پانی کو ان حصوں کی طرف بھیج دیا۔ انڈر سوکھے پڑے رھتے تھے۔ یہ کام بھی گاؤں والوں سے کیا گیا۔ صرف اوپر سے سرکاری دیکھ بھال رہی۔ اسکیموں کے علاوہ ہو آئی ندی کو باندھنے والی بڑی اسکیموں میں بھی سرکار نے زیادہ تر گاؤں سے ہی مدد لی۔ اس ہو آئی ندی یوجنا کی نومبر 1950 میں کی گئی۔ اس یوجنا میں لکھ کسانوں نے حصہ لیا جنہوں نے نومبر 1950 شروع کر کے جولائی 1951 تک قریب 19 کروڑ 50 پٹر متی ہٹا پھینکی اور ندیوں کو تھامنے کے لئے نگہ حوض اور کنڈ بنائے گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانچ کروڑ آدمی (جو لکھ بھگ ہمارے اُتر کی آبادی کے برابر ہے) بارہ کی آفت سے ہمیشہ بچ گئے۔ ابھی حال ہی میں اس علاقے میں جو بار فصل ہوئی اسے دیکھ کر ہر کسی کا جی ہانسون پڑتا تھا۔ یہ بات دھیان دینے کی ہے کہ ان اسکیموں جن کے نئے نہتاؤں نے باہر سے ایک پیسہ بھی نہیں لیا۔ انہوں نے سب کام اپنی جن شکتی کے کیا۔ ہر کوئی جو ڈرا نزدیک سے ان جھڑوں کو دیکھ رہا ہے کہ کس جوش و لکھ کے ساتھ اس نے اپنا جی جان لگا دیا۔ انہیں خوشی ہوتی ہے کہ اب دیکھ کی خاطر کچھ کام کیا۔ نئے چین کے نہتا

آناج کی پیداوار بڑھائی جاتے۔ نئی سرکار نے دیکھا کہ چین کی ساڑھے سہ لاکھ کروڑ آبادی میں اکتالیس کروڑ سے اوپر کسان ہیں، جن کا ایک ماٹر سہارا کھیتی ہے۔ لیکن زمین کی ساری ملکیت 10 فی صدی زمیندار یا رئیس کسان کے ہاتھ میں تھی۔ باقی 90 فی صدی غریب کسان یا بے زمین والے مزدور تھے۔ چین میں کھیتی کے لائق 140 کروڑ مو (قریب 24 کروڑ ایکڑ) زمین میں سے 80 فی صدی زمینداروں اور رئیس کسانوں کے ہاتھ میں تھی، باقی 20 فی صدی غریب کسانوں اور کھیتی مزدوروں میں بٹی ہوئی تھی، جن کی تعداد کل کھیتی آبادی کی 90 فی صدی کے قریب تھی۔

نیا زمین سوچار۔

نئی سرکار نے ٹان لیا کہ یہ اُردھو دی تو ختم ہونا چاہیے۔ 'نیا زمین سوچار کانون' پاس کیا گیا جس کے مطابق زمینداروں کے پاس کی ساری بے زمین زمینوں سے لے کر بے زمین والے کھیتی مزدوروں میں بانٹ دی گئی۔ لیکن نئے حکاموں نے یہ احتیاط رکھی کہ کسی زمیندار کو درزی کے سامنے سے محروم نہ کیا جائے تاکہ وہ اپنے ہال بچوں کا بھٹ پال سکے۔ ہر زمیندار کے پاس کم سے کم اتنی زمین چھوڑ دی گئی جتنی ایک معمولی کسان کو دی جاتی تھی۔ کبھی کبھی اس سے زیادہ زمین بھی زمیندار کو دی گئی جس سے وہ بڑے مزے میں اپنی اور اپنے ہال بچوں کی پرورش کر سکتا ہے۔ زہور یا نقدی جس کے پاس جو کچھ تھا دھلے دیا گیا۔ اسکے علاوہ اگر کسی زمیندار کے پاس کوئی کارخانہ تھا یا وہ کوئی دھند کرتا تھا تو اس میں بھی ہاتھ نہیں لگایا گیا۔ یہی نہیں سرکار نے ایسے کاموں میں پرانے زمینداروں کی مدد کی اور ان کا حوصلہ بڑھایا۔

نیا زمین سوچار۔

نئی سرکار نے یہاں لیا کہ یہ اُردھو دی تو ختم ہونا چاہیے۔ 'نیا زمین سوچار قانون' پاس کیا گیا جس کے مطابق زمینداروں کے پاس کی ساری بے زمین زمینوں سے لے کر بے زمین والے کھیتی مزدوروں میں بانٹ دی گئی۔ لیکن نئے حکاموں نے یہ احتیاط رکھی کہ کسی زمیندار کو درزی کے سامنے سے محروم نہ کیا جائے تاکہ وہ اپنے ہال بچوں کا بھٹ پال سکے۔ ہر زمیندار کے پاس کم سے کم اتنی زمین چھوڑ دی گئی جتنی ایک معمولی کسان کو دی جاتی تھی۔ کبھی کبھی اس سے زیادہ زمین بھی زمیندار کو دی گئی جس سے وہ بڑے مزے میں اپنی اور اپنے ہال بچوں کی پرورش کر سکتا ہے۔ زہور یا نقدی جس کے پاس جو کچھ تھا دھلے دیا گیا۔ اسکے علاوہ اگر کسی زمیندار کے پاس کوئی کارخانہ تھا یا وہ کوئی دھند کرتا تھا تو اس میں بھی ہاتھ نہیں لگایا گیا۔ یہی نہیں سرکار نے ایسے کاموں میں پرانے زمینداروں کی مدد کی اور ان کا حوصلہ بڑھایا۔

چین کے نئے حکام اس زمین سوچار قانون کو اپنی نئی اُردھو دی تو ختم ہونا چاہیے۔ 'نیا زمین سوچار قانون' پاس کیا گیا جس کے مطابق زمینداروں کے پاس کی ساری بے زمین زمینوں سے لے کر بے زمین والے کھیتی مزدوروں میں بانٹ دی گئی۔ لیکن نئے حکاموں نے یہ احتیاط رکھی کہ کسی زمیندار کو درزی کے سامنے سے محروم نہ کیا جائے تاکہ وہ اپنے ہال بچوں کا بھٹ پال سکے۔ ہر زمیندار کے پاس کم سے کم اتنی زمین چھوڑ دی گئی جتنی ایک معمولی کسان کو دی جاتی تھی۔ کبھی کبھی اس سے زیادہ زمین بھی زمیندار کو دی گئی جس سے وہ بڑے مزے میں اپنی اور اپنے ہال بچوں کی پرورش کر سکتا ہے۔ زہور یا نقدی جس کے پاس جو کچھ تھا دھلے دیا گیا۔ اسکے علاوہ اگر کسی زمیندار کے پاس کوئی کارخانہ تھا یا وہ کوئی دھند کرتا تھا تو اس میں بھی ہاتھ نہیں لگایا گیا۔ یہی نہیں سرکار نے ایسے کاموں میں پرانے زمینداروں کی مدد کی اور ان کا حوصلہ بڑھایا۔

چون کے نئے حکام اس زمین سوچار قانون کو اپنی نئی اُردھو دی تو ختم ہونا چاہیے۔ 'نیا زمین سوچار قانون' پاس کیا گیا جس کے مطابق زمینداروں کے پاس کی ساری بے زمین زمینوں سے لے کر بے زمین والے کھیتی مزدوروں میں بانٹ دی گئی۔ لیکن نئے حکاموں نے یہ احتیاط رکھی کہ کسی زمیندار کو درزی کے سامنے سے محروم نہ کیا جائے تاکہ وہ اپنے ہال بچوں کا بھٹ پال سکے۔ ہر زمیندار کے پاس کم سے کم اتنی زمین چھوڑ دی گئی جتنی ایک معمولی کسان کو دی جاتی تھی۔ کبھی کبھی اس سے زیادہ زمین بھی زمیندار کو دی گئی جس سے وہ بڑے مزے میں اپنی اور اپنے ہال بچوں کی پرورش کر سکتا ہے۔ زہور یا نقدی جس کے پاس جو کچھ تھا دھلے دیا گیا۔ اسکے علاوہ اگر کسی زمیندار کے پاس کوئی کارخانہ تھا یا وہ کوئی دھند کرتا تھا تو اس میں بھی ہاتھ نہیں لگایا گیا۔ یہی نہیں سرکار نے ایسے کاموں میں پرانے زمینداروں کی مدد کی اور ان کا حوصلہ بڑھایا۔

آپ یہاں کی کھیتی کی پیداوار سنبھالنے کے لئے سرکار نے دوسری چیز جو کہ تھی لگان بلدی کی

آپ یہاں کی کھیتی کی پیداوار سنبھالنے کے لئے سرکار نے دوسری چیز جو کہ تھی لگان بلدی کی

ہمارے اس دورے سے ایک خیال ہر کسی کے اندر پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ کیا ہم ہندوستان کے لوگ بھی چھن سے کوئی سبق سیکھ سکتے ہیں۔ اور اگر سیکھ سکتے ہیں تو وہ سبق کیا ہے اور اُس سے کس طرح دیہ کی حالت کو سنبھالا جاسکتا ہے۔

چینی لوگ نئے لوگ راج کے قائم ہونے کو 'آزادی' (لیبریشن) نام سے پکارتے ہیں۔ آزادی کے پہلے وہاں کوامینٹاؤنگ پارٹی کا راج تھا جس کے سربراہ جنرل چیانگ کاہی شہر تھے۔ اس سرکار کی راہ تھی کہ چین کی بددلی ہوئی آزادی کی ضرورت کے متواضع وہاں آناج نہیں پیدا ہوتا اور اسلئے آناج باہر سے پرانا چاہیے۔ سچ یہ ہے کہ بیہوش سے، خاص کر امریکہ سے، کروڑوں من آناج آتا تھا۔ اس پر بھی دیہ کے کسی زبہ کسی حصے میں آگال پڑتا تھا یا کھانے کی کسی کی شکایت دھتی تھی۔ کچھ علاقوں میں بارہ کی وجہ سے کھیتی کرنا ناممکن تھا۔ دوسروں میں پانی نہ برسے کی وجہ سے بلاتا دھار ہو جاتا تھا۔ پھر اوپر سے سواری کی فطرت تھی جس کی وجہ سے مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کے آئے آناج ایدھر سے ایدھر آسانی سے آج نہیں سکتا تھا۔

آزادی کے پہلے چھن میں کافی نوٹوں کی اتلی بھرمار تھی کہ سن 1939 والی لوائی کے پہلے چلتے نوٹ زیادہ چلتے تھے اُس کے مقابلے 1770 کھرب گئے نوٹ زیادہ چلتے لگ گئے تھے۔ سن 1940 اور 1948 کے بیچ کی اس حالت کی یہ جانکاری ہمیں چھن کے پمپلس بیلک کے مکھیا سے ہی ملی ہے۔ چھڑوں کے بھاڑ اتلی شدت سے ہوتے تھے کہ سن کر طبیعت دنگ رہ جاتی تھی۔ لوائی کے پہلے اگر کسی آدمی کا سو اکانی سے کام چلتا تھا تو اُس وقت 13884000 کھرب اکائیاں چاہئے تھیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس دس ہزار چھیلی ڈالر ہوتے تو اُس سے وہ دیاسلانی کی ایک کانتی بھی نہیں خرید سکتا تھا پوری دیاسلانی کی پوتی کی تو بات ہی کیا ہے۔ اس کے علاوہ لوگوں کا کہنا ہے کہ اُس زمانے میں چھن کے چھوٹے کھوس خور حاکم دنیا میں اور کھیں مشکل سے تھے۔ بڑے بڑے کارخانے والے، فوجی سامان کا بھوپار کرنے والے، زمیندار اور دھوس لوگ عیش آرام کرتے تھے اور بھوک ولس کی زندگی بھتاتے تھے، لیکن لاکھوں کروڑوں غریبی اور بے کسی میں سے جارہے تھے۔ اُس کا ضروری نتیجہ یہ تھا کہ بے روزگاری، دیشپاؤن اور بھکمڈگی کا دیہیں بھر میں بول بالا تھا۔

1949 میں جب نئے سرکار نے راج سنبھالا تو پہلا ہراڈا اُس نے یہ کیا کہ دیہ میں سے ساری سب ختم کر کے

آزادی کے پہلے چھن میں کافی نوٹوں کی اتلی بھرمار تھی کہ سن 1939 والی لوائی کے پہلے چلتے نوٹ زیادہ چلتے تھے اُس کے مقابلے 1770 کھرب گئے نوٹ زیادہ چلتے لگ گئے تھے۔ سن 1940 اور 1948 کے بیچ کی اس حالت کی یہ جانکاری ہمیں چھن کے پمپلس بیلک کے مکھیا سے ہی ملی ہے۔ چھڑوں کے بھاڑ اتلی شدت سے ہوتے تھے کہ سن کر طبیعت دنگ رہ جاتی تھی۔ لوائی کے پہلے اگر کسی آدمی کا سو اکانی سے کام چلتا تھا تو اُس وقت 13884000 کھرب اکائیاں چاہئے تھیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس دس ہزار چھیلی ڈالر ہوتے تو اُس سے وہ دیاسلانی کی ایک کانتی بھی نہیں خرید سکتا تھا پوری دیاسلانی کی پوتی کی تو بات ہی کیا ہے۔ اس کے علاوہ لوگوں کا کہنا ہے کہ اُس زمانے میں چھن کے چھوٹے کھوس خور حاکم دنیا میں اور کھیں مشکل سے تھے۔ بڑے بڑے کارخانے والے، فوجی سامان کا بھوپار کرنے والے، زمیندار اور دھوس لوگ عیش آرام کرتے تھے اور بھوک ولس کی زندگی بھتاتے تھے، لیکن لاکھوں کروڑوں غریبی اور بے کسی میں سے جارہے تھے۔ اُس کا ضروری نتیجہ یہ تھا کہ بے روزگاری، دیشپاؤن اور بھکمڈگی کا دیہیں بھر میں بول بالا تھا۔

1949 میں جب نئی سرکار نے راج سنبھالا تو پہلا ہراڈا اُس نے یہ کیا کہ دیہ میں سے ساری سب ختم کر کے

ہمارا

معارف

نپ چین کا سندھش

پہلی اکتوبر 1951 کو نپ چین کے لوکراج کی دوسری سالانہ کانفرنس ہوئی۔ چین کی کئی سندھشوں کی یہ کانفرنس ہوئی کہ ہندوستان و دوسرے دیشوں کے قیلمی کمیشن اس خبروں کے موقع پر ان کے ساتھ شریک ہوں۔ اس لئے ان سندھشوں نے جن میں پانچ خاص ہیں—کل چین پوس کونسل، کل چین فیکٹریشن آف لیڈر، کل چین قیسوگریٹنگ ویمپلس فیکٹریشن، کل چین قیسوگریٹنگ وورکس فیکٹریشن اور کل چین فیکٹریشن آف لٹریچر، ایلت آرٹ سرکلز نے نئی دلی والے چھلی راج دوت کے ذریعہ ہلد چلتا کے ایک قیلمی کمیشن کے آنے کے لئے دعوت نامہ بھیجا اور یہ کانفرنس ظاہر کی کہ اس قیلمی کمیشن میں ہلد چین دوستی سلگہ، کل ہلد پوس کونسل، تربیت بیونین اور ویمن خالقوں کے پرتی ندھی اور ہلدستان کے ناسی ودوان، لیکچر، سائنس دان، شکشا شاستری و غیرہ بھی شامل ہوں۔ یہ دعوت نامہ ستمبر کے پہلے ہلتے کے آخر میں ملا تھا اور دلی سے ہوائی جہاز میں روانہ ہرنے کی آخری تاریخ 20 ستمبر تھی۔ اسلئے جامدی جامدی میں سب انتظام کیا گیا، پھر بھی یہ کمیشن کی کئی کہ قیلمی کمیشن میں سب صوبوں کے اور طرح طرح کی وچار دھارا والے لوگ ہوں۔

قیلمی کمیشن کے 13 ممبر تھے اور 2 سکرٹری۔ چین میں ہم لوگ 39 دن تک رہے۔ دکنین سے لیکر بھارت تک ہم نے چین کے سات بڑے بڑے شہر دیکھے—کینٹن، پکنگ، شنگھائی، تینٹسین، نانکنگ، شنگھائی اور ہانگ چو۔ ہم نے چین کی یونیورسٹیاں، سکولوں، کالجوں، سرکاری کارخانوں، گاؤں اور بازار ہاتھوں میں بھی گئے۔ ہم نے وہاں کی عدالتوں کو کام کرتے دیکھا۔ چین کے نئے لوگ سلگتھوں کے کام کرنے کے طریقوں کو دیکھا سمجھا۔ ہم نے وہاں کے سلگتھ، تھپتر، دیہانی اور دستکاری نائٹھیں دیکھیں۔ ہمارے لوپر کوئی پابندی نہیں تھی۔ ہم جہاں چاہیں جاسکتے تھے جو جامیں دیکھ سکتے تھے۔ کیا سرکار کیا چلتا، سبھی ہمارے ساتھ پریم سے پوس آئے اور دل کھول کر بات کرتے تھے۔

پہلی اکتوبر 1951 کو نئے چین کے لوگ راج کی دوسری سالانہ کانفرنس ہوئی۔ چین کی کئی سندھشوں کی یہ کانفرنس ہوئی کہ ہندوستان و دوسرے دیشوں کے قیلمی کمیشن اس خبروں کے موقع پر ان کے ساتھ شریک ہوں۔ اس لئے ان سندھشوں نے جن میں پانچ خاص ہیں—کل چین پوس کونسل، کل چین فیکٹریشن آف لیڈر، کل چین قیسوگریٹنگ ویمپلس فیکٹریشن، کل چین قیسوگریٹنگ وورکس فیکٹریشن اور کل چین فیکٹریشن آف لٹریچر، ایلت آرٹ سرکلز نے نئی دلی والے چھلی راج دوت کے ذریعہ ہلد چلتا کے ایک قیلمی کمیشن کے آنے کے لئے دعوت نامہ بھیجا اور یہ کانفرنس ظاہر کی کہ اس قیلمی کمیشن میں ہلد چین دوستی سلگہ، کل ہلد پوس کونسل، تربیت بیونین اور ویمن خالقوں کے پرتی ندھی اور ہلدستان کے ناسی ودوان، لیکچر، سائنس دان، شکشا شاستری و غیرہ بھی شامل ہوں۔ یہ دعوت نامہ ستمبر کے پہلے ہلتے کے آخر میں ملا تھا اور دلی سے ہوائی جہاز میں روانہ ہرنے کی آخری تاریخ 20 ستمبر تھی۔ اسلئے جامدی جامدی میں سب انتظام کیا گیا، پھر بھی یہ کمیشن کی کئی کہ قیلمی کمیشن میں سب صوبوں کے اور طرح طرح کی وچار دھارا والے لوگ ہوں۔

شुरू۔ ہندوستان کی بڑی انقلاب—سوپریم کورٹ کے جج جاسٹس کا دھانٹ ہو گیا۔

7. روسی انقلاب کی 34 ویں سالگرہ—ماسکو میں پریڈ۔ شانتی کے لیے امریکی راج پتی ٹرمین کا براڈکاسٹ—نہایت کرنے کے لیے تین مہ ماہی پوجنا کشمیر کانون سبھا کا اجلاس ختم۔

8. روسی بیرونہ منتری، ویشنسکی کا پانچوں بڑی طاقتوں کی میٹنگ کے لیے سوڈان۔ ورلڈ بینک میشن بمبئی پہنچا—ہندوستان میں پانچ ہفتے رہے گا۔

9. سبھ شہر اور پورٹ سڈھ میں کاروبار بند۔ کناڈا ہندوستان کو ایک کروڑ ڈالار کا گھڑے گا۔

10. سیکیورٹی کونسل نے کشمیر کے معاملے میں ڈاکٹر براہم کو چھ ہفتوں کی موہلت اور دی۔ سیریا کی سرکار نے سٹیفا دے دیا۔ بیک پوربی فوجی دل ہلانے کے لیے فرانس، امریکا، بریٹن اور روس کی طرف سے بیان۔

11. بیک پوربی فوجی دل والوں کے بیان پر آجرام پارا کا پتراج۔ سوڈان میں ”مشرکہ مورچے“ کے نام سے ایک نیا آندولن۔ اتر پونیش کے 11 پوربی ضلعوں کے 18 گاؤں میں 31 لاکھ لوگوں کے لیے اناج کا ٹوٹا۔

12. بریٹن کے بڑے وزیر امریکی راج پتی سے جنوری میں ملے۔ چلوا خوبصورتی اور نہک دلی سے چلے۔ پلڈت جواہر لال کی دیش بھر سے اہل۔

13. مصر میں تین دن کے لیے خطرے کی حالت ان۔ نہپال کے بڑے وزیر وانا کا استعفیٰ۔ آچاریہ جی بھودان یکہ کے سلسلے میں پھدل سفر کرتے دلی پہنچے۔

14. قاہرہ میں انگریزوں کے خلاف دن ملانے کے نیچ لاکھ کا جلوس — بڑے وزیر نھاس پاشا آگے آگے۔ عرب اور سیریا مصر کے حق میں ہوں۔ نہپال شری کوٹرا لائی منسٹری ہلائکے۔ رزرو بیلک نے کی در تین فی صدی سے بڑھا کر ساڑھے تین فی کر دی۔

15. واشنگٹن میں ایرانی بڑے وزیر ڈاکٹر مصادق ن — ایران کی مالی حالت خطرے میں — امریکہ یہ دیلے سے انکار کر دیا۔ دکھنی افریقہ میں ملی دھمی کا کورے قانون پر ورودہ۔

1. روسی انقلاب کی 34 ویں سال گرہ — ماسکو پریڈ۔ شانتی کے لئے امریکی راج پتی ٹرمین کا براڈکاسٹ — نہایت کرنے کے لئے تین مہ ماہی پوجنا۔ قانون سبھا کا اجلاس ختم۔

2. روسی وزیر پیش منسٹری، ویشنسکی پانچوں بڑی طاقتوں کی میٹنگ کے لئے سوڈان۔ ورلڈ بینک میشن بمبئی پہنچا — ہندوستان میں پانچ ہفتے رہے گا۔

3. سوئز شہر اور پورٹ سعید میں کاروبار بند۔ ہندوستان کو ایک کروڑ ڈالر کا گھڑیوں دیا۔

4. سیکورٹی کونسل نے کشمیر کے معاملے میں آجرام کو چھ ہفتوں کی مہلت اور دی۔ سیریا کی سرکار نے سٹیفا دے دیا۔ بیک پوربی فوجی دل ہلانے کے لیے فرانس، امریکہ، بریٹن اور روس کی طرف سے بیان۔

5. بیک پوربی فوجی دل والوں کے بیان پر آجرام پارا کا پتراج۔ سوڈان میں ”مشرکہ مورچے“ کے نام سے ایک نیا آندولن۔ اتر پونیش کے 11 پوربی ضلعوں کے 18 گاؤں میں 31 لاکھ لوگوں کے لیے اناج کا ٹوٹا۔

6. بریٹن کے بڑے وزیر امریکی راج پتی سے جنوری میں ملے۔ چلوا خوبصورتی اور نہک دلی سے چلے۔ پلڈت جواہر لال کی دیش بھر سے اہل۔

7. مصر میں تین دن کے لیے خطرے کی حالت ان۔ نہپال کے بڑے وزیر وانا کا استعفیٰ۔ آچاریہ جی بھودان یکہ کے سلسلے میں پھدل سفر کرتے دلی پہنچے۔

8. قاہرہ میں انگریزوں کے خلاف دن ملانے کے نیچ لاکھ کا جلوس — بڑے وزیر نھاس پاشا آگے آگے۔ عرب اور سیریا مصر کے حق میں ہوں۔ نہپال شری کوٹرا لائی منسٹری ہلائکے۔ رزرو بیلک نے کی در تین فی صدی سے بڑھا کر ساڑھے تین فی کر دی۔

9. واشنگٹن میں ایرانی بڑے وزیر ڈاکٹر مصادق ن — ایران کی مالی حالت خطرے میں — امریکہ یہ دیلے سے انکار کر دیا۔ دکھنی افریقہ میں ملی دھمی کا کورے قانون پر ورودہ۔

26. **اگرچہ** میں نے **کھانا** کھا کر **دھڑکتا دل** چھوٹ گیا۔

27. **کوریہ** میں **صلح** کی بات چیت جاری۔ **تبت** کے **دلائل** لا مانے **چون** سرکار کو قبول کیا۔ **کجرات** میں **اکال**۔ **مدھیہ** بھارت کا دورہ کرتے ہوئے **نوبہا** جی آکر **صلح** میں **گھوسے**۔

28. **چون** سے ایک **گڈول** مشن **کلکتہ** پہنچا۔

29. **پوری** اتر **پودیش** میں **فصل** کی **خرابی** سے **پانچ** لاکھ **آدمیوں** کو نقصان۔

30. **کمبوڈیا** میں **فرانسیسی** **ہائی** **کمیشنر** **مار** **ڈالا** گیا۔ **بریتین** کے **کریڈیٹ** **بکسروں** کا **آپس** میں **مشورہ**۔

31. **بہج** **پوری** **پوکت** میں **شریک** ہونے نہ ہونے کے واسطے **رکھ** کی **چتاہنی**۔ **ناپے** **اٹلانٹک** **پیکٹ** میں **شامل** ہوگا۔ **شری** **نکر** میں **کشمیر** **قانون** **سیہا** کا **اجلاس** شروع۔ **ولایتی** **کھاد** **بلانے** والے **سندری** (بہار) کے **کارخانے** میں **کام** شروع۔

نومبر

1. **چون** نے **پانچ** **قوم** **صلح** نامے کے لئے **ایہل** کی۔ **انگریزی** **حاکموں** کو **مصر** **سرکار** کی **چوہانوی**۔ **تھائی** **لہند** میں **کمپوٹ** **کاروائی** **زوروں** پر۔ **بلکال** کے **نئے** **گورنر** **ڈاکٹر** **ہریندر** **کمار** **مکر** جی نے **چارچ** لیا۔

2. **مراکو** میں **پولیس** اور **جنتا** میں **مٹہ** **بہو**۔ **پانچ** **آدمی** **ہلاک** **برتین** نے **مصر** میں **فوجوں** **بھونچانوں**۔ **ہلندگڈول** **مشن**۔ **صدر** **پلڈت** **سندرا**۔ **چون** سے **نئی** **دلی** **واپس** آیا۔

3. **مصر** کی **نہل** **ندی** کی **گھائی** میں **تول** پر سے **انگریزوں** نے **روک** **ٹوک** **ہٹالی**۔ **ہلندستان** **برسوں** **تک** **اناج** کے **معاملے** میں **سوالیسی** **نہوں** **ہو** **سکتا**۔ **کوالیار** میں **پلاننگ** **کوشن** کے **ایک** **ممبر** کا **بھان**۔

4. **اٹلانٹک** **پیکٹ** میں **شامل** ہونے پر **رکھ** کی **تورکی** کو **چوہانوی**۔ **سہریا** میں **راج** **کاجی** **ہل** **چل**۔ **کھیتی** کی **تعلیم** کے لئے **ایک** **کل** **ہلد** **کونسل** **آف** **اگرکھلچرل** **ایجوکیشن** **بدائی** **جائے** **گی**۔

5. **مرب** **دیش** **مصر** کے ساتھ **ہوں**۔ **اعظم** **پاشا** کا **بھان**۔ **سوز** **نہر** کے علاقے میں **انگریزوں** کے **خلاف** **مصر** والوں نے **”آزادی“** کی **کاروائی** شروع کی۔ **دلی** **یونہورستی** نے **چون** **گڈول** **مشن** کے **صدر** و **ایک** **ممبر** کو **ڈاکٹریت** کی **تکری** **بھولت** کی۔

6. **انگریزی** **نئی** **پارلیمنٹ** کے **کھلنے** پر **بادشاہ** کی **اسپیچ**۔ **یو** **نو** کی **جنرل** **اسمبلی** کا **پورس** میں **اجلاس**۔

देश विदेश की डायरी

(16 अक्टूबर 1951 से 15 नवम्बर 1951 तक)

अक्टूबर

16. काहिरा और सिकंदरिया में अंगरेजों के खिलाफ सरगرمियां. कश्मीर के बारे में डाक्टर ब्राह्म ने अपनी रिपोर्ट सिक्युरिटी काउंसिल में पेश की. पाकिस्तान के बड़े बच्चीर नवाब जादा लियाकत अली खां रावलपिंडी में गोली से मार दिये गए.

17. ख्वाजा नाजिमउद्दीन पाकिस्तान के बड़े बच्चीर और सैयद गुलाम मुहम्मद गहरनर जनरल मुकर्रर किये गए. सत्यवती नगर (नई दिल्ली) में हिन्दू कांग्रेस का 57 वां इजलास शुरू.

18. मिस्र में स्वेज नहर के इलाके में अंगरेजी और मिस्री कौजों में मुकाबला. पंडित नेहरू की सफारत में कांग्रेस का खुला इजलास.

19. मिस्र सत्याग्रह करेगा—अंगरेजी चीजों का बहिष्कार शुरू. कांग्रेस का इजलास खत्म. 24 बरस पुरानी आल इंडिया स्टेटस पीपुल कान्फ्रेंस ने अपना संगठन खत्म किया.

20. दिल्ली में भारती जन संघ का डाक्टर शायमा प्रसाद मुकरजी की सफारत में पहला जलसा. गुजरात से लेकर पंजाब तक 1000 मील लम्बे इलाके में कसल को भारी नुकसान.

21. कोरिया में अमरीकी और कम्युनिस्ट अफसर मुलाह की बात चीत करने को तैयार. बर्मा के बड़े बच्चीर नई दिल्ली पहुंचे.

22. स्वेज नहर की जहाजरानी पर अंगरेजों का कब्जा. चीनी नेता माओ-त्से-तुंग की अमरीका से ईमानदारी के लिये अपील. फारमूसा में जलजला.

23. मिस्र अपने हक के लिये लड़ने को तैयार—नहासपाशा का एलान. कम्युनिस्टों ने तेलंगाना (हैदराबाद) में आन्दोलन बन्द किया. तालीम का ढंग बदलने के लिये बम्बई के बड़े बच्चीर बाला साहब की अपील.

24. यूनो डे दुनिया में जगह जगह मनाया गया. मिस्र में अंगरेजों के खिलाफ जगह जगह जुलूस व मीटिंग. सूबा सरहद में आजाद चुनाव के लिये पक्षपूनों की मांग.

25. ब्रिटेन में आम चुनाव. पन-मन-जू. (कोरिया) में मुलाह की बात चीत शुरू. हिमाचल प्रदेश में चुनाव शुरू.

दیش و دیش کی ڈائری

(16 اکتوبر 1951 سے 15 نومبر 1951 تک)

اکتوبر

16. قاہرہ اور سکندریہ میں انگریزوں کے خلاف سرگرمیاں. کشمیر کے بارے میں ڈاکٹر گراہم نے اپنی رپورٹ سیکورٹی کونسل میں پیش کی. پاکستان کے بڑے وزیر نواب زادہ لیاقت علی خاں راول پلڈی میں گولی سے مار دیے گئے.

17. خواجہ ناظم الدین پاکستان کے بڑے وزیر اور سید غلام محمد گورنر جنرل مقرر کیے گئے. ستھ وئی نکز (نئی دہلی) میں ہند کانگریس کا 57 واں اجلاس شروع.

18. مصر میں سوئز نہر کے علاقے میں انگریزی اور مصری فوجوں میں مقابلہ. پلڈت نہرو کی صدارت میں کانگریس کا کھلا اجلاس.

19. مصر سٹھائیر کریکا—انگریزی چیزوں کا بائی بکٹ شروع. کانگریس کا اجلاس ختم. 24 برس پرانی آل انڈیا اسٹیتس پیپول کانفرنس نے اپنا سڈکھتن ختم کیا.

20. دہلی میں بھارتی جن سنگھ کا ڈاکٹر شایما پرشاد مکرچی کی صدارت میں پہلا جلسہ. کھرات سے لیکر پنجاب تک 1000 میل لمبے علاقے میں فصل کو بھاری نقصان.

21. کوریا میں امریکی اور کمیونسٹ افسر صلح کی بات چیت کرنے کو تیار. برما کے بڑے وزیر نکئی دلی پہنچے.

22. سوئز نہر کی جہاز رانی پر انگریزوں کا قبضہ. چینی لیٹا ماوتسے تنگ کی امریکہ سے ایمان داری کے لئے اپیل. فارموسا میں زلزلہ.

23. مصر اپنے حق کے لئے لڑنے کو تیار—نصاح پاشا کا اعلان. کمیونسٹوں نے تھلنگانہ (حیدرآباد) میں آندولن بند کیا. تعلیم کا قلمک بدلنے کے لئے بھوکی کے بڑے وزیر بالا صاحب کی اپیل.

24. یونو ڈے دنیا میں جگہ جگہ ملایا گیا. مصر میں انگریزوں کے خلاف جگہ جگہ جلوس و مہلنگ. صوبہ سرحد میں آزاد چٹاؤ کے لئے پختونوں کی مانگ.

25. برٹین میں عام چٹاؤ. پن. من. جو. (کوریا) میں صلح کی بات چیت شروع. ہماچل پردیش میں چٹاؤ شروع.

فیر سے دوستی کاایم.

اب ہم اپنے چینی دوستوں سے بیوا مانگتے ہیں۔ سیرک اپنے مہربانوں سے ہی نہیں بلکہ چین کی جنیتا سے بیوا مانگتے ہیں۔ جنیتا کی طرف سے سواکت اور شبہ کا مذاق جہاں بھی ہم گئے ہر جگہ ہمیں ملتی رہی۔ پوکنگ یا ٹیلنس، نانکن یا شنگھائی، کھنٹن یا مکدن، گاؤں یا کارخانے، یونیورسٹی یا اسکول، عدالتوں یا تھوٹر، سچ یہ ہے کہ سوکوں گلہوں تک میں اجنبی لوگوں نے بھائی چارے و دوستی کی مسکن کے ساتھ ہمارا سواکت کیا۔

اب ہم واپس جا رہے ہیں۔ ایسے وقت اپنی احسان مندی دیکھانے کا ہمارے پاس سیرک ایک ہی چیز ہے۔ وہ یہ کہ اپنے لوگوں کے پاس—جن کے پرانی ندری بن کر ہم یہاں آئے—جا کر ہم وہ شبہ کا مذاق نہیں پہنچا دیں جو نئے چین کی جنیتا اور نیٹاؤں سے ہمیں ملے۔ اور اس اچڑ بھڑی ہر پہلو ترقی کی بھی جانکاری انہیں دیں جو آپ کے دو برسوں میں کی ہے۔ اس طرح ہم کو آپ کو ملے والے پریم اور دوستی کے—جو سبب دہار برس سے چلے آتے ہیں—بلندن میں باندھنے والے دھائے کو پھر سے چور کر ہم مضبوط اور پکا کریں گے۔

سندر لال (صدر)

آر. کے. کرنجیا.

ٹی. چکرورتی.

(بھن) ہنا ستن.

جے. سی. کمارپا.

خواجہ احمد عباس.

وی. کے. آر. وی. راب.

جی. پی. ہتھیو سینگ.

نرمال بھٹا چاریہ.

ایم. بھگوریا.

وی. کلہانم.

اور پرشوتم پرشاد.

سندر لال (صدر)

آر. کے. کرنجیا.

ٹی. چکرورتی.

(بھن) ہنا ستن.

جے. سی. کمارپا.

خواجہ احمد عباس.

وی. کے. آر. وی. راب.

جی. پی. ہتھیو سینگ.

نرمال بھٹا چاریہ.

ایم. بھگوریا.

وی. کلہانم.

اور پرشوتم پرشاد.

پھر سے دوستی قائم.

پونرجنم ہو رہا ہے۔ ہمارے چینی भाईयों کے پاس بھگت کا अनुभव اور جانکاری ہے۔ ان کے اندر صدیوں پورانی انسانیت کی کلچر کے سنسکار ہیں۔ سیکڑوں برسوں کی 'داری' غلامی اور سامراج شاہی شوشن کے ان کی ہمت اور نیکی میں اتنی بھر بھری ہوئی ہے۔ اب ہمارے ان بھائیوں کو پریرنا اور شکتی ملنا سوتلا مل گیا ہے جو انہوں ہمیشہ مست رکھتا رہا ہے۔ چھٹی کی نئی سرکار اور اس کے نیچے میں ماؤتسے تلگ جو جی جان سے اپنے لوگوں کو بھلا رہا ہے۔

آجادی کے بعد دو برس کے اندر کلاسی فیر-بناو کے کام کے سبھی دائروں میں جو ترقی انہوں نے کی ہے اس سے ان کے سبھی دیشوں کو پریرنا ملتی ہے۔

جو نئی بڑی تبدیلیاں ہم نے یہاں دیکھیں ان سے صرف دو کی طرف ہم اشارہ کر سکتے ہیں۔ ایک ہے چین کا زمین سوچار جس کی بدولت تیس کروڑ کسان صدیوں کی غلامی سے مکت ہو گئے۔ یہ ایسا قدم ہے جو دنیا کے انہاس میں کبھی نہیں ملتا۔ اے یہاں کا نیا شادی قانون جس نے چھٹی کی کو آزادی اور برابری کا درجہ دیا ہے۔ اس چھوٹے بہت دور گامی اثر ساری دنیا کی خاصکر ایشیا کی پر پڑنے والا ہے۔

لوگوں کی اونچی بھانا

یہاں کے مزدور اور کسان پیداوار کے بڑے بھاری کام میں لگے ہیں۔ ان کے دیش پریم کی آہا اور ایک نو کر لکن سے کام کرنے کی عادت دیکھ کر ہم دنگ رہ گئے۔ چھٹی کے نوجوانوں کی اونچی بھانا اور ان کا جذبہ دیکھ کر بھی ہم پر بہت اثر پڑا۔ ہم نے اے کہ اپنے دیش کی آنے والی بہتری کی خاطر یہ مرد عورت خوشی خوشی تکلیفیں سہہ رہے ہیں۔ جس آتم وشواس کے ساتھ اپنے نئے کلدھوں پر بھاری سے بوجھ اٹھا رہے ہیں وہ تو کمال کی بات ہے۔

مزدور طبقہ کے یا جنگ آزادی کے بھادر مرد عورتوں کو ہمارے سامنے ایک نئی دنیا ہی پیش کر دی ہے۔ ان کے اندر کی رچاناک بھادری میں نیچی کامیابی اور نری کی شان عظمت کے ساتھ ساتھ کل دیش کے کا ہمت بہت ہی سندر ڈھلک سے پھوستا ہے۔ اور چھٹی کے بچوں کو دیکھ کر تو ہمارا من ہی موہتا ہے۔ ان کے چمکتے ہلکے منہ اور پرسن چہروں میں چھٹی کے انہاس کے نئے سوہنے کی آہا

جنگ ہو رہا ہے۔ ہمارے چھٹی بھائیوں کے یگوں کا انہو اور جانکاری ہے۔ ان کے اندر صدیوں انسانیت کی کلچر کے سنسکار ہیں۔ سیکڑوں برسوں کی 'داری' غلامی اور سامراج شاہی شوشن کے ان کی ہمت اور نیکی میں اتنی بھر بھری ہوئی ہے۔ اب ہمارے ان بھائیوں کو پریرنا اور شکتی ملنا سوتلا مل گیا ہے جو انہوں ہمیشہ مست رکھتا رہا ہے۔ چھٹی کی نئی سرکار اور اس کے نیچے میں ماؤتسے تلگ جو جی جان سے اپنے لوگوں کو بھلا رہا ہے۔

آجادی کے بعد دو برس کے اندر کلاسی فیر-بناو کے کام کے سبھی دائروں میں جو ترقی انہوں نے کی ہے اس سے ان کے سبھی دیشوں کو پریرنا ملتی ہے۔

جو نئی بڑی تبدیلیاں ہم نے یہاں دیکھیں ان سے صرف دو کی طرف ہم اشارہ کر سکتے ہیں۔ ایک ہے چین کا زمین سوچار جس کی بدولت تیس کروڑ کسان صدیوں کی غلامی سے مکت ہو گئے۔ یہ ایسا قدم ہے جو دنیا کے انہاس میں کبھی نہیں ملتا۔ اے یہاں کا نیا شادی قانون جس نے چھٹی کی کو آزادی اور برابری کا درجہ دیا ہے۔ اس چھوٹے بہت دور گامی اثر ساری دنیا کی خاصکر ایشیا کی پر پڑنے والا ہے۔

لوگوں کی اونچی بھانا

یہاں کے مزدور اور کسان پیداوار کے بڑے بھاری کام میں لگے ہیں۔ ان کے دیش پریم کی آہا اور ایک نو کر لکن سے کام کرنے کی عادت دیکھ کر ہم دنگ رہ گئے۔ چھٹی کے نوجوانوں کی اونچی بھانا اور ان کا جذبہ دیکھ کر بھی ہم پر بہت اثر پڑا۔ ہم نے اے کہ اپنے دیش کی آنے والی بہتری کی خاطر یہ مرد عورت خوشی خوشی تکلیفیں سہہ رہے ہیں۔ جس آتم وشواس کے ساتھ اپنے نئے کلدھوں پر بھاری سے بوجھ اٹھا رہے ہیں وہ تو کمال کی بات ہے۔

مزدور طبقہ کے یا جنگ آزادی کے بھادر مرد عورتوں کو ہمارے سامنے ایک نئی دنیا ہی پیش کر دی ہے۔ ان کے اندر کی رچاناک بھادری میں نیچی کامیابی اور نری کی شان عظمت کے ساتھ ساتھ کل دیش کے کا ہمت بہت ہی سندر ڈھلک سے پھوستا ہے۔ اور چھٹی کے بچوں کو دیکھ کر تو ہمارا من ہی موہتا ہے۔ ان کے چمکتے ہلکے منہ اور پرسن چہروں میں چھٹی کے انہاس کے نئے سوہنے کی آہا

اس کام کو انجام دینے کے لیے دس لاکھ نئے ماسٹر بھرتی کیے جا رہے ہیں۔ انکو ٹریننگ دی جا رہی ہے اور کچھ دنوں بعد لوگ شہر کی کالجوں کی کلاسز کی تاداد میں کم سے کم بیس لاکھ جوان مرد بھرتی ہوں گے۔

تعلیم کی منیسٹری اپنے اس عظیم کام کو پورا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ پہلا قدم اٹھا لیا گیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اپنے کام میں ہم کامیابی حاصل کریں گے۔ اس کامیابی کی گارنٹی مارکس واد-لینن واد کے اصول ہیں، مائو-تسے-توں کے ہدایت ہیں اور چینی کمیونسٹ پارٹی کی رہنمائی ہے۔

('شہنشاہی نوجوان' سے)

اس کام کو انجام دینے کے لیے دس لاکھ نئے ماسٹر بھرتی کیے جا رہے ہیں، ان کو ٹریننگ دی جا رہی ہے اور کچھ دنوں بعد لوگ شہر کی کالجوں کی کلاسز کی تاداد میں کم سے کم بیس لاکھ جوان مرد بھرتی ہوں گے۔

تعلیم کی منیسٹری اپنے اس اہم کام کو پورا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ پہلا قدم اٹھا لیا گیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اپنے کام میں ہم کامیابی حاصل کریں گے۔ اس کامیابی کی گارنٹی مارکس واد-لینن واد کے اصول ہیں، مائو-تسے-توں کے ہدایت ہیں اور چینی کمیونسٹ پارٹی کی رہنمائی ہے۔

('شہنشاہی نوجوان' سے)

چین کی جیت

(ہندو گوبندل میشن کا بیان)

چین میں ہم لوگ چار ہفتے رہے۔ اسکی یاد ہمیں ہمیشہ بنی رہے گی۔ اس عرصے میں ہم نے جو بہت سے اچھے دوست عزیز بنائے ان سے اب ہمیں جدا ہونا پڑ رہا ہے۔ ہم اپنے دیس واپس جا رہے ہیں۔ لیکن اپنے اس سفر کی لہجہ بازی یاد بھلائے نہ بھولے گی۔ یہاں پر جو صحبت، دوستی، سوانح، آؤ بہت ہماری کی گئی ان کے ہوجہ سے ہم دیے جاتے ہیں، اور نہ ہم انہیں کبھی بھول سکتے ہیں۔

چین کی جیت لوگ سلسلہ ہاؤس نے بڑے پریم کے ساتھ ہمیں بلایا تھا — چھ سے چار ہفتے پہلے 'کل چین فیکٹریشن آف لیبر' کل چین فیکٹریشن آف ڈیموکریٹک ریمن' کل چین اسوشیشن آف وائٹس اینڈ آرٹسٹس اور نچو ڈیموکریٹک یوتھ لیگ — ان کے ہم کلمے احسان ملد ہیں ہم کہ نہیں سکتے۔ چھٹی لوگ واپس کی دوسرے سال کر کے موقع پر ہمارے ان میزبانوں نے ہماری جو خاطر کی وہ بیان سے باہر ہے۔ انہوں نے بے حد تکلیفوں برداشت کر کے ہمیں ہر طرح کا آرام پہنچانے کی کوشش کی۔ یہی نہیں، انہوں نے ہمیں موقع دیا کہ نئے چین کے جہوں کے جدا جدا پہلوؤں کو اچھی طرح دیکھیں اور سمجھیں۔

چین کی انقلابی ترقی۔

چین کی انقلابی ترقی۔

اس موقع کے لئے خاص طور سے احسان ملد ہیں کیونکہ ہمیں یہ دیکھنے کی خوش قسمتی حاصل ہوئی کہ کس طرح ایک پراچین اور مہان دیس کا شاندار

اس موقع کے لئے خاص طور سے احسان ملد ہیں کیونکہ ہمیں یہ دیکھنے کی خوش قسمتی حاصل ہوئی کہ کس طرح ایک پراچین اور مہان دیس کا شاندار

उपदेशों की मदद से चीन के तालीमी कार्यकर्ता बड़ी कामना के साथ अपने आदर्शवाद को फिर से नई शक्त देने का काम कर रहे हैं।

चीन में धीरे धीरे खेती सुधार का प्रोग्राम पूरा हो रहा है, खेती और दस्तकारी-कारखानों का विकास हो रहा है और वह अपने रंग में आ रहे हैं, जनता के रहन सहन का दर्जा ऊँचा उठ रहा है और क्रांती रचना के लिये बड़े पैमाने वाली योजनाएँ भी अमल में आ रही हैं। इनकी वजह से हमारे तालीमी निजाम पर बड़ी जिम्मेदारी आ पड़ी है—राष्ट्रीय पुनर्रचना के काम के लिए काफ़ी तादाद में जवानों को तैयार करना और साथ ही साथ देश के बच्चों की तालीमी की मांग पूरी करना। पिछले दो बरस का काम हमारे आगे के काम के मुकाबले में, जैसा चेयरमैन माओ-त्से-तुंग ने एक बार कहा था, “दस हजार कोस के सफ़र का सिर्फ़ पहला क़दम” जैसा है।

इन नई बढ़ती हुई मांगों को पूरा करने के लिये चीनी सरकार की इन्तज़ामिया कौन्सिल ने 10 अगस्त 1951 को पुराने स्कूली तरीक़े के सुधार के लिये ठहराव पास किए और चीनी लोकराज की मंज़िल के पहले क़दम के लिये नया स्कूली तरीक़ा जारी किया। यह नया तरीक़ा इस बात की गारंटी होगा कि सब काम करने वालों और उनके बच्चों को तालीमी आसानियों का आनन्द लूटने का पूरा मौक़ा मिले। इसकी बढ़ती जनता में का हर मर्द-औरत—जिसमें जो तासीर है—उसके मुताबिक़ सच्चे और पक्के तौर पर देश निर्माण के काम में हाथ बंटा सकेगा।

दस लाख नए मास्टर्स की ट्रेनिंग.

लोक तालीमी के चीनी कार्यकर्ता अपने अन्दर के एकलाबी जज़बे का सही इस्तेमाल कर रहे हैं। इसकी वजह से वह अपनी आरज़ी अइच्चों और कमियों का मुकाबला आसानी से कर लेते हैं। आने वाले कुछ बरसों में उन्हें एक डेढ़ लाख के करीब ट्रेन्ड जवान मर्द औरत तैयार करना है जो देश निर्माण में जोरदार हिस्सा ले सकें और पाँच लाख मामूली जवान तैयार करना है। इनका काम है कि सारे चीन के किसान और मजदूर बुनियादी लिखरी तालीमी पा जाएं। उनका यह भी काम है कि कारख़ानों में लगे सभी आदमियों को राजकाजी तालीमी मिल जाए और उनके बीच से ज़हलत एक दम ख़त्म हो जाए। राजकाजी तालीमी हर किसान को देनी है और लिखना देना भी उनमें से बहुत से जवानों को सिखाना है। हमारे इमने दूसरा फ़ौरी मक़सद यह है कि स्कूल जाने वाली घर के बच्चों में से 80 फ़ी सदी के ऊपर बच्चों को तालीमी पाने की आसानी मिले और देश के जितने जवान इन सबको तालीमी के लिये पूरे पूरे साधन होने चाहियें।

अधिकांशों की मदद से चीन के तालीमी कार्यकर्ता बड़ी कामना के साथ अपने आदर्शवाद को फिर से नई शक्त देने का काम कर रहे हैं।

चीन में धीरे धीरे खेती सुधार का प्रोग्राम पूरा हो रहा है, खेती और दस्तकारी-कारखानों का विकास हो रहा है और वह अपने रंग में आ रहे हैं, जनता के रहन सहन का दर्जा ऊँचा उठ रहा है और क्रांती रचना के लिये बड़े पैमाने वाली योजनाएँ भी अमल में आ रही हैं। इनकी वजह से हमारे तालीमी निजाम पर बड़ी जिम्मेदारी आ पड़ी है—राष्ट्रीय पुनर्रचना के काम के लिए काफ़ी तादाद में जवानों को तैयार करना और साथ ही साथ देश के बच्चों की तालीमी की मांग पूरी करना। पिछले दो बरस का काम हमारे आगे के काम के मुकाबले में, जैसा चेयरमैन माओ-त्से-तुंग ने एक बार कहा था, “दस हजार कोस के सफ़र का सिर्फ़ पहला क़दम” जैसा है।

इन नई बढ़ती हुई मांगों को पूरा करने के लिये चीनी सरकार की इन्तज़ामिया कौन्सिल ने 10 अगस्त 1951 को पुराने स्कूली तरीक़े के सुधार के लिये ठहराव पास किए और चीनी लोकराज की मंज़िल के पहले क़दम के लिये नया स्कूली तरीक़ा जारी किया। यह नया तरीक़ा इस बात की गारंटी होगा कि सब काम करने वालों और उनके बच्चों को तालीमी आसानियों का आनन्द लूटने का पूरा मौक़ा मिले। इसकी बढ़ती जनता में का हर मर्द-औरत—जिसमें जो तासीर है—उसके मुताबिक़ सच्चे और पक्के तौर पर देश निर्माण के काम में हाथ बंटा सकेगा।

दस लाख नए मास्टर्स की ट्रेनिंग.

लोक तालीमी के चीनी कार्यकर्ता अपने अन्दर के एकलाबी जज़बे का सही इस्तेमाल कर रहे हैं। इसकी वजह से वह अपनी आरज़ी अइच्चों और कमियों का मुकाबला आसानी से कर लेते हैं। आने वाले कुछ बरसों में उन्हें एक डेढ़ लाख के करीब ट्रेन्ड जवान मर्द औरत तैयार करना है जो देश निर्माण में जोरदार हिस्सा ले सकें और पाँच लाख मामूली जवान तैयार करना है। इनका काम है कि सारे चीन के किसान और मजदूर बुनियादी लिखरी तालीमी पा जाएं। उनका यह भी काम है कि कारख़ानों में लगे सभी आदमियों को राजकाजी तालीमी मिल जाए और उनके बीच से ज़हलत एक दम ख़त्म हो जाए। राजकाजी तालीमी हर किसान को देनी है और लिखना देना भी उनमें से बहुत से जवानों को सिखाना है। हमारे इमने दूसरा फ़ौरी मक़सद यह है कि स्कूल जाने वाली घर के बच्चों में से 80 फ़ी सदी के ऊपर बच्चों को तालीमी पाने की आसानी मिले और देश के जितने जवान इन सबको तालीमी के लिये पूरे पूरे साधन होने चाहियें।

رہنما کے کام میں سب سے زیادہ فائدہ مند ثابت ہو سکتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ آج ہمارے کالجوں کو دونا دھنسا ہے کہ پوری تعداد میں ودیارتھی نہیں ملتے کیونکہ سرکاری اسکول میں تعلیم لینے کے بعد وہ باہر کام پر نکل جاتے ہیں۔ زمین کے بتوارے کے بعد کسان ماں باپ اُن کی آنکھیں شان سے چمکتی ہوتی ہیں۔ اپنے بچوں کو لے کر اسکول چلتے چلے آتے ہیں اور اُن کے داخلے کی مانگ کرتے ہیں۔ بہت سے پرائمری اسکول تو ایک دم بھر گئے ہیں اور سب اُسٹڈنٹوں کو بھرتی کرنے سے مجبور ہیں۔ کچھ کسان جو اوپر کے بوجھوں سے محنت ہو کر خود مختار بن گئے ہیں۔ اپنے ہی بل پر بڑی تعداد میں نئے نئے اسکول کھول دیئے ہیں۔ لوگوں کی اس تعلیمی پیاس سے شکشکوں یا ماسٹروں کے اندر شدت کی اُمٹکھیں بھڑا ہوتی ہیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ ہماری لوک شکشا کا بہوشہ کتنا سندر ہونے جارہا ہے اور لوگ شکشک ہونا کتنے گورو کی بات ہے۔

آج چینی جہوں کے ہر پہلو میں نئے و پرانے میں کشمکش ہو رہی ہے۔ اس وجہ سے سماج کے ہر دائرے میں بڑی بڑی تبدیلیاں زوروں سے ہو رہی ہیں۔ ہمارے لہلوں آندوللوں سے امریکی حملے کا مقابلہ اور کوریا کو امداد، کھیتی سداہار اور غیر انقلابی لوگوں کو دہانا۔ چلتا کی تعلیم سچھلتا سے آپ سے آپ ہوتی ہے۔ چہوں کے ساتھ 47 کروڑ بھائی بھلوں میں دیش پریم کے ساتھ انٹر قومی بھارتی اچھی طرح بڑھ رہی ہے۔ اتھاس کا یہ تقاضہ ہے کہ جب دوسرے بڑھ چلے جارہے ہوں تو ایک آدمی کھانا نہیں دے سکتا۔ چہوں کی کھری سماجی تبدیلیوں کا اثر وہاں کی تعلیم پر بھی پڑا ہے۔ آپ سے آپ اُس میں سداہار ہو رہا ہے اور یہ اونچے درجے کی طرف جا رہی ہے۔

ابھی حال میں ایک تحریک چلائی گئی۔ اُس میں تعلیم کے اندر ”سداہار واہ“ پر جو پرانے خیال تھے اُن پر چرچا اور بحث کی گئی۔ یہ سداہار واہ انقلابی آندولن کے راستے میں رکاوٹ پیدا کر دیتا ہے۔ اِس تحریک میں ہمارے سبھی کارکن شریک ہوئے اور پرانے آدرش واہ کے اثر کے خلاف آندولن نے زور پکوا۔ اِس طرح کی گمبھیر بحثوں سے طرح طرح کے تعلیمی سداہاروں کے لئے خاصا دماغی مسالہ ملتا ہے۔ اور وشیش کو کریکولم کے اور پرمائی کا کورس بدلانے میں۔ جو تعلیمی انقلاب میں سب سے زیادہ اہمیت رکھنے والی چیزیں ہیں۔ اِسکے اندر یہ لاری تھا کہ دنیا یا وشو کے بارے میں جو دو الگ الگ رائے ہیں اُن میں مقابلہ ہو۔ یعنی آدرش واہ اور بھونک واہ میں مقابلہ۔ مارکس واہ، لہلوں واہ اور ماؤتسے تلک کے

آج چینی جہوں کے ہر پہلو میں نئے و پرانے میں کشمکش ہو رہی ہے۔ اس وجہ سے سماج کے ہر دائرے میں بڑی بڑی تبدیلیاں زوروں سے ہو رہی ہیں۔ ہمارے لہلوں آندوللوں سے امریکی حملے کا مقابلہ اور کوریا کو امداد، کھیتی سداہار اور غیر انقلابی لوگوں کو دہانا۔ چلتا کی تعلیم سچھلتا سے آپ سے آپ ہوتی ہے۔ چہوں کے ساتھ 47 کروڑ بھائی بھلوں میں دیش پریم کے ساتھ انٹر قومی بھارتی اچھی طرح بڑھ رہی ہے۔ اتھاس کا یہ تقاضہ ہے کہ جب دوسرے بڑھ چلے جارہے ہوں تو ایک آدمی کھانا نہیں دے سکتا۔ چہوں کی کھری سماجی تبدیلیوں کا اثر وہاں کی تعلیم پر بھی پڑا ہے۔ آپ سے آپ اُس میں سداہار ہو رہا ہے اور یہ اونچے درجے کی طرف جا رہی ہے۔

کے لیے پانچ بڑے بڑے انکلابی کالج کھولے گئے ہیں۔ ان میں سے ہزاروں لاکھوں مرد و عورت اب تک راج کاجی لایم پنا بھی چکے ہیں۔

1951 کے پہلے دور تک چین کے 5100 سے کم اسکولوں میں پڑنے والوں کی تعداد 15,70,000 تھی۔ ان کی تالیف 201 تنظیمیں تھیں (یونیورسٹی، کالج، کلاس ٹریننگ کے اسکول) جن میں 1951 کے شروع میں 1,28,000 طلبہ تھے۔ ان سے کم اسکولوں اور ان کی تنظیموں میں رہتی لڑائی کے پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔

ان کامیابیوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی دھیان دینے کی بات ہے کہ سارے دیہات کے ویدان بڑی لگان کے ساتھ تالیف لے رہے ہیں اور اپنے آدرش اور خیالات کو یہاں سے فعال ہیں۔ آزادی کے بعد والے پہلے سال میں، تعلیمی یہ کڑاؤں میں سے ہی، چار لاکھ سے اوپر لوگ شریک بنے جہاں انہیں "ساجی وکس کا انہاس" ماؤتسے بک کا "نہا لوک راج" اور چھٹی کرائی پر دوسری م کتابوں کے ذریعے تعلیم دی گئی۔ آج کل سارے دیہات میں تعلیمی جوان، کمونسٹ پارٹی کے جوانوں کی طرح، دکار میں، فوج میں، لوک تنظیموں میں، روز "گھنٹے" ہتے ہیں۔ پڑھنے والے و شہوں میں سرکاری تعلیمی ج کاجی اصول اور دستکاری کے ہنر پتائے جاتے ہیں۔ ارے دیہات کے چھٹی ودوان مارکس واد، لہن واد اور اوتسے تلک کے ایدیش پڑھ رہے ہیں۔ چین کے ماسٹروں نے اپنے سامنے یہ مقصد رکھا ہے — "جنتا کے ماسٹروں کے ساتھ ساتھ وادی ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے ماسٹر ہونا ناہئے۔"

لوک شیکا کے دائرے میں کام کرنے والوں نے 'ایجوکیشنل ورکس ٹریڈیونین' نام کا ایک سنگٹن کھڑا کیا ہے۔ اس کے آج دس لاکھ ممبر ہیں۔

ہر گریجویٹ کو ملازمت۔

چین کے تالیف کاروں کو ناچ ہے کہ اپنے دیہات کی سوا میں وہ کچھ کر سکیں۔ پچھلے پچاس سال میں کسی کو سنے میں بھی خیال نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ باتیں ممکن ہیں۔ آج وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ تعلیم — جہاں یہ ایک بار انقلاب اور دمی پلر دچھا نے انداز میں تھک بیٹھی — جنتا کی وک شاہی کو پکی شکل دینے میں زبردست مدد کرتی ہے۔ صرف دو سال کے اندر پرانی حالت کانور ہو گئی۔ الیج یا سیکندری اسکول میں تعلیم پائے کسی بھی گریجویٹ کو اب بے روزگاری کا سامنا نہیں کرنا پوتا۔ گریجویٹ بڑی خوشی کے ساتھ ان کاموں پر جاتے ہیں جو سرکار ان کے لیے طے کرتی ہے اور جن کے اندر وہ

لے پانچ بڑے بڑے انکلابی کالج کھولے گئے ہیں۔ ان میں سے ہزاروں لاکھوں مرد و عورت اب تک راج کاجی لایم پنا بھی چکے ہیں۔

1951 کے پہلے دور تک چین کے 5100 سے کم اسکولوں میں پڑنے والوں کی تعداد 15,70,000 تھی۔ ان کی تالیف 201 تنظیمیں تھیں (یونیورسٹی، کالج، کلاس ٹریننگ کے اسکول) جن میں 1951 کے شروع میں 1,28,000 طلبہ تھے۔ ان سے کم اسکولوں اور ان کی تنظیموں میں رہتی لڑائی کے پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔

ان کامیابیوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی دھیان دینے کی بات ہے کہ سارے دیہات کے ویدان بڑی لگان کے ساتھ تالیف لے رہے ہیں اور اپنے آدرش اور خیالات کو یہاں سے فعال ہیں۔ آزادی کے بعد والے پہلے سال میں، تعلیمی یہ کڑاؤں میں سے ہی، چار لاکھ سے اوپر لوگ شریک بنے جہاں انہیں "ساجی وکس کا انہاس" ماؤتسے بک کا "نہا لوک راج" اور چھٹی کرائی پر دوسری م کتابوں کے ذریعے تعلیم دی گئی۔ آج کل سارے دیہات میں تعلیمی جوان، کمونسٹ پارٹی کے جوانوں کی طرح، دکار میں، فوج میں، لوک تنظیموں میں، روز "گھنٹے" ہتے ہیں۔ پڑھنے والے و شہوں میں سرکاری تعلیمی ج کاجی اصول اور دستکاری کے ہنر پتائے جاتے ہیں۔ ارے دیہات کے چھٹی ودوان مارکس واد، لہن واد اور اوتسے تلک کے ایدیش پڑھ رہے ہیں۔ چین کے ماسٹروں نے اپنے سامنے یہ مقصد رکھا ہے — "جنتا کے ماسٹروں کے ساتھ ساتھ وادی ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے ماسٹر ہونا ناہئے۔"

لوک شیکا کے دائرے میں کام کرنے والوں نے 'ایجوکیشنل ورکس ٹریڈیونین' نام کا ایک سنگٹن کھڑا کیا ہے۔ اس کے آج دس لاکھ ممبر ہیں۔

ہر گریجویٹ کو ملازمت۔

چین کے تعلیمی کار یہ کڑاؤں کو ناز ہے کہ اپنے دیہات کی سوا میں وہ کچھ کر سکیں۔ پچھلے پچاس سال میں کسی کو سنے میں بھی خیال نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ باتیں ممکن ہیں۔ آج وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ تعلیم — جہاں یہ ایک بار انقلاب اور دمی پلر دچھا نے انداز میں تھک بیٹھی — جنتا کی وک شاہی کو پکی شکل دینے میں زبردست مدد کرتی ہے۔ صرف دو سال کے اندر پرانی حالت کانور ہو گئی۔ الیج یا سیکندری اسکول میں تعلیم پائے کسی بھی گریجویٹ کو اب بے روزگاری کا سامنا نہیں کرنا پوتا۔ گریجویٹ بڑی خوشی کے ساتھ ان کاموں پر جاتے ہیں جو سرکار ان کے لیے طے کرتی ہے اور جن کے اندر وہ

ان کانفرنسوں میں ہماری قومی تعلیم کے نئے تہذیبوں کے مطابق تہذیبی پاس کئے گئے جن میں جدا درجوں اور قسموں کی تعلیم کے طریقے اور اصول دیے گئے۔ اس کی مدد سے سارے اسکول قدم بہ قدم ایک ساتھ وکس اور پھر ہذا کے راستے پر چل سکتے تھے۔ ان کانفرنسوں میں تعلیم کی مستوری نے دیہی پر طرح طرح کے مشہوں کے ماہروں اور مشہیں جانوروں کو بلایا۔ وہ لوگ بہت زور شور سے ساتھ ان میں شریک ہوئے اور سبھی اہم و پوزیشن مسئلوں پر تہذیبی پاس کئے گئے۔ آج نئے چین میں مختلف جگہوں پر دس سال سے اوپر کار کرنا جی جان سے تعلیم کی مستوری کے آپدیشوں کی پابندی کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

اس سال پہلی اکتوبر کو تالیہ کی مینسٹری اپنی مہانہ جنم بھومی کی جب سالگیرہ مناتی ہے تو وہ کارنامے پیش کرتی ہے۔

کل مل کر چار لاکھ چالیس ہزار سے اوپر پرائمری اسکول ہیں جن میں تین کروڑ ستر لاکھ سے اوپر لڑکے لڑکی پڑھتے ہیں۔ ہس برس کے کونستانتی راج میں پرائمری اسکولوں میں سب سے زیادہ پڑھنے والوں کی تعداد 1946 میں پہنچی تھی۔ لیکن ہماری یہ تعداد اس کے مقابلے 45 فی صدی زیادہ ہے۔

جہاں تک مزدوروں کسانوں کی تعلیم کی بات ہے اس کا تو پرانے چین میں کبھی نام نشان بھی نہیں تھا۔ لیکن 1951 کے پہلے دور میں ملازم پڑھنے مزدوروں فالتو سے اسکولوں میں پندرہ لاکھ کسان مزدوروں نے تعلیم لی۔

پچھلے چاروں میں 'شارٹ ٹرم ونگر اسٹڈی' والے پروگرام میں ڈھائی کروڑ سے زیادہ کسان شریک ہوئے تھے۔ 1951 کے پہلے دور میں باقاعدہ اسکولوں میں پڑھنے والے کسانوں کی تعداد کل دیہی میں ایک کروڑ کے اوپر تھی۔

1951 کے شروع کے چھ مہینوں میں کچھ خاص اسکولوں میں 'جہاں کدیجی تعلیم دی جاتی تھی' ایک لاکھ پینتیس ہزار سے اوپر کسان مزدور بھرتی ہوئے۔ اس تربیلک سے انہوں نے ایڈی تعلیم میں جو کمی پیش تھی وہ پوری کر لی۔

ہمارے دیہی میں چھوٹے کورس والے 37 سیکنڈری اسکول ہیں جہاں مزدوروں اور کسانوں کو خاص اونچی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان اسکولوں میں ویدیاتھوں کی تعداد سات ہزار تھی۔ چھٹی لوک یونیورسٹی نئے طریقے پر قائم کی گئی ہے۔ اس میں بڑی تعداد میں مزدوروں کسانوں کے چھ آئے ہیں۔ وہاں پر مزدوروں یا کسانوں کے خاندان کے بچوں کو اونچی تعلیم ملنے کی سبھی سہولتیں دہتی ہیں۔

پرائی تعلیم پائے دونوں کو "پھر سے تعلیم دیے"

ہمارے دیہی میں چھوٹے کورس والے 37 سیکنڈری اسکول ہیں جہاں مزدوروں اور کسانوں کو خاص اونچی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان اسکولوں میں ویدیاتھوں کی تعداد سات ہزار تھی۔ چھٹی لوک یونیورسٹی نئے طریقے پر قائم کی گئی ہے۔ اس میں بڑی تعداد میں مزدوروں کسانوں کے چھ آئے ہیں۔ وہاں پر مزدوروں یا کسانوں کے خاندان کے بچوں کو اونچی تعلیم ملنے کی سبھی سہولتیں دہتی ہیں۔

پرائی تعلیم پائے دونوں کو "پھر سے تعلیم دیے"

پچھلے چاروں میں 'شارٹ ٹرم ونگر اسٹڈی' والے پروگرام میں ڈھائی کروڑ سے زیادہ کسان شریک ہوئے تھے۔ 1951 کے پہلے دور میں باقاعدہ اسکولوں میں پڑھنے والے کسانوں کی تعداد کل دیہی میں ایک کروڑ کے اوپر تھی۔

1951 کے شروع کے چھ مہینوں میں کچھ خاص اسکولوں میں 'جہاں کدیجی تعلیم دی جاتی تھی' ایک لاکھ پینتیس ہزار سے اوپر کسان مزدور بھرتی ہوئے۔ اس تربیلک سے انہوں نے ایڈی تعلیم میں جو کمی پیش تھی وہ پوری کر لی۔

ہمارے دیہی میں چھوٹے کورس والے 37 سیکنڈری اسکول ہیں جہاں مزدوروں اور کسانوں کو خاص اونچی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان اسکولوں میں ویدیاتھوں کی تعداد سات ہزار تھی۔ چھٹی لوک یونیورسٹی نئے طریقے پر قائم کی گئی ہے۔ اس میں بڑی تعداد میں مزدوروں کسانوں کے چھ آئے ہیں۔ وہاں پر مزدوروں یا کسانوں کے خاندان کے بچوں کو اونچی تعلیم ملنے کی سبھی سہولتیں دہتی ہیں۔

پرائی تعلیم پائے دونوں کو "پھر سے تعلیم دیے"

پچھلے چاروں میں 'شارٹ ٹرم ونگر اسٹڈی' والے پروگرام میں ڈھائی کروڑ سے زیادہ کسان شریک ہوئے تھے۔ 1951 کے پہلے دور میں باقاعدہ اسکولوں میں پڑھنے والے کسانوں کی تعداد کل دیہی میں ایک کروڑ کے اوپر تھی۔

پرائی تعلیم پائے دونوں کو "پھر سے تعلیم دیے"

انکی ایک دم کا یا پلٹنے اور نپ سیرے سے تامل کرنے کی ضرورت تھی۔ ساتھ ہی ساتھ انقلابی لڑائی کے (جنہوں نے آزاد علاقہ کہا جاتا ہے) اسکولوں کو بھی بدلنے کی ضرورت تھی کیونکہ لڑائی کے وقت کی تعلیم کو ایک بالادہ پر ہمیشہ کام آنے والی شکل دینا تھی۔ نئے چین کو سے کروڑوں مزدوروں عورتوں کی سطح ضرورت تھی جن میں تعمیری مادہ ہو۔ کام کرنے والے مزدور کسان بھی۔ انہوں نے نئی نئی راج کچی اور آرتھک آزادی ملی تھی۔ ملٹی آسانہاں چاہتے تھے۔ اس چیز کی ضرورت ان کے بچے بہتوں کو تھی۔ پرانے قہنگ کے بدھی جیویوں پر سے تعلیم دینے کی ضرورت تھی۔ چین کے نئے لوگ آج کی مانگ تھی کہ تعلیم کے دائرے میں سولہ آنے انقلاب کہا جائے۔ نئی سرکار کے قائم ہونے پر سمجھتا اور تعلیم کے دائرے کا یہ زبردست کام تعلیم کی مستوری کے پردہ کیا گیا۔

‘جن-شیلہ کا سلسلہ’ فیلانے کے لیے جو پروگرام بنا اس کی شری کی باتیں پیللے دو برس میں پوری کر لی گئی ہیں۔ اس پروگرام کے بناتے وقت ہمارے سامنے مائو-تسے-تنگ کے اصول رہبر کا کام کرتے تھے اور اس میں چینی پولیٹیکل کانسلیٹوٹو کانفرس کے کامن پروگرام کا بھی دھیان رکھا گیا۔ یہ تامل کا کام نہایت پھیلا اور انوکھا ہے۔ لیکن مائو-تسے-تنگ نے جو راستا بتایا ہے، انقلابی اس میں جو بیس سال سے زیادہ کا ہمیں گڑھا تجربہ ہے، اس کے جو اونچے تعلیمی تجربے ہیں، روسی کشکوں سے جو مدد ہمیں مل رہی ہے، ان کے آدھار پر ہم بڑے زوروں سے ترقی کر رہے ہیں۔

تاملی مینسٹری کے کام ہونے کے دو مہینے کے اندر، دسمبر 1949 میں پہلی کلاسی تاملی کانفرس کی گئی۔ اس میں راشٹری پیمانے پر تامل کے بارے میں نیلی تہی ہوئی۔ زور اس بات پر دیا گیا کہ نئی تعلیم چین کی تعمیری ضرورتوں کو پورا کرے۔ دوسرے، اس پر ی زور دیا گیا کہ ہمارے اسکول کسانوں مزدوروں سب لئے کھلے ہوں۔ پرانی تعلیم کے بارے میں بھی راشٹر نرمان کے کام سے الگ تھی اور پھیلائی طور پر ان کے ہتوں کے خلاف جانی تھی۔ سنٹی ہدانتوں اس فرنس میں کی گئیں۔ یہ تبدیلی بہت ہی پھیلائی بہت رکھنے والی ہے۔ پرانے تعلیمی قہنگ کو سدھارنے لئے بھی نہتی اس میں طے پائی اور یہ فوصلہ کیا کہ آگے کس طریقے سے کھسے قدم آتے ہیں۔

پیللے دو برس میں چینی لوکراج کی تاملی مینسٹری نے اور بھی کئی بڑی کانفرسوں سے بولا ہے جیسے کسانوں مزدوروں کی تاملی، سکینڈی تاملی، بونیاہی اور نرمان تاملی، کلاسی اکلیات کی تاملی وغیرہ۔

ن کی ایک دم کا یا پلٹنے اور نپ سیرے سے تامل کرنے کی ضرورت تھی۔ ساتھ ہی ساتھ انقلابی لڑائی کے (جنہوں نے آزاد علاقہ کہا جاتا ہے) اسکولوں کو بھی بدلنے کی ضرورت تھی کیونکہ لڑائی کے وقت کی تعلیم کو ایک بالادہ پر ہمیشہ کام آنے والی شکل دینا تھی۔ نئے چین کو سے کروڑوں مزدوروں عورتوں کی سطح ضرورت تھی جن میں تعمیری مادہ ہو۔ کام کرنے والے مزدور کسان بھی۔ انہوں نے نئی نئی راج کچی اور آرتھک آزادی ملی تھی۔ ملٹی آسانہاں چاہتے تھے۔ اس چیز کی ضرورت ان کے بچے بہتوں کو تھی۔ پرانے قہنگ کے بدھی جیویوں پر سے تعلیم دینے کی ضرورت تھی۔ چین کے نئے لوگ آج کی مانگ تھی کہ تعلیم کے دائرے میں سولہ آنے انقلاب کہا جائے۔ نئی سرکار کے قائم ہونے پر سمجھتا اور تعلیم کے دائرے کا یہ زبردست کام تعلیم کی مستوری کے پردہ کیا گیا۔

جن شکشا کا سلسلہ پھیلائے کے لئے جو پروگرام بنا اس کی شری کی باتیں پیللے دو برس میں پوری کر لی گئی ہیں۔ اس پروگرام کے بناتے وقت ہمارے سامنے مائو-تسے-تنگ کے اصول رہبر کا کام کرتے تھے اور اس میں چینی پولیٹیکل کانسلیٹوٹو کانفرس کے کامن پروگرام کا بھی دھیان رکھا گیا۔ یہ تامل کا کام نہایت پھیلا اور انوکھا ہے۔ لیکن مائو-تسے-تنگ نے جو راستہ بتایا ہے، انقلابی اس میں جو بیس سال سے زیادہ کا ہمیں گڑھا تجربہ ہے، اس کے جو اونچے تعلیمی تجربے ہیں، روسی کشکوں سے جو مدد ہمیں مل رہی ہے، ان کے آدھار پر ہم بڑے زوروں سے ترقی کر رہے ہیں۔

تاملی مینسٹری کے قائم ہونے کے دو مہینے کے اندر، دسمبر 1949 میں پہلی قومی تعلیمی کانفرس کی گئی۔ اس میں راشٹری پیمانے پر تعلیم کے بارے میں نیلی تہی ہوئی۔ زور اس بات پر دیا گیا کہ نئی تعلیم چین کی تعمیری ضرورتوں کو پورا کرے۔ دوسرے، اس پر ی زور دیا گیا کہ ہمارے اسکول کسانوں مزدوروں سب لئے کھلے ہوں۔ پرانی تعلیم کے بارے میں بھی راشٹر نرمان کے کام سے الگ تھی اور پھیلائی طور پر ان کے ہتوں کے خلاف جانی تھی۔ سنٹی ہدانتوں اس فرنس میں کی گئیں۔ یہ تبدیلی بہت ہی پھیلائی بہت رکھنے والی ہے۔ پرانے تعلیمی قہنگ کو سدھارنے لئے بھی نہتی اس میں طے پائی اور یہ فوصلہ کیا کہ آگے کس طریقے سے کھسے قدم آتے ہیں۔

پیللے دو برس میں چین کی تعلیم لستری نے اور بھی کئی بڑی کانفرسوں سے بولا ہے جیسے کسانوں مزدوروں کی تعلیم، سکینڈی تعلیم، بونیاہی اور نرمان تعلیم، قومی عقلیت کی تعلیم وغیرہ۔

مالدار گھٹنوں کے لڑکے-لڑکیاں بیदेश جاتے تھے۔ جب وہ لوٹ کر آتے تھے تو انہیں تالیف دینے کے لئے ملتی تھی۔ اس سے جلتا کہ بہت کم فائدہ پہونچایا جاسکتا تھا۔ اس تعلیم کے بل پر وہ صرف حاکم بن سکتے تھے۔ سیکولری اسکول کے اوپر کی سہولتیں بہت تھیں۔ یہ بھی گریجویٹ پر روزگار دیتے تھے۔ کھلے کی ضرورت نہیں کہ پچھلے سیکولر کومینٹانگ راج میں ساری تعلیم جاکر شاہی اور تانا شاہی تھیں۔ ان اسکولوں میں چھوٹے بچوں اور جوانوں کو کوئی آزادی حاصل نہیں تھی۔

جہاں تک جن-شیکو کی بات ہے اسکی اصل جڑیں 1927 والے انقلاب میں قائم ہو گئی تھیں۔ کسانوں نے اپنے اپنے الگ اسکول کھول دیئے تھے۔ سن 1927 سے لیکر 1949 یعنی آزادی کے زمانے تک چین میں دو چین تھے—ایک وہ جس میں کومینٹانگ کا راج تھا، دوسرا وہ جس میں جلتا کا راج تھا۔ یہ جلتا کا راج انہیں انقلابی آواز پر تھا جہاں سے جلتا نے الگ الگ سے بغاوت کی تھی۔ اسی طرح تعلیم بھی دو طرح کی تھی—جاکر شاہی یا سامراج شاہی دوسری لوگ شاہی۔

پچھلے بیس برس میں انقلابی آوازوں میں کافی مگر ڈالا گیا۔ بابا آدم کے زمانے کے دیت راج اور چھٹی تعلیم کے پرانے تعلیم بدل دیئے گئے اور وہ نئی تعلیم جاری کی گئی جو لوہائی کی حالت سے مول کھاتی تھی اور چھٹی گرانٹی میں مدد دیتی تھی۔ اس نئی تعلیم کی خاص خوبی یہ تھی کہ یہ جلتا کے دل کو پیاری تھی اور ان کے ہمتوں کو فائدہ پہونچاتی تھی۔ تعلیم کا یہ وہ طریقہ تھا جسے کامریڈ مارتسے تلک اپنے نئے لوک راج میں ”قومی“ ویکھارک اور سب کو پھار“ کہتے تھے۔ ان بیس برسوں میں اوپر کے عرصے میں جب چھوٹے لوہائی کی لپٹوں میں جلتا رہی تھی تو یہ طریقہ پہونچتا پھرتا گیا۔ انقلابی کام کے لئے اس نے ہزاروں لاکھوں جوان لڑکے لڑکیاں تیار کئے۔ اس تعلیم سے کروڑوں لوگوں کی راج کا جی چھلتا اوپر اٹھی۔ دھیرے دھیرے اچھے اچھے انویرو اس تعلیم میں ہوئے اور یہ ترقی کرتی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے اپنی جگہ بنا لی اور کومینٹانگ حلقوں کی ہرائی اور سبکی گئی تعلیم کے مقابلے میں جو لوگوں کے ہمت کے خلاف جاتی تھی اس نے اپنی طرف لوگوں کا دھیان کھینچا۔

مگر پورے واشتر میں یہ تعلیمی انقلاب تبھی لایا جا سکتا تھا جب کل دیہی آزاد ہو، اور پےما ہی آزادی کے بعد ان اسکاؤں میں—شہر کے چاہے دیہات کے—ہاتھ لگایا گیا جو کومینٹانگ کے کنٹرول میں تھے۔

جہاں تک جن-شیکو کی بات ہے اسکی اصل جڑیں 1927 والے انقلاب میں قائم ہو گئی تھیں۔ کسانوں نے اپنے اپنے الگ اسکول کھول دیئے تھے۔ سن 1927 سے لیکر 1949 یعنی آزادی کے زمانے تک چین میں دو چین تھے—ایک وہ جس میں کومینٹانگ کا راج تھا، دوسرا وہ جس میں جلتا کا راج تھا۔ یہ جلتا کا راج انہیں انقلابی آواز پر تھا جہاں سے جلتا نے الگ الگ سے بغاوت کی تھی۔ اسی طرح تعلیم بھی دو طرح کی تھی—جاکر شاہی یا سامراج شاہی دوسری لوگ شاہی۔

پچھلے بیس برس میں انقلابی آوازوں میں کافی مگر ڈالا گیا۔ بابا آدم کے زمانے کے دیت راج اور چھٹی تعلیم کے پرانے تعلیم بدل دیئے گئے اور وہ نئی تعلیم جاری کی گئی جو لوہائی کی حالت سے مول کھاتی تھی اور چھٹی گرانٹی میں مدد دیتی تھی۔ اس نئی تعلیم کی خاص خوبی یہ تھی کہ یہ جلتا کے دل کو پیاری تھی اور ان کے ہمتوں کو فائدہ پہونچاتی تھی۔ تعلیم کا یہ وہ طریقہ تھا جسے کامریڈ مارتسے تلک اپنے نئے لوک راج میں ”قومی“ ویکھارک اور سب کو پھار“ کہتے تھے۔ ان بیس برسوں میں اوپر کے عرصے میں جب چھوٹے لوہائی کی لپٹوں میں جلتا رہی تھی تو یہ طریقہ پہونچتا پھرتا گیا۔ انقلابی کام کے لئے اس نے ہزاروں لاکھوں جوان لڑکے لڑکیاں تیار کئے۔ اس تعلیم سے کروڑوں لوگوں کی راج کا جی چھلتا اوپر اٹھی۔ دھیرے دھیرے اچھے اچھے انویرو اس تعلیم میں ہوئے اور یہ ترقی کرتی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے اپنی جگہ بنا لی اور کومینٹانگ حلقوں کی ہرائی اور سبکی گئی تعلیم کے مقابلے میں جو لوگوں کے ہمت کے خلاف جاتی تھی اس نے اپنی طرف لوگوں کا دھیان کھینچا۔

مگر پورے واشتر میں یہ تعلیمی انقلاب تبھی لایا جا سکتا تھا جب کل دیہی آزاد ہو، اور پےما ہی آزادی کے بعد ان اسکاؤں میں—شہر کے چاہے دیہات کے—ہاتھ لگایا گیا جو کومینٹانگ کے کنٹرول میں تھے۔

مگر پورے واشتر میں یہ تعلیمی انقلاب تبھی لایا جا سکتا تھا جب کل دیہی آزاد ہو، اور پےما ہی آزادی کے بعد ان اسکاؤں میں—شہر کے چاہے دیہات کے—ہاتھ لگایا گیا جو کومینٹانگ کے کنٹرول میں تھے۔

پونجی باہی وادی اور سامراج وادی لوگ ایسا کہا کرتے تھے کہ چین ایک پچھوا ہوا دیس ہے جسکی کوئی سبھتہا نہیں ہے۔ ایک صدی سے اوپر تک چین کے مزدور کسان و نسجی وادی، سامراج وادی اور جاگرواداری وغیرہ نے تلے سے گئے۔ انکی سبھتہا اور تعلیم تباہ کردی گئی۔ ہی نہیں، انکے زندہ دھلے تک کا حق خطرے میں تھا۔ ملیم کا جو پرانا دستور تھا وہ امیری اور سامراج شاہی ملک پر دچا گیا تھا۔ اسکا کوئی واسطہ کام کرنے والی ملتا ہی وہاں کے لاکھوں کروڑوں لوگوں سے نہیں تھا۔ وہ بعض زمینداروں اور پونجی پتھوں وغیرہ کے فائدے کے لئے تھی۔ زیادہ تر آدمی جو اس تعلیم کو نہیں پاسکتے تھے اور ان اسکول کالجوں کے دروازے جدمکے لئے بند تھے انہیں نفرت اور غصے کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور انہیں ویلنگ میں ”ودیا کے ودیشی گھر“ کہا تھے۔

”ودیا کے ودیشی گھر“ نام سے پرانے چین کی تعلیم سامراج شاہی تائور کا صاف صاف پتہ چل جاتا ہے۔ ی تائور ہمارے دیس کے راج کاجی اور مالی جھون تھی۔ اس کی وجہ سے چین نے ادیوک دھندے اور کوشل سہوں بڑھ سکتے تھے۔ سامراج شاہی اور جاگرواداری پر دھان دیس میں جس چھڑ کی ضرورت تھی وہ میں کچھ ایجنٹ یا دلال، جو لوگوں پر قابو رکھ ان پر حکومت کرسکیں۔ باقاعدہ تعلیم پائے ہوئے دچند نامک عقل والے لوگوں کی وہاں نہ ضرورت تھی نہ گنجائش۔ اصل بات یہ ہے کہ پچھ گھسٹو راج چاہتا ہی نہیں تھا کہ لوگوں کی تہذیب یا درجہ بچا اٹھے کیونکہ یہ پھر ایک ہوجہ بن جاتا اور اس راج کے لئے خطرہ ثابت ہوتا۔

نتیجہ یہ ہے کہ آزادی کے پہلے چین میں جن شکشا پچھلے پچاس برس سے چرچا چلی آتی تھی لیکن 8 فی صدی سے زیادہ آدمی ہذا پڑھے لکھے تھے اور پڑھنے کی عمر کے 40 فی صدی سے کم اسکولوں میں جاتے تھے۔ جنوں اور یونیورسٹیوں کی تعداد پرائمری اسکولوں سے ادہ تھی لیکن وہ چمڈ یا تھوڑے سے لوگوں کے فائدے کے لئے ہی تھے۔ پرانے چین کے سامراج شاہی پسند سماج میں یہاں کے کالج اور یونیورسٹیاں صرف شروعاتی اسکولوں طرح تھے جن میں بھرنی ہونے کے بعد لوگ بریٹن بریکہ وغیرہ پڑھنے جاتے تھے۔ سامراج شاہی دیسوں کے انڈسٹریوں نے بھی اپنے اسکول کالج یہاں پر کھول رکھے تھے۔ اسی مقصد سے کہ چین کے خلاف اپنا تہذیبی حملہ جابھی سے کرسکیں۔

چین کے کالج سے گریجویٹ کی کٹری لے کر بہت سے

چین کے کالج سے گریجویٹ کی کٹری لے کر بہت سے

چین کے کالج سے گریجویٹ کی کٹری لے کر بہت سے

چین کے کالج سے گریجویٹ کی کٹری لے کر بہت سے

چین کے کالج سے گریجویٹ کی کٹری لے کر بہت سے

میں کس طرح شامیت سے رہ سکتی ہوں۔" تان-کی کے ان شہداء کو سن کر میں اپنے آپ کو من ہی من کوسنے لگا۔

میں پہلے جان لینا چاہیے تھا کہ اس کے دل میں کیا توفان اٹھا ہوا ہے۔ کوریا اس کی ماں بھوم ہے۔ کوریا کے گاؤں، اس کی گلیاں، وہاں کے لوگ، وہاں کے لہجہ، وہاں کے پہاڑ، وہاں کا پانی، وہاں کی ہوا اس کے لیے کیا اہمیت رکھتی ہے؟ کوریا کی تباہی اس کے دل پر کیا کیا چھوٹ پڑتی ہوگی!

اسے وقت میں جب کہ امریکی ہوائی جہاز ساری کوریا کو تباہ کرنے پر نکلے ہوئے ہوں، امریکی سپاہی بچوں، مردوں اور بوڑھوں تک کی پروا نہ کرتے بلکہ کوریا کو شمسان بنا رہے ہوں، تان-کی چپ چاپ کس طرح بھٹکتی ہے۔

اب مجھے تان-کی کی طرف دیکھنے کا سامنا نہیں ہو رہا تھا۔

یہ سچ ہے کہ میں تان-کی سے پریم کرتا ہوں، مجھے اپنا سبھی چھوڑ دینا پڑتا ہے۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ جس وقت تک اس دنیا میں ایسے لوگ موجود ہوں جو اپنے نجی فائدے کے لئے سمجھی دنیا کو اپنی ہی بھینک آگ میں چھونک دیتے ہوں، ہمارے چھوڑنے کے سبھی چھوڑنے کو ہم سے چھوڑ لیتے ہوں، جو نہیں چاہتے کہ ہم انسانوں کی ایسی زندگی بسر کر سکیں، ہم اپنے بچوں سے ملنے جا سکیں۔ وہ حملہ آور یلو کے قریب تک آجھونچے ہوں۔

اسے وقت میں جب کہ امریکی ہوائی جہاز ساری کوریا کو تباہ کرنے پر نکلے ہوئے ہوں، امریکی سپاہی بچوں، مردوں اور بوڑھوں تک کی پروا نہ کرتے بلکہ کوریا کو شمسان بنا رہے ہوں، تان-کی چپ چاپ کس طرح بھٹکتی ہے۔

اب مجھے تان-کی کی طرف دیکھنے کا سامنا نہیں ہو رہا تھا۔

یہ سچ ہے کہ میں تان-کی سے پریم کرتا ہوں، مجھے اپنا سبھی چھوڑ دینا پڑتا ہے۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ جس وقت تک اس دنیا میں ایسے لوگ موجود ہوں جو اپنے نجی فائدے کے لئے سمجھی دنیا کو اپنی ہی بھینک آگ میں چھونک دیتے ہوں، ہمارے چھوڑنے کے سبھی چھوڑنے کو ہم سے چھوڑ لیتے ہوں، جو نہیں چاہتے کہ ہم انسانوں کی ایسی زندگی بسر کر سکیں، ہم اپنے بچوں سے ملنے جا سکیں۔ وہ حملہ آور یلو کے قریب تک آجھونچے ہوں۔

یہ سچ ہے کہ میں تان-کی سے پریم کرتا ہوں، مجھے اپنا سبھی چھوڑ دینا پڑتا ہے۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ جس وقت تک اس دنیا میں ایسے لوگ موجود ہوں جو اپنے نجی فائدے کے لئے سمجھی دنیا کو اپنی ہی بھینک آگ میں چھونک دیتے ہوں، ہمارے چھوڑنے کے سبھی چھوڑنے کو ہم سے چھوڑ لیتے ہوں، جو نہیں چاہتے کہ ہم انسانوں کی ایسی زندگی بسر کر سکیں، ہم اپنے بچوں سے ملنے جا سکیں۔ وہ حملہ آور یلو کے قریب تک آجھونچے ہوں۔

میرے دماغ میں اٹھنے والے وچاروں کے گارن چہرے پر ہونے والی تبدیلی کو سمجھ کر تان-کی ایک بار مسکرا دی۔

نئے چین میں تالیف کے دو سال

(بائے لیو شہ)

پچھلے دو برس میں ہمارے देश और हमारे लोगों ने बड़ी बड़ी कामयाबियां हासिल की हैं और काफ़ी तरक्की की है. चीन की नई क्रान्ति ने हमारी समाजी और आर्थिक حیئت میں دنیاوی تبدیلیاں پیدا کر دی ہیں. इसی کے साथ साथ تالیف کے دائرے میں بھی مثال ترقی ہوئی ہے. سچ یہ ہے کہ چین کے ساتھ ساتھ سائنس اور انسان ایک زبردست تعلیمی انقلاب میں سے گزر رہے ہیں۔

نئے چین میں تعلیم کے دو سال

(بائے لیو شہ)

پچھلے دو برس میں ہمارے देश और हमारे लोगों ने बड़ी बड़ी कामयाबियां हासिल की हैं और काफ़ी तरक्की की है. चीन की नई क्रान्ति ने हमारी समाजी और आर्थिक حیئت میں دنیاوی تبدیلیاں پیدا کر دی ہیں. इसی کے ساتھ ساتھ تعلیم کے دائرے میں بھی مثال ترقی ہوئی ہے. سچ یہ ہے کہ چین کے ساتھ ساتھ سائنس اور انسان ایک زبردست تعلیمی انقلاب میں سے گزر رہے ہیں۔

آگے بڑھتے ہوئے اس نے پوچھا — ”اسکا نام کیا ہے“

”کیم لیاگ چھو۔“

نام سننے ہی اسکا چہرہ مسست ہو گیا۔ اس نے اسے زمیں پر رکھ دیا اور فور سے پہچاننے کی کوشش کرنے لگی۔ میں پریشان تھا کہ آخر اس بات نے اسے چونکا کھوں دیا۔ کچھ چھن بعد اس نے دیاسلائی جلائی اور کھیل کے چہرے کو دھیان سے دیکھا اور پھر ایسا معلوم ہوا کہ وہ کچھ کہہ رہی ہے جو مہری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔

وہ سوجھی کھڑی ہو گئی۔ میں نے دیکھا اسکی آنکھوں میں آنسو تھے۔ بھرائے گلے سے وہ بولی — ”یہ میرا بھائی ہے۔“

یہ تانکی سے مہری پہلی ملاقات تھی۔

اس وقت لیمپ کی دھیمی روشنی میں بیٹھی اپنی پہلی تانکی کو دیکھ کر مجھے بارہ برس پہلے کی زندگی کی یاد ہو آئی۔ جاپان وروندھی لوائی کی گھنٹاؤں میں جان سی ہو گئی۔

لیکن اب تو تانکی آٹھ برس کے ایک لڑکے کی ماں تھی۔ اس کا جیون سکھ سے بھرپورا تھا۔ ہمیں اپنے کام میں آند آنا تھا۔ ہم میں کام کرنے کے لئے ایک ساہس تھا ایک لگن تھی۔ مجھے خیال آیا کہ اپنے فرض کو بھلی بھانت سمجھنے اور اس پر سختی سے قائم رہنے کے کارن ہی تانکی آنگلت گھنٹاؤں کے بچ سپہل رہ سکی۔ اسی کے ساہس فرض شناسی اور وشواس کے کارن ہی مجھے کتنی بار پریرنا ملی اور میں کامیابی سے اپنے راستے پر آگے بڑھنے میں کامیاب ہوا۔

مجھے یاد ہو آیا کہ 1942 میں جب ہم لوگ چھپ کر کام کر رہے تھے، جاپانیوں نے تانکی کو پکڑ لیا۔ طرح طرح کی بھینانگ تکلیفوں دے کر بھی وہ تانکی سے ایک شہد بھی نہ جان پائے۔

جتنا ہی میں پچھلی باتوں پر سوچتا تھا اتنا ہی مجھے اپنے بیوہار کے لئے نفرت سی ہونے لگی۔ اس دو سال کے سکھی جیون نے مجھے میرا فرض بھلا دیا ہو۔ میں کیر بن رہا تھا۔

میں سوچ رہا تھا جیون کے بارے میں میرا وچار کیوں کر بدل گیا۔ کیوں میں وہ اب نہیں رہا جو مجھے ہونا چاہئے۔ جیون سے سدا سنکھش میں ہی مجھے آند آنا چاہئے۔

کیا تانکی سے ایک بار پھر پچھڑنے کا ساہس مجھ میں نہیں رہ گیا؟

”اپنے دیہوں پر اس بھینانگ سنکٹ کے زمانے میں“

اس وقت لیمپ کی دھیمی روشنی میں بیٹھی اپنی پہلی تانکی کو دیکھ کر مجھے بارہ برس پہلے کی زندگی کی یاد ہو آئی۔ جاپان وروندھی لوائی کی گھنٹاؤں میں جان سی پڑ گئی۔

لیکن اب تو تان-کی آٹھ برس کے ایک لڑکے کی ماں تھی۔ اسکا جیون سکھ سے بھرا پورا تھا۔ ہمیں کام کرنے کے لیے ایک ساہس تھا، ایک لگن تھی۔ مجھے خیال آیا کہ اپنے فرض کو بھلی بھانت سمجھنے اور اس پر سختی سے قائم رہنے کے کارن ہی تان-کی انجینئر کٹینائیوں کے بیچ سफल رہ سکی۔ اسی کے ساہس، کرج شناسی اور विश्वास کے کارن ہی مجھے کितनी بار پریرنا मिली और मैं काम-याबी से अपने रास्ते पर आगे बढ़ने में कामयाब हुआ۔

مجھے یاد ہو آیا کہ 1942 میں جب ہم لوگ چھپ کر کام کر رہے تھے، جاپانیوں نے تان-کی کو پکڑ لیا۔ तरह तरह की भयानक तकलीفें दे कर भी वह तान-की से एक शब्द भी न जान पाए۔

जितना ही मैं पिछली बातों पर सोचता गया उतना ही मुझे अपने ब्योहार के लिये नफरत सी होने लगी۔

इस दो साल के सुखी जीवन ने जैसे मुझे मेरा कर्ज भुला दिया हो। मैं कायर बन रहा था۔

मैं सोच रहा था जीवन के बारे में मेरा विचार क्यों कर बदल गया। क्यों मैं वह अब नहीं रहा जो मुझे होना चाहिये। जीवन से सदा संघर्ष में ही मुझे आनन्द आना चाहिये۔

क्या तान-की से एक बार फिर बिछड़ने का साहस मुझ में नहीं रह गया ?

دو برس بڑی ایک بھین ایک بھروسے کے دوست کے ساتھ یلو ندری کے پار جاپان کے خیلاک لڑنے والے ایک جاپانی مار دستے میں شامل ہو گئے تھے۔

کیم کو پیچھے جانے والے دل کے ساتھ جانے کا حکم ملا۔ پر جاپانیوں سے اپنی نافرمانی اور پیتا کی موت کے بدلے کی پربل اچھا کے کارن وہ چپ چاپ واپس لوٹ آیا اور ٹھہک اُس جگہ پہنچا جہاں بھینانک گولہ باری ہو رہی تھی۔ گولہ باری کے بیچ رہ کر وہ کھائل ساتھوں کو اپنی کمر پر دیکھ کر سرکشت جگہوں پر پہنچانے میں لگ گیا۔ اُس کی ہر کم تھی اسلئے اُسکو رائفل نہیں دی گئی تھی۔ اسی بوج دشمن کے ایک گولے سے کم ہری طرح گھائل ہو گیا۔ گھاؤ اُس کے سر میں لگا تھا۔ بہت زیادہ خون نکل جانے کی وجہ سے بے ہوش ہو کر وہ گر پڑا۔

اُسے فوراً پہنچے ہتھانے کا حکم ہوا۔ اُسکو اپنی پیٹھ پر لائے میں جلدی جلدی چل کر پہنچے کی طرف جانے والے دستے تک پہنچ جانا چاہتا تھا۔ سارا راستہ جھٹکل سے ہو کر تھا اور ایک بھینانک اندھیرا چھایا تھا۔ ہرٹ گرنا بلند تھی لیکن پیڑوں پر جمی ہرٹ ابھی تک گر رہی تھی جو مڑے آگے بڑھنے میں رکاوٹ پیدا کر رہی تھی۔

میں نے کم کے گھاؤ کو ایک کپڑے سے باندھنے کی کوشش کی لیکن خون بہتا بہتا نہ ہوا۔ سردی کے کارن اُس کے ہونٹ نیلے پڑ گئے تھے۔ تھلے سے بچانے کے لئے میں نے اُسے اپنے کوٹ میں لپیٹ لیا اور تیزی سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔ کٹیناڈیاں میرے مالمس ہی نہیں ہو رہی تھیں۔ چلتے چلتے سوکھ ہو گئے۔ اب میرا تھکاوٹ سے چور چور ہو گیا تھا۔

میں نے کیم کے گھاؤ کو ایک کپڑے سے باندھنے کی کوشش کی لیکن خون بہتا بہتا نہ ہوا۔ سردی کے کارن اُس کے ہونٹ نیلے پڑ گئے تھے۔ تھلے سے بچانے کے لئے میں نے اُسے اپنے کوٹ میں لپیٹ لیا اور تیزی سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔ کٹیناڈیاں میرے مالمس ہی نہیں ہو رہی تھیں۔ چلتے چلتے سوکھ ہو گئے۔ اب میرا تھکاوٹ سے چور چور ہو گیا تھا۔

ہم اب ہیڈ کوارٹرس کے قریب ہی تھے۔ ایک کامریڈ نے گھائل کو لے چلنے میں مدد کرنے کو کہا۔ ہم دونوں سنبھال کر اُسے اُٹھا کر لئے جا رہے تھے۔ اب میں جان گیا تھا کہ میری سہاڈت کرنے والی اورت تھی، کچھ دور چلنے کے بعد اُس نے اپنی رائفل مجھے دیتے ہوئے کم کو اپنے کندھے پر رکھ لیا۔ اُسکے پاؤں کچھ کچھ تھکے گئے۔ وہ بولی — ”ہمارا ساتھی لڑکا ہی جان پوتا ہے۔“

”ہاں، اُسکی ہمر کل ابھی سولہ برس کی ہی ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

میں نے کہا تھا کہ کچھ پاؤں نہ لوکھوا جائوں اور دونوں ہی گر پڑیں۔ اُس وچار سے میں سیدھا کھوا رہنے میں اُسے سہاڈت دیتا رہا جب تک اُس نے ہمار تھوک نہیں کر لیا۔

”ہاں، اُسکی ہمر کل ابھی سولہ برس کی ہی ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

میں نے کہا تھا کہ کچھ پاؤں نہ لوکھوا جائوں اور دونوں ہی گر پڑیں۔ اُس وچار سے میں سیدھا کھوا رہنے میں اُسے سہاڈت دیتا رہا جب تک اُس نے ہمار تھوک نہیں کر لیا۔

میں نے کہا تھا کہ کچھ پاؤں نہ لوکھوا جائوں اور دونوں ہی گر پڑیں۔ اُس وچار سے میں سیدھا کھوا رہنے میں اُسے سہاڈت دیتا رہا جب تک اُس نے ہمار تھوک نہیں کر لیا۔

میں نے کہا تھا کہ کچھ پاؤں نہ لوکھوا جائوں اور دونوں ہی گر پڑیں۔ اُس وچار سے میں سیدھا کھوا رہنے میں اُسے سہاڈت دیتا رہا جب تک اُس نے ہمار تھوک نہیں کر لیا۔

میں نے کہا تھا کہ کچھ پاؤں نہ لوکھوا جائوں اور دونوں ہی گر پڑیں۔ اُس وچار سے میں سیدھا کھوا رہنے میں اُسے سہاڈت دیتا رہا جب تک اُس نے ہمار تھوک نہیں کر لیا۔

میں نے کہا تھا کہ کچھ پاؤں نہ لوکھوا جائوں اور دونوں ہی گر پڑیں۔ اُس وچار سے میں سیدھا کھوا رہنے میں اُسے سہاڈت دیتا رہا جب تک اُس نے ہمار تھوک نہیں کر لیا۔

میں نے کہا تھا کہ کچھ پاؤں نہ لوکھوا جائوں اور دونوں ہی گر پڑیں۔ اُس وچار سے میں سیدھا کھوا رہنے میں اُسے سہاڈت دیتا رہا جب تک اُس نے ہمار تھوک نہیں کر لیا۔

ہو کر کوریانہ جانے والے ساتھیوں کے بارے میں سب کچھ پتا تھا۔ پر مجھے ایک شخص کو بھی یہ خیال نہ آیا تھا کہ تان-کائی بھی کوریانہ جانا چاہے گی۔ کیا نرس کا کام اسے پسند نہیں ہے؟ اگر وہ چلی گئی تو ایک بار پھر ہمارے جہوں پر دیکھ ہی دکھ چھا جائے گا۔ اس سے بچھڑنے کا ارادہ کر کے دماغی الجھن سے پریشان ہو کر میں تھپکنے لگا۔

میری آنکھیں اس کے کمریہ رکھے گاڑن پر گئی جو وہ لٹانگ کے لئے تھپک کر رہی تھی۔ مجھے اپنی سانس رکنی سی جان پڑی۔ یکایک میں کہ اٹھا — ”لٹانگ کا کیا ہوگا، اس کی دیکھ بھال کون کرے گا؟“

اس نے اپنی آنکھوں پر سے دو سال ہٹاتے ہوئے اپنا سر اویڑ اٹھایا اور میری طرف دیکھتے ہوئے کچھ کہنے کی کوشش کی، پر شہد اس کے منہ سے نہ نکل سکے۔ اس نے اپنا سر پھر ہچکے کو لٹا۔

اسکی چہرے پر دیکھ مجھے اپنا دل پھٹتا سا جان پڑا۔ ایک طرف مجھے تانکی کی بات پر دکھ ہو رہا تھا اور دوسری طرف خود اپنے وہوہار کے لئے اپنے سے ایک نفرت میں اٹھکر اس کے قریب پہنچنا اور تھپک اس کے سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ میں کوریانہ کی اس عورت کو تھپک تھپک سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ میں نے اپنے جہوں کے دس برس بتائے تھے اور پورا جہوں بتانے کی پرتگیا کی تھی۔

ہر جہوں ہم ساتھ رہے۔ ہم نے دکھ ساتھ ساتھ سہے، سکھ میں ساتھ ساتھ خوشیاں ملائیں۔ پچھلی باتیں میرے دماغ میں چکر لگتے رہی تھیں۔ میں اپنی تانکی کی بارہ برس پہلے کی بھینٹ کے بارے میں سوچنے لگا۔

1937 کے سہی کے موسم کی بات ہے چاروں طرف پہاڑیوں پر اور میدانوں میں برف کی موٹا چادر سی بچھی ہوئی جان پڑتی تھی۔ میں اس وقت ایک کوریانہ دستے کے ساتھ تھا۔ ہونوک کے قریب ہماری مٹہ بھڑ جاپانیوں کے جنگل میں گھومنے والے ایک پٹرول سے ہوئی — اچانک ایک ہم بیٹھا جس نے بیٹھنے سے اس پاس کے پتھر بھی گر پڑے۔ اسے وقت میں ایک دم فیصلہ کرنا ضروری تھا۔ یہ طے ہوا کہ ہماری ٹکڑی کا ایک حصہ تو پاس ہی میں تھپدی ہوئی ہماری فوج سے جا ملے اور دوسرا وہیں ٹھہر کر جاپانیوں کو آگے بڑھنے سے روکے۔ میں اسی گروپ میں تھا جو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے رک گیا تھا۔ ایک کوریانہ سانہ کی لٹانگ چھو جس کی عمر صرف سولہ برس کی تھی ہمارے ساتھ رکنا چاہتا تھا۔ اس کے پتا کو جاپانیوں نے مار ڈالا تھا۔ اس کو طرح طرح کی تکلیفوں دی گئی تھیں۔ کم کی ماں بھی چھوٹ چکی تھی۔ وہ اور اس سے

ہو کر کوریانہ جانے والے ساتھیوں کے بارے میں سب کچھ پتا تھا۔ پر مجھے ایک چہن کو بھی یہ خیال نہ آیا تھا کہ تانکی بھی کوریانہ جانا چاہے گی۔ کیا نرس کا کام اسے پسند نہیں ہے؟ اگر وہ چلی گئی تو ایک بار پھر ہمارے جہوں پر دیکھ ہی دکھ چھا جائے گا۔ اس سے بچھڑنے کا ارادہ کر کے دماغی الجھن سے پریشان ہو کر میں تھپکنے لگا۔

میری آنکھیں اس کے قریب رکھے گاڑن پر گئیں جو وہ لٹانگ کے لئے تھپک کر رہی تھی۔ مجھے اپنی سانس رکنی سی جان پڑی۔ یکایک میں کہ اٹھا — ”لٹانگ کا کیا ہوگا، اس کی دیکھ بھال کون کرے گا؟“

اس نے اپنی آنکھوں پر سے دو سال ہٹاتے ہوئے اپنا سر اویڑ اٹھایا اور میری طرف دیکھتے ہوئے کچھ کہنے کی کوشش کی، پر شہد اس کے منہ سے نہ نکل سکے۔ اس نے اپنا سر پھر ہچکے کو لٹا۔

اسکی چہرے پر دیکھ مجھے اپنا دل پھٹتا سا جان پڑا۔ ایک طرف مجھے تانکی کی بات پر دکھ ہو رہا تھا اور دوسری طرف خود اپنے وہوہار کے لئے اپنے سے ایک نفرت میں اٹھکر اس کے قریب پہنچنا اور تھپک اس کے سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ میں کوریانہ کی اس عورت کو تھپک تھپک سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ میں نے اپنے جہوں کے دس برس بتائے تھے اور پورا جہوں بتانے کی پرتگیا کی تھی۔

ہر جہوں ہم ساتھ رہے۔ ہم نے دکھ ساتھ ساتھ سہے، سکھ میں ساتھ ساتھ خوشیاں ملائیں۔ پچھلی باتیں میرے دماغ میں چکر لگتے رہی تھیں۔ میں اپنی تانکی کی بارہ برس پہلے کی بھینٹ کے بارے میں سوچنے لگا۔

1937 کے سہی کے موسم کی بات ہے چاروں طرف پہاڑیوں پر اور میدانوں میں برف کی موٹی چادر سی بچھی ہوئی جان پڑتی تھی۔ میں اس وقت ایک کوریانہ دستے کے ساتھ تھا۔ ہونوک کے قریب ہماری مٹہ بھڑ جاپانیوں کے جنگل میں گھومنے والے ایک پٹرول سے ہوئی — اچانک ایک ہم بیٹھا جس نے بیٹھنے سے اس پاس کے پتھر بھی گر پڑے۔ اسے وقت میں ایک دم فیصلہ کرنا ضروری تھا۔ یہ طے ہوا کہ ہماری ٹکڑی کا ایک حصہ تو پاس ہی میں تھپدی ہوئی ہماری فوج سے جا ملے اور دوسرا وہیں ٹھہر کر جاپانیوں کو آگے بڑھنے سے روکے۔ میں اسی گروپ میں تھا جو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے رک گیا تھا۔ ایک کوریانہ سانہ کی لٹانگ چھو جس کی عمر صرف سولہ برس کی تھی ہمارے ساتھ رکنا چاہتا تھا۔ اس کے پتا کو جاپانیوں نے مار ڈالا تھا۔ اس کو طرح طرح کی تکلیفوں دی گئی تھیں۔ کم کی ماں بھی چھوٹ چکی تھی۔ وہ اور اس سے

آج سبھی چیजें नियम में बंध गई थीं. सब एक घुरे से चल रही थीं. हमारे लिये भविष्य में आने वाले शुभ-दिनों का यह सन्देश था. हमें अपनी हर बाधा की रक्षा करनी पड़ेगी. जो हाथ इन्हें तबाह करना चाहते हैं उनसे मुकाबला करना पड़ेगा. हम यह नवजीवन पाकर उसे अब खो नहीं सकते! मैं उन्हीं विचारों में खोया, कल्पनाओं में गुमसुम धीमे धीमे वर्क शाप से लौट रहा था.

X X X
काफ़ी अन्धेरा होने पर ही मैं तान-की के पास पहुंच सका. दरबाजा खोल कर मैं अन्दर गया. तान-की बच्चों का सूती गाउन ठीक कर रही थी. लैम्प की रोशनी उसके चेहरे और खुले बालों पर पड़ रही थी. इस समय उसके मुखड़े पर छई चमक को मैं एक टुक घूरता हुआ उसके करीब बैठ गया.

“यह मेरे बिलकुल ठीक आता है.” एपटर की तरफ इशारा करते हुए मैंने कहा.

वसने हाथ की सुई एक तरफ रख दी और गाउन को तह करती हुई बोली—“अब ठन्ड पड़ने लगी है. अब की बार जब तुम जाना तो ल्यांग के लिये यह गाउन और दूसरे गर्म कपड़े ले जाना न भूलना.” ल्यांग हमारे आठ बरस के बच्चे का नाम है. हमने यह नाम उसके मामा किम-ल्यांग-च्यू की याद सदा अमर रखने के लिये रखा है. तान-की का भाई किम-ल्यांग-च्यू जापानियों के हाथों अपने देश की रक्षा करता हुआ शहीद हुआ था.

मैंने दो ग्यालों में गरम पानी डाला और एक तान-की की तरफ बढ़ा कर दूसरा खुद चठा लिया. वह उस ग्याले को दोनों हाथों से पकड़ते हुए गंभीर निगाहों से मेरी तरफ देखने लगी.

उसे कुछ बोलते न देख कर मैंने खुद ही पूछा—
“तुम मुझसे क्या कहना चाहती थीं?”

तान-की ने जवाब नहीं दिया. वह उसी तरह मौन बैठी रही. मैंने आशंका से पूछा—“क्या बात है?”

अपने ग्याले से एक घूंट लेकर वसने धीमी आवाज में कहा—“संसार का हर आदमी सुखी रहना चाहता है.” मेरी तरफ से आंखें बिना हटाए ही वह कहती गई—“पर वह आदमी सुखी नहीं रह सकता जो अपनी ज़िम्मेदारी को भुला दे.”

यह शब्द मैंने अपने दस बरस के बिवाहित जीवन में तान-की के मुँह से कई बार सुने थे. पर पिछले कुछ बरस में जो तबदीलियां हुई थीं वह हमारे पुराने अरमानों को पूरा कर रही थी. तान-की खुद भी बहुत खुश थी, उसमें एक फुरती आ गई थी.....लेकिन फिर.....?

सबھی چیزیں نظم میں بندھ گئی تھیں . سب سے چل رہی تھیں . ہمارے لئے ہوشیہ میں شبہ دنوں کا یہ سندیس تھا . ہمیں اپنی ہر رکشا کرنی پڑے گی . جو ہاتھ انہیں تباہ کرنا میں اُن سے مقابلہ کرنا پڑے گا . ہم یہ نوجوان پاکر کہو نہیں سکتے ! میں انہیں وچاروں میں کھویا میں کم سم دھویے دھویے روک شاپ سے لوٹ

+ X X
اندمہوا ہونے پر ہی میں تانکی کے پاس پہنچ دروازہ کھول کر میں اندر گیا . تانکی بچوں کا سوئی چک کر رہی تھی . لیمپ کی روشنی اُس کے اور کھلے بالوں پر پڑ رہی تھی . اُس سے اُس کے پر چھائی چمک کو میں ایک تک کھڑتا ہوا . قریب بیٹھ گیا .
2 میرے بالکل ٹھیک آتا ہے . “سوئیٹر کی طرف رتے ہوئے میں نے کہا .

3 نے ہاتھ کی سوئی ایک طرف رکھ دی اور گاؤں رتی ہوئی ہوئی—“اب تھنڈ پڑنے لگی ہے . اب جب تم جانا تو لہانگ کے لئے یہ گاؤں اور دوسرے رے لے جانا نہ بھولنا .“ لہانگ ہمارے آٹھ برس کا نام ہے . ہم نے یہ نام اُس کے ماما کم لہانگ لی یاد سدا اسر رکھنے کے لئے رکھا ہے . تانکی کا کم لہانگ چھو چاپانہوں کے ہاتھوں اپنے دیس کی بتا ہوا شہید ہوا تھا . میں نے دو بھانوں میں گرم نالا اور ایک تانکی کی طرف بڑھاکر دوسرا خود 4 . وہ اُس بھالے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑتے ہوئے نکالوں سے موری طرف دیکھنے لگی .

5 کچھ بولتے نہ دیکھ کر میں نے خود ہی پوچھا—
6 سے کہا کہنا چاہتی تھیں؟

7 کی نے جواب نہیں دیا . وہ اُسی طرح سون بیٹھی میں نے اُٹھکا سے پوچھا—“کہا بات ہے؟”

8 بھالے سے ایک گھونٹ لے کر اُس نے دھیمی آواز کہا—“سلسار کا ہر آدمی سکھی رہنا چاہتا ہے.” طرف سے آنکھیں بند ہٹائے ہی وہ کہتی گئی—
9 آدمی سکھی نہیں وہ سکتا جو اپنی ذمہ داری دے.

10 شہد میں نے اپنے دس برس کے وراعت چھوں تانکی کے منہ سے کئی بار سنے تھے . پر پچھلے کچھ میں جو تبدیلیاں ہوئی تھیں وہ ہمارے پرانے کو پورا کر رہی تھیں . تانکی خود بھی بہت تھی . اُس میں ایک پھرتی آگئی تھی.....
11.....؟

میں उसकी तरफ मेव भरी आंखों से देख रहा था ! मन में तरह तरह के सन्देह उठने लगे—वह इस वक्तन क्यों आ रही है ? क्या जरूरी काम हो सकता है ? उसके करीब आ जाने पर मैंने सबाज किया 'कामरेड का क्या हाल है ?' मेरा मतलब एक रोफ़ पडले समर' की गोले में जखमी होकर अस्पताल में भरती होन वाले एक कामरेड से था .

उसने अपना सर हिला कर मानो मुझे बताया कि कामरेड की हालत ठीक है .

मेरे बिलकुल करीब आ कर उसने एक ऊनी मोयटर मेरे हाथों में थमा दिया. पास पड़ेहुए डिब्बों पर गोलियों के गदों को ध्यान से देखते हुए उसने कहा—“सियाल से मेरी मां की चिट्ठा आई है. उममें उमने लिखा है कि अमरीकी हवाई जहाज कारखाने, स्कूल, मकान, दुकान सारी चीजें बरबाद कर रहे हैं, वह कुछ भी नहीं छोड़ रहे हैं.”

मैंने उसके चेहरे के भाव पढ़ने की कोशिश की, पर वह मुझे शान्त जान पड़े, उनमें उचाल नहीं था.

मेरे कारियन बालने के मुक्ताबले मेरा पत्नी कहीं अच्छी तरह चानी भाशा बोल सकता है. इसका ज़ास वजह यह है कि वह कोरियन हाते हुए और यलो नदी के उस पार पैदा होकर भी. छुटपन से ही यलो नदी के इस पार रह कर परवान चढ़ी थी.

अपनी चिन्ता को अधिक न दबा कर मैंने उससे सवाल किया—“आज इस समय कैसे आ घमकीं, तुम्हारी छुट्टी है क्या ?”

उस वक्त वह उन गदों में अपनी उंगलियां डाल कर उनकी गहराई देख रही थी. मेरा सवाल सुनकर वह मुस्कराई. आगे बढ़ कर उमने मेरे हाथ से सोप्टर ले लिया और फिर बोली—“आज रात अस्पताल के आराम घर में मैं तुम्हारा इन्तज़ार करूंगी, मुझे तुमसे कुछ कहना है.” यह कह कर वह लाइन पार करती हुई दूसरी तरफ खड़े डिब्बों की आड़ में आंखों से ओझल हो गई.

x

x

x

शाम के वक्त सूरज की किरनें चारों तरफ फैल रही थीं. दिन भर के बाद इस समय आममान साफ चमक रहा था.

चारों तरफ—रेलवे लाइन, कोयना गोदाम, पानी की टंकी, बर्क शाप, ऊंची ऊंची चिमनियाँ और मजदूरों के आराम घर—इस सब निमान की एक भावना उमड़ता जान पड़ती थी. पच्छिम 61 तरफ जात सूरज की लाज करनी नई बनी इमारत का लात इंदों पर एक चमक पैदा कर रही थी.

मैंने उस की तरफ बेहद बेहद आंखों से देखे रहा .
तुम्हारे मन में मेरे तरफ के सन्देह उठने लगे—वह इस वक्त क्यों आ रही है ? क्या जरूरी काम हो सकता है ? उसके करीब आ जाने पर मैंने सबाज किया 'कामरेड का क्या हाल है ?' मेरा मतलब एक रोफ़ पडले समर' की गोले में जखमी होकर अस्पताल में भरती होन वाले एक कामरेड से था .

उसने अपना सर हिला कर मानो मुझे बताया कि कामरेड की हालत ठीक है .

मेरे बिलकुल करीब आ कर उसने एक ऊनी मोयटर मेरे हाथों में थमा दिया. पास पड़ेहुए डिब्बों पर गोलियों के गदों को ध्यान से देखते हुए उसने कहा—“सियाल से मेरी मां की चिट्ठा आई है. उममें उमने लिखा है कि अमरीकी हवाई जहाज कारखाने, स्कूल, मकान, दुकान सारी चीजें बरबाद कर रहे हैं, वह कुछ भी नहीं छोड़ रहे हैं.”

मैंने उसके चेहरे के भाव पढ़ने की कोशिश की, पर वह मुझे शान्त जान पड़े, उनमें उचाल नहीं था.

मेरे करीब आने के मुक्ताबले मेरा पत्नी कहीं अच्छी तरह चानी भाशा बोल सकता है. इसका ज़ास वजह यह है कि वह कोरियन हाते हुए और यलो नदी के उस पार पैदा होकर भी. छुटपन से ही यलो नदी के इस पार रह कर परवान चढ़ी थी.

अपनी चिन्ता को अधिक न दबा कर मैंने उससे सवाल किया—“आज इस समय कैसे आ घमकीं, तुम्हारी छुट्टी है क्या ?”

उस वक्त वह उन गदों में अपनी उंगलियां डाल कर उनकी गहराई देख रही थी. मेरा सवाल सुनकर वह मुस्कराई. आगे बढ़ कर उमने मेरे हाथ से सोप्टर ले लिया और फिर बोली—“आज रात अस्पताल के आराम घर में मैं तुम्हारा इन्तज़ार करूंगी, मुझे तुमसे कुछ कहना है.” यह कह कर वह लाइन पार करती हुई दूसरी तरफ खड़े डिब्बों की आड़ में आंखों से ओझल हो गई.

x

x

x

x

शाम के वक्त सूरज की किरनें चारों तरफ फैल रही थीं. दिन भर के बाद इस समय आममान साफ चमक रहा था.

चारों तरफ—रेलवे लाइन, कोयना गोदाम, पानी की टंकी, बर्क शाप, ऊंची ऊंची चिमनियाँ और मजदूरों के आराम घर—इस सब निमान की एक भावना उमड़ता जान पड़ती थी. पच्छिम 61 तरफ जात सूरज की लाज करनी नई बनी इमारत का लात इंदों पर एक चमक पैदा कर रही थी.

لیئے ہزاروں اکشر ہوتے ہیں۔ اگر ہماری لکھاوت کی طرح اس میں بھی 40-42 اکشر ہوتے تو شاید چین نے ٹائیپوں کی بھی ایجاد کر لی ہوتی۔

بارہویں صدی کے آخر میں تو بھارت میں بودھ دھرم کا بھی ستارہ ڈوبنے لگا، اس لئے بھارتی ودوانوں کے چہن جانے کی سببوں نہوں وہ کئی تھی۔ چنگیز خاں حالانکہ بودھ نہیں تھا، لیکن اس کی ہمدردی بودھوں کے ساتھ ضرور تھی۔ چنگیز نے اپنے پوتے قبلی خاں وغیرہ کی تعلیم کی ذمہ داری ایک بودھ بھکشو کو دی تھی۔

آگے چل کر قبلی (1260-94 عیسوی) نے بودھ دھرم کو سونپ دیا۔ گھومنگو منگولوں کے کنگزوری فرمان میں بودھ دھرم نے اتنی مدد کی کہ پچھلے چل کر وہ منگولوں کا جائی دھرم بن گیا۔ اب بھارت میں بودھ دھرم نہیں تھا، لیکن منگول میں دھرم پرچار کا کام تہتی آچاریوں نے کیا۔ منگول تریٹک کا ادھک بھاگ تہتی تریٹک (کنجور، تانجور) کا انواد ہے۔

باہر کے جیادتر دیشوں سے بھارت کا سمبندھ بودھ دھرم کے ذریعے ہوا تھا۔ وہ سمبندھ بودھ دھرم کے ختم ہونے سے جہاں کمزور ہونے لگا، وہاں دیش کی غلامی نے بھی کنگزوری میل کو بھانے میں ہاتھ بٹایا۔ صدیوں بعد بھارت اس حالت میں ہے کہ وہ اس پرانے کنگزوری سمبندھ کو پھر سے زندہ کرے۔

لیئے ہزاروں اکشر ہوتے ہیں۔ اگر ہماری لکھاوت کی طرح اس میں بھی 40-42 اکشر ہوتے تو شاید چین نے ٹائیپوں کی بھی ایجاد کر لی ہوتی۔

بارہویں صدی کے آخر میں تو بھارت میں بودھ دھرم کا بھی ستارہ ڈوبنے لگا، اس لئے بھارتی ودوانوں کے چہن جانے کی سببوں نہوں وہ کئی تھی۔ چنگیز خاں حالانکہ بودھ نہیں تھا، لیکن اس کی ہمدردی بودھوں کے ساتھ ضرور تھی۔ چنگیز نے اپنے پوتے قبلی خاں وغیرہ کی تعلیم کی ذمہ داری ایک بودھ بھکشو کو دی تھی۔

آگے چل کر قبلی (1260-94 عیسوی) نے بودھ دھرم کو سونپ دیا۔ گھومنگو منگولوں کے کنگزوری فرمان میں بودھ دھرم نے اتنی مدد کی کہ پچھلے چل کر وہ منگولوں کا جائی دھرم بن گیا۔ اب بھارت میں بودھ دھرم نہیں تھا، لیکن منگول میں دھرم پرچار کا کام تہتی آچاریوں نے کیا۔ منگول تریٹک کا ادھک بھاگ تہتی تریٹک (کنجور، تانجور) کا انواد ہے۔

ایک چینی کہانی

پیار کی ٹکر

(بائی یاہ بنگ)

یائو نگی کے اترو کڈارے پر ایک ریلوے اسٹیشن ہے۔ میں اسی اسٹیشن کی مشین شاپ کا چارج منوں ہوں۔

ایک روز میں امریکی ہماروں کے ہاتھوں تباہ کئے ہوئے ہائلر اور ڈبوں پر بموں کی چوٹ سے پیدا ہونے والے گڈھوں کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔ ہائلر اور ڈبے تکر بکر ادھر ادھر ہڑے تھے اسی سے میں نے تانگی کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ مجھے بہت تعجب ہوا۔ ریلوے اسٹیشن کے بالکل قریب ہی ایک اسپتال ہے اور تانگی اسی میں ہیڈ نرس ہے۔ اس وقت اس کا آنا مجھے اچھ میں ڈالے بلنا نہیں رہ سکتا تھا۔ کھونکہ بہت ہی ضروری کام ہونے پر وہ اسپتال کی ڈوٹی چھوڑتی ہے۔

پانچویں صدی کے آخر میں بھی دیکھی جہاں کے ایک راجکمار نے کچھ گہمت بدائے اس ونش کے اتھاس میں لکھا ہے کہ 487 عیسوی میں راجکمار نے "دھرم کی گتھاؤں کے گانے کے لئے راگ تیار کرنے کے واسطے کتلے ہی بھکشوؤں کو اکٹھا کیا۔" انہوں نے جو گیت تیار کئے تھے ان سے تین صدی بعد جاپان سے آنے والے تیرتھ یاتریوں پر بہت اثر ہوا۔

جیوتیش:

بھارتی آچاریوں کی پریرنا اور سہا یاتا سے چین میں جیوتیش اور ہسایش میں نئی تر کثرتی ہوئی۔ 618 عیسوی میں ایک بھارتی ودان نے پہلے تھانگ سمراٹ کے لئے ایک نیا کلندر بدایا۔ اس سے ایک صدی پہلے بھارتی ہندت شہار سنگھ اور وجر بودھی کے شاگرد چینی بھکشو اوی شنگ (683-747 عیسوی) نے حساب کر کے بتلایا کہ سورج کے سال میں 365-244 دن اور چاند مہینے میں 29-53 دن ہوتے ہیں۔ 721 عیسوی میں سرکار نے اس سدرے ہوئے کلندر کو مان لیا۔

بیدک:

دوا-ہلاز کی بیذا میں بیدکوں کا بہت بڑا ہا ی تھا۔ ان کے بیہار میں سبھی جگہ ایک عام ڈسپنسری رہتی تھی۔ بیہاروں سے چونکر نوجوان بیدک بیدک سیکھنے کے لئے چانگ آن بھیجے جاتے تھے۔

چھاپائی:

چھاپائی کا پھارا دھرم ہونے کے کارن سب سے پہلے بودھ دھرم نے چین میں چھاپے کا ہستمال کیا۔ بیدکوں کے کوئی کوئی پرنٹ پچاسوں ہزار کی تا دا د میں دوسرے پاٹکوں کے لئے لکھے جاتے تھے۔ وندھنے دیکھا کہ جس طرح اکتھروں کی مہر ہذا کر کث پر چھاپا جاسکتا ہے، اسی طرح ہم چھوٹی موٹی کتابوں کو بھی چھاپ سکتے ہیں۔ نویں صدی کے آخر تک چانگ تو اس طرح کی چھاپائی کا مرکز بن گیا۔ 929 عیسوی میں لوپانگ کے راج ونش نے جہ چوان پر قبضہ کر لیا اور پانچ ہرس تک راج کیا۔ یہاں ان کو چھاپے خالے کا پتہ لگا۔ 971-83 عیسوی میں چینی بودھوں نے پانچ ہزار جلدوں میں سارے "دریتک" چھاپ دیئے، جس کی کاپیاں 985 عیسوی میں کوپا اور 986 میں جاپان پہونچیں۔

اس طرح دسویں صدی کے ختم ہوتے ہوتے چین میں چھاپے خالے کا بھاری پرچار ہو گیا تھا۔ ہاں وہ اس زمانے کے دھنگ کی چھاپائی نہیں تھی۔ انگ انگ ہلے دھات کے اکتھروں کو کموز کر کے چھاپے کا کام یورپ نے کیا۔ ایسا نہ کرنے کا کارن یہ بھی تھا کہ چینی لکھات میں اچھان (تلفظ) کا نہیں مطلب کا اشارہ ہوتا ہے۔ اس

چھاپائی کا پھارا دھرم ہونے کے کارن سب سے پہلے بودھ دھرم نے چین میں چھاپے کا ہستمال کیا۔ بیدکوں کے کوئی کوئی پرنٹ پچاسوں ہزار کی تا دا د میں دوسرے پاٹکوں کے لئے لکھے جاتے تھے۔ وندھنے دیکھا کہ جس طرح اکتھروں کی مہر ہذا کر کث پر چھاپا جاسکتا ہے، اسی طرح ہم چھوٹی موٹی کتابوں کو بھی چھاپ سکتے ہیں۔ نویں صدی کے آخر تک چانگ تو اس طرح کی چھاپائی کا مرکز بن گیا۔ 929 عیسوی میں لوپانگ کے راج ونش نے جہ چوان پر قبضہ کر لیا اور پانچ ہرس تک راج کیا۔ یہاں ان کو چھاپے خالے کا پتہ لگا۔ 971-83 عیسوی میں چینی بودھوں نے پانچ ہزار جلدوں میں سارے "دریتک" چھاپ دیئے، جس کی کاپیاں 985 عیسوی میں کوپا اور 986 میں جاپان پہونچیں۔

چھاپائی:

چھاپائی کا پھارا دھرم ہونے کے کارن سب سے پہلے بودھ دھرم نے چین میں چھاپے کا ہستمال کیا۔ بیدکوں کے کوئی کوئی پرنٹ پچاسوں ہزار کی تا دا د میں دوسرے پاٹکوں کے لئے لکھے جاتے تھے۔ وندھنے دیکھا کہ جس طرح اکتھروں کی مہر ہذا کر کث پر چھاپا جاسکتا ہے، اسی طرح ہم چھوٹی موٹی کتابوں کو بھی چھاپ سکتے ہیں۔ نویں صدی کے آخر تک چانگ تو اس طرح کی چھاپائی کا مرکز بن گیا۔ 929 عیسوی میں لوپانگ کے راج ونش نے جہ چوان پر قبضہ کر لیا اور پانچ ہرس تک راج کیا۔ یہاں ان کو چھاپے خالے کا پتہ لگا۔ 971-83 عیسوی میں چینی بودھوں نے پانچ ہزار جلدوں میں سارے "دریتک" چھاپ دیئے، جس کی کاپیاں 985 عیسوی میں کوپا اور 986 میں جاپان پہونچیں۔

ویدک:

دوا-ہلاز کی بیذا میں بیدکوں کا بہت بڑا ہا ی تھا۔ ان کے بیہار میں سبھی جگہ ایک عام ڈسپنسری رہتی تھی۔ بیہاروں سے چونکر نوجوان بیدک بیدک سیکھنے کے لئے چانگ آن بھیجے جاتے تھے۔

چھاپائی:

چھاپائی کا پھارا دھرم ہونے کے کارن سب سے پہلے بودھ دھرم نے چین میں چھاپے کا ہستمال کیا۔ بیدکوں کے کوئی کوئی پرنٹ پچاسوں ہزار کی تا دا د میں دوسرے پاٹکوں کے لئے لکھے جاتے تھے۔ وندھنے دیکھا کہ جس طرح اکتھروں کی مہر ہذا کر کث پر چھاپا جاسکتا ہے، اسی طرح ہم چھوٹی موٹی کتابوں کو بھی چھاپ سکتے ہیں۔ نویں صدی کے آخر تک چانگ تو اس طرح کی چھاپائی کا مرکز بن گیا۔ 929 عیسوی میں لوپانگ کے راج ونش نے جہ چوان پر قبضہ کر لیا اور پانچ ہرس تک راج کیا۔ یہاں ان کو چھاپے خالے کا پتہ لگا۔ 971-83 عیسوی میں چینی بودھوں نے پانچ ہزار جلدوں میں سارے "دریتک" چھاپ دیئے، جس کی کاپیاں 985 عیسوی میں کوپا اور 986 میں جاپان پہونچیں۔

اس طرح دسویں صدی کے ختم ہوتے ہوتے چین میں چھاپے خالے کا بھاری پرچار ہو گیا تھا۔ ہاں وہ اس زمانے کے دھنگ کی چھاپائی نہیں تھی۔ انگ انگ ہلے دھات کے اکتھروں کو کموز کر کے چھاپے کا کام یورپ نے کیا۔ ایسا نہ کرنے کا کارن یہ بھی تھا کہ چینی لکھات میں اچھان (تلفظ) کا نہیں مطلب کا اشارہ ہوتا ہے۔ اس

میں تون ہاگن گفٹا بھارہا خاص مہتر دکتے ہیں۔ یہاں کی کلا پر گندھار (نکشا پوشادو) اور مہتر کا بہت اثر پڑا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ جیسے سامنے کے نورمان میں بھارتی پلڈتوں نے چین میں جانکر کام کیا۔ اسی طرح بھارتی کلا گرون نے ان کلا کی مہان یادگاروں کو تہار کرنے میں ہاتھ بٹایا ہو۔ 1913-14 عیسوی میں کچھ پچھلے کھوج کرنے والوں کی تولیاں بیچ ایشیا اور چین کے کئی بھانوں میں کٹیں تھیں۔ اُس سے جرمن تولی کا نہتا لولاک برٹش تولی کا اسٹائن، فرنج تولی کا وائی تھا۔ روسی اکھیمی کاہی ایک دل آیا تھا، فرانسیسی دل اپنے کام کے لئے بڑھتا سیچو وان میں پہونچا، جہاں ساتویں صدی سے پہلے کی کئی اہم چھڑیں ملیں۔ وہاں کے کپھا وھار نہ ہوانگ سے کم اہمیت نہیں دکتے۔ یہاں کے سب سے زیادہ اہم کولڈھریوگان (بدھ پوتر استھان) اور چھان یوین (بدھ کی چوٹی) ہیں۔ ہوان۔ یو۔ یو۔ یو۔ کا کپھا وھار کواز یوین نگر کے پاس ایک پہاڑ پر ہے، جن میں سات آٹھ سو کپھاٹوں ہیں۔ اسے ایک چھلی سرکاری ہمدے دار وئی کانگ نے ہاواہا تھا۔ پوتر استھانوں میں سے کٹلے ہی بودھی ستونوں اور ہیکشوں کی مورٹھاں ہیں۔ ان کپھاٹوں میں بہت سے شا لاکھ (پتھر کے کھمبے جن پر عبادت کھدی ہے) جن میں کٹلے ہی سنگ یوان، منگ اور چنگ (منچو) کال کے بھی ہیں۔ اس استھان سے کچھ میل دور مت کر ہوانگ ہے۔ سے مہن کٹلی ہی کپھاٹوں میں، جن میں بہت سے سندر چتر ہیں۔ اسی پہاڑ میں 16 ٹٹ لمبی ایک دھیان کٹے ہوئے بدھ کی مورتی ہے۔

سنگیت۔

چون کا اپنا ایک آزاد سنگیت ہے، جس کا دوسرے دیہوں سے بہت کم میل ہے۔ بھارت میں سنگیت ویانا اور ویلو جیسے سازوں کے سہارے گایا جاتا ہے، پر چون میں جھسا کہ آج بھی اکثر دیکھا جاتا ہے، ہاتھ سے بجانے والے باجوں سے مدد لی جاتی ہے۔ چھٹی صدی میں ان کپھاٹوں میں جو درشہہ دکھائے گئے ہیں، ان سے پتہ لگتا ہے، کہ ویانا اور ویلو جیسے باجوں کا اُس سے کچھ کچھ پرچار ہونے لگا تھا، جو پچھلے بدھ ہوگیا۔ شروع میں بودھ دھرم کا پرچار کرنے والوں کے لئے یہ بڑی کٹھنائی تھی کہ کھسے بودھ استوتوں اور پراتھناؤں کو چھلی سنگیت میں ڈالا جائے۔ چھلی شبد ایک سادھلی ہوتے ہوئے تھے، جبکہ سنسکرت کے شبد ایک سادھلی ہوتے ہیں۔ وہاں ایک ایسے سنگیت کی ضرورت تھی، جسے ویشی اور سودیشی دونوں ہی بھکت ایک ساتھ اکٹھا گاتھیں۔ کہا جاتا ہے ایک ویشی (232-192 عیسوی) راجکمار چاڑھی نے ایسے 42 گھٹ بدائے تھے، جن میں بہت سے چھلی اور ساتویں صدی میں بھی موجود تھے۔

1913-14 عیسوی میں کچھ پچھلی مہتر کرنے والوں کی تولیاں بیچ ایشیا اور چین کے کئی भागों में गई थीं۔ उस समय जर्मन टोली का नेता लेलाक, ब्रिटिश टोली का स्टाइन, फ्रेंच टोली का वासी था। रूसी एकेडेमी का भी एक दल आया था, फ्रानसीसी दल अपने काम के लिये बढ़ता सेचवान में पहुंचा, जहाँ सातवीं सदी से पहले की कई अहम चीजें मिलीं। वहां के गुफा बिहार तुन्ह-वांग से कम अहमियत नहीं रखते। यहाँ के सबसे ज्यादा अहम खंडहर यू-कान (बुद्ध पवित्र स्थान) और च्यान-यू, यन (बुद्ध की चोटी) हैं। हान यू एन का गुफा बिहार किवाइ यू यन नगर के पास एक पहाड़ पर है, जिनमें सात आठ सौ गुफायें हैं। इसे एक चीनी सरकारी ओहदेदार वई-कांग ने बनवाया था। पवित्र स्थानों में से कितने ही बोधी सत्तुओं और भिक्षुओं की मूर्तियां हैं। इन गुफाओं में बहुत से शिला लेख (पत्थर के खम्भे जिन पर इबारत खुदी हैं), जिन में कितने ही संग युवान, मंग और चंग (मंचू) काल के भी हैं। इस स्थान से कुछ मील दूर हट कर ह्वांग चे-से में कितनी ही गुफाएँ हैं, जिनमें बहुत से सुन्दर चित्र हैं। इसी पहाड़ में 16 फीट लम्बी एक ध्यान किये हुए बुद्ध की मूर्ति है।

संगीत.

चीन का अपना एक आजाद संगीत है, जिसका दूसरे देशों से बहुत कम मेल है। भारत में संगीत बीना और वेनू जैसे साजों के सहारे गाया जाता है, पर चीन में जैसा कि आज भी अकसर देखा जाता है, हाथ से बजाने वाले बाजों से मदद ली जाती है। छठी सदी में इन गुफाओं में जो हरय दिखाए गए हैं, उनसे पता चलता है कि बीना और वेनू जैसे बाजों का उस समय कुछ कुछ प्रचार होने लगा था, जो पीछे बन्द हो गया। शुरू में बौद्ध धर्म का प्रचार करने वालों के लिये यह बड़ी कठिनाई थी कि कैसे बौद्ध स्तुतियों और प्रार्थनाओं को चीनी संगीत में ढाला जाए। चीनी शब्द एक सलेबली होते थे, जब कि संस्कृत शब्द अधिक सलेबली होते हैं। वहाँ एक ऐसे संगीत की जरूरत थी, जिसे विदेशी और स्वदेशी दोनों ही भक्त एक साथ इकट्ठा गा सकें। कहा जाता है एक विई (232-192 ईस्वी) राजकुमार चाव-ची ने ऐसे 42 गीत बनाए थे, जिनमें बहुत से छटी और सातवीं सदी में भी मौजूद थे।

دھرموں کے چاروں کے خلاف نہیں ہے۔ دونوں کے
وچار ایک ہی ہیں۔ ایک آدمی دونوں کا پالن
کر سکتا ہے۔ ہمارے یہاں کے اونچے وچاروں کے ساتھ ساتھ
ہندو وچاروں کو مان لیا جائے تو اچھا ہے۔ بدھیمان
آدمی جہاں بھی اچھی چیزیں پاتا ہے، اُن کو جمع کر
لےتا ہے، وہ دوسروں سے سیکھ لےنے کے لئے تیار رہتا ہے۔“

بھارتی ودرائوں میں دھرم رکشک کا چھن میں اہم
 اُستھان ہے۔ یہ بے دھاری مہان ودوان اصل میں بھج
 نیشا کے شک ونشی تھے اور کھومتے پھرتے بھارت آئے۔
 یہ 36 بھاشائیں جانتے تھے۔ بھارتی کلچر کے پہلے کی
 اُن کو زبردست لگن تھی۔ 29± عیسوی میں یہ چھن
 کی ایک راج دھانی چانگ آن میں پہنچے، جہاں
 29 سال (313-284 عیسوی) رہ کر انہوں نے اپنا کام کیا۔
 29 عیسوی میں چھلی ودیارتھوں نے اُن سے شکشلی، اُن سے بھی
 زیادہ لوگوں نے اُن کے اُپدیشوں سے فائدہ اُٹھایا۔ انہوں نے
 211 بھارتی گزرتھوں کا چھلی بھاشا میں انروان کھاتھا، جن
 میں سے 92 ابھی تک ملتے ہیں۔ کمار جھو کا نام چھن
 کے مہان انروان کرنے والے کی شکل میں ہی نہیں بلکہ
 مہان سائنٹیک (ادیب) کے طور پر بھی لیا جاتا ہے۔
 کمار جھو 385 عیسوی میں چھن پہنچے اور 16 برس
 تک رہ کر وہاں اونچے سائنکھ کے نرسان میں لگے رہے۔

مردمی کا اور چتر کا

ہوندہ دھرم نے چھٹی سادھو کی انمول سہوا کی ۔
چھٹی نے کو بھی اس کی دین اسرہ ۔ اُس سہ سے ملے
ہوئے چتر چوہن میں ہر بان ہو چکے ہوں ، لہکن تن ہوانگ
(بیچ ایشیا) کی گہاؤں میں جو ہوند چتر ملے ہوں
اُن سے بچہ لگتا ہے کہ چتر نے وہیں بھی اُنہوں نے چوہن
کی شان اُسی طرح ہوائی جیسے مورتی نے میں شہنسی
ہو ، شاتلک ہو ، شہنسی اور کٹسی صوبوں میں
اُس سے کی مورتی نے سندر کہندہ ہوں ۔ سندر میں
شاید ہ کوئی ایسا ہوا مہوزم ہو ، جہاں اِن صوبوں
سے ملی ہوئی کوئی نہ کوئی مورتی نہ رکھی ہو ۔ اُتری
سمرات ' تو پانچو ' نے اور اُس کے اُترادھاریوں نے اُس
سے کی مورتی کی دیکھ دیکھ کا لگتا اچھا انتظام کیا
کہ ملہ کی توڑ پھوڑ کے بعد بھی اُن میں سے کتنی ہی
ہو۔ تہاں بچ گئوں ۔ 414-520 عیسوی کے بیچ توپا
سمرات نے پہلے دی ۔ اُی راجدھانی کے پاس پھر آدھونک
تھا۔ تلگ (شانسی) کے پاس تلگے ہی وہاں پہاڑوں کو ٹھوٹ
کر ہلوائے ۔ یہ وہی سہ تھا ، جبکہ اُجلتا کے وہاں بن رہے
تھے ۔ اِن گہاں وہاڑوں کو سندر مورتیوں سے سجایا گیا تھا ۔
توپا اور دوسرے راج ورشوں نے اور کئی جگہ گہاں وہاں
ہلوائے جن میں شہنسی میں تے بن ، شان تن ،
نی چنگ ، لوپانگ کے پاس لو من اور بیچ ایشیا

81 سال بعد شروع ہوا، جبکہ پارٹھون ودوان آن سی۔ (76-149 عیسوی میں) چھن پھونچے۔ اُس سے ان پر پارٹھون ونہی کا راج تھا۔ شک اور پارٹھون دونوں اُسی پرانے شک جن سے سمندر رکھتے تھے، جن سے یورپی یورپ کی سلاطین جانتیاں نکلیں۔ اُن یا اُن سی ملی بھاشا میں پارٹھون کو کہتے ہیں۔ سی۔ کاؤ کے میں کہا جاتا ہے کہ اُنہوں نے راج چھوڑ کر بھکشو لیا تھا۔ کشمیر کی طرح بڑے ایشیا کے راستے وہ 1 عیسوی میں چین کی راج دھانی لویانگ میں نیچے اور وہاں کے سفیر گھوڑے ومار میں دھلے لگے۔ اچھے سال کے چھن کے جہون میں انہوں نے بھارتی امداد سے چھٹی ودوانوں کو پرچیت کرانے کے لئے ایک مصلحت کی۔ اُن سی۔ کاؤ کے سر اگر چین میں دھرم کی نیو مضبوط کرنے کا سہرا ہے، تو ساتھ ہی ساتھ میں دیشوں کے کلچری سمندر کو مضبوط کرنے کا سہرا اُنہوں کے سر باندھنا پڑے گا۔ اُن کے 95 اڈے کئے گئے ہیں 55 اب بھی ملتے ہیں۔ اُن میں چین نے سبھی مہدائوں میں بڑی کی تھی۔ راج کچی اور کلچری دونوں طرح سے سے چین کا بہت در در تک پہنچا ہوا۔ ساتھ ساتھ نیو نیو ایجادیں سبھی طرف چین نے اُس کال ترقی کی تھی اُسی ترقی میں بھارتی بودہ دھرم بھی پھونچ کر ہاتھ بٹایا تھا۔ اُس کال کے دوسرے اڈے کرنے والے اور پرچار کرنے والے چو۔ اُن سی (بھارتی بل) اور نن کو۔ او۔ بھارتی نن، کھانک کے اور گ۔ مونگ سنگ تاجک تھے۔ چین میں اُس ت بھارتی وچار دھارا اور کچر کا اندا سوانت ہوا کہ اس کام میں ہاتھ بٹانے کے لئے ختن تاجکستان بھارت سنگھل سے کتے ہی ودوان وہاں پھونچے۔ میں چین آئے کی سہانتا سے سب سے آئے نن۔ فو سی کی ہم کا بہت پرچار تھا جس کا ادھیا تمکتا (روحانیت) گہرا تعاقب نہیں تھا۔ ناز کی تعلیم میں دھرم اور تھا۔ پر اُس میں دنیا سے انکاؤ اُن تک تھا۔ بودہ دھرم طرف وہاں کے سرچنے وچارنے والوں کا دھیان کس لئے تھا، کے بارے میں اُس سے لے ایک چھٹی ودوان کی رائے تھی—

”کن فوسی تعلیم حکومت کے جیادہ گامبر سواलों کا کوئی उत्तर نہیں دے سکتی۔ وہ ن जीवन संग्राम में लड़ने के लिये आदमी को शक्ति दे सकती है, और न मौत के समय तसल्ली हाँ” चीन کی विचार धारा के साथ मिलने और समझौता करने के लिये हमारे भारती नुमाइन्दे बराबर तैयार रहते थे. ईसा की दूसरी सदा में दक्खिनी चीन में मू-चू एक मशहूर बौद्ध विद्वान थे. उनकी राय थी—”कंग कांग-चे धर्म राज धर्म हो सकता है, लेकिन बौद्ध धर्म जनता का धर्म है. बुद्ध की तालीम चीन के पुराने

سال بعد شروع ہوا، جبکہ پارٹھون ودوان آن سی۔ (76-149 عیسوی میں) چھن پھونچے۔ اُس سے ان پر پارٹھون ونہی کا راج تھا۔ شک اور پارٹھون دونوں اُسی پرانے شک جن سے سمندر رکھتے تھے، جن سے یورپی یورپ کی سلاطین جانتیاں نکلیں۔ اُن یا اُن سی ملی بھاشا میں پارٹھون کو کہتے ہیں۔ سی۔ کاؤ کے میں کہا جاتا ہے کہ اُنہوں نے راج چھوڑ کر بھکشو لیا تھا۔ کشمیر کی طرح بڑے ایشیا کے راستے وہ 1 عیسوی میں چین کی راج دھانی لویانگ میں نیچے اور وہاں کے سفیر گھوڑے ومار میں دھلے لگے۔ اچھے سال کے چھن کے جہون میں انہوں نے بھارتی امداد سے چھٹی ودوانوں کو پرچیت کرانے کے لئے ایک مصلحت کی۔ اُن سی۔ کاؤ کے سر اگر چین میں دھرم کی نیو مضبوط کرنے کا سہرا ہے، تو ساتھ ہی ساتھ میں دیشوں کے کلچری سمندر کو مضبوط کرنے کا سہرا اُنہوں کے سر باندھنا پڑے گا۔ اُن کے 95 اڈے کئے گئے ہیں 55 اب بھی ملتے ہیں۔ اُن میں چین نے سبھی مہدائوں میں بڑی کی تھی۔ راج کچی اور کلچری دونوں طرح سے سے چین کا بہت در در تک پہنچا ہوا۔ ساتھ ساتھ نیو نیو ایجادیں سبھی طرف چین نے اُس کال ترقی کی تھی اُسی ترقی میں بھارتی بودہ دھرم بھی پھونچ کر ہاتھ بٹایا تھا۔ اُس کال کے دوسرے اڈے کرنے والے اور پرچار کرنے والے چو۔ اُن سی (بھارتی بل) اور نن کو۔ او۔ بھارتی نن، کھانک کے اور گ۔ مونگ سنگ تاجک تھے۔ چین میں اُس ت بھارتی وچار دھارا اور کچر کا اندا سوانت ہوا کہ اس کام میں ہاتھ بٹانے کے لئے ختن تاجکستان بھارت سنگھل سے کتے ہی ودوان وہاں پھونچے۔ میں چین آئے کی سہانتا سے سب سے آئے نن۔ فو سی کی ہم کا بہت پرچار تھا جس کا ادھیا تمکتا (روحانیت) گہرا تعاقب نہیں تھا۔ ناز کی تعلیم میں دھرم اور تھا۔ پر اُس میں دنیا سے انکاؤ اُن تک تھا۔ بودہ دھرم طرف وہاں کے سرچنے وچارنے والوں کا دھیان کس لئے تھا، کے بارے میں اُس سے لے ایک چھٹی ودوان کی رائے تھی—

چین پر بوجدھ دھرم کا اثر

(महा पंडित राहुल सांकृत्यायन)

چین میں ایسی پرम्پراؤں मिलती हैं जो ईसा से दो सदी पहले वहाँ बौद्ध धर्म के जाने को साबित करना चाहता है, लेकिन उनका आधार ठोस नहीं है. तो भी अगर नए चीनी जनराज की सीमा को ले लें तो सिंकांग में बौद्ध धर्म के ईसा से पहले तीसरी सदी में पहुंचने को नामुमकिन नहीं कहा जा सकता. लेकिन हान वंश (220-25 ईसवी) के समय तो जरूर ही चीन में बौद्ध धर्म पहुंच चुका था. इसी वंश का राजा मिंग-ती (58-76 ईसवी) को बौद्ध धर्म का प्रचारक माना जाता है. राजाओं की प्रधानता के जमाने में हर चीज का राजा के साथ नाता जोड़ना जरूरी समझा जाता था.

अगर तुर्क सम्राट 'तू-बा' (568-809) और उसकी प्रजा पर एक जंगी कैदी बौद्ध भिक्षु असर डाल सकता था, तो लाखों का तादाद में जो बौद्ध, शक, हुन, जंगी कैदी हां कर चीन में जाते थे, उनसे बौद्ध धर्म का प्रचार चना जनता को नहीं मिला हां, यह नहीं माना जा सकता. मिंग-ती के बौद्ध धर्म को अपनाने का यह मतलब समझना चाहिये कि अब वह चीनी राजाओं में भी मान के कबिल हो चला. मिंग-ती ने बौद्ध धर्म की किताबों और भिक्षुओं को लाने के लिये अपने दूत बाहर भेजे. उन्हीं के साथ धरमी किताबें लिये 67 ईसवी में कश्यप मतंगा और धर्म रतन दो भारती भिक्षु चीन पहुँचे. भारती ग्रंथ का सब से पुराना अनुवाद कश्यप ही का है, जो अब भी मिलता है. मिंग-ती ने सफेद घोड़ों पर चढ़कर राजधानी लो-यांग पहुंचने वाले इन भिक्षुओं का बड़ा स्वागत किया, और उनके लिये वहाँ सफेद घोड़ा विहार (पे-मा-से) बनवाया. कश्यप बीच मंडल के निवासी थे. बौद्ध ग्रंथों में कुरुक्षेत्र से संथाल परगना और हिमालय से विन्ध्याचल के बीच की भूमि यानी आजकल का उत्तर प्रदेश और बिहार को बीच मंडल कहा जाता है. कश्यप हीन साहित्य के पंडित थे. वह दक्खिन भारत में धर्म प्रचार के लिये गए थे. उनके साथी धर्म रतन भी बीच मंडल के रहने वाले विद्वान थे. अगरचे कश्यप और धर्म रतन ने और भी ग्रंथों का अनुवाद किया था, लेकिन वह अब मिलते नहीं हैं, तो भी उन्होंने अपने पढ़ने पढ़ाने, बहस और सत संग के जरिये जो काम किया, वह चीन को भारत के नजदीक लान में बड़ा सहायक हुआ, इसमें शक नहीं.

साहित्य के मैदान में सब से ठोस काम कश्यप के

چین پر بوجدھ دھرم کا اثر

(महा पंडित राहुल सांकृत्यायन)

چین میں ایسی پرम्پراؤں मिलتی हैं जो ईसा से दो सदी पहले वहाँ बौद्ध धर्म के जाने को साबित करना चाहता है, लेकिन उनका आधार ठोस नहीं है. तो भी अगर नए चीनी जनराज की सीमा को ले लें तो सिंकांग में बौद्ध धर्म के ईसा से पहले तीसरी सदी में पहुंचने को नामुमकिन नहीं कहा जा सकता. लेकिन हान वंश (220-25 ईसवी) के समय तो जरूर ही चीन में बौद्ध धर्म पहुंच चुका था. इसी वंश का राजा मिंग-ती (58-76 ईसवी) को बौद्ध धर्म का प्रचारक माना जाता है. राजाओं की प्रधानता के जमाने में हर चीज का राजा के साथ नाता जोड़ना जरूरी समझा जाता था.

اگر ترک سمراٹ 'توبا' (568-809) اور اُسکی پرچا پر ایک جنگی قیدی بوجدھ دھرم کو اثر ڈال سکتا تھا، تو لاکھوں کی تعداد میں جو بودھ، شک، ہن، جنگی قیدی ہو کر چین میں جاتے تھے، ان سے بودھ دھرم کا پھیلتے چھلنے جلتا کو نہیں ملا، یہ نہیں مانا جا سکتا. ملگ تی کے بودھ دھرم کو اپنے لائے کا یہی مطلب سمجھنا چاہئے کہ اب وہ چھلنے دھرم میں بھی مان کے قابل ہو چکا. ملگ تی نے بودھ دھرم کی کتابوں اور بھکشوؤں کو لانے کے لئے اپنے دوت باہر بھیجے. انہوں نے ساتھ دھرمی کتابیں لئے 67 عیسوی میں کشمپ متنگا اور دھرم رتن دو بھارتی بھکشو چین پہونچے. بھارتی گرتھ کا سب سے پرانا انوار کشمپ ہی کا ہے، جو اب بھی ملتا ہے. ملگ تی نے سفید گھوڑوں پر چڑھ کر راجدھانی لویانگ پہونچنے والے ان بھکشوؤں کا بڑا سواگت کیا، اور ان کے لئے وہاں سفید گھوڑا دھار (پے - ما - سے) بلوایا. کشمپ بھج ملنگ کے نواسی تھے. بودھ گرتھوں میں کورکشتر سے ملنگھال پرگنہ اور مالہ سے وندھیاچل کے بھج کی بھومی یعنی آجکل کا تر پردیس اور بہار کو بھج ملنگ کہا جاتا ہے. کشمپ میں ساتھ کے پندت تھے. وہ دکن بھارت میں دھرم پرچار کے لئے گئے تھے. ان کے ساتھی دھرم رتن بھی بھج ملنگ کے دھلے والے دیوان تھے. اگرچہ کشمپ اور دھرم رتن نے اور بھی گرتھوں کا انوار کیا تھا، لیکن وہ اب ملتے نہیں ہیں، تو بھی انہوں نے اپنے پڑھنے پڑھانے، بحث اور ست ملگ کے ذریعے جو کام کیا، وہ چین کو بھارت کے نزدیک لانے میں بڑا سہاگ ہوا، اس میں شک نہیں.

ساتھ کے میدان میں سب سے تھوس کام کشمپ کے

اس موسم میں گلاب کی کتب پھلک دو !
 گرمی کی دیر سونے کے لیے ہے۔
 جاڑے کے برقیلے توفانیوں میں،
 پڑاؤ نہیں ہو سکتی—
 کچھ لکھنا رکھنے سے کیا فریاد—
 انہیں فک دو !

دین کائنات کے پہلے وہاں کی سرمایہ دار
 سرکار انکی گادی کماڑے کس طرح لیتی تھی۔ اس
 کا جھکر نہ لے لیتے گیت میں کیا گیا ہے۔ جارا گار
 کرماڑے—

سنگیت کی مٹے سوروں سے،
 ہم نے دھان کھیتوں میں روپی۔
 ہماری آشاؤں کے ساتھ،
 ہمارے دھان بڑے۔
 کڑی مہنت کے بعد، ہمارے جانور دھان چر رہے ہیں،
 پر سرکاری افسر، نپے چاٹوں کے،
 پکوان کھا رہے ہیں۔
 اور ہم کسانوں، مہنت کشوں، دھرتی کے لالوں کو،
 دھان کے چھلکوں پر سلتوش کرنا پڑتا ہے۔
 سرکاری دفتر میں جا کر ہمیں اپنی ساری کمائی،
 زبردستی چھوڑ دی گئی ہے۔

چین اور ہند کے یہ دیہاتی گیت کتنے ملتے جلتے
 ہیں۔ آج چین میں پوری سماجی آزادی ہے اور کسانوں
 مزدوروں کے سروں سے دھوئیں اور نکالنے کے کالے بادل
 چھٹ رہے ہیں۔ وہاں کی یونجی وادی سرکار کی طرح
 اب وہ لوگ گیت بھی بدل جائیں گے جن میں اپنی
 تکلیفوں کا کارن بھاگتا اور بھگوان کی اچھا کو سمجھکر
 سلتوش کر لیا جاتا تھا۔ کیونکہ عوامی انقلاب نے جلتا
 کی ذہنیت کو بھی بدل دیا ہے۔ چینی کسان اور
 مزدور اب اپنے ہاتھوں اپنی قسمت بدل چکے ہیں اور
 یونجی واد اور سامراج واد کے ظالم ہاتھوں کچلی ہوئی
 انکی آتماؤں میں آزادی کی چمک اگنی ہے اور ان
 میں ایک نیا جوش پیدا ہو گیا ہے۔ انکے دل آتموہواس
 اور خود اعتمادی سے بھر گئے ہیں۔

چین کی مہان کرائی کے پہلے وہاں کی سرمایہ دار
 سرکار انکی گادی کماڑے کس طرح لیتی تھی! اسکا
 ذہن نیچے لکھ گھٹ میں کیا گیا ہے۔ ذرا غور فرمائیے—
 سنگیت کے مٹے سوروں سے
 ہم نے دھان کھیتوں میں روپی۔
 ہماری آشاؤں کے ساتھ،
 ہمارے دھان بڑے۔
 کڑی مہنت کے بعد، ہمارے جانور گھاس چر رہے ہیں،
 پر سرکاری افسر، نئے چاٹوں کے،
 پکوان کھا رہے ہیں۔
 اور ہم کسانوں، مہنت کشوں، دھرتی کے لالوں کو،
 دھان کے چھلکوں پر سلتوش کرنا پڑتا ہے۔
 سرکاری دفتر میں جا کر ہمیں اپنی ساری کمائی،
 زبردستی چھوڑ دی گئی ہے۔

چین اور ہند کے یہ دیہاتی گیت کتنے ملتے جلتے
 ہیں۔ آج چین میں پوری سماجی آزادی ہے اور کسانوں
 مزدوروں کے سروں سے دھوئیں اور نکالنے کے کالے بادل
 چھٹ رہے ہیں۔ وہاں کی یونجی وادی سرکار کی طرح
 اب وہ لوگ گیت بھی بدل جائیں گے جن میں اپنی
 تکلیفوں کا کارن بھاگتا اور بھگوان کی اچھا کو سمجھکر
 سلتوش کر لیا جاتا تھا۔ کیونکہ عوامی انقلاب نے جلتا
 کی ذہنیت کو بھی بدل دیا ہے۔ چینی کسان اور
 مزدور اب اپنے ہاتھوں اپنی قسمت بدل چکے ہیں اور
 یونجی واد اور سامراج واد کے ظالم ہاتھوں کچلی ہوئی
 انکی آتماؤں میں آزادی کی چمک اگنی ہے اور ان
 میں ایک نیا جوش پیدا ہو گیا ہے۔ انکے دل آتموہواس
 اور خود اعتمادی سے بھر گئے ہیں۔

چین اور ہند کے یہ دیہاتی گیت کتنے ملتے جلتے
 ہیں۔ آج چین میں پوری سماجی آزادی ہے اور کسانوں
 مزدوروں کے سروں سے دھوئیں اور نکالنے کے کالے بادل
 چھٹ رہے ہیں۔ وہاں کی یونجی وادی سرکار کی طرح
 اب وہ لوگ گیت بھی بدل جائیں گے جن میں اپنی
 تکلیفوں کا کارن بھاگتا اور بھگوان کی اچھا کو سمجھکر
 سلتوش کر لیا جاتا تھا۔ کیونکہ عوامی انقلاب نے جلتا
 کی ذہنیت کو بھی بدل دیا ہے۔ چینی کسان اور
 مزدور اب اپنے ہاتھوں اپنی قسمت بدل چکے ہیں اور
 یونجی واد اور سامراج واد کے ظالم ہاتھوں کچلی ہوئی
 انکی آتماؤں میں آزادی کی چمک اگنی ہے اور ان
 میں ایک نیا جوش پیدا ہو گیا ہے۔ انکے دل آتموہواس
 اور خود اعتمادی سے بھر گئے ہیں۔

لڑکی—میرے پاس بےک نہیں ہے۔

سکھی—تو کھانا کھوں نہیں کھاتی ؟

لڑکی—کوئی ساتھی نہیں ہے۔

سکھی—اچھا ! اٹھ دیا تو جلا۔

لڑکی—چوپ بھی رہ ! دیکھ، تھکان بٹ رہا ہے۔

لڑکی کی سکھی خیر بٹتی ہے اور بالآخر میں کہتی ہے—’اچھا دیکھو ! تمہارا شریتم شام تک ضرور آجائے گا‘۔

افیم چین کی چیخ نہیں ہے۔ ویدیشیوں نے اس کا پرچار چین میں کر کے چین کو بڑا نیکسان پہنچایا ہے۔ افیم کے بارے میں بھی ایک کہت ہے—

افیم کسی دوسرے دیش سے یہاں آئی،

چاروں آور سے وہ ہماری ہتھیا کر رہی ہے۔

موت سے پہلے ہم موت کے منہ میں سمارے ہیں،

افیمچیوں کا دیا تھوک ایسا لگتا ہے،

جیسا کہ قبر کے پاس جلا کرتا ہے۔

دھن اور طاقت کا ناٹ ہو گیا،

ہمارے پاس، ہاں ! اب تک نہ بچا۔

کپڑے نہ رہے،

اور نہ کوئی سچا سانہی ہی رہا۔

ایک بڑا بھائی اپنی زندگی کی آخری منزلوں طے کر رہا ہے۔ اپنی بھتیجی کی اور وہ بھوم کر دیکھتا ہے۔ نراشا سے اس کا دل فسوس کرنے لگتا ہے۔ زندگی کا بہت سا سہمے اٹھنے بھڑکی میں ہی رہا دیا۔ وہ کہتا ہے—

سوچا تھا بچپن میں، نگاڑا بجاؤں گا،

پر اب کام کٹھن لگا۔

فیر سوچا کہ توپیاں ہی بونوں،

پر میں ایک بھی توپی نہ بن سکا۔

فیر سوچا جڈاڑی کا کام ہی کروں،

پر ایک ڈوٹی کتلی بھی نہ جوڑ سکا۔

اے بھگوان ! تونے مجھے اور کچھ نہ بنایا ؟

ہاں ! میں سینی پیرونے کا کام بنا تو نہیں کر سکا۔

اسی سوچ میں میں بڑا ہو گیا ہوں،

جیندگی کی آخری منزل پر کھڑا ہوں۔

چین میں کچھ بچے پڈاڑی سے جی چراتے ہیں۔ ایک ایسے ہی چہلی لڑکے کا کہت ہے—

بسمت، قدرت کی کتاب پڑنے کا سامان ہے،

لڑکی—میرے پاس بےک نہیں ہے۔

سکھی—تو کھانا کھوں نہیں کھاتی ؟

لڑکی—کوئی ساتھی نہیں ہے۔

سکھی—اچھا ! اٹھ دیا تو جلا۔

لڑکی—چوپ بھی رہ ! دیکھ، تھکان بٹ رہا ہے۔

لڑکی کی سکھی خیر بٹتی ہے اور بالآخر میں کہتی ہے—’اچھا دیکھو ! تمہارا شریتم شام تک ضرور آجائے گا‘۔

افیم چین کی چیخ نہیں ہے۔ ویدیشیوں نے اس کا پرچار چین میں کر کے چین کو بڑا نیکسان پہنچایا ہے۔ افیم کے بارے میں بھی ایک کہت ہے—

افیم کسی دوسرے دیش سے یہاں آئی،

چاروں آور سے وہ ہماری ہتھیا کر رہی ہے۔

موت سے پہلے ہم موت کے منہ میں سمارے ہیں،

افیمچیوں کا دیا تھوک ایسا لگتا ہے،

جیسا کہ قبر کے پاس جلا کرتا ہے۔

دھن اور طاقت کا ناٹ ہو گیا،

ہمارے پاس، ہاں ! اب تک نہ بچا۔

کپڑے نہ رہے،

اور نہ کوئی سچا سانہی ہی رہا۔

ایک بڑا بھائی اپنی زندگی کی آخری منزلوں طے کر رہا ہے۔ اپنی بھتیجی کی اور وہ بھوم کر دیکھتا ہے۔ نراشا سے اس کا دل فسوس کرنے لگتا ہے۔ زندگی کا بہت سا سہمے اٹھنے بھڑکی میں ہی رہا دیا۔ وہ کہتا ہے—

سوچا تھا بچپن میں، نگاڑا بجاؤں گا،

پر اب کام کٹھن لگا۔

فیر سوچا کہ توپیاں ہی بونوں،

پر میں ایک بھی توپی نہ بن سکا۔

فیر سوچا جڈاڑی کا کام ہی کروں،

پر ایک ڈوٹی کتلی بھی نہ جوڑ سکا۔

اے بھگوان ! تونے مجھے عورت کیوں نہ بنایا ؟

ہاں ! میں سینی پیرونے کا کام بنا تو نہیں کر سکا۔

اسی سوچ میں میں بڑا ہو گیا ہوں،

جیندگی کی آخری منزل پر کھڑا ہوں۔

چین میں کچھ بچے پڈاڑی سے جی چراتے ہیں۔ ایک ایسے ہی چہلی لڑکے کا کہت ہے—

بسمت، قدرت کی کتاب پڑنے کا سامان ہے،

ہیں۔ پورا ایک مہینہ لہری بھی سونے—

میرے راجا مرنے سوجا،
ن تو ماں ہوں لپا۔
سوجا میرے راجا دھلا،
ن تو میرا لپا۔
سوجا میرے آٹھ کے تارے،
کھنکا باپا آیا۔
پیٹ پہ اس کے ایک ننگا،
مرنے کو ڈرنا۔

بین میں بھی چھڑیوں کی بولی سے شگون دیکھا کیا
جاتا ہے۔ ہمارے دیش کے نکل کتھ کی طرح ”دووی
بھائی کی چھڑی چھڑی سمجھی جاتی ہے۔ ایک

چھڑی دیکھی کی کی بول رہی ہے،
میتے سوروں میں بول رہی ہے۔
اب پیتا بہت سادھن کھاؤنگے،
ماں کے آٹھ بے ہونگے۔
بھائی کا بھی وراہ ہو جائے گا؛
بھائی آئے کی آئے بھی بچے ہونگے،
اور مجھے چھڑا چاچا کھکر پکارتے۔

بین کے مچھڑا اپنی مہنت اور کاریگری کے لیے
دنیایا ہر میں مچھڑا ہے۔ ایک مچھڑا کا کہت ہے—

دھنکھن سے بادل بٹ رہے ہیں،
کھنکھن سے نکال لہو۔

× × × × × ×
دھنکھن سے بادل بٹ رہے،
کا پانی ہر میں دھنکھن دھنکھن۔

× × × × × ×
دھنکھن سے بادل آیا،
دھنکھن سے بچنے کو تیار ہو جاؤ۔

× × × × × ×
دھنکھن میں بادل بٹے،
میتے کی دیکھی دھنکھن کے کپڑے پہن رہی ہے۔

ایک بین کی لہری اپنے پریم کے برہ میں بیٹھی ہے۔
دھنکھن کے مارے دھنکھن گیلی ہو بٹی ہیں۔ دھنکھن ایک
دھنکھن دھنکھن کا کارن پڑھتی ہے۔ پر لہری کا
دھنکھن ہے؟ پورا دھنکھن دھنکھن بھی سونے—

دھنکھن—دھنکھن (گوری) دھنکھن دھنکھن۔

ہیں۔ ذرا ایک مہینہ لہری بھی سونے—

میرے راجا مرنے سوجا،
ن تو ماں ہوں — کھائے۔
سو جا میرے راجا دھلا،
ن تو میرا کھائے۔
سو جا میرے آٹھ کے تارے،
جھنکا باپا آئے۔
پیٹ پہ اُس کے ایک ننگا،
مرنے کو ڈرنا۔

چھڑیوں میں بھی چھڑیوں کی بولی سے شگون دیکھا کیا
جاتا ہے۔ ہمارے دیش کے نکل کتھ کی طرح ”دووی
بھائی کی چھڑی چھڑی سمجھی جاتی ہے۔ ایک

چھڑی دووی کی بول رہی ہے،
میتے سوروں میں بول رہی ہے۔
اب پیتا بہت سادھن کھاؤنگے،
ماں کے اور بچے ہونگے۔

بھائی کا بھی وراہ ہو جائے گا؛
بھائی آئے کی آئے بھی بچے ہونگے،
اور مجھے چھڑا چاچا کھکر پکارتے۔

چھڑی کے مچھڑا اپنی مہنت اور کاریگری کے لیے
دنیایا ہر میں مشہور ہیں۔ ایک مچھڑا کا کہت ہے—
دھنکھن سے بادل بٹ رہے ہیں،
کھنکھن سے نکال لہو۔

× × × × × ×
دھنکھن سے بادل بٹ رہے،
کا پانی ہر میں دھنکھن دھنکھن۔
× × × × × ×
دھنکھن سے بادل آیا،
دھنکھن سے بچنے کو تیار ہو جاؤ۔
× × × × × ×
دھنکھن میں بادل بٹے،
میتے کی دیکھی دھنکھن کے کپڑے پہن رہی ہے۔

ایک بین کی لہری اپنے پریم کے برہ میں بیٹھی ہے۔
دھنکھن کے مارے اُس کی آنکھیں کھلی ہو آتی ہیں۔ اُسکی
سکھی اُس سے دھنکھن کا کارن پڑھتی ہے۔ پر لہری
جواب دے؟ ذرا اُن کا سوال جواب بھی سونے—
سکھی — چھڑی (گوری) دھنکھن دھنکھن۔

تو نے دلہے کو کیا دیکھا ہے ؟
 پہاڑ کی طرح پہرے والے،
 جس کے घर میں جان تک نہیں ہے۔
 ايسے دلہے کو کیا دیکھا ہے ؟
 جسے ہنسنا تک نہیں آتا،
 آواری نہی دلہن!
 توجہ تو اُرد بلاؤ کے ساتھ،
 بھاہ دیا جائے گا۔

لےکین شادی کی رسمیں پوری ہوتے ہی ساری چھل پھل
 گھٹ جاتی ہے، دلہن کی بیاہ کے সময় اسکی
 ساری ساری سبب چھل بھل جاتی ہے، پیاری ساری
 بیاہ میں اسکی ساری سبب گیلی ہو جاتی ہے۔ بھر
 اسے گلی سے بھ کھتی ہے—

آٹھ آدمی پل بھر میں تیری پالکی اٹھاؤ، توجہ
 سسرا ل جانا ہی پڑے گا—
 بیاہ اپنی بھن کو پالکی میں بیٹھاؤ، بھنیں
 آؤں میں اس بھر کر بھن کو بیاہ کریں گی—
 بیاہ کی خوشی میں، غنٹے بج رہے ہیں، آتیش باجی
 جھٹ رہی ہے،

پر ساری تیرے بیاہ میں،
 ہم سب ساریاں رو رہی ہیں۔

سوی سوا سو سال پہلے چین میں کبھی کبھی بڑی بڑی
 بیاہیں کی شادی چھوٹے لوگوں سے کر دی جاتی تھی۔ ان
 بیاہوں کو اپنے بیاہ کے گھر رہنا پڑتا تھا اور ان کی
 ساریاں ان سے بھڑکاؤ کا پرتاؤ کیا کرتی تھیں۔ اس
 طرح کی ایک بیاہ کی چھوٹی بھن کہتی ہے —
 'میری بھن، تیرا سترہواں سال پورا ہو گیا،'
 دو چار سال میں تو اس کی ہوجائے گی؛
 پرتاؤ دلہا تو صرف دس سال کا ہی رہے گا۔

× × × ×
 ایک دن دونوں ساتھ ساتھ پنگھٹ جائیں گے،
 میری بھن دلہے سے کٹلی اونچی لکے گی۔

میری بھن دلہے سے کیتنی اُچی لگے گی۔

میری بھن کہے گی— "اگر تیری ماں مجھے ستائے
 گی — تو اے دلہے! میں تجھے اسی کٹلیوں میں
 ڈھکھول دوں گی۔"

چھوٹی ماٹاں بھی ہندوستانی ماٹاؤں کی طرح اپنے
 بیاہ کو قرا کر ساری کی کوشش کرتی ہیں۔ وہ اپنے بچوں
 کو 'ماں' نام کے دیکھ کا نام لے کر ڈرایا کرتی

لےکین شادی کی رسمیں پوری ہوتے ہی ساری
 چھل پھل جاتی ہے، دلہن کی بیاہ کے সময় اس
 کی ساری ساری سبب چھل بھل جاتی ہے، پیاری ساری
 بیاہ میں اسکی ساری سبب گیلی ہو جاتی ہے۔ بھر
 اسے گلی سے بھ کھتی ہے—
 آٹھ آدمی پل بھر میں تیری پالکی اٹھاؤ، توجہ
 سسرا ل جانا ہی پڑے گا—
 بیاہ اپنی بھن کو پالکی میں بیٹھاؤ، بھنیں
 آؤں میں اس بھر کر بھن کو بیاہ کریں گی—
 بیاہ کی خوشی میں، غنٹے بج رہے ہیں، آتیش باجی
 جھٹ رہی ہے،
 پر ساری تیرے بیاہ میں،
 ہم سب ساریاں رو رہی ہیں۔

سو سو سال پہلے چین میں کبھی کبھی بڑی
 بیاہیں کی شادی چھوٹے لوگوں سے کر دی جاتی تھی۔ ان
 بیاہوں کو اپنے بیاہ کے گھر رہنا پڑتا تھا اور ان کی
 ساریاں ان سے بھڑکاؤ کا پرتاؤ کیا کرتی تھیں۔ اس
 طرح کی ایک بیاہ کی چھوٹی بھن کہتی ہے —
 'میری بھن، تیرا سترہواں سال پورا ہو گیا،'
 دو چار سال میں تو اس کی ہوجائے گی؛
 پرتاؤ دلہا تو صرف دس سال کا ہی رہے گا۔

× × × ×
 ایک دن دونوں ساتھ ساتھ پنگھٹ جائیں گے،
 میری بھن دلہے سے کٹلی اونچی لکے گی۔

میری بھن کہے گی— "اگر تیری ماں مجھے ستائے
 گی — تو اے دلہے! میں تجھے اسی کٹلیوں میں
 ڈھکھول دوں گی۔"

چھوٹی ماٹاں بھی ہندوستانی ماٹاؤں کی طرح اپنے
 بیاہ کو قرا کر ساری کی کوشش کرتی ہیں۔ وہ اپنے بچوں
 کو 'ماں' نام کے دیکھ کا نام لے کر ڈرایا کرتی

میری بھن دلہے سے کٹلی اونچی لکے گی۔
 میری بھن کہے گی— "اگر تیری ماں مجھے ستائے
 گی — تو اے دلہے! میں تجھے اسی کٹلیوں میں
 ڈھکھول دوں گی۔"

چھوٹی ماٹاں بھی ہندوستانی ماٹاؤں کی طرح اپنے
 بیاہ کو قرا کر ساری کی کوشش کرتی ہیں۔ وہ اپنے بچوں
 کو 'ماں' نام کے دیکھ کا نام لے کر ڈرایا کرتی

تو تم ہمارے پرستار ہو۔

تمہارے ہاتھ میں سلا ہے۔

تو تم بوجھ پر سوار ہو۔

تو تم کی طرح اُڑ کر تم 'سورگ' میں 'تم'

یو-ہو-آگ سے ملنے جاتے ہو۔

تو تم پاپیوں کو سزا اور پلہم آتماؤں کو انعام دلاتے ہو۔

تو تم مہمان ہو۔

اور دوسرے ہی دن جیسے ہی سورج کی نئی کرنیں
ان پر پڑتی ہیں، چھٹی بجے خوشی کے مارے ناچ
تے ہیں، نئے سال کی خوشی میں وہ گاتے ہیں—

سو اٹ اٹنے سال،

سو اٹ اٹنے سال،

تمہارے آنے کی خوشی میں،

ہم اپنے سب دکھوں کو بھول چکے ہیں۔

(آج) بھائی خوشی سے جھول رہا ہے،

(اور) بہن خوشی سے کود رہی ہے،

(کیونکہ) ماں باپ نے ہمیں نئے نئے انعام دیئے ہیں !

اور—بڑوں نے مٹھی بھر پیسے دیئے ہیں۔

سال کے پہلے دن دیئے گئے یہ پیسے "پاسوئی چٹھن"
تے ہیں۔ بچے انہیں اپنی مرضی کے مطابق خرچ
کے لئے آزاد ہوتے ہیں۔

چین میں بھی ہندوستان کی طرح بھواؤں کی زندگی
ہوں سے بھری ہوئی ہوتی ہے۔ چین کے سونگ راجاؤں
سے وہاں ودھواواہ پاپ سمجھا جاتا تھا۔ بھلک
میں اگر کوئی ودھوا زندگی بھر پھر سے ورا نہیں
ن تھی تو بڑے آدر سے دیکھی جاتی تھی۔ راج کی
ف سے اُسکی عزت ہوتی تھی اور اُسکے نام کی تختیاں
ہوں پر تانگ دی جاتی تھیں۔ راہگیر آدر سے اپنا
انکے سامنے جھکاتے تھے۔ "نوانگ" دیوی کے تھوہار
سے ایک بھوہ کے آسروں میں ڈوبے ہوئے گھٹ کو
سلئے—

نیاگ دیوی کا تھوہار آگیا،

سندھواؤں دیوی کی پوجا کر رہی ہیں۔

سلطان کے لئے پراثر تھا کر رہی ہیں،

ہر میں بھوہ پوجا اور ہلتی کر کے کیا بردان مانگوں؟

ہمارے دیہی کی طرح چین میں بھی شادی بیاہ

ن دعوم دھام سے ہوتے ہیں۔ نئی دلہن کی سکھیاں

کسے چھوڑتی ہیں، یہ اس گیت میں دیکھئے۔

بہن کہتی ہیں—

اور وہ نئی دلہن !

ہماری دہرا کی طرح چین میں بھی شادی بیاہ

ن دعوم دھام سے ہوتے ہیں۔ نئی دلہن کی سکھیاں

کسے چھوڑتی ہیں، یہ اس گیت میں دیکھئے۔

بہن کہتی ہیں—

اور وہ نئی دلہن !

چین کے دیہاتی گیت

(بائے ابرن کمار پچوری)

ہر ایک خلیتھر دیش کی اسلی جناتا تو وھاں کے گاواں مں ہی رھتی ہ۔ دہاتاؤں کی جیندگی سے سمبندھ رلھنے والے گیتوں سے ہمیں اس دیش کی کلچر کو سمفنے مں سب سے جیاوا مدد ملتی ہ۔ سیاسی نیاتی اور اینکلاواؤں کا ابرن ان پر اسر پڑتا ہی ہ، تو ہی وھ اینھوں بدلے مں سہل نہوں ہو پاتے۔ ویاکراں (گرامر) اور چھندوں مں بدھا ہوا سامتیہ (لٹریچر) مں جلتا کے ایک خاص پڑے لکھ شہری آدمیوں کی زندگی ور کچر کے بارے مں ہی بتاتا ہ۔ جلتا کی اصلی حالت تو وھاں کے دیہاتی سامتیہ سے ہی معلوم ہو سکتی ہ۔ دیہاتی گیتوں مں ہمیں وھاں کی عام جلتا کے سکھ دکھ، پریم ہرے اور روزمیں سے ہرے ہوئے ریت رواجوں کا اچھی طرح سے پتہ چلتا ہ۔ ایلئے کہ کسی بھی ملک کی اصلی کچر مں وھاں کے دیہاتی گیتوں کا بہت ہوا ہوتا ہ۔ ہلدسمان کی طرح چھن بھی ایک کھیتھر دیش ہ۔ چھلی جلتا پورے سال کھیتوں مں فصلوں کڑی کرلے کے کام مں مشغول رھتی ہ۔ وھاں کی زمین پتھر پٹی ہ اور تھلے کے موسم مں کرن سردی پڑنے کے کارن انھوں اپنے کام کو پورا کرلے مں بہت سی کھیتاں کا سامنا کرنا پوتا ہ۔ ان کے تھوار ان کی روزانہ کی زندگی مں نہا پن اور تازگی لاکر، انھیں مصہبتوں سے لڑنے کے لئے نہا بل اور نہا جوش دے جاتے مں۔ اس لئے چھلی جلتا تھواروں کا انتظار ہوی ہوتا ہی سے کرنی ہ۔ ان موقعوں پر بچے، بڑے اور نوجوان سہی اپنے گئے کی زندگی مں آئے والی مصہبتوں کا سامنا کرلے کے لکے خود کو تھار کرتے مں۔ سال کے آخری دن چین مں ہوی خوشیاں منائی جاتی مں۔ اس دن چھلی لوگ اپنے دیوی دیوتاؤں کی پوجا کرتے مں۔ اور ان مصہبتوں کو کم کرلے کی پڑا تھلا کرتے مں۔ ایک چھلی کہانی ہ کہ اس دن ان کے کل دیوتا "تساو وانگ یہہ" سورگ کے مالک "یوہو انگ" دیوتا کے پاس جاتے مں۔ اپنے ساتھ وہ در گزے، جن مں دنیا کے ہر انسان کے پپ اور پلہ بند رھتے مں، لے جاتے مں۔ یوہو انگ ان گھروں کو کھولتے مں اور ہر انسان کے پاپوں کے حساب سے سزا اور پلہوں کے حساب سے انعام کا لکھا کرتے مں۔ "تساو وانگ یہہ" کی تعریف مں

ایک دیہاتی گیت ہ —

تساو وانگ یہہ

تم مہلن ہو۔

تساو وانگ-یہہ،

تو مہلن ہو۔

گلیوں تک میں چڑھا ہے اور اپنی سب سے اعلیٰ سے اس نے
ن کو دیکھا ہے، اس مینشن کے صدر پلڈت سنڈر لال
کے بیان سے اوپر کی باتوں کا ثبوت ملتا ہے۔

چینی فلموں کی تکنیک پر لکھنے کے لیے دوسرا
لوکس ضروری ہوگا۔ ہمیں تو یہاں ان فلموں کے سداچار
مطلب ہے۔ تکنیک اور کیمروں کا جہاں تک تعلق ہے
سب، چہن نے روس سے لیا ہے۔ امریکی یا امریکہ کی
مل ہندستانی فلموں کی طرح چینی فلموں کی دھرمی
لڑکی لڑکے کا پریم "ہی نہیں ہوتی — پریم اور پریم
تی کا ایسا ایک مہکتا ہے، لیکن ہر چہ ضرورت کے مطابق
ر تھیک وقت اور تھیک جگہ پر اچھی معلوم ہوتی ہے :

چین میں پریم کی سادہ سے اوپر اٹھ کر دوسرے انسانی
ذہن کی طرف دھیان دیا گیا ہے۔ چہن کو دیکھ
ہکت پھدا کرتے ہیں، وہاں دچنا کرنی ہے، اُسکے لئے
م کرتا پھدا کرتے ہیں۔ ان "انسانوں" کو پھدا
رنا ہے جو انسانیت کو ایک سمجھ سمجھ اور انسانوں
لئے وہ سب کچھ کر سکیں جو کوئی اپنے بہنوئے کے
لئے کرتا آیا ہے۔ چہن والے ان باتوں کے لئے فلم کا صحیح
بہوگ کرتے ہیں۔ یہ ہے چہن کا فلمی سداچار جس
و تعریف کئے ہلا وہ لوگ بھی نہیں دے سکے جو فلموں
لے سخت خلاف ہیں۔ آج آپ ہندستانی یا امریکی
فلموں کو اپنے گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کر ہلا سکوچ انویہو
کے نہیں دیکھ سکتے، لیکن چہن میں آپ ہر چہوئے بڑے
کے ساتھ بیٹھ کر فلم دیکھ سکتے ہیں۔ یقیناً مائٹے آپ کو
سی سے بھی لجا نہیں آئے گی۔ آپ جب حال سے
باہر آئیں گے تو آپ میں ترمان کرنے کا ایک جوش ہوگا
آپ چہن کا ایک آدرش لے کر نکلیں گے، آپ تباہ کی
ہاؤنا آپ میں محسوس کریں گے۔ یہی حال چہن کی
دوسری کلاؤں کا بھی ہے۔

یہ ہے سداچار کی وہ اونچائی جہاں آج وہ نیا چہن
کہتا ہے جو سداچار کی ہوش چوہ کر باتوں نہیں کرتا
پر ہم اُس کے کارنامے کا کچھ اندازہ کر سکتے ہیں۔

یہ ہے سداچار کی وہ اُچائی جہاں آج وہ نیا چہن
کہتا ہے جو سداچار کی ہوش چوہ کر باتوں نہیں کرتا
پر ہم اُس کے کارنامے کا کچھ اندازہ کر سکتے ہیں۔

ہمسایوں کا اس میدان میں نہ تو کچھ نہ تو کچھ ہوتا تھا۔ کھانوں بنا کر سداچار کو نہیں ہو سکتا۔ سداچار کو جنسیت میں کھیلنے کے لیے ضروری ہے کہ جنسیت کا نکتہ استر اونچا کیا جائے۔ چھوٹے موٹے روزگار کی کمی نہیں رہے گی اور لوگ پیمت کی مصیبت سے آزاد ہو گئے ہوں۔ اب انہیں سوچنے بچانے اور نکتہ استر کو اونچا کرنے کا کامیاب سہ ملے گا۔ یہی کارن ہے کہ ان کا سداچار اونچا ہوتا جا رہا ہے۔

جینسی اور دوسری گڑبگڑیوں کو دور کرنے میں چین میں کھانوں سے بہت کم اور شادی سماجی دباؤ سے بہت زیادہ کام لیا گیا ہے۔ اس طرح کا جرم کرنے والوں کو جزیب سزا دی جاتی ہے۔ چین میں کئی مہینوں کی گڈول مشن کو وہیں پر نہ چھوڑ دیا ہوا قصہ معلوم ہوا۔

ایک نوجوان آدمی کسی سرکاری کام سے پھینک کر دوسرے شہر کو بھیجا گیا۔ وہاں اس نے ایسا سرکاری فرض پورا کیا۔ لیکن رات کو کبھی کسی عورت کے پاس چلا گیا۔ ظاہر ہے، قانوناً یہ چھوڑ کوئی جرم نہیں ہے، مگر یہی جب پھینک کر دیا گیا تو اس کے لیے یہ خبر ہو گئی کہ اس محکمہ میں وہ نوجوان ایک افسر تھا۔ پھینک کر دیا گیا۔ اسے لے کر اونچے سے اونچے افسر تک سب جمع ہوئے۔ بڑے افسر نے کھڑے ہو کر سارا قصہ لوگوں کو بتایا اور کہا — ”ہم اپنے رشتہ کا سداچار اونچا کرنا چاہتے ہیں اور ہمارا یہ نوجوان یہ حرکت کر کے آیا ہے۔“ وہ نوجوان شرم سے روئے لگا اور چھلکتے آنسوؤں کے ساتھ اس نے سب سے معافی مانگی اور یقین دلایا کہ آگے سے وہ ایسا کام کرے گا۔ یہ وہی وہ طریقہ جن سے چین کی سرکار اپنے جرم چاروں کو سداچاری بناتی ہے۔

کسی دین کے ساتھ اور سلیمہ میں اس دین کے چھوٹے چھوٹے ڈھانک دکھائی پڑتی ہے۔ ان کا انداز دکھائی پڑتا ہے۔ ان کے ریت راج اور رنگ ڈھنگ سے پتہ چلتا ہے۔ جب ہم چھوٹی سلیمہ اور چھوٹی کلا کو سامنے رکھتے ہیں تو ہمیں پوری طرح معلوم ہوتا ہے کہ ان مہذہبوں میں بھی ملکی سداچار کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ ”میسوں کی سبھت کے رکشک ہیں“ میں ملکی تصویروں کی بھرمار ہوتی ہے، اخباروں کے پورے تصویروں سے بھرے دھتے ہیں، سداچار کو پورے سامنے دینے والے دکھائیں ہر طرف دکھائی پڑتے ہیں۔ لیکن چین میں اس طرح کی اشیاء باتوں کا کہیں گھر بھی نہیں ہے۔ یہ صرف پورے پورے ہاتھ نہیں ہیں یا چھلکوں کا اندھا دھند دشواری نہیں ہے، مہذہب سے لگا ہوا گڈول مشن چین کی

ایک نوجوان آدمی کسی سرکاری کام سے پھینک کر دوسرے شہر کو بھیجا گیا۔ وہاں اس نے ایسا سرکاری فرض پورا کیا۔ لیکن رات کو کبھی کسی عورت کے پاس چلا گیا۔ ظاہر ہے، قانوناً یہ چھوڑ کوئی جرم نہیں ہے، مگر یہی جب پھینک کر دیا گیا تو اس کے لیے یہ خبر ہو گئی کہ اس محکمہ میں وہ نوجوان ایک افسر تھا۔ پھینک کر دیا گیا۔ اسے لے کر اونچے سے اونچے افسر تک سب جمع ہوئے۔ بڑے افسر نے کھڑے ہو کر سارا قصہ لوگوں کو بتایا اور کہا — ”ہم اپنے رشتہ کا سداچار اونچا کرنا چاہتے ہیں اور ہمارا یہ نوجوان یہ حرکت کر کے آیا ہے۔“ وہ نوجوان شرم سے روئے لگا اور چھلکتے آنسوؤں کے ساتھ اس نے سب سے معافی مانگی اور یقین دلایا کہ آگے سے وہ ایسا کام کرے گا۔ یہ وہی وہ طریقہ جن سے چین کی سرکار اپنے جرم چاروں کو سداچاری بناتی ہے۔

کسی دین کے ساتھ اور سلیمہ میں اس دین کے چھوٹے چھوٹے ڈھانک دکھائی پڑتی ہے۔ ان کا انداز دکھائی پڑتا ہے۔ ان کے ریت راج اور رنگ ڈھنگ سے پتہ چلتا ہے۔ جب ہم چھوٹی سلیمہ اور چھوٹی کلا کو سامنے رکھتے ہیں تو ہمیں پوری طرح معلوم ہوتا ہے کہ ان مہذہبوں میں بھی ملکی سداچار کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ ”میسوں کی سبھت کے رکشک ہیں“ میں ملکی تصویروں کی بھرمار ہوتی ہے، اخباروں کے پورے تصویروں سے بھرے دھتے ہیں، سداچار کو پورے سامنے دینے والے دکھائیں ہر طرف دکھائی پڑتے ہیں۔ لیکن چین میں اس طرح کی اشیاء باتوں کا کہیں گھر بھی نہیں ہے۔ یہ صرف پورے پورے ہاتھ نہیں ہیں یا چھلکوں کا اندھا دھند دشواری نہیں ہے، مہذہب سے لگا ہوا گڈول مشن چین کی

کسی دین کے ساتھ اور سلیمہ میں اس دین کے چھوٹے چھوٹے ڈھانک دکھائی پڑتی ہے۔ ان کا انداز دکھائی پڑتا ہے۔ ان کے ریت راج اور رنگ ڈھنگ سے پتہ چلتا ہے۔ جب ہم چھوٹی سلیمہ اور چھوٹی کلا کو سامنے رکھتے ہیں تو ہمیں پوری طرح معلوم ہوتا ہے کہ ان مہذہبوں میں بھی ملکی سداچار کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ ”میسوں کی سبھت کے رکشک ہیں“ میں ملکی تصویروں کی بھرمار ہوتی ہے، اخباروں کے پورے تصویروں سے بھرے دھتے ہیں، سداچار کو پورے سامنے دینے والے دکھائیں ہر طرف دکھائی پڑتے ہیں۔ لیکن چین میں اس طرح کی اشیاء باتوں کا کہیں گھر بھی نہیں ہے۔ یہ صرف پورے پورے ہاتھ نہیں ہیں یا چھلکوں کا اندھا دھند دشواری نہیں ہے، مہذہب سے لگا ہوا گڈول مشن چین کی

کسی دین کے ساتھ اور سلیمہ میں اس دین کے چھوٹے چھوٹے ڈھانک دکھائی پڑتی ہے۔ ان کا انداز دکھائی پڑتا ہے۔ ان کے ریت راج اور رنگ ڈھنگ سے پتہ چلتا ہے۔ جب ہم چھوٹی سلیمہ اور چھوٹی کلا کو سامنے رکھتے ہیں تو ہمیں پوری طرح معلوم ہوتا ہے کہ ان مہذہبوں میں بھی ملکی سداچار کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ ”میسوں کی سبھت کے رکشک ہیں“ میں ملکی تصویروں کی بھرمار ہوتی ہے، اخباروں کے پورے تصویروں سے بھرے دھتے ہیں، سداچار کو پورے سامنے دینے والے دکھائیں ہر طرف دکھائی پڑتے ہیں۔ لیکن چین میں اس طرح کی اشیاء باتوں کا کہیں گھر بھی نہیں ہے۔ یہ صرف پورے پورے ہاتھ نہیں ہیں یا چھلکوں کا اندھا دھند دشواری نہیں ہے، مہذہب سے لگا ہوا گڈول مشن چین کی

کے لیے، اس کی سہولت اور ترقی کے لیے کیا کرنا سیکھ رہا ہے۔ آج چھٹی جلتا کو کسی سرکار سے لہرا رہے ہیں۔ ان کے لئے دنیا کی جلتا ایک ہے — یہ ہے سداچار کی وہ اونچائی جو دھرم پرستوں میں بلند ضرور ہے لیکن دھرم کا تہمتہ مورا پھیلنے والوں نے کبھی اسے اس طرح عمل میں نہیں اٹھایا۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ چوری کرنا کچھ انسانوں کی عادت ہوتی ہے۔ لیکن یہ بات سچائی سے بہت دور ہے۔ انسان کو اگر چہ جہنم بچانے کی سہولتیں ہیں اور سماج کی اس طرح روپ دیکھتا ہو جس میں وہ ایمانداری سے جہنم بچاسکے اور اللہ سے بچا رہے تو وہ ہرگز ہرگز چوری یا بے ایمانی نہیں کرے گا۔ چھن میں ایسا سماج کلڈ پر ہی نہیں عمل میں بھی پیدا کر دیا گیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہاں لوگوں کی ایمانداری چمک اٹھی ہے۔ چوری کے کارن ہی موجود نہیں رہ گئے تو چوری کرنے کی کس کو ضرورت!

جنسی سداچار کی چرچا بہت کی جاتی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کمیونسٹ تو اس سداچار کے وردہی ہیں۔ لیکن عجیب بات ہے کہ کپول وہی دیس آج جنسی جہنم کا آدرش سا بن گئے ہیں جو کہ اچے کو کمیونزم کا ماننے والا کہتے ہیں۔ چھن بھی انہیں دیس میں سے ایک ہے۔ آج چھن میں کوئی بھی دھڑا بائی نہیں رہ گئی۔ ان بہنوں کو چھٹی سرکار نے پختہ سمجھ کر یا بہنے آدمیوں کے سماج کو شدہ رکھنے کے لئے ضروری جان کر جن آدمیوں سے باہر رکھنے کی کوشش نہیں کی۔ قانون پاس کر کے نمائشی طریقے سے دیشاہن کے خاتمے کا تہمتہ مورا بھی نہیں پھینکا۔ چھٹی سرکار کے آدمی ان بہنوں کے بچے میں گئے اور سب کو اکٹھا کر کے ان میں ایک نیا جوش بھر دیا، ایک نیا آدرش ان کے سامنے کھڑا کر دیا۔ کوئی بھی دیشاہن بے خوش نہیں ہوتی، وہ خوش ہو بھی نہیں سکتی۔ لیکن اپنی مجبوریوں کو کہا کرے۔ نئے چھن نے ان مجبوریوں کو ختم کر دیا جو کسی استری کو دیشاہن کے گتھے میں ڈھکھلتی ہیں۔ ان دیشاہن کو کم سکھا کر فیکٹریوں میں بھرتی کر دیا گیا یا کسی دوسرے کام میں لگادیا گیا تاکہ وہ ایمانداری اور عزت سے اپنی روزی کما سکیں۔ بہت بڑی تعداد نے شادیاں بھی کر لیں اور سکھ پڑھان بن گئیں۔

دیشاہن کے ختم کرنے یا دوسرے ایسے موئے سداچار کے آدمیوں کو زندہ کرنے میں چھٹیوں نے دوسروں سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ طریقے بھی اشتعال کئے ہیں لیکن ان غلطیوں سے بچ گئے ہیں جو دوسروں میں ہو چکی تھیں کیونکہ

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ چوری کرنا کچھ انسانوں کی عادت ہوتی ہے۔ لیکن یہ بات سچائی سے بہت دور ہے۔ انسان کو اگر چہ جہنم بچانے کی سہولتیں ہیں اور سماج کی اس طرح روپ دیکھتا ہو جس میں وہ ایمانداری سے جہنم بچاسکے اور اللہ سے بچا رہے تو وہ ہرگز ہرگز چوری یا بے ایمانی نہیں کرے گا۔ چھن میں ایسا سماج کلڈ پر ہی نہیں عمل میں بھی پیدا کر دیا گیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہاں لوگوں کی ایمانداری چمک اٹھی ہے۔ چوری کے کارن ہی موجود نہیں رہ گئے تو چوری کرنے کی کس کو ضرورت!

جنسی سداچار کی چرچا بہت کی جاتی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کمیونسٹ تو اس سداچار کے وردہی ہیں۔ لیکن عجیب بات ہے کہ کپول وہی دیس آج جنسی جہنم کا آدرش سا بن گئے ہیں جو کہ اچے کو کمیونزم کا ماننے والا کہتے ہیں۔ چھن بھی انہیں دیس میں سے ایک ہے۔ آج چھن میں کوئی بھی دھڑا بائی نہیں رہ گئی۔ ان بہنوں کو چھٹی سرکار نے پختہ سمجھ کر یا بہنے آدمیوں کے سماج کو شدہ رکھنے کے لئے ضروری جان کر جن آدمیوں سے باہر رکھنے کی کوشش نہیں کی۔ قانون پاس کر کے نمائشی طریقے سے دیشاہن کے خاتمے کا تہمتہ مورا بھی نہیں پھینکا۔ چھٹی سرکار کے آدمی ان بہنوں کے بچے میں گئے اور سب کو اکٹھا کر کے ان میں ایک نیا جوش بھر دیا، ایک نیا آدرش ان کے سامنے کھڑا کر دیا۔ کوئی بھی دیشاہن بے خوش نہیں ہوتی، وہ خوش ہو بھی نہیں سکتی۔ لیکن اپنی مجبوریوں کو کہا کرے۔ نئے چھن نے ان مجبوریوں کو ختم کر دیا جو کسی استری کو دیشاہن کے گتھے میں ڈھکھلتی ہیں۔ ان دیشاہن کو کم سکھا کر فیکٹریوں میں بھرتی کر دیا گیا یا کسی دوسرے کام میں لگادیا گیا تاکہ وہ ایمانداری اور عزت سے اپنی روزی کما سکیں۔ بہت بڑی تعداد نے شادیاں بھی کر لیں اور سکھ پڑھان بن گئیں۔

دیشاہن کے ختم کرنے یا دوسرے ایسے موئے سداچار کے آدمیوں کو زندہ کرنے میں چھٹیوں نے دوسروں سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ طریقے بھی اشتعال کئے ہیں لیکن ان غلطیوں سے بچ گئے ہیں جو دوسروں میں ہو چکی تھیں کیونکہ

دیشاہن کے ختم کرنے یا دوسرے ایسے موئے سداچار کے آدمیوں کو زندہ کرنے میں چھٹیوں نے دوسروں سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ طریقے بھی اشتعال کئے ہیں لیکن ان غلطیوں سے بچ گئے ہیں جو دوسروں میں ہو چکی تھیں کیونکہ

گنبدقداری کے لئے بہتے۔ انہیں کہتے ہیں۔ جو کچھ بھی
 چین میں ان کے لئے کیا گیا ہے اس سے آج کے لئے انہیں
 ان کے لئے کیا گیا ہے۔ انہیں کہتے ہیں۔ جو کچھ بھی
 ان کے لئے کیا گیا ہے۔ انہیں کہتے ہیں۔ جو کچھ بھی

سب سے پہلے ہماری اورتوں اور شاہی کی سنانے والی
 شاہی کی رسماً سے لڑکا یا گیا ہے۔ پہلے سال سننے
 سرکار نے شاہی کا ایک نیا قانون بنایا ہے جس نے ایک
 انڈیا اور سمندر کی شاہی کا طریقہ کارایم کر
 دیا ہے۔ اس قانون نے تھاکر کی آزادی دی ہے، اورتوں کو
 دوسری شاہی کرنے کا حق دیا ہے، اورتوں کو اس قانون
 نے جائداد میں حصہ دیا ہے اور اس کو جائداد کی
 وراثت کا بھی حق مل گیا ہے۔ قانون نے اورتوں کو
 نہ صرف کالڈ پر یہ حق دیا ہے بلکہ اس حق کی رکشا بھی
 کرتا ہے۔ ان میں بال پن کی شادی سے ختم
 کوئی گئی ہے۔ بھارتی ہونے کے علاوہ رکھول رکھنے کا
 رواج قانوناً ختم کر دیا گیا ہے۔ ویشہا بن اب گذرے زمانے
 کی چیز ہے۔ اس قانون نے چوٹی گھروں میں خوشحالی
 کی لگا بھائی ہے۔

چین میں سداچار

(مائے مونیہ ریڈی)

دنیا میں دو طرح کے گروہ ہیں—ایک وہ جو سداچار
 کا بھول خوب پہنتے ہیں لیکن خود سداچار سے پرے
 رہتے ہیں۔ دوسرے وہ جو سداچار کی بڑ بڑ کر باتیں نہیں
 کرتے لیکن ان کے ہر کام میں سداچار کی کڑی نگرانی
 رہتی ہے۔ نیا چین آج دوسرے گروہ میں ہے۔ وہ سداچار
 کی پرکھا کم اور اس پر بھارتیہ انڈیا کرتا
 ہے۔ سداچار پر پابندی بڑھانے میں اب تک کوئی نئی چیز
 نکلا ہے اور نہ نکال سکتا ہے۔ یہاں ہم بار بار
 کو بھول کر بھول مرنے والے انہوں میں سداچار
 کا استعمال کرتے ہیں۔

ماؤ کی سرکار سے پہلے ایسا کوئی جرم نہیں تھا جو
 چین میں نہ ہوتا تھا۔ لوٹ مار، رشوت خوری، آپس
 کی چٹائی، چوری چماری، خون خرابی، دھوکا دھری،
 بھائی چارے کی سرے سے ناہی تھی۔ لیکن آج کے چین
 میں آج یہ ساری چیزیں گئے گزے زمانے کی باتیں
 ہو گئیں ہیں۔ وہاں آپس ایک ہے۔ بھائی چارے کی بھارتیہ
 ہر چٹائی کے دل میں ہلچلیں رہی ہیں۔ وہاں اب
 ایک ہوسے کی مدد کرنے اور فائدہ پہنچانے کی بات
 لوگ سوچتے ہیں، ایک دوسرے کی جڑ کاٹنے کی باتوں
 میں بیکو طاقت نہیں کھاتے۔ چھپوں نے انسان:

چین میں سداچار

(بھائی محبوب ریڈی)

دنیا میں دو طرح کے گروہ ہیں—ایک وہ جو سداچار
 کا بھول خوب پہنتے ہیں لیکن خود سداچار سے پرے
 رہتے ہیں۔ دوسرے وہ جو سداچار کی بڑ بڑ کر باتیں نہیں
 کرتے لیکن ان کے ہر کام میں سداچار کی کڑی نگرانی
 رہتی ہے۔ نیا چین آج دوسرے گروہ میں ہے۔ وہ سداچار
 کی پرکھا کم اور اس پر بھارتیہ انڈیا کرتا
 ہے۔ سداچار پر پابندی بڑھانے میں اب تک کوئی نئی چیز
 نکلا ہے اور نہ نکال سکتا ہے۔ یہاں ہم بار بار
 کو بھول کر بھول مرنے والے انہوں میں سداچار
 کا استعمال کرتے ہیں۔

ماؤ کی سرکار سے پہلے ایسا کوئی جرم نہیں تھا جو
 چین میں نہ ہوتا تھا۔ لوٹ مار، رشوت خوری، آپس
 کی چٹائی، چوری چماری، خون خرابی، دھوکا دھری،
 بھائی چارے کی سرے سے ناہی تھی۔ لیکن آج کے چین
 میں آج یہ ساری چیزیں گئے گزے زمانے کی باتیں
 ہو گئیں ہیں۔ وہاں آپس ایک ہے۔ بھائی چارے کی بھارتیہ
 ہر چٹائی کے دل میں ہلچلیں رہی ہیں۔ وہاں اب
 ایک ہوسے کی مدد کرنے اور فائدہ پہنچانے کی بات
 لوگ سوچتے ہیں، ایک دوسرے کی جڑ کاٹنے کی باتوں
 میں بیکو طاقت نہیں کھاتے۔ چھپوں نے انسان:

نئے چین کی نئی مائیں

نئے چین کی نئی مائیں

(مہتمم نائی فی جن)

(مہتمم نائی فی جن)

[ہندوستان میں آج ہونے چھٹی مہین کی مہتمم نائی فی جن ایک ممبر ہیں۔ آپ پبلنگ سرکار کے اس وہاب کی اسسٹنٹ سیکرٹری ہیں جس کی مہتمم سن یات سن ہیں — ایڈیٹر]

[ہندوستان میں آج ہونے چھٹی مہین کی مہتمم نائی فی جن ایک ممبر ہیں۔ آپ پبلنگ سرکار کے اس وہاب کی اسسٹنٹ سیکرٹری ہیں جس کی مہتمم سن یات سن ہیں — ایڈیٹر]

نئے چین میں ہر چیز پر نیا پن لگا رہا ہے۔ وہاں کی عورتوں میں نئی ہوتی جا رہی ہیں۔ میرا मतलब یہ نہیں ہے کہ وہ نئے طریقے سے کڑی ہوئی ہیں بلکہ وہ اپنی چھٹی عورتوں کی حالت میں ہیں۔ یہ تبدیلی آگئی ہے کہ وہ بالکل نئی معلوم ہوتی ہیں۔ نئے چین کی عورتوں کو مردوں کے برابر ہی سارے کاموں میں لگتی ہیں۔ وہ کسی میدان میں بھی مردوں کے برابر نہیں ہیں۔ گاؤں میں عورتوں کو اہم سرکاری کاموں پر قبضہ جمانے ہیں اور جن کاموں کے کاموں میں ان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ زمیندار شاہی میں ان کی حالت جانوروں سے بھی گئی گزری ہے۔ آج عورتوں کو آزادی مل سکی، ان کو برابر کا حق مل گیا ہے کہ چین میں زمیندار کا سدھار کر لیا گیا ہے، جس نے زمیندار شاہی کو ختم کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ اس سے پیدا ہونے والے دیست 'راج' آج کل سب کو دلوں کو دیا ہے۔

آج تمام چھٹی جن سماجوں میں قریب قریب ایک نئی تعداد عورتوں کی ہے۔ بہت سی عورتیں پارلیمنٹ میں بیٹھتی ہوئی ہیں۔ دنوں دن انتظامی محکموں کی نوکریوں میں عورتوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ ان میں عورتیں مکھیا ہیں، فلموں میں فلم انسٹریٹ شہروں میں ممبر ہیں۔ ہر جگہ ان کے لئے ہے اور ہر جگہ پہنچ رہی ہیں۔ سیکرٹری سرکار میں ترقی ہوئی ہیں۔ اس سے پہلے عورتوں کی مہتمم ملنگل میں بھی شامل ہیں۔ ان لوگوں نے جن سماج کا بہت اچھا کام کیا ہے۔ اب عورت مرد کی مصدقہ اور کام میں ان کا فرق نہیں رہ گیا۔ ایک عورت کا کام ایک مرد کے کام کے برابر ہی سمجھا جاتا ہے اور دونوں کو برابر موزوں ہی سمجھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ چھٹی بچہ پیدا ہونے کی حالت میں راجدار اور اسی طرح کی دوسری حالتیں بھی ملتی ہیں۔

آج تمام چھٹی جن سماجوں میں قریب قریب ایک نئی تعداد عورتوں کی ہے۔ بہت سی عورتیں پارلیمنٹ میں بیٹھتی ہوئی ہیں۔ دنوں دن انتظامی محکموں کی نوکریوں میں عورتوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ ان میں عورتیں مکھیا ہیں، فلموں میں فلم انسٹریٹ شہروں میں ممبر ہیں۔ ہر جگہ ان کے لئے ہے اور ہر جگہ پہنچ رہی ہیں۔ سیکرٹری سرکار میں ترقی ہوئی ہیں۔ اس سے پہلے عورتوں کی مہتمم ملنگل میں بھی شامل ہیں۔ ان لوگوں نے جن سماج کا بہت اچھا کام کیا ہے۔ اب عورت مرد کی مصدقہ اور کام میں ان کا فرق نہیں رہ گیا۔ ایک عورت کا کام ایک مرد کے کام کے برابر ہی سمجھا جاتا ہے اور دونوں کو برابر موزوں ہی سمجھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ چھٹی بچہ پیدا ہونے کی حالت میں راجدار اور اسی طرح کی دوسری حالتیں بھی ملتی ہیں۔

آج تمام چھٹی جن سماجوں میں قریب قریب ایک نئی تعداد عورتوں کی ہے۔ بہت سی عورتیں پارلیمنٹ میں بیٹھتی ہوئی ہیں۔ دنوں دن انتظامی محکموں کی نوکریوں میں عورتوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ ان میں عورتیں مکھیا ہیں، فلموں میں فلم انسٹریٹ شہروں میں ممبر ہیں۔ ہر جگہ ان کے لئے ہے اور ہر جگہ پہنچ رہی ہیں۔ سیکرٹری سرکار میں ترقی ہوئی ہیں۔ اس سے پہلے عورتوں کی مہتمم ملنگل میں بھی شامل ہیں۔ ان لوگوں نے جن سماج کا بہت اچھا کام کیا ہے۔ اب عورت مرد کی مصدقہ اور کام میں ان کا فرق نہیں رہ گیا۔ ایک عورت کا کام ایک مرد کے کام کے برابر ہی سمجھا جاتا ہے اور دونوں کو برابر موزوں ہی سمجھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ چھٹی بچہ پیدا ہونے کی حالت میں راجدار اور اسی طرح کی دوسری حالتیں بھی ملتی ہیں۔

چینی عورت کو آج کل سب سے زیادہ کامیابی ملی ہے بلکہ مائیں پر ہی اس کو حاصل ہے۔ ان کے تمام قریبی مائیں اور دیکر کی

ہندوستان کو چین سے سبک کر کے سکتا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ اپنا مالی سنگتوں یا آرٹیک پالیسی کو ہٹا کر یہ کہ کسی آرٹیک پالیسی کے لئے عام جلتا کا مہوگ کس طرح حاصل کیا جاتا ہے، کہہ ساری جلتا و اس میں شریک کر لیا جاتا ہے۔

پچھم کے देशوں نے چین پر جو پابندیاں لگائی ہیں ان کا کچھ اثر تو لازمی طور پر اس پر پڑا ہے۔ لیکن وہ سب تکلیفیں اور دقتیں جو اس سے پیدا ہوئی تھیں اب ایک دم کانور ہو گئی ہیں۔ یہی نہیں، لوگوں کا اس طرف دھیان بھی نہیں جاتا ہے۔ اس کی وجہ ہے کہ قوم کا یہ ارادہ کر لیا کہ اس پابندی کا تھوس غریبوں سے ہم مقابلہ کر کے ہی رہیں گے۔ اس ارادے نے ان کے اندر انوکھی طاقت پیدا کر دی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چین میں پیداوار خوب بڑھی ہے، ہر چیز جو چھٹی دیکھوں سے ملنا پڑتی تھی اس کے بدلے کی چیزیں نکال لی گئیں ہیں اور دستکاری کا سامان جگائے و کام بنائے میں چھٹیوں نے جو مہارت حاصل کی ہے اس کا تو خیال ہی اچرج میں ڈالتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ روس اور اس کے دوست دیکھوں کے ساتھ بددیاری تعلقات بھی زیادہ بڑھے ہیں۔

کوریاء کی لڑائی کا اثر چھٹیوں کے عام چین و روس پر کچھ نہیں پڑا۔ سرکار نے کالا بازار ختم کر دیا اور چھٹیوں کی تھمتوں کو بوجھ سے روک لیا۔ اس کے علاوہ زیادہ پیداوار کر کے کوریاء کی لڑائی کی ضروری مانگوں بھی انہوں نے پوری کر لیں۔

ہر آرٹیک دائرے میں عورتوں ایک اہم حصہ لے رہی ہیں۔ راج کچی کاسوں اور کسان سنگتوں میں تو وہ اونچی جگہ پر ہیں ہی، کارخانوں وغیرہ میں بھی اثر داو جگہ لئے ہوئے ہیں۔

جہاں تک روسی امداد کی بات ہے، روس سے چین کو تھمتوں کی امداد کے علاوہ ضروری مشینری سامان بھی مل رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ کارخانوں اور ٹرانسپورٹ کے دائروں میں روس بلا کسی ہچکچاہٹ کے چین کی مدد کر رہا ہے۔ اچرج کی بات تو یہ ہے کہ چین میں کام کرنے والے روسی ماہر کوئی اونچی نوکریوں پر نہیں ہیں۔ وہ چھٹیوں کے نوجوانوں کو کام کرتے ہیں، وہی تھمتوں کے لئے ہیں جو چھٹیوں کو ملتی ہیں اور ویسی ہی تھمتوں پر داشت کرتے ہیں۔ اسی مہوگ کا نتیجہ ہے کہ چھٹیوں لوگ موٹر اور دیل، تاریخ میں پہلی بار آپ بٹانے لگ گئے ہیں۔ اب تو وہ چھٹیوں کا بھی بٹا رہے ہیں۔

چین کو باہر کے تیار مال کی ضرورت اب بھی ہے۔ اگر ہندوستان سے یہ مال ملے تو بدلے میں کافی اناج و پھل بھیج سکتا ہے۔

ہندوستان کو چین سے سبک کر کے سکتا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ اپنا مالی سنگتوں یا آرٹیک پالیسی کو ہٹا کر یہ کہ کسی آرٹیک پالیسی کے لئے عام جلتا کا مہوگ کس طرح حاصل کیا جاتا ہے، کہہ ساری جلتا و اس میں شریک کر لیا جاتا ہے۔

پچھم کے देशوں نے چین پر جو پابندیاں لگائی ہیں ان کا کچھ اثر تو لازمی طور پر اس پر پڑا ہے۔ لیکن وہ سب تکلیفیں اور دقتیں جو اس سے پیدا ہوئی تھیں اب ایک دم کانور ہو گئی ہیں۔ یہی نہیں، لوگوں کا اس طرف دھیان بھی نہیں جاتا ہے۔ اس کی وجہ ہے کہ قوم کا یہ ارادہ کر لیا کہ اس پابندی کا تھوس غریبوں سے ہم مقابلہ کر کے ہی رہیں گے۔ اس ارادے نے ان کے اندر انوکھی طاقت پیدا کر دی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چین میں پیداوار خوب بڑھی ہے، ہر چیز جو چھٹی دیکھوں سے ملنا پڑتی تھی اس کے بدلے کی چیزیں نکال لی گئیں ہیں اور دستکاری کا سامان جگائے و کام بنائے میں چھٹیوں نے جو مہارت حاصل کی ہے اس کا تو خیال ہی اچرج میں ڈالتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ روس اور اس کے دوست دیکھوں کے ساتھ بددیاری تعلقات بھی زیادہ بڑھے ہیں۔

کوریاء کی لڑائی کا اثر چھٹیوں کے عام چین و روس پر کچھ نہیں پڑا۔ سرکار نے کالا بازار ختم کر دیا اور چھٹیوں کی تھمتوں کو بوجھ سے روک لیا۔ اس کے علاوہ زیادہ پیداوار کر کے کوریاء کی لڑائی کی ضروری مانگوں بھی انہوں نے پوری کر لیں۔

ہر آرٹیک دائرے میں عورتوں ایک اہم حصہ لے رہی ہیں۔ راج کچی کاسوں اور کسان سنگتوں میں تو وہ اونچی جگہ پر ہیں ہی، کارخانوں وغیرہ میں بھی اثر داو جگہ لئے ہوئے ہیں۔

جہاں تک روسی امداد کی بات ہے، روس سے چین کو تھمتوں کی امداد کے علاوہ ضروری مشینری سامان بھی مل رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ کارخانوں اور ٹرانسپورٹ کے دائروں میں روس بلا کسی ہچکچاہٹ کے چین کی مدد کر رہا ہے۔ اچرج کی بات تو یہ ہے کہ چین میں کام کرنے والے روسی ماہر کوئی اونچی نوکریوں پر نہیں ہیں۔ وہ چھٹیوں کے نوجوانوں کو کام کرتے ہیں، وہی تھمتوں کے لئے ہیں جو چھٹیوں کو ملتی ہیں اور ویسی ہی تھمتوں پر داشت کرتے ہیں۔ اسی مہوگ کا نتیجہ ہے کہ چھٹیوں لوگ موٹر اور دیل، تاریخ میں پہلی بار آپ بٹانے لگ گئے ہیں۔ اب تو وہ چھٹیوں کا بھی بٹا رہے ہیں۔

سینما کا ججہا دیکھا ہے۔ کتا کا۔ کتا کا۔ یہ ہے کہ جہاں ہندوستان میں راجنیت کے اندر جن اور جن آندولن کا ججہا ججہا کے بعد کافی مرچھا معام ہوتا ہے۔ وہاں جہاں جہاں لوک راج کے مہجائے کے بعد یہ ججہا زیادہ ہوتا ہے۔ مظبوط ہے اور تکرر ہوتا ہے۔

ایک خاص بات یہ ہے کہ ہر ایک کے اندر کام کرنے دھن ہے۔ اُن سب کا ایک مقصد دیکھتا ہے۔ زیادہ اوار۔ لوگ ایک دوسرے سے دھک اُس بات میں ہوں کہ ہمارے دائرے میں ہوتا ہے دوسرے اُنسی سے ہوتا ہے۔ بہادر مزدوروں اور آندولن کارکنوں کی آج کے ن میں سب سے زیادہ عزت ہے۔ ہر لوگوں چھٹی لڑکی کو یہ اچھا دھتی ہے کہ میں بہادر مزدور یا ہر کارکن بن جاؤں۔

چھٹے کے اندر کمونسٹ پارٹی کا ججہا پر اثر کچھ ہر صورتوں سے ہوتا ہوا جن سے مہاتما گاندھی اور اُن ساتھ ہوں نے ہندوستان کی ججہا پر اثر قائم کیا تھا۔ اُن کی کمونسٹ پارٹی کو چھٹوں کے اوپر کوئی حکم ن لانا ہوتا۔ لوگ اُس پارٹی کی نہتاری اُس وجہ منظور کر لیتے ہیں کہونکہ اُس پارٹی کی طرح دوسری ن پارٹی نے مصلحت سے کام نہیں کیا ہے اور نہ ججہا سہوا کے لئے اتنی لگن دکھائی ہے۔

چھٹے سرکار کی کامیابی کی کاجی یہ ہے کہ اُسکی ی یا پالیسی کو ججہا کا زبردست سہیوگ ملے ہے۔ اسی وجہ تھی عام ججہا کے اندر کھس کر دیس کے بڑے سوالوں پر چرچا و بحث کرنا۔ یہی وجہ ہے ہاں کی سرکار کئی پارٹی حکومت کامیابی کے ساتھ سکی ہے۔

چھٹی یہ جانتے ہیں کہ ہندوستان کی سرکار اُن سے اذھک کی ہے۔ لیکن اُس میں اُن کو کوئی پریشانی ن ہوتی کہونکہ اُن کو معلوم ہے کہ دنیا کے ہر ونسٹ دیسوں میں ہندوستان ہی صرف ایسا ملک ہے ن لے جہاں کے ساتھ اپنی بھلاگ دوستی کا رشتہ رکھا ہے ہمیشہ اُس کا اعان کیا ہے۔ یہ صرف زبان سے ہی ن بلکہ اصلی شکل میں کو دکھایا ہے۔ بلکہ جواہر نہرو کی دور اندیشی ہے۔ انہوں نے سہوں غوانسکو ونس میں شریک ہونے سے انکار کر دیا اور دنیا سے ہی آواز میں کہا کہ لگے چھٹی لوگ راج کو چھٹے اصلی سرکار ملنا چاہئے۔ چھٹوں کو یہ اطمینان با ہے کہ اُن کے لیے ہندوستان کے بیچ جو ناممضی ملکہ چلا آتا ہے وہ ہر سے جاری ہی نہیں ہوگا بلکہ زیادہ نوبت کے لیے مظبوط ہونے چاہتا ہے۔

ایک خاص بات یہ ہے کہ ہر ایک کے اندر کام کرنے دھن ہے۔ اُن سب کا ایک مقصد دیکھتا ہے۔ زیادہ اوار۔ لوگ ایک دوسرے سے دھک اُس بات میں ہوں کہ ہمارے دائرے میں ہوتا ہے دوسرے اُنسی سے ہوتا ہے۔ بہادر مزدوروں اور آندولن کارکنوں کی آج کے ن میں سب سے زیادہ عزت ہے۔ ہر لوگوں چھٹی لڑکی کو یہ اچھا دھتی ہے کہ میں بہادر مزدور یا ہر کارکن بن جاؤں۔

چھٹے کے اندر کمونسٹ پارٹی کا ججہا پر اثر کچھ ہر صورتوں سے ہوتا ہوا جن سے مہاتما گاندھی اور اُن ساتھ ہوں نے ہندوستان کی ججہا پر اثر قائم کیا تھا۔ اُن کی کمونسٹ پارٹی کو چھٹوں کے اوپر کوئی حکم ن لانا ہوتا۔ لوگ اُس پارٹی کی نہتاری اُس وجہ منظور کر لیتے ہیں کہونکہ اُس پارٹی کی طرح دوسری ن پارٹی نے مصلحت سے کام نہیں کیا ہے اور نہ ججہا سہوا کے لئے اتنی لگن دکھائی ہے۔

چھٹے سرکار کی کامیابی کی کاجی یہ ہے کہ اُسکی ی یا پالیسی کو ججہا کا زبردست سہیوگ ملے ہے۔ اسی وجہ تھی عام ججہا کے اندر کھس کر دیس کے بڑے سوالوں پر چرچا و بحث کرنا۔ یہی وجہ ہے ہاں کی سرکار کئی پارٹی حکومت کامیابی کے ساتھ سکی ہے۔

چھٹی یہ جانتے ہیں کہ ہندوستان کی سرکار اُن سے اذھک کی ہے۔ لیکن اُس میں اُن کو کوئی پریشانی ن ہوتی کہونکہ اُن کو معلوم ہے کہ دنیا کے ہر ونسٹ دیسوں میں ہندوستان ہی صرف ایسا ملک ہے ن لے جہاں کے ساتھ اپنی بھلاگ دوستی کا رشتہ رکھا ہے ہمیشہ اُس کا اعان کیا ہے۔ یہ صرف زبان سے ہی ن بلکہ اصلی شکل میں کو دکھایا ہے۔ بلکہ جواہر نہرو کی دور اندیشی ہے۔ انہوں نے سہوں غوانسکو ونس میں شریک ہونے سے انکار کر دیا اور دنیا سے ہی آواز میں کہا کہ لگے چھٹی لوگ راج کو چھٹے اصلی سرکار ملنا چاہئے۔ چھٹوں کو یہ اطمینان با ہے کہ اُن کے لیے ہندوستان کے بیچ جو ناممضی ملکہ چلا آتا ہے وہ ہر سے جاری ہی نہیں ہوگا بلکہ زیادہ نوبت کے لیے مظبوط ہونے چاہتا ہے۔

چھٹی یہ جانتے ہیں کہ ہندوستان کی سرکار اُن سے اذھک کی ہے۔ لیکن اُس میں اُن کو کوئی پریشانی ن ہوتی کہونکہ اُن کو معلوم ہے کہ دنیا کے ہر ونسٹ دیسوں میں ہندوستان ہی صرف ایسا ملک ہے ن لے جہاں کے ساتھ اپنی بھلاگ دوستی کا رشتہ رکھا ہے ہمیشہ اُس کا اعان کیا ہے۔ یہ صرف زبان سے ہی ن بلکہ اصلی شکل میں کو دکھایا ہے۔ بلکہ جواہر نہرو کی دور اندیشی ہے۔ انہوں نے سہوں غوانسکو ونس میں شریک ہونے سے انکار کر دیا اور دنیا سے ہی آواز میں کہا کہ لگے چھٹی لوگ راج کو چھٹے اصلی سرکار ملنا چاہئے۔ چھٹوں کو یہ اطمینان با ہے کہ اُن کے لیے ہندوستان کے بیچ جو ناممضی ملکہ چلا آتا ہے وہ ہر سے جاری ہی نہیں ہوگا بلکہ زیادہ نوبت کے لیے مظبوط ہونے چاہتا ہے۔

دی کو ختم کر دیا گیا لیکن کارخانے داروں کے ساتھ کام کرنے دیا جاتا ہے۔ چینی لوگ اپنے سوال کو بہت سمجھداری سے حل کرتے ہیں۔ اپنے سبھی سدھاروں میں عام جلتا کو ساتھ لے چلنے کی ان کی کوشش ہوتی ہے۔ وہاں کے لوگ کمال کے کام کرنے والے ہیں۔“

(6)

نٹن نے انہوں نے اس وقت فروری کو بھارت میں آ کر دیا اور ان سب عورتوں کو قومی چھداوار کے کاموں میں لگا دیا۔ ہارڈ کے وقت جو جذبہ عام لوگوں میں تھا اس سے انہوں نے فائدہ اٹھایا۔ اس کی وجہ سے وہ بہت سی آفتوں سے بچ گئے۔ لیکن ہمارے دیہات میں گاندھی جی جو واپس آئے تھے انہیں ہم نے تھوڑا سا دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔“

(6)

”کیونکہ میں انہوں نے عصمت فروشی کو چھلکے میں ہی ختم کر دیا اور ان سب عورتوں کو قومی چھداوار کے کاموں میں لگا دیا۔ ہارڈ کے وقت جو جذبہ عام لوگوں میں تھا اس سے انہوں نے فائدہ اٹھایا۔ اس کی وجہ سے وہ بہت سی آفتوں سے بچ گئے۔ لیکن ہمارے دیہات میں گاندھی جی جو واپس آئے تھے انہیں ہم نے تھوڑا سا دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔“

نپ چین کی طاقت

(ڈاکٹر بی. کے. آر. بی. راب)

پنجاب میں لال کی صدارت میں ستمبر کے 1 جو ہندو گورنمنٹ مینشن میں گیا تھا اس کے بار ڈاکٹر بی. کے. آر. بی. راب بھی تھے۔ آپ ہندو آفیسر کے ڈائریکٹر ہیں۔ ہندو-ہاؤس میں آپ نے اپنے پریس والوں سے ایک بیان میں کہا اس کا خلاصہ ہم نیچے دے رہے ہیں۔

نپ چین والوں نے جو کمال کیا ہے وہ ایسی اچریج بری ہے کہ اگر میں نے اپنی آنکھوں سے اسے نہ دیکھا ہوتا، اور صرف کسی کے منہ سے اسے سنا ہی ہوتا تو میں اس پر قطعی یقین نہیں کر سکتا تھا۔

میں بھروسہ ہے کہ چین والوں میں جو جوش اور لگن ہے اس نے بل پر جلدی ہی انہوں نے کارخانے چلانے کی وہ سب جانکاری حاصل ہو جائیگی جسکی بنا پر وہ دنیا کے کسی بھی کارخانے دار ملک سے ٹکر لے سکتے ہیں۔

میں نے یہی جوش جس نے میرے اوپر اسے کیا وہ یہ نہیں کہ میرے یہ محسوس ہوا کہ قوم کی قوم جاگ اٹھی ہے اور اپنی منزل کی طرف بڑھ رہی ہے۔ مجھے اس جوش اور اندولن کی یاد ہو آئی جو ہمارے دیہات میں 1930-31 میں پیدا ہوئی تھی۔ چین کے اندر بھی وہی کام سے کام والا جوش، لگن، تھوس، خود ساختگی اور

نئے چین کی طاقت

(ڈاکٹر بی. کے. آر. وی. راؤ)

[ہندوستان میں لال کی صدارت میں ستمبر کے 1 میں میں جو ہندو گورنمنٹ مینشن میں گیا تھا اس کے ایک ممبر ڈاکٹر بی. کے. آر. وی. راؤ بھی تھے۔ آپ دلی اسکول آف ایکنامکس کے ڈائریکٹر ہیں۔ ہندوستان واپس آنے پر آپ پریس والوں سے ایک بیان کے دوران میں جو کہا اس کا خلاصہ ہم نیچے دے رہے ہیں۔

اپنے نئے انقلاب کے بعد چین والوں نے جو کمال کیا ہے وہ ایسی اچریج بری ہے کہ اگر میں نے اپنی آنکھوں سے اسے نہ دیکھا ہوتا، اور صرف کسی کے منہ سے اسے سنا ہی ہوتا تو میں اس پر قطعی یقین نہیں کر سکتا تھا۔

میں بھروسہ ہے کہ چین والوں میں جو جوش اور لگن ہے اس نے بل پر جلدی ہی انہوں نے کارخانے چلانے کی وہ سب جانکاری حاصل ہو جائیگی جسکی بنا پر وہ دنیا کے کسی بھی کارخانے دار ملک سے ٹکر لے سکتے ہیں۔

میں نے یہی جوش جس نے میرے اوپر اسے کیا وہ یہ نہیں کہ میرے یہ محسوس ہوا کہ قوم کی قوم جاگ اٹھی ہے اور اپنی منزل کی طرف بڑھ رہی ہے۔ مجھے اس جوش اور اندولن کی یاد ہو آئی جو ہمارے دیہات میں 1930-31 میں پیدا ہوئی تھی۔ چین کے اندر بھی وہی کام سے کام والا جوش، لگن، تھوس، خود ساختگی اور

دیتانے کی کوشش ہم نہیں چاہتے۔ ہم رہتے ہیں اس طرح سے کہ لوگوں کو اور بھی ہاتھ اٹھا کر لیں۔ اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ لڑائی اور بربادی سے ہمیں بچا۔ یہ مذاقی نہیں تو کیا ہے؟ شانتی کے لئے جلدی والا راستہ ہم اپنا سکتے ہیں لیکن اسکی پیمتہ پر لمبی مدت والی پوجنا ضرور ہونی چاہئے۔ وہ پوجنا ہی ہمارے چین کو اس طرح بدل سکے گی کہ شانتی پیدا ہو۔“

(5)

”آپ نے مجھ سے چین کے کھیتی سدھار کے بارے میں پوچھا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ چینوں نے اس بارے میں بہت ہی صحیح اور مضبوط قدم اٹھایا ہے۔ انہوں نے آنکھ موند کر روس کی نقل نہیں کی ہے بلکہ وہاں کے تجربے سے قیمتی سبق لیا ہے۔ چین کے اندر زمین پر سماجی ملکیت نہیں ہے۔ نجی ملکیت یہاں کا قانون ہے لیکن اس ملکیت کے استعمال پر راج کا پورا قابو ہے۔ نجی ملازم کا حالانکہ اس کی حد بنا دی گئی ہے، بول بالا ہے اور دھڑلہ دہی ہو سکتی ہے۔ زمینداروں کو جس میں کسان کا خون چوسا جاتا تھا — ختم کر دی گئی ہے لیکن ان مالدار کسانوں کو جو خود کاشت کرتے تھے چھوٹا کر دیا گیا ہے۔ اب تک کسانوں کو اپنی زمیندار کا آٹھ آٹھ سے لے کر سولہ آٹھ تک حصہ زمیندار کو دے دینا پڑتا تھا۔ لیکن یہ چیز ختم کر دی گئی اور اب چوتھے والے کو اپنی ملکیت کا پورا پورا ملتا ہے۔“

لگان زمیندار کا قریب قریب 13 فی صدی ہے اور اناج کی شکل میں وصول کیا جاتا ہے۔ اس طرح کرنے سے انہیں چھڑوں کی چھوٹی قیمتوں کو روکنے میں بڑی مدد ملی ہے۔ سپاہیوں اور ماسٹروں کو اناج کی شکل میں نقدی ملتی ہے۔ آئٹک کا کہیں نام نہیں — لیکن ہاں، جن زمینداروں نے ویرانہ کی کوشش کی انہیں ضرور دیا گیا تھا۔ ان کی زمینوں ضبط کر لی گئیں۔ لیکن جن زمینداروں کی زمین چوتھا قبول تھا ان کو دوسروں کے جیسی سبھی سہولتیں پہنچائی گئیں۔

روسی انقلاب کا آدھار مل مزدور تھے لیکن چینی انقلاب کا آدھار کھیتی سدھار ہے۔ دونوں میں بھوک بھوک تعداد کا نہیں بلکہ قسم کا ہے۔ نتیجتاً یہ ہے کہ چین میں ویسا کمیونزم نہیں ہے جو روس کے ساتھ نکلی کرتے ہیں۔ روس کا چین کی نہتی کو تھالہ میں اتنا ہاتھ نہیں ہے جتنا ہم سمجھا کرتے ہیں۔

کئی طرح سے چینی انقلاب ہمارے لئے سبق داتا ہے۔ دستکاری کارخانوں کے معاملے میں بھی خون چوسنے والے

لگان زمیندار کا قریب قریب 13 فی صدی ہے اور اناج کی شکل میں وصول کیا جاتا ہے۔ اس طرح کرنے سے انہیں چھڑوں کی چھوٹی قیمتوں کو روکنے میں بڑی مدد ملی ہے۔ سپاہیوں اور ماسٹروں کو اناج کی شکل میں نقدی ملتی ہے۔ آئٹک کا کہیں نام نہیں — لیکن ہاں، جن زمینداروں نے ویرانہ کی کوشش کی انہیں ضرور دیا گیا تھا۔ ان کی زمینوں ضبط کر لی گئیں۔ لیکن جن زمینداروں کی زمین چوتھا قبول تھا ان کو دوسروں کے جیسی سبھی سہولتیں پہنچائی گئیں۔

روسی انقلاب کا آدھار مل مزدور تھے لیکن چینی انقلاب کا آدھار کھیتی سدھار ہے۔ دونوں میں بھوک بھوک تعداد کا نہیں بلکہ قسم کا ہے۔ نتیجتاً یہ ہے کہ چین میں ویسا کمیونزم نہیں ہے جو روس کے ساتھ نکلی کرتے ہیں۔ روس کا چین کی نہتی کو تھالہ میں اتنا ہاتھ نہیں ہے جتنا ہم سمجھا کرتے ہیں۔

کئی طرح سے چینی انقلاب ہمارے لئے سبق داتا ہے۔ دستکاری کارخانوں کے معاملے میں بھی خون چوسنے والے

آبادی میں دھنیا بھاری لگاؤ کی شاکل سے لیتی ہے۔ اسلئے لیکر لگاؤ کا ہلاک کرنا مصلحت کا ہلاک کرنا ہے نہ کہ اسلئے بیماری کا۔ دھنیا بھاری اور سولہوں سے یہ سبب پورا ہل ہونے والا نہیں ہے۔ ہم یہ مددسوس کرتے ہیں کہ جب اپنی ضرورتوں کے بلاتوں نام ہم کہتے کریں گے اور پھر کھدرو پھداوار کے ذریعے ان ضرورتوں کو پورا کرنے کے چکر میں پڑیں گے تو اوائیوں کا ہونا لازمی ہے۔ ہم یہ بھی مددسوس کرتے ہیں کہ ایسے بلاتوں ناموں سے قدرتی لالچ اور اہرشا بڑھتے ہیں اور ندرت پیدا ہوتی ہے جس کا نتیجہ لڑائی ہے۔ اس لئے ہندستان کا طریقہ خاص کر وہ جس کے دھرم مہانتا گندھی ہمیں مستقل شانتی قائم کرنے کا طریقہ ہے۔ لیکن انی بات ضرور ہے کہ یہ لمبی مدت کا پروگرام ہے۔

”بائے پھرین برگ نے کہا، ’اگر کوئی ڈاکو بچے کو مارنے پر آمادہ ہو تو کیا بچے کو بچانا گاंधی کی طرح کے خلاف ہوگا؟‘ میں نے جواب دیا، ’معاذ اللہ! آپ کی مثال تو وہ نہیں ہوتی ہے۔ ہم کو جو بچہ چاہئے۔ اگر بچے کے بدن پر کوئی ایسی چیز ہے—جیسے پتھر—جس سے ڈاکو کا من بوجا حرکت کرنے کو ہوتا ہے تو ہم ایک ڈاکو سے اسے بچاؤں گے تو دوسرا آئے گا، دوسرا آئے گا۔ اس طرح سوال حل نہیں ہونے والا ہے۔ لڑائیاں بازو کی طرح ہوتی ہیں۔ ارد بازو نام ہے ہر سات کے پانی کے جمع ہو جانے کا۔ بہت پیسہ محتات خرچ کر کے بازو روکنے کے لئے ہم کام بنا سکتے ہیں۔ لیکن جہاں یہ کام ہوتے ہیں کہ تباہی پھر سے آئی۔ اس لئے بازو روکنے کا مناسب طریقہ یہ ہے کہ ہم ہر سات کے پانی سے کام شروع کریں۔ اگر ہم زمین جوت لیں تو وہ پانی سوکھ کر ایتھا ہلتی ہے۔ اگر چٹکل بلادیں تب بھی بازو کا پانی بھرا نہ جاوے زمین میں چلا جاتا ہے اور آگے سوتے کے پانی کی طرح کام میں آجاتا ہے۔ زمین خود ایک بڑے حوض یا تالاب کا کام کر لیتی ہے اور پانی کو بہانک بازو کا روپ نہیں لیتے دیکھو۔ چھوٹے چھوٹے کاموں سے بھی یہ کام چلتا ہے۔ یہ چھوٹے دیکھتے ہیں تو معمولی سی لکٹی ہیں لیکن ان کی اہمیت سے کون انکار کر سکتا ہے؟

”گاंधی جی کا طریقہ یہی ہے کہ ہر سات کی بڑوں کو راک کر انکو سکارج سے لگا دیا جائے، نہ کہ ان کو جمع ہونے دیکر بازو کی شکل میں مصیبت پیدا کرتے ہیں۔ جو چٹاکم پروگرام انہوں نے چھوڑا ہے وہ دنیا کی شانتی کے لئے بہت بڑی امداد ہے۔ آپ کے شانتی سمجھوں کی پہلچ یا اہل اس پروگرام کے سامنے نہیں کے برابر ہے۔ مصیبت اصلی یہ ہے کہ سادہ چھوٹے

”گاंधی جی کا طریقہ یہی ہے کہ ہر سات کی بڑوں کو راک کر ان کو سکارج سے لگا دیا جائے، نہ کہ ان کو جمع ہونے دیکر بازو کی شکل میں مصیبت پیدا کرتے ہیں۔ جو چٹاکم پروگرام انہوں نے چھوڑا ہے وہ دنیا کی شانتی کے لئے بہت بڑی امداد ہے۔ آپ کے شانتی سمجھوں کی پہلچ یا اہل اس پروگرام کے سامنے نہیں کے برابر ہے۔ مصیبت اصلی یہ ہے کہ سادہ چھوٹے

ہے۔ یہاں کی سرکاری مہینہ سب سے زیادہ ہے اور سب لوگ دین سے اس کے ساتھ ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ سب ملازم ملتا ہے مل مل گئے ہیں۔ سب ایک ہی طرح کے کپڑے ملتے اور ایک ہی طرح دھتے ہیں۔ اونچے اور نیچے ہوں کوئی ہوا فرق نہیں ہے۔ چھ مہینے ماؤ کو ہر مہینے بول 2,800 کتنی مکا ملتی ہے (ایک کتنی = 10 پھانک) ساتھ میں ایک مکان اور ایک موٹر ہمارے حساب ہے چھ مہینے ماؤ کی قسطوں 600 روپے مہینہ ہوتی ہے۔ ہوں دو کھلیت مہینوں سے ملے جو قریب قریب 450 روپے کے برابر پاتے تھے۔ جو سوئم سہوکار ہمارے ساتھ تھے ہوں قریب 150 روپے ملتا ہے۔ اس سے آپ دیکھ سکتے ہیں کہ چھ مہینے میں اس طرح کے نوٹا ہوں جو چلتا سا جوتن بتاتے ہیں۔

”یہاں پر ویسی ہی ایک جان معلوم ہوتی ہے جیسی ہمارے یہاں 1931 میں تھی۔ روس کا جتنا جیواں بکسر نہیں ہے جتنا ہم سمجھتے ہیں۔ روس کا اتنا زیادہ اثر جس سے جتنا ہم سمجھتے ہیں۔ روسی کمونزم کا آدھار شری کرن اور بڑے پیمانے کی تہاری ہے۔ لیکن چھ مہینے یا نجی جائداد نہیں — چاہے وہ کچھ سہمت ہے — یقین کرتا ہے۔ چھوٹے پیمانے کی تہاری لے کارخانے یہاں خوب ہیں۔ یہاں کا آدھار ہے — ہا کھیتی قانون اور کھیتی سدھار۔ اس بلندی فرق ہے وجہ سے چھ مہینے آنکھ بند کر کے روس کی نقل نہیں سکتا۔

”مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ یہاں دین کا آدھار دین قریب وہی ہے جو میں نے اپنے بے آفرم سہوکار (یہ دھما سے ہوس مہل کے فاصلے پر ہے) میں دیکھا ہے۔ ہوں میں کھانا کھوا مکان مفت اور چھوٹے خرچ کے لئے اس بلندی روپے ہر مہینے۔ ہمارا حساب زیادہ سائنٹفک ہے۔ کیونکہ معمولی خوراک کی بنا پر قائم کیا گیا ہے۔ لیکن دونوں کا مہل تعجب کی بات ہے۔“

(4)

”چھ مہینے مہری ملاقات بھائی الہا مرن برگ سے ہوئی جو روس کے نا ی لکھک اور ایلہاس کار ہیں۔ روس سرکار کے ایک اونچے پروپیگنڈا افسر ہیں۔ ہوں نے مجھ سے پوچھا کہ ہندوستان تو سچے سچ شانتی سند دی ہے لیکن یہ بھی شانتی وادی یا ہوسولست سہتہاؤں کی اکثر قومی شانتی سہاؤں میں وہ کوئی خاص حصہ کہیں نہیں لیتا؟ میں نے جواب دیا:

”ہمارا نظریہ ہی آپ کے نظریے سے جدا ہے۔ ہماری لسانی اور قومی کلچر کی نگاہ یہ ہے کہ ہم انسان ی نجی زندگی کے سدھار کی طرف دھیان دیتے ہیں۔ ہم لوگوں کو ایک سماجی ہماری مانتے ہیں جو آدمیوں کے اندر کی ہنسا کا نتیجہ ہے اور ہوں

(2)

“چین کو جیتنا چاہتا ہوں وہاں جتنا ہی میں
س پر موہیت ہوتا جاتا ہوں۔ کینٹن جب ہم پہنچے تو
کھانا کھا کر ہمارے منہ پر ایک شہر ہے
لیکن صدائی میں کوئی کمی نہیں تھی۔ وہاں نہ
ہو سکتے تھے نہ مکھی نہ کوئی اور نہ کتے۔ سڑکوں ایک
دم صاف تھیں۔ پورے والے سپاہیوں کے ناک ملے اسی
طرح بلند تھے جسے آپریشن کرنے والے ڈاکٹروں نے۔ سڑکوں
پر عام طور سے سائیکلوں، سائیکل ریکشے اور بس چل رہے
تھے۔ کچھ موٹر سائیکل تھیں لیکن وہ زیادہ تر سڑکیں تھیں۔
کوئی کسی یا نجی کار نہیں دیکھائی پڑتی تھی۔ ہوائی
اڈے جہازوں کی طرح تھے اور جہاز چڑھنے اترنے کے
واستے ہلکے نہیں ہلے تھے۔ ان پر محض کولتار تھا۔
سبھی جگہ سادگی تھی۔ نہ ایسے آدمی دیکھتے تھے جو
دوسروں کے مقابلے بڑے رئیس ہوں۔ سب قریب قریب
ایک سے تھے۔

“کینٹن کی دکانوں کے ساؤن بورڈ اتنے خوشنما اور رنگ
بیرنگے معلوم ہو رہے تھے جتنے کسی تھوڑی سی تھوڑی ہو۔
کینٹن کھلتے جیسے ہوا شہر ہے۔ لیکن کبھی بھی فالتو
یا بیکار زمین نہیں ملے گی۔ شہر تک کے اندر جو زمین
خالص ہے وہاں کھیتی کر لی گئی ہے۔ ہم لوگوں کے مقابلے
وہاں کے آدمی بہت ہی مہلتی ہیں۔ جب میں
صبح کے وقت گلیوں میں گھومنے لگا تو دیکھا کہ ماٹوں
اپنے بچوں کو نہہ ڈھکیں۔“

(3)

“پکنگ میں پہلی اکتوبر کا جشن ہم نے دیکھا۔
ایر مین مارچ کے پاس سے اس लाख آدمی اس دن
نکلے ہونگے۔ ہم لوگ صبح کے ساڑھے نو بجے سے شام کے
چار بجے تک کھڑے رہے۔ فوج، سمندری بے ڈے اور ہوائی جہاز کا
مارچ کوئی تیرہ گھنٹہ تک ہوا۔ اس کے بعد دیواروں اور
کارخانوں کے مزدور آئے — تب پھر کسان، گاؤں والے اسکول
کالج کے لڑکے لوگ اور وفود۔ سب سلامی دیتے نکل گئے۔
ایک دم شادی اور ڈسپلن تھا۔ ان کے اندر سے جوش
سانو اموا پرو دھا ہو۔ ایسی بہاؤ نے لوگ کبھی غلام نہیں
ہو سکتے۔ اس کے مقابلے ہندستان کیا لڑا ہے۔ ہم گال
پھا کر یہ سمجھتے ہیں کہ یورپ کے اکوا ہم ہی ہیں
لیکن چین ہم سے کوسوں آگے ہے۔ چین والے اپنے مقصد
پر ایک سو ہو کر چل رہے ہیں اور ان نے اندر ارادہ معلوم
پڑتا ہے۔ انہیں کوئی نہیں روک سکتا۔ ہمارے سامنے
نہ کوئی مقصد ہے نہ کوئی منزل، اس لئے ہم میں جوش
نہیں ہے۔

“کھانا ہر جگہ بھرتا ہے۔ ضرورت کی دوسری چیزیں
بھی بھرتا ہی جتنی ملتی ہیں۔ ہاں، انٹیلیجنس
ضرور ہے، لیکن سرکار نے اسے دور کرنے کا راستہ نکال لیا

(2)

“چین کو جیتنا زیادہ میں دیکھتا ہوں اتنا ہی
میں اس پر موہیت ہوتا جاتا ہوں۔ کینٹن جب ہم پہنچے
تو دیکھا کہ ہانگ کانگ کے مقابلے وہ قریب شہر ہے
لیکن صدائی میں کوئی کمی نہیں تھی۔ وہاں نہ
ہو سکتے تھے نہ مکھی نہ کوئی اور نہ کتے۔ سڑکوں ایک
دم صاف تھیں۔ پورے والے سپاہیوں کے ناک ملے اسی
طرح بلند تھے جسے آپریشن کرنے والے ڈاکٹروں نے۔ سڑکوں
پر عام طور سے سائیکلوں، سائیکل ریکشے اور بس چل رہے
تھے۔ کچھ موٹر سائیکل تھیں لیکن وہ زیادہ تر سڑکیں تھیں۔
کوئی کسی یا نجی کار نہیں دیکھائی پڑتی تھی۔ ہوائی
اڈے جہازوں کی طرح تھے اور جہاز چڑھنے اترنے کے
واستے ہلکے نہیں ہلے تھے۔ ان پر محض کولتار تھا۔
سبھی جگہ سادگی تھی۔ نہ ایسے آدمی دیکھتے تھے جو
دوسروں کے مقابلے بڑے رئیس ہوں۔ سب قریب قریب
ایک سے تھے۔

“کینٹن کی دکانوں کے ساؤن بورڈ اتنے خوشنما اور رنگ
بیرنگے معلوم ہو رہے تھے جتنے کسی تھوڑی سی تھوڑی ہو۔
کینٹن کھلتے جیسے ہوا شہر ہے۔ لیکن کبھی بھی فالتو
یا بیکار زمین نہیں ملے گی۔ شہر تک کے اندر جو زمین
خالص ہے وہاں کھیتی کر لی گئی ہے۔ ہم لوگوں کے مقابلے
وہاں کے آدمی بہت ہی مہلتی ہیں۔ جب میں
صبح کے وقت گلیوں میں گھومنے لگا تو دیکھا کہ ماٹوں
اپنے بچوں کو نہہ ڈھکیں۔“

(3)

“پکنگ میں پہلی اکتوبر کا جشن ہم نے دیکھا۔
ایر مین مارچ کے پاس سے اس लाख آدمی اس دن
نکلے ہونگے۔ ہم لوگ صبح کے ساڑھے نو بجے سے شام کے
چار بجے تک کھڑے رہے۔ فوج، سمندری بے ڈے اور ہوائی جہاز کا
مارچ کوئی تیرہ گھنٹہ تک ہوا۔ اس کے بعد دیواروں اور
کارخانوں کے مزدور آئے — تب پھر کسان، گاؤں والے اسکول
کالج کے لڑکے لوگ اور وفود۔ سب سلامی دیتے نکل گئے۔
ایک دم شادی اور ڈسپلن تھا۔ ان کے اندر سے جوش
سانو اموا پرو دھا ہو۔ ایسی بہاؤ نے لوگ کبھی غلام نہیں
ہو سکتے۔ اس کے مقابلے ہندستان کیا لڑا ہے۔ ہم گال
پھا کر یہ سمجھتے ہیں کہ یورپ کے اکوا ہم ہی ہیں
لیکن چین ہم سے کوسوں آگے ہے۔ چین والے اپنے مقصد
پر ایک سو ہو کر چل رہے ہیں اور ان نے اندر ارادہ معلوم
پڑتا ہے۔ انہیں کوئی نہیں روک سکتا۔ ہمارے سامنے
نہ کوئی مقصد ہے نہ کوئی منزل، اس لئے ہم میں جوش
نہیں ہے۔

“کھانا ہر جگہ بھرتا ہے۔ ضرورت کی دوسری چیزیں
بھی بھرتا ہی جتنی ملتی ہیں۔ ہاں، انٹیلیجنس
ضرور ہے، لیکن سرکار نے اسے دور کرنے کا راستہ نکال لیا

نئے چین کی جھلک

(ڈاکٹر جے. سی. कुमारپا)

نئے چین کی جھلک

(ڈاکٹر جے. سی. کمارپا)

[ڈاکٹر جے. سی. कुमारپا کول ہینڈ پرام بھوگ
سب، مگنواہی، بھو، کے سدر ہیں۔ آپ ہینڈ
گوبیلل میشن کے ممبر کی ہینڈیت سے چین گپ یو۔
آپنے دیرے میں انہوں نے جو خات اپنی سبھا کے مंत्री کو
بہجے وہ ان کے ماہواری پرچے "پرام بھوگ پتریکا"
میں لپے ہیں۔ ان خاتوں سے نپ چین کی ایک خااسی کلک
میلاتی ہے۔ ہم ان خاتوں میں سے کلک کو یھاں دے رہے ہیں۔
—ایڈیٹر]

[ڈاکٹر جے. سی. کمارپا کل ہند گرام اڈیوگ
سبھا مگن واری، وونہا، کے سدر ہیں۔ آپ ہند
گوبیلل میشن کے ممبر کی جھلک سے چین گپ یو۔
آپنے دیرے میں انہوں نے جو خط اپنی سبھا کے مंत्री
کو بہجے وہ ان کے ماہواری پرچے "گرام اڈیوگ پتریکا"
میں لپے ہیں۔ ان خطوں سے نئے چین کی ایک
خاص جھلک ملتی ہے۔ ہم ان خطوں میں سے کچھ
کو یہاں دے رہے ہیں — ایڈیٹر]

(1)

(1)

"ہم لوگ ہانگ کانگ شام کو پہنچے۔ سٹیمنگ ہاوس
ہوٹل میں ہمیں ٹھہرایا گیا۔ اس ہوٹل کے بئروں میں ہینڈو-
ستانی ہوٹلوں کے بئروں سے بڑا فرق دیکھتا تھا۔
ہمارے یہاں کے بھڑے گردن جھکے انعام یا بخشش
کے منتظر رہتے ہیں۔ لیکن ہانگ کانگ میں چھلی
بھڑوں کے چہرے پر خوشی چھائی ہوئی تھی، وہ مسکرا
رہے تھے اور سر اونچا کر کے ایذا کم کرتے تھے۔ انہیں دیکھکر
چہرہ ہوتی تھی۔ انہوں نے آٹھ تھے چین کا ناز تھا۔
انہوں نے ہمارا سواگت کیا اور اس طرح یہاں آئے مانو
رہی ہمارے مہربان ہیں۔

"دوسرے دن سویرے میں یہ دیکھنے نکل گیا کہ
ہانگ کانگ کی غریب بستیاں کھسی ہیں۔ میں ایسی
جگہ گیا جہاں مجھے اُمید تھی کہ بدبو اور گندگی ہوگی
— مائیں مچھلی بازار اور سڑکی ملتی۔ لیکن میں
تو دنگ رہ گیا نہ مجھے مکھی دلتی، نہ کوئے نہ چھل—
جو پورب میں گندگی نے مشہور صلیب سجھ جاتے ہیں۔
سڑکیں صاف تھیں حالانکہ لوگ غریب تھے۔ کچھ لوگ
تو سڑک کے پاس پتری پر پڑے تھے۔ نہ کہیں تھوگ
دنہائی دیتا تھا نہ اور کچی گندگی۔ نہ کوئی بو آتی
تھی—صرف سوہی مچھلی کی قدرتی گندھ آتی تھی۔
پچھم کو چھوڑ کر ایسا صاف نگر میں لے کہیں نہیں
دیکھا۔ نہیں، نہیں، لندن کے کچھ حصے بھی یہاں سے
سبق لے سکتے ہیں۔ اس جگہ راج انگریزی ہے مگر
آپاسی غریب چھلیوں کی ہے۔ ان کی حالت ہمارے
شہر میں پتری پر دھلے والوں سے زیادہ مختلف نہیں
ہے۔ ہمارے شہروں کا انتظام بھی انگریز لوگ ایک زمانے
میں کرتے تھے مگر بھوت زمین آسمان کا معلوم پوتا ہے۔
اس کی وجہ چھلیوں کا بھوگ ہی ہو سکتا ہے۔ ہم کو
ہم جہاز سے کھیتوں کے لیے روانہ ہوئے۔ اس جہاز پر قریب دو
دن کے بعد ہم نے چائے کے وقت دو مکھیاں دیکھیں۔ سدرے
سانہی فوراً بول اُٹھے "دیکھو، دیکھو! دو مکھیاں ہیں!"

تھان کی مہاشیہ میں ہائیڈرو یونٹ تنخواہ لے رہی تھی، فیکٹری کے ڈائریکٹر کی تنخواہ ساڑھے تین سو یونٹ تھی، سرکاری محکمہ میں کم سے کم تنخواہ ڈیڑھ سو یونٹ اور جیواہر سے جیواہر تنخواہ ساڑھے تین سو یونٹ ہے۔ اسی طرح کا فرق ایک یونیورسٹی کے پروفیسر اور ایک چپراسی میں ہے۔ چیرمین مائیکرو-سوسائٹی کی تنخواہ ہمارے راجپوت کی تنخواہ کے مقابلے میں سو گنا زیادہ ہے۔ اس لیے اس کے ممبروں میں سے کسی ایک کو بھی اس کی تنخواہ کے مقابلے میں سولہواں حصہ ہے۔ اس لحاظ سے ہم چین کے اندر ہر کسی کو خالی کے مزدور اور مزدور میں ایک یونیورسٹی کے پروفیسر اور ایک چپراسی میں پوٹاک وغیرہ کے لحاظ سے کوئی تمیز نہیں کر سکتے۔

چینی حکومت دینی اڈیورگ دھندوں کی طرف بڑھاتی ہے۔ یونٹنگ میں ہم نے ایک بڑا بازار ایسا دیکھا جہاں ہاتھ کا ہاتھ ہوا کھڑا ہوتا ہے۔ کچھ دیہاتوں میں ہم نے دیکھا کہ لوگ ہاتھ کا کھڑا بن رہے تھے اور ان کی صورتیں پرانے طریقے پر کات رہی تھیں۔ ہم نے ایک بڑی نمائش دیکھی جہاں ہاتھ سے تیار کی جانے والی چیزیں دکھائی گئی تھیں۔

مذہبی آزادی

چین میں پوری مذہبی آزادی حاصل ہے۔ ہم نے مسجدیں دیکھیں جہاں باقاعدہ نماز ادا کی جاتی تھی۔ ہم نے سکھوں کے گرودرارے بھی دیکھے جہاں گرتھ صاحب رکھا ہوا تھا اور اُسے اُسی طرح پوہا جاتا تھا جیسے ہندوستان میں۔ ہم نے بڑے بڑے بودھ مندر بھی دیکھے جہاں بڑی بڑی صورتیں رکھی ہوئی تھیں۔ ہانگ چو میں ایسے ہی ایک مندر کی چیمبر گھر پڑی تھی۔ ہم نے دیکھا کہ حکومت کے پاس سے اُسے نئے سرے سے بنایا جا رہا ہے۔

میں یہ اثر لے کر اور سائنسٹ ہو کر چین سے واپس آیا ہوں کہ نہ تو چین اور تانگ چین نے نہ تو ایٹم کی ہر قوم کے ساتھ پُر امن طور پر دھڑا چاہتے ہیں۔ چین کا زیادہ دھیان صرف جنگی سامان بنانے کی طرف ہی نہیں ہے بلکہ ایسے سامان کی طرف بھی دھیان دیا جا رہا ہے جو روز کے استعمال میں آتے ہیں۔ اس کا کارن یہ ہے کہ چین میں کوئی جنگ کو پسند نہیں کرتا۔

میں یقین رکھتا ہوں کہ نہ تو چین ہندوستان کے مقابلے میں ان اصولوں کے زیادہ قریب ہے جن کا پرچار مہاتما گاندھی کرتے تھے۔ آج جو ہم اپنے ملک میں دیکھتے ہیں ان میں سے بہت سی باتیں آج سے دو سال پہلے چین میں بھی دیکھنے میں آتی تھیں۔ مجھے اس بارے میں ذرا بھی شک نہیں کہ اگر ہندوستان میں ہم ان باتوں کو دور کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں تو ہم نئے چین سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

چینی حکومت دینی اڈیورگ دھندوں کی طرف بڑھاتی ہے۔ یونٹنگ میں ہم نے ایک بڑا بازار ایسا دیکھا جہاں ہاتھ کا ہاتھ ہوا کھڑا ہوتا ہے۔ کچھ دیہاتوں میں ہم نے دیکھا کہ لوگ ہاتھ کا کھڑا بن رہے تھے اور ان کی صورتیں پرانے طریقے پر کات رہی تھیں۔ ہم نے ایک بڑی نمائش دیکھی جہاں ہاتھ سے تیار کی جانے والی چیزیں دکھائی گئی تھیں۔

مذہبی آزادی

چین میں پوری مذہبی آزادی حاصل ہے۔ ہم نے مسجدیں دیکھیں جہاں باقاعدہ نماز ادا کی جاتی تھی۔ ہم نے سکھوں کے گرودرارے بھی دیکھے جہاں گرتھ صاحب رکھا ہوا تھا اور اُسے اُسی طرح پوہا جاتا تھا جیسے ہندوستان میں۔ ہم نے بڑے بڑے بودھ مندر بھی دیکھے جہاں بڑی بڑی صورتیں رکھی ہوئی تھیں۔ ہانگ چو میں ایسے ہی ایک مندر کی چیمبر گھر پڑی تھی۔ ہم نے دیکھا کہ حکومت کے پاس سے اُسے نئے سرے سے بنایا جا رہا ہے۔

میں یہ اثر لے کر اور سائنسٹ ہو کر چین سے واپس آیا ہوں کہ نہ تو چین اور تانگ چین نے نہ تو ایٹم کی ہر قوم کے ساتھ پُر امن طور پر دھڑا چاہتے ہیں۔ چین کا زیادہ دھیان صرف جنگی سامان بنانے کی طرف ہی نہیں ہے بلکہ ایسے سامان کی طرف بھی دھیان دیا جا رہا ہے جو روز کے استعمال میں آتے ہیں۔ اس کا کارن یہ ہے کہ چین میں کوئی جنگ کو پسند نہیں کرتا۔

دیکھنا چاہتے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ یوں ملک میں نجی ملکیتوں اور نجی ملکیت والے کارخانوں کی ہمت بڑھائی جاتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ سرکار ان نجی کارخانوں کو کچھا مال بھی مہیا کرتی ہے اور اس بات کی ضمانت دیتی ہے کہ ان کا تیار کیا ہوا مال بوجھا جائے گا۔ ویدیشی پونجی لگانے کے لئے بھی کافی گنجائش ہے۔ ہم نے ٹنگسن، شنگھائی اور دوسری بہت سی دیکھیں پر انگریز فرموں کو کام کرتے دیکھا۔ ہم نے خاص طور سے چھان بین کی اور ہمیں بتایا گیا کہ چین کے زرد ایسا کوئی ایک بھی کارخانہ یا زمین نہیں جو ساج وادی دھمک کی ملکیت ہو۔ نئے چین کی حکومت کوئی کمیونسٹ حکومت نہیں ہے اور نہ وہ ایک پارٹی کی سرکار ہے بلکہ وہ کھول ایک ملی جلی پارٹی کی سرکار ہے جس میں دیہی کی تمام پارٹیوں کے مائندے شامل ہیں۔ سرکار میں ایسے ممبروں کی کتنی صرف ایک تہائی ہے جنکے بارے میں دعوے سے کہا جاسکے کہ وہ کمیونسٹ ہیں۔ لیکن اگر اسکے بعد بھی یہ کہا جائے کہ چین ایک کمیونسٹ ملک ہے تو میں ہوں گا کہ چین کا کمیونزم 'چینی کمیونزم' ہے جس میں چلتا کی پرانی پرہیزوں کو بدلنے دیکھا گیا ہے۔

قانونی عدالتوں

چین نے اپنی قانونی عدالتوں میں انقلابی تبدیلی لی ہے اور وکالت کے پچھمی طریقے کو ایک دم بدل دیا ہے۔ کسی زمانے میں کھول شنگھائی شہر میں بارہ سو کھل رہا کرتے تھے۔ لیکن آج وہاں ایک بھی وکیل نہیں ہے۔ ان سب کو دوسرے محکموں میں لے لیا گیا ہے اور صرف پانچ بہت قابل وکلیوں کو سرکار نے خود نوکر رکھا ہے جن سے پچھندہ معاملوں میں صلاح لی جاتی ہے۔ اس طرح نہ صرف یہ کہ چین سے مقدمے بازی کی بھاری نور ہوگئی ہے بلکہ اب مقدموں کے فیصلے بھی بہت جلد ہو جاتے ہیں اور انصاف سستا ہو گیا ہے۔ چینی سرکار مجرموں کا سدھار ٹرییننگ دے کر بھی کرتی ہے اور سزا دینے کے مقابلے میں ان کو سدھار کی شکشا بھی دیتی ہے۔ نئی چینی سرکار نے ان لوگوں تک کو معاف کر دیا ہے جنہوں نے کومینٹانگ سرکار سے ہتھیار لے کر نئی سرکار سے جنگ کی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ کہ وہ نئی سرکار کے سب سے بڑے وفادار بن گئے ہیں۔

تعلیمات

چین میں تعلیمات میں سیکھے کی بنیاد پر نہیں بلکہ علم کی بنیاد پر دی جاتی ہے۔ جن کارخانوں میں ہم لوگ گئے، ہم نے دیکھا کہ عام مزدوروں اور مہاجر یا ڈائریکٹر کی تعلیمات میں فرق اور آٹھ کا انویسٹ (تداسب) تھا۔ ایک ہسکت ٹیکٹری میں جہاں ایک مزدور

تعلیمات

چین میں تعلیمات میں سیکھے کی بنیاد پر نہیں بلکہ علم کی بنیاد پر دی جاتی ہے۔ جن کارخانوں میں ہم لوگ گئے، ہم نے دیکھا کہ عام مزدوروں اور مہاجر یا ڈائریکٹر کی تعلیمات میں فرق اور آٹھ کا انویسٹ (تداسب) تھا۔ ایک ہسکت ٹیکٹری میں جہاں ایک مزدور

جانے جانے، پڑنے پڑنے پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ ہم اہاں جاہے جاسکتے تھے اور جو دیکھنا چاہتے تھے دیکھ سکتے تھے۔ چھٹی چلتا اور چھٹی حاکم بھی ہم سے کہیں کہیں نہ رہتے تھے۔ ہم نے جو کچھ بھی چاہنا حاصل کرنا چاہی اس میں انہوں نے ہر دوری پوری سہولت دی۔

دو سال کی ترقی

پچھلے دو سال کے اندر چین نے جو کچھ کیا اسکا ہم پر بے حد असर پڑا۔ جاپانی کڑی کے बीच اور باد میں کمیونٹاں گ راج میں देश की समाजी और आर्थिक जिन्दगी का ठोका बिलकुल टुकड़े टुकड़े हो गया था. चीन के नेताओं को बिलकुल नए सिरे से अपने देश को बनाना पड़ा. इन दो बरसों के अन्दर वह अपने बरबाद हुए उद्योग धंधों को बहाल करने और मुलक के आर्थिक निजाम को संवारने में सफल हो गए हैं. रिवत खोरी बन्द कर दी गई है और अब वही अफसर जो दो साल पहले तक दुनिया के सब मुलकों से ज्यादा घूम खोर थे, पारसा बन गए हैं. यही नहीं, सब मिला कर जनता का सदाचार भी बहुत ऊंचा हो गया है. इसका सबूत इस बात से मिलता है कि इतने लम्बे चौड़े और महान देश से वेश्याओं और भिकमंगों का बिलकुल ख़ात्मा हो चुका है. खेती में सुधार किया गया है और जिन लोगों के पास ज़मीनें नहीं थीं उन्हें ज़मीनें दे दी गई हैं और अब देश की पैदावार इतनी बढ़ गई है कि जो देश सिर्फ चन्द साल पहले तक दूसरे देशों से गल्ला मंगाता था अब लाखों टन गल्ला दूसरे देशों को भेजता है. उद्योग धंधों के मैदान में भी उसने इतनी तरक्की की है कि अब वह जिन्दगी के हर क्षेत्र में अपनी खरूरत आप पूरी कर लेता है.

समाजी सुधार

चीन में समाजी सुधार भी हुए हैं. खास तौर पर औरतों के सिलसिले में बहुत सुधार हुआ है. चीनी औरत को, जो किसी ज़माने में एक जागीर समझी जाती थी, बराबर के हक दिये गए हैं. शादी के बारे में नया क़ानून बनाया गया है और एक से ज्यादा पत्नी घर में रखने की मनाही कर दी गई है. बेरोज़गारी को ख़त्म करने की कोशिश की जा रही है और जीवन के हर मैदान में मालदारों और शरीकों, मास्कों और नौकरों, आक्का और गुलामों के क़र्क को मिटाया जा रहा है. क़ीमतों को एक सतह पर लिखाया जा रहा है और पैदावार बढ़ा कर सिके की बढ़ती के मसले पर क़ाबू पाने की कोशिश की जा रही है.

चीन कम्युनिस्ट देश नहीं है

यहां हिन्दुस्तान में हम से कहा जाता है कि चीन एक कम्युनिस्ट देश है. हम इस बात को ऐन मौक़े पर पहुँच कर

अपने जाने को हमें बेतुका पर क़ौमी पाबंदी नहीं होती. हम जहाँ चाहें जा सकते हैं और जो दिक़्क़तें चाहें दिक़्क़तें कर सकते हैं. चूल्ही जलता और चूल्ही हाक़म भी हम से कहेंगे कहेंगे न रहेंगे तब. हम ने जो क़दम भी चानकारी حاصل करनी चाही उस में हमें उनमें ने हमें

दो साल की तرقی

पچھلے دو سال کے اندر چین نے جو کچھ کیا اسکا ہم پر بے حد असर پڑا. جاپانی کڑی کے बीच اور باد میں देश की समाजी और आर्थिक जिन्दगी का ठोका बिलकुल टुकड़े टुकड़े हो गया था. चीन के नेताओं को बिलकुल नए सिरे से अपने देश को बनाना पड़ा. इन दो बरसों के अन्दर वह अपने बरबाद हुए उद्योग धंधों को बहाल करने और मुलक के आर्थिक निजाम को संवारने में सफल हो गए हैं. रिवत खोरी बन्द कर दी गई है और अब वही अफसर जो दो साल पहले तक दुनिया के सब मुलकों से ज्यादा घूम खोर थे, पारसा बन गए हैं. यही नहीं, सब मिला कर जनता का सदाचार भी बहुत ऊंचा हो गया है. इसका सबूत इस बात से मिलता है कि इतने लम्बे चौड़े और महान देश से वेश्याओं और भिकमंगों का बिलकुल ख़ात्मा हो चुका है. खेती में सुधार किया गया है और जिन लोगों के पास ज़मीनें नहीं थीं उन्हें ज़मीनें दे दी गई हैं और अब देश की पैदावार इतनी बढ़ गई है कि जो देश सिर्फ चन्द साल पहले तक दूसरे देशों से गल्ला मंगाता था अब लाखों टन गल्ला दूसरे देशों को भेजता है. उद्योग धंधों के मैदान में भी उसने इतनी तरक्की की है कि अब वह जिन्दगी के हर क्षेत्र में अपनी खरूरत आप पूरी कर लेता है.

समाजी सुधार

चीन में समाजी सुधार भी हुए हैं. खास तौर पर औरतों के सिलसिले में बहुत सुधार हुआ है. चीनी औरत को, जो किसी ज़माने में एक जागीर समझी जाती थी, बराबर के हक दिये गए हैं. शादी के बारे में नया क़ानून बनाया गया है और एक से ज्यादा पत्नी घर में रखने की मनाही कर दी गई है. बेरोज़गारी को ख़त्म करने की कोशिश की जा रही है और जीवन के हर मैदान में मालदारों और शरीकों, मास्कों और नौकरों, आक्का और गुलामों के क़र्क को मिटाया जा रहा है. क़ीमतों को एक सतह पर लिखाया जा रहा है और पैदावार बढ़ा कर सिके की बढ़ती के मसले पर क़ाबू पाने की कोशिश की जा रही है.

चीन कम्युनिस्ट देश नहीं है

यहां हिन्दुस्तान में हम से कहा जाता है कि चीन एक कम्युनिस्ट देश है. हम इस बात को ऐन मौक़े पर पहुँच कर

چین کی سیر

پچھلے مئی مہینے میں ہم نے نئی دہلی میں چینی دوتवास کی مارکت چین کی بڑے لوک سانشاؤ کی طرف سے دوات نامے ميلة کي هم चीनी लोक राज की दूसरी सालगिरह के मौके पर होने वाले जलसों में शरीक हों. यह दावत नामे हमने मंजूर कर लिये लेकिन हमारे पास समय बहुत कम था. फिर भी अलग अलग सूबों से सम्बन्ध रखने वाले अलग अलग लोगों को चीन जाने वाले गुडविल मिशन में शामिल करने की कोशिश की गई. मिशन के अकसर मेम्बर जैसे डाक्टर जे. सी. कुमारप्पा, सदर कुल हिन्दू ग्राम उद्योग संघ, वर्धा, डाक्टर बी. के. आर. बी. राव, डायरेक्टर देहली स्कूल आफ एकोनामिक्स और श्रीमती हमा सेन, सदर कुल हिन्दू बीमन्स कान्फरेन्स आजाद तबके और छायाल से सम्बन्ध रखने वाले थे. मिशन में किसी कम्युनिस्ट मेम्बर को शामिल नहीं किया गया था. यह इसलिये किया गया कि छायाल यह था कि कुछ निशपक्ष था और जानिबदार हिन्दुस्तानी चीन देख कर आएँ और कुछ वहाँ के हालात को देखें. सरकार और चीन की अलग अलग संस्थाओं की तरफ से हमारा बहुत शानदार स्वागत किया गया. जहाँ कहीं हम गए, चीनियों ने अपनी मेहमाँ नबाजी की हद कर दी और इस बात का उन्होंने खास तौर से ध्यान रखा कि हमें कोई तकलीफ न होने पाए.

हम चीन के सात बड़े बड़े शहरों में गए—(1) कैन्टन (2) पेकिंग, (3) मुक्दन, (4) टेंगटसन, (5) नानकिंग, (6) शंघाई और (7) हांग-चू. हमने चीन की यूनिवर्सिटियाँ देखीं, वहाँ के स्कूलों और कालिजों में गए, कारखानों में गए—उनमें भी जो सरकारी मिलिकयत थे और उनमें भी जो निजी मिलिकयत थे. हम वहाँ के बाजारों में भी घूमे, हमने चीन की अदालतें भी देखीं और यह देखा कि वहाँ मुकदमों के फ़ैसले किस तरह किये जाते हैं. हमने चीन की अलग अलग संस्थाओं को देखा और उन संस्थाओं से ताल्लुक रखने वाले लोगों और दूसरे असरदार चीनियों से बातचीत की. हमने चीन के सिनेमा भी देखे, उनके थेटरो में भी गए और उनकी खेती बाड़ी और दस्तकारी की नुमाइशों को भी देखा, जिनमें देहावी दस्तकारियों की नुमाइशें भी शामिल थीं. मुख्यतः यह कि हमने यह सब कुछ देखा जो हम अपने थाड़े से दिनों के दौर में देख सकते थे. हम चीन में चालीस दिन ठहरे और सब यह है कि इस अरसे में बेहद मसरूफ रहे. हमारे कहीं

चीन की सیر

पचहत्ते सितंबर में हमें नई दिल्ली में चीनी दूतवास की मार्केट चीन की बड़े लोक संस्थाओं की तरफ से दावत नामे मिले कि हम चीनी लोक राज की दूसरी सालगिरह के मौके पर होने वाले जलसों में शरीक हों. यह दावत नामे हमने मंजूर कर लिये लेकिन हमारे पास समय बहुत कम था. फिर भी अलग अलग सूबों से सम्बन्ध रखने वाले अलग अलग लोगों को चीन जाने वाले गुडविल मिशन में शामिल करने की कोशिश की गई. मिशन के अकसर मेम्बर जैसे डाक्टर जे. सी. कुमारप्पा, सदर कुल हिन्दू ग्राम उद्योग संघ, वर्धा, डाक्टर बी. के. आर. बी. राव, डायरेक्टर देहली स्कूल आफ एकोनामिक्स और श्रीमती हमा सेन, सदर कुल हिन्दू बीमन्स कान्फरेन्स आजाद तबके और छायाल से सम्बन्ध रखने वाले थे. मिशन में किसी कम्युनिस्ट मेम्बर को शामिल नहीं किया गया था. यह इसलिये किया गया कि छायाल यह था कि कुछ निशपक्ष था और जानिबदार हिन्दुस्तानी चीन देख कर आएँ और कुछ वहाँ के हालात को देखें. सरकार और चीन की अलग अलग संस्थाओं की तरफ से हमारा बहुत शानदार स्वागत किया गया. जहाँ कहीं हम गए, चीनियों ने अपनी मेहमाँ नबाजी की हद कर दी और इस बात का उन्होंने खास तौर से ध्यान रखा कि हमें कोई तकलीफ न होने पाए.

हम चीन के सात बड़े बड़े शहरों में गए—(1) कैन्टन (2) पेकिंग, (3) मुक्दन, (4) टेंगटसन, (5) नानकिंग, (6) शंघाई और (7) हांग-चू. हमने चीन की यूनिवर्सिटियाँ देखीं, वहाँ के स्कूलों और कालिजों में गए, कारखानों में गए—उनमें भी जो सरकारी मिलिकयत थे और उनमें भी जो निजी मिलिकयत थे. हम वहाँ के बाजारों में भी घूमे, हमने चीन की अदालतें भी देखीं और यह देखा कि वहाँ मुकदमों के फ़ैसले किस तरह किये जाते हैं. हमने चीन की अलग अलग संस्थाओं को देखा और उन संस्थाओं से ताल्लुक रखने वाले लोगों और दूसरे असरदार चीनियों से बातचीत की. हमने चीन के सिनेमा भी देखे, उनके थेटरो में भी गए और उनकी खेती बाड़ी और दस्तकारी की नुमाइशों को भी देखा, जिनमें देहावी दस्तकारियों की नुमाइशें भी शामिल थीं. मुख्यतः यह कि हमने यह सब कुछ देखा जो हम अपने थाड़े से दिनों के दौर में देख सकते थे. हम चीन में चालीस दिन ठहरे और सब यह है कि इस अरसे में बेहद मसरूफ रहे. हमारे कहीं

اسلئے، سدر صاحب! میں آپکو پھر سے یقین دلاتا ہوں کہ اس شانتی اور ایکٹائیو کرنے کی آپ کی کوششوں میں ہمدستان آپ کے ساتھ ہے۔ اس کے پہلے کہ میں ختم کروں ایک چیز اور کہتا چاہتا ہوں، لیکن وہ خاصگی یا نجی بات ہے۔ میں اس کے لئے آپ کی معافی چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ان پانچ ہفتوں میں ہم جو چین میں رہے تو جن چھٹی بھائی بھنوں سے مجھے واسطہ پڑا ان سے مجھے اپنے کٹمب جوہی محبت پیدا ہوگئی ہے۔ میں اپنی ہی نہیں بلکہ اپنے مشن کے ہر بھائی بھن کے دل کی بہاونا ظاہر کرتا ہوں جب میں یہ کہتا ہوں کہ اپنے اس سفر میں جن لوگوں سے ہمیں واسطہ پڑا ہے ان میں سے کچھ کو تو ہم کبھی نہیں بھول سکتے۔

آپ جس پیار سے ہمیں یہاں پر رکھا وہ ہم کبھی نہیں بھول سکتے۔ یقین مانگے کہ یہاں سے جانے میں ہمیں تکلیف ہی ہو رہی ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے مانو پھر اپنے اس بھائی سے جدا ہونا پڑ رہا ہے جس سے ہمسوں کے بعد ملاقات ہو پائی تھی۔

سدر صاحب! ہم—چین اور ہندوستان—کے دل در دیس ہی نہیں ہیں جن میں ایکتا ہے، بلکہ ہم ایک ہی خاندان کے بھائی بھن ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہمارا رشتہ محض راج گاجی رشتے کے مقابلے نہیں زیادہ گہرا اور سچا ہے۔ جن نوجوان لڑکے لڑکیوں سے میں یہاں ملا انہیں میں اپنے بیٹے اور بیٹی ماننے لگ گیا ہوں۔ میں ان ہمارے بیٹوں اور بیٹیوں نے مسکراتے چہروں کو کبھی نہیں بھول سکتا، جو ہر استہش پر ہموں بھولوں کی ملائیں دیا کرتے تھے۔ کیسی انوکھی محبت! کوسا انوکھا پیار! اس کے علاوہ بڑی عمر کے جو لوگ ہمارے پاس آئے اور جن سے ہمارا زیادہ نزدیک کا تعلق رہا، وہ بھی ہمارے ساتھ ایسے ہی بیہواہ کرتے تھے جوہی سے بھائی بھنوں کے ساتھ کہا جاتا ہے۔ ان میٹھی اور لہوانی یادوں کو لے کر ہم ہندوستان واپس جا رہے ہیں۔ یہ یاد ہمیشہ ہی ہمارے دل میں بلی رہے گی۔

ہماری پرانی کتابوں میں لکھا ہے کہ سارا انسانی سماج ایک کٹمب ہے۔ میں مانتا ہوں کہ اس دھرتی پر رہنے والے دو سو کروڑ پرانی سچے سچے ایک کٹمب ہیں۔ میں مانتا ہوں وہ دن جلد آنے والا ہے جب ہم سب ایک کٹمب کی طرح رہنا شروع کر دیں گے۔ اگر اس میں کوئی آرجن ہے تو اُسے در در دن نزدیک لانے کی کوشش کریں گے۔ یہی اصلی مطلب ہے ایشیا کی ایکتا کا، پھر اصلی مطلب ہے ہندوستان اور چین کی ایکتا کا۔

کینٹن

29. 10. '51

ہماری پرانی کتابوں میں لکھا ہے کہ سارا انسانی سماج ایک کٹمب ہے۔ میں مانتا ہوں کہ اس دھرتی پر رہنے والے دو سو کروڑ پرانی سچے سچے ایک کٹمب ہیں۔ میں مانتا ہوں وہ دن جلد آنے والا ہے جب ہم سب ایک کٹمب کی طرح رہنا شروع کر دیں گے۔ اگر اس میں کوئی آرجن ہے تو اُسے در در دن نزدیک لانے کی کوشش کریں گے۔ یہی اصلی مطلب ہے ایشیا کی ایکتا کا، پھر اصلی مطلب ہے ہندوستان اور چین کی ایکتا کا۔

29. 10. '51

کینٹن

और है। दूधी हुई क्रीम होने न होने का कोई सवाल ही नहीं है। आज चीन दुनिया की बड़ी से बड़ी और ऊंची से ऊंची ताकतों में से है। और चीन की बात छोड़िये, जब हम एशिया का जिक्र करते हैं तो मैं पूछता हूँ क्या कोरिया के चन्द लाख आदिमियों ने ही पच्छिम को एक जबरदस्त सबक नहीं सिखा दिया है? यह वह सबक नहीं है जिसे कोई सहज में भूल जाय। कोरिया ने अपनी हिम्मत दिखाई है, चीन ने अपनी ताकत दिखाई है। अंगरेजी साम्राज्यवाद के शिकंजे को तोड़ कर हिन्दुस्तान आजाद हुआ है। एशिया की दूसरी क्रीम भी या तो आजाद हो गई है या आजाद होने जा रही है।

यहां पर इस जलसे में तिन चार पांच देशों के मुमाइन्दे मौजूद हैं उन देशों की कुल आबादी मौ करोड़ के करोड़ होती है। यह आबादी दुनिया की आबादी का ठाक भाग हिस्सा है। और मैं आपको इतमिनान दिलाता हूँ कि अगर दुनिया की यह आधी आबादी एक साथ कदम उठाती है तो कोई ताकत ऐसी नहीं है जो इसके आगे ठहर सके। एशिया ने इरादा कर लिया है कि वह आजाद होगा और फिर से बड़ी चीज होगा। साम्राजशाही, पूंजी-शाही और जागीरशाही का जमाना लट गया, हमेशा के लिये लट गया। जब तक यह चीजें रहती हैं तब तक दुनिया में असली शान्ति कायम ही नहीं हो सकती। और मैं आपसे कहता हूँ, कि एशिया के देशों ने इन शाहियों को खत्म करने का फैसला कर लिया है। इसलिये मैं आपको फिर से यकीन दिलाता हूँ कि साम्राजशाही, पूंजीशाही और जागीरशाही के खिलाफ आप जो लड़ाई लड़ रहे हैं उसमें हिन्दुस्तान आपके कंधे से कंधा मिलाकर साथ देगा।

एशिया की एकता इस खातिर नहीं है, उसका यह मतलब नहीं है, कि किसी दूसरे देश पर हमला—चढ़ाई की जाए। इसमें कोई शक नहीं कि योरप या अमरीका के किसी देश पर हमें धावा नहीं करना है। हमारी ताकत एक जबरदस्त और दर्दनाक जरूरत का नतीजा है। सौ-बरस से ऊपर हुआ हम पच्छिमा साम्राजशाही का शिकार बने और मुसीबतें उठाईं। हममें से कुछ तो आज भी, अभी भी, उठा रहे हैं। यही वह खतरा है, यही वह बदकिस्मती है जिस ने हम सब को एक कर दिया काफी बड़े पैमाने तक हम इस चंगुल से निकल आए हैं और जो कुछ बाक़ी बचा है उससे भी जल्द निकल आएंगे।

इसलिये योरप या अमरीका या और कहीं किसी भी देश को एशिया की एकता में छौक खाने की जरूरत नहीं है! हमारी एकता का मकसद है—दुनिया में शान्त कायम करना। हमारी एकता का मकसद है दुनिया के सब रहने वाले एक हो जाएं।

है। ये भी ऐसी ही एकता है जो दुनिया के सब को एक करेगी।
 २. आज चीन दुनिया की बड़ी से बड़ी और ऊंची से ऊंची ताकतों में से है। और चीन की बात छोड़िये, जब हम एशिया का जिक्र करते हैं तो मैं पूछता हूँ क्या कोरिया के चन्द लाख आदिमियों ने ही पच्छिम को एक जबरदस्त सबक नहीं सिखा दिया है? यह वह सबक नहीं है जिसे कोई सहज में भूल जाय। कोरिया ने अपनी हिम्मत दिखाई है, चीन ने अपनी ताकत दिखाई है। अंगरेजी साम्राज्यवाद के शिकंजे को तोड़ कर हिन्दुस्तान आजाद हुआ है। एशिया की दूसरी क्रीम भी या तो आजाद हो गई है या आजाद होने जा रही है।

येहाں پر اس جلسے میں جن چار پانچ دیشوں کے نمائندے موجود ہیں ان دیشوں کی کل آبادی سو کروڑ قریب ہوتی ہے۔ یہ آبادی دنیا کی آبادی کا ٹھیک نصف حصہ ہے۔ اور میں آپ کو اطمینان دلانا ہوں کہ اگر دنیا کی یہ آدھی آبادی ایک ساتھ قدم اٹھاتی ہے تو اپنی طاقت ایسی نہیں ہے جو اس کے آگے ٹھہر سکے۔ ایشیا نے ارادہ کر لیا ہے کہ وہ آزاد ہوگا اور پھر سے بڑی چیز ہوگا۔ سامراج شاہی چونچلی شاہی اور جاگیر شاہی کا زمانہ لٹ با ہمیشہ کے لئے لٹ گیا۔ جب تک یہ چیزیں رہتی ہیں تب تک دنیا میں اصلی شانتی قائم ہی نہیں ہو سکتی۔ اور میں آپ سے کہتا ہوں، کہ ایشیا نے دیشوں نے ان شاہیوں کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس لئے میں آپ کو پھر سے یقین دلانا ہوں کہ سامراج شاہی، چونچلی شاہی اور جاگیر شاہی کے خلاف آپ جو لڑائی لڑ رہے ہیں اس میں ہندوستان آپ کے کندھے سے کندھا مل کر ساتھ دے گا۔

ایشیا کی ایکٹا اس خاطر نہیں ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے، کہ کسی دوسرے دیش پر حملہ—چڑھائی کی جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یورپ یا امریکہ کے کسی دیش پر ہمیں دھاوا نہیں کرنا ہے۔ ہماری طاقت ایک زبردست اور دردناک ضرورت کا نتیجہ ہے۔ سو برس سے اوپر ہوا ہم پچھمی سامراج شاہی کا شکار بنے اور مصیبتیں اٹھائیں۔ ہم میں سے کچھ تو آج بھی، ابھی بھی، اٹھا رہے ہیں۔ یہی وہ خطرہ ہے، یہی وہ بدقسمتی ہے جس نے ہم سب کو ایک کر دیا۔ کافی بڑے پیمانے تک ہم اس چنگل سے نکل آئے ہیں اور جو کچھ باقی بچا ہے اس سے بھی جلد نکل آئیں گے۔

اس لئے یورپ یا امریکہ یا اور کہیں کسی بھی دیش کو ایشیا کی ایکٹا سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں ہے! ہماری ایکٹا کا مقصد ہے دنیا میں شانتی قائم کرنا ہماری ایکٹا کا مقصد ہے دنیا کے سب رملے والے ایک ہو جائیں۔

दौरे से हमारा आपका दो हजार बरस का पुराना रिश्ता फिर से हरा हो गया है। हिन्दुस्तान और चीन में जो दोस्ती थी वह पहले के मुक्ताबले कहीं ज्यादा गहरी और नजदीक हो गई है। मैं आपको यकीन दिलाता हूँ कि अब यह दोस्ती पक्की और टिकने वाली बन गई है। मैं अपनी तरफ से, अपने मिशन की तरफ से और हिन्दुस्तान के लोगों की तरफ से आपको यकीन दिलाता हूँ कि हमारे इस दौर के बाद दुनिया में कोई चीज ऐसी नहीं है जो हमारे आपके प्यारे और दोस्ताना ताल्लुक में कोई खलल डाल सके। सदर साहब! चीन की जनता ने पिछले दो बरस में जो कमाल हासिल किये हैं वह हमने देखे। हमने देखा कि अपने मजदूरों, अपने किसानों, अपनी औरतों और अपनी आम जनता के लिये आप कितना कुछ इस अरसे में कर सके हैं। हमने देखा कि समाजी, आर्थिक और दस्तकारी—कारखाने के मामलों में आपने कितनी हैरतनाक तरक्की की है। इस सबका हम पर गहरा असर पड़ा है। मैं अपने को इतिहास का विद्यार्थी मानता हूँ और मुझे यकीन है कि दुनिया के शायद ही किसी मुल्क ने सिर्फ दो बरस की मुदत में इतनी तरक्की की होगी जितनी चीन ने की है।

अपनी तरफ से, अपने मिशन की तरफ से और हिन्दुस्तान की जनता की तरफ से मैं चीनी जनता के आगे सिर झुकाता हूँ। जिसने कमाल के कारनामे दिखाए हैं। आपके महान नेता चेयरमैन माओ-त्से-तुंग के आगे सिर झुकाता हूँ। जब ज़रा खमोशी के साथ मैं यह साचता हूँ कि आपको दश में इस बार घूम कर हमन क्या क्या साखा तो मैं इस नताजे पर पहुँचता हूँ कि चेयरमैन माओ सिर्फ चीन के ही नेता नहीं हैं बल्कि एक तरह से दखा जार तो एशिया के लीडर हैं जिसमें हिन्दुस्तान भी शामिल है। जैसा मैंने अभी अर्ज किया, यहां पर हमने जो खुश देखा, उससे हमने अपने देश की तरक्की और बेहतरा के लिय काफ़ी सबक लिया है। हमने आपके कारखाने देखे, यूनिवर्सिटियाँ देखीं, गाँव देखे, बाज़ार देखे, संगठन सभाएँ देखीं। हमने आप के यहां की अदालतें कचहरियाँ देखीं। इन सबस हम इसा नवीजे पर पहुँचे कि हमारे देश हिन्दुस्तान को चीन से बहुत कुछ सीखना है।

जहां तक राज नीति का सवाल है उस दायरे में भी चीन ने पिछले बन्द बरसों में जो फ़तह हासिल की है वह कोई छोटी चीज नहीं है। मेरा खयाल है कि पाँचम क साम्राज बादशा का यह सबक अच्छी तरह मिल गया होगा कि चीन अजेय है, इसे कोई नहीं जीत सकता। सदर साहब! आपने अपना स्पीच में कहा कि चीन अब वही हुई क़ौम नहीं रह गई है। लेकिन हमारी राय कुछ

दौर से हमारा आप का दो हजार बरस का पुराना रिश्ता फिर से हरा हो गया है। हिन्दुस्तान और चीन में जो दोस्ती थी वह पहले के मुक्ताबले कहीं ज्यादा गहरी और नजदीक हो गई है। मैं आपको यकीन दिलाता हूँ कि अब यह दोस्ती पक्की और टिकने वाली बन गई है। मैं अपनी तरफ से, अपने मिशन की तरफ से और हिन्दुस्तान के लोगों की तरफ से आपको यकीन दिलाता हूँ कि हमारे इस दौर के बाद दुनिया में कोई चीज ऐसी नहीं है जो हमारे आपके प्यारे और दोस्ताना ताल्लुक में कोई खलल डाल सके। सदर साहब! चीन की जनता ने पिछले दो बरस में जो कमाल हासिल किये हैं वह हमने देखे। हमने देखा कि अपने मजदूरों, अपने किसानों, अपनी औरतों और अपनी आम जनता के लिये आप कितना कुछ इस अरसे में कर सके हैं। हमने देखा कि समाजी, आर्थिक और दस्तकारी—कारखाने के मामलों में आपने कितनी हैरतनाक तरक्की की है। इस सबका हम पर गहरा असर पड़ा है। मैं अपने को इतिहास का विद्यार्थी मानता हूँ और मुझे यकीन है कि दुनिया के शायद ही किसी मुल्क ने सिर्फ दो बरस की मुदत में इतनी तरक्की की होगी जितनी चीन ने की है।

अपनी तरफ से, अपने मिशन की तरफ से और हिन्दुस्तान की जनता की तरफ से मैं चीनी जनता के आगे सिर झुकाता हूँ। जिसने कमाल के कारनामे दिखाए हैं। आपके महान नेता चेयरमैन माओ-त्से-तुंग के आगे सिर झुकाता हूँ। जब ज़रा खमोशी के साथ मैं यह साचता हूँ कि आपको दश में इस बार घूम कर हमन क्या क्या साखा तो मैं इस नताजे पर पहुँचता हूँ कि चेयरमैन माओ सिर्फ चीन के ही नेता नहीं हैं बल्कि एक तरह से दखा जार तो एशिया के लीडर हैं जिसमें हिन्दुस्तान भी शामिल है। जैसा मैंने अभी अर्ज किया, यहां पर हमने जो खुश देखा, उससे हमने अपने देश की तरक्की और बेहतरा के लिय काफ़ी सबक लिया है। हमने आपके कारखाने देखे, यूनिवर्सिटियाँ देखीं, गाँव देखे, बाज़ार देखे, संगठन सभाएँ देखीं। हमने आप के यहां की अदालतें कचहरियाँ देखीं। इन सबस हम इसा नवीजे पर पहुँचे कि हमारे देश हिन्दुस्तान को चीन से बहुत कुछ सीखना है।

जहां तक राज नीति का सवाल है उस दायरे में भी चीन ने पिछले बन्द बरसों में जो फ़तह हासिल की है वह कोई छोटी चीज नहीं है। मेरा खयाल है कि पाँचम क साम्राज बादशा का यह सबक अच्छी तरह मिल गया होगा कि चीन अजेय है, इसे कोई नहीं जीत सकता। सदर साहब! आपने अपना स्पीच में कहा कि चीन अब वही हुई क़ौम नहीं रह गई है। लेकिन हमारी राय कुछ

کرتے۔" ہندوستان یہ چاہتا ہے کہ انگلینڈ ہو چاہے امریکہ یا اور دیس ہو، بچھم کا ہو یا پورب کا، وہ سب کے انتہائی دوستی کے تعلق رکھے۔ مجھے یقین ہے کہ اچھا چھون کی ہے اور یہی دوس کی ہوگی۔ ہمارا مقصد 'ایک نئی دنیا' بنانا ہے، ایسی دنیا میں لڑائی کی کوئی گنجائش نہ ہو، جس میں ہر ملکوں کے لوگ اپنا بہلا برا ایک سا دیکھتے ہوں، جس کوئی کسی کو چوس نہ سکے، جس میں کسی کے دوسرے پر راج نہ ہو اور جس میں سب سب بہلائی کے لئے کام کرتے ہوں۔

ہندوستان اور چین اس مقصد کے حاصل کرنے کے ایک دوسرے کے ہر طرح ساتھ ہیں۔ ہمیں اُمید ہے دوسرے سمی دیس اور راشٹر اس نیک کام میں ارا پوری طرح ہاتھ بٹائیں گے۔

(انگریزی اخبار 'شنگھائی نیوز' سے)

چین کو الوداع

میرے ہمارے چاندنی بھائی اور بہنو!

چالیس دن ہوئے ہم آپ کے اس کوئٹن شہر میں دستان سے آئے تھے۔ اُس وقت جس محبت اور اُدارتا ساتھ آپ ہمارا سوانت کہا تھا اور جو پھار بھری خاطر فتح آپ ہماری کن اُس سے ہمارے دماغوں پر بہت اثر پڑا تھا۔ اُس کے بعد ہم پیکنگ پہنچے اور پھر بن کے دوسرے شہر دیکھے۔ میرا خیال ہے آپ یہ اُمید نہ ہوں گے کہ اس عرصے میں ہم نے جو دیکھا اور اُس جو اثر ہم پر ہوا اُسکی کچھ جھلک آپ کو دیں۔ میں کم بہت خوشی سے کرتا ہوں۔

سچ بات یہ ہے کہ جب آپ ہمیں ہندوستان سے بلایا تو دوست اور ہمدرد بن کر آئے۔ لیکن ہمارے دماغ میں کوئی لگاؤ چھکڑ نہیں تھا۔ ہم نے ہندوستان میں آپ کے ش کی باہت بہت کچھ سنا تھا، یہاں کی باہت بہت کچھ پڑھا تھا۔ آپ کے لئے ہمارے دل میں کافی ت اور پھار تھا۔ پھر یہی 'ہمیں بڑی خوشی اس بات ہوئی کہ آپ کے ساکھت درشن کرنے کا موقع ہمیں ملا۔ اور یہ موقع ہمیں ملا۔ اُسکے لئے ہم آپ کے بہت تسان مند ہیں۔

اب میں اس چھڑ پر آؤں کہ ہم پر کیا اثر پڑا۔ بہت دے سے میں آپکو میں بتاؤں کہ ہمارے اس

چینی کم్యونیٹم نے جو اسکی تعلیم کے مطابق ہے اور اس کے ہوائے آبروشوں سے میل کھاتا ہے۔

جاہر ہے کہ چہن کے نظریئے اور طرز میں روس کے نظریئے اور طرز سے فرق ہے۔ اس پر بھی روسی لوگ اور روسی سرکار چہن کی مدد کر رہے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ روس والوں کا دل کتنا بڑا ہے اور دماغ کتنا وسیع ہے۔ چہن کی اس نئی تعمیر میں روس ہر طرح کی مدد، تکنیکی ہو چاہے کیسی، پہنچا رہا ہے۔ اس کے علاوہ مارشل اسٹائن نے کئی بار یہ سنجھا رکھا ہے کہ دنیا کے سبھی دیس دھیرے دھیرے اور ایک ساتھ ہتھیار کم کرنا شروع کردیں۔ یہی نہیں، روس نے اب تک لوائی میں ہاتھ نہیں ڈالا ہے حالانکہ اس کے پڑوس میں ہی لوائی کے کولے کچ رہے ہیں۔ روس کے اس انگ رھنے سے بہتوں کو حیرت بھی ہوئی ہے۔

ہم اس سب سے اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کمونیسٹ روس اور اس کے نہتا بھی شانتی چاہتے ہیں اور دوسرے دیسوں سے مل کر امن کے ساتھ رھنا چاہتے ہیں۔ چہن میں مہربی ملاقات کئی اثر اور عزت والے روسی ودوائوں سے ہوئی۔ انہیں یقین ہے کہ ان کا آدرش شانتی کے واتارن میں ہی پھل پھول سکتا ہے اور لوائی سے ان کے پلے کچھ بھی نہیں بولنے والا ہے۔ مجھے اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے کہ روس امن کا پتاری ہے۔

ان سب باتوں کے آدھار پر نہیں کہہ سکتا ہوں کہ روس—مارشل اسٹالین کی رھنمائی میں، چہن—چہن مہن ساؤ کی رھنمائی میں اور ہندوستان—پانڈت نہرو کی رھنمائی میں—تینوں دنیا کی شانتی کی حفاظت کے لئے ساتھ ساتھ کھڑے ہو سکتے ہیں۔ لازمی بات ہے کہ تینوں دیسوں کا وکاس اپنے اپنے طریقے سے ہی ہوگا۔ لیکن شانتی کے لیے تینوں نے چہن میں۔ اور سچ یہ ہے کہ ہم ایشیا کے دیسوں کا ایک ہو جانا اور ایک ٹھوس طاقت بن جانا دیکھنا چاہتے ہیں، اس وجہ سے نہیں کہ ایشیا یا ایشیا کے کسی دیس کی یہ تمنا ہے کہ کسی دوسرے علاقے یا دیس پر اپنا راج قائم کرے، بلکہ اس وجہ سے کہ ایشیا کے دیسوں نے پچھمی طاقتوں کی سامراج شامی لالساؤں کا شکار بن کر کافی چوٹیں کھائی ہیں اور کچھ دیس تو آج بھی کہا رہے ہیں۔ 'ایشیا ایک ہو' کی آواز سامنے کے خطرے سے بچنے کے لئے صرف بچاؤ کی خاطر ہے۔ ایشیائی ایکٹا کے اس خہال سے نہ انکلیڈ کو ڈرنے کی ضرورت ہے نہ امریکہ کو اور نہ پچھم کے کسی اور دیس کو۔

سہانا گاندھی کی سہک کے مطابق ہندوستان لوائی سے نفرت کرنا ہے۔ ہمارے بڑے وزیر نہرو نے حال ہی میں کہا ہے کہ "لوائیوں سے کوئی سوال حل نہیں ہوا

ہم اس سب سے اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کمونیسٹ روس اور اس کے نہتا بھی شانتی چاہتے ہیں اور دوسرے دیسوں سے مل کر امن کے ساتھ رھنا چاہتے ہیں۔ چہن میں مہربی ملاقات کئی اثر اور عزت والے روسی ودوائوں سے ہوئی۔ انہیں یقین ہے کہ ان کا آدرش شانتی کے واتارن میں ہی پھل پھول سکتا ہے اور لوائی سے ان کے پلے کچھ بھی نہیں بولنے والا ہے۔ مجھے اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے کہ روس امن کا پتاری ہے۔

ان سب باتوں کے آدھار پر نہیں کہہ سکتا ہوں کہ روس—مارشل اسٹالین کی رھنمائی میں، چہن—چہن مہن ساؤ کی رھنمائی میں اور ہندوستان—پانڈت نہرو کی رھنمائی میں—تینوں دنیا کی شانتی کی حفاظت کے لئے ساتھ ساتھ کھڑے ہو سکتے ہیں۔ لازمی بات ہے کہ تینوں دیسوں کا وکاس اپنے اپنے طریقے سے ہی ہوگا۔ لیکن شانتی کے لیے تینوں نے چہن میں۔ اور سچ یہ ہے کہ ہم ایشیا کے دیسوں کا ایک ہو جانا اور ایک ٹھوس طاقت بن جانا دیکھنا چاہتے ہیں، اس وجہ سے نہیں کہ ایشیا یا ایشیا کے کسی دیس کی یہ تمنا ہے کہ کسی دوسرے علاقے یا دیس پر اپنا راج قائم کرے، بلکہ اس وجہ سے کہ ایشیا کے دیسوں نے پچھمی طاقتوں کی سامراج شامی لالساؤں کا شکار بن کر کافی چوٹیں کھائی ہیں اور کچھ دیس تو آج بھی کہا رہے ہیں۔ 'ایشیا ایک ہو' کی آواز سامنے کے خطرے سے بچنے کے لئے صرف بچاؤ کی خاطر ہے۔ ایشیائی ایکٹا کے اس خہال سے نہ انکلیڈ کو ڈرنے کی ضرورت ہے نہ امریکہ کو اور نہ پچھم کے کسی اور دیس کو۔

سہانا گاندھی کی سہک کے مطابق ہندوستان لوائی سے نفرت کرنا ہے۔ ہمارے بڑے وزیر نہرو نے حال ہی میں کہا ہے کہ "لوائیوں سے کوئی سوال حل نہیں ہوا

سہانا گاندھی کی سہک کے مطابق ہندوستان لوائی سے نفرت کرنا ہے۔ ہمارے بڑے وزیر نہرو نے حال ہی میں کہا ہے کہ "لوائیوں سے کوئی سوال حل نہیں ہوا

سہانا گاندھی کی سہک کے مطابق ہندوستان لوائی سے نفرت کرنا ہے۔ ہمارے بڑے وزیر نہرو نے حال ہی میں کہا ہے کہ "لوائیوں سے کوئی سوال حل نہیں ہوا

इसी तरह से हिन्दुस्तान भी—जिसे महात्मा गांधी से प्रेरना मिली है—अमन शान्ति से रहना चाहता है और दुनिया की हर क्रीम के साथ भाई चारे का सम्बन्ध रखना चाहता है. हिन्दुस्तान की सरकार ने अपने बड़े वकील पंडित जवाहर लाल नेहरू की रहनुमाई में राष्ट्रों के बीच अमन शान्ति बढ़ाने के लिये जो कुछ किया जा सकता था किया है. जापानी सुनहनामे जैसी निकम्मी चोख को हिन्दू सरकार ने हाथ भी नहीं लगाया. यूनो में चीन को इज्जतदार जगह मिले, इसके लिये हिन्दुस्तान ने जो हो सका वह किया और कर रहा है. वह कर रहा है इस वजह से क्योंकि हिन्दुस्तान मानता है कि यूनो सब राष्ट्रों का संगठन तब तक नहीं कहला सकती जब तक उसमें चीन पूरी तरह शरीक न हो.

सोशलिज्म या कम्युनिज्म की इल्मी बहस में मैं इस वक़्त नहीं जाऊंगा. लेकिन मुझे यकीन है कि शायद ही दुनिया में कोई ऐसा विचारक होगा जो चरा आगे की साक्षता हो और यह न मानता हो कि दुनिया की आर्थिक बेहतरी तभी हो सकती है जब यहां किसी न किसी तरह का सोशलिस्ट या कम्युनिस्ट निजाम कायम हो. इस बारे में जो मत भेद हैं वह आखिरी मंजिल के बारे में उतने नहीं हैं जितने इस बात की बाबत कि इस मंजिल तक पहुंचने के लिये जुदा जुदा देशों में इसकी शकल क्या हो और वह कौन तरीके इस्तमाल किये जाएं. चीन कम्युनिस्ट कहा जाता है और चीनी लोग इस बात से इन्कार नहीं करते. लेकिन हमने देखा कि चीन में हर कारखाना, जमीन का हर टुकड़ा और हर रोजगार या तो किसी की निजी मिल-कियत है या सरकारी मिलकियत है. निजी मिलकियत का हक चीन में माना जाता है और उसकी कद्र की जाती है. निजी कारखाने चलाने के लिये भी लोगों का हाँसला बढ़ाया जाता है. हाँ, इस सबके ऊपर सरकार की निगरानी बरूर रहती है. जनता की सरकार यहां तक करती है कि निजी कारखाने वालों को कच्चा माल दिलाती है, इनके तैयार माल की बिक्री का जिम्मा लेती है और उन के मालिकों को मुनासिब (20 फीसदी तक) मुनाफा भी खाने देती है. यही नहीं, विदेशी पूँजी, विदेशी कारखानों और विदेशी कम्पनियों को भी बढ़ने फैलने का काफ़ी मौका नए चीन में दिया जाता है.

चीन की सरकार और पारटी और सब पारटियों की मिली हुई सरकार है. चीन के नेता सोचते हैं कि अगर कम्युनिस्ट आदर्श पर वह कभी पहुँचे भी तो कम से कम तीस साल वहाँ लग जाएंगे. अपने देश के माज़ी बन्दोबस्त को वह कम्युनिस्ट न कह 'नया लोकराज' (New Democracy) कहते हैं. अगर चीन कम्युनिस्ट है तो उसका कम्युनिज्म

इसी तरह से हिन्दुस्तान भी — जिसे महात्मा गांधी से प्रेरना मिली है — अमन शान्ति से रहना चाहता है और दुनिया की हर क्रीम के साथ भाई चारे का सम्बन्ध रखना चाहता है. हिन्दुस्तान की सरकार ने अपने बड़े वकील पंडित जवाहर लाल नेहरू की रहनुमाई में राष्ट्रों के बीच अमन शान्ति बढ़ाने के लिये जो कुछ किया जा सकता था किया है. जापानी सुनहनामे जैसी निकम्मी चोख को हिन्दू सरकार ने हाथ भी नहीं लगाया. यूनो में चीन को इज्जतदार जगह मिले, इसके लिये हिन्दुस्तान ने जो हो सका वह किया और कर रहा है. वह कर रहा है इस वजह से क्योंकि हिन्दुस्तान मानता है कि यूनो सब राष्ट्रों का संगठन तब तक नहीं कहला सकती जब तक उसमें चीन पूरी तरह शरीक न हो.

सोशल्लम या कम्युनिज्म की علمی بحث میں اس وقت نہیں جاؤں گا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ شاید ہی دنیا میں کوئی ایسا وچارف ہوگا جو ذرا آگے کی سوچتا ہو اور یہ نہ مانتا ہو کہ دنیا کی آرتھک بہتری تھی ہو سکتی ہے جب یہاں کسی نہ کسی طرح کا سوشلسٹ یا کمونیسٹ نظام قائم ہو۔ اس بارے میں جو मत بہت ہیں وہ آخری منزل کے بارے میں اٹلے نہیں ہوں جتنے اس بات کی بابت کہ اس منزل تک پہنچنے کے لئے جدا جدا دیشوں میں اس کی شکل کیا ہو اور وہ کون طریقے استعمال کئے جائیں۔ چین کمونیسٹ کہا جاتا ہے اور چھٹی لوگ اس بات سے انکار نہیں کرتے۔ لیکن ہم نے دیکھا کہ چین میں ہر کارخانہ زمین کا ہر ٹکڑا اور ہر روزگار یا تو کسی کی نجی ملکیت ہے یا سرکاری ملکیت ہے۔ نجی ملکیت کا حق چین میں مانا جاتا ہے اور اس کی قدر کی جاتی ہے۔ نجی کارخانے چلانے کے لئے بھی لوگوں کا حوصلہ بڑھایا جاتا ہے۔ ہاں اس سب کے اوپر سرکار کی نگرانی ضرور رہتی ہے۔ چلتا کی سرکار یہاں تک کرتی ہے کہ نجی کارخانے والوں کو کچا مال دلاتی ہے، اُن کے تیار مال کی بکری کا ذمہ لیتی ہے اور اُن کے مالکوں کو مناسب (20 فیصدی تک) منافع بھی کھانے دیتی ہے۔ یہی نہیں، وڈیشی پونجی، وڈیشی کارخانوں اور وڈیشی کمپنیوں کو بھی بڑھنے پھیلنے کا کافی موقعہ نئے چین میں دیا جاتا ہے۔

چین کی سرکار پارتی اور سب پارتیوں کی ملی ہوئی سرکار ہے۔ چین کے نیتا سوچتے ہیں کہ اگر کمونیسٹ آدرش پر وہ کبھی پہنچے بھی تو کم سے کم تیس سال انہیں لگ جائیں گے۔ اچھے دیش کے مالی بندوبست کو وہ کمونیسٹ نہ کہ 'نیا لوکراج' (New Democracy) کہتے ہیں۔ اگر چین کمونیسٹ ہے تو اس کا کمونیزم

इच्छानियों को खत्म कर दिया, उसने इतने लम्बे-चौड़े देश में भीक मांगने और रंडियों के पेशे को मिटा दिया, सारी जनता का नैतिक स्तर ऊंचा उठा दिया, सब बे-जमीन वाले किसानों को जमीन दे कर अपनी खेती की पैदावार इस तक बढ़ा दी कि जहां तीन बरस पहले उसे दूसरे लक्षों से लाखों टन अनाज की भीक मांगनी पड़ती थी आज वहां वह लाखों टन अनाज दूसरे देशों को भेज सकता है। उसने अपने कारखानों में पक्का माल इस तरह और इतनी तादाद में तैयार कर लिया कि आज वह अपनी रोज की जरूरत की हर चीज खुद पैदा कर लेता है। नए चीन ने कर्म मिटा दिया मालिक और मुलाजिम का, गरीब और प्रमीर का, आक्रा और गुलाम का, उसने चीजों के भाव ठेकाने पर लगा दिये और मंहगाई के सवाल को—जहां मिलते आसमान पर चढ़ती चली जाती थी—ठीक ठीक कर दिया। उसने सारी जनता में एक ऐसी जान डाल दी कि वह जी-जान से काम में जुट गई और देश की खातिर हर कुरबानी करने को तैयार हो गई। अगर जनता में कुरबानी का यह जज्बा पैदा न हुआ होता तो इतना सब होना नामुमकिन था। इस सब की खास वजह है चेयरमैन माओ त्से-तुंग की अच्छी और रचनात्मक रहनुमाई, और उनके बेलाग और सच्चे साथियों का जत्था। चीन का यह एक ऐसा कमाल है जिस पर बिना आंखों देखे यक़ीन करना मुश्किल है। हम अपने देश वापस जा रहे हैं पर पिछले दो बरस के चीनी इतिहास के खबरदस्त कारनामों का जो असर हम पर पड़ा है उसे कभी नहीं भूल सकते।

हमें यह भी यक़ीन है कि चीन और उसके नेता दुनिया की हर क्रीम के साथ अमन से रहना चाहते हैं। जहां जहां हम गए, जिन सभाओं में हम बैठे, जिन बाजारों में हम घूमे, जो गांव शहर हमने देखे, कहीं भी हमें कोई भी ऐसा न मिला जिसे लड़ाई की धुन हो। वहां लड़ाई की कोई सोचता भी नहीं। चीन में लड़ाई के शौकीन या खून के प्यासे लोगों का पता भी नहीं है। यहां का जो आर्थिक संगठन है वह लड़ाई को निशाना बना कर नहीं खड़ा किया जा रहा है, बल्कि रोज के बरतने की चीजों को तैयार करने के लिये खड़ा किया गया है। जो देश रचनात्मक कामों में इतनी अच्छी तरह लगा हो उसे कहां इतनी कुरसत कि लड़ाई की बात करे या इस तरह का कोई प्रोपेगन्डा रचे। मुकद्दम तक के नगर में, जो कारिया की सरहद के पास है, हमने देखा कि सब लोग अपने मामूली कारबार में लगे हुए थे। यही हालत हमने कैन्टन में देखी। हमें मालूम होता है कि चेयरमैन माओ केवल एक दिलेर बनरल ही नहीं हैं बल्कि ऊंचे पाप के रचनात्मक लीडर भी हैं। हमें यक़ीन है कि चीन और उसके नेता सच्चे दिल से अमन शान्ति चाहते हैं।

इच्छानियों को खत्म कर दिया। असली इच्छा लम्बे-चौड़े देश में भीक मांगने और रंडियों के पेशे को मिटा दिया, सारी जनता का नैतिक स्तर ऊंचा उठा दिया, सब बे-जमीन वाले किसानों को जमीन दे कर अपनी खेती की पैदावार इस तक बढ़ा दी कि जहां तीन बरस पहले उसे दूसरे लक्षों से लाखों टन अनाज की भीक मांगनी पड़ती थी आज वहां वह लाखों टन अनाज दूसरे देशों को भेज सकता है। उसने अपने कारखानों में पक्का माल इस तरह और इतनी तादाद में तैयार कर लिया कि आज वह अपनी रोज की जरूरत की हर चीज खुद पैदा कर लेता है। नए चीन ने कर्म मिटा दिया मालिक और मुलाजिम का, गरीब और प्रमीर का, आक्रा और गुलाम का, उसने चीजों के भाव ठेकाने पर लगा दिये और मंहगाई के सवाल को—जहां मिलते आसमान पर चढ़ती चली जाती थी—ठीक ठीक कर दिया। उसने सारी जनता में एक ऐसी जान डाल दी कि वह जी-जान से काम में जुट गई और देश की खातिर हर कुरबानी करने को तैयार हो गई। अगर जनता में कुरबानी का यह जज्बा पैदा न हुआ होता तो इतना सब होना नामुमकिन था। इस सब की खास वजह है चेयरमैन माओ त्से-तुंग की अच्छी और रचनात्मक रहनुमाई, और उनके बेलाग और सच्चे साथियों का जत्था। चीन का यह एक ऐसा कमाल है जिस पर बिना आंखों देखे यक़ीन करना मुश्किल है। हम अपने देश वापस जा रहे हैं पर पिछले दो बरस के चीनी इतिहास के खबरदस्त कारनामों का जो असर हम पर पड़ा है उसे कभी नहीं भूल सकते।

हमें यह भी यक़ीन है कि चीन और उसके नेता दुनिया की हर क्रीम के साथ अमन से रहना चाहते हैं। जहां जहां हम गए, जिन सभाओं में हम बैठे, जिन बाजारों में हम घूमे, जो गांव शहर हमने देखे, कहीं भी हमें कोई भी ऐसा न मिला जिसे लड़ाई की धुन हो। वहां लड़ाई की कोई सोचता भी नहीं। चीन में लड़ाई के शौकीन या खून के प्यासे लोगों का पता भी नहीं है। यहां का जो आर्थिक संगठन है वह लड़ाई को निशाना बना कर नहीं खड़ा किया जा रहा है, बल्कि रोज के बरतने की चीजों को तैयार करने के लिये खड़ा किया गया है। जो देश रचनात्मक कामों में इतनी अच्छी तरह लगा हो उसे कहां इतनी कुरसत कि लड़ाई की बात करे या इस तरह का कोई प्रोपेगन्डा रचे। मुकद्दम तक के नगर में, जो कारिया की सरहद के पास है, हमने देखा कि सब लोग अपने मामूली कारबार में लगे हुए थे। यही हालत हमने कैन्टन में देखी। हमें मालूम होता है कि चेयरमैन माओ केवल एक दिलेर बनरल ही नहीं हैं बल्कि ऊंचे पाप के रचनात्मक लीडर भी हैं। हमें यक़ीन है कि चीन और उसके नेता सच्चे दिल से अमन शान्ति चाहते हैं।

था, जैसे सर के लिये टोप, जांचिया था पायजामा, कपड़े के टाईप, कुतबनुमा, आतिशबाजी और बारूद। इसी तरह हिन्दुस्तान ने जो दुनिया को बहुत सी चीजें दी हैं उनमें से खास हैं हिन्दुसे—जो योरप में बरबी हिन्दुसे कहलाते हैं, और दशमल तरीका जो सारे हिसाब किताब, ज्योतिष और अर्थशास्त्र की बुनियाद हैं। आज से दो हजार साल पहले इन दोनों महान और पुराने देशों में काफ़ी नज़दीकी रिश्ता था। इस रिश्ते पर ब्योपार, कलचर और धर्म की छाप थी, यह दोस्ताना रिश्ता था, भाई चारे का रिश्ता था जिससे दोनों देशों को फायदा पहुँचता था और जो दोनों की शान को बढ़ाता था। समय बीतता गया, दोनों देशों में लेन-देन कम होता गया। यह रिश्ता भी वसी चाल से हलका पड़ता गया। बाद में जब पच्छिम के देश हम दोनों पर हावी हो गए और हमारी अपनी अपनी घरेलू आफतें बढ़ गईं तब इस रिश्ते का चिरारा एकदम गुल हो गया। हिन्दुस्तान अंगरेज़ी साम्राज्य शाही के शिकंजे में फँस गया और चीन लगभग नौ योरपी ताकतों के चक्कर में पड़ कर काफ़ी मुसीबतों का शिकार बना। हिन्दुस्तान में विदेशी राज सौ बरस से ऊपर रहा, क़रीब इतने ही बरसे चीन परेशान रहा।

खुश किसमती से दोनों देशों ने करबट बदली। महात्मा गांधी की अनमोल रहनुमाई में हिन्दुस्तान ने चार साल हुए आजादी हासिल की। चीन भी बहादुरी के साथ विदेशी साम्राजशाहियों और घरेलू पिछ घसीट ताकतों से लड़ता रहा—लड़ता रहा उस प्रेरना के उभार से जो उसे डाक्टर सन यात सेन से मिली और उस अनमोल रहनुमाई में जो बेयर मैन माओ-त्से-तुंग से चीन को मिली। इसका नतीजा है कि आज से दो बरस पहले चीन ने सच्ची आजादी हासिल की। हम इस वक़्त चीन में जनता की इस लोक-शाही की दूसरी सालगिरह को ही देखने आए थे। और हम आए थे चीन के लोगों को उनके इस महान कारनामे पर बधाई देने।

क़रीब एक महीना हम यहां रह चुके। हमें बेहद अचरज और खुशी यह देख कर हुई कि इतने छोटे से बरसे में चीन किस तरह इतनी तरक्की कर गया और उसने अपनी समाजी और आर्थिक (अर्थव्यवस्था) को—जो क़रीब क़रीब बरबाद हो चुकी थी—कैसे फिर से बना डाला। हमें तो बह आद-सा लगता है कि कैसे दो बरस के अन्दर चीन ने इतना कमाल कर डाला। उसने अपने उन उद्योग बंदों और कारख़ानों को फिर से खड़ा कर लिया जो चकनाचूर हो चुके थे, और बेहद बढ़ा लिया। उसने अपना सारा माली निज़ाम मान्यो फिर से रच डाला, उसने अपने यहां के हाकिमों और आम जनता की तरह तरह की बेईमानियों और

जैसे सर के लिये टोप, जांचिया या पायजामा, कपड़े के टाईप, कुतबनुमा, आतिशबाजी और बारूद। इसी तरह हिन्दुस्तान ने जो दुनिया को बहुत सी चीजें दी हैं उनमें से खास हैं हिन्दुसे—जो योरप में बरबी हिन्दुसे कहलाते हैं, और दशमल तरीका जो सारे हिसाब किताब, ज्योतिष और अर्थशास्त्र की बुनियाद हैं। आज से दो हजार साल पहले इन दोनों महान और पुराने देशों में काफ़ी नज़दीकी रिश्ता था। इस रिश्ते पर ब्योपार, कलचर और धर्म की छाप थी, यह दोस्ताना रिश्ता था, भाई चारे का रिश्ता था जिससे दोनों देशों को फायदा पहुँचता था और जो दोनों की शान को बढ़ाता था। समय बीतता गया, दोनों देशों में लेन-देन कम होता गया। यह रिश्ता भी वसी चाल से हलका पड़ता गया। बाद में जब पच्छिम के देश हम दोनों पर हावी हो गए और हमारी अपनी अपनी घरेलू आफतें बढ़ गईं तब इस रिश्ते का चिरारा एकदम गुल हो गया। हिन्दुस्तान अंगरेज़ी साम्राज्य शाही के शिकंजे में फँस गया और चीन लगभग नौ योरपी ताकतों के चक्कर में पड़ कर काफ़ी मुसीबतों का शिकार बना। हिन्दुस्तान में विदेशी राज सौ बरस से ऊपर रहा, क़रीब इतने ही बरसे चीन परेशान रहा।

खुश قسمती से दोनों देशों ने करबट बदली। महात्मा गांधी की अनमोल रहनुमाई में हिन्दुस्तान ने चार साल हुए आजादी हासिल की। चीन भी बहादुरी के साथ विदेशी साम्राजशाहियों और घरेलू पिछ घसीट ताकतों से लड़ता रहा—लड़ता रहा उस प्रेरना के उभार से जो उसे डाक्टर सन यात सेन से मिली और उस अनमोल रहनुमाई में जो बेयर मैन माओ-त्से-तुंग से चीन को मिली। इसका नतीजा है कि आज से दो बरस पहले चीन ने सच्ची आजादी हासिल की। हम इस वक़्त चीन में जनता की इस लोक-शाही की दूसरी सालगिरह को ही देखने आए थे। और हम आए थे चीन के लोगों को उनके इस महान कारनामे पर बधाई देने।

क़रीब एक महीना हम यहां रह चुके। हमें बेहद अचरज और खुशी यह देख कर हुई कि इतने छोटे से बरसे में चीन किस तरह इतनी तरक्की कर गया और उसने अपनी समाजी और आर्थिक (अर्थव्यवस्था) को—जो क़रीब क़रीब बरबाद हो चुकी थी—कैसे फिर से बना डाला। हमें तो बह आद-सा लगता है कि कैसे दो बरस के अन्दर चीन ने इतना कमाल कर डाला। उसने अपने उन उद्योग बंदों और कारख़ानों को फिर से खड़ा कर लिया जो चकनाचूर हो चुके थे, और बेहद बढ़ा लिया। उसने अपना सारा माली निज़ाम मान्यो फिर से रच डाला, उसने अपने यहां के हाकिमों और आम जनता की तरह तरह की बेईमानियों और

میں کارخانوں میں ہم نے دیکھا کہ ساموئی مچھڑ اور مینےجر کی تانکھاہوں میں کوئی بڑا کام نہیں ہے۔ کینڈن میں جو بڑی भारی پپرر میل ہے وہاں پر سب سے کم اور سب سے جیواوا تانکھاہوں میں تین و آٹ کی نیربب آئی۔ پیکنگ کی ایک فیکٹری میں ہم نے دیکھا کہ ایک مچھڑ لڑکی کو جہاں ڈاई سئی کڑا آناج ہر مہینے ملتا تھا، ڈایرکٹر کا سیکر سادے تین سئی۔ ہم نے یہ جان کر خوراکی دیکھی کہ نپ چین میں آٹے سے لےکر بڑے تک، جیواوا تر سرکاری مولا جیموں کو تانکھا رہا یا سیکر کے بجائے آناج کی شکل میں ملتی ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ایک کھیلٹ منسٹر یا یونہر رستی کے وائس چانسلر کے کھڑوں میں اور معمولی کلرک یا فیکٹری مزدور کے کھڑوں میں قریب قریب کوئی فرق نہیں رہتا۔ محض دیکھنے سے ایک دوسرے میں تمیز کرنا مشکل تھا۔ اگر مزدوروں یا کسانوں کی بھڑ میں چھڑوں سا کھڑے ہوں تو انہیں کھڑوں کے بل پر تو بھجانا بھی نہیں جاسکتا۔ ہم نے دیکھا کہ نیا چین ایک عملی لوک راج اور صحیح معنوں میں لوک راج ہے۔

چینی لوک راج کی سالگیرہ کے دن ہم نے دیکھا کہ کلاؤں-ہروؤں لوگوں میں اپنے نپ لوک راج اور اس کے پورمیں کے لئے کتنا آسہا ہے۔ اس دن ہم نے دیکھا فوجوں فوادر کر رہی ہیں، گولہ توپ سامان چل رہا ہے، ہوائی جہاز دور دے ہیں اور لوگوں کے لئے چورے جلوس چپ چاپ تالی بجاتے ہوئے نکل رہے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ ان سب میں کتنی ایکٹا ہے، کتنی ہمت ہے اور ان کے اندر کتنی کمال کی جان ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ نیا چین آجئے ہے، اسے کوئی نہیں جھٹ سکتا۔ ہمیں یہ سمجھایا گیا اور ہم نے احتیاط سے سمجھا کہ ان دو برسوں میں نئے چین نے کس طرح اپنی پیداوار بڑھا لی، دام ڈرا لکھ، مہنگائی کے سوال کو حل کر لیا، اپنے آئے جانے کے چکر چور سادھوں کو، جن میں دیلوے بھی شامل ہے، کس طرح پور سے بنا لیا اور ان میں ترقی بھی کی، اپنے اندر آئے والے اور باہر جانے والے بھوار کا مسئلہ ٹھیک کر لیا، اور سب سے خاص بات جو کہ یہ کہ اپنے یہاں کے بے زمین والوں کو زمینیں دیں۔ اس سب سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں کے لوگوں میں تعمیر کا کتنا مادہ ہے اور لوگوں میں کس قدر مستقل مزاجی ہے، جس پر کسی بھی ملک کو ناز ہو سکتا ہے۔ جو کچھ ہم نے دیکھا اس سے ہمارا یہ پتہ یقین ہو گیا ہے کہ نئے چین میں نہ تو دوسروں پر حملہ کرنے کی اچھا ہے نہ ہو سکتی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ نیا چین شانتی کے لئے ایک بہت بڑا سہارا ہے اور ساری دنیا کے لوگوں سے مل کر بہت محنت کے ساتھ رہنا چاہتا ہے۔

چینی لوک راج کی سالگیرہ کے دن ہم نے دیکھا کہ کلاؤں-ہروؤں لوگوں میں اپنے نپ لوک راج اور اس کے پورمیں کے لئے کتنا آسہا ہے۔ اس دن ہم نے دیکھا فوجوں فوادر کر رہی ہیں، گولہ توپ سامان چل رہا ہے، ہوائی جہاز دور دے ہیں اور لوگوں کے لئے چورے جلوس چپ چاپ تالی بجاتے ہوئے نکل رہے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ ان سب میں کتنی ایکٹا ہے، کتنی ہمت ہے اور ان کے اندر کتنی کمال کی جان ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ نیا چین آجئے ہے، اسے کوئی نہیں جھٹ سکتا۔ ہمیں یہ سمجھایا گیا اور ہم نے احتیاط سے سمجھا کہ ان دو برسوں میں نئے چین نے کس طرح اپنی پیداوار بڑھا لی، دام ڈرا لکھ، مہنگائی کے سوال کو حل کر لیا، اپنے آئے جانے کے چکر چور سادھوں کو، جن میں دیلوے بھی شامل ہے، کس طرح پور سے بنا لیا اور ان میں ترقی بھی کی، اپنے اندر آئے والے اور باہر جانے والے بھوار کا مسئلہ ٹھیک کر لیا، اور سب سے خاص بات جو کہ یہ کہ اپنے یہاں کے بے زمین والوں کو زمینیں دیں۔ اس سب سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں کے لوگوں میں تعمیر کا کتنا مادہ ہے اور لوگوں میں کس قدر مستقل مزاجی ہے، جس پر کسی بھی ملک کو ناز ہو سکتا ہے۔ جو کچھ ہم نے دیکھا اس سے ہمارا یہ پتہ یقین ہو گیا ہے کہ نئے چین میں نہ تو دوسروں پر حملہ کرنے کی اچھا ہے نہ ہو سکتی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ نیا چین شانتی کے لئے ایک بہت بڑا سہارا ہے اور ساری دنیا کے لوگوں سے مل کر بہت محنت کے ساتھ رہنا چاہتا ہے۔

کریگا کہ میں ایک کسانان کا حصہ ہوں اور اسی طرح کام کریگا۔

ہندوستان میں جو شانتی آন্দولن چل رہا ہے اسکا یہی مقصد ہے۔ دوسرے پروگرام بھی اُس کی ماتحتی میں پورے کئے جارہے ہیں۔ جیسے شانتی اہل پر دستخط، پلچ طاقت مصلحتا پر اصرار، وغیرہ۔ ہمیں یقین ہے کہ دن دن ہندوستان اور چین میں سچی دوستی اور بھائی چارہ بڑھتا۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کے بل پر دنیا میں سچے اور مستقل طور پر شانتی قائم ہو سکتی ہے۔

[People's Daily میں 7. 10. '51 کو छपा लेख]

پیکنگ ریڈیو سے براڈکاسٹ

22 ستمبر کی صبح کو جب ہمارا جہاز ہانگ کانگ سے چل کر نپ چین کی سرکاری کے نچدیو پہنچ رہا تھا تو ہم نے توپیں چھوٹنے کی آواز سنی، کینٹن کے بندرگاہ کی سجاوٹ کو دूर سے دیکھا اور میلتیو بینڈ کی منوہر آواز ہمارے کان میں پڑی۔ اس سے ہم سمجھ گئے کہ ہمارے سوانت کی کوئی زبردست تیاریاں ہیں۔ اُس وقت سے لے کر اب تک — اس وقت تک — جو مصیبت جو اُدارنا، جو مہربانی چھلی سرکار اور چھلی بھائیوں نے ہمارے اوپر برساتی ہے اور جس جوش اور خوشی نے ساتھ ہمارا سوانت کیا ہے، اُس سے ہمارے ہلد مشن کے ہر ممبر کا دل پہلا نہیں سماتا۔ ہم اپنے دیسی واپس جا رہے ہیں مگر یہاں کی مہتمی یاد ہمیں ہمیشہ ہی ملی رہے گی۔

ہم نے نئے چین کے — نجی اور سرکاری — دونوں طرح کے کارخانے دیکھے۔ یہاں کی یونیورسٹیاں دیکھیں۔ ہم نے یہاں کے مؤدروں کے، نوجوانوں کے، عورتوں کے اور طرح طرح کے سلکتھوں کو ملکی روپ میں دیکھا۔ ہم نے یہاں کی مہربانی سوانتیاں دیکھیں، نائک دیکھے، سلوما دیکھے۔ ہم نے چین کے بازاروں میں، گلی کوچوں میں اور گاؤں میں گھومے۔ ہر جگہ ہمیں محسوس ہوا کہ نئے لوگ راج میں سبھی جماعتوں لوگوں کے دلوں میں کتنا آسائے اور اچھے نہتا چہرے مومن مارنے تلک کے لئے کھلا ہمارے۔ اُن دو برسوں میں نئے چین نے وہ پہچیدہ سوال حل کو لئے جو بہت سے دیہوں کے نہتوں اور سرکاروں کو پریشان کئے ہوئے ہیں۔ چین کی سرکار نے اتنے بڑے ملک میں سے یکملگی اور مصمت فروشی کو بالکل ختم کر دیا۔ اُس نے وہ بے ایمانی اور دھوکہ خوری ختم کر دی جس کے لئے چین کے حاکم دو برس پہلے ساری دنیا میں بدنام

کر رہے تھے۔

ہندوستان میں جو شانتی آندولن چل رہا ہے اُس کا یہی مقصد ہے۔ دوسرے پروگرام بھی اُس کی ماتحتی میں پورے کئے جارہے ہیں۔ جیسے شانتی اہل پر دستخط، پلچ طاقت مصلحتا پر اصرار، وغیرہ۔ ہمیں یقین ہے کہ دن دن ہندوستان اور چین میں سچی دوستی اور بھائی چارہ بڑھتا۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کے بل پر دنیا میں سچے اور مستقل طور پر شانتی قائم ہو سکتی ہے۔

[People's Daily میں 7. 10. '51]

پیکنگ ریڈیو سے براڈکاسٹ

22 ستمبر کی صبح کو جب ہمارا جہاز ہانگ کانگ سے چل کر نئے چین کی سرکاری کے نچدیو پہنچ رہا تھا تو ہم نے توپیں چھوٹنے کی آواز سنی، کینٹن کے بندرگاہ کی سجاوٹ کو دूर سے دیکھا اور میلتیو بینڈ کی منوہر آواز ہمارے کان میں پڑی۔ اس سے ہم سمجھ گئے کہ ہمارے سوانت کی کوئی زبردست تیاریاں ہیں۔ اُس وقت سے لے کر اب تک — اس وقت تک — جو مصیبت جو اُدارنا، جو مہربانی چھلی سرکار اور چھلی بھائیوں نے ہمارے اوپر برساتی ہے اور جس جوش اور خوشی نے ساتھ ہمارا سوانت کیا ہے، اُس سے ہمارے ہلد مشن کے ہر ممبر کا دل پہلا نہیں سماتا۔ ہم اپنے دیسی واپس جا رہے ہیں مگر یہاں کی مہتمی یاد ہمیں ہمیشہ ہی ملی رہے گی۔

ہم نے نئے چین کے — نجی اور سرکاری — دونوں طرح کے کارخانے دیکھے۔ یہاں کی یونیورسٹیاں دیکھیں۔ ہم نے یہاں کے مؤدروں کے، نوجوانوں کے، عورتوں کے اور طرح طرح کے سلکتھوں کو ملکی روپ میں دیکھا۔ ہم نے یہاں کی مہربانی سوانتیاں دیکھیں، نائک دیکھے، سلوما دیکھے۔ ہم نے چین کے بازاروں میں، گلی کوچوں میں اور گاؤں میں گھومے۔ ہر جگہ ہمیں محسوس ہوا کہ نئے لوگ راج میں سبھی جماعتوں لوگوں کے دلوں میں کتنا آسائے اور اچھے نہتا چہرے مومن مارنے تلک کے لئے کھلا ہمارے۔ اُن دو برسوں میں نئے چین نے وہ پہچیدہ سوال حل کو لئے جو بہت سے دیہوں کے نہتوں اور سرکاروں کو پریشان کئے ہوئے ہیں۔ چین کی سرکار نے اتنے بڑے ملک میں سے یکملگی اور مصمت فروشی کو بالکل ختم کر دیا۔ اُس نے وہ بے ایمانی اور دھوکہ خوری ختم کر دی جس کے لئے چین کے حاکم دو برس پہلے ساری دنیا میں بدنام

इधर चन्द बरस में अमरीका की विलचस्पी पूरब के देशों में बढ़ती जा रही है. अमरीका की जो पालिसी है और जो कारनामे हैं उन पर हिन्दुस्तान की पूरी निगाह है. [में यह देखकर दुख हुआ कि आज कल की सभ्य या प्रीक कही जाने वाली सरकारें किस हद तक आपे से गहर बढ़ती चली जाती हैं. और यह किस लिये है ? सिर्फ [सलिये कि दूसरे देशों पर उनका फौजी और आर्थिक प्रसर कायम हो जाए. इस अरसे में कोरिया वालों को तो सुसीबतें ठानी पड़ी हैं और जिन आकतों का सामना करना पड़ा उसमें हमारी दिली हमदर्दी उनके साथ है. नारे हिन्दुस्तान की यह इच्छा है कि कोरिया एक हो, [हां पर एक राज हो जिसमें किसी बाहर वाले का कोई प्रसर न हो और अपने सब पड़ोसियों से, खास कर चीनी गोकुल से, भाई-चारे का उसका ताल्लुक हो.

जहां तक विश्व शान्ति आन्दोलन की बात है, उसमें तो कल चीन ने लिया है हम उसकी तारीफ करते हैं. हमने हृद देखा कि चीन के महान नेता, चेयरमैन माओ-त्से-तुंग [कितने बड़े रचनात्मक काम किये हैं. पिछले दो बरस [उनकी रहनुमाई में चीन ने जो गौर मामूली तरक्की [ी है उसे देखकर जहां हमें अचरज होता है वहां बेहद [शी भी हाजी है. ऐसा रचनात्मक आदमी अगर अमन [न बचाया न होगा तो कौन होगा ? अपने देश वापस [ाने पर हम अपने भाइयों को अपनी निजी जानकारी [बल पर बताएंगे कि चेयरमैन माओ शान्ति के बड़े से [े खम्भों में हैं. हम जानते हैं कि कोरिया के मामले [चीन ने अभी हाथ डाला जब उसकी अपनी सरहद [वरे में पड़ गई थी. लेकिन यह हाथ जो डाला सो महज [पने बचाव की खातिर डाला. आप जानते होंगे कि [न्द सरकार ने यूनो और अमरीका को होशियार कर [ा था कि 38 वीं पड़ी लकीर के आगे न बढ़ना. महात्मा [ी से हमें जो प्रेरना मिली है उसकी वजह से हिन्दुस्तान [ों के बीच किसी भी तरह की लड़ाई के खिलाफ है. [वियत रुस ने जो सुझाव इस सिलसिले में पेश किया है [की हम बहुत कद्र करते हैं. रुस का सुझाव है कि [निया के सभी देश धीरे धीरे मगर एक साथ हथियार [ी शुरू कर दें. इस के अलावा रुस का यह भी कहना है [सभी एटामिक हथियार एक साथ खत्म कर दिये जाएं. [इस बात का अफसोस है कि दूसरे बड़े मुल्कों को यह [ाव मंजूर न हुए. हिन्दुस्तान दिल से उस दिन का [प्कार कर रहा है जब सारे देश अपनी मरजी से [ेयार हो देंगे, मुल्क के कुल हथियारों को तोड़ कर हल- [ड़े की शकल दे दी जाएगी, जब इस धरती पर रहने [े एक हो जाएंगे और जब हर इन्सान यह महसूस

इधर चन्द बरस में अमरीका की विलचस्पी पूरब के देशों में बढ़ती जा रही है. अमरीका की जो पालिसी है और जो कारनामे हैं उन पर हिन्दुस्तान की पूरी निगाह है. [में यह देखकर दुख हुआ कि आज कल की सभ्य या प्रीक कही जाने वाली सरकारें किस हद तक आपे से गहर बढ़ती चली जाती हैं. और यह किस लिये है ? सिर्फ [सलिये कि दूसरे देशों पर उनका फौजी और आर्थिक प्रसर कायम हो जाए. इस अरसे में कोरिया वालों को तो सुसीबतें ठानी पड़ी हैं और जिन आकतों का सामना करना पड़ा उसमें हमारी दिली हमदर्दी उनके साथ है. नारे हिन्दुस्तान की यह इच्छा है कि कोरिया एक हो, [हां पर एक राज हो जिसमें किसी बाहर वाले का कोई प्रसर न हो और अपने सब पड़ोसियों से, खास कर चीनी गोकुल से, भाई-चारे का उसका ताल्लुक हो.

जहां तक विश्व शान्ति आन्दोलन की बात है, उसमें तो कल चीन ने लिया है हम उसकी तारीफ करते हैं. हमने हृद देखा कि चीन के महान नेता, चेयरमैन माओ-त्से-तुंग [कितने बड़े रचनात्मक काम किये हैं. पिछले दो बरस [उनकी रहनुमाई में चीन ने जो गौर मामूली तरक्की [ी है उसे देखकर जहां हमें अचरज होता है वहां बेहद [शी भी हाजी है. ऐसा रचनात्मक आदमी अगर अमन [न बचाया न होगा तो कौन होगा ? अपने देश वापस [ाने पर हम अपने भाइयों को अपनी निजी जानकारी [बल पर बताएंगे कि चेयरमैन माओ शान्ति के बड़े से [े खम्भों में हैं. हम जानते हैं कि कोरिया के मामले [चीन ने अभी हाथ डाला जब उसकी अपनी सरहद [वरे में पड़ गई थी. लेकिन यह हाथ जो डाला सो महज [पने बचाव की खातिर डाला. आप जानते होंगे कि [न्द सरकार ने यूनो और अमरीका को होशियार कर [ा था कि 38 वीं पड़ी लकीर के आगे न बढ़ना. महात्मा [ी से हमें जो प्रेरना मिली है उसकी वजह से हिन्दुस्तान [ों के बीच किसी भी तरह की लड़ाई के खिलाफ है. [वियत रुस ने जो सुझाव इस सिलसिले में पेश किया है [की हम बहुत कद्र करते हैं. रुस का सुझाव है कि [निया के सभी देश धीरे धीरे मगर एक साथ हथियार [ी शुरू कर दें. इस के अलावा रुस का यह भी कहना है [सभी एटामिक हथियार एक साथ खत्म कर दिये जाएं. [इस बात का अफसोस है कि दूसरे बड़े मुल्कों को यह [ाव मंजूर न हुए. हिन्दुस्तान दिल से उस दिन का [प्कार कर रहा है जब सारे देश अपनी मरजी से [ेयार हो देंगे, मुल्क के कुल हथियारों को तोड़ कर हल- [ड़े की शकल दे दी जाएगी, जब इस धरती पर रहने [े एक हो जाएंगे और जब हर इन्सान यह महसूस

شانتي کا آندولن

شانتي کا آندولن

میں سے کہا گیا ہے کہ چین میں 'امریکی حملے کا مقابلہ کرو' اور 'کوریہ کی مدد کرو' والا جو آندولن چل رہا ہے اور شانتی کے لئے ہندوستان اور چین میں جو تھریک چل رہی ہے ان پر اپنی رائے ظاہر کروں۔ میں خوشی سے "پوپلس ڈیلی" کے لئے یہ لکھ لکھ کر کام کر رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ جو خیال میں ظاہر کر رہا ہوں وہی ہندوستان کے زیادہ تر لوگوں کا خیال ہے۔

انٹر قومی مہدان میں ہندوستان ہوشہ شانتی کا پھر رہا ہے۔ آج بھی وہ پورے دل کے ساتھ شانتی کا پھر رہا ہے۔ تھورا عرصہ پہلے ہم انگریزی حکامی اور یونجی وادی سامراج شاہی کے پانچے میں بھاسے تھے اور ہندوستان میں ویدیشی حکومت کا رہنا ہر ہندوستانی کے لئے شرم اور دکھ کی بات تھی۔ ہم تعداد میں تو بہت تھے لیکن بہت تھے۔ پر چار سال ہوئے انگریزی سامراج شاہی کے شکنجے میں سے ہم نکل آئے اور آزاد ہوئے۔ ہماری آزادی کی لڑائی کے دھرم مہاتما گاندھی تھے جن کی یاد حال ہی میں ساتھی کو۔ مو۔ جو نے "شانتي کے لئے شہود" کے نام سے کی تھی۔ سچ مچ مہاتما گاندھی شانتی کے پورے سے پورے علمبرداروں میں تھے۔ کسی بھی صورت یا شکل سے کوئی دیش اگر دوسرے پر چڑھائی کرے تو وہ ہمیں نفرت کی بات لگتی ہے۔ ہمارا رشواس ہے کہ آزادی پسند ہر مرد صورت کا فرض ہے کہ ایسی چڑھائی یا حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے جو کچھ اُس سے بن سکے کرے۔ چڑھائی یا حملے کا اہلسانمک تھلک سے مقابلہ کرنے کا طریقہ ہمیں مہاتما گاندھی نے بتایا۔ ہم ہندوستانہوں نے ان کے طریقوں کو اپنایا اور کمال کی کامیابی حاصل کی۔ ساتھ ہی ساتھ مہاتما گاندھی کی صاف رائے تھی کہ جہاں جہاں اہلسانمک طریقے کی وائسٹ لوگوں کو نہیں ہے یا کسی وجہ سے وہ عمل میں نہیں لایا جا سکتا تو اُس دیش کے لوگوں کا یہ پاک فرض ہو جاتا ہے کہ چڑھائی کا مقابلہ ہتھیار کے بل سے ہی کرے۔ انہوں نے ہمیں سکھایا کہ حملے کے آگے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر ہتھ جانا کڑتا ہی نہیں جرم ہے۔ اِس لئے ہم ہندوستانی کے لوگوں کی اپنے چھٹی بھائیوں کے ساتھ پوری ہمدردی ہے۔ بہتری اور باہری حملے کے مقابلے میں انہوں نے جو مورچہ لیا اُس کا ہم ہر طرح سدرتھ کرتے ہیں اور ان کی سہیلتا پر انہیں بدعائی دیکھتے ہیں۔

میں سے کہا گیا ہے کہ چین میں 'امریکی حملے کا مقابلہ کرو' اور 'کوریہ کی مدد کرو' والا جو آندولن چل رہا ہے اور شانتی کے لئے ہندوستان اور چین میں جو تھریک چل رہی ہے ان پر اپنی رائے ظاہر کروں۔ میں خوشی سے "پوپلس ڈیلی" کے لئے یہ لکھ لکھ کر کام کر رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ جو خیال میں ظاہر کر رہا ہوں وہی ہندوستان کے زیادہ تر لوگوں کا خیال ہے۔

انٹر قومی مہدان میں ہندوستان ہوشہ شانتی کا پھر رہا ہے۔ آج بھی وہ پورے دل کے ساتھ شانتی کا پھر رہا ہے۔ تھورا عرصہ پہلے ہم انگریزی حکامی اور یونجی وادی سامراج شاہی کے پانچے میں بھاسے تھے اور ہندوستان میں ویدیشی حکومت کا رہنا ہر ہندوستانی کے لئے شرم اور دکھ کی بات تھی۔ ہم تعداد میں تو بہت تھے لیکن بہت تھے۔ پر چار سال ہوئے انگریزی سامراج شاہی کے شکنجے میں سے ہم نکل آئے اور آزاد ہوئے۔ ہماری آزادی کی لڑائی کے دھرم مہاتما گاندھی تھے جن کی یاد حال ہی میں ساتھی کو۔ مو۔ جو نے "شانتي کے لئے شہود" کے نام سے کی تھی۔ سچ مچ مہاتما گاندھی شانتی کے پورے سے پورے علمبرداروں میں تھے۔ کسی بھی صورت یا شکل سے کوئی دیش اگر دوسرے پر چڑھائی کرے تو وہ ہمیں نفرت کی بات لگتی ہے۔ ہمارا رشواس ہے کہ آزادی پسند ہر مرد صورت کا فرض ہے کہ ایسی چڑھائی یا حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے جو کچھ اُس سے بن سکے کرے۔ چڑھائی یا حملے کا اہلسانمک تھلک سے مقابلہ کرنے کا طریقہ ہمیں مہاتما گاندھی نے بتایا۔ ہم ہندوستانہوں نے ان کے طریقوں کو اپنایا اور کمال کی کامیابی حاصل کی۔ ساتھ ہی ساتھ مہاتما گاندھی کی صاف رائے تھی کہ جہاں جہاں اہلسانمک طریقے کی وائسٹ لوگوں کو نہیں ہے یا کسی وجہ سے وہ عمل میں نہیں لایا جا سکتا تو اُس دیش کے لوگوں کا یہ پاک فرض ہو جاتا ہے کہ چڑھائی کا مقابلہ ہتھیار کے بل سے ہی کرے۔ انہوں نے ہمیں سکھایا کہ حملے کے آگے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر ہتھ جانا کڑتا ہی نہیں جرم ہے۔ اِس لئے ہم ہندوستانی کے لوگوں کی اپنے چھٹی بھائیوں کے ساتھ پوری ہمدردی ہے۔ بہتری اور باہری حملے کے مقابلے میں انہوں نے جو مورچہ لیا اُس کا ہم ہر طرح سدرتھ کرتے ہیں اور ان کی سہیلتا پر انہیں بدعائی دیکھتے ہیں۔

बसती है और दूसरी कोई नहीं बसती. पूरब या पच्छिम के सभी क्रान्तदानीों का यह खयाल है. हिन्दुस्तान की यह कोशिश हमेशा रहेगी कि चीनी लोक राज को दुनिया की एक बड़ी ताकत समझा जाए. हम यहाँ पर आपके नए राज को अपनी तरफ से सलामी देने आए हैं. आपने जो काम अब तक किये हैं और जो आगे करने का वादा करते हैं वह ताजुब जैसे लगते हैं. पिछले दो दिन में आपकी सरकार के प्रोग्राम के कुछ पहलुओं से जानकारी हासिल करने का मौका हमें मिला. हम आपकी कामयाबी चाहते हैं."

जब यह पूछा गया कि चीन के बारे में हिन्दुस्तान में जानकारी कितनी है तो पंडित सुन्दरलाल ने जवाब दिया:

"चीन के बारे में हमारे अखबारों में खबरें आती तो लगातार हैं मगर दूरन्देशी उनमें कम रहती है. इसके मुकाबले पेकिंग का विदेशी भाषा प्रेस कमाल का काम कर रहा है. चेयरमैन माओ की किताबें हिन्दुस्तान में छपी हैं और उनके कई कई एडिशन निकल गए हैं. हिन्दुस्तान में ऐसी किताबों की मांग बढ़ती जाती है जिनसे नए चीन के सब हालात मालूम हों. यह मांग पूरी करनी होगी.

"चीनी लोकराज के बड़े बड़े नेताओं के नाम—चेयरमैन माओ—त्सुंग, जनरल चू-तेह, बड़े वज़ीर चू-आंगे, मायब-चेयरमैन लिऊ-शाओ-ची—बच्चा बच्चा जानता है. हिन्दुस्तान के लोग चीनियों और उनके नेताओं के बारे में विवादा से प्रियादा जानकारी हासिल करना चाहते हैं. आजकल आपका सुन्दर अखबार "पीपुल्स वायना" जो कबकी नहीं मिला पाता है. पेकिंग के विदेशी-भाषा प्रेस का काम और बढ़ा देना चाहिये."

पंडित सुन्दरलाल से जब यह पूछा गया कि आपको कबकी कोई तकलीफ तो नहीं हुई तो उन्होंने मुस्करा कर जवाब दिया:

"जब आपके महान यात्री ह्वेन-सांग हमारे देश में आए थे तो राजा ह्वेन ने उनको ऐसे तोहफे दिये थे जो एक राजा ही दे सकता था. अब तेरह सौ साल बाद आप एक हिन्दुस्तानी मिशन का स्वागत कर रहे हैं—ऐसे जोर और शोर के साथ, ऐसे खुले दिल के साथ, ऐसी मुहब्बत और हर्षात के साथ—जो जनता का लोकराज ही कर सकता है, जो वही सरकार कर सकती है जो अपनी जनता के काम के अलावा उनके दिल की भी आईना हो."

मैं तो हूँ और दूसरी कौन नहीं चाहती. पूरब या पच्छिम के सभी क्रान्तदानीों का यह खयाल है. हिन्दुस्तान की यह कोशिश हमेशा रहेगी कि चीनी लोक राज को दुनिया की एक बड़ी ताकत समझा जाए. हम यहाँ पर आपके नए राज को अपनी तरफ से सलामी देने आए हैं. आपने जो काम अब तक किये हैं और जो आगे करने का वादा करते हैं वह ताजुब जैसे लगते हैं. पिछले दो दिन में आपकी सरकार के प्रोग्राम के कुछ पहलुओं से जानकारी हासिल करने का मौका हमें मिला. हम आपकी कामयाबी चाहते हैं."

जब यह पूछा गया कि चीन के बारे में हिन्दुस्तान में जानकारी कितनी है तो पंडित सुन्दरलाल ने जवाब दिया:

"चीन के बारे में हमारे अखबारों में खबरें आती तो लगातार हैं मगर दूरन्देशी उनमें कम रहती है. इसके मुकाबले पेकिंग का विदेशी भाषा प्रेस कमाल का काम कर रहा है. चेयरमैन माओ की किताबें हिन्दुस्तान में छपी हैं और उनके कई कई एडिशन निकल गए हैं. हिन्दुस्तान में ऐसी किताबों की मांग बढ़ती जाती है जिनसे नए चीन के सब हालात मालूम हों. यह मांग पूरी करनी होगी.

"चीनी लोकराज के बड़े बड़े नेताओं के नाम—चेयरमैन माओ—त्सुंग, जनरल चू-तेह, बड़े वज़ीर चू-आंगे, मायब-चेयरमैन लिऊ-शाओ-ची—बच्चा बच्चा जानता है. हिन्दुस्तान के लोग चीनियों और उनके नेताओं के बारे में विवादा से प्रियादा जानकारी हासिल करना चाहते हैं. आजकल आपका सुन्दर अखबार "पीपुल्स वायना" जो कबकी नहीं मिला पाता है. पेकिंग के विदेशी-भाषा प्रेस का काम और बढ़ा देना चाहिये."

पंडित सुन्दरलाल से जब यह पूछा गया कि आपको कबकी कोई तकलीफ तो नहीं हुई तो उन्होंने मुस्करा कर जवाब दिया:

"जब आपके महान यात्री ह्वेन-सांग हमारे देश में आए थे तो राजा ह्वेन ने उनको ऐसे तोहफे दिये थे जो एक राजा ही दे सकता था. अब तेरह सौ साल बाद आप एक हिन्दुस्तानी मिशन का स्वागत कर रहे हैं—ऐसे जोर और शोर के साथ, ऐसे खुले दिल के साथ, ऐसी मुहब्बत और हर्षात के साथ—जो जनता का लोकराज ही कर सकता है, जो वही सरकार कर सकती है जो अपनी जनता के काम के अलावा उनके दिल की भी आईना हो."

ان کے اس حق میں کوئی بھی دخل نہیں دے گا۔ میں جاننا ہوں کہ دوسرے دیشوں کی طرح ہندوستان میں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں۔ جو اسے کدی سے ہٹائے لگے (جدا کرے)۔ پہنچی جاتی وہ وہ۔ جو امریکی یا انگریزی پونجی بکوں کے ساتھ ملکر چلتا کو اب بھی چوسنا چاہتے ہیں اور یہ سوچتے ہیں کہ اگر دنیا بھر میں لوائی جہز جائے تو اس سے انہیں فائدہ ہوگا۔ لیکن ایسے لوگوں کا اثر عام چلتا میں رتی بھر بھی نہیں ہے اور نہ ہمیں ایسے کوئی اہمیت دینی چاہئے۔ آپ اطمینان رکھئے کہ ہندوستان ہمیشہ شانتی کا علمبردار رہے گا۔ ہندوستان مانع ہے کہ "لوائی" سے جو کچھ ہمارے بڑے وزیر پلڈت جواہر لال نہرو کہا کرتے ہیں "کوئی سوال حل نہیں ہوا کرتے۔"

جب یہ پوچھا گیا کہ چوہی لوگ راج کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے تو پلڈت جی نے جواب دیا :

"میرا کیا سبھی ہندو باسیوں کا خیال دو موٹے موٹے پسوں کے आधार پر بنا کرتا ہے۔ پہلے یہ کہ چین میں کبھی سرکار کرایم ہو اسکا کبھی سیکرٹری ہی کر سکتے ہیں۔ وہی اور سیکرٹری یہ کبھی کرنے کے لیے سب سے بڑھ کر اور آلتا مونسک ہیں۔ کسی دوسرے کو اس سامنے میں نہیں پڑنا چاہیے۔ آپ نے اپنے اپنے ملک میں ایک بہت بڑی کرائی کی اور دنیا کو جتا دیا کہ آپ چورسوں ماؤنٹس ٹنگ کے بتائے نئے لوگ راج کے اصولوں میں آپ کا وشواس ہے۔ ہندوستان دل کھول کر چوہی لوگ راج کا سواکت کرتا ہے۔ ہم ماننے میں کہ چوہی دنیا کی ایک بڑی طاقت بن گئی ہے جو شانتی اور ترقی کی پروکار ہے اور ہمارے دعا ہے کہ آپ کو دن بھر رات چوہی خدشی اور کامیابی حاصل ہو اور آپ صدیوں پہلے پہلے رہیں۔"

"دوسرے، ہم دونوں دیشوں کے آپسی باہمی چارے پر پارٹی بازی کی یا سوارتھی ویشی طاقتوں کی دخل اندازی کے ہوا کے چوہنوں کا کوئی اثر نہیں پونا چاہئے۔ ہندوستان سے جو بن سکا وہ اس نے کہا تاکہ سب ملک چوہن کی نئی سرکار کو چوہن کی اصلی سرکار مان لیں۔ فارموسا یا دیوان کے حاکموں کو کل چوہن کی سرکار کا نمائندہ ماننے کے خلاف ہندوستان نے ہمیشہ ہی آواز اٹھائی ہے۔ انگریزی قانون دان، پروفیسر اریں ہائم کا کہنا ہے کہ کسی نئی انٹر قومی شکتی کو ماننا یا نہ ماننا آپ کے من کی بات نہیں ہے اور نہ سودے یا چور بازی کی چیز ہے۔ انٹر قومی قانون یا راج کے مطابق کسی سرکار کو 'ماننے' کا مطلب ہے کہ ہم اس سرکار کی قابضیت کا اقرار کرتے ہیں، کہ ہم یہ قبول کرتے ہیں کہ اس علاقے میں وہ سرکار اور صرف وہی سرکار سچ ہے۔"

ان کے اس حق میں کوئی بھی دخل نہیں دے گا۔ میں جاننا ہوں کہ دوسرے دیشوں کی طرح ہندوستان میں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں۔ جو اسے کدی سے ہٹائے لگے (جدا کرے)۔ پہنچی جاتی وہ وہ۔ جو امریکی یا انگریزی پونجی بکوں کے ساتھ ملکر چلتا کو اب بھی چوسنا چاہتے ہیں اور یہ سوچتے ہیں کہ اگر دنیا بھر میں لوائی جہز جائے تو اس سے انہیں فائدہ ہوگا۔ لیکن ایسے لوگوں کا اثر عام چلتا میں رتی بھر بھی نہیں ہے اور نہ ہمیں ایسے کوئی اہمیت دینی چاہئے۔ آپ اطمینان رکھئے کہ ہندوستان ہمیشہ شانتی کا علمبردار رہے گا۔ ہندوستان مانع ہے کہ "لوائی" سے جو کچھ ہمارے بڑے وزیر پلڈت جواہر لال نہرو کہا کرتے ہیں "کوئی سوال حل نہیں ہوا کرتے۔"

جب یہ پوچھا گیا کہ چوہی لوگ راج کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے تو پلڈت جی نے جواب دیا :

"میرا کیا سبھی ہندو باسیوں کا خیال دو موٹے موٹے پسوں کے आधार پر بنا کرتا ہے۔ پہلے یہ کہ چین میں کبھی سرکار کرایم ہو اسکا کبھی سیکرٹری ہی کر سکتے ہیں۔ وہی اور سیکرٹری یہ کبھی کرنے کے لیے سب سے بڑھ کر اور آلتا مونسک ہیں۔ کسی دوسرے کو اس سامنے میں نہیں پڑنا چاہیے۔ آپ نے اپنے اپنے ملک میں ایک بہت بڑی کرائی کی اور دنیا کو جتا دیا کہ آپ چورسوں ماؤنٹس ٹنگ کے بتائے نئے لوگ راج کے اصولوں میں آپ کا وشواس ہے۔ ہندوستان دل کھول کر چوہی لوگ راج کا سواکت کرتا ہے۔ ہم ماننے میں کہ چوہی دنیا کی ایک بڑی طاقت بن گئی ہے جو شانتی اور ترقی کی پروکار ہے اور ہمارے دعا ہے کہ آپ کو دن بھر رات چوہی خدشی اور کامیابی حاصل ہو اور آپ صدیوں پہلے پہلے رہیں۔"

"دوسرے، ہم دونوں دیشوں کے آپسی باہمی چارے پر پارٹی بازی کی یا سوارتھی ویشی طاقتوں کی دخل اندازی کے ہوا کے چوہنوں کا کوئی اثر نہیں پونا چاہئے۔ ہندوستان سے جو بن سکا وہ اس نے کہا تاکہ سب ملک چوہن کی نئی سرکار کو چوہن کی اصلی سرکار مان لیں۔ فارموسا یا دیوان کے حاکموں کو کل چوہن کی سرکار کا نمائندہ ماننے کے خلاف ہندوستان نے ہمیشہ ہی آواز اٹھائی ہے۔ انگریزی قانون دان، پروفیسر اریں ہائم کا کہنا ہے کہ کسی نئی انٹر قومی شکتی کو ماننا یا نہ ماننا آپ کے من کی بات نہیں ہے اور نہ سودے یا چور بازی کی چیز ہے۔ انٹر قومی قانون یا راج کے مطابق کسی سرکار کو 'ماننے' کا مطلب ہے کہ ہم اس سرکار کی قابضیت کا اقرار کرتے ہیں، کہ ہم یہ قبول کرتے ہیں کہ اس علاقے میں وہ سرکار اور صرف وہی سرکار سچ ہے۔"

“बारہویں صدی کے آتے آتے ہندوستانیوں کی دیرینہ غم نے کی آفات بڑھ سکی گئی۔ ترکی راج کے زمانے میں سین-کینگ میں ہو کر جانے والا کھڑکی کا راستا بند ہو گیا۔ اس بارے میں زیادہ جانکاری مشہور آگرہ، امرہم سر آریل ہلاہن کی کتابوں سے ملتی ہے۔ ساہن-ہندیا نام سے انہوں نے کئی جگہ کتابیں لکھی ہیں۔ تھلا مکن کے ریگستان میں بھی انہوں نے کھوجیں کیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ زمانے میں دونوں دیشوں میں کھانا کھرا کھچری ق تھا۔

“میرا مشن ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے لوگ یہ تھے کہ یہ تعلق پھر سے پیدا کیا جائے۔ لیکن سماجی اور کھچری دائرے میں ہی نہیں، آج کل دنیا کے مطابق راج کچی اور آرتھک دائروں میں یہ تعلق پیدا کیا جائے۔ میں جانتا ہوں کہ دونوں کی بہانہ الگ الگ ہونا اس میں ایک ہی ت کا بہت ہوتی ہے لیکن اس کاوت پر ہم حاوی ہو چکے۔ وہ دن دور نہیں جب چھٹی زبان اور سامعہ سے ہماری سبھی یونیورسٹیوں میں کھل جائیں گے۔ سہلہ میں شانتی نکیتن یونیورسٹی نے جسے گ اسی ڈاکٹر روہدر ناتھ ٹیکر نے قائم کیا تھا قدم لیا ہو ہے۔

“جہاں تک شانتی کا اور تھچری دنیا ویابی لوائی خطرے کا سوال ہے، ہم ہندوستان کے لوگ سولہ آنے کی حامی ہیں۔ ہمارے دیش کے مہان تھچا تھ گاندھی نے جو پاتھ پڑھایا ہے اس سے ہمیں یہی نا ملتی ہے۔ اس کے علاوہ ہند سرکار کی علانیہ تھتی انٹر قومی شانتی ہے اور یہی چھٹی لوک راج کی علانیہ تھتی ہے۔ لیکن شانتی کی وکالت کے یہ لی ہرگز نہیں لگائے جاسکتے کہ اگر کسی روپ یا ل میں ہم دونوں لوگوں کے ملک پر ہمارے کوئی مائی یا حسلہ کرے تو ہم اس کا مقابلہ کرنے کے ارادے ل ہی کمزور پوجائیں گے۔ چھٹی لوک راج کے مکھیا لیا پتی جملہ چوتھ صاف صاف کہ چکے ہیں کہ ن کے پچھلے سبھی علاقوں کو ہم ایک کر کے دھوں ل اس بڑے کام میں ہم ہندوستان والوں کی شبہ لائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ دنیا میں شانتی کا مطلب کہ بہائی چارے کی بنا پر ساری دنیا کے دھنے والوں سنگھت ہو کر کیا جائے، انٹر قومی جھگڑے طے کرنے لئے لوائی کے سادھن کو خارج کر دیا جائے، سب طرح شامیوں کو جسے جگہر شامی، ہملک شامی، سامراج ای، چاہے وہ پونجی کے زور پر چلتی ہوں یا حکومت زور پر ختم کر دیا جائے، اور سب دیشوں کو یہ حق مل ہو کہ وہ چھٹی چاہیں سرکار بنائیں۔

“جہاں تک شانتی کا اور تھچری دنیا ویابی لوائی خطرے کا سوال ہے، ہم ہندوستان کے لوگ سولہ آنے کی حامی ہیں۔ ہمارے دیش کے مہان تھچا تھ گاندھی نے جو پاتھ پڑھایا ہے اس سے ہمیں یہی نا ملتی ہے۔ اس کے علاوہ ہند سرکار کی علانیہ تھتی انٹر قومی شانتی ہے اور یہی چھٹی لوک راج کی علانیہ تھتی ہے۔ لیکن شانتی کی وکالت کے یہ لی ہرگز نہیں لگائے جاسکتے کہ اگر کسی روپ یا ل میں ہم دونوں لوگوں کے ملک پر ہمارے کوئی مائی یا حسلہ کرے تو ہم اس کا مقابلہ کرنے کے ارادے ل ہی کمزور پوجائیں گے۔ چھٹی لوک راج کے مکھیا لیا پتی جملہ چوتھ صاف صاف کہ چکے ہیں کہ ن کے پچھلے سبھی علاقوں کو ہم ایک کر کے دھوں ل اس بڑے کام میں ہم ہندوستان والوں کی شبہ لائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ دنیا میں شانتی کا مطلب کہ بہائی چارے کی بنا پر ساری دنیا کے دھنے والوں سنگھت ہو کر کیا جائے، انٹر قومی جھگڑے طے کرنے لئے لوائی کے سادھن کو خارج کر دیا جائے، سب طرح شامیوں کو جسے جگہر شامی، ہملک شامی، سامراج ای، چاہے وہ پونجی کے زور پر چلتی ہوں یا حکومت زور پر ختم کر دیا جائے، اور سب دیشوں کو یہ حق مل ہو کہ وہ چھٹی چاہیں سرکار بنائیں۔

“جہاں تک شانتی کا اور تھچری دنیا ویابی لوائی خطرے کا سوال ہے، ہم ہندوستان کے لوگ سولہ آنے کی حامی ہیں۔ ہمارے دیش کے مہان تھچا تھ گاندھی نے جو پاتھ پڑھایا ہے اس سے ہمیں یہی نا ملتی ہے۔ اس کے علاوہ ہند سرکار کی علانیہ تھتی انٹر قومی شانتی ہے اور یہی چھٹی لوک راج کی علانیہ تھتی ہے۔ لیکن شانتی کی وکالت کے یہ لی ہرگز نہیں لگائے جاسکتے کہ اگر کسی روپ یا ل میں ہم دونوں لوگوں کے ملک پر ہمارے کوئی مائی یا حسلہ کرے تو ہم اس کا مقابلہ کرنے کے ارادے ل ہی کمزور پوجائیں گے۔ چھٹی لوک راج کے مکھیا لیا پتی جملہ چوتھ صاف صاف کہ چکے ہیں کہ ن کے پچھلے سبھی علاقوں کو ہم ایک کر کے دھوں ل اس بڑے کام میں ہم ہندوستان والوں کی شبہ لائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ دنیا میں شانتی کا مطلب کہ بہائی چارے کی بنا پر ساری دنیا کے دھنے والوں سنگھت ہو کر کیا جائے، انٹر قومی جھگڑے طے کرنے لئے لوائی کے سادھن کو خارج کر دیا جائے، سب طرح شامیوں کو جسے جگہر شامی، ہملک شامی، سامراج ای، چاہے وہ پونجی کے زور پر چلتی ہوں یا حکومت زور پر ختم کر دیا جائے، اور سب دیشوں کو یہ حق مل ہو کہ وہ چھٹی چاہیں سرکار بنائیں۔

“جہاں تک شانتی کا اور تھچری دنیا ویابی لوائی خطرے کا سوال ہے، ہم ہندوستان کے لوگ سولہ آنے کی حامی ہیں۔ ہمارے دیش کے مہان تھچا تھ گاندھی نے جو پاتھ پڑھایا ہے اس سے ہمیں یہی نا ملتی ہے۔ اس کے علاوہ ہند سرکار کی علانیہ تھتی انٹر قومی شانتی ہے اور یہی چھٹی لوک راج کی علانیہ تھتی ہے۔ لیکن شانتی کی وکالت کے یہ لی ہرگز نہیں لگائے جاسکتے کہ اگر کسی روپ یا ل میں ہم دونوں لوگوں کے ملک پر ہمارے کوئی مائی یا حسلہ کرے تو ہم اس کا مقابلہ کرنے کے ارادے ل ہی کمزور پوجائیں گے۔ چھٹی لوک راج کے مکھیا لیا پتی جملہ چوتھ صاف صاف کہ چکے ہیں کہ ن کے پچھلے سبھی علاقوں کو ہم ایک کر کے دھوں ل اس بڑے کام میں ہم ہندوستان والوں کی شبہ لائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ دنیا میں شانتی کا مطلب کہ بہائی چارے کی بنا پر ساری دنیا کے دھنے والوں سنگھت ہو کر کیا جائے، انٹر قومی جھگڑے طے کرنے لئے لوائی کے سادھن کو خارج کر دیا جائے، سب طرح شامیوں کو جسے جگہر شامی، ہملک شامی، سامراج ای، چاہے وہ پونجی کے زور پر چلتی ہوں یا حکومت زور پر ختم کر دیا جائے، اور سب دیشوں کو یہ حق مل ہو کہ وہ چھٹی چاہیں سرکار بنائیں۔

چین میں ہند گڈویل مشن

[20 ستمبر 1951 کو پंडित سుन्दर लाल की सदारत में हिन्दुस्तान से एक गुडविल मिशन चीन गया था जिसमें तेरह मेम्बर और दो सेक्रेटरी थे. इस मिशन का चीन में बहुत जोरदार स्वागत किया गया. मिशन ने चीन के काफी हिस्से का दौरा किया. मिशन के सदर पंडित सुन्दर लाल ने इस दौरे में जो खास खास बयान या भाशन दिये वह यहां तारीख वार दिये जाते हैं.

— एडिटर]

कैन्टन में भाशन

(22 सितम्बर 1951 को)

“पहली अक्टूबर 1951 को हमारे पड़ोसी देश, चीन के नए लोकराज की दूसरी सालगिरह है. इस मौके पर अपने चीनी भाइयों को हिन्दुस्तान की जनता की तरफ से बधाई देने के लिये यह मिशन चीन आ रहा है. हमारे मिशन में हिन्दुस्तान के सब हिस्सों के लोग हैं और जुदा जुदा राजगार या काम करने वाले हैं. आपके महान देश में हम इस वजह से आए क्योंकि हम इससे प्रेम करते हैं और हमारे दिल में इसकी इच्छा है. हम दोनों में रिश्ता आज का नहीं बीस सदी या दो हजार बरस से ऊपर का है. यह रिश्ता बड़े प्रेम और भाई चारे का करीबी रिश्ता है. सच यह है कि हिन्दुस्तान के पुराने इतिहास का काफी हिस्सा उन बयानों के आधार पर तैयार किया गया है जो आपके सरनाम सफ़ीर, ह्वान सांग और फाहियान लिख कर छोड़ गए हैं. हमारे देश के एक विद्वान प्रोफ़ेसर डाक्टर पी. सी. बागची ने “हिन्दुस्तान और चीन” नाम की एक किताब लिखी है. उसके लिये बरसों वह आपके देश में रहे और खोज करके जानकारी हासिल की. दुर्भाग्य से उनकी तबियत आजकल अच्छी नहीं है, इस लिये वह हमारे साथ न आ सके.

“चीनी के बरतन हिन्दुस्तान क्या, दुनिया भर में मशहूर हैं. इसी तरह से आप के यहां का रेशम लासानी है. चीनी कलाकारों और दस्तकारों के काम की तारीफ हमेशा से ही दुनिया भर में होती रही है. चित्रकारी में भी चीन का मुक़ाबला कोई नहीं कर सकता है. लेकिन शायद सारे पूरब को जो चीन की सबसे बड़ी देन थी वह है काराख बनाना—यह काम हिन्दुस्तान ने दसवीं सदी में आप से सीखा था.

چین میں ہند گڈول مشن

[20 ستمبر 1951 کو بلذت سندر لال کی

صدارت میں ہندوستان سے ایک گڈول مشن چوں گیا تھا جس میں تیرہ ممبر اور دو سکریتری تھے. اس مشن کا چوں میں بہت زوردار سرائت کوا گیا. مشن نے چین کے کافی حصے کا دورہ کیا. مشن کے صدر بلذت سندر لال نے اس دورے میں جو خاص خاص بھان یا بھاشن دیئے وہ یہاں تاریخ وار دیئے جاتے ہیں.

— ایڈیٹر —

کینٹن میں بھاشن

(22 ستمبر 1951 کو)

“پہلی اکتوبر 1951 کو ہمارے پڑوسی دیس، چین کے نئے لوک راج کی دوسری سالگرہ ہے. اس موقع پر اپنے چینی بھائیوں کو ہندوستان کی جنتا کی طرف سے بدمعاشی دینے کے لئے یہ مشن چین آ رہا ہے. ہمارے مشن میں ہندوستان کے سب حصوں کے لوگ ہیں اور جدا جدا روزگار یا کام کرنے والے ہیں. آپ کے مہان دیس میں ہم اس وجہ سے آئے کیونکہ ہم اس سے پریم کرتے ہیں اور ہمارے دل میں ایسی عزت ہے. ہم دونوں میں رشتہ آج کا نہیں بھس صدی یا دو ہزار برس سے اوپر کا ہے. یہ رشتہ بڑے پریم اور بھائی چارے کا کریم رشتہ ہے. سچ یہ ہے کہ ہندوستان کے پرانے ایتھاس کا کافی حصہ ان بھائیوں کے آدمار پر تیار کیا گیا ہے جو آپ کے سرنام سفیر ہوان سانگ اور فامہان لکھ کر چھوڑ گئے ہیں. ہمارے دیس کے ایک وڈران پروفیسر ڈاکٹر پی. سی. باگچی نے “ہندوستان اور چین” نام کی ایک کتاب لکھی ہے. اُسکے لئے برسوں وہ آپ کے دیس میں رہے اور کھوج کر کے جاکاری حاصل کی. درہماتھ سے اُنکی طبیعت آج کل اچھی نہیں ہے، اس لئے وہ ہمارے ساتھ نہ آسکے.

“چینی کے برتن ہندوستان کوا، دنیا بھر میں مشہور ہیں. اسی طرح سے آپ کے یہاں کا ریشم لائنی ہے. چینی کلا کاروں اور دستکاروں کے کام کی تعریف دنیا بھر میں ہوتی رہی ہے. چترکاری میں بھی چین کا مقابلہ کسی دیس کر سکا ہے. لیکن شاید سارے یورپ کو جو چین کی دیس سے بڑی دیس تھی وہ ہے کافہ بلانا—یہ کام ہندوستان نے دسویں صدی میں آپ سے سیکھا تھا.

اور وہ یہ جان گئے ہیں کہ دنیا میں شانتی کس طرح قائم رکھی جاسکتی ہے اور حملوں کا مقابلہ کوسے کیا جاسکتا ہے۔

اور وہ یہ جان گئے ہیں کہ دنیا میں شانتی کس طرح قائم رکھی جاسکتی ہے اور حملوں کا مقابلہ کوسے کیا جاسکتا ہے۔

برما

برما

(भाई थाकिन कोदा मांग)

(بهائی تهاکین کودا مانگ)

آسام जनता लड़ाई से नफरत करती है, लड़ाई तो केवल मुठ्ठी भर लोग चाहते हैं, जो साम्राजशाही पसंद हैं, पूँजी पति हैं और गोला-बारूद का व्योपार करते हैं, उन्होंने ही कोरिया में लड़ाई छेड़ रखी है।

مقام چلتا لڑائی سے نفرت کرتی ہے۔ لڑائی تو کھول مٹھی بہر لوگ چاہتے ہیں۔ جو سامراج شاہی پسند ہیں، پونجی پتی ہیں اور گولہ بارود کا بھوپار کرتے ہیں، انہوں نے ہی کوریا میں لڑائی چھڑا رکھی ہے۔

دنیا میں शान्ति कायम रखने के लिये बरमा के हम सब लोग जो लड़ाई से नफरत करते हैं, सारी दुनिया के अमन-पसंद लोगों के साथ कंधे से कंधा मिला कर चलने को तैयार हैं।

دنیا میں شانتی قائم رکھنے کے لئے برما کے ہم سب لوگ جو لڑائی سے نفرت کرتے ہیں، ساری دنیا کے امن پسند لوگوں کے ساتھ کلدھ سے کلدھا ملا کر چلنے کو تیار ہیں۔

हिन्दुस्तान

هندستان

(पंडित मुन्दरलाल)

(پندت سندر لال)

हमें हमले-चढ़ाई से, चाहे वह किसी तरह या शकल की क्यों न हो, बड़ी नफरत है। हम मानते हैं कि ऐसे हमले-चढ़ाई का मुकाबला करने के लिये जो कुछ किसी आजादी-पसंद इन्सान से बन सके वह करना उसका पूरा फर्ज है। हमले-चढ़ाई का मुकाबला करने का एक अहिंसात्मक तरीका महात्मा गांधी ने हमें बताया। साथ ही साथ उनकी साफ राय थी कि जहाँ अहिंसात्मक तरीके की जानकारी नहीं है या किसी वजह से उसे अमल में नहीं लाया जा सकता तो उस देश का जिस पर हमला किया जाए वह पाक फर्ज है कि हथियारों की मदद से मुकाबला करे। महात्मा गांधी ने हमें सिखाया, कि हमले-चढ़ाई के आगे घुटने टेक देना कायरता ही नहीं, बल्कि एक जुर्म है। इसलिये हम हिन्दुस्तान के लोग अपने चीनी भाइयों का पूरी तरह समर्थन करते हैं और अन्दरूनी व बाहरी दुशमनों का मुकाबला करने में जो कामयाबियाँ उन्हें मिली हैं उस पर उन्हें बचाई देते हैं हमें पूरा विश्वास है कि हिन्दुस्तान और चीन के बीच सच्चा भाई बारा और दोस्ती दिन दिन कायम होगी, हमें पूरा विश्वास है कि इस भाई बारे से दुनिया में अमन-शान्ति ठोस और मुक्तकिल तरीके से कायम हो सकेगी।

ہمیں حملے چڑھائی سے، چاہے وہ کسی طرح یا شکل کی کہوں نہ ہو، بڑی نفرت ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ ایسے حملے چڑھائی کا مقابلہ کرنے کے لئے جو کچھ کسی آزادی پسند انسان سے بن سکے وہ کرنا اس کا پورا فرض ہے۔ حملے چڑھائی کا مقابلہ کرنے کا ایک اہلسانمک طریقہ مہاتما گاندھی نے ہمیں بتایا۔ ساتھ ہی ساتھ ان کی صاف رائے تھی کہ جہاں اہلسانمک طریقہ کی جان کاری نہیں ہے یا کسی وجہ سے اُسے عمل میں نہیں لایا جاسکتا تو اُس دیس کا جس پر حملہ کیا جائے یہ ہمارا فرض ہے کہ ہتھیاروں کی مدد سے مقابلہ کرے۔ مہاتما گاندھی نے ہمیں سکھایا، کہ حملے چڑھائی کے آگے گھٹنے ٹیک دنیا کاڑتا ہی نہیں، بلکہ ایک جرم ہے۔ اس لئے ہم هندستان کے لوگ اپنے چینی بھائیوں کا پوری طرح سمرٹھن کرتے ہیں اور اندرونی و باہری دشمنوں کا مقابلہ کرنے میں جو کامیابیاں انہوں ملی ہیں اُس پر انہیں بدھائی دیتے ہیں ہمیں پورا وشواس ہے کہ هندستان اور چین کے بیچ سچا بھائی چارہ اور دوستی دن دن قائم ہوگی۔ ہمیں پورا وشواس ہے کہ اس بھائی چارے سے دنیا میں امن شانتی تھوس اور مستقل طریقے سے قائم ہو سکے گی۔

ٹھہرا۔ اسی طرح سے ہم کوریا والوں کی مدد کو تیار رہے، جاپان کی ہتھیار بندی کے خلیاک رہے اور اس منہ بولے سوتھنامہ کو ہم نے نہیں مانا جو جاپان کے ساتھ کیا گیا۔

سوویت روس نے امن اور لوک راج کا جو جھنڈا اٹھایا ہے اس کے نوجھے ایسے پروپگنڈا ہوتے ہیں جن کی دھندائی میں کام کرنا ہم فکریاً ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ ہم دیکھ جاتے ہیں کہ مارشل اسٹالن کے ساتھ ہوں جو دنیا میں امن کے اول درجے کے علم بردار ہوں اور چورمیں مارٹسے فلک کے ساتھ ہوں جو ایشیا کے سب سے بڑے نوجھے ہیں۔ ہم ویت نام والوں کا یہ پکا ارادہ ہے کہ سارے ایشیائی ممالکوں کے ساتھ ہی نہیں دنیا بھر کے لوگوں کے ساتھ ملکر رہیں گے اور بھارتی کے ساتھ امن شانتی کی زور دار لڑائی میں شرکت کریں گے۔

انڈونیشیا

(بائے موہنمہد تھرانہی)

ہم انڈونیشیا کے لوگ امن پسند ہیں اور ہر طرح کی لڑائی کے مخالف ہیں۔ چین کی لوکشاہی سرکار کی طرح انڈونیشیا کا بھی یہی مقصد ہے — شانتی کا کام کرنا اور حملوں کا مقابلہ کرنا۔

یہ سچ بات ہے — ہم بڑے بڑے کر باتیں نہیں کر رہے ہیں — کہ چین کی لوکشاہی سرکار ہمارے سامنے مسالہ پیش کر رہی ہے کہ کس طرح ہمارے کام کو سنبھال کر کے اپنے ملک میں شانتی کا راج قائم کیا جائے۔ پورے دل میں میں دیکھتا ہوں کہ اس روحانی اور مادی مدد کی ہے جو کوریا کو امریکی سامراج شاہی کے خلاف اس کی لڑائی میں چھٹی مدد چھٹی لوک شاہی سرکار نے کوریا والوں کو دی ہے وہ مدد ایک ایسا نمونہ ہے جس سے سچ سچ ہو سکتا تھا جو سچ سچ ہوا ہے اور جس کے نتیجے میں سچ سچ ہو سکتا تھا۔

کوریا کو چھٹی مدد ملنے سے امریکی حملہ ناکام رہا۔ اس کی وجہ سے امریکی رجعت پسندوں کو بڑے بڑے نقصان پہنچے۔ انہیں پتہ چلا کہ امریکہ کے نام کو بھی ہٹا لیا۔ دن پر دن امریکہ کی پوزیشن گرتی جا رہی ہے اور چین کے لوک شاہی راج کی پوزیشن اٹھتی جا رہی ہے۔ چین کی اس انٹر قومی پوزیشن کے تباہی سے نہ صرف چین کو بلکہ ایشیا کے سب ممالکوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ دنیا کے ان سبھی ممالکوں کو جو شانتی چاہتے ہیں اور لڑائی کے خلاف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ چین کی لوک شاہی سرکار ایشیا کے ممالکوں کے لئے ایک مثال بن گئی ہے۔

کوریا کی مدد کو تیار رہے، جاپان کی ہتھیار بندی کے خلاف رہے اور اس منہ بولے سوتھنامہ کو ہم نے نہیں مانا جو جاپان کے ساتھ کیا گیا۔

سوویت روس نے امن اور لوک راج کا جو جھنڈا اٹھایا ہے اس کے نوجھے ایسے پروپگنڈا ہوتے ہیں جن کی دھندائی میں کام کرنا ہم فکریاً ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ ہم دیکھ جاتے ہیں کہ مارشل اسٹالن کے ساتھ ہوں جو دنیا میں امن کے اول درجے کے علم بردار ہوں اور چورمیں مارٹسے فلک کے ساتھ ہوں جو ایشیا کے سب سے بڑے نوجھے ہیں۔ ہم ویت نام والوں کا یہ پکا ارادہ ہے کہ سارے ایشیائی ممالکوں کے ساتھ ہی نہیں دنیا بھر کے لوگوں کے ساتھ ملکر رہیں گے اور بھارتی کے ساتھ امن شانتی کی زور دار لڑائی میں شرکت کریں گے۔

انڈونیشیا

(بائے موہنمہد تھرانہی)

ہم انڈونیشیا کے لوگ امن پسند ہیں اور ہر طرح کی لڑائی کے مخالف ہیں۔ چین کی لوک شاہی سرکار کی طرح انڈونیشیا کا بھی یہی مقصد ہے — شانتی کا کام کرنا اور حملوں کا مقابلہ کرنا۔

یہ سچ بات ہے — ہم بڑے بڑے کر باتیں نہیں کر رہے ہیں — کہ چین کی لوکشاہی سرکار ہمارے سامنے مسالہ پیش کر رہی ہے کہ کس طرح ہمارے کام کو سنبھال کر کے اپنے ملک میں شانتی کا راج قائم کیا جائے۔ پورے دل میں میں دیکھتا ہوں کہ اس روحانی اور مادی مدد کی ہے جو کوریا کو امریکی سامراج شاہی کے خلاف اس کی لڑائی میں چھٹی مدد چھٹی لوک شاہی سرکار نے کوریا والوں کو دی ہے وہ مدد ایک ایسا نمونہ ہے جس سے سچ سچ ہو سکتا تھا جو سچ سچ ہوا ہے اور جس کے نتیجے میں سچ سچ ہو سکتا تھا۔

کوریا کو چھٹی مدد ملنے سے امریکی حملہ ناکام رہا۔ اس کی وجہ سے امریکی رجعت پسندوں کو بڑے بڑے نقصان پہنچے۔ انہیں پتہ چلا کہ امریکہ کے نام کو بھی ہٹا لیا۔ دن پر دن امریکہ کی پوزیشن گرتی جا رہی ہے اور چین کے لوک شاہی راج کی پوزیشن اٹھتی جا رہی ہے۔ چین کی اس انٹر قومی پوزیشن کے تباہی سے نہ صرف چین کو بلکہ ایشیا کے سب ممالکوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ دنیا کے ان سبھی ممالکوں کو جو شانتی چاہتے ہیں اور لڑائی کے خلاف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ چین کی لوک شاہی سرکار ایشیا کے ممالکوں کے لئے ایک مثال بن گئی ہے۔

منگولیا

(भाई दामدین سوریन)

آج دنیا میں شانتی اور آزادی کے سوشلسٹ پرواؤ کا رہبر روس دیس ہی ہے۔ چھائی چلتا لے ایلی وجہ کے ذریعے اس پرواؤ کو اور بھی مضبوط بنا دیا ہے۔ ایشیا کے اندر شانتی کی حفاظت کرنے کا بھاری کام چھون والوں نے ہی اچھے کندھوں پر اٹھا لیا ہے۔

ہم منگول والے چھائی بھائیوں کی شاندار کامیابیوں پر بھولے نہیں سماتے۔ انہوں نے ایشیا کے سب دیسوں کے آگے یہ مثال ہمیشہ کے لئے قائم کر دی کہ آزادی اور سوراخ کی لڑائی میں سامراج شاہی قہمروں کا کس طرح مقابلہ کیا جائے۔ ہم منگول والے ساتھ ہوں چھائی بھائیوں کے کوریوں بھائیوں کے اور امن چاہنے والے سب بھائیوں کے۔ اور جب تک ہمارے اندر زبان باقی ہے ہم مقابلہ کرینگے۔ جاپان کے ساتھ الگ صلحنامے کا جاپان کو دوبارہ ہتھیار بند کرنے کا اور کوریہ میں چڑھائی کرنے کا۔

ویت نام

(भाई दीन تھام)

ہم ویت نام والے یہ مانتے ہیں کہ امریکی سامراج شاہی نے حال میں جو کارنامے دکھائے ہیں—ویت نام میں داخل دیلا، کوریہ پر چڑھائی کرنا اور تھوان پر قابو جما لہنا، جاپان کو ہتھیار بند کرنا اور اس کے ساتھ الگ سے 'صلحنامہ' کرنا—وہ اس کی ایک یوجنا کا حصہ ہے۔ یہ یوجنا ہے ایشیا پر حاوی ہونے کی اور ایک نئی آزادی دنیا میں چھوڑ دینے کی۔ ہم ویت نامیوں کا وشواس ہے کہ ہم خود جو آج مقابلہ کر رہے ہیں، جو مقابلہ ہمارے کوریوں بھائی کر رہے ہوں اور جو مقابلہ ہمارے چھائی بھائی کر رہے ہوں وہ ایشیا میں کہا ساری دنیا میں ہی شانتی قائم رکھنے کا سب سے اثر دار سادھن ہے۔

ساتھ ہی ساتھ ہم ویت نام والوں نے بڑے جوش اور شان کے ساتھ ہر ایسے آندولن کا स्वागत کیا ہے جو دنیا میں شانتی لانے میں مددگار ثابت ہو۔ ہم نے اٹلانٹک پیکٹ کا विरोध किया, पच्छिमी जर्मनी की हथियार बंदी के हम हमेशा खिलाफ रहे. यही नहीं शान्ति की हिकाजत के लिये जो बड़े बड़े कदम उठाए गए उनमें भी हमने दिल कोलकर शिरकत की, जैसे स्टारहाम की अमन कांकरेख का एटासिक हथियारों को रोकने का ठहराव या बलिन बीस कीमिसल का पांच-शक्तों-की मुलह का

منگولیا

(بھائی دाम دین سوریन)

آج دنیا میں شانتی اور آزادی کے سوشلسٹ پرواؤ کا رہبر روس دیس ہی ہے۔ چھائی چلتا لے ایلی وجہ کے ذریعے اس پرواؤ کو اور بھی مضبوط بنا دیا ہے۔ ایشیا کے اندر شانتی کی حفاظت کرنے کا بھاری کام چھون والوں نے ہی اچھے کندھوں پر اٹھا لیا ہے۔

ہم منگول والے چھائی بھائیوں کی شاندار کامیابیوں پر بھولے نہیں سماتے۔ انہوں نے ایشیا کے سب دیسوں کے آگے یہ مثال ہمیشہ کے لئے قائم کر دی کہ آزادی اور سوراخ کی لڑائی میں سامراج شاہی قہمروں کا کس طرح مقابلہ کیا جائے۔ ہم منگول والے ساتھ ہوں چھائی بھائیوں کے کوریوں بھائیوں کے اور امن چاہنے والے سب بھائیوں کے۔ اور جب تک ہمارے اندر زبان باقی ہے ہم مقابلہ کرینگے۔ جاپان کے ساتھ الگ صلحنامے کا جاپان کو دوبارہ ہتھیار بند کرنے کا اور کوریہ میں چڑھائی کرنے کا۔

ویت نام

(بھائی دین تھام)

ہم ویت نام والے یہ مانتے ہیں کہ امریکی سامراج شاہی نے حال میں جو کارنامے دکھائے ہیں—ویت نام میں داخل دیلا، کوریہ پر چڑھائی کرنا اور تھوان پر قابو جما لہنا، جاپان کو ہتھیار بند کرنا اور اس کے ساتھ الگ سے 'صلحنامہ' کرنا—وہ اس کی ایک یوجنا کا حصہ ہے۔ یہ یوجنا ہے ایشیا پر حاوی ہونے کی اور ایک نئی آزادی دنیا میں چھوڑ دینے کی۔ ہم ویت نامیوں کا وشواس ہے کہ ہم خود جو آج مقابلہ کر رہے ہیں، جو مقابلہ ہمارے کوریوں بھائی کر رہے ہوں اور جو مقابلہ ہمارے چھائی بھائی کر رہے ہوں وہ ایشیا میں کہا ساری دنیا میں ہی شانتی قائم رکھنے کا سب سے اثر دار سادھن ہے۔

ساتھ ہی ساتھ ہم ویت نام والوں نے بڑے جوش اور شان کے ساتھ ہر ایسے آندولن کا स्वागत کیا ہے جو دنیا میں شانتی لانے میں مددگار ثابت ہو۔ ہم نے اٹلانٹک پیکٹ کا विरोध किया, पच्छिमी जर्मनी की हथियार बंदी के हम हमेशा खिलाफ रहे. यही नहीं शान्ति की हिकाजत के लिये जो बड़े बड़े कदम उठाए गए उनमें भी हमने दिल कोलकर शिरकत की, जैसे स्टारहाम की अमन कांकरेख का एटासिक हथियारों को रोकने का ठहराव या बलिन बीस कीमिसल का पांच-शक्तों-की मुलह का

ایشیا کی آواز — شانتی

[پہلی اکتوبر سن '51 کو چین کے نئے لوکاراج کی سالگرہ کے جلسہ میں یورپ اور ایشیا کے چودہ ملکوں کے گزول مشن نے شرکت کی تھی۔ جلسہ کی خوشی میں چارمہن مائوسے-تنگ کی طرف سے سب کو داہت دی گئی تھی۔ اس داہت میں ایشیا کے ملکوں سے گپ لیڈروں نے بڑی بڑی تقریریں کیں۔ آجیبات ہے کہ ہر ایک ایشیائی ملک کی طرف سے دو ہی باتوں پر زور دیا گیا — ایشیا کی یکتہ اور شانتی۔ نیچے دیئے گئے خطوں کو پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ سارے ایشیا کی زبان ایک ہو گئی ہو، دل ایک ہو گیا ہو، دماغ ایک ہو گیا ہو اور ایک سا آواز نکل رہی ہو — ایشیا ایک ہو، شانتی قائم ہو، ایشیا ایک ہو — ایشیا]

کوریہ

(ہائی لینڈ)

چین کے لوگ ہمارے پڑوسی ہیں، بڑے بڑے ہیں۔ یہی نہیں، ہم دونوں نے ایک لمبی مدت سے ویدیشی سامراج کے خلاف ایک دوسرے کے کلمے سے کلمہ ملا کر لیا ہے اور اسلئے ہم تپاہی ساتھی ہیں۔ آج بھی امریکی حملوں کا سامنا کرتے اور کوریہ کو مدد پہنچانے کے ارادے سے ہم ساڑھے سئالیس کروڑ چینی بھائیوں نے اپنی جہلم بھومی کی شان اور اپنے گھروں کی آبرو قائم رکھنے کے لئے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے۔ آپ اس دورے میں ہم نے ان زبردست کوششوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ہم پر سب سے زیادہ اثر اس چن آندوان کا ہوا جو دیش سہوا کے عہد ناموں پر دستخطوں کے لئے کہا جا رہا ہے۔ یہ بہترین وقت ہے یہاں کے لوگوں کی اونچی دیش بھکتی کا اور اس کے صحیح اثر قومی پریم کا۔

ہمارا اور چین کا چولی دامن کا ساتھ ہے جسے نہ کوئی توڑ سکتا ہے اور نہ مٹا سکتا ہے۔ جو لڑائی ہم اس وقت لڑ رہے ہیں وہ ایمان اور انصاف کی لڑائی ہے۔ یہ لڑائی کسی طرف لے جانے والی ہے۔ اس کھماسان میں ہم دونوں کا خون ایک ساتھ بہ کر جو ایک ہم کو قائم ہو گیا ہے اس کے آدھار پر ہم بلا کسی شک کے کہہ سکتے ہیں کہ سامراج شامی کے خلاف آخر میں ہماری ہی ہونے والی ہے اور ہوگی۔

ایشیا کی آواز — شانتی

[پہلی اکتوبر سن '51 کو چین کے نئے لوکاراج کی سالگرہ کے جلسہ میں یورپ اور ایشیا کے چودہ ملکوں کے گزول مشن نے شرکت کی تھی۔ جلسہ کی خوشی میں چارمہن مائوسے-تنگ کی طرف سے سب کو داہت دی گئی تھی۔ اس داہت میں ایشیا کے ملکوں سے گپ لیڈروں نے بڑی بڑی تقریریں کیں۔ آجیبات ہے کہ ہر ایک ایشیائی ملک کی طرف سے دو ہی باتوں پر زور دیا گیا — ایشیا کی یکتہ اور شانتی۔ نیچے دیئے گئے خطوں کو پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ سارے ایشیا کی زبان ایک ہو گئی ہو، دل ایک ہو گیا ہو، دماغ ایک ہو گیا ہو اور ایک سا آواز نکل رہی ہو — ایشیا ایک ہو، شانتی قائم ہو، ایشیا ایک ہو — ایشیا]

کوریہ

(ہائی لینڈ)

چین کے لوگ ہمارے پڑوسی ہیں، بڑے بڑے ہیں۔ یہی نہیں، ہم دونوں نے ایک لمبی مدت سے ویدیشی سامراج کے خلاف ایک دوسرے کے کلمے سے کلمہ ملا کر لیا ہے اور اسلئے ہم تپاہی ساتھی ہیں۔ آج بھی امریکی حملوں کا سامنا کرتے اور کوریہ کو مدد پہنچانے کے ارادے سے ہم ساڑھے سئالیس کروڑ چینی بھائیوں نے اپنی جہلم بھومی کی شان اور اپنے گھروں کی آبرو قائم رکھنے کے لئے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے۔ آپ اس دورے میں ہم نے ان زبردست کوششوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ہم پر سب سے زیادہ اثر اس چن آندوان کا ہوا جو دیش سہوا کے عہد ناموں پر دستخطوں کے لئے کہا جا رہا ہے۔ یہ بہترین وقت ہے یہاں کے لوگوں کی اونچی دیش بھکتی کا اور اس کے صحیح اثر قومی پریم کا۔

ہمارا اور چین کا چولی دامن کا ساتھ ہے جسے نہ کوئی توڑ سکتا ہے اور نہ مٹا سکتا ہے۔ جو لڑائی ہم اس وقت لڑ رہے ہیں وہ ایمان اور انصاف کی لڑائی ہے۔ یہ لڑائی کسی طرف لے جانے والی ہے۔ اس کھماسان میں ہم دونوں کا خون ایک ساتھ بہ کر جو ایک ہم کو قائم ہو گیا ہے اس کے آدھار پر ہم بلا کسی شک کے کہہ سکتے ہیں کہ سامراج شامی کے خلاف آخر میں ہماری ہی ہونے والی ہے اور ہوگی۔

नए चीन का क्रांती गीत

उठो ! उठो !
 वह सब उठो
 जिन्हें नहीं कुबूल है
 गलामी दीन दासता
 खड़ी खड़ी !
 हां, हो खड़ी
 हमारे हाड़ मांस की
 दीवार एक बहुत बड़ी
 कि इस घड़ी
 है आ पड़ी
 हमारी चीनी क्रांति पर
 बला बहुत बड़ी कड़ी
 हर एक दिल से
 जोर से
 उठे आवाज एक साथ
 उठो उठो !
 उठो उठो !
 दसियों लाखों हों पर एक
 एक दिल हों एक जान
 खोल छातियां जवान
 चले चलो चले चलो
 दुशमनों की गोलियां
 हां, छातियों पे फेलते
 बदे चलो बदे चलो !
 बदे चलो बदे चलो !

نئے چین کا قومی گیت

اُٹو ! اُٹو !
 وہ سب اُٹو
 جلدیں نہیں قبول ہے
 غلامی دین داسیتا
 کھڑی کھڑی !
 ہاں، ہو کھڑی
 ہمارے ہاڑ ماس کی
 دیوار ایک بہت بڑی
 کہ اس گھڑی
 ہے آ پڑی
 ہماری چھٹی قوم پر
 بلا بہت بڑی کڑی
 ہر ایک دل سے
 زور سے
 اُٹے آواز ایک ساتھ
 اُٹو اُٹو !
 اُٹو اُٹو !
 دسہوں لاکھوں ہوں پر ایک
 ایک دل ہوں ایک جان
 کھول چھانہاں جوان
 چلے چلو چلے چلو
 دشمنوں کی گولیاں
 ہاں، چھانہوں پہ جھمکتے
 بڑے چلو بڑے چلو !
 بڑے چلو بڑے چلو !

नया हिन्द



نیا ہند

चीन नम्बर

چین نمبر

جلد 11

दिसम्बर, सन् '51

नम्बर 6

نمبر 6

دسمبر, سن '51

جلد 11

जात आदमी, प्रेम धर्म है, हिन्दुस्तानी बोली,
'नया हिन्द' पहुँचेगा घर घर लिये प्रेम की झोली.

جانت آدمی، پریم دھرم ہے، ہندوستانی بولی،
'نیا ہند' پہنچے گا کھر کھر لئے پریم کی جھولی.

नए चीन का क्राँमी गीत

[नए चीन ने अभी कोई क्राँमी गीत तैयार नहीं किया. नीचे दिये गीत को ही उन्होंने ने क्राँमी गीत की जगह दे रखी है. अगले सफे पर इसका हिन्दुस्तानी रूप दिया जा रहा है.—एडीटर]

نئے چین کا قومی گیت

[نئے چین نے ابھی کوئی قومی گیت تیار نہیں کیا. نیچے دیئے گیت کو ہی انہوں نے قومی گیت کی جگہ دے رکھی ہے. اگلے صفحے پر اس کا ہندوستانی روپ دیا جا رہا ہے۔ ایڈیٹر]

中華人民共和國國歌

chung hua jen min kung ho kuo kuo ko

起 來! 不 願 做 奴 隸 的 人 們! 把 我 們 的 血 肉, 築 成 我 們
ch'í lai pu yüan to nu lì ti jen men pa wo men ti hsueh jou chu ch'eng wo men

新 的 長 城! 中 華 民 族 到 了 最 危 險 的 時
hsin ti ch'ang ch'eng chung hua min tsu tao lia tsui wei hsien ti shih

候, 每 個 人 被 迫 着 發 出 最 後 的 吼 聲。起 來! 起
hou mei ko jen pei p'o cho fa ch'u tsui hou ti hou sheng ch'í lai ch'í

來! 起 來! 我 們 萬 眾 一 心, 冒 着 敵 人 的 砲 火
lai ch'í lai wo men wan chung i hsin mao cho ti jen ti p'ao huo

前 進! 冒 着 敵 人 的 砲 火 前 進! 前 進! 前 進! 進!
ch'ien chin mao cho ti jen ti p'ao huo ch'ien chin ch'ien chin ch'ien chin chin

100

100

100

100

100

100

100

100

100

नया हिन्द

پنجر

एडीटर—ताराचंद, भगवानदीन, मुजफ्फर हसन, विशम्भर नाथ, सुन्दरलाल

अडिटर—तारा चंद, बेगवान दीन, مظفر حسن, بشیر ناتھ, سندھ لال

नायब एडीटर—सुरेश रामभाई, महमूद अहमद 'हुनर'

سید صاحب اڈیٹر—سروش رام بھائی، معصود احمد 'هنر'

Ratan Lal



पंडित सुन्दरलाल और चेयरमैन माधो-से-तुंग

چورسین مارنے تلک اور ہلکت سندھ لال

कलचर सोसाइटी, इलाहाबाद



سوسائٹی، الہ آباد

दिसम्बर 1951

دسمبر

جھنگار

نہ سمدیادک—شہری دیکھو پستی سہائے 'فراق'

بچہ بے پردہ برس سے آج تک کی اردو کی چلی ہوئی کویتاؤں کا یہ سنگرہ دھڑکیاؤں کا معلوم ہوگا کہ اردو کویتا نے کس طرح کھالی دنیا کو چھوڑ کر زندگی کی جستجو سے اپنا نانا جوڑ لیا ہے۔ آج کی اردو شاعری آل و بلبل اور وصل و فراق تک ہی سمیت نہیں ہے۔ اب آپ کو اردو کویتا میں کسانوں اور مزدوروں کے دلوں کی دھڑکھٹکی سنائی دینگی۔ غلامی، انہماک اور لوث ہوسمت کے خلاف آپ ایک ایسی آواز سنیں گے جو آپ کے دل کو جوش سے بھر دینگی۔

اس سنگدہر میں جن شاعروں کی رچائیں اکتھ کی
 نئی تھی اُنہوں سے کچھ کے نام :-

‘جوش’، ‘ملہم آبادی’، ‘فراق’، ‘گورکھپوری’، ‘مطلمی’،
‘فرید آبادی’، ‘اسرار الحق’، ‘ممتاز’، ‘علی سردار جعفری’، ‘ساحر’،
‘لکھنوی’، ‘احمد ندیم قاسمی’، ‘کشی اعظمی’، ‘حنفہ’، ‘ہوشیار
پوری’، ‘وامق’، ‘جونپوری’، ‘متنبرج’، ‘سایمان پوری’، ‘جان نثار’،
‘اختر’، ‘مسعود اختر’، ‘جمال’، ‘سالم’، ‘مچھلی شہی’، ‘وجد’،
‘چندر آبادی’، ‘مختومور’، ‘جالندھری’، ‘قتیل’، ‘شفائی’،
‘نادا’، ‘بدایونی’، ‘کملو پرساد’، ‘کنول’، ‘میرا جی’، ‘مختار
صدیقی’، ‘نخست سنگھ’، ‘شمیم’، ‘گرہاسی’، ‘جمیل الدین’، ‘عالی’،
‘غلام ربانی’، ‘ناہاں’، ‘مسعود علی’، ‘ذوقی’، ‘یدیم دھون’،
‘محمد صدور’، ‘ظہور نظر’، ‘احمد ریاض’، ‘اندر جیت شرما’،
‘وشو مندر عادل’، ‘حبیب تلویور’، ‘ناچور’، ‘سامبی’، ‘اشمر’،
‘قندرج آبادی’، ‘مظفر’، ‘شاہجہاں پوری’، ‘بریش کمار’، ‘شاد’،
‘سوامی’، ‘مارش پوری’، ‘سودا فرحت’، ‘افسر’، ‘آزبی’، ‘پروفیسر
شور’، ‘راہی’، ‘معصوم رضا’، ‘یوسف ظفر’، وغیرہ۔

ناڌري لهکاوټ مومي ايسا بهرپور اړندو دويټا سنگره آج
نکته نهون نکلا . سندر جلد . بوهيا کاغذ . عمډو چوپايي .
دامرکوت قهائي دويټه .

نوٹ:- کتاب چہیتے چہیتے اس میں کچھ اور نئی
کوتیاں بھی جوڑ دی گئی ہوں اور اس کے صفحے دو سو
بھی زیادہ ہو گئے ہوں اس لئے اب اس کتاب کا نام
توں دروہہ رکھ دیا گیا ہے۔ میندر

—۵۲۵ کا پتہ

مولانا محمد 'نیا ہند' 145، مئی، گلبرگ، الہ آباد۔

ہندوستانی کلتور سوسائٹی

ہندوستانی کلتور سوسائٹی

مکمل شد

(1) ایک ایسی ہندوستانی کلتور کا بڑھانا، फैلانا اور پرچار کرنا جس میں سب ہندوستانی شامل ہوں۔

(2) ایکٹا پہلانے کے لئے کتابوں، اخباروں، رسالوں، پورے کا چھاپنا۔

(3) پڑائی، غروں، کتاب، غروں، سبھاؤں، کانفرنسوں، لکچروں سے سب دھرموں، جاتوں، برادریوں اور فرقوں میں اس کا مہل بڑھانا۔

—:0:—

—:0:—

سوسائٹی کے پریسیڈنٹ—میر عبداللہ خاں؛
وائس پریسیڈنٹ—ڈاکٹر بھگوان داس اور ڈاکٹر عبداللہ؛
گورننگ باڈی کے پریسیڈنٹ—ڈاکٹر بھگوان داس؛
سکرٹری—پروفیسر سندرلال۔

سوسائٹی کے پریسیڈنٹ—میر عبداللہ خاں؛
وائس پریسیڈنٹ—ڈاکٹر بھگوان داس اور ڈاکٹر عبداللہ؛
گورننگ باڈی کے پریسیڈنٹ—ڈاکٹر بھگوان داس؛
سکرٹری—پروفیسر سندرلال۔

گورننگ باڈی کے اراکین—

ڈاکٹر سید محمود، ڈاکٹر تارا چند، مولوی سید
مولےمان ندوی، میر منظر علی، شری بی جی۔
وہر، مسٹر ایس۔ کے۔ روبرٹ، پروفیسر بشمبھار ناتھ، مہاتما
بھگوان دین، سیتھ پونم چندر، قاضی محمد عبدالغفار
وہر شری اور پرکاش پالیوال۔

گورننگ باڈی کے اراکین—
ڈاکٹر سید محمود، ڈاکٹر تارا چند، مولوی سید
مولےمان ندوی، میر منظر علی، شری بی جی۔
وہر، مسٹر ایس۔ کے۔ روبرٹ، پروفیسر بشمبھار ناتھ، مہاتما
بھگوان دین، سیتھ پونم چندر، قاضی محمد عبدالغفار
وہر شری اور پرکاش پالیوال۔

ممبری کے قاعدوں کے لئے لکھے۔

ممبری کے قاعدوں کے لئے لکھے۔

سندرلال

سکرٹری، ہندوستانی کلتور سوسائٹی

145، سڈی گنج، ایلہاواہد۔

سندرلال

سکرٹری، ہندوستانی کلتور سوسائٹی۔

145، سڈی گنج، ایلہاواہد۔

نوٹ—سوسائٹی کے نئے قاعدے کے انوسار ممبری کی
فیس صرف ایک روپیہ کرنی گئی ہے۔ ”نیا ہند“ کے
جو لکھک ممبر بننا چاہوں ان کو صرف چھ روپیہ چلندہ
ہیے پر ہی ممبر بنا لیا جائیگا۔ الگ سے ممبری کی
فیس دیئے والے سوسائٹی کی نئی ہوئی کوئی کتاب جو
ایک روپیہ دام کی ہوگی مفت لے سکیں گے یا زیادہ دام
کی کتابوں ہیے پر ایک بار ایک روپیہ کم کرا سکیں گے۔

نوٹ—سوسائٹی کے نئے قاعدے کے انوسار ممبری کی
فیس صرف ایک روپیہ کرنی گئی ہے۔ ”نیا ہند“ کے
جو لکھک ممبر بننا چاہوں ان کو صرف چھ روپیہ چلندہ
ہیے پر ہی ممبر بنا لیا جائیگا۔ الگ سے ممبری کی
فیس دیئے والے سوسائٹی کی نئی ہوئی کوئی کتاب جو
ایک روپیہ دام کی ہوگی مفت لے سکیں گے یا زیادہ دام
کی کتابوں ہیے پر ایک بار ایک روپیہ کم کرا سکیں گے۔

—भयबानदीन

— ہیکو این دین

یہ نچر پہلی دسمبر تک نکل جائے گا اور اسکا دام صرف دس آنے ہوگا۔

اسی لڑائی کا تو یہ کہہ کر کہ اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ قتل راج کاجی قتل تھا اور اس ذرا سی بھول اور بے پرواہی کا یہ نتیجہ ہو سکتا ہے کہ اور دو چار بے گناہیں اور اسی طرح اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹے۔

نہ جانے کبھی ہجرت ایسا، حسین اور مہاتما گاندھی کی شہادتیں ان قاتلوں کی بھل سبک نہیں دیتی کہ اس طرح کے قتل اس اصول کو کڑی دھڑک نہیں پہنچا سکتے جس اصول کی حق کاتلے کے خیال سے یہ قاتل اتنا ہوا گناہ کر بیٹھتے ہیں؟ یہ کہوں ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ انسانی خون سے اصول کی جڑیں سلجھتی ہیں کتنی نہیں اور جس انسان کا خون ہوتا ہے وہ انسان شہیدوں میں شامل ہو کر اسی اصول کے پودے میں ایک شاخ کا اور اضافہ کر دیتا ہے۔

کہا قاتل اور قتل کے مددگار اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ رہے کہ ایک مذمت بھی مقتول کی گدی خالی نہیں رہی۔ فوراً ہی تو انہوں نے جتنے مضبوط ناظم افسران صاحب نے گورنور جنرل کو لات مار کر وزارت کی اس گدی کو سلجھال لیا جس پر ابھی ایک شہید ہو چکا تھا۔

قاتل کے مددگار یہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ ہندوستان اور ہندوستانی سرکار لیاقت علی خاں نے جیتے جی بولے ہی ان کے کچھ کاموں کو شک کی نظر سے دیکھتی ہوں پر ان کی شہادت کے بعد تو ہندوستان اور اس کی سرکار اس کے ہر کام کا وہ مطلب نکالتی ہے جسکی وجہ سے شہید پر نئی شک نہیں رہ جاتا۔

شہید کی زندگی میں ہندوستان پر حملے کا شور مچا ہوا تھا کہ کاشمیر پر بھی جو حملہ ہوا تھا اس کے بارے میں یہ کہنا ذرا مشکل ہے کہ اس میں ان کا ہاتھ تھا۔ اصل میں راج کاجی مہدان میں کود کر کہیں کہیں کچھ ایسے کام کرتے پڑتے ہیں جو دیکھنے میں بڑے اور بے پرواہ معلوم ہوتے ہیں پر ان کے پیچھے جو منشا رہتی ہے وہ بڑی نیک اور سمجھداری کی ہو سکتی ہے۔ اس لیے ان بڑے اور بے پرواہ کاموں کا نتیجہ ہونے سے پہلے کوئی نتیجہ نکال بیٹھنا خطرے سے خالی نہیں ہوتا اور جبھی تو ملکوں کی سرکاریں عام آدمیوں کی طرح سے نہ جلدی ہو سکتی ہیں اور نہ جلدی کچھ کر سکتی ہیں۔ آج ہی ہندوستان میں دیکھ لیجئے آئے والے چٹاؤ کی خاطر کیا کیا شگوفے نہیں کھلائے جا رہے ہیں۔

قتل کی تحققات پاکستان میں جاری ہے۔ افغانستان نے قاتل کو افغانی ماننے سے انکار کر دیا ہے اور میں ہی نہیں انکار کر دیا اس کے پاس انکار کا پکا ثبوت ہی ہے۔

اسی لڑائی کا تو یہ کہہ کر کہ اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ قتل راج کاجی قتل تھا اور اس ذرا سی بھول اور بے پرواہی کا یہ نتیجہ ہو سکتا ہے کہ اور دو چار بے گناہیں اور اسی طرح اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹے۔

نہ جانے کبھی ہجرت ایسا، حسین اور مہاتما گاندھی کی شہادتیں ان قاتلوں کی بھل سبک نہیں دیتی کہ اس طرح کے قتل اس اصول کو کڑی دھڑک نہیں پہنچا سکتے جس اصول کی حق کاتلے کے خیال سے یہ قاتل اتنا ہوا گناہ کر بیٹھتے ہیں؟ یہ کہوں ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ انسانی خون سے اصول کی جڑیں سلجھتی ہیں کتنی نہیں اور جس انسان کا خون ہوتا ہے وہ انسان شہیدوں میں شامل ہو کر اسی اصول کے پودے میں ایک شاخ کا اور اضافہ کر دیتا ہے۔

کہا قاتل اور قتل کے مددگار اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ رہے کہ ایک مذمت بھی مقتول کی گدی خالی نہیں رہی۔ فوراً ہی تو انہوں نے جتنے مضبوط ناظم افسران صاحب نے گورنور جنرل کو لات مار کر وزارت کی اس گدی کو سلجھال لیا جس پر ابھی ایک شہید ہو چکا تھا۔

قاتل کے مددگار یہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ ہندوستان اور ہندوستانی سرکار لیاقت علی خاں نے جیتے جی بولے ہی ان کے کچھ کاموں کو شک کی نظر سے دیکھتی ہوں پر ان کی شہادت کے بعد تو ہندوستان اور اس کی سرکار اس کے ہر کام کا وہ مطلب نکالتی ہے جسکی وجہ سے شہید پر نئی شک نہیں رہ جاتا۔

شہید کی زندگی میں ہندوستان پر حملے کا شور مچا ہوا تھا کہ کاشمیر پر بھی جو حملہ ہوا تھا اس کے بارے میں یہ کہنا ذرا مشکل ہے کہ اس میں ان کا ہاتھ تھا۔ اصل میں راج کاجی مہدان میں کود کر کہیں کہیں کچھ ایسے کام کرتے پڑتے ہیں جو دیکھنے میں بڑے اور بے پرواہ معلوم ہوتے ہیں پر ان کے پیچھے جو منشا رہتی ہے وہ بڑی نیک اور سمجھداری کی ہو سکتی ہے۔ اس لیے ان بڑے اور بے پرواہ کاموں کا نتیجہ ہونے سے پہلے کوئی نتیجہ نکال بیٹھنا خطرے سے خالی نہیں ہوتا اور جبھی تو ملکوں کی سرکاریں عام آدمیوں کی طرح سے نہ جلدی ہو سکتی ہیں اور نہ جلدی کچھ کر سکتی ہیں۔ آج ہی ہندوستان میں دیکھ لیجئے آئے والے چٹاؤ کی خاطر کیا کیا شگوفے نہیں کھلائے جا رہے ہیں۔

قتل کی تحققات پاکستان میں جاری ہے۔ افغانستان نے قاتل کو افغانی ماننے سے انکار کر دیا ہے اور میں ہی نہیں انکار کر دیا اس کے پاس انکار کا پکا ثبوت ہی ہے۔

امریکی اور روسی ملک کے علاوہ دیگر ملکوں میں بھی ہے یا اور ایسی طرح کے کلمے بلندگوں سے ہو۔ این۔ او۔ کی شان نہیں بڑھتی، طاقت تو بڑھ ہی گئی ہے۔ جب تک ہو۔ این۔ او۔ ان ملکوں اور بینکوں کو آگے اور کلنگ کا دھبہ نہیں مانتے کی تب تک ایسے اگڑھن ہوتے ہی رہیں گے جیسا آج سوئز پر ہو رہا ہے۔

یو۔ این۔ او۔ کے جلم لہنے کے دن سے اور کئی معلوم مہینوں پہلے ہی طاقت میں آنے کے بعد سے کبھی کوئی ایسا اگڑھن ہوا ہے جسکو سب ملکوں نے اگڑھن مانا ہو۔ یو۔ این۔ او۔ مہینے گت بلندی کے دھتے اگڑھن آگ لکھنے کی طرح موڑے سے موڑے آدمی کے لئے اگڑھن رہے گا۔ پر گت مہینے بلند سجدہ دار ملکوں کی نظر میں وہ بچاؤ کی لڑائی یا ایسا ہی کچھ نام پائے گا۔

یہ سب کہہ کر ہم مصر کو بھی صلاح دیتے ہیں کہ وہ یو۔ این۔ او۔ کی طرف آنکھ نہ اٹھا کر اپنے دل کو جانچے اور اللہ پر پورے کر کے ایمانداری کے ساتھ اہلساتمک لڑائی چاہے۔ یہی ایک ایسی لڑائی ہے جس کی مار کو دنیا کے لوگ جہت کے نام سے پکارتے ہیں۔

27. 10. '51

—ایواندین

لیاقت علی خاں—

16 اکتوبر کو راولپنڈی میں جیسے ہی نواب زادہ لیاقت علی خاں بولنے کے لئے کھڑے ہوئے کہ کسی نے ان پر گولی داغ دی اور وہ تھوڑی دیر کے بعد ہی اسہتال میں اس دنیا کو چھوڑ کر چل دیے۔

جیسے ہی یہ خبر ریڈیو سے دلی پہنچی تو دلی کی سرکار کے اندر سب باتیں بھول کر شہید کے ساتھ جو پرانی ہم وطنیت تھی وہ جاگ اٹھی اور انہیں ویسا ہی افسوس ہوا جیسا کسی اور مشہور ہم وطن کے ہارے میں ہوتا۔ اور پھر ہندوستانی سرکار نے اسی خیال کے مطابق اظہار بھی کیا۔ یہ بہت تھوک تھا۔

موت ایک دن سب کو آتی ہے اور کسی نہ کسی کو آئے دن آتی ہی رہتی ہے، پر اس طرح پستول کی گولی پر سوار ہو کر آئی ہوئی موت دل یا دلوں پر گہرا نشان چھوڑے بغیر نہیں جاتی۔ اور ان نشانوں سے معذور ہو کر ہی دل کو زبان اور قلم کے ذریعے سامنے آنا ہی پوتا ہے۔

راج گاجی قتل آج کل زوروں پر ہیں اور ہوسکتا ہے کہ قتل بھی اسی زنجیر کی ایک کڑی ہو۔ پر مشکل تو یہ ہے کہ پاکستان کی جلتا کچھ اس طرح کی تعلیم پائے ہوئے ہے کہ وہ ایسے نازک موقعوں پر اپنا ستم (توازن) کو بڑھاتی ہے اور قانون کو اپنے ماتحت میں لے کر قانونی مستحکات کو ہتھکڑیاں لگا دیتی ہے۔

برطانیہ کے پیرس کانفرنس سے نہیں کرے گا، وہ وائیٹ ہاؤس کے ہتھیار سے کرے گا۔ پر یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ شانتی بھنگ کی بجائے امن اور یو. این. او. کی سرکھائی کونسل نام والی تنظیم کے پاس کیا مانگ رہا ہے۔ وہاں ہمیں ہاتھ باندھنا پڑے گا۔ اور جب تک سوئٹز کے مہمانوں پر قابض ہونے کے لیے ہر طرح کے اقدامات نہ ہو سکیں گے اور کہا جاسکے کہ اس سرکھائی کونسل کے کوئی دو توک فیصلہ ملے۔ پہلے یہی لڑائی ہو جائے اور پھر الیٹیشن کا سوال ہی نہ رہ جائے۔

میں کون کس سے! اس نے بھی موقع سے موقع سے کسی نہ کسی ملک میں قدم قدم اٹھائے ہیں جن سے برطانیہ کو مدد ملی ہے اور آج برطانیہ اسی مدد سے فائدہ اٹھا کر اپنے مدد دہندگان کے لیے مصر پر زبردستی کر رہا ہے۔

برطانیہ کے ہاتھ میں اس وقت برطانیہ کی طاقت کی باگ ڈور آجانا کچھ کم معلوم کی بات نہیں ہے۔ اب یہ اہم ترین مسئلہ ہے کہ سوئٹز کے مہمانوں کی فوجوں جلدی ہی لوٹ جائیں گی۔

اس وجہ سے نہیں کہ مصر کمزور ہے بلکہ اس وجہ سے کہ اہلسا کا ہتھیار کبھی نہ چوکنے والا ہتھیار ہے۔ ہم مصر کو بھی صلح دیں گے کہ وہ سوئٹز کے معاملے میں ذرا بھی قدم پیچھے نہ ہٹائے اور اس بیکہ میں شکستیں بھر آئیں گے۔ اس کی جھٹ ہوگی کہونکہ اس کے اہلسا ہتھیار پر سچائی کا پانی چھڑا ہوا ہے۔ پرانے مصلحتانہ غلامی کے پتے ہوں، ان پتوں کو ٹھوک ماننا گناہ ہے، ان پر عمل درآمد کرنا ستون کو پاؤں سے کچلنا ہے، ان کی عزت کرنا ایشور سے ممکن ہونا ہے، ان پتوں کو غلط ماننا دھرم ہے، ان پتوں پر عمل نہ کرنا سچائی کو سر پر ہٹانا ہے، ان پتوں کو تھکانا اور بے عزتی کی نظر سے دیکھنا ایشور اور اللہ پر وشواس کرنا ہے۔

ان چاروں ملکوں کو جو بے سمجھے ہوئے کسی بھی گت میں شامل ہوئے ہیں مصر کے اس سوئٹز کے معاملے سے سبق لینا چاہئے اور یہ اچھی طرح سمجھ رکھنا چاہئے کہ کسی بھی دن ان کو اپنے یہاں چھائی اور ہوائی اڈوں کے لئے مجبور کیا جاسکتا ہے۔ چوتھے ملک اب بھی گت سے نکل کر ایک بہت ہی طاقتور بن سکتے ہیں اور اپنی اخلاقی آواز اٹھا کر ایشور اور روس دونوں کو ہی ٹھوک مارا کر آلے کے لئے مجبور کر سکتے ہیں اور یو. این. او. کو سچے معنی میں اسی کی سلسلہ میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

مصر کون کم ہے! اس نے بھی موقع سے موقع سے کسی نہ کسی ملک میں قدم قدم اٹھائے ہیں جن سے برطانیہ کو مدد ملی ہے اور آج برطانیہ اسی مدد سے فائدہ اٹھا کر اپنے مدد دہندگان کے لیے مصر پر زبردستی کر رہا ہے۔

چوچل کے ہاتھ میں اس وقت برطانیہ کی طاقت کی باگ ڈور آجانا کچھ کم معلوم کی بات نہیں ہے۔ اب یہ اہم ترین مسئلہ ہے کہ سوئٹز کے مہمانوں کی فوجوں جلدی ہی لوٹ جائیں گی۔

اس وجہ سے نہیں کہ مصر کمزور ہے بلکہ اس وجہ سے کہ اہلسا کا ہتھیار کبھی نہ چوکنے والا ہتھیار ہے۔ ہم مصر کو بھی صلح دیں گے کہ وہ سوئٹز کے معاملے میں ذرا بھی قدم پیچھے نہ ہٹائے اور اس بیکہ میں شکستیں بھر آئیں گے۔ اس کی جھٹ ہوگی کہونکہ اس کے اہلسا ہتھیار پر سچائی کا پانی چھڑا ہوا ہے۔ پرانے مصلحتانہ غلامی کے پتے ہوں، ان پتوں کو ٹھوک ماننا گناہ ہے، ان پر عمل درآمد کرنا ستون کو پاؤں سے کچلنا ہے، ان کی عزت کرنا ایشور سے ممکن ہونا ہے، ان پتوں کو غلط ماننا دھرم ہے، ان پتوں پر عمل نہ کرنا سچائی کو سر پر ہٹانا ہے، ان پتوں کو تھکانا اور بے عزتی کی نظر سے دیکھنا ایشور اور اللہ پر وشواس کرنا ہے۔

ان چاروں ملکوں کو جو بے سمجھے ہوئے کسی بھی گت میں شامل ہوئے ہیں مصر کے اس سوئٹز کے معاملے سے سبق لینا چاہئے اور یہ اچھی طرح سمجھ رکھنا چاہئے کہ کسی بھی دن ان کو اپنے یہاں چھائی اور ہوائی اڈوں کے لئے مجبور کیا جاسکتا ہے۔ چوتھے ملک اب بھی گت سے نکل کر ایک بہت ہی طاقتور بن سکتے ہیں اور اپنی اخلاقی آواز اٹھا کر ایشور اور روس دونوں کو ہی ٹھوک مارا کر آلے کے لئے مجبور کر سکتے ہیں اور یو. این. او. کو سچے معنی میں اسی کی سلسلہ میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

ان چاروں ملکوں کو جو بے سمجھے ہوئے کسی بھی گت میں شامل ہوئے ہیں مصر کے اس سوئٹز کے معاملے سے سبق لینا چاہئے اور یہ اچھی طرح سمجھ رکھنا چاہئے کہ کسی بھی دن ان کو اپنے یہاں چھائی اور ہوائی اڈوں کے لئے مجبور کیا جاسکتا ہے۔ چوتھے ملک اب بھی گت سے نکل کر ایک بہت ہی طاقتور بن سکتے ہیں اور اپنی اخلاقی آواز اٹھا کر ایشور اور روس دونوں کو ہی ٹھوک مارا کر آلے کے لئے مجبور کر سکتے ہیں اور یو. این. او. کو سچے معنی میں اسی کی سلسلہ میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

چین کی بے परवाہی سے کڑھ اس तरह دیا گیا کہ اس نے گینے ہی کڑھ آگیا۔ جان پائے۔ اس دہانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ دیکھنی کوریا کی طرف سے چھوڑ چھوڑ بڑھتی رہی اور آخر ایک دن آخری کوریا کو اس چھوڑ چھوڑ سے تلک آکر اپنے بچاؤ کے لئے دیکھنی کوریا پر باقاعدہ حملہ کرنا پڑا۔ اس جنگ ظاہر سچائی کی ہو ہوا مچا کر کہیں جانچ نہ ہونے دی گئی۔ بس اس وجہ سے کوریا کا حملہ آگريشن بن گیا اور جب پٹ امریکہ کی چالاکي سے امن کی سلسلہ بنا رہا۔ او۔ این۔ او۔ کوئی کی سلسلہ میں تبدیل ہوگئی اور اس نے اپنی فوجوں کو امریکی جنرل کی ماتحتی میں کوریا لڑنے کے لئے بھیج دیا۔ آخری اور دیکھنی کوریا آج ابتدا مت چکا ہے کہ اگر ویشی فوجوں وہاں سے ہٹ جائیں تو کوریا میں اٹو والی شانتی اور امن کا راج ہی دکھائی دے۔ اگر ایسی ہی شانتی اور امن ہو۔ این۔ او۔ کا آدرش ہے تو ہو۔ این۔ او۔ ضرور سہل ہوئی ہے اور ایسی سہلکتا تو وہ آسانی سے سوئز کے میدان میں بھی حاصل کر سکتی ہے۔

برطانیہ سے فوجوں چاہی آرہی ہیں، سوئز کے میدان پر انتہی ہو رہی ہیں مانو وہاں کوئی کٹھ پتلی کا تماشا تھا جسے دیکھنے کے لئے وہ آئی تھیں۔ برطانیہ سے جہاز بھیجے چلا آ رہا ہے، ارن کیمپولڈن کا دستہ چلا آ رہا ہے مانو سوئز کے میدان میں فٹ بال کا مہج ہو رہا ہو۔ یہ کاروائی سارے ملک دیکھ رہے ہیں اور مصر کو چھوڑ دے 51 ملک بھی دیکھ رہے ہیں جو یو۔ این۔ او۔ میں شامل ہیں پر اسے وہ آگريشن نہیں کہہ سکتے کھونکہ امریکہ نے کہیں اسے آگريشن نہیں کہا۔ اور اگر دوسرے یا اور کوئی ملک اسے آگريشن کہہ بھی دے تو اس کی سلسلہ ہی کون ہے کھونکہ یو۔ این۔ او۔ میں اسکی ٹک کی گنتی بہت تھوڑی ہے۔ آجکل کے نئے قانون کے مطابق آدمی مارنے پر بھی مراد ہوا نہیں مانا جاسکتا اگر کوئی قاتل اسے مارنے کی سلسلہ نہ دے۔ برطانیہ اگر مصر کو تھیں نہیں بھی کر دے تو وہ جب تک آگريشن نہیں سمجھا جا سکتا جب تک یو۔ این۔ او۔ کا ملٹری لی اسے آگريشن نہ کہہ دے، یہ آج کی دنیا کا قانون ہے۔ ہندستان میں جب انگریزی راج تھا تو قانون کی اس طرح کی انوکھی انوکھی باتیں سلسلہ میں آیا کرتی تھیں۔ مارنے والا ابھی زندہ ہے پر اس کے مارنے والے کو پھانسی کی سزا ہوگئی اور پھانسی پر چڑھا بھی دیا گیا اور اسکی لاش کی آخری کرپا بھی کر دی گئی۔ آج یو۔ این۔ او۔ کے فیصلے بھی کچھ ایسے انوکھے ہوتے ہیں۔ بے دل کی سلسلہ سے اور امید بھی کیا کی جا سکتی ہے۔

برطانیہ سے فوجوں چاہی آرہی ہیں، سوئز کے میدان پر انتہی ہو رہی ہیں مانو وہاں کوئی کٹھ پتلی کا تماشا تھا جسے دیکھنے کے لئے وہ آئی تھیں۔ برطانیہ سے جہاز بھیجے چلا آ رہا ہے، ارن کیمپولڈن کا دستہ چلا آ رہا ہے مانو سوئز کے میدان میں فٹ بال کا مہج ہو رہا ہو۔ یہ کاروائی سارے ملک دیکھ رہے ہیں اور مصر کو چھوڑ دے 51 ملک بھی دیکھ رہے ہیں جو یو۔ این۔ او۔ میں شامل ہیں پر اسے وہ آگريشن نہیں کہہ سکتے کھونکہ امریکہ نے کہیں اسے آگريشن نہیں کہا۔ اور اگر دوسرے یا اور کوئی ملک اسے آگريشن کہہ بھی دے تو اس کی سلسلہ ہی کون ہے کھونکہ یو۔ این۔ او۔ میں اسکی ٹک کی گنتی بہت تھوڑی ہے۔ آجکل کے نئے قانون کے مطابق آدمی مارنے پر بھی مراد ہوا نہیں مانا جاسکتا اگر کوئی قاتل اسے مارنے کی سلسلہ نہ دے۔ برطانیہ اگر مصر کو تھیں نہیں بھی کر دے تو وہ جب تک آگريشن نہیں سمجھا جا سکتا جب تک یو۔ این۔ او۔ کا ملٹری لی اسے آگريشن نہ کہہ دے، یہ آج کی دنیا کا قانون ہے۔ ہندستان میں جب انگریزی راج تھا تو قانون کی اس طرح کی انوکھی انوکھی باتیں سلسلہ میں آیا کرتی تھیں۔ مارنے والا ابھی زندہ ہے پر اس کے مارنے والے کو پھانسی کی سزا ہوگئی اور پھانسی پر چڑھا بھی دیا گیا اور اسکی لاش کی آخری کرپا بھی کر دی گئی۔ آج یو۔ این۔ او۔ کے فیصلے بھی کچھ ایسے انوکھے ہوتے ہیں۔ بے دل کی سلسلہ سے اور امید بھی کیا کی جا سکتی ہے۔

مصر نے تھیک ہی سوچا ہے کہ وہ ابھی کچھ نہیں

برطانیہ سے کچھ چلی جا رہی ہیں، سب کے میدان پر ایکڑی ہو رہی ہیں مانو بڑا کوئی کٹھ پتلی کا تماشا تھا جسے دیکھنے کے لئے وہ آئی تھیں۔ برطانیہ سے جہاز بھیجے چلا آ رہا ہے، ارن کیمپولڈن کا دستہ چلا آ رہا ہے مانو سوئز کے میدان میں فٹ بال کا مہج ہو رہا ہو۔ یہ کاروائی سارے ملک دیکھ رہے ہیں اور مصر کو چھوڑ دے 51 ملک بھی دیکھ رہے ہیں جو یو۔ این۔ او۔ میں شامل ہیں پر اسے وہ آگريشن نہیں کہہ سکتے کھونکہ امریکہ نے کہیں اسے آگريشن نہیں کہا۔ اور اگر دوسرے یا اور کوئی ملک اسے آگريشن کہہ بھی دے تو اس کی سلسلہ ہی کون ہے کھونکہ یو۔ این۔ او۔ میں اسکی ٹک کی گنتی بہت تھوڑی ہے۔ آجکل کے نئے قانون کے مطابق آدمی مارنے پر بھی مراد ہوا نہیں مانا جاسکتا اگر کوئی قاتل اسے مارنے کی سلسلہ نہ دے۔ برطانیہ اگر مصر کو تھیں نہیں بھی کر دے تو وہ جب تک آگريشن نہیں سمجھا جا سکتا جب تک یو۔ این۔ او۔ کا ملٹری لی اسے آگريشن نہ کہہ دے، یہ آج کی دنیا کا قانون ہے۔ ہندستان میں جب انگریزی راج تھا تو قانون کی اس طرح کی انوکھی انوکھی باتیں سلسلہ میں آیا کرتی تھیں۔ مارنے والا ابھی زندہ ہے پر اس کے مارنے والے کو پھانسی کی سزا ہوگئی اور پھانسی پر چڑھا بھی دیا گیا اور اسکی لاش کی آخری کرپا بھی کر دی گئی۔ آج یو۔ این۔ او۔ کے فیصلے بھی کچھ ایسے انوکھے ہوتے ہیں۔ بے دل کی سلسلہ سے اور امید بھی کیا کی جا سکتی ہے۔

مصر نے تھیک ہی سوچا ہے کہ وہ ابھی کچھ نہیں

سویج نہر اور مصر—

سویج کی نہر جو مصر سے لگی ہوئی ہے اور جس پر مصر کی مالکی سے شائد ہی کسی کو انکار ہو، اب تک برطانیہ کی دوکان بلی ہوئی تھی دو چار دن سے چھاؤنی ہوگئی ہے اور کیا عجیب کچھ دنوں میں نوآبادی کا رویہ لے لے۔

یورپ کے छोटे छोटे ملک نہ جانے کب سے کسی तरह سے ایشیا اور افریقا کے بڑے بڑے ملکوں کے छोटे छोटे حصوں کے مالک بن گئے ہیں اور ہمیشہ کے لیے اس کے مالک بنے رہنا چاہتے ہیں۔ یہ بات اپنے آپ میں تو بڑی ہے ہی پر اس میں ایک بڑائی اور ہے اور یہ کہ یورپ کے جن ملکوں کے ہاتھ میں ایشیا اور افریقا کے ایسے حصے نہیں ہیں انکی ایسے حصے پانے کے لیے رات دن کوشش کرتے ہیں۔ اور اگر وہ امریکا جتنے طاقتور یا دولت مند بن جائیں تو جلدی ہی ایشیا یا افریقا کے کسی نہ کسی حصے پر قبضہ کر بیٹھیں اور کیا عجیب دور ہی دن میں اس حصے کو ایسا سمجھنے لگیں مانو انہیں مہرات میں ہی ملے ہو۔

حال ہی میں جاپان کے دو دکنہلی ٹاپروں پر دیکھ دیکھ کے بہانے امریکہ ڈٹ گیا ہے اور صرف اس وجہ سے کہ وہ طاقتور اور چالاک ہے۔ امریکہ کے مقابلے کا چالاک اگر روس ہوتا تو ان ٹاپروں کا مالک امریکہ ہرگز نہیں ہوتا۔ یا تو پھر روس خود ہوتا یا اچھ گٹ کے کسی اور کو وہاں بٹھا دیتا۔ جاپان کے ان دکنہلی ٹاپروں پر امریکہ کسی ناتے بھی ڈٹا سہی دت ضرور لگا ہے۔ اور روس اس معاملہ میں چپ رہا اسکی وجہ یہ ہے کہ جاپان کے دو انوی ٹاپروں پر وہ خود آسن جمائے ہوئے ہے۔

سویج نہر اور مصر—

سویج کی نہر جو مصر سے لگی ہوئی ہے اور جس پر مصر کی مالکی سے شائد ہی کسی کو انکار ہو، اب تک برطانیہ کی دوکان بلی ہوئی تھی دو چار دن سے چھاؤنی ہوگئی ہے اور کیا عجیب کچھ دنوں میں نوآبادی کا رویہ لے لے۔

یورپ کے छोटे छोटे ملک نہ جانے کب سے کسی तरह سے ایشیا اور افریقا کے بڑے بڑے ملکوں کے छोटे छोटे حصوں کے مالک بن گئے ہیں اور ہمیشہ کے لیے اس کے مالک بنے رہنا چاہتے ہیں۔ یہ بات اپنے آپ میں تو بڑی ہے ہی پر اس میں ایک بڑائی اور ہے اور یہ کہ یورپ کے جن ملکوں کے ہاتھ میں ایشیا اور افریقا کے ایسے حصے نہیں ہیں انکی ایسے حصے پانے کے لیے رات دن کوشش کرتے ہیں۔ اور اگر وہ امریکہ جتنے طاقتور یا دولت مند بن جائیں تو جلدی ہی ایشیا یا افریقا کے کسی نہ کسی حصے پر قبضہ کر بیٹھیں اور کیا عجیب دور ہی دن میں اس حصے کو ایسا سمجھنے لگیں مانو انہیں مہرات میں ہی ملے ہو۔

حال ہی میں جاپان کے دو دکنہلی ٹاپروں پر دیکھ دیکھ کے بہانے امریکہ ڈٹ گیا ہے اور صرف اس وجہ سے کہ وہ طاقتور اور چالاک ہے۔ امریکہ کے مقابلے کا چالاک اگر روس ہوتا تو ان ٹاپروں کا مالک امریکہ ہرگز نہیں ہوتا۔ یا تو پھر روس خود ہوتا یا اچھ گٹ کے کسی اور کو وہاں بٹھا دیتا۔ جاپان کے ان دکنہلی ٹاپروں پر امریکہ کسی ناتے بھی ڈٹا سہی دت ضرور لگا ہے۔ اور روس اس معاملہ میں چپ رہا اسکی وجہ یہ ہے کہ جاپان کے دو انوی ٹاپروں پر وہ خود آسن جمائے ہوئے ہے۔

اس طرح کا بے تکلیف ساری دنیا میں چھایا ہوا ہے۔ پھر بھی یو۔ این۔ او۔ نام کی سلسلہ نہ معلوم کس مہائی کی چادر اڑھ کر یہ کہہ رہی ہے کہ وہ دنیا بھر کی پمپ جیٹ ہے، دنیا بھر کا بھلا چاہتی ہے اور دنیا بھر میں اسکی پمپ لانا چاہتی ہے۔

سویج پر برطانیہ کی گولی سے مصر کے آدمی کا مونا اور انہیں کا گھائل ہونا سنکر مہمیں کوریا کی یاد آجاتی ہے۔ وہاں بھی شروع میں خود امریکہوں نے یا امریکہ کے اشارے پر دکنہلی کوریا کے لوگوں نے آری کوریا کے خلاف چھوڑ چھوڑ کر دت کی تھی پر ان دنوں دوسری بوی لوائی کا لٹھ لوگوں کے دل سے اٹکا نہ اتر پایا تھا نہ دنیا کے اور ملک اس دکنہلی کوریا کی چھوڑ چھوڑ کی طرف نگاہ ڈالتے اسلئے وہ معاملہ امریکہ کی مدد سے اور روس اور

اس तरह کا بے تکلیف ساری دنیا میں چھایا ہوا ہے۔ پھر بھی یو۔ این۔ او۔ نام کی سلسلہ نہ معلوم کس مہائی کی چادر اڑھ کر یہ کہہ رہی ہے کہ وہ دنیا بھر کی پمپ جیٹ ہے، دنیا بھر کا بھلا چاہتی ہے اور دنیا بھر میں اسکی پمپ لانا چاہتی ہے۔

سویج پر برطانیہ کی گولی سے مصر کے آدمی کا مونا اور انہیں کا گھائل ہونا سنکر مہمیں کوریا کی یاد آجاتی ہے۔ وہاں بھی شروع میں خود امریکہوں نے یا امریکہ کے اشارے پر دکنہلی کوریا کے لوگوں نے آری کوریا کے خلاف چھوڑ چھوڑ کر دت کی تھی پر ان دنوں دوسری بوی لوائی کا لٹھ لوگوں کے دل سے اٹکا نہ اتر پایا تھا نہ دنیا کے اور ملک اس دکنہلی کوریا کی چھوڑ چھوڑ کی طرف نگاہ ڈالتے اسلئے وہ معاملہ امریکہ کی مدد سے اور روس اور

نहीं रह गई कि वह दुनिया की कोई मलाई कर सकती है। इसे ऐटम युग में वह संस्था ऐटम बम से मिट भर सकती है, ऐटम की ताकत से कोई ऐसी करामات नहीं दिखा सकती जिससे दुनिया के सब मुल्कों के खुराक, कपड़े और مکان کا سवाल حل ہو سکے۔ اور ان کا اس طرح سوچنا ٹھوک ہی ہے کہ اگر یہ سوال پوری طرح حل ہو جائے اور آسانی سے حل ہو جائے تو پھر کہوں امریکہ کو ریا میں لڑنے کے لئے جائے اور کہوں روس برطانیہ کو آنکھ دکھائے اور کہوں جاپان چین سے ٹھمرائے اور کہوں آسٹریلیا جاپان سے بچ نہ پائے اور کہوں ایک ملک دوسرے ملک میں آئے ہوئی اقدے بٹانے کی سوچے اور کہوں ایک ملک دوسرے ملک کے پانی میں اپنے جہازی بھونے کے لئے ادا بٹانے کی بات چیت کرے۔

یو۔ این۔ او۔ اگر دنیا رہنا چاہتی ہے تو اسے سچے معذوں میں امن کی سلسلہ بنانا ہوگا اور ان بڑی بڑی طاقتوں کے ایسی جھگڑوں میں بڑ کر ایسے معاملوں میں پونے سے بچنا ہوگا جو ان سے تعلق نہیں رکھتے۔ ان ملکوں کو بہت جلدی اپنے میں شامل کرنا ہوگا جو اس میں ملنا چاہتے ہیں اور جو ملک کسی وجہ سے اس میں ملنا نہیں چاہتے ان کے امن کی ذمہ داری اُسکو اپنے اوپر اور عملی ہوگی۔ اس کا یہ مطلب ہوگا نہ سمجھا جائے کہ ان ملکوں کے اندرونی جھگڑوں میں اسے پونے کی ضرورت ہے۔ ہمارے کہنے کا مدد بھی مطلب ہے کہ یو۔ این۔ او۔ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے ملکوں پر جو اس میں شامل نہیں ہیں کسی دوسرے ملک کا حملہ نہ ہونے دے اور اگر کسی وجہ سے یہ اس کے پاس کے باہر کی بات ہو تو وہ اخلاقی ہتھیار سے کام لے اور حملہ روکنے کے لئے ایسی بڑی پلچاٹ کا یہ ہتھیار بڑے کام کا ثابت ہوگا۔

لال چین پھر چاہے وہ کسی بھی وجہ سے کہوں نہ ہو اگر یو۔ این۔ او۔ میں شامل نہیں ہے تب یو۔ این۔ او۔ کی یہ سب سے بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ روس، جاپان، هندستان، برطانیہ، امریکہ یا دنیا کے کسی ملک کا بھی چین پر حملہ نہ ہونے دے اور اگر کوئی حملہ کر ہی دے تو اسے اخلاقی مدد نہ دے۔ یہ چین کو کیا پڑی کہ وہ یو۔ این۔ او۔ کو بڑی نظر سے دیکھے۔ پر یو۔ این۔ او۔ ایسی پہلی سلسلہ بنانے سے پہلے چین کو اپنے میں ملے ہی لے گی کیونکہ چین تو ملنا چاہتا ہے۔

پرمانیہ کرے نئے برس میں قدم رکھتے یو۔ این۔ او۔ کے مالکوں کو سچی سمجھ آئے اور ہمیشہ کے لئے نہ سہی دس برسوں کے لئے ہی ہانتی کی بہار ساری دنیا میں پھیل جائے اور دنیا ایک بھائی بھارے کے رشتے میں بندہ جائے۔

बरतानिया में इस सभी राज्यों के मिल बैठने के समय और यू. एन. को, नास लेते समय बरतानिया में राजा था और आज भी है, वहां की सरकार पारलिमेन्टरी सरकार थी और आज भी है, इसी तरह अमरीका में अपने ढंग की जमहूरियत थी और आज भी है, फ्रान्स में कुछ और ही ढंग की सरकार थी और आज भी है, चीन में अपने ढंग की सरकार थी और आज भी किसी ढंग की है, रूस में किसी और ही ढंग की सरकार थी और आज भी है, यही सब तरह की सरकारें मिलकर एक अजब गुलस्ता बना था और फिर सबको भला लगना ही था पर अब एक फूल को न जाने क्या सूझ बैठी है जो चाहता है कि सब मेरे रंग के हो जायें या कम से कम एक रंग तो मेरा रंग अपना ही ले, यह झगड़े की जड़ नहीं है तो क्या है, और ऐसे झगड़े का इस दुनिया भर की पंचायत में क्या काम है और इसके लिये बीटो और वोट को क्या जरूरत ! ऐसा समझौते की सनद (Charter) में कहाँ जिक्र है.

برطانیہ میں ان ہی طاقتوں کے مل بیٹھنے کے نتیجے
اور یورپ، افریقہ، اسیا، اور آسٹریلیا کے نام لیتے سے برطانیہ میں راجہ تھا
اور آج بھی ہے۔ وہاں کی سرکار پارلیمنٹری سرکار تھی اور
آج بھی ہے۔ اسی طرح امریکہ میں اپنے قہلک کی
جمہوریت تھی اور آج بھی ہے، فرانس میں کچھ اور ہی
قہلک کی سرکار تھی اور آج بھی ہے، چین میں اپنے
قہلک کی سرکار تھی اور آج بھی کسی قہلک کی ہے،
روس میں کسی اور ہی قہلک کی سرکار تھی اور آج
بھی ہے۔ وہی سب طرح کی سرکاریں مل کر ایک عجیب
کل دبستہ بنا تھا اور پھر سب کو بھلا لگتا ہی تھا پر
اب ایک پہول کو نہ جانے کیا سوچہ بیٹھی ہے جو چاہتا
ہے کہ سب مہرے رنگ کے ہو جائیں یا کم سے کم ایک
رنگ تو سورا رنگ اپنا ہی لے۔ یہ جھکڑے کی چیز نہیں
ہے تو کہا ہے، اور ایسے جھکڑے کا اس دنیا بھر کی پلچائیت
میں کیا کام ہے اور اس کے لئے ویٹو اور ووٹ کی کیا ضرورت!
ایسا سمجھوتے کی سند (Charter) میں کہاں ذکر ہے۔

कर लाक हुए आ रहे हैं, इन्हीं चीन में आग लगी हुई है, ईरान और मिस्र में न जाने क्या क्या हो जाय, काराची को ले कर हिन्दुस्तान और पाकिस्तान में भी कोई नया शगूना खिलाया जा सकता है, पूरबी और पच्छिमी जर्मनी दोनों मिलकर न जाने क्या क्या कर बैठें, मतलब यह कि दुनिया के हर हिस्से में अमन की जगह अशान्ति का ही राज है, और इस अशान्ति की जिम्मेदार कौन है— अमन की देवी के नाम से पैदा हुई यू. एन. ओ.

किसी पत्थर की मूर्त के दो आंख की जगह चार आंख भी हो सकती हैं पर क्या वह देख सकती है? हां, वह देख सकता है जो उस मूर्त का मालिक है, पत्थर की मूर्त के दो कान की जगह चार कान हो सकते हैं, पर क्या वह मूर्त सुन सकती है? हां, वह सुन सकता है जो उस मूर्त का मालिक है, अब मूर्त का मालिक जो देखे या सुने वही मूर्त देखे और सुनेगी, यही हाल यू. एन. ओ. का है, उसके दो नहीं दसियों आंखें हैं पर उसे यह दिखाई नहीं देता कि चीन की सरकार कौन है, उसके दो कान नहीं दसियों कान हैं पर उसे यह नहीं सुनाई देता कि हिन्दुस्तान जितना बड़ा मुल्क यह कह रहा है कि चीन का मालिक चीन की लाल सरकार, उस मूर्त बनी यू. एन. ओ. का मालिक तो यह देख रहा है कि चीन का मालिक चांग-काई शेक है और वह यही सुन रहा है, इसलिये यू. एन. ओ. यही देख सुन रही है.

दसियों आंखों और दसियों कानों वाली यू. एन. ओ. न कोरिया की बरबादी देख सकती है और न वहां की माओं और बच्चों की कराह सुन सकती है, वह अपने बिलकुल पास के बीटो और वोटों को भी न देख सकती है और न सुन सकती है, अब बताइये ऐसी संस्था की बरस मोठ के मोठे पर हम उसे क्या बधाई दें.

मिल बैठ कर बात करने के वायदे से यू. एन. ओ. के नाम से जमा हुए ये बरतानिया, अमरीका, फ्रांस, चीन और रूस, पर भूल बैठे अपना वायदा और अब जब भी मिल बैठने को इकट्ठा होते हैं तो बीटो और वोटों के हथि-बारों से लड़ बैठते हैं, और इस लड़ाई का नाम चल पड़ा है ठन्डी लड़ाई, इस ठन्डी लड़ाई में एक न एक दिन यू. एन. ओ. ऐसी अकड़ कर रह जागी जैसे लकवे की मार से आदमी का जिस्म, और फिर न जाने, किधर को उसका मुंह होगा और किधर को होंगी आंखों की पुतली, वह दूर तो उस बहत्त भी रहेगी पर इतनी बदसूरत कि कोई उसे देखना पसन्द न करेगा, हां, तो इन पांच ताकतों में से चीन नाम की एक ताकत जो अब सच्चे मानों में एक ताकत बन गई है उसे उस गुट ने जिस के हाथ का यू. एन. ओ. खिलौना बनी हुई है दूब में बड़ी मक्खनी की तरह जिकल बाहर कर दिया, यह अच्छा मिल बैठना हुआ!

خاک ہوئے چارے ہیں انڈر چین میں آگ لگی ہوئی ہے ان اور مصر میں نہ جانے کب کیا ہو جائے، کراچی اور ہندوستان اور پاکستان میں بھی کوئی نیا شگونا ایسا جاسکتا ہے، پوربی اور پچھمی جرمنی دونوں مل نہ جانے کب کیا کر سکتے ہیں، مطلب یہ کہ دنیا کے حصے میں امن کی جگہ امانتی کا ہی راج ہے، اور امانتی کی ذمہ دار کون ہے—امن کی دیوی کے نام پیدا ہوئی یو. این. او.

کسی پتھر کی صورت کے دو آنکھ کی جگہ چار آنکھ ہو سکتی ہیں پر کیا وہ دیکھ سکتی ہے؟ ہاں، وہ ہو سکتا ہے جو اس صورت کا مالک ہے، پتھر کی ت کے دو کان کی جگہ چار کان ہو سکتے ہیں پر کیا صورت سن سکتی ہے؟ ہاں، وہ سن سکتا ہے جو اس ت کا مالک ہے، اب صورت کا مالک جو دیکھے یا سنے، صورت دیکھے اور سلیگی، یہی حال یو. این. او. ہے، اس کے دو نہیں دسویں آنکھیں ہیں پر اسے یہ اتنی نہیں دیتا کہ چین کی سرکار کون ہے، اس کے دو نہیں دسویں کان ہیں پر اسے یہ نہیں سنائی کہ ہندوستان جتنا بڑا ملک ہے کہ دھا ہے کہ چین مالک چین کی لال سرکار، اس صورت بلی یو. این. او. مالک تو یہ دیکھ رہا ہے کہ چین کا مالک چانگ شیک ہے اور وہ یہی سن رہا ہے، اس لئے یو. این. او. دیکھ سن رہی ہے.

دسویں آنکھوں اور دسویں کانوں والی یو. این. او. ورپا کی بربادی دیکھ سکتی ہے اور نہ وہاں کی ماؤں بچوں کی کراہ سن سکتی ہے، وہ اپنے بالکل پاس کے اور ووٹوں کو بھی نہ دیکھ سکتی ہے اور نہ سن سکتی ہے، اب بتائیے ایسی سندسٹھا کی برس گانتہ کے ہے پر ہم اسے کیا بدمانی دیں.

مل بھٹہ کر بات کرنے کے وعدے سے یو. این. او. کے سے جمع ہوئے تھے برطانویہ، امریکہ، فرانس، چین اور یو. ایف. پر بھول بھٹے اپنا وعدہ اور اب جب بھی مل ملنے کو اکٹھا ہوتے ہیں تو دھتور اور دوٹوں کے ہتھیاروں کو بھٹکتے ہیں، اور اس لڑائی کا نام چل پڑا ہے تھی لڑائی، اس تھلندی لڑائی میں ایک نہ ایک یو. این. او. ایسی انوکڑہ جائیگی جسے بقوے مار سے آدمی کا جسم، اور پھر نہ جانے کدھر کو اس مذہ ہوگا اور کدھر ہونگی آنکھوں کی پتلی، وہ صورت اس وقت بھی دھنگی پر اتلی بدصورت کہ کوئی اسے ملنا پسند نہ کرے گا، ہاں، تو ان پانچ طاقتوں میں چین نام کی ایک طاقت جو اب سچے معنوں میں طاقت بن گئی ہے اسے اس وقت کے جس کے ہاتھ کا این. او. کھیلنے پلنے ہوئی ہے، دودھ میں پڑی اس کی طرح نکال باہر کر دیا، یہ اچھا مل بھٹتا ہوا!

यू. एन. जो. अपने घरवालों के हाथों में लेटी हुई
भाशा और निराशा के छोटे लेटी रहती है, कुछ गीत गाए
तो गाए यह चाहती है कि दूसरे इसके गीत गाएं, इसे यह
तक नहीं मालूम कि गीत गाने या तारीफ के मस्त सुनने से
आदर्श की संज्ञित तक नहीं पहुंचा जाता और न कोई
पहुंचा है, पर कुछ मुक्त हैं जो आप दिन भात बन कर
इसके गीत गाते रहे हैं.

यू. एन. ओ. यह खूब समझ ले कि जो मुल्क उसके गीत गाते हैं वह उसके सम्बन्ध में ही ऐसी बात नहीं है। उनकी भक्ति गीत गाने तक ही महदूष है। मौका पड़ने पर वह उसे इस तरह छोड़ कर भागेंगे जिस तरह आदमी के साथ हमेशा चलने वाली परछाईं अन्धेरे में उसे छोड़ कर भाग जाती है।

लीग आफ नेशन्स जिस तरह जान बुल के हाथ में खेलती थी ठीक उसी तरह यू. एन. ओ. साम काका के हाथ का खिलाऊना है, जान बुल की लीग अगर कुछ भला न कर पाई तो कम से कम बुरा तो न कर सकी, इतना ही क्यों ? पिछली लड़ाई के मौके पर लीग केसबे सवा बरतानिया के प्रधान वजीर बाल्डविन ने तो लड़ाई न होने के लिये कोई काशिश उठा न रखी पर हिटलरी जरमनी और जापान इन दोनों को तो अपने अपने देश में पांव फैलाने के लिये जगह ही न थी इसलिये इन दोनों ने जान बुल की लीग की स्तो भर परबाह न की और यों लीग आफ नेशन्स कराह कराह कर मर गई, काका साम की यू. एन. ओ. जोरदार है, वह जहां चाहे टांग अड़ा बैठता है और टांग अड़ाने में इतनी जल्द बाजी करती है कि उसे यह ध्यान ही नहीं रह जाता कि दुनिया के मुल्कों ने उसे अमन फैलाने के लिये पैदा किया है न कि टांग अड़ा कर लड़ाई या लड़ाइयां शुरू करने के लिये.

लीग आफ नेशन्स दुनिया को एक करने में नाकामयाब रही यानी सब मुल्कों को न मिला पाई, पर यू. एन. ओ. तो दुनिया के दो टुकड़े करने में कामयाब हो गई, पर वह ऐसे ही दो टुकड़े हैं जैसे मनसल और पोटास, जिस वक्त भी किसी कंकरी के साथ मिल कर यह मनसल और पोटास ठोकर खावेगी तो सारी दुनिया उसी तरह अनगिनत टुकड़ों में बिखर जायगी जिस तरह मनसल और पोटास से बना हुआ पटाखा दीवार से टक्कर खा कर एक जोर की आवाज निकालता हुआ छोटे छोटे टुकड़ों में बितरा जाता है.

यह कू. इन. जो. है या बड़ी बड़ी लाकड़ों के कुरती लड़ने का अखाड़ा. बोट और बीटो के हथियारों से आए विन लड़ाई हारी और जीती जाती है. इन बड़ी लाकड़ों की लड़ाई के बीच में आकर कोरिया जैसे छोटे छोटे मुल्क जल

[illegible]

یو این . او . یہ خوب سمجھ لے کہ جو ملک اُس کے گھٹ گاتے ہوں وہ اُس کے بہکت بھی ہوں ایسی بات نہیں ہے . اُن کی بہکتی گھٹ گاتے تک ہی مستند ہے . موقع پونے پر وہ اُسے اس طرح چھوڑ کر بھاگنے جس طرح آدمی کے ساتھ ہوشہ چلنے والی پرچھائوں اندھیرے میں اُسے چھوڑ کر بھاگ جاتی ہے .

لوگ آف نیشنلس جس طرح جان ہل کے ہاتھ میں
 پہنچتی تھی تھیک اسی طرح یو . این . او . سام کالا کے
 ہاتھ کا بھلونا ہے . جان ہل کی لہگ اگر کچھ بھلا نہ کر
 پاتی تو کم سے کم ہوا تو نہ کر سکتی . اتنا ہی کہوں ؟ پچھلی
 لڑائی کے موقع پر لوگ کے سروے سروا برطانیہ کے پردھان
 وزیر ہالڈن نے تو لڑائی نہ ہونے کے لئے کوئی کوشش اٹھا
 نہ دہی پر ہتھی جرمی اور جاپان ان دونوں کو تو
 اپنے اپنے دیس میں پاؤں پھیلانے کے لئے جگہ ہی نہ تھی
 اس لئے ان دونوں نے جان ہل کی لہگ کی رتی بہر
 پرواہ نہ کی اور یوں لوگ آف نیشنلس کراہ کراہ کر سرگئی .
 کالا سام کی رتی بہر یو . این . او . زوردار ہے . وہ جہاں چاہے
 ٹانگ اڑا کر لڑتی ہے اور ٹانگ اڑانے میں اتنی جلد
 بازی کرتی ہے کہ اسے یہ دھیان ہی نہیں رہ جاتا کہ دنیا
 کے ملکوں نے اسے امن پھیلانے کے لئے پودا کیا ہے نہ کہ
 ٹانگ اڑا کر لڑائی یا لڑائیاں شروع کرنے کے لئے .

لوگ آف نوٹس دنیا کو ایک کرنے میں ناکامیاب
 رہی یہی سب ملکوں کو نہ ملا پائی . پر یو . این . او .
 تو دنیا کے دو تکرے کرنے میں کامیاب ہو گئی . پر وہ ایسے
 ہی دو تکرے ہیں جیسے منسل اور پوٹاس . جس وقت
 بھی کسی کھدائی کے ساتھ مل کر یہ منسل اور پوٹاس ٹھوکر
 کھارے گی تو ساری دنیا اسی طرح انگنٹ ٹکڑوں میں
 ٹکھ جائیگی جس طرح منسل اور پوٹاس سے بنا ہوا
 پلاسٹک دیوار سے ٹکر کھا کر ایک زور کی آواز نکالتا ہوا
 چھوٹے ٹکڑوں میں چھترا جاتا ہے .

یہ ہو۔ اپن۔ او۔ ہ یا ہوی ہوی طاقوں کے کشتی
لوہے کا آکارہ۔ روٹا اور دیتو کے ہتھماروں سے آئے ہن لوانی
عاری اور چھتی جاتی ہ۔ ان ہوی طاقوں کی
لپائی کے ہجے میں آکر گویا چھوٹے چھوٹے ملک چل



یو. این. آئی. کا نیا برس—

یو. این. آئی. نئے برس میں داخل ہو رہا ہے۔ کیا رواج کے مطابق اسکو بدھائی دی جائے؟ یو. این. آئی. ایک سنسٹھا ہے، سنسٹھا جاندار نہیں ہوتا کرتی۔ اسکو دعائی دینا اتنا بھی تھک نہیں ہے جتنا بھٹس کے لئے ہون پڑتا ہے۔ بھٹس کے کان ہوتے ہیں وہ سنتی ہے اور ہو سکتا ہے بھٹس بھن کی آواز سن کر اپنے پگورالے میں کچھ فرق کرلے پر یو. این. آئی. تو اتنا بھی نہیں دے گی کہونکہ نہ وہ جاندار ہے نہ اس کے کان ہوں اور نہ وہ سنتی ہے۔

یہ بالکل تھک ہے کہ یو. این. آئی. جانداروں کی نمائی ہوئی اور جانداروں کی بلگی ہوئی ہے۔ اس میں سب جاندار ہی کام کرتے ہیں اور وہ جاندار معمولی جاندار نہیں سمجھ دار اور خوب سمجھ دار ہیں۔ ہر سمجھ داروں کی اس سنسٹھا کی بوجہ تعریف کس لئے۔ یہی تھک ہوا کہ اس کی برس گنتی کے دن اسکی ان پرانہوں سے اسے آگاہ کیا جائے جو اس میں جگہ پانگنی ہوں اور پانی چارہ ہیں۔

یو. این. آئی. سمجھ لے کہ وہ اپنے قتلگ کی نئی سنسٹھا نہیں ہے۔ اس سے پہلے اسی 'جھسی لہگ آف نیشلس' نام کی ایک سنسٹھا رہ چکی ہے جو نکمی نام سے بدنام ہوکر میں اس وقت مر گئی جب اسے اپنے کرب دکھانے کے لئے موقع ملا تھا۔ کہیں اسی طرح کی موت اس یو. این. آئی. کو بھی حاصل نہ ہو۔

لیگ آف نیشلس جبکہ اپنے فکے پن کے لئے بدنام ہوئی تو یو. این. آئی. نے حد سکے پن کے لئے بدنام ہوتی چلی جاوے گی۔ لیگ آف نیشلس جج بن کر جلسی بنی، پنجابیت بن کر ہوئی اور تماشے کی چوڑ بن کر مر گئی۔ یو. این. آئی. اس فائر گز کے لئے پیدا ہوئی تو لو کر ہوئی ہو رہی ہے جلد ہلائی کے لئے مشہور ہے۔ آٹاوی ہو پاؤں کی کھارت کے انوشار بدنام تو ہو رہی ہے کہیں ایسی ٹھوکر بھی کھانگی جب چاروں کاٹے چست گریں گی۔

یو. این. آئی. کا نیا برس—

یو. این. آئی. نئے برس میں داخل ہو رہا ہے۔ کیا رواج کے مطابق اسکو بدھائی دی جائے؟ یو. این. آئی. ایک سنسٹھا ہے، سنسٹھا جاندار نہیں ہوتا کرتی۔ اسکو دعائی دینا اتنا بھی تھک نہیں ہے جتنا بھٹس کے لئے ہون پڑتا ہے۔ بھٹس کے کان ہوتے ہیں وہ سنتی ہے اور ہو سکتا ہے بھٹس بھن کی آواز سن کر اپنے پگورالے میں کچھ فرق کرلے پر یو. این. آئی. تو اتنا بھی نہیں دے گی کہونکہ نہ وہ جاندار ہے نہ اس کے کان ہوں اور نہ وہ سنتی ہے۔

یہ بالکل تھک ہے کہ یو. این. آئی. جانداروں کی نمائی ہوئی اور جانداروں کی بلگی ہوئی ہے۔ اس میں سب جاندار ہی کام کرتے ہیں اور وہ جاندار معمولی جاندار نہیں سمجھ دار اور خوب سمجھ دار ہیں۔ ہر سمجھ داروں کی اس سنسٹھا کی بوجہ تعریف کس لئے۔ یہی تھک ہوا کہ اس کی برس گنتی کے دن اسکی ان پرانہوں سے اسے آگاہ کیا جائے جو اس میں جگہ پانگنی ہوں اور پانی چارہ ہیں۔

یو. این. آئی. سمجھ لے کہ وہ اپنے قتلگ کی نئی سنسٹھا نہیں ہے۔ اس سے پہلے اسی 'جھسی لہگ آف نیشلس' نام کی ایک سنسٹھا رہ چکی ہے جو نکمی نام سے بدنام ہوکر میں اس وقت مر گئی جب اسے اپنے کرب دکھانے کے لئے موقع ملا تھا۔ کہیں اسی طرح کی موت اس یو. این. آئی. کو بھی حاصل نہ ہو۔

لیگ آف نیشلس جبکہ اپنے فکے پن کے لئے بدنام ہوئی تو یو. این. آئی. نے حد سکے پن کے لئے بدنام ہوتی چلی جاوے گی۔ لیگ آف نیشلس جج بن کر جلسی بنی، پنجابیت بن کر ہوئی اور تماشے کی چوڑ بن کر مر گئی۔ یو. این. آئی. اس فائر گز کے لئے پیدا ہوئی تو لو کر ہوئی ہو رہی ہے جلد ہلائی کے لئے مشہور ہے۔ آٹاوی ہو پاؤں کی کھارت کے انوشار بدنام تو ہو رہی ہے کہیں ایسی ٹھوکر بھی کھانگی جب چاروں کاٹے چست گریں گی۔

۱۴۔ حضور مہوں انگریزوں کو جہنم بھیج دیں گی۔
انگریزوں کو سزا کا فیصلہ۔ کسان کو دھوکہ دینا پارتی پہلے
کی طرح کام کرتی وہ دھوکہ۔ آچاریہ کرپانی کا فیصلہ۔
کلیں مہوں ہوں زہ دست آگ لگ گئی۔ 14 آدمی
چل کر خاک۔

10. قائد کو امداد کو نے ملنے سے، یہ استعفا دیدیا۔

11. سینو نہر میں برتن ایلنی فوجیں بھائی
دکھ ۴. کمونسٹ اور امریکی افسروں میں صلح بات
چھت کے لئے چرچا شروع .

12. ایران کا تولی معاملہ طے کرنے کے لئے امریکہ کی فوجیں، ہینری سرکار نے بجلی کم خرچ کرنے کا حکم دیا۔ پارلیمینٹ میں انڈسٹریز بل پاس۔

13. مڈل ایسٹ کمان مہم آنے کے لئے ہر تین 'امریکہ' فرانس اور ترکی کی مصر سے اپہل . ایران لے انگریزی ٹھہراؤ کہ تھل بات چیت پور سے شروع کی جائے' انکار کر دیا . لٹکا کے چھین کو رہر بھجئے پر امریکہ کی لٹکا کو مدد نہ دینے کی دھمکی .

14. چار طاقتوں کا قہر اور مصر کو نامعلوم . بیان
میں جو میں ملے بات چیت شروع .

15. جاپان کے طوفان میں 385 آدمی مرے،
ہزاروں گھبراہٹ، 30,000 گھر برباد۔ پارلیمنٹ میں
پہنچ سالہ بچہ لڑکا پر ہتھ مارا۔ دلی میں کانگریس ورکنگ
کمیٹی کی ہتھک۔

”...بھارے سامنے جو کچھ ہو رہا ہے“ اُسے ہم دیکھ رہے تھے۔ اُسے کی چوہوتی چوہوتی ملبوں پر ہاتھ کی چکھوں کو، ٹیل کی ملبوں کاٹوں کی ڈھیلکی کو اور ہیکر کی ملبوں کو بڈانے کے دیہاتی سادہ خدوں پر ہورہے کو مٹاتی جا رہی تھی۔ دیہاتی مزدوری کے اِس طرح اُتے جانے سے دیہات والے کد کمال ہو رہے تھے اور دھلی لوگ سال دار بن رہے تھے۔ اور کافی لمبے عرصے تک یہی سلسلہ چلتا رہا تو اور کسی جتن کے بغیر ہی دیہاتوں کا نا ہی ہو جائے گا۔

—سہانا گاندھی

'یونیورسٹی' یونیورسٹی کے پاس. یو. پی. جے. پی. نے 'ہندی' کے لیے بیل پاس کیا.

28. ارجنٹائن میں کڑی کا بیرونی. برٹین ایران تیل کا معاملہ یو. پی. جے. پی. کی سرکاری کونسل میں لے جائے گا. لندن میں کاسن ریجن کے سہائی ممبروں کی بیٹھک.

29. ایران کی खाड़ी میں اپنے جہازوں کو "تیار" رہنے کے لیے آنگرہ کی سرکار کا حکم. ایک بڑے امریکی جنرل کڑی معاملوں پر بات کرنے جاپان پہنچے.

30. کانگریس کی طرف سے پंडित नेहरू ने लुधियाने में चुनाव का पहला भाशन दिया.

अक्टूबर

1. आंगरेजी सरकार ने आंगरेज माहिरों को ईरान से हटाना तै कर लिया. चीन में आजादी की सालगिरह मनाई गई. तेल के मामले पर सुरक्षा कौन्सिल में बहस होने पर रुस का एतराज.

2. स्वीडिन में राजा गुस्टव ने नया मंत्री मंडल बनाया. हिन्दुस्तान भर में महात्मा गांधी की सालगिरह मनाई गई. एक हजार लड़कों की हड़ताल पर सागर यूनिवर्सिटी एक माह के लिये बन्द.

3. हिन्दुस्तान में विदेशी दकूमतों के अड्डे खत्म होने चाहियें—लन्दन टाइम्स की अपील. किरकापन्दी का पूरी ताकत से मुकाबला करने का पंडित नेहरू का एलान.

4. बादशाह जार्ज ने पार्लियामेन्ट को बरखास्त किया. श्री रफी अहमद क्रिदवाई कांग्रेस में फिर वापस.

5. कर्मचारी खत्म करने के सिलसिले में विधान सभा का कानून जायज—सुप्रीम कोर्ट का फैसला. अक्टूबर में अमरीका से दो लाख टन गेहूँ हिन्दुस्तान भेजा जायेगा.

6. रुस के पास ऐटम बम होने का स्टालिन का एलान और ऐसे हथियारों की पूरी रोक के लिये रुस तैयार. पार्लियामेन्ट ने प्रेस बिल दो साल के लिये पास किया. नागपुर में 'भारती लोक कांग्रेस' नई पार्टी का जन्म.

7. सुलह बात चीत फिर से शुरू करने के लिये कम्युनिस्टों का जनरल रिजवे को खत. ईरानी बड़े बखीर डाक्टर मुस्तादिक तेल मालले पर यू. एन. आ. में बहस करने के लिये अमरीका को खाना.

8. आंगरेजों के साथ 1936 वाला सुलहनामा मिल ने रद्द कर दिया—मिली बड़े बखीर नहास पाशा का एलान. सुलह बात चीत के लिये यान-मुन-जो नाम की जगह तय हुई.

1. 'यूनिवर्सिटी' यूनिवर्सिटी के पास. यो. पी. जे. पी. ने 'हंदी' के लिये बेल पास किया.

28. अर्जन्टाइन में कड़ी का बिरोह. ब्रिटेन ईरान तेल का मामला यू. एन. ओ. की सुरक्षा कौन्सिल में ले जायेगा. लंदन में कामनवेल्थ के सपलाई मिनिस्ट्रो की बैठक.

29. ईरान की खाड़ी में अपने जहाजों को "तैयार" होने के लिए आंगरेजी सरकार का हुक्म. एक बड़े अमेरिकी जनरल फुजी मामलों पर बात करने जापान पहुंचे.

30. कांग्रेस की तरफ से पंडित नेहरू ने लुधियाने में चुनाव का पहला भाशन दिया.

1. अंगरेजी सरकार ने अंगरेज माहिरों को ईरान से हटाना तै कर लिया. चीन में आजादी की सालगिरह मनाई गई. तेल के मामले पर सुरक्षा कौन्सिल में बहस होने पर रुस का اعتراض.

2. स्वीडन में राजा गुस्टव ने नया मंत्री मंडल बनाया. हिन्दुस्तान भर में महात्मा गांधी की सालगिरह मनाई गई. एक हजार लड़कों की हड़ताल पर सागर यूनिवर्सिटी एक माह के लिये बन्द.

3. हिन्दुस्तान में विदेशी दकूमतों के अड्डे खत्म होने चाहियें—लन्दन टाइम्स की अपील. किरकापन्दी का पूरी ताकत से मुकाबला करने का पंडित नेहरू का एलान.

4. बादशाह जार्ज ने पार्लियामेन्ट को बरखास्त किया. श्री रफी अहमद क्रिदवाई कांग्रेस में फिर वापस.

5. कर्मचारी खत्म करने के सिलसिले में विधान सभा का कानून जायज—सुप्रीम कोर्ट का फैसला. अक्टूबर में अमरीका से दो लाख टन गेहूँ हिन्दुस्तान भेजा जायेगा.

6. रुस के पास ऐटम बम होने का स्टालिन का एलान और ऐसे हथियारों की पूरी रोक के लिये रुस तैयार. पार्लियामेन्ट ने प्रेस बिल दो साल के लिये पास किया. नागपुर में 'भारती लोक कांग्रेस' नई पार्टी का जन्म.

7. सुलह बात चीत फिर से शुरू करने के लिये कम्युनिस्टों का जनरल रिजवे को खत. ईरानी बड़े बखीर डाक्टर मुस्तादिक तेल मालले पर यू. एन. ओ. में बहस करने के लिये अमरीका को खाना.

8. आंगरेजों के साथ 1936 वाला सुलहनामा मिल ने रद्द कर दिया—मिली बड़े बखीर नहास पाशा का एलान. सुलह बात चीत के लिये यान-मुन-जो नाम की जगह तय हुई.

देश विदेश की डायरी

(16 सितम्बर से 15 अक्टूबर तक)

सितम्बर

16. ईरान और अफगानिस्तान के बीच तेल खरीदने के लिये समझौता हुआ।

17. कम्युनिस्टों से घोषणा वात करने के लिये जनरल रिजवे की खादिश मंत्र ईरान तेल के मामले में कोई समझौता नहीं कर सकता—डॉक्टर मुस्तादिक, पार्लियामेन्ट में हिन्दू कोड बिल पर बहस।

18. पंच साला योजना चलाने के लिये हिन्दू सरकार का सूबा सरकारों को हुक्म।

19. ब्रिटेन में आम चुनाव के लिये 25 अक्टूबर की ताराख तय हुई। विनोबा जी को अपने नए दौर में दो हजार एकड़ जमीन दान में मिली।

20. ईरानी कैबिनेट ने ब्रिटेन को 25 दिन का अल्टीमेटम दना तय किया। स्वामी सीता राम शास्त्री ने अनशन तोड़ा। पंडित सुन्दरलाल की लीबरी में एक सौर सरकारों हिन्दू गुडविल मिशन चीन के लिये रवाना।

21. उत्तर पटलांटिक सुरक्षा सुलहनामे में यूनान और तुर्की भी लिये जाएँगे। हज को जान वाले तीस हजार में से तान हजार यात्री इस साल गरमी लू से मर गय।

22. ब्रिटेन का तेल मामले पर वात करने से इनकार। हिन्दुस्तान की मिर्जों का 25 फासदी कपड़ा विदेश भेजा जाएगा। इलाहाबाद में हिन्दी साहित्य सम्मेलन के दफ्तर में सरकार ने ताज्जा बन्द कर दिया।

23. कम्युनिस्टों पर पाबन्दी लगाने के लिये आस्ट्रेलियन सरकार को इजाजत नहीं—आस्ट्रेलियन जनता के बहुमत का फैसला।

24. कोलम्बो योजना के मातहत आस्ट्रेलिया इस साल हिन्दुस्तान को साढ़े चार करोड़ रुपए की मदद देगा। जनरल रिजवे ने सुजह वात चीत के लिये नई जगह की सिफारिश की। हिन्दू कोड बिल पार्लियामेन्ट के इस इजलास में नहीं पास किया जाएगा।

25. नौ दिन के अन्दर ईरान छोड़ देने के लिये ईरान सरकार अमरजा तेल भादियों को हुक्म। बम्बई के सूने में अकाल जैसी हालत।

26. ब्रिटेन की ईरान की चेतावनी।

27. अबादान का तेल कारखाना पूरी तरह ईरानियों के कब्जे में। पार्लियामेन्ट में बनारस 'हिन्दू' और अलीगढ़

दیش و دیش کی ڈائری

(16 ستمبر سے 15 اکتوبر تک)

ستمبر

16. ایران اور افغانستان کے بیچ تیل خریدنے کے لئے سمجھوتہ ہوا۔

17. کمونسٹوں سے دوبارہ بات کرنے کے لئے جنرل ریجوی کی خواہش منظر۔ ایران تیل کے معاملے میں کوئی سمجھوتہ نہیں کر سکتا—ڈاکٹر مستادیک، پارلیامینٹ میں ہندو کوڈ بیل پر بحث۔

18. پانچ سالہ پوجنا چلانے کے لئے ہندو سرکار کا صوبہ سرکاروں کو حکم۔

19. برٹین میں عام چناؤ کے لئے 25 اکتوبر کی تاریخ طے ہوئی۔ ونوبا جی کو اپنے نئے دورے میں دو ہزار ایکڑ زمین دان میں ملی۔

20. ایرانی کابینہ نے برٹین کو 25 دن کا الٹیمٹم دینا طے کیا۔ سوامی سینڈرام شاستری نے انشن توڑا۔ پلڈت سندھ لال کی لہذری میں ایک غیر سرکاری ہندو گڈویل میشن چین کے لئے روانہ۔

21. آئرلینڈ سرکشا مصلحتاً میں ہونان اور ترکی بھی لئے جائیں گے۔ حج کو جانے والے تیس ہزار میں سے تین ہزار یا تری اس سال گرمی لڑ سے مر گئے۔

22. برٹین کا تیل معاملے پر بات کرنے سے انکار۔ ہندوستان کی ملوں کا 25 فی صدی کپڑا دیس بھجوا جائے گا۔ الہ آباد میں ہندی سائنس سوسائٹی کے دفتر میں سرکار نے تالہ بند کر دیا۔

23. کمونسٹوں پر پابندی لگانے کے لئے آسٹریلیون سرکار کو اجازت نہیں—آسٹریلیون چلنے کے بہومت کا فیصلہ۔

24. کولمبو پوجنا کے مانتھت آسٹریلیا اس سال ہندوستان کو ساڑھے چار کروڑ روپے کی مدد دے گا۔ جنرل ریجوی نے صلح بات چیت کے لئے نئی جگہ کی سفارش کی۔ ہندو کوڈ بیل پارلیامینٹ کے اس اجلاس میں نہیں پاس کیا جائیگا۔

25. نو دن کے اندر ایران چھوڑ دینے کے لئے ایران سرکار کا انگریزی تیل مامروں کو حکم۔ بمبئی کے صوبہ میں اگل چھٹی حالت۔

26. برٹین کی ایران کو چھتاوئی۔

27. ابدان کا تیل کارخانہ پوری طرح ایرانیوں کے قبضے میں۔ پارلیامینٹ میں ہندو 'ہندو' اور علی گڑھ

पांचवीं खड़ी इससे यह है कि लिखने का जो तरीका काम में लाया गया है वह ऐसा है कि अगर किसी को गीता ज्ञान से पराधी शीक हो तो पढ़ने वाले का दिल इस टीका को पढ़ने से जल्दी नहीं चकतायगा. दर्शन जैसे रखे विशय को भी मन लगती भाशा में लिखना आसान काम नहीं है. और यह आसानी इस टीका में मौजूद है.

जिन के पास और बड़ी बड़ी टीकाएं हों उनको भी इस टीका पर एक बार नजर डालजाना चाहिये. हमारा है उन्हें कुछ नफा ही होगा.

— भगवानदीन

राजनीति विज्ञान

लेखक—श्री विनयेन्द्रनाथ बन्धोपाध्याय एम. ए. और श्री देशरी कान्त शर्मा, एम. ए.; बी. एल; लिखावट—नागरी; सफे 134; वाम हो रूप; निकालने वाले—विरवभारती, 6/8 द्वारकानाथ टैगोर लेन, कलकत्ता 7.

इस किताब को देखते ही यह लगता है कि यह किसी अंगरेजी किताब का अनुवाद है या अंगरेजी किताब को सामने रखकर लिखी गई है. लेकिन यह कहीं बताया नहीं गया है. इस किताब की भाशा इतनी अधिक संस्कृत भरी है कि कान खड़े हो जाते हैं. नमूने के लिये सफा 72 पर भारत के विधान के बारे में लिखा है—“इसमें शासन-संसार की अशेषा लिखित व्यवस्थायें सम्यक् रूप से सम्मिश्रित हैं.” इसके माने काजिज का विचार्यो या कोई दूसरा क्या लगायेगा ?

जहां तक विशय की बात है, किताब में राजनीति के वसूल समझाए गए हैं, लेकिन उन पर अंगरेजियत बुरी तरह छाई हुई है. भूमिका के अन्दर लेखकों ने जो एक बात कही है उससे हमें बहुत तकलीफ हुई. उनका कहना है कि हिन्दुस्तान की राजनीति के वसूल हमेशा पच्छिम की बुनियाद पर खड़े रहेंगे. हमारा तो खयाल है कि भारत के मौजूदा विधान के इसी बुनियाद पर खड़े होने की वजह से वह केवल काराज पर लिखा रह गया है और जनता पर उसका रत्ता भर भी असर नहीं पड़ा है. इस किताब के खोलह आना अंगरेजी होने का सबसे बड़ा सबूत यह है कि आखिर में जो राजनेताओं के परिचय इसमें दिये हैं उनमें घेरे घेरे सीस नाम गिनाए हैं लेकिन हिन्दुस्तानी एक भी नहीं. मानो हिन्दुस्तान में अब तक एक भी राजनेता नहीं पैदा हुआ.

विश्व भारती (शान्ति निकेतन) जैसी राष्ट्रीय संस्था से ऐसे घेर-राष्ट्रीय मसाले से भरी और ऐसी घेर-राष्ट्रीय भाशा में निकलने वाली किताब देखकर हम अपने देश के भविष्य पर दुख व चिन्ता से सोचने लग जाते हैं.

— सुरेश रामभाई

नज्जस مکتبی اس میں یہ ہے کہ لکھنے کا جو طریقہ میں لایا گیا ہے وہ ایسا ہے کہ اگر کسی کو گیتا جیانا بھی شوق ہو تو پڑھنے والے کا دل اس ٹیکا کو پڑھنے ادی نہیں اکتائے گا. درشن جیسے دوکھ وشے کو بھی مکتی بهاشا میں لکھنا آسان کام نہیں ہے. اور یہ اس ٹیکا میں موجود ہے.

دن کے پاس اور بڑی بڑی ٹیکائیں ہوں ان کو بھی دیکر ایک بار نظر ڈال جانا چاہئے. ہمارا خیال ہوں کچھ نفع ہی ہوگا.

— بہکوان دین

نیتی و گیان

یکہک—شہری ونہندر ناتھ ہندوہویادھائے ایم. اے. بڑی کوشش کی گئی ہے کہ اس میں ایم. اے. بی. ایل. ت—ناگری; صفحے 134; دام دو روپے; نکالنے والے—بھارتی, 6/3 دوارکا ناتھ ٹیکور لہن, کلکتہ—7.

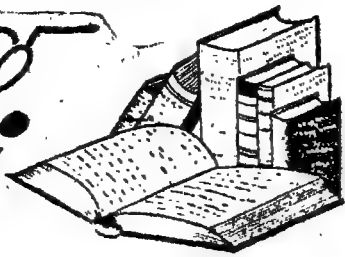
اس کتاب کو دیکھتے ہی یہ لگتا ہے کہ یہ کسی کی کتاب کا انبواہ ہے یا انگریزی کتاب کو سامنے رکھی گئی ہے. لیکن یہ کہیں بتایا نہیں گیا ہے. کتاب کی بهاشا ادنی ادھک سلسلہ بہری ہے کہ بڑے ہو جاتے ہوں. نمونے کے لئے صفحہ 72 پر بھارت دھان کے بارے میں لکھا ہے—“اس میں شاسن کی اشہش لکھت دیوستھانوں سمیک روپ سے شک میں.” اس کے معنی کالج کا دیہاتھی یا کوئی کہا لگائے گا ؟

یہاں تک وشے کی بات ہے کتاب میں راج نہتی بول سمجھائے گئے ہوں, لیکن ان پر انگریزیت بہری سے چھائی ہوئی ہے. بہوشک کے اندر لکھکوں نے جو بات کہی ہے اس سے ہمیں بہت تکلیف ہوئی. کہتا ہے کہ ہندستان کی راج نہتی کے اصول ہمیشہ کی بلہاد پر کھڑے رہیں گے. ہمارا تو خیال ہے اہر کے موجودہ دھان کے اسی بلہاد پر کھڑے ہونے وجہ سے وہ کھول کافڈ پر لکھا رہ گیا ہے اور جلدیا پر رانی بہر بھی اثر نہیں پڑا ہے. اس کتاب کے سولہ آہ ای ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آخر میں ج نہتاؤں کے پرچہ اس میں دیئے ہوں ان میں غورہ لکھ نام لگائے ہوں لیکن ہندستانی ایک نہیں. مانو ہندستان میں اب تک ایک ہی راج نہیں پیدا ہوا.

شو بہارتی (شانتی نیکتن) جیسی واشگری تھا سے ایسے غور واشگری مسالے سے بہری اور ایسی غور کی بهاشا میں نکالنے والی کتاب دیکھکر ہم اپر دیہی ہوشہ پر دگر و چلتاے سوچنے لگ جاتے ہوں.

— سریش رام بھائی

کچھ کتابیں



گیتا ج्ञान

टीका लिखने वाले—श्री दीना नाथ दिनेश;
मिलने का पता—मानव धर्म कार्यालय, पीपल महा-
देव, दिल्ली.

भगवत गीता के पहले तीन अध्यायों की यह टीका है। इसमें मूल श्लोकों के साथ साथ पद छेद और फिर शब्दार्थ भी दिया गया है और उसके नीचे श्लोक का हिन्दी पद्य में अनुवाद है। व्याख्या काफ़ी आसान शब्दों में की गई है। फिर भी इतनी आसान नहीं हो पाई कि मामूली पढ़े लिखे समझ लें। हाँ सकता है पंडित जी का यह खयाल रहा हो कि गीता मामूली लोगों के लिये है ही नहीं।

इस टीका में यह बड़ी भारी खूबी है कि यह इस इरादे से नहीं लिखी गई कि लिखने वाले को क्या साबित करना है। बल्कि इस इरादे से लिखी गई मालूम होती है कि गीता क पढ़ने वाले के दिल में यह बात समा जाए कि यह उस लड़ाई की चीज नहीं है जो तलवारों से लड़ी जाती है। उस लड़ाई की भी चीज है जो आए दिन हमारे अन्दर होती रहती है। इसलिये दिनेश जी ने उन लक्षणों को जिन पर बड़े बड़े पंडित घंटों बहस करते हैं पढ़ने वालों का यं समझा दिया है मानो वह लक्षण इतने मामूली हैं कि उन पर वक्त खोना बेकार है। उनके कुछ भी माने करने पर आगे बढ़ा जा सकता है। यह खूबी कोई कम खूबी नहीं है। दूसरी खूबी इस टीका में यह है कि जहां जो बात कही गई है अगर उसका इवाला किसी उपनिषद् में मौजूद है या किसी और पुराने ग्रंथ में उसका शिक है तो वह वहां जरूर दर्ज कर दिया गया है। और पढ़ने वालों की हर तरह सल्लो करने की कोशिश की गई है। तीसरी खूबी इस टीका में यह है कि किसी श्लोक को पढ़कर जो जिज्ञासा कुछ और जानने की पढ़ने वाले के दिल में उठती है उसको पूरा करने के लिये इस सिलसिले की और बातें भी वहां दर्ज कर दी गई हैं।

चौथी खूबी इसमें यह है कि जगह जगह पर यह समझाने की कोशिश की गई है कि हमारे अन्दर भीरुम कौन है, श्रौण कौन है, अर्जुन कौन है वगैरा वगैरा।

गिता ग्यान

थेका लेखने वाले — श्री दीना नाथ दिनेश;

मिलने का पता—मानव धर्म कार्यालय, पीपल महादेव, दिल्ली.
बहुत कठिन के पहले तीन अध्यायों की यह टीका है।
इस में मूल श्लोकों के साथ साथ पद छेद और फिर शब्दार्थ भी दिया गया है और उसके नीचे श्लोक का हिन्दी पद्य में अनुवाद है। व्याख्या काफ़ी आसान शब्दों में की गई है। फिर भी इतनी आसान नहीं हो पाई कि मामूली पढ़े लिखे समझ लें। हाँ सकता है पंडित जी का यह खयाल रहा हो कि गीता मामूली लोगों के लिये है ही नहीं।

इस थेका में यह बड़ी भारी खूबी है कि यह इस इरादे से नहीं लिखी गई कि लिखने वाले को क्या साबित करना है। बल्कि इस इरादे से लिखी गई मालूम होती है कि गीता क पढ़ने वाले के दिल में यह बात समा जाए कि यह उस लड़ाई की चीज नहीं है जो तलवारों से लड़ी जाती है। उस लड़ाई की भी चीज है जो आए दिन हमारे अन्दर होती रहती है। इसलिये दिनेश जी ने उन लक्षणों को जिन पर बड़े बड़े पंडित घंटों बहस करते हैं पढ़ने वालों का यं समझा दिया है मानो वह लक्षण इतने मामूली हैं कि उन पर वक्त खोना बेकार है। उनके कुछ भी माने करने पर आगे बढ़ा जा सकता है। यह खूबी कोई कम खूबी नहीं है। दूसरी खूबी इस टीका में यह है कि जहां जो बात कही गई है अगर उसका इवाला किसी उपनिषद् में मौजूद है या किसी और पुराने ग्रंथ में उसका शिक है तो वह वहां जरूर दर्ज कर दिया गया है। और पढ़ने वालों की हर तरह सल्लो करने की कोशिश की गई है। तीसरी खूबी इस टीका में यह है कि किसी श्लोक को पढ़कर जो जिज्ञासा कुछ और जानने की पढ़ने वाले के दिल में उठती है उसको पूरा करने के लिये इस सिलसिले की और बातें भी वहां दर्ज कर दी गई हैं।

चौथी खूबी इसमें यह है कि जगह जगह पर यह समझाने की कोशिश की गई है कि हमारे अन्दर भीरुम कौन है, श्रौण कौन है, अर्जुन कौन है वगैरा वगैरा।

جاہو تہہ تک بھی اسی طرح کی باتیں کہہ کر روج جانا چاہیے، دوسرے، بوجھ روج جڑ کر کرنی چاہیے۔ سب سے نہیں تو مہ نہ نہی تہہ کی بوجھ کرنی شرو کی یا نہی جو تہہ مہنہ پیکھلی دفا بتا دہی تہی۔ اور کا پی ر تیکھ دی تہی۔ اگر اب تک نہ شرو کی ہو تو اب شرو کی اگر تم تہہ کی چہمت پر جانو ایک دہی پیکھ کر روج ہئی تہی اور پرانی دہنوں و روجھوں کو اور و روجھ کرے و کھلتے ہمت روج جتنا زیادہ دودھ پیا جاسکے اتنا تو جو چکر و پھر تہہوں آئے ہن سب دور ہو اور خون ہئی پوکھ لکے اور طاقت ہئی آئی ہو جائے۔ اس واسطے تم فردا و روجھ کرنی ضرور کردو اور ہر اہر روج صبح کھا کر اور لکھو کہ تہہوں کرے ہن کھا دقت معلوم ہوتی ہے۔

ادھے، جاپان کا تو تم نے حال بہت سا سنا ہوا اور پر یہ ہئی دیکھ لیا ہوا کہ جاپان کہاں ہے اور تہان سے کس طرف ہے۔ اگر اب تک نہ دیکھا ہو دیکھ لیتا۔ جاپان کی سب عورتوں مردوں کی ہر اہر و روجھ دہی ہن اور جو و روجھ اس ماک کرائی جاتی ہے وہ بہت ہی اچھی ہوتی ہے۔ اس جب و روجھ کرتے کرتے طاقت اچھی طرح آ جاتی ہے ایسے ایسے داؤں پہچ سکاٹے جاتے ہن کہ ان کے ذریعے دہنوں بڑے بڑے پہلوؤں کو اٹھا کر زمین پر پھینک دیتے ہن۔ مہن نے ایک کتاب اس جاپان کی و روجھوں اور داؤں پوکھوں کی سنائی ہے۔ اس کا نام چھو و ہے۔ تم جلدی جلدی و روجھ کر کے اپنے بدن مہن پوکھا کر تو اب کی دفعہ جب مہن دہلی آؤنا اس کتاب کو دیکھنا اور پھر جو داؤں پہچ اس لکھ ہن انکی ہئی مشق کرنا۔

ادھے، تمہارا باہر اور شہروں اور ملکوں مہن پھر نے ہاں طرح طرح کے آدمیوں اور چہروں کو دیکھنا اور ی اچھی اچھی باتیں معلوم کرنے کو من چاہے ہے ہن۔ اب سے تقریباً دو برس مہن میں دو برس کی لڑنا، اس وقت اگر تمہارا من ہوا تو تہہوں جاپان ہن نے چلیں گے۔ مگر اس وقت تک تہہوں انگریزی اچھی طرح پوکھ لہلی چاہئے۔ کھونکہ ان ملکوں ہندستانی تو کوئی بھی نہیں جانتا اس واسطے دہی مہن سب سے باتیں کرنی پوئنگی۔ رادھے، تم ستانی سے روج پوکھو ہو یا نہی۔ اس کا جواب ضرور اور جب یہ چتھی پوئنگے، اسی وقت جواب لکھ

راہے، جاپان کا تو تم نے حال बहुत سا سنا ہوگا اور گلاب پر یہ بھی دیکھ لیتا ہوگا کہ جاپان کہاں ہے اور ہندوستان سے کس طرف ہے۔ اگر اب تک نہ دیکھا ہو تو اب دیکھ لیتا۔ جاپان کی سب عورتوں مردوں کی ہر اہر و روجھ دہی ہن اور جو و روجھ اس ماک کرائی جاتی ہے وہ بہت ہی اچھی ہوتی ہے۔ اس جب و روجھ کرتے کرتے طاقت اچھی طرح آ جاتی ہے ایسے ایسے داؤں پہچ سکاٹے جاتے ہن کہ ان کے ذریعے دہنوں بڑے بڑے پہلوؤں کو اٹھا کر زمین پر پھینک دیتے ہن۔ مہن نے ایک کتاب اس جاپان کی و روجھوں اور داؤں پوکھوں کی سنائی ہے۔ اس کا نام چھو و ہے۔ تم جلدی جلدی و روجھ کر کے اپنے بدن مہن پوکھا کر تو اب کی دفعہ جب مہن دہلی آؤنا اس کتاب کو دیکھنا اور پھر جو داؤں پہچ اس لکھ ہن انکی ہئی مشق کرنا۔

راہے، تمہارا باہر اور شہروں اور ملکوں میں फिरने और वहां तरह तरह के आदमियों और चीजों को देखने और उनकी अच्छी अच्छी बातें मालूम करने को मन चाहे है या नहीं। अब से तफरीबन दो बरस में मैं दो बरस की फरलोक लूंगा, उस वक़्त अगर तुम्हारा मन होगा तो तुम्हें जापान और चीन ले चलेंगे, मगर उस वक़्त तक तुम्हें अंगरेजी बहुत अच्छी तरह पढ़ लेनी चाहिये क्यों कि उन मुल्कों में हिन्दुस्तानी तो कोई भी नहीं जानता इस बास्ते अंगरेजी में सब से बातें करनी पड़ेंगे। राधे, तुम अब छस्तानी से रोज पढ़ो हो या नहीं। इसका जवाब जरूर देना और जब यह बिट्टी पहुँचे, वही वक़्त जवाब लिख देना।

ادھے، تمہارا باہر اور شہروں اور ملکوں میں फिरने और वहां तरह तरह के आदमियों और चीजों को देखने और उनकी अच्छी अच्छी बातें मालूम करने को मन चाहे है या नहीं। अब से तफरीबन दो बरस में मैं दो बरस की फरलोक लूंगा, उस वक़्त अगर तुम्हारा मन होगा तो तुम्हें जापान और चीन ले चलेंगे, मगर उस वक़्त तक तुम्हें अंगरेजी बहुत अच्छी तरह पढ़ लेनी चाहिये क्यों कि उन मुल्कों में हिन्दुस्तानी तो कोई भी नहीं जानता इस बास्ते अंगरेजी में सब से बातें करनी पड़ेंगे। राधे, तुम अब छस्तानी से रोज पढ़ो हो या नहीं। इसका जवाब जरूर देना और जब यह बिट्टी पहुँचे, वही वक़्त जवाब लिख देना।

बनते हैं और फिर कुछ रहता है अगर तुम बर्जिशा बराबर रोज़ जवाबदा ही जवाबदा करती जाओ और किसी बात का रंज किफ़ न करो तो सब बीमारी तुम्हारी बककर आने की, सिर दुखाने की, बापटे आने की, सब की सब हवा हो जावे। अगर साथ ही यह भी याद रखना चाहिये कि बर्जिश करने के थोड़ी देर बाद दूध जरूर पीना चाहिये और अगर बुरा मालूम न हो तो मक्खन भी जरूर खाना चाहिये। एक बात और तुम्हें करनी चाहिये कि रोज़ चाचा के साथ बगी में बैठ कर हवाखोरी करने और भागने दौड़ने के वास्ते जरूर जाना चाहिये। बाबटे के पास खुली हवा में दौड़ने से भी बड़ा फ़ायदा होता है। खबर नहीं कि तुम अब रोज़ हवाखोरी करते जाओ हो या नहीं। इसके अलावा अब की मैंने तुम्हारे चाचा को लिखा था कि अब की जो उन्हें छुट्टियाँ हों तो सब को लेकर किसी पहाड़ पर चले जायं, पहाड़ पर जाकर दो महीने रहो और वहाँ खूब भागो दौड़ो और खेलो और उड़लो और कूदो, तुम चाचा से बराबर कहती रहो ताकि वह जरूर तुम सब को ले जायं।

مجلسی

मेल्सी
14-6-08

राधे,

कल की चिट्ठी में मैंने लिखा था कि तुम एक तो अपना दिन हर वक़्त खुश रखा करो, दूसरे वर्जिश रोज़ जरूर किया करो, तीसरे हवा खोरी को जरूर जाया करो, चौथे अब जो तुम्हारे चाचा की छुट्टियां हों तो पहाड़ पर जरूर जाना. अब तुम लिखो कि तुमने इन बातों के करने के वास्ते क्या कोशिश की.

मेरुसी
16-6-06

राधे.

तुम ने कभी पहाड़ देखे भी हैं या नहीं. हरिद्वार में तो दो चार छोटी पहाड़ियां हैं वह तो तुम ने देखी ही होगी, खबर नहीं तुम किसी पहाड़ी पर चढ़ी या नहीं. अब जो तुम चाचा के साथ पहाड़ पर जाओ तो वहां खूब चलना फिरना और बर्जिश करना ताकि खून ठीक हो जाय और ज्यादा हो जाय. असल में खून के साक और ज्यादा होने ही से आदमी तन्दुरुस्त रहता है और ताकत आती है. और खून साफ खुली ताजी हवा में फिरने और बर्जिश करने से होता है और बढ़ता है. इस बास्ते जब तक पहाड़ पर न

*यह दिल्ली शहर के उत्तर में पहाड़ी के ऊपर एक खुली जगह है, जहाँ अक्सर शहर के लोग सबेरे शाम सैर करने आकर रुक जाते हैं।

बच्चों की दुनिया

बादल और चांद

(भाई हमिदुल्ला 'अकसर')

नीले सागर वाले चांद ! मुझको पास बुलाते चांद !
बरखा में जाता है कहाँ तू लेकर शाल दुशाले चांद !
तारे हैं ये आस लगाये मुँह परदे से निकाले चांद !
बादल का एक हलका हलका मुँह पर आँचल डाले चांद !
गंगा के धारे में उतर कर फिर कुछ सोते खाले चांद !
ले आया है कहाँ से यह तू रुई के इतने गाले चांद !
कांप रहे हैं तारे, इनको तू कम्बल में छिपाले चांद !

बादल के फन्दे में न फँसना

सुन ए भोले भाले चांद !

(उर्दू 'आजकल' से)

بچوں کی دنیا

بادل اور چاند

(بھائی حامد اللہ 'اکسر')

سے ساگر والے چاند ! مجھکو پاس بلا لے چاند !
رکھا میں جاتا ہے کہاں تو لہکر شال دوشالے چاند !
میں یہ آس لگائے منہ پردے سے نکالے چاند !
اک ہلکا ہلکا منہ پر آنچل ڈالے چاند !
نکے دھارے میں اتر کر پھر کچھ غوطے کھالے چاند !
آیا ہے کہاں سے یہ تو روئی کے اتلے گالے چاند !
پارہ میں تارے انکو تو کبل میں چھپالے چاند !

بادل کے پھندے میں نہ پھنسنے

سن لے بھولے بھالے چاند

(اردو 'آجکل' سے)

किष्की बंगला

13-6-'06

نکوی ہنگہ

13-6-'06

राधे,

मैंने सब से पहली चिट्ठियों में तुम्हें लिखा था कि अपने दिल को हमेशा खुश रखना चाहिये और कोई बात रंजीदा या उदास या सुस्त रहने की हो भी जाय तब भी फौरन उसको अपने मन से अलग कर देना चाहिये, और ऐसी ऐसी बातों की बाबत सोचना चाहिये जिनसे दिल खुश रहे. जो आदमी दिल को हमेशा खुश रखता है वह बीमार बहुत ही कम होता है. दिल खुश रखने के सिवाय हर एक आदमी को बर्खिश भी जरूर करनी चाहिये. खबर नहीं कि आज कल तुम बर्खिश भी रोज करो हो या नहीं. बर्खिश करनी तो हरगिज नहीं छोड़नी चाहिये बल्कि रोज बरोज ज्यादा बर्खिश करते जाना चाहिये. बर्खिश करने से ही कून बढ़ता है, बदन में ताकत आती है, रंग पट्टे मजबूत

मैंने सब से پہلی چٹھیوں میں تمہیں لکھا کہ اپنے دل کو ہمیشہ خوش رکھنا چاہئے اور کوئی رنجیدہ یا اُداس یا مست رہنے کی ہو بھی جائے یہ فوراً اُس کو اپنے من سے الگ کر دینا چاہئے اور ایسی باتوں کی بابت سوچنا چاہئے جن سے دل خوش رہے. جو آدمی دل کو ہمیشہ خوش رکھتا ہے وہ بڑا بہت ہی کم ہوتا ہے. دل خوش رکھنے کے سوائے ایک آدمی کو ورزش بھی ضرور کرنی چاہئے. خبر میں کہ آج کل تم ورزش بھی روز کرو ہو یا نہیں. ورزش سے تو ہرگز نہیں چھوڑنی چاہئے بلکہ روز بروز زیادہ تر کرتے جانا چاہئے. ورزش کرنے سے ہی خون بہتا بدن میں طاقت آتی ہے رگ پٹے مضبوط

ہماری مہیں ایک کٹواں اس حساب سے کٹیوں
 کھوئے جائیں تو چالیس سال مہیں ہونے والی بیس
 کروڑ شاہیوں مہیں بیس کروڑ کٹیوں کھیلے۔ جہاں
 کٹیوں کھونا بالکل ناممکن ہی ہے، وہاں کی بات
 الگ ہے۔ لیکن اکثر زمینیں پانی ہونا ہی ہے، یہ نیم
 ہے۔ زمین کے نیچے چھپی ہوئی یہ سرسوتی پرکت
 ہونی چاہئے۔

اس لئے جن کے پاس زمینیں زیادہ ہیں، ان سے لے کر جو جو زمین مالک تھے اور جن کے پاس نہ زمین تھی اور نہ کوئی دوسرا ہی ذمہ دار، انہیں وہ بانٹ دی جائے۔

گاؤں کے لوگ کم سے کم درجے لگا دوپے پیسے کے آسرے
 دھیں اور اُن کی ضرورتیں گاؤں میں ہی پوری ہوں، اس کا
 انتہائی اہم رکھا جائے تو سب کو کام دینا ناممکن نہیں
 ہے۔ لیکن گاؤں والے دوپے پیسے کے آسرے نہ دھیں، اس
 کے لیے ہم کہہ آئے ہیں کہ لگان غلے کے روپ میں وصول
 کیا جائے۔ آپ ایسا کہیں نہیں کرتے؟

مگرو فانک کی بانی

اے سادھو، یہ سارا سنسار رام نے ہی بنایا ہے۔ کوئی تو اس سرشتی کو ناہی ہوجانے والی مانتا ہے اور کوئی ایسے سدا بلی رہنے والے سمجھتا ہے یہ بڑے اچنبہ کی بات ہے، کچھ سمجھ میں نہیں آتا! کام، کردہ اور صوفہ وغیرہ کے بس میں ہو کر آدمی نے پرماत्म کی مورتی کو بہلا دیا ہے۔ رات کو دکھائی دینے والے سہانے کئی طرح چھوٹے شہر کو وہ سچا مانتا ہے۔ سنسار میں جو چھوٹے شہر دکھائی دیتے ہیں وہ سب بادل کی چھایا کی طرح ناہی ہوجانے والی ہیں۔ ناک کہتے ہیں کہ اِس سنسار کو چھوٹا سمجھو اور رام کی شہر میں رہو۔

اے سادھو! میں کا ٹھمنڈ چھوڑ دو۔ کام کر دے اور
دھرت آدمیوں کی سلطنت سے رات دن دور ہی رہو۔
سکھ دکھ اور مان آپسان کو ایک سا ہی سمجھنا چاہئے۔
جو آدمی سکھ اور دکھ دونوں سے اڑھو اٹھا رہا ہے وہی
اس سلسلہ کے تقو کو پہچان سکتا ہے۔ تعریف اور چغلی
دونوں کو چھوڑ کر ہی مکئی کی کھوپ کرنی چاہئے۔ لالک
کہتے ہیں کہ یہ سب کام کرنا ہوا کتھن ہے۔ کسی کسی نے
ہم گرو کے مکھ سے یہ بھون جانا ہے۔

सहयोगी खेती की शर्त पर ही वहाँ के लोगों में जमीन बाँटी, लेकिन बाद में मेरे ध्यान में आया कि इस तरीके से काम नहीं होगा। मैंने देखा कि सरकार के करिये बलाय जाने वाले सहयोगी खेती के जमल को देखकर वह लोग हँस रहे हैं, क्योंकि वह नाकामयाब साबित हुआ है। गरीब लोगों को जिस-कितना बड़ा ज्ञान नहीं होता, सहयोगी खेती के लिये यह ज्ञान चाहिये, नहीं तो देहात के लोग घबराने हैं। इसलिये मैंने सहयोगी खेती की शर्त छोड़ दी और निजी खेती के लिये ही जमीन बाँटनी शुरू कर दी, जिन लोगों ने मुझे सहयोगी खेती की शर्त पर जमीन देने की इच्छा बाहिर की, उनसे मैंने कहा, "पहले आप बड़े बड़े आदमी इस तरह का जमल कर के दिखाइये।" सहकारी खेती में यह लोग अपना खास हिस्सा रखकर अपना असर कायम रखना चाहते थे। मैंने उनसे कहा, "आप जमीन दे डालिये। जमीन के बदले में मालिक की भावना से मुक्त हो जाइये। गरीबों को इसके मालिक बनने दीजिये।"

बहस करने वालों ने अनइकानामिक होल्डिंग (माली विचार से नाकामी) और इकानामिक होल्डिंग (माली विचार से काफ़ी) की वलीलें भी पेश कीं। लेकिन यह माली काफ़ी और नाकामी का सवाल बैलों की बजह से ही खड़ा होता है, क्योंकि बैल कहता है कि मैं बीस एकड़ से छोटी इकाई पर काम नहीं कर सकता। मैं कहता हूँ कि चार कुटुम्ब मिलकर बैल जोड़ी रखेंगे और उस हद तक सहयोग करेंगे और भी जिन जिन बातों में सहयोग कर सकेंगे, करेंगे, लेकिन जो-जो खेती करना चाहता है और जो-जो खेत मांगता है, उसे खेत मिलना चाहिये। वहाँ माली विचार से काफ़ी और नाकामी होने का सवाल खड़ा नहीं होना चाहिये।

लोग कहते हैं कि बड़ी बड़ी जमीनें चाहियें। लेकिन मेरे पास पौन एकड़ जमीन थी। शुरू शुरू में खाद और बीज का खर्च आया। अब आगे वह भी खर्च नहीं आयेगा। इस पौन एकड़ जमीन में से हमने दस हजार पौंड साग भाँजी निकाली। दो आना पौंड का हिसाब लगायें, तो भी 1250 रुपये की साग भाजी हुई।

हम ने बहुत भी हाथ से ही बलायत-बरसात की भी कुछ खेती। हम ने की है, लेकिन बारिश के भरोसे रहने से काम नहीं चलेगा, इसीलिये नारद ने धर्म राज से पूछा था, "तेरे राज में खेती सिर्फ देवता के भरोसे तो नहीं होती?" देवता से मतलब है बारिश। अगर हम जमीन के नीचे छिपी हुई गुप्त गंगा प्रकट कर सकें, तो हिन्दुस्तान की जमीन की क्षमालियत पाँच गुनी बढ़ेगी। इसलिये हम ने तेलंगाना की यात्रा में लोगों को सब जगह जमीन में कुएं खोदने का प्रोग्राम ही बतलाया। हर एक

जमीन की शर्त पर ही वहाँ के लोगों में जमीन बाँटी, लेकिन बाद में मेरे ध्यान में आया कि इस तरीके से काम नहीं होगा। मैंने देखा कि सरकार के करिये बलाय जाने वाले सहयोगी खेती के जमल को देखकर वह लोग हँस रहे हैं, क्योंकि वह नाकामयाब साबित हुआ है। गरीब लोगों को जिस-कितना बड़ा ज्ञान नहीं होता, सहयोगी खेती के लिये यह ज्ञान चाहिये, नहीं तो देहात के लोग घबराने हैं। इसलिये मैंने सहयोगी खेती की शर्त छोड़ दी और निजी खेती के लिये ही जमीन बाँटनी शुरू कर दी, जिन लोगों ने मुझे सहयोगी खेती की शर्त पर जमीन देने की इच्छा बाहिर की, उनसे मैंने कहा, "पहले आप बड़े बड़े आदमी इस तरह का जमल कर के दिखाइये।" सहकारी खेती में यह लोग अपना खास हिस्सा रखकर अपना असर कायम रखना चाहते थे। मैंने उनसे कहा, "आप जमीन दे डालिये। जमीन के बदले में मालिक की भावना से मुक्त हो जाइये। गरीबों को इसके मालिक बनने दीजिये।"

बहस करने वालों ने अनइकानामिक होल्डिंग (माली विचार से नाकामी) और इकानामिक होल्डिंग (माली विचार से काफ़ी) की वलीलें भी पेश कीं। लेकिन यह माली काफ़ी और नाकामी का सवाल बैलों की बजह से ही खड़ा होता है, क्योंकि बैल कहता है कि मैं बीस एकड़ से छोटी इकाई पर काम नहीं कर सकता। मैं कहता हूँ कि चार कुटुम्ब मिलकर बैल जोड़ी रखेंगे और उस हद तक सहयोग करेंगे और भी जिन जिन बातों में सहयोग कर सकेंगे, करेंगे, लेकिन जो-जो खेती करना चाहता है और जो-जो खेत मांगता है, उसे खेत मिलना चाहिये। वहाँ माली विचार से काफ़ी और नाकामी होने का सवाल खड़ा नहीं होना चाहिये।

लोग कहते हैं कि बड़ी बड़ी जमीनें चाहियें। लेकिन मेरे पास पौन एकड़ जमीन थी। शुरू शुरू में खाद और बीज का खर्च आया। अब आगे वह भी खर्च नहीं आयेगा। इस पौन एकड़ जमीन में से हमने दस हजार पौंड साग भाँजी निकाली। दो आना पौंड का हिसाब लगायें, तो भी 1250 रुपये की साग भाजी हुई।

हम ने बहुत भी हाथ से ही बलायत-बरसात की भी कुछ खेती। हम ने की है, लेकिन बारिश के भरोसे रहने से काम नहीं चलेगा, इसीलिये नारद ने धर्म राज से पूछा था, "तेरे राज में खेती सिर्फ देवता के भरोसे तो नहीं होती?" देवता से मतलब है बारिश। अगर हम जमीन के नीचे छिपी हुई गुप्त गंगा प्रकट कर सकें, तो हिन्दुस्तान की जमीन की क्षमालियत पाँच गुनी बढ़ेगी। इसलिये हम ने तेलंगाना की यात्रा में लोगों को सब जगह जमीन में कुएं खोदने का प्रोग्राम ही बतलाया। हर एक

کوئی ایک کھانا نیکال دے اور گوہتھا بلدی ہو جائے، یہ گھٹک نہیں۔“ اُن کا کہنا ٹھیک ہے۔ کوئی ایک مغل سمرات دلی کے تخت پر سے گوہتھا بلدی کا حکم جاری کر دے، اس طرح کا یہ سوال ہی نہیں ہے۔ لیکن پردھان منتری سوراج میں لوگ، مت کا نمائندہ ہے۔ اگر وہی یہ بات نہ کرے تو پھر کون کرے؟

7. بونیادی تالیم

سیرف ایتنا کھ دینے سے کی بےسک تریکا مقرر ہے، کام نہیں چلے گا۔ یہ دکھانا ہوگا کہ موجودہ تعلیم کے مقابلے نئی بونیادی تعلیم کا خرچ زیادہ ہے یا کم۔ بونیادی تالیم کے کارن لڑکوں کے من میں اکتا کا خیال گھر پکوتا ہے، اس لئے شروع سے چاہے بونیادی اسکول یا شالا سواولمبی بھلے ہی نہ معلوم ہوتی ہو، تو بھی آخر وہ متخص سواولمبی ہی نہیں، بلکہ امن کن بھی ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے آپ کو کہنا چاہئے کہ وہ شالا چل سکتی ہے، اور پلاننگ رپورٹ میں بونیادی شالا کی پوجنا دیملی چاہئے۔ شالا کے پاس دو ایکو زمین ہونی چاہئے اور لوگوں کو اپنی متخص سے شالا کے پھیچے میں ساگ، ترکاریاں اور کھڑے کے لئے ضروری کھاس پیدا کر لینی چاہئے۔ ماسٹر کو اُس زمین میں سے اپنی گذر کے لائق ساگ پہاچی اور کھاس ملتی رہنی چاہئے۔ گاؤں کے گرد جی کو ایک ایک پائلی (100 تولہ) غلہ ملنا چاہئے۔ اُننا سب کرنے پر بھی اور جو پھتھر خرچ آئے گا، وہ اس پوجنا میں بٹلانا چاہئے۔

ہریرجن لڑکوں کے لیے آڈیٹال یا اسٹل یا آشرم کی پوجنا آپ نے سچھائی ہے۔ ہمارے مت سے اب آئے چلکر ہریرجنوں کے لئے انگ چھاترالے یا آشرم نہیں ہونے چاہئیں۔ ہریرجن لوگوں کے بارے میں صرف اُننا ہی دیکھنا کافی نہیں ہے کہ اُن کی تعلیم کسے بڑھ گئی، بلکہ یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ چھوٹے بچے کسے بڑھ گئے، تعلیم کسے بڑھ گئی؟ اس لئے انگ چھاترالے کھولنے کے بدلے انہیں سب کے لئے چالنے والے چھاترالوں میں ہی چکے دلائی چاہئے۔

8. زمین کے بارے میں سرکار کی نیتی

آپ کہتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے پیداوار کم ہوتی ہے۔ اپنی یہ بات آپکو ثابت کرنا پڑے گی۔ سہولتی کھیتی کی تعلیم سب کو دینے کے بعد ہی آئندہ اس طرح کی کھیتی کی جا سکتی۔ لیکن جب تک اپنی جداجدا کھیتی کی طرف لوگوں کا جھکاؤ ہے، تب تک زمین کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے کارن پیداوار میں کمی ہوگی، ایسا ماننے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ تیلنگانہ میں شروع میں میں نے

ہریرجن لڑکوں کے لیے آڈیٹال یا اسٹل یا آشرم کی پوجنا آپ نے سچھائی ہے۔ ہمارے مت سے اب آئے چلکر ہریرجنوں کے لئے انگ چھاترالے یا آشرم نہیں ہونے چاہئیں۔ ہریرجن لوگوں کے بارے میں صرف اُننا ہی دیکھنا کافی نہیں ہے کہ اُن کی تعلیم کسے بڑھ گئی، بلکہ یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ چھوٹے بچے کسے بڑھ گئے، تعلیم کسے بڑھ گئی؟ اس لئے انگ چھاترالے کھولنے کے بدلے انہیں سب کے لئے چالنے والے چھاترالوں میں ہی چکے دلائی چاہئے۔

آپ کہتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے پیداوار کم ہوتی ہے۔ اپنی یہ بات آپکو ثابت کرنا پڑے گی۔ سہولتی کھیتی کی تعلیم سب کو دینے کے بعد ہی آئندہ اس طرح کی کھیتی کی جا سکتی۔ لیکن جب تک اپنی جداجدا کھیتی کی طرف لوگوں کا جھکاؤ ہے، تب تک زمین کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے کارن پیداوار میں کمی ہوگی، ایسا ماننے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ تیلنگانہ میں شروع میں میں نے

آپ کہتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے پیداوار کم ہوتی ہے۔ اپنی یہ بات آپکو ثابت کرنا پڑے گی۔ سہولتی کھیتی کی تعلیم سب کو دینے کے بعد ہی آئندہ اس طرح کی کھیتی کی جا سکتی۔ لیکن جب تک اپنی جداجدا کھیتی کی طرف لوگوں کا جھکاؤ ہے، تب تک زمین کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے کارن پیداوار میں کمی ہوگی، ایسا ماننے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ تیلنگانہ میں شروع میں میں نے

آپ کہتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے پیداوار کم ہوتی ہے۔ اپنی یہ بات آپکو ثابت کرنا پڑے گی۔ سہولتی کھیتی کی تعلیم سب کو دینے کے بعد ہی آئندہ اس طرح کی کھیتی کی جا سکتی۔ لیکن جب تک اپنی جداجدا کھیتی کی طرف لوگوں کا جھکاؤ ہے، تب تک زمین کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے کارن پیداوار میں کمی ہوگی، ایسا ماننے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ تیلنگانہ میں شروع میں میں نے

کی हिम्मत نہیں دکھائی دیتی۔ ہتھیار بندوقیں نہ کرو، کھڑے کی हिम्मत نہیں ہے، مशीن بندوقیں نہ کرو، کھڑے کی भी हिम्मत नहीं है. गो हत्या बन्द करने की जरूरत नहीं है, यह कहने की भी हिम्मत नहीं है. लेकिन आपको यह पहचान लेना चाहिये कि इस मुल्क में गोहत्या चल नहीं सकती. गाय-बैल हमारे समाज में दाखिल हो गये हैं और इसलिये यह हमारा समाजवाद है. लोग मुझसे पूछते हैं कि, "क्या दूसरे जानवरों की तुम्हें दया नहीं आती?" मैं कहता हूँ, "नहीं. पहले मुझे गाय पर दया कर लेने दो. उसको अगर मैं बचा सका, तो फिर बची हुई दया दूसरों के लिये बरतूंगा. गाय को बचा कर ही मैं दूसरों को बचा सकूँगा." सवाल सीधा है कि आपको अपने देश की हिकायत करना है या नहीं? अगर करना है तो गोषध हिन्दुस्तानी कलचर के मुवाफिक नहीं बैठता, इसका आपको ध्यान रखना चाहिये. गो हत्या जारी रही, तो हिन्दुस्तान में बद्राजत होगी. इसलिये 'गो हत्या जारी रहे' कहने की हिम्मत आपकी नहीं होती. 'औलाद रोको' के बारे में आप साफ बोलते हैं. शराब बन्दी के बारे में 'धीरे चलो' का इस्तेमाल करते हैं. इसी तरह यह भी कह डालिये कि गाय मारने में कोई हर्ज नहीं। लेकिन राष्ट्र की हालत देखकर आप वैसा नहीं कर सकते. हमारा कहना यह है कि गो हत्या-बन्दी करना ही मुनासिब है. राष्ट्र की माली हालत इस बोझ को उठा सकती है. गो खर्च में रहने वाले दोरों के मल मूत्र और हड्डियों की खाद का अच्छी तरह से अगर हम उपयोग कर सकें, तो गो-पालन का बोझ नहीं होगा. और मुसलमानों की तरफ से अगर आप इतमीनान चाहते हों, तो मैं लिख कर देता हूँ कि उन्हें गो हत्या नहीं चाहिये.

मेव लोगों से मैंने मस्जिदों में जाकर कहा कि "अल्लाह अगर मांस का भूका होता और मांस से खुश होने वाला होता, तो उसे यह कसाई ही खुश कर लेते. उसका सन्देश सुनाने के लिये पैगम्बर की जरूरत न रही होती. लेकिन वह मांस का भूका नहीं है, भक्ति भाव का भूका है." मेरी यह बात उनकी समझ में आ गई. उस वक्त सरकार ने वहां गो हत्या-बन्दी का एलान नहीं किया था. मौलवी लोग मेव लोगों से कहते ही ये कि गो-हत्या नहीं होनी चाहिये. लेकिन एक गांव में दो गायें मारी गईं और इस पर वहां तूफान मचने की नौबत आई, तब मैंने लोगों को समझाया और मामला बदने नहीं दिया.

क्या आप ऐसा नहीं मानते कि गो हत्या बन्दी हिन्दु धर्म के लोगों का मैन्डेट (फरमान) है? आप को दो-दूक कहना चाहिये कि हम गो हत्या बन्दी करेंगे. वैसे, इस मामले पर जवाहरलाल जी का बंगलोर का भाशन मुझे बहुत पसन्द आया. उन्होंने कहा, "दिल्ली में बैठ कर

हमें हमें नहीं دکھائی دیتی. ہتھیار بندوقیں نہ کرو، کھڑے کی हिम्मत نہیں ہے، مशीن بندوقیں نہ کرو، کھڑے کی भी हिम्मत नहीं है. गो हत्या बन्द करने की जरूरत नहीं है, यह कहने की भी हिम्मत नहीं है. लेकिन आपको यह पहचान लेना चाहिये कि इस मुल्क में गोहत्या चल नहीं सकती. गाय-बैल हमारे समाज में दाखिल हो गये हैं और इसलिये यह हमारा समाजवाद है. लोग मुझसे पूछते हैं कि, "क्या दूसरे जानवरों की तुम्हें दया नहीं आती?" मैं कहता हूँ, "नहीं. पहले मुझे गाय पर दया कर लेने दो. उसको अगर मैं बचा सका, तो फिर बची हुई दया दूसरों के लिये बरतूंगा. गाय को बचा कर ही मैं दूसरों को बचा सकूँगा." सवाल सीधा है कि आपको अपने देश की हिकायत करना है या नहीं? अगर करना है तो गोषध हिन्दुस्तानी कलचर के मुवाफिक नहीं बैठता, इसका आपको ध्यान रखना चाहिये. गो हत्या जारी रही, तो हिन्दुस्तान में बद्राजत होगी. इसलिये 'गो हत्या जारी रहे' कहने की हिम्मत आपकी नहीं होती. 'औलाद रोको' के बारे में आप साफ बोलते हैं. शराब बन्दी के बारे में 'धीरे चलो' का इस्तेमाल करते हैं. इसी तरह यह भी कह डालिये कि गाय मारने में कोई हर्ज नहीं। लेकिन राष्ट्र की हालत देखकर आप वैसा नहीं कर सकते. हमारा कहना यह है कि गो हत्या-बन्दी करना ही मुनासिब है. राष्ट्र की माली हालत इस बोझ को उठा सकती है. गो खर्च में रहने वाले दोरों के मल मूत्र और हड्डियों की खाद का अच्छी तरह से अगर हम उपयोग कर सकें, तो गो-पालन का बोझ नहीं होगा. और मुसलमानों की तरफ से अगर आप इतमीनान चाहते हों, तो मैं लिख कर देता हूँ कि उन्हें गो हत्या नहीं चाहिये.

मेव لوگوں سے میں نے مسجدوں میں جا کر کہا کہ اللہ اگر مانس کا بھوکا ہوتا اور مانس سے خوش ہوتا ہوتا تو اُسے یہ قصائی ہی خوش کر لیتے. اُس کا دلہیں سدائے کے لئے پیغمبر کی ضرورت نہ رہی ہوتی. میں وہ مانس کا بھوکا نہیں ہے، بھکتی بھاؤ کا بھوکا ہے." یہ بات اُن کی سمجھ میں آگئی. اُس وقت سرکار وہاں گوشتیا باندی کا اعلان نہیں کیا تھا. مولوی لکھو لوگوں سے کہتے ہی تھے کہ گوشتیا نہیں ہونی اہئے. لیکن ایک گاؤں میں دو گاؤں ماری گئیں اور پھر وہاں طوفان مچنے کی نو بت آئی، تب میں لوگوں کو سمجھایا اور معاملہ بڑھنے نہیں دیا.

کہا آپ ایسا نہیں ماننے کہ گوشتیا باندی ہندوستان لوگوں کا مہندست (فرمان) ہے؟ ایک دو ٹوک کہا اہئے کہ ہم گوشتیا باندی کریں گے. ویسے، اس معاملے پر جواہر لال جی کا بنگلور کا بھاشن مجھے بہت پسند آیا. انہوں نے کہا، "دلی میں بیٹھ کر

اس سے تو بہتر ہوتا کہ آپ کہہ دیتے کہ میں ملانگ کے لئے
 چاہتا ہوں! ہائے! ہائے! کسی تباہی ہے یہ!

5: ہمیشہ بھیک مانگنے کا پلان

آپ نے پرکھا کی کہ سن 51 کے بعد ہم باہر سے
 اناج نہیں مل سکتے۔ اتنی بڑی پرکھا کرنے کے بعد آپ
 جب یہ دکھائی دینے لگا کہ وہ پوری نہیں ہو سکتی
 تب آپ ایک پلاننگ کمیشن قائم کرتے ہیں۔ وہ پلاننگ
 کمیشن کہتا ہے کہ ابھی کچھ دوس کے لئے ہمارا ملک
 اناج کے معاملے میں سولوسٹی نہیں ہو سکتا ہے۔ اور
 اسکے بعد سرکار کو ساری لچ چھوڑ کر کہنا پڑے گا کہ
 پلاننگ کمیشن کہتا ہے کہ اناج کے معاملے میں دیس
 سولوسٹی نہیں ہو سکتا، اسلئے ہم باہر سے اناج
 منگائیں گے!

ہم لگاتار لکھتے آئے ہیں کہ پہلے اناج سولوسٹی
 جاریہ ہو جائے۔ لیکن کدھر دھواں نہ دے تو آج آپ کہتے
 ہیں کہ 30 لاکھ ٹن اناج باہر سے ملنا پڑے گا۔ باہر کوئی
 ہمارے باپ کی جائداد رکھتی ہے؟ باہر سے ملانگے کا
 فیصلہ کرنے پر باہر والوں کی مرضی کے مطابق یہاں پر
 فصل پیدا کرنی ہوگی۔ اس طرح یہ ہمیشہ کے لئے
 بھیک مانگنے کا پلان ہوئے والا ہے۔ آپ نے یہ بھی لکھ دیا
 ہے کہ شاید زیادہ بھی ملنا پڑے گا۔ کیا آپ دراصل کہتی
 ہیں کہ پاکستان کی حفاظت کا رچار کرتے ہیں؟ اگر کرتے ہیں
 تو کیا کہتی ہیں یہ رچار آپ کے من میں آتا ہے کہ اناج کی
 اڑچوں آئے پر آپ کہا کریلئے؟ کل اگر پاکستان سے آپ
 کی لوائی ہوگئی تو صاف ہے کہ وہ آپ کو اناج دینے سے
 انکار کرے گا۔ پھر امریکہ وغیرہ جو کوئی آپ کو اناج دینگے
 وہ آپ کے لئے پیریم کے کارن دینگے یا آپ کو ایٹم بم دھلیں
 میں باندھنے کے لئے دینگے؟ اس لئے آپ کم سے کم انڈیا
 کہیں نہیں کہتے کہ اناج اور کپڑے کے بارے میں ہمیں
 سولو ٹیمین پہلے سادھنا ہے۔ پلاننگ کمیشن کی رپورٹ
 پوچھ کر آج دیہات کے لوگوں کو زیادہ اناج اچالنے کا حوصلہ
 نہیں ہو سکتا۔ سلکٹ کے سب دیس کے لئے کچھ تباہ
 کرنے کا جنوں انہیں یہ رپورٹ پوچھ کر نہیں پیدا ہوتا۔

6. گولڈن-بندی

آپ نے اپنی رپورٹ میں ایک جگہ لکھا ہے کہ کسانوں
 کا بھی جانوروں کی تعداد پر کوئی اثر نہیں ہوا
 ہے۔ کمزور قوموں کو مارچالہ سے اترے شاستر کی نگاہ سے
 بہت ہی زور دار پوجنا پڑے گی، اس میں کوئی شک
 نہیں۔ لیکن دوسرا کورا یہ کہہ کی آپ کی ہمت نہیں
 ہے کہ میں بھی معاملے میں صاف دھمائی کرتے کی آپ

5. ہمیشہ بھیک مانگنے کا پلان

آپ نے پرکھا کی کہ سن 51 کے بعد ہم باہر سے
 اناج نہیں مل سکتے۔ اتنی بڑی پرکھا کرنے کے بعد آپ
 جب یہ دکھائی دینے لگا کہ وہ پوری نہیں ہو سکتی
 تب آپ ایک پلاننگ کمیشن قائم کرتے ہیں۔ وہ پلاننگ
 کمیشن کہتا ہے کہ ابھی کچھ دوس کے لئے ہمارا ملک
 اناج کے معاملے میں سولوسٹی نہیں ہو سکتا ہے۔ اور
 اسکے بعد سرکار کو ساری لچ چھوڑ کر کہنا پڑے گا کہ
 پلاننگ کمیشن کہتا ہے کہ اناج کے معاملے میں دیس
 سولوسٹی نہیں ہو سکتا، اسلئے ہم باہر سے اناج
 منگائیں گے!

ہم لگاتار لکھتے آئے ہیں کہ پہلے اناج سولوسٹی
 جاریہ ہو جائے۔ لیکن کدھر دھواں نہ دے تو آج آپ کہتے
 ہیں کہ 30 لاکھ ٹن اناج باہر سے ملنا پڑے گا۔ باہر کوئی
 ہمارے باپ کی جائداد رکھتی ہے؟ باہر سے ملانگے کا
 فیصلہ کرنے پر باہر والوں کی مرضی کے مطابق یہاں پر
 فصل پیدا کرنی ہوگی۔ اس طرح یہ ہمیشہ کے لئے
 بھیک مانگنے کا پلان ہوئے والا ہے۔ آپ نے یہ بھی لکھ دیا
 ہے کہ شاید زیادہ بھی ملنا پڑے گا۔ کیا آپ دراصل کہتی
 ہیں کہ پاکستان کی حفاظت کا رچار کرتے ہیں؟ اگر کرتے ہیں
 تو کیا کہتی ہیں یہ رچار آپ کے من میں آتا ہے کہ اناج کی
 اڑچوں آئے پر آپ کہا کریلئے؟ کل اگر پاکستان سے آپ
 کی لوائی ہوگئی تو صاف ہے کہ وہ آپ کو اناج دینے سے
 انکار کرے گا۔ پھر امریکہ وغیرہ جو کوئی آپ کو اناج دینگے
 وہ آپ کے لئے پیریم کے کارن دینگے یا آپ کو ایٹم بم دھلیں
 میں باندھنے کے لئے دینگے؟ اس لئے آپ کم سے کم انڈیا
 کہیں نہیں کہتے کہ اناج اور کپڑے کے بارے میں ہمیں
 سولو ٹیمین پہلے سادھنا ہے۔ پلاننگ کمیشن کی رپورٹ
 پوچھ کر آج دیہات کے لوگوں کو زیادہ اناج اچالنے کا حوصلہ
 نہیں ہو سکتا۔ سلکٹ کے سب دیس کے لئے کچھ تباہ
 کرنے کا جنوں انہیں یہ رپورٹ پوچھ کر نہیں پیدا ہوتا۔

6. گولڈن-بندی

آپ نے اپنی رپورٹ میں ایک جگہ کہا ہے کہ کسانوں
 کا بھی جانوروں کی تعداد پر کوئی اثر نہیں ہوا
 ہے۔ کمزور قوموں کو مارچالہ سے اترے شاستر کی نگاہ سے
 بہت ہی زور دار پوجنا پڑے گی، اس میں کوئی شک
 نہیں۔ لیکن دوسرا کورا یہ کہہ کی آپ کی ہمت نہیں
 ہے کہ میں بھی معاملے میں صاف دھمائی کرتے کی آپ

ہوں، تو फिर आप देहात में से लगान वसूल करके बाहर क्यों ले जाते हैं ? आपका काम सिर्फ सिकारिओं करना नहीं है. उन पर भ्रमल कराने के लिये मुनासिब रास्ते सुझाने की साकत आप में होनी चाहिये. मिल बाजों की कोशिशों से सत्तरह गज की आदमी कपड़े की निकासी जो भी बह बारह गज क्यों रह गई ? कहते हैं कि मिल बाजों को काफी कपास नहीं मिली, इसलिये कपड़ा कम बना. कारन के बिना काम नहीं होता; यह तो चसूल ही है. लेकिन उन्हें कपास नहीं मिली, इसका मतलब यही है कि उन्हें जो कपास चाहिये, वैसी कपास यहां पैदा नहीं होती; और यहां जो कपास होती है, वह उनके काम की नहीं. अपना बच्चा माचता नहीं, इसलिये दूसरे का बच्चा नहीं सिखा जाता !

इस पर कमीशन के मेम्बर ने कहा: पहले भी यहां की कपास से कपड़ा होता था, पर वह मोटा व खुरदरा होता था. बाहर से महीन कपड़ा आने लगा, इसलिये यहां का मोटा कपड़ा बन्द हो गया और बाद में बाहर से कपास मंगा कर यहीं महीन कपड़ा बनना शुरू हो गया.

विनोबा: विदेशी कपड़ा जब आने लगता है, तो उसके मुकाबले में आप स्वदेशी मिलों की हिकायत करते हैं न ? फिर वही तरह मिलों के मुकाबले में खादी की हिकायत क्यों नहीं करते ?

देहात के जो धन्दे आपने छीन लिये हैं, वह आप देहातियों को वापस नहीं देते. आपकी जो कुछ बुद्धि चलती है, वह अपने बच्चों को मारने के लिये दिमारा चलाने वाले बाप की तरह चलती है. आपने देहातियों से कपड़े का धन्दा छीन लिया और मिलें खोलीं, तेल का धन्दा छीन लिया और तेल की मिलें खोलीं, गुड़ का धन्दा छीन कर शक्कर के कारखाने खोले. इस तरह देहातों को कंगाल बनाने पर अगर आपने उन पर बढ़ाई की, तो वह उस बढ़ाई के सामने कैसे ठहर सकेंगे ? शहर वालों का बचाव तब आप कैसे कर सकेंगे ? इसलिये ऐसा कुछ भी नहीं होना चाहिये, जिससे ग्रामोद्योगों को नुकसान हो. इस मामले में हमारा चसूल यही है कि जिन धन्दों का कच्चा माल देहातों में पैदा होता है और जिनके पक्के माल की देहात के लोगों को जरूरत होती है, वह धन्दे देहातियों के लिये 'रिजर्वर्ड' बानी महफूज रखने चाहियें. 'रिजर्वर्ड' फारेस्ट—महफूज जंगलों—की तरह कुछ धन्दे देहातियों के लिये महफूज क्यों नहीं रखे जा सकते ? जवाब में कहा जाता है कि फिर जीवन में कोई मजा नहीं रह जायगा. मौज शौक के जीवन के लिये इन्हें गांव-गांवों का नाच-गाना चाहिये. बंगलोर में कुछ हिन्दू कांग्रेस कमेटी की उस बैठक के गंभीर भावधरन में आपने इसके लिये ठहराव पास करा लिया.

ونہیں کہیں دیہات میں سے لگان وصول کرتے ہر کہیں لگاتے ہوں ؟ آپ کا کام صرف سیکاریوں کا نہیں ہے۔ انہیں عمل کرائے کے لئے مناسب راستے چھاننے کی طاقت آپ میں ہونی چاہئے۔ ملوں کی کوششوں سے سترہ گز کی آدمی کپڑے کی نکاسی وہی وہ بارہ گز کہیں رہ گئی ؟ کہتے ہیں کہ مل والوں کا کافی کپاس نہیں ملی، اس لئے کپڑا کم بنا۔ کارن کے بنا کام نہیں ہوتا، یہ تو اصول ہی ہے۔ لیکن انہیں اس کپاس نہیں ملی، اسکا مطلب یہی ہے کہ انہیں جو اس 'چاہئے' وہی کپاس یہاں پیدا نہیں ہوتی؛ اور ہاں جو کپاس ہوتی ہے، وہ انکے کام کی نہیں۔ ایسا کچھ ناجائز نہیں، اس لئے دوسرے کا بچہ نہیں لیا جاتا !

اس پر کوشش کے مسبب نے کہا: پہلے بھی یہاں کی اس سے کپڑا ہوتا تھا، پر وہ موٹا و کھردرا ہوتا تھا۔ ہر سے مہین کپڑا آئے۔ لگا، اسلئے یہاں کا موٹا کپڑا بند کیا اور بعد میں باہر سے کپاس ملنا کو مہین مہین واپس شروع ہو گیا۔

ونہیں کہیں دیہات میں سے لگان وصول کرتے ہوں ؟ آپ سوچیں، ملوں کی حفاظت کرتے ہوں نا ؟ اسی طرح ملوں کے مقابلے میں کھادی کی حفاظت ہوں نہیں کرتے ؟

دیہات کے جو دھندے آپ نے چھین لئے ہیں، وہ یہ دیہاتوں کو واپس نہیں دیتے۔ آپ کئی جو کچھ دھن چلتی ہے، وہ آپ بچوں کو مارنے کے لئے دماغ تلے والے باپ کی طرح چلتی ہے۔ آپ نے دیہاتوں سے روٹے کا دھندہ چھین لیا اور ملوں کو ملوں، تیل کا دھندہ چھین لیا اور تیل کی ملوں کو ملوں، گڑ کا دھندہ چھین لیا اور گڑ کے کارخانے کھولے۔ اس طرح دیہاتوں کو ایٹان لہانے پر اور آپ نے ان پر چوہائی کی، تو وہ اس چوہائی کے سامنے کھسکے چھپر سکیں گے؟ شہر والوں کا پناہ آپ کھسکے کھسکے ہیں گے ؟ اس لئے لگسا بگچہ ہی نہیں ہونا چاہئے، جس سے گرام آدمیوں کو نقصان نہ ہو۔ اس معاملہ میں جمارا اصول یہی ہے کہ جن دھندوں کا کچھ مال دیہاتوں میں پیدا ہوتا ہے اور جن دھندوں کی دیہات کے لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے، وہ دھندے دیہاتوں کے لئے 'ریزروڈ' یعنی محفوظ رکھ لئے جائیں۔ 'ریزروڈ' — خاص سے محفوظ جنگلوں کی طرح یہ دھندے دیہاتوں کے لئے محفوظ رکھیں گے۔ انہیں استعمال کرنا چاہئے، کہ یہاں نہیں آسکتے، جواب میں کہا جاتا ہے کہ یہاں جہوں میں کی ضرورت نہیں رہ جائیگا۔ موج شوق کے جہوں کے لئے یہاں گوں گاؤں میں ناچ گانا چاہئے۔ بلنگلور میں 'میلہ' (کنگریس) کمیٹی کی اس ہفتہ کے کچھ دنوں میں آپ نے اس کے لئے تھپراؤ پاس کرا لیا۔

گرامیوہوں سے آپ کہتے ہیں کہ وہ اپنے ہاؤس پر کھڑے رہیں۔ آپ میری داغیں توڑ دیتے ہیں اور پھر مجھے اپنی ٹانگوں پر کھڑے ہونے کے لئے کہتے ہیں! تیس پر میں اپنے ہاؤس کے بل بل لےتا ہوں، اسکے لئے آپ کو مجھ سے ہاؤس دیلی چاہئے۔ آپ کو یہ وچار کرنا چاہئے کہ سرکار جب ویشی تھی، تب اسکی مرضی کے اور پالیسی کے خلاف گندھی جی نے کھادی اور گرام ادیوگ چلا کر دیا۔ لیکن اسکی قدر کرنے کے بدلے آپ ہم سے کہتے ہیں کہ گندھی جی جیسے آدمی کے پیچھے پیچھے برس کوشش کرنے پر بھی جو نہیں ہو سکا، وہ آج کیسے ممکن ہے؟ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ میں آج جو سوراخ ملا ہے، اس میں کھادی کا کوئی دس فیصد حصہ بھی ہے یا نہیں؟ مان کہتی ہے، 'ہیٹا' میں نے آج تک مصدات کر کے تجربہ سنبھالا ہے۔ اب تو مجھ سنبھال لے۔ لیکن اسے سنبھالنے کے بدلے آپ اسے نصیحت کرنے لگے ہیں! گندھی جی نے جو کیا وہ کہہ کر کیا، اسکا مجھ پر چرچ ہوتا ہے۔ انہوں نے ایک چمکدار ہی کر کے دکھایا۔

آپ کو سوچنا یہ چاہئے کہ گندھی جیسے ایک آدمی اگر مشکل حالت میں اتنا کرسکا تو آج جبکہ اپنی سرکار ہے، کتنا ادھک ہونا چاہئے؟ یہ 'لئے حساب' (انویس پرپوزیشن) کی مثال ہے، لیکن آپ اسے 'سہدہ حساب' (ڈیریکٹ پرپوزیشن) کی مثال بنا کر حل کرنا چاہتے ہیں۔ حساب کے نہ جاننے کا یہ نتیجہ ہے۔

اپنے حال میں کے دورے میں میں نے گاؤں گاؤں سے پوچھا، 'ساج وادیوں سے بھی پوچھا کہ "بھیا، یہاں کھادی کے سوا اور کوئی ادیوگ تم سچھا سکتے ہو؟" وہ بھی مانتے ہیں کہ کھادی کے سوا دوسرا کوئی ادیوگ ہم سچھا نہیں سکتے اور نہ دے ہی سکتے ہیں۔ کھادی کے لئے تیلنگانہ میں گالی موزوں والا درن ہے۔ سو سو استریاں توں تین میل سے اپنے سر پر چرخے لے کر مجھ سے ملنے آتی تھیں اور بڑی آسانی سے دو دو ڈھائی ڈھائی کھلتے کھلتی تھیں۔ ایک تار بھی نہیں ٹوٹتا تھا۔ پھر بھی وہاں کی سرکار اسکا وچار بھی نہیں کرتی ہے۔ اسکا کارن لٹا ہی ہے کہ آپ لوگوں نے اپنی کچھ باتیں لائبرٹ مان رکھی ہیں۔ اپنی ان لائبرٹ باتوں کو اب آپ چھوڑو۔ آپ یہ قبول کیجئے کہ ہم سب کو کام دینا ہے۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ گرام ادیوگوں کے سوا راستہ ہی نہیں ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ دیہات کے سب لوگوں کو کام دینے کی یوجنا حکومت دیہاتوں کو ہی کرنی چاہئے۔ ہم تو ہر جگہ یہی بتاتے آئے ہیں۔ لیکن اگر آپ ہی بتانے والے

آپ کو سوچنا یہ چاہئے کہ گندھی جیسے ایک آدمی اگر مشکل حالت میں اتنا کرسکا تو آج جبکہ اپنی سرکار ہے، کتنا ادھک ہونا چاہئے؟ یہ 'لئے حساب' (انویس پرپوزیشن) کی مثال ہے، لیکن آپ اسے 'سہدہ حساب' (ڈیریکٹ پرپوزیشن) کی مثال بنا کر حل کرنا چاہتے ہیں۔ حساب کے نہ جاننے کا یہ نتیجہ ہے۔

آپ کو سوچنا یہ چاہئے کہ گندھی جیسے ایک آدمی اگر مشکل حالت میں اتنا کرسکا تو آج جبکہ اپنی سرکار ہے، کتنا ادھک ہونا چاہئے؟ یہ 'لئے حساب' (انویس پرپوزیشن) کی مثال ہے، لیکن آپ اسے 'سہدہ حساب' (ڈیریکٹ پرپوزیشن) کی مثال بنا کر حل کرنا چاہتے ہیں۔ حساب کے نہ جاننے کا یہ نتیجہ ہے۔

2. शराब खोरी

अभी मैं सारे तेलंगाना में घूमकर आया हूँ, अहिंसा में मेरा विश्वास है, इसलिये मैं अपना काम करता रहा। लेकिन बैसा न होता तो मैं कम्युनिस्टों में दाखिल हुआ दिखाई देता, ऐसी वहाँ की हालत है। इन पांच-पचास या सौ बरसों में लोग वहाँ बराबर शराब पीते आए हैं। राष्ट्र के राष्ट्र ऊपर उठे, लेकिन उनमें कहीं जाग्रति नहीं। लेकिन इस बात की प्लानिंग कमीशन की रिपोर्ट में कहीं चर्चा नहीं है। इस बात की तरफ उनका कहीं ध्यान नहीं गया है। तेलंगाना के वेहात का जीवन मैं देखकर आया हूँ। जिस तरह आश्रम में शाम को प्रार्थना होती हुई दिखाई देती है, वही तरह वहाँ रोष मगड़े होते हुए दिखाई देंगे, मैंने खुद लोगों को इस तरह लड़ते हुए देखा है। उनका जीवन कैसे सुधर सकेगा, इसकी फिक्र इस कमीशन को बिल्कुल नहीं है।

3. आवसीदी पर रोक

परिवार बढ़ने के बारे आप कहते हैं—बाल-बच्चे कम पैदा कीजिये, मैं कहता हूँ—आप हमारे सेवक हैं या गुरु ? आपका काम हमें खिलाने का है, हिन्दुस्तान में प्रजा जियादा है, ऐसा मैं नहीं मानता, क्या आपका पैदायश-कन्ट्रोल के सम्बन्ध में अनुभव है ? प्रजा अधिक क्यों बढ़ती है, इस पर क्या आपने कभी विचार किया है ? सिंह के औलाद कम होती है, बकरी के जियादा होती है, आपके इस 'औलाद रोको' प्रचार से बच्चे किसके कम होंगे ? देहात में बच्चे कम होने की जरूरत है, और आज तो देहात में ही किसान के बच्चे जियादा होते हैं, गिरी हुई समाजी हालत की बदौलत यह सब हो रहा है, उसका हल्लाज औलाद-कन्ट्रोल नहीं है, बल्कि जीवन को ठीक दिशा में मोड़ना है, मैं सन्तान बढ़ने देने वाला हूँ, लेकिन साथ साथ यह भी कहने वाला हूँ कि जीवन की रीति ही ऐसी हो, जिससे 'सन्तान अपने आप ही कम हो और अच्छी हो, सन्तान अच्छी होने के लिये जिन बातों की जरूरत होती है, उन्हीं बातों की जरूरत सन्तान कम होने के लिये होती है, यह सबाल औलाद-कन्ट्रोल का नहीं है, बल्कि जीवन बदलने का और उसके मुताबिक हालात पैदा करने का है.

اب ایسی پریشانی تھی کہ وہ چاہے جو کچھ چاہے وہاں تک نہ جاسکے۔
چاہے جو کچھ ممکن ہو جائے، مجھے اعتراض نہیں ہے۔ پر آپ
اُنہ کہتے ہیں کہ سب کو کام دینا ممکن نہیں ہے۔ سارے
راشترو کو کام دینے کی جن پر ذمہ داری ہے، انہیں اگر یہ ممکن
نہیں معلوم ہوتا، تو انہوں نے استعفیوں دے دینا چاہئے !

2. شراب خودی

ابھی میں سارے تھلکانے میں ٹھوم کر آیا ہوں ۔
 اہلسا میں مہرا وشواس ہے ، اِس لئے میں اپنا کام کرتا
 رہا ۔ لیکن ویسا نہ ہوتا تو میں کمہونستوں میں داخل ہوا
 دکھائی دیتا ، اِسی وہاں کی حالت ہے ۔ اِن پانچ ، پچاس یا
 سو برسوں میں لوگ وہاں برابر شراب پیتے آئے ہیں ۔ راشتر
 ے راشتر اوپر آٹھ ، لیکن اُن میں کہیں جاگرتی نہیں ۔ لیکن
 اِس بات کی پُرتلگ کمہشن کی رپورت میں کہیں چرچا
 نہیں ہے ۔ اِس بات کی طرف اُن کا کہیں دھیان نہیں
 گیا ہے ۔ تھلکانے کے دیہات کا جیون میں دیکھو آیا ہوں ۔
 جس طرح آشرم میں شام کو پورا تنہا ہوتی ہوئی دکھائی
 دیتی ہے ، اُسی طرح وہاں روز چھکڑے ہوتے ہوئے دکھائی
 دینگے ۔ میں نے خود لوگوں کو اِس طرح لڑتے ہوئے دیکھا
 ہے ۔ اُن کا جیون کہسے سدھر سکے گا ، اِس کی فکر اِس
 کمہشن کو بالکل نہیں ہے ۔

3. آبائی پروک

پروچار بڑھانے کے بارے میں آپ کہتے ہیں — بال
 بچے کم پیدا کیجئے۔ میں کہتا ہوں — آپ ہمارے
 سیوک ہیں یا گرو؟ آپ کا نام ہمیں کہلانے کا ہے۔
 ہندستان میں پرچا زیادہ ہے، ایسا میں نہیں مانتا۔
 کیا آپ کا پیدا لیں کنٹرول کے سہندہ میں انہو ہے؟
 پرچا ادھک کیوں بھتی ہے، اس پر کیا آپ نے کبھی
 وچار کیا ہے؟ سنگھ کے اولاد کم ہوتی ہے، بکری کے زیادہ
 ہوتی ہے۔ آپ کے اس 'اولاد روکو' پرچار سے مجھے کس کے
 کم ہونگے؟ دیہات میں بچے کم ہونے کی ضرورت ہے۔
 اور آج دیہات میں ہی کسان کے بچے زیادہ ہوتے ہیں۔
 کڑی ہوئی سماجی حالات کی بدولت یہ سب ہو رہا
 ہے۔ اس کا علاج اولاد کنٹرول نہیں ہے، بلکہ جنون کو
 تھپک دشا میں روکنا ہے۔ میں سنگھ بڑھانے دینے والا
 ہوں، لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی کہنے والا ہوں کہ جنون کی
 دیت ہی ایسی ہو، جس سے سنگھ اپنے آپ ہی کم ہو
 اور اچھی ہو۔ سنگھ اچھی ہونے کے لئے جن باتوں کی
 ضرورت ہوتی ہے، انہیں باتوں کی ضرورت سنگھ کم ہونے
 کے لئے ہوتی ہے۔ یہ سوال اولاد کنٹرول کا نہیں ہے، بلکہ
 جنون بدلنے کا اور اسکے مطابق حالات پیدا کرنے کا ہے۔

ताल्लुक कायम करने के लिये उसकी सब्बी खिदमत की जाये जिसकी खातिर एक नई कौज—जो पुराने आना चाहें उन्हें मुबारक—खड़ी की जाय. हम रह रह कर सोचते हैं कि जवाहर लाल जी इस नेक काम में देरी क्यों कर रहे हैं और देश का दुखड़ा क्यों नहीं दूर करते जब कि वह सहज में दूर कर सकते हैं.

—सुरेश रामभाई

مطلق قائم کرنے کے لئے اُس کی سچی خدمت کی جائے جس کی خاطر ایک نئی فوج—جو پرانے آنا چاہیں انہیں مبارک—کھڑی کی جائے. ہم رہ رہ کر سوچتے ہیں کہ جواہر لال جی اس نیک کام میں دیر کیوں کر رہے ہیں اور ہمیشہ کا دکھوا کہیں نہیں دور کرتے جب کہ وہ سہج میں دور کر سکتے ہیں.

— سربش دام بھائی

‘सर्वोदय’ से

‘سرودے’ سے

हिन्दू सरकार का पंच साला प्लान

[प्लानिंग कमीशन के एक मेम्बर भाई राम कुरन पाटिल, 10 अगस्त 1951 को आचार्य विनोबा जी के आश्रम पौनार में हिन्दू सरकार के पंच साला प्लान पर उनकी राय जानने के लिये आए थे. विनोबा जी ने वर्दभरे लहजे में जो अपनी राय जाहिर की वह सितम्बर के ‘सर्वोदय’ में छपी है. उसका एक हिस्सा हम नीचे दे रहे हैं.—एडीटर]

1. सब को काम

आपकी सारी योजना में यह बात नहीं है कि हर एक को काम और खाना मिलेगा ही. भारत के विधान में आपने यह उसूल मान लिया है, फिर भी आपकी योजना में वह प्रतिज्ञा नहीं है. घर का मालिक हमेशा यह मानता है कि सारे कुनबे को खाना और काम अभी इसी वक्त मिलना चाहिये. वही तरह से सारे समाज का विचार करने के लिये सरकार की जरूरत होती है. यह उसूल मान कर जब आप योजना बनायेंगे तो सारी दृष्टि ही बदल जायेगी. इस दृष्टि से हमें क्या करना मुमकिन है, इसका विचार करना चाहिये. लेकिन इस दृष्टि से विचार नहीं किया जाता. उन्हें कौज चाहिये, बड़े पैमाने पर उद्योग चाहिये. यह सब मानकर ही यह योजना बनाई गई है, और फिर कहते हैं कि सब को काम देना मुमकिन नहीं है. मैं कहता हूँ कि मैं पहले सब को काम और अनाज दूंगा, सारी योजना इस दृष्टि से तैयार करूंगा.

सब को काम देने के बारे में आपको ऐसी प्रतिज्ञा करनी चाहिये कि कलौ तारीख से हम सब को काम देंगे.

ہندو سرکار کا پنج سالہ پلان

[پلاننگ کمیشن کے ایک ممبر بھائی دام کورن پاتل، 10 اگست 1951 کو آچاریہ ونوبا جی کے آشرم پونار میں ہندو سرکار کے پنج سالہ پلان پر ان کی رائے جاننے کے لئے آئے تھے. ونوبا جی نے درد بھرے لہجے میں جو اپنی رائے ظاہر کی وہ ستمبر کے ‘سرودے’ میں چھپی ہے. اسکا ایک حصہ ہم نیچے دے رہے ہیں. — اڈیٹر]

1. سب کو کام

آپ کی ساری پوجنا میں یہ بات نہیں ہے کہ ہر ایک کو کام اور کھانا ملے گا ہی. بھارت کے ودھان میں آپ نے یہ اصول مان لیا ہے، پھر بھی آپ کی پوجنا میں وہ پروتکھا نہیں ہے. گھر کا مالک ہمیشہ یہ مانتا ہے کہ ہمارے گھنہ کو کھانا اور کام ابھی اسی وقت ملنا چاہئے. اسی طرح سے سارے سماج کا وچار کرنے کے لئے سرکار کی ضرورت ہوتی ہے. یہ اصول مان کر جب آپ پوجنا بلاتوں گے تو ساری درشتی ہی بدل جائیگی. اس درشتی سے ہمیں کیا کرنا ممکن ہے، اس کا وچار کرنا چاہئے. لیکن اس درشتی سے وچار نہیں کیا جاتا. انہیں فوج چاہئے، بڑے پیمانے پر انڈسٹری چاہئے. یہ سب مان کر ہی یہ پوجنا بلائی گئی ہے، اور پھر کہتے ہیں کہ سب کو کام دینا ممکن نہیں ہے. میں کہتا ہوں کہ میں پہلے سب کو کام اور اناج دوں گا، ساری پوجنا اس درشتی سے تیار کروں گا.

سب کو کام دینے کے بارے میں آپ کو ایسی پروتکھا کرنی چاہئے کہ فلاں تاریخ سے ہم سب کو کام دیں گے.

لے کر دوں گا۔ جاتے تو ہمارے ہی کام تھا، لیکن ابھی تک جیتے تھے۔ جیسا کہ پہلے ہوتی تھی۔
 جیتے تھے۔ جیسا کہ پہلے ہوتی تھی۔
 جیتے تھے۔ جیسا کہ پہلے ہوتی تھی۔

اس خیال کی ہم ہر طرح سے تائید کرتے ہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کانگریس اس 'اصلی جوت' کے لئے کیا قدم اور کس طرح اٹھاتی ہے۔

صدر کے ایڈریس کے بعد تھراؤ شروع ہوئے۔ در تھراؤ سبجکٹ کھتی مہیں جھسا ہوا تھا صدر کی طرف سے پیش کئے گئے۔ پھر ہدیشی نہتی اور فرتے بلدی والے تھراؤ اعلیٰ اسپیکر کے ساتھ رکھے گئے۔ دوسرے دن 19 تاریخ کی شام کو آرٹھک پروگرام والا تھراؤ آیا جس پر کچھ چرچا چلی۔ لیکن سبجکٹ کھتی کی اس تھراؤ والی چرچا کے مقابلہ یہ چرچا بے جان اور کم پرجوش معلوم ہوتی تھی۔ چرچا کا جواب تو حکامی لہجے میں ہی دیا گیا۔ اس کے بعد اجلاس کو ختم کرتے ہوئے پلٹت جواہر لال کی تقریر ہوئی اور پھر ضابطے کے شرکے معافی کے بعد قومی گھت کے ساتھ کانگریس نے 57 ویں جلسے کی کاروائی ختم ہوئی۔

دلی کانگریس کے دولہا جواہر لال جی تھے، اس کے سب کچھ وہی تھے۔ سارا جھاسہ ان کے چاروں طرف مانو ناچ رہا تھا۔ کانگریس کے نمائندوں کی نگاہ جواہر لال جی پر تھی اور جواہر لال جی کی نگاہ انماہنوں پر۔ جواہر لال جی کے ہاہبماہب سے یہ مانو جواہر لال جی سے پوچھتے تھے، "پنڈت جی! ٹیکٹ ہمیں دیجیے گا یا نہیں؟" اور پنڈت جی کا جواب تھا، "بھ سب کچھ باہیہات ہے؟" یہ سب کیا باہیہات ہے؟ ملک میں جات پات یا بھد بھاؤ پھیلانے اور تباہی مچانے والی طاقتوں کے خلاف کمر کس کر آپ تیار ہیں یا نہیں؟"

دلی کانگریس میں ہمیں محسوس ہوا کہ آج ہندستان کی جلتا اور اس کے سر سرور جواہر لال کے بیچ میں نہتاؤں کی بڑی دیوار کھڑی ہوئی ہے۔ یہ نہتا وہ ہیں جنہوں نے بڑی ہمت اور بہادری سے انگریزی سامراج کا مقابلہ کر کے اسے چاروں خانے چت کرا دیا۔ لیکن اس لڑائی میں خود بھی دم دے گئے اور اب آرٹھ کے علاوہ کوئی دوسرا کام ان کے ہوتے کا نہیں ہے۔ اپنے جواہر لال کی بات انہیں بھاری ضرور لگتی ہے لیکن وہ اس پر عمل کرنے سے معذور ہیں اور اس پر ہی طرح معذور ہیں کہ جہاں ہیں وہاں سے ہٹنے کو بھی جی نہیں چاہتا، آگے بڑھنے کی کون کہہ۔ شاید اسی وجہ سے مہاتما گاندھی نے وصیت کی تھی کہ یہ نہتا بنے رہیں لیکن ان کا سلگتھن توڑ دیا جائے اور جلتا کے ساتھ سچا

گिरانا۔ ہمارے ہاتھ ہیں جنہیں ہم جیتا ہے
جیسے کیرا بکری بکریاں۔

اچھے ہونے کے بارے میں تو کھانا ہی کیا؟ پختہ
جواہر لال کی گینتی دنیا کے اچھے سے اچھے لکھنے
والوں میں ہے۔ انہوں نے اس میں کہا ہے کہ ہم
یہاں پر اصلیت کا سامنا کرنے اور آگے کا پروگرام طے کرنے
کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ ہم نے جو ہندوستان کی سہوا کی
وہ مصلحتیں اس وجہ سے نہیں کی کہ یہاں ہم پیدا ہوئے
بلکہ اس وجہ سے کی کہ ہم نے سوچا کہ ہمارا ہندوستان
کچھ اصولوں اور مقصدوں کا نمائندہ ہے، اور علم بردار ہے
انسان کی مادی اور روحانی ترقی کا اور انسانی سماج کی
ترقی کا۔ دنیا کی کشمکش پر روشنی ڈالتے ہوئے انہوں نے
تجلیاں کہ آج بہت کافی برائی پہیلی ہوئی ہے جس کا ہمیں
مقابلہ کرنا ہے لیکن اسکا مقابلہ انہیں طریقوں سے نہیں
کرنا چاہئے جو خود برائی سے لہاں ہیں اور نہ نفرت یا
ہنس سے یہ کام کامیابی کے ساتھ کیا جاسکتا ہے۔

لیکن اب دیہی کے سوالوں پر انہوں نے جو وچار ظاہر کئے
ہیں وہ ایک پردھان مندری کے ہیں نہ کہ لوک نیتا کے۔
مثلاً زمین کے بارے میں انہوں نے کہا وہ ایک گول مول
بات ہے جس سے نہ زمیندار کو شکایت ہوگی نہ کسی
حاکم کو، لیکن کسان کو کوئی منکوش نہ ہوگا۔ اسی طرح
خوارک کے معاملے میں سولہویں کو ضروری بتایا
ہے مگر اب تک یہ کہیں نہ ہوسکا اور کہیں کروڑوں میں اناج
باہر سے ملنا کر ملک بھیج دیا جا رہا ہے اس کا کوئی جواب
نہیں دیا۔ اس کے علاوہ پلاننگ کی دھائی دیتے ہوئے
پلاننگ کمیشن کے کارنامے کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ
”کچھ لوگوں کی رائے جو بھی ہو، میرا خیال ہے کہ
آگے چل کر سوچ و چار یا پلاننگ زیادہ تر اسی پانچ سال
پروجیکٹ کے اڈھار پر کیا جائیگا۔“ کہنے کی ضرورت نہیں کہ
جھڑیہ پلان بن گیا ویسے کافی پلان ہموشہ ملتے رہیں گے
لیکن ملک کے اندر ارد کے اوپر سفیدی برابر بھی فرق
نہیں ہوا کہونکہ پلان بنانے والے یعنی حکام لوگ اور ان کے
ساجھی دار یا جی ضروری کرنے والے ایک دنیا میں رہتے
ہیں اور معصوم دیہی دیکھی جلتا دوسری دنیا میں۔ دونوں
کے بھیج کی جو کھائی ہے وہ دن دن چوڑی ہی ہوتی جا
رہی ہے۔

لڑتے ہندو کے ہر خیال کو — جو جانے انجانے ہمارے
خیر کو کر لیتے ہیں — انہوں نے جو سے اکھاڑ پھینکے
کی اپیل کی، اور آخر میں کہا ہے —

”ایک چٹاؤ جیتنے یا ہارنے کو زیادہ مہتمم ہمیں
نہیں دینا چاہئے۔ اگر ہم اب اندر کی لڑائی جیت

فیر کرے بکری کے ہر لڑائی کو — جو جانے انجانے
ہمارے اندر ہر کر لیتے ہیں — انہوں نے جڈ سے اکھاڑ پھینکے
کی اپیل کی، اور آخر میں کہا ہے —

”ایک چٹاؤ جیتنے یا ہارنے کو زیادہ مہتمم ہمیں
نہیں دینا چاہیے۔ اگر ہم اپنے اندر کی لڑائی جیت

‘कुछ’ को जगह ‘बहुत’ लगव कर दिया), किसी भी प्रोग्राम का, जैसे बीमे का ही सही, राष्ट्रीकरण नहीं किया गया है। दूसरे भाई ने कहा कि जमीन के बारे में हमें इस ठहराव में साफ साफ कहना चाहिये कि वह हवा पानी की तरह सबकी है, गरीबों को उसे दे देना चाहिये और इस सिलसिले में आचार्य विनोबा भावे जो कदम उठा रहे हैं उनकी हम तारीफ करते हैं। इसी तरह से एक भाई ने कहा कि हमारे यहां की जो टैक्स सम्बन्धी नीति है उसे हमें ‘जांचना’ ही नहीं ‘बदलना’ चाहिये। मगर ऐसा लगता था कि ठहराव वाले लोग कांग्रेस प्लेट फार्म से नहीं हकूमत-हिन्द के मंच से बोल रहे थे जो—जैसा हर हकूमत का ढंग होता है—एक बिकने घड़े की तरह है और जो रस्ती भर टस-से-मस नहीं होना चाहती। इस बहस का जवाब बकिंग कमेटी के नए मेम्बर ने जो दिल्ली केबिनेट के नए मिनिस्टर हैं दिया वह अजीब-गरीब था। उन्होंने कहा कि बीमे का राष्ट्रीकरण हमें मंजूर है मगर आदमी कहां, जमीन पर सब का हक हमें मंजूर है मगर जिनके पास है उनसे लेकर बांटें कैसे, और दूसरी तरफ़ीमें मंजूर तो हैं मगर उन पर अमल अभी मुशकिल है। हमें महसूस हुआ कि आर्थिक प्रोग्राम पर कोई ठहराव कांग्रेस के लिये पास करना नामुमकिन है क्योंकि वह इस दायरे में कुछ नहीं कर सकती। अगर कर सकती है तो सिर्फ हकूमत की जी-हुजूरी और इसलिये अगर नाम के बास्ते करना ही था तो यह ठहराव पास कर देती—

‘कांग्रेस हकूमते-हिन्द के आर्थिक प्रोग्राम की पूरी तरह तारीफ़ करती है और जनता से अपील करती है कि वह दिन दूने रात चौगुने सरकार के इशारे पर चलती ही रहे।’

खुला इजलास एक दम खुले में हुआ क्योंकि 17 तारीख की शाम को सबजेक्ट कमेटी वाला पंचाल बिजली की फिटिंग की खराबी से जल गया था। जिस फुर्ती से स्वागत समिति ने खुले इजलास का इन्तज़ाम किया वह वाकई बधाई की चीज़ है। लेकिन धूप की वजह से यह इजलास शाम को साढ़े पांच बजे ही शुरू किया जा सका। पहले दिन सदर कांग्रेस पंडित जवाहर लाल नेहरू का एड्रेस हुआ। लेकिन जवाहर लाल जी ने जो एड्रेस पहले से लिख रखा था और जो छप कर तकसीम भी हो गया था उसके बजाय उन्होंने एक नया एड्रेस दिया। अपनी स्पीच में उन्होंने मौजूदा हालात पर रोशनी डालते हुए कांग्रेस वालों से अपील की कि जमाने की नई रफ़्तार को देख कर काम करें। उन्होंने कहा कि हमें लड़ने में लुत्क आता है और इसलिये हम चुनाव लड़ेंगे, हमें इस बात की परवाह नहीं कि हम जीतते हैं या हारते हैं। लेकिन हम उन चीज़ों को

‘कच्चे’ की जगह ‘पैठ’ (फैट) कहा) किसी भी प्रोग्राम के लिये हमें का ही सही, राष्ट्रीकरण नहीं किया गया है। दूसरे भाई ने कहा कि जमीन के बारे में हमें इस ठहराव में साफ साफ कहना चाहिये कि वह हवा पानी की तरह सबकी है, गरीबों को उसे दे देना चाहिये और इस सिलसिले में आचार्य विनोबा भावे जो कदम उठा रहे हैं उनकी हम तारीफ करते हैं। इसी तरह से एक भाई ने कहा कि हमारे यहां की जो टैक्स सम्बन्धी नीति है उसे हमें ‘जांचना’ ही नहीं ‘बदलना’ चाहिये। मगर ऐसा लगता था कि ठहराव वाले लोग कांग्रेस प्लेट फार्म से नहीं हकूमत-हिन्द के मंच से बोल रहे थे जो—जैसा हर हकूमत का ढंग होता है—एक बिकने घड़े की तरह है और जो रस्ती भर टस-से-मस नहीं होना चाहती। इस बहस का जवाब बकिंग कमेटी के नए मेम्बर ने जो दिल्ली केबिनेट के नए मिनिस्टर हैं दिया वह अजीब-गरीब था। उन्होंने कहा कि बीमे का राष्ट्रीकरण हमें मंजूर है मगर आदमी कहां, जमीन पर सब का हक हमें मंजूर है मगर जिनके पास है उनसे लेकर बांटें कैसे, और दूसरी तरफ़ीमें मंजूर तो हैं मगर उन पर अमल अभी मुशकिल है। हमें महसूस हुआ कि आर्थिक प्रोग्राम पर कोई ठहराव कांग्रेस के लिये पास करना नामुमकिन है क्योंकि वह इस दायरे में कुछ नहीं कर सकती। अगर कर सकती है तो सिर्फ हकूमत की जी-हुजूरी और इसलिये अगर नाम के बास्ते करना ही था तो यह ठहराव पास कर देती—

‘कांग्रेस हकूमत-हिन्द के आर्थिक प्रोग्राम की पूरी तरह तारीफ़ करती है और जनता से अपील करती है कि वह दिन दूने रात चौगुने सरकार के इशारे पर चलती ही रहे।’

कहा। अजलास एक दम खुले में हुआ क्योंकि 17 तारीख की शाम को सबजेक्ट कमेटी वाला पंचाल बिजली की फिटिंग की खराबी से जल गया था। जिस फुर्ती से स्वागत समिति ने खुले इजलास का इन्तज़ाम किया वह वाकई बधाई की चीज़ है। लेकिन धूप की वजह से यह इजलास शाम को साढ़े पांच बजे ही शुरू किया जा सका। पहले दिन सदर कांग्रेस पंडित जवाहर लाल नेहरू का एड्रेस हुआ। लेकिन जवाहर लाल जी ने जो एड्रेस पहले से लिख रखा था और जो छप कर तकसीम भी हो गया था उसके बजाय उन्होंने एक नया एड्रेस दिया। अपनी स्पीच में उन्होंने मौजूदा हालात पर रोशनी डालते हुए कांग्रेस वालों से अपील की कि जमाने की नई रफ़्तार को देख कर काम करें। उन्होंने कहा कि हमें लड़ने में लुत्क आता है और इसलिये हम चुनाव लड़ेंगे, हमें इस बात की परवाह नहीं कि हम जीतते हैं या हारते हैं। लेकिन हम उन चीज़ों को

اگر سربراہ کو اس غلطی میں کہ چلاؤ میں اپنی جگہ پکی یا مضبوط کر لیں۔ یہی وجہ ہے کہ سبجکٹ کمیٹی کی بحثیں پھمکی اور بے جان تھیں۔ صدر کی طرف سے دو تہہراؤ ہونے کے بعد — پہلے برس میں گذرے ہوئے کانگریس کے سہروں پر شوک اور کانگریس ودھان میں تبدیلی کے لئے کل ہند کانگریس کمیٹی کو اختیار — تین تہہراؤ پیش کئے گئے — ودیشی نہتی پر فرمے بلدی پر (یہ دونوں 17 تاریخ کو) اور آرٹیک پروگرام پر جو 18 تاریخ کو پیش ہوا۔ جہاں تک ودیشی نہتی والے تہہراؤ کی بات ہے اس میں حکومت ہند کی نہتی کی سولہ آنے ٹائید کرتے ہوئے کانگریس نے یونو میں اپنا وشواس ظاہر کیا اور پاکستان سے واسطہ رکھنے والے معاملوں کا شانتی سے فہصلہ کرنے کی اپیل کی۔ فرمے بلدی والے تہہراؤ میں کانگریس نے بتایا کہ دھرم یا جات پات یا سلسلہ کرتی تہذیب کسی بھی شکل میں فرمے بلدی سے منظور نہیں ہے اور اسے وہ ملک کے لئے گھانگ سمجھتی ہے۔

آرٹیک پروگرام والے تہہراؤ کو پوچھکر ہمیں کچھ شرم سی آتی ہے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ کانگریس طاقت ور اور دواٹ ملندوں کی جماعت ہے نہ کہ فریدیوں اور بے کسوں کی۔ اس تہہراؤ کو جب ہم پوچھتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ یہ ایک نرالے دماغ کی پیداوار ہے۔ اس میں الٹ ٹپ باتوں تک یا بے تک رکھدی گئی ہیں۔ خاص طور سے لچر بات زمین کے بارے میں ہے۔ اس میں کہا گیا ہے —

’ہندوستان کی آرتیک بنیاد زمین ہی ہے۔ یہاں کے خیتی تریکے کا اس طرح سے سنگٹن ہونا چاہئے تاکہ جو مصحت کرے اسے اس کا پھل مل سکے اور زمین کا آہوگ ساج کے لئے ایک دولت کے روپ میں کیا جائے۔‘

کہنے کو تو کچھ ضرور کہا ہے مگر ظاہر ہے کہ اصلی بات نہیں کہی گئی ہے — وہ یہ ہے کہ زمین اسی کی سمجھی جائے جو اس پر خود مصحت کرے نہ کہ اس کی جو کہتا کچھ ہے اور کرنا کچھ ہے۔ اسی طرح دیہاتی دھندوں کے بارے میں کہا ہے کہ ’انہوں اونچی سے اونچی تکنیکی لائق کے ساتھ کیا جانا چاہئے۔‘ شاید تہہراؤ لکھنے والے کے دماغ میں جاپان کا خیال آ رہا تھا۔ اس تہہراؤ میں ایک ادھ بات جو مصحت ہے وہ مصت ایک ایدیش کے طور پر ہے جس کا عمل سے کوئی واسطہ نہیں معلوم پوتا۔ ہمارا یہ خیال اس بحث کو سنکر اور بھی پکا ہو گیا جو اس تہہراؤ کے سلسلہ میں ہوئی۔

بحث کے دوران میں ایک بھائی نے کہا کہ سرکار نے چلتا کے مت میں کچھ بھی نہیں کہا ہے (جس پر صدر صاحب خفا ہو گئے اور پھر ان کے اصرار پر ان بھائی

اگر سربراہ کو اس غلطی میں کہ چلاؤ میں اپنی جگہ پکی یا مضبوط کر لیں۔ یہی وجہ ہے کہ سبجکٹ کمیٹی کی بحثیں پھمکی اور بے جان تھیں۔ صدر کی طرف سے دو تہہراؤ ہونے کے بعد — پہلے برس میں گذرے ہوئے کانگریس کے سہروں پر شوک اور کانگریس ودھان میں تبدیلی کے لئے کل ہند کانگریس کمیٹی کو اختیار — تین تہہراؤ پیش کئے گئے — ودیشی نہتی پر فرمے بلدی پر (یہ دونوں 17 تاریخ کو) اور آرٹیک پروگرام پر جو 18 تاریخ کو پیش ہوا۔ جہاں تک ودیشی نہتی والے تہہراؤ کی بات ہے اس میں حکومت ہند کی نہتی کی سولہ آنے ٹائید کرتے ہوئے کانگریس نے یونو میں اپنا وشواس ظاہر کیا اور پاکستان سے واسطہ رکھنے والے معاملوں کا شانتی سے فہصلہ کرنے کی اپیل کی۔ فرمے بلدی والے تہہراؤ میں کانگریس نے بتایا کہ دھرم یا جات پات یا سلسلہ کرتی تہذیب کسی بھی شکل میں فرمے بلدی سے منظور نہیں ہے اور اسے وہ ملک کے لئے گھانگ سمجھتی ہے۔

آرٹیک پروگرام والے تہہراؤ کو پوچھکر ہمیں کچھ شرم سی آتی ہے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ کانگریس طاقت ور اور دواٹ ملندوں کی جماعت ہے نہ کہ فریدیوں اور بے کسوں کی۔ اس تہہراؤ کو جب ہم پوچھتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ یہ ایک نرالے دماغ کی پیداوار ہے۔ اس میں الٹ ٹپ باتوں تک یا بے تک رکھدی گئی ہیں۔ خاص طور سے لچر بات زمین کے بارے میں ہے۔ اس میں کہا گیا ہے —

’ہندستان کی آرتیک بنیاد زمین ہی ہے۔ یہاں کے خیتی طریقے کا اس طرح سے سنگٹن ہونا چاہئے تاکہ جو مصحت کرے اسے اس کا پھل مل سکے اور زمین کا آہوگ ساج کے لئے ایک دولت کے روپ میں کیا جائے۔‘

کہنے کو تو کچھ ضرور کہا ہے مگر ظاہر ہے کہ اصلی بات نہیں کہی گئی ہے — وہ یہ ہے کہ زمین اسی کی سمجھی جائے جو اس پر خود مصحت کرے نہ کہ اس کی جو کہتا کچھ ہے اور کرنا کچھ ہے۔ اسی طرح دیہاتی دھندوں کے بارے میں کہا ہے کہ ’انہوں اونچی سے اونچی تکنیکی لائق کے ساتھ کیا جانا چاہئے۔‘ شاید تہہراؤ لکھنے والے کے دماغ میں جاپان کا خیال آ رہا تھا۔ اس تہہراؤ میں ایک ادھ بات جو مصحت ہے وہ مصت ایک ایدیش کے طور پر ہے جس کا عمل سے کوئی واسطہ نہیں معلوم پوتا۔ ہمارا یہ خیال اس بحث کو سنکر اور بھی پکا ہو گیا جو اس تہہراؤ کے سلسلہ میں ہوئی۔

بحث کے دوران میں ایک بھائی نے کہا کہ سرکار نے چلتا کے مت میں کچھ بھی نہیں کہا ہے (جس پر صدر صاحب خفا ہو گئے اور پھر ان کے اصرار پر ان بھائی

بائیں ساؤن بوائے کوکا-کولا جیسی نشیلی چیز کا یا جو اب نئی ٹیشن میں آ رہی ہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ ان ہماروں سے سوائٹ کمیٹی نے کتنا پیسہ کما لیا یا یہ پیسے کے نئے انداز کا—جسے پلڈت جواہر لال نہرو نے 'Approach' سمجھنا چاہئے — نمونہ ہے۔

کانگریس ویسے تو 66 برس کی ہے لیکن آزادی کی لڑائی کے دوران میں کبھی بار اجلاس نہ ہو سکنے کی وجہ سے یہ 57 واں اجلاس ہی تھا۔ اس کے کرنے کا کسلا پیچھے ستمبر کے مہینے میں ہی کیا گیا تھا جب کہ کل کانگریس کی ایک ہیٹھک میں پلڈت جواہر لال نہرو جس کے صدر چلے گئے۔ ہمیں وہ دیکھ بھری کہانی کی ضرورت نہیں کہ کہیں پلڈت جواہر لال نے ک کمیٹی سے استعفیٰ دیا، کس طرح پیچھے صدر بابو نم داس ٹنڈن نے اپنی ورکنگ کمیٹی کو بدلنے سے کہا، اور پھر کس طرح ٹنڈن جی نے استعفیٰ دیا۔ یہ ضرور کہیں کہ کانگریس والوں نے محسوس کی اسکی خستہ حالت میں جواہر لال کے ملاوہ کوئی ا چارہ ان کے پاس نہیں ہے اور اسلئے وہ یہ جاننا ہے کہ اس موقع پر پلڈت جی کا ہمارے لئے کیا ہے یا حکم ہے۔

کانگریس اجلاس کا دستور ہے، شروع میں سبجکٹ کی ہیٹھک ہوتی ہے جو ورکنگ کمیٹی کے تیار تھراؤں پر غور بحث کر کے انہیں کہلے اجلاس کے مکمل بناتی ہے۔ سبجکٹ کمیٹی کی یہ ہیٹھک 17 تاریخ کو صبح کے وقت ہوئی۔ 17 کی صبح ہیٹھک شروع ہوئی تو پیچھلی رات کی درد بھری رات پر غور — راولپنڈی میں ایک پائل کا پاکستان کے بڑے نواب زادہ لہالت علی خاں کو مار دینا — کا اثر کے دل پر تھا اور خاص کر پلڈت جواہر لال کے دل پر۔ اندر کئی مہینوں سے ایسی فرقے اورانہ اور جنگلی اس کے خلاف لڑنے کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں۔

پلڈت جواہر لال نے اپنی شروع کی اسپیچ میں ہی بدلتی حالت کی چرچا کی، بتایا کہ اس میں تان کیا پارٹ کھیل رہا ہے اور اس کے اندر کانگریس فرہس ہے۔ انہوں نے کہا کہ کانگریس کے سامنے حال ہونے والے چٹاؤ میں سب کچھ نہیں ہیں، وہ بعض اس کاموں میں سے ایک کام ہے، باقی کام میں جلتا کے میں جانا اور اس کے دل میں طرح طرح کی سے گھر پانا۔ لیکن ہمیں یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ کمیٹی کے ممبر ہائی لوگ کمیٹی کی کاروائی میں نہ دے کر الگ الگ گٹوں میں ہیٹھک آپس میں کر رہے تھے اور چٹاؤ کا بہت ان پر سوار تھا۔ شاید

کانگریس ویسے تو 66 برس کی ہے کہ لیکن آزادی کی لڑائی کے دوران میں کبھی بار اجلاس نہ ہو سکنے کی وجہ سے 57 واں اجلاس ہی تھا۔ اس کے کرنے کا فیصلہ پیچھے ہر کے مہینے میں ہی کیا گیا تھا جب کہ کل کانگریس کی ایک ہیٹھک میں پلڈت جواہر لال نہرو جس کے صدر چلے گئے۔ ہمیں وہ دیکھ بھری کہانی کی ضرورت نہیں کہ کہیں پلڈت جواہر لال نے ک کمیٹی سے استعفیٰ دیا، کس طرح پیچھے صدر بابو نم داس ٹنڈن نے اپنی ورکنگ کمیٹی کو بدلنے سے کہا، اور پھر کس طرح ٹنڈن جی نے استعفیٰ دیا۔ یہ ضرور کہیں کہ کانگریس والوں نے محسوس کی اسکی خستہ حالت میں جواہر لال کے ملاوہ کوئی ا چارہ ان کے پاس نہیں ہے اور اسلئے وہ یہ جاننا ہے کہ اس موقع پر پلڈت جی کا ہمارے لئے کیا ہے یا حکم ہے۔

کانگریس اجلاس کا دستور ہے، شروع میں سبجکٹ کی ہیٹھک ہوتی ہے جو ورکنگ کمیٹی کے تیار تھراؤں پر غور بحث کر کے انہیں کہلے اجلاس کے مکمل بناتی ہے۔ سبجکٹ کمیٹی کی یہ ہیٹھک 17 تاریخ کو صبح کے وقت ہوئی۔ 17 کی صبح ہیٹھک شروع ہوئی تو پیچھلی رات کی درد بھری رات پر غور — راولپنڈی میں ایک پائل کا پاکستان کے بڑے نواب زادہ لہالت علی خاں کو مار دینا — کا اثر کے دل پر تھا اور خاص کر پلڈت جواہر لال کے دل پر۔ اندر کئی مہینوں سے ایسی فرقے اورانہ اور جنگلی اس کے خلاف لڑنے کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں۔

پلڈت جواہر لال نے اپنی شروع کی اسپیچ میں ہی بدلتی حالت کی چرچا کی، بتایا کہ اس میں تان کیا پارٹ کھیل رہا ہے اور اس کے اندر کانگریس فرہس ہے۔ انہوں نے کہا کہ کانگریس کے سامنے حال ہونے والے چٹاؤ میں سب کچھ نہیں ہیں، وہ بعض اس کاموں میں سے ایک کام ہے، باقی کام میں جلتا کے میں جانا اور اس کے دل میں طرح طرح کی سے گھر پانا۔ لیکن ہمیں یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ کمیٹی کے ممبر ہائی لوگ کمیٹی کی کاروائی میں نہ دے کر الگ الگ گٹوں میں ہیٹھک آپس میں کر رہے تھے اور چٹاؤ کا بہت ان پر سوار تھا۔ شاید

ہمارے جاکیر، میں अपना गिलास ठठाता हूँ और अब वह गिलास मेरे बाएं हाथ में है और बाएं हाथ से अब मैं लिख रहा हूँ.

लेखक—भ. दी.

तुम्हारा अपनाही
नन्द किशोर मेहरा

ہمارے ڈاکر، میں اپنا گلاس اٹھاتا ہوں اور اب وہ گلاس میرے بائیں ہاتھ میں ہے اور دائیں ہاتھ سے اب میں لکھ رہا ہوں.

تمہارا اپنا ہی
نند کھور مہرا

لیکھک — ب. د.

دिल्ली कांग्रेस

कांग्रेस के दोस्त हों या मुत्सलिक, अक्सर लोगों को शिकायत है कि इस वक्त जब कांग्रेस के पास कोई नई बात कहने को नहीं थी तब इतना बड़ा जलसा करके लाखों रुपए बहाने की क्या जरूरत थी. लेकिन हमारा खयाल है कि कांग्रेस अब तक सिन्दा है तब तक उसे अपना सालाना इजलास करने की परम्परा कायम रखनी चाहिये. मगर अहमदाबाद में कुल हिन्दू कांग्रेस कमेटी की 29,30 जनवरी वाली बैठक में जो कांग्रेस का नया विधान बना है उसमें कांग्रेस इजलास और चुनाव हर दूसरे साल करने का तय पाया जो एक बदक़िसमती का फ़ैसला है, खास कर आज कल के जमाने में जब दुनिया के हालात तेज़ी से बदल रहे हैं. हमें यकीन है कि अगर साल दर साल का तरीका जारी रहता तो न पंडित जवाहर लाल नेहरू को वर्किंग कमेटी से इस्तीफा देने की ज़रूरत पड़ती और न कांग्रेस के अन्दर इतनी बेलुकी पैदा होती जो पिछले दो महीनों में हुई. लेकिन अगर हर इजलास के मौके पर कांग्रेस के पास नई चीज़ ऐसी नहीं है जो वह मुल्क के आगे पेश करे तो यह कांग्रेस के बुढ़ापे की अलामत है.

दिल्ली कांग्रेस नई दिल्ली में बड़े बज़ीर के बंगले से चन्द फ़रलांग की दूरी पर 17, 18, 19 अक्टूबर को हुई— उस जगह का नाम दिल्ली की एक बहादुर और जानिसार बेटी के नाम पर सत्यवती नगर रखा गया था. वैसे इस जगह पर विदेशी राज दूतों की बस्तियां बसने वाली हैं. देखते ही जो इस कांग्रेस की खास बात मालूम पड़ती थी वह यह कि नुमायश नाम की चीज़ का इस मरतबा कहीं पता ही नहीं है. इधर कई बरस से नुमायश कांग्रेस इजलास का खास हिस्सा समझी जाती थी. शाब्द समय की कमी की वजह से स्वागत कमेटी उसका बन्दोबस्त नहीं कर सकी. लेकिन हमें यह देखकर हैरत हुई कि सत्यवती नगर में बसते ही जो बड़े बड़े साइन-बोर्ड दिखते थे वह दिल्ली के सिनेमाओं के इशतिहार थे और एक बड़ा लम्बा

دلی کانگریس

کانگریس کے دوست ہوں یا مخالف، اکثر لوگوں کو شکایت ہے کہ اس وقت جب کانگریس کے پاس کوئی نئی بات کہنے کو نہیں تھی تب اتنا بڑا جلسہ کر کے لاکھوں روپے بہانے کی کیا ضرورت تھی. لیکن ہمارا خیال ہے کہ کانگریس جب تک زندہ ہے تب تک اسے اپنا سالانہ اجلاس کرنے کی پرمہورا قائم رکھنی چاہئے. مگر احمدآباد میں کل ہند کانگریس کمیٹی کی 29,30 جنوری والی ہفتک میں جو کانگریس کا نیا ودھان بنا ہے اس میں کانگریس اجلاس اور چناؤ ہر دوسرے سال کرنے کا طے پایا جو ایک بدقسمتی کا فیصلہ ہے، خاص کر آجکل کے زمانے میں جب دنیا کے حالات تیزی سے بدل رہے ہیں. ہمیں یقین ہے کہ اگر سال در سال کا طریقہ جاری رہتا تو نہ پانڈت جواہر لال نہرو کو ورکنگ کمیٹی سے استعفیٰ دینے کی ضرورت پڑتی اور نہ کانگریس کے اندر اتنی بے لطفی پیدا ہوتی جو پچھلے دو مہینوں میں ہوئی. لیکن اگر ہر اجلاس کے موقع پر کانگریس کے پاس نئی چیز ایسی نہیں ہے جو وہ ملک کے آگے پیش کرے تو یہ کانگریس کے بڑھاپے کی علامت ہے.

دلی کانگریس نئی دلی میں بڑے وزیر کے بنگلے سے چند فرلانگ کی دوری پر 17, 18, 19 اکتوبر کو ہوئی— اس جگہ کا نام دلی کی ایک بہادر اور جان نثار بھتی کے نام پر ستھوتی نگر رکھا گیا تھا. ویسے اس جگہ پر ویشی واپے درتوں کی بستھیاں بسنے والی ہیں. دیکھتے ہی جو اس کانگریس کی خاص بات معلوم ہوتی تھی وہ یہ کہ نمائش نام کی چیز کا اس مرتبہ کہیں پتہ ہی نہیں ہے. ادھر کئی برس سے نمائش کانگریس اجلاس کا خاص حصہ سمجھی جاتی تھی. شاید سمے کی کمی کی وجہ سے ہوائف کمیٹی اس کا بندوبست نہیں کر سکی. لیکن ہمیں یہ دیکھکر حیرت ہوئی کہ ستھوتی نگر میں کھستے ہی جو بڑے بڑے سائن بورڈ دکھتے تھے وہ دلی کے سلیمائوں کے اشتہار تھے اور ایک بڑا لمبا

بکھڑا ہوا، اب تو مجھے کچھ دیکھ رہی ہے۔ تو میں نے
 سارے اُن چٹکوں کو بچے لہتا ہوں جو کھٹکتے اُنکا
 اُنکا نہیں جانتے کہ موقع ہے موقع بھول کر تجھے
 لے آئوں اور مجھے کبھی کوئی ضروری بات کی یاد دلا
 . جب یہ چٹکے اُنکا بھی کام نہیں کر سکتے تو اُن کا
 نہ ہونا بیکار . لو' میں تمہیں چور چور کر بکھڑتا
 اور ابھی تو کہا' ابھی تو میں تمہیں آگ کے سہرے
 . میں دنیا میں تمہارا کوئی بھی نشان نہ دھلے
 . تم نے مجھے رمضانی کی نظر میں گرا دیا' اُنکا ہی
 . تم نے مجھے شہلا شکر اور اُن کی ماں کی نظروں
 بھی گرا دیا .

پے یاد، تو یہ کھڑ بچ نہیں سکتی کہ تو میری
 چٹکوں کو لے گئی تھی' یہ دلیل مہری ہے . اب تو
 دلیل لے کر میرا مقابلہ نہیں کر سکتی . میرے
 میں تیرے دھلے کے لئے ہے کرائے کی کوٹھری صرف اسی
 کے لئے تو ملی ہے کہ تو وقت ہے وقت میرے کام آئے
 تجھ سے ایسی بے انصافی نہ ہونے دے جھسی آج
 ہی . میں یہ ہوگیا ماننے کو تھا نہیں کہ تو غیور حاضر
 . تو غیور حاضر ہونا تو جانتی ہی نہیں . ہاں' تو اپنی اور
 لمبوں سے باتوں میں لگ جانے میں ہوشیار ہے . اور جب
 اُن سہیلوں سے باتوں کرنے لگے تب تو جھٹ آ کوئی
 میں جانتا ہوں آج تو ضرور کسی سہیلی یا سہیلوں
 ساتھ رنگ دھان سنا دھی ہوگی تبھی تو ذرا سی بھول
 و نے مہری عزت کو خاک میں ملا دیا اور سب کی
 میں نہیں بچے گرا دیا . قانونی ہے جان ہے اُسے معاف
 جا سکتا تھا ہر تو تو جان دار ہے' تجھے معاف نہیں
 جا سکتا . ہاں' مجھے معلوم ہے کہ تیری اور مہری
 جان ہے پر میں آج تیری جان لینے کے لئے اُس
 دھیمان ہی نہ دوں گا بلکہ تیری جان لے کر میں اپنی
 بھی لے لوں گا . جان سے بھی زیادہ پیاری چھڑ ہے
 . آہو گئی تو جان کا ہونا نہ ہونا بیکار . آدمیت
 آدمی کہسا' انسانیت بغیر انسان کہسا اور آہو بغیر
 کہسی .

پے یاد، بس اب تو تیار ہوجا اور اپنے مرنے سے پہلے
 کو تجھے یاد کرنا ہو یاد کر لے . پر کیا تو اس قابل
 کی ہے کہ کسی کو یاد کر سکے .

میں قانونی اور یاد کو کوسنے میں اتنی ہی طرح لگا
 میں رمضانی کے بارے میں کچھ سوچ ہی نہ پایا .
 میرے من نے یہ مان لیا کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا
 جیتے جی اب یہ چہرہ اُس قابل نہیں ہے کہ اُسے
 پائی تو کیا اُس کے بچے اور اُن بچوں کی ماں بھی
 ہو سکے .

میں قانونی اور یاد کو کوسنے میں اتنی ہی طرح لگا
 میں رمضانی کے بارے میں کچھ سوچ ہی نہ پایا .
 میرے من نے یہ مان لیا کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا
 جیتے جی اب یہ چہرہ اُس قابل نہیں ہے کہ اُسے
 پائی تو کیا اُس کے بچے اور اُن بچوں کی ماں بھی
 ہو سکے .

میں قانونی اور یاد کو کوسنے میں اتنی ہی طرح لگا
 میں رمضانی کے بارے میں کچھ سوچ ہی نہ پایا .
 میرے من نے یہ مان لیا کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا
 جیتے جی اب یہ چہرہ اُس قابل نہیں ہے کہ اُسے
 پائی تو کیا اُس کے بچے اور اُن بچوں کی ماں بھی
 ہو سکے .

میں قانونی اور یاد کو کوسنے میں اتنی ہی طرح لگا
 میں رمضانی کے بارے میں کچھ سوچ ہی نہ پایا .
 میرے من نے یہ مان لیا کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا
 جیتے جی اب یہ چہرہ اُس قابل نہیں ہے کہ اُسے
 پائی تو کیا اُس کے بچے اور اُن بچوں کی ماں بھی
 ہو سکے .

میں قانونی اور یاد کو کوسنے میں اتنی ہی طرح لگا
 میں رمضانی کے بارے میں کچھ سوچ ہی نہ پایا .
 میرے من نے یہ مان لیا کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا
 جیتے جی اب یہ چہرہ اُس قابل نہیں ہے کہ اُسے
 پائی تو کیا اُس کے بچے اور اُن بچوں کی ماں بھی
 ہو سکے .

डायरी लिखना गुनाह है गुनाह. डायरी लिखना
 द्वायत को किताब में बन्द कर देना है. सब कुसूर इस
 यरी का है. अगर मैंने डायरी न लिखी होती तो यह
 तें मैं कभी न भूलता और आज इतना बड़ा जुल्म मेरे
 यों न हुआ होता जो मैं कर बैठा हूँ. जीवन लाल मेरा
 है पर वह मेरी तरह सुसलमानों का दोस्त तो नहीं
 रमणानी मुझे बेटे जैसा प्यारा है पर जीवनलाल तो
 बानी को साँप समझता है. और फिर वह पुलिस का
 म्रद है. उसे अपने मुकदमे की जीत से काम, सचाई से
 करोकार. और मैं जीवनलाल को कुछ भी कह देने का
 र थी क्यों ? मैंने जो बयान दिया है किसी दबाव से
 दिया, खुशी से दिया है. गलत बयानी में मेरा कुसूर है
 फिर रुब छे जिंदा कुसूर है इस डायरी का. यह
 डायरी, मेरी याद को अपने बरतों में छिपा बैठी
 फिर मुझे छिपाई शोला की मारफत. और बताने
 गई तो उस वक्त जब मैं अपने हाथ कटा चुका और
 शरीर की बचाने पुलिस इन्स्पेक्टर के हाथ साँप चुका.
 यह डायरी बेजान थी जो कह कबखत बेजान ही क्यों
 ती रही. और अगर यह बोझी ही थी तो शोला से क्यों
 1. मुझसे बोलती, मेरी डायरी थी शोला डायरी नहीं
 1. इसलिये उसकी याद डायरी का काम देती है और
 जन्दा डायरी है. उसने मेरी डायरी की याद शोला को
 1. और मैं अपनी डायरी की याद भूल बैठा क्योंकि
 कबखत डायरी मेरी याद मुझ से छीने चुकी थी. ऐ

قائری لکھنا لکھا ہے گناہ . قائری لکھنا یادداشت
کو کتاب میں بلند کر دینا ہے . سب تصور اس قائری کا
ہے . اگر میں نے قائری نہ لکھی ہوتی تو یہ باتیں میں
لکھی نہ پہنچتا . اور آج اتنا ہوا ظلم میرے ہاتھوں نہ
ہوا ہوتا جو میں کر بیٹھا ہوں . چہرہ لال میرا دوست
ہے پر وہ میری طرح مسلمانوں کا دوست تو نہیں ہے .
پرمشانی مجھے بھٹے جیسا پیارا ہے پر چہرہ لال تو رمضان
کو سائپ سمجھتا ہے . اور پھر وہ پولیس کا امسر ہے . اُسے
اپنے مقدسے کی جدت سے کام 'سچائی سے کہا سروکار . اور
میں چہرہ لال کو کچھ بھی کہہ دینے کا حقدار یہی کہوں؟
میں نے جو بیان دیا ہے کسی دہاز سے نہیں دیا ، خوشی
سے دیا ہے . غلط بیانی میں میرا تصور ہے اور پھر سب سے
پہلے تصور ہے اس قائری کا . یہ کمبخت قائری میری
جہاد کو اپنے پرزوں میں چھوڑا بیٹھی اور پھر مجھے بتائے
آئی شیعہ کی معرفت . اور بتائے بھی آئی تو اُس وقت
جب میں اپنے ہاتھ لگا چکا اور اپنا دستخطی بیان پولیس
انسپیکٹر کے ہاتھ سونپ چکا . جب یہ قائری نے جان
کہی تو یہ کمبخت نے جان ہی کہوں نہ پکی رہی .
اور گھر پر پہنچی تو شیعہ سے کہوں ہوئی . مجھ سے
پوچھی 'میری قائری تھی . شیعہ قائری نہیں دیکھتی اس
لئے اُسکی یاد قائری کا کام دیتی ہے اور وہ زندہ
قائری ہے . اُس نے میری قائری کی یاد شیعہ کو دلا دی
اور میں اپنی قائری کی یاد بھول بیٹھا کہونکہ یہ کمبخت
قائری میری یاد مجھ سے چھوڑ چکی تھی . اے

میں اپنی سبکی بھی بھ کر رہ گیا۔
میں اس کے جواب میں کہہ کر شہلا سے کہی کہ
کی بچہ اب بڑا ہو گیا۔ اور اس سے کہا کہ
اب تم چلو۔ اور اس سے کہا کہ اب تم کو
میں سے کہی کہ اب تم کو چل دے۔ اس کے
نے کے بعد میں نے کمرے کا دروازہ بند کر لیا۔

لڑکی کے اس بیان سے میری یاد کچھ دہری تو ہوئی
جی یہ طے نہ کر پایا کہ سچ ہے یا یہ چال
ہائی تو پاکستان چلتے وقت انعام یا یادگار کے روپ
ن دے دیا تھا۔ اب میرے دل کا یہ حال تھا کہ وہ
ہی یہ کہتا تھا کہ ہاں دیا تو تھا اور کہی یہ کہتا
ا کہ نہیں بالکل نہیں دیا تھا۔ انعام میں ملا چاقو
میں اس طرح دیا جا سکتا ہے۔ ہاں ایک بات ضرور
کہ اس چاقو کو میں نے شہلا کو دیا تھا اور نہ شہلا
۔ یہاں تک کہ شہلا کی ماں کو بھی اس چاقو کو
جتنے ہوئے میں جھجھکتا تھا۔ پر نہ جانے کہیں رہی
۔ ساتھ میں دیتے مجھے نہ کوئی جھجھک ہوئی اور
میں کچھ سوچ میں پڑتا تھا۔ شاید اسکی یہ وجہ
ہی ہو کہ رہائی اسکو تھیک طرح سے دیتا تھا
ر اس کا ٹھیک ٹھیک استعمال بھی جانتا تھا۔
پر یہ سب باتیں اس بات کا ثبوت نہیں ہیں کہ
میں اس انعامی چاقو کو رہائی کو دے ڈالوں۔
یسی بیماری چیز کسی دوسرے کو نہیں دی جا سکتی
جب تک کہ اس سے زیادہ بیماری بات میرے سامنے نہ
ہو۔ اسی طرح سوچتے سوچتے مجھے یہ بھی یاد آگیا کہ
رہائی کی جدائی کے وقت میری آنکھوں پر ہونٹیں
نہیں پر چاقو دینے کی یہ بھی کوئی زوردار دلیل نہیں
تھی۔ بھ چاقو بھی کوئی چیز ہے جو ایسے موقع پر دیا
جائے۔ میں جتنا بھی سوچتا تھا اسی نتیجے پر پہنچتا
تھا کہ وہ چاقو میں نے رہائی کو نہیں دیا۔ بہت
سوچتے پر اتنا یاد آیا کہ رہائی کے چلتے وقت میں نے
قرار کھولا تھا اور اس میں سے رہائی کو دینے کے لئے
پانچ روپے نکالے تھے۔ روپے نوٹ نہیں۔ تب چاقو دار میں
تھا اور روپے چاقو کے نیچے تھے۔ چاقو ہٹا کر روپے نکالے
تھے۔ پر چاقو دینے کی بات یاد کے کسی کوئے میں
تھوکتے نہیں ملتی تھی۔ بہت سوچتے پر بھی میں
یہ طے نہ کر پایا کہ میں نے چاقو رہائی کو دیا۔ شہلا
کی بات میں میں ماننے کو تھا کہ تھا کہ جس طرح میری
اگر یہ یاد غلط ہے کہ میں نے رہائی کو چاقو نہیں دیا تو
شہلا کی یہ یاد بھی تو غلط ہو سکتی ہے کہ میں نے رہائی
کو چاقو دیا تھا۔ اور پھر یہی کہا ہے کہ اسکی رہائی
ہی ہے۔ یہ بات نہ میں نے اسکو صاحب سے پہچانی تھی
اور نہ شہلا ہی نے اس بیان میں پکائی۔ یہ دعویٰ میں
نے ہی نہیں کیا تھا۔ اسکو تو میں نے کہا اور تھوڑی دیر میں

”میں نے کہا کہ ایک آسانی کی تلاش میں مبتلا ہے۔
وہ جواب دے گا کہ میں نے۔ میں کل ہی اسکو محسوس
کے سامنے رکھ کر لے والا ہوں۔“

”یہ ہے کون جو صرف مہرا چاقو چرا لے گیا۔ مہرے
کمرے میں چاقو سے زیادہ قیمتی اور زیادہ ہلکی دستوں
ایسی چھڑیں ہیں جن میں سے کسی ایک کو بھی لے
جانا تو آسانی سے کہیں بیچ کر اچھے دام اٹھا لوں گا۔ یہ
محبوب بھوتوں چور ہے جو اٹھا کر لے گیا مہرا انعام میں
چاقو۔ ہوشک اسنے مہری پہاڑی چور چرا کر مجھے
تکلیف تو دی پر خود اسکے تو کچھ ہاتھ نہ آیا۔“

”اٹا کر سونے کی چھڑیں چور کر بلندق اور کارتوس پر
سب سے پہلے ہاتھ مارتے ہیں اور گٹھکتے اور معمولی چور
چاقو قہلچئی کو آپکی کھڑی سے زیادہ قیمتی سمجھتے
ہیں۔“

”تو کیا مہرا چاقو گٹرکٹوں کے کام کا ہے۔ یہ تو بھائی
قلم تراش ہے قلم تراش۔“

”تو تو ہے، جہاں تراش کا کام بھی دے سکتا ہے۔“

اس طرح توڑی دیر ٹپ شپ ہانک کر اور مہرا
مہرا لے کر جہوں لال جی چل دیئے۔

ابھی اُن کو گئے مرنے آدھا گھنٹہ بھی نہ بھتا ہوا کہ
مہری لوکی شدہ کالج سے واپس آ پہنچی اور سہمی
مہرے کرے میں آئی اور مجھ سے بولی :-

”بابو جی! وہ آپ کا چاندی کا چاقو تو میں نے آج
پونیس انسپکٹر جہوں لال کے ہاتھ میں دیکھا، وہ اسکو
ہمارے پروفیسر ندانی کو دے رہا ہے۔ وہ اُس کے
بھائی ہوتے ہیں نہ۔ بابو جی، جب مہری نظر اُس
چاقو پر پڑی تو میں پوچھ بیٹھی کہ یہ چاقو آپ کے پاس
کھسے۔ یہ چاقو تو ہمارے بابو جی نے وہاں اُس وقت
انعام میں دے دیا تھا جب وہ پاکستان کے لئے روانہ
ہو رہا تھا۔ اس چاقو کو تو ہمارے بابو جی ہمارے ہاتھ
میں بھی نہیں دیتے تھے۔ اس چاقو سے تو اُن کا چہرہ اسی
بھٹائی ہی اُن کی بدسل بنایا کرتا تھا۔ یہ آپ کے پاس
کھسے آگیا۔ کیا اس نے آپ کو بیچ دیا؟ اور یہ آپ کے پاس
لب سے ہے؟ بابو جی، اسکے جواب میں جہوں لال جی
نے صرف اتنا ہی کہا کہ نہیں نہیں، تم غلطی پر ہو۔
ہمارے پتاجی کے کمرے سے یہ چور ہوا ہے اور ہم اُن
سے ابھی پوچھ کر آ رہے ہیں۔ وہ چاقو کئی اور ہوگا جس
پر تم بات کر رہی ہو۔ بابو جی، میں نے وہ چاقو اُن
سے دیکھنے کے لئے مالٹا پر اُنہوں نے مجھے نہیں دیا۔
وہ کچھ آگے اور بچا، فوراً اٹھ کر سہمی پولیس اسٹیشن
پر پہنچے۔“

کھاں सकا۔ وہ تو یہی رہا اور آج بھی یہی ہے۔ پر کھاں اور کس طرح سے یہ تمہیں سورے خط میں آگے چل کر معلوم ہوگا۔

11 نومبر کو نہ جانے کب تو اسے اس چاقو کی یاد آئی جو مجھے دوڑ میں لے کر آنے پر انعام میں ملا اور جس کا دستہ چاندی کا تھا اور جس پر تم نے بودھی انگریزی میں میرا نام لکھا ہے۔ میرا کہدواہا ہے۔ یہ بھی تم جانتے ہی ہو کہ وہ چاقو مجھے کس پر پہنچا تھا۔ بس میں اس چاقو کو اپنے بکس میں رکھ کر لے آیا۔ بہت تلاش کیا نہ ملا۔ اپنے کمرے کی سب اداویاں کھوج ڈالیں، موز کے سب دروازے دیکھ ڈالے۔ کمرے پر شہلا یا شکر میں سے کوئی ہوتا تو ان سے بھی چھتا پر وہ دونوں فہر حاضر تھے۔ ان کی ماں معلوم ہوئی ہی اپنی کسی سہیلی کے یہاں گئی ہوئی تھیں۔ ان کے مری پوچھ پوچھ کی خواہش میرے من میں باور رکھی۔ میں تلاش کرنے سے نہ تھکا تھا نہ اُسودا تھا۔ بواہر آئے ادھر ادھر ڈھونڈ رہا تھا۔ اگلے میں وازے پر تھاپ دی۔ چھوٹے ہی دروازے کھولا تو سامنے لڑائے جھون لال انسپکٹر پولیس۔ میں پوچھ بیٹھا چناب اس وقت کھسے آگئے۔ وہ بولے—”بھئی،

”دیکھئے، یہ چاقو آپ کا ہے؟“ چاقو چھب سے نکال کر دے ہاتھ میں تھامے ہوئے جھون لال جی نے کہا۔

”ہے تو میرا ہی۔ مگر یہ آپ کے پاس کھسے پہنچا؟“ میں تو دیر گھنٹے سے اسی کی تلاش میں راکل بنا ہوا ہوں۔ اس کے لئے میں نے کمرے کی ساری چیزیں مت پلٹ کر ڈالیں۔ کہئے تو آپ اسے کب اُٹھا کر لے گئے؟“

”خوب! میں اُٹھا کر لے گیا تھا۔ ارے भाई یہ ایک असामी کے پاس نکلنا ہے، اس کے پاس اور بھی کئی चांदी کی چیزیں نکلی ہوں، پر یہ چاقو تمہارے بار کے साथی ایک وکیل نے پہچان لیا اور اسی نے کہا کہ یہ چاقو د کشور میرا کا ہے۔ میں نے ان کے پاس دیکھا تھا۔ میں خوب پہچانتا ہوں اور یہ کہ یہ چاقو انہیں نام میں ملا تھا اور وہ اسکو بڑی اچھی طرح رکھتے ہیں۔ اس لئے میں اس چاقو کو لے کر آپ کے پاس تحقیقات کے لئے آیا ہوں کہ اگر یہ چاقو آپ کا ہی ہے تو ایک بیان لکھا دیجئے اور وقت پر ٹواہ کے طور پر امت میں حاضر ہونے کے لئے تیار رہئے۔“

میں نے کہا—”یہاں تو میں لکھا دوں گا پر یہ تو کہئے یہ آپ کو ملا کھیں؟“

میں نے کہا—”بھائی تو میں لکھا دوں گا پر یہ تو کہئے یہ آپ کو ملا کھیں؟“

”خوب! میں اُٹھا کر لے گیا تھا۔ ارے भाई یہ ایک असामी کے پاس نکلنا ہے، اس کے پاس اور بھی کئی चांदी کی چیزیں نکلی ہوں، پر یہ چاقو تمہارے بار کے साथی ایک وکیل نے پہچان لیا اور اسی نے کہا کہ یہ چاقو د کشور میرا کا ہے۔ میں نے ان کے پاس دیکھا تھا۔ میں خوب پہچانتا ہوں اور یہ کہ یہ چاقو انہیں نام میں ملا تھا اور وہ اسکو بڑی اچھی طرح رکھتے ہیں۔ اس لئے میں اس چاقو کو لے کر آپ کے پاس تحقیقات کے لئے آیا ہوں کہ اگر یہ چاقو آپ کا ہی ہے تو ایک بیان لکھا دیجئے اور وقت پر ٹواہ کے طور پر امت میں حاضر ہونے کے لئے تیار رہئے۔“

میں نے کہا—”یہاں تو میں لکھا دوں گا پر یہ تو کہئے یہ آپ کو ملا کھیں؟“

میں نے کہا—”یہاں تو میں لکھا دوں گا پر یہ تو کہئے یہ آپ کو ملا کھیں؟“

میں نے کہا—”بھائی تو میں لکھا دوں گا پر یہ تو کہئے یہ آپ کو ملا کھیں؟“

یہ تو تم سمجھ ہی لو کہ میں یہ خود کشی کرنے میں کوئی جلد بازی نہیں کر رہا اور میں تو اپنے تجربے کی بنیاد پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ خود کشی جلد بازی میں ہو ہی نہیں سکتی۔ ہاں، یہ کسی درجے تک ٹھیک ہے کہ خود کشی کرنے سے پہلے دل و دماغ کو اور بھی زیادہ ہاتھیں کرنے کا موقع دیا جائے کہ وہ جلد ہوتا تو ہو سکتا تھا کہ خود کشی سے مرنے والوں کی تعداد کچھ کم ہو جاتی۔ پھر بھی وہ اتنی کم نہ ہوتی جسکی بدلا پر یہ ثابت کیا جاسکتا کہ جلد بازی سے بھی خود کشی کی جاسکتی ہے۔ خطرے کے ایک دم سامنے آنے پر جو خود کشیاں ہوتی ہیں انہیں وقت کے لحاظ سے جلد بازی میں ہونے ہی گن لیا جائے کہ دماغ کے سوچنے کے لحاظ سے ان خود کشیوں کے موقع پر بھی دماغ اتنا ہی سوچ جاتا ہے جتنا اس نے بہت وقت لگا کر سوچا ہوتا ہے۔

میں اس بحث کو زیادہ بڑھانا نہیں چاہتا اور اب میں تھوڑے سے لفظوں میں تمکو یہ بتا دیتا چاہتا ہوں کہ میں کیوں تمہارا آتم ہتھکڑی کرنے جا رہا ہوں۔

تم یہ خط میرے بھائی ایشور دت کو بھی دکھلا دینا۔ اور یہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ اگر وہ کہہ مارے لگے تو تم اسے سمجھا دینا اور تم ہر طرح اس قابل تو ہو ہی۔ اب میری سلو۔

اب میری سونو۔

میرے چہرہ اسی دمھانی کو تم اچھی طرح سے جانتے ہو گے۔ وہ کتنا چھوٹا میرے پاس آیا تھا اور کس طرح گہرے ہونے اسکو پھار سے ایلایا تھا، شکر کی ماں اسکو شکر چھسا ہی پھار کرتی تھی اور شکر کی بیوی بہن دمھانی کو کٹلے پھار سے بہا کر پکارتی تھی اور تھج تھوہار کے موقعوں پر دمھانی کے ساتھ ایسا ہی بھوہار کرتی تھی جھسا شکر کے ساتھ۔ اور دمھانی کو میں نے ہی کب چہرہ لسی سمجھا تھا۔ میں شکر چھسا پھار سے نہ بھی دیتا ہوں پر اور ہاتھوں میں تو اسے شکر چھسا رکھتا تھا۔ خیر۔

یہ بھی شاید تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ دمھانی سن 47 کے نومبر کے مہینے میں پاکستان جانے کے لیے ہم سے نکلا گیا۔ اور اس وقت میں جب اس نے گھر چھوڑا تھا تو اس کی آنکھیں بھی دھندلی تھیں اور میری آنکھیں بھی تر ہو گئی تھیں اور شکر کی ماں نے تو اپنی ساری آنسوؤں سے بہکولی تھی اور شکر کی بہن شہنا تو ہا قعدہ روہی تھی۔ شکر اگر اس وقت اسکول نہ گیا ہوتا تو ہو سکتا ہے دمھانی نے پاکستان جانے کی بات نہ سوچی ہوتی۔ اور پھر وہ پاکستان جا ہی

یہ تو تم سمجھ ہی لو کہ میں یہ خود کشی کرنے میں کوئی جلد بازی نہیں کر رہا اور میں تو اپنے تجربے کی بنیاد پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ خود کشی جلد بازی میں ہو ہی نہیں سکتی۔ ہاں، یہ کسی درجے تک ٹھیک ہے کہ خود کشی کرنے سے پہلے دل و دماغ کو اور بھی زیادہ ہاتھیں کرنے کا موقع دیا جائے کہ وہ جلد ہوتا تو ہو سکتا تھا کہ خود کشی سے مرنے والوں کی تعداد کچھ کم ہو جاتی۔ پھر بھی وہ اتنی کم نہ ہوتی جسکی بدلا پر یہ ثابت کیا جاسکتا کہ جلد بازی سے بھی خود کشی کی جاسکتی ہے۔ خطرے کے ایک دم سامنے آنے پر جو خود کشیاں ہوتی ہیں انہیں وقت کے لحاظ سے جلد بازی میں ہونے ہی گن لیا جائے کہ دماغ کے سوچنے کے لحاظ سے ان خود کشیوں کے موقع پر بھی دماغ اتنا ہی سوچ جاتا ہے جتنا اس نے بہت وقت لگا کر سوچا ہوتا ہے۔

میں اس بحث کو زیادہ بڑھانا نہیں چاہتا اور اب میں تھوڑے سے لفظوں میں تمکو یہ بتا دیتا چاہتا ہوں کہ میں کیوں تمہارا آتم ہتھکڑی کرنے جا رہا ہوں۔

تم یہ خط میرے بھائی ایشور دت کو بھی دکھلا دینا۔ اور یہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ اگر وہ کہہ مارے لگے تو تم اسے سمجھا دینا اور تم ہر طرح اس قابل تو ہو ہی۔ اب میری سلو۔

میرے چہرہ اسی دمھانی کو تم اچھی طرح سے جانتے ہو گے۔ وہ کتنا چھوٹا میرے پاس آیا تھا اور کس طرح گہرے ہونے اسکو پھار سے ایلایا تھا، شکر کی ماں اسکو شکر چھسا ہی پھار کرتی تھی اور شکر کی بیوی بہن دمھانی کو کٹلے پھار سے بہا کر پکارتی تھی اور تھج تھوہار کے موقعوں پر دمھانی کے ساتھ ایسا ہی بھوہار کرتی تھی جھسا شکر کے ساتھ۔ اور دمھانی کو میں نے ہی کب چہرہ لسی سمجھا تھا۔ میں شکر چھسا پھار سے نہ بھی دیتا ہوں پر اور ہاتھوں میں تو اسے شکر چھسا رکھتا تھا۔ خیر۔

یہ بھی شاید تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ دمھانی سن 47 کے نومبر کے مہینے میں پاکستان جانے کے لیے ہم سے نکلا گیا۔ اور اس وقت میں جب اس نے گھر چھوڑا تھا تو اس کی آنکھیں بھی دھندلی تھیں اور میری آنکھیں بھی تر ہو گئی تھیں اور شکر کی ماں نے تو اپنی ساری آنسوؤں سے بہکولی تھی اور شکر کی بہن شہنا تو ہا قعدہ روہی تھی۔ شکر اگر اس وقت اسکول نہ گیا ہوتا تو ہو سکتا ہے دمھانی نے پاکستان جانے کی بات نہ سوچی ہوتی۔ اور پھر وہ پاکستان جا ہی

یہ ماننا ہے کہ ہندوستان کے لوگوں میں सामپ-
 دायیک اور جات-پات سے سمبند رکھنے والے بیچاروں کا
 بہت جلد اثر ہوتا ہے۔ اسے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک لمبی
 مدت کی غلامی نے ایسی شکشا نے اردو دیشی سرکار کی
 طرف سے انہیں لوگوں کو بڑھاوا ملنے سے جو سامپردایک
 ہونا رکھنے والے تھے، اس پروردہ کو پلٹنے دیا۔ یہ ضرور
 ہے کہ اگر اب اس پروردہ کو جن چیزوں سے خوراک ملتی
 ہے، اس کے خلاف پریم، محبت اور بھائی چارے نے وچاروں
 کا پرچار کیا جارے اور فرقہ وارانہ یا مذہبی نفرت
 بھولنے والوں پر روک ہو اور انہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھا
 جاوے تو یہ پروردہ مرجھا کر دھیرے دھیرے سوکھ سکتا ہے
 اور ہوسکتا ہے کہ ہماری آنے والی سنتان اس سے بالکل
 بچ جائے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اتنی بڑی خونریزی سے
 دیش نے کوئی سبق سیکھا ہے اور ہم میں ان اوجھ اور
 گندے خیالوں کو چھوڑنے کی سمجھ آئی ہے؟ افسوس کہ
 آج بھی ملک کی حالت دیکھنے کے بعد جواب 'نہیں'
 میں ہی ملتا ہے۔ آج سامپردایک کی بڑی ندی نے
 چھوٹی چھوٹی نالیوں کا روپ دھار کر لیا ہے اور وہ جات
 پات کے وچار اور سامپردایک سنگتوں اور سامپردایک
 نفرت کے روپ میں ظاہر ہو رہا ہے۔

میرا خیال ہے کہ اس سبلی وغیرہ کے چلاؤ جہاں
 پرچا نگر یعنی جمہوریت کے لئے ضروری ہوں، ان میں
 غلط پرچار کے لئے ضروری روک نہ ہونے سے اور
 اس پر پوری طرح نگرانی نہ رکھنے سے جلتا میں
 نفرت کا زہر پھیلنے کا ڈر ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ
 ان جگہوں کے لئے جو امیدوار ہوتے ہیں ان میں کچھ
 ہی لوگوں کو چھوڑ کر باقی سب لوگ چلاؤ میں کسی
 نہ کسی طرح جھٹکا چاہتے ہیں۔ ہر ایک کی سہواؤں
 اور چہرے کا ایسا پرہاؤ نہیں ہوتا کہ عام لوگوں میں انکی
 طرف کچھ کہاجاؤ ہو، پھر سب سے زیادہ اثر کرنے والی
 سامپردایک یا جات دھرم کی باتیں ہوتی ہیں۔ انکی
 بنا پر یہ لوگ فرقہ وارانہ سنگتیں بناتے ہیں، انکے خود کو
 ملتے ہیں اور دوسرے فرقوں اور جاتیوں کے خلاف زہر
 پھلاتے ہیں۔ دیہاتوں میں جہاں لوگ زیادہ تر پڑھے
 لکھے نہیں ہوتے، ان پر یہ جادو خوب چلتا ہے۔ چلاؤ
 ہو جاتے ہیں اور پھر چلنے جانے والے سجن کے درشن
 دوسرے چلاؤ سے پہلے شاید ہی کہیں ہوتے ہوں۔ لیکن
 جن دیہاتوں میں انہوں نے یہ زہر پھیلا رکھا ہوتا ہے، وہ فرقہ
 بندی اور پارٹی بازی میں پھنس جاتے ہیں۔ اس کا
 نتیجہ بہت خطرناک ہوتا ہے۔ چھوٹی جاتیں بڑی
 جاتوں سے بڑی طرح دبی دھتی ہیں۔ گاؤں میں اکثریت
 اور اقلیت کے جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ یہو ملک جانی

کوششوں نے ہمیں آزاد کر لیا۔ ہم سچائی، مصدقہ
انصاف کی راہ پر چل کر دنیا کو یہ دکھائیں گے
اس زمانے میں سب سے بڑی شخصیت اور ہم پر احسان
نے والے کی ہمارے دلوں میں کہ کتنی موت، مصدقہ اور
مکتی ہے۔ ہندوستان نے ہمیشہ نکلی اور پہلک زندگی
میں روحانی طاقتوں پر بہت زور دیا ہے۔

ہرگز ہمیں اچھی نیت اور ہمارے ارادوں میں
خلوص اور مضبوطی دے تاکہ ہم تلک نظری، خود غرضی
اور اٹھ کر وطن کی خدمت کرسکیں۔ ہم ایک نازک
مانے سے گزر رہے ہیں۔ دنیا کا راج کاج امن اور جنگ
نے ترازو میں تل رہا ہے۔ اگر ہم حالت کو نہ سمجھ
سکے، اگر ہم نے اُن لیڈروں کا ساتھ نہیں دیا جو صاف
بالی اور صاف گوئی سے وہ کمزوریاں دکھاتے ہیں جن سے
ہماری قوم کی نہی خطرے میں ہے، جن سے لوک شاعری
اور غیر فرقہ واری راج کو دھکا پہنچ رہا ہے اور ایلی
حالت سدھارنے کے لئے ہم نے اُن کی چلوٹی کو قبول
نہیں کیا تو پھر پچھتاوے کے لئے بہت تک نہ ملے گی—

“گیا بکرت فیر ہاٹ آتا نہی”

”کیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں“

فرقہ بندی کا زہر

(بھائی تربیلی سہائے)

بھارت میں سراج کے بعد سامہور دیکھتا یا فرقہ بندی
کا بھانگ روپ سامنے آیا جس سے انسان کی گراوت کی
کی حد معلوم ہوئی اور پتہ چلا کہ وہ گمراہ ہونے پر
جانوروں سے بھی بدتر ہو سکتا ہے۔ لیکن خیال ہوتا ہے
کہ کیا یہ چھوٹے سراج کے ملنے نے کیا جو ایک ساتھ
پورے ملک میں دو فرقے ایک دوسرے سے لڑ گئے اور ایک
دوسرے کے خون کے دھابے بن گئے۔ کافی سوچنے کے بعد
بھی ایسا معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ اسکی جڑیں پچھلے
چندوں کے رسم کے سامہور ایک ہر چار اور جھٹلے کی دھن
میں مست نہتاؤں کی طرف سے ایک دوسرے کے خلاف
نفرت پھیلانے، پلہت فارمیں سے بلا کسی روک، تہام کے
دوسروں کو گالیاں دینے اور پاکستان و اٹھلہ ہندوستان کے
گلی گلی، گاؤں گاؤں نعرے لگائے جانے کے اندر دکھائی
دیتی ہیں۔ اسی فرقہ وارانہ پرچار نے لوگوں کے اندر نفرت
کی آگ بھڑک رہی کہ لاکھوں گھروں کو برباد
کیا اور برباد کیا انسانوں کی نہتکتا، رحم دلی، بھائی
چارے کے چاروں کو جس سے پورا دیہی گراوت کے گدھے
میں جا گرا۔

ہے۔ ماسی یا بھسکاری کو ہر کرنے کی کوشش کرے جس سے سماج کی نیچ ہیک رہی ہے۔ کسان، مچھوڑ اور شریہ تہذیب اپنے لیے سوچاڑی میں ایک ہضرت کی جگہ ڈھڑ رہا ہے۔ اگر ہم بھسکی ہڑے ہاکت اور بھنے رہن سہن کے ہنگ میں مہل پھا م کر سکیں تو ہک بھرہست ماسی ہککلاہ بھاہگا۔ کیرکےہارہست ہر راک لگانے کے لیے ہککلاہ (مہیک) اور کھانی تاکتوں کو مچھوڑ کیا جائے۔ اس سیکلہلے میں ہمکو ہرم مچھوڑ سے بھڑی مہد ملےگی۔ ہرم مچھوڑ سے ہرہا مہلہ ہے—سکھی مچھوڑی رہاہاری، ہنسان ہوہی، مہکھوڑ اور کورہانی سے ن کی ہس بھم ہرہستی سے جیسے ہاکت سے ہرم مچھوڑ کا نام دیا گیا ہے۔ بھوہا کا نام لے لے کر کیتنے جھلم نہیں ڈاہ گا، کیتنے مہانک جھلم نہیں ڈاہ گا! مگر مچھوڑ بھڑی ہے تو ہونیا سے جیتنے جھلم مہٹ جائے ہتہی ہی اس میں ہونیا کی ہولہی ہے۔ لیکن اگر مچھوڑ سے مطلب ہونچے ہونچے اور اخلاقی طاقتوں سے تو ہورہ کی ہچہم کی طاقتوں کو اس شاکتی کا ہمہستہ پیغام دیا ہے۔ اس زمانے میں ہوی مہانہ گاندھی نے ہنہا کو اس کا پیغام دیا۔ اچھائی کو جسمانی طانت سے ہنہوں بلکہ اہلسا، ہرہم اور ہلہدان سے حاصل کرنے کا سہدھی سہاہا۔ اگر ان کے ہتائے ہوئے اصولوں ہر چلتے رہیں تو ہر شک ہچہمی ملکوں کے جنگی وچاروں ہر اچھے اثر قالے جاسکتے ہوں اور اس طرح ہنہا کے امن اور اس کی ہرکی میں ہمارا ہوا حصہ ہوگا۔ آہم ہم تہہہ کریں کہ ہلکت جواہر لال کی اندرونی اور باہری ہالہسی میں ان کا ہانہ ہٹائیں گے۔ وہ گاندھی جی کے سچے چاہنے ہوں۔

ہانہ، مہاراشٹر اور کرناٹک کے ہتہاہوں سے ہری ہپہل ہے کہ وہ زبان کی ہلہاد ہر صوبوں کے قائم کرنے کی ہلہاد کو قومی نگاہ سے دیکھیں۔ کہیں اس اندولن سے ہلہک کے فائدے کو اہجائے طور ہر دھکا نہ لگ جائے۔ ہری رائے میں ملا جلا ہلہاد ہلہا جہاں تلہکی، مہلکی، کھڑی اور ہلہستانی ہولنے والے اور الہ الہ کلہڑ کے ماننے والے امن جہن کی ہلہکی ڈاڑنے والے عام لوگ میں ہلہستان کے لیے ایک ہلہست طانت ثابت ہوگا۔ زبان کی ہلہاد ہر صوبوں کے قائم کئے جانے کے بارے میں جھلکا جو ہوی ہلہاد کرے کی مسلمان اس کا ساتھ تو نہیں لے ہی۔ جس میں عام لوگوں کا فائدہ ہے اس میں مسلمانوں کا ہوی فائدہ ہے۔ لیکن ہم سب کو ایک ہوا اور ہونچا ہلہستان ہلانے کی خواہش ہے۔ یہ اچھا نہیں ہوگا کہ ہلہادی صوبہ واہست اور لہقواہست میں ہک کر رہ جائے۔

ہم، ہائی اور آہلہ کی راک میں ہورہ شہد ہونے کی ہلہست میں ہرہلہجلی ہلہ کرتے ہوں۔ انہیں کی

ہم، ہائی کا ہلہادی کو ہورہ کرنے کی ہلہست میں ہلہست سے سہاچ کی ہلہ ہلہ رہی ہے۔ کسان، ہلہادی اور ہلہادی طانت کے لیے ہلہستی میں ایک ہلہادی کی جگہ ہلہادی رہا ہے۔ اگر ہم ہلہادی ہلہادی اور ہلہادی میں ہلہادی ہلہادی نہ کرہوں گے تو ایک ہلہستی ماسی انقلاب آئے گا۔ ہلہادی واہست ہر راک لگانے کے لیے اخلاقی (ہلہک) اور ہلہادی طانتوں کو ہلہادی کیا جائے۔ اس سلسلے میں ہم کو ہلہادی ہلہادی سے ہوی مہد ملے گی۔ ہلہادی مچھوڑ سے ہلہادی ہلہادی ہے—سچی، ہلہادی، ہلہادی، انسان، دوستی، ہلہادی اور ہلہادی سے نہ کہ اس وہم ہلہادی سے جسے ہلہادی سے ہلہادی مچھوڑ کا نام دیا گیا ہے۔ خدا کا نام لے لے کر ہلہادی ہلہادی ہلہادی کئے کئے ہلہادی جہم نہیں کئے گئے! اگر مچھوڑ یہی ہے تو ہنہا سے جھلکی جلد مہٹ جائے! آہلہ ہی اس میں ہنہا کی ہلہادی ہے۔ لیکن اگر مچھوڑ سے مطلب ہونچے ہونچے اور اخلاقی طانتوں سے تو ہورہ کی ہچہم کی طانتوں کو اس شاکتی کا ہلہادی پیغام دیا ہے۔ اس زمانے میں ہوی مہانہ گاندھی نے ہنہا کو اس کا پیغام دیا۔ اچھائی کو جسمانی طانت سے ہلہادی بلکہ اہلسا، ہلہادی اور ہلہادی سے حاصل کرنے کا سہدھی سہاہا۔ اگر ان کے ہتائے ہوئے اصولوں ہر چلتے رہیں تو ہر شک ہچہمی ملکوں کے جنگی وچاروں ہر اچھے اثر قالے جاسکتے ہوں اور اس طرح ہنہا کے امن اور اس کی ہلہادی میں ہمارا ہوا حصہ ہوگا۔ آہم ہم تہہہہ کریں کہ ہلہادی جواہر لال کی اندرونی اور باہری ہالہادی میں ان کا ہانہ ہٹائیں گے۔ وہ گاندھی جی کے سچے چاہنے ہوں۔

آہلہ، مہاراشٹر اور کرناٹک کے ہلہادی سے ہلہادی ہلہادی ہے کہ وہ زبان کی ہلہادی ہر صوبوں کے قائم کرنے کی ہلہادی کو قومی نگاہ سے دیکھیں۔ کہیں اس اندولن سے ہلہادی کے فائدے کو اہجائے طور ہر دھکا نہ لگ جائے۔ ہلہادی رائے میں ملا جلا ہلہادی ہلہادی جہاں تلہکی، مہلکی، کھڑی اور ہلہستانی ہولنے والے اور الہ الہ کلہڑ کے ماننے والے امن جہن کی ہلہادی ڈاڑنے والے عام لوگ میں ہلہادی کے لیے ایک ہلہادی طانت ثابت ہوگا۔ زبان کی ہلہادی ہر صوبوں کے قائم کئے جانے کے بارے میں جھلکا جو ہوی ہلہادی کرے کی مسلمان اس کا ساتھ تو نہیں لے ہی۔ جس میں عام لوگوں کا فائدہ ہے اس میں مسلمانوں کا ہلہادی فائدہ ہے۔ لیکن ہم سب کو ایک ہوا اور ہونچا ہلہادی ہلانے کی خواہش ہے۔ یہ اچھا نہیں ہوگا کہ ہلہادی صوبہ واہست اور لہقواہست میں ہک کر رہ جائے۔

ہم، ہائی اور آہلہ کی راک میں ہورہ شہد ہونے والوں کی ہلہادی میں ہرہلہجلی ہلہ کرتے ہوں۔ انہیں کی

نیکریاں بھی اور جو اب بڑی میں باہر بےروپاگر
 फिर रहे हैं. वह लोग जो रौरसमाजी लोगों के जुलूम और
 कियावती का शिकार बने, जिनकी जायदादें छिन गई,
 जिनकी निकासी जायदाद क़ानून से मुक़सान पहुँचा, जो
 रोक थाम रखने की कोशिश में गिरफ़्तारियों और दूसरे
 डर से सहमे हुए हैं उनके दिलों में यह डर बैठ गया है
 कि दूसरे शहरियों के बराबर हक़ उन्हें हासिल नहीं है,
 उनके साथ इन्साफ़ का बरतान नहीं किया जाता. मेरी राय
 में इन सवालियों की हद मुसलमानों तक ही नहीं है बल्कि
 उनका ताल्लुक लोकशाही से है. यह वह कसौटी है जिस
 पर रौरफ़िरक़ेवारी राज को, जिससे हम क़ानूनी और
 एख़लाक़ी दोनों तरह से बंधे हैं, परखा जायगा. अगर हम
 यह चाहते हैं कि दुनिया की निगाह में हमारी इज़्ज़त बढ़े
 तो यह ज़रूरी है कि हम लोकशाही के क़ायल भी हों. कोई
 देश अपने माली, राजकाजी और समाजी मसलों को
 कामयाबी से हल नहीं कर सकता जब तक कि हर राहरी
 को इसका यक़ान न हो जाय कि न सिर्फ़ उसकी ज़िन्दगी,
 इज़्ज़त और जायदाद महफ़ूज़ है बल्कि हाथ पैर चलाने
 के उसे बराबर के मौक़े हैं और उसे किसी ऐसी चीज़ से अलग
 नहीं रखा गया जो दूसरों को हासिल है. अगर कोई तबक़ा
 बाद, क़ूत की बीमारियों या कठिनाइयों से तबाह हो जाय
 तो लोकशाही बसूल की मांग है कि ऐसे तबक़े का औरों के
 मुक़ाबले में खास तौर से लिहाज़ रखा जाय और हमदर्दी
 की जाय.

फिरक़ावारी रोग कई शक़लों में जाहिर होता है. मुझे
 ख़िलों के वीरों में यह देख कर बड़ा रंज हुआ कि ब्राह्मन
 रौर ब्राह्मन, लिंगायत रौर लिंगायत, रेड्डी गर रेड्डी के बीच
 दुशमनी के ज़ख़बे लोगों के दिलों में तेषी से लहरें ले रहे
 हैं. यह फिरक़ेवारियत की दूसरी सूरत है. अगर इसकी
 रोक थाम नहीं की गई, इस पर क़ानून नहीं पाया गया तो
 इस कठिनाइयों में फंस जायेंगे, जज़ाल से निकलना मुहाल
 हो जायगा. हमें वायदा करना होगा कि कोई क़ुरबानी क्यों
 न बनी बड़े हम फिरक़ेवारियत के ख़िलाफ़ लड़ेंगे और
 मास्मा गांधी की तरह अपनी जान की बाज़ी तक लगा देंगे.
 फिरक़ेवारियत और ज़त्या बन्दी के रुज्जहान हैदराबाद
 और सारे हिन्दुस्तान के लिये अहम सवाल बन गए हैं.
 स्वार्थ, अलगवाव और पिछ़घसीद विचारों को बिलगाम होने
 से रोकने के लिये हमें कोई असरदार क़दम उठाना पड़ेगा.
 हम एक आज़ाद मुल्क के रहने वाले हैं जिसकी तारीक़ और
 जिसकी तुहफ़ीब ऊंची है. हमें ऐसे ढंग निकालने पड़ेंगे जो न
 सिर्फ़ हमारी तरक़की में बल्कि सारी दुनियाकी तरक़की में
 मददगार साबित हों. एके की खंजीरों को मजबूत करने और
 अपनी ताक़तों के बेहतर इस्तेमाल के लिये दो खंजीरों देश करता
 है. एक तो यह कि हम माली हालत की मांग पर खियादा ब्याज

निकरीयों में और जो अब बड़ी में बाहर बےروپاگر
 ہیں . وہ لوگ جو رورسماجی لوگوں کے ظلم اور
 زیادتی کا شکار بنے، جنکی جائیدادیں چھین گئیں، جن
 کو نکسی جائداد قانون سے نقصان پہونچا، جو روک تھام
 رکھنے کی کوشش میں گرفتاریوں اور دوسرے ڈر سے سہمے
 ہوئے ہوں ان کے دلوں میں یہ ڈر بےتھ گیا ہے کہ دوسرے
 شہریوں کے برابر حق انہیں حاصل نہیں ہوں، ان کے ساتھ
 انصاف کا برتاؤ نہیں کیا جاتا . میری رائے میں ان سوالوں
 کی حد مسلمانوں تک ہی نہیں ہے بلکہ ان کا تعلق
 لوک شامی سے ہے . یہ وہ کسوٹی ہے جس پر فہرورلہ وادی
 راج کو، جس سے ہم قانونی اور اخلاقی دونوں طرح سے
 بندھے ہوں، پرکھا جائے گا . اگر ہم یہ چاہتے ہوں کہ دنیا
 کی نگاہ میں ہماری عزت بڑھے تو یہ ضروری ہے کہ ہم
 لوک شامی کے قائل بھی ہوں . کوئی دیکھ اپنے مالی، راج
 کاجی اور سماجی مسئلوں کو کامیابی سے حل نہیں کر سکتا
 ہے جب تک کہ ہر شہری کو اس کا یقین نہ ہو جائے کہ نہ
 صرف اس کی زندگی، عزت اور جائداد محفوظ ہے بلکہ ہاتھ
 پیر چلانے کے لیے برابر کے موقعے ہیں اور اسے کسی ایسی چیز
 سے الگ نہیں رکھا گیا جو دوسروں کو حاصل ہے . اگر کوئی
 طبقہ بارہ چھوٹ کی بیماریوں یا کٹھناتھوں سے تباہ
 ہو جائے تو لوک شامی اصول کی مانگ ہے کہ ایسے طبقے
 کا اوروں کے مقابلے میں خاص طور سے انتھاظ رکھا جائے اور
 ہمدردی کی جائے .

فرقہ واری روک کئی شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے .
 مجھے شعلوں کے دوروں میں یہ دیکھ کر براؤنج ہوا کہ
 براہمن شہر براہمن، لنگھت شہر لنگھت، دھتھی شہر دھتھی
 کے بھج دشمنی کے جذبے لوگوں کے دلوں میں توڑی
 سے لہریں لے رہے ہیں . یہ فرقہ واریت کی دوسری صورت
 ہے . اگر اس کی روک تھام نہیں کی گئی، اس پر قابو
 نہیں پایا گیا تو ہم کٹھناتھوں میں پھنس جائیں گے،
 جنگل سے نکلنا مصال ہو جائے گا . ہمیں وعدہ کرنا
 ہوگا کہ کوئی قربانی کھوں نہ دینی پڑے ہم فرقہ واریت
 کے خلاف لڑیں گے اور مہانما گاندھی کی طرح اپنی جان
 کی بازی لگ لگادیں گے . فرقہ واریت اور جتکا بندی کے
 رجحان حیدرآباد اور سارے ہندستان کے لئے اہم سوال
 بن گئے ہیں . سوارتھ، الٹاؤ اور پچھ لوسیتو وچاروں کو
 بے لگام ہونے سے روکنے کے لئے ہمیں کوئی اثر داؤ قدم اٹھانا
 پڑے گا . ہم ایک آزاد ملک کے رہنے والے ہیں جس کی تاریخ
 اور جسکی تہذیب اونچی ہے . ہمیں ایسے تھک نکالنے
 پڑیں گے جو نہ صرف ہماری ترقی بلکہ ساری
 دنیا کی ترقی میں مددگار ثابت ہوں . ایکے کی
 زنجیروں کو مضبوط کرنے اور اپنی طاقتوں کے بہتر
 استعمال کے لئے دو تھجھڑیں پیش کرنا ہیں : ایک تو یہ
 کہ ہم مالی حالت کی مانگ پر زیادہ دھیان

یہ ایک جاگیردار سماج کی ملکیت ہے، اس میں اس سماج کی تمام خرابیاں मौजूد ہیں لیکن فیکریٹواریت اور تاسوے کی پرکھاई دیکھاई نہیں پڑتی۔

دس بارہ سال سے مسلمانوں میں فیکریٹواری جھجکا بڑکنے کی وجہ یہ ہے کہ برتانوی ہند میں جو گد-بڈیاں ڈیے انکی لہرے ہدراباد کو بھی بھگ گئی۔ ہماری سرکار رکاری اور ناکا بیل لوگوں کے ہاویں میں ہے، وہ ہالوت پر کابو ن پاسکے۔ مسلمانوں کو اپنی تگ-نکاری کا کاکی لیمیا جی بھگت نا پدا۔ اب ہدراباد کی فیکریٹواریت مر چوکی ہے، جو رہی سہی ہے وہ آخیری سائیں لے رہی ہے۔ یکن کے ساتھ کھا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں میں ہدراباد کے راج کا ج کو کم سے کم مسلمان فیکریٹواریت کی طرف سے کوئی ڈر نہیں ہے۔

لوکشاہی ویکاروں اور لوکشاہی میں ویکوں کے ڈالنے کا جہاں تک تاللوک ہے ہمیں ابھی بھوت دور جانا ہے۔ ہندوستانی ویکان اور ہارت لوکراج کایم ہونے سے لوکشاہی کی داغ بیل پڑ چوکی ہے۔ ہر ہماری ویکاروں ہر ریرمکھہی اور جاگیرداری اسر ابھی تک بھای ہے۔ ہندو ویکوں اور مسلمانوں ویکوں کی بھہی ہالوت ہے۔ تالیم اور پروپوگنڈا سے لوکشاہی فیکرا پدا کرنے کی بھہی بھرت ہے۔ لوکشاہی کی مانگ ہے کہ فرد (ویکیت) کا بادر کیا جی ن کہ ان پورانے جاگیرداری ویکوں کا جو ابھی بھہی بھوت کی سوا کے لئے ہمیں اسی راستے پر چلنا پڑے گا جو دنہا کے دوسرے ملکوں نے چلنا کی بھائی کے لئے اپنا ہے۔ یہ ایک مشکل کام اور بھاری ذمہ داری ہے۔ مہاتما گاندھی کا ہم کو احسان ماننا چاہئے کہ ان کی بھدرو میں ہمیں راج کا جی آزادی مل گئی، پر یہ بھوت ہار میں جائیکی اثر ہم مالی اور سماجی آزادی حاصل کرنے میں ناکام ہوئے۔ ہماری ساری کوششوں چلنا کو کھڑا کھانا اور دھن کی آسانیاں پہونچانے میں خرچ ہونی چاہئیں۔ آزاد ملک کے ہر شہری کے یہ بھادی حق ہیں۔ ہدرابادی وطن کی خدمت میں کسی سے بھجھ نہیں دھن کے۔ ہمیں بھوت کچھ کرنا ہے۔ اگر ہر شہری انسان کی خدمت کا سچا جذبہ لے کر اٹھ اور ملی جلی کوشش ہو تب ہی بھدرو ملکوں کے دھن میں کی اونچائی تک پہونچنے میں کئی سال لگیں گے۔ سوچئے تو ہمارا کھانچہ بھوٹا اگر ہم ایک دوسرے سے انگ ہو کر معمولی باتوں اور میں بھائی میں اپنا بھتی سے بھیا، کر دیں۔

جو مسئلے آج مسلمانوں کو پریشان کر رہے ہیں وہ ہند روزہ ہیں۔ مثال کے طور پر ان لوگوں کو ہر سے سالے کا مسئلہ جن کی روزی کا ذریعہ صرف سرکاری

دس بارہ سال سے مسلمانوں میں فرقہ واری جذبہ بھونکنے کی وجہ یہ تھی کہ برطانوی ہند میں جو کوبریاں ہوئیں ان کی لہریں ہدراباد کو بھی چھو گئیں۔ ہماری سرکار سوارتی اور ناقابل لوگوں کے ہاتھوں میں تھی وہ ہالوت پر قابو نہ پاسکے۔ مسلمانوں کو اپنی تلک نظری کا کافی خمیازہ بھگتنا پڑا۔ اب ہدراباد کی فرقہ واریت مرجکی ہے۔ جو دھن سہی ہے وہ آخری سائیں لے رہی ہے۔ یکن کے ساتھ کھا جا سکتا ہے کہ مستقبل میں ہدراباد کے راج کا ج کو کم سے کم مسلم فرقہ واریت کی طرف سے کوئی ڈر نہیں ہے۔

لوک شاہی ویکاروں اور لوک شاہی میں ویکوں کے ڈالنے کا جہاں تک تعلق ہے ہمیں ابھی بہت دور جانا ہے۔ ہندوستانی ویکان اور بھارت لوک راج قائم ہونے سے لوک شاہی کی داغ بیل پڑ چکی ہے۔ ہر ہمارے ویکاروں پر ہر مذہبی اور جائیدادی اثر ابھی تک چھائے ہیں۔ ہندووں اور مسلمانوں دونوں کی وہی ہالوت ہے۔ معلوم اور پروپوگنڈا سے لوک شاہی فضا پودا کرنے کی بھوت ضرورت ہے۔ لوک شاہی کی مانگ ہے کہ فرد (ویکیت) کا آدر کیا جائے نہ کہ ان پرانے جائیدادی ویکوں کا جو ابھی بھوت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ انسان کی سوا کے لئے ہمیں اسی راستے پر چلنا پڑے گا جو دنہا کے دوسرے ملکوں نے چلنا کی بھائی کے لئے اپنا ہے۔ یہ ایک مشکل کام اور بھاری ذمہ داری ہے۔ مہاتما گاندھی کا ہم کو احسان ماننا چاہئے کہ ان کی بھدرو میں ہمیں راج کا جی آزادی مل گئی، پر یہ بھوت ہار میں جائیکی اثر ہم مالی اور سماجی آزادی حاصل کرنے میں ناکام ہوئے۔ ہماری ساری کوششوں چلنا کو کھڑا کھانا اور دھن کی آسانیاں پہونچانے میں خرچ ہونی چاہئیں۔ آزاد ملک کے ہر شہری کے یہ بھادی حق ہیں۔ ہدرابادی وطن کی خدمت میں کسی سے بھجھ نہیں دھن کے۔ ہمیں بھوت کچھ کرنا ہے۔ اگر ہر شہری انسان کی خدمت کا سچا جذبہ لے کر اٹھ اور ملی جلی کوشش ہو تب ہی بھدرو ملکوں کے دھن میں کی اونچائی تک پہونچنے میں کئی سال لگیں گے۔ سوچئے تو ہمارا کھانچہ بھوٹا اگر ہم ایک دوسرے سے انگ ہو کر معمولی باتوں اور میں بھائی میں اپنا بھتی سے بھیا، کر دیں۔

جو مسئلے آج مسلمانوں کو پریشان کر رہے ہیں وہ ہند روزہ ہیں۔ مثال کے طور پر ان لوگوں کو ہر سے سالے کا مسئلہ جن کی روزی کا ذریعہ صرف سرکاری

हैदराबाद में न सिर्फ हिन्दुओं और मुसलमानों के आपसी ताल्लुक अच्छे थे बल्कि बीते दिनों में सरकार भी बेहद बे तास्सुब और गैरजानिबदार थी. पिछले दस बीस बरस को छोड़ कर हैदराबाद की हकूमत ऐसी ही क़ौमी और गैरसम्प्रदाई थी जैसी कि मैसूर की सरकार. रवाबारी का यह ज़माना सच्चे मानों में उस समय से ख़तम हो गया जब महाराजा किशन प्रसाद बहादुर रियासत के प्रधान मंत्री के ओहदे से अलग हो गए, जब निशामत जंग, राय मुरलीधर, अक़ील जंग और बेन्कट रामा रेड्डी जैसे बड़े लोग पिन्शन लेने या मर जाने के कारन सरकारी ज़िम्मेदारियों से अलहदा हो गए. तारीख़ गवाह है कि पांच सौ साल की लम्बी मुदत में क़िरक़े-बाराना मेल मिलाप इतना मज़बूत था कि हिन्दू और मुसलमान प्रधान मंत्रियों की तादाद लगभग बराबर थी. हिन्दू और मुसलमान जागीरदारों और बालियाने समस्तान को जागीरें दी गईं, मन्दिरों और मस्जिदों को नक़दी और ज़मीन दोनों शक़्तों में इनाम दिया गया. समाजी ज़िन्दगी में मुसलमान और हिन्दू एक दूसरे से घुल मिल गये थे. माल के महक़मे के दफ़तर में इसका दस्तावेज़ी सबूत मौजूद है कि ईद के साथ दीवाली भी धूम धाम से मनाई जाती थी. ऐसी और भी मिसालें हैं. बाहरी हमला होता या रियासत में बगावत होती तो बिना मज़हबी फ़रक़ या किसी दूसरे फ़रक़ के मेला जुला मोरचा कायम किया जाता था. हैदराबाद से बरहदों की लड़ाई छिड़ी तो हैदराबादी कौजों के कमान्डर बरहदे ही थे. हैदराबादी चाहे वह हिन्दू हों या मुसलमान, रसाई हों या पारसी, आन्ध्र के रहने वाले हों या महा-प्रद या करनाटक के, किसी को भी क़िरक़ेवारियत की इत नई लगी थी. अलग अलग मज़हबों के मानने वाले, अलग अलग ज़बानें बोलने वाले, अलग अलग तहज़ीब के चाहने वाले, एक दूसरे से दूर रह कर भी करीब थे. इस मलगाव में भी एकता की शान थी. बेमेल होने में भी एक मेल था. तास्सुब नहीं था. पिछली पांच सदियों में न सिर्फ़ हिन्दुओं और मुसलमानों में बल्कि करनाटक, आन्ध्र और महाप्रद में मेल और खल्लस था. शादी रामी की रसमों और दूसरी रसमों में फ़रक़ भी था और मेल भी. रहने सहने के तरीक़े, सोचने विचारने के ढंग पर फ़िरक़ों ने कुछ असर डाला और उन्हीं अलग अलग बातों ने कंठु होकर हमारी राजकाजी, माली और समाजी ज़िन्दगी एक नई स्प्रिट पैदा कर दी और हैदराबाद और उसके रेवाजों को संभारा. मैं यह नहीं कहता हूँ कि जिस समाज की तस्वीर मैंने खींची है उसमें कालिख बिलकुल नहीं है.

102 151

पड़ा है। वह शीनवान बौद्धों के सरवस्तिवाद पन्थ की किताब है। इसे मराठूर भारती भिच्छु वासुबन्धु ने लिखा था। व्हेन-सांग ने इसका चीनी भाषा में अनुवाद किया और इसी के नाम से "कोश" पन्थ कायम किया।

सन 664 ईसवी में व्हेन-सांग इस संसार से चल बसा।

व्हेन-सांग की मृत्यु के बाद उसकी मूर्तियां बना कर बौद्ध मन्दिरों में कायम की गईं। बहुत से लोग बुद्ध की मूर्ती के साथ व्हेन-सांग की मूर्ती की भी पूजा करते हैं। इन मूर्तियों में व्हेन-सांग भिच्छु का बाना पहने, टोपी लगाए, दाहिना हाथ ऊपर उठाए और बाएं हाथ में भिक्षा का बरतन लिये हुए दिखाया गया है।

इ-झिंग

सन 671 ईसवी में इ-झिंग चीन से भारत के लिये रवाना हुआ। उसके साथ कई और भिच्छु आने वाले थे पर चलते समय उन सबने इ-झिंग का साथ छोड़ दिया। इ-झिंग समन्दरी रास्ते से अकेले भारत के लिये चल पड़ा। रास्ते में वह सुमात्रा में कुछ साल ठहरा। यहां वह बौद्धों की ध्विन्दगी, उनके रहन सहन के तरीकों और उनके मजहबी तौर तरीकों को समझने की कोशिश करता रहा। बाद में इसके बारे में उसने एक किताब लिख डाली।

भारत आकर वह बौद्ध धर्म की सभी मराठूर पवित्र जगहों को देखने गया। फिर वह नागन्द विश्वविद्यालय में दस साल ठहरा। यहां उसने बहुत सी किताबों की नकल की।

सन 695 ईसवी में वह चीन लौट गया। अपने साथ वह बौद्ध धर्म की 400 किताबें ले गया। चीन में उसने मूल सरवस्तिवाद की एक किताब का अनुवाद किया और एक संस्कृत चीनी शब्द कोश तैयार किया।

फाह्यान, शुंगं युन, व्हेन-सांग और इ-झिंग के अलावा बहुत से और भी चीनी भिच्छु चीन से भारत आए। इनके भारत आने के सात खास नतीजे हुए—

- (1) चीन में बौद्ध धर्म का प्रचार बढ़ा और बौद्ध मठों का संगठन भारती तरीके से हुआ।
- (2) चीन में भारती साहित्य काफी तादाद में पहुंचा और उसका चीनी अनुवाद किया गया।
- (3) चीन में भारती कला को काफी रिवाज दिया गया।
- (4) भारत में चीनी भिच्छुओं के बरसों रहने से चीनियों को भारती ध्विन्दगी का अनुभव हुआ और भारतियों को चीनियों के रहन सहन का पता लगा और दोनों ने एक दूसरे की अच्छी बातों को अपनाने की कोशिश की।

ये चीनियों बुद्धों के सरोस्ती रात पत्थर की हैं। (1) ये मशहूर भारती भिक्षु आसु बुद्धों के लकहा हों सान्ग के आस का चिह्नी भाषा में अनुराद इसी के नाम से "कोश" पत्थर कायम किया।

न 664 मसूरी में व्हेन सान्ग आस संसार से मा।

होन सान्ग की मूर्तियों के बाद आस की मूर्तियां बुद्ध मन्दिरों में कायम की गईं। बहुत से लोग मूर्ती के साथ व्हेन-सांग की मूर्ती की भी पूजा करते हैं। इन मूर्तियों में व्हेन-सांग भिच्छु का बाना पहने, टोपी लगाए, दाहिना हाथ ऊपर उठाए और बाएं हाथ में भिक्षा का बरतन लिये हुए दिखाया गया है।

चेङ्ग

न 671 मसूरी में आी चेङ्ग चीन से भारत रवाना हुआ। आस के साथ लकी और भिक्षु आने वाले चले ससे आ सप ने आी चेङ्ग का साथ चेङ्ग आी चेङ्ग सन्दरी रास्ते से आने भारत के लिये आ। रास्ते में वे सुमात्रा में कुछ साल ठहरा। ये बुद्धों की ध्विन्दगी, आ के रहन सहन के तरीकों के मजहबी तौर तरीकों को समझने की कोशिश मा। बाद में इसमें आस ने आी के लिये आी।

भारत आकर वह बौद्ध धर्म की सभी मराठूर पवित्र जगहों को देखने गया। फिर वह नागन्द विश्वविद्यालय में दस साल ठहरा। यहां उसने बहुत सी किताबों की नकल की।

सन 695 मसूरी में वे चीन लौट गया। अपने साथ वह बौद्ध धर्म की 400 किताबें ले गया। चीन में उसने मूल सरवस्तीवाद की एक किताब का अनुवाद किया और एक संस्कृत चीनी शब्द कोश तैयार किया।

फाह्यान, शुंगं युन, व्हेन-सांग और इ-झिंग के अलावा बहुत से और भी चीनी भिच्छु चीन से भारत आए। इनके भारत आने के सात खास नतीजे हुए—

- (1) चीन में बौद्ध धर्म का प्रचार बढ़ा और बौद्ध मठों का संगठन भारती तरीके से हुआ।
- (2) चीन में भारती साहित्य काफी तादाद में पहुंचा और उसका चीनी अनुवाद किया गया।
- (3) चीन में भारती कला को काफी रिवाज दिया गया।
- (4) भारत में चीनी भिच्छुओं के बरसों रहने से चीनियों को भारती ध्विन्दगी का अनुभव हुआ और भारतियों को चीनियों के रहन सहन का पता लगा और दोनों ने एक दूसरे की अच्छी बातों को अपनाने की कोशिश की।

त्रा का کیا کیا اور بیکار ہوا۔ بھارت چلے جانے
 | مافیہ کی۔ سمراٹ نے وہن-ساگ کو مار کر دیا
 | اسے راجधानی آنے کی دھمک دی۔ وہن-ساگ نے بھارت
 | چین کی ہجرت اور چین کا مان بڑھایا تھا۔ اسلئے
 | وہن-ساگ راجधानی میں پہنچا تو راجधानی کی ساری
 | اس کے स्वागत کے لیے بڑھ پڑی۔ "چین کے इतिहास
 | کسی भी बौद्ध भिक्षु का इतना शानदार स्वागत नहीं किया
 | था जितना इस तीर्थ यात्री का. उस दिन सम्राट ने, उनके
 | वार ने, सरकारी नौकरों ने, सौदागरों ने और आम
 | ता ने छुट्टी मनाई. सड़कों पर मर्दों और औरतों की
 | इ लग गई. यह लोग झंडे दिखा कर और नाच गाकर
 | नी खुशी जाहिर कर रहे थे. क्रुदरत ने भी उस दिन
 | न-साग का दिल से इस्तक़बाल किया. आसमान बिल्कुल
 | था. बादल और पानी के कोई आसार नहीं थे.
 | समान से खुशी झलक रही थी. वहन-साग का पुराना चीड़
 | पेड़ भी झूम झूम कर खुशी मना रहा था. जब से वहन-
 | भारत के लिये चला तभी से वह पच्छिम की ओर झुका
 | था. जब वह भारत से चीन के लिये रवाना हुआ
 | से वह पेड़ अपने मालिक के घर लौटने की सूचना देने
 | लिये पूरब की ओर झुक गया, और उसी तरह झुका
 | जब तक वहन-साग चांग-गान वापस नहीं पहुंच गया." (11).
 | गान युआन-चांग"—लेखक वाटर्स, सफा—11).

सम्राट ने वहन-साग को बहुत दिनों तक अपने महल में
 | और एक अलग कमरे में बैठ कर वह वहन-साग से
 | त का हाल घंटों सुना करता था.

वहन-साग भारत से अपने साथ महायान बौद्ध धर्म
 | 124 किताबें और 520 दूसरी किताबें बाईस घोड़ों पर
 | कर चीन ले आया था. वहन-साग के कहने पर सम्राट
 | न तमाम किताबों के अनुवाद के लिये विद्वानों की एक
 | नी नियोजित कर दी थी.

सम्राट के कहने पर वहन-साग ने अपनी यात्रा का
 | एक किताब में लिख डाला. इस किताब को "सि-यू-
 | यानी "पच्छिमी देशों का हाल" कहते हैं. इसे वहन-
 | ने सन 646 ईसवी में सम्राट को पेश किया था. चीन,
 | या और जापान में यह बौद्ध धर्म की एक पवित्र
 | ब मानी जाती है. भारत के इतिहासकारों को भारत
 | चीन इतिहास लिखने में इस किताब से बहुत मदद
 | है. प्राचीन भारत का जितना सच्चा और यथार्थ
 | लायक बयान इस किताब में मिलता है उतना और
 | में नहीं.

चीन में वहन-साग ने बौद्ध धर्म का एक पन्थ क्रायम
 | जिसे "किऊ-शे" यानी "कोश" पन्थ कहते हैं. इस
 | का नाम बौद्ध धर्म की किताब "अभिधर्म कोश" से

किताब का ذکر کیا اور یہ اجازت بھارت چلے جانے
 | کی ضمانتی مانگی. سمراٹ نے وہن سانگ کو معاف
 | کر دیا اور اسے راجدھانی آنے کی دعوت دی. وہن سانگ
 | نے بھارت میں چھن کی عزت اور چھن کا مان بڑھایا
 | تھا. اس لئے جب وہن سانگ راجدھانی میں پہونچا
 | تو راجدھانی کی ساری جگہ اس کے سواگت کے لئے آمز
 | پڑی. "چھن کے اتھاس میں کسی بھی بودھ بھکشو کا
 | اتنا شاندار سواگت نہیں کیا گیا تھا جتنا اس تیرتھ یاتری
 | کا. اس دن سمراٹ نے، اُن کے دربار نے، سرکاری نوکروں نے
 | سوداگروں نے اور عام جگہاں نے چھٹی مذاٹی. سڑکوں پر
 | مردوں اور عورتوں کی بھیڑ لگ گئی، یہ لوگ جھنڈے
 | دکھا کر اور ناچ گا کر اپنی خوشی ظاہر کر رہے تھے.
 | قدوت نے بھی اس دن وہن سانگ کا دل سے استقبال
 | کیا. آسمان بالکل صاف تھا. بادل اور پانی کے کوئی آثار
 | نہیں تھے. آسمان سے خوشی جھلک رہی تھی. وہن
 | سانگ کا پرانا چھڑ کا پیڑ بھی جھوم جھوم کر خوشی منا
 | رہا تھا. جب سے وہن سانگ بھارت کے لئے چلا تبھی
 | سے وہ پیچھم کی اور جھکا ہوا تھا. جب وہ بھارت سے چھن
 | کے لئے روانہ ہوا تب سے وہ پیڑ اپنے مالک کے گھر لوٹنے کی
 | سوچنا دینے کے لئے پورب کی اور جھک گیا، اور اسی طرح
 | جھکا رہا جب تک وہن سانگ چانگ گان واپس نہیں
 | پہنچ گیا." ("اُن یوان چوانگ"—لکھک—واترس—
 | صفحہ—11).

سمراٹ نے وہن سانگ کو بہت دنوں تک اپنے محل
 | میں رکھا اور ایک الگ کمرے میں بیٹھ کر وہن سانگ
 | سے بھارت کا حال گھنٹوں سنا کرتا تھا.

وہن سانگ بھارت سے اپنے ساتھ 124 کتابیں اور 520
 | کی کتابیں اور 520 دوسری کتابیں بٹھوس گھوڑوں
 | پر لا کر چھن لے آیا تھا. وہن سانگ کے کہنے پر سمراٹ
 | نے اُن تمام کتابوں کے انواد کے لئے ودوانوں کی ایک
 | کمیٹی تھوچت کردی تھی.

سمراٹ کے کہنے پر وہن سانگ نے اپنی یاترا کا حال
 | ایک کتاب میں لکھ ڈالا. اس کتاب کو "سی یو کی"
 | یعنی "پیچھمی دیسور کا حال" کہتے ہیں. اسے وہن
 | سانگ نے سن 646 عیسوی میں سمراٹ کو پیش کیا
 | تھا. چھن، کرپا اور جاپان میں یہ بودھ دھرم کی ایک پوتر
 | کتاب مانی جاتی ہے. بھارت کے اتھاس کاروں کو بھارت
 | کا پرانچھن اتھاس لکھنے میں اس کتاب سے بہت مدد ملی
 | ہے. پرانچھن بھارت کا جتنا سچا اور یقین کرنے لائق
 | یہاں اس کتاب میں ملتا ہے اتنا اور کسی میں نہیں.

چھن میں وہن سانگ نے بودھ دھرم کا ایک پلندہ
 | قائم کیا جسے "کیو شے" یعنی "کوہ" پلندہ کہتے ہیں.
 | اس پلندہ کا نام بودھ دھرم کی کتاب "ابھیدھرم کوہ" سے

धर्म کے جانےک پन्थ کرایم ہو गए ہے جو آپس میں لڑا کرتے تھے۔ اس لیے اس نے یہ طے کیا کہ وہ بھارت جاکر بौद्ध धर्म और बौद्ध दर्शन का अध्ययन करेगा और वहां से बौद्ध किताबें लाकर उनका चीनी अनुवाद करेगा۔

سن 629 ईसवी में व्हेन-सांग चीन کی राजधानی چاंग-گان سے भारत کے لیے رہانا دھڑا۔ اس نے भारत جانے کے لیے چین کے سمراٹ سے اجازت نہیں لی۔ بےحی ایشیا کے راستے ہوکر وہ भारत آیا۔

भारत में व्हेन-सांग सोलह साल ठहरा। इस अरसे में वह भारत की सभी मशहूर जगहों को देखने गया। उसने भारत के पवित्र बौद्ध स्थानों की भी यात्रा की और वहां जाकर अपनी श्रद्धान्जलि अर्पित की। नालन्द विश्वविद्यालय में वह पांच साल ठहरा। यहां वह मशहूर बौद्ध शिक्षक आचार्य शीलभद्र के साथ बौद्ध धर्म की किताबों का अध्ययन करता रहा और उसने उनसे बौद्ध दर्शन की तालीम हासिल की।

भारत के राजाओं से भी व्हेन-सांग ने गहरी दोस्ती पैदा कर ली थी। जिस समय वह भारत आया था, सम्राट हर्ष भारत में राज कर रहा था। हर्ष बौद्ध धर्म का मानने वाला था। इसके अलावा वह महायान पन्थ का समर्थक था। व्हेन-सांग भी महायानी था, इसलिये हर्ष ने उसे अपने दरबार में रख लिया और उसकी बड़ी आवभगत की। व्हेन-सांग अपनी विद्वता के लिये भारत में भी बहुत जल्द मशहूर हो गया। सम्राट हर्ष उसकी विद्वता से इतने प्रभावित हुए कि उन्होंने व्हेन-सांग की बौद्ध दर्शन की व्याख्या सुनने के लिये कन्नौज में एक विशाल धार्मिक सभा का आयोजन किया जिसमें सारे हिन्दुस्तान से बौद्ध भिक्षु और प्रचारक बुलाए गए। इसके अलावा, सभी राजाओं को इस सभा में शामिल होने की दावत दी गई। आसाम के राजा भास्कर-वरमन जो सम्राट हर्ष के गहरे दोस्त थे, इस सभा में शामिल हुए थे। यह सभा कई दिन चलती रही। व्हेन-सांग की धर्म व्याख्या से सारी सभा पर बहुत गहरा असर पड़ा और व्हेन-सांग सारे भारत में मशहूर हो गया। इसी सभा में कुछ ब्राह्मणों ने सम्राट हर्ष की हत्या करने की कोशिश की थी और उस कमरे में आग लगा दी थी जहां भगवान बुद्ध की सोने की मूर्ति रखी हुई थी।

व्हेन-सांग سن 645 ईसवी में चीन वापस गया। सम्राट हर्ष ने बहुत से उपहार के साथ उसे अपने दूतों की देख रेख में भारत की सरحد तक पहुंचा दिया। वहां से फिर वह चीन चला गया।

चीन में व्हेन-सांग का शाही स्वागत किया गया। जब वह चीन के راستے में था तभी उसने सम्राट के नाम एक प्रार्थना पत्र लिख कर भेजा जिसमें उसने अपनी भारत

دھرم کے انوکھ پتہ قائم ہوئے تھے جو آپس میں لڑا کرتے تھے۔ اس لیے اس نے یہ طے کیا کہ وہ بھارت جاکر بودھ دھرم اور بودھ दर्शन کا ادرھن کرے گا اور وہاں سے بودھ کتابیں لاکر ان کا چینی انواد کرے گا۔

سن 629 عیسوی میں وہیں سانگ چین کی راجدھانی چانگ کان سے بھارت کے لیے روانہ ہوا۔ اس نے بھارت جانے کے لیے چین کے سمراٹ سے اجازت نہیں لی۔ بےحی ایشیا کے راستے ہو کر وہ بھارت آیا۔

بھارت میں وہیں سانگ سولہ سال ٹھہرا۔ اس برے میں وہ بھارت کی سبھی مشہور جگہوں کو دیکھنے گیا۔ اس نے بھارت کے پوتر بودھ استھانوں کی بھی یاترا لی اور وہاں جاکر اپنی شردھانجلی اربت کی۔ نالند شوویدیاالہ میں وہ پانچ سال ٹھہرا۔ یہاں وہ مشہور بودھ شکشک آچاریہ شیل بہدر کے ساتھ بودھ دھرم کی کتابوں کا ادرھن کرتا رہا اور اس نے ان سے بودھ दर्शन کی تعلیم حاصل کی۔

بھارت کے راجاؤں سے بھی وہیں سانگ نے گہری دوستی پیدا کر لی تھی۔ جس سے وہ بھارت آیا تھا، سمراٹ ہرش بھارت میں راج کر رہا تھا۔ ہرش بودھ دھرم کا ماننے والا تھا۔ اس کے علاوہ وہ مہاپان پتر کا سمراٹک ہا۔ وہیں سانگ بھی مہاپانی تھا، اس لیے ہرش نے سے اپنے دربار میں رکھ لیا اور اس کی بڑی آؤ بہکت کی۔ عوں سانگ اپنی ودوتا کے لیے بھارت میں بھی بہت بلند مشہور ہوکھا۔ سمراٹ ہرش اس کی ودوتا سے اتنے د بھارت ہوئے کہ انھوں نے وہیں سانگ کی بودھ दर्शन کی دیکھا سنے کے لیے قلعوں میں ایک وشال دھارمک سبھا کا ایوجن کیا جس میں سارے ہندستان سے بودھ ہکشو اور پرچارک بلانے گئے۔ اس کے علاوہ، سبھی راجاؤں او اس سبھا میں شامل ہونے کی دعوت دی گئی۔ آسام کے راجا بہاسکر ورمین جو سمراٹ ہرش کے گہرے دوست تھے، س سبھا میں شامل ہوئے تھے۔ یہ سبھا کئی دن چلتی ہی۔ وہیں سانگ کی دھرم دیکھا سے ساری سبھا پر بہت گہرا اثر پڑا اور وہیں سانگ سارے بھارت میں مشہور ہوکھا۔ اسی سبھا میں کچھ براہمنوں نے سمراٹ ہرش کی ہتھا کرنے کی کوشش کی تھی اور اس کدے ہوں آگ لگا دی تھی جہاں بہکوان بدھ کی سونے کی برتنی رکھی ہوئی تھی۔

وہیں سانگ سن 645 عیسوی میں چین واپس ہا۔ سمراٹ ہرش نے بہت سے اہار کے ساتھ اسے اپنے ہونوں کی دیکھ دیکھ میں بھارت کی سرحد تک پہونچا یا۔ وہاں سے پھر وہ چین چلا گیا۔

چین میں وہیں سانگ کا شاہی سواکت کیا گیا۔ جب وہ چین کے راستے میں تھا تبھی اس نے سمراٹ کے نام ایک راورتھاپتر لکھ کر پہونچا جس میں اس نے اپنی بھارت

शुंग-युन चीन एशिया होकर भारत आया। भारत के उत्तर पश्चिम के सरहद्दी राज उदयन के राजा के नाम वह चीन की मलका का खत ले आया था। उसने वह खत उदयन के राजा को दिया। राजा साहब ने उस खत को बड़े आदर से स्वीकार किया और उसे पढ़वा कर सुना। जब राजा साहब को यह मालूम हुआ कि चीन की मलका बौद्ध धर्म की मानने वाली हैं तो उन्होंने कौरन पूरब की ओर (चीन की ओर) मुँह करके, हाथ जोड़ कर और ध्यान मग्न होकर अपना सिर झुका लिया। फिर उन्होंने शुंग-युन की बड़ी स्तुति की और चीन के बारे में तरह तरह के सवाल किये। चीन के बौद्ध धर्म के बारे में उन्होंने खास दिलचस्पी ली। चीन के बारे में शुंग-युन की बातें सुनकर राजा साहब बोले—

“आपने जो कुछ बताया अगर वह सब सच है तो आपका देस सचमुच भगवान बुद्ध का देस है। मैं ईश्वर से प्रार्थना करता हूँ कि इस जीवन के बाद मैं आपके देस में ही जन्म लूँ।” (“बुधिसट रेकाडर्स आफ दी वेस्टर्न वर्ल्ड”) —बील, सफा—94)

उदयन में कई साल रह कर शुंग-युन बौद्ध धर्म की किताबें इकट्ठा करता रहा, फिर वह गान्धार गया। वहाँ भी उसने बहुत सी किताबें हासिल कीं। फिर सन 522 ईसवी में वह गान्धार से चीन वापस चला गया। वह अपने साथ बौद्ध धर्म की 170 किताबें चीन ले गया।

व्हेन-सांग

जितने चीनी यात्री भारत आए उनमें व्हेन-सांग सबसे ज़ियादा विद्वान था, उसने सबसे ज़ियादा शांहरत हासिल की और भारतियों के साथ सबसे ज़ियादा मेल जोल पैदा किया।

व्हेन-सांग सन 603 ईसवी में पैदा हुआ। उसके घर में कभी कंग फूत्से धर्म के मानने वाले थे। इसलिये शुरू शुरू में वह कंग फूत्से धर्म की ही किताबों का अध्ययन करता रहा। फिर जब वह तेरह साल का हुआ तो उसका बड़ा भाई बौद्ध भिक्षु हो गया। अपने भाई के साथ साथ व्हेन-सांग भी बौद्ध धर्म का अनुयायी हो गया और उसने बौद्ध साहित्य का पढ़ाई शुरू की। बचपन से ही वह बड़ा होनहार और तेज था। याद करने की ताकत भी उसमें और लोगों से ज़ियादा थी। उसने बौद्ध दर्शन का इतना गहरा अध्ययन किया कि बहुत जल्दी सारे चीन में वह अपनी विद्वता के लिये मशहूर हो गया। चीन के दूर दूर हिस्सों से बौद्ध भिक्षु उसके पास तालीम हासिल करने आने लगे।

व्हेन-सांग बौद्ध किताबों के चीनी अनुबाद से बहुत अभिरुचि था। उसने यह भी देखा कि चीन में बौद्ध

शुंग-युन चीन एशिया होकर भारत आया। भारत के उत्तर पश्चिम के सरहद्दी राज उदयन के राजा के नाम वह चीन की मलका का खत ले आया था। उसने वह खत उदयन के राजा को दिया। राजा साहब ने उस खत को बड़े आदर से स्वीकार किया और उसे पढ़वा कर सुना। जब राजा साहब को यह मालूम हुआ कि चीन की मलका बौद्ध धर्म की मानने वाली हैं तो उन्होंने कौरन पूरब की ओर (चीन की ओर) मुँह करके, हाथ जोड़ कर और ध्यान मग्न होकर अपना सिर झुका लिया। फिर उन्होंने शुंग-युन की बड़ी स्तुति की और चीन के बारे में तरह तरह के सवाल किये। चीन के बौद्ध धर्म के बारे में उन्होंने खास दिलचस्पी ली। चीन के बारे में शुंग-युन की बातें सुनकर राजा साहब बोले—

“आप ने जो कुछ बताया अगर वह सब सच है तो आप के देस सचमुच भगवान बुद्ध का देस है। मैं ईश्वर से प्रार्थना करता हूँ कि इस जीवन के बाद मैं आपके देस में ही जन्म लूँ।” (“बुधिसट रेकाडर्स आफ दी वेस्टर्न वर्ल्ड”) —बील, सफा—94)

उदयन में कई साल रह कर शुंग-युन बौद्ध धर्म की किताबें इकट्ठा करता रहा, फिर वह गान्धार गया। वहाँ भी उसने बहुत सी किताबें हासिल कीं। फिर सन 522 ईसवी में वह गान्धार से चीन वापस चला गया। वह अपने साथ बौद्ध धर्म की 170 किताबें चीन ले गया।

व्हेन-सांग

जितने चीनी यात्री भारत आए उनमें व्हेन-सांग सबसे ज़ियादा विद्वान था, उसने सबसे ज़ियादा शांहरत हासिल की और भारतियों के साथ सबसे ज़ियादा मेल जोल पैदा किया।

व्हेन-सांग सन 603 ईसवी में पैदा हुआ। उसके घर में कभी कंग फूत्से धर्म के मानने वाले थे। इसलिये शुरू शुरू में वह कंग फूत्से धर्म की ही किताबों का अध्ययन करता रहा। फिर जब वह तेरह साल का हुआ तो उसका बड़ा भाई बौद्ध भिक्षु हो गया। अपने भाई के साथ साथ व्हेन-सांग भी बौद्ध धर्म का अनुयायी हो गया और उसने बौद्ध साहित्य का पढ़ाई शुरू की। बचपन से ही वह बड़ा होनहार और तेज था। याद करने की ताकत भी उसमें और लोगों से ज़ियादा थी। उसने बौद्ध दर्शन का इतना गहरा अध्ययन किया कि बहुत जल्दी सारे चीन में वह अपनी विद्वता के लिये मशहूर हो गया। चीन के दूर दूर हिस्सों से बौद्ध भिक्षु उसके पास तालीम हासिल करने आने लगे।

व्हेन-सांग बौद्ध किताबों के चीनी अनुबाद से बहुत अभिरुचि था। उसने यह भी देखा कि चीन में बौद्ध

جہاز پر یہ شرمین (بودھ بھکشو) سوار ہے، اس لئے ہمارے اوپر اتنی مصیبتیں آ پڑی ہیں۔ اس شرمین کو کسی پاس کے ٹاپو پر اتار دیا جائے گا جس سے اس ایک آدمی کی وجہ سے تمام دوسرے مسافروں کی جان خطرے میں نہ پڑے۔“

جب فامہان کے دھارمک گرو دن پتی نے براہمنوں کا یہ ارادہ سنا تو وہ بہت ناراض ہوئے۔ انہوں نے ان براہمنوں سے کہا — ”اگر تم اس بھکشو کو جہاز سے اتارو گے تو اس کے ساتھ تمہیں مجھے بھی اتارنا پڑے گا۔ اگر تم مجھے اس کے ساتھ نہیں اتارنا چاہتے، تو مجھے مار ڈالو، کیونکہ اگر تم اس شرمین کو جہاز سے اتار دو گے، تب میں چھن پھونچ کر سیدھا بادشاہ کے پاس جاؤں گا اور ان سے تمہاری شکایت کروں گا۔ چھن کا بادشاہ بودھ دھرم کا کٹر ماننے والا ہے اور وہ بھکشوؤں اور پنچاریوں کا بھگت اور کرتا ہے۔“ یہ سنکر وہ سب کے سب بہت گھبرائے اور انہوں نے فامہان کو جہاز سے اتار دینے کا ارادہ بالکل چھوڑ دیا۔

موسم ب بھی خراب رہا۔ مسافروں کا راشن اور پانی سب ختم ہو چکا۔ اس لئے ملاحوں نے جہاز کو چھن کے کنارے کھینچ لیا دیا، جہاں کوئی بندرگاہ نہ تھی۔ یہاں فامہان اتر گیا۔ پاس کے کھیت اور آرتی ہوئی چڑیوں کو دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ یہ چھن کا ہی دیس ہے۔ یہاں سے وہ اُس ضلع کے حاکم کی مدد سے چھن کی راجدھانی چانگ گن چلا گیا۔

پندرہ سال باہر رہ کر سن 414 عیسوی میں فامہان اپنے چانگ گن کے متھ میں واپس آیا۔ فامہان نے اپنی بھارت یاترا کا ایک بیان لکھا ہے جسے ”فو، کو، کی“ یعنی ”بھگوان بدھ کے دیس کی کہانی“ کہتے ہیں۔ اس کتاب میں فامہان نے اپنے سے پہلے بھارت میں جو کچھ دیکھا اور سنا سب درج کیا ہے۔ بھارت نے اُنہیں اس کو بھارت کا پوراچھن اُنہیں لکھنے میں اس کتاب سے بہت مدد ملی ہے۔

پندرہ سال باہر رہ کر سن 414 عیسوی میں فامہان اپنے چانگ گن کے متھ میں واپس آیا۔ فامہان نے اپنی بھارت یاترا کا ایک بیان لکھا ہے جسے ”فو، کو، کی“ یعنی ”بھگوان بدھ کے دیس کی کہانی“ کہتے ہیں۔ اس کتاب میں فامہان نے اپنے سے پہلے بھارت میں جو کچھ دیکھا اور سنا سب درج کیا ہے۔ بھارت نے اُنہیں اس کو بھارت کا پوراچھن اُنہیں لکھنے میں اس کتاب سے بہت مدد ملی ہے۔

فامہان کی بھارت یاترا کا بیان چھن کے بھان چھنی بھکشوؤں نے بڑے چاڑ سے سنا اور اُس سے اُنکے دل پر بہت اثر پڑا۔ فامہان کی ہمت اور نڈرتا سے پر بھارت ہو کر انیک بودھ بھکشو چھن سے بھارت آئے۔ سچ تو یہ ہے کہ فامہان نے ہی چھنیوں کو بھارت آنے کا راستہ دکھایا اور ہمت دلائی۔

شنگ یین

شنگ یین چھن کا ایک بودھ بھکشو تھا۔ 517 عیسوی میں چھن کی ملکہ نے بودھ کتابیں لانے کے لیے اسے اپنا ہت ہڈا کر بھارت بھیجا تھا۔

جب فامہان کے دھارمک گرو دن پتی نے براہمنوں کا یہ ارادہ سنا تو وہ بہت ناراض ہوئے۔ انہوں نے ان براہمنوں سے کہا — ”اگر تم اس بھکشو کو جہاز سے اتارو گے تو اس کے ساتھ تمہیں مجھے بھی اتارنا پڑے گا۔ اگر تم مجھے اس کے ساتھ نہیں اتارنا چاہتے، تو مجھے مار ڈالو، کیونکہ اگر تم اس شرمین کو جہاز سے اتار دو گے، تب میں چھن پھونچ کر سیدھا بادشاہ کے پاس جاؤں گا اور ان سے تمہاری شکایت کروں گا۔ چھن کا بادشاہ بودھ دھرم کا کٹر ماننے والا ہے اور وہ بھکشوؤں اور پنچاریوں کا بھگت اور کرتا ہے۔“ یہ سنکر وہ سب کے سب بہت گھبرائے اور انہوں نے فامہان کو جہاز سے اتار دینے کا ارادہ بالکل چھوڑ دیا۔

موسم ب بھی خراب رہا۔ مسافروں کا راشن اور پانی سب ختم ہو چکا۔ اس لئے ملاحوں نے جہاز کو چھن کے کنارے کھینچ لیا دیا، جہاں کوئی بندرگاہ نہ تھی۔ یہاں فامہان اتر گیا۔ پاس کے کھیت اور آرتی ہوئی چڑیوں کو دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ یہ چھن کا ہی دیس ہے۔ یہاں سے وہ اُس ضلع کے حاکم کی مدد سے چھن کی راجدھانی چانگ گن چلا گیا۔

پندرہ سال باہر رہ کر سن 414 عیسوی میں فامہان اپنے چانگ گن کے متھ میں واپس آیا۔ فامہان نے اپنی بھارت یاترا کا ایک بیان لکھا ہے جسے ”فو، کو، کی“ یعنی ”بھگوان بدھ کے دیس کی کہانی“ کہتے ہیں۔ اس کتاب میں فامہان نے اپنے سے پہلے بھارت میں جو کچھ دیکھا اور سنا سب درج کیا ہے۔ بھارت نے اُنہیں اس کو بھارت کا پوراچھن اُنہیں لکھنے میں اس کتاب سے بہت مدد ملی ہے۔

فامہان کی بھارت یاترا کا بیان چھن کے بھان چھنی بھکشوؤں نے بڑے چاڑ سے سنا اور اُس سے اُنکے دل پر بہت اثر پڑا۔ فامہان کی ہمت اور نڈرتا سے پر بھارت ہو کر انیک بودھ بھکشو چھن سے بھارت آئے۔ سچ تو یہ ہے کہ فامہان نے ہی چھنیوں کو بھارت آنے کا راستہ دکھایا اور ہمت دلائی۔

شنگ یین

شنگ یین چھن کا ایک بودھ بھکشو تھا۔ 517 عیسوی میں چھن کی ملکہ نے بودھ کتابیں لانے کے لیے اسے اپنا ہت ہڈا کر بھارت بھیجا تھا۔

وہ آواہا تھا، لےکر وہ چین کے لیے ایک بہت بڑے سوداگری جہاز پر سوار ہوا۔

کاہیان کی لٹکان سے چین کی یاत्रا بہت ہی خطرناک ثابت ہوئی۔ اس بار اسے چین موسیباتوں کا سامنا کرنا پڑا وہ اس کی چین یاत्रا سے کبھی جیسا کہ وہ خواہاں تھا۔

جس جہاز پر کاہیان سوار ہوا، اس میں دو سو مسافر اور ملاح تھے۔ اس جہاز کے ساتھ ایک چھوٹا جہاز باندھا ہوا تھا جو خطے کے سمے استعمال کیا جاتا تھا۔ لٹکان سے جس سے جہاز چلا، موسم بہت اچھا اور دو دن تک جہاز آسانی سے چلتا رہا۔ تیسرے روز زوروں کا طوفان آیا اور بڑے جہاز میں ایک آگ ہو گئی۔ اسی کے ذریعے جہاز میں پانی بھرنے لگا اب تو ہوا کہ کہیں جہاز قریب نہ جائے۔ چھوٹے جہاز ملاح بڑے جہاز والوں کو دھوکا دے کر دس توڑ کر انکے گئے جس سے بڑے جہاز کے ملاح بڑی پریشانی میں آئے۔ انہوں نے سوداگروں کو آدھیں دیا کہ وہ اپنا سب سامان پانی میں پھینک دیں جس سے جہاز کا بوجھ ہلکا جائے۔ انہوں نے ویسا کیا۔ فاطمہ نے اپنی پانی کی جلی اور ہاتھ دھونے کا برتن پانی میں پھینک دیا۔ تو لگا کہ کہیں اس کی تمام کتابیں اور مورتیاں بھی نہیں نہ پھینک دی جائیں۔ اس نے اسے ان اولوکتہ مشور سے پرارتہنا کرنا شروع کی۔ ”ہے وہ! میں ہودہ سادیکہ کی کھوج میں دور دوروں میں گھومتا ہوں۔ آپ کریا کر کے اپنی روحانی جلی سے مجھے کسی سرکشت جگہ پر لے چلیے۔“ تھوڑے طوفان چلتا رہا۔ پھر ایک دن جہاز ایک ٹاپو کے قریب لگا۔ یہاں ملاحوں نے جہاز کو روک کر اس کے آگ کو بجھ کر دیا اور اب جہاز کسی طرح جاوا پہنچا۔ اس میں فاطمہ نے دوسرا جہاز کیا۔ اس جہاز پر بھی سو آدمی تھے۔

ایک مہینے سات دن تک جہاز چلنے کے بعد سمندر کے زوروں کا طوفان آیا اور طوفان کے ساتھ پانی بھی۔ ان میں بادل گھر آئے جس کی وجہ سے دشا کا پتہ لگانا مشکل ہو گیا۔ جہاز خطرے میں پڑ گیا۔ کس کا قریب جائے کچھ ٹھیک نہیں۔ سوداگر اور ملاح سبھی پریشان تھے۔ ایسے سے فاطمہ نے بھگوان اولوکتہ مشور پرارتہنا پھر شروع کر دی اور اسی سے جہاز کے براہمن افراد نے ایک سبھا کی جس میں یہ وچار کیا کہ جہاز پر جو مصیبت آ پڑی ہے، اس کا کارن ہے۔ بہت سوچ وچار اور بحث کے بعد یہ طے کیا کہ ساری مصیبت کی جو ہودہ بھگوان مان ہے۔ انہوں نے اعلان کیا۔ ”چونکہ ہمارے

یہ تھا، اس لیے کہ وہ چین کے لئے ایک بہت بڑے سوداگری جہاز پر سوار ہوا۔

فاطمہ کی لٹکان سے چین کی یاत्रا بہت ہی خطرناک ثابت ہوئی۔ اس بار اسے چین موسیباتوں کا سامنا کرنا پڑا وہ اس کی چین یاत्रا سے کبھی جیسا کہ وہ خواہاں تھا۔

جس جہاز پر فاطمہ سوار ہوا، اس میں دو سو مسافر اور ملاح تھے۔ اس جہاز کے ساتھ ایک چھوٹا جہاز باندھا ہوا تھا جو خطے کے سمے استعمال کیا جاتا تھا۔ لٹکان سے جس سے جہاز چلا، موسم بہت اچھا اور دو دن تک جہاز آسانی سے چلتا رہا۔ تیسرے روز زوروں کا طوفان آیا اور بڑے جہاز میں ایک آگ ہو گئی۔ اسی کے ذریعے جہاز میں پانی بھرنے لگا اب تو ہوا کہ کہیں جہاز قریب نہ جائے۔ چھوٹے جہاز ملاح بڑے جہاز والوں کو دھوکا دے کر دس توڑ کر انکے گئے جس سے بڑے جہاز کے ملاح بڑی پریشانی میں آئے۔ انہوں نے سوداگروں کو آدھیں دیا کہ وہ اپنا سب سامان پانی میں پھینک دیں جس سے جہاز کا بوجھ ہلکا جائے۔ انہوں نے ویسا کیا۔ فاطمہ نے اپنی پانی کی جلی اور ہاتھ دھونے کا برتن پانی میں پھینک دیا۔ تو لگا کہ کہیں اس کی تمام کتابیں اور مورتیاں بھی نہیں نہ پھینک دی جائیں۔ اس نے اسے ان اولوکتہ مشور سے پرارتہنا کرنا شروع کی۔ ”ہے وہ! میں ہودہ سادیکہ کی کھوج میں دور دوروں میں گھومتا ہوں۔ آپ کریا کر کے اپنی روحانی جلی سے مجھے کسی سرکشت جگہ پر لے چلیے۔“ تھوڑے طوفان چلتا رہا۔ پھر ایک دن جہاز ایک ٹاپو کے قریب لگا۔ یہاں ملاحوں نے جہاز کو روک کر اس کے آگ کو بجھ کر دیا اور اب جہاز کسی طرح جاوا پہنچا۔ اس میں فاطمہ نے دوسرا جہاز کیا۔ اس جہاز پر بھی سو آدمی تھے۔

ایک مہینے سات دن تک جہاز چلنے کے بعد سمندر کے زوروں کا طوفان آیا اور طوفان کے ساتھ پانی بھی۔ ان میں بادل گھر آئے جس کی وجہ سے دشا کا پتہ لگانا مشکل ہو گیا۔ جہاز خطرے میں پڑ گیا۔ کس کا قریب جائے کچھ ٹھیک نہیں۔ سوداگر اور ملاح سبھی پریشان تھے۔ ایسے سے فاطمہ نے بھگوان اولوکتہ مشور پرارتہنا پھر شروع کر دی اور اسی سے جہاز کے براہمن افراد نے ایک سبھا کی جس میں یہ وچار کیا کہ جہاز پر جو مصیبت آ پڑی ہے، اس کا کارن ہے۔ بہت سوچ وچار اور بحث کے بعد یہ طے کیا کہ ساری مصیبت کی جو ہودہ بھگوان مان ہے۔ انہوں نے اعلان کیا۔ ”چونکہ ہمارے

وہوں نے سوچا، یہ وہی جگہ ہے جہاں بھگوان بدھ نے اپنی زندگی کے پچیس سال گزارے تھے۔ اس سے وہ فامیان اور اس کا ساتھی (اپنی جان خطرے میں ڈال کر بدیسوں کے بیچ رہ رہے ہوں۔ اُن کے ساتھ جو بھکشو سی مقصد سے کئی دیسوں سے ہوتے ہوئے بھارت آ رہے تھے، چہ تو چھین واپس چلے گئے اور کچھ راستے میں ہی مر گئے۔ اور اب اُس جگہ کو دیکھ کر جہاں کسی سے بھگوان بدھ رہا کرتے تھے اور اب وہاں موجود نہیں تھے، ن کا دل درد سے بھر آیا۔ اُن کو اس طرح دکھی ہوتے دیکھ کر، اُس مٹھ کے بھکشو اُن کے پاس آئے اور اُن سے پوچھا۔ ”آپ لوگ کس دیس سے آ رہے ہیں؟“

وہوں نے جواب دیا۔ ”ہم لوگ ہان دےس (چین) سے آ رہے ہیں۔“

یہ سن کر وہ بھکشوؤں کو بڑا تعجب ہوا اور وہ بولے۔ ”کتنے اچرج کی بات ہے! خدا سوچئے تو، بدھ دھرم کی تعلیم حاصل کرنے دھرتی کی سرحد سے اتنی دور یہ لوگ آئے ہیں۔“ اور پھر آپس میں بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔ ”ہمارے پر ہے جو اسی جگہ سے سے یہ وہ چکے ہوں، انہوں نے ہان دیس کے لوگوں کو اتنی دور آتے دیکھے ہیں، دیکھا!“ (فو. کو. کی. لیکچر۔ فامیان، صفحہ 45)

چوتھ دن مٹھ میں فامیان کو بڑے آدر کے ساتھ تھرایا گیا۔ کچھ دن یہاں رہ کر فامیان دوسری جگہوں کو دیکھنے چلا گیا۔

یہ سن کر اُن بھکشوؤں کو بڑا تعجب ہوا اور وہ بولے۔ ”کتنے اچرج کی بات ہے! خدا سوچئے تو، بدھ دھرم کی تعلیم حاصل کرنے دھرتی کی سرحد سے اتنی دور یہ لوگ آئے ہیں۔“ اور پھر آپس میں بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔ ”ہمارے پر ہے جو اسی جگہ سے سے یہ وہ چکے ہوں، انہوں نے ہان دیس کے لوگوں کو اتنی دور آتے دیکھے ہیں، دیکھا!“ (فو. کو. کی. لیکچر۔ فامیان، صفحہ 45)

چوتھ دن مٹھ میں فامیان کو بڑے آدر کے ساتھ تھرایا گیا۔ کچھ دن یہاں رہ کر فامیان دوسری جگہوں کو دیکھنے چلا گیا۔

یہ سن کر اُن بھکشوؤں کو بڑا تعجب ہوا اور وہ بولے۔ ”کتنے اچرج کی بات ہے! خدا سوچئے تو، بدھ دھرم کی تعلیم حاصل کرنے دھرتی کی سرحد سے اتنی دور یہ لوگ آئے ہیں۔“ اور پھر آپس میں بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔ ”ہمارے پر ہے جو اسی جگہ سے سے یہ وہ چکے ہوں، انہوں نے ہان دیس کے لوگوں کو اتنی دور آتے دیکھے ہیں، دیکھا!“ (فو. کو. کی. لیکچر۔ فامیان، صفحہ 45)

چوتھ دن مٹھ میں فامیان کو بڑے آدر کے ساتھ تھرایا گیا۔ کچھ دن یہاں رہ کر فامیان دوسری جگہوں کو دیکھنے چلا گیا۔

یہ سن کر اُن بھکشوؤں کو بڑا تعجب ہوا اور وہ بولے۔ ”کتنے اچرج کی بات ہے! خدا سوچئے تو، بدھ دھرم کی تعلیم حاصل کرنے دھرتی کی سرحد سے اتنی دور یہ لوگ آئے ہیں۔“ اور پھر آپس میں بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔ ”ہمارے پر ہے جو اسی جگہ سے سے یہ وہ چکے ہوں، انہوں نے ہان دیس کے لوگوں کو اتنی دور آتے دیکھے ہیں، دیکھا!“ (فو. کو. کی. لیکچر۔ فامیان، صفحہ 45)

چوتھ دن مٹھ میں فامیان کو بڑے آدر کے ساتھ تھرایا گیا۔ کچھ دن یہاں رہ کر فامیان دوسری جگہوں کو دیکھنے چلا گیا۔

یہ سن کر اُن بھکشوؤں کو بڑا تعجب ہوا اور وہ بولے۔ ”کتنے اچرج کی بات ہے! خدا سوچئے تو، بدھ دھرم کی تعلیم حاصل کرنے دھرتی کی سرحد سے اتنی دور یہ لوگ آئے ہیں۔“ اور پھر آپس میں بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔ ”ہمارے پر ہے جو اسی جگہ سے سے یہ وہ چکے ہوں، انہوں نے ہان دیس کے لوگوں کو اتنی دور آتے دیکھے ہیں، دیکھا!“ (فو. کو. کی. لیکچر۔ فامیان، صفحہ 45)

چوتھ دن مٹھ میں فامیان کو بڑے آدر کے ساتھ تھرایا گیا۔ کچھ دن یہاں رہ کر فامیان دوسری جگہوں کو دیکھنے چلا گیا۔

فاہیان اپنے سفر کے چینی بौद्ध سادھو سے بہت
 असंतुष्ट था. भारत से अनेक बौद्ध किताबें आई थीं और
 उनका चीनी अनुवाद किया गया था पर वह सबके सब
 गलत थे, और उनमें बहुत त्रुटि था. इसके अलावा चीन
 में बौद्ध दर्शन और बौद्ध धर्म के बारे में बहुत सी गलत
 धारणाएं पैदा हो गई थीं. बौद्ध किताबों को सही तरह से
 समझाने वाला भी चीन में उस समय कोई न था. इसलिये
 फाह्यान ने यह तय किया कि वह भारत जाकर बौद्ध धर्म
 की किताबें इकट्ठा करेगा, उनका अनुवाद करेगा और
 भारत के बौद्ध भिक्षुओं और शिष्टों से बौद्ध धर्म की
 तालीम हासिल करेगा.

सन 399 ईसवी में फाह्यान अपने कुछ साथियों के
 साथ चीन से भारत के लिये रवाना हुआ. बीच एशिया
 के रास्ते होकर वह भारत आया. रास्ते में उसे अनेक
 मुसीबतों का सामना करना पड़ा. उसके साथ जो भिक्षु
 आ रहे थे, उनमें से बहुत तो चीन वापस लौट गए और
 कुछ रास्ते में ही मर गए. अपनी भारत यात्रा की किताब
 में उसने इस सफर का जो बयान लिखा है वह बहुत दर्द-
 भरा और दुखदायी है. उससे पता चलता है कि अपना
 मिशन पूरा करने के लिये फाह्यान अपनी जान कितने
 जोखिम में डाल कर भारत आया था.

बीच एशिया के लोप रेगिस्तान पार करने के बारे में
 वह लिखता है—

“इस रेगिस्तान में बहुत से शैतान रहते थे. इनसे मुठभेड़
 होने पर यह सब के सब आदमी को मार डालते थे. आसमान
 में एक बिड़िया उड़ती दिखाई पड़ती थी और न जमीन पर
 एक जानवर चलता दिखाई देता था. रास्ते का पता लगाना
 नामुमकिन था. केवल मुरदों की गली हुई हड्डियों से ही
 राह का पता लगता था.” (फ-कुओ-की, लेखक—फाह्यान,
 अनुवादक—बील, सका—24)

लोप रेगिस्तान पार करने के बाद उसे रास्ते में जो
 दिक्कतें उठनी पड़ीं उनके बारे में फाह्यान लिखता है—

“सड़कों पर न रहने के मकान थे और न रहने वाले
 थे. सड़क की कठिनाइयों के कारन उन्हें अपनी यात्रा में
 जो मुसीबतें उठानी पड़ीं, उनकी तुलना करना आदमी की
 शक्त के बाहर है.” (फ-कुओ-की, लेखक—फाह्यान,
 अनुवादक—बील, सका—25)

भारत आकर फाह्यान ने सारे देश में भ्रमन किया
 और वह यहां के सभी पवित्र बौद्ध स्थानों को देखने गया.
 इसी सिलसिले में वह अवस्ती (कोशल प्रदेश) के जेतवन
 मठ भी पहुंचा. जेतवन मठ को देख कर फाह्यान का दिल
 पर आया. उस वक्त की अपनी भावनाओं को बाहिर
 करते हुए वह लिखता है—

“जब फाह्यान और तो-चिंग जेतवन मठ पहुंचे तो

फाह्यान अनेक मठों के चینی बौद्ध साधुओं से
 असंतुष्ट था. भारत से अनेक बौद्ध किताबें आई थीं
 और उन का चینی अनुवाद किया गया था पर वह सबके सब
 غلط थे, और उन में बहुत نقص था. इस के علاوه चीन
 में बौद्ध दर्शन और बौद्ध धर्म के बारे में बहुत सी
 غلط धारणाएँ पैदा हो गई थी. बौद्ध किताबों को
 सही तरह से समझाने वाला भी चीन में उस समय
 कोई न था. इस लिये फाह्यान ने यह तय किया कि वह
 भारत जाकर बौद्ध धर्म की किताबें इकट्ठा करेगा,
 उनका अनुवाद करेगा और भारत के बौद्ध भिक्षुओं
 और शिष्टों से बौद्ध धर्म की तालीम हासिल करेगा.

सन 399 ईसवी में फाह्यान अपने कुछ साथियों के
 साथ चीन से भारत के लिये रवाना हुआ. बीच एशिया
 के रास्ते होकर वह भारत आया. रास्ते में उसे अनेक
 मुसीबतों का सामना करना पड़ा. उसके साथ जो भिक्षु
 आ रहे थे, उनमें से बहुत तो चीन वापस लौट गए और
 कुछ रास्ते में ही मर गए. अपनी भारत यात्रा की किताब
 में उसने इस सफर का जो बयान लिखा है वह बहुत दर्द-
 भरा और दुखदायी है. उससे पता चलता है कि अपना
 मिशन पूरा करने के लिये फाह्यान अपनी जान कितने
 जोखिम में डाल कर भारत आया था.

बीच एशिया के लोप रेगिस्तान पार करने के बारे में
 वह लिखता है—

“इस रेगिस्तान में बहुत से शैतान रहते थे. इन
 से मुठभेड़ होने पर यह सब के सब आदमी को मार डालते थे.
 आसमान में एक बिड़िया उड़ती दिखाई पड़ती थी और न
 जमीन पर एक जानवर चलता दिखाई देता था. रास्ते का पता
 लगाना नामुमकिन था. केवल मुरदों की गली हुई हड्डियों
 से ही राह का पता लगता था.” (फ-कुओ-की, लेखक—
 फाह्यान, अनुवादक—बील, सका—24)

लोप रेगिस्तान पार करने के बाद उसे रास्ते में जो
 दिक्कतें उठनी पड़ीं उनके बारे में फाह्यान लिखता है—
 “सड़कों पर न रहने के मकान थे और न रहने वाले
 थे. सड़क की कठिनाइयों के कारन उन्हें अपनी यात्रा में
 जो मुसीबतें उठानी पड़ीं, उनकी तुलना करना आदमी की
 शक्त के बाहर है.” (फ-कुओ-की, लेखक—
 फाह्यान, अनुवादक—बील, सका—25)

भारत आकर फाह्यान ने सारे देश में भ्रमन किया
 और वह यहां के सभी पवित्र बौद्ध स्थानों को देखने गया.
 इसी सिलसिले में वह अवस्ती (कोशल प्रदेश) के जेतवन
 मठ भी पहुंचा. जेतवन मठ को देख कर फाह्यान का दिल
 पर आया. उस वक्त की अपनी भावनाओं को बाहिर
 करते हुए वह लिखता है—

“जब फाह्यान और तो-चिंग जेतवन मठ पहुंचे तो

भारत में चीनी बौद्ध भिक्षु

(भाई भान चन्द्र वर्मा)

भारत और चीन के कलचरी मेल को बढ़ाने और मजबूत करने में उन चीनी बौद्ध यात्रियों ने भी बहुत मदद की जो चीन से समय समय पर भारत आए। यों तो चीन में बौद्ध धर्म का प्रचार सन 65 ईसवी में शुरू हो चुका था और भारत से बौद्ध प्रचारक भी चीन जाने लगे थे फिर भी चीन से चौथी सदी के अन्त तक कोई भी चीनी भिक्षु भारत नहीं आया। सन 399 ईसवी में पहला चीनी यात्री फाह्यान भारत आया। और फिर उसके बाद सैकड़ों चीनी भिक्षु समय समय पर भारत आए। भारत में इन भिक्षुओं ने खासकर चार काम किये—

(1) इन भिक्षुओं ने सारे देश में घूमकर बौद्ध धर्म के पवित्र स्थानों का दर्शन किया और वहां अपनी श्रद्धांजलि अर्पित की।

(2) यह भिक्षु प्रियादातर बौद्ध धर्म की शिक्षा हासिल करने नागान्द विरविद्यालय आते थे और यहीं रह कर अध्ययन करते थे।

(3) भारत में इन भिक्षुओं ने बहुत सी बौद्ध किताबों का अनुवाद किया और बहुतों को नकल किया।

(4) इन भिक्षुओं में से कुछ बौद्ध मूर्तियों की तस्वीरें बनाकर अपने साथ चीन लेते गए जिससे चीन में भारती कला को काफी रिबाज मिला। बहुत से भिक्षु अपने साथ मूर्तियां भी ले गए।

इन चीनी मुसाफिरों में से कुछ ने अपनी यात्रा का हाल लिख छोड़ा है। इन्हीं के आधार पर यह कहा जा सकता है कि इन बौद्ध भिक्षुओं ने कहाँ कहाँ क्या किया। पर जो चीनी भिक्षु भारत आए उन से मैं बहुतों ने इस तरह का कोई बयान नहीं लिखा है, इसलिये तकसील में बहुत कम भिक्षुओं की जिनगी का सच्चा बयान मिलता है। नाचे उन कुछ चीनी भिक्षुओं के बारे में लिखा जा रहा है जो चीन से भारत आए—

शिह फाह्यान

फाह्यान चीन के पिंग-याग जिले का रहने वाला था। तीन साल की उमर में उसे बौद्ध भिक्षु बना लिया गया। उसके समय में यह रिबाज था कि जिस आदमी को बौद्ध भिक्षु की दीक्षा दी जाती थी उसे 'शिह' यानी 'शाक्यपुत्र' की उपाधि मिलती थी, इसलिये फाह्यान भी 'शाक्यपुत्र' यानी 'शिह' फाह्यान कहा जाने लगा।

भारत में चीनी बौद्ध भिक्षु

(भाई भान चन्द्र वर्मा)

भारत और चीन के कलचरी मेल को बढ़ाने और मजबूत करने में उन चीनी बौद्ध यात्रियों ने भी बहुत मदद की जो चीन से समय समय पर भारत आए। यों तो चीन में बौद्ध धर्म का प्रचार सन 65 ईसवी में शुरू हो चुका था और भारत से बौद्ध प्रचारक भी चीन जाने लगे थे फिर भी चीन से चौथी सदी के अन्त तक कोई भी चीनी भिक्षु भारत नहीं आया। सन 399 ईसवी में पहला चीनी यात्री फाह्यान भारत आया। और फिर उसके बाद सैकड़ों चीनी भिक्षु समय समय पर भारत आए। भारत में इन भिक्षुओं ने खासकर चार काम किये—

(1) इन भिक्षुओं ने सारे देश में घूमकर बौद्ध धर्म के पवित्र स्थानों का दर्शन किया और वहां अपनी श्रद्धांजलि अर्पित की।

(2) यह भिक्षु प्रियादातर बौद्ध धर्म की शिक्षा हासिल करने नागान्द विरविद्यालय आते थे और यहीं रह कर अध्ययन करते थे।

(3) भारत में इन भिक्षुओं ने बहुत सी बौद्ध किताबों का अनुवाद किया और बहुतों को नकल किया।

(4) इन भिक्षुओं में से कुछ बौद्ध मूर्तियों की तस्वीरें बनाकर अपने साथ चीन लेते गए जिससे चीन में भारती कला को काफी रिबाज मिला। बहुत से भिक्षु अपने साथ मूर्तियां भी ले गए।

इन चीनी मुसाफिरों में से कुछ ने अपनी यात्रा का हाल लिख छोड़ा है। इन्हीं के आधार पर यह कहा जा सकता है कि इन बौद्ध भिक्षुओं ने कहाँ कहाँ क्या किया। पर जो चीनी भिक्षु भारत आए उन से मैं बहुतों ने इस तरह का कोई बयान नहीं लिखा है, इसलिये तकसील में बहुत कम भिक्षुओं की जिनगी का सच्चा बयान मिलता है। नाचे उन कुछ चीनी भिक्षुओं के बारे में लिखा जा रहा है जो चीन से भारत आए—

शिह फाह्यान

फाह्यान चीन के पिंग-याग जिले का रहने वाला था। तीन साल की उमर में उसे बौद्ध भिक्षु बना लिया गया। उसके समय में यह रिबाज था कि जिस आदमी को बौद्ध भिक्षु की दीक्षा दी जाती थी उसे 'शिह' यानी 'शाक्यपुत्र' की उपाधि मिलती थी, इसलिये फाह्यान भी 'शाक्यपुत्र' यानी 'शिह' फाह्यान कहा जाने लगा।

شام کا وقت تھا۔ ایک پہاڑی کی کھوٹی پر ایک لڑکا کے ہنسنے کے بعد گھر کے لوگ بیٹے ہوئے تھے۔ سب کی آنکھیں ڈھلتے ہوئے سڑج پر لگی ہوئی تھیں۔ جنہوں نے سڑج کو بکھڑا کر دیا۔ اُس خدا کے ہنسنے نے اپنا سر اونچا کیا اور اُسے ہنسنے لگوں سے پوچھا۔ ”یہ خوشبو کہاں سے آ رہی ہے؟“ اُن کا یہ سوال سن کر سارے والے ذرا حیرانی میں پڑ گئے۔ ”اُن میں سے اُس وقت کسی کو بھی قسم کی خوشبو نہیں محسوس ہوئی تھی۔ اُس نے اُن میں سے ایک کے ہمت کر کے تھوڑی دیر کے بعد جواب دیا۔ ”صاحب! یہاں تو کسی قسم کی خوشبو نہیں محسوس نہیں ہو رہی۔“

”خوب رہی“۔ لڑکا کے ہنسنے کے بعد مسکرا کر کہا۔ ”تو کہتے ہو کسی قسم کی خوشبو تو مجھے نہیں محسوس نہیں ہو رہی اور مجھے تو قریب ایک آدمی گھلتے سے ہر ایک طرف سے گلاب کے پھولوں کی خوشبو نے سمجھو مسرت اور مہولہ کر دیا ہے۔“

”گلاب کے پھولوں کی خوشبو؟“ ایک دوسرے کی طرف نظر کرتے ہوئے اُن کے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک نے شک کے لہجے میں کہا۔

”ہاں، ہاں“۔ لڑکا کے ہنسنے کے بعد جواب دیا۔ ”خدا کے ہنسنے نے جواب دیا۔“ گلاب کے پھولوں کی خوشبو! مگر تو لوگوں نے تو صرف باہری باغ کے گلاب کے پھول ہی دیکھے ہیں۔ اُس نے تمہیں تو کسی اور قسم کے گلاب کے پھول کا خیال ہی کھلا سکتا ہے۔ مگر ہر ایک انسان کے اندر بھی ایک باغ ہے۔ وہاں قسم قسم کے پھول اُگتے ہیں اور اُن کی خوشبو ہر ایک انسان کو کبھی نہ کبھی محسوس ہوتی ہے۔ جب وہ کسی سے سچی محبت کرتا ہے یا کسی کی سچائی سے خدمت کرتا ہے یا کسی کے لئے دل و جان سے قربانی کرتا ہے اُس وقت اسے اُس اندرونی باغ کے پھولوں کی خوشبو محسوس ہوتی ہے اگرچہ بہت دیر بعد وہ اسے پہچان بھی نہیں سکتا۔ اُسے ایک عجیب قسم کی خوشی معلوم ہوتی ہے۔ مگر وہ نہیں جانتا کہ اُس خوشی کا مول اُس کے اپنے دل کے باغ کی خوشبو ہی ہے۔ انسان کی روح کیا ہے؟ اگر وہ ایک پھول نہیں جسے خداوند تعالیٰ نے اپنے دل کے باغ میں سے اُگھا کر اُس کے دل میں لگا دیا ہے، تو وہ اور کیا ہے۔ اور محبت کیا ہے؟ انسان کی روح کی خوشبو۔ اور جہاں جہاں اور جب جب جہاں کہ اُس وقت تم لوگوں اور میرے بیچ میں ہلکا سا ہوا ہے، ایک روحانی رشتہ (دنیاوی رشتہ نہیں) بندھ جاتا ہے تو اُس وقت اُس اندرونی باغ کے پھولوں کی خوشبو لوگوں کو محسوس ہوتی ہے۔“

شام کا وقت تھا۔ ایک پہاڑی کی چوٹی پر ایک خدا کے ہنسنے کے بعد گھر کے لوگ بیٹے ہوئے تھے۔ سب کی آنکھیں ڈھلتے ہوئے سڑج پر لگی ہوئی تھیں۔ جنہوں نے سڑج کو بکھڑا کر دیا۔ اُس خدا کے ہنسنے نے اپنا سر اونچا کیا اور اُسے ہنسنے لگوں سے پوچھا۔ ”یہ خوشبو کہاں سے آ رہی ہے؟“ اُن کا یہ سوال سن کر سارے والے ذرا حیرانی میں پڑ گئے۔ ”اُن میں سے اُس وقت کسی کو بھی قسم کی خوشبو نہیں محسوس ہوئی تھی۔ اُس نے اُن میں سے ایک کے ہمت کر کے تھوڑی دیر کے بعد جواب دیا۔ ”صاحب! یہاں تو کسی قسم کی خوشبو نہیں محسوس نہیں ہو رہی۔“

”خوب رہی“۔ لڑکا کے ہنسنے کے بعد مسکرا کر کہا۔ ”تو کہتے ہو کسی قسم کی خوشبو تو مجھے نہیں محسوس نہیں ہو رہی اور مجھے تو قریب ایک آدمی گھلتے سے ہر ایک طرف سے گلاب کے پھولوں کی خوشبو نے سمجھو مسرت اور مہولہ کر دیا ہے۔“

”گلاب کے پھولوں کی خوشبو؟“ ایک دوسرے کی طرف نظر کرتے ہوئے اُن کے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک نے شک کے لہجے میں کہا۔

”ہاں، ہاں“۔ لڑکا کے ہنسنے کے بعد جواب دیا۔ ”خدا کے ہنسنے نے جواب دیا۔“ گلاب کے پھولوں کی خوشبو! مگر تو لوگوں نے تو صرف باہری باغ کے گلاب کے پھول ہی دیکھے ہیں۔ اُس نے تمہیں تو کسی اور قسم کے گلاب کے پھول کا خیال ہی کھلا سکتا ہے۔ مگر ہر ایک انسان کے اندر بھی ایک باغ ہے۔ وہاں قسم قسم کے پھول اُگتے ہیں اور اُن کی خوشبو ہر ایک انسان کو کبھی نہ کبھی محسوس ہوتی ہے۔ جب وہ کسی سے سچی محبت کرتا ہے یا کسی کی سچائی سے خدمت کرتا ہے یا کسی کے لئے دل و جان سے قربانی کرتا ہے اُس وقت اسے اُس اندرونی باغ کے پھولوں کی خوشبو محسوس ہوتی ہے اگرچہ بہت دیر بعد وہ اسے پہچان بھی نہیں سکتا۔ اُسے ایک عجیب قسم کی خوشی معلوم ہوتی ہے۔ مگر وہ نہیں جانتا کہ اُس خوشی کا مول اُس کے اپنے دل کے باغ کی خوشبو ہی ہے۔ انسان کی روح کیا ہے؟ اگر وہ ایک پھول نہیں جسے خداوند تعالیٰ نے اپنے دل کے باغ میں سے اُگھا کر اُس کے دل میں لگا دیا ہے، تو وہ اور کیا ہے۔ اور محبت کیا ہے؟ انسان کی روح کی خوشبو۔ اور جہاں جہاں اور جب جب جہاں کہ اُس وقت تم لوگوں اور میرے بیچ میں ہلکا سا ہوا ہے، ایک روحانی رشتہ (دنیاوی رشتہ نہیں) بندھ جاتا ہے تو اُس وقت اُس اندرونی باغ کے پھولوں کی خوشبو لوگوں کو محسوس ہوتی ہے۔“

بہد ثابت دیکھے بغیر نہیں رہتا ہے۔ فیر ہسرار میں کرتا ہے اور اگر اس کے گھر پر پہنچ جاؤ تو ہتھیاری اور مدارات کرتا ہے کہ یہاں نہیں کھا جاسکتا۔ یعنی پہلے تو وہ اپنے گھر کے تمام لوگوں سے پرہیز کرتا ہے چھوٹے بڑے، عورت مرد سب سے۔ یہ گھر کے سب لوگ مہمان کی خاطر مہن جی جان سے لگ جاتے ہیں اور باری باری سے کہتے ہیں — آپ نے ہمیں سرفراز کیا ہے اور ہمارے گھر کو روشن کر دیا ہے۔ قسم خدا کی آپ کی شریف آوری سے ہم لوگوں کو بڑی برکت حاصل ہوئی ہے۔ اس کا جواب اُلٹ کر یہی ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ نہ حضرات کی ہدایت سے حاصل ہوا ہے۔ اور یہ کہ ہم سب کچھ آپ کی خوش اخلاقی، مہمان نوازی اور ہمدردی کا کرشمہ ہے وغیرہ وغیرہ۔

مہمان کے گھر کے سب نر ناری، بالک اور لکھائیں کچھ اس طرح کھل مل جاتی ہیں کہ معلوم ہوتا ہے یہ ایسا ہی خاندان ہے۔ چھوٹے بڑے سب بے تکلفی سے باتیں کرتے لگتے ہیں اور ان لذت سوالات کرتے لگ جاتے ہیں۔ وہ بھارت کو جاننا چاہتے ہیں اور بھارت کی ہر چہز کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں۔ بھارت کتنا بڑا ملک ہے، بھارت میں کتنے لوگ ہیں، بھارت میں کتنے بڑے شہر ہیں، کتنے چھوٹے ہیں۔ بھارت میں عربی بولی جاتی ہے کہ کوئی دوسری بھاشا۔ دوسری بھاشا کونسی بھاشا ہے، ایک ہے کہ کئی بھاشاں ہیں۔ بھارت سوکار اور پاکستان کا کیا جھگڑا ہے۔ اس میں کون درشی ہے کون نردوش۔ بھارت میں مسلمان کتنے ہیں غیر مسلم کتنے۔ غیر مسلم بھارتیوں کا مسلمانوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے، یہ لوگ آپسی جھگڑے و کھوں نہیں ختم کرتے۔ کیا ان جھگڑوں میں انگریزوں کا بھی ہاتھ ہے وغیرہ وغیرہ بے شمار سوالات ہوتے ہیں اور ان کا جواب دیتے دیتے ناطقہ بند ہو جاتا ہے۔

مہمان کے گھر کے سب نر ناری، بالک اور لکھائیں کچھ اس طرح کھل مل جاتی ہیں کہ معلوم ہوتا ہے یہ ایسا ہی خاندان ہے۔ چھوٹے بڑے سب بے تکلفی سے باتیں کرتے لگتے ہیں اور ان لذت سوالات کرتے لگ جاتے ہیں۔ وہ بھارت کو جاننا چاہتے ہیں اور بھارت کی ہر چہز کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں۔ بھارت کتنا بڑا ملک ہے، بھارت میں کتنے لوگ ہیں، بھارت میں کتنے بڑے شہر ہیں، کتنے چھوٹے ہیں۔ بھارت میں عربی بولی جاتی ہے کہ کوئی دوسری بھاشا۔ دوسری بھاشا کونسی بھاشا ہے، ایک ہے کہ کئی بھاشاں ہیں۔ بھارت سوکار اور پاکستان کا کیا جھگڑا ہے۔ اس میں کون درشی ہے کون نردوش۔ بھارت میں مسلمان کتنے ہیں غیر مسلم کتنے۔ غیر مسلم بھارتیوں کا مسلمانوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے، یہ لوگ آپسی جھگڑے و کھوں نہیں ختم کرتے۔ کیا ان جھگڑوں میں انگریزوں کا بھی ہاتھ ہے وغیرہ وغیرہ بے شمار سوالات ہوتے ہیں اور ان کا جواب دیتے دیتے ناطقہ بند ہو جاتا ہے۔

(بالک فیر)

(ہائی پھر)

“بہد دھن کو اس کے سینھاسن سے ہٹا کر ریشور کے لیے بڑی جگہ چالنی کرے۔ میرا خیال ہے کہ بھارت کا ابھیر بھارت ہے۔ لیکن اگر وہ دھن کی ہی پوجا کرتا رہا تو اس کا بھوشہ ابدکار سے ہے، پھر لوگ چاہے جو کہیں۔ دھن آخیر تک کسی کا سکا نہیں رہا۔ وہ ہمیشہ بے وفا دوست ثابت ہوا ہے۔“

—مہاتما گاندھی

”وہ دھن کو اس کے سینھاسن سے ہٹا کر ریشور کے لیے بھارتی جگہ خالی کرے۔ میرا خیال ہے کہ بھارت کا بھوشہ آجول ہے۔ لیکن اگر وہ دھن کی ہی پوجا کرتا رہا تو اس کا بھوشہ ابدکار سے ہے، پھر لوگ چاہے جو کہیں۔ دھن آخیر تک کسی کا سکا نہیں رہا۔ وہ ہمیشہ بے وفا دوست ثابت ہوا ہے۔“

—مہاتما گاندھی

ہلاک اس کے موجد کے حکم پر चलने में मौजूद है और क्योंकि वह मजहब के हुक्म नहीं मानता इसलिये मुमीबतों और तकलीفों का शिकार है. मजहब पर ठीक ठीक चलकर वह अपना मुमीबतों और तकलीफों को दूर कर सकता है और उसे हर तरह की सुख शांति भी मिल सकती है. हर मिस्री यह मानता है कि दुनिया में वसी का मजहब सच्चा है और सब भूटे, धर्म के मामले में इमी तरह को तंग खयाली हिन्दुस्तान के लोगों में भी मिलती है. यह विचार कहाँ तक सही है और कहाँ तक गलत है यह एक दूसरी बात है मगर दुनिया के तमाम मजहबी लोगों में अपने धर्म के मामले में इस तरह की विचार धारा जरूर पाई जाती है.

इसके बावजूद मिस्र के लोग काफी आजाद खयाल और काफी जिन्दा दिल हैं. अभी कल की बात है. मैं ट्राम पर सवार था. एक खानून (महिला) अपनी तेरह चौदह साल की लड़की के साथ ट्राम में सवार हुई. खानून को पीछे की बेंच पर जगह मिल गई. लड़की खड़ी रही. मेरे बाजू में जरा सी जगह थी. एक मिस्री ने इशारा किया और लड़की मेरे पास आकर बैठ गई. एक शेख ने कहा, जोड़ा अच्छा है. सबलोग खिल खिला कर हंस पड़े. एक दूसरे अरब ने लड़की को मुखातिब करते हुए कहा—'तू इस हिन्दी से ब्याह कर ले, बड़ा आदमी मालूम होता है. तुझे गहनों से लाद देगा'. पीछे से उसकी माँ ने कहा—'मुझे मंजूर है.' मैंने कहा—'लड़की मुझे बिलकुल पसंद है. भाली भाली भी है और खूबसूरत भी. मैं इसे हिन्दुस्तान ले जाऊंगा. खुदा के क़ज़ल से मेरे पाँच बेटे हैं. जिसको यह पसंद करेगी उससे इसका ब्याह करदूंगा.' उसकी माँ ने कहा—'नहीं जनाब, मैं तो इसका ब्याह आप ही से करूंगी.' इस बीच में पीछे की बेंच पर कुछ जगह खाली हुई. लड़की जो अबतक नीची निगाह किये हुए चुप चाप बैठी हुई थी, उठकर अपनी माँ के पहलू में जा बैठी. एक मिस्री ने कहा—'शौहर ने मुँह नहीं लगाया तो भाग खड़ी हुई.' मैंने कहा—'नहीं जनाब, यह मेरी बद किस्मत है. लड़की ने मुझे पसन्द नहीं किया. तभी तो वह मेरे पास से उठकर चली गई.' उसकी माँ ने कहा—'नहीं नहीं यह बात नहीं है. लड़की बिलकुल राजी है. आखिर कुंवारी है ना ! जरा शरमाती है.'

मिस्र के लोग निहायत सीधे सादे, निहायत मिलनसार, निहायत खुश इखलाक और मेहमाँ नबाज़ होते हैं. दिल्ली में मैं मुब्तला रहा किसी एक मर्दे-खुदा ने मेरी दावत नहीं की, न किसी हिन्दू भाई ने न किसी मुसलमान ने. यह अलग बात है कि किसी दोस्त के यहाँ खाने के वक़्त पहुँचा तो खा लिया, लेकिन मिस्र में जिससे भी मुलाक़ात होती है

मिस्र के लोग के मजहब के حکم پر چلنے میں مصروف ہے اور چونکہ وہ مذہب کے حکم نہیں مانتا اس لئے مصیبتوں اور تکلیفوں کا شکار ہے. مذہب پر تھیک تھیک چل کر وہ اپنی مصیبتوں اور تکلیفوں کو دور کر سکتا ہے اور اسے ہر طرح کی سکھ شانتی بھی مل سکتی ہے. ہر مصری یہ مانتا ہے کہ دنیا میں اسی کا مذہب سچا ہے اور سب جہنم. دھرم کے معاملے میں اسی طرح کی تلک خدائی ہندوستان کے لوگوں میں بھی ملتی ہے. یہ وچار کہاں تک صحیح ہے اور کہاں تک غلط ہے یہ ایک دوسری بات ہے مگر دنیا کے تمام مذہبی لوگوں میں اچے دھرم کے معاملے میں اس طرح کی وچار دھارا ضرور پائی جاتی ہے.

اس کے باوجود مصر کے لوگ کافی آزاد خیال اور کافی زندہ دل ہیں. ابھی کل کی بات ہے. میں ٹرام پر سوار تھا. ایک خاتون (مہیلا) اپنی تیرہ چودہ سال کی لڑکی کے ساتھ ٹرام میں سوار ہوئیں. خاتون کو پیچھے کی بلیچ پر جگہ مل گئی. لڑکی کھڑی رہی. میرے بازو میں ذرا سی جگہ تھی. ایک مصری نے اشارہ کیا اور لڑکی میرے پاس آکر بیٹھ گئی. ایک شہخ نے کہا 'جوزا اچھا ہے. سب لوگ کھلکھلا کر ہنس پڑے ایک دوسرے عرب نے لڑکی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا—'تو اس ہندی سے بھاہ کر لے' بڑا آدمی معلوم ہوتا ہے. تجھے گھڑوں سے لاد دے گا. ' پیچھے سے اُس کی ماں نے کہا—'مجھے منظور ہے'. میں نے کہا—'لڑکی مجھے بالکل پسند ہے. بھولی بھالی بھی ہے اور خوبصورت بھی. میں اسے ہندوستان لے جاؤنگا. خدا کے فضل سے میرے پانچ بچے ہوں. جس کو یہ پسند کرے گی اُس سے اس کا بھاہ کر دوںگا.' اس کی ماں نے کہا—'نہیں جذاب' میں تو اس کا بھاہ آپ ہی سے کرونگی.' اس بلیچ میں پیچھے کی بلیچ پر کچھ جگہ خالی ہوئی. لڑکی جو اب تک نہجی نگاہ کئے ہوئے چپ چاپ بیٹھی ہوئی تھی اٹھکر اپنی ماں کے پہلو میں جا بیٹھی. ایک مصری نے کہا—'شہر نے ملہ نہیں لگایا تو بھاگ کھڑی ہوئی.' میں نے کہا—'نہیں جذاب یہ میری بدقسمتی ہے. لڑکی نے مجھے پسند نہیں کیا. تب ہی تو وہ میرے پاس سے اٹھکر چلی گئی.' اس کی ماں نے کہا—'نہیں نہیں یہ بات نہیں ہے. لڑکی بالکل راضی ہے. آخر کھلوتی ہے نا ! ذرا شرماتی ہے.'

مصر کے لوگ نہایت سادہ سادے نہایت سلسار نہایت خیر اخلاق اور مہماں نواز ہوتے ہیں. دلی میں میں مدتوں رہا کسی ایک مرد خدا نے میری دعوت نہیں کی. نہ کسی ہندو بھائی نے نہ کسی مسلمان نے. یہ ایک بات ہے کہ کسی دوست کے یہاں کھانے کے وقت پہنچا تو کہا 'لہکن مصر میں جس سے بھی ملاقات ہوتی ہے

اٹنا بے پرواہی اور رخصت سہن میں کوئی چیز بھی
ہی یا اسلامی بائبل نہیں رہی ہے۔ یہاں تک کہ رنگ
اور بیچارہ بھی پچھمی سانچے میں
قلم لکھے ہیں۔ شاعری، چترکاری، لٹریچر اور لٹریچر
بھی یورپ کے رنگ میں رنگ گیا ہے۔ لیکن غریب مزدور
کسان اور عام لوگوں میں ابھی تک پوری پن اور اسلامی
تہذیب کا رنگ نمایاں ہے، اگرچہ پچھم کے اثر سے بالکل
خالی نہیں ہے۔ خاص کر عورتوں کی دھانسی، گھریلو
لباس اور دھن سہن پر مذہب کا گہرا اثر پڑا ہے۔ پھر بھی
جب یہ عورتوں باہر نکلتی ہیں تو یورپ کا اثر بھی
ان کے رنگ ڈھنگ اور لباس سے بڑی حد تک نمایاں
ہوتا ہے۔ پردے کا رواج اُس شکل میں جو کہ ہندوستان
کی مسلم عورتوں میں پایا جاتا ہے، یہاں نہیں ہے۔ پھر
بھی یہاں جس کو پردہ کہا جاتا ہے وہ یہاں کے عام طبقے
کی عورتوں میں عام طور پر دیکھا جاتا ہے۔ اسکی شکل
یہ ہوتی ہے کہ عورتیں ایک کالی چادر تھیلے کی شکل
میں اوڑھ لیتی ہیں، جس سے جسم کا بیشتر حصہ ڈھک
جاتا ہے۔ صرف دونوں پلڈیوں کا کچھ حصہ دونوں ہاتھ
اور منہ کھلا رہتا ہے۔ بہت سی عورتوں کا منہ بالکل
کھلا رہتا ہے، بہت سی عورتیں ایک جالی منہ پر اس
طرح رکھتی ہیں کہ ناک سے اوپر کا آدھا چہرہ تو بالکل
کھلا رہتا ہے اور ناک کے سرے پر ایک پٹی ہوتی ہے جس
میں ایک جالی لٹکتی رہتی ہے جو چہرے کے نچلے
حصے کو کسی قدر ڈھانک لیتی ہے۔ اگرچہ جالی اتنی
چوڑھلی اور مہین ہوتی ہے کہ چہرہ جھلکتا رہتا ہے۔
بس یہی پردہ ہے اور یہی پچھمی یا اسلامی کلچر۔

کلچر کے سلسلے میں یہاں کچھ چیزیں ایک دوسرے
سے بہت آگے دیکھنے میں آتی ہیں۔ ایک طرف تو
مصری بے دھوک سلیمان، تھیٹر، ادب، فنکارانہ فوج گانے اور
شراب خوردی کے میدان میں ایک دوسرے سے آگے جاتے
ہوئے نظر آتے ہیں اور دوسری طرف نمازیوں کا ہجوم بھی
کچھ کم نہیں ہوتا۔ اسی طرح حج کرنے والوں کی تعداد
بھی تمام دنیا کے مسلمانوں سے زیادہ مصری مسلمانوں
کی ہوتی ہے۔ یعنی ہندوستان اور پاکستان کی ملی جلی
حاجیوں کی گنتی کے برابر۔ حالانکہ گنتی میں ہندوستان
کے مسلمانوں سے مصری آدھے سے بھی کم ہیں اور پاکستان
سے ایک چوتھائی سے بھی کم۔

اس سے زیادہ اچرچ کی چیز مصریوں کی ذہنیت
اور وچار ہیں۔ ایک شخص جس کو مذہب سے کوئی
لگاؤ نہیں وہ یہ سمجھتا ہے کہ مذہب کے بغیر
وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ نہ وہ زندہ رہ سکتا ہے
نہ اس کی قوم۔ اسکی تمام مصیبتیں اور تکلیفیں کا

کھنکھارے اور دھن سہن میں کوئی چیز
بھی یورپی یا اسلامی بائبل نہیں رہی ہے۔ یہاں
تک کہ رنگ ڈھنگ اور وچار بھی پچھمی سانچے میں
قلم لکھے ہیں۔ شاعری، چترکاری، لٹریچر اور لٹریچر
بھی یورپ کے رنگ میں رنگ گیا ہے۔ لیکن غریب مزدور
کسان اور عام لوگوں میں ابھی تک پوری پن اور اسلامی
تہذیب کا رنگ نمایاں ہے، اگرچہ پچھم کے اثر سے بالکل
خالی نہیں ہے۔ خاص کر عورتوں کی دھانسی، گھریلو
لباس اور دھن سہن پر مذہب کا گہرا اثر پڑا ہے۔ پھر بھی
جب یہ عورتوں باہر نکلتی ہیں تو یورپ کا اثر بھی
ان کے رنگ ڈھنگ اور لباس سے بڑی حد تک نمایاں
ہوتا ہے۔ پردے کا رواج اُس شکل میں جو کہ ہندوستان
کی مسلم عورتوں میں پایا جاتا ہے، یہاں نہیں ہے۔ پھر
بھی یہاں جس کو پردہ کہا جاتا ہے وہ یہاں کے عام طبقے
کی عورتوں میں عام طور پر دیکھا جاتا ہے۔ اسکی شکل
یہ ہوتی ہے کہ عورتیں ایک کالی چادر تھیلے کی شکل
میں اوڑھ لیتی ہیں، جس سے جسم کا بیشتر حصہ ڈھک
جاتا ہے۔ صرف دونوں پلڈیوں کا کچھ حصہ دونوں ہاتھ
اور منہ کھلا رہتا ہے۔ بہت سی عورتوں کا منہ بالکل
کھلا رہتا ہے، بہت سی عورتیں ایک جالی منہ پر اس
طرح رکھتی ہیں کہ ناک سے اوپر کا آدھا چہرہ تو بالکل
کھلا رہتا ہے اور ناک کے سرے پر ایک پٹی ہوتی ہے جس
میں ایک جالی لٹکتی رہتی ہے جو چہرے کے نچلے
حصے کو کسی قدر ڈھانک لیتی ہے۔ اگرچہ جالی اتنی
چوڑھلی اور مہین ہوتی ہے کہ چہرہ جھلکتا رہتا ہے۔
بس یہی پردہ ہے اور یہی پچھمی یا اسلامی کلچر۔

کلچر کے سلسلے میں یہاں کچھ چیزیں ایک دوسرے
سے بہت آگے دیکھنے میں آتی ہیں۔ ایک طرف تو
مصری بے دھوک سلیمان، تھیٹر، ادب، فنکارانہ فوج گانے اور
شراب خوردی کے میدان میں ایک دوسرے سے آگے جاتے
ہوئے نظر آتے ہیں اور دوسری طرف نمازیوں کا ہجوم بھی
کچھ کم نہیں ہوتا۔ اسی طرح حج کرنے والوں کی تعداد
بھی تمام دنیا کے مسلمانوں سے زیادہ مصری مسلمانوں
کی ہوتی ہے۔ یعنی ہندوستان اور پاکستان کی ملی جلی
حاجیوں کی گنتی کے برابر۔ حالانکہ گنتی میں ہندوستان
کے مسلمانوں سے مصری آدھے سے بھی کم ہیں اور پاکستان
سے ایک چوتھائی سے بھی کم۔

اس سے زیادہ اچرچ کی چیز مصریوں کی ذہنیت
اور وچار ہیں۔ ایک شخص جس کو مذہب سے کوئی
لگاؤ نہیں وہ یہ سمجھتا ہے کہ مذہب کے بغیر
وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ نہ وہ زندہ رہ سکتا ہے
نہ اس کی قوم۔ اسکی تمام مصیبتیں اور تکلیفیں کا

یہاں کم گینت کاریوں کے ساتھ ہنگامہ بازی کا برتاؤ بہت زیادہ ہے۔ کبھی اپنی آوازیں کے حساب سے تو گنتی میں لیکن سرکاری نوکریوں میں ان کی گنتی کی گنتی ہے اور ہر سے ہر جگہ پر ہی ایسی سب سے وہ کام کرتے ہیں۔

مصر کا بجٹ 231 ملین پونڈ کا ہے جس کے 3234,000,000 روپے ہوتے ہیں۔ اس میں سے 1148,000,000 روپے دیہی بجائو پر خرچ ہوتا ہے اور 448,000,000 روپے شہر پر، 252,000,000 تندرستی پر اور باقی دوسری مددوں میں۔

مصر میں چار یونیورسٹیاں، 28 کالج اور کئی ہزار پرائمری اسکول اور ہائی اسکول ہیں۔ سرکاری کالجوں اور اسکولوں میں اس وقت 15 لاکھ طالب علم یا پڑھنے والے ہیں۔ نئی پبلک اسکول کے ماتحت ان گنتی پچاس لاکھ کی ہوئی۔

ان اسکولوں اور کالجوں کے علاوہ الیگزینڈریا میں کئی کئی کالج اور بہت سے اسکول ہیں۔ بہت سے پرائیویٹ اسکول کالج بھی ہیں۔

مصر کے سرکاری اسپتالوں میں 50 ہزار مریضوں کے لیے چارپائیاں ہیں۔ 25 ہزار غیر سرکاری اسپتالوں میں ہیں۔

مصر میں تین سو سے کچھ اوپر مختلف سوسائٹیاں ہیں جن میں بہت سی سوسائٹیاں ایسی ہیں جن کی شاخیں مصر کے ہر حصے میں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ سوسائٹیاں طرح طرح کے پروگرام اور مقاصد کے ماتحت کام کرتی ہیں۔ راج کالج، سماجی، آرٹسٹ، میٹ، تجارتی، صنعتی، ہر قسم کے کام۔ ان سوسائٹیاں بہت سی سوسائٹیاں ہیں جن میں بچوں، بزرگوں، اندھوں، بہروں، ناداروں اور غریبوں کی امداد اور سہاگہ کرتی ہیں۔ ان کے لئے کھانا کھانا بھی مہیا کرتی اور مناسب کام بھی۔ ہر غریب طبقے کے درجہ بچوں کی دیکھ بھال اور عام بچوں کی پڑھائی کے لئے بھی ان سوسائٹیاں کا انتظام قابل قدر ہے۔ طرح بہت سی سوسائٹیاں غریب خاندانوں کی مدد بھی کرتی ہیں اور کچھ مذہبی، اخلاقی، لچری سہاگہ بھی۔

مصر کا تمدن، تہذیب، سوسائٹی اور کلتور بالکل نیا ہے، اونچے طبقے کے لوگ اور بیچ کے درجے کے سب کے سب پچھلی تہذیب، پچھلی رہن سہن بھی لباس کو اپنا چکے ہیں۔ سردوں کے لباس صرف گرمی گرمی ترکوں کے راج کے زمانے کی یاد دلا رہی ہیں لیکن اونچے طبقے کی اور اونچے کے طبقے کی عورتوں

مصر کا بجٹ 231 ملین پونڈ کا ہے جس کے 3234,000,000 روپے ہوتے ہیں۔ اس میں سے 1148,000,000 روپے دیہی بجائو پر خرچ ہوتا ہے اور 448,000,000 روپے شہر پر، 252,000,000 تندرستی پر اور باقی دوسری مددوں میں۔

مصر میں چار یونیورسٹیاں، 28 کالج اور کئی ہزار پرائمری اسکول اور ہائی اسکول ہیں۔ سرکاری کالجوں اور اسکولوں میں اس وقت 15 لاکھ طالب علم یا پڑھنے والے ہیں۔ نئی پبلک اسکول کے ماتحت ان گنتی پچاس لاکھ کی ہوئی۔

ان اسکولوں اور کالجوں کے علاوہ الیگزینڈریا میں کئی کئی کالج اور بہت سے اسکول ہیں۔ بہت سے پرائیویٹ اسکول کالج بھی ہیں۔

مصر کے سرکاری اسپتالوں میں 50 ہزار مریضوں کے لیے چارپائیاں ہیں۔ 25 ہزار غیر سرکاری اسپتالوں میں ہیں۔

مصر میں تین سو سے کچھ اوپر مختلف سوسائٹیاں ہیں جن میں بہت سی سوسائٹیاں ایسی ہیں جن کی شاخیں مصر کے ہر حصے میں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ سوسائٹیاں طرح طرح کے پروگرام اور مقاصد کے ماتحت کام کرتی ہیں۔ راج کالج، سماجی، آرٹسٹ، میٹ، تجارتی، صنعتی، ہر قسم کے کام۔ ان سوسائٹیاں بہت سی سوسائٹیاں ہیں جن میں بچوں، بزرگوں، اندھوں، بہروں، ناداروں اور غریبوں کی امداد اور سہاگہ کرتی ہیں۔ ان کے لئے کھانا کھانا بھی مہیا کرتی اور مناسب کام بھی۔ ہر غریب طبقے کے درجہ بچوں کی دیکھ بھال اور عام بچوں کی پڑھائی کے لئے بھی ان سوسائٹیاں کا انتظام قابل قدر ہے۔ طرح بہت سی سوسائٹیاں غریب خاندانوں کی مدد بھی کرتی ہیں اور کچھ مذہبی، اخلاقی، لچری سہاگہ بھی۔

مصر کا تمدن، تہذیب، سوسائٹی اور کلتور بالکل نیا ہے، اونچے طبقے کے لوگ اور بیچ کے درجے کے سب کے سب پچھلی تہذیب، پچھلی رہن سہن بھی لباس کو اپنا چکے ہیں۔ سردوں کے لباس صرف گرمی گرمی ترکوں کے راج کے زمانے کی یاد دلا رہی ہیں لیکن اونچے طبقے کی اور اونچے کے طبقے کی عورتوں

مصر کا تمدن، تہذیب، سوسائٹی اور کلتور بالکل نیا ہے، اونچے طبقے کے لوگ اور بیچ کے درجے کے سب کے سب پچھلی تہذیب، پچھلی رہن سہن بھی لباس کو اپنا چکے ہیں۔ سردوں کے لباس صرف گرمی گرمی ترکوں کے راج کے زمانے کی یاد دلا رہی ہیں لیکن اونچے طبقے کی اور اونچے کے طبقے کی عورتوں

کے ہاؤس آف لارڈس کو ہے۔ ہاؤس آف لارڈس کے بادشاہ کے अधिकार انگلینڈ کے بادشاہ کے अधिकारوں سے کچھ کم ہیں۔ لیکن ان اختیارات کا استعمال کرنے کی ہر گز ضرورت پڑتی ہے اور نہ اس کی فرصت ہے۔

آرام سदन کی बहुमत پارٹی کا لیڈر प्रधानमंत्री चुना जाता है और दूसरे सब मंत्री प्रधानमंत्री की तरफ से चुन लिये जाते हैं और उस समय तक वजिरी कुरसियों पर बैठे रहते हैं जब तक कि आम सदन में उनकी पार्टी का बहुमत होता है और जब तक यह बहुमत उन पर विश्वास करता है।

इस वक्त इकमत की बागडोर वफ़द पार्टी के हाथों में है। वफ़द पार्टी की मिसल में वही हैसियत है जो हिन्दुस्तान में कांग्रेस की। वफ़द पार्टी के सब से बड़े लीडर मरहूम सादुल्लाह खां माने जाते हैं। उनकी इज्जत मिसल वालों के दिलों में वही थी और है, जो हिन्दुस्तान में मरहूम गांधी जी की थी और है। इस समय वफ़द पार्टी के लीडर मुस्तफा नहास खां हैं। उनकी हैसियत मिसल में वही है जो हिन्दुस्तान में पंडित जवाहर लाल नेहरू की है।

मिसल इकमत के अदालती कानून क्रियावात फ्रान्स से लिये गए हैं या फिर स्वीटजरलैंड और इंगलैंड से। हां, परसनल ला सिर्फ मुसलमानों के लिये है और इसलामी इंग से बनाया गया है। यह कानून सिर्फ मुसलमानों के निकाह, तलाक, विरासत का बंटवारा और वफ़ (ट्रस्ट) तक सीमित है। यह परसनल ला बहुत कुछ हिन्दुस्तान के मोहमडन ला से मिलता जुलता है। फर्क बस इतना है कि हिन्दुस्तान में मोहमडन ला से सम्बन्ध रखने वाले मुकदमों का फैसला भी आम अदालत में होता है लेकिन मिसल में इसके लिये खास अदालतें हैं। इन खास अदालतों में आम अजों की जगह शरियत के माहिर क्राजी होते हैं और इनके फैसले आखरी माने जाते हैं। इन क्राजियों के पास दूसरे मुकदमे जाते भी नहीं हैं। आम अदालतों का इन्तजाम वैसा ही है जैसे हिन्दुस्तान का है यानी पुलिस कोर्ट, लोअर कोर्ट, हाई कोर्ट वगैरہ में भी वही तरह का काम होता है जैसे हिन्दुस्तान में होता है।

मिसल का रकबा चार लाख मुरब्बा मील के करीब है जिसमें सिर्फ चार फीसदी जमीन पर खेती बाड़ी हो सकती है। बाक़ी जमीन रेगिस्तान है। मिसल में बारिश न होने के बराबर होती है। खेती करियापानी के पानी से होती है। आबपाशी का इन्तजाम अच्छा है और इसमें और भी तरक्की हो रही है।

मिसल की कुल आबादी करीब दो करोड़ के है जिनमें 18 लाख क्रिस्ती, दो लाख विदेशी और बाक़ी मुसलमान हैं।

اس آف لارڈس کو ہیں۔ ہاؤس آف لارڈس کے بادشاہ کے अधिकार انگلینڈ کے بادشاہ کے अधिकاروں سے کچھ کم ہیں۔ لیکن ان اختیارات کا استعمال کرنے کی ہر گز ضرورت پڑتی ہے اور نہ اس کی فرصت ہے۔

آرام سदन کی بہوگمت پارٹی کا لیڈر پردھان منتری چناتا ہے اور دوسرے سب منتری پردھان منتری کی سے چن لئے جاتے ہیں اور اُس سے تک وزیری ان پر قیے رہتے ہیں جب تک کہ عام سदन میں پارٹی کا بہومت ہوتا ہے اور جب تک یہ بہومت وشواس کرتا ہے۔

اس وقت حکومت کی باگ دہر وفد پارٹی کے ہاتھوں میں ہے۔ وفد پارٹی کی مصر میں وہی حیثیت ہے جو تان میں کانگریس کی۔ وفد پارٹی کے سب سے بڑے مرحوم سعد غلول باشا مانے جاتے ہیں۔ ان کی مصر والوں کے دلوں میں وہی تھی اور ہے جو تان میں مرحوم گاندھی جی کی تھی اور ہے۔ اس وفد پارٹی کے لیڈر مصطفیٰ نکاس باشا ہیں۔ ان کی مت مصر میں وہی ہے جو ہندستان میں ہندو مت نپرو کی ہے۔

مصری حکومت کے عدالتی قانون زیادہ تر فرانس سے لئے گئے ہیں یا پھر سوئٹزرلینڈ اور انگلینڈ سے۔ ہاؤس آف لارڈس کے سب سے بڑے مرحوم سعد غلول باشا مانے جاتے ہیں۔ ان کی مصر والوں کے دلوں میں وہی تھی اور ہے جو تان میں مرحوم گاندھی جی کی تھی اور ہے۔ اس وفد پارٹی کے لیڈر مصطفیٰ نکاس باشا ہیں۔ ان کی مت مصر میں وہی ہے جو ہندستان میں ہندو مت نپرو کی ہے۔

مصر کا رقبہ چار لاکھ مربع میل کے قریب ہے جس میں صرف چار فیصدی زمین پر کھیتی باڑی ہو سکتی ہے باقی زمین ریگستان ہے۔ مصر میں بارش نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ کھیتی دریاؤں کے پانی سے ہوتی ہے پانی کا انتظام اچھا ہے اور اس میں اور بھی ہو رہی ہے۔

مصر کی کل آبادی قریب دو کروڑ ہے جن میں کچھ قریبی دو لاکھ ویدھی اور باقی مسلمان ہیں۔

مولانا अबدुل्ला مینو کا خط—کاکھرا سے

پیارے پنڈت سندرلال،

اپنے پیچھے خط میں مینو کا کچھ حال لکھ چکا ہوں۔ اس خط میں بہت کچھ حال لکھوں گا۔ یوں اکر لکھا جائے تو یہاں کے ایک ایک شے ایک ایک چیز پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے آگے چل کر میں یہاں کی چیزوں پر بہت تفصیل سے لکھوں پر ابھی تو میں بہت کچھ نہ لکھ کر بہت تھوڑے میں کچھ لکھ رہا ہوں۔

مینو کی پورب کے دیشوں میں بہت اُنٹی شمل دیش ہے۔ پورب کے دوسرے کئی دیشوں کی طرح یہ بھی "اسلامی" دیش کہلاتا ہے۔ یہاں کی سرکار بھی اسلامی کہی جاتی ہے۔ لیکن دراصل اسکو اسلام سے محض نام کا لگا رہا ہے۔ مصر کی سرکار کا تعانچا تین اہم چیزوں یعنی توروں سے بنا ہے۔ اس کا ودعان تو انگلینڈ کا ہے، عدالتی اور پولیس قانون فرانس اور سوئٹزرلینڈ کے ہیں اور 'پرسنل لا' اسلام کا ہے۔

مصر کی حکومت کا اوپری تعانچہ اس معنی میں انگلینڈ سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے کہ یہاں بھی حکومت کی سب سے اونچی گدی پر ہر مجسٹی شاہ فاروق پراجتے ہیں اور بہت اُن بان اور شان کے ساتھ پراجتے ہیں اور مصری سرکار کا سب کام کاج ہر مجسٹی کے نام سے ہوتا ہے۔ اگرچہ سب کام دوسرے لوگ ہی کرتے ہیں جیسے انگلینڈ میں ہوتا ہے۔

سوج وچار اور قاعدے قانون بنانے کے لئے انگلینڈ کے ہاؤس آف کامنس اور ہاؤس آف لارڈس کی طرح یہاں بھی دو سدن ہیں۔ ایک عام سدن اور دوسرا خاص سدن۔ عام سدن کے ممبروں کی کلتنی 319 اور خاص سدن کے ممبروں کی کلتنی 180 ہے۔ عام سدن کے تمام ممبر چناؤ سے آتے ہیں اور خاص سدن کے آدھے ممبر چناؤ سے اور آدھے سرکار کی طرف سے نامزد ہوکر۔ چناؤ میں رائے دینے کا حق یہاں صرف بالغ مردوں کو ہے عورتوں کو نہیں۔ عورتوں کو راج کاجی معاملوں میں بھی کوئی دخل نہیں ہے اگرچہ عورتیں یہاں کافی پڑھی لکھی اور آزاد ہیں۔

عام سدن کی عمر پانچ سال کی اور خاص سدن کی عمر تین سال کی رکھی گئی ہے۔ عام سدن کو وہ سب آدمی ہوں جو انگلینڈ میں ہاؤس آف کامنس کو ہیں۔ مصر کے خاص سدن کو بھی وہی اختیار ہیں جو انگلینڈ

مولانا عبداللہ مصری کا خط—قاہرہ سے

پیارے پنڈت سندرلال،

اپنے پیچھے خط میں مصر کا کچھ حال لکھ چکا ہوں۔ اس خط میں بہت کچھ حال لکھوں گا۔ یوں اکر لکھا جائے تو یہاں کے ایک ایک شے ایک ایک چیز پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے آگے چل کر میں یہاں کی چیزوں پر بہت تفصیل سے لکھوں پر ابھی تو میں بہت کچھ نہ لکھ کر بہت تھوڑے میں کچھ لکھ رہا ہوں۔

مصر کی حکومت کا اوپری تعانچہ اس معنی میں انگلینڈ سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے کہ یہاں بھی حکومت کی سب سے اونچی گدی پر ہر مجسٹی شاہ فاروق پراجتے ہیں اور بہت اُن بان اور شان کے ساتھ پراجتے ہیں اور مصری سرکار کا سب کام کاج ہر مجسٹی کے نام سے ہوتا ہے۔ اگرچہ سب کام دوسرے لوگ ہی کرتے ہیں جیسے انگلینڈ میں ہوتا ہے۔

سوج وچار اور قاعدے قانون بنانے کے لئے انگلینڈ کے ہاؤس آف کامنس اور ہاؤس آف لارڈس کی طرح یہاں بھی دو سدن ہیں۔ ایک عام سدن اور دوسرا خاص سدن۔ عام سدن کے ممبروں کی کلتنی 319 اور خاص سدن کے ممبروں کی کلتنی 180 ہے۔ عام سدن کے تمام ممبر چناؤ سے آتے ہیں اور خاص سدن کے آدھے ممبر چناؤ سے اور آدھے سرکار کی طرف سے نامزد ہوکر۔ چناؤ میں رائے دینے کا حق یہاں صرف بالغ مردوں کو ہے عورتوں کو نہیں۔ عورتوں کو راج کاجی معاملوں میں بھی کوئی دخل نہیں ہے اگرچہ عورتیں یہاں کافی پڑھی لکھی اور آزاد ہیں۔

عام سدن کی عمر پانچ سال کی اور خاص سدن کی عمر تین سال کی رکھی گئی ہے۔ عام سدن کو وہ سب آدمی ہوں جو انگلینڈ میں ہاؤس آف کامنس کو ہیں۔ مصر کے خاص سدن کو بھی وہی اختیار ہیں جو انگلینڈ

مسلک کے اندر ایک انقلاب اہلساत्मک انقلاب ہے آپ سے
آپ ہو جائیگا۔

ہمیں یقین ہے کہ اہلساत्मک انقلاب کرنا ہندوستان کی مٹی کی نائبر ہے۔ ہندوستان کے لوگوں نے اہلسا کے ذریعے دنیا کی سب سے بڑی حکومت کو ختم کر دیا۔ وہی لوگ اسی اہلسا یا ستھاکرہ نے ذریعے ورودمی سرکار یا طاقتوں کو اپنے پریم اور سہوا سے جیت کر ہندوستان کے اندر کسان مزدور کا سچا سوراچ قائم کر لیا۔ یہی وہ سلیڈ ہے جسکی تمنا آج دنیا ہمارے ہندوستان سے کر رہی ہے۔ یہ سلیڈ سہادی طور سے دنیا ہندوستان کے چہوں کا مقصد ہمیشہ سے رہا ہے اور ہمیشہ تک رہیگا۔

—سریہش رام بھائی

—سریہش رام بھائی

گھاس کے ایک تیکے نے کہا—

(خلیل جبران)

گھاس کے ایک تیکے نے پتھڑ میں چڑے پتے سے کہا—
”تم گرتے سے شور کہوں مچاتے ہو؟ تمہارے اس شور نے میرے سندر سہلے کو توڑ دیا ہے۔“

پتھڑ گھاس میں بولتا—”او نہیج، پستی میں دھلے والے، سنگھوت سے بے بہرہ، چڑ چڑے تیکے! جب تو اونچے ہوا میں نہیں دھتا، تو راگ کی لے کو کیا جانے؟“

پتھڑ پتھڑ میں گرا ہوا پتھڑ زمیں پر سو گیا اور جب بہار آئی تو اُس کی آنکھ کھلی پر اب وہ گھاس کا ایک تیکا بن چکا تھا!

جب پتھڑ پتھڑ آیا اور اُس پر دوسرے پتے گرنے لگے تو اُس نے دوسرے سے کہا—

”یہ پتھڑ میں گرنے پتے کتنا شور مچاتے ہیں اور موری میٹھی نیکل بھلک کر دیتے ہیں۔“

انوارادک—بہلی مادھو

انوارادک—بہلی مادھو

انوارادک—بہلی مادھو

انوارادک—بہلی مادھو

انوارادک—بہلی مادھو

پر اور پوری ہرمانیوں کے ساتھ نہیں اٹھایا جاتا تو کمونزم ہندوستان میں آکر ہی رہتا۔ اُس کا آنا لازمی ہے کیونکہ جلتا کے پاس کوئی دوسرا چارہ نہیں ہے۔ آج جلتا بے حال ہے، بے چہن ہے، ادھی جاتی ہوئی ہے، اُس کے پاس اپنا نیٹا نہیں ہے۔ حکومت یا لوک شامی یا بالاعدہ انتظام کے نام پر جو چہر چل رہی ہے اُس سے ملک کے اندر اندھور اور آفت مچھی ہوئی ہے۔ ان کو دور کرنے کے لئے جلتا کمونزم کو کھلی دعوت دیتی ہے۔“

آج بدقسمتی یہ ہے کہ حکومت اور پڑھے لکھوں کا مٹھ پچھم کو ہے تو جلتا کا یورپ کو۔ دونوں ایک دوسرے سے ملتے ہی نہیں۔ بلذات جواہر لال تک نے قبول کیا ہے کہ پچھلے چار برس میں اُس کی یہ کھائی بڑھی ہے، خوب بڑھی ہے۔ اس لئے پہلی ضرورت تو اس بات کی ہے کہ جلتا کے اندر اپنا رشواس پیدا کیا جائے، اور جو کچھ بھی کہا جائے سچے جی سے کہا جائے۔

کیشور لال بھائی چھتاوئی دیتے ہیں۔

”ہم کدھم کدھم بھلے چلے، لیکن اگر یہ قدم اُپر دیں تو جلتا کے لئے تو کمونزم کی ضرورت نہیں ہے۔ پانڈت جواہر لال تک نے کبھی یہ نہیں کہا کہ جلتا کے لئے کمونزم کی ضرورت ہے۔ اس لئے پہلی ضرورت تو اس بات کی ہے کہ جلتا کے اندر اپنا رشواس پیدا کیا جائے، اور جو کچھ بھی کہا جائے سچے جی سے کہا جائے۔“

یہ اصلیت ہے۔ بھوکے کو روٹی چاہیے۔ اگر کمونزم نیک یہ روٹی دیتا ہے تو بھوکا اُس کے ساتھ ہے، اگر سچا کرہی دیتا ہے تو اُس کے ساتھ ہے۔ اگر دونوں دیتے ہیں تب وہ ضرور کچھ سوچ و چار میں پڑے گا۔ لیکن جہاں تک موجودہ سرکار کی بات ہے اُس کے اوپر اطمینان شاید ہی کسی کو باقی ہو۔ بھوکے کا بھگوان روٹی میں ہے، نہ کمونزم میں، نہ سرورڈ میں۔

آج کے بارے میں کچھ بھی کہنا زیادتی ہے۔ من کے لئے سے بھی کام نہیں چلتا ہے۔ لیکن جہاں آج کی حالت سے ہمیں بے چہنی ہوتی ہے وہاں خوشی یہ ہوتی ہے کہ سرورڈ کے ہول ایک وچار ہی نہیں ہے، اُس کے ساتھ ہی مہدان میں آئے ہیں۔ گاندھی جی کی زندگی ہی سرورڈ کا ایک اعلیٰ نمونہ تھی۔ لیکن اُن کے پھرکار بڑی خوبی کے ساتھ اُس طرف قدم بڑھا رہے ہیں۔ وٹوہاجی کا پیدل گھوسٹا اور بھردان یکے میں شریک ہونے کے لئے ہر فریب اس سے ایدل کرنا ایک تھوس قدم ہے۔ اُن کہنا ہے اُس سے ایک ہوا بلند جائیگی جس سے اس

✕ ✕ ✕ ✕

सर्वोदय के ढावेदार बहते बनते हैं, सरकार भी बनती

“अगर गांधीजी का रास्ता सचमुच अमली तौर

✕ ✕ ✕ ✕

... ..

”آگر گاندھی جی کا راستہ صحیح ہے تو میں عملی

کھاتے۔ کبھی کبھی سببوں کے بیچارے سے کچھ دھم کھاتی ہے۔ کھانا ماننے والا تو دھیماروں کے ساتھ سولہ آئے خلیفہ خلیفہ ہے اور اہلسا کے بیٹا ایک ایک بھی نہیں کھسک سکتا۔

آپنے اس لہجہ کے شروع میں ہی ہم نے جو چار حساب دیئے ہیں ان کی اصلیت اب صاف سمجھ میں آجاتی ہے۔ ان چاروں میں پہلا، دوسرا اور تیسرا تو دماغ کا بعض فنکار ہیں، تیسرا حساب یہ ہے—

گاंधی باء—اھلسا = 0

اس کے بارے میں ہم اتنا کہیں گے کہ یہ غلط نہیں ہے۔ بھڑا سا صحیح ہے، لیکن پورا صحیح نہیں ہے۔ کہنے کے گندھی واڈ یا سرودے جس وچار کا نام ہے وہ بعض اھلسا ہی نہیں ہے، بلکہ یہ وہ وچار ہے جس کا پھر سب سے پہلے کو پانا چاہتا ہے، سب سے جس کا مقصد ہے اور اس تک پہنچنے کے لئے وہ اھلسا کے راستے سے بھی ہر سب سے پہلے چاہتا ہے۔ اھلسا یا پریم کے راستے ہی وہ اس سب سے پہلے یا چھتین کو پاسکتا ہے جو سارے عالم کی جو ہے۔ یہ پریم کا راستہ بہت ہی تلک راستہ ہے جس کا موہ لگاتار عشق سے ہی مل سکتا ہے۔ جیسا کہہ رہے ہیں—

پوہی پڑی پڑی جگہ مٹھا، پڑت ڈھٹا ن کوہ،
ڈاڑھ بکھر پریم کا، پڑے سو پڑت ہوہ۔

ان ڈاڑھ بکھروں کا جھان کر لینا کوئی مچاکر نہیں ہے۔ ایک پرانی کی ساری خیرنگی بھی ناکافی ہے۔ جہاں دور تک دیکھیں تو آخری منزل پر پہنچنے کے لئے، پریم کا پوری طرح پڑت بلنے کے لئے، انسان کا یہ بدن بھی — جو ایک طرح کی پونجی ہے — اس کے لئے ایک رکاوٹ ہے کیونکہ اسکی وجہ سے کچھ نہ کچھ اھلسا تو ہو ہی جاتی ہے، پریم میں کچھ نہ کچھ باء تو ہو ہی جاتی ہے۔

اس طرح اپنی اونچے سے اونچی آواز میں سرودے کے اندر جسم یا بدن کی بھی گنجائش نہیں ہے، دوسری بھر کسی چوڑے کا تو کہنا ہی کیا؟ یہ وہ چوڑے جس کے بارے میں کچھ کہتے نہیں بلکہ اور قلم رک جاتا ہے۔ ہمارے کمپونٹ بھائی اسے خیالی پلا کہیں گے، لیکن حیران یہ چیز ان کی کیا ہر ایک کی سمجھ کے باہر کی چیز ہوگئی ہے۔ دماغ فیل ہو جاتا ہے، صرف دل چلتا ہے، دل کی بھڑانا چلتی ہے۔

اسی جلسے میں یہ کہہ دینا مناسب ہوگا کہ سرودے کے وچار پر عمل کرنے کے لئے اس کے پھر وچار پر ان کے ہاں کی پابندی لازمی ہو جاتی ہے — اھلسا، سب سے (چوری نہ کرنا)، برہمچریہ (نفس پر قابو)، اہلسا (سامان جمع نہ رکھنا)، شریر شرم (جسمانی صحت)، اسواد (زبان کے چٹورے نہ بلنا)،

یہ بات سرودے کے وچار سے ایک دم الٹی ہے۔ اس کا سب سے والا تو ہتھیاروں کے سوا سب سے آئے خلاف ہے اور اھلسا کے بننا ایک ایچ بھی نہیں کھسک سکتا۔

آپنے اس لہجہ کے شروع میں ہی ہم نے جو چار حساب دیئے ہیں ان کی اصلیت اب صاف سمجھ میں آجاتی ہے۔ ان چاروں میں پہلا، دوسرا اور تیسرا تو دماغ کا بعض فنکار ہیں، تیسرا حساب یہ ہے—

گاंधی واڈ — اھلسا = 0

اس کے بارے میں ہم اتنا کہیں گے کہ یہ غلط نہیں ہے۔ بھڑا سا صحیح ہے، لیکن پورا صحیح نہیں ہے۔ کہنے کے گندھی واڈ یا سرودے جس وچار کا نام ہے وہ بعض اھلسا ہی نہیں ہے، بلکہ یہ وہ وچار ہے جس کا پھر سب سے پہلے کو پانا چاہتا ہے، سب سے جس کا مقصد ہے اور اس تک پہنچنے کے لئے وہ اھلسا کے راستے سے بھی ہر سب سے پہلے چاہتا ہے۔ اھلسا یا پریم کے راستے ہی وہ اس سب سے پہلے یا چھتین کو پاسکتا ہے جو سارے عالم کی جو ہے۔ یہ پریم کا راستہ بہت ہی تلک راستہ ہے جس کا موہ لگاتار عشق سے ہی مل سکتا ہے۔ جیسا کہہ رہے ہیں—

پوہی پڑی پڑی جگہ مٹھا، پڑت ڈھٹا ن کوہ،
ڈاڑھ بکھر پریم کا، پڑے سو پڑت ہوہ۔

ان ڈاڑھ بکھروں کا جھان کر لینا کوئی مچاکر نہیں ہے۔ ایک پرانی کی ساری زندگی بھی ناکافی ہے۔ جہاں دور تک دیکھیں تو آخری منزل پر پہنچنے کے لئے، پریم کا پوری طرح پڑت بلنے کے لئے، انسان کا یہ بدن بھی — جو ایک طرح کی پونجی ہے — اس کے لئے ایک رکاوٹ ہے کیونکہ اسکی وجہ سے کچھ نہ کچھ اھلسا تو ہو ہی جاتی ہے، پریم میں کچھ نہ کچھ باء تو ہو ہی جاتی ہے۔

اس طرح اپنی اونچے سے اونچی آواز میں سرودے کے اندر جسم یا بدن کی بھی گنجائش نہیں ہے، دوسری بھر کسی چوڑے کا تو کہنا ہی کیا؟ یہ وہ چوڑے جس کے بارے میں کچھ کہتے نہیں بلکہ اور قلم رک جاتا ہے۔ ہمارے کمپونٹ بھائی اسے خیالی پلا کہیں گے، لیکن حیران یہ چیز ان کی کیا ہر ایک کی سمجھ کے باہر کی چیز ہوگئی ہے۔ دماغ فیل ہو جاتا ہے، صرف دل چلتا ہے، دل کی بھڑانا چلتی ہے۔

اسی جلسے میں یہ کہہ دینا مناسب ہوگا کہ سرودے کے وچار پر عمل کرنے کے لئے اس کے پھر وچار پر ان کے ہاں کی پابندی لازمی ہو جاتی ہے — اھلسا، سب سے (چوری نہ کرنا)، برہمچریہ (نفس پر قابو)، اہلسا (سامان جمع نہ رکھنا)، شریر شرم (جسمانی صحت)، اسواد (زبان کے چٹورے نہ بلنا)،

اسے جسے وہاں کی خاطر ہستہمال میں جانا ہے۔ اسکا
ہیامی اپنے شریک کا، جو کچھ اس کے پاس ہے اسکا،
بلا یک دسٹی ہے اور یہ دسٹی شاپ اسے جیون پر
بھانا ہے۔

اس طرح سببوں کے خیال پر جاننے کے لیے بڑی
پرکھا، پورے پورے کران اور دسٹی شاپ پر عمل کرنا
ہوتا ہے۔ ان تینوں چیزوں کو بہت ہی صفائی کے ساتھ
کھور لال بھائی نے چلہ صحتوں میں رکھ دیا ہے۔ ان سے
گندھی جی کی کیا مراد تھی یہ بات بالکل صاف صاف
اس میں آگئی ہے۔

اس نے کہا ہے کہ سرورڈے میں سودیشی—
سودیشی—کا بول بالا ہے۔ سرورڈے کا ماننے والا یعنی
سچا گروہی یہ چاہے گا کہ سودیشی کا پورا پورا استعمال
کروں یعنی اپنی خاطر دوسروں کو کم سے کم تکلیف دوں
اسلئے وہ اپنا کام اپنے آپ کرے گا، کھانے پینے کی ضرورتیں
اپنے آپ پوری کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس کو کامیابی سے
نبھانے کے لئے اسے دو باتوں میں طور پر کرنی ہونگی—
پہلی یہ کہ خود چوٹی کا پسینہ اپنی تک بھائے، یعنی
بدن سے مصحت کا کام لے۔ مصحت کرنے پر ہی وہ روٹی
کھائے گا۔ دوسری یہ کہ وہ اپنی ضرورتیں بہت ہی کم
کر دے گا اور جو جو ضرورتیں دھنکی ان کو اپنی یا
گلوں کے لوگوں کی مصحت سے پوری کر لے گا۔ اور جب اپنی
ضرورتوں کے لئے اسے باہر کے بازار کا سفر نہیں دیکھنا پڑتا
تو پیسے یا سونا دھنکے کی اسکی تمنا آپ سے آپ کم ہو
جائے گی۔ ان دونوں چیزوں کو وتوہاجی نے شرم دیوتا
(مصحت کے دیوتا) کی آپسلا پوجا اور کانچن مکتی
نام دیا ہے، جنکی طرف انہوں نے اپنی بھوسہ کے آخر
میں دھبان کھنچا ہے اور کہا ہے کہ ان دو باتوں سے ہی
ہندستان کی کٹھنیاں دور ہو سکتی ہیں۔ اصل میں
یہ دونوں ایک ہیں کیونکہ ایک کے بنا دوسری ناممکن
ہے۔ اسی چوڑے میں، جھسا وتوہاجی نے بتایا ہے، گندھی
وچار یا سرورڈے کا سار دکھائی دیتا ہے۔ سامعہواد یا
کمہونزم سے اسکا مہل دکھائی دیتا ہے اور اسی میں کہا
کمہونزم اور کہا پونجی واد دونوں کا حل دکھائی دیتا ہے۔

یہ کہا؟ کمہونزم اور پونجی واد دونوں کا حل؟ ہاں،
کمہونزم اور پونجی واد میں جہاں کالے سفید کا فرق ہے
وہاں دونوں ہی ہتھیاروں یا ہڈی کے ماننے والے ہیں
اور پیسے یا سونے کو ہی سب کچھ مانتے ہیں، کانچن
مکتی فونیں میں سے کسی میں نہیں ہوتی۔ آگے چلکر
بھلے ہی پیسے یا سونے کا دلم یا اہمیت کمہونزم میں کم
ہو جائے لیکن ہتھیار یا ہڈی تو اسکی جان ہے، مانو
ہیلا ہتھیاروں کے تو کمہونست ایک قدم بھی آگے نہیں دے

یہ کیا؟ کمہونزم اور پونجی واد دونوں کا حل؟ ہاں،
کمہونزم اور پونجی واد میں جہاں کالے سفید کا فرق ہے
وہاں دونوں ہی ہتھیاروں یا ہڈی کے ماننے والے ہیں
اور پیسے یا سونے کو ہی سب کچھ مانتے ہیں، کانچن
مکتی فونیں میں سے کسی میں نہیں ہوتی۔ آگے چلکر
بھلے ہی پیسے یا سونے کا دلم یا اہمیت کمہونزم میں کم
ہو جائے لیکن ہتھیار یا ہڈی تو اسکی جان ہے، مانو
ہیلا ہتھیاروں کے تو کمہونست ایک قدم بھی آگے نہیں دے

کھینچ رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کھینچ کرنا ہے۔ یہ اس کی
 تیر کی طرح ہر چیز کو کھینچتا ہوا سہا ہے۔ چلا
 آئے گا۔ اسی لیے اسے ہر طرح کے ہتھیار باہریں اور
 ہر طرح کا سامان و کارخانے باہریں۔ اسے بڑے بڑے
 مینٹ باہریے اور یہ سب چیز باہریے جیسے سے بکرت
 بکرت اور کم سے کم সময় میں جیسا کہ سے جیسا کہ نئی جا
 مینٹ۔ اسی بکرت سے اسے کھیتی میں ٹریکٹر اور کیمیا
 خاد باہریے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ روس (اور شاہ
 چین بھی) دنیا میں سولہ جہانے یکنی رکھتا ہے اور
 سائنس کے ہر طرح کے کامیابیوں سے اپنے آپ کو مددگار
 اور سزا دینا رکھتا ہے۔ اور جب یہ سب چیزیں اسے چاہئیں
 تو اس سارے سامان کو ہتھوڑے، سنبھالنے کی خاطر پیسہ
 یا سونا اسے آپ سے آپ چاہئے۔ اس طرح کمزور
 ہونچے والے کے خلاف ہوتے ہوئے بھی سونے یا پونجی سے
 بیکار کرتا ہے۔

سर्वोदय की भाशा एकदम चलती है। पहली मंजिल
 पर पहुँचने के लिये सर्वोदयी हर साधन इस्तेमाल नहीं
 करेगा। चेतन शक्ति को—सत्य को—वह कभी नहीं भूल
 सकता। इसलिये उसके हर क्रम में, हर काम में और हर
 सांस में इसी सत्य पर इसरार होगा, इसी सत्य का आग्रह
 होगा, यानी जिसे गांधी जी के शब्दों में कहें वह सत्याग्रही
 होगा। दूसरे को मानता वह बुरा समझता है, इसलिये
 हथियार उठाना गुनाह मानता है। वह पशुबल या हथियार-
 बल पर आसरा न करके आत्मबल पर आसरा करता है।
 वह अपना सारा काम खुद करना चाहता है और गुफर-
 बसर के लिये कोई एक धंदा—बेहतर हो कि वह बाप-दादों
 से चला आने वाला धंदा हो—होशियारी व समझ-बूझ
 के साथ करने लगेगा। उसे कम से कम चीजें चाहियें। उसे
 यह ख्वाहिश रहेगी कि कहीं वह दूसरों के दिल को चोट न
 पहुँचाये, वह चीजें वह खुद ही तैयार कर ले। इसलिये
 सत्याग्रही स्वदेशी का सुरीद होगा, स्वदेश माने अपना
 देश ही नहीं बल्कि अपने प्रदेश का सूबा, अपना जिला,
 अपना घर, अपने हाथ पैर खुद। इसलिये सर्वोदय में
 केन्द्री करन (Centralism) की जगह गैर-केन्द्री
 करन (De-Centralism) रहता है। लेकिन
 सत्याग्रही अपने हाथ से बनाई हुई चीजों को, सचमुच
 किसी चीज को भी, अपनी नहीं समझता, किसी माँ पर
 वह अपनी मिल्कियत नहीं मानता। सारा माँजरा उस
 शक्ति का है जिसके इशारे पर आलम चल रहा है।
 सत्याग्रही के पास जो सामान है वह एक तरह की धरोहर
 है जो उसे यह विधात के साथ बरतनी है ताकि असली
 मालिक को वैसी की वैसी वापिस कर सके वहाँ तक कि
 उसका शरीर भी सही मानों में उसका अपना नहीं है।
 सत्य की खोज करने के लिये मिला हुआ एक साधन है

کھینچ رہی ہے اسے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ اس کی
 طرح ہر چیز کو چھوڑتا ہوا چھوڑتا ہے۔ اسی لیے اسے
 ہر طرح کے ہتھیار چاہئیں اور ہر طرح کا سامان و کارخانے
 چاہئیں اسے بڑے بڑے مل چاہئے اور وہ سب چیز چاہئے
 جس سے وقت بچے اور کم سے کم سے کم زیادہ سے زیادہ نفع
 ملے۔ اسی وجہ سے اسے کھیتی میں ٹریکٹر اور کیمیا کھاد
 چاہئے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ روس (اور شاید چین
 بھی) دنیا میں سولہ جہانے یکنی رکھتا ہے اور سزا
 دینے کے ہر طرح کے اوزاروں سے اپنے آپ کو محفوظ اور سزا
 دینا چاہتا ہے۔ اور جب یہ سب چیزیں اسے چاہئیں
 تو اس سارے سامان کو ہتھوڑے، سنبھالنے کی خاطر پیسہ
 یا سونا اسے آپ سے آپ چاہئے۔ اس طرح کمزور
 ہونچے والے کے خلاف ہوتے ہوئے بھی سونے یا پونجی سے
 بیکار کرتا ہے۔

سرودے کی ہاشا ایک دم آلتی ہے۔ پہلی منزل پر
 پہونچنے کے لئے سرودے ہر سادھن استعمال نہیں کرتا۔
 چھین شکتی کو—ستھ کو—وہ کبھی نہیں بھول سکتا۔
 اس لئے اسے ہر قدم میں، ہر کام میں اور ہر سانس میں
 سی ستھ پر اصرار ہوگا، اسی ستھ کا اکرہ ہوگا، یعنی جسے
 اندھی جی کے شبدوں میں کہیں وہ ستھ گڑھی ہوگا۔ دوسرے
 کو مارنا وہ برا سمجھتا ہے، اسلئے ہتھیار اٹھانا گناہ مانتا ہے۔
 یہ پھوپھل یا ہتھیار ہل پر آسرا نہ کر کے آتم ہل پر آسرا
 لیتا ہے۔ وہ اپنا سارا کام خود کرنا چاہتا ہے اور گذر بسر
 کے لئے کوئی ایک دھندہ—بہتر ہو کہ وہ باپ دادوں سے
 چلا آئے والا دھندہ ہو—موشیاری و سمجھ بوجھ کے ساتھ
 دلے لگتا ہے۔ اسے کم سے کم چیزیں چاہئیں۔ اسے یہ خواہش
 ہے کہ کہیں وہ دوسروں کے دل کو چوٹ نہ پہونچائے،
 وہ چھوڑیں وہ خود ہی تیار کر لے۔ اس لئے ستھ گڑھی
 ہونچے کا مرید ہوگا، سرودے میں ایلنا دیس ہی
 میں بلکہ اپنے پردیس کا صوبہ، اپنا ضلع، اپنا گھر، اپنے
 نام پر خود۔ اس لئے سرودے میں کھلدی کرن (De-
 Centralism) کی جگہ گھر کھلدی کرن (De-
 Centralism) رہتا ہے۔ لیکن ستھ گڑھی اپنے ہاتھ
 ، ہائی ہوئی چیزوں کو، سچ سچ کسی چیز کو بھی
 نہیں سمجھتا، کسی مال پر وہ اپنی ملکیت
 نہیں مانتا۔ سارا ماجرا اس شکتی کا ہے جسکے اشارے
 عالم چل رہا ہے۔ ستھ گڑھی کے پاس جو سامان ہے
 ایک طرح کی دھروہر ہے جو اسے احتیاط کے ساتھ
 لیتی ہے تاکہ اصلی مالک کو ویسی کی ویسی واپس کر سکے۔
 ان تک کہ اسکا شہر بھی صحیح معنوں میں اس کا اپنا
 نہیں ہے۔ ستھ کی کہوچ کرنے کے لئے ملے ہوا ایک سادھن ہے

اور तरह तरह کی پُجی یا تانناشاہیوں کا اتنا ہی بڑا پورا مان ہے جتنا کہ کم्यونیزم ہے۔ سب تو یہ ہے کہ ان کے لئے جو کچھ کمونزم اور کمونزم ایک طرح سے سانبہ ہیں، حالانکہ جیسا ہم اوپر دیکھ چکے — دونوں پہلے ہی فرق ہے۔

x x x x

کم्यونیسٹوں کے بارے میں ہم نے اوپر کہا ہے کہ وہ چوکے پن کے پیروکار ہیں۔ مان لیں کہ سب سے پہلے وہ دیر کے لیے یہ ہو چکے ہیں کہ ان کے لیے سب کو مہمان میں آکر آنا چاہئے اور سماج کو اس کے راستے پر چلنے میں مدد دینا چاہئے۔

دونوں اور آئے، اور انہوں نے مدد دینے کے لئے ہاتھ لگنا شروع کر دیا۔ لیکن شروع میں ہی سرورڈی کو مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ یہ کہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ کمونسٹ اپنی منزل پر پہنچنے کے لئے جا رہا ہے، لیکن اس کا خیال نہیں کرتا جو اس کے ہاتھ لگا اس نے اسے جو پہنچا وہ اس سے اس کے لئے دے مارا اور آئے بڑھتے ہوئے دیکھتا ہے۔ سرورڈی یہ سوچتا ہے کہ جو چاہتے ہیں مجھ میں ہے وہ دوسرے میں بھی ہے، میں اس سے کو مارنے والا کون؟ میں اس سے کہوں گا کہ میرے لئے سے ہٹ جا، مجھ جانے دے، میں اپنی بات پر کروں گا، اپنی بات ملوانے کے لئے اس پر زور ڈالوں گا، تک کہ اپنا کھانا پینا بھی بند کر سکتا ہوں اور یہی ہے کروں گا کہ اس کا دل پسند جائے اور وہ مجھ جگہ لیکن خود اس کی جان نہیں لوں گا، اسے کسی طرح بھی چوت نہیں پہنچاؤں گا، دل سے اس کی پرائی ہوگی بلکہ پہلا ہی چاہوں گا۔

یہ ہے کمونسٹ اور سرورڈی والے کے پہنچ سادھن کا فرق۔ نسٹ سادھن کے بارے میں کوئی پڑھیں نہیں مانتا، دئی — حالانکہ اسی منزل ایک ہو — سادھن پر سب دارومدار رکھتا ہے۔ منزل پر تو جب پہنچا جائے پہنچا جائے گا۔ لیکن اس منزل پر پہنچنے کے لئے اس کے سبھی قدم اپنی جگہ پر منزل ہیں۔ مگر اس نے منزل پر پہنچنے کے لئے کمونسٹ دھڑ سے 'چٹ قدم اٹھاتا ہے' سرورڈی ذرا دائیں بائیں آگے پہنچے نہیں دیکھتا۔ ایک کو سادھن سے کوئی اعتراض نہیں اپنی جان سلامت دے، دوسرے کو مار لے سے کوئی ملے نہیں چاہے اپنی جان ہی نہیں نہ چلی جائے۔ طرح ہوں گے راستے الگ الگ ہو جاتے ہیں ایک کا وہ جاتا ہے دوسرا کہیں کا۔

جب سادھن کا پڑھیں کمونسٹ کو نہیں تو وہ ان کے تیار شدہ ہر اوراز چاہے وہ ایچ۔ ایم۔ ہی

پہلے کسی پر قانون بنیوالی یا جانوروں کی باتیں کے ذریعے پہنچتے۔ اُس وقت سبھی سائنسدان ہر پودوں کو بے جاندار مانتے تھے اور ایتم نام کی چیز کو آہستہ آہستہ اور بلہادی لاکٹی مانتے والے تھے۔ سارے چاند اور سیاروں کی حرکت نیوٹن کے بنائے قانون کے مطابق مانتے تھے۔ پہلے کی ضرورت نہیں کہ ہمسویں صدی کے شروع ہوتے ہوتے جگدیش چندر بسو نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ پودوں میں بھی ہمارے جیسی جان اور تہیز ہوتی ہے۔ ہندو ویکرل نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ ایتم چھن ہون کیا جاسکتا ہے اور یہ بلہادی لاکٹی ہرگز نہیں ہے۔ اور آئنسٹائن نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ آسمانی چیزوں کی حرکت کوئی عام قہرگ سے، نیوٹن کے اصولوں پر نہیں ہوتی۔ ہمارے پہلے کا مطلب یہ ہے کہ انیسویں صدی دنیا کے لہاس میں سب سے زیادہ مادہ پسند اور مادہ دوست تھی۔ کوئی اچرج کی بات نہیں کہ اسی صدی نے مالی و انسانی دائرے میں مادے کے علمبردار کارل مارکس کو بھی کہا کر دیا۔ ہم یہاں یہ بھی بتادیں کہ مارکس خود چھلے تھے فویر باخ کے جو سولہ آئے مادے والی یا مائی وادی لا سفر تھا۔ مارکس کا کہنا ہے —

”میرے لیے تو آدھی نام کی چیز اس ’مادی دنیا‘ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ مادی دنیا وہی ہے جو انسانی دماغ سے ظاہر ہوتی ہے اور طرح طرح کے رجحانوں کی شکل لیتی ہے۔“

ظاہر ہے کہ چھتین کو ماننے والے کو یہ رجحان کسی طرح بھی ملاحظہ نہیں ہوسکتا۔

x x x x

ہم نے اوپر کہا ہے کہ انیسویں صدی کے دھانی اصولی قلم کو جگدیش چندر بسو، ہندو ویکرل اور آئنسٹائن نے تھا دیا۔ اسی طرح سے مارکس اور لہن کے مالی اصولی قلم کو تالسٹائن اور گاندھی نے تھا دیا اور کمونزم کے برابر میں سروردے کا رجحان پیش کیا اور اُس پر عمل کر کے اسے پائدار بنایا۔ لہن جس طرح سے موٹے کاموں میں سائنس میں نیوٹن اور لابوایئم وغیرہ کے اصول برتے جاتے ہیں، اسی طرح سے عام ہوتا میں کمونزم کے اصول کی گنجائش ملتی ہے اور ہمیشہ بلی دھکی۔ لہن اُس کا کون سا پہلو؟ وہی کہ امیر غریب کے بیچ کی دیواریں توڑیں۔ یہاں یہ بھی کہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ دنیا میں بعض سروردے اور کمونزم کی فکر تو ایسی بات نہیں ہے، بلکہ کمونزم کے خلاف پونجی واد، نازی واد وغیرہ دوسری طاقتیں بھی تھیں جن سے اُس کو مورچہ لہنا تھا اور ہے۔ جہاں تک سروردے کی بات ہے وہ ان پونجی اور دوسرے والوں

ہم نے اوپر کہا ہے کہ انیسویں صدی کے دھانی اصولی قلم کو جگدیش چندر بسو، ہندو ویکرل اور آئنسٹائن نے تھا دیا۔ اسی طرح سے مارکس اور لہن کے مالی اصولی قلم کو تالسٹائن اور گاندھی نے تھا دیا اور کمونزم کے برابر میں سروردے کا رجحان پیش کیا اور اُس پر عمل کر کے اسے پائدار بنایا۔ لہن جس طرح سے موٹے کاموں میں سائنس میں نیوٹن اور لابوایئم وغیرہ کے اصول برتے جاتے ہیں، اسی طرح سے عام ہوتا میں کمونزم کے اصول کی گنجائش ملتی ہے اور ہمیشہ بلی دھکی۔ لہن اُس کا کون سا پہلو؟ وہی کہ امیر غریب کے بیچ کی دیواریں توڑیں۔ یہاں یہ بھی کہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ دنیا میں بعض سروردے اور کمونزم کی فکر تو ایسی بات نہیں ہے، بلکہ کمونزم کے خلاف پونجی واد، نازی واد وغیرہ دوسری طاقتیں بھی تھیں جن سے اُس کو مورچہ لہنا تھا اور ہے۔ جہاں تک سروردے کی بات ہے وہ ان پونجی اور دوسرے والوں

”میرے لیے تو آدھی نام کی چیز اس ’مادی دنیا‘ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ مادی دنیا وہی ہے جو انسانی دماغ سے ظاہر ہوتی ہے اور طرح طرح کے رجحانوں کی شکل لیتی ہے۔“

ظاہر ہے کہ چھتین کو ماننے والے کو یہ رجحان کسی طرح بھی ملاحظہ نہیں ہوسکتا۔

x x x x

ہم نے اوپر کہا ہے کہ انیسویں صدی کے دھانی اصولی قلم کو جگدیش چندر بسو، ہندو ویکرل اور آئنسٹائن نے تھا دیا۔ اسی طرح سے مارکس اور لہن کے مالی اصولی قلم کو تالسٹائن اور گاندھی نے تھا دیا اور کمونزم کے برابر میں سروردے کا رجحان پیش کیا اور اُس پر عمل کر کے اسے پائدار بنایا۔ لہن جس طرح سے موٹے کاموں میں سائنس میں نیوٹن اور لابوایئم وغیرہ کے اصول برتے جاتے ہیں، اسی طرح سے عام ہوتا میں کمونزم کے اصول کی گنجائش ملتی ہے اور ہمیشہ بلی دھکی۔ لہن اُس کا کون سا پہلو؟ وہی کہ امیر غریب کے بیچ کی دیواریں توڑیں۔ یہاں یہ بھی کہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ دنیا میں بعض سروردے اور کمونزم کی فکر تو ایسی بات نہیں ہے، بلکہ کمونزم کے خلاف پونجی واد، نازی واد وغیرہ دوسری طاقتیں بھی تھیں جن سے اُس کو مورچہ لہنا تھا اور ہے۔ جہاں تک سروردے کی بات ہے وہ ان پونجی اور دوسرے والوں

یا نतीجا نہیں، بلکہ اس میں اور کچھ کے ساتھ دھبہ کی
پراپر آئینہ میں کچھ کی جیت کا نتیجہ ہے !

اسی سے دونوں میں ایک اور نیا فرق پیدا ہو جاتا
ہے۔ دیکھتی یا فرد اور سماج کا۔ کمونست کے لئے دیکھتی
کی کوئی ہستی نہیں ہے، وہ تو ایک درجہ یا درجہ یا
مشین کا پرزہ ہے۔ دیکھتی آیا اور گھٹا، لیکن اصل اور قائم
چھوڑ سماج ہے، سماج کی ہی ہستی بلی دیتی ہے۔ اور
سماج کے واکھ کا راستہ محض ایک درجہ کا دوسرے کو
دیا کر آگے بڑھتا ہے۔ اب تک کے انہاس میں مٹی، پھر
مالدار لوگ لکھیا فریبوں کو دیتے رہے۔ اب جب فریبوں
میں عقل آگئی ہے تو وہ یہ چھوڑ برداشت نہ کر کے سماج
کا دفاع بدل دینگے، فریب امیر کا فرق نہیں دھکا اور
سب لوگ مڑے سے اپنی زندگی گزار سکیں گے۔

اس سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے کمونست بھائی
کہتے ہیں کہ انسان کا اب تک کا سارا انہاس اُن کے اُس
خمال کی گواہی دیتا ہے۔ انسان کی کوئی ایک اہمیت
نہیں ہے، وہ سماجی مشین کا پرزہ بنا ہوا ہے اور اُس
مشین کا قلعہ ایک طے شدہ بات ہے۔ انسان چاہے یا
نہ چاہے سماج اُس طرف بڑھ رہا ہے۔ ”مقابلے“ کے
طریقے سے اُس کا بڑھنا لگاتار جاری ہے اور جاری دھکا۔
سماج کا یہ راستہ بدایا نالا نہیں جاسکتا۔ اسی کو
کمونست بھائی میں Determinism یعنی ہو چکا
ہے، یہ بدستور جاری دھکا۔

اس سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے کمونست بھائی
کہتے ہیں کہ انسان کا اب تک کا سارا انہاس اُن کے اُس
خمال کی گواہی دیتا ہے۔ انسان کی کوئی ایک اہمیت
نہیں ہے، وہ سماجی مشین کا پرزہ بنا ہوا ہے اور اُس
مشین کا قلعہ ایک طے شدہ بات ہے۔ انسان چاہے یا
نہ چاہے سماج اُس طرف بڑھ رہا ہے۔ ”مقابلے“ کے
طریقے سے اُس کا بڑھنا لگاتار جاری ہے اور جاری دھکا۔
سماج کا یہ راستہ بدایا نالا نہیں جاسکتا۔ اسی کو
کمونست بھائی میں Determinism یعنی ہو چکا
ہے، یہ بدستور جاری دھکا۔

اسی سے دونوں میں ایک اور نیا فرق پیدا ہو جاتا
ہے۔ دیکھتی یا فرد اور سماج کا۔ کمونست کے لئے دیکھتی
کی کوئی ہستی نہیں ہے، وہ تو ایک درجہ یا درجہ یا
مشین کا پرزہ ہے۔ دیکھتی آیا اور گھٹا، لیکن اصل اور قائم
چھوڑ سماج ہے، سماج کی ہی ہستی بلی دیتی ہے۔ اور
سماج کے واکھ کا راستہ محض ایک درجہ کا دوسرے کو
دیا کر آگے بڑھتا ہے۔ اب تک کے انہاس میں مٹی، پھر
مالدار لوگ لکھیا فریبوں کو دیتے رہے۔ اب جب فریبوں
میں عقل آگئی ہے تو وہ یہ چھوڑ برداشت نہ کر کے سماج
کا دفاع بدل دینگے، فریب امیر کا فرق نہیں دھکا اور
سب لوگ مڑے سے اپنی زندگی گزار سکیں گے۔

اس سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے کمونست بھائی
کہتے ہیں کہ انسان کا اب تک کا سارا انہاس اُن کے اُس
خمال کی گواہی دیتا ہے۔ انسان کی کوئی ایک اہمیت
نہیں ہے، وہ سماجی مشین کا پرزہ بنا ہوا ہے اور اُس
مشین کا قلعہ ایک طے شدہ بات ہے۔ انسان چاہے یا
نہ چاہے سماج اُس طرف بڑھ رہا ہے۔ ”مقابلے“ کے
طریقے سے اُس کا بڑھنا لگاتار جاری ہے اور جاری دھکا۔
سماج کا یہ راستہ بدایا نالا نہیں جاسکتا۔ اسی کو
کمونست بھائی میں Determinism یعنی ہو چکا
ہے، یہ بدستور جاری دھکا۔

اس سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے کمونست بھائی
کہتے ہیں کہ انسان کا اب تک کا سارا انہاس اُن کے اُس
خمال کی گواہی دیتا ہے۔ انسان کی کوئی ایک اہمیت
نہیں ہے، وہ سماجی مشین کا پرزہ بنا ہوا ہے اور اُس
مشین کا قلعہ ایک طے شدہ بات ہے۔ انسان چاہے یا
نہ چاہے سماج اُس طرف بڑھ رہا ہے۔ ”مقابلے“ کے
طریقے سے اُس کا بڑھنا لگاتار جاری ہے اور جاری دھکا۔
سماج کا یہ راستہ بدایا نالا نہیں جاسکتا۔ اسی کو
کمونست بھائی میں Determinism یعنی ہو چکا
ہے، یہ بدستور جاری دھکا۔

اس سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے کمونست بھائی
کہتے ہیں کہ انسان کا اب تک کا سارا انہاس اُن کے اُس
خمال کی گواہی دیتا ہے۔ انسان کی کوئی ایک اہمیت
نہیں ہے، وہ سماجی مشین کا پرزہ بنا ہوا ہے اور اُس
مشین کا قلعہ ایک طے شدہ بات ہے۔ انسان چاہے یا
نہ چاہے سماج اُس طرف بڑھ رہا ہے۔ ”مقابلے“ کے
طریقے سے اُس کا بڑھنا لگاتار جاری ہے اور جاری دھکا۔
سماج کا یہ راستہ بدایا نالا نہیں جاسکتا۔ اسی کو
کمونست بھائی میں Determinism یعنی ہو چکا
ہے، یہ بدستور جاری دھکا۔

لے کر دوسرے میں بٹھانے یا بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ ہے کہ ہمیں من کو ہر لینے والا راگ سننے کو ملتا ہے۔ پھر سڑوں میں یہ دنیاوی مہل یا نال نہ ہوگا تو راگ بٹھا ناممکن تھا۔ اسی طرح کس ساری یا کے وکس کا مہل یا نال ہے۔

اوپر کہی بات سے فوراً ہی دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس وکس کی چیز کیا ہے۔ اس سب کی بھلائی کی کوئی جان دار چیز ہے یا ہے جان دار مادہ ہے۔ ہم سرورڈے اور کمپوزٹ کے دوسرے فرق پر آ پہنچے۔ ہونست بھائی کہتے ہیں کہ سارے وکس کی چیز ہے۔ لی کوئی جاندار چیز نہ ہو کر ہے جان دار مادہ ہی ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ ہزاروں لاکھوں برس پہلے جان دار چیز تو ہی نہیں ہے جاندار مادہ ہی مادہ تھا جس نے آگے چل کر جاندار چیز کی شکل لے لی۔ جان دار چیز یا چیزوں کی ماں ہے جان دار مادہ ہی ہے۔ جاندار مادے سے وکس ہو کر جاندار چیز آئے اور اسی طرح حضرت انسان آئے۔ یہ سب کا سب کرشمہ ہے جان دار مادے کا ہے جو اپنے خاص خاص قلمکوں اور شکلوں میں ظاہر ہوتا رہتا ہے۔

لیکن سرورڈے وچار کے مطابق سارے وکس کی چیز ہو نہ ہو کر چھتک یا جاندار چیز ہے۔ سارے مادے یا تو پدارتھ کا جلم چھتک سے ہی ہے یا اگر چھتک نہ ہو چیز کا پتہ مرکز نہیں چل سکتا۔ یہ چھتک ہی نہیں ہے یہی سکتہ ہے۔ سکتہ ہی اٹل چیز یا اصول ہے۔ یہ سکتہ یا آتما سب میں ایک سی دعویٰ ہے اور ہمیشہ رہتی ہے۔ باقی سارے روپ یا مادے اسی سکتہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی سکتہ کی خوبی یہ ہے کہ گو یہ سکتہ یا آتما سب میں رہتا ہے پھر بھی اس کی تھوڑی تھوڑی زندگی بھر اس کی تھوڑی تھوڑی پائی۔

اسی چیز کو لے کر سرورڈی اور کمپوزٹ میں آتما اور من کا بھد ہے۔ کمپوزٹ آتما کو نہیں مانتا، من (matter) کو مانتا ہے، سارویدی من کو نہیں مانتا، آتما کو مانتا ہے۔ اسی وجہ سے کمپوزٹ 'ہرم' نام کی چیز میں یقین نہیں رکھتے اور آتما، پرماٹما، رام، شکر، بھلاہ، خدہ، جہدہ، گادہ—سب کے سب کو یہ ڈنگ یا ڈکوسلا مانتے ہیں جو انسان نے اپنا مطلب حل کرنے کے لئے گوہ رکھے ہیں۔ سرورڈی کو جو چیز مذہبی یا دھارمک، روحانی یا آتما متحسوس ہوتی ہے کمپوزٹ کے لئے آتما کے لئے گوہ رکھے ہیں۔ سرورڈی کو جو چیز مذہبی یا دھارمک، روحانی یا آتما متحسوس ہوتی ہے کمپوزٹ کے لئے آتما کے لئے گوہ رکھے ہیں۔ سرورڈی کو جو چیز مذہبی یا دھارمک، روحانی یا آتما متحسوس ہوتی ہے کمپوزٹ کے لئے آتما کے لئے گوہ رکھے ہیں۔

لیکن سارویدی وچار کے مطابق سارے وکس کی چیز ہو نہ ہو کر چھتک یا جاندار چیز ہے۔ سارے مادے یا تو پدارتھ کا جلم چھتک سے ہی ہے یا اگر چھتک نہ ہو چیز کا پتہ مرکز نہیں چل سکتا۔ یہ چھتک ہی نہیں ہے یہی سکتہ ہے۔ سکتہ ہی اٹل چیز یا اصول ہے۔ یہ سکتہ یا آتما سب میں ایک سی دعویٰ ہے اور ہمیشہ رہتی ہے۔ باقی سارے روپ یا مادے اسی سکتہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی سکتہ کی خوبی یہ ہے کہ گو یہ سکتہ یا آتما سب میں رہتا ہے پھر بھی اس کی تھوڑی تھوڑی زندگی بھر اس کی تھوڑی تھوڑی پائی۔

لیکن سرورڈے وچار کے مطابق سارے وکس کی چیز ہو نہ ہو کر چھتک یا جاندار چیز ہے۔ سارے مادے یا تو پدارتھ کا جلم چھتک سے ہی ہے یا اگر چھتک نہ ہو چیز کا پتہ مرکز نہیں چل سکتا۔ یہ چھتک ہی نہیں ہے یہی سکتہ ہے۔ سکتہ ہی اٹل چیز یا اصول ہے۔ یہ سکتہ یا آتما سب میں ایک سی دعویٰ ہے اور ہمیشہ رہتی ہے۔ باقی سارے روپ یا مادے اسی سکتہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی سکتہ کی خوبی یہ ہے کہ گو یہ سکتہ یا آتما سب میں رہتا ہے پھر بھی اس کی تھوڑی تھوڑی زندگی بھر اس کی تھوڑی تھوڑی پائی۔

لیکن سرورڈے وچار کے مطابق سارے وکس کی چیز ہو نہ ہو کر چھتک یا جاندار چیز ہے۔ سارے مادے یا تو پدارتھ کا جلم چھتک سے ہی ہے یا اگر چھتک نہ ہو چیز کا پتہ مرکز نہیں چل سکتا۔ یہ چھتک ہی نہیں ہے یہی سکتہ ہے۔ سکتہ ہی اٹل چیز یا اصول ہے۔ یہ سکتہ یا آتما سب میں ایک سی دعویٰ ہے اور ہمیشہ رہتی ہے۔ باقی سارے روپ یا مادے اسی سکتہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی سکتہ کی خوبی یہ ہے کہ گو یہ سکتہ یا آتما سب میں رہتا ہے پھر بھی اس کی تھوڑی تھوڑی زندگی بھر اس کی تھوڑی تھوڑی پائی۔

اسی چیز کو لے کر سرورڈی اور کمپوزٹ میں آتما اور من کا بھد ہے۔ کمپوزٹ آتما کو نہیں مانتا، من (matter) کو مانتا ہے، سارویدی من کو نہیں مانتا، آتما کو مانتا ہے۔ اسی وجہ سے کمپوزٹ 'ہرم' نام کی چیز میں یقین نہیں رکھتے اور آتما، پرماٹما، رام، شکر، بھلاہ، خدہ، جہدہ، گادہ—سب کے سب کو یہ ڈنگ یا ڈکوسلا مانتے ہیں جو انسان نے اپنا مطلب حل کرنے کے لئے گوہ رکھے ہیں۔ سرورڈی کو جو چیز مذہبی یا دھارمک، روحانی یا آتما متحسوس ہوتی ہے کمپوزٹ کے لئے آتما کے لئے گوہ رکھے ہیں۔ سرورڈی کو جو چیز مذہبی یا دھارمک، روحانی یا آتما متحسوس ہوتی ہے کمپوزٹ کے لئے آتما کے لئے گوہ رکھے ہیں۔ سرورڈی کو جو چیز مذہبی یا دھارمک، روحانی یا آتما متحسوس ہوتی ہے کمپوزٹ کے لئے آتما کے لئے گوہ رکھے ہیں۔

اوپر ہم نے کہا ہے کہ کمیونسٹ یہ ماننے لگے ہیں کہ دنیا لگاتار وکس کی طرف بڑھ رہی ہے۔ یہ بات سرورڈنی بھی منظور کرلیں گے۔ لیکن بڑا سوال یہ ہے کہ یہ 'وکس' کس طرح ہو رہا ہے۔ مان لیجئے الہ آباد کے شہرے کے موقع پر رات کے چار بجے چوک میں چوکیاں دیکھنے کے لئے بھڑک لگی ہے۔ یہ بھڑک لگاتار چلائیاں ہے۔ کوئی نیا آدمی اب دیکھنے پہنچتا ہے۔ وہ بھڑک میں کہے گا اور راستہ بدلنے کا یہی بوجھ ہے۔ مگر بھڑک کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ہوا پر سوار ہے 'دائیں ہاتھ' آگے بڑھ رہا ہے۔ سب پر لگتی ہے یا دوسری کسی چیز سے وار کرتا ہے، دھول دھار اودھم مچاتا ہوا، جو آیا آئے ہاتھ ہوا چلا جا رہا ہے اور اس طرح بڑھ رہا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ ذرا دھمک چلے گا، 'دائیں ہاتھ' آگے بڑھ رہا ہے بھائی بھائی سے کہے گا۔ "مجھے بھی جگہ توڑی سی دیدیجئے" میں بھی روشن کر لوں۔ "وہ نہ کسی پر ہاتھ اٹھاتا ہے نہ ہاتھ برا کہتا ہے۔ اور اگر اس بوجھ میں وہ پس بھی گیا تب بھی دام کا نام لے کر صبر کرے گا، یہ نہیں کہ آپ سے باہر ہوکر، او دیکھ نہ تاؤ اور آگے بڑھ ہی جائے۔ اسے روشن ہوئے تو بھلا، نہ ہوئے تو بھلا۔

ہمارے کمیونسٹ بھائیوں کا یقین ہے کہ دنیا میں 'وکس' کا پہلا والا طریقہ کام کر رہا ہے۔ شہرے کے محلے کی مثال لیں۔ ان کا کہنا ہے کہ سب آدمی ایک دوسرے کے دشمن ہیں یا ان میں چھوٹے بڑے ایسے وردگ یا درجے ہیں لگے ہیں کہ ایک درجہ دوسرے کے خون کا پھاسا ہے، ایک دوسرے کو دیکھتا برداشت نہیں کر سکتا۔ ان درجوں میں ہمیشہ ہی "مقابلہ" یا "سلگھڑی" مچتا ہوا ہے اور ایک دوسرے کو چمت کرنے کی کوشش میں ہیں۔ اسی طرح سے، ان بھائیوں کا کہنا ہے، دنیا بڑھ رہی ہے۔ چیزوں میں بلندی طور سے ایسی ترقی ہے۔ جو واقعات ہوتے ہیں ان میں بلندی طور سے ایسی ترقی ہے۔ ان درودھی چیزوں میں مقابلہ ہر وقت جاری ہے۔

اس کے خلاف سرورڈنی کا یہ وجہ ہے کہ سب آدمی ایک دوسرے کے دشمن نہیں بھائی بھائی ہیں، گو یہ ضرور ہے کہ ان کے دھن سہن میں اتنا فرق ہے کہ وہ الگ الگ وردگ یا درجے کے جھمکے لگتے ہیں۔ لیکن یہ ایک دوسرے کے دشمن بلندی طور پر نہیں ہیں۔ ایک دوسرے کا دبا کر یہ مردگی کے دشمن نہیں کرنا چاہئے، بلکہ مصیبت کے ساتھ، ایک دوسرے کی سہولت کے خیال کے ساتھ، دشمن کرنا چاہئے ہیں۔ اس کے سارے عالم کے بوجھ ایک سلسلہ ہے۔ وہ کہتا ہے؟ جیسا کہ سلگھت میں ہوتا ہے۔ سب سر الگ الگ رنگ کے ہوتے ہیں

ہمارے کمیونسٹ भाइयों का यकीन है कि दुनिया में 'विकास' का पहला वाला तरीका काम कर रहा है। शहरों के मेले की मिसाल लें—उनका कहना है कि सब भादमी एक दूसरे के दुशमन हैं या उनमें छोटे बड़े ऐसे वर्ग या दर्जे बन गये हैं कि एक दर्जा दूसरे के खून का प्यासा है, एक दूसरे को देखना बर्दाश्त नहीं कर सकता। इन दर्जों में ऐसा ही "मुकाबला" या "संघर्ष" मचा हुआ है और एक दूसरे को चित करने की कोशिश में हैं। इसी तरह से, इन भाइयों का कहना है, दुनिया बढ़ रही है। चीजों में बुनियादी तौर से आपसी तनातनी है, जो वाक्यत होते हैं इनमें बुनियादी तौर से आपसी टकर है, इन विरोधी चीजों में मुकाबला हर वक़्त जारी है।

इसके खिलाफ सर्वोदयी का यह विचार है कि सब भादमी एक दूसरे के दुशमन नहीं भाई भाई हैं, गो यह जरूर है कि इन के रहन-सहन में इतना फ़र्क है कि वह अलग अलग वर्ग या दर्जे के जैसे लगते हैं। लेकिन यह एक दूसरे के दुशमन बुनियादी तौर पर नहीं हैं। एक दूसरे का गला दबा कर यह मूर्ति के दर्शन नहीं करना चाहते, बल्कि सहज के साथ, एक दूसरे की सुविधा के खयाल के साथ—दर्शन करना चाहते हैं। इस सारे आलम के पीछे एक सिलसिला है, वह कैसा? जैसा कि हमीत में होता है, सब सुर अलग अलग रंग के होते हैं

بیماریاں کو سونا یا آرام نہیں ہوتا۔ لیکن اس پر بھی صبح کو جب وہ اٹھتی ہے تو پچھلی رات سے ٹکلی گذری حالت اُسکی ہوتی ہے۔ لاکھوں کروڑوں کو تو مانو ہر دم رات ہے، ہر دم جاگن کرنا ہے۔ یہ ایک بہت ہی درد بھری حالت ہے جو بہانے باہر ہے اور جس کا انداز اُتوہو کرنے پر ہی مل سکتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ دکھی پرائیوں کے دل کو کبھار کے ایک بھیجنے والا دلاسکا ناممکن ہے۔ ہونے پست کو تو بس ایک بھیجنے چاہئے — جاندار دوٹی۔ اور یہ دوٹی انہیں خبرات میں نہیں مل سکتی، بلکہ انہیں اپنی کماؤں سے پانی چاہئے۔ اور کماؤں کو بھی کر سکتے ہیں۔ سب سے پہلا اپنی تک بہا دیں گے۔“

اس سے زیادہ کسی کا دل دوسروں کے لئے کھا توپ سکتا ہے؟ ایسا دل کب اونچ نہیج یا اس پر غریب کے بھونڈے فرق برداشت کر سکتا ہے؟ اسی وجہ سے گندھی جی نے اچھے خیال کو 'سرودے' نام سے ظاہر کیا۔ سرودے معنی سب کا آدے، سب کا عروج، سب کی ترقی، سب کی بہتری — سب کی چاہے وہ راجہ ہو یا رنک، زمیندار ہو یا کسان، پونجی یعنی ہو یا مزدور، براہمن ہو یا بھنگی، کیسا ہی کہوں نہ ہو۔ اور بہتری — محض دوپہ سے پالیٹا نہیں، بلکہ جسم کی، دماغ کی، چال چلن کی، آتما یا روح کی، سارے جہوں کی، جہوں کے ہر چہوتے سے چہوتے اور ہرے سے ہرے پہلو کی — ہر طرح سے بہتری۔

کمیونسٹ بھی اسی طرح کی دیوار کو تباہ کن اور سماج کے لئے گھانک مانتے ہیں۔ ان کا یہ بھلائی خیال ہے کہ یہ دیواریں ایک دم کرا دینی چاہئیں اور جب تک آپس میں بھید بھاؤ دے گا انسانی ہستی کو امن چھن نہیں مل سکتا۔

سرودے اور کمیونزم میں دوسری چیز جو ایک سی ہے وہ اصولی پہلو سے واسطہ رکھتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ ساری سرگھٹی یا کائنات ایک ملی جلی چیز ہے، ایک اکلی کی طرح ہے۔ اس میں جو کھٹکناہوں اور بانہوں ہوتی ہیں ان کا اثر ایک دوسرے پر، ساری دنیا پر پوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ دنیا کوئی تھس حالت میں نہیں ہے بلکہ لگاتار چلائے مان ہے جس میں آنے والے یا چلنے والے کا میلہ ہر دم لگا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ دنیا جو لگاتار چلتی ہے تو وکس یا ترقی کی طرف، نہچائی سے اونچائی کی طرف چلتی ہے!

اس سے زیادہ کسی کا دل دوسروں کے لئے کھا توپ سکتا ہے؟ ایسا دل کب اونچ نہیج یا اس پر غریب کے بھونڈے فرق برداشت کر سکتا ہے؟ اسی وجہ سے گندھی جی نے اچھے خیال کو 'سرودے' نام سے ظاہر کیا۔ سرودے معنی سب کا آدے، سب کا عروج، سب کی ترقی، سب کی بہتری — سب کی چاہے وہ راجہ ہو یا رنک، زمیندار ہو یا کسان، پونجی یعنی ہو یا مزدور، براہمن ہو یا بھنگی، کیسا ہی کہوں نہ ہو۔ اور بہتری — محض دوپہ سے پالیٹا نہیں، بلکہ جسم کی، دماغ کی، چال چلن کی، آتما یا روح کی، سارے جہوں کی، جہوں کے ہر چہوتے سے چہوتے اور ہرے سے ہرے پہلو کی — ہر طرح سے بہتری۔

کمیونسٹ بھی اسی طرح کی دیوار کو تباہ کن اور سماج کے لئے گھانک مانتے ہیں۔ ان کا یہ بھلائی خیال ہے کہ یہ دیواریں ایک دم کرا دینی چاہئیں اور جب تک آپس میں بھید بھاؤ دے گا انسانی ہستی کو امن چھن نہیں مل سکتا۔

سرودے اور کمیونزم میں دوسری چیز جو ایک سی ہے وہ اصولی پہلو سے واسطہ رکھتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ ساری سرگھٹی یا کائنات ایک ملی جلی چیز ہے، ایک اکلی کی طرح ہے۔ اس میں جو کھٹکناہوں اور بانہوں ہوتی ہیں ان کا اثر ایک دوسرے پر، ساری دنیا پر پوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ دنیا کوئی تھس حالت میں نہیں ہے بلکہ لگاتار چلائے مان ہے جس میں آنے والے یا چلنے والے کا میلہ ہر دم لگا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ دنیا جو لگاتار چلتی ہے تو وکس یا ترقی کی طرف، نہچائی سے اونچائی کی طرف چلتی ہے!

x x x x

x x x x

اب ہم دونوں کے اصولی فرق کو لیں۔

اب ہم دونوں کے اصولی فرق کو لیں۔

کے نہیں ہے، سیکرٹ سائمن پر زور بھلا بھلا ہے۔
 بھیاوا کا آچار اہلسا ہے اور کمونیسٹ کسی
 اس سائمن پر ہراساں نہیں کرتے۔ سوتے تیر پر اس
 ج کو لوگ اس طرح جھڑپ کرتے ہیں—

کمونیزم—اہلسا = گاندھی واڈ (1)
 آشورلال رائے کی کتاب کا مکتبہ یہی ہے کہ یہ
 زبردست غلط فہمی دور ہو۔ منجملے لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں جس
 کی مراد یہ ہے—

گاندھی واڈ—اہلسا = کمونیزم (2)
 اساتر اس کے کہ ہم دونوں اصولوں کی گہرائی پر غور
 کریں کہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دونوں حساب سراسر غلط
 ہیں۔ دوسرے کی ایک شکل یہ پہلے ہو سکتی ہے—

گاندھی واڈ—اہلسا = 0 (3) اور پہلے
 کی یہ ہے—

گاندھی واڈ + اہلسا = \times (بے مانی) (4)
 چوتھے اور پہلے حسابوں سے ہی یہ صاف ہو جاتا ہے کہ
 گاندھی واڈ یا سرورڈے (آگے ہم سرورڈے لفظ کا ہی استعمال
 کریں گے کیونکہ اصل میں گاندھی جی کی ہستی کو گاندھی
 واڈ کے گہرے میں نہیں پاندہ کر رکھا جاسکتا) اور کمونیزم
 میں کٹنا ہوا اور کہاں تک کا فرق ہے۔

$\times \quad \times \quad \times \quad \times$

سببوں اور کمونیزم کے فرق پر غور کرنے کے پہلے ہم یہ
 بتا دیں کہ دونوں میں کہاں تک باتیں ایک سی
 ہیں۔ سب سے پہلی چیز جو ہمیں دونوں میں برابر
 ملتی ہے وہ ہے غریب یا دین دکھی کے لئے درد۔ غریب
 اور امیر کے بیچ جو آج زبردست دیوار کھڑی ہے اور امیر
 جو غریب کا شوشن دن دوئے رات چرکے جانے انجانے کرتا
 ہے یہ بات نہ کمونسٹوں کو گوارا ہے نہ سرورڈی کو۔
 گاندھی جی نے 1946 میں کہا تھا—

”درد، درد میں اور جلتا میں“ راجہ میں اور دنک
 میں جو صورت ناک بھید ہے اسے جائز ٹھہرانا یا یہ کہنا کہ
 راجہ کی ضرورت ہی زیادہ ہے لئے ہے بھکار کی دلیل ہے
 اور میری بات کا مذاق اڑانا ہے آج جو امیر
 غریب میں فرق ہے اس سے میرے دل کو بھاری چوڑ
 لگتی ہے۔ دیکھی سرکار اور آگے شہر کے بھائی باندھو مل کر
 غریب دیہاتوں کا آج شوشن کر رہے ہیں یہ
 کتنا شرمناک ہے؟“

گاندھی واڈ—اہلسا = گاندھی واڈ (1)
 کھڑی کی کتاب کا مقصد یہی ہے کہ یہ زبردست غلط
 فہمی دور ہو۔ منجملے لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں جس
 کی مراد یہ ہے—

گاندھی واڈ—اہلسا = کمونیزم (2)
 اس کے کہ ہم دونوں اصولوں کی گہرائی پر غور کریں
 کہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دونوں حساب سراسر غلط
 ہیں۔ دوسرے کی ایک شکل یہ پہلے ہو سکتی ہے—

گاندھی واڈ—اہلسا = 0 (3) اور پہلے
 کی یہ ہے—

گاندھی واڈ + اہلسا = \times (بے مانی) (4)
 چوتھے اور پہلے حسابوں سے ہی یہ صاف ہو جاتا ہے کہ
 گاندھی واڈ یا سرورڈے (آگے ہم سرورڈے لفظ کا ہی استعمال
 کریں گے کیونکہ اصل میں گاندھی جی کی ہستی کو گاندھی
 واڈ کے گہرے میں نہیں پاندہ کر رکھا جاسکتا) اور کمونیزم
 میں کٹنا ہوا اور کہاں تک کا فرق ہے۔

$\times \quad \times \quad \times \quad \times$

سببوں اور کمونیزم کے فرق پر غور کرنے کے پہلے ہم یہ
 بتا دیں کہ دونوں میں کہاں تک باتیں ایک سی
 ہیں۔ سب سے پہلی چیز جو ہمیں دونوں میں برابر
 ملتی ہے وہ ہے غریب یا دین دکھی کے لئے درد۔ غریب
 اور امیر کے بیچ جو آج زبردست دیوار کھڑی ہے اور امیر
 جو غریب کا شوشن دن دوئے رات چرکے جانے انجانے کرتا
 ہے یہ بات نہ کمونسٹوں کو گوارا ہے نہ سرورڈی کو۔
 گاندھی جی نے 1946 میں کہا تھا—

”درد، درد میں اور جلتا میں“ راجہ میں اور دنک
 میں جو صورت ناک بھید ہے اسے جائز ٹھہرانا یا یہ کہنا کہ
 راجہ کی ضرورت ہی زیادہ ہے لئے ہے بھکار کی دلیل ہے
 اور میری بات کا مذاق اڑانا ہے آج جو امیر
 غریب میں فرق ہے اس سے میرے دل کو بھاری چوڑ
 لگتی ہے۔ دیکھی سرکار اور آگے شہر کے بھائی باندھو مل کر
 غریب دیہاتوں کا آج شوشن کر رہے ہیں یہ
 کتنا شرمناک ہے؟“

ہندستان کی درد ناک فریبی کے بارے میں لکھتے
 ہوئے 1921 میں گاندھی جی نے لکھا تھا—

”ہندستانی آسمان کے نیچے رہنے والی آسانی

”برگ برگ میں اور جنات میں، راجا میں اور رنک میں جو
 ہرکناک مہد ہے اسے جاکر ڈھرانے یا یہ کہنا کہ
 راجا کی ضرورت ہی زیادہ ہے لئے ہے بھکار کی دلیل ہے
 اور میری بات کا مذاق اڑانا ہے آج جو امیر
 غریب میں فرق ہے اس سے میرے دل کو بھاری چوڑ
 لگتی ہے۔ دیکھی سرکار اور آگے شہر کے بھائی باندھو مل کر
 غریب دیہاتوں کا آج شوشن کر رہے ہیں یہ
 کتنا شرمناک ہے؟“

ہندوستان کی درد ناک فریبی کے بارے میں لکھتے ہوئے
 1921 میں گاندھی جی نے لکھا تھا—

”ہندوستانی آسمان کے نیچے رہنے والی آسانی

کامن्यونیزم سے ہمارے یہاں کے لوگ बहुत کم واقف ہیں، لیکن کمنیونسٹ کے بارے میں یہ خیال جم گیا ہے کہ یہ کچھ کر سکتے والوں کی ٹولی ہے اور — کوونکہ روس و چین کے نقشے انہوں کے سامنے آتے ہی ہیں — یہ لوگ سچے سچ حالت میں تبدیلی لاسکتے ہیں۔

کھنے کی ضرورت نہیں کہ جن مہاتما گاندھی نے ہندوستان میں طوفان مچا دیا، انگریزی حکومت جیسی طاقتور حکومت کے چہکے چہوا دیئے اور دنیا کے سامنے بشوبل یا ہلسا کے مقابلے آتم بل یا اہلسا کا چہندا کھوا کر کے دکھا دیا، اُن کے چلائے 'سرودے' پر تو اُن کے دیس واسیوں کو آپ سے آپ شرمدا پیدا ہوتی ہے۔ لیکن آج جسے دیکھئے وہی 'سرودے' کا نعرہ لگا رہا ہے — کیا 'کمونسٹ' کہا کسان مزدور پر جا پارتی، کیا سوشلسٹ' کہا جن سنگھیں — سبھی اِس کا دم بھرتے ہیں۔ یہی نہیں' کہی کہی تو کمونسٹ بھی آپ کو 'سرودے' کا حامی کہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ کوئی صاف تصویر لوگوں کے سامنے نہیں ہے کہ آخر سرودے کیا ہے یا گاندھی جی کیا چاہتے تھے اور کمونسٹ کیا چاہتے ہیں یا کمونزم کیا ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ یہ تصویر بہت صفائی اور خوبصورتی کے ساتھ حال ہی میں شری کشور لال مشرو والا نے اپنی کتاب 'گاندھی ایلڈ مارکس' میں پیش کی ہے اور جو مدنی گجراتی میں 'گاندھی اور سامیہواد' نام سے نکلی ہے۔ اوپر سے سولے میں سہاگا یہ کہ اِس کتاب کی بیومہکا آچاریہ ونوبا نے لکھی ہے۔ پوری کتاب میں کشور لال بھائی کے لکھے 56 صفحے ہیں، 34 ونوبا جی کے لکھے اور باقی 18 صفحے ایلڈکس کے ہیں جن میں کشور لال بھائی اور گاندھی جی کے سرکریٹری پیارے گل بھائی کے چار لکھے ہیں جو گاندھی جی کے سامنے چھپ چکے تھے۔ اُس طرح ہم اس کتاب کو ونوبا جی اور کشور لال بھائی دونوں کے وچاروں کا اظہار مانتے ہیں، جنہوں نے ملکر ہمیشہ کے لئے ایک عمارت کھڑی کر دی ہے۔ آج اُس وقت جہاں تک ہماری جانکاری ہے ہمارے دیس میں ان دونوں مہارتوں کے مقابلے گاندھی جی کو ونوبا سمجھتے اور اُن کی راہ پر بہتر چلنے والے دوسرے لوگ نہیں ہیں۔ ہم تو یہاں تک کہہتے کہ گاندھی جی یا گاندھی واڈ کے بارے میں جو یہ نہیں جانتے وہ کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ اِس کتاب کو ہم ونوبا جی اور کشور لال بھائی کی ٹھوس و بہترین سیوا کا نمونہ مانتے ہیں۔

عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ کمونزم اور گاندھی جی کی باتوں میں جہاں تک مقصد کا سوال ہے کوئی

تفاوت نہیں ہے ہمارے یہاں کے لوگ بہت کم واقف ہیں، لیکن کمنیونسٹ کے بارے میں یہ خیال جم گیا ہے کہ یہ کچھ کر سکتے والوں کی ٹولی ہے اور — کوونکہ روس و چین کے نقشے انہوں کے سامنے آتے ہی ہیں — یہ لوگ سچے سچ حالت میں تبدیلی لاسکتے ہیں۔

گاندھی کی ضرورت نہیں کہ جن مہاتما گاندھی نے ہندوستان میں طوفان مچا دیا، انگریزی حکومت جیسی طاقتور حکومت کے چہکے چہوا دیئے اور دنیا کے سامنے بشوبل یا ہلسا کے مقابلے آتم بل یا اہلسا کا چہندا کھوا کر کے دکھا دیا، اُن کے چلائے 'سرودے' پر تو اُن کے دیس واسیوں کو آپ سے آپ شرمدا پیدا ہوتی ہے۔ لیکن آج جسے دیکھئے وہی 'سرودے' کا نعرہ لگا رہا ہے — کیا 'کمونسٹ' کہا کسان مزدور پر جا پارتی، کیا سوشلسٹ' کہا جن سنگھیں — سبھی اِس کا دم بھرتے ہیں۔ یہی نہیں' کہی کہی تو کمونسٹ بھی آپ کو 'سرودے' کا حامی کہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ کوئی صاف تصویر لوگوں کے سامنے نہیں ہے کہ آخر سرودے کیا ہے یا گاندھی جی کیا چاہتے تھے اور کمونسٹ کیا چاہتے ہیں یا کمونزم کیا ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ یہ تصویر بہت صفائی اور خوبصورتی کے ساتھ حال ہی میں شری کشور لال مشرو والا نے اپنی کتاب 'گاندھی ایلڈ مارکس' میں پیش کی ہے اور جو مدنی گجراتی میں 'گاندھی اور سامیہواد' نام سے نکلی ہے۔ اوپر سے سولے میں سہاگا یہ کہ اِس کتاب کی بیومہکا آچاریہ ونوبا نے لکھی ہے۔ پوری کتاب میں کشور لال بھائی کے لکھے 56 صفحے ہیں، 34 ونوبا جی کے لکھے اور باقی 18 صفحے ایلڈکس کے ہیں جن میں کشور لال بھائی اور گاندھی جی کے سرکریٹری پیارے گل بھائی کے چار لکھے ہیں جو گاندھی جی کے سامنے چھپ چکے تھے۔ اُس طرح ہم اس کتاب کو ونوبا جی اور کشور لال بھائی دونوں کے وچاروں کا اظہار مانتے ہیں، جنہوں نے ملکر ہمیشہ کے لئے ایک عمارت کھڑی کر دی ہے۔ آج اُس وقت جہاں تک ہماری جانکاری ہے ہمارے دیس میں ان دونوں مہارتوں کے مقابلے گاندھی جی کو ونوبا سمجھتے اور اُن کی راہ پر بہتر چلنے والے دوسرے لوگ نہیں ہیں۔ ہم تو یہاں تک کہہتے کہ گاندھی جی یا گاندھی واڈ کے بارے میں جو یہ نہیں جانتے وہ کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ اِس کتاب کو ہم ونوبا جی اور کشور لال بھائی کی ٹھوس و بہترین سیوا کا نمونہ مانتے ہیں۔

عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ کمونزم اور گاندھی جی کی باتوں میں جہاں تک مقصد کا سوال ہے کوئی

یہ کتاب نوجوانوں پرکاشن ملدر احمدآباد نے

چھاپی ہے۔

یہ کتاب نوجوانوں پرکاشن ملدر احمدآباد نے چھاپی ہے۔

ن ہو وہ بھوکے کی دہڑی ہے، گناہ ہے۔ یہ بات سب لوگ مہسوس بھی کرتے ہیں اور اس لئے اس تباہی کو دور کرنے کے لیے عملی روپ سے قدم اٹھانا چاہتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ قدم کھسا اور کیا ہو۔ یہ بہت بڑا سوال ہے جس سے ہندوستان کے لاکھوں کروڑوں کی ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کی بہتری کا واسطہ ہے۔

واہیر ہے کہ موجودہ سرکار سے کسی کو کوئی آس ڈرا ہی نہیں ہے کہ وہ جلتا کے درد کو دور کرے گی۔ لہذا نام پبلک میں سے ہی کوئی طاقت اٹھنی ہے جو اس خوف کچھ کام کر سکی۔ تھوڑے عرصے سے دو نام وگوں کی زبان پر آئے شروع ہوئے ہیں — ایک سرورڈے اور دوسرا کمیونسٹ۔ پہلے شہد ایک وچار ہے، دوسرا ایک خاص طرح کے لوگوں کا نام ہے۔ پہلے شہد مہاتما اندھی کی ایجاد ہے، دوسرا انگریزی بھاشا کا یوں تو بہت دانا شہد ہے مگر اس میں جان ڈالنے کا کام ایک نامی جرمن گھان وان آچاریہ نے کیا جو کارل مارکس نام سے سر ام ہے۔ سرورڈے وچار مہاتما لاندھی نے پیش کیا، اٹھ ہنگ سے پچاس پچھن برس تک اس پر عمل کیا اور سکے آدھار پر دکھلی افریقہ اور ہندوستان میں بڑی بڑی حکومتوں سے تکریمیں لیں۔ ہزاروں لاکھوں لوگ ان تکریموں میں شریک ہوئے جنہوں نے بڑی سے بڑی قربانیاں کر کے اپنے ہدائشی ادھیکار واپس لئے۔ کمیونسٹ ان لوگوں کا نام ہے جو کمیونزم نام کے اصول میں یقین رکھتے ہیں۔ یہ ہی اصول ہے جس پر کارل مارکس کی نصیحتوں کے مطابق عمل کر کے لوگوں نے روس میں 1917 میں انقلاب کیا اور لہذا ناسی بلاد ہستی نے دنیا میں سب پہلی کمیونسٹ حکومت روس میں قائم کی جو اب قائم ہے۔ یہ وہی اصول ہے جس کی روشنی میں کام کرنے آ رہی دو روس میں ہونے چھن میں ماؤنس نامی ہادر مخصمت نے کمیونسٹ سرکار قائم کی اور بے حال د حواس، بہکی ہوئی جلتا کی کیا پلٹ دی۔ اسی سول کے پھرکار کمیونسٹ بھائیوں نے ہندوستان میں بھی نگہ جگہ جلتا کے بچے کچھ سہوا کر کے اپنا اثر قائم کیا، خاص کر حیدرآباد ریاست کے پوربہ حصہ میں جہاں ن ماتر بھاشا تھلگو ہونے کی وجہ سے آئے تھلکانہ کہا جاتا ہے اور جن کا تصور ہے کہ ہم سماج کے اندر سے چھوٹے بے اونچ نیچ کے بھید ختم کر کے ایک ورگ میں سماج لانا چاہتے ہیں جس میں سب کو 'دوٹی' کہو، 'مکن' لے گا اور سب خوشی خوشی رہ سکیں گے۔ لیکن کمیونسٹ بھائیوں کا کام کچھ اس طرح دور دھرب لگنے چھلنے کا نا ہے کہ وہ کھل کر کوئی چیز یا نمونہ ہندوستان کی بلحا کے آگے نہیں رکھ سکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ

ن ہو وہ بھوکے کی دہڑی ہے، گناہ ہے۔ یہ بات سب لوگ مہسوس بھی کرتے ہیں اور اس لئے اس تباہی کو دور کرنے کے لیے عملی روپ سے قدم اٹھانا چاہتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ قدم کھسا اور کیا ہو۔ یہ بہت بڑا سوال ہے جس سے ہندوستان کے لاکھوں کروڑوں کی ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کی بہتری کا واسطہ ہے۔

واہیر ہے کہ موجودہ سرکار سے کسی کو کوئی آس ڈرا ہی نہیں ہے کہ وہ جلتا کے درد کو دور کرے گی۔ لہذا نام پبلک میں سے ہی کوئی طاقت اٹھنی ہے جو اس خوف کچھ کام کر سکی۔ تھوڑے عرصے سے دو نام وگوں کی زبان پر آئے شروع ہوئے ہیں — ایک سرورڈے اور دوسرا کمیونسٹ۔ پہلے شہد ایک وچار ہے، دوسرا ایک خاص طرح کے لوگوں کا نام ہے۔ پہلے شہد مہاتما اندھی کی ایجاد ہے، دوسرا انگریزی بھاشا کا یوں تو بہت دانا شہد ہے مگر اس میں جان ڈالنے کا کام ایک نامی جرمن گھان وان آچاریہ نے کیا جو کارل مارکس نام سے سر ام ہے۔ سرورڈے وچار مہاتما لاندھی نے پیش کیا، اٹھ ہنگ سے پچاس پچھن برس تک اس پر عمل کیا اور سکے آدھار پر دکھلی افریقہ اور ہندوستان میں بڑی بڑی حکومتوں سے تکریمیں لیں۔ ہزاروں لاکھوں لوگ ان تکریموں میں شریک ہوئے جنہوں نے بڑی سے بڑی قربانیاں کر کے اپنے ہدائشی ادھیکار واپس لئے۔ کمیونسٹ ان لوگوں کا نام ہے جو کمیونزم نام کے اصول میں یقین رکھتے ہیں۔ یہ ہی اصول ہے جس پر کارل مارکس کی نصیحتوں کے مطابق عمل کر کے لوگوں نے روس میں 1917 میں انقلاب کیا اور لہذا ناسی بلاد ہستی نے دنیا میں سب پہلی کمیونسٹ حکومت روس میں قائم کی جو اب قائم ہے۔ یہ وہی اصول ہے جس کی روشنی میں کام کرنے آ رہی دو روس میں ہونے چھن میں ماؤنس نامی ہادر مخصمت نے کمیونسٹ سرکار قائم کی اور بے حال د حواس، بہکی ہوئی جلتا کی کیا پلٹ دی۔ اسی سول کے پھرکار کمیونسٹ بھائیوں نے ہندوستان میں بھی نگہ جگہ جلتا کے بچے کچھ سہوا کر کے اپنا اثر قائم کیا، خاص کر حیدرآباد ریاست کے پوربہ حصہ میں جہاں ن ماتر بھاشا تھلگو ہونے کی وجہ سے آئے تھلکانہ کہا جاتا ہے اور جن کا تصور ہے کہ ہم سماج کے اندر سے چھوٹے بے اونچ نیچ کے بھید ختم کر کے ایک ورگ میں سماج لانا چاہتے ہیں جس میں سب کو 'دوٹی' کہو، 'مکن' لے گا اور سب خوشی خوشی رہ سکیں گے۔ لیکن کمیونسٹ بھائیوں کا کام کچھ اس طرح دور دھرب لگنے چھلنے کا نا ہے کہ وہ کھل کر کوئی چیز یا نمونہ ہندوستان کی بلحا کے آگے نہیں رکھ سکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ

سर्वوہد اور کمپونیسٹ

سروودے اور کمپونیسٹ

ہمارے ہندوستان میں کیا، بیہشہ میں کیا، سب جگہ کا سماج دو موٹے ہیسوں میں بٹا ہے۔ ایک کی تاواؤ کم ہے لیکن اسکے پاس پئسا ہے، دلیت ہے اور تاکت ہے۔ دوسرے ہیسے کی تاواؤ بھوت جیواا ہے لیکن اسکے پاس ن پئسا ہے ن دلیت اور ن تاکت۔ مگر ڈوخی دونوں ہیسوں کے لوگ ہیں کیوںکی مالدار لوگوں کے پاس جو کھج بھی ہے وہ انکے پٲ کو پورا نہیں پوتا اور انہیں دن دن رات چوکننا چاہئے تاکہ ان کی املکوں پوری ہو سکے، اور غریب لوگ تو پھر غریب ہیں ہی، ان کو تو سچ سچ دو چون کھانا مشکل سے نصوب ہوتا ہے۔ دونوں کھلیج تان کرتے ہیں کہ ہمارے پلے کچھ اور پو جائے اور ہمارا کام پلے۔ انسان کے سارے ایتھاس کو اس گھمکھ کی کہانی ایک طرح سے کہا جا سکتا ہے۔

مسل مہشور ہے کی پاںچوں اعلیاں ایک سی نہیں ہوتیں۔ لیکن انمیں جو ککڑ ہے وہ کیتنا بھڈا ہے یہ سب جاننے ہیں۔ اسی طرح سماج کے لوگوں کی حالت میں تھوڑا بہت فرق ہو نو کوئی شکایت کی بات نہیں، لیکن اگر زمون آسان کا بھود ہو تو پھر وہ حالت برداشت ے باہر ہو جاتی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے دیہی میں یہ فرق زمون آسان کے فرق سے بھی بڑھکر ہے۔ جب انگریزی حکومت یہاں تھی تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ فرق اس نے کر رکھا ہے۔ اس لئے لے دے کو سب لوگ اسے ہٹانے میں لگ گئے۔ مگر اس کے ہٹانے کے بعد اعلیٰ ہی سرکار آئی تو یہ فرق کسی طرح بھی کم نہیں ہوا۔ رئیس رئیس ہوتے چلے جا رہے ہیں اور غریب غریب۔ التے چیزوں کے دام اتنے چوہ گئے کہ معمولی ضرورتوں پوری ہونا بھی دشوار ہو گیا اور عام چلتا کی نگاہ میں آسانی نہ ملی بربادی ملی۔ موجودہ سرکار حدبران ہے اور لاکھ کوشش کرنے پر بھی اس چکر سے نہیں نکل پا رہی ہے۔ اس کے خلاف وہ دیہیوں سے اناج کی بھوک مانگ مانگ کر اور بھسے اڈھار لے لے کر اپنے دیہی کو ایک طرح سے گوری رکھ دے رہی ہے۔ کوئی صورت مرکزی حلقے میں ایسی نظر نہیں آتی جس سے یہ اُمید ہو کہ یہ تباہی بھی ختم ہوگی اور دن پلٹیں گے۔

قدرت کا یہ امت قانون ہے کہ جو چیز شروع ہوتی ہے وہ ختم بھی ہوتی ہے۔ تو یہ تباہی یا بربادی بھی ایک نہ ایک دن ختم ہوگی۔ مگر اس آشا کو من میں باتمہ کر یا اس کے پورا ہونے کے لئے دعا ملتیں کرتے پھر سے کام نہیں چل سکتا۔ جس دعا کے پوچھے عمل

ہمارے ہندوستان میں کیا، بیہشہ میں کیا، سب جگہ کا سماج دو موٹے حصوں میں بٹا ہے۔ ایک کی تعداد کم ہے لیکن اس کے پاس پیسہ ہے، دولت ہے اور طاقت ہے۔ دوسرے حصے کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن اس کے پاس نہ پیسہ ہے نہ دولت اور نہ طاقت۔ مگر دکھی دونوں حصوں کے لوگ ہیں کہونکہ مالدار لوگوں کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ ان کے ہوت کو پورا نہیں پوتا اور انہیں دن دن رات چوکننا چاہئے تاکہ ان کی املکوں پوری ہو سکے، اور غریب لوگ تو پھر غریب ہیں ہی، ان کو تو سچ سچ دو چون کھانا مشکل سے نصوب ہوتا ہے۔ دونوں کھلیج تان کرتے ہیں کہ ہمارے پلے کچھ اور پو جائے اور ہمارا کام پلے۔ انسان کے سارے ایتھاس کو اس گھمکھ کی کہانی ایک طرح سے کہا جا سکتا ہے۔

مثال مشہور ہے کہ پانچوں انگلیاں ایک سی نہیں ہوتیں۔ لیکن ان میں جو فرق ہے وہ کتنا تھوڑا ہے یہ سب جانتے ہیں۔ اسی طرح سماج کے لوگوں کی حالت میں تھوڑا بہت فرق ہو نو کوئی شکایت کی بات نہیں، لیکن اگر زمون آسان کا بھود ہو تو پھر وہ حالت برداشت ے باہر ہو جاتی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے دیہی میں یہ فرق زمون آسان کے فرق سے بھی بڑھکر ہے۔ جب انگریزی حکومت یہاں تھی تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ فرق اس نے کر رکھا ہے۔ اس لئے لے دے کو سب لوگ اسے ہٹانے میں لگ گئے۔ مگر اس کے ہٹانے کے بعد اعلیٰ ہی سرکار آئی تو یہ فرق کسی طرح بھی کم نہیں ہوا۔ رئیس رئیس ہوتے چلے جا رہے ہیں اور غریب غریب۔ التے چیزوں کے دام اتنے چوہ گئے کہ معمولی ضرورتوں پوری ہونا بھی دشوار ہو گیا اور عام چلتا کی نگاہ میں آسانی نہ ملی بربادی ملی۔ موجودہ سرکار حدبران ہے اور لاکھ کوشش کرنے پر بھی اس چکر سے نہیں نکل پا رہی ہے۔ اس کے خلاف وہ دیہیوں سے اناج کی بھوک مانگ مانگ کر اور بھسے اڈھار لے لے کر اپنے دیہی کو ایک طرح سے گوری رکھ دے رہی ہے۔ کوئی صورت مرکزی حلقے میں ایسی نظر نہیں آتی جس سے یہ اُمید ہو کہ یہ تباہی بھی ختم ہوگی اور دن پلٹیں گے۔

قدرت کا یہ امت قانون ہے کہ جو چیز شروع ہوتی ہے وہ ختم بھی ہوتی ہے۔ تو یہ تباہی یا بربادی بھی ایک نہ ایک دن ختم ہوگی۔ مگر اس آشا کو من میں باتمہ کر یا اس کے پورا ہونے کے لئے دعا ملتیں کرتے پھر سے کام نہیں چل سکتا۔ جس دعا کے پوچھے عمل

पहचान अहिंसा की है यह,
जो हिंसा से बढ़ कर रन ले,
दाबें उंगली सब दांत तले,
जब वह धन दे, तन दे, मन दे.
पहचान अहिंसा की है यह
जिसको सब ही होबें अपने,
जो सह न सके अन्याय कभी
जो आँख न दे उससे झपने.
पहचान अहिंसा की है यह
जो प्राणों को प्राणी माने,
दुख को भेटे, क्यों न नौबत,
प्राणों के जाने की आने.
पहचान अहिंसा की है यह
जो लेती ही आराम नहीं,
फिर रहे लड़ाई, अमन रहे,
उसका तो घटता काम नहीं.
पहचान अहिंसा की है यह
जो पग पग पर देखे काँटे,
फिर बड़े रहें या हों छोटे,
पुचकारे, मुरझावे, डाँटे.
पहचान अहिंसा की है यह
जो प्रेमामृत में डूबी हो,
जो न्याय, दया, सच, जोड़ सके
जिस में ऐसी भी खूबी हो.
पहचान अहिंसा की है यह
जो लिये जा रही हो हमको,
काँटों में, मगर तसल्ली भी
जो दिये जा रही हो हमको.
पहचान अहिंसा की है यह
जो रब का हमें पथ दिखलाए,
खोटे रस्ते पर चले नहीं
सच की छातिर जो मिट जाए.

—मगवानदीन

पहचान अहिंसा की है यह,
जो हिंसा से बढ़ कर रन ले,
दाबें उंगली सब दांत तले,
जब वह धन दे, तन दे, मन दे.
पहचान अहिंसा की है यह
जिसको सब ही होबें अपने,
जो सह न सके अन्याय कभी
जो आँख न दे उससे झपने.
पहचान अहिंसा की है यह
जो प्राणों को प्राणी माने,
दुख को भेटे, क्यों न नौबत,
प्राणों के जाने की आने.
पहचान अहिंसा की है यह
जो लेती ही आराम नहीं,
फिर रहे लड़ाई, अमन रहे,
उसका तो घटता काम नहीं.
पहचान अहिंसा की है यह
जो पग पग पर देखे काँटे,
फिर बड़े रहें या हों छोटे,
पुचकारे, मुरझावे, डाँटे.
पहचान अहिंसा की है यह
जो प्रेमामृत में डूबी हो,
जो न्याय, दया, सच, जोड़ सके
जिस में ऐसी भी खूबी हो.
पहचान अहिंसा की है यह
जो लिये जा रही हो हमको,
काँटों में, मगर तसल्ली भी
जो दिये जा रही हो हमको.
पहचान अहिंसा की है यह
जो रब का हमें पथ दिखलाए,
खोटे रस्ते पर चले नहीं
सच की छातिर जो मिट जाए.

—मगवानदीन

जिल्द 11

नवम्बर, सन् '51

नम्बर 5

नمبر 5

नمبر '51 سن

جلد 11

जात आदमी, प्रेम धर्म है, हिन्दुस्तानी बोली,
'नया हिन्द' पहुँचेगा घर घर लिये प्रेम की मोली.

جانت آدمي، پریم دھرم ہے، ہندوستانی بولی،
'نیا ہند' پہنچے گا گھر گھر لئے پریم کی جھولی.

अहिंसा भक्तों से

सौ बार तसल्ली दिल को दो
संतोश करो, हाँ, सत्र करो,
औरों को तसल्ली तो दो ही
सौ जत्र सहो मत जत्र करो.
बदकारों को तुम गले लगा
बदकारी उनकी पी डालो,
तुम तो दो उनको नेक बना
उनकी नेकी में जी डालो.
नेकों को बढ़ने दो आगे
उनकी जग पर जय होने दो,
हिंसा, बोरी, बदकारी को
अपनी अपनी पत खोने दो.
हिंसा के पाँव न जमने दो
पर कायरता का ध्यान रहे!
बह कहीं अहिंसा देवि बनी
न जमाती झूटी शान रहे।
पुज ही जाती है कायरता,
हाँ, पहन अहिंसा का बोला,
लाती ही है बदनामी वह,
मुझकी पर, कर उनको पोला.

अहंसा بھکتوں سے

سو بار تسلي دل کو دو
سنتوش کرو، ہاں، ستر کرو،
اوروں کو تسلي تو دو ہی
سو جتر سہو مت جتر کرو.
بدکاروں کو تم گلے لگا
بدکاری اُن کی پی ڈالو،
تم تو دو اُن کو نیک بنا
اُن کی نیکی میں جی ڈالو.
نہکوں کو بڑھنے دو آگے
اُن کی جگ پر جے ہونے دو،
ہنسا، چوری، بدکاری کو
اپنی اپنی پت کھونے دو.
ہنسا کے پاؤں نہ جاملے دو
پر کایرتا کا دھیان رہے!
وہ کہیں اہنسا دیوی بلی
نہ جماتی جھوٹی شان رہے!
بیچ ہی جاتی ہے کایرتا،
ہاں، پہن اہنسا کا چولا،
لاٹی ہی ہے بدنامی وہ،
ملکوں پر، کر اُن کو پولا.

نیا ہند

ہندوستانی کلاچر سوسائٹی

کا

ماہواری پرچا

نومبر 1951

نیا ہند

ہندوستانی کلاچر سوسائٹی

کا

ماہواری پرچا

نومبر 1951

کس سے

مکالمہ

کس سے

— اہلسا بہکٹوں سے (کویتا) — بھگوان دیو	367
— سرووے اور کمیونسٹ — سریش رام بھائی	369
— مولانا عبداللہ مصطفیٰ کا خط — قاضی سے	385
— سڑکیوں کا سہولت میں — بھائی گ	391
— بھارت میں جونی بوندہ بھکشو — بھائی جان چندر ورما	392
— حیدر آباد کے مسلمان — مولانا اکبر علی خاں	401
— فرق پانڈی کا بھڑ — بھائی فرید علی سہابی	406
— ایک چٹائی (کہانی) — بھگوان دیو	408
— دلی انگریس — سریش رام بھائی	415
10 — ہندو — ار کا ہندوستان پلان — ویرا	421
11 — گورنر کی دلی	429
12 — بچوں کی دنیا	430
13 — گچھ نقابیں	433
14 — دیش ودیش کی قانونی	435
15 — عماری رائے — یو. این. او. کا نفاذ — بھگوان دیو	438

— اہلسا بہکٹوں سے (کویتا) — بھگوان دیو	367
— سرووے اور کمیونسٹ — سریش رام بھائی	369
— مولانا عبداللہ مصطفیٰ کا خط — قاضی سے	385
— سڑکیوں کا سہولت میں — بھائی گ	391
— بھارت میں جونی بوندہ بھکشو — بھائی جان چندر ورما	392
— حیدر آباد کے مسلمان — مولانا اکبر علی خاں	401
— فرق پانڈی کا بھڑ — بھائی فرید علی سہابی	406
— ایک چٹائی (کہانی) — بھگوان دیو	408
— دلی انگریس — سریش رام بھائی	415
10 — ہندو — ار کا ہندوستان پلان — ویرا	421
11 — گورنر کی دلی	429
12 — بچوں کی دنیا	430
13 — گچھ نقابیں	433
14 — دیش ودیش کی قانونی	435
15 — عماری رائے — یو. این. او. کا نفاذ — بھگوان دیو	438

قیمت — ہندوستان میں چھ روپیہ سال، باہر دس روپیہ سال، ایک پرچہ دس آٹے۔

مینجر

نیا ہند

145، سدر گنج، ایلاہ آباد

نیا ہند

نیا ہند

145، مٹی گنج، ایلاہ آباد



مجلس شورای ملی

[illegible]

وہ میں نے شاعروں کی دجلانہیں اٹھا لی
 کہ وہ کے نام :-

[illegible]

وہ جس نے اسے اس کے آگے دیا اس کے آگے
اس کے آگے دیا اس کے آگے دیا اس کے آگے دیا

میں جہتہ جہتہ اس میں فوج اور نئی
 فوج دی گئی تھی اور اس کے ساتھ جو
 سپاہ میں اس لئے اب اس کتاب کا نام
 رکھا ہے۔

लेखक—पंडित सुन्दरलाल

इस किताब के शुरू में दुनिया के सब बड़े बड़े धर्मों एकता को दिखाया गया है और सब धर्मों की किताबों हवाले दे दे कर मिलती जुलती बुनियादी सच्चाइयों को जान किया गया है।

उसके बाद गीता के लिखे जाने के वक्त की इस देश हालत, गीता के बड़प्पन और एक एक अध्याय को हर गीता की तालीम को बतलाया गया है।

आखिर में कुरान से पहले की अरब की हालत, कुरान बड़प्पन और एक एक बात पर कुरान की तालीम को जान किया गया है। इस में कुरान की पांच सौ से ऊपर आयतों का लफ्जी तरजुमा दिया गया है। यह भी बताया है कि कुरान में जेहाद, आक्रबत, आखरत, जन्नत, जन्नम, काफिर बगैरा किसे कहा गया है।

जो लोग सब धर्मों की एकता को समझना चाहें या दू धर्म और इसलाम दोनों की इन दो अमर पुस्तकों की गूँधी जानकारी हासिल करना चाहें उन्हें इस किताब को हर पढ़ना चाहिये।

पौने तीन सौ सफे की सुन्दर जिल्द बँधी किताब की बात सिर्फ ढाई रुपया।

इस में वह चार लेखक जमा कर दिये गये हैं जो इस बी ने कन्सीकियेटर्री बोर्ड ग्वालियर की शायत पर क्लियर में दिये थे।

सौ सफे की किताब। क्रीमत सिर्फ बारह आने।

लेखक—पंडित सुन्दरलाल

साम्प्रदायिकता यानी किरकापरस्ती की बीमारी पर क्राजी, मजहबी और इतिहासी पहलू से विचार और क्रा इलाज, जिसने आखिर में देश पिता महात्मा गांधी को हमारे बीच में न रहने दिया।

क्रीमत बारह आने।

लिकेक—पंडित सुन्दर लाल

اس کتاب کے شروع میں دنیا کے سب بڑے بڑے دھرموں کی ایکتا کو دکھایا گیا ہے اور سب دھرموں کی کتابوں سے حوالے دے کر ملتی جلتی بنیادی سچائیوں کو بیان کیا گیا ہے۔

اس کے بعد گیتا کے لکھے جانے کے وقت کی اس دیش کی حالت گیتا کے بڑپن اور ایک ایک ادھیائے کو لیکر گیتا کی تعلیم کو بتلایا گیا ہے۔

آخر میں قرآن سے پہلے کی عرب کی حالت، قرآن کے بڑپن اور ایک ایک بات پر قرآن کی تعلیم کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں قرآن کی پانچ سو سے اوپر آیتوں کا لفظی ترجمہ دیا گیا ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قرآن میں جہاد، مالیت، آخرت، جنت، جہنم، کافر وغیرہ کسے کہا گیا ہے۔

جو لوگ سب دھرموں کی ایکتا کو سمجھنا چاہیں یا ہندو دھرم اور اسلام دونوں کی ان دو اہم دستکوں کو سمجھی جانکاری حاصل کرنا چاہیں انہیں اس کتاب کو ضرور پڑھنا چاہئے۔

پولے تین سو صفحے کی سندھ جلد ہندھی کتاب کی قیمت صرف ڈھائی روپے۔

اس میں وہ چار لیکچر جمع کر دئے گئے ہیں جو بلذت جی نے کنسیکریٹری بورڈ گوالیار کی دعوت پر گوالیار میں دئے تھے۔

سو صفحے کی کتاب۔ قیمت صرف بارہ آئے۔

لکھک—بلذت سندھ لال

سامبرداہیتا یعنی فرقہ پرستی کی بیماری پر راج گچی، مذہبی اور اتھاسی پہلو سے وچار اور اسکا علاج جس نے آخر میں دیش پتا مہاتما گاندھی تک کو ہمارے بیچ میں نہ رکھنے دیا۔

قیمت بارہ آئے۔

پتہ کا پتا—

بلیکسٹر 'نیا دین' 145، سڈی گنج، راجا پور۔

بلیکسٹر 'نیا دین' 145، سڈی گنج، راجا پور۔

ہندوستانی کتب خانہ کی کتابیں

یہ سب کتابیں کتاب خانہ کی کتابوں اور ان کے مالکوں کے ہاں ایک ایک سے مل سکتی ہیں۔ جو کتاب ایک ہی مالک کے ہاں چھپی ہو اس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ اس کتاب خانہ کی کتابوں خریدنے والوں اور کتاب خانہ کو خاص رعایت دی جائے گی۔

اس کا ہر حصہ ہر حال میں ہر مالک کے لئے ہوگا۔

ہندوستانی کتب خانہ کی کتابیں

یہ سب کتابیں کتاب خانہ کی کتابوں اور ان کے مالکوں کے ہاں ایک ایک سے مل سکتی ہیں۔ جو کتاب ایک ہی مالک کے ہاں چھپی ہو اس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ اس کتاب خانہ کی کتابوں خریدنے والوں اور کتاب خانہ کو خاص رعایت دی جائے گی۔

اس کا ہر حصہ ہر حال میں ہر مالک کے لئے ہوگا۔

بھارت کا ودھان

پورا ہندی انوادی

جو 26 جنوری سن 1950 سے سارے بھارت میں लागू ہوا۔

‘بھارت میں انگریزی راج’ کے لکھنے والے پروفیسر سندر لال داس نے انگریزی سے انوادی کیا۔

ہر بھارتی کے لئے یہ ہے کہ اس قانون کے انگریزی متن کے ساتھ اس کے اردو متن کا ترجمہ بھی ملے۔

یہ آپ کو ملے گا کہ اس قانون کے اردو متن کے ساتھ اس کے اردو متن کا ترجمہ بھی ملے۔

اس قانون کے اردو متن کے ساتھ اس کے اردو متن کا ترجمہ بھی ملے۔

بھارت کے ہر حصہ میں اس قانون کا ترجمہ ملے گا۔

اس قانون کے اردو متن کے ساتھ اس کے اردو متن کا ترجمہ بھی ملے گا۔

بھارت کا ودھان

پورا ہندی انوادی

جو 26 جنوری سن 1950 سے سارے بھارت میں लागू ہوا۔

‘بھارت میں انگریزی راج’ کے لکھنے والے پروفیسر سندر لال داس نے انگریزی سے انوادی کیا۔

ہر بھارتی کے لئے یہ ہے کہ اس قانون کے اردو متن کے ساتھ اس کے اردو متن کا ترجمہ بھی ملے۔

یہ آپ کو ملے گا کہ اس قانون کے اردو متن کے ساتھ اس کے اردو متن کا ترجمہ بھی ملے۔

اس قانون کے اردو متن کے ساتھ اس کے اردو متن کا ترجمہ بھی ملے گا۔

بھارت کے ہر حصہ میں اس قانون کا ترجمہ ملے گا۔

اس قانون کے اردو متن کے ساتھ اس کے اردو متن کا ترجمہ بھی ملے گا۔

اگر کسی میں کچھ چیزیں آزاد نہ ہوں تو اس ملک
 کے حالات میں ہونا جو امید کے خلاف میں کہیں رہے ہیں
 جو ہندوستان کی یہ وہ شان نہ ہوتی جو ایشیا میں اس کو
 آپ حاصل ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ
 جاپان کے کپڑے کے بعد چین کی آج کی آزادی اتنی
 مضبوط نہ ہوتی اگر ہندوستان برطانیہ کی مٹھی میں
 ہوتا۔ اصل میں ہندوستان کی آزادی اور مضبوطی چین
 کی آزادی اور مضبوطی ہے۔ چین کی آزادی اور مضبوطی
 ہندوستان کی آزادی اور مضبوطی ہے۔ ہندوستان کے پاس
 اگر وہ صلاح دینے کی ضرورت رکھتا ہے اور اگر چین اسے
 اس قابل سمجھتا ہے کہ وہ ہندوستان سے صلاح لے تو
 ہندوستان یہی صلاح دے سکتا ہے کہ بس دنیا میں امن
 رکھنے کے لئے کسی ہلاک میں نہ پھنسو۔ اور اس بات کے
 کہنے سے کہہ ہی نہ دو جس بات کے کہنے سے دنیا میں
 امن اور شانتی قائم رہ سکتی ہے۔

ہندوستانی قوم کے باپ نے امن کی دہلی پر جان دے دی تھی۔ ہندوستان بھی امن کی دہلی پر جان دینا پسند کرتا ہے اور یہی سبق چین کو دے سکتا ہے اور یہی اُس کی بھولت ہے جو چین کی آزادی کے نئے برس کے دن وہ چین کو دے رہا ہے۔

25-9-51

भगवान्‌कीन

نیا پریس بل —

اگست کی آخری تاریخ کو نئی دلی کی پارلیمنٹ
میں ہمارے قوم منسٹر نے ایک نیا پریس بل بھی
جسکی بنا پر سرکار ہندستان کے اخباروں اور
لکھنے والوں کو ایک نئے شکلچے میں کسنا چاہتی ہے یا
سرکار کے پہلو سے دیکھا جائے تو نئے سانچے میں تعالفا
چاہتی ہے۔ ہندستان کا شاید ہی کوئی مسجیددار اخبار
ہوگا جس نے اس بل کی طرفدار کی ہو۔ کیا سپہاک
مقتل کانفرنس، کیا پتروکو مغلل فہریشن، سبھی نے اس
کا جودہ کیا ہے لیکن ایک لائق وکیل کی طرح حکومت
کی طیف سے اسکی پوری ہوتی چلی چلی ہے اور
حکومت کی پارٹی کے صدر پارلیمنٹ تو پھر ایک طرح
کی رکاوٹ ہوتی ہے۔ — اسکے پچھلے ہیں۔ ہمیں
نہیں معلوم کہ اس بل کی بھی کب ہندو کیتہ بل کی
طرح تو نہیں ہوگی۔ مگر اس میں کوئی بھی شہ نہوں
کہ ایک آزاد جمہوری دیش کے لئے ایسا پریس
بل اسکے ساتھ پر کلک کا تھک ہے۔

— سریش زام بهائی

—सुरेश राम भाई

جانبہ سے ہندوستان کی آزادی نہ تھی۔ ان دنوں کا چین برصغیر اور امریکا کے درمیان میں کھیل رہا تھا اور اس برصغیر کے درمیان میں جو ہندوستان کی چھائی پر سوار تھا۔ اور اس امریکا کے درمیان میں جس کی ہندوستان کے ریل تھک رہی تھی۔

ہندوستان کی آزادی کا دھماکا ہوا۔ اس کی آزادی ایسی نہ تھی جس کے اوپر کھڑا ہو کر ہندوستان وہ شاندار جگہ ہے جس کو ایشیا میں جاپان کو ملی ہوئی تھی۔ اسی انداز میں ایشیا میں ایک چمک نظر آئی اور وہ چمک ہی چین کی آزادی کی شکل میں اٹھنے والی چاندنی کا روپ لے بیٹھی۔

آج چین اسی چاندنی میں ویدیشوں کی غلامی سے لبریز قریب سارا آزاد ہو چکا ہے۔ جس کو ایک نئے ہی ایسے رہ گئے ہیں جو اس کے پاؤں میں چب رہے ہیں۔

چین کی بہادر جماعت نے چین کو صرف آزاد ہی نہیں کیا بلکہ اس کو اخلاقی گلوں میں اندا اونچا اٹھا دیا ہے کہ امریکا اور دو ایک ملکوں کو چھوڑ دینا کے سہمی ملکوں نے اس کو آزاد قبول کر لیا ہے اور اس نے اخلاق کی تعریف کرتے ہیں۔

چین کی آزادی سے ہندوستان کی آزادی کو ایسی خوراک मिलی اور بڑا بڑا مل رہی ہے جس کی وجہ سے ہندوستان کی آزادی میں جو توجہ رہ گئی ہے وہ آپ دروڑ چا رہے ہیں اور بہت بڑی رشک سے ہی ہندوستان اس رتبہ کی طرف بڑھتا چلا جا رہا ہے جو کبھی جاپان کو حاصل تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ چین کی آزادی نے ہندوستان کی اس حیرانی کو ایک دم دور کر دیا جو ہندوستان کو جاپان کے غلام ہوجانے سے ہو گئی تھی۔

پہلی اکتوبر کو چین اپنی آزادی کا دوسرا برس ختم کر کے تیسرے برس میں قدم رکھے گا اور اسی دن چین اپنی راجधानی پکنگ میں دھوم دھام سے ایک جلسہ منائے گا جس میں ہندوستان سے کٹا ہوا پھس بھی حصہ لے گا اور حصہ لے کر یہ ثابت کرے گا کہ ہندوستان کی جماعت اور چین کی جماعت کلچر کی خیمال سے اٹلی ہی پاس ہے جتنی دو بھائی ہیں۔ جماعت ہم اس لئے کہ وہ ہیں کہ جو شانتی مشن یہاں سے گیا ہے وہ چین کی جماعت کا ہی بلیا ہوا ہے۔ اور جو یہاں سے گئے ہیں وہ بھی جماعت کی سلسلہوں کے بہت بڑے آدمی ہیں۔ اس مشن میں اس 'نہا ہلد' نے اقدیر پلندت سندر لال بھی شامل ہیں اور ان کے پاس آئے پر 'نہا ہلد' کے پرنس کو سرور دہان کے متصل حالات آگے کے نمبروں میں پڑھنے کو ملے گی۔

پہلی اکتوبر کو چین اپنی آزادی کا دوسرا برس ختم کر کے تیسرے برس میں قدم رکھے گا اور اسی دن چین اپنی راجधानی پکنگ میں دھوم دھام سے ایک جلسہ منائے گا جس میں ہندوستان سے کٹا ہوا پھس بھی حصہ لے گا اور حصہ لے کر یہ ثابت کرے گا کہ ہندوستان کی جماعت اور چین کی جماعت کلچر کی خیمال سے اٹلی ہی پاس ہے جتنی دو بھائی ہیں۔ جماعت ہم اس لئے کہ وہ ہیں کہ جو شانتی مشن یہاں سے گیا ہے وہ چین کی جماعت کا ہی بلیا ہوا ہے۔ اور جو یہاں سے گئے ہیں وہ بھی جماعت کی سلسلہوں کے بہت بڑے آدمی ہیں۔ اس مشن میں اس 'نہا ہلد' نے اقدیر پلندت سندر لال بھی شامل ہیں اور ان کے پاس آئے پر 'نہا ہلد' کے پرنس کو سرور دہان کے متصل حالات آگے کے نمبروں میں پڑھنے کو ملے گی۔

چین کی بہادر جماعت نے چین کو صرف آزاد ہی نہیں کیا بلکہ اس کو اخلاقی گلوں میں اندا اونچا اٹھا دیا ہے کہ امریکا اور دو ایک ملکوں کو چھوڑ دینا کے سہمی ملکوں نے اس کو آزاد قبول کر لیا ہے اور اس نے اخلاق کی تعریف کرتے ہیں۔

آج چین اسی چاندنی میں ویدیشوں کی غلامی سے لبریز قریب سارا آزاد ہو چکا ہے۔ جس کو ایک نئے ہی ایسے رہ گئے ہیں جو اس کے پاؤں میں چب رہے ہیں۔

چین کی بہادر جماعت نے چین کو صرف آزاد ہی نہیں کیا بلکہ اس کو اخلاقی گلوں میں اندا اونچا اٹھا دیا ہے کہ امریکا اور دو ایک ملکوں کو چھوڑ دینا کے سہمی ملکوں نے اس کو آزاد قبول کر لیا ہے اور اس نے اخلاق کی تعریف کرتے ہیں۔

چین کی آزادی سے ہندوستان کی آزادی کو ایسی خوراک मिलی اور بڑا بڑا مل رہی ہے جس کی وجہ سے ہندوستان کی آزادی میں جو توجہ رہ گئی ہے وہ آپ دروڑ چا رہے ہیں اور بہت بڑی رشک سے ہی ہندوستان اس رتبہ کی طرف بڑھتا چلا جا رہا ہے جو کبھی جاپان کو حاصل تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ چین کی آزادی نے ہندوستان کی اس حیرانی کو ایک دم دور کر دیا جو ہندوستان کو جاپان کے غلام ہوجانے سے ہو گئی تھی۔

پہلی اکتوبر کو چین اپنی آزادی کا دوسرا برس ختم کر کے تیسرے برس میں قدم رکھے گا اور اسی دن چین اپنی راجधानی پکنگ میں دھوم دھام سے ایک جلسہ منائے گا جس میں ہندوستان سے کٹا ہوا پھس بھی حصہ لے گا اور حصہ لے کر یہ ثابت کرے گا کہ ہندوستان کی جماعت اور چین کی جماعت کلچر کی خیمال سے اٹلی ہی پاس ہے جتنی دو بھائی ہیں۔ جماعت ہم اس لئے کہ وہ ہیں کہ جو شانتی مشن یہاں سے گیا ہے وہ چین کی جماعت کا ہی بلیا ہوا ہے۔ اور جو یہاں سے گئے ہیں وہ بھی جماعت کی سلسلہوں کے بہت بڑے آدمی ہیں۔ اس مشن میں اس 'نہا ہلد' نے اقدیر پلندت سندر لال بھی شامل ہیں اور ان کے پاس آئے پر 'نہا ہلد' کے پرنس کو سرور دہان کے متصل حالات آگے کے نمبروں میں پڑھنے کو ملے گی۔

چین کی آزادی کے بارے میں یہ بات پھر بھی
 بھر کی طرح آہستہ آہستہ کہ بہت سے غریب
 میں صرف فلاحی کی وجہ سے ہوا کرتے ہیں اور وہ غریب
 فلاحی کے ختم ہونے کے بعد اگر فوراً ہی نہیں مت جاتے
 کچھ دنوں میں ضرور مت جاتے ہیں۔ سیکڑوں بڑی
 نادتوں کے لئے بدنام چھن آج ان بڑی عادتوں سے انکا
 دور ہو گیا ہے کہ برسوں پرانے آزاد ملک اُس سال بھر کی
 عمر والے ملک سے سبق لے سکتے ہیں۔ اسے تو ہم چمکار
 نہیں کرشمہ کہیں یا جادو کہیں کہ سال بھر پہلے
 ہوکوں مرنے والا چھن دوسروں کی بھوک مٹانے کے لئے
 پہلے ہاتھوں مدد کرنے کے لئے تیار ملتا ہے۔ ایک سال
 میں چھن کی یہ کیا پلٹ!

اس میں کوئی شک نہیں جاپان نے کوہیا دیا رکھا تھا
 چھن پر بڑے ظلم کر رہا تھا۔ اور اس میں بھی کوئی
 شک نہیں کہ جاپان کے ظلم ان ظلموں سے بڑھکر تھے جو
 برطانیہ نے مریٹھ ترین تریجیڈی، جلیان والا باغ، چور
 آشتی ہتھیار کاٹنے اور ہلیا بربادی نام سے ہندوستان میں
 کئے تھے، یا جو اور پچھلی ملک اپنے ماتحت ملکوں پر
 کر رہے تھے۔ اور جاپان کو ویسا کرنا بھی چاہئے تھا کہوں کہ
 اُس نے ان ظلموں کی کلا سیکھی تھی تو ان پچھلی
 ملکوں سے تھی۔

اس میں شک نہیں جاپان اپنے زمانے میں بڑا ظالم
 رہا۔ پر سبھی دھاک، چماتے والے ملک ظالم ہی ہوا
 کرتے ہیں۔ اس لئے ظلم کی ایسی بات جو سبھی ملکوں
 میں یکساں پائی جاتی ہے اگر نکال دی جائے تو جاپان اور
 دوسرے ملکوں جیسا ہی رہ جاتا ہے۔ اور پھر یہ کہنا
 ہی پڑے گا کہ جاپان اپنے زمانے میں ایسا کی شان تھا۔ اپنے
 کرنے سے پہلے وہ روس جیسے بڑے ملک کا دوست تھا۔ اور
 اسی روس کا دوست تھا جسے آج امریکہ اپنے لئے خطرہ سمجھتا
 ہے اور امریکہ اور برطانیہ جیسے بڑے ملکوں سے دشمنی
 مول لے بیٹھا تھا۔ اور اس میں شک نہیں کہ وہ ان دونوں
 دشمنوں سے نہ جانے کب تک اور لوہا لہتا اگر ایٹم
 بم جیسی غیر قانونی چیز اُس کے ملک پر نہ گرائی
 گئی ہوتی۔

جاپان کے ہار جانے اور ایک دم غلام ہوجانے سے اُس
 کی ہندوستان کی ودیشی انگریزی سرکار بولنے ہی
 خواہی ہوئی ہو پر ہندوستانی جلتا کا دل تو ایک دم
 بھٹک گیا تھا۔ جاپان کی ہار کے وقت ہندوستانیوں میں
 ایشیائی خون جوش مارنے لگا تھا اور اس وجہ سے
 ہندوستانیوں کو جاپان سے ہمدردی پیدا ہوگئی تھی اور
 اُس ہمدردی کی وجہ سے ان کے دل سے ایک سرد آہ نکل
 گئی تھی کہ جاپان کے کرنے سے ایشیا کی شان گر گئی۔
 اور اب ہندوستانیوں کی آنکھوں کے سامنے ایک

کے قیام کرنے میں تیسرا نمبر ہے۔ امریکیاں اور بریتن کے ساتھ سب سے زیادہ پینا۔ اس میں چین نے ہی لگایا ہے۔ اس لیے ہاتھ ہاتھ کے نمبروں کے خلاف پابندی لگانا ضرور ناہنسا ہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ چین کو خود ورلڈ بینک سے کتنی مدد کی تھی، لیکن جو بھی ہو، ورلڈ بینک کا اس طرح ہاتھ کھینچ لھنا شرارت سے ہوتی ہوئی حرکت ہے اور انسانی بھائی چارے کے خلاف ہے۔

مگر ہم یہ بھی بتا دے کہ اگر دنیا کے ساتھ کار یہ سہارا دے دیتے ہوں کہ اس طرح آئر کوریا و چین کا ڈیڑھ سے توبہ ہوا لھکتے تو وہ ایک چھوٹا سیٹا دیکھ رہے ہوں جس کا آنکھوں کھلتے ہی نام نشان بھی نہیں رہے گا۔

اسی سلسلے میں ایک خیال ہوں یہ اور آتا ہے کہ اگر یہ ساتھ کار سچ مچ کدور کی مدد کے حامی ہوں اور جس نے پہلے چوڑائی کی ہو اس کی عقل تھکانے پر لگا دینا چاہتے ہوں تو یہ وہ دنیا کے دامن پر پڑے دوسرے دھبوں کو کہیں نہیں دیکھتے۔ اور جو ان دھبوں کے لئے ذمے دار ہوں ان کے اوپر بھی کچھ پابندی کوں نہیں لگاتے۔

ورلڈ بینک جیسے ساتھ کار کا فرض ہے کہ ایمان سے لے اور ایمان سے دے۔

—سوریش رامبائی

چین کی آزادی کا دوسرا برس

یوں تو چین ہزاروں برس آزاد رہا پر دسیوں بار بار غلامی سے آزاد بھی ہوا۔ پر اس بار کی آزادی ہوتی ہوئی ہزاروں برس کی آزادی سے اور دسوں بار پائی ہوئی آزادی سے ملحدتہ ہی قسم کی ہے۔ اور ان سب آزادیوں سے اونچے درجے کی بھی ہے۔ اگر وہ کتنے بھی جو نئی پائی ہوئی آزادی کے پاؤں میں لکے ہوئے ہوں نکل گئے ہوتے تب تو یہ پچیسویں صدی کی چین کی آزادی اپنے قہر کی ایسی آزادی ہوتی کہ پچھمی دنیا دانعوں تلے انگلی دبا کر دے جاتی اور پوری دنیا اس آزادی کو دیکھ کر چاہے میں بھولی نہ سماتی۔

برطانیہ اور امریکہ افیم کے نشہ میں مست چین سے یہ کہیں اُمید نہیں کر سکتے تھے کہ اس کا پتلا پن کہیں اتنا سرخ بھی ہو سکتا ہے کہ کہیں بھی پتلا پن نہ رہ پائے۔ برطانیہ اور امریکہ ہی نہیں ایشیا میں دھلے والے ہم ہندوستانی بھی سچ مچ پہلے پہل تو ایسا سمجھتے تھے مانو ہم سہارا دیکھ رہے ہوں۔ پر جب ہمارے بہادر ورہان ملنے لگے برطانیہ اور امریکہ جیسے حال ہی میں لوگوں میں جوت کا سہرا باندھے ہوئے ملکوں سے پہلے چین کی آزادی کو قبول کیا اور وہاں کے راجدوت ہمارے درمیان میں آگئے تب ہم یہ سمجھتے تھے کہ جسے ہم سہارا دے رہے تھے وہ سہارا نہ تھا سچی بات تھی۔

یوں تو چین ہزاروں برس آزاد رہا پر دسیوں بار غلامی سے آزاد بھی ہوا۔ پر اس بار کی آزادی ہوتی ہوئی ہزاروں برس کی آزادی سے اور دسوں بار پائی ہوئی آزادی سے ملحدتہ ہی قسم کی ہے۔ اور ان سب آزادیوں سے اونچے درجے کی بھی ہے۔ اگر وہ کتنے بھی جو نئی پائی ہوئی آزادی کے پاؤں میں لکے ہوئے ہوں نکل گئے ہوتے تب تو یہ پچیسویں صدی کی چین کی آزادی اپنے قہر کی ایسی آزادی ہوتی کہ پچھمی دنیا دانعوں تلے انگلی دبا کر دے جاتی اور پوری دنیا اس آزادی کو دیکھ کر چاہے میں بھولی نہ سماتی۔

—سوریش رامبائی

چین کی آزادی کا دوسرا برس

یوں تو چین ہزاروں برس آزاد رہا پر دسیوں بار غلامی سے آزاد بھی ہوا۔ پر اس بار کی آزادی ہوتی ہوئی ہزاروں برس کی آزادی سے اور دسوں بار پائی ہوئی آزادی سے ملحدتہ ہی قسم کی ہے۔ اور ان سب آزادیوں سے اونچے درجے کی بھی ہے۔ اگر وہ کتنے بھی جو نئی پائی ہوئی آزادی کے پاؤں میں لکے ہوئے ہوں نکل گئے ہوتے تب تو یہ پچیسویں صدی کی چین کی آزادی اپنے قہر کی ایسی آزادی ہوتی کہ پچھمی دنیا دانعوں تلے انگلی دبا کر دے جاتی اور پوری دنیا اس آزادی کو دیکھ کر چاہے میں بھولی نہ سماتی۔

برطانیہ اور امریکہ افیم کے نشہ میں مست چین سے یہ کہیں اُمید نہیں کر سکتے تھے کہ اس کا پتلا پن کہیں اتنا سرخ بھی ہو سکتا ہے کہ کہیں بھی پتلا پن نہ رہ پائے۔ برطانیہ اور امریکہ ہی نہیں ایشیا میں دھلے والے ہم ہندوستانی بھی سچ مچ پہلے پہل تو ایسا سمجھتے تھے مانو ہم سہارا دیکھ رہے ہوں۔ پر جب ہمارے بہادر ورہان ملنے لگے برطانیہ اور امریکہ جیسے حال ہی میں لوگوں میں جوت کا سہرا باندھے ہوئے ملکوں سے پہلے چین کی آزادی کو قبول کیا اور وہاں کے راجدوت ہمارے درمیان میں آگئے تب ہم یہ سمجھتے تھے کہ جسے ہم سہارا دے رہے تھے وہ سہارا نہ تھا سچی بات تھی۔

دیش	پنجنی لاکھ ڈالر میں
چین	60, 00
فرانس	52, 50
ہندوستان	40, 60 (لگ بھگ دو ارب روپے)

دیش	پنجنی لاکھ ڈالر میں
چین	60,00
فرانس	52,50
ہندوستان	40,60 (لگ بھگ دو ارب روپے)

بँک کے پاس کُل پُنجی آٹھ ارب سے بھی زیادہ ہے۔ اس میں سے اپنے ممبر دیشوں کی بہتری اور ترقی کے خاطر بँک ساڑھے چار فی صدی سود لیکر پوسٹ پر دیا کرتا ہے۔ ہندوستان کو بھی تین بار کر کے 5 کروڑ 98 لاکھ ڈالر (لگ بھگ 25 کروڑ روپے) مل چکا ہے جس کا موٹا حساب یہ ہے—

بँک کے پاس کل پنجنی آٹھ ارب سے بھی زیادہ ہے۔ اس میں سے اپنے ممبر دیشوں کی بہتری اور ترقی کے خاطر بँک ساڑھے چار فی صدی سود لیکر پوسٹ پر دیا کرتا ہے۔ ہندوستان کو بھی تین بار کر کے 5 کروڑ 9 لاکھ ڈالر (لگ بھگ 25 کروڑ روپے) مل چکا ہے جس کا موٹا حساب یہ ہے—

1. 3 کروڑ 28 لاکھ ڈالر واسطے..... ریلوے
2. 85 لاکھ ڈالر واسطے..... خیتی مशीنری
3. 1 کروڑ 85 لاکھ ڈالر واسطے..... دامودر باہری योजना.

1. 3 کروڑ 28 لاکھ ڈالر واسطے..... ریلوے
2. 85 لاکھ ڈالر واسطے..... کھیتی مشینری
3. 1 کروڑ 85 لاکھ ڈالر واسطے..... دامودر کھاتی بجلا.

اس ساہوکار کے جنم سے ہی اس کے خلیا شکایت رہی ہے کہ یہ امریکہ کے ہاتھ کا خیلونا ہے جو اُس نے دوسروں کو لالچا کر پھانسلنے کے لئے بنا رکھا ہے۔ ابھی حال میں نکلی بँک کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ یہ بँک انہیں کی مدد کریگا جن کا ”مقصد اور اچھا“ دوزوں ہی اپنے دیش کے سادھن بڑھانے کی ہو۔ ہمیں ہمیں معلوم کہ کرن سر پورا ایسا دیش ہوگا جو سادھن بڑھانے کے بجائے کسی دوسرے دیش کی خاطر اپنا ہادی سود دے کر اُدھار لے گا۔ لیکن ظاہر ہے اصل میں اس کے پیچھے راج نہت ہے اور بँک کہلم کہلا یہ چاہتا ہے کہ جو اُس کی مدد لے وہ اُسی کا راگ لالچے۔

اس ساہوکار کے جنم سے ہی اس کے خلیا شکایت رہی ہے کہ یہ امریکہ کے ہاتھ کا خیلونا ہے جو اُس نے دوسروں کو لالچا کر پھانسلنے کے لئے بنا رکھا ہے۔ ابھی حال میں نکلی بँک کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ یہ بँک انہیں کی مدد کریگا جن کا ”مقصد اور اچھا“ دوزوں ہی اپنے دیش کے سادھن بڑھانے کی ہو۔ ہمیں ہمیں معلوم کہ کرن سر پورا ایسا دیش ہوگا جو سادھن بڑھانے کے بجائے کسی دوسرے دیش کی خاطر اپنا ہادی سود دے کر اُدھار لے گا۔ لیکن ظاہر ہے اصل میں اس کے پیچھے راج نہت ہے اور بँک کہلم کہلا یہ چاہتا ہے کہ جو اُس کی مدد لے وہ اُسی کا راگ لالچے۔

ہماری یہ راز اس بات سے بھی پکی ہو جاتی ہے کہ 14 ستمبر کو واشنگٹن میں اس بँک کے گورنروں نے یہ طے کیا کہ چین اور اُتر کوریا کے خلاف پابندی لائی جائے۔ یہ پابندی یونو کی جنرل اسمبلی کی اس سنارہی پر کی گئی ہے کہ اُتر کوریا اور لال چین نے کوریا کے معاملے میں پہلے چڑھائی کر کے دنیا کی امن شانتی کو خطرے میں ڈالا ہے۔ ہمیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ راج نہت کے پھر میں پڑ کر بँک کا چین و اُتر کوریا کے خلاف یہ قدم اُٹھانا ایک زبردست زیادتی ہے۔ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اُتر کوریا آج دنیا کا سب سے دکھی علاقہ ہے وہاں پر جو تباہی ہوئی ہے اس کے لئے انسانیت کی عدالت میں ایک دن امریکہ سے جواب طلب لیا جائے گا۔ بجائے اس کے کہ اُسکی مدد کی جائے اُس پر یہ بلدشیں باندھی جا رہی ہیں۔ اور چین — بھلے ہی وہ لال چین ہو گیا ہو — کا دکھو بھی اگر کسی سے کم ہے تو صرف اُتر کوریا سے۔ پھر چین کا تو اس بँک

ہماری یہ راز اس بات سے بھی پکی ہو جاتی ہے کہ 14 ستمبر کو واشنگٹن میں اس بँک کے گورنروں نے یہ طے کیا کہ چین اور اُتر کوریا کے خلاف پابندی لائی جائے۔ یہ پابندی یونو کی جنرل اسمبلی کی اس سنارہی پر کی گئی ہے کہ اُتر کوریا اور لال چین نے کوریا کے معاملے میں پہلے چڑھائی کر کے دنیا کی امن شانتی کو خطرے میں ڈالا ہے۔ ہمیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ راج نہت کے پھر میں پڑ کر بँک کا چین و اُتر کوریا کے خلاف یہ قدم اُٹھانا ایک زبردست زیادتی ہے۔ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اُتر کوریا آج دنیا کا سب سے دکھی علاقہ ہے وہاں پر جو تباہی ہوئی ہے اس کے لئے انسانیت کی عدالت میں ایک دن امریکہ سے جواب طلب لیا جائے گا۔ بجائے اس کے کہ اُسکی مدد کی جائے اُس پر یہ بلدشیں باندھی جا رہی ہیں۔ اور چین — بھلے ہی وہ لال چین ہو گیا ہو — کا دکھو بھی اگر کسی سے کم ہے تو صرف اُتر کوریا سے۔ پھر چین کا تو اس بँک

आज विनोबा भी इतना धरती کا دान مانگنے نہیں
 نیکلام جیتنا अभय दान देने निकला है. वह कम्युनिस्टों
 को चुनौती देता है कि वह छिपे छिपे क्यों काम करते हैं,
 आप उसके साथ. एक तरह से विनोबा तो ऐसा कहता
 हुआ मालूम होता है कि ये कम्युनिस्टो सरकार तुम्हें क्या
 अभय दान देगी, तुम ही आकर सरकार को अभय दान
 दो और उससे कह दो कि हां, हम कम्युनिस्ट हैं और इस
 तरह की सरकार चाहते हैं जिस में कोई दुखी न हो. पर
 अभय दान देने का ऊंचा काम कम्युनिस्ट उसी वक़्त कर
 सकते हैं जब खुद डरना छोड़ दें. और खुद डरना वह जभी
 छोड़ सकते हैं जब जमींदारों, पैसे वालों और सरकारी
 अफसरों को डराना छोड़ दें. और ऐसा वह जभी कर सकते
 हैं जब सच्चे मानों में बहादुर बन जायें. और सच्चे मानों
 में बहादुर बही होता है जो बतने पर ही भरोसा करता है
 जो उसे क़ुदरत ने पैदा होते वक़्त दिया है और वह है
 इन्सानियत और प्रेम से भरा हुआ दिल.

विनोबा कम्युनिस्टों से ऐसा कहते हुए मालूम होता है
 कि देखो गांधी इन्सानियत और प्रेम से भरा हुआ दिल
 लेकर खतरे के गढ़ नोआखाली में भी जाते हुए नहीं
 डरता. पर आज दुमैन जैसा नक़ली बहादुर रूस में जाते
 हुए डर मानता है और स्टालिन जैसा नक़ली बहादुर
 अमरीका जाने की हिम्मत नहीं कर सकता.

यह सब कह कर हम इतना ही कहना चाहते हैं कि
 हान बही ने सकता है जो दुनिया दारों की नज़र में नंगा
 और भिकारी दिखाई देता है. उसी के दिये हुए दान से
 दुनिया में अमन चैन फैल सकता है. कपड़ों से लदे जेवरों
 से जड़े पूँजीपतियों के दान से पेट भर सकता है, कुछ
 मारियां अच्छी हो सकती हैं पर हमेशा मांगने का डर
 ना रहेगा. और लड़ाई का भूत सबार रहने की वजह से
 रात को सुख की नींद आ सकेगी न दिन को चैन मिल
 केगा.

25. 9. '51.

—भगवानदीन

वर्ल्ड बैंक की ज़्यादती—

दुनिया के 44 देशों के मशविरे से हुई 1944 वाली
 ट्रेन बुइस कानफरेन्स के आधार पर कायम हुआ वर्ल्ड
 बैंक नाम का बैंक दुनिया भर के साहूकार का काम कर
 ता है. आजकल इस बैंक के 47 मेम्बर हैं जिन्होंने अपना
 भा जमा करके उसे खड़ा किया है. इसके पांच बड़े बड़े
 मीबारों और उनकी लगाई पूँजी का ब्योरा यह है—

देश	पूँजी लाख डालर में
अमरीका	3, 17, 50
ब्रिटेन	1, 30, 00

आज विनोबा भी इतना धरती का दान मांगने नहीं
 निकला है. वह कम्युनिस्टों को चुनौती देता है कि वह
 छिपे छिपे क्यों काम करते हैं, आप उसके साथ. एक
 तरह से विनोबा तो ऐसा कहता हुआ मालूम होता है
 कि ये कम्युनिस्टो सरकार तुम्हें क्या अभय दान देगी,
 तुम ही आकर सरकार को अभय दान दो और उससे कह दो
 कि हां, हम कम्युनिस्ट हैं और इस तरह की सरकार चाहते
 हैं जिस में कोई दुखी न हो. पर अभय दान देने का ऊंचा
 काम कम्युनिस्ट उसी वक़्त कर सकते हैं जब खुद डरना
 छोड़ दें. और खुद डरना वह जभी छोड़ सकते हैं जब
 जमींदारों, पैसे वालों और सरकारी अफसरों को डराना
 छोड़ दें. और ऐसा वह जभी कर सकते हैं जब सच्चे मानों
 में बहादुर बन जायें. और सच्चे मानों में बहादुर बही
 होता है जो बतने पर ही भरोसा करता है जो उसे क़ुदरत
 ने पैदा होते वक़्त दिया है और वह है इन्सानियत और
 प्रेम से भरा हुआ दिल.

विनोबा कम्युनिस्टों से ऐसा कहते हुए मालूम होता है
 कि देखो गांधी इन्सानियत और प्रेम से भरा हुआ दिल
 लेकर खतरे के गढ़ नोआखाली में भी जाते हुए नहीं
 डरता. पर आज दुमैन जैसा नक़ली बहादुर रूस में जाते
 हुए डर मानता है और स्टालिन जैसा नक़ली बहादुर
 अमरीका जाने की हिम्मत नहीं कर सकता.

यह सब कह कर हम इतना ही कहना चाहते हैं कि
 हान बही ने सकता है जो दुनिया दारों की नज़र में नंगा
 और भिकारी दिखाई देता है. उसी के दिये हुए दान से
 दुनिया में अमन चैन फैल सकता है. कपड़ों से लदे जेवरों
 से जड़े पूँजीपतियों के दान से पेट भर सकता है, कुछ
 मारियां अच्छी हो सकती हैं पर हमेशा मांगने का डर
 ना रहेगा. और लड़ाई का भूत सबार रहने की वजह से
 रात को सुख की नींद आ सकेगी न दिन को चैन मिल
 केगा.

—भगवानदीन

25-9-51

वर्ल्ड बैंक की زیادتى—

دنیا کے 44 دیسوں کے مشورے سے ہونے والی برٹن
 کنفرنس کے اڈھار پر قائم ہوا ورلڈ بینک نام کا بینک
 دنیا بھر کے ساھوکار کا کام کر رہا ہے. آج کل اس بینک
 کے 47 ممبر ہوں جنھوں نے اپنا حصہ جمع کر کے اسے
 بنوا دیا ہے. اس کے پانچ بڑے بڑے ساھوکاروں اور ان
 کی لگائی پونجی کا بھراوا یہ ہے—

دیس	پونجی لاکھ ڈالر میں
امریکہ	3,17,50
برٹن	1,30,00

दान کون دے سکتا ہے—

एक रिशी ने दान चार तरह के बताए हैं— (1) भोजन दान (2) दवा दान (3) ज्ञान दान (4) अभय दान.

(1) खाना खिलाना सब से कम दर्जे का दान है क्योंकि इसका असर कम से कम दो तीन घंटे और बहुत रहा तो चौबیس घंटे रहता है.

(2) दवाई के दान का असर हफ्तों, महीनों और बरसों भी रह सकता है.

(3) ज्ञान दान यानी सीख के दान का असर उमर भर रहता है. तभी तो दुनिया दारी का तजरबा हासिल किये हुए लोगों का यह कहना है कि चाहे ठुकड़े देने वाला मर जाय पर सीख देने वाला न मरे.

(4) अभय दान का असर यानी किसी को बे खौफ बना देने का असर उमर भर तो रहता ही है और अगर मरने के बाद दूसरी ज़िन्दगी है तो उस ज़िन्दगी के लिये भी चला जाता है.

बस सीख का दान और अभय दान यही दो दान तो गांधी जी करते रहे. और यही दान करने के लिये तो बिनोबा निकले हैं.

भोजन दान और दवा दान करने वाले मुलाए जा सकते हैं और मुलाए जाते रहे हैं, पर ज्ञान दान और अभय दान करने वाले न मुलाए जा सकते हैं, न मुलाए जाने का रिवाज है.

हिन्दू यूनिवर्सिटी खुलने के अवसर पर बनारस में गांधी जी ने तभी तो यूनिवर्सिटी के विद्यार्थियों को यह उपदेश दिया था कि अगर तुम सच्चे जी से हिंसा के करिये हिन्दुस्तान को आजाद करने में विश्वास करते हो तो चुपके से छिप कर क्यों बम फेंकते हो. बम लेकर सामने मैदान में आओ और जान पर खेल जाओ.

यह कह कर उन्होंने यही तो समझाया था कि तुम डरपोक हो, तुम्हारे अन्दर डर भरा हुआ है. तुम बम फेंक कर भी लोगों को बहादुरी की जगह डर सिखा सकते हो, बहादुरी की तालीम नहीं दे सकते.

और फिर गांधी जी ने किया ही क्या—हिन्दुस्तानियों में अंगरेजों का जो डर भरा हुआ था उसे निकाल बाहर किया. हो सकता है गांधी जी अपने जीते जी आजादी न दिला सकते. पर इससे क्या? वह उस दरवाजे में लगे ताले की कुंजी हिन्दुस्तानियों के हाथ सौंप चुके थे जिस ताले में आजादी बन्द थी. और वही ताला था अंगरेजों का डर.

दान कौन दे सکتا ہے—

ایک رشی نے دان چار طرح کے بتائے ہیں — (1) بھوجن دان (2) دوا دان (3) گہان دان (4) آبے دان .

(1) کھانا کھانا سب سے کم درجے کا دان ہے کیونکہ اس کا اثر کم سے کم دو تین گھنٹے اور بہت رہا تو چوبیس گھنٹے رہتا ہے .

(2) دوائی کے دان کا اثر ہفتوں، مہینوں اور برسوں بھی رہ سکتا ہے .

(3) گہان دان یعنی سیکھ کے دان کا اثر عمر بھر رہتا ہے . تبھی تو طنہا داری کا تجربہ حاصل کئے ہوئے لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ چاہے ٹکڑے دیئے والا مر جائے پر سیکھ دیئے والا نہ مرے .

(4) آبے دان کا اثر یعنی کسی کو بے خوف بنا دیئے کا اثر عمر بھر تو رہتا ہی ہے اور اگر مرنے کے بعد دوسری زندگی ہے تو اُس زندگی کے لئے بھی چلا جاتا ہے .

بس سیکھ کا دان اور آبے دان یہی دو دان تو گاندھی جی کرتے رہے . اور یہی دان کرنے کے لئے تو ونوبا نکلے ہیں .

بھوجن دان اور دوا دان کرنے والے بھلائے جاسکتے ہیں اور بھلائے جاتے رہے ہیں، پر گہان دان اور آبے دان کرنے والے نہ بھلائے جاسکتے ہیں، نہ بھلائے جاتے جا رہے ہیں .

ہندو یونیورسٹی کھلنے کے اوسر پر پڑاوس میں گاندھی جی نے تبھی تو یونیورسٹی کے ویدارتھوں کو یہ اُپدیش دیا تھا کہ اگر تم سچے جی سے ہنسائے ذریعے ہندوستان کو آزاد کرنے میں وشواس کرتے ہو تو چپکے سے چھپ کر کہوں ہم پھیلکتے ہو . ہم نے کر سامنے مہدان میں آو اور جان پر کھیل جاؤ .

یہ کہہ کر انہوں نے یہی تو سمجھایا تھا کہ تم قریب ہو، تمہارے اندر قہر بھرا ہوا ہے . تم ہم پھیلک کر بھی لوگوں کو بہادری کی جگہ قہر سکھا سکتے ہو، بہادری کی تعلیم نہیں دے سکتے .

اور پھر گاندھی جی نے کیا ہی کیا — ہندوستانوں میں انگریزوں کا جو قہر بھرا ہوا تھا اُسے نکال باہر کیا . ہو سکتا ہے گاندھی جی اپنے چھپتے جی آزادی نہ دلا سکتے . پر اُس سے کیا؟ وہ اُس دروازے میں لگے تالے کی کدھی ہندوستانوں کے ہاتھ سونپ چکے تھے جس تالے میں آزادی بند تھی . اور وہی تالا تھا انگریزوں کا قہر .

بینوہا کے دیوے رام کسی خلیق کے گھر میں جو جہاں باریوں کو ملتا رہے ہیں بھر رہے ہیں ان میں سے کسی ایک کے من میں بھی کبھی بھی نہ پڑے گا تو وہ ایک لائیو جس کا بیان کرنا قلم کی طاقت سے باہر ہے۔

یاد رہے، بینوہا کسی کے دیوے ٹوکے جانے والا نہیں، وہ تو رام کے ٹوکے جاتا ہے اور وہی ٹوکے کھاتا ہے۔ وہ ہمت بھرنے کے لئے ٹوکے ضرور کھاتا ہے پر وہ ان کو کھانے ہاتھ سے جو مصیبت کر ڈالتا ہے وہ ان ٹوکوں سے زیادہ ہی ہوتی ہے کم نہیں۔ وہ ٹوکوں کا حساب اپنی ابترا آتما یا اپنے رام کو سمجھائے ہوا رات کے لئے اپنی آنکھوں بند کرنے کی بات نہیں سوچتا۔

سن 1923 میں مہا سत्याگرہ کے ابھار پر جب انھوں نے دسویں گھر کا کام سنبھالا تھا تب شہت کی پوری پابندی کی وجہ سے اپنے سب ساتھیوں کو ناراض کر کے وہ ان کو خوش کر سکا تھا۔

ان ہی دنوں جیل میں اُس نے اپنے ساتھی قیدیوں کو صرف اُس وجہ سے ناراض کر دیا تھا کہ وہ اُس رام بننے کو پورا کوٹ ڈالتا تھا جو اُس کو سزا کے طور پر کوئلے کو ملتا تھا۔ اُسے کرتوبہ کا سچا کھانا ہے، اسی کارن پہلے لوگ اُس سے بگڑتے ہیں اور پھر اُسکے مگر بن جاتے ہیں۔

بھوک، یا دان کے ٹوکوں کو رام کے ٹوکوں میں بدلتا کوئی سمجھتا چاہے تو اُس سے سیکھ لے۔

بینوہا نہ کمپونسٹوں کا دشمن ہے نہ کمپونزم کا۔ وہ تو دشمن ہے اُس آرسی لڑائی (کلاس وار) کا جو کمپونزم اور کمپونسٹوں کو ایک مہک نہیں ہونے دیتی۔ جس دن کمپونزم اور کمپونسٹ دونوں ایک ہو جائیں گے اُس دن ساری دنیا کمپونسٹ ہو جائے گی۔ بینوہا ہندوستان کے راج کچی شیر میں بھرے درگ یدھ (کلاس وار) کے زہر کو چوسنے کے لئے نکل پڑے ہیں، دھرتی کا دان لوہا تو ایک بھانا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ اُس زہر کو کہاں تک چوس پاتے ہیں۔ بینوہا پر نگاہ لگانے والے جتنی سمجھتا چاہتے ہیں اُس کا سو داں یا ہزاروں انش بھی سمجھتا بینوہا کو ملے والی نہیں۔ پر جتنی سمجھتا ملے گی وہ ایسے ہیج کا کام کریگی جو آگے درگ یدھ کے زہر کو درگ پریم کے اسرت میں بدل کر دھو بھائی چارے کی کھیتی لہلہانے کا کام کریگی۔

25. 9. '51.

—بھگوان دین

—بھگوان دین

25. 9. '51

پیشی کی بڑائی بھائی کی آہستہ کے کم زیادہ
نہ کہے ہوئے کے سر ہ' نہ کہ کسی یا اس میں ہوتے ہوئے
اللہ کے سر .

بیلوہا کو سہولت ضرور ہوگی . کم ہوگی یا زیادہ اس
جہت سے کہ ہم پرنا نہیں چاہتے ' کیونکہ ہم سہولت کے
پہلوئے کم زیادہ لگانا نری دنیاداری کی بات سمجھتے ہوں
اور اس دنیاداری کی ترازو میں انسانیت نہیں ٹلا کرتی
اور نہ ہم چاہتے ہوں کہ ہم ایسی بھول کریں .

—بھگوان دیں

25. 9. '51

25. 9. '51.

—بھگوان دیں.

بھمی دان—

کوئی من چلا کہہ سکتا ہے کہ یہ بھمیں کی خیرات
مانگنے والا فقیر ' ونوہا سب اخباروں میں چکے یا جاتا ہے
پر اسکو بھمیں کا دان دینے والے اخبار کے کسی کولے میں
ہی نہیں بٹھ پاتے ' یہ معاملہ کیا ہے ؟

کوئی سر پہرا سوچ سکتا ہے کہ یہ وردما کے ساتھ
جسٹ لال بھجائ کے تھوڑوں پر یہ ونوہا پرسدھی کے میدان
میں اپنے دائی ساتھ سے بھی کہیں آئے نکل گیا ہے ' یہ
بات کیا ہے ؟

یہ جانکی بھائی بھجائ اور ان کے بھتہ کل نہیں بھجائ
کی دو تھان توڑنے والا دن دہنی رات چوکی ' بھسویں صدی
کے بھارت میں ' اپنی چکے پلاتا چلا جا رہا ہے ' یہ بھتہ
کیا ہے ؟

سمجھنے کے لئے تو بات بڑی سہمی ہے . شہری بھوک
ہر گاؤں کا رہنے والا یہ بھتہ جاننا ہے کہ بھتہ ہاتھ
کا مہل ہے . اسی نائے دھن بھی ہاتھ کا مہل ہوا اور دھنوں
میں سے ایک دھن ہے دھرتی دھن ' وہ بھی ہاتھ کا مہل
ہوا . ہے تو چاندی سونا بھی مٹی کیونکہ مٹی سے پیدا
ہے ' پر دھرتی تو صاف مٹی ہے اسکا دان بھی کوئی دان
ہے ! بس یہی وجہ ہے کہ دان دینے والے اخبار میں کہیں
نہیں اور دان لینے والے اخبار کے پہلے صفحے پر بھندوں
میں ہی نہیں ' شکل میں بھی موجود ملتا ہے .

اصل میں ونوہا دان لینا کہاں ہے ' وہ تو دھرتی مہل
خریدتا ہے اور اسکی اتلی قیمت دیتا ہے جتنی نہ کوئی
بھتہ دے سکتا ہے اور نہ ضرور . اور وہ قیمت ہے آدمی
کے دل میں انسانیت چکا دینا یعنی آدمی کو اس کے
دل سے ملنے کی راہ پر لکا دینا . اور پھر ونوہا اس دھرتی
کو اٹھاتا کہاں ہے ' وہ تو پوست میں کی طرح ' ادھر آئی
ادھر دے دی ' یہ کلم کوتا دھتا ہے .

لوگوں کو پہلے سے اس طرح کی باتیں کرنا شروع کر دیں۔ ہم تو ونوبا کی یا اہلسا کی سہولت اس وقت سہولتیں جب ونوبا کسی دوسرے پرانت میں کچھ سہولت حاصل کر کے دکھائیں۔

یہ ہم نے کمیونسٹوں کی چلتی کی شہدوں میں خلاصہ دیا ہے۔

ونوبا کے من کی بناوٹ سے جتنی ہماری جانکاری ہے اس پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ونوبا اس طرح کی چلتیوں کو دھیان میں رکھ کر کبھی کسی مہدان میں نہیں کودا کرتے۔ وہ تو اپنے من میں بہتے ایشور سے ہی صلح کرتے ہیں اور اسی کے حکم کی پرواہ کرتے ہیں اور اسی کو مان کر وہ کسی بھی کام میں لگ جاتے ہیں۔ اب جو وہ دوسرے پرانتوں میں زمین مانگتے نکلتے ہیں تو وہ کمیونسٹوں کی چلتی کے جواب میں نہیں نکلتے ہیں۔ ان کے من نے اپنے اندر بہتے ایشور سے کافی بحث کی اور جب ہر طرح ان کے ایشور نے ان کے من کی تسلی کر دی تو وہ زمین مانگنے کے لئے نکل پڑے۔ ہوسکتا ہے اب بھی ونوبا کی پوری ہار ہو اور کہیں سے بھی چپا بہر زمین انہیں نہ ملے۔ اس سے نہ وہ ہمت ہارینگے اور نہ اپنے ایشور کو دوش دینے بہتھینگے۔ اس طرح کی سہولتیں مہن وہ اپنے ہی من کو دوشی مانینگے۔ کیونکہ جو کام دنیا میں کوئی بھی کر سکے اور اس کو ونوبا نہ کر سکے تو اس میں ونوبا کے ایشور کا کیا درجہ۔ ونوبا کے من اور اس کے کرنے کے طریقوں کو ہی دوش دیا جاسکتا ہے۔ اور اگر ونوبا کو اس کام میں سہولت ملے تو ونوبا اپنے کو اپنے من کو یا اسکی ترکتوں کو سراہنے والے نہیں۔ سہولت کا یہ اس انتہا یا اس ایشور کے پاؤں میں پٹخ دیا جائیگا جو ایشور ان کے اندر بہتا ہے۔

ونوبا یا سترہ اور اہلسا پر سچے جی سے وشواس کرنے والے جب بھی کسی مہدان میں قدم رکھتے ہیں تو اس سہولتی کو ہی دھیان میں رکھ کر قدم رکھتے ہیں کہ ہر آدمی میں آدمیت موجود رہتی ہے۔ اور اسی لنگی آدمیت کا نام انتہا، سمہر، کان شلس، انسانیت یا ایشور ہے۔ اس لنگی آدمیت تک اگر کوئی آدمی اپنی ہرائیوں کا جامہ اتار کر اور ننگا ہو کر پہنچ سکے تو وہ ضرور دوسری آتما اپنی ہرائی کا جامہ اتار کر اس سے ملتی ہے۔ اسکی بات اپنی ہے اور جتنی دیر تک وہ ہرائی کے جامہ سے الگ رہتی ہے ایسے کام کر جاتی ہے جو اس کے لئے تو بہلے ہوتے ہیں دنیا بہر کے لئے بھی بہلے ہوتے ہیں۔ اب اگر ونوبا اپنے ننگے ہوئے میں کسی کر جائینگے تو اپنے ہی کم لوگوں کی لنگی آدمیت تک پہنچ جائینگے اور اسی ہی کم سہولت یا ننگے۔ سہولت کی کمی

ونوبا کے من کی بناوٹ سے جتنی ہماری جانکاری ہے اس پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ونوبا اس طرح کی چلتیوں کو دھیان میں رکھ کر کبھی کسی مہدان میں نہیں کودا کرتے۔ وہ تو اپنے من میں بہتے ایشور سے ہی صلح کرتے ہیں اور اسی کے حکم کی پرواہ کرتے ہیں اور اسی کو مان کر وہ کسی بھی کام میں لگ جاتے ہیں۔ اب جو وہ دوسرے پرانتوں میں زمین مانگتے نکلتے ہیں تو وہ کمیونسٹوں کی چلتی کے جواب میں نہیں نکلتے ہیں۔ ان کے من نے اپنے اندر بہتے ایشور سے کافی بحث کی اور جب ہر طرح ان کے ایشور نے ان کے من کی تسلی کر دی تو وہ زمین مانگنے کے لئے نکل پڑے۔ ہوسکتا ہے اب بھی ونوبا کی پوری ہار ہو اور کہیں سے بھی چپا بہر زمین انہیں نہ ملے۔ اس سے نہ وہ ہمت ہارینگے اور نہ اپنے ایشور کو دوش دینے بہتھینگے۔ اس طرح کی سہولتیں مہن وہ اپنے ہی من کو دوشی مانینگے۔ کیونکہ جو کام دنیا میں کوئی بھی کر سکے اور اس کو ونوبا نہ کر سکے تو اس میں ونوبا کے ایشور کا کیا درجہ۔ ونوبا کے من اور اس کے کرنے کے طریقوں کو ہی دوش دیا جاسکتا ہے۔ اور اگر ونوبا کو اس کام میں سہولت ملے تو ونوبا اپنے کو اپنے من کو یا اسکی ترکتوں کو سراہنے والے نہیں۔ سہولت کا یہ اس انتہا یا اس ایشور کے پاؤں میں پٹخ دیا جائیگا جو ایشور ان کے اندر بہتا ہے۔

یہ ہم نے کمیونسٹوں کی چلتی کی شہدوں میں خلاصہ دیا ہے۔

ونوبا کے من کی بناوٹ سے جتنی ہماری جانکاری ہے اس پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ونوبا اس طرح کی چلتیوں کو دھیان میں رکھ کر کبھی کسی مہدان میں نہیں کودا کرتے۔ وہ تو اپنے من میں بہتے ایشور سے ہی صلح کرتے ہیں اور اسی کے حکم کی پرواہ کرتے ہیں اور اسی کو مان کر وہ کسی بھی کام میں لگ جاتے ہیں۔ اب جو وہ دوسرے پرانتوں میں زمین مانگتے نکلتے ہیں تو وہ کمیونسٹوں کی چلتی کے جواب میں نہیں نکلتے ہیں۔ ان کے من نے اپنے اندر بہتے ایشور سے کافی بحث کی اور جب ہر طرح ان کے ایشور نے ان کے من کی تسلی کر دی تو وہ زمین مانگنے کے لئے نکل پڑے۔ ہوسکتا ہے اب بھی ونوبا کی پوری ہار ہو اور کہیں سے بھی چپا بہر زمین انہیں نہ ملے۔ اس سے نہ وہ ہمت ہارینگے اور نہ اپنے ایشور کو دوش دینے بہتھینگے۔ اس طرح کی سہولتیں مہن وہ اپنے ہی من کو دوشی مانینگے۔ کیونکہ جو کام دنیا میں کوئی بھی کر سکے اور اس کو ونوبا نہ کر سکے تو اس میں ونوبا کے ایشور کا کیا درجہ۔ ونوبا کے من اور اس کے کرنے کے طریقوں کو ہی دوش دیا جاسکتا ہے۔ اور اگر ونوبا کو اس کام میں سہولت ملے تو ونوبا اپنے کو اپنے من کو یا اسکی ترکتوں کو سراہنے والے نہیں۔ سہولت کا یہ اس انتہا یا اس ایشور کے پاؤں میں پٹخ دیا جائیگا جو ایشور ان کے اندر بہتا ہے۔

ونوبا یا سترہ اور اہلسا پر سچے جی سے وشواس کرنے والے جب بھی کسی مہدان میں قدم رکھتے ہیں تو اس سہولتی کو ہی دھیان میں رکھ کر قدم رکھتے ہیں کہ ہر آدمی میں آدمیت موجود رہتی ہے۔ اور اسی لنگی آدمیت کا نام انتہا، سمہر، کان شلس، انسانیت یا ایشور ہے۔ اس لنگی آدمیت تک اگر کوئی آدمی اپنی ہرائیوں کا جامہ اتار کر اور ننگا ہو کر پہنچ سکے تو وہ ضرور دوسری آتما اپنی ہرائی کا جامہ اتار کر اس سے ملتی ہے۔ اسکی بات اپنی ہے اور جتنی دیر تک وہ ہرائی کے جامہ سے الگ رہتی ہے ایسے کام کر جاتی ہے جو اس کے لئے تو بہلے ہوتے ہیں دنیا بہر کے لئے بھی بہلے ہوتے ہیں۔ اب اگر ونوبا اپنے ننگے ہوئے میں کسی کر جائینگے تو اپنے ہی کم لوگوں کی لنگی آدمیت تک پہنچ جائینگے اور اسی ہی کم سہولت یا ننگے۔ سہولت کی کمی

ہم نہیں سمجھتے کہ اس میں کہاں سہانیت کی بار ہوئی، کہاں شہادت کی جھپٹ ہوئی اور کہاں لوگ شاہی کی بے قدری ہوئی۔ یہ ناسمجھ لوگ شاہی ہی ہیں جو انگریزوں کو اپنے سر پر بٹھائے ہوئے تھے اور یہ ہی ناسمجھ لوگ شاہی ہی تھے جس نے انگریزوں کو آل باہر کیا۔ اور اب بھی ناسمجھ لوگ شاہی نہ جانے کیا کر بیٹے، شراب کے نشے میں جس طرح آدمی اپنی سہجہ ہو بھٹکتا ہے اس سے کہیں زیادہ سہجہ وہ روپے کے نشے میں کہو بھٹکتا ہے۔

کسی نے تھک کہا ہے —

کنک کنکے سؤ گونی مادکوتا اذیکای
باہ باہ باہرات ہے باہ باہ باہرات۔

سچموتھ بھورا (کنک) خانے سے نرہا ہوتا ہے پر سونا (کنک) تو ہاتھ میں آنے سے ہی پگھل بڑا دیتا ہے۔

سیدھانت یہ ہے کہ ورکنگ کمیٹی کو آل انڈیا چلے۔ یہ آل انڈیا کی رہایت، کہ وہ سبھا یعنی کو اپنی ورکنگ ہتی بلالینے دے۔ سہانیت یہ ہے کہ آل انڈیا اپنے بھا یعنی کو کہی پرخواست کر دے، یہ ہے آل انڈیا کی رہایت کہ وہ سبھا یعنی کو موقع دے کہ وہ اپنا استعفیٰ ہں کر دے۔ پر یہ رعایتیں رواج میں آکر قاعدہ قانون ن بھٹکتی ہیں اور پھر سہانیت سی چچلے لگتی ہں اور بحث کا مضمون ہن جاتی ہیں۔

لوگ شاہی میں پہاڑ کی تلہتی اس کی گھاٹھاں، اس میدان، اس کی چوٹھاں سب شامل ہیں۔ سہانیت ہں صرف چوٹھاں شامل ہوں، شخصیت میں صرف اپنی ی چوٹھاں شامل ہیں۔ سہانیت اور چوٹھاں بلتی وتی دھتی ہیں اور دھتی اٹل کھڑی ان کا تہاشہ دیکھتی تی ہے۔ اصل میں بگاڑتی بلاتی تو وہی ہے۔

لوگ شاہی کی سدا ہے ہوتی ہے اور دلی میں لوگ

امی کی ہی ہے ہوئی۔

سچ مچ دھتورا (کنک) کھانے سے نشہ ہوتا ہے پر ونا (کنک) تو ہاتھ میں آنے سے ہی پگھل بڑا دیتا ہے۔

سہانیت یہ ہے کہ ورکنگ کمیٹی کو آل انڈیا چلے۔ یہ آل انڈیا کی رہایت، کہ وہ سبھا یعنی کو اپنی ورکنگ ہتی بلالینے دے۔ سہانیت یہ ہے کہ آل انڈیا اپنے بھا یعنی کو کہی پرخواست کر دے، یہ ہے آل انڈیا کی رہایت کہ وہ سبھا یعنی کو موقع دے کہ وہ اپنا استعفیٰ ہں کر دے۔ پر یہ رعایتیں رواج میں آکر قاعدہ قانون ن بھٹکتی ہیں اور پھر سہانیت سی چچلے لگتی ہں اور بحث کا مضمون ہن جاتی ہیں۔

لوگ شاہی میں پہاڑ کی تلہتی اس کی گھاٹھاں، اس میدان، اس کی چوٹھاں سب شامل ہیں۔ سہانیت ہں صرف چوٹھاں شامل ہوں، شخصیت میں صرف اپنی ی چوٹھاں شامل ہیں۔ سہانیت اور چوٹھاں بلتی وتی دھتی ہیں اور دھتی اٹل کھڑی ان کا تہاشہ دیکھتی تی ہے۔ اصل میں بگاڑتی بلاتی تو وہی ہے۔

لوگ شاہی کی سدا ہے ہوتی ہے اور دلی میں لوگ امی کی ہی ہے ہوئی۔

سچ مچ دھتورا (کنک) کھانے سے نشہ ہوتا ہے پر ونا (کنک) تو ہاتھ میں آنے سے ہی پگھل بڑا دیتا ہے۔

— بھگوان دین

24.9.51

کمیونسٹوں کی چنوتی—

بہت دن نہیں بچتے جب کمیونسٹوں نے ونوبا کو ہوتی دی تھی:—

’ونوبا تلنگانہ میں زمینداروں سے کسانوں کو زمین دینا رہے ہیں اور اس میں انہیں جو تھوڑی بہت سہلوتا ی ہے وہ صرف اس وجہ سے ہے کہ وہاں ہم کمیونسٹ

میںستوں کی چنوتی—

بہت دن نہیں بچتے جب کمیونسٹوں نے ونوبا کو ہوتی دی تھی:—

’ونوبا تلنگانہ میں زمینداروں سے کسانوں کو زمین دینا رہے ہیں اور اس میں انہیں جو تھوڑی بہت سہلوتا ی ہے وہ صرف اس وجہ سے ہے کہ وہاں ہم کمیونسٹ

کامیاب ہے۔ پٹیل شریسختی کے چوک میں بڑا دیرسا کیا۔
وہی ڈنڈن جی کی شریسختی کانگریس کے سہماپتی کے پاس
پر جا بیٹا۔ اگر یہ کہا جاوے تو بےجا نہ ہوگا کہ
ڈنڈن جی پٹیل کی گود میں بیٹھ گئے۔ کھانا یہ کہ
ناسک کانگریس میں شریسختی کی جیت ہوئی سدھانت کی نہیں۔

ناسک کی کانگریس میں کانگریس کا جو پروگرام پاس
ہوا اس میں بھی سدھانت کی جیت نام کو ہی نہیں
تھی۔ اس میں بھی جیت نہرو شریسختی کی۔ یا تو
اس سے کانگریس کی لوک شامی اپنے میں نہرو ہی یا
دوسرے میں بھی تھی تو ایسی چیز وہاں پاس ہوگئی
جسے کانگریس کی لوک شامی جی سے تھیک نہیں
سمجھتی تھی۔ پر اس سے کہا وہ جی سے تھیک سمجھ
یا نہ سمجھ اسے جیتنے سے کام۔ لوک شامی ہارنا جانتی
ہی نہیں۔ اسکی ہار کبھی نہیں ہوتی۔ فارسی کی
ایک کہات ہے کہ ”اکتھ ہوکر مرے میں بھی ہوا آند
آنا ہے۔“ پھر لوک شامی کیا ہاریگی۔ یہ لوک شامی کے
ہاتھ ہاتھ کا کہل ہے کہ وہ چاہے سدھانت کو جتائے
چاہے شریسختی کو۔ اگر سدھانت اور شریسختی میں
کچھ بھی دم ہوتا تو کہا آج دنیا میں جیت، ہنس،
چوری، پونجی دان، عیاشی، شراب خوری، سود، جھسی
چھڑیں کہیں دیکھنے کو بھی ملتیں۔ جھسی روح ویسے
فرشتے یہ کہات کیسے نہیں معلوم۔ ویسے ہی، جھسی
لوک شامی ویسے ہی سدھانت یا ویسی ہی شریسختی۔

سدھانت اور شریسختی کا کام ہے کہ وہ لوک شامی کی
مانیں اور لوک شامی کا حکم ماننا ہی دنیا میں سب
سے ہوا سدھانت ہے۔ جو اس کو نہیں ماننا وہ سدھانت
ماننے والا آدمی نہیں کہا جاسکتا اور وہی اپنی
شریسختی کہہ دیتا ہے۔ دانی میں بھی بھول تلڈن
جی نے کی اور انہوں نے اس بھول سے اپنی شریسختی
کہوٹی نہیں تو اسے دھکا ضرور پہونچایا۔ یہ لوک شامی
تو بھی جس نے تلڈن جی کا استعفیٰ منظور کیا۔ یہ
لوک شامی تو بھی جس نے نہرو جی کو سہماپتی چلا
وا، دو یا چار، سچ، سچ، الگ الگ تانا شاہ ہیں، جلدوں
نے ان دونوں پرستاؤں کے خلاف رائے دی اگر ان کے دل
میں یہ بات تھی کہ دنیا ان کی مانے اور لوک شامی کی
تہ مانے۔ ہیشک، رائے دیلے تک وہ لوک شامی کے انہ
تہ لیکن اگر اسے وہ اب بھی سدھانت سمجھ ہوئے ہیں
تو ہیشک وہ تانا شامی کی طرف دوزے چلے جا رہے ہیں۔
شک جی نے ناہور پہونچ کر کہا تھیک بات کہی۔ ”میں
لوک شامی کے زاتے خلاف رائے دی اور لوک شامی کے زاتے اب
لوک شامی کے ساتھ ہیں اور نہرو کو اپنا نہتھا ماننا ہوں۔“

शराब बेहद खराब चीज है। इस बात को सभी बूझ समझते हैं। यहाँ सभी से हमारी मुराद उन सभी से है जिनको हमने नासमझ लोकशाही के तीसरे दर्जे में रखा है।

इसी शराब को लेकर अमरीका में बड़े जोरों का आन्दोलन उठा और एक मरतबा सारे अमरीका में शराब बन्द कर दी गई। बेशक यह काम लोकशाही की मदद से हुआ, लेकिन उस लोकशाही की मदद से जिसे यह ज्ञान तो था कि शराब इनसान और इनसानियत के लिये बेहद खराब चीज है पर यह पता न था कि उसे इस तरह का ज्ञान है। बस, अमरीका की समझदार लोकशाही की एक या कुछ शख्सियतों ने उस जनता को उसके ज्ञान का ज्ञान कराया और अमरीका में शराब बन्दी के लिये राय ले ली और सरकार ने कानून के जरिये शराब बन्द कर दी। वह शराब बन्दी की बात सुनकर बरतानिया के यूरोप ने जोरी से अमरीका शराब पटुवाना शुरू की और पहले और दूसरे नम्बर की नासमझ लोकशाही को भड़काना शुरू किया और तीसरे नम्बर की लोकशाही की खोपड़ी पर जादू का डन्डा फेर कर अमरीका में फिर शराब शुरू करा दी। जिसने शराब शुरू कराई वह भी लोकशाही थी और जिसने बन्द कराई वह भी लोकशाही थी। फरक इतना था कि जिसने बन्द कराई वह समझदार समझदार लोकशाही थी और जिसने फिर शुरू कराई वह समझदार नासमझ लोकशाही थी।

हम यह सब कहकर यह कहना चाहते हैं कि हम सब को समझदार समझदार लोकशाही के फ़ैसलों को ही सच्ची लोकशाही के फ़ैसले समझना चाहिये। और समझदार ना समझ लोकशाही के फ़ैसलों को समझना तो शक़्त फ़ैसला ही होगा, पर बेबसी से उन्हें सर पर तो चढ़ाना ही पड़ेगा। बन्दों की नासमझ लोकशाही ने क्या समझदार बया का घोंसला नहीं तोड़ दिया था। और जिस तरह बया ने उस लोकशाही का जुल्म सहा था वही तरह नासमझ लोकशाही के जुल्म औरों के साथ साथ समझदारों को भी सहने पड़ते हैं।

टंडन जी को लोकशाही ने समापति चुना। और जब चुना तब सिद्धान्त जैसी कोई चीज लोकशाही के सामने नहीं थी। उसके सामने थीं दो शख्सियतें—एक कुपलानी जी और दूसरे टंडन जी—इन दोनों की शख्सियतों को भी हिन्दुस्तान की सारी जनता पूरी तरह नहीं जानती थी। वह किन ही और दो शख्सियतों को ठीक ठीक समझती थी। और वह दो थीं—नेहरु और पटेल। नेहरु शख्सियत उस वक़्त चुप रही। सुनते हैं यही उस शख्सियत की

शराब के हद खराब चीज है। उस बात को सभी समझते हैं। यहाँ सभी से हमारी मुराद उन सभी से है जिनको हमने नासमझ लोक शाही के तीसरे दर्जे में रखा है।

इसी शराब को लेकर अमरीका में बड़े जोरों का आन्दोलन उठा और एक मरतबा सारे अमरीका में शराब बन्द कर दी गई। बेशक यह काम लोक शाही की मदद से हुआ, लेकिन उस लोक शाही की मदद से जिसे यह ज्ञान तो था कि शराब इनसान और इनसानियत के लिये बेहद खराब चीज है पर यह पता न था कि उसे इस तरह का ज्ञान है। बस, अमरीका की समझदार लोक शाही की एक या कुछ शख्सियतों ने उस जनता को उसके ज्ञान का ज्ञान कराया और अमरीका में शराब बन्दी के लिये राय ले ली और सरकार ने कानून के जरिये शराब बन्द कर दी। वह शराब बन्दी की बात सुनकर बरतानिया के यूरोप ने जोरी से अमरीका शराब पटुवाना शुरू की और पहले और दूसरे नम्बर की नासमझ लोक शाही को भड़काना शुरू किया और तीसरे नम्बर की लोक शाही की खोपड़ी पर जादू का डन्डा फेर कर अमरीका में फिर शराब शुरू करा दी। जिसने शराब शुरू कराई वह भी लोक शाही थी और जिसने बन्द कराई वह भी लोक शाही थी। फरक इतना था कि जिसने बन्द कराई वह समझदार समझदार लोक शाही थी और जिसने फिर शुरू कराई वह समझदार नासमझ लोक शाही थी।

हम यह सब कहकर यह कहना चाहते हैं कि हम सब को समझदार समझदार लोक शाही के फ़ैसलों को ही सच्ची लोक शाही के फ़ैसले समझना चाहिये। और समझदार ना समझ लोक शाही के फ़ैसलों को समझना तो शक़्त फ़ैसला ही होगा, पर बेबसी से उन्हें सर पर तो चढ़ाना ही पड़ेगा। बन्दों की नासमझ लोक शाही ने क्या समझदार बया का घोंसला नहीं तोड़ दिया था। और जिस तरह बया ने उस लोक शाही का जुल्म सहा था वही तरह नासमझ लोक शाही के जुल्म औरों के साथ साथ समझदारों को भी सहने पड़ते हैं।

टंडन जी को लोक शाही ने समापति चुना। और जब चुना तब सिद्धान्त जैसी कोई चीज लोक शाही के सामने नहीं थी। उसके सामने थीं दो शख्सियतें—एक कुपलानी जी और दूसरे टंडन जी—इन दोनों की शख्सियतों को भी हिन्दुस्तान की सारी जनता पूरी तरह नहीं जानती थी। वह किन ही और दो शख्सियतों को ठीक ठीक समझती थी। और वह दो थीं—नेहरु और पटेल। नेहरु शख्सियत उस वक़्त चुप रही। सुनते हैं यही उस शख्सियत की

کے کبھی نہ کسی کو نہ میں پائے جاتے ہیں۔ اُن میں اور کتنی ہی بھلائیوں کو نہ میں پائے جاتے ہیں۔ اُن میں اور کتنی ہی بھلائیوں کو نہ میں پائے جاتے ہیں۔ اُن میں اور کتنی ہی بھلائیوں کو نہ میں پائے جاتے ہیں۔

(2) وہ لوگ جو اپنی بھلائی برائی بھی بالکل نہیں سمجھتے، پر اُنہوں انہی تمیز ضرور ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اُنہی میں اور اپنا بھلا برا نہیں سمجھتے۔ پس یہی جلتا کا وہ بھاگ ہے جسے کچھ من چلے بھاگ لہتے ہیں اور اُس سے یکم چارے کا کام لہتے ہیں۔ جس میں اُن کے بھلائی کی جتنی قابلیت ہے وہ اتنی ہی فوجیں کھڑی کر سکتا ہے۔ کوئی انہیں دھرم کے نام پر بھگاتا ہے، کوئی دیہ کے نام پر، کوئی انسانیت کے نام پر، کوئی پریم کے نام پر، کوئی ایشور کے نام پر، کوئی ستھم اعلیٰ کے نام پر اور کوئی لک شاہی کے نام پر۔ اُن لوگوں میں یہ تہیز تو ہوتی نہیں کہ یہ خود سوچ سکیں کہ اُن کی بھلائی برائی کس بات میں ہے، اُس لئے جو جوسا سمجھا دیتا ہے ویسا یہ مان لہتے ہیں اور اُس کے لئے جان اوانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کھا آج ہندستان کی گورکھا پلٹنیں ہندستان نے برطانیہ کے ہاتھ سونپ دی ہوتیں اور کھا وہی گورکھا پلٹنیں برطانیہ کی ماتحتی میں جگہ جگہ ایسا کام کر رہی ہوتیں جس سے برطانیہ کی جگہ ہندستان بدنام ہو رہا ہوتا۔ اور کھا وہ گورکھا پلٹنیں برطانیہ کی ماتحتی میں بھلا سوچے سمجھے کوریا کے میدان میں اپنی لڑائی کے کر تپ دکھا رہی ہوتیں۔ اسی طرح کی ہر ملک کی نامہ جگہ لک شاہی کوریا میں فوجی حیثیت سے جا دتی ہے اور کوریا کو تھیں تھیں کر کے دنیا کے تھیں تھیں کی بھلائی قال رہی ہے۔

(3) وہ جلتا جو اپنا بھلا برا خوب سمجھتی ہے پر اسے یہ پتہ نہیں کہ اسے اپنے بھلے برے کا گمان ہے۔ پس ایسی ناسمجھ جلتا کو سمجھدار لوک شاہی کی شخصیتوں سمجھاتی ہیں اور اُن کا نشہ اتار دیتی ہیں اور اگر وہ ملک ظلم ہوتا ہے تو وہ اُن کے ذریعے اُس کو آزاد کرا لیتی ہیں اور پھر اُنہیں لوگوں سے وہ حکومت کا کام لہتی ہیں۔ حضرت محمد نے یہی کیا اور مہاتما گاندھی نے یہی کیا۔ کھا۔ روس، چین، جاپان، امریکہ، سبھی ملکوں میں لوک شاہی کی سمجھدار شخصیتیں جنم لہتی رہیں اور اسی طرح اپنا کام کرتی رہیں۔

(2) وہ لوگ جو اپنی بھلائی برائی بھی بالکل نہیں سمجھتے، پر اُنہوں انہی تمیز ضرور ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اُنہی میں اور اپنا بھلا برا نہیں سمجھتے۔ پس یہی جلتا کا وہ بھاگ ہے جسے کچھ من چلے بھاگ لہتے ہیں اور اُس سے یکم چارے کا کام لہتے ہیں۔ جس میں اُن کے بھلائی کی جتنی قابلیت ہے وہ اتنی ہی فوجیں کھڑی کر سکتا ہے۔ کوئی انہیں دھرم کے نام پر بھگاتا ہے، کوئی دیہ کے نام پر، کوئی انسانیت کے نام پر، کوئی پریم کے نام پر، کوئی ایشور کے نام پر، کوئی ستھم اعلیٰ کے نام پر اور کوئی لک شاہی کے نام پر۔ اُن لوگوں میں یہ تہیز تو ہوتی نہیں کہ یہ خود سوچ سکیں کہ اُن کی بھلائی برائی کس بات میں ہے، اُس لئے جو جوسا سمجھا دیتا ہے ویسا یہ مان لہتے ہیں اور اُس کے لئے جان اوانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کھا آج ہندستان کی گورکھا پلٹنیں ہندستان نے برطانیہ کے ہاتھ سونپ دی ہوتیں اور کھا وہی گورکھا پلٹنیں برطانیہ کی ماتحتی میں جگہ جگہ ایسا کام کر رہی ہوتیں جس سے برطانیہ کی جگہ ہندستان بدنام ہو رہا ہوتا۔ اور کھا وہ گورکھا پلٹنیں برطانیہ کی ماتحتی میں بھلا سوچے سمجھے کوریا کے میدان میں اپنی لڑائی کے کر تپ دکھا رہی ہوتیں۔ اسی طرح کی ہر ملک کی نامہ جگہ لک شاہی کوریا میں فوجی حیثیت سے جا دتی ہے اور کوریا کو تھیں تھیں کر کے دنیا کے تھیں تھیں کی بھلائی قال رہی ہے۔

(3) وہ جلتا جو اپنا بھلا برا خوب سمجھتی ہے پر اسے یہ پتہ نہیں کہ اسے اپنے بھلے برے کا گمان ہے۔ پس ایسی ناسمجھ جلتا کو سمجھدار لوک شاہی کی شخصیتوں سمجھاتی ہیں اور اُن کا نشہ اتار دیتی ہیں اور اگر وہ ملک ظلم ہوتا ہے تو وہ اُن کے ذریعے اُس کو آزاد کرا لیتی ہیں اور پھر اُنہیں لوگوں سے وہ حکومت کا کام لہتی ہیں۔ حضرت محمد نے یہی کیا اور مہاتما گاندھی نے یہی کیا۔ کھا۔ روس، چین، جاپان، امریکہ، سبھی ملکوں میں لوک شاہی کی سمجھدار شخصیتیں جنم لہتی رہیں اور اسی طرح اپنا کام کرتی رہیں۔



لوکشاہی، सिद्धान्त और शख्सियत—

لوکशाہی کے نام پر نہرہ ٹنڈن मामले کو लेकर کیتنے ہی نوٹ پڑنے کو मिले. समझदार लिखने वालों में शायद ही कोई बचा हो जिसने इस पर कुछ लिखा न हो. सब लेखों का निचोड़ इतना ही है कि इस मामले में शख्सियत की जीत हुई, सिद्धान्त (बसूल) की हार हुई. और सिद्धान्त की हार में लोकशाही की बेकदरी हुई.

हम इस बारे में लिखने से पहले लोकशाही यानी डेमोक्रेसी को हम क्या समझे हैं इसे साफ कर देना चाहते हैं. उसके साफ कर देने से हमें समझ है कि शख्सियत और सिद्धान्त की लोकशाही में क्या जगह है यह भी साफ हो जायगा.

लोकशाही यानी लोकमत को हम दो तरह का मानते हैं—एक समझदार लोकमत—दूसरा ना समझ लोकमत— समझदार लोक मत जैसी चीज दुनिया में कहीं नहीं है. जब वैसा हो जायगा तब सरकार नाम की कोई चीज नहीं रह जायगी. समझदार लोकमत से हमारा मतलब है ऐसी जनता से जो अपनी भलाई बुराई को अच्छी तरह समझती है और यह भी समझती है कि वह उसे खूब समझती है. ऐसी जनता दुनिया के परदे पर कहीं नहीं है. हां, ऐसी शख्सियतें जरूर मिलती हैं. वह ही जनता में रुह फूँकती हैं, उन्हें लोकशाही की जानकारी कराती हैं और कुछ दूर तक उन्हें लोकशाही की तरफ बढ़ा देती हैं.

नासमझ लोकशाही दुनिया के सब देशों में खूब फैली हुई है. यह लोकशाही भी तीन तरह की होती है—

(1) वह जो अपना भला बुरा बिलकुल नहीं जानती और जिस को यह भी तमीज नहीं है कि वह यह समझती हो कि वह अपना भला बुरा नहीं जानती. इस में वह सब लोग शामिल हैं जो जंगली हालत में दुनिया के हर मुल्क

ک شاہی، سدھانت اور شخصیت—

لوک شاہی کے نام پر نہرہ ٹنڈن معاملے کو لے کر کئی نوٹ پڑنے کو ملے. سمجھدار لکھنے والوں میں شاید کوئی بچا ہو جس نے اس پر کچھ لکھا نہ ہو. لکھوں کا نیچوڑ اتنا ہی ہے کہ اس معاملے میں صحت کی جیت ہوئی، سدھانت (اموال) کی ہار ہوئی. اور سدھانت کی ہار میں لوک شاہی کی بے

ہم اس بارے میں لکھنے سے پہلے لوک شاہی یعنی وکریسی کو ہم کیا سمجھے ہیں اسے صاف کر دینا چاہتے ہیں. اس کے صاف کر دینے سے ہمیں اُسہد ہے کہ شخصیت سدھانت کی لوک شاہی میں کیا جگہ ہے یہ بھی ہو جائے گا.

لوک شاہی یعنی لوک مت کو ہم دو طرح کا مانے ہیں — ایک سمجھدار لوک مت—دوسرا نا سمجھ لوک مت — سمجھدار لوک مت جیسی چیز دنیا میں ن نہیں ہے. جب ویسا ہو جائے گا تب سرکار نام کی چیز نہیں رہ جائے گی. سمجھدار لوک مت سے ہا مطلب ہے ایسی جگہ سے جو اپنی بھلائی برائی اچھی طرح سمجھتی ہے اور یہ بھی سمجھتی ہے کہ سے خوب سمجھتی ہے. ایسی جگہ دنیا کے پردے پر ن نہیں ہے. ہاں، ایسی شخصیتوں ضرور ملتے ہیں. لی جگہ میں روح پھونکتی ہیں، انہیں لوک شاہی جانکاری کراتی ہیں اور کچھ دور تک انہیں لوک ی کی طرف بڑھا دیتی ہیں.

نا سمجھ لوک شاہی دنیا کے سب دیشوں میں خوب پھیلی ہے. یہ لوک شاہی بھی تین طرح کی ہوتی ہے —

(1) وہ جو اپنا بہا برا بالکل نہیں جانتی اور کو یہ بھی سمجھ نہیں ہے کہ وہ یہ سمجھتی ہو وہ اپنا بہا برا نہیں جانتی. اس میں وہ سب لوگ ل ہیں جو جنگلی حالت میں دنیا کے ہر ملک

6. کوریا آرمیسٹیس کانفرنس ایک نئی جگہ کرنے کے لیے جنرل ریجنے کی توجہ کی۔ سائنس دانوں نے جاپانی سولہ ناموں پر روس کے پتراج۔ نئی دہلی میں کانگریس ورکنگ کمیٹی کی बैठک شروع۔ ورکنگ کمیٹی کے سبھی ممبروں نے اپنا استعفیٰ کانگریس صدر کو دے دیا۔

7. آচারیہ ونوبا جی کا دہلی پیدل جانے کا فیصلہ۔ لندن جی نے نئی دہلی میں کانگریس میں اعلان کیا کہ میں کانگریس صدر کی جگہ سے استعفیٰ دے دوں گا مگر ورکنگ کمیٹی ہرگز نہیں بدل سکتا۔

8. نئی دہلی میں کل ہند کانگریس کمیٹی کی "گٹ" बैठک میں ڈنڈن جی نے استیفا دیا اور بڑے بھائی پंडित جواہر لال نہرو کانگریس صدر چنے گئے۔ سائنس دانوں نے جاپانی سولہ ناموں کا روس، جاکوسلوواکیا اور پولینڈ نے بائیکاٹ کیا۔

9. کانگریس والوں سے ایمانداری اور نیک نیتی سے کام کرنے کے لیے کانگریس صدر جواہر لال کی اپیل۔ کانگریس کا سالانہ اجلاس 18، 19 اکتوبر کو دہلی میں ہوگا۔

10. انگریزی سرکاری خزانے نے ایران کی سٹیلنگ روکھ کو ڈالر میں بدلتے کے خلیا کارवाई کی۔ کناڈا اس سال ڈیڑھ کروڑ ڈالر کی مدد ہندوستان کو دے گا۔

11. کمیونسٹوں نے ریجنے کی توجہ ناممکن کر دی۔ پاکستانی بڑے وزیر نے کشمیر کے چٹا کو منظور ہتایا۔

12. امریکا کے ڈیفنس منتری جنرل مارشل نے استعفیٰ دے دیا۔ آচারیہ ونوبا جی اپنے پونا آشرم سے نئی دہلی پیدل روانہ۔

13. اہلکار کے کارخانے کے انگریزی انجینئر کو ایران سرکار کا حکم کہ ایذا چارچ ایرانی انجینئر کے سپرد کریں۔ عہد کے موقع پر شیخ عبداللہ کا اعلان کہ کشمیر ہمارا ہے۔

14. کانگریس سے ہٹے لوگوں کو واپس آنے کے لیے پंडित نہرو کی اپیل۔ جنرلست فڈریشن کا پریس بل کے خلاف تہراؤ۔

15. پंडित نہرو نے اپنی نئی ورکنگ کمیٹی کے پंडتھ ممبروں کے ناموں کا اعلان کیا۔ پرجا پارٹی کی کونسل نے تہ کیا کہ وہ کانگریس میں شامل نہیں ہوگی۔ ورکنگ کمیٹی کی چھ اور اتر کوریہ کے خلاف کارروائی۔ نئی دہلی کی کمیٹی میں پلاننگ ممبر کا نیا تقرر۔

6. کوریا آرمیسٹیس کانفرنس ایک نئی جگہ کرنے کے لیے جنرل ریجنے کی توجہ کی۔ سائنس دانوں نے جاپانی سولہ ناموں پر روس کے پتراج۔ نئی دہلی میں کانگریس ورکنگ کمیٹی کی बैठک شروع۔ ورکنگ کمیٹی کے سبھی ممبروں نے اپنا استعفیٰ کانگریس صدر کو دے دیا۔

7. آচারیہ ونوبا جی کا دہلی پیدل جانے کا فیصلہ۔ لندن جی نے نئی دہلی میں کانگریس میں اعلان کیا کہ میں کانگریس صدر کی جگہ سے استعفیٰ دے دوں گا مگر ورکنگ کمیٹی ہرگز نہیں بدل سکتا۔

8. نئی دہلی میں کل ہند کانگریس کمیٹی کی "گٹ" बैठک میں ڈنڈن جی نے استعفیٰ دیا اور بڑے وزیر پंडित جواہر لال نہرو کانگریس صدر چنے گئے۔ سائنس دانوں نے جاپانی سولہ ناموں کا روس، جاکوسلوواکیا اور پولینڈ نے بائیکاٹ کیا۔

9. کانگریس والوں سے ایمانداری اور نیک نیتی سے کام کرنے کے لیے کانگریس صدر جواہر لال کی اپیل۔ کانگریس کا سالانہ اجلاس 18، 19 اکتوبر کو دہلی میں ہوگا۔

10. انگریزی سرکاری خزانے نے ایران کی اسٹیلنگ روکھ کو ڈالر میں بدلتے کے خلاف کارروائی کی۔ کناڈا اس سال ڈیڑھ کروڑ ڈالر کی مدد ہندوستان کو دے گا۔

11. کمیونسٹوں نے ریجنے کی توجہ ناممکن کر دی۔ پاکستانی بڑے وزیر نے کشمیر کے چٹا کو منظور ہتایا۔

12. امریکا کے ڈیفنس منتری جرنل مارشل نے استعفیٰ دے دیا۔ آচারیہ ونوبا جی اپنے پونا آشرم سے نئی دہلی پیدل روانہ۔

13. اہلکار کے کارخانے کے انگریزی انجینئر کو ایران سرکار کا حکم کہ ایذا چارچ ایرانی انجینئر کے سپرد کریں۔ عہد کے موقع پر شیخ عبداللہ کا اعلان کہ کشمیر ہمارا ہے۔

14. کانگریس سے ہٹے لوگوں کو واپس آنے کے لیے پंडित نہرو کی اپیل۔ جنرلست فڈریشن کا پریس بل کے خلاف تہراؤ۔

15. پंडित نہرو نے اپنی نئی ورکنگ کمیٹی کے پंडتھ ممبروں کے ناموں کا اعلان کیا۔ پرجا پارٹی کی کونسل نے تہ کیا کہ وہ کانگریس میں شامل نہیں ہوگی۔ ورکنگ کمیٹی کی چھ اور اتر کوریہ کے خلاف کارروائی۔ نئی دہلی کی کمیٹی میں پلاننگ ممبر کا نیا تقرر۔

26. آسام کے پاس ریل گاڑی پٹری سے ہٹ کر گئی۔ کل
ہندوستان کانفرنس کا پلٹت نہرو پر 'پورا یقین' رکھنے
اعلان ۔

27. ہندوستان جاپان سے الگ صلح کرے گا — بڑے
پیر کا ہند پارلیمنٹ میں اعلان ۔

28. پلٹت جواہر لال کی نئی دہلی میں پریس
نفرس — مجبوری کی حالت میں کانگریس صدر بللے
و تھار ۔ ہندوستان کے ودیشی تربت پھللس کی حالت
میں کافی ترقی ۔ جاپان اور امریکہ میں الگ فوجی صلح
اسے پر روسی پریس میں ناراضگی ۔

29. کانگریس کی گزشتہ سال کی نہیں آتی —
نئی دہلی کی خبر ۔ ہندوستان کی چیروں پر باہر بھجنے
کے لیے ایکسپوٹ ڈیوٹی ہندو سرکار نے ہٹا لی۔

30. اسرائیل اور عرب کے دیہوں کو آٹھ کروڑ ڈالر
یہاں کا امریکہ کا فیصلہ ۔ لندن جی کا ورکنگ کمیٹی کو
دلی سے لکھنؤ میں انکار ۔

31. کشمیر کے نئے چٹاؤ میں شہج عبداللہ اور
ہشمل کانفرنس کے پچیس نامزد اہلکار ہلا مقابلہ چن
کئے ۔ ہند پارلیمنٹ میں پریس ہل ہوم منسٹر نے
ہش کہا ۔ یو ۔ پی ۔ اسمبلی میں بچوں کی بہتری کے
ارے میں بل پاس ۔

1. ستمبر — یو ۔ این ۔ او ۔ کی سکھوڑی کونسل نے
مصر کو سوئٹز نہر میں اسرائیل جانے والے جہازوں کو روک
یہاں پر مصر کی برائی کی اور انہیں چھوڑ دینے کے لئے تھہراؤ
اس کہا ۔ مصر کا یہ فیصلہ ماننے سے انکار ۔ ڈاکٹر مصادق کا
ملان کہ ایران اپنی جگہ پر اٹل رہے گا ۔ شری نگر میں شہر
ونہروستی کے کٹو کھش میں ہوم منسٹر راج گوپالا
ہاریہ کی اسپیک ۔ آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور امریکہ نے آپس
میں ایک حفاظتی پیکٹ پر دستخط کئے ۔

2. بلیک پول میں انگریزی اہلبارتی کی کانفرنس۔
3. ایران سرکار آبادان والا تھل کا کارخانہ چالو کرے
ی ۔ پارلیمنٹ میں سی ۔ ریاستوں کا بل پاس ۔ دلی کے
اس ریل گاڑی لو گئی ۔

4. سون فرانسیسکو میں جاپانی صلح کانفرنس
بروع ہوئی ۔

5. افغانی بڑے وزیر کا نئی دہلی میں پلٹت
ہرو دیوارا سککار ۔ انگریزی تربت یونین کانفرنس میں
انہوں دل کا تھہراؤ خارج ۔ احمدآباد میں گو ہتھا بھند
خطوں کرنے والوں پر پولیس نے گولی چلائی ۔

देश विदेश की डायरी

16. अगस्त—ईरान में तेल की बात चीत अटक गई. कांग्रेस सदर टंडन जी का बम्बई में एलान कि चाहे जो हो मैं अपना कर्ज अदा करूंगा. स्वामी सीताराम शास्त्री का आन्ध्र सूबा बनाने के मामले पर गुन्टर में अनशन शुरू.

17. पार्लिमेन्ट ने पंजाब में गवरनरी हुकूमत के लिये बिल पास किया.

18. ईरान ने अंगरेजी सुझाव रद्द कर दिये. इलाहाबाद के पास रेल गाड़ी (छोटी लाइन) पटरी से उतर गई. मद्रास में आचार्य कृपलानी ने तामिळनाडु प्रजा पार्टी के पहले जलसे का उद्घाटन किया.

19. कोरिया में अमरीकी फौजों का एक अचानक (लेकिन छोटे इलाके में) धावा.

20. पखतून जिरगाए-हिन्दू के सदर की डाक्टर फ्रान्क ग्राहम से आजाद पखतूनस्तान के बारे में गौर करने के लिये दरखास्त. जिनेवा में यू. एन. ओ. की आर्थिक और समाजी बैठक में विदेशी पूँजी के मामले पर हिन्दुस्तान और अमरीका के नुमाइन्दों में मत भेद.

21. कांग्रेस की पार्लिमेन्टरी बैठक में पंडित जवाहर लाल की दिल खोल कर बात चीत. नेपाल के राजा हिन्दुस्तान आए.

22. मध्य प्रदेश के होम मिनिसटर द्वारिका प्रसाद मिश्र का पंडित जवाहर लाल की भीतरी बाहरी पालिसी के खिलाफ बयान और डिक्टेटर होने का इलजाम.

23. केसांग में बमबारी किये जाने पर कम्युनिस्टों को एतराज—बात चीत बन्द. ईरान में मामला तय न हो सका. अंगरेजी नुमाइन्दे स्टोक्स लन्दन को वापस रवाना. मिस्र के बड़े वजीर नहास पाशा का एलान कि हम सन 36 वाला समझौता कबूल नहीं कर सकते.

24. जापान के अमरीकी कमान्डर जनरल रिजवे की कम्युनिस्टों से बात चीत करने के लिये नई शर्तें. ईरान के मामले में जब तक वहाँ की सरकार कोई खास कदम न उठाए तब तक आगे और कुछ न बढ़ने का अंगरेजी कैबिनेट का फैसला. मध्य प्रदेश के होम मिनिसटर द्वारिका प्रसाद मिश्र का मिनस्टरी से स्तीफा.

25. सैन फ्रांसिसको कानफरेन्स में हिन्दुस्तान के शरीक न होने का एलान. नई दिल्ली में टंडन-नेहरू गुल्थी को सुलझाने की कोशिशें जारी.

दیش و دییش کی دائری

16. اگست—ایران میں تیل کی بات چیت اٹک گئی. کانگریس صدر ٹنڈن جی کا بمبئی میں اعلان کہ چاہے جو ہو میں اپنا فرض ادا کروں گا. - سوامی سوامی رام شاستری کا آندھر صوبہ بنانے کے معاملے پر گلگور میں ان شن شروع.

17. پارلیمنٹ نے پنجاب میں گورنری حکومت کے لئے بل پاس کیا.

18. ایران نے انگریزی سچھاو رد کر دیئے. الہ آباد کے پاس ریل گاڑی (چھوٹی لائن) پٹری سے اتر گئی. مدراس میں آجادیہ کمیٹنی نے قاسم ناد پوجا پارٹی کے پہلے جلسے کا اڈھٹان کیا.

19. کوریا میں امریکی فوجوں کا ایک اچانک (لیکن چھوٹے علاقے میں) دھاوا.

20. پختون جرگہ ہند کے صدر کی ڈاکٹر فرانک گراہم سے آزاد پختونستان کے بارے میں غور کرنے کے لئے درخواست. چلہوا میں یو. این. او. کی آرٹھک اور سماجی بہتھک میں ونیشی پونجی کے معاملے پر ہندوستان اور امریکہ کے نمائندوں میں مت بھید.

21. کانگریس کی پارلیمنٹری بہتھک میں پلڈت جواہر لال کی دل کھول کر بات چیت. نیپال کے راجہ ہندوستان آئے.

22. مدھیہ پردیش کے ہوم منسٹر دوارکا پرساد مشر کا پلڈت جواہر لال کی بیہتری باہری پالیسی کے خلاف بیان اور ڈاکٹھر ہونے کا الزام.

23. کھسانگ میں بیماری کئے جانے پر کمیونسٹوں کو اعتراض—بات چیت بند. ایران میں معاملہ طے نہ ہو سکا. انگریزی نہ ٹلڈے اسٹورکس لندن کو واپس روانہ. مصر کے بڑے وزیر نداس پاشا کا اعلان کہ ہم سن 36 والا سمجھوتہ قبول نہیں کر سکتے.

24. جاپان کے امریکی کمانڈر جنرل رجوے کی کمیونسٹوں سے بات چیت کرنے کے لئے نئی شرطیں. ایران کے معاملے میں جب تک وہاں کی سرکار کوئی خاص قدم نہ اٹھائے تب تک آئے اور اچھے نہ بڑھنے کا انگریزی کھیلٹ کا فیصلہ. مدھیہ پردیش کے ہوم منسٹر دوارکا پرساد مشر کا منسٹری سے استعفیٰ.

25. سون فرانسسکو کانفرنس میں ہندوستان کے شریک نہ ہونے کا اعلان. نئی دلی میں ٹنڈن نہرو گتھی کو سلجھانے کی کوششیں جاری.

हैं कि जिन लोगों को सचानों की शिक्षा से विलक्षणी हो
वह इन किताबों से अखर लाभ उठाएँ. सब किताबें खोलह
सोलह सके की हैं और हर किताब का दाम पांच आना है.

काम धंदे

गोपी तांगे वाला
सम्पत कहार
अबदुर्रहमान राज
छोटे लाल बढई
कल्लू हलवाई
धूल जी रसोइया
द्वारका प्रसाद नाई
प्यारे लाल दर्जी
फूलचन्द मूल चन्द पंसारी

जीवन-चरित्र

श्री कूरन जी
श्री राम चन्द्र जी (दो भाग)
महात्मा गौतम बुद्ध
भक्त कबीर
अमीर खुसरो
निजामुद्दीन औलिया
गुरु नानक देव जी
करबला के शाहीद
स्वामी दयानन्द सरस्वती
मुस्तफा कमाल पाशा (दो भाग)

प्रसिद्ध पुस्तकें

रामायन (दो भाग)
हाविम ताई (तीन भाग)
आल्हा ऊदल (दो भाग)
शकुन्तला और दुर्यन्त
पद्मावत
पंच तंत्र (दो भाग)
अलिक लैला (चार भाग)

मिलने का पता—

मकतबा जामिआ लिमिटेड, जामिआ नगर, देहली

न कि इन लोगों को सचानों की शिक्षा से विलक्षणी हो
इन किताबों से अखर लाभ उठाएँ. सब किताबें खोलह
सोलह सके की हैं और हर किताब का दाम पांच आना है.

काम धंदे

कुरी तान्क वाला
सम्पत कहार
अबदुर्रहमान राज
छोटे लाल बढई
कल्लू हलवाई
धूल जी रसोइया
द्वारका प्रसाद नाई
प्यारे लाल दर्जी
फूलचन्द मूलचन्द पंसारी

जीवन-चरित्र

श्री कूरन जी
श्री राम चन्द्र जी (दो भाग)
महात्मा गौतम बुद्ध
भक्त कबीर
अमीर खुसरो
निजामुद्दीन औलिया
गुरु नानक देव जी
करबला के शाहीद
स्वामी दयानन्द सरस्वती
मुस्तफा कमाल पाशा (दो भाग)

प्रसिद्ध पुस्तकें

रामायन (दो भाग)
हाविम ताई (तीन भाग)
आल्हा ऊदल (दो भाग)
शकुन्तला और दुर्यन्त
पद्मावत
पंच तंत्र (दो भाग)
अलिक लैला (चार भाग)

मिलने का पता—

मकतबा जामिआ लिमिटेड, जामिआ नगर, देहली.

इस प्रकार को पूरा कर रहे हैं, इस सम्बंध में वह 'शेर-ओ-शायरी' नामी किताब बहुत पहले निकाल चुके हैं, उससे लोगों की व्यास नहीं बुझी। गोयलीय जी ने अब यह किया है कि उर्दू की शायरी के इतिहास को सामने रख वह उर्दू शायरी को हिन्दी में पेश करेंगे ताकि कोई छूटने न पाए। यह बहुत बड़ी योजना है। 'शेर-ओ-सुखन' उस सिलसिले की पहली किताब है। किताब मोटी होने की वजह से उसे छै भागों में बांटा गया है। शुरू से लेकर 1900 ई० तक के सब मशहूर और इतिहासी अहमियत रखने वाले 'राजल गो' शायरों का इस में बिक्र है। हर शायर की राजल का नमूना देने से पहले उसकी जिन्दगी का भी थोड़ा थोड़ा सा परिचय दिया गया है, उस के वातावरन और माहौल का भी अनुमान कराया गया है। सम्पादक के नोट तो बहुत मारके के हैं। उर्दू शायरी से इस तरह की जानकारी इससे कम में कोई किताब अभी तक नहीं पेश कर सकी। गोलीय जी को इस मेहनत पर जितनी बधाई दी जाय कम है।

किताब की जिल्द बेहद सुन्दर है और पीछे इन्डेक्स दिया हुआ है। किताब के लाभ के बारे में जो कुछ भी कहा जाय कम है। मेरी निगाह में तो बस इतना ही कहना काफी है कि इस किताब को हर उस आदमी को पढ़ना चाहिये जो उर्दू साहित्य की एक प्रनाली के बारे में एक ही किताब पढ़कर बहुत कुछ जानना चाहता है। मन बहलाव के लिये तो यह जबरदस्त साधन है। हमें अब 'शेर-ओ-सुखन' के दूसरे भागों का बेचैनी से इन्तजार है।

—मुजीब रिजवी

ग्रौढ़ शिक्षामाला की किताबें

जामिआ मिल्लिया देहली के ग्रौढ़ शिक्षा विभाग (इदारत-तालीम व तरक्की) ने दस साल तक सियानों में शिक्षा फैलाने का काम किया है। इस सिलसिले में उसने जो तजरबे किये हैं वह बहुत सफल रहे हैं। मक्तबा जामिआ देहली ने बालिगों की शिक्षा के लिये बहुत सी किताबें भी छापी हैं। इन किताबों की खूबी यह है कि इन्हें अक्षर पहचान सकने वाले लोग भी बड़े मजे में पढ़ सकते हैं। किताबों की भाशा बहुत आसान है और इन छोटी छोटी किताबों के जरिये हर तरह की जानकारी बढ़ सकती है।

अलग अलग विषयों की किताबों के अलग अलग कवर हैं जो बहुत सुन्दर हैं। टाइटल काफी मोटा इस्तेमाल किया गया है और तस्वीरों की वजह से यह किताबें और भी उपयोगी बन गई हैं। किताबों के नाम ही से उनके अन्दर क्या है, यह मालूम हो जायगा। हम सिफारिश करते

हैं कि हर उर्दू शायर को पुरा कर रहे हों। इस सम्बन्ध में वह 'शेर-ओ-शायरी' नामी किताब बहुत पहले निकाल चुके हों। इस से लोगों की व्यास नहीं बुझी। गोयलीय जी ने अब यह किया है कि उर्दू की शायरी के इतिहास को सामने रख वह उर्दू शायरी को हिन्दी में पेश करेंगे ताकि कोई छूटने न पाए। यह बहुत बड़ी योजना है। 'शेर-ओ-सुखन' उस सिलसिले की पहली किताब है। किताब मोटी होने की वजह से उसे छै भागों में बांटा गया है। शुरू से लेकर 1900 ई० तक के सब मशहूर और इतिहासी अहमियत रखने वाले 'राजल गो' शायरों का इस में बिक्र है। हर शायर की राजल का नमूना देने से पहले उसकी जिन्दगी का भी थोड़ा थोड़ा सा परिचय दिया गया है, उस के वातावरन और माहौल का भी अनुमान कराया गया है। सम्पादक के नोट तो बहुत मारके के हैं। उर्दू शायरी से इस तरह की जानकारी इससे कम में कोई किताब अभी तक नहीं पेश कर सकी। गोलीय जी को इस मेहनत पर जितनी बधाई दी जाय कम है।

किताब की जिल्द बेहद सुन्दर है और पीछे इन्डेक्स दिया हुआ है। किताब के लाभ के बारे में जो कुछ भी कहा जाय कम है। मेरी निगाह में तो बस इतना ही कहना काफी है कि इस किताब को हर उस आदमी को पढ़ना चाहिये जो उर्दू साहित्य की एक प्रनाली के बारे में एक ही किताब पढ़कर बहुत कुछ जानना चाहता है। मन बहलाव के लिये तो यह जबरदस्त साधन है। हमें अब 'शेर-ओ-सुखन' के दूसरे भागों का बेचैनी से इन्तजार है।

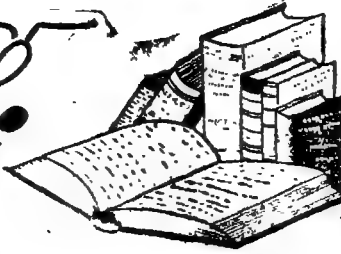
—मजिद रसूमी

पर्रुह शकशा माला की किताबें

जामिआ मिल्लिया देहली के पर्रुह शकशा विभाग (इदारत-तालीम व तरक्की) ने दस साल तक सियानों में शिक्षा फैलाने का काम किया है। इस सिलसिले में उसने जो तजरबे किये हैं वह बहुत सफल रहे हैं। मक्तबा जामिआ देहली ने बालिगों की शिक्षा के लिये बहुत सी किताबें भी छापी हैं। इन किताबों की खूबी यह है कि इन्हें अक्षर पहचान सकने वाले लोग भी बड़े मजे में पढ़ सकते हैं। किताबों की भाशा बहुत आसान है और इन छोटी छोटी किताबों के जरिये हर तरह की जानकारी बढ़ सकती है।

अलग अलग विषयों की किताबों के अलग अलग कवर हैं जो बहुत सुन्दर हैं। टाइटल काफी मोटा इस्तेमाल किया गया है और तस्वीरों की वजह से यह किताबें और भी उपयोगी बन गई हैं। किताबों के नाम ही से उनके अन्दर क्या है, यह मालूम हो जायगा। हम सिफारिश करते

کتابیں



سیتاروں سے جڑوں تک

لکھنے والے—جگنناथ آزاد.

نیکالنے والے—مکتبہ شاہراہ، دہلی.

لیکھا بڑے—اردو، سہ 192، قیمت دو روپے بارہ آنے.

’بھکران‘ کے بعد جگنناथ آزاد کا یہ دوسرا مجموعہ سن 47 کے بعد بہت سی چیزوں میں تبدیلی ہے۔ آزاد کی شاعری میں بھی کافی تبدیلی ہوئی ہے۔ اس دیوان کا نام ’ستاروں سے جڑوں تک‘ ہی اس تبدیلی کا پرچہ دیتا ہے۔ اس کتاب میں سن 47 کے کی کہی ہوئی نظمیں، غزلوں اور رباعیاں شامل ہیں۔ اس سے کمزور انسان کی طاقت کا آزاد قائل ہے اور کہتا ہے—

وہی انسان، ساحل پر جنہیں توکاں کا دھوکا ہو
آز جانیں، طوفانوں کو بھی ساحل سمجھتے ہیں۔

آج سکوں کی چمک ہمارے ساتھہوں کی نیست
آدول کر دیتی ہے، مجبوری کے دھارے انہیں بہا لے جاتے
آزاد انہیں یہ پہغام دیتا ہے —

اپنا پہغام زمانے کو سنائے کے عوض
تاج اور تخت بھی ملتے ہیں تو انکار کریں

آزاد کا ماحول تو آج ہم سب کا ماحول ہے۔ لیکن ماحول نے آزاد پر جو اثر ڈالا ہے، اس کی شاعری کو روپ دیا ہے، اسے جاننے کے لئے اس کتاب کو پڑھنا ضروری ہے۔

—محبوب رضوی

—محبوب رضوی

شیر-آب-سرخ

مطالعہ—آبی اویسہا پراساد گویلیہ

نیکالنے والے—بھارتیہ ج्ञान पीठ, काशी.

لیکھا بڑے—ہندی، سہ 754، قیمت آٹھ روپے.

اردو ادب کو سرف ناگری لکھاوت جاننے والوں کے سامنے لانے کی آج سخت ضرورت ہے۔ گوئیہ جی

محبوب رضوی

مطالعہ—آبی اویسہا پراساد گویلیہ

نیکالنے والے—بھارتیہ ج्ञान पीठ, काशी.

لیکھاوت—ہندی، سہ 754، قیمت آٹھ روپے.

اردو ادب کو سرف ناگری لکھاوت جاننے والوں کے لئے لائے کی آج سخت ضرورت ہے۔ گوئیہ جی

بھوپاری نے ہانے میں ڈاڑھ کے خلیات رپورٹ لکھا ہے
 اور ڈاڑھ کو گرفتار کرانے کے لئے اپنی ساری کوشش لگادی
 مگر وہ کامیاب نہ ہوا۔

بہت دن ہمت کئے۔ کئی برس کے بعد سی۔ آئی۔ ڈی۔
 کی رپورٹ پر ایک آدمی پکڑا گیا۔ سی۔ آئی۔ ڈی۔ کے
 افسروں کو پورا یقین تھا کہ یہ آدمی وہی چور ڈاڑھ ہے۔

اس آدمی کو عدالت میں پیش کیا گیا اور
 دہوکے کا الزام لگا کر مقدمہ چلایا گیا۔ مگر اس نے ڈاڑھ
 ہونے سے ہی انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے آج تک ڈاڑھ
 نہیں کی ہے۔ وہ آدمی ضمانت پر رہا ہو گیا اور مقدمہ
 چلنے لگا۔ کئی بار عدالت میں پیش ہوئی مگر وہ
 انکار ہی کرتا رہا۔ وہ اتنی صفائی سے بحث کا جواب
 دیتا تھا کہ مخالف وکیل کی کچھ نہ چلتی۔ آخر
 نوہت یہاں تک پہنچی کہ مقدمے کو ختم کرنے کی بات
 ہونے لگی۔

لیکن سچ سچ ہے اور جھوٹ جھوٹ۔ ایک دن اس
 آدمی کے باپ کا بھنڈا پھوٹا ہوا تھا۔ ہوا یہ کہ ایک دن
 عدالت میں بھوپاری نے اس آدمی کو یہ کہہ کر بلایا—
 ”ڈاڑھ صاحب! میری ایک بات تو سنئے۔“

وہ آدمی مازموں کے کتھرے میں کھڑا تھا۔
 بھوپاری کی بات سن کر اسی طرح چونک پڑا جیسے کوئی
 ہمارا نام لے کر پکارے تو ہم چونک کر دیکھنے لگتے ہوں۔
 اس نے جھٹ بھوپاری کی طرف دیکھا اور کہا—”کہئے
 کیا کہتے ہیں؟“

حاکم بٹھا ہوا یہ سب دیکھ رہا تھا۔ اسے یقین ہو گیا
 کہ یہ آدمی پہلے ضرور ڈاڑھ رہا ہوگا۔ اور پھر اسے چوری
 اور دھوکے دینے کے جرم میں سات برس کی سزا دیدی
 گئی اور اس کا مال سرکار نے ضبط کر کے بھوپاری کو دلا دیا۔

(’پیام تالیف‘ سے)

(’پیام تالیف‘ سے)

چٹکلا

چٹکلا

باپ—بेटا، راستے میں دیکھ کر چلا کرو، نہیں تو
 کسی دن موٹر کے نیچے آ جاؤ گے۔

بेटا—اس سے کہا؟ میں نے جانے کتنی بار ہوائی
 جہاز کے نیچے آ گیا ہوں۔

—بہنی ماسو پر ساد

بेटا—اس سے کہا؟ میں نے جانے کتنی بار ہوائی
 جہاز کے نیچے آ گیا ہوں۔

—بہنی ماسو پر ساد

لڑتے سے پہلے ان لوگوں نے مللوری کا برف ہٹانے کا دیکھا جو ایورسٹ کی چوٹی کے پاس کے تھلے سے نکلتے ہوئے تھا۔ یہ پہلچہ پتھروں پر اس طرح با مانو کسی نے کل ہی اُسے وہاں رکھا ہو۔ یہی پہلچہ وہیوں مللوری اور اردن کا آخری نشان تھا جو سن 1933 میں ایورسٹ کی چوٹی تک پہنچنے پہنچنے میں کھو گئے تھے۔ ایورسٹ کی اونچی چوٹی تک چلنے کی یہ کوشش بھی ناکامیاب رہی۔

سن 1933 میں ایورسٹ کی چوٹی کو ہوائی جہاز سے کھنکھایا گیا۔ سہیوں کی تیاری کے بعد دو ہوائی جہاز 3 اپریل کو بیہار کے جیلا پورنیہ سے ایورسٹ کے لیے روانہ ہوئے۔ ان کا نیتا لارڈ کلبیس ڈیل تھا۔ اس دن موسم اچھا تھا اور چوٹی بھی صاف دکھائی دے رہی تھی۔ 30,000 فٹ اوپر چڑھ کر ایورسٹ کی چوٹی پر چکر کاٹنے لگے۔ ساری دنیا یہ سن کر کہ ایورسٹ کی اونچی چوٹی کو ہوائی جہاز سے فتح کر لیا ہے۔

سن 1936 میں پانچویں بار ایورسٹ پہاڑ پر پہنچنے کی کوشش کی گئی۔ اس بار بھی رٹل ہو گیا۔ 27 اپریل کو چڑھائی شروع ہوئی۔ م بہت اچھا تھا۔ ایسا لگتا تھا اس بار سہلے ضرور ملے گی۔ پانچویں نے پہاڑ پر اپنا چوتھا کیمپ 23,000 فٹ کی اونچائی پر لگا لیا تھا۔ اسی پہنچ زوروں کا برف لگا اور پہاڑ پر چڑھنا ناممکن ہو گیا۔ اس طرح یہ بھی ناکامیاب رہی۔

ان پانچ کوششوں کی سہلے کے باوجود ایورسٹ پہنچنے کی کوششیں اب بھی جاری ہیں۔

سن 1936 میں پانچویں بار ایورسٹ پہاڑ پر پہنچنے کی کوشش کی گئی۔ اس بار بھی رٹل ہو گیا۔ 27 اپریل کو چڑھائی شروع ہوئی۔ م بہت اچھا تھا۔ ایسا لگتا تھا اس بار سہلے ضرور ملے گی۔ پانچویں نے پہاڑ پر اپنا چوتھا کیمپ 23,000 فٹ کی اونچائی پر لگا لیا تھا۔ اسی پہنچ زوروں کا برف لگا اور پہاڑ پر چڑھنا ناممکن ہو گیا۔ اس طرح یہ بھی ناکامیاب رہی۔

سن 1936 میں پانچویں بار ایورسٹ پہاڑ پر پہنچنے کی کوشش کی گئی۔ اس بار بھی رٹل ہو گیا۔ 27 اپریل کو چڑھائی شروع ہوئی۔ م بہت اچھا تھا۔ ایسا لگتا تھا اس بار سہلے ضرور ملے گی۔ پانچویں نے پہاڑ پر اپنا چوتھا کیمپ 23,000 فٹ کی اونچائی پر لگا لیا تھا۔ اسی پہنچ زوروں کا برف لگا اور پہاڑ پر چڑھنا ناممکن ہو گیا۔ اس طرح یہ بھی ناکامیاب رہی۔

ان پانچ کوششوں کی سہلے کے باوجود ایورسٹ پہنچنے کی کوششیں اب بھی جاری ہیں۔

ان پانچ کوششوں کی سہلے کے باوجود ایورسٹ پہنچنے کی کوششیں اب بھی جاری ہیں۔

بھڑکے کیسے چھپتا ؟

ایک بیویاری نے کچھ سامان خرید کر ایک کرائے کی دلی لور اسی پر مال رکھ کر آپ بھی اسی پر بیٹھ گیا۔ وہ دور چلنے کے بعد اُس نے ڈرائیور سے گاڑی روکوائی پوچھا کہ کون سے موٹر سے پہنچے آئے گا۔

وہ جیسے ہی پوچھا کرتے ہی پوچھا ڈرائیور نے گاڑی روک کر اسی پر مال رکھ کر آپ بھی اسی پر بیٹھ گیا۔ وہ دور چلنے کے بعد اُس نے ڈرائیور سے گاڑی روکوائی پوچھا کہ کون سے موٹر سے پہنچے آئے گا۔

جھوٹ کیسے چھپتا ؟

ایک بیویاری نے کچھ سامان خرید کر ایک کرائے کی دلی لور اسی پر مال رکھ کر آپ بھی اسی پر بیٹھ گیا۔ وہ دور چلنے کے بعد اُس نے ڈرائیور سے گاڑی روکوائی پوچھا کہ کون سے موٹر سے پہنچے آئے گا۔

وہ جیسے ہی پوچھا کرتے ہی پوچھا ڈرائیور نے گاڑی روک کر اسی پر مال رکھ کر آپ بھی اسی پر بیٹھ گیا۔ وہ دور چلنے کے بعد اُس نے ڈرائیور سے گاڑی روکوائی پوچھا کہ کون سے موٹر سے پہنچے آئے گا۔

کچی برفیلی ہوا کے کارن ان لوگوں کو کیمپ میں بوندے دین دکھانا پڑا اور پھر وہ بڑے بڑے جھڑپوں کا شکار ہوا تھا۔ تو ہر چھوڑ برف سے تھک جاتی ہے اور آگے کے راستے کا پتہ نہیں لگتا اس لئے ان لوگوں کو لوٹ آنا پڑا۔ سن 1921 کی یاترا سफल نہ ہوئی تو بھی ان لوگوں نے ایورسٹ پہاڑ کے آس پاس کا ایک نقشہ بدلا اور ایورسٹ جانے کا راستہ ڈھونڈ لیا۔

سن 1922 میں دوسری یاترا شروع ہوئی، جی۔ سی۔ بروس نے 25,000 فٹ اونچائی پر ایک کیمپ لگایا۔ وہاں یہ لوگ اور آگے بڑھے اور 26,985 فٹ کی اونچائی پر پہنچے۔ وہاں موسم بہت خراب تھا۔ پھر بھی ان لوگوں نے ہمت نہ ہاری اور 27,300 فٹ تک پہنچ گئے۔ موسم اور زیادہ خراب ہونے کے کارن انہیں لوٹنا پڑا۔ انہوں نے پھر اوپر چوٹ کی کوشش کی۔ اس بار جب وہ اوپر چڑھ رہے تھے تب برف کے ایک پہاڑ کے پہلے وہ پہلے گئے اور دب گئے۔ سات قلی مر گئے مگر ایک بھی انگریز پہاڑ باز نہیں مرا۔

سن 1924 میں تیسری یاترا شروع ہوئی جس کا नेता بروس تھا۔ اس نے پہلے 16,800 فٹ کی اونچائی پر کیمپ لگایا۔ پھر آخر میں اس نے قریب 27,000 فٹ کی اونچائی پر کیمپ لگایا۔ یہاں سے ایورسٹ کی چوٹی بہت نزدیک تھی۔ مشہور یاتری ملہوری جو پہلی کوششوں میں حصہ لے چکا تھا، اپنے ساتھی اینڈریو اردن کے ساتھ، جو ابھی آکسفورڈ سے پڑھائی ختم کر کے آیا تھا، ایورسٹ کی چوٹی پر پہنچنے کی کوشش کی۔ 6 جون کو صبح ساڑھے سات بجے ملہوری اور اردن اپنے چھ نمبر کیمپ سے روانہ ہوئے۔ ایورسٹ کی چوٹی کے وہ نزدیک پہنچ گئے اور اُس کے پاس چلتے ہوئے دکھائی پڑے۔ مگر لہری دیو کے بعد بادل گھر آیا اور تب سے اردن اور ملہوری کا کچھ پتہ نہ ملا۔ ہو سکتا ہے کہ ان کو سامنے لہنے کے لئے آکسیجن کی کمی پڑی ہو یا دونوں برف کے نیچے اُگلے ہوں۔ ان دو ویروں کی یاد میں کیمپ کے پاس ان کے ساتھیوں نے ایک یادگار قائم کی۔

سن 1933 میں چوتھی بار پہاڑ بازوں کے ایک دل نے ایورسٹ جانے کی کوشش کی۔ اس دل کا नेता ریتلر تھا۔ 17 مارچ کو ایورسٹ پر چڑھنے شروع ہوئے۔ انہوں نے اپنا چھٹا کیمپ 27,400 فٹ کی اونچائی پر لگایا۔ اس کے بعد وہ اور بھی اونچے گئے اور 28,100 فٹ کی اونچائی تک پہنچ گئے۔ ایورسٹ کی چوٹی پر پہنچنے کے لئے کمول 1000 فٹ باقی تھا۔ لیکن اب اوپر چڑھنا خطرناک اور مشکل ہو گیا۔ بڑے زوروں کا برف گرنے لگا اور طوفان اُٹھا جس کی وجہ سے پہاڑ بازوں کو واپس لوٹنا پڑا۔

سن 1922 میں دوسری یاترا شروع ہوئی، جی۔ سی۔ بروس نے 25,000 فٹ اونچائی پر ایک کیمپ لگایا۔ وہاں یہ لوگ اور آگے بڑھے اور 26,985 فٹ کی اونچائی پر پہنچے۔ وہاں موسم بہت خراب تھا۔ پھر بھی ان لوگوں نے ہمت نہ ہاری اور 27,300 فٹ تک پہنچ گئے۔ موسم اور زیادہ خراب ہونے کے کارن انہیں لوٹنا پڑا۔ انہوں نے پھر اوپر چوٹ کی کوشش کی۔ اس بار جب وہ اوپر چڑھ رہے تھے تب برف کے ایک پہاڑ کے پہلے وہ پہلے گئے اور دب گئے۔ سات قلی مر گئے مگر ایک بھی انگریز پہاڑ باز نہیں مرا۔

سن 1924 میں تیسری یاترا شروع ہوئی جس کا नेता بروس تھا۔ اُس نے پہلے 16,800 فٹ کی اونچائی پر کیمپ لگایا۔ پھر آخر میں اس نے قریب 27,000 فٹ کی اونچائی پر کیمپ لگایا۔ یہاں سے ایورسٹ کی چوٹی بہت نزدیک تھی۔ مشہور یاتری ملہوری جو پہلی کوششوں میں حصہ لے چکا تھا، اپنے ساتھی اینڈریو اردن کے ساتھ، جو ابھی آکسفورڈ سے پڑھائی ختم کر کے آیا تھا، ایورسٹ کی چوٹی پر پہنچنے کی کوشش کی۔ 6 جون کو صبح ساڑھے سات بجے ملہوری اور اردن اپنے چھ نمبر کیمپ سے روانہ ہوئے۔ ایورسٹ کی چوٹی کے وہ نزدیک پہنچ گئے اور اُس کے پاس چلتے ہوئے دکھائی پڑے۔ مگر لہری دیو کے بعد بادل گھر آیا اور تب سے اردن اور ملہوری کا کچھ پتہ نہ ملا۔ ہو سکتا ہے کہ ان کو سامنے لہنے کے لئے آکسیجن کی کمی پڑی ہو یا دونوں برف کے نیچے اُگلے ہوں۔ ان دو ویروں کی یاد میں کیمپ کے پاس ان کے ساتھیوں نے ایک یادگار قائم کی۔

سن 1933 میں چوتھی بار پہاڑ بازوں کے ایک دل نے ایورسٹ جانے کی کوشش کی۔ اس دل کا नेता ریتلر تھا۔ 17 مارچ کو ایورسٹ پر چڑھنے شروع ہوئے۔ انہوں نے اپنا چھٹا کیمپ 27,400 فٹ کی اونچائی پر لگایا۔ اس کے بعد وہ اور بھی اونچے گئے اور 28,100 فٹ کی اونچائی تک پہنچ گئے۔ ایورسٹ کی چوٹی پر پہنچنے کے لئے کمول 1000 فٹ باقی تھا۔ لیکن اب اوپر چڑھنا خطرناک اور مشکل ہو گیا۔ بڑے زوروں کا برف گرنے لگا اور طوفان اُٹھا جس کی وجہ سے پہاڑ بازوں کو واپس لوٹنا پڑا۔

एवरेस्ट की कहानी

(भाई सी. बी. कृशनन)

दुनिया का सबसे ऊँचा पहाड़ "एवरेस्ट" है। यह 29,141 फिट ऊँचा है और नेपाल के उत्तर में है। इस पहाड़ की ऊँची चोटी तक पहुँचने के लिये पाँच बार कोशिशें की गईं। लेकिन हर एक काशिश नाकामयाब रही। एवरेस्ट को क़तह करने का जतन अब भी जारी है। अगस्त के महीने में इंगलैंड से चार पहाड़ बाजों का एक दल एवरेस्ट पर चढ़ने के लिये भारत आया है। इस दल के नेता एरिक शिप्टन हैं। दिल्ली में इनका बड़ा स्वागत किया गया है।

एवरेस्ट पहाड़ का नाम सर जार्ज एवरेस्ट के नाम से पड़ा है। उन्होंने ही सबसे पहले इस मशहूर पहाड़ की ऊँचाई का पता लगाया था। सन 1841 में जब वह हिमालय की मशहूर चोटियों की ऊँचाई का पता लगा रहे थे तब एक दिन एक हिन्दुस्तानी अकसर उनके कमरे में भागा भागा पहुँचा और चिल्लाने लगा—“मैंने दुनिया के सबसे ऊँचे पहाड़ का पता लगा लिया है।” उसने सही कहा था। वह पहाड़ 29,000 फिट ऊँचा था। तब से वह पहाड़ "माउन्ट एवरेस्ट" कहा जाने लगा।

यह बात योरप में सन 1841 में ही मालूम थी तो भी किसी योरोपियन ने सन् 1920 से पहले एवरेस्ट को नहीं देखा था। इसकी वजह यह थी कि तिब्बत के लोग किसी परदेसी को अपने देस में नहीं आने देते थे। सन 1920 में तिब्बत के दलाई लामा ने अंगरेजी यात्रियों को तिब्बत आने की इजाजत दी।

सन 1921 में एवरेस्ट की चोटी तक पहुँचने की पहली कोशिश की गई। एवरेस्ट का रास्ता खोजने के लिये नौ आदमी चले जिनके नेता कर्नल होवर्ड बेरिंग थे। जी. एल. मल्लोरी भी उनमें थे। वह लोग 18 मई को दारजिलिंग से रवाना हुए और जेलप घाटी पार करने के बाद तिब्बत पहुँचे। तिब्बत पहुँचने पर उन्हें पता लगा कि एवरेस्ट जाने के दो रास्ते हैं—एक नजदीक का रास्ता और दूसरा दूर का रास्ता। नजदीक का रास्ता तंग घाटी के बीच से निकलता था इसलिये उन्हें लम्बे रास्ते से होकर जाना पड़ा जो तिब्बत के गांवों से होकर जाता था। यह रास्ता आसान था।

एक महीना चलने के बाद वह खारटा घाटी पहुँचे और बड़ी मुशकिल से उन्होंने वहाँ एक कैम्प लगाया। इसके बाद 20,000 फिट की ऊँचाई पर उन लोगों ने एक और कैम्प लगाया और वहाँ से वह एवरेस्ट की जाँच करने लगे। जल्दी ही उन लोगों ने और ऊँचाई पर दूसरा कैम्प लगाया। इस कैम्प से उन्हें एवरेस्ट का पूरा दृश्य दिखाई पड़ा। मगर

एवरेस्ट की कहानी

(भीमानी सी. सी. वी. कर्शन)

दुनिया का सब से اونچा पहाڑ "एवरेस्ट" है . یہ 29,141 فٹ اونچا ہے اور نہال کے اُتاروں میں ہے . اس پهاڑ کی اونچی چوٹی تک پہونچنے کے لئے پانچ بار کوششوں کی گئیں لیکن ہر ایک کوشش نا کامیاب رہی . ایورسٹ کو فتح کرنے کا جتن اب بھی جارہی ہے . اگست کے مہینے میں انگلینڈ سے چار پهاڑ بازوں کا ایک دل ایورسٹ پر چڑھنے کے لئے بھارت آیا ہے . اس دل کے नेता ایریک شپٹن ہیں . دلی میں ان کا بڑا سواگت کیا گیا ہے .

ایورسٹ پهاڑ کا نام سر جارج ایورسٹ کے نام سے پڑا ہے . انہوں نے ہی سب سے پہلے اس مشہور پهاڑ کی اونچائی کا پتہ لگایا تھا . سن 1841 میں جب وہ ہمالے کی مشہور چوٹیوں کی اونچائی کا پتہ لگا رہے تھے تب ایک دن ایک ہندوستانی افسر ان کے کمرے میں بھاگا بھاگا پہونچا اور چلائے لگا— "میں نے دنیا کے سب سے اونچے پهاڑ کا پتہ لگا لیا ہے۔" اس نے صحیح کہا تھا . وہ پهاڑ 29,000 فٹ اونچا تھا . تب سے وہ پهاڑ "ماؤنٹ ایورسٹ" کہا جانے لگا .

یہ بات یورپ میں سن 1841 میں ہی معلوم تھی تو بھی کسی یورپیوں نے سن 1920 سے پہلے ایورسٹ کو نہیں دیکھا تھا . اسکی وجہ یہ تھی کہ تبت کے لوگ کسی پردیسی کو اپنے دیس میں نہیں آنے دیتے تھے . سن 1920 میں تبت کے دلائی لاما نے انگریزی یاتریوں کو تبت آنے کی اجازت دی .

سن 1921 میں ایورسٹ کی چوٹی تک پہونچنے کی پہلی کوشش کی گئی . ایورسٹ کا راستہ کھوجنے کے لئے نو آدمی چلے جنکے नेता کرنل ہورڈ بیرنگ تھے . جی . ایل . ملروی بھی ان میں تھے . وہ لوگ 18 مئی کو دارجلنگ سے روانہ ہوئے اور جھلپ ٹھاتی پار کرنے کے بعد تبت پہونچے . تبت پہونچنے پر انہوں نے پتہ لگا کہ ایورسٹ جانے کے دو راستے ہیں—ایک نزدیک کا راستہ اور دوسرا دور کا راستہ . نزدیک کا راستہ تنگ ٹھاتی کے بیچ سے نکلتا تھا اس لئے انہیں لمبے راستے سے ہوکر جانا پڑا جو تبت کے گاؤں سے ہوکر جانا تھا . یہ راستہ آسان تھا .

ایک مہینہ چلنے کے بعد وہ کھارٹا ٹھاتی پہونچے اور بڑی مشکل سے انہوں نے وہاں ایک کیمپ لگایا . اسکے بعد 20,000 فٹ کی اونچائی پر ان لوگوں نے ایک اور کیمپ لگایا اور وہاں سے وہ ایورسٹ کی جانچ کرنے لگے . جلد ہی ان لوگوں نے اور اونچائی پر دوسرا کیمپ لگایا . اس کیمپ سے انہیں ایورسٹ کا پورا درخشاہ دکھائی پڑا . مگر

बच्चों की दुनिया

शाम का गीत

हे मन अपने को धो डालो
बैर बुराई मार निकालो
खोलो ऐंठन, गुस्सा धूको
लोभ जलापा दोनों फूँको
देखो, अब तुमको है सोना
है न, जरूरी हलका होना ?
बोलो, अम्मां सुख से सोए
छोटी जीजी नेक न रोए
नांद पिता जी को जो आए
मीठी हो वह सुख सरसाए
गहरी नींदें माई सोएं
सपने बुरे न देखें रोएं
रहें बुरे कामों से डरते
सुस्ती पास न आए मरते
सबका भला मनाकर सोना
बैर विरोध मिटा कर सोना
सब से प्रीत बढ़ा कर सोना
बहुत असीसों पाकर सोना
सोकर देखो उठना ऐसे
जनम हुआ हो अब हो जैसे
ओम, आमीन सहज से बोलो
बक़्त हो गया, आओ, सोलो.

—भगवानदीन

बच्चों की दुनिया

शाम का गीत

हे मन اپنے کو دھو ڈالو
بہر بُرائی مار نکالو
کھولو ایٹھن فصہ تھوکو
لوہ جلاپا دونوں پھونکو
دیکھو، اب تم کو ہے سونا
ہے نہ، ضروری ہلکا ہونا ؟
بولو، اماں سکھ سے سوئے
چھوٹی جی جی نہک نہ روئے
نہلند پتاجی کو جو آئے
مہتھی ہو وہ سکھ پوسائے
گہری نیندیں بھائی سوئیں
سہارے برے نہ دیکھیں روئیں
دھن برے کاموں سے ڈرتے
سستی پاس نہ آئے مرتے
سب کا بھلا ملنا کر سونا
بہر ورودہ متا کر سونا
سب سے پریت پوہا کر سونا
بہت اسی سہیں پا کر سونا
سوکر دیکھو اُٹھنا ایسے
جلم ہوا ہو 'ب' ہی جھسے
اوم، آمین سہج سے بولو
وقت ہو گھا، آؤ سرلو.

—بھکوان دین

سوال اٹھتا ہے کہ وہ کس طرح کا کام چلائے والی ہے؟ اس کا دشمن نہیں۔ اب میں اس کے نام کے مطابق نہیں رہا ہوں، لیکن آزادی کے لئے اس کے بڑے بڑے لوگوں میں میں نے اس کی سہا کی ہے۔ لیکن اگر وہ مع راستے سے ہٹ کر رہی ہے، تو میں اس کا ساتھ نہیں سکتا، اور نہ مجھے دینا چاہئے۔

بہار، 11-9-'51

—کیشورلال مہاراجا

کیشور لال مشرورالا

دہا، 11-9-'51

سفید قوم کی نفرت

سفید قوم سب کچھ بھول سکتی ہے لیکن شاید یہ بھول سکتی کہ اس کا رنگ سفید ہے۔ وقت پونے بیس کو باپ بھی بنا سکتی ہے لیکن نفرت کے بہاؤ کوئی کمی نہیں ہوگی۔ ایشیا کو بچانے کی ترکیبیں ہوئی ہیں، ایشیا کو "آزاد" رکھنے کی کوششیں ہیں وہ ن دھن سب لگا رہے ہیں۔ وہ کالوں کے دوست ہیں، ان کے ساتھ چلتے ہیں۔ لیکن نفرت کرنا بھی ان کا ہے! یہ لوگ کسی کو "تھتو" کہتے ہیں، کسی کو "گک" کہتے ہیں اور اب دکھنی کوریا والوں کو نفرت کوئے کٹی ہیں۔ اپنے لئے یا کوریا والوں کے لئے اس کا نہ بچے دیا بہانہ زور زور سے بنا رہا ہے۔ دکھنی والوں کے ساتھ جس طرح کا سلوک یہ لوگ کر رہے ہیں خود کلاتا کے جنگی خبر دینے والے شری بل سے، جو ابھی کوریا کے مورچے سے لڑتے ہیں اور اپنا ویڈیو سے بکھڑا ہے، سلئے اور یقین کر لیتے کہ سفید سب کچھ بھول سکتی ہے لیکن کالوں سے نفرت کرنا بھول سکتی۔

"میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ دکھنی کوریا والے ہم سے کرتے ہیں۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہم کو نہیں کرتے۔ لیکن میں یہ ضرور کہتا ہوں کہ اگر نے اپنے بھوہار کو نہ بدلا تو دھیرے دھیرے وہ سچ سچ بے نفرت کرنے لگے۔ یو۔ این۔ او۔ کی ن کا دھیان کمونزم سے لڑنے پر ہی ہے۔ دکھنی کوریا کی مدد کرنے سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہے۔ ہار تو میں نے خود ایک یو۔ این۔ او۔ کے پولیس کو ایک دکھنی کوریائی کو ٹھوکر مار کر سڑک سے ہٹاتے دیکھا تھا۔ دکھنی کوریا والے اپنا سب کچھ کہہ رہے ہیں۔ ان کا گھر برباد ہو گیا، ان کی جائداد لٹ گئی، ان کا کتبہ تیر بتر ہو گیا۔ کم سے کم ہم کو ان سے اتنے سامان نہ چھیننا چاہئے! ہم نے ان سے ان کی شان چھین لی ہے۔ اس کو نہ وہ معاف کر سکتے ہیں بھول سکتے ہیں۔ پی۔ ڈی۔ آئی۔ آئی۔ آر۔"

سفر کا نام کی نفرت

سفر کا نام سب کچھ بھول سکتی ہے لیکن شاید یہ بھول سکتی کہ اس کا رنگ سفید ہے۔ وقت پونے بیس کو باپ بھی بنا سکتی ہے لیکن نفرت کے بہاؤ کوئی کمی نہیں ہوگی۔ ایشیا کو بچانے کی ترکیبیں ہوئی ہیں، ایشیا کو "آزاد" رکھنے کی کوششیں ہیں وہ ن دھن سب لگا رہے ہیں۔ وہ کالوں کے دوست ہیں، ان کے ساتھ چلتے ہیں۔ لیکن نفرت کرنا بھی ان کا ہے! یہ لوگ کسی کو "تھتو" کہتے ہیں، کسی کو "گک" کہتے ہیں اور اب دکھنی کوریا والوں کو نفرت کوئے کٹی ہیں۔ اپنے لئے یا کوریا والوں کے لئے اس کا نہ بچے دیا بہانہ زور زور سے بنا رہا ہے۔ دکھنی والوں کے ساتھ جس طرح کا سلوک یہ لوگ کر رہے ہیں خود کلاتا کے جنگی خبر دینے والے شری بل سے، جو ابھی کوریا کے مورچے سے لڑتے ہیں اور اپنا ویڈیو سے بکھڑا ہے، سلئے اور یقین کر لیتے کہ سفید سب کچھ بھول سکتی ہے لیکن کالوں سے نفرت کرنا بھول سکتی۔

"میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ دکھنی کوریا والے ہم سے کرتے ہیں۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہم کو نہیں کرتے۔ لیکن میں یہ ضرور کہتا ہوں کہ اگر نے اپنے بھوہار کو نہ بدلا تو دھیرے دھیرے وہ سچ سچ بے نفرت کرنے لگے۔ یو۔ این۔ او۔ کی ن کا دھیان کمونزم سے لڑنے پر ہی ہے۔ دکھنی کوریا کی مدد کرنے سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہے۔ ہار تو میں نے خود ایک یو۔ این۔ او۔ کے پولیس کو ایک دکھنی کوریائی کو ٹھوکر مار کر سڑک سے ہٹاتے دیکھا تھا۔ دکھنی کوریا والے اپنا سب کچھ کہہ رہے ہیں۔ ان کا گھر برباد ہو گیا، ان کی جائداد لٹ گئی، ان کا کتبہ تیر بتر ہو گیا۔ کم سے کم ہم کو ان سے اتنے سامان نہ چھیننا چاہئے! ہم نے ان سے ان کی شان چھین لی ہے۔ اس کو نہ وہ معاف کر سکتے ہیں بھول سکتے ہیں۔ پی۔ ڈی۔ آئی۔ آئی۔ آر۔"

میرے دیکھنے میں ابھی تک کوئی ایسی چیز نہیں آئی، جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ اصل پوجنا میں انہوں نے کوئی ذاتی دلچسپی لی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کا من اُس طرف جا ہی نہیں سکتا تھا۔ ہم سب جانتے ہیں کہ وہ اُس سسٹم سامہودائیک ایکٹا کے فرمان میں 'کرونا یا مرونا' کی پہاڑی سے لگے ہوئے تھے اور ایسی کسی چیز کا خیال ہی نہیں کر سکتے تھے جس سے کچھ بھی غلط نہیں ہوتا ہوئے گا تو ہو۔

بابا راہو داس مشہور رجمنٹک کام کرنے والے ہیں اور آئر پردیش کی ودھان سبھا اور صوبہ کانگریس کمیٹی کے خاص ممبر ہیں۔ ساتھ ہی آئر دار بولنے والے اور ایک منگہ کے مہلت بھی ہیں۔ حکومت کے اہلکاروں پر ان کا بڑا اثر ہے اور اُس سے بھی زیادہ اثر ہماری بھولی جلتا پر ہے۔ ایودھیا کی بابری مسجد کے بارے میں جو جھگڑا ہوا اُس میں ان کا ہاتھ تھا۔ لیکن ان کا یہ قدم اُس سے بھی زیادہ شہرت بڑھا ہے۔ اچھے اِس سبھا کا مقابلہ انہوں نے سن 1947-48 میں گاندھی جی نے دہلی کے ہندوؤں سے مسلمانوں کو ان کی مسجدیں لوٹانے کی بات کہی تھی، اس کے ساتھ کیا ہے۔ بابا جی یہ خوب جانتے ہیں کہ وہ بات بالکل الگ طرح کی تھی۔ اُس میں گورے پتھر اُٹھانے کی ایک پرانا اور بھولا ہوا جھگڑا اُٹھانے کی کوشش نہیں تھی۔ ہلسا اور بے رحمی بھری وہ گاندھی جی کی آنکھوں کے سامنے ہوئی ایک حال کی گھٹنا تھی اور جن لوگوں سے انہوں نے یہ مسجدیں لوٹانے کو کہا، وہ ہی اس کے لئے دار تھے۔ اُس میں کوئی دو سو برس پرانا جھگڑا پھر سے شروع نہیں کیا جا رہا تھا۔

بابا راہو داس کے بارے میں مجھے کچھ شہدوں کا استعمال کرنا پڑ رہا ہے، اِس کا مجھے دکھ ہے۔ کیونکہ ان کے لئے میرے من میں کافی نجی آدر رہا ہے۔ لیکن میں یہ کہنے کے لئے مجبور ہوں کہ ان کا رجحان بہت زیادہ غرق وارانہ ہے۔ اور ہماری بھولی جلتا میں فرقے وارانہ زہر پھیلنے والے وہ اگلیے کانگریسی نہیں ہیں۔ خاص کر آئر پردیش میں اُس قسم کے انوک لوگ ہیں۔ ایک نے تو شری مہا دیو دیسائی اور گاندھی جی کے نام پر جعلی چٹائی اور لکھ بھی تیار کرنے کی دھتائی کی ہے۔ اگر کانگریس 'جھسا کہ وہ دعویٰ کرتی ہے' ہندوؤں کی سامہودائیک سسٹم نہیں ہے، تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے لوگ اُس میں کھسے وہ سکتے ہیں۔ کیا اُسے یہ مستحسن ہوا ہے کہ یہ ایک گمبھیر سوال ہے اور اِس کے کارن دیہ میں پھر سے سامہودائیک دنکوں کی آگ بھوک سکتی ہے اور خبریں بہہ سکتا ہے؟ کانگریس دعویٰ کرتی ہے کہ وہی ایک راج کاجی سسٹم ہے، جو دیہ کا کام چلا سکتی ہے۔

بابا راہو داس مشہور رجمنٹک کام کرنے والے ہیں اور آئر پردیش کی ودھان سبھا اور صوبہ کانگریس کمیٹی کے خاص ممبر ہیں۔ ساتھ ہی آئر دار بولنے والے اور ایک منگہ کے مہلت بھی ہیں۔ حکومت کے اہلکاروں پر ان کا بڑا اثر ہے اور اُس سے بھی زیادہ اثر ہماری بھولی جلتا پر ہے۔ ایودھیا کی بابری مسجد کے بارے میں جو جھگڑا ہوا اُس میں ان کا ہاتھ تھا۔ لیکن ان کا یہ قدم اُس سے بھی زیادہ شہرت بڑھا ہے۔ اچھے اِس سبھا کا مقابلہ انہوں نے سن 1947-48 میں گاندھی جی نے دہلی کے ہندوؤں سے مسلمانوں کو ان کی مسجدیں لوٹانے کی بات کہی تھی، اس کے ساتھ کیا ہے۔ بابا جی یہ خوب جانتے ہیں کہ وہ بات بالکل الگ طرح کی تھی۔ اُس میں گورے پتھر اُٹھانے کی ایک پرانا اور بھولا ہوا جھگڑا اُٹھانے کی کوشش نہیں تھی۔ ہلسا اور بے رحمی بھری وہ گاندھی جی کی آنکھوں کے سامنے ہوئی ایک حال کی گھٹنا تھی اور جن لوگوں سے انہوں نے یہ مسجدیں لوٹانے کو کہا، وہ ہی اس کے لئے دار تھے۔ اُس میں کوئی دو سو برس پرانا جھگڑا پھر سے شروع نہیں کیا جا رہا تھا۔

بابا راہو داس کے بارے میں مجھے کچھ شہدوں کا استعمال کرنا پڑ رہا ہے، اِس کا مجھے دکھ ہے۔ کیونکہ ان کے لئے میرے من میں کافی نجی آدر رہا ہے۔ لیکن میں یہ کہنے کے لئے مجبور ہوں کہ ان کا رجحان بہت زیادہ غرق وارانہ ہے۔ اور ہماری بھولی جلتا میں فرقے وارانہ زہر پھیلنے والے وہ اگلیے کانگریسی نہیں ہیں۔ خاص کر آئر پردیش میں اُس قسم کے انوک لوگ ہیں۔ ایک نے تو شری مہا دیو دیسائی اور گاندھی جی کے نام پر جعلی چٹائی اور لکھ بھی تیار کرنے کی دھتائی کی ہے۔ اگر کانگریس 'جھسا کہ وہ دعویٰ کرتی ہے' ہندوؤں کی سامہودائیک سسٹم نہیں ہے، تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے لوگ اُس میں کھسے وہ سکتے ہیں۔ کیا اُسے یہ مستحسن ہوا ہے کہ یہ ایک گمبھیر سوال ہے اور اِس کے کارن دیہ میں پھر سے سامہودائیک دنکوں کی آگ بھوک سکتی ہے اور خبریں بہہ سکتا ہے؟ کانگریس دعویٰ کرتی ہے کہ وہی ایک راج کاجی سسٹم ہے، جو دیہ کا کام چلا سکتی ہے۔

بابا راہو داس کے بارے میں مجھے کچھ شہدوں کا استعمال کرنا پڑ رہا ہے، اِس کا مجھے دکھ ہے۔ کیونکہ ان کے لئے میرے من میں کافی نجی آدر رہا ہے۔ لیکن میں یہ کہنے کے لئے مجبور ہوں کہ ان کا رجحان بہت زیادہ غرق وارانہ ہے۔ اور ہماری بھولی جلتا میں فرقے وارانہ زہر پھیلنے والے وہ اگلیے کانگریسی نہیں ہیں۔ خاص کر آئر پردیش میں اُس قسم کے انوک لوگ ہیں۔ ایک نے تو شری مہا دیو دیسائی اور گاندھی جی کے نام پر جعلی چٹائی اور لکھ بھی تیار کرنے کی دھتائی کی ہے۔ اگر کانگریس 'جھسا کہ وہ دعویٰ کرتی ہے' ہندوؤں کی سامہودائیک سسٹم نہیں ہے، تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے لوگ اُس میں کھسے وہ سکتے ہیں۔ کیا اُسے یہ مستحسن ہوا ہے کہ یہ ایک گمبھیر سوال ہے اور اِس کے کارن دیہ میں پھر سے سامہودائیک دنکوں کی آگ بھوک سکتی ہے اور خبریں بہہ سکتا ہے؟ کانگریس دعویٰ کرتی ہے کہ وہی ایک راج کاجی سسٹم ہے، جو دیہ کا کام چلا سکتی ہے۔

“چناؤ آنے والا ہے۔ کروڑوں مردوں کو انصاف شوالسن دینا ہے۔ اور ہم یہ پورا دھواں کرتے ہیں کہ تھیں مہان ایتھاسی استھانوں کا پھر سے سمان ہوتے دیکھ ہی چلتا نہاتے ہیں ادھک دھواں کریگی۔“

بابا راگھو داس نے یہ صاف نہیں کہا ہے کہ وہ کاشی، ہیا اور متھرا میں ٹھیک کیا کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ملندروں کا اددھار چاہتے ہیں؟ کیا ان کا اشارہ یہ ہے کاشی میں اور انک زبیب کی بدوائی ہوئی بڑی مسجد، بودھیا میں ہندوستان گڑھی یا متھرا میں اسی طرح مسجدوں کو ’دوبارا‘ جیسا کہ ایودھیا میں کرنے کی ہس ہوئی ہے، ملندروں میں بدل دینا چاہتے؟

اس سلسلے میں گاندھی جی اور سردار کا نام لھلا ل ہی غلط تھا۔ سومناتھ کا ملندر کھلدھر کی حالت تھا اور ہلدروں کے ادھیکار میں تھا۔ وہاں کوئی جد نہیں تھی، اور نہ کسی مسلمان نے اس جگہ کے ہکار کا ہی دعویٰ کیا تھا۔ کچھ بڑے بڑے ہلدروں نے اس کا کافی اثر تھا، اس کا پھر سے نورمان کرنا چاہا۔ اس نہیں پورا ادھیکار تھا۔ ان ہلدروں میں سردار جیسے، کھلدھر یا ریاستی سرکاروں کے ملندری بھی تھے۔ چونکہ ا گڑھ راج بھارت سنگھ میں شامل ہوا اور اسی کے اس کام کا آرجمہ ہوا، اور چونکہ سومناتھ کے ایتھاس سامہودایک ان بن کی پرانی یاد جڑی ہوئی ہے، لئے اس میں غلط فہمی پھدا ہو سکتی تھی اور یہی۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ سرکار سے سببندہ رکھے ہلدو نہتوں نے اس میں حصہ نہ لیا ہوتا، تو اچھا۔ لیکن ایسا نہیں کہا جا سکتا کہ انھیں ایسا نہ لھلے کا حق نہیں تھا۔ گاندھی جی نے اس میں حصہ لیا، وہ یہ سمجھنے کے لئے ہی کہ ملندر کے پھر سرمان کا یہ کام سرکاری خرچ پر نہ ہو۔ تاریخ 7 دسمبر کے ’ہریجن سہوک‘ میں ان کا تاریخ 28 نومبر ’47 بارتھنا پروجین نکلا ہے، اس میں اس وشے کا ذکر ہے۔

میں یہاں نقل کرتا ہوں:

”ایک بھائی لکھتے ہیں کہ سومناتھ کے ملندر کا جو سے اددھار ہونے والا ہے، اس میں سرکاری پھسے نہیں چاہئے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ شامل داس گاندھی نارھی حکمرمت بدئی ہے اور اس کام کے لئے چلتا ہے کئے پھسے میں سے 50 ہزار روپے دینا منظور کیا۔ جام صاحب ایک لاکھ دینے والے ہیں۔ سردار پتیل کہا کہ سردار ایسا نہیں ہے کہ جو چیز ہلدروں کے لئے ہے، اس کے لئے سرکاری خزانے سے پھسے نکالے۔ ہم سب ہی ہیں، مگر دھرم ہماری اپنی چھوڑ ہے۔ سومناتھ ہر سے اددھار کے لئے ہلدو جو پھسے خوشی سے دھلکے، سے کام چل جائے گا۔ پھسے نہیں ملے گا، تو وہ کام پرا گا۔ میں یہ سن کر خوش ہوا۔“

शरारत भरा कदम

शरारत भरा कदम

उत्तर प्रदेश के मशहूर कांग्रेसी काम करने वाले बाबा राधवदास के इलाहाबाद की हिन्दी ‘अमृत पत्रिका’ के तारीख 29-7-51 के परचे में छपे एक लेख का हिस्सा नीचे देता हूँ।

“स्वर्गीय सरदार पटेल ने भारत के मशहूर इतिहासी पुण्य स्थान श्री सोमनाथ जी का फिर से उद्धार करके यह बता दिया कि पुराने पवित्र स्थानों का उद्धार आजाद भारत में जरूर होगा। वह हमें अमली आश्वासन दे गए हैं। पूज्य बापू जी ने भारत के आजाद होने पर जो मस्जिदें हिन्दुओं के कब्जे में थीं, उन मस्जिदों को मुसलमानों को वापस दिलाकर हमें यह आशा दिलाई कि मुसलमानों के राज के समय हिन्दुओं के जो मन्दिर अपवित्र कर दिये गए थे, या जिन पर मुसलमानों ने कब्जा कर लिया था, उनका भी कभी उद्धार होगा.....

“हम यहां पर यह भी नम्रता से कहना चाहते हैं कि उत्तर प्रदेश के तीन खास स्थान काशी, अयोध्या और मथुरा के साथ भारतीय जनता और उसके कलचरी जीवन का गहरा सम्बन्ध है। श्री राम, श्री कृष्ण और श्री विश्वनाथ भारत के दिल के राजा हैं। घर घर इनकी चरचा है। श्री सोमनाथ जी के बारे में भारती जनता बहुत कम जानकारी रखती है, इसलिये भी इन स्थानों का फिर से उद्धार अपना एक खास महत्त्व रखता है।

“यहां कभी कभी यह बात कही जाती है कि यह साम्प्रदायिक सवाल है। पर इतिहास इस बात का गवाह है कि यह साम्प्रदायिक सवाल नहीं है। यह जीतने वाले और हारने वाले के बीच का सवाल है। अगर यूनियन कि (अंगरेजी भंडा) जा सकता है और उसकी जगह पर त्रंगा भंडा आ सकता है, अगर बाइसराय की जगह को राष्ट्रपति शोभा दे सकते हैं, तो इन गौरव वाले पवित्र स्थानों का फिर से उद्धार भी हो सकता है। अगर भारत सरकार देख देख में एक हजार बरस पहले के विजेता (जीतने वाले) के जरिये बरबाद किये गए सोमनाथ जी के मन्दिर का उद्धार मुमकिन है, तो फिर उत्तर प्रदेश के इन तीनों स्थानों के फिर से उद्धार में रुकावट क्यों कर होगी?

“सवाल महत्त्व का है। उसको जितना जल्दी हल किया जाय, उतना ही अच्छा है। हमें श्री सोमनाथ जी के मन्दिर का फिर से उद्धार देखकर जितनी खुशी होती है, उतनी ही हम महान तीर्थ स्थानों से लापरवाही देखकर बेचैनी होती है।”

अत्र प्रदीप्ति के मशहूर कांग्रेसी काम करने वाले बाबा राधवदास के इलाहाबाद की हिन्दी ‘अमृत पत्रिका’ के तारीख 29-7-51 के परचे में छपे एक लेख का हिस्सा नीचे देता हूँ।

“सुरक्षित सरदार पटेल ने भारत के मशहूर इतिहासी पुण्य स्थान श्री सोमनाथ जी का फिर से उद्धार करके यह बता दिया कि पुराने पवित्र स्थानों का उद्धार आजाद भारत में जरूर होगा। वह हमें अमली आश्वासन दे गए हैं। पूज्य बापू जी ने भारत के आजाद होने पर जो मस्जिदें हिन्दुओं के कब्जे में थीं, उन मस्जिदों को मुसलमानों को वापस दिलाकर हमें यह आशा दिलाई कि मुसलमानों के राज के समय हिन्दुओं के जो मन्दिर अपवित्र कर दिये गए थे, या जिन पर मुसलमानों ने कब्जा कर लिया था, उनका भी कभी उद्धार होगा.....

“हम यहां पर यह भी नम्रता से कहना चाहते हैं कि उत्तर प्रदेश के तीन खास स्थान काशी, अयोध्या और मथुरा के साथ भारतीय जनता और उसके कलचरी जीवन का गहरा सम्बन्ध है। श्री राम, श्री कृष्ण और श्री विश्वनाथ भारत के दिल के राजा हैं। घर घर इनकी चरचा है। श्री सोमनाथ जी के बारे में भारती जनता बहुत कम जानकारी रखती है, इसलिये भी इन स्थानों का फिर से उद्धार अपना एक खास महत्त्व रखता है।

“यहां कभी कभी यह बात कही जाती है कि यह साम्प्रदायिक सवाल है। पर इतिहास इस बात का गवाह है कि यह साम्प्रदायिक सवाल नहीं है। यह जीतने वाले और हारने वाले के बीच का सवाल है। अगर यूनियन कि (अंगरेजी भंडा) जा सकता है और उसकी जगह पर त्रंगा भंडा आ सकता है, अगर बाइसराय की जगह को राष्ट्रपति शोभा दे सकते हैं, तो इन गौरव वाले पवित्र स्थानों का फिर से उद्धार भी हो सकता है। अगर भारत सरकार देख देख में एक हजार बरस पहले के विजेता (जीतने वाले) के जरिये बरबाद किये गए सोमनाथ जी के मन्दिर का उद्धार मुमकिन है, तो फिर उत्तर प्रदेश के इन तीनों स्थानों के फिर से उद्धार में रुकावट क्यों कर होगी?

“सवाल महत्त्व का है। उसको जितना जल्दी हल किया जाय, उतना ही अच्छा है। हमें श्री सोमनाथ जी के मन्दिर का फिर से उद्धार देखकर जितनी खुशी होती है, उतनी ही हम महान तीर्थ स्थानों से लापरवाही देखकर बेचैनी होती है।”

खुद किया और फिर आपकी देखा देखी आप के पास रहने वाले और आप के भक्त भी करने लगे। कुछ न कुछ यह हवा सारे देश में फैल गई। बापू, यह सुनकर आप को कितनी खुशी होगी कि ऐसे अनेकों बाल गांधी पैदा हो गए हैं जिन्होंने मेहतर के काम में पुरतहा पुरत के मेहतरों को कहीं पीछे छोड़ दिया है। और वह बाल गांधी ऐसे कुल के हैं जिनके कुल में मेहतर की परछाई से भी खून हो जाती थी। आखिर जब मेहतर अपना काम छोड़ेंगे तो उनका काम अपनाने के लिये कोई और होना ही चाहिये। और बापू यह सुन कर आप को बड़ी ख़शी होगी कि यह नए मेहतर बाल गांधी इस मेहतर के काम के बदले में एक पैसा भी नहीं लेते। कोई अखबार में उनकी तस्वीर देदे, यह तस्वीर खेंचने वाला जाने। कोई उन्हें म्युनिसपलटी के लिये वोट दे दे, यह बोटर जाने। कोई उन्हें सूबा कांग्रेस कमेटी का सभापति चुन दे, यह कांग्रेसी मेम्बर जाने, कोई उन्हें मिनिस्टर चुन दे, यह कानून सभा जाने। कोई उन्हें 8000 तनखाह और मोटर देदे, तो यह विधान की लाल किताब जाने। और अगर अब उन से कोई मेहतर का काम न ले तो यह काम लेने वाले जानें, बोलिये बापू, इन बाल गांधियों से आप और क्या चाहते हैं। आप सोचिये तो सही, आप भी तो दुनिया भर की फ़िकर, दुनिया भर के सुबार और अनगिनत संकट अपने कंधों पर संभाल बैठे थे। आप ने भूल की या आप ने ठीक किया यह आप जानें। पर यह बाल गांधी तो एक वक़्त में एक ही काम संभाल सकते हैं। अब जब आप के बराबर हो जायेंगे तब शायद आप के जितना बोझ संभाल सकें, हो सकता है उस वक़्त के लिये बोझ ही न रह जाय ! यह उनकी किस्मत !

बापू, आप के नाम पर मरने वाले यह बाल गांधी क्या बड़े होकर इतने किस्मत वाले भी न निकलेंगे कि इन बोझों से बचे रहें !

बापू, अब तो आप की दूर तक पहुँच है। इन बाल गांधियों के हक़ में दुआ कीजिये।

—भगवान दीन

“अच्छा की कसौटी यह है कि अपना फर्ज अच्छा करने के बाद जो कुछ भी भला या बुरा नतीजा हो, इनसान उसे मानले। सुख आए या दुख आए, उसके लिये सब बराबर होना चाहिये।”

—महात्मा गांधी

خود کھا اور پھر آپ کی دیکھا دیکھی آپ کے پاس رہنے والے اور آپکے بہکت بھی کرتے تھے۔ کچھ نہ کچھ یہ ہوا سارے دیس میں پھیل گئی۔ باپو، یہ سنکر آپ کو کتنی خوشی ہوئی کہ ایسے انہوں نے بال گاندھی پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے مہتر کے کام میں پستہ پست کے مہتروں کو کہیں پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اور وہ بال گاندھی ایسے کل کے ہیں جن کے کل میں مہتر کی پرچھائوں سے بھی چھوت ہو جاتی تھی۔ آخر جب مہتر اپنا کام چھوڑینگے تو انکا کام ایلانے کے لئے کوئی اور ہونا ہی چاہئے۔ اور باپو یہ سنکر آپکو بڑی خوشی ہوئی کہ یہ نئے مہتر بال گاندھی اس مہتر کے کام کے بدلے میں ایک پوسہ بھی نہیں لیتے۔ کوئی اخبار میں ان کی تصویر دے دے، یہ تصویر کوئیلچلے والا جائے۔ کوئی انہیں مونسپلٹی کے لئے ووٹ دے دے، یہ ووٹر جائے۔ کوئی انہیں صوبہ کانگریس کمیٹی کا سہایتی جن دے، یہ کانگریسی ممبر جائے، کوئی انہیں منسٹر جن دے، یہ قانون سبھا جائے، کوئی انہیں 3000 تانخواہ اور موٹر دے دے، تو یہ ودھان کی لال کتاب جائے۔ اور اگر اب ان سے کوئی مہتر کا کام نہ لے تو یہ کام لوٹنے والے جانیں۔ ہولئے باپو، ان بال گاندھیوں سے آپ اور کیا چاہتے ہیں۔ آپ سوچئے تو سہی، آپ بھی تو دنیا بھر کی فکر، دنیا بھر کے سدھار اور ان گنت چھلچھلت ایلے گندھوں پر سنبھال ہوئے تھے۔ آپ نے بھول کی یا آپ نے تھیک کھا یہ آپ جانیں۔ پر یہ بال گاندھی تو ایک وقت میں ایک ہی کام سنبھال سکتے ہیں۔ اب جب آپ کے برابر ہو جائینگے تب شاید آپ کے جتنی بوجھ سنبھال سکیں۔ ہو سکتا ہے اُس وقت کے لئے بوجھ ہی نہ رہ جائے ! یہ ان کی قسمت ! باپو، آپکے نام پر مرنے والے یہ بال گاندھی کھا بڑے ہوکر ایلے قسمت والے بھی نہ نکلیں گے کہ ان پرچھوں سے بچے رہیں !

باپو، آپ تو آپ کی دور تک پہنچے ہیں۔ ان بال گاندھیوں کے حق میں دعا کہجئے۔

—بھگوان دین

”شردھا کی کسوٹی یہ ہے کہ اپنا فرض ادا کرنے کے بعد جو کچھ بھی بھلا یا برا نہ بچے ہو، انسان اُسے مان لے۔ سکھ آئے یا دکھ آئے، اُس کے لئے سب برابر ہونا چاہئے۔“

—مہاتما گاندھی

جیسے شراہبندی، گھبراہٹ کا جذبہ، لڑکیوں کا جاکھڑا ہونا، کسانوں کا زمین پر ہلکا باپ، اگر کسی دن سچ یہ حال سرکار ایسا کر بیٹھتی تب کہا ہوگا ! بابو! آپ تو مسکرا رہے ہیں۔ ہمارا دم نکلا جا رہا ہے۔ آپ نے تو بڑے بڑے اہلکار، معاملے سلجھائے ہیں تو مسکرائیں گے ہی۔ پر ہم تو اچھے ہیں اور اچھے کئے ہیں اور ہم نے ایسی اچھلتی کہاں سلجھائی ہیں۔ آپ ہم پر ہنس رہے ہیں۔ کوئی راہ بتائیے، یہ آپ کی سبوت اور اہلسا کی بات تو ہم سے مدد کی نہیں۔ کوئی اور نسخہ بتائیے جس میں یہ دونوں درائیں تو بالکل نہ ہوں۔

بابو! ان بال گندھوں کی نظر میں تو آپ اسی دن سے مہاتما ہیں جس دن آپ نے جنم لیا۔ اس لئے یہ آپ کے بچپن کی کسی بھی بات کی نقل کر کے آپ کو بابو ماننے لگتے ہیں۔ اور جس کام کو آپ کبھی بھول سے ایک دن کر ڈالا اُسے یہ برسوں کرنے کے آپ کو حقدار سمجھتے ہیں۔ اور جب آپ کو یہ مہاتما سمجھتے ہیں تو ایسا کرنے کے حقدار بھی ہیں۔ یہاں ہمیں شمع سعدی کی کہی ہوئی ایک بات یاد آگئی۔

بابو! ایک دن ایک بادشاہ جنگل میں شکار کھیل رہا تھا۔ جب اُس کے لئے جنگل میں کہاں پہلے لگا تو معلوم ہوا ساتھ میں نمک بالکل نہیں ہے۔ بادشاہ نے پاس لگے گاؤں سے نمک لانے کے لئے ایک آدمی بھیجا اور اُسے ہدایت کی، دیکھو! پیسہ دے کر نمک لانا۔ درباری لوگ یہ سن کر ہنس پڑے۔ بادشاہ نے پوچھا، ہنس کر کہیں ہو۔ درباریوں نے جواب دیا، حضور ذرا سا نمک لانا ہے پیسے دیئے کی کہا ضرورت اور گاؤں والے پیسہ لہنگے بھی رکب؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ یاد رکھو! اگر بادشاہ رعیت کے باغ سے ایک سبب توڑ کر کھا لے تو بادشاہ کے نوکر چاکر پھٹ کر پھٹ کر اٹھ کر لہنگے۔ اسی طرح اگر بادشاہ آدھے اندھے کا ظلم ٹھیک سمجھے تو اُس کے درباری لوگ سیکڑوں مرفوں کو کہاں بگاڑ کر کھا جائیں گے۔ یاد رکھو! ظلم کی جو ہمت چھوٹی ہوتی ہے پر اُس کا پیر ساری دنیا کھیر لیتا ہے۔ ہاں! تو بابو! یہ بال گندھی آپ کی ایک ایک بات کو خوب کھینچ کر اپناتے ہیں اور آپ کو بابو سمجھتے ہیں اور چاہے کہتے نہ ہوں، من میں تو یہ آپ کو آپ سے برا سمجھتے ہیں۔

بابو! ایک دن آپ نے آپ کا چرخہ اپنا رکھا ہے۔ اور ایسا اپنا رکھا ہے کہ وہ چرخہ چلانے کے سوائے ہاتھ کا اور کوئی کام نہیں کرتے۔ اور چرخہ بھی وہ دن میں کھلتے دو گھنٹے سے زیادہ نہیں چلاتے۔ بالی وقت گھٹا کے پوہلے اور کیرتن میں خدج کرتے ہیں۔ بابو! ایک دن ہم ایسے ایک آشرم میں جا نکلے۔ اُس آشرم میں سب اونچے

بابو! ایک دن ایک بادشاہ جنگل میں شکار کھیل رہا تھا۔ جب اُس کے لئے جنگل میں کہاں پہلے لگا تو معلوم ہوا ساتھ میں نمک بالکل نہیں ہے۔ بادشاہ نے پاس لگے گاؤں سے نمک لانے کے لئے ایک آدمی بھیجا اور اُسے ہدایت کی، دیکھو! پیسہ دے کر نمک لانا۔ درباری لوگ یہ سن کر ہنس پڑے۔ بادشاہ نے پوچھا، ہنس کر کہیں ہو۔ درباریوں نے جواب دیا، حضور ذرا سا نمک لانا ہے پیسے دیئے کی کہا ضرورت اور گاؤں والے پیسہ لہنگے بھی رکب؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ یاد رکھو! اگر بادشاہ رعیت کے باغ سے ایک سبب توڑ کر کھا لے تو بادشاہ کے نوکر چاکر پھٹ کر پھٹ کر اٹھ کر لہنگے۔ اسی طرح اگر بادشاہ آدھے اندھے کا ظلم ٹھیک سمجھے تو اُس کے درباری لوگ سیکڑوں مرفوں کو کہاں بگاڑ کر کھا جائیں گے۔ یاد رکھو! ظلم کی جو ہمت چھوٹی ہوتی ہے پر اُس کا پیر ساری دنیا کھیر لیتا ہے۔ ہاں! تو بابو! یہ بال گندھی آپ کی ایک ایک بات کو خوب کھینچ کر اپناتے ہیں اور آپ کو بابو سمجھتے ہیں اور چاہے کہتے نہ ہوں، من میں تو یہ آپ کو آپ سے برا سمجھتے ہیں۔

بابو! ایک دن ایک بادشاہ جنگل میں شکار کھیل رہا تھا۔ جب اُس کے لئے جنگل میں کہاں پہلے لگا تو معلوم ہوا ساتھ میں نمک بالکل نہیں ہے۔ بادشاہ نے پاس لگے گاؤں سے نمک لانے کے لئے ایک آدمی بھیجا اور اُسے ہدایت کی، دیکھو! پیسہ دے کر نمک لانا۔ درباری لوگ یہ سن کر ہنس پڑے۔ بادشاہ نے پوچھا، ہنس کر کہیں ہو۔ درباریوں نے جواب دیا، حضور ذرا سا نمک لانا ہے پیسے دیئے کی کہا ضرورت اور گاؤں والے پیسہ لہنگے بھی رکب؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ یاد رکھو! اگر بادشاہ رعیت کے باغ سے ایک سبب توڑ کر کھا لے تو بادشاہ کے نوکر چاکر پھٹ کر پھٹ کر اٹھ کر لہنگے۔ اسی طرح اگر بادشاہ آدھے اندھے کا ظلم ٹھیک سمجھے تو اُس کے درباری لوگ سیکڑوں مرفوں کو کہاں بگاڑ کر کھا جائیں گے۔ یاد رکھو! ظلم کی جو ہمت چھوٹی ہوتی ہے پر اُس کا پیر ساری دنیا کھیر لیتا ہے۔ ہاں! تو بابو! یہ بال گندھی آپ کی ایک ایک بات کو خوب کھینچ کر اپناتے ہیں اور آپ کو بابو سمجھتے ہیں اور چاہے کہتے نہ ہوں، من میں تو یہ آپ کو آپ سے برا سمجھتے ہیں۔

بابو! ایک دن ایک بادشاہ جنگل میں شکار کھیل رہا تھا۔ جب اُس کے لئے جنگل میں کہاں پہلے لگا تو معلوم ہوا ساتھ میں نمک بالکل نہیں ہے۔ بادشاہ نے پاس لگے گاؤں سے نمک لانے کے لئے ایک آدمی بھیجا اور اُسے ہدایت کی، دیکھو! پیسہ دے کر نمک لانا۔ درباری لوگ یہ سن کر ہنس پڑے۔ بادشاہ نے پوچھا، ہنس کر کہیں ہو۔ درباریوں نے جواب دیا، حضور ذرا سا نمک لانا ہے پیسے دیئے کی کہا ضرورت اور گاؤں والے پیسہ لہنگے بھی رکب؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ یاد رکھو! اگر بادشاہ رعیت کے باغ سے ایک سبب توڑ کر کھا لے تو بادشاہ کے نوکر چاکر پھٹ کر پھٹ کر اٹھ کر لہنگے۔ اسی طرح اگر بادشاہ آدھے اندھے کا ظلم ٹھیک سمجھے تو اُس کے درباری لوگ سیکڑوں مرفوں کو کہاں بگاڑ کر کھا جائیں گے۔ یاد رکھو! ظلم کی جو ہمت چھوٹی ہوتی ہے پر اُس کا پیر ساری دنیا کھیر لیتا ہے۔ ہاں! تو بابو! یہ بال گندھی آپ کی ایک ایک بات کو خوب کھینچ کر اپناتے ہیں اور آپ کو بابو سمجھتے ہیں اور چاہے کہتے نہ ہوں، من میں تو یہ آپ کو آپ سے برا سمجھتے ہیں۔

بابو! ایک دن ایک بادشاہ جنگل میں شکار کھیل رہا تھا۔ جب اُس کے لئے جنگل میں کہاں پہلے لگا تو معلوم ہوا ساتھ میں نمک بالکل نہیں ہے۔ بادشاہ نے پاس لگے گاؤں سے نمک لانے کے لئے ایک آدمی بھیجا اور اُسے ہدایت کی، دیکھو! پیسہ دے کر نمک لانا۔ درباری لوگ یہ سن کر ہنس پڑے۔ بادشاہ نے پوچھا، ہنس کر کہیں ہو۔ درباریوں نے جواب دیا، حضور ذرا سا نمک لانا ہے پیسے دیئے کی کہا ضرورت اور گاؤں والے پیسہ لہنگے بھی رکب؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ یاد رکھو! اگر بادشاہ رعیت کے باغ سے ایک سبب توڑ کر کھا لے تو بادشاہ کے نوکر چاکر پھٹ کر پھٹ کر اٹھ کر لہنگے۔ اسی طرح اگر بادشاہ آدھے اندھے کا ظلم ٹھیک سمجھے تو اُس کے درباری لوگ سیکڑوں مرفوں کو کہاں بگاڑ کر کھا جائیں گے۔ یاد رکھو! ظلم کی جو ہمت چھوٹی ہوتی ہے پر اُس کا پیر ساری دنیا کھیر لیتا ہے۔ ہاں! تو بابو! یہ بال گندھی آپ کی ایک ایک بات کو خوب کھینچ کر اپناتے ہیں اور آپ کو بابو سمجھتے ہیں اور چاہے کہتے نہ ہوں، من میں تو یہ آپ کو آپ سے برا سمجھتے ہیں۔

बबरा उठती है और कभी बौलसा जाती है. और बापू, सरकार भी क्या करे, वह ही कौन सौ बरस की बुढ़ी, या तीस पैंतीस की अंधेड़, या अठ्ठारह बरस की जवान है! उसकी भी तो उमर लेवेके चार बरस या इस से कुछ ऊपर है।

बापू, यह तीन तीन बरस के गांधी बड़ी जल्दी भूक हड़ताल पर उतर आते हैं. आप तो भूक सत्याग्रह को आखिरी हथियार मानते थे और उसको सबसे पैना और बड़ा हथियार समझते थे. पर यह बाल गांधी तो हर दम उसी हथियार को बांधे फिरते हैं. और छोटा मोटा नहीं आमरण अनशन की हट कर के बैठ जाते हैं. इससे तो हमारी सरकार और भी बबरा जाती है. बापू इन बाल गांधियों का यह काम नहीं कि वह यह सोचते फिरें कि सत्याग्रह क्या चीज है? सत्य किसे कहते हैं? राजकाजी जरूरत और चीज होती है, सत्य बिलकुल दूसरी चीज है? आग्रह सत्य पर किया जाता है. राजकाजी जरूरतों पर आग्रह कर बैठना सत्याग्रह नहीं दुराग्रह होता है. इस बात से उन्हें क्या लेना देना. और बाल गांधियों को ऐसा कभी सोचना भी नहीं चाहिये. अगर वह ऐसा सोचने लगें तो उनके आगे बढ़ने का रास्ता ही रुक जाय.

बापू, आजकल आमरण अनशनों की बहार आ रही है. आप का यह एक एक गुण एक एक आदमी में अलग अलग अपने अपने तरीके से फल फूट रहा है. यह देख कर तो आपकी बाजें खिल जाती होंगी और आप फूले न समाते होंगे. कभी कोई इस बात को लेकर भूकों मरने को तैयार हो जाता है कि इधर जब तक रेल नहीं निकलेगी मैं खाना नहीं खाऊंगा, कोई नहर निकलने की बात पर हट कर बैठता है, कोई भाशा वार सूबों के न बनने पर मरने को तैयार हो जाता है, कोई कालिज की फीस कम कराने के लिये खाना छोड़ बैठता है. कोई बरखास्त होने पर फिर अपनी जगह पाने के लिये डट जाता है. खुलासा यह कि आज कल हर काम पूरा कराने के लिये भूके मरने के हथियार से काम लिया जाता है. इन बाल गांधियों से कोई स्वार्थ और परमार्थ के समझने की आशा भी क्या करे! और इनको समझाने को भी कौन तैयार हो! हां, अगर कोई इन सब बाल लीलाओं को देख कर मुस्कराने वाला इनकी पीठ ठोक कर इनकी हिम्मत बंधाने वाला होता तो यह बाल गांधी आप ही उधम का रस लेते और बाल सरकार भी इनकी लीलाओं पर बौलसाहट का तमाशा न दिखाती.

बापू, हमें तो यह डर लगा हुआ है कि कहीं किसी दिन यह बाल सरकार आमरण सत्याग्रह न कर बैठे. और इस सत्याग्रह के लिये ऐसे ही दो चार विशय हो सकते हैं.

कहना अंतिम है और कभी बोकहा जाती है. और बापू सरकार भी क्या करे, वे ही कौन सौ बरस की बुढ़ी, या तीस पैंतीस की अंधेड़, या अठ्ठारह बरस की जवान है! उसकी भी तो उमर लेवेके चार बरस या इस से कुछ ऊपर है!

बापू, ये तब नौ नौ बरस के गंदही बड़ी जल्दी भूक होना प्र अंत आते हैं. आप तो भूक सत्याग्रह को आखिरी हथियार मानते थे और उसको सबसे पैना और बड़ा हथियार समझते थे. पर ये बाल गांधी तो हर दम उसी हथियार को बान्धे फिरते हैं. और चोटों मोठा नहीं आमरण अनशन की हट कर के बैठ जाते हैं. इससे तो हमारी सरकार और भी बबरा जाती है. बापू इन बाल गांधियों का यह काम नहीं कि वह यह सोचते फिरें कि सत्याग्रह क्या चीज है? सत्य किसे कहते हैं? राजकाजी जरूरत और चीज होती है, सत्य बिलकुल दूसरी चीज है? आग्रह सत्य पर किया जाता है. राजकाजी जरूरतों पर आग्रह कर बैठना सत्याग्रह नहीं दुराग्रह होता है. इस बात से उन्हें क्या लेना देना. और बाल गांधियों को ऐसा कभी सोचना भी नहीं चाहिये. अगर वह ऐसा सोचने लगें तो उनके आगे बढ़ने का रास्ता ही रुक जाय.

बापू, आज कल आमरण अनशनों की बहार आ रही है. आप का यह एक एक गुण एक एक आदमी में अलग अलग अपने अपने तरीके से फल फूट रहा है. यह देख कर तो आपकी बाजें खिल जाती होंगी और आप फूले न समाते होंगे. कभी कोई इस बात को लेकर भूकों मरने को तैयार हो जाता है कि इधर जब तक रेल नहीं निकलेगी मैं खाना नहीं खाऊंगा, कोई नहर निकलने की बात पर हट कर बैठता है, कोई भाशा वार सूबों के न बनने पर मरने को तैयार हो जाता है, कोई कालिज की फीस कम कराने के लिये खाना छोड़ बैठता है. कोई बरखास्त होने पर फिर अपनी जगह पाने के लिये डट जाता है. खुलासा यह कि आज कल हर काम पूरा कराने के लिये भूके मरने के हथियार से काम लिया जाता है. इन बाल गांधियों से कोई स्वार्थ और परमार्थ के समझने की आशा भी क्या करे! और इनको समझाने को भी कौन तैयार हो! हां, अगर कोई इन सब बाल लीलाओं को देख कर मुस्कराने वाला इनकी पीठ ठोक कर इनकी हिम्मत बंधाने वाला होता तो यह बाल गांधी आप ही उधम का रस लेते और बाल सरकार भी इनकी लीलाओं पर बौलसाहट का तमाशा न दिखाती.

बापू, हमें तो यह डर लगा हुआ है कि कहीं किसी दिन यह बाल सरकार आमरण सत्याग्रह न कर बैठे. और इस सत्याग्रह के लिये ऐसे ही दो चार विशय हो सकते हैं.

جائے، اس کو عمر لہو کی سزا دی جائے، اس کو پھانسی کے تختے پر لٹا دیا جائے، اس کو تھوڑے تھوڑے سے بھلدا جائے یا یہ کہ اس کو آدھا زمین میں دفن کر کے اس پر کچے چھوڑ دئے جائیں۔ اور پھر ہاپو، یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ جب بادشاہ اکبر نے یہی سوال ہیریل سے پوچھا تو ہیریل نے یہ جواب دیا تھا کہ نہیں، اس بادشاہ کی داڑھی پکڑنے والے کو مٹھائی کھلائی جائے۔ اور یہ جواب سن کر سارے درباری ہلکے ہلکے رہ گئے تھے، اور بادشاہ یہ جواب سن کر مسکرا دئے تھے۔ پھر درباری کہا پھر بھی کچھ سمجھ پائے تھے؟ آخر ہیریل کو ہی ان بھوتوں کو سمجھانا پڑا تھا کہ بادشاہ کے بچنے کے سوا کون ہو سکتا ہے جو بادشاہ کی داڑھی پکڑے اور وہ گرد میں بٹھاکر بڑے پھار کے ساتھ سوائے مٹھائی کے اور کس بات کا مستحق ہو سکتا ہے۔

ہاپو، ٹیک ایسی طرح سے آج کوئی معمولی امیرزادہ اپنے دوستوں سے یہ پوچھ رہا تھا کہ اگر میری عورت کو کوئی حلوائی کے ہاتھ چار آئے میں بوج کر چلیبی کھانے کی بات کہہ رہا تھا تو اس کے ساتھ میں کیا کرتا کروں۔ اور اس کے ناسمجھ دوست کچھ ایسی ہی سزا تجویز کر رہے تھے جیسی اکبر کے درباریوں نے کی تھی۔ اور مشکل یہ ہی کوئی ایک ایسا نیکلے گا جو ہیریل جیسا تھا اور چست جواب دے سکے۔ اور ہاپو اگر آج آپ ہندوستان کے چوٹی کے سمجھداروں سے کہیں یہ سوال کر رہے ہوں کہ اگر کوئی بھارت، مانا کو امریکہ کے ہاتھ کچھ موٹروں اور بڑے بڑے مکانوں کے لوبہ میں آکر گوری رکھنے کی بات سوچ رہا تھا تو اس کو کھاسزا دی جائے۔ تو کیا عجیب سارے چوٹی کے نہتے، اپنی سمجھ کو دھتکتا ہوا ایک آواز میں چلا رہے ہیں کہ ایسے آدمی کو فوراً گولی سے مار دینا چاہئے۔ اور جب جیسے ہی ان کے اس فہم کی چلاکت ختم ہو تب دیکھیں کہ ان کے سیدھا سادا آدمی یہ کہہ رہے ہیں کہ نہیں، اس کو تو پچکار کر گوری لے لینا چاہئے اور اس کی اس ہمت پر اس کی بلانہیں لہنی چاہئے۔ تو ہاپو اس وقت سوائے آپ کے کون مسکرائے گا۔ چوٹی کے نہتے تو آگ پہلا ہو کر ایسی صلح دینے والے کے اوپر کوہ پڑیں گے اور نہ جانے اس کا کیا حال کر دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ ہاپو، یہ تو آپ ہی سمجھتے ہیں کہ آخر تین برس کے گاندھی کے سوائے اور کون ایسی بات بوجھ سکتا ہے۔

ہاپو، تھوڑکے ایسی طرح سے آج کوئی معمولی امیرزادہ اپنے دوستوں سے یہ پوچھ رہا تھا کہ اگر میری عورت کو کوئی حلوائی کے ہاتھ چار آئے میں بوج کر چلیبی کھانے کی بات کہہ رہا تھا تو اس کے ساتھ میں کیا کرتا کروں۔ اور اس کے ناسمجھ دوست کچھ ایسی ہی سزا تجویز کر رہے تھے جیسی اکبر کے درباریوں نے کی تھی۔ اور مشکل یہ ہی کوئی ایک ایسا نیکلے گا جو ہیریل جیسا تھا اور چست جواب دے سکے۔ اور ہاپو اگر آج آپ ہندوستان کے چوٹی کے سمجھداروں سے کہیں یہ سوال کر رہے ہوں کہ اگر کوئی بھارت، مانا کو امریکہ کے ہاتھ کچھ موٹروں اور بڑے بڑے مکانوں کے لوبہ میں آکر گوری رکھنے کی بات سوچ رہا تھا تو اس کو کھاسزا دی جائے۔ تو کیا عجیب سارے چوٹی کے نہتے، اپنی سمجھ کو دھتکتا ہوا ایک آواز میں چلا رہے ہیں کہ ایسے آدمی کو فوراً گولی سے مار دینا چاہئے۔ اور جب جیسے ہی ان کے اس فہم کی چلاکت ختم ہو تب دیکھیں کہ ان کے سیدھا سادا آدمی یہ کہہ رہے ہیں کہ نہیں، اس کو تو پچکار کر گوری لے لینا چاہئے اور اس کی اس ہمت پر اس کی بلانہیں لہنی چاہئے۔ تو ہاپو اس وقت سوائے آپ کے کون مسکرائے گا۔ چوٹی کے نہتے تو آگ پہلا ہو کر ایسی صلح دینے والے کے اوپر کوہ پڑیں گے اور نہ جانے اس کا کیا حال کر دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ ہاپو، یہ تو آپ ہی سمجھتے ہیں کہ آخر تین برس کے گاندھی کے سوائے اور کون ایسی بات بوجھ سکتا ہے۔

ہاپو، تھوڑکے ایسی طرح سے آج کوئی معمولی امیرزادہ اپنے دوستوں سے یہ پوچھ رہا تھا کہ اگر میری عورت کو کوئی حلوائی کے ہاتھ چار آئے میں بوج کر چلیبی کھانے کی بات کہہ رہا تھا تو اس کے ساتھ میں کیا کرتا کروں۔ اور اس کے ناسمجھ دوست کچھ ایسی ہی سزا تجویز کر رہے تھے جیسی اکبر کے درباریوں نے کی تھی۔ اور مشکل یہ ہی کوئی ایک ایسا نیکلے گا جو ہیریل جیسا تھا اور چست جواب دے سکے۔ اور ہاپو اگر آج آپ ہندوستان کے چوٹی کے سمجھداروں سے کہیں یہ سوال کر رہے ہوں کہ اگر کوئی بھارت، مانا کو امریکہ کے ہاتھ کچھ موٹروں اور بڑے بڑے مکانوں کے لوبہ میں آکر گوری رکھنے کی بات سوچ رہا تھا تو اس کو کھاسزا دی جائے۔ تو کیا عجیب سارے چوٹی کے نہتے، اپنی سمجھ کو دھتکتا ہوا ایک آواز میں چلا رہے ہیں کہ ایسے آدمی کو فوراً گولی سے مار دینا چاہئے۔ اور جب جیسے ہی ان کے اس فہم کی چلاکت ختم ہو تب دیکھیں کہ ان کے سیدھا سادا آدمی یہ کہہ رہے ہیں کہ نہیں، اس کو تو پچکار کر گوری لے لینا چاہئے اور اس کی اس ہمت پر اس کی بلانہیں لہنی چاہئے۔ تو ہاپو اس وقت سوائے آپ کے کون مسکرائے گا۔ چوٹی کے نہتے تو آگ پہلا ہو کر ایسی صلح دینے والے کے اوپر کوہ پڑیں گے اور نہ جانے اس کا کیا حال کر دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ ہاپو، یہ تو آپ ہی سمجھتے ہیں کہ آخر تین برس کے گاندھی کے سوائے اور کون ایسی بات بوجھ سکتا ہے۔

ہاپو، تھوڑکے ایسی طرح سے آج کوئی معمولی امیرزادہ اپنے دوستوں سے یہ پوچھ رہا تھا کہ اگر میری عورت کو کوئی حلوائی کے ہاتھ چار آئے میں بوج کر چلیبی کھانے کی بات کہہ رہا تھا تو اس کے ساتھ میں کیا کرتا کروں۔ اور اس کے ناسمجھ دوست کچھ ایسی ہی سزا تجویز کر رہے تھے جیسی اکبر کے درباریوں نے کی تھی۔ اور مشکل یہ ہی کوئی ایک ایسا نیکلے گا جو ہیریل جیسا تھا اور چست جواب دے سکے۔ اور ہاپو اگر آج آپ ہندوستان کے چوٹی کے سمجھداروں سے کہیں یہ سوال کر رہے ہوں کہ اگر کوئی بھارت، مانا کو امریکہ کے ہاتھ کچھ موٹروں اور بڑے بڑے مکانوں کے لوبہ میں آکر گوری رکھنے کی بات سوچ رہا تھا تو اس کو کھاسزا دی جائے۔ تو کیا عجیب سارے چوٹی کے نہتے، اپنی سمجھ کو دھتکتا ہوا ایک آواز میں چلا رہے ہیں کہ ایسے آدمی کو فوراً گولی سے مار دینا چاہئے۔ اور جب جیسے ہی ان کے اس فہم کی چلاکت ختم ہو تب دیکھیں کہ ان کے سیدھا سادا آدمی یہ کہہ رہے ہیں کہ نہیں، اس کو تو پچکار کر گوری لے لینا چاہئے اور اس کی اس ہمت پر اس کی بلانہیں لہنی چاہئے۔ تو ہاپو اس وقت سوائے آپ کے کون مسکرائے گا۔ چوٹی کے نہتے تو آگ پہلا ہو کر ایسی صلح دینے والے کے اوپر کوہ پڑیں گے اور نہ جانے اس کا کیا حال کر دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ ہاپو، یہ تو آپ ہی سمجھتے ہیں کہ آخر تین برس کے گاندھی کے سوائے اور کون ایسی بات بوجھ سکتا ہے۔

ہاپو، تھوڑکے ایسی طرح سے آج کوئی معمولی امیرزادہ اپنے دوستوں سے یہ پوچھ رہا تھا کہ اگر میری عورت کو کوئی حلوائی کے ہاتھ چار آئے میں بوج کر چلیبی کھانے کی بات کہہ رہا تھا تو اس کے ساتھ میں کیا کرتا کروں۔ اور اس کے ناسمجھ دوست کچھ ایسی ہی سزا تجویز کر رہے تھے جیسی اکبر کے درباریوں نے کی تھی۔ اور مشکل یہ ہی کوئی ایک ایسا نیکلے گا جو ہیریل جیسا تھا اور چست جواب دے سکے۔ اور ہاپو اگر آج آپ ہندوستان کے چوٹی کے سمجھداروں سے کہیں یہ سوال کر رہے ہوں کہ اگر کوئی بھارت، مانا کو امریکہ کے ہاتھ کچھ موٹروں اور بڑے بڑے مکانوں کے لوبہ میں آکر گوری رکھنے کی بات سوچ رہا تھا تو اس کو کھاسزا دی جائے۔ تو کیا عجیب سارے چوٹی کے نہتے، اپنی سمجھ کو دھتکتا ہوا ایک آواز میں چلا رہے ہیں کہ ایسے آدمی کو فوراً گولی سے مار دینا چاہئے۔ اور جب جیسے ہی ان کے اس فہم کی چلاکت ختم ہو تب دیکھیں کہ ان کے سیدھا سادا آدمی یہ کہہ رہے ہیں کہ نہیں، اس کو تو پچکار کر گوری لے لینا چاہئے اور اس کی اس ہمت پر اس کی بلانہیں لہنی چاہئے۔ تو ہاپو اس وقت سوائے آپ کے کون مسکرائے گا۔ چوٹی کے نہتے تو آگ پہلا ہو کر ایسی صلح دینے والے کے اوپر کوہ پڑیں گے اور نہ جانے اس کا کیا حال کر دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ ہاپو، یہ تو آپ ہی سمجھتے ہیں کہ آخر تین برس کے گاندھی کے سوائے اور کون ایسی بات بوجھ سکتا ہے۔

وہاں کے کھیت باریک دیکھ کر دیکھ جائیں اور کھیتوں سے جو جوٹے چھوٹے دھبے ہوں ان میں سے کبھی ایک دھبہ یا دو دیا جائے تو وہ پانی پا کر کھیلے کا پتہ بن جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ پکا کھیل سب کا سب بوجھ ہوتا ہے۔ آپ کے شہید ہونے کے بعد ہمارا ایسا خیال ہے کہ ہندوستان کے چوٹی کے نہایتاں نے آپ کے اس پالنے بھرت سے بلے تن کے بارے میں بھی کچھ ایسا ہی اندازہ لگایا، اسی لئے انہوں نے آپ کی ہڈیوں کے پھول جگہ جگہ ندیوں میں قال دئے۔ اور ونوبا کے پرمدعام کے نیچے بہنے والی پونار ندی میں بھی ان میں سے کچھ ہڈیوں کو جگہ مل گئی۔ اور ہاپو، یہ سن کر تو تمہیں کتنی خوشی ہوگی کہ چوٹی کے نہایتاں کا اندازہ آپ کی مٹی پر رائے کے بارے میں بالکل ٹھیک نکلا ! ہاپو، تین برس کے اس عرصے میں ہندوستان نے کونے کونے میں ان غلت گاندھی پیدا ہوئے ہیں۔ عمر کے لحاظ سے تو وہ ابھی بچے ہیں کیونکہ تین برس کی عمر ہوتی ہی کہا ہے، لیکن یہ سن کر تو ہاپو آپ کو بے حد خوشی ہوگی کہ ان میں سے ہر ایک آپ کو ہاپو سمجھتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ دوسرے لوگ انہیں ہاپو کہہ کر نہیں پکارتے۔

ہاپو، کینی بال (آدم خور) بننا، अगर بुरی بات نہ ہو और समाज की दौड़ में पीछे ہٹنے والی بات نہ ہو، तो हम कहे देते हैं، हमारे मन में आज यह बात जरूर उठी कि अगर आपके शहीद होने के वक्त हम हिन्दुस्तानी केंनीबाल होते तो हम किसी न किसी तरह आपकी बुद्धि, आपका सत्य, आपकी अहिंसा हजम किये बिना न मानते. आपकी हिन्दुस्तान भर में फैलाई हुई राख के जरिये आपकी बुद्धि का या सत्य और अहिंसा का भी कुछ अंश हमारे हिस्से में आया है या नहीं यह हम नहीं कह सकते. पता नहीं ईश्वर का इसमें का भेद था कि हम आपकी राहात के वक्त केंनीबाल नहीं थे.

ہاپو، یہ ٹیک ہے کہ ابھی جیتنے گاंधी पैदा हुए हैं वह उमर में चाहे कितने बड़े क्यों न हों, गांधी बनने की उनकी उमर अभी तीन बरस नौ ही महीने की है. और उस उमर के लिहाज से वह जो कुछ कर रहे हैं वह इस क्राबिल जरूर है कि उनको बढ़ावा दिया जाय और उनकी हिम्मत बढ़ाई जाय. और इसमें شک नहीं कि आप जहां भी होंगे वहां से ऐसा जरूर कर रहे होंगे.

ہاپو، اب آپ سے تو ہم کیا کہیں، آپ کو تو بادشاہ اکبر کی وہ بات معلوم ہی ہے جس وقت اس نے اپنے درباریوں سے یہ سوال کیا کہ اگر کوئی ہماری داڑھی پکڑ لے تو اس کا ہم کیا کریں۔ اور درباریوں نے جو جواب دیا تھا وہ بھی آپ کو معلوم ہے۔ ان ناسمجھوں نے بھی تو جواب دیا تھا کہ اس کو بہت کی سزا دی

جس کے بہت باریک کردئے جائیں اور کتلیے سے چھوٹے چھوٹے دھبے ہوں ان میں سے کبھی ایک دھبہ یا دو دیا جائے تو وہ پانی پا کر کھیلے کا پتہ بن جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ پکا کھیل سب کا سب بوجھ ہوتا ہے۔ آپ کے شہید ہونے کے بعد ہمارا ایسا خیال ہے کہ ہندوستان کے چوٹی کے نہایتاں نے آپ کے اس پالنے بھرت سے بلے تن کے بارے میں بھی کچھ ایسا ہی اندازہ لگایا، اسی لئے انہوں نے آپ کی ہڈیوں کے پھول جگہ جگہ ندیوں میں قال دئے۔ اور ونوبا کے پرمدعام کے نیچے بہنے والی پونار ندی میں بھی ان میں سے کچھ ہڈیوں کو جگہ مل گئی۔ اور ہاپو، یہ سن کر تو تمہیں کتنی خوشی ہوگی کہ چوٹی کے نہایتاں کا اندازہ آپ کی مٹی پر رائے کے بارے میں بالکل ٹھیک نکلا ! ہاپو، تین برس کے اس عرصے میں ہندوستان نے کونے کونے میں ان غلت گاندھی پیدا ہوئے ہیں۔ عمر کے لحاظ سے تو وہ ابھی بچے ہیں کیونکہ تین برس کی عمر ہوتی ہی کہا ہے، لیکن یہ سن کر تو ہاپو آپ کو بے حد خوشی ہوگی کہ ان میں سے ہر ایک آپ کو ہاپو سمجھتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ دوسرے لوگ انہیں ہاپو کہہ کر نہیں پکارتے۔

ہاپو، کھلی بال (آدم خور) بننا، اگر بری بات نہ ہو اور سماج کی دروڑ میں پیچھے ہٹنے والی بات نہ ہو، تو ہم کہہ دیتے ہیں، ہمارے من میں آج یہ بات ضرور اُٹھی کہ اگر آپ کے شہید ہونے کے وقت ہم ہندوستانی کھلی بال ہوتے تو ہم کسی نہ کسی طرح آپ کی بدھی، آپکا ستھ، آپ کی اہلسا ہضم کئے بنا نہ مانتے۔ آپ کی ہندوستان بھر میں پھیلانی ہوئی رائے کے ذریعے آپ کی بدھی کا یا ستھ اور اہلسا کا بھی کچھ انہیں ہمارے حصے میں آیا ہے یا نہیں یہ ہم نہیں کہہ سکتے۔ پتہ نہیں ایشور کا اس میں کیا بھید تھا کہ ہم آپ کی شہادت کے وقت کھلی بال نہیں تھے۔

ہاپو، یہ ٹھیک ہے کہ ابھی جیتنے گاंधी पैदा हुए हैं وہ उमर में चाहे कितने बड़े क्यों न हों, गांधी बनने की उनकी उमर अभी तीन बरस नौ ही महीने की है. और उस उमर के लिहाज से वह जो कुछ कर रहे हैं वह इस क्राबिल जरूर है कि उनको बढ़ावा दिया जाय और उनकी हिम्मत बढ़ाई जाय. और इसमें شک नहीं कि आप जहां भी होंगे वहां से ऐसा जरूर कर रहे होंगे.

ہاپو، اب آپ سے تو ہم کیا کہیں، آپ کو تو بادشاہ اکبر کی وہ بات معلوم ہی ہے جس وقت اس نے اپنے درباریوں سے یہ سوال کیا کہ اگر کوئی ہماری داڑھی پکڑ لے تو اس کا ہم کیا کریں۔ اور درباریوں نے جو جواب دیا تھا وہ بھی آپ کو معلوم ہے۔ ان ناسمجھوں نے بھی تو جواب دیا تھا کہ اس کو بہت کی سزا دی

خوش کرنے کے لیے انہوں نے اس ہوسٹل کو زمینی دے دی تھی۔ لاکھوں روپیہ اس بھٹی سے کساتے ہیں۔ ہزاروں کانگریس کو چندہ دے دیتے ہیں۔ اُن سے بول ہی کون سکتا ہے۔ اُن دن مہستروں کی دھوت ہوتی رہتی ہے۔
 بولا اُن کے خلاف کس کی دال کل سکتی ہے۔“

”بہشتا چار تمام پھل لیا ہے، یہ صحیح ہے۔ لیکن ہائیکورٹ میں تو اپیل ہو سکتی ہے۔ وہاں تو تم اپنی لغدرستی اور سداچار کی دھائی دے کر انصاف مانگ سکتے ہو۔“ میں نے جیسے उसکی آڈیشن دूर کرنے کے لیے ضرورت سمجھاؤ پیش کرتے ہوئے کہا۔

”جی، ضرور! ہائی کورٹ قانون کے شब्दوں کو ماننا ہے، उसکی آتما کو نہیں۔ ہوسٹل کے بنانے سے پہلے یہ بھٹی یہاں تھی اس لیے اسے یہاں رہنا چاہیے۔ راتلی وہ لوگوں کی ہے جنہوں نے یہاں ہوسٹل بنوایا تھا۔ اس لیے ہائیکورٹ کا فیصلہ ہو جائے گا کہ اگر آپ چاہیں تو ہوسٹل دوسری جگہ کھسکا لیجئے آپ کو پوری آزادی ہے۔ اور تم جانتے ہو شراب کی بھٹی کے لیے جگہ مل سکتی ہے، ملدر مسجد بنانے کے لیے جگہ مل سکتی ہے، ہسپتال بھی کی فیکٹری کھولنے کے لیے جگہ مل سکتی ہے، سگریٹ کی فیکٹری کے لیے جگہ مل سکتی ہے، لیکن بیچارہوں کے ہوسٹل بنانے کے لیے جگہ نہیں مل سکتی، اسکول کھولنے کے لیے جگہ نہیں مل سکتی، جلتا کے واسطے اسپتال کھولنے کی جگہ نہیں مل سکتی، بھٹے کے لیے مکان بنانے کی جگہ نہیں مل سکتی۔ زمین تو کسی نہ کسی زمیندار کی ہی ہے۔ وہ دھن چاہتا ہے چلتا کا فائدہ نہیں۔ سرکار بھی تو اُسی کی ہے۔ جو کچھ کرے گی اُس کے فائدے کا بچاؤ کر کے ہی تو کرے گی۔“

میرے منہ سے آویں میں نکل گیا۔

”جے سراج! جے بھارت!! جے ریشیوں مونیوں کی سنوان!!!“

میرے منہ سے آویں میں نکل گیا۔
 ”جے سراج! جے بھارت!! جے ریشیوں مونیوں کی سنوان!!!“

باپ سے

باپ،

میں نے ایک دانا زمین میں دکان ہو کر اپنے جیسے لوگوں کو دیکھا ہے۔ اور ہم نے یہ بھی سن لیا ہے کہ ایک بکے ہوئے کھانے کو اگر ایک سٹری پر بیٹھا دیا جائے اور پھر اُس سٹری کو کھانے سے

باپ سے

باپ،

میں نے ایک دانا زمین میں دکان ہو کر اپنے جیسے لوگوں کو دیکھا ہے۔ اور ہم نے یہ بھی سن لیا ہے کہ ایک بکے ہوئے کھانے کو اگر ایک سٹری پر بیٹھا دیا جائے اور پھر اُس سٹری کو کھانے سے

वह सड़क पर बैठा क्रै कर रहा था. सामने कोतवाली पर एक सिपाही संगीन से लैस खड़ा था. कानून टूट चुका था और वह खड़ा था.....मुजरिम सामने खड़ा था और वह खड़ा देख रहा था. उसकी खता ही क्या है. कानून ही कुछ ऐसा है—इस हिन्दुस्तान में सब मन के हावों मजबूर हैं!

उन के उतरने से एक मुसीबत हल हो गई. मैं ठंडी हवा का मजा ले सका. लूब ही सीन हैं. हम सबकों को पार करते हुए टी. जी. होस्टल पहुँच गए. तेज बहादुर कमरे में नहीं थे. बगल बाजों से मालूम हुआ वह गोमती किनारे घूमने गए हैं. मैंने उनके कमरे के सामने सामान फेंका और गोमती की तरफ चल दिया. सौ राज के फासले पर गोमती लहरें मार रही थी. मैं तेज बहादुर तक पहुँच गया. हम दोनों गले मिले. मैंने जज्ञासा से लदे स्वर में पूछा—“क्या गम्भीर मामला है, तेज?”

“मामला तो कोई गम्भीर नहीं है, सिर्फ सतीश की शादी होने वाली है, आज ही होगी, तुम्हें बह बुलाना चाहता था, मुझ से तार दिलवा दिया, तुम चक्करा तो गटे होगे ?”

मैंने उसके कंधे पर हाथ मारते हुए कहा—“घत तेरी के ! ऐसा भी कहीं मजा किया जाता है।”

हरिया का सीन बहुत मोहक था। बहाव में तेजी थी और लहरों में जवानी की अंगड़ाई। हरियाली किनारे के दोनों तरफ थी। यह सुन्दर दृश्य मुझे बहुत भा रहा था। लेकिन शराब को बूझा मैं मिल गई थी। मैंने दो चार बार सूँघ कर पता लगाने की कोशिश की कि बूँदधर से आ रही है। कुछ पता न लग पाया। फिर तेज से पूछा—
“शराब की महक कहाँ से आ रही है तेज?”

“हमारे होस्टल के बिल्कुल बगल में एक भट्टी है.”
तेज ने उत्तर दिया.

“लखनऊ में शराब पीने पर तो पाबन्दी है और होस्टल के बगल में भट्ठी जल रही है। यह दुरंगी हमारी समझ से दूर है।” मैंने गम्भीर स्वर में तेज से कहा।

“यह कांग्रेस राज है कांग्रेस राज.” तेज ने ठ्ठंका किया.

با. دہری میرے دیمارا میں چلن پدا کر رہی بی۔ مینے
مُہملا کر کہا—“بابا جلدی بھی کرو، بٹا بھی لو۔

اسنے دسری سباری کو بٹا لیا۔ ابھی کچھ ہی
قدم رکشا چلا ہوا کہ اُن سجن نے مہری طرف اپنا منہ
مایا اور بولے—“آپ جانتے ہیں، میں کون ہوں۔ میں
پادرجہ گوالیار کا ‘ایریورنٹ’ ہوں۔“ منہ سے شراب
بھکا نکل رہا تھا۔ مجھے شرابی سے ایک طرح کی
مدرسہ ہے۔ جب کوئی شراب پی لیتا ہے تو وہ سچ بولتا
۔ سچ شاید بڑا نشے کے کوئی بولتا ہی نہیں ہے۔ نشے
لے میں فرق ضرور ہے لیکن میں تو سب نشے ہی کی
توں۔ لیکن یہ آدمی صاف جھوٹ بول رہا تھا۔ یہ
ای فربک کلرک معلوم ہو رہا تھا۔ اپنی پتلی کو دگر
چوں کا درد اور کہانا چہن کر اس نے شراب پی تھی۔
بواب ہی تھی تو بھی یہ جھوٹ بول رہا تھا۔ مجھے چورہ
سی ہوئی۔ میں نے منہ مڑ لیا۔ وہ بکواس کرتا رہا۔
ہوئی دیر بعد مجھے چہل سوجھی۔ اُس کی طرف منہ
بما کر میں نے پوچھا—“لکھنؤ میں تو شراب پینا
منع ہے۔ آپ کہاں سے چڑھا کر آ رہے ہیں؟“

“جی، لکھنؤ میں منا ہے لکھنؤ میں..... پاس پاس
کے گاں میں کوئی منا ہی نہیں ہے۔ جب من چاہتا ہے.....
ایک دو سٹیشن دھڑ دھڑ نکل جاتا ہے..... سیر ہو
جاتا ہے...”

“پولیس کچھ نہیں کرتی؟ شہر میں آپ اس طرح
پی کر پھرتے ہیں۔ آپ کو تو جلدی پکڑ لینا چاہیے۔“
میں نے سوال کیا۔

“ہاں گریفتار تو کر لینا چاہیے..... لیکن.....
لیکن..... پولیس جو ڈھری..... اور وہ بھی سراج
کی پولیس..... ہا ہا ہا ہا..... بس جو سامنے آیا
کچھ دیکھا دیا۔ سارا معاملہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔“ وہ تھپکا
ٹکا کر ہنس رہا۔ میں سکڑا ہوا نشہ میں دوبارہ دینگ
کا موا لیتا رہا۔

ٹیک کسیر بارا پولیس चौकी کے سامنے وہ سجن
اتر گئے۔ رکشے سے اترتے ہی انکو کئے ہوئے۔ اچھا ہوا
رکشے پر اُن کو اُٹتی نہیں ہوئی۔ ایک تو نے دوسرے
شراب کی ہے۔ دماغ بھلنا اُٹھا۔ جی چاہا اُن کو ایک
چہت لگاؤں۔ میں نے قصے میں کہا—“جب ہضم نہیں
کر پاتے تو دھکوستے کہیں ہو؟ اپنا دھت کاتے ہو؟ خون
جالتے ہو؟ دیکھ سہتے ہو؟ صرف کمبخت نشے کے لئے۔“

“بات تو ٹیک ہے..... من کو کیا کیا جاوے!.....
من کے ہاتھوں ہم سب مجبور ہیں.....!!“ شرابی نے نیچے
شاردن کیے ہوئے مجھے بتاتے دیا۔

۔ میں مہرے دماغ میں الجھن پیدا کر رہی تھی۔
میں نے جھنجھلا کر کہا—“بابا جلدی بھی کرو“
ایسا بھی لو۔“

اُس نے دوسری سباری کو بٹھا لیا۔ ابھی کچھ قدم
رکشا چلا ہوا کہ اُن سجن نے مہری طرف اپنا منہ
مایا اور بولے—“آپ جانتے ہیں، میں کون ہوں۔ میں
پادرجہ گوالیار کا ‘ایریورنٹ’ ہوں۔“ منہ سے شراب
بھکا نکل رہا تھا۔ مجھے شرابی سے ایک طرح کی
مدرسہ ہے۔ جب کوئی شراب پی لیتا ہے تو وہ سچ بولتا
۔ سچ شاید بڑا نشے کے کوئی بولتا ہی نہیں ہے۔ نشے
لے میں فرق ضرور ہے لیکن میں تو سب نشے ہی کی
توں۔ لیکن یہ آدمی صاف جھوٹ بول رہا تھا۔ یہ
ای فربک کلرک معلوم ہو رہا تھا۔ اپنی پتلی کو دگر
چوں کا درد اور کہانا چہن کر اس نے شراب پی تھی۔
بواب ہی تھی تو بھی یہ جھوٹ بول رہا تھا۔ مجھے چورہ
سی ہوئی۔ میں نے منہ مڑ لیا۔ وہ بکواس کرتا رہا۔
ہوئی دیر بعد مجھے چہل سوجھی۔ اُس کی طرف منہ
بما کر میں نے پوچھا—“لکھنؤ میں تو شراب پینا
منع ہے۔ آپ کہاں سے چڑھا کر آ رہے ہیں؟“

“جی، لکھنؤ میں منہ ہے لکھنؤ میں.....
س پاس کے گاں میں کوئی منہ نہیں ہے۔ جب من
چاہتا ہے..... ایک دو سٹیشن دھڑ دھڑ نکل جاتا
ہو..... سیر ہو جاتا ہے.....“

“پولیس کچھ نہیں کرتی؟ شہر میں آپ اس طرح
پی کر پھرتے ہیں۔ آپ کو تو جلدی پکڑ لینا چاہیے۔“
میں نے سوال کیا۔

“ہاں گریفتار تو کر لینا چاہیے..... لیکن.....
لیکن..... پولیس جو تھپتی..... اور وہ بھی سراج
کی پولیس..... ہا ہا ہا ہا..... بس جو سامنے
آیا کچھ دیکھا دیا۔ سارا معاملہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔“ وہ تھپکا
ٹکا کر ہنس رہا۔ میں سکڑا ہوا نشہ میں دوبارہ دینگ
کا موا لیتا رہا۔

ٹھیک ٹھیک باغ پولیس چوکی کے سامنے وہ سجن
اتر گئے۔ رکشے سے اترتے ہی اُن کو قے ہوئی۔ اچھا ہوا
رکشے پر اُن کو اُٹتی نہیں ہوئی۔ ایک تو نے دوسرے
شراب کی ہے۔ دماغ بھلنا اُٹھا۔ جی چاہا اُن کو ایک
چہت لگاؤں۔ میں نے قصے میں کہا—“جب ہضم نہیں
کر پاتے تو دھکوستے کہیں ہو؟ اپنا دھت کاتے ہو؟ خون
جالتے ہو؟ دیکھ سہتے ہو؟ صرف کمبخت نشے کے لئے۔“

“بات تو ٹھیک ہے..... من کو کیا کیا جائے!.....
من کے ہاتھوں ہم سب مجبور ہیں.....!!“ شرابی
نے نیچے گردن کئے ہوئے مجھے اُتے دیا۔

ڈاکٹر ساہب نے بات کاٹ کر بھننا شروع کیا—
 “بمبارے کا بھانا رہ رہ کے یاد کرنا پڑتا ہے۔
 ساموہی ساموہی ڈاکٹر تین تین سائے چار چار سائے کی
 بھانوی کر لیتے تھے۔ بھنا کھے سنے رپے ملتے تھے۔ لیکن
 آج کل کمبختوں سے مٹھ بھول کے کھو بھی تو کوئی نہیں دیتا۔ آپ تو ڈاکٹر ہی
 ہیں، میں تو سول سرجن ہوں۔ لیکن پہلے کے مقابلے
 میں کچھ آمدنی نہیں ہوتی۔ کہیں کسی نعل وغیرہ کے
 مقدمے میں موقع بھی ملتا ہے تو کسی نہ کسی کھدر
 دھاری کو بھی شامل کرنا پڑتا ہے..... میں تو اب صاف
 کم دیتا ہوں..... سرٹیفکیٹ لکھنے، خطرناک چوٹ
 کا سرٹیفکیٹ دینے وغیرہ کا مہرا ریت مقرر ہے۔ کھرا کام
 کھرا دام۔ کسی کے ساتھ رعایت نہیں۔ پرسوں ایک گاؤں
 میں لائیں چل گئی۔ ایک آدمی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔
 میں نے اُس کی پارٹی والوں سے صاف کم دیا کہ پانچ سو
 روپے دو نہیں تو میں ’خطرناک‘ چوٹ نہیں لکھوں
 گا۔ لکھ اُدھر اُدھر کی پٹی پڑھانے۔ میں نے ایک بھی
 نہیں سلی بدلا لیا۔ میں نے قلم نہیں اُٹھایا۔“

”ہم جیسے بھوتوں کا تو کچھ بس ہی نہیں چلتا۔
 مقدمے وغیرہ ہم تک پہنچنے ہی نہیں دیتے۔ اُپر
 ہی اوپر سب طے ہو جاتا ہے۔ صریحوں سے پانچ سو
 لکے بھی کچھ نہیں ملتا۔ میں تو بکٹاؤں صاف آپ سے
 لکھا چھوٹا۔ دوائیں ہلکے مارکیٹ میں بکوا لیتا ہوں
 اور پانی روٹوں کو دیتا ہوں۔ لیکن اُنلے حصے دار ہو
 جاتے ہیں کہ کوئی خاص آمدنی نہیں ہوتی۔“

”آخر کھا ہی کھا جائے۔ بھٹی کچھ نہ کچھ اپنے
 ور بچوں کے لئے کرنا ہی پڑے گا۔ پھر کسی صورت کہوں
 گا ہو۔ پھٹ پالنا بھی کوئی جرم ہے۔“ سول سرجن
 صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی کڑوت کو تھک تھراتے
 ہوئے کہا۔

میرے مذہ سے یکہارگی نکل گیا۔ ”جے سوراہ ! جے
 بھارت !! جے مہاراشٹروں کی سلطنت !!!“

میری آواز سے دونوں چونک پڑے اور چپ ہو گئے۔
 میں نے گلاب مذہ پر دھک کرکٹ بدل لی۔

صبح صبح گاڑی لکھڑ پھونچ گئی۔ میرے پاس تھا
 ہی کیا۔ سٹ سے سٹیشن سے باہر آیا۔ مہیکل کالج
 جانے کے لیے ریکشا کیا۔ اس সময় میں مسافر تھا، میری
 بھنگ لائٹ آئی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ میں نے اپنے
 ریسٹ کو پھانسی سے بچا لیا ہے، یا خود کسی جھوٹے
 ڈام سے بری کر دیا گیا ہوں۔ میں نے حد خواہ تھا۔
 شا ابھی جگہ سے ہلا بھی نہ تھا کہ پیچھے سے آواز آئی
 ”رکشا خالی ہے؟“

رکشے والے نے پوچھا، اگر میں راضی ہوں تو وہ یہ
 رازی بھی بھٹکا لے۔ اُس کو پیسے مل جائیں گے۔ وہ
 لی غریبی کا رونا روئے لگا۔ مجھے اس وقت تھک تھک پہنچتا

ڈاکٹر صاحب نے بات کاٹ کر بھننا شروع کیا—
 “بمبارے کا بھانا رہ رہ کے یاد کرنا پڑتا ہے۔
 ساموہی ساموہی ڈاکٹر تین تین سائے چار چار سائے کی
 بھانوی کر لیتے تھے۔ بھنا کھے سنے رپے ملتے تھے۔ لیکن
 آج کل کمبختوں سے مٹھ بھول کے کھو بھی تو کوئی نہیں دیتا۔ آپ تو ڈاکٹر ہی
 ہیں، میں تو سول سرجن ہوں۔ لیکن پہلے کے مقابلے
 میں کچھ آمدنی نہیں ہوتی۔ کہیں کسی نعل وغیرہ کے
 مقدمے میں موقع بھی ملتا ہے تو کسی نہ کسی کھدر
 دھاری کو بھی شامل کرنا پڑتا ہے..... میں تو اب صاف
 کم دیتا ہوں..... سرٹیفکیٹ لکھنے، خطرناک چوٹ
 کا سرٹیفکیٹ دینے وغیرہ کا مہرا ریت مقرر ہے۔ کھرا کام
 کھرا دام۔ کسی کے ساتھ رعایت نہیں۔ پرسوں ایک گاؤں
 میں لائیں چل گئی۔ ایک آدمی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔
 میں نے اُس کی پارٹی والوں سے صاف کم دیا کہ پانچ سو
 روپے دو نہیں تو میں ’خطرناک‘ چوٹ نہیں لکھوں
 گا۔ لکھ اُدھر اُدھر کی پٹی پڑھانے۔ میں نے ایک بھی
 نہیں سلی بدلا لیا۔ میں نے قلم نہیں اُٹھایا۔“

”ہم جیسے بھوتوں کا تو کچھ بس ہی نہیں چلتا۔
 مقدمے وغیرہ ہم تک پہنچنے ہی نہیں دیتے۔ اُپر
 ہی اوپر سب طے ہو جاتا ہے۔ صریحوں سے پانچ سو
 لکے بھی کچھ نہیں ملتا۔ میں تو بکٹاؤں صاف آپ سے
 لکھا چھوٹا۔ دوائیں ہلکے مارکیٹ میں بکوا لیتا ہوں
 اور پانی روٹوں کو دیتا ہوں۔ لیکن اُنلے حصے دار ہو
 جاتے ہیں کہ کوئی خاص آمدنی نہیں ہوتی۔“

”آخر کھا ہی کھا جائے۔ بھٹی کچھ نہ کچھ اپنے
 ور بچوں کے لئے کرنا ہی پڑے گا۔ پھر کسی صورت کہوں
 گا ہو۔ پھٹ پالنا بھی کوئی جرم ہے۔“ سول سرجن
 صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی کڑوت کو تھک تھراتے
 ہوئے کہا۔

میرے مذہ سے یکہارگی نکل گیا۔ ”جے سوراہ ! جے
 بھارت !! جے مہاراشٹروں کی سلطنت !!!“

میری آواز سے دونوں چونک پڑے اور چپ ہو گئے۔
 میں نے گلاب مذہ پر دھک کرکٹ بدل لی۔

صبح صبح گاڑی لکھڑ پھونچ گئی۔ میرے پاس تھا
 ہی کیا۔ سٹ سے سٹیشن سے باہر آیا۔ مہیکل کالج
 جانے کے لیے ریکشا کیا۔ اس সময় میں مسافر تھا، میری
 بھنگ لائٹ آئی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ میں نے اپنے
 ریسٹ کو پھانسی سے بچا لیا ہے، یا خود کسی جھوٹے
 ڈام سے بری کر دیا گیا ہوں۔ میں نے حد خواہ تھا۔
 شا ابھی جگہ سے ہلا بھی نہ تھا کہ پیچھے سے آواز آئی
 ”رکشا خالی ہے؟“

رکشے والے نے پوچھا، اگر میں راضی ہوں تو وہ یہ
 رازی بھی بھٹکا لے۔ اُس کو پیسے مل جائیں گے۔ وہ
 لی غریبی کا رونا روئے لگا۔ مجھے اس وقت تھک تھک پہنچتا

ہی چاہیے، اپنی سرکار ہومز ہے نہ۔' وہ بولے—'کچھ بات کرتے ہیں داروغا جی آپ بھی، اب ہی تو موقع ہے ہاتھ کی سفاکی کا۔' مینے سسکوت کر کے کہا—'کچھ کیا جاسکے۔' وہ مسکراتے ہوئے بولے—'خوب دھوئے ہاتھ چلائیں۔ ہم تو یہیں ہیں۔ کوئی اونچ نیچ پڑے گا تو دیکھا جائے گا۔ لیکن..... آدھو آدھو رہے۔' داروغہ جی،' مہری تو باجھوں کھل گئیں۔ یقیناً ماہو ایک سال میں اس تھالے سے دس ہزار روپے میں لے کر آئے۔ سگریٹوں صاحب کے حوالے بھی اتنا ہی کر دیا۔ اب تو مہری ہمت کھل گئی ہے۔ جہاں جاتا ہوں وہاں کے سب سے اشراف کانگریسی سے معاملہ طے کر لیتا ہوں۔'

"یہی حال تو اپنا بھی ہے داروغا جی! لیکن اب تو ان کانگریسیوں کا لالچ بڑھتا ہی جاتا ہے۔ جیسا کہ سے جیسا کہ دھوکا دیتے ہیں۔ مہنت کر کے ہم اور مفت کا دھوکا ان کو دیتے ہیں۔ اچھے اچھے کہاں کے....."

مجھے ہلکی آدھی تھی اور ساتھ ہی فصہ بھی۔ لیکن میں کر ہی کیا کرتا تھا۔ بات تو سچ تھی۔ گاڑی نے زور زور سے سہتی دیلی شروع کر دی تھی۔ میں نے داروغہ لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑا اور سیدھا اپنے بستروں پر آگیا۔ کچھ ہی دیر میں گاڑی رک گئی۔ یہ رائے ہوئی اسٹیشن تھا۔ لوگ اتنی رات کئے بھی گاڑی کے لئے یہاں کھڑے تھے۔ دو صاحب مہرے قلم میں بھی کھس آئے۔ دونوں کے ساتھ کافی سامان تھا۔ سفوف پتلیوں اور سفوف قمیض دونوں پہلے تھے۔ اندر آکر انہوں نے چاروں طرف نظر ڈالی۔ کوئی جگہ خالی نہیں تھی۔ ناک بھوں چڑھا کر انہوں نے فرش پر بستروں کھول دیے اور مہری بغل میں ہی دونوں بیٹھ گئے۔ گاڑی رائے ہوئی سے چل پڑی۔

میں کتاب پڑھتا رہا اور وہ دونوں بے توجہ رہے۔ پہلے میں نے کوئی دھوکا نہیں دیا لیکن ایک جگہ کہانی بڑی دل ہو گئی۔ مہرا چٹ وعاں سے ہٹ گیا۔ بن چاہے ہی میرا دھوکا ان کی باتوں کی طرف ہو گیا۔

"چلتے چلتے اچھی ملاقات ہو گئی۔ کہیں آئے جاتے کا موقع ہی نہیں ملتا جو لوگوں سے ملاقات ہو سکے....."

"کہا کہا جائے ڈاکٹر صاحب۔ بہت برا زمانہ لگا ہے۔ آپ تو جانتے ہیں میں کتنا گھمکڑ تھا۔ لیکن اس وقت مریضوں سے آمدنی ہوتی تھی، مہنگائی بھی نہیں تھی۔ ہاتھ کھول کر خرچ کرتا تھا۔ اب تو کوئی کمبخت ہسپتال ہی نہیں دیتا۔ جو ہے سو مفت کام لہجے کی سوچتا ہے۔ کسی صورت گاڑی چلی جارہی ہے۔ شریف آدمیوں کی کسی صورت عزت بچی جارہی ہے...."

"کہا کہا جائے ڈاکٹر صاحب۔ بہت برا زمانہ لگا ہے۔ آپ تو جانتے ہیں میں کتنا گھمکڑ تھا۔ لیکن اس وقت مریضوں سے آمدنی ہوتی تھی، مہنگائی بھی نہیں تھی۔ ہاتھ کھول کر خرچ کرتا تھا۔ اب تو کوئی کمبخت ہسپتال ہی نہیں دیتا۔ جو ہے سو مفت کام لہجے کی سوچتا ہے۔ کسی صورت گاڑی چلی جارہی ہے۔ شریف آدمیوں کی کسی صورت عزت بچی جارہی ہے...."

"کہا کہا جائے ڈاکٹر صاحب۔ بہت برا زمانہ لگا ہے۔ آپ تو جانتے ہیں میں کتنا گھمکڑ تھا۔ لیکن اس وقت مریضوں سے آمدنی ہوتی تھی، مہنگائی بھی نہیں تھی۔ ہاتھ کھول کر خرچ کرتا تھا۔ اب تو کوئی کمبخت ہسپتال ہی نہیں دیتا۔ جو ہے سو مفت کام لہجے کی سوچتا ہے۔ کسی صورت گاڑی چلی جارہی ہے۔ شریف آدمیوں کی کسی صورت عزت بچی جارہی ہے...."

"کہا کہا جائے ڈاکٹر صاحب۔ بہت برا زمانہ لگا ہے۔ آپ تو جانتے ہیں میں کتنا گھمکڑ تھا۔ لیکن اس وقت مریضوں سے آمدنی ہوتی تھی، مہنگائی بھی نہیں تھی۔ ہاتھ کھول کر خرچ کرتا تھا۔ اب تو کوئی کمبخت ہسپتال ہی نہیں دیتا۔ جو ہے سو مفت کام لہجے کی سوچتا ہے۔ کسی صورت گاڑی چلی جارہی ہے۔ شریف آدمیوں کی کسی صورت عزت بچی جارہی ہے...."

"کہا کہا جائے ڈاکٹر صاحب۔ بہت برا زمانہ لگا ہے۔ آپ تو جانتے ہیں میں کتنا گھمکڑ تھا۔ لیکن اس وقت مریضوں سے آمدنی ہوتی تھی، مہنگائی بھی نہیں تھی۔ ہاتھ کھول کر خرچ کرتا تھا۔ اب تو کوئی کمبخت ہسپتال ہی نہیں دیتا۔ جو ہے سو مفت کام لہجے کی سوچتا ہے۔ کسی صورت گاڑی چلی جارہی ہے۔ شریف آدمیوں کی کسی صورت عزت بچی جارہی ہے...."

"کہا کہا جائے ڈاکٹر صاحب۔ بہت برا زمانہ لگا ہے۔ آپ تو جانتے ہیں میں کتنا گھمکڑ تھا۔ لیکن اس وقت مریضوں سے آمدنی ہوتی تھی، مہنگائی بھی نہیں تھی۔ ہاتھ کھول کر خرچ کرتا تھا۔ اب تو کوئی کمبخت ہسپتال ہی نہیں دیتا۔ جو ہے سو مفت کام لہجے کی سوچتا ہے۔ کسی صورت گاڑی چلی جارہی ہے۔ شریف آدمیوں کی کسی صورت عزت بچی جارہی ہے...."

پولیس اسٹیشن کا نام میں آئی۔ لوگوں نے اسٹریٹ بکس کی تھی۔
 اچھے سے میرا دھیان ان باتوں کی طرف گیا۔ ہاتھ
 دوں کے بالکل قریب ہی کوئی دو آدمی بات کر رہے تھے۔
 میں دھڑکتی تھپک کرنے کے بہانے وہیں رک گیا اور بات
 سننے کی کوشش میں لگ گیا۔ ان کی باتوں سے معلوم
 ہوا کہ دونوں پولیس کے آدمی ہیں۔ جب دو آدمی
 ایک ہی محکمے کے ملتے ہیں تو اپنی کارگزاریاں
 گناتے ہیں، بڑے افسروں کی برائی اور اچھائی کی
 چرچا کرتے ہیں۔ بڑے محکمے کا ریویو ہوجاتا ہے۔
 وہ لوگ اپنے محکمے کے بارے میں بے سر بہر کی باتیں
 کرتے رہے۔ میں چلتے ہی والا تھا کہ مجھے سدائی ہوا۔

”داروغہ جی! انگریز انگریز ہی تھا اور یہ دیسی
 صاحب دیسی صاحب ہی ہیں۔ کیا کہنے اس کے انتظام کے
 انتظام کے۔ کیا شان تھی اس کی۔ بھئی ہم لوگوں کو
 تو بادشاہ بنایا گیا تھا بادشاہ.....“

بات کاٹتے ہوئے دوسرے نے جواب دیا۔ ”سچ بات
 تو یہ ہے کہ انگریز ہی کی دیں ہے جو ہم لوگوں کا کچھ
 رعب اب تک چلا جا رہا ہے۔ نہیں تو ان لوگوں کا
 بس چلے تو ہم لوگوں کو بھلکی بنا کر چھوڑیں۔ انگریز
 ہمیں شاہی سواری گھوڑا دے گیا تھا، اور یہ گھوڑا چھوڑ
 کر موٹر سائیکل دے دے رہے ہیں۔ یار گھوڑا گھوڑا ہی ہے۔
 موٹر سائیکل کا اس کا کیا مقابلہ۔ گھوڑے پر تھانہ دار
 چدھر نکل جاتا تھا لوگ رعب سے دب جاتے تھے۔“

”تو ہی تو ان کے راج میں کو بڑی بھلی ہے.....
 کوئی پولیس کا رعب تو مانتا ہی نہیں ہے..... بنا
 پولیس کے کسی نے شان سے حکومت کی ہے!..... لےکین داروغہ جی،
 کانگریس سرکار ہی کیا کرے۔ بات انساف کی کہنا
 چاہیے۔ کانون کے ہتھیاروں سے اس نے تو ہم کو خوب لیس کر دیا ہے۔
 ادھکار پر ادھکار ہم کو دیتی جاتی ہے۔ کیا کیا جائے، لوگوں میں ہی نہ
 چالے کہاں سے ہمت آگئی ہے۔ لال پکڑی کا کوئی رعب
 ہی نہیں مانتا۔ بھئی رعب کا زمانہ تو گھا، کسانے کے
 اہلئے موقعے ہیں۔ وہ بھی سب کے لئے نہیں۔ جو
 ترکھب جان گیا ہے اس کے ہونہارے ہیں.....“

”ہاں۔ تو ایمان کی ہے۔ کانگریس میں کوئی اور
 برائی ہو تو ہو لےکین اپنے لوگوں کو تو کافی موقع ہاتھ
 کی سدائی کے لئے دیا گیا ہے۔ میں تو تر گیا تھا۔
 انگریز کے جاتے ہی میں نے رشوت سے چھ مہلے کے لئے
 ہاتھ کھینچ لیا تھا۔ لےکین بھگوان کی بھی لہا خوب
 ہے۔ ایک دن کانگریس کے سکرٹری صاحب مجھ سے
 ملے آئے اور الگ لے جاکر بولے۔ ”داروغہ جی“ کچھ
 معاملہ چل نہیں رہا آجکل۔“ میں نے کہا۔ آپ لوگوں
 سے صاحب قدر لکتا ہے۔ اور اب ہم کو اپنی مانت بدل لے

”تو ہی تو ان کے راج میں کو بڑی بھلی ہے.....
 کوئی پولیس کا رعب تو مانتا ہی نہیں ہے..... بنا
 پولیس کے کسی نے شان سے حکومت کی ہے!..... لےکین داروغہ جی،
 کانگریس سرکار ہی کیا کرے۔ بات انساف کی کہنا
 چاہیے۔ کانون کے ہتھیاروں سے اس نے تو ہم کو خوب لیس کر دیا ہے۔
 ادھکار پر ادھکار ہم کو دیتی جاتی ہے۔ کیا کیا جائے، لوگوں میں ہی نہ
 چالے کہاں سے ہمت آگئی ہے۔ لال پکڑی کا کوئی رعب
 ہی نہیں مانتا۔ بھئی رعب کا زمانہ تو گھا، کسانے کے
 اہلئے موقعے ہیں۔ وہ بھی سب کے لئے نہیں۔ جو
 ترکھب جان گیا ہے اس کے ہونہارے ہیں.....“

”تو ہی تو ان کے راج میں کو بڑی بھلی ہے.....
 کوئی پولیس کا رعب تو مانتا ہی نہیں ہے..... بنا
 پولیس کے کسی نے شان سے حکومت کی ہے!..... لےکین داروغہ جی،
 کانگریس سرکار ہی کیا کرے۔ بات انساف کی کہنا
 چاہیے۔ کانون کے ہتھیاروں سے اس نے تو ہم کو خوب لیس کر دیا ہے۔
 ادھکار پر ادھکار ہم کو دیتی جاتی ہے۔ کیا کیا جائے، لوگوں میں ہی نہ
 چالے کہاں سے ہمت آگئی ہے۔ لال پکڑی کا کوئی رعب
 ہی نہیں مانتا۔ بھئی رعب کا زمانہ تو گھا، کسانے کے
 اہلئے موقعے ہیں۔ وہ بھی سب کے لئے نہیں۔ جو
 ترکھب جان گیا ہے اس کے ہونہارے ہیں.....“

”تو ہی تو ان کے راج میں کو بڑی بھلی ہے.....
 کوئی پولیس کا رعب تو مانتا ہی نہیں ہے..... بنا
 پولیس کے کسی نے شان سے حکومت کی ہے!..... لےکین داروغہ جی،
 کانگریس سرکار ہی کیا کرے۔ بات انساف کی کہنا
 چاہیے۔ کانون کے ہتھیاروں سے اس نے تو ہم کو خوب لیس کر دیا ہے۔
 ادھکار پر ادھکار ہم کو دیتی جاتی ہے۔ کیا کیا جائے، لوگوں میں ہی نہ
 چالے کہاں سے ہمت آگئی ہے۔ لال پکڑی کا کوئی رعب
 ہی نہیں مانتا۔ بھئی رعب کا زمانہ تو گھا، کسانے کے
 اہلئے موقعے ہیں۔ وہ بھی سب کے لئے نہیں۔ جو
 ترکھب جان گیا ہے اس کے ہونہارے ہیں.....“

”تو ہی تو ان کے راج میں کو بڑی بھلی ہے.....
 کوئی پولیس کا رعب تو مانتا ہی نہیں ہے..... بنا
 پولیس کے کسی نے شان سے حکومت کی ہے!..... لےکین داروغہ جی،
 کانگریس سرکار ہی کیا کرے۔ بات انساف کی کہنا
 چاہیے۔ کانون کے ہتھیاروں سے اس نے تو ہم کو خوب لیس کر دیا ہے۔
 ادھکار پر ادھکار ہم کو دیتی جاتی ہے۔ کیا کیا جائے، لوگوں میں ہی نہ
 چالے کہاں سے ہمت آگئی ہے۔ لال پکڑی کا کوئی رعب
 ہی نہیں مانتا۔ بھئی رعب کا زمانہ تو گھا، کسانے کے
 اہلئے موقعے ہیں۔ وہ بھی سب کے لئے نہیں۔ جو
 ترکھب جان گیا ہے اس کے ہونہارے ہیں.....“

”تو ہی تو ان کے راج میں کو بڑی بھلی ہے.....
 کوئی پولیس کا رعب تو مانتا ہی نہیں ہے..... بنا
 پولیس کے کسی نے شان سے حکومت کی ہے!..... لےکین داروغہ جی،
 کانگریس سرکار ہی کیا کرے۔ بات انساف کی کہنا
 چاہیے۔ کانون کے ہتھیاروں سے اس نے تو ہم کو خوب لیس کر دیا ہے۔
 ادھکار پر ادھکار ہم کو دیتی جاتی ہے۔ کیا کیا جائے، لوگوں میں ہی نہ
 چالے کہاں سے ہمت آگئی ہے۔ لال پکڑی کا کوئی رعب
 ہی نہیں مانتا۔ بھئی رعب کا زمانہ تو گھا، کسانے کے
 اہلئے موقعے ہیں۔ وہ بھی سب کے لئے نہیں۔ جو
 ترکھب جان گیا ہے اس کے ہونہارے ہیں.....“

بیچارہ ہی بیچارہ نکلا۔ دےس کا یہ نقشہ دیکھ کر مہرے دل پر تو صائب لوٹ جاتا ہے۔ لیکن کیا کروں۔ بڑھا ہو گیا ہوں۔ کچھ بس بھی تو نہیں چلتا..... سوراج کیا ہوا مصیبت آگئی۔ میں اگر یہ سب جانتا تو کبھی بھی گھر بار نہ آجاتا، نہ جہل جانا، نہ پولیس کی لڑائی جاتا۔ اس بھارت کے لئے تھوڑے ہی ہم نے تھاک کیا تھا۔

”میں نے بھی کچھ کچھ یاد پڑتا ہے۔ میں سرچتا ہوں میں بھی کتنا پتہ پتہ تھا اُس وقت۔ ہر ایک سے بھی سوال کیا کرتا تھا۔ مجھے اصل میں فکر ہوگئی تھی۔ تمہیں یاد ہو یا نہ یاد ہو مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے دوسرے دن پھر پوچھا تھا کہ بھئی سوراج کے بعد آخر ہوگا کیا.....؟“

پنڈت جی بات کاٹ کر بول اٹھے—”خوب یاد ہے خاں صاحب! آپ کے بار بار پوچھنے سے مجھے بھی چلتا ہوگئی تھی۔ میں نے آپ کو پھر سمجھایا تھا کہ جب سوراج ہو جائے گا تو دےس بھر میں دودھ اور گھی نہ بکے پائے گا۔ سب کے گھر میں بھولیس گائے ہونگی۔ باہر سے کوئی خریدیگا ہی نہیں۔ دودھ گھی کا دیا پیلا ہوگا۔ سچ مجھ ہی بھارت میں دودھ کی ندیاں بہیں گی۔ تم نے پھر پوچھا تھا خاں صاحب کہ اگر کسی کا جانور تو کیا تو کھا ہوگا؟ میں نے کہا تھا تم بھی خاں صاحب عجیب آدمی ہو۔ ایک کے یہاں کچھ کسی ہوگی تو دوسرے کے یہاں سے سوغات میں آجائے گا۔ مل جل کر سب کا کام چلے گا۔ لیکن یاد کچھ بھی نہ ہوا، کوئی بات بھی تو سچی ہوتی۔ جو کچھ ہوا سب اُلٹا ہی ہوا.....“

”لیکن پنڈت اُنٹا تو ضرور ہوا کہ دےس میں دودھ گھی بکنا سچ سچ ہلکا ہو گیا۔“ خاں صاحب نے ویلنگ بھرے سر میں کہا۔

”ہاں بھئی ہوا تو کچھ ضرور ہی! یہ دوسری بات ہے کہ وہ نہیں ہوا جو کہ ہونا چاہئے تھا۔“ پنڈت جی نے ایک تھپاک لگایا۔ دونوں کی اونچی ہلکی دےس میں گونج رہی تھی۔ بھارت کے سوراج کا مذاق اڑا رہی تھی۔ چلتی دے رہی تھی۔ میں اُس چلتی پر سوچ رہا تھا، شاید سارا بھارت سوچ رہا تھا۔ میں اُن پرانے بھائیوں کے سوراج پر سوچتا رہا، نئے بھائیوں کے سوراج پر سوچتا رہا۔ مہرے سامنے بھارت کا ایک ہی رخ آکھوا ہوا تھا۔ بھارت میں خوشحالی محض بکواس ہے، سبھی سہیلتا محض سیلا۔ لیکن چور باراری، لوٹ، چوٹک پیر، رشوت، بدعاشی، چال بازی، ظلم، آٹھ چار سچی باتیں ہیں، آج کے بھارت کی باتیں ہیں، آزاد بھارت کی باتیں ہیں۔ میں اُسی رخ پر سوچ رہا تھا۔ اور اُسی سوچ میں نہ جانے کب سو گیا۔

رات کو ایک بار پشیمان کرنے کے لیے اُٹا اور باغ میں سے لڑکھڑک رہا تھا کہ رات کے سناٹے میں کچھ

پنڈت جی بات کاٹ کر بول اٹھے—”خوب یاد ہے خاں صاحب! آپ کے بار بار پوچھنے سے مجھے بھی چلتا ہوگئی تھی۔ میں نے آپ کو پھر سمجھایا تھا کہ جب سوراج ہو جائے گا تو دےس بھر میں دودھ اور گھی نہ بکے پائے گا۔ سب کے گھر میں بھولیس گائے ہونگی۔ باہر سے کوئی خریدیگا ہی نہیں۔ دودھ گھی کا دیا پیلا ہوگا۔ سچ مجھ ہی بھارت میں دودھ کی ندیاں بہیں گی۔ تم نے پھر پوچھا تھا خاں صاحب کہ اگر کسی کا جانور تو کیا تو کھا ہوگا؟ میں نے کہا تھا تم بھی خاں صاحب عجیب آدمی ہو۔ ایک کے یہاں کچھ کسی ہوگی تو دوسرے کے یہاں سے سوغات میں آجائے گا۔ مل جل کر سب کا کام چلے گا۔ لیکن یاد کچھ بھی نہ ہوا، کوئی بات بھی تو سچی ہوتی۔ جو کچھ ہوا سب اُلٹا ہی ہوا.....“

”لیکن پنڈت اُنٹا تو ضرور ہوا کہ دےس میں دودھ گھی بکنا سچ سچ ہلکا ہو گیا۔“ خاں صاحب نے ویلنگ بھرے سر میں کہا۔

”ہاں بھئی ہوا تو کچھ ضرور ہی! یہ دوسری بات ہے کہ وہ نہیں ہوا جو کہ ہونا چاہئے تھا۔“ پنڈت جی نے ایک تھپاک لگایا۔ دونوں کی اونچی ہلکی دےس میں گونج رہی تھی۔ بھارت کے سوراج کا مذاق اڑا رہی تھی۔ چلتی دے رہی تھی۔ میں اُس چلتی پر سوچ رہا تھا، شاید سارا بھارت سوچ رہا تھا۔ میں اُن پرانے بھائیوں کے سوراج پر سوچتا رہا، نئے بھائیوں کے سوراج پر سوچتا رہا۔ مہرے سامنے بھارت کا ایک ہی رخ آکھوا ہوا تھا۔ بھارت میں خوشحالی محض بکواس ہے، سبھی سہیلتا محض سیلا۔ لیکن چور باراری، لوٹ، چوٹک پیر، رشوت، بدعاشی، چال بازی، ظلم، آٹھ چار سچی باتیں ہیں، آج کے بھارت کی باتیں ہیں، آزاد بھارت کی باتیں ہیں۔ میں اُسی رخ پر سوچ رہا تھا۔ اور اُسی سوچ میں نہ جانے کب سو گیا۔

رات کو ایک بار پشیمان کرنے کے لیے اُٹا اور باغ میں سے لڑکھڑک رہا تھا کہ رات کے سناٹے میں کچھ

پنڈت جی بات کاٹ کر بول اٹھے—”خوب یاد ہے خاں صاحب! آپ کے بار بار پوچھنے سے مجھے بھی چلتا ہوگئی تھی۔ میں نے آپ کو پھر سمجھایا تھا کہ جب سوراج ہو جائے گا تو دےس بھر میں دودھ اور گھی نہ بکے پائے گا۔ سب کے گھر میں بھولیس گائے ہونگی۔ باہر سے کوئی خریدیگا ہی نہیں۔ دودھ گھی کا دیا پیلا ہوگا۔ سچ مجھ ہی بھارت میں دودھ کی ندیاں بہیں گی۔ تم نے پھر پوچھا تھا خاں صاحب کہ اگر کسی کا جانور تو کیا تو کھا ہوگا؟ میں نے کہا تھا تم بھی خاں صاحب عجیب آدمی ہو۔ ایک کے یہاں کچھ کسی ہوگی تو دوسرے کے یہاں سے سوغات میں آجائے گا۔ مل جل کر سب کا کام چلے گا۔ لیکن یاد کچھ بھی نہ ہوا، کوئی بات بھی تو سچی ہوتی۔ جو کچھ ہوا سب اُلٹا ہی ہوا.....“

”لیکن پنڈت اُنٹا تو ضرور ہوا کہ دےس میں دودھ گھی بکنا سچ سچ ہلکا ہو گیا۔“ خاں صاحب نے ویلنگ بھرے سر میں کہا۔

पर लिख गई और आवाज में जरा आवेश भर गया और उन्होंने फिर बात शुरू की—“लेकिन आज सारे सपने टूट गए.....हम ने तुमने जिसके लिये कुरबानी की थी वह भारत कहीं दिखाई ही नहीं पड़ता.” बूढ़े पंडित ने फिर एक ठंडी सांस खींची और किसी विचार में सो गए.

खाँ साहब भी दुखी मालूम पड़ रहे थे. शायद वह भी किसी बीते दिन की याद ताज़ा कर रहे थे. मैं उनकी तरफ टकटकी बांधे देख रहा था. उनकी बुढ़ाई के पास मेरी जवानी को देने के लिये बहुत कुछ था. मैं लेना चाहता था. उनकी उमर मैं लेना नहीं चाहता था, मैं उनका अनुभव लेना चाहता था, उनकी लगन और कुरबानी लेना चाहता था, उनका भाई चारा और प्रेम लेना चाहता था. लेकिन जवानी के पास देने को क्या था—फूट, स्वार्थ, चाल बाजी और द्वेष—मेरी आंख उनसे एक बार मिली और शरम से किताब के पन्नों में गड़ गई.

झिबे में सन्नाटा था. सब पर नींव अपना जादू फेर रही थी. पंखों की भन भन जरूर कानों में आती थी. फिर भी पूरी शान्ति फैली हुई थी.

“पंडितजी, नैनी जेल में एक दिन खाना खाते वक़्त की बात याद है न?”

“हां, हां, खाँ साहब! मेरे लिये तो वह कल की सी बात है. आप का उस दिन का सवाल भी मुझे याद है. उस समय तो मैं आप पर हंसा था. लेकिन अब सोचता हूँ कितना मौक़े का वह सवाल था.”

“मेरी याददाश्त इतनी कमज़ोर हो गई है कि कुछ याद ही, नहीं रहता. बताओ तो पंडित क्या बात थी. भई अब जिन्दगी में रह ही क्या गया है. बुझते चिराग हैं हम लोग. यही मिल बैठ के पिछले दिनों की याद के सहारे तो चले जा रहे हैं.”

“तुम चिन्ता में डूबे हुए आए उस दिन. उदास बैठ गए. फिर फूट से पूछ बैठे कि स्वराज में क्या होगा? सब लोग हंस पड़े. मैंने भी मन ही मन मोचा था कि खाँ साहब भी क्या बेवकूफ़ आदमी हैं. लेकिन तुम्हारी चिन्ता देखकर मेरी हिम्मत मज़ाक उड़ाने की नहीं हुई. मैंने तुमसे कहा था, भई जब स्वराज हो जायगा तो हमारे यहां अनाज और कपड़े का बिलकुल कमी न रह जायगी. सब को काफी कपड़ा मिलेगा. अनाज की रेल पेख होगी. कोई भूका नंगा न रह पायगा. हमारे देश में कमी ही किस बात की है. यह तो सब अंगरेज की लूट है जो हम पर गरीबी का राज है. स्वराज मिलते ही हम अनाज और कपड़े के मालिक खुद हो जायेंगे. अपनी जरूरत पूरी किये बिना दमड़ी की भी चीख बाहर न जाने पायगी. लेकिन खाँ साहब, वह सब

पर कहे गये. और आواز में फ़रा ओझस भर گیا اور انہوں نے یہ بات شروع کی—“لیکن آج سارے سपنے ٹوٹ گئے..... ہم نے تم نے جس کے لئے قربانی کی تھی وہ بھارت کہیں دکھائی ہی نہیں پڑتا.” بڑھے پندیت نے پھر ایک تھلکی سانس کھینچی اور کسی وجہ سے کہہ گئے.

خان صاحب بھی دکھی معلوم پڑ رہے تھے. شاید وہ بھی کسی بچے دن کی یاد تازہ کر رہے تھے. میں اُن کی طرف گتکی باندھ دیکھ رہا تھا. اُن کی بڑھائی کے پاس میری جوانی کو دینے کے لئے بہت کچھ تھا. میں لہذا چاہتا تھا. اُن کی عمر میں میں لہذا نہیں چاہتا. میں اُن کا اُنوبھو لہذا چاہتا تھا. اُن کی لگن اور قربانی لہذا چاہتا تھا. اُن کا بھائی چارہ اور پریم لہذا چاہتا تھا. لیکن جوانی کے پاس دینے کو کیا تھا — پھوٹ، سوارتھ، چالبازی اور دروغی — میری آنکھ اُن سے ایک بار ملی اور شرم سے گلاب کے پتوں میں گڑ گئی.

دیکھ میں سناٹا تھا. سب پر نیند ایسا جادو پھیر رہی تھی. پلنگھوں کی بہن بہن ضرور کانوں میں آتی تھی. پھر بھی پوری شانتی پھیلی ہوئی تھی.

“پلنگھ جی، نینلی جیل میں ایک دن کھانا کھاتے وقت کی بات یاد ہے نہ؟”

“ہاں، ہاں، خان صاحب! میرے لئے تو وہ کل کی سی بات ہے. آپ کا اُس دن کا سوال بھی مجھے یاد ہے. اُس سمے تو میں آپ پر ہلسا تھا. لیکن اب سوچتا ہوں کتنا موقع کا وہ سوال تھا.”

“میری یاد داشت اتنی کمزور ہوگئی ہے کہ کچھ یاد ہی نہیں رہتا. بتاؤ تو پلنگھ، کیا بات تھی. بھئی اب زندگی میں رہ ہی کیا گیا ہے. بچھتے چراغ ہیں ہم لوگ. یہی مل بوقتہ کے پچھلے دنوں کی یاد کے سہارے تو چلے جا رہے ہیں.”

“تم چلتا میں تو رہے ہوئے آئے اُس دن. آداس بوقتہ گئے. پھر جھٹ سے بوجھ بوقتہ کہ سوراچ میں کیا ہوگا؟ سب لوگ ہلنس پڑے. میں نے بھی من ہی من سوچا تھا کہ خان صاحب بھی کیا بھوکوف آدمی ہیں. لیکن تمہاری چلتا دیکھکر میری ہمت مذاق اُڑانے کی نہیں ہوئی. میں نے تم سے کہا تھا. بھئی جب سوراچ ہو جائے گا تو ہمارے یہاں اناج اور کپڑے کی بالکل کمی نہ رہ جائے گی. سب کو کافی کپڑا ملے گا. اناج کی دہل پھل ہوگی. کوئی بھوکا نہ رہے پائے گا. ہمارے دیس میں کمی ہی کس بات کی ہے. یہ تو سب انگریز کی لوث ہے جو ہم پر غریبی کا راج ہے. سوراچ ملتے ہی ہم اناج اور کپڑے کے مالک خود ہو جائیں گے. اپنی ضرورت پوری کئے بنا دسوی کی بھی چوڑ باہر نہ جانے پائے گی. لیکن خان صاحب، وہ سب

वही झुकी इनसानो आबाब मेरे कानों में गूँज उठी—
"य गंगा माई की!"

पुल पर से जब गाड़ी गुजरती है, देश का कुछ न कुछ धन जरूर इस नदी के पेट में दफन कर दिया जाता है। रवियां भी कितनी भागवान हैं। नील हो या गंगा या कोई और जल धारा, सभी का भाग अच्छा है। इनसान किस किस तरह इनकी पूजा करता रहा है। आज भी वह इनकी पूजा करता है, पेट काटता है, भूकों मरता है, दुख उड़ता है, लेकिन गंगा के पेट में कुछ न कुछ जरूर सरा देता है। काश इसके आधा भी इनसान इनसान की पूजा कर सके, मानवता की भक्ति कर सके! लेकिन बिताओं को फिर कौन पूछेगा, उनकी पूजा कौन करेगा, उनकी इच्छा कौन पूरी करेगा यही तो ट्रेजडी है! मैंने मन से आलोक किया—आखिर यह लोग क्यों अपना धन इस तरह त्याग करते हैं? मेरे मन ने उनकी तरफ से उत्तर दिया—उन के हाथों मजबूर हैं—इन्हें रोशनी की जरूरत है, इनकी रास्ता को विकास की जरूरत है।

एकएक घंटे के साथ गाड़ी रुक गई। मैं भी यथार्थ आवाहन में लौट आया। इधर उधर नजर डाली। दो रावमी मेरी बगल वाली सीटों पर आमने सामने बैठे थे। दोनों बूढ़े थे, दोनों लंगे सर थे, दोनों के मुँह पर रोष छाया था। इन्हीं की चौड़ाई और बुढ़ापे में सुरखी साफ़ बता रही थी कि जरूर उन्नीसवीं सदी के माडल हैं। पाँच सेर का भी खाने वालों की ऐसी शकल होती थी। अब तो ऐसी शकलें अजायब घर की चीजें हैं। भाग से ही कहीं देखने में मिल जाती हैं। मैंने उन पर आँखें गड़ा दीं। उनके हावभाव उदास, शकल सूरत और हावभाव में कोई खाम प्रस्तर नहीं था। सन-सी सफेद दाढ़ियाँ दोनों के चेहरों पर खे कीदबा से लहरा रही थीं। मैं उस समय तक कुछ न जान सका कि वह कौन हैं और क्या हैं जब तक उन्होंने हुब ही बात करनी शुरू न कर दी—

"कहो, पंडित! जेल की पहली मुलाकात याद है न?"

"जीवन के अंग को कभी भुलाया भी जा सकता है। साहब, क्या ज़माना था वह भी और हम लोग भी प्या थे।" बूढ़े पंडित ने ठंडी सांस लेते हुए कहा और इस तरह की मुद्रा बनाई जैसे सारा अतीत उनके सामने एक तार नाच गया हो।

कुछ देर चुप रहने के बाद खाँ साहब ने फिर कहा—
"आज जब मैं उस वक़्त की बातों को याद करता हूँ तो हंसी आती है पंडित जी। ज़माना ही बिलकुल बदल गया।"

"वह तो परलोक की बातें हो गईं हम लोग क्या क्या सोचते थे, क्या सपने देखते थे। लेकिन....." दुख पंडित की आँखों से टपकने लगा, निराशा की रेखाएँ माथे

मसी जली आसानी आरु मेरे कानों में गूँज उठी—
"कलमा माई की!"

पल पर से जब गाड़ी गुजरती है, देश का कुछ न कुछ धन जरूर इस नदी के पेट में दफन कर दिया जाता है। रवियां भी कितनी भागवान हैं। नील हो या गंगा या कोई और जल धारा, सभी का भाग अच्छा है। इनसान किस किस तरह इनकी पूजा करता रहा है। आज भी वह इनकी पूजा करता है, पेट काटता है, भूकों मरता है, दुख उड़ता है, लेकिन गंगा के पेट में कुछ न कुछ जरूर सरा देता है। काश इसके आधा भी इनसान इनसान की पूजा कर सके, मानवता की भक्ति कर सके! लेकिन बिताओं को फिर कौन पूछेगा, उनकी पूजा कौन करेगा, उनकी इच्छा कौन पूरी करेगा यही तो ट्रेजडी है! मैंने मन से आलोक किया—आखिर यह लोग क्यों अपना धन इस तरह त्याग करते हैं? मेरे मन ने उनकी तरफ से उत्तर दिया—उन के हाथों मजबूर हैं—इन्हें रोशनी की जरूरत है, इनकी रास्ता को विकास की जरूरत है।

एकएक घंटे के साथ गाड़ी रुक गई। मैं भी यथार्थ आवाहन में लौट आया। इधर उधर नजर डाली। दो रावमी मेरी बगल वाली सीटों पर आमने सामने बैठे थे। दोनों बूढ़े थे, दोनों लंगे सर थे, दोनों के मुँह पर रोष छाया था। इन्हीं की चौड़ाई और बुढ़ापे में सुरखी साफ़ बता रही थी कि जरूर उन्नीसवीं सदी के माडल हैं। पाँच सेर का भी खाने वालों की ऐसी शकल होती थी। अब तो ऐसी शकलें अजायब घर की चीजें हैं। भाग से ही कहीं देखने में मिल जाती हैं। मैंने उन पर आँखें गड़ा दीं। उनके हावभाव उदास, शकल सूरत और हावभाव में कोई खाम प्रस्तर नहीं था। सन-सी सफेद दाढ़ियाँ दोनों के चेहरों पर खे कीदबा से लहरा रही थीं। मैं उस समय तक कुछ न जान सका कि वह कौन हैं और क्या हैं जब तक उन्होंने हुब ही बात करनी शुरू न कर दी—

"कहो, पंडित! जेल की पहली मुलाकात याद है न?"

"जीवन के अंग को कभी भुलाया भी जा सकता है। साहब, क्या ज़माना था वह भी और हम लोग भी प्या थे।" बूढ़े पंडित ने ठंडी सांस लेते हुए कहा और इस तरह की मुद्रा बनाई जैसे सारा अतीत उनके सामने एक तार नाच गया हो।

कुछ देर चुप रहने के बाद खाँ साहब ने फिर कहा—
"आज जब मैं उस वक़्त की बातों को याद करता हूँ तो हंसी आती है पंडित जी। ज़माना ही बिलकुल बदल गया।"

"वह तो परलोक की बातें हो गईं हम लोग क्या क्या सोचते थे, क्या सपने देखते थे। लेकिन....." दुख पंडित की आँखों से टपकने लगा, निराशा की रेखाएँ माथे

کھانا چاہتے ہیں؟“ انکی مٹھی سے گڑھا اور چوڑی کا پتا چل رہا تھا۔

“میں کچھ نہیں کھؤں گا۔ آپ ہی سوچیں۔ میں کھانے کی بات نہیں کرتا۔ صرف بھائی چارے کے بارے میں.....“

“آپ کیا چاہتے ہیں، ساک ساک کچھ نہیں کھتے؟“ مٹھی بھرے سبز میں ان سب نے سوال کیا۔

“میں کھانے کی بات نہیں کرتا ہوں۔ صرف سداچار کی نگاہ سے.....“

“آپ کا مطلب ہے کہ ہم چار بڑے بھائی ہیں۔“

“جیسا آپ ٹیک سمجھیں۔ میں نے کہا کہ میں کھانے کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ صرف آپ کے بھائی چارے اور بھائی سے اہل کر رہا ہوں۔ آپ جو ٹیک سمجھیں کھجئے۔ میں کچھ نہیں کھتا ہوں۔ معاف کھجئے گا میں آپ سے کہہ ہی نہیں سکتا ہوں۔ آپ ہی سداچار کھجئے۔ آپ لوگ تو چلتے آتے ہیں۔ آپ کو تو کشت اُٹھانے لوگوں کو آرام پہونچانا چاہئے..... معاف کھجئے گا میں کچھ نہیں کھتا ہوں۔ جو آپ ٹیک سمجھیں۔ دیکھئے نہ ایک مسافر کو ہاتھلے تک کے لئے سہت نہیں ہے۔ اُس نے ہتھ خیر کئے ہیں اور آپ دھائی تکتے ہیں آدھے دے پر لہجہ چماتے ہیں۔ آپ ہی سوچئے نہ۔“

“جیسا آپ کہتے۔“ کھدہ دھاری سب کے سبز سے لہجہ ٹپک رہی تھی۔

“میں کچھ نہیں کھؤں گا۔ جو آپ کا سداچار اور بھائی چارہ کہے!“ اب تکتے کھجئے کی آواز میں دھمک بھڑک رہا تھا۔

میں نے اس بات چیت سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ ایک تکتے کھجئے ایک کھدہ دھاری کے سداچار اور اُس کے انصاف سے اہل کر رہا تھا۔ اُس کے من کو اُس کی آتما کو چھتے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن کھادی کے چھوٹے کے نہچے آتما نہیں تھی ادمکار تھا سوارتہ تھا۔ کانگریسی سب نے چادر کھول کر اڑھ لی اور چپ ہو گئے۔ اُن کا یہ مون اُتار تھا ”بکواس بلد کر“ ہم لاکھوں کو روز یہ پاتھ پڑھاتے ہیں اُن چھڑوں سے لوگوں کو خوب بھڑکاتے ہیں تم چلے ہو ہمارا ہی جادو ہم پر آرمائے۔ تکتے کھجئے اُن کی اس بے شرمی پر چکت کھڑا رہا۔ اُس کے چہرے پر ایک کھلی مسکراہٹ تھی اور اُس مسکراہٹ میں چھپا ہوا سہرے لئے ایک سلیڈ تھا۔

نہ جانے کب تک میں کھدہ دھاتا کہ گڑی بھاپا سٹو کے پل پر اُٹھی۔ لٹا شور مچا۔ میں نے آنکھ بند کر لی۔ کانوں میں انگلی ٹھونس لی۔ من ہی من کوسلے لپٹ۔ کھجئے یہ شور ختم ہی ہو۔ اس شور میں

پہلی چمکے ہیں؟“ اُن کی مٹھی سے گڑھا اور چوڑی کا پتا چل رہا تھا۔

“میں کچھ نہیں کھؤں گا۔ آپ ہی سوچئے۔ میں کھانے کی بات نہیں کرتا۔ صرف بھائی چارے کے بارے میں.....“

“آپ کیا چاہتے ہیں، ساک ساک کچھ نہیں کھتے؟“ مٹھی بھرے سبز میں ان سب نے سوال کیا۔

“میں کھانے کی بات نہیں کرتا ہوں۔ صرف سداچار کی نگاہ سے.....“

“آپ کا مطلب ہے کہ ہم چار بڑے بھائی ہیں۔“

“جیسا آپ ٹیک سمجھیں۔ میں نے کہا کہ میں کھانے کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ صرف آپ کے بھائی چارے اور بھائی سے اہل کر رہا ہوں۔ آپ جو ٹیک سمجھیں کھجئے۔ میں کچھ نہیں کھتا ہوں۔ معاف کھجئے گا میں آپ سے کہہ ہی نہیں سکتا ہوں۔ آپ ہی سداچار کھجئے۔ آپ لوگ تو چلتے آتے ہیں۔ آپ کو تو کشت اُٹھانے لوگوں کو آرام پہونچانا چاہئے..... معاف کھجئے گا میں کچھ نہیں کھتا ہوں۔ جو آپ ٹیک سمجھیں۔ دیکھئے نہ ایک مسافر کو ہاتھلے تک کے لئے سہت نہیں ہے۔ اُس نے ہتھ خیر کئے ہیں اور آپ دھائی تکتے ہیں آدھے دے پر لہجہ چماتے ہیں۔ آپ ہی سوچئے نہ۔“

“جیسا آپ کہتے۔“ کھدہ دھاری سب کے سبز سے لہجہ ٹپک رہی تھی۔

“میں کچھ نہیں کھؤں گا۔ جو آپ کا سداچار اور بھائی چارہ کہے!“ اب تکتے کھجئے کی آواز میں دھمک بھڑک رہا تھا۔

میں نے اس بات چیت سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ ایک تکتے کھجئے ایک کھدہ دھاری کے سداچار اور اُس کے انصاف سے اہل کر رہا تھا۔ اُس کے من کو اُس کی آتما کو چھتے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن کھادی کے چھوٹے کے نہچے آتما نہیں تھی ادمکار تھا سوارتہ تھا۔ کانگریسی سب نے چادر کھول کر اڑھ لی اور چپ ہو گئے۔ اُن کا یہ مون اُتار تھا ”بکواس بلد کر“ ہم لاکھوں کو روز یہ پاتھ پڑھاتے ہیں اُن چھڑوں سے لوگوں کو خوب بھڑکاتے ہیں تم چلے ہو ہمارا ہی جادو ہم پر آرمائے۔ تکتے کھجئے اُن کی اس بے شرمی پر چکت کھڑا رہا۔ اُس کے چہرے پر ایک کھلی مسکراہٹ تھی اور اُس مسکراہٹ میں چھپا ہوا سہرے لئے ایک سلیڈ تھا۔

نہ جانے کب تک میں کھدہ دھاتا کہ گڑی بھاپا سٹو کے پل پر اُٹھی۔ لٹا شور مچا۔ میں نے آنکھ بند کر لی۔ کانوں میں انگلی ٹھونس لی۔ من ہی من کوسلے لپٹ۔ کھجئے یہ شور ختم ہی ہو۔ اس شور میں

بچے میں چوس آیا۔ پہلے وہ دروازے پر آکر اس
رہ خدے ہو گئے جیسے کوئی بیٹا ٹیکٹ موسافیر کسی
بچے میں چوستا ہے اور اپنے میں بھرتی کر کے
تھما تھما اُدھر اُدھر دھک کر بیٹھ جانے کی کوشش
میں کچھ دیر کھڑا رہتا ہے۔ انہوں نے ٹیکٹ مسافر ہو کر
نہیں سمجھا جاسکتا تھا۔ اُن کی وردی ہی صفائی کی
گواہ تھی۔ پانچ منٹ کے بعد انہوں نے مسافروں سے ٹیکٹ
مانگنا شروع کر دیا۔ میں قہر کے ہنچ میں آسن جیسے
تھا۔ میرا ٹیکٹ دیکھ کر وہ میرے داہلے ہاتھ کی طرف
ہوئے۔ اِس طرف دو اوپر کی اور دو نیچے کی برتن تھیں۔
ایک پر ایک مرد لیٹا تھا۔ دوسری پر ایک عورت نے
قبضہ جما رکھا تھا۔ باقی دونوں برتنوں پر چھوٹے چھوٹے
اُن گنت بچوں نے آسن جما رکھے تھے، جیسے ہی ٹیکٹ
کلکٹر نے اُدھر کا رخ کیا، اوپر کی برتن سے ایک سجن نے
جھپک کر کہا — ”یہ لیجئے۔“

ٹیکٹ کلکٹر ٹیکٹ دیکھنے لگا۔ میری نظر ان سجن
سجن کی طرف گئی۔ سلوک کھادی میں سجے ہوئے تھے۔ اُنکے
پر سوئے فریم کا چھتہ چڑھا ہوا تھا۔ سر پر آبی توجہی
ٹوپی تھی اور ہونٹوں کی سرخی بچا رہی تھی کہ پان
ہوئی کھاتے ہیں۔ میں نے انومان کیا، ہو نہ ہو کوئی چھوٹا
موڈا کانگریسی نہتا ہی ہو سکتا ہے۔ 1947 کے بعد یہ
چکامات اور یہ حلیہ اُن کی ہی ہو سکتی ہے۔

”چاروں برتن پر آپ ہی لوگ ہیں؟“ ٹیکٹ کلکٹر
نے پوچھا۔

”جی ہاں۔“

”لےکین ٹیکٹ تو آپ نے کل تھائی ہی لئے ہیں۔“

”جی، باقی بچے ہیں اور تین برس سے چھوٹے
ہیں۔“

ٹیکٹ کلکٹر نے ایک بار اُنہیں گھور کر دیکھا۔ چہرے
سے ایسا لگا کہ وہ کہنا چاہ رہا ہو—”دھڑ، مومے
سب کلاؤن مالوم ہے۔ کلاؤن کی بات نہ کیجیے تو بچھا
ہے—لےکین نہ جانے کیوں اسنے وہ نہیں کہا جو شاید
وہ کہنا چاہتا تھا۔ ناکری جانے کا رنج کا ڈر ہوتا
ہے۔ موسافروں کے لیے وہ کیوں موسیبت مول لے۔ خد
داری کے مٹاوتلے پر کیوں آیا۔ اذیکار کے ختے کو کیوں
خوبے۔ کدیں ان سجن نے بھٹ مٹ کسی بکسر سے کھ
کھ دیا تو اسکی کون منےگا۔ کورن کوریا بستر بڈھ جائے گا۔ شای
جایگا۔ شاید کھ منٹ کی خاموشی اسی بڈھ بون
کی بڈھ سے یی۔ وہ وہی خد تھا اور وہ سجن رہ رہ
کر اسکی طرف دیکھ رہے تھے۔

اخیرکار خاموشی دڑی اور ٹیکٹ کلکٹر نے
کہا—”میں کھ نہ کھنگا، آپ ہی سوچیے۔“ اسکی
آواز سے آتما کی بڈھ رہی یی۔

خداری سجن بولے—”کدیے کدیے، کما

قہ میں کھس آئے۔ پہلے وہ دروازے پر آکر اِس
طرح کھڑے ہوئے جیسے کوئی بیٹا ٹیکٹ مسافر
کسی قہ میں کھستا ہے اور اپنے میں بھرتی کر کے
تھما تھما اُدھر اُدھر دھک کر بیٹھ جانے کی کوشش
میں کچھ دیر کھڑا رہتا ہے۔ انہوں نے ٹیکٹ مسافر ہو کر
نہیں سمجھا جاسکتا تھا۔ اُن کی وردی ہی صفائی کی
گواہ تھی۔ پانچ منٹ کے بعد انہوں نے مسافروں سے ٹیکٹ
مانگنا شروع کر دیا۔ میں قہر کے ہنچ میں آسن جیسے
تھا۔ میرا ٹیکٹ دیکھ کر وہ میرے داہلے ہاتھ کی طرف
ہوئے۔ اِس طرف دو اوپر کی اور دو نیچے کی برتن تھیں۔
ایک پر ایک مرد لیٹا تھا۔ دوسری پر ایک عورت نے
قبضہ جما رکھا تھا۔ باقی دونوں برتنوں پر چھوٹے چھوٹے
اُن گنت بچوں نے آسن جما رکھے تھے، جیسے ہی ٹیکٹ
کلکٹر نے اُدھر کا رخ کیا، اوپر کی برتن سے ایک سجن نے
جھپک کر کہا — ”یہ لیجئے۔“

ٹیکٹ کلکٹر ٹیکٹ دیکھنے لگا۔ میری نظر اُن سجن
کی طرف گئی۔ سلوک کھادی میں سجے ہوئے تھے۔ اُنکے
پر سوئے فریم کا چھتہ چڑھا ہوا تھا۔ سر پر آبی توجہی
ٹوپی تھی اور ہونٹوں کی سرخی بچا رہی تھی کہ پان
ہوئی کھاتے ہیں۔ میں نے انومان کیا، ہو نہ ہو کوئی چھوٹا
موڈا کانگریسی نہتا ہی ہو سکتا ہے۔ 1947 کے بعد یہ
چکامات اور یہ حلیہ اُن کی ہی ہو سکتی ہے۔

”چاروں برتن پر آپ ہی لوگ ہیں؟“ ٹیکٹ کلکٹر

نے پوچھا۔

”جی ہاں۔“

”لےکین ٹیکٹ تو آپ نے کل تھائی ہی لئے ہیں۔“

”جی، باقی بچے ہیں اور تین برس سے چھوٹے
ہیں۔“

ٹیکٹ کلکٹر نے ایک بار اُنہیں گھور کر دیکھا۔ چہرے
سے ایسا لگا کہ وہ کہنا چاہ رہا ہو—”دھڑ، مومے
سب کلاؤن مالوم ہے۔ کلاؤن کی بات نہ کیجیے تو بچھا
ہے—لےکین نہ جانے کیوں اسنے وہ نہیں کہا جو شاید
وہ کہنا چاہتا تھا۔ ناکری جانے کا رنج کا ڈر ہوتا
ہے۔ موسافروں کے لیے وہ کیوں موسیبت مول لے۔ خد
داری کے مٹاوتلے پر کیوں آیا۔ اذیکار کے ختے کو کیوں
خوبے۔ کدیں ان سجن نے بھٹ مٹ کسی بکسر سے کھ
کھ دیا تو اسکی کون منےگا۔ کورن کوریا بستر بڈھ جائے گا۔ شای
جایگا۔ شاید کھ منٹ کی خاموشی اسی بڈھ بون
کی بڈھ سے یی۔ وہ وہی خد تھا اور وہ سجن رہ رہ
کر اسکی طرف دیکھ رہے تھے۔

اخیرکار خاموشی دڑی اور ٹیکٹ کلکٹر نے
کہا—”میں کھ نہ کھنگا، آپ ہی سوچیے۔“ اُس کی آواز سے
آتما کی بڈھ رہی یی۔
خداری سجن بولے — ”کدیے کدیے، کما

آخرکار خاموشی ٹوٹی اور ٹیکٹ کلکٹر نے کہا—

”کچھ نہ کہنا، آپ ہی سوچیے۔“ اُس کی آواز سے آتما کی

لہجہ کی ہو آ رہی تھی۔

خداری سجن بولے — ”کدیے کدیے، کما

तो क्या सोचता, आज सोचता हूँ इच्छा भी कितनी प्रबल है। मैं स्टेशन से दो तौ गज और आगे बढ़ गया। रास्ते में होटल हैं, उन पर रेडियो बजा करते हैं। पटरी पर नटों के डेरे लगे होते हैं। लेकिन मुझे किसी का पता नहीं चला, किसी का ज्ञान नहीं हुआ। मेरे लिये जैसे उस समय कोई चीज मौजूद ही न थी। एक रिक्शा वाला जन्नाटे से चला आ रहा था। मैंने पूछा—“राम बाग स्टेशन चलोगे?” उसने ताज्जुब से कहा—“राम बाग?.....राम बाग?..... यह राम बाग ही तो है।” मैंने कौरन गलती भांप ली और बोला—“नहीं भई प्रयाग, प्रयाग।”

रिक्शा तेजी से सड़कों की छाती को रौंदा हुआ चला जा रहा था। वह किन सड़कों से गुजर रहा था उस समय मुझे यह भी पता न था। मेरी आंखें घड़ी पर ठहरी थीं और बार बार मुंह से निकल जाता था—“रिक्शे वाले तेज चलाओ” शायद रिक्शे वाले ने मेरी बेचैनी भांप ली थी। वह सिरक इतना कह कर चुप हो जाता था—“बस आ गया प्रयाग, प्रयाग ही तो है आगे, मिंटों में पहुँचाता हूँ बाबू जी, मिंटों में।”

दिमागी उलझन और अशान्ति साथ लिये मैं प्रयाग स्टेशन पहुँच गया। मेरी घड़ी के अनुसार सिरक दो मिनट गाड़ी छूटने में थे। जल्दी जल्दी टिकट खरीदा। भागता हुआ प्लेटफारम पर पहुँचा। वहाँ गाड़ी मौजूद नहीं थी। जान सी ही निकल गई। कमजोर दिल होता तो जरूर दौरा पड़ गया होता। मैंने पागलों की तरह एक कुली से पूछा—“लखनऊ की गाड़ी चली गई क्या?” वह दो सेकेन्ड चुप रहा, मेरी तरफ देखता रहा और फिर बोला—“अभी चार पाँच मिनट की देर है आने में।” दम में दम आया। टहलता हुआ स्टेशन मास्टर के कमरे की तरफ गया। घड़ी पर नजर डाली। मेरी घड़ी पाँच मिनट तेज चल रही थी। मेरे मुँह पर हँसी दौड़ गई और मैंने मन ही मन कहा—चलो एक तो कायदा हुआ तेज घड़ी रखने से।

गाड़ी आते ही बिना खाली डिब्बे का लालच किये हुए मैं एक इन्टर क्लास के डिब्बे में भट घुस गया। सारी बरथाँ पर लोग बिस्तरा बिछाए हुए थे। कोई जगह दिखाई न पड़ी। अभी चबराहट का पसीना सूखा नहीं था। थकावट ने मेरी वमंग और ताअगी छीन ली थी। मैं लेटना चाहता था। कर्श पर ही होल्डाल खोल दिया। मुझे अजीब से खुशी महसूस हुई। इस खुशी में मस्ती नहीं थी फिर भी यह खुशी ही थी—बाधाओं से लड़ाई जीतने की खुशी! मैं लेटे लेटे फिर सोचने लगा—अगर मैं इसी वस्तु तार न पढ़ता, अगर रिक्शा न मिलता, अगर गाड़ी न मिलती, तो क्या होता.....??

प्रयाग स्टेशन से गाड़ी जैसे ही रेंगी एक नए साहब

‘आज सोचता हूँ! जेहा भी कलकत्ता परल है। मेहनत, दुःसु कर् और आँके बोझ के साथ। रास्ते में मेहनत, रेडियो बजा करते हूँ। पटरी पर नटों के डेरे के किरने में। लेकिन मेरे किसी का पता नहीं चला, किसी का ज्ञान नहीं हुआ। मेरे लिये जैसे उस समय कोई चीज मौजूद ही न थी। एक रिक्शा वाला जन्नाटे से चला आ रहा था। मैंने पूछा—“राम बाग स्टेशन चलोगे?” उसने ताज्जुब से कहा—“राम बाग?.....राम बाग?..... यह राम बाग ही तो है।” मैंने कौरन गलती भांप ली और बोला—“नहीं भई प्रयाग, प्रयाग।”

रिक्शा तेजी से सड़कों की छाती को रौंदा हुआ चला जा रहा था। वह किन सड़कों से गुजर रहा था उस समय मुझे यह भी पता न था। मेरी आंखें घड़ी पर ठहरी थीं और बार बार मुंह से निकल जाता था—“रिक्शे वाले तेज चलाओ” शायद रिक्शे वाले ने मेरी बेचैनी भांप ली थी। वह सिरक इतना कह कर चुप हो जाता था—“बस आ गया प्रयाग, प्रयाग ही तो है आगे, मिंटों में पहुँचाता हूँ बाबू जी, मिंटों में।”

दिमागी उलझन और अशान्ति साथ लिये मैं प्रयाग स्टेशन पहुँच गया। मेरी घड़ी के अनुसार सिरक दो मिनट गाड़ी छूटने में थे। जल्दी जल्दी टिकट खरीदा। भागता हुआ प्लेटफारम पर पहुँचा। वहाँ गाड़ी मौजूद नहीं थी। जान सी ही निकल गई। कमजोर दिल होता तो जरूर दौरा पड़ गया होता। मैंने पागलों की तरह एक कुली से पूछा—“लखनऊ की गाड़ी चली गई क्या?” वह दो सेकेन्ड चुप रहा, मेरी तरफ देखता रहा और फिर बोला—“अभी चार पाँच मिनट की देर है आने में।” दम में दम आया। टहलता हुआ स्टेशन मास्टर के कमरे की तरफ गया। घड़ी पर नजर डाली। मेरी घड़ी पाँच मिनट तेज चल रही थी। मेरे मुँह पर हँसी दौड़ गई और मैंने मन ही मन कहा—चलो एक तो कायदा हुआ तेज घड़ी रखने से।

गाड़ी आते ही बिना खाली डिब्बे का लालच किये हुए मैं एक इन्टर क्लास के डिब्बे में भट घुस गया। सारी बरथाँ पर लोग बिस्तरा बिछाए हुए थे। कोई जगह दिखाई न पड़ी। अभी चबराहट का पसीना सूखा नहीं था। थकावट ने मेरी वमंग और ताअगी छीन ली थी। मैं लेटना चाहता था। कर्श पर ही होल्डाल खोल दिया। मुझे अजीब से खुशी महसूस हुई। इस खुशी में मस्ती नहीं थी फिर भी यह खुशी ही थी—बाधाओं से लड़ाई जीतने की खुशी! मैं लेटे लेटे फिर सोचने लगा—अगर मैं इसी वस्तु तार न पढ़ता, अगर रिक्शा न मिलता, अगर गाड़ी न मिलती, तो क्या होता.....??

प्रयाग स्टेशन से गाड़ी जैसे ही रेंगी एक नए साहब

کی بات ही सामنے نہ آتی تھی۔ چہت سے کہو
 ر نظر ڈالی۔ سو دس بج چکے تھے۔ من کے جلمے
 جے پر جھسے کسی نے پانی ڈال دیا۔ اوپر کی سانس
 اوپر اور نیچے کی سانس نیچے رہ گئی۔ میرا دماغ بھلنا
 تھا، جھلجھلاہٹ لے ہو رہا بدل دیئے۔ میں جلدی گھبرا
 ہوں ہوں لیکن نہ جانے کہوں گھبراہٹ لے مجھے آدبوجا
 — شانتی جو مجھ سے چھن گئی تھی!! مجھے ایسا
 بگاڑا، اگر میں لکھنؤ نہ پہنچتا تو تہج کو پھانسی ہو جائے
 لی، میں اس سے بھر کبھی نہ مل سکوں گا۔ آشا اور
 نریشا کی چوتھوں دماغ میں چل رہی تھیں۔ چھلوں
 میں سیکڑوں ترکھوں میں میرے دماغ میں انہوں اور سلیم
 کے پردے کے سمان دماغ کے پٹل کو کورا چھوڑ کر چلی
 گئیں۔ انہ آباد استھشن سے دس بجکر بائیس ملت
 پر لڑی جاتی تھی۔ وہاں اس سے پہنچنا ناممکن
 تھا۔ یکبارگی دماغ میں وچار آیا کہوں نہ پریاک استھشن
 سے کوشش کروں۔ سنجوگ ہی تو ہے۔ شاید گڑی مل جائے۔

میں بیجلی سی بھر گئی۔ میرے پٹے خود بخود کام
 میں لگا گئے۔ میں ایک فوری تھی جو اس سے پہلے میں نے
 کبھی अनुभव نہیں کی تھی۔ بستر باंधा और एक भोला
 लेकर रिकशा की खोज में चल दिया. दरवाजा बन्द किया
 या नहीं इसकी सुध नहीं थी. उस समय मेरे दिमाग में एक
 ही विचार था—मुझे लखनऊ जरूर पहुँचना चाहिये—मेरा
 दिमाग हर समय कुछ न कुछ सोचा करता है. उस वक़्त
 सोचने का अवसर नहीं था. सारी शक्ति खिंच कर पैरों
 में आ गई थी. पल पल मुझे घंटों मालूम हो रहे थे. चलफन
 बढ़ती ही जा रही थी. मैं दौड़ हरगिज नहीं रहा था लेकिन
 फिर भी सांस ऐसी ही तेज थी जैसे सी गज़ की दौड़ लगा
 रहा हूँ.

बाधाएँ इकट्ठा रास्ता रोकती हैं और जब हटने लगती
 हैं तो इकट्ठा हट भी जाती हैं. कौन जानता था कि इस
 समय चौराहे पर रिकशा भी न मिलेगा. इधर उधर नजर
 घुमाई दूर दूर किसी रिकशे का नाम निशान न था. सोचने
 और इन्तज़ार के लिये वक़्त कहाँ था. मैं राम बाग़ स्टेशन
 पहुँच गया. वहाँ तो रिकशा मिलना ही चाहिये था. लेकिन
 संजोग को क्या कहा जाय. वहाँ भी मैदान साफ़ था.
 निराशा का घोर अंधियारा मेरे सामने छा गया. मेरी
 कलपटी जलने लगी. नाक के बजाएँ मैंने मुँह से सांस लेना
 शुरू कर दिया. अधिक थकावट के कारन खूब बख़ूब मेरे
 मुँह से सांस निकलने लगती है. आँखों में आँसू डब डबा
 रहे थे. कोई मेरी शकल देखता तो जरूर पागल समझ कर
 कतराने की कोशिश करता, लेकिन मुझे हरगिज हरगिज
 रुकना न होती. मेरा ध्यान ही किसी तरफ़ नहीं जा सकता
 था. प्रबल इच्छा ने मुझे बे काबू कर दिया था. उस समय

لی بات ہی سامنے نہ آتی تھی۔ چہت سے کہو
 ر نظر ڈالی۔ سو دس بج چکے تھے۔ من کے جلمے
 جے پر جھسے کسی نے پانی ڈال دیا۔ اوپر کی سانس
 اوپر اور نیچے کی سانس نیچے رہ گئی۔ میرا دماغ بھلنا
 تھا، جھلجھلاہٹ لے ہو رہا بدل دیئے۔ میں جلدی گھبرا
 ہوں ہوں لیکن نہ جانے کہوں گھبراہٹ لے مجھے آدبوجا
 — شانتی جو مجھ سے چھن گئی تھی!! مجھے ایسا
 بگاڑا، اگر میں لکھنؤ نہ پہنچتا تو تہج کو پھانسی ہو جائے
 لی، میں اس سے بھر کبھی نہ مل سکوں گا۔ آشا اور
 نریشا کی چوتھوں دماغ میں چل رہی تھیں۔ چھلوں
 میں سیکڑوں ترکھوں میں میرے دماغ میں انہوں اور سلیم
 کے پردے کے سمان دماغ کے پٹل کو کورا چھوڑ کر چلی
 گئیں۔ انہ آباد استھشن سے دس بجکر بائیس ملت
 پر لڑی جاتی تھی۔ وہاں اس سے پہنچنا ناممکن
 تھا۔ یکبارگی دماغ میں وچار آیا کہوں نہ پریاک استھشن
 سے کوشش کروں۔ سنجوگ ہی تو ہے۔ شاید گڑی مل جائے۔

مجھ میں بجلی سی بھر گئی۔ میرے پٹے خود
 بخود کام میں لگ گئے۔ میں ایک فوری تھی جو اس سے پہلے میں نے
 کبھی अनुभव نہیں کی تھی۔ بستر باंधा और एक भोला
 लेकर रिकशा की खोज में चल दिया. दरवाजा बन्द किया
 या नहीं इसकी सुध नहीं थी. उस समय मेरे दिमाग में एक
 ही विचार था—मुझे लखनऊ जरूर पहुँचना चाहिये—मेरा
 दिमाग हर समय कुछ न कुछ सोचा करता है. उस वक़्त
 सोचने का अवसर नहीं था. सारी शक्ति खिंच कर पैरों
 में आ गई थी. पल पल मुझे घंटों मालूम हो रहे थे. चलफन
 बढ़ती ही जा रही थी. मैं दौड़ हरगिज नहीं रहा था लेकिन
 फिर भी सांस ऐसी ही तेज थी जैसे सी गज़ की दौड़ लगा
 रहा हूँ.

बाधाएँ इकट्ठा रास्ता रोकती हैं और जब हटने लगती
 हैं तो इकट्ठा हट भी जाती हैं. कौन जानता था कि इस
 समय चौराहे पर रिकशा भी न मिलेगा. इधर उधर नजर
 घुमाई दूर दूर किसी रिकशे का नाम निशान न था. सोचने
 और इन्तज़ार के लिये वक़्त कहाँ था. मैं राम बाग़ स्टेशन
 पहुँच गया. वहाँ तो रिकशा मिलना ही चाहिये था. लेकिन
 संजोग को क्या कहा जाय. वहाँ भी मैदान साफ़ था.
 निराशा का घोर अंधियारा मेरे सामने छा गया. मेरी
 कलपटी जलने लगी. नाक के बजाएँ मैंने मुँह से सांस लेना
 शुरू कर दिया. अधिक थकावट के कारन खूब बख़ूब मेरे
 मुँह से सांस निकलने लगती है. आँखों में आँसू डब डबा
 रहे थे. कोई मेरी शकल देखता तो जरूर पागल समझ कर
 कतराने की कोशिश करता, लेकिन मुझे हरगिज हरगिज
 रुकना न होती. मेरा ध्यान ही किसी तरफ़ नहीं जा सकता
 था. प्रबल इच्छा ने मुझे बे काबू कर दिया था. उस समय

میں سارا غصہ بھل گیا۔ چیخوں کو ڈیکر رکھنے کے من ہی من واہے شراہی کی باتوں کی तरह ہرکدم دیمارا سے بتر گئے۔ لیکن دیکھتا ہوں کہ کب یہ پستند تھا۔ انہوں نے پہلے اڑھ کر دکھی تھی۔ من میں ہانسی نواس کرے گا کڑو کہاں ہوگا! دروازے کے دروازے سے گرا ہوا دہائی پڑا۔ مہرا نام چھوٹے مہوں لکھاوت میں ہا۔ ہرمن سے پوچھتے پوچھتے اور لکھتے لکھتے فوراً لکھنے کی عادت سی پڑ گئی ہے۔ کسی طرح بھی میں اپنا نام تو پڑھ ہی لوں گا۔ ہر خراب لکھاوت کچھ نہ کچھ ہوا آدمی ہوتا ہے۔ میں بھی ہوا ہوں۔ لیکن اگر بہت سے بڑے آدمی ہو جائیں میں مڑا ہی گیا۔ پہلا جمعیت کو نہیں کسی ہے۔ گرو کھنڈال ایڈمی ہائی میں کہ گئے ہیں بھی رہو انہیں رہو یہی سہلے کا گڑھے۔ میں مہرا نام لکھا تھا وہ بھی ہوا آدمی معلوم ہوتا ہاوت دیکھتے ہی مہرا پارہ چڑھ گیا۔ میں یہ کمبخت کہاں سے آگیا۔ ہرمن میں ایک ہاوت لکھتے سہن سے باہر ہے۔ دوسرے اس بھی قصہ آ رہا تھا کہ اتنی رات گئے تار کھوں آیا ہ تو بے نام نشان تار دینے والے کو میں نے کوسا آدمی کو کوسلے لگا جو رات کو آرام کرنے کے ہانڈنا پھرتا ہے—کوئی سوچ سے سوتا ہے اور کوئی سہوا کے لئے رات بھر جاگتا ہے یہی تو اس ہم ہے۔ تار کا مطلب ہی ہے کہ کوئی نہ کوئی بات ہے۔ نہیں تو کس کے پاس اس سہلکائی سے بڑھے ہوئے ہیں۔ میں اس سے کسی گھنڈا کے لئے تیار نہ تھا۔ میں سونا چاہتا غ کی شانتی چاہتا تھا من کی شانتی چاہتا ہوں دھت تھری چکھاسائی! ایک بھی نہ چلی۔ ہں کی کہ تار اٹھا کر رکھ دوں صبح فرصت سے نکلا لیکن اچھا تیز ہوئی گئی۔ طرح طرح کے وہلہ شروع کر دیئے۔ مہرا آرام چھوٹ چھوٹ گیا۔ ت سے قدر رہا تھا آخر وہی معاملہ آئی۔ لکھی میں دھما چوکڑی ہوئے۔ اچھا کے آگے گھلنے می پڑے۔ تار کھولا۔ لکھا تھا—”معاملہ بہت تمہارا آنا بہت ضروری ہے۔“

فصہ بھول گیا۔ چھوٹوں کو ٹھیک رکھنے کے من دے شراہی کی باتوں کی طرح ایکدم دماغ سے اتر ن دیوتاؤں کو کب یہ پستند تھا۔ انہوں نے پہلے اڑھ کر دکھی تھی۔ من میں ہانسی نواس کرے گا کڑو کہاں ہوگا! دروازے کے دروازے سے گرا ہوا دہائی پڑا۔ مہرا نام چھوٹے مہوں لکھاوت میں ہا۔ ہرمن سے پوچھتے پوچھتے اور لکھتے لکھتے فوراً لکھنے کی عادت سی پڑ گئی ہے۔ کسی طرح بھی میں اپنا نام تو پڑھ ہی لوں گا۔ ہر خراب لکھاوت کچھ نہ کچھ ہوا آدمی ہوتا ہے۔ میں بھی ہوا ہوں۔ لیکن اگر بہت سے بڑے آدمی ہو جائیں میں مڑا ہی گیا۔ پہلا جمعیت کو نہیں کسی ہے۔ گرو کھنڈال ایڈمی ہائی میں کہ گئے ہیں بھی رہو انہیں رہو یہی سہلے کا گڑھے۔ میں مہرا نام لکھا تھا وہ بھی ہوا آدمی معلوم ہوتا ہاوت دیکھتے ہی مہرا پارہ چڑھ گیا۔ میں یہ کمبخت کہاں سے آگیا۔ ہرمن میں ایک ہاوت لکھتے سہن سے باہر ہے۔ دوسرے اس بھی قصہ آ رہا تھا کہ اتنی رات گئے تار کھوں آیا ہ تو بے نام نشان تار دینے والے کو میں نے کوسا آدمی کو کوسلے لگا جو رات کو آرام کرنے کے ہانڈنا پھرتا ہے—کوئی سوچ سے سوتا ہے اور کوئی سہوا کے لئے رات بھر جاگتا ہے یہی تو اس ہم ہے۔ تار کا مطلب ہی ہے کہ کوئی نہ کوئی بات ہے۔ نہیں تو کس کے پاس اس سہلکائی سے بڑھے ہوئے ہیں۔ میں اس سے کسی گھنڈا کے لئے تیار نہ تھا۔ میں سونا چاہتا غ کی شانتی چاہتا تھا من کی شانتی چاہتا ہوں دھت تھری چکھاسائی! ایک بھی نہ چلی۔ ہں کی کہ تار اٹھا کر رکھ دوں صبح فرصت سے نکلا لیکن اچھا تیز ہوئی گئی۔ طرح طرح کے وہلہ شروع کر دیئے۔ مہرا آرام چھوٹ چھوٹ گیا۔ ت سے قدر رہا تھا آخر وہی معاملہ آئی۔ لکھی میں دھما چوکڑی ہوئے۔ اچھا کے آگے گھلنے می پڑے۔ تار کھولا۔ لکھا تھا—”معاملہ بہت تمہارا آنا بہت ضروری ہے۔“

بہادر مہرا پورا دوست ہے۔ مڈیکل کالج میں سال میں پوچھتا ہے میں اس کی عادت جانتا ہا مطلب تو وہ خط بھی نہ لکھتا تار دینے کی میں سوچنے لگا— ضرور معاملہ گہر ہے۔ لکھو ضرور جانا چاہئے۔ دماغ میں جھسے ایک ہی ن گئی من میں ایک ہی اچھا صا گئی—مجھے رور جانا چاہئے اور فوراً جانا چاہئے—دوسرے پکھ

تہج بھادور مہرا پورا دوست ہے۔ مڈیکل کالج میں تیسرے سال میں پڑتا ہے۔ میں اس کی عادت جانتا ہا مطلب تو وہ خط بھی نہ لکھتا تار دینے کی میں سوچنے لگا— ضرور معاملہ گہر ہے۔ لکھو ضرور جانا چاہئے۔ دماغ میں جھسے ایک ہی ن گئی من میں ایک ہی اچھا صا گئی—مجھے رور جانا چاہئے اور فوراً جانا چاہئے—دوسرے پکھ

گंगा سے گومتی تک

(مایہ مہکے راج)

دےوتا جب ناراض ہوتے ہیں تو سکر کر داتے ہیں۔ جیادنا ناراض ہوتے ہیں تو پیدل چلواتے ہیں۔ بدھت جیادنا ناراض ہوتے ہیں تو بوم لادنا کر پیدل چلواتے ہیں۔ رانیمت جانیئے، ن مومے پیدل چلنا پکا اور ن بوم ہی لادنے کی نوبت آئی۔ کیر بھی مے سوچتا ہوں دےوتا موم سے ناراض تھے۔ ایسے ہی ہم انسانوں کی زندگی سے کہہ لیتے موم انہیں کچھ مڑا سا آتا ہے، تلک کرنے کی ان کی عادت سے ہو گئی ہے۔ تلک کرنے کے ایک دو سادھن تھوڑے ہی موم ان کے پاس۔ کھوج کے لئے پورا محکمہ کھول دیا ہے۔

انسان سے شانتی جانیئے لو تو اس کے پاس باکری ہی کچا رہ جاتا ہے۔ وہ مڑا ہو جاتا ہے، وہ بھکار ہو جاتا ہے، وہ سوچ نہیں سکتا، وہ چل نہیں سکتا، وہ سو نہیں سکتا۔ امانتی کی پھوڑا سے کراہنے کے سوا وہ کچھ نہیں کر سکتا..... یہی تو شیتان کے ابھارتوں کا ہتھیار ہے !

مے جوش جوش سات بجے رات کو دھمنے چلا گیا۔ دوستوں سے مولا کات دھڑے۔ گپ سڈاک چل پڑی۔ باتوں کا ن سر تھا اور ن پیر۔ کوئی ویشای کھٹنے نہیں پایا۔ یہ بھی بتانا مشاکیل ہے کہ بات کہاں سے شروع ہوئی تھی اور کہاں اس کا انت ہوا۔ سب باتیں تک ہی کی جاتیں تو بات کرنے کا مڑا ہی تھا۔ کسی صورت کپ کی کوئی تڑپ۔ دس بجے سب نے رخصت لی۔ مہری آنکھیں نہلنے سے بلد ہوئی جارہی تھیں۔ نہایت اپنی مہری سے مہری پاس آتی ہے، مہری اچھا کی وہ تابعدار نہیں ہے۔ در تھا کہیں اچھا اگلی تو رات بھر کروتوں بدل بدل کر صبح ہوئی۔ سائیکل سے جلد کود پھیلنے پونچھتے ہوئے دروازہ کھولا۔ کمرے میں کھور اندھارا چھایا تھا۔ پانی کے در سے کہہ کہاں بھی بلد نہیں۔ چھڑوں کو تھوک دکھانے کی بری عادت مچھ چھو تک نہیں گئی۔ لائٹ تھونڈھنے کے چکر میں دو ایک چھڑوں سے ٹکرایا، کچھ آہس میں ٹکرا کر اپنی جگہوں پر ہی وہ گڑبڑ اور کچھ رات کے صلائے موم شور مچاتی ہوچے آہیں۔ مچھ لائٹ کی کھوج تھی، ان کے تھالے کی چلنا نہیں۔ موم پہلے سے ہو ہانپ رہا تھا، چھلچھلاہٹ نے سانس اور تھڑ کر دی۔ فصد کچھ اپنی لبروہی پر آ رہا تھا اور کچھ ہوجارے تھوڑل لہمپ پر۔ فصد اور چھلچھلاہٹ کے ساتھ اندھوں کی طرح اندھ ہاتھ کھما رہا تھا۔ لہمپ کھنڈھت جانا کہاں۔ مل ہی تھا۔ ایک کھٹ کی آواز ہوئی اور کمرے میں روشنی ہی روشنی پھدا ہو گئی۔

گنگا سے گومتی تک

(بہائی مہکے راج)

انسان سے شانتی جانیئے لو تو اس کے پاس باکری ہی کچا رہ جاتا ہے۔ وہ مڑا ہو جاتا ہے، وہ بھکار ہو جاتا ہے، وہ سوچ نہیں سکتا، وہ چل نہیں سکتا، وہ سو نہیں سکتا۔ امانتی کی پھوڑا سے کراہنے کے سوا وہ کچھ نہیں کر سکتا..... یہی تو شیتان کے ابھارتوں کا ہتھیار ہے !

مے جوش جوش سات بجے رات کو دھمنے چلا گیا۔ دوستوں سے مولا کات دھڑے۔ گپ سڈاک چل پڑی۔ باتوں کا ن سر تھا اور ن پیر۔ کوئی ویشای کھٹنے نہیں پایا۔ یہ بھی بتانا مشاکیل ہے کہ بات کہاں سے شروع ہوئی تھی اور کہاں اس کا انت ہوا۔ سب باتیں تک ہی کی جاتیں تو بات کرنے کا مڑا ہی تھا۔ کسی صورت کپ کی کوئی تڑپ۔ دس بجے سب نے رخصت لی۔ مہری آنکھیں نہلنے سے بلد ہوئی جارہی تھیں۔ نہایت اپنی مہری سے مہری پاس آتی ہے، مہری اچھا کی وہ تابعدار نہیں ہے۔ در تھا کہیں اچھا اگلی تو رات بھر کروتوں بدل بدل کر صبح ہوئی۔ سائیکل سے جلد کود پھیلنے پونچھتے ہوئے دروازہ کھولا۔ کمرے میں کھور اندھارا چھایا تھا۔ پانی کے در سے کہہ کہاں بھی بلد نہیں۔ چھڑوں کو تھوک دکھانے کی بری عادت مچھ چھو تک نہیں گئی۔ لائٹ تھونڈھنے کے چکر میں دو ایک چھڑوں سے ٹکرایا، کچھ آہس میں ٹکرا کر اپنی جگہوں پر ہی وہ گڑبڑ اور کچھ رات کے صلائے موم شور مچاتی ہوچے آہیں۔ مچھ لائٹ کی کھوج تھی، ان کے تھالے کی چلنا نہیں۔ موم پہلے سے ہو ہانپ رہا تھا، چھلچھلاہٹ نے سانس اور تھڑ کر دی۔ فصد کچھ اپنی لبروہی پر آ رہا تھا اور کچھ ہوجارے تھوڑل لہمپ پر۔ فصد اور چھلچھلاہٹ کے ساتھ اندھوں کی طرح اندھ ہاتھ کھما رہا تھا۔ لہمپ کھنڈھت جانا کہاں۔ مل ہی تھا۔ ایک کھٹ کی آواز ہوئی اور کمرے میں روشنی ہی روشنی پھدا ہو گئی۔

سमझ में नहीं आता कि समाज का सबाब और असर दुगुना हो जाता है अगर अपनी ज़बान में पढ़ी जाए. वेद प्रचार पर लाखों रुपये खर्च हो रहे हैं और बड़ी बड़ी टीकाएं लिखी जा रही हैं जिन्हें संस्कृतवादी ही पढ़ सकते हैं. ऐसा कोई तरजुमा नहीं किया गया जो मेरे जैसा साधारण आदमी समझ सके. गीता के तरजुमे और टीकाएं तो बहुत हैं लेकिन साफ सुधरा कोई नहीं. अभी तक संध्या और गीता का पाठ संस्कृत में ही करना पुन्य समझा जाता है. क्यों न हो हिन्दू और मुसलमान ब्राह्मणों के पेट का भी सवाल है. अगर हम आप समझ सकें तो उन्हें कौन पूछेगा ? इस पेट की आग के लिये ही आजकल के ब्राह्मणों (जन्म के और कर्म के दोनों) की कोशिश है कि राष्ट्र भाशा संस्कृत हो, नहीं तो मुशकिल संस्कृती हिन्दी हो ताकि वह और उनकी सन्तान भोले भाले किसानों और मजदूरों को मन्दिरो में ही नहीं बल्कि कचहरियों, दफ्तरों, बनिज ज्योपार और हर एक पेशे में लूट सकें. यह देस सेवा और साहित्य सेवा क्या सुन्दर जाल हैं !.....(बाक्री लेखक की किताब 'भाशा' में पढ़िये)

سمجھ میں نہیں آیا کہ نماز کا ثواب اور اثر دگنا ہو جاتا ہے اگر اپنی زبان میں پڑھی جائے . وہد پرچار ہر لاکھوں روپے خرچ ہو رہے ہیں اور بڑی بڑی ٹیکاؤں لکھی جارہی ہیں جنہیں سنسکرت دان ہی پڑھ سکتے ہوں . ایسا کوئی ترجمہ نہیں کیا گیا . جو مہرے جیسا سادھارن آدمی سمجھ سکے . گیتا کے ترجمے اور ٹیکاؤں تو بہت ہیں لیکن صاف ستھرا کوئی نہیں . ابھی تک سندھیا اور گیتا کا پاتھ سنسکرت میں ہی کرنا پڑیہ سمجھا جاتا ہے . کیوں نہ ہو ہندو اور مسلمان براہمنوں کے پھٹ کا بھی سوال ہے . اگر ہم آپ سمجھ سکیں تو انہیں کون پوچھتا ؟ اس پھٹ کی آگ کے لئے ہی آجکل کے براہمنوں (جنم کے اور کرم کے دونوں) کی کوشش ہے کہ راشٹر بھاشا سنسکرت ہو، نہیں تو مشکل سنسکرتی ہندی ہو تاکہ وہ اور انکی سلطنت بھولے بھالے کسانوں اور مزدوروں کو ملندروں میں ہی نہیں بلکہ کچھریوں دفتروں، بلیج بیویار اور ہر ایک پشے میں لوٹ سکیں . یہ دیس سہوا اور ساہتیہ سہوا کیا سلندر جال ہیں ! (باقی لوکھک کی کتاب 'بھاشا' میں پڑھئے)

“بیل گاڑی نہیں جا سکتی”

(ڈاکٹر جے. سی. کمارپا)

پلاننگ کمیशन پبلیشری بورڈ کی बैठک میں شامل ہونے کے لियے میں نہی دیکھی گیا था. उसी समय वह हथकंडे मेरे सामने चमक उठे जिन से धनवान गरीबों से नाजायज कायदा उठाते हैं. प्लानिंग कमिशन का दफ्तर 'राष्ट्रपति भवन' के उत्तरी हिस्से में है. मैंने स्टेशन से एक तांगा किया और अपने उठरने की जगह पर सामान उतारने के बाद तांगेवान को "लाट साहब के महल" चलने का हुक्म दिया. तांगेवान ने उत्तर दिया—"मैं एक गरीब आदमी हूँ, अगर आप को वहां ले चलूंगा तो एक मंफट में फँस जाऊंगा, क्योंकि वहां तांगा ले जाने की इजाजत नहीं है." मैंने उसे विश्वास दिलाया कि मैं सब कुछ समझ बूझ लूंगा. उसकी हिम्मत बंधी और वह मुझे लेकर चला दिया. सेक्रेटिरियट के दो ब्लाकों को पार करने के बाद जब वह बाइसरीगल लाज के गेट में बाई तरफ मुड़ने वाला था, एक नवजवान सिल ने अधिकार भरी आवाज से उसको सड़क से हटाने का आदेश दिया. मैंने उस भाई को बताया कि यह एक पब्लिक सड़क है और मुझे इसके इस्तेमाल का पूरा हक है. वह नौजवान पुलिस की बरदी भी नहीं पहने था जिससे

“بیل گاڑی نہیں جاسکتی”

(ڈاکٹر جے. سی. کمارپا)

پلاننگ کمیشن آڈریٹری بورڈ کی بیٹھک میں شامل ہونے کے لئے میں نئی دلی گیا تھا . اسی سم وہ ہتھکڑی مہرے سامنے چمک اٹھے جن سے دھن وان چڑھیں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں . پلاننگ کمیشن کا دفتر 'راشٹر پتی بھون' کے اتری حصے میں ہے . میں نے اسٹیشن سے ایک تانگہ کیا اور اپنے ٹھہرنے کی جگہ پر سامان اُتارنے کے بعد تانگےوان کو "لاٹ صاحب کے محل" چلنے کا حکم دیا . تانگےوان نے اتر دیا—"میں ایک غریب آدمی ہوں، اگر آپ کو وہاں لے چلوں گا تو ایک جھاجھٹ میں پھنس جاؤں گا، کیونکہ وہاں تانگہ لے جانے کی اجازت نہیں ہے." میں نے اسے وشواس دلایا کہ میں سب کچھ سمجھ بوجھ لوں گا . اس کی ہمت بڑھی اور وہ مجھے لے کر چل دیا . سیکریٹریٹ کے دو بلاکوں کو پار کرنے کے بعد جب وہ وائسریگل لاج کے گٹ میں بائیں طرف مڑنے والا تھا، ایک نوجوان سکھ نے اٹھ کھڑا بھری آواز سے اس کو سڑک سے ہٹانے کا آدیش دیا . میں نے اس بھائی کو بتایا کہ یہ ایک پبلک سڑک ہے اور مجھے اس کے استعمال کا پورا حق ہے . وہ نوجوان پولیس کی وردی بھی نہیں پہنے تھا جس سے

ترجمہ پہلے سولہواں صدی میں ہوا تھا۔ وہاں کے براہمنوں نے اسے بہت دنوں تک قائم رکھا۔ لیکن گو کتابیں اس میں لکھی جاتی رہیں، عام آدمی اپنی اپنی بولی بولتے رہے۔ روس کی راجدھانی ماسکو ہوا کرتی تھی۔ پیٹر بڑے کے دنوں میں اس شاہی شہر کی بولی نے اپنا سکہ جما لیا لیکن اب بھی اس میں بائبل کی وجہ سے سولہواں صدی کی کافی چاشنی ہے۔ روسی براہمنوں نے اس ساہواںک کے آٹے بہت بڑے ہاتھ پاؤں مارے لیکن جغرافیہ کے سامنے ان کی کچھ نہ چلی۔ اگر دلی ہماری راجدھانی رہی تو دلی کی بولی کو راج کرنے کا کافی موقعہ ہے۔

یورپ کی زبانوں میں سے اٹالیائی ایک ایسی زبان ہے جو راجدھانی سے نہیں نکلی بلکہ فلورنس کی بولی تھی۔ اس کی بڑی وجہ تو یہ ہے کہ چودھویں صدی میں تین چوتھی کے شاعر دانٹے (Dante)، پیٹرارک (Petrarch) اور بوکیشیو (Bocaccio) فلورنس میں پیدا ہوئے اور ان کے مقابلے میں کوئی سر نہ اٹھا سکا۔ دوسری وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اٹالی کی اور بولہوں کے مقابلے میں فلورنس کی بولی لاطینی سے زیادہ ملتی جلتی تھی۔

اس سرسری نظر سے ہمیں ایک سبق یہ ملتا ہے کہ اکثر وہی زبان ملک میں عام ہوتی ہے جو راجدھانی کی ہو۔ کہیں کہیں لیکن بہت کم یہ بھی ہوتا ہے کہ ایسے شہر کی بولی عام ہو جاتی ہے جہاں کوئی خاص مہا کوئی یا بڑا مذہبی رفتار پیدا ہوا ہو۔ ہندستان کی زبانوں سے بھی یہی سبق ملتا ہے۔ پرانے زمانے میں ہند کی وجہ سے ماکدھی نے پاؤں پھیلائے۔ تلسی کی وجہ سے اودھی نے کچھ دنوں سر اٹھایا۔ بلکال میں کم سے کم تین بولہاں بولی جاتی تھیں۔ راجدھانی کلکتے میں تھی اسلئے وہاں کی بولی تمام بلکال میں عام ہوئی۔ پنجاب میں چار پانچ قسم کی بولہاں تھیں لیکن لاہور راجدھانی تھا اسلئے جتنی کتابیں پنجابی میں چھپتی ہیں وہ لاہوری پنجابی میں چھپتی ہیں۔ شہر چن کے بعد اس کے وزیر نے پونا کو راجدھانی بنایا اسلئے پونا کی مرہٹی سارے مرہٹی دیس میں عام ہوئی۔ چونکہ پونا اور کلکتے دونوں شہروں میں سلسکرت کے کالج بھی راجدھانی کے ساتھ ہی ساتھ کھولے گئے اس لئے ان دونوں زبانوں میں سلسکرت نے زیادہ زور کیا۔

دوسرا سبق ہمیں یہ ملتا ہے کہ جس کسی زبان میں انجیل (بائبل) کا ایسا ترجمہ کیا گیا ہو جو آسان ہو اور جو پوجا پاتھ میں پڑتا جاسکے تو اُس ترجمے کی زبان کا اُس ملک کی زبان پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ قرآن کے ارد میں تین چار ترجمے ہوئے لیکن ان کی زبان ایک سی نہیں۔ ابھی تک یہاں کے مسلمانوں کی

ترجمہ پہلے سولہواں صدی میں ہوا تھا۔ وہاں کے براہمنوں نے اسے بہت دنوں تک قائم رکھا۔ لیکن گو کتابیں اس میں لکھی جاتی رہیں، عام آدمی اپنی اپنی بولی بولتے رہے۔ روس کی راجدھانی ماسکو ہوا کرتی تھی۔ پیٹر بڑے کے دنوں میں اس شاہی شہر کی بولی نے اپنا سکہ جما لیا لیکن اب بھی اس میں بائبل کی وجہ سے سولہواں صدی کی کافی چاشنی ہے۔ روسی براہمنوں نے اس ساہواںک کے آٹے بہت بڑے ہاتھ پاؤں مارے لیکن جغرافیہ کے سامنے ان کی کچھ نہ چلی۔ اگر دلی ہماری راجدھانی رہی تو دلی کی بولی کو راج کرنے کا کافی موقعہ ہے۔

یورپ کی زبانوں میں سے اٹالیائی ایک ایسی زبان ہے جو راجدھانی سے نہیں نکلی بلکہ فلورنس کی بولی تھی۔ اس کی بڑی وجہ تو یہ ہے کہ چودھویں صدی میں تین چوتھی کے شاعر دانٹے (Dante)، پیٹرارک (Petrarch) اور بوکیشیو (Bocaccio) فلورنس میں پیدا ہوئے اور ان کے مقابلے میں کوئی سر نہ اٹھا سکا۔ دوسری وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اٹالی کی اور بولہوں کے مقابلے میں فلورنس کی بولی لاطینی سے زیادہ ملتی جلتی تھی۔

اس سرسری نظر سے ہمیں ایک سبق یہ ملتا ہے کہ اکثر وہی زبان ملک میں عام ہوتی ہے جو راجدھانی کی ہو۔ کہیں کہیں لیکن بہت کم یہ بھی ہوتا ہے کہ ایسے شہر کی بولی عام ہو جاتی ہے جہاں کوئی خاص مہا کوئی یا بڑا مذہبی رفتار پیدا ہوا ہو۔ ہندستان کی زبانوں سے بھی یہی سبق ملتا ہے۔ پرانے زمانے میں ہند کی وجہ سے ماکدھی نے پاؤں پھیلائے۔ تلسی کی وجہ سے اودھی نے کچھ دنوں سر اٹھایا۔ بلکال میں کم سے کم تین بولہاں بولی جاتی تھیں۔ راجدھانی کلکتے میں تھی اسلئے وہاں کی بولی تمام بلکال میں عام ہوئی۔ پنجاب میں چار پانچ قسم کی بولہاں تھیں لیکن لاہور راجدھانی تھا اسلئے جتنی کتابیں پنجابی میں چھپتی ہیں وہ لاہوری پنجابی میں چھپتی ہیں۔ شہر چن کے بعد اس کے وزیر نے پونا کو راجدھانی بنایا اسلئے پونا کی مرہٹی سارے مرہٹی دیس میں عام ہوئی۔ چونکہ پونا اور کلکتے دونوں شہروں میں سلسکرت کے کالج بھی راجدھانی کے ساتھ ہی ساتھ کھولے گئے اس لئے ان دونوں زبانوں میں سلسکرت نے زیادہ زور کیا۔

دوسرا سبق ہمیں یہ ملتا ہے کہ جس کسی زبان میں انجیل (بائبل) کا ایسا ترجمہ کیا گیا ہو جو آسان ہو اور جو پوجا پاتھ میں پڑتا جاسکے تو اُس ترجمے کی زبان کا اُس ملک کی زبان پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ قرآن کے ارد میں تین چار ترجمے ہوئے لیکن ان کی زبان ایک سی نہیں۔ ابھی تک یہاں کے مسلمانوں کی

لکھنا آنا پڑا ہے۔ انگریزی پڑھنے والوں کو کبھی आपस में कोई भी देखी बोली बोलते सुनो, चौथाई लफ्ज तो अंगरेजी होंगे. एक दिन आने वाला है जब यह साहब भी अपनी ज़बान में लिखना शुरू करेंगे. इस किताब में भी कुछ अंगरेजी लफ्ज भरे गए हैं सिर्फ इस लिये कि मेरे अंगरेजी पढ़े भाई भी इसे पढ़ सकें.

उर्दू और हिन्दी के विकास और विकास की बाबत लिखने से पहले ज़बानों के फलने और फूलने के कुछ मोटे असूल बयान करना मुनासिब है. चूँकि यह असूल योरपी विद्वानों ने योरपी ज़बानों से निकाले हैं इस लिये योरपी ज़बानों की कहानी थोड़ी लिखता हूँ जिस से उन असूलों की बुनियाद समझ में आजाय.

लातीनी ने मुद्रत तक योरप में राज किया रोमन राज के बूते पर. रोमन राज के बाद यह बहुत दिनों तक जी न सकी बावजूद ईसाई धर्म की मदद के. लातीनी के बाद जिस ज़बान ने पहले पहल योरप में अदबी सूरत अखितयार की वह स्पेनिश थी. आठवीं सदी के शुरू में जब मुसलमानों ने वहाँ फतह हासिल की, स्पेन में कम से कम तीन बोलियाँ बोलੀ जाती थीं: चूँकि उत्तरी हिस्से के बाशिन्दों की कोशिश से मुसलमान स्पेन से आहिस्ते आहिस्ते निकाले गए इसलिये उत्तरी हिस्से की ज़बान दक्खिन की तरफ फैलने लगी और अगरचे इस ने और बोलियों को बिलकुल मिटाया नहीं लेकिन जब तेरहवीं सदी में इस में ऊँचे दर्जे की कविताएँ लिखी गईं तो सारे स्पेन में इस का सिका जम गया. यानी मौजूदा स्पेनिश के फैलने की वजह दो हैं, एक पोलिटिकल और दूसरी कविता.

परी जिसे अंगरेजी में पेरिस कहते हैं मुद्रत से फ्रान्स की राजधानी चली आती है. परी में दरबार होने की वजह से और इसलिये मंडी होने की वजह से परी की ज़बान सारे फ्रान्स की ही नहीं बल्कि पास पास के देसों की भी आम ज़बान बन गई. इंगलैंड में भी यही हुआ. लन्दन सदियों से राजधानी है इसलिये वहाँ की बोली तमाम मुल्क की बोली हो गई.

जर्मन की कहानी निराली है. बरलिन को राजधानी बने बहुत अरसा नहीं हुआ और न जर्मन के और शहरों से बरलिन में कोई खास खूबी है. लूथर एक मजहबी रिकारमर था. उ्यों व्यों उस का मत फैलता गया उसकी ज़बान भी साथ देती रही और सारी जर्मनी में ही नहीं आस पास के कुछ देसों में भी फैल गई. बड़ी वजह इस के फैलने की यह थी कि बाइबिल का इस ज़बान में अच्छा और आसान तरजुमा किया गया. सारी पूजा पाठ अब इस में होने लगी.

रूसी की कहानी अजब है. शुरू में मुद्रत तक किताबी ज़बान खोजबानिक रही. वजह यह थी कि वहाँ बाइबिल का

लफ्ज आते हैं. अंगरेजी पढ़ने वालों को कभी आपस में कोई भी देखी बोली बोलते सुनो, चौथाई लफ्ज तो अंगरेजी होंगे. एक दिन आने वाला है जब यह साहब भी अपनी ज़बान में लिखना शुरू करेंगे. इस किताब में भी कुछ अंगरेजी लफ्ज भरे गए हैं सिर्फ इस लिये कि मेरे अंगरेजी पढ़े भाई भी इसे पढ़ सकें.

उर्दू और हिन्दी के विकास और विकास की बाबत लिखने से पहले ज़बानों के फलने और फूलने के कुछ मोटे असूल बयान करना मुनासिब है. चूँकि यह असूल योरपी विद्वानों ने योरपी ज़बानों से निकाले हैं इस लिये योरपी ज़बानों की कहानी थोड़ी लिखता हूँ जिस से उन असूलों की बुनियाद समझ में आजाय.

लाटिनी ने मुद्रत तक योरप में राज किया रोमन राज के बूते पर. रोमन राज के बाद यह बहुत दिनों तक जी न सकी बावजूद ईसाई धर्म की मदद के. लातीनी के बाद जिस ज़बान ने पहले पहल योरप में अदबी सूरत अखितयार की वह स्पेनिश थी. आठवीं सदी के शुरू में जब मुसलमानों ने वहाँ फतह हासिल की, स्पेन में कम से कम तीन बोलियाँ बोलੀ जाती थीं: चूँकि उत्तरी हिस्से के बाशिन्दों की कोशिश से मुसलमान स्पेन से आहिस्ते आहिस्ते निकाले गए इसलिये उत्तरी हिस्से की ज़बान दक्खिन की तरफ फैलने लगी और अगरचे इस ने और बोलियों को बिलकुल मिटाया नहीं लेकिन जब तेरहवीं सदी में इस में ऊँचे दर्जे की कविताएँ लिखी गईं तो सारे स्पेन में इस का सिका जम गया. यानी मौजूदा स्पेनिश के फैलने की वजह दो हैं, एक पोलिटिकल और दूसरी कविता.

परी जिसे अंगरेजी में पेरिस कहते हैं मुद्रत से फ्रान्स की राजधानी चली आती है. परी में दरबार होने की वजह से और इसलिये मंडी होने की वजह से परी की ज़बान सारे फ्रान्स की ही नहीं बल्कि पास पास के देसों की भी आम ज़बान बन गई. इंगलैंड में भी यही हुआ. लन्दन सदियों से राजधानी है इसलिये वहाँ की बोली तमाम मुल्क की बोली हो गई.

जर्मन की कहानी निराली है. बरलिन को राजधानी बने बहुत अरसा नहीं हुआ और न जर्मन के और शहरों से बरलिन में कोई खास खूबी है. लूथर एक मजहबी रिकारमर था. उ्यों व्यों उस का मत फैलता गया उसकी ज़बान भी साथ देती रही और सारी जर्मनी में ही नहीं आस पास के कुछ देसों में भी फैल गई. बड़ी वजह इस के फैलने की यह थी कि बाइबिल का इस ज़बान में अच्छा और आसान तरजुमा किया गया. सारी पूजा पाठ अब इस में होने लगी.

रूसी की कहानी अजब है. शुरू में मुद्रत तक किताबी ज़बान खोजबानिक रही. वजह यह थी कि वहाँ बाइबिल का

بولیوں کا زور بڑھتا گیا۔ نتیجہ یہ کہ ان میں سے پہلی لفظوں کی گنتی خوب بڑی اور ان میں سے آگے۔ اس پر براہمن اور ان کے چاہنے والے اور آج کل اُنکی گنتا بھانے میں لگے ہوئے ہیں۔ اپنی دی ہی دیکھ لو رات کو راتوں کو پورنما آگ کو ی اور اس طرح سہکڑوں لفظوں کو مشکل بنایا جا رہا ہے۔

بیلکول اسی طرح ہندو اور مسلمان مولویوں کے ہاتھ آ رہی ہوئی موزی فارسی عربی کے لفظ تھونسے گئے ہیں۔ کی جگہ اُمد، اس کی جگہ شلم، پورس کی جگہ سائگی، سہکڑوں لفظوں کی فصول بھر مار۔ لیکن یہ ب تھوڑے دنوں کا معاملہ ہے۔ زبانیں سدا سدا رہتی تھیں۔ ہماری بھی سدھریکی یعنی آسان ہوئی۔ پختوں اور مولویوں کا دوش نہیں۔ سب زبانوں کے تھ ایسا ہی ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ زبانوں کا یہ اتل نون ہے کہ جب کوئی زبان علمی صورت اختیار کرنے لگتی تو اُسکی شکل شروع میں تو سادہ ہوتی ہے لیکن جہاں نے ذرا سنبھالا تھا تو جو اُس دیس میں پہلے علمی یا ای زبان تھی وہ اُس پر سوار ہو جاتی ہے اور اُسکی دکشتری نہیں اُسکی گرامر اور بناوت کو بدلنے کی کوشش کرتی اور اگر اس نئی زبان میں لکھنے والے کی یہ نئی زبان مارتو اٹھا نہیں ہوتی تو اُسکے لکھنے میں وہ پوانی ادبی زبان خوب کرتی ہے۔ اُپے ہی دیس میں دیکھئے ایک پنجابی کھک اردو میں زیادہ فارسی اور ہندی میں زیادہ لکھتے کے لفظ پرتھکا بہ نسبت ایک دلی والے کے۔ یہی نہ ہے کہ ہمارے لکھنے والوں کی ہندی اتلی ہندی نہیں تلی سنسکرت ہوتی ہے۔ یورپی زبانوں پر اسی طرح وع میں لاطینی نے خوب اپنا سک جمایا تھا۔ آہستہ آہستہ جتنے فصول لاطینی لفظ اُن میں گوس گئے تھے۔ ہ ہی آپ نکل گئے۔ ایران میں جب عربوں کی فتح ہوئی تو وہاں کی ادبی زبان بھی عربی ہو گئی۔ دیس دیس میں جب فارسی میں ادب شروع ہوا تو پہلے پہل جیسے فردوسی کے شہنامے میں (عربی لفظ بہت کم استعمال گئے گئے ہیں۔ اس ادب نے ترقی کی تو اس میں عربی لفظ ہی نہیں عربی ترکیبیں بھی خوب ہوئی ہیں۔ آج کل کی فارسی میں بہت کم عربی لفظ برتے آئے ہیں۔ ترکی میں بھی یہی ہوا۔ اُپے ہی دیس میں نظار اور غالب کی شاعری میں اور کبیر اور ہریشی مدر کی کویتا میں فرق دیکھ لےجئے۔

بالکل اسی طرح ہندو اور مسلمان مولویوں کے ہاتھ آ رہی ہوئی موزی فارسی عربی کے لفظ تھونسے گئے ہیں۔ کی جگہ اُمد، اس کی جگہ شلم، پورس کی جگہ سائگی، سہکڑوں لفظوں کی فصول بھر مار۔ لیکن یہ ب تھوڑے دنوں کا معاملہ ہے۔ زبانیں سدا سدا رہتی تھیں۔ ہماری بھی سدھریکی یعنی آسان ہوئی۔ پختوں اور مولویوں کا دوش نہیں۔ سب زبانوں کے تھ ایسا ہی ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ زبانوں کا یہ اتل نون ہے کہ جب کوئی زبان علمی صورت اختیار کرنے لگتی تو اُسکی شکل شروع میں تو سادہ ہوتی ہے لیکن جہاں نے ذرا سنبھالا تھا تو جو اُس دیس میں پہلے علمی یا ای زبان تھی وہ اُس پر سوار ہو جاتی ہے اور اُسکی دکشتری نہیں اُسکی گرامر اور بناوت کو بدلنے کی کوشش کرتی اور اگر اس نئی زبان میں لکھنے والے کی یہ نئی زبان مارتو اٹھا نہیں ہوتی تو اُسکے لکھنے میں وہ پوانی ادبی زبان خوب کرتی ہے۔ اُپے ہی دیس میں دیکھئے ایک پنجابی کھک اردو میں زیادہ فارسی اور ہندی میں زیادہ لکھتے کے لفظ پرتھکا بہ نسبت ایک دلی والے کے۔ یہی نہ ہے کہ ہمارے لکھنے والوں کی ہندی اتلی ہندی نہیں تلی سنسکرت ہوتی ہے۔ یورپی زبانوں پر اسی طرح وع میں لاطینی نے خوب اپنا سک جمایا تھا۔ آہستہ آہستہ جتنے فصول لاطینی لفظ اُن میں گوس گئے تھے۔ ہ ہی آپ نکل گئے۔ ایران میں جب عربوں کی فتح ہوئی تو وہاں کی ادبی زبان بھی عربی ہو گئی۔ دیس دیس میں جب فارسی میں ادب شروع ہوا تو پہلے پہل جیسے فردوسی کے شہنامے میں (عربی لفظ بہت کم استعمال گئے گئے ہیں۔ اس ادب نے ترقی کی تو اس میں عربی لفظ ہی نہیں عربی ترکیبیں بھی خوب ہوئی ہیں۔ آج کل کی فارسی میں بہت کم عربی لفظ برتے آئے ہیں۔ ترکی میں بھی یہی ہوا۔ اُپے ہی دیس میں نظار اور غالب کی شاعری میں اور کبیر اور ہریشی مدر کی کویتا میں فرق دیکھ لےجئے۔

ابھی تک ہماری زبان پوری سنبھلی نہیں۔ اس پر ل اور زوردار حملہ ہونے والا ہے۔ آج کل ہماری علمی انگریزی ہے۔ بول چال میں تو بہت سے انگریزی

ابھی تک ہماری زبان پوری سنبھلی نہیں۔ اس پر ل اور زوردار حملہ ہونے والا ہے۔ آج کل ہماری علمی انگریزی ہے۔ بول چال میں تو بہت سے انگریزی

ہندو اور یو. پی. میں سب جاتوں کے لوگ بساتے تھے اور
 سب جاتوں کے بولنے والوں کی بولیاں کھانا
 چیت ہوگا۔ سنسکرت بھی ان ہی دنوں میں بنائی گئی لیکن
 شامیر میں۔ ان دنوں کاشمیر میں سیکر براہمن رہتے تھے۔
 سا مالوم ہوتا ہے کہ کاشمیر میں آریوں کی کوئی ایسی
 ر ویر کرایم جا بستی تھی جس نے وہاں کے بساتی رہنے
 والوں کا بیج تک ناس کر دیا تھا اور اسلئے ان
 1 بولی تیسری چوتھی سہی بی۔ سی۔ 1000 تک بہت کچھ
 تیر پشچی سے ملتی جلتی تھی۔ آریوں کو یہاں آئے ہزار برس سے زیادہ
 ہو چکے تھے۔ ہزار برسوں میں ہر بولی میں جو کہ بولی
 جاتی ہو زمین آسمان کا فرق ہو جاتا ہے۔ اس زمانے کی
 کشمیری بولی بھی بولنے میں آسان ہو گئی ہوگی۔ یو۔ پی۔
 کے براہمنوں کو اس کشمیری کا تو کھانا نہ تھا لیکن ویدک
 کی سہ بدھ تھی اس لئے بدھ مت کے پرچار کو روکنے کے
 لئے سنسکرت کا سہارا لیا گیا اور اسے ویدک شکل دینے
 کے لئے جان بوجھ کر مشکل بنایا گیا اور ایسا پاندھا گیا
 کہ وہ ہل نہ سکے۔ پالی بدھوں کی زبان بولی اور سنسکرت
 براہمنوں کی۔ پالی آسان، سنسکرت مشکل۔ پالی میں
 آٹھ سو 'ا' 'آ' 'ای' 'و' 'و' 'ا' 'ا' اور 'ا'۔ سنسکرت میں
 سولہ — 'س' 'ش' 'س' پالی میں کھول 'س' جس سے
 صاف ظاہر ہے کہ 'ا' اور 'ا' کی آواز ہمارے اترکھنڈ کی
 بولہوں میں سے نکلے ہزاروں برس ہو گئے ہیں۔ 'ا' تو
 شاید ہمیں کبھی بولنا آیا ہی نہیں اور 'ا' بولنا تو ہم
 نے بہت کچھ مسلمانوں سے سیکھا۔ عام آدمیوں کی بولی
 میں 'ا' صرف فارسی لفظوں میں بولا جاتا ہے۔ سنسکرت
 صدیوں تک بطور دھرمی اور علمی زبان استعمال ہوتی
 رہی۔ چوتھی، گنت دھرم اور قانون پر اچھی اچھی کتابیں
 اس میں لکھی جاتی رہیں۔ گو علمی زبان یہ ہزار برس
 رہی، بولی یہ کہیں نہیں جاتی تھی۔ جو تھوڑے بہت
 آدمی اسے جانتے تھے وہ بھی دربار یا کچہری یا شاسترارتھ
 میں چاہے اسے بدل لیں، گھر میں نہیں بولتے تھے۔ عورت
 چونکہ کوئی اسے بولتی نہ تھی اس لئے یہ کبھی کسی کی
 ماں بولی نہیں بلی۔ اگر ماتر بھاشا کے معنی میں ماں
 کی بولی تو اسے ماتر بھاشا کہنا ہوتا ہے اور اگر ماتر بھاشا
 کے معنی میں ہماری بھاشا کی ماں تو یہ بھی غلط ہے
 کہونکہ یہ آپ بھائی گئی ہماری بولہوں سے۔

مسلمانوں کے آنے کے بعد سنسکرت کے پجاریوں کی
 گنتی روز بروز گھٹتی گئی۔ یہ دھرمی زبان بھی نہ رہی۔
 اکثر براہمن شاکت اور شہو ہیں۔ دوسرے ہندو اکثر ویہلو
 (ویشو کے پجاری) ہیں۔ شاکت کتابیں سنسکرت میں اور
 ویہلو ہستکھن ہندوستانی بولہوں میں ہیں۔ ہندوستانی

ابھی سنسکृत نہیں بنی تھی۔ اس کے پہلے ہی بہت سے لوگ ایران سے اور ایران کے راستے ہندوستان میں آئے۔ ان ذریعے اور ایرانی راج کے کارن پرانی فارسی سے بہت ہندوستانی زبانوں میں آئے۔ کچھ تو سنسکرت نے ہی اور کچھ ہماری پرانی پراکرت سورسہلی میں شامل یہ عام خیال کہ سنسکرت ایک شدہ بھاشا ریسی لفظوں سے پاک ہے، غلط ہے۔ اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ فارسی کے سارے لفظ ہماری بولی سلمان آئے۔ بہت سے لفظ تو متحد صاحب کے نے سے پہلے آچکے ہیں جیسے 'انار'، 'روتی'، 'توا'، 'براہم'۔ یہ خیال بھی غلط ہے کہ فارسی کے لفظوں نے ہندی والوں کا دھرم بگڑا ہے۔ یہاں ہندو پانی لسان پانی تو ہے ہی اب ہندو شبد اور مسلمان ہو گئے ہیں! دنہا کے کہیل کا چمکتار دیکھئے، پانی اور ہندو پانی کا تو بھید کم ہو رہا ہے، کا بھید زوروں پر ہے۔

سنسکृत کے بنائے جانے کے تین چار سو برس پہلے جین اور بौद्ध धर्म यहाँ पैदा हुए बिहार की तरफ۔ वहाँ की भाषा में ही प्रचार शुरू हुआ۔ बौद्ध मत बहुत फैला, यहाँ तक कि रावलपिंडी के पास तक्षशिला में इस की यूनीवर-सिटी बनी۔ लगभग 250 बी. सी. में अशोक ने एक ऐसी बोली को जो यहाँ की बहुत सी बोलियों के जोड़ से पैदा हुई थी अपनी दरबारी ज़बान बनाली। अब इसे पाली कहते हैं। तक्षशिला में पाली में तालीम दी जाती थी। लेकिन वहाँ यह धर्मी और इलमी ज़बान ही रही। अदबी ज़बान तो यह वक्खन में जा कर बनी और मँजी यह जा कर लंका में। शुरू तो हुई यह सीधी सादी मागधी प्राकृत से लेकिन जब इस के पैर जम गए और उभरने लगी, इस पर वैदिक ने हमला किया। यह एक और मिसाल है उस अटल कुदरती कानून की। जब कोई बोली इलमी सूरत अखतियार करने लगती है तो आस पास जो इलमी भाषा हो वह उस पर छा जाती है। नतीजा यह कि संस्कृत की तरह यह भी शायद किसी देस, शहर या गांव में बोली नहीं जाती थी। इस में और संस्कृत में इतना फरक जरूर रहा कि संस्कृत में तो लफ्जों को मुशकिल बनाने की कोशिश की गई, पाली में आसान। जैसे संस्कृत का कर्पति जो हिन्दुस्तानी में काढ़े है, पाली में कढ़े; संस्कृत विद्युत, हिन्दी बिजली, पाली बिज्जू; संस्कृत अच्छी, हिन्दी आख, पाली और पंजाबी अखी।

पाली आज कल पढ़ाई नहीं जाती नहीं तो यह मालूम हो जाता कि हमारी आज कल के हिन्दुस्तानी लफ्जों की शकल इतनी संस्कृत के शब्दों से नहीं मिली जितनी पाली के शब्दों से। वजह यह है कि पाली तो बनी थी बिहारी और यू. पी. की बोलियों के जोड़ से। उन दिनों में भी

سنسکرت نہیں بنی تھی۔ اُس کے پہلے ہی بہت سے لوگ ایران کے راستے ہندوستان میں آئے۔ ان ذریعے اور ایرانی راج کے کارن پرانی فارسی سے بہت ہندوستانی زبانوں میں آئے۔ کچھ تو سنسکرت نے ہی اور کچھ ہماری پرانی پراکرت سورسہلی میں شامل یہ عام خیال کہ سنسکرت ایک شدہ بھاشا ریسی لفظوں سے پاک ہے، غلط ہے۔ اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ فارسی کے سارے لفظ ہماری بولی سلمان آئے۔ بہت سے لفظ تو متحد صاحب کے نے سے پہلے آچکے ہیں جیسے 'انار'، 'روتی'، 'توا'، 'براہم'۔ یہ خیال بھی غلط ہے کہ فارسی کے لفظوں نے ہندی والوں کا دھرم بگڑا ہے۔ یہاں ہندو پانی لسان پانی تو ہے ہی اب ہندو شبد اور مسلمان ہو گئے ہیں! دنہا کے کہیل کا چمکتار دیکھئے، پانی اور ہندو پانی کا تو بھید کم ہو رہا ہے، کا بھید زوروں پر ہے۔

سنسکرت کے بنائے جانے کے تین چار سو برس پہلے دہودہ دھرم یہاں پیدا ہوئے بھار کی طرف۔ ی بھاشا میں ہی پرچار شروع ہوا۔ ہودہ مت بولا، یہاں تک کہ راولپنڈی کے پاس تکشلا میں یونہورستی بنی۔ لگ بھگ 250 بی. سی۔ تک نے ایک ایسی بولی کو جو یہاں کی بہت لوگوں کے جوڑ سے پیدا ہوئی تھی اپنی درباری بولی بنائی۔ اب اسے پالی کہتے ہیں۔ تکشلا میں ہیں تعلیم دی جاتی تھی۔ لیکن وہاں یہ دھرمی سی زبان ہی رہی۔ ادبی زبان تو یہ دکن میں ی اور منجی یہ جانکر لڑکا میں۔ شروع تو ہوئی تھی سادی مانڈھی پراکرت سے لیکن جب اس کے گئے اور ابھرنے لگی اس پر ویدک نے حملہ کیا۔ اور مثال ہے اس اٹل قدرتی قانون کی۔ جب لی علمی صورت اختیار کرنے لگتی ہے تو اس نو علمی بھاشا ہو وہ اس پر چھا جاتی ہے۔ نتیجہ سنسکرت کی طرح یہ بھی شاید کسی دیس گاؤں میں بولی نہیں جاتی تھی۔ اس میں سنسکرت میں انڈا فرق ضرور رہا کہ سنسکرت میں تو کو مشکل بنانے کی کوشش کی گئی، پالی میں تو سب سے سنسکرت کا کرشتی جو ہندوستانی میں کارہ میں گڑھے، سنسکرت ویدوت، ہندی بھجلی، پالی سنسکرت اکھی، ہندی آنکھ، پالی اور پنجابی آنکھ۔ آجکل پڑھائی نہیں جاتی نہیں تو یہ معلوم ہو جاتا ہے آج کل کے ہندوستانی لفظوں کی شکل اعلیٰ ت کے شبدوں سے نہیں ملتی جتنی پالی کے سے۔ وجہ یہ ہے کہ پالی تو بولی تھی بھاری اور کی بولوں کے جوڑ سے۔ ان دنوں میں بھی

उरदू और हिन्दी

(भाई मदन गोपाल)

[अगस्त और सितम्बर के 'नया हिन्द' में 'खालिस बोली' लिखड़ी बोली और बोली की दीवार' नाम के लेख भाई मदन गोपाल जी की किताब "भाषा" से लिये गए हैं. यह लेख भी उसी किताब का एक हिस्सा है. पूरी किताब छप कर तैयार है और नागरी और उरदू दोनों लिखावटों में मैनेजर 'नया हिन्द' 145, मुट्ठीगंज, इलाहाबाद से मिल सकती है. क्रामत डेढ़ रुपया. —एडीटर]

उरदू और हिन्दी का झगड़ा कुछ बहुत पुराना नहीं, लेकिन खिचता खिचता इतना जम्मा हो गया है कि अब धर्म का भाग बन गया है. दो बोलियों का आपस में झगड़ा सदा से चलता आया है और होता रहेगा. जिस तरह से यह झगड़े और देसों में निपटे हमारे देस में भी निपटेंगे. यह देखने के लिये कि और मुल्कों में यह झगड़े किस तरह तय हुए, यह मुनासिब है कि हिन्दुस्तान की ज़बानों पर और और देसों की ज़बानों पर सरसरी नज़र डाली जाए.

पांच हज़ार बरस हुए हिन्दुस्तान में आर्यों के आने से पहले उत्तरी हिन्दुस्तान की क्या बोली थी उस की बाबत हमें कुछ इल्म नहीं क्योंकि उन लेखों को जो उस ज़माने के हमें मिले हैं अभी तक कोई पढ़ नहीं सका. आर्यों ने यहाँ के रहने वालों को दर्यू, नकलीने, कपटी, जंगली वगैरा कहा है. पिछली सदी तक तो जो कुछ वह लिख गए हैं सच माना जाता था लेकिन अब हम जानते हैं कि जब आर्य यहाँ आए थे, वह ठठाऊ चूल्हे थे. खेती बाड़ी यहाँ आकर उन्होंने सीखी. उन की शुरु की वैदिक ज़बान भी यहाँ की पहली बोली के मेल से पैदा हुई और वह भी बहुत दिन जी न सकी. बौद्धों और जैनियों ने यहाँ की बोलियों में प्रचार शुरु किया. जब उन के प्रचार से ब्राह्मणों के जात के किले गिरने लगे तो उन्होंने संस्कृत बनाई. शुरु में तो यह केवल धर्मी बोली बनी. जब ब्राह्मणों का क़िज़ा जात फिर मज़बूत हो गया, उन्होंने इसे दरबारी ज़बान बनाली. उस के बाद यह अदबी (साहित्यिक) ज़बान बन गई. अदबी बनकर इस ने वह रंग रूप निकाला कि हिन्दुस्तान में ही नहीं आस पास के देसों में भी राज करने लगी.

सातवीं सदी बी. सी. में ईरानियों ने पक्किम में मिस्र तक और पूरब में सिंध दरिया तक अपनी हकूमत कायम की. पांचवीं सदी बी. सी. में उनके द्वारा के राज में सितारा खूब बढ़ा और फेल्लम की नदी पर उनका क़ब्ज़ा हो गया.

अरदू और हन्दी

(भैनी मदन गोपाल)

[अगस्त और सितम्बर के 'नया हिन्द' में 'खालिस बोली' लिखड़ी बोली और बोली की दीवार' नाम के लेख भाई मदन गोपाल जी की किताब "भाषा" से लिये गए हैं. यह लेख भी उसी किताब का एक हिस्सा है. पूरी किताब छप कर तैयार है और नागरी और उरदू दोनों लिखावटों में मैनेजर 'नया हिन्द' 145, मुट्ठीगंज, इलाहाबाद से मिल सकती है. क्रामत डेढ़ रुपया. —एडीटर]

अरदू और हन्दी का झगड़ा कुछ बहुत पुराना नहीं, लेकिन खिचता खिचता इतना जम्मा हो गया है कि अब धर्म का भाग बन गया है. दो बोलियों का आपस में झगड़ा सदा से चलता आया है और होता रहेगा. जिस तरह से यह झगड़े और देसों में निपटे हमारे देस में भी निपटेंगे. यह देखने के लिये कि और मुल्कों में यह झगड़े किस तरह तय हुए, यह मुनासिब है कि हिन्दुस्तान की ज़बानों पर और और देसों की ज़बानों पर सरसरी नज़र डाली जाए.

पांच हज़ार बरस हुए हिन्दुस्तान में आर्यों के आने से पहले उत्तरी हिन्दुस्तान की क्या बोली थी उस की बाबत हमें कुछ इल्म नहीं क्योंकि उन लेखों को जो उस ज़माने के हमें मिले हैं अभी तक कोई पढ़ नहीं सका. आर्यों ने यहाँ के रहने वालों को दर्यू, नकलीने, कपटी, जंगली वगैरा कहा है. पिछली सदी तक तो जो कुछ वह लिख गए हैं सच माना जाता था लेकिन अब हम जानते हैं कि जब आर्य यहाँ आए थे, वह ठठाऊ चूल्हे थे. खेती बाड़ी यहाँ आकर उन्होंने सीखी. उन की शुरु की वैदिक ज़बान भी यहाँ की पहली बोली के मेल से पैदा हुई और वह भी बहुत दिन जी न सकी. बौद्धों और जैनियों ने यहाँ की बोलियों में प्रचार शुरु किया. जब उन के प्रचार से ब्राह्मणों के जात के किले गिरने लगे तो उन्होंने संस्कृत बनाई. शुरु में तो यह केवल धर्मी बोली बनी. जब ब्राह्मणों का क़िज़ा जात फिर मज़बूत हो गया, उन्होंने इसे दरबारी ज़बान बनाली. उस के बाद यह अदबी (साहित्यिक) ज़बान बन गई. अदबी बनकर इस ने वह रंग रूप निकाला कि हिन्दुस्तान में ही नहीं आस पास के देसों में भी राज करने लगी.

सातवीं सदी बी. सी. में ईरानियों ने पक्किम में मिस्र तक और पूरब में सिंध दरिया तक अपनी हकूमत कायम की. पांचवीं सदी बी. सी. में उनके द्वारा के राज में सितारा खूब बढ़ा और फेल्लम की नदी पर उनका क़ब्ज़ा हो गया.

انکے سونہارے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ یو جلاٹھن (اسکھن) بلانے میں، بن مہوتسو ملانے میں اور سومناٹھ کے شو ملند پر لاکھوں روپے خرچ کیا جاتا ہے لیکن جلتا کا پڑھتا ہوا دکھ دور کرنے کی طرف کسی کا دھیان نہیں دکھائی دیتا۔ کانگریسی नेता، جن کا ساری جلتا سلمان کرتی تھی، آپس میں لڑ رہے ہیں۔ یہ جھگڑے کم ہونے کی جگہ بڑھتے ہی جا رہے ہیں اور ہماری واشگوری ایکٹا یعنی قومی اتحاد کی نشانی کانگریس ٹوٹ رہی ہے اور جلتا کا اس پر سے وشواس اُٹھ رہا ہے۔

پچھلے چار سال میں جو بیधान بنایا گیا ہے اس میں کو شہری آجادیوں دی گئی تھی بیधान میں سونہار کر کے ان پر بھی پابندی لگا دی گئی ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ جس ودھان سبھا نے یہ ودھان بلایا ہے وہ جلتا کی نمائندہ نہیں تھی، کہونکہ اُسے بالغ ووٹ سے نہیں چلا لیا تھا اور اس نے جو ودھان بلایا ہے وہ جلتا کا ودھان نہیں ہے بلکہ انگریزوں کے بلائے ہوئے انڈیا ایکٹ 1935 کو نئے ڈھنگ سے لکھ کر جلتا کے سامنے پھینک کر دیا گیا ہے۔ اس ودھان سے جلتا کو اپنے نمائندے جن کو ہم جلتے کا ادھیکار ضرور ملا ہے لیکن انہیں واپس بلانے کا ادھیکار نہیں ملا۔

اس لئے کانگریس ہو یا دوسری پارٹی یا پارٹیاں ان کا اسی وقت وشواس کیا جاسکتا ہے جب وہ جلتا کو اپنے نمائندے چلنے کے ساتھ اپنے نمائندے واپس بلانے کا ادھیکار بھی دیں۔ جب دوتروں کو اپنے نمائندے واپس بلانے کا ادھیکار ہر ایت ہوگا تبھی وہ اصل طاقت جلتا کے ہاتھ میں رہے گی اور تبھی جلتا کی چلی ہوئی سرکار جلتا کی بھلائی کے کام کرے گی۔ جلتا کی بھلائی اور دیس کی ترقی اسوقت تک ممکن نہیں جب تک سماج کے اس پرانے ڈھانچے کو بدلا نہ جائے۔ دیس کی آرتھک ترقی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہمارے دیس میں انکی ہوئی ساری انگریزی ہونچی اور دیس کی تمام انگریزی اور دوسری جائدادوں کو جس طرح بھی ہوسکے ختم کیا جائے اور زمین غریب کسانوں میں بانٹی جائے۔ اگر کسی پارٹی کے مہلی فستو میں یہ باتیں شامل نہیں ہوں تو ہمارا خیال ہے کہ وہ پارٹی جلتا کی بھلائی کی بات نہیں کرسکتی۔ چلاؤ میں ووٹ ڈالنے وقت جلتا کو یہ باتیں دھیان میں رکھنی ہوں گی۔

انکے سونہارے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ یو جلاٹھن (اسکھن) بلانے میں، بن مہوتسو ملانے میں اور سومناٹھ کے شو ملند پر لاکھوں روپے خرچ کیا جاتا ہے لیکن جلتا کا پڑھتا ہوا دکھ دور کرنے کی طرف کسی کا دھیان نہیں دکھائی دیتا۔ کانگریسی नेता، جن کا ساری جلتا سلمان کرتی تھی، آپس میں لڑ رہے ہیں۔ یہ جھگڑے کم ہونے کی جگہ بڑھتے ہی جا رہے ہیں اور ہماری واشگوری ایکٹا یعنی قومی اتحاد کی نشانی کانگریس ٹوٹ رہی ہے اور جلتا کا اس پر سے وشواس اُٹھ رہا ہے۔

پچھلے چار سال میں جو بیधान بنایا گیا ہے اس میں کو شہری آجادیوں دی گئی تھی بیधान میں سونہار کر کے ان پر بھی پابندی لگا دی گئی ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ جس ودھان سبھا نے یہ ودھان بلایا ہے وہ جلتا کی نمائندہ نہیں تھی، کہونکہ اُسے بالغ ووٹ سے نہیں چلا لیا تھا اور اس نے جو ودھان بلایا ہے وہ جلتا کا ودھان نہیں ہے بلکہ انگریزوں کے بلائے ہوئے انڈیا ایکٹ 1935 کو نئے ڈھنگ سے لکھ کر جلتا کے سامنے پھینک کر دیا گیا ہے۔ اس ودھان سے جلتا کو اپنے نمائندے جن کو ہم جلتے کا ادھیکار ضرور ملا ہے لیکن انہیں واپس بلانے کا ادھیکار نہیں ملا۔

اس لئے کانگریس ہو یا دوسری پارٹی یا پارٹیاں ان کا اسی وقت وشواس کیا جاسکتا ہے جب وہ جلتا کو اپنے نمائندے چلنے کے ساتھ اپنے نمائندے واپس بلانے کا ادھیکار بھی دیں۔ جب دوتروں کو اپنے نمائندے واپس بلانے کا ادھیکار ہر ایت ہوگا تبھی وہ اصل طاقت جلتا کے ہاتھ میں رہے گی اور تبھی جلتا کی چلی ہوئی سرکار جلتا کی بھلائی کے کام کرے گی۔ جلتا کی بھلائی اور دیس کی ترقی اسوقت تک ممکن نہیں جب تک سماج کے اس پرانے ڈھانچے کو بدلا نہ جائے۔ دیس کی آرتھک ترقی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہمارے دیس میں انکی ہوئی ساری انگریزی ہونچی اور دیس کی تمام انگریزی اور دوسری جائدادوں کو جس طرح بھی ہوسکے ختم کیا جائے اور زمین غریب کسانوں میں بانٹی جائے۔ اگر کسی پارٹی کے مہلی فستو میں یہ باتیں شامل نہیں ہوں تو ہمارا خیال ہے کہ وہ پارٹی جلتا کی بھلائی کی بات نہیں کرسکتی۔ چلاؤ میں ووٹ ڈالنے وقت جلتا کو یہ باتیں دھیان میں رکھنی ہوں گی۔

یہاں لوگوں کو اپنے نمائندے چنے کا اور انہیں واپس بلانے کا بھی اختیار پر اپنا ہے۔ دوسرا، نہا چھن اور یورپی یورپ کے کچھ دیسوں پولینڈ، رومانیہ، بلغاریہ، ہنگری اور چیکوسلوواکیہ میں سبھی جنیتا کے سرکاری نمائندے ہیں۔ وہاں کی جنیتا نہ صرف اپنے نمائندے چن سکتی ہے بلکہ اگر وہ چاہے تو انہیں واپس بھی بلا سکتی ہے جس سے اصل طاقت ہمیشہ جنیتا کے ہاتھوں میں رہتی ہے۔ یہی کارن ہے کہ وہ جنیتا کے چنے ہوئے نمائندے جنیتا کی سچی بھلائی کے قانون بناتے ہیں، انہیں یہ دھیان رہتا ہے کہ اگر ہم نے کوئی بھی کام جنیتا کی مرضی کے خلاف کیا تو ہم سے یہ طاقت چھن سکتی ہے۔ وہاں نہ صرف قانون بنانے والی سلسلہوں کے ممبر اور ملحدی جنیتا کے چنے ہوئے ہوتے ہیں بلکہ قانون کو دیس میں لگو کرنے والے سرکاری افسر، جج، مجسٹریٹ اور پولیس افسر وغیرہ بھی جنیتا کے چنے ہوئے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی افسر اپنے عہدے کا غلط استعمال کرتا ہے تو جنیتا اسے اپنے پد سے ہٹا سکتی ہے۔ اس طرح جنیتا کی چنی ہوئی جنیتا کی سرکار جنیتا کی بھلائی کے لئے کام کرتی ہے اور اس کے وزیر اور افسر سچ سچ جنیتا کے سپوک ہوتے ہیں۔

انگریز سامراجیوں نے تقریباً سو سال سے ہمارے دیس کو غلام بنا رکھا تھا اور جنیتا کی ترقی دکی ہوئی تھی۔ ہمارے کام دھندوں اور تمام آرٹھک سادھوں پر بددسی بھاریوں اور حکمرانوں کا قبضہ تھا۔ اسی کارن بھوک اور بے روزگاری بڑھی، جنیتا کو ان پر بھوکا اور دیس سبھوتا اور کلچر کی دور دوروں میں دنیا سے پیچھے گیا۔ بھوک اور بھکاریوں کو دور کرنے اور اپنی کلچر کو آگے بڑھانے کے لئے ہی ہم انگریز سرکار کے خلاف لڑ رہے تھے۔ جب ہم دیس کی آزادی کی مانگ کرتے تھے اور انگریز سرکار کو ہٹا کر جنیتا کی سرکار بنانے کی بات کہتے تھے تو ہمارا مطلب یہی ہوتا تھا کہ انگریزوں کے چنے جانے کے بعد جنیتا کی آرٹھک لوٹ کھسوٹ بند ہوگی اور دیس ترقی کرے گا۔

15 اگست 1947 کو قبول ہونے پر اعلان کیا گیا کہ انگریز چلے گئے اور ہمارا دیس آزاد ہو گیا۔ لوگوں نے سکھ کا سانس لیا۔ اگرچہ بتوارے کے کارن دیس کے ٹکڑے ہو گئے، لاکھوں آدمی مرے اور لاکھوں کے گھر بار آجڑ گئے۔ لیکن پھر بھی آزادی تو ملی مگر آزادی سے جنیتا کی جو اُپدیں بندھی ہوئی تھیں، پیچھے چار سال میں ان پر اوس پر گئی۔ بے روزگاری اور مہنگائی کم ہونے کی جگہ پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی۔ تعلیم اور مہنگی ہو گئی۔ دیس کے کرائے اور ٹیکس بڑھ گئے۔ حالات دن دن بگڑتے ہی گئے۔ اب بھی

انگریز سامراجیوں نے بے سو سال سے ہمارے دیس کو غلام بنا رکھا تھا اور جنیتا کی ترقی دکی ہوئی تھی۔ ہمارے کام دھندوں اور تمام آرٹھک سادھوں پر بددسی بھاریوں اور حکمرانوں کا قبضہ تھا۔ اسی کارن بھوک اور بے روزگاری بڑھی، جنیتا کو ان پر بھوکا اور دیس سبھوتا اور کلچر کی دور دوروں میں دنیا سے پیچھے گیا۔ بھوک اور بھکاریوں کو دور کرنے اور اپنی کلچر کو آگے بڑھانے کے لئے ہی ہم انگریز سرکار کے خلاف لڑ رہے تھے۔ جب ہم دیس کی آزادی کی مانگ کرتے تھے اور انگریز سرکار کو ہٹا کر جنیتا کی سرکار بنانے کی بات کہتے تھے تو ہمارا مطلب یہی ہوتا تھا کہ انگریزوں کے چنے جانے کے بعد جنیتا کی آرٹھک لوٹ کھسوٹ بند ہوگی اور دیس ترقی کرے گا۔

15 اگست 1947 کو ڈول پیٹ کر اعلان کیا گیا کہ انگریز چلے گئے اور ہمارا دیس آزاد ہو گیا۔ لوگوں نے سکھ کا سانس لیا۔ اگرچہ بتوارے کے کارن دیس کے ٹکڑے ہو گئے، لاکھوں آدمی مرے اور لاکھوں کے گھر بار آجڑ گئے۔ لیکن پھر بھی آزادی تو ملی مگر آزادی سے جنیتا کی جو اُپدیں بندھی ہوئی تھیں، پیچھے چار سال میں ان پر اوس پر گئی۔ بے روزگاری اور مہنگائی کم ہونے کی جگہ پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی۔ تعلیم اور مہنگی ہو گئی۔ دیس کے کرائے اور ٹیکس بڑھ گئے۔ حالات دن دن بگڑتے ہی گئے۔ اب بھی

15 اگست 1947 کو قبول ہونے پر اعلان کیا گیا کہ انگریز چلے گئے اور ہمارا دیس آزاد ہو گیا۔ لوگوں نے سکھ کا سانس لیا۔ اگرچہ بتوارے کے کارن دیس کے ٹکڑے ہو گئے، لاکھوں آدمی مرے اور لاکھوں کے گھر بار آجڑ گئے۔ لیکن پھر بھی آزادی تو ملی مگر آزادی سے جنیتا کی جو اُپدیں بندھی ہوئی تھیں، پیچھے چار سال میں ان پر اوس پر گئی۔ بے روزگاری اور مہنگائی کم ہونے کی جگہ پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی۔ تعلیم اور مہنگی ہو گئی۔ دیس کے کرائے اور ٹیکس بڑھ گئے۔ حالات دن دن بگڑتے ہی گئے۔ اب بھی

भी उसी तरह کے گيروھ میں ہے۔ اب ووٹر کیا کر سکتے ہیں۔ اسے پانچ سال کے لیے چنا گیا ہے اور پانچ سال تک وہ ان کے سر پر رہے گا۔

اس طرح آدمی کا آدمی سے ویرواس اُٹھ جاتا ہے اور سچائی، ایمانداری کا کوئی مطلب نہیں رہ جاتا۔ سدھرنے کی جگہ دن دن بیگڑتی جاتی ہے۔ اس کا سیرف ایک ہی ایلاج ہے اور وہ یہ ہے کہ اصل طاقت ہمیشہ ووٹروں کے پاس رہے۔ وہ ایسے ہو سکتا ہے کہ جس طرح چلتا کسی بھی آدمی کو چلتے کا ادھیکار رکھتی ہے، اسی طرح اگر کبھی بھی اسے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ آدمی جو وہ جوارہوں کے گروہ سے ملا ہوا ہے تو چلتا دوبارہ اپنے ووٹ ڈال کر اسے واپس بلا سکے۔ یعنی چلتا کو نہ صرف چلتے بلکہ پدے ہٹانے کا ادھیکار بھی ملنا چاہئے۔

یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ آج ہم کسی کو چلتے میں، کل اسے واپس بلاتے ہیں، پوسوں دوسرے کو چلتے میں اور تروسوں اسے واپس بلاتے ہیں۔ اس طرح چلتا جمہوریت اور لوک شاہی ایک کھول اور مذاق بن کر رہ جاتی ہے۔ اس لیے چلتا کو اپنے نمائندے چلتے کا ادھیکار دیا جا سکتا ہے لیکن چلتا جب چاہے اسے اپنے نمائندے واپس بلانے کا ادھیکار نہیں دیا جا سکتا۔

کسی جگہ میں انسان کو اپنے نمائندے چلتے کا بھی ادھیکار پراپت نہیں تھا۔ اس جگہ میں ساری راج شکتی صرف ایک شخص—راجا—کے ہاتھ میں ہوتی تھی اور اسے ایسے کا اوتار سمجھا جاتا تھا۔ جب دنیا آگے بڑھی اور چلتا اپنے نمائندے چلتے کا ادھیکار مانگنے لگی تو اس مانگ کا مذاق اڑایا گیا اور اس ادھیکار کے مانگنے والوں کو جہلوں میں ڈالا گیا اور گولیوں سے آڑیا گیا۔ ایک عرصے تک اپنے نمائندے چن کر بھجولنے کی بات کو ناممکن مانا گیا۔ لیکن جگہ کو بدلنا تھا اور وہ بدلا۔ شہری آزادیاں، ووٹ، پریس اور پارٹیاں نئے جگہ کی دین میں جن سے چلتا نے اپنے نمائندے چلتے کا ادھیکار حاصل کیا ہے اور اس پر عمل ہونا ممکن ہو گیا ہے۔ اب دنیا اور آگے بڑھی ہے اور یونچے وادی جگہ سے نئے جن وادی جگہ نے جنم لیا ہے۔ جن دسویں میں سچا جن وادی جگہ شروع ہو چکا ہے وہاں چلتا کو نہ صرف اپنے نمائندے چلتے بلکہ انہیں واپس بلانے کا ادھیکار بھی مل گیا ہے۔

برطانیہ، امریکہ اور فرانس وغیرہ میں یونچے وادی سرکاری قائم ہیں۔ وہاں چلتا کو صرف اپنے نمائندے چلتے کا ادھیکار ہے، انہیں واپس بلانے کا ادھیکار نہیں۔ اس کے خلاف دنیا کے لگ بھگ آدھے نقشے پر کچھ ایسے دیس دکھائی دیتے ہیں جہاں سچی جن وادی سرکاری بن گئی ہیں،

اس طرح آدمی کا آدمی سے ویرواس اُٹھ جاتا ہے اور سچائی، ایمانداری کا کوئی مطلب نہیں رہ جاتا۔ سدھرنے کی جگہ دن دن بیگڑتی جاتی ہے۔ اس کا سیرف ایک ہی ایلاج ہے اور وہ یہ ہے کہ اصل طاقت ہمیشہ ووٹروں کے پاس رہے۔ وہ ایسے ہو سکتا ہے کہ جس طرح چلتا کسی بھی آدمی کو چلتے کا ادھیکار رکھتی ہے، اسی طرح اگر کبھی بھی اسے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ آدمی جو وہ جوارہوں کے گروہ سے ملا ہوا ہے تو چلتا دوبارہ اپنے ووٹ ڈال کر اسے واپس بلا سکے۔ یعنی چلتا کو نہ صرف چلتے بلکہ پدے ہٹانے کا ادھیکار بھی ملنا چاہئے۔

یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ آج ہم کسی کو چلتے میں، کل اسے واپس بلاتے ہیں، پوسوں دوسرے کو چلتے میں اور تروسوں اسے واپس بلاتے ہیں۔ اس طرح چلتا جمہوریت اور لوک شاہی ایک کھول اور مذاق بن کر رہ جاتی ہے۔ اس لیے چلتا کو اپنے نمائندے چلتے کا ادھیکار دیا جا سکتا ہے لیکن چلتا جب چاہے اسے اپنے نمائندے واپس بلانے کا ادھیکار نہیں دیا جا سکتا۔

کسی جگہ میں انسان کو اپنے نمائندے چلتے کا بھی ادھیکار پراپت نہیں تھا۔ اس جگہ میں ساری راج شکتی صرف ایک شخص—راجا—کے ہاتھ میں ہوتی تھی اور اسے ایسے کا اوتار سمجھا جاتا تھا۔ جب دنیا آگے بڑھی اور چلتا اپنے نمائندے چلتے کا ادھیکار مانگنے لگی تو اس مانگ کا مذاق اڑایا گیا اور اس ادھیکار کے مانگنے والوں کو جہلوں میں ڈالا گیا اور گولیوں سے آڑیا گیا۔ ایک عرصے تک اپنے نمائندے چن کر بھجولنے کی بات کو ناممکن مانا گیا۔ لیکن جگہ کو بدلنا تھا اور وہ بدلا۔ شہری آزادیاں، ووٹ، پریس اور پارٹیاں نئے جگہ کی دین میں جن سے چلتا نے اپنے نمائندے چلتے کا ادھیکار حاصل کیا ہے اور اس پر عمل ہونا ممکن ہو گیا ہے۔ اب دنیا اور آگے بڑھی ہے اور یونچے وادی جگہ سے نئے جن وادی جگہ نے جنم لیا ہے۔ جن دسویں میں سچا جن وادی جگہ شروع ہو چکا ہے وہاں چلتا کو نہ صرف اپنے نمائندے چلتے بلکہ انہیں واپس بلانے کا ادھیکار بھی مل گیا ہے۔

برطانیہ، امریکہ اور فرانس وغیرہ میں یونچے وادی سرکاری قائم ہیں۔ وہاں چلتا کو صرف اپنے نمائندے چلتے کا ادھیکار ہے، انہیں واپس بلانے کا ادھیکار نہیں۔ اس کے خلاف دنیا کے لگ بھگ آدھے نقشے پر کچھ ایسے دیس دکھائی دیتے ہیں جہاں سچی جن وادی سرکاری بن گئی ہیں،

برطانیہ، امریکہ اور فرانس وغیرہ میں یونچے وادی سرکاری قائم ہیں۔ وہاں چلتا کو صرف اپنے نمائندے چلتے کا ادھیکار ہے، انہیں واپس بلانے کا ادھیکار نہیں۔ اس کے خلاف دنیا کے لگ بھگ آدھے نقشے پر کچھ ایسے دیس دکھائی دیتے ہیں جہاں سچی جن وادی سرکاری بن گئی ہیں،

نہیں ہے۔ کہنے کو کہا جاتا ہے کہ जनता की सरकार, जनता की मरची से, जनता की मलाई के लिये काम करेगी। लेकिन जनता के चुने हुए लोगों की सरकारें भी जनता की मरची के खिलाफ काम करती हैं। शहरी आबादियों पर पाबندियां लगाती हैं, जनता को उसकी मरची के खिलाफ लड़ाई में भाँक देती हैं और कलचर और तहजीब को तबाह करती हैं।

बात यह है कि मुमाइन्दे चुनने के लिये वोट का अधिकार मिल जाने से ही हकूमत की असल ताकत, जिसे सावरेन्टी कहते हैं, चुनने वालों के हाथ में नहीं बल्कि चुने हुए लोगों के हाथ में रहती है। वह जैसे चाहें उसे इस्तेमाल करते हैं। एक बार चुने जाने के बाद जनता का उन पर कोई दबाव नहीं रहता और वह दूसरे चुनाव तक अपनी मन मानी करते रहते हैं।

मिसाल के तौर पर हमारे देस में अब जो चुनाव होने जा रहा है दूसरा चुनाव इसके पांच साल बाद होगा और इस होने वाले चुनाव के वोट तीन जनवरी की शाम तक पड़ेंगे। इस चुनाव में कोई आदमी अपने आप को वोटروں के सामने उम्मीदवार के तौर पर पेश करता है और सच्चे दिल से और लच्छेदार भाशा में कहता है कि अगर आप लोग मुझे अपना मुमाइन्दा चुन देंगे तो आइन्दा पांच साल में मैं लोगों के रोजगार और तालीम का प्रबन्ध करूंगा, उजड़े हुआँ को बसाऊंगा, समाजी चोरी नहीं होने दूँगा और देस के काम धंदों को तरक्की देने के लिये जितनी भी अच्छी अच्छी योजनाएं आज तक बनाई गई हैं उन्हें अमल में लाऊंगा वगैरा वगैरा।

तीन जनवरी की शाम तक वोटروں के हाथ में असल ताकत है वह जिसे चाहें चुन सकते हैं और वह उस आदमी को अपना मुमाइन्दा चुन लेते हैं। लेकिन चार जनवरी की सुबह को लोगों को एक दम मालूम होता है कि यह आदमी जितने वादे करता था उनमें से एक भी पूरा नहीं होगा क्योंकि यह गरीब जनता के दुश्मनों पूँजीपतियों और समाजी चोरों के एक गिरोह से मिला है। यह गिरोह चीनी और बनस्पति घी के कारखानों का मालिक है और चुनाव में इस आदमी को कामयाब बनाने के लिये उन लोगों ने सपथा लगाया था। अब वोटर कुछ नहीं कर सकते। वह अपना गला उसके हाथ में दे बैठे हैं और वह पांच साल तक जरूर उन का हाकिम रहेगा। जनता को लूटेगा, लुट-बाएगा और लोगों को भूका मारेगा। पांच साल बाद जब फिर चुनाव आयेंगे तो उसका कोई दूसरा भाई बन्द जो कभी कभी चोर बाजारी के खिलाफ भाशन भी करता रहा है लोगों से फिर वही वादे करेगा और मेम्बर या हाकिम बन जायगा और चुनाव के बाद यह भेद खुलेगा कि यह

میں ہے۔ کہنے کو کہا جاتا ہے کہ چلتا کی سرکار، چلتا کی مریضی سے چلتا کی بھلائی کے لئے کام کرے گی۔ لیکن چلتا کے چنے ہوئے لوگوں کی سرکاری ہی چلتا کی مرضی کے خلاف کام کرتی ہیں۔ شہری آبادیوں پر پابندیاں اتی ہیں، چلتا کو اسکی مرضی کے خلاف لڑائی میں ہونک دیتی ہیں اور کلچر اور تہذیب کو تباہ کرتی ہیں۔

بات یہ ہے کہ نمائندے چنے کے لئے ووت کا اندھیکار لی جانے سے ہی حکومت کی اصل طاقت، جسے ساورنتی کہتے ہیں، چنے والوں کے ہاتھ میں نہیں بلکہ چنے ہوئے لوگوں کے ہاتھ میں رہتی ہے۔ وہ جسے چاہیں استعمال کرتے ہیں۔ ایک بار چنے جانے کے بعد چلتا کا اُن پر کوئی دباؤ نہیں رہتا اور وہ دوسرے چناؤ تک اپنی من مانی کرتے رہتے ہیں۔

مثال کے طور پر ہمارے دیس میں اب جو چناؤ ہونے جا رہا ہے دوسرا چناؤ اسکے پانچ سال بعد ہوگا اور اس ہونے والے چناؤ کے ووت تین جنوری کی شام تک دیں گے۔ اس چناؤ میں کوئی آدمی اپنے آپ کو ووتروں کے سامنے امیدوار کے طور پر پیش کرتا ہے اور سچے دل سے اور لچھے دار بھاشا میں کہتا ہے کہ اگر آپ لوگ مجھے اپنا نمائندہ چن دیں گے تو آئندہ پانچ سال میں میں لوگوں کے روزگار اور تعلیم کا پر بندھ کروں گا۔ اُچرے ہوؤں کو ہساروں گا، سماجی چوری نہیں ہونے دوں گا اور دیس کے کام دھندوں کو ترقی دینے کے لئے جتنی بھی اچھی اچھی پوجناؤں آج تک بنائی گئی ہیں انہیں عمل میں لاؤں گا وغیرہ وغیرہ۔

تین جنوری کی شام تک ووتروں کے ہاتھ میں اصل طاقت ہے۔ وہ جسے چاہیں چن سکتے ہیں اور وہ اُس آدمی کو اپنا نمائندہ چن لیتے ہیں۔ لیکن چار جنوری کی صبح کو لوگوں کو ایک دم معلوم ہوتا ہے کہ یہ آدمی جتنے وعدے کرتا تھا اُن میں سے ایک بھی پورا نہیں ہوگا کیونکہ یہ غریب چلتا کے دشمنوں پونجی پتھوں اور سماجی چوروں کے ایک گروہ سے ملا ہے۔ یہ گروہ چینی اور ہسپتہ کی گہی کے کارخانوں کا مالک ہے اور چناؤ میں اس آدمی کو کامیاب بنانے کے لئے ان لوگوں نے روپیہ لٹایا تھا۔ اب ووت کچھ نہیں کر سکتے۔ وہ اپنا گلا اس کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں اور وہ پانچ سال تک ضرور اُن کا حاکم رہے گا۔ چلتا کو لوتے گا، لٹواؤنگا اور لوگوں کو بھوکا مارے گا۔ پانچ سال بعد جب پھر چناؤ آئیں گے تو اس کا کوئی دوسرا بھائی بند جو کبھی کبھی چور بازاروں کے خلاف بھاشن بھی کرتا رہا ہے لوگوں سے پھر وہی وعدے کرے گا اور ممبر یا حاکم بن جائیگا۔ اور چناؤ کے بعد یہ بھید کھلے گا کہ یہ

انسان کو—چاہے وہ کسی بھی دھرم یا فیرکے کا ہو،
آسٹیک ہو یا ناسٹیک—جیندگی کے دنیادی ہکک یا
آفیکار ہاسیل ہوں۔ ان آفیکاروں میں دو باتیں ضروری ہیں—

(1) ہر انسان کو آچھا آوون اور مکن ملے
میلے تاکہ وہ اپنے شریز کو تندرست رکھ سکے اور مہلہ، آندھی
اور دھوپ سے بچا سکے اور کام کرنے کے بعد آسے آرام کرنے
کی مہولامت ہو۔

(2) ہر انسان کو خود ایلومی اور کلچری
تربکی کرنے اور کیم کی ایلومی اور کلچری تربکی
میں ہسسا لینے کا ماکا میلے۔

انسان دوسرے جانداروں کی ترہ سیرک پٹ ہر کر ہی
سنتورٹ نہیں رھتا۔ اسکی جیندگی کا ایک ایلومی اور
کلچری پہلو بھی ہے۔ وہ سوچتا ہے، اپنے کھان کو آئے
بڑھاتا ہے اور اس کھان کے ذریعے دنیا کو سبھلے اور سندر
بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ رامائن، مہابھارت جیسی
کتابیں، آچھی آچھی کہانیاں، تصویریں اور ہمارا تاج مصل
اس کھان اور سندرنا کے روپ ہیں۔ جتنا جتنا یہ کھان
بڑھتا ہے اتنا اتنا ہی آدمی کا آتم سلمان یا خود داری
بڑھتی ہے اور اپنی شکتی پر بھروسہ پیدا ہوتا ہے۔ آج
کا انسان یہ بات آچھی طرح جانتا ہے کہ وہ اپنی مصلحت
اور کوشش سے آکھان، آندھ وشواس، تعصب، ہمت دھرمی
اور حکومتوں کی لڑائیاں ختم کرکے اپنے جھون کو سکھی
اور شانداز بنا سکتا ہے، بشرطیکہ آسے اسکا موقع ملے۔

انسان کو—چاہے وہ کسی بھی دھرم یا فیرکے کا ہو،
آسٹیک ہو یا ناسٹیک—جیندگی کے دنیادی ہکک یا
آفیکار ہاسیل ہوں۔ ان آفیکاروں میں دو باتیں ضروری ہیں—

(1) ہر انسان کو آچھا آوون اور مکن ملے
میلے تاکہ وہ اپنے شریز کو تندرست رکھ سکے اور مہلہ، آندھی
اور دھوپ سے بچا سکے اور کام کرنے کے بعد آسے آرام کرنے
کی مہولامت ہو۔

(2) ہر انسان کو خود ایلومی اور کلچری
تربکی کرنے اور کیم کی ایلومی اور کلچری تربکی
میں ہسسا لینے کا ماکا میلے۔

انسان دوسرے جانداروں کی طرح صرف پھٹ ہر کر
ہی سلسشت نہیں رھتا۔ اسکی زندگی کا ایک عامی اور
کلچری پہلو بھی ہے۔ وہ سوچتا ہے، اپنے کھان کو آئے
بڑھاتا ہے اور اس کھان کے ذریعے دنیا کو سبھلے اور سندر
بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ رامائن، مہابھارت جیسی
کتابیں، آچھی آچھی کہانیاں، تصویریں اور ہمارا تاج مصل
اس کھان اور سندرنا کے روپ ہیں۔ جتنا جتنا یہ کھان
بڑھتا ہے اتنا اتنا ہی آدمی کا آتم سلمان یا خود داری
بڑھتی ہے اور اپنی شکتی پر بھروسہ پیدا ہوتا ہے۔ آج
کا انسان یہ بات آچھی طرح جانتا ہے کہ وہ اپنی مصلحت
اور کوشش سے آکھان، آندھ وشواس، تعصب، ہمت دھرمی
اور حکومتوں کی لڑائیاں ختم کرکے اپنے جھون کو سکھی
اور شانداز بنا سکتا ہے، بشرطیکہ آسے اسکا موقع ملے۔

جب ہم یہ مانگ کرتے ہیں کہ جلتا کے لئے روٹی اور
ادھیکار چاہئے تو اس کا مطلب وہ سارے سادھن جتنا
ہوتا ہے جو انسان کو انسان بناتے ہیں۔ اس میں روزگار اور
مکن کے علاوہ سب کے لئے تعامم، ہولہ، لکھنے اور سوچنے
کا حق بھی شامل ہوتا ہے۔

کسی سرکار کے ہوتے ہوئے اگر جلتا کی بڑی تعداد بھوکی
اور ان پڑھ رھتی ہے، آسے لکھنے، پڑھنے، سوچنے اور ملنے
جلمے کی آزادی حاصل نہیں تو وہ سرکار جمہوری یا جن
وادی نہیں ہوسکتی۔ پھر بھوکی جلتا آسے اپنا سہوگ
نہیں دیتی اور آسے بدلنے کی کوشش کرتی ہے۔ سرکار سے ان
سب باتوں کی گارنٹی لینے کے لئے ہی انسان نے صدیوں
کی کوششوں کے بعد ووٹ کا ادھیکار پراپت کیا ہے۔ اسی
لئے ہر جمہوری، جن وادی یا لوک شاہی ودھان میں
لکھا رھتا ہے کہ سرکار سب کے لئے روزگار اور تعلیم کا
ہر بندہ کرے گی اور اپنی کلچر کو آسے بڑھانے کے لئے جلتا
کو شہری آزادیاں حاصل ہوں گی۔

لیکن تجربے سے انسان نے یہ بھی سبھلہ لیا ہے کہ
صرف ودھان میں ان باتوں کا لکھا رھنا ہی کافی

کسی سرکار کے ہوتے ہوئے اگر جلتا کی بڑی تعداد بھوکی
اور ان پڑھ رھتی ہے، آسے لکھنے، پڑھنے، سوچنے اور ملنے
جلمے کی آزادی حاصل نہیں تو وہ سرکار جمہوری یا جن
وادی نہیں ہوسکتی۔ پھر بھوکی جلتا آسے اپنا سہوگ
نہیں دیتی اور آسے بدلنے کی کوشش کرتی ہے۔ سرکار سے ان
سب باتوں کی گارنٹی لینے کے لئے ہی انسان نے صدیوں
کی کوششوں کے بعد ووٹ کا ادھیکار پراپت کیا ہے۔ اسی
لئے ہر جمہوری، جن وادی یا لوک شاہی ودھان میں
لکھا رھتا ہے کہ سرکار سب کے لئے روزگار اور تعلیم کا
ہر بندہ کرے گی اور اپنی کلچر کو آسے بڑھانے کے لئے جلتا
کو شہری آزادیاں حاصل ہوں گی۔

لیکن تجربے سے انسان نے یہ بھی سبھلہ لیا ہے کہ
صرف ودھان میں ان باتوں کا لکھا رھنا ہی کافی

وہ سوچو۔ ہر ایک آدمی کے دو نام ہوتے ہیں۔ ایک وہ جس سے دنیا آئے بلاتی ہے یا پہچانتی ہے اور دوسرا جس سے خدا آئے بلاتا ہے اور پہچانتا ہے۔ یہ دوسرا نام ہی سچا نام ہے۔ انسان جو پرارتہا بوجا کرتا ہے وہ صرف اس لئے ہی کہ کسی شبہ کھڑی نہیں ہو کر اسے کو اپنے کو بلاتا ہے اور اسی طرح اپنا سچا نام جان لے۔ ہو ایک کے لئے خدا نے ایک خاص نام رکھا ہوا ہے جس سے ہر ایک کھر میں ماں بلیب اپنے بچوں کو الگ الگ نام سے بلاتے ہیں۔ جا کے لوگ اکثر نام پالے یا کرتے کی دور دعوپ میں لکھتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو اگر وہ اپنا سچا نام پالے یا پالنے کے لئے رات دن تڑپیں۔ مگر اوروں سے مجھے کیا طلب۔ مجھے تو اپنا نام تلاش کرنا ہے اور اسی تلاش سلسلے میں ہی کبھی کبھی میں یہاں اس سمندر کنارے اکھلا آدھی رات گزر جانے کے بعد آیا کرتا ہوں۔ تک تو مجھے یہاں اس وقت کوئی نہیں ملا۔ مگر معلوم نہیں تم کہاں سے آج یہاں ٹھیک پڑے۔ کیا تم بھی مجھے نام کی تلاش میں یہی طرح ادھر ادھر بہکتے رہے ہو؟

میں کچھ جواب نہ دے سکا۔ صرف مہربی دونوں کہوں میں سے آنسو چہل چہلے لگے اور جب مہربی آنکھیں دھل کو کچھ صاف ہوئیں تو میں نے صان کے تاروں کی طرف ناکا اور پوچھا۔ ”بھلا تم ہی ہوا سچا نام بتا دو۔“

میں کچھ جواب نہ دے سکا۔ صرف مہربی دونوں کہوں میں سے آنسو چہل چہلے لگے اور جب مہربی آنکھیں دھل کو کچھ صاف ہوئیں تو میں نے صان کے تاروں کی طرف ناکا اور پوچھا۔ ”بھلا تم ہی ہوا سچا نام بتا دو۔“

چناؤ اور جنتا

(بھائی ہدسراج ’دھبر‘)

بڑے انتظار کے بعد سن 1952 کے شروع میں چناؤ ہونے کا فیصلہ ہو گیا۔ جیسے جیسے چناؤ نچدیک آ رہے ہیں اور پورانی پارٹیاں میدان میں اتر رہی ہیں اور اپنے اپنے پلٹیشن مین کی فہرستیں چھاپ رہی ہیں۔ پلٹیشن مین کی فہرستیں کیا چیز ہیں اور جنیتا کو اسے کس نیگاہ سے دیکھنا چاہیے؟ ان دو باتوں پر ویچار کرنے کے بعد ہی آدمی اپنے وقت کا صحیح استعمال کر سکتا ہے۔

جمہوریت یا لوک شامی کا موئے طور پر مطلب یہ ہے کہ چلتا کی سرکار، چلتا کی مرضی سے چلتا کی ہلائی کے لئے کام کرے اور اس سرکار کے دھتے ہر

جمہوریت یا لوک شامی کا موئے طور پر مطلب یہ ہے کہ چلتا کی سرکار، چلتا کی مرضی سے چلتا کی ہلائی کے لئے کام کرے اور اس سرکار کے دھتے ہر

خود باد ببارا دیکھو تو، سحر کی کسالت بجاوے

تو پککا پکےشور وادی

رہا ایک، ہے ایک، یہی تیر

وہی ایک کی صدا رہی جب

وہی پرگٹ ہوتا ہوتا لای

پانی میں کن کن میں جگہ، اس ہی کی آوازی

تو پککا پکےشور وادی

—بہگواندین

344 قرا دیکھو تو، سحر کی فصل آگ

تو پکا لیکےشور وادی

رہا ایک، ہے ایک، یہی طے

اُسی ایک کی صدا دہی چ

وہی پرگٹ ہوتا ہوتا لے

پرائی میں کن کن میں جگہ کے، اس ہی کی آوازی

تو پکا لیکےشور وادی

—بہگواندین

صوفیوں کی صحبت میں

(4)

(بائی گ. م.)

ایک دفعہ سمندر کے کنارے میں اکٹھے سیر کر رہا تھا۔ رات بہت بہت چمکی تھی۔ قریب قریب سب کے سب لوگ، جو وہاں سیر کرنے آئے تھے، اپنے اپنے گھر واپس چلے گئے تھے۔ ایک کانت میں بیٹھ کر میں آسٹوٹ رہا تھا کہ معلوم نہیں کہاں سے ایک فقیر، جس نے مہلے کچھلے کپڑے پہن رکھے تھے، میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ اسے دیکھ کر میں ہیرانی ہوئی۔ کیونکہ اس وقت سمندر کا کنارہ بالکل خالی تھا۔ تو یہ فقیر کہاں سے آگئے؟ مگر اس سوال کا تسلی بخش جواب اس وقت میں آپ کو نہ دے سکا۔ پھر ان کی عزت کرنے کی خاطر میں نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑے اور سر جھکیا۔ پھر میں نے ان سے بڑے ادب کے ساتھ ان کا نام پوچھا۔

”میرا نام؟“ انہوں نے میرا سوال دہرائے ہوئے کہا۔

”میں خود وہ نہیں جانتا، تو تمہیں کیا بتلاؤں؟“

”آپ نے کہا فرمایا؟ میں آپ کے کہنے کا مطلب کچھ سمجھا نہیں۔“ میں نے نمرتا سے کہا۔

”میرا نام؟“ انہوں نے جواب دیا۔ ”میں خود بھی تو جو کچھ سمجھ رہا ہوں اس کا پورا پورا مطلب بڑی مدت تک نہیں سمجھ سکا تھا۔ مگر حال ہی میں ایک خدا کے بندے نے اس کا مطلب مجھے سمجھایا ہے اور تب سے میں دن رات اپنے نام کی تلاش میں ادھر ادھر بہکتا ہوں۔“

”تو کیا مہربانی کر کے آپ مجھے بھی نام کا راز سمجھا دینگے؟“

”کہیں نہیں۔“ انہوں نے جواب میں کہا۔ ”کہیں کہ جو کچھ ایک خدا کا بندہ کہتا ہے وہ سب کے لئے ہوتا ہے۔“

हमा इन्हीं से पेट भरेंगे, पोखेंगे आजादी
तू पक्का एकेरवर वादी

भाई भाई भला लड़ें क्यों ?
कोट, कचहरी, कीच सड़ें क्यों ?
पंचों के भी पाँव पड़ें क्यों ?

प्रेम प्रीत से बाँटें छाएँ, सस्ती सोख सिखा दी
तू पक्का एकेरवर वादी

कहीं बड़े हैं मेइतर भाई
कहीं बड़े हैं धोबी नाई
कहीं बड़ी बेशक बनियाई

कहीं पुरोहिताई ठकुराई, जायज सब में शादी
तू पक्का एकेरवर वादी

बली बनी, हाँ, रहे अमीरी
सेवक बनकर रहे बज्जीरी
सीख सिखाने रहे कक्कीरी

बूसेगा फिर कौन किसी को, रोबी ऐंठ मिटा दी
तू पक्का एकेरवर वादी

दारू सूफ बूफ खा जाती
सूफ बूफ ईश्वर से आती
यों ईश्वर की इज्जत जाती

दारू पी पी रब को भूले, फैलाते बरबादी
तू पक्का एकेरवर वादी

बैठे बैठे करें कमाई
ईश्वर की फिर कौन बढ़ाई
ब्याज सूद में यही बुराई

तन का, तेरा, तोड़ ताब तब नर बन जाता मादी
तू पक्का एकेरवर वादी

तोप बनी खाकर 'तू तेरा'
करे तमंचा तेरा डेरा
तेरा तीर का कम न तरेरा

जो भी इनको मेट मिटाए, अगला वह ही हादी
तू पक्का एकेरवर वादी

अपनी धुन का था तू धुनिया
सौ गुनियों का था तू गुनिया
बोला, राम संभालें दुनिया

बदबख्तो क्यों मरे जा रहे, रो रो नानी दादी
तू पक्का एकेरवर वादी

अब न गढ़ो पेटम बम प्यारो
जर्म जला इनसान उबारो
काफ़ी वह, हिम्मत मत हारो

बली ट्रस्टी = जर्म = कीटाणु. हादी = हिदायत देने वाला, उपदेश देने वाला.

क्या अहम से भेत बहिन है, योसों के आदी
तू पका अकेशुर वादी

बहानी बहानी बहा लीस कौन ?
कोट 'कचहरी' किच सड़ें कौन ?
पल्लवों के भी पाँव पड़ें कौन ?

प्रेम प्रीत से बाँटें कहां 'सस्ती' सिके सिके
तू पका अकेशुर वादी

कहें बड़े हैं मेइतर भाई
कहें बड़े हैं धोबी नाई
कहें बड़ी बेशक बनियाई

कहें पुरोहिताई ठकुराई, जायज सब में शादी
तू पका अकेशुर वादी

बली बनी, हाँ, रहे अमीरी
सेवक बनकर रहे बज्जीरी
सीख सिखाने रहे कक्कीरी

बूसेगा फिर कौन किसी को, रोबी ऐंठ मिटा दी
तू पका अकेशुर वादी

दारू सूफ बूफ खा जाती
सूफ बूफ ईश्वर से आती
यों ईश्वर की इज्जत जाती

दारू पी पी रब को भूले, फैलाते बरबादी
तू पका अकेशुर वादी

बैठे बैठे करें कमाई
ईश्वर की फिर कौन बढ़ाई
ब्याज सूद में यही बुराई

तन का, तेरा, तोड़ ताब तब नर बन जाता मादी
तू पका अकेशुर वादी

तोप बनी खाकर 'तू तेरा'
करे तमंचा तेरा डेरा
तेरा तीर का कम न तरेरा

जो भी इनको मेट मिटाए, अगला वह ही हादी
तू पका अकेशुर वादी

अपनी धुन का था तू धुनिया
सौ गुनियों का था तू गुनिया
बोला, राम संभालें दुनिया

बदबख्तो क्यों मरे जा रहे, रो रो नानी दादी
तू पका अकेशुर वादी

अब न गढ़ो पेटम बम प्यारो
जर्म जला इनसान उबारो
काफ़ी वह, हिम्मत मत हारो

बली ट्रस्टी = जर्म = कीटाणु. हादी = हिदायत देने वाला, उपदेश देने वाला.

پایا۔ دائری والوں کی دائری بھی نام کی ہے۔ دونوں کھلے تو صاف ہوتے ہیں صرف تھقی اور دونوں مویوں کے بیچ میں فرنیج نما برائے نام خشخشی بال کچھ اس طرح کے ہوتے ہیں کہ دور سے چہرہ بال بال معلوم ہوتا ہے۔ مگر پاس سے کچھ بال معلوم ہوتے ہیں۔ ایسے چھوٹے دو تین دن سے کسی نے شہو نہ کیا ہو۔ ازہر کے ہندستانی طالب علموں میں دو ہندستانی طالب علم ایسے ملے جنکی دائریاں اچھی خاصی ہیں۔ ان دونوں نے شکایت کی کہ ہمکو یہاں کے لوگ کلچر اور پادری کہہ کر چوتھے ہیں۔

16 اگست '51

آپکا भाई—

अब्दुल्ला मिस्त्री

(बाकी फिर)

آپکا بھائی

عبداللہ مصری

15 اگست '51

(بالی پھر)

बापू

तू पक्का एकेश्वर बादी
एक राम है नाम उसी के रब, रहमान, खुदा, ब्रह्मादी

तू पक्का एकेश्वर बादी
सिर्फ अरब का नहीं खुदा है
नहीं हिन्द का राम जुदा है
रूप एक मंजूर खुदा है

अब इसमें झगड़ा ही क्या है, सीधी राह बतादी

तू पक्का एकेश्वर बादी
एक खुदा के हम सब बन्दे
जात पात, मत, मजहब, फन्दे
फाँस लड़ाने के ठब धन्दे

हम न फँसें इनमें बन अंधे, खड़तल बात जतादी

तू पक्का एकेश्वर बादी
काम न मिलने के सब झगड़े
मैं उसको वह मुझको रणड़े
हुए मित्रों से लूले लंगड़े

काम बहुत, हम काँते, पहनें, हाथ बनी ही खादी

तू पक्का एकेश्वर बादी
हाथ राम ने इसी लिये तो
हमें दया कर दान दिये दो
मरें भले, पर, अगर जियें तो

अक्टूबर '51

(298)

बापू

तू पका ایکویشور وادی
ایک رام ہے نام اُسی کے رب، رحمان، خدا، برہمادی

تو پکا ایکیشور وادی
صرف عرب کا نہیں خدا ہے
نہیں ہند کا رام جدا ہے
روپ ایک منظور خدا ہے

اب اس میں چھکڑا ہی کیا ہے، سودھی راہ بتادی

تو پکا ایکیشور وادی
ایک خدا کے ہم سب بندے
'جات پات' مت، 'مذہب' پھندے
پھانس لوانے کے قہب دھندے

ہم نہ پھنسن ان میں بن اندھے، کھڑتل بات جتادی

تو پکا ایکیشور وادی
کام نہ ملنے کے سب جھگڑے
میں اُس کو وہ مجھکو رگڑے
ہوئے ملوں سے لولے لگڑے

کام بہت، ہم کاٹوں، پہنوں، ہاتھ بلی ہی کھادی

تو پکا ایکیشور وادی
ہاتھ رام نے اُسی لئے تو
میں دیا کر دان دئے دو
میں بھلے، پر، اگر چھٹوں تو

اکتوبر '51

اھساساں برتاری (بھ بھم) اور کماتری (کھ بھم) دونوں ترہ کے بھم پایا جاتے ہیں۔ اھساساں برتاری مچھلی پتھار سے ہے اور اھساساں کماتری ماسی یا آبی پتھار سے ہے۔ ہم مسلمانان ہیں اور اسلام سب سے اچھا مذہب ہے یہ ہر مسلمان کا ایک اطری جذبہ (سواہارک بھارنا) ہے۔ ہر عیسائی، ہر یہودی، ہر ہندو اور ہر دوسرے مذہب کا ماننے والا اپنے مذہب کے بارے میں یہی سمجھتا ہے۔ لیکن مصر کے مسلمان باوجود اس وچار میں کتر ہونے کے دوسرے مذہبوں کے لوگوں سے کوئی بھر نہیں رکھتے بلکہ سب کے ساتھ ایک سا مہل چول رکھتے ہیں۔

اھساساں کماتری یورپیون قوموں کی فہر معمولی مادی ترقی، فہر معمولی طاقت، شان شوکت، ٹھاٹھ پٹا، سیج دھب اور کھمڈ رغرہ کی وجہ سے ہے۔ اور وہ اس کمی کو دور کرنے کے لئے حد درجہ جدو جہد اور کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے کافی ترقی بھی کی ہے۔ مصر آج مثل ایست میں ترقی کے بعد سب سے بڑھا چڑھا ملک ہے۔ مصری سرکار کو پچھلے سال کی کل آمدنی دو ارب اکیانوے لاکھ پچاس ہزار یعنی کچھ کم تین ارب درہم ہے اور خرچ تین ارب تیس کروڑ ہے جبکہ مصر کی کل آبادی دو کروڑ ساڑھے بائیس لاکھ ہے یعنی ہمارے صوبہ یو۔ پی سے آدھی آبادی ہے مگر آمدنی اور خرچ پانچ گنے سے بھی زیادہ ہے۔ اس سے مصر کی آج کل کی مالی ترقی کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے اور بھی بہت سے آنکڑے دیئے جا سکتے ہیں۔

مصر کے مسلمانوں میں اتنی مذہبی کوائی نہیں ہے جتنی ہندستان کے مسلمانوں میں۔ مصر کی عورتیں عام طور پر سیر تفریح، سلیما تھٹر، جمعہ کی نماز، خرید فروخت کے لئے بے چھجک باہر نکلتی ہیں۔ زیادہ تر دیسی لباس میں ہوتی ہیں۔ مگر پڑھی لکھی عورتوں اور لڑکیوں سب کی سب یورپیون لباس میں بے چھجک نکلتی ہیں اور بے برقعہ ہوتی ہیں۔ برقعہ والی عورتوں کا برقعہ بھی نام کو ہوتا ہے۔ یعنی پورا جسم تو اٹکا ڈھکا ہوتا ہے پر پٹیلوں تک درنوں بھر، دونوں ہاتھ اور چہرے کے اوپر کا حصہ بالکل نکلا دھتا ہے۔ صرف ناک کے سرے سے لیکر تھڈی تک ایک ہلکی جالی اس طرح کی لٹکتی ہے کہ پورا چہرہ ذرا غور سے دیکھلے پر دکھائی دیتا ہے۔

مصری لوگ عام طور پر دارمی اور مونیچہیں ملدواتے ہیں۔ بڑے بڑے علما اور مذہبی پوشتا بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ قاہرہ اور اسکندریہ کی اکثر مسجدوں کے پوشتا اماموں اور واعظوں سے بھی میں نے خاص طور سے ملاقات کی۔ ان میں دو تھن کے سوا سب کو کلہن شہوت (صلاحت)

اھساساں برتاری (بھ بھم) اور کماتری (کھ بھم) دونوں ترہ کے بھم پایا جاتے ہیں۔ اھساساں برتاری مچھلی پتھار سے ہے اور اھساساں کماتری ماسی یا آبی پتھار سے ہے۔ ہم مسلمانان ہیں اور اسلام سب سے اچھا مذہب ہے یہ ہر مسلمان کا ایک اطری جذبہ (سواہارک بھارنا) ہے۔ ہر عیسائی، ہر یہودی، ہر ہندو اور ہر دوسرے مذہب کا ماننے والا اپنے مذہب کے بارے میں یہی سمجھتا ہے۔ لیکن مصر کے مسلمان باوجود اس وچار میں کتر ہونے کے دوسرے مذہبوں کے لوگوں سے کوئی بھر نہیں رکھتے بلکہ سب کے ساتھ ایک سا مہل چول رکھتے ہیں۔

اھساساں کماتری یورپیون قوموں کی فہر معمولی مادی ترقی، فہر معمولی طاقت، شان شوکت، ٹھاٹھ پٹا، سیج دھب اور کھمڈ رغرہ کی وجہ سے ہے۔ اور وہ اس کمی کو دور کرنے کے لئے حد درجہ جدو جہد اور کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے کافی ترقی بھی کی ہے۔ مصر آج مثل ایست میں ترقی کے بعد سب سے بڑھا چڑھا ملک ہے۔ مصری سرکار کو پچھلے سال کی کل آمدنی دو ارب اکیانوے لاکھ پچاس ہزار یعنی کچھ کم تین ارب درہم ہے اور خرچ تین ارب تیس کروڑ ہے جبکہ مصر کی کل آبادی دو کروڑ ساڑھے بائیس لاکھ ہے یعنی ہمارے صوبہ یو۔ پی سے آدھی آبادی ہے مگر آمدنی اور خرچ پانچ گنے سے بھی زیادہ ہے۔ اس سے مصر کی آج کل کی مالی ترقی کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے اور بھی بہت سے آنکڑے دیئے جا سکتے ہیں۔

مصر کے مسلمانوں میں اتنی مذہبی کوائی نہیں ہے جتنی ہندستان کے مسلمانوں میں۔ مصر کی عورتیں عام طور پر سیر تفریح، سلیما تھٹر، جمعہ کی نماز، خرید فروخت کے لئے بے چھجک باہر نکلتی ہیں۔ زیادہ تر دیسی لباس میں ہوتی ہیں۔ مگر پڑھی لکھی عورتوں اور لڑکیوں سب کی سب یورپیون لباس میں بے چھجک نکلتی ہیں اور بے برقعہ ہوتی ہیں۔ برقعہ والی عورتوں کا برقعہ بھی نام کو ہوتا ہے۔ یعنی پورا جسم تو اٹکا ڈھکا ہوتا ہے پر پٹیلوں تک درنوں بھر، دونوں ہاتھ اور چہرے کے اوپر کا حصہ بالکل نکلا دھتا ہے۔ صرف ناک کے سرے سے لیکر تھڈی تک ایک ہلکی جالی اس طرح کی لٹکتی ہے کہ پورا چہرہ ذرا غور سے دیکھلے پر دکھائی دیتا ہے۔

مصری لوگ عام طور پر دارمی اور مونیچہیں ملدواتے ہیں۔ بڑے بڑے علما اور مذہبی پوشتا بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ قاہرہ اور اسکندریہ کی اکثر مسجدوں کے پوشتا اماموں اور واعظوں سے بھی میں نے خاص طور سے ملاقات کی۔ ان میں دو تھن کے سوا سب کو کلہن شہوت (صلاحت)

کی ضرورت نہیں۔ اور اگر تو خدا کے حکم سے چلتا ہے تو تھوڑے تھوڑے چل اور خدا کی مخلوق کو تکلیف نہ دے۔“ اس تاریخی خط کے علاوہ حضرت عمر نے عمرو بن العاص کو ایک ہدایت نامہ لکھا کہ اس سال میلہ کے دن دریائے نیل کے نام کا یہ خط نیل کے پہلے پہلے میں چھوڑ دیا جائے اور مصر کی تمام جگہاں کو اطمینان دلا دیا جائے کہ اب نہ تو دریا کا پانی کم ہوگا نہ بارش آئے گی۔ ایشور کی کرپا سے ایسا ہی ہوا۔ تب سے کثرتِ بھیک کی رسم بند ہوگئی۔ پر نیل دیوبی کی آؤ بھیک، مہلا تھولا اور جشن اب بھی ہر سال ہوتا ہے اور بڑے تہافت سے ہوتا ہے جن میں ایک سے ایک ناچ گانے، باجے گانے، آنس بازیاں وغیرہ سب کچھ ہوتی ہیں، بہت اہتمام اور دھوم دھام سے ہوتی ہیں۔ سرکاری طور پر دریائے نیل کی سلامی ہرتی ہے تو یہیں دہکتی ہیں اور اس پورے محلے کا انتظام سرکاری خرچ سے ہوتا ہے۔

مصر کے پرانے باسیوں میں کھڑے، چرندوں، مگر، سانپ، سُر، چاند، سیتاروں اور گڑ کی پوجا بھی ہوئی تھی۔ چاند ستاروں اور گڑ کی پوجا بھی ہوئی تھی۔ پرندوں میں کورے کا خاص مان تھا۔ پتھر کی پورانی مورتیوں میں آدمی کے دم اور کورے کی سی چونچ اور سر والی بہت سندر مورتیاں اب بھی مصر کے عجائب گھر میں کثرت سے موجود ہیں اور ان میں پرانی مہلا کاری کے خوشگما نقش نگار بھی خوب چمکتے ہیں۔ کوا مصریوں میں مقل، ہنر اور گھان کا دیوتا مانا جاتا تھا۔ پر اب یہ سب وچا پرانے ہوئے اور آج کے مصری انہیں بھول گئے۔

مصر کے لوگ عام طور پر بڑے سادے، امن پسند، نیک، مہمان نواز اور دیوانہ ہوتے ہیں۔ ان میں آپسی جھگڑے بہت کم ہوتے ہیں۔ دھرم کرم کے معاملے میں بھی کسی سے جھگڑا فساد نہیں کرتے۔ رنگ روپ، حسب نسب، چھوٹ چہات اور پھاشا کا بھی مصر میں کوئی جھگڑا نہیں نہ فلچر، تہذیب یا سلسلہ کرتی کا کوئی جھگڑا ہے۔ مصر کے لوگ ہر ملک، ہر رنگ اور ہر نسل کے لوگوں سے مہل چول رکھتے ہیں اور پریم کرتے ہیں۔ بس یہودیوں اور انگریزوں سے یہ لوگ نفرت کرتے ہیں۔ مگر اس نفرت کے کارن مذہبی، اخلاقی یا تہذیبی نہیں ہیں بلکہ صرف سیاسی اور اقتصادی (آرتھک) ہیں۔ اسکے علاوہ انگ الگ نجی طور پر ان کے تعلقات انگریزوں اور یہودیوں سے برے نہیں ہیں۔

مصر کی سرکاری بھاشا عربی ہے۔ لیکن یہاں کے پڑے لکھے لوگ اور بہت سے کاروباری بہت سی زبانیں جانتے ہیں۔ مثلاً فرنچ، انگریزی، کریک، اٹالی، جرمن وغیرہ۔ فرنچ اور انگریزی جانتے والے زیادہ ہیں۔ مصریوں میں

مصر کے پرانے باسیوں میں کھڑے، چرندوں، مگر، سانپ، سُر، چاند، سیتاروں اور گڑ کی پوجا بھی ہوئی تھی۔ چاند ستاروں اور گڑ کی پوجا بھی ہوئی تھی۔ پرندوں میں کورے کا خاص مان تھا۔ پتھر کی پورانی مورتیوں میں آدمی کے دم اور کورے کی سی چونچ اور سر والی بہت سندر مورتیاں اب بھی مصر کے عجائب گھر میں کثرت سے موجود ہیں اور ان میں پرانی مہلا کاری کے خوشگما نقش نگار بھی خوب چمکتے ہیں۔ کوا مصریوں میں مقل، ہنر اور گھان کا دیوتا مانا جاتا تھا۔ پر اب یہ سب وچا پرانے ہوئے اور آج کے مصری انہیں بھول گئے۔

مصر کے لوگ عام طور پر بڑے سادے، امن پسند، نیک، مہمان نواز اور دیوانہ ہوتے ہیں۔ ان میں آپسی جھگڑے بہت کم ہوتے ہیں۔ دھرم کرم کے معاملے میں بھی کسی سے جھگڑا فساد نہیں کرتے۔ رنگ روپ، حسب نسب، چھوٹ چہات اور پھاشا کا بھی مصر میں کوئی جھگڑا نہیں نہ فلچر، تہذیب یا سلسلہ کرتی کا کوئی جھگڑا ہے۔ مصر کے لوگ ہر ملک، ہر رنگ اور ہر نسل کے لوگوں سے مہل چول رکھتے ہیں اور پریم کرتے ہیں۔ بس یہودیوں اور انگریزوں سے یہ لوگ نفرت کرتے ہیں۔ مگر اس نفرت کے کارن مذہبی، اخلاقی یا تہذیبی نہیں ہیں بلکہ صرف سیاسی اور اقتصادی (آرتھک) ہیں۔ اسکے علاوہ انگ الگ نجی طور پر ان کے تعلقات انگریزوں اور یہودیوں سے برے نہیں ہیں۔

مصر کی سرکاری بھاشا عربی ہے۔ لیکن یہاں کے پڑے لکھے لوگ اور بہت سے کاروباری بہت سی زبانیں جانتے ہیں۔ مثلاً فرنچ، انگریزی، کریک، اٹالی، جرمن وغیرہ۔ فرنچ اور انگریزی جانتے والے زیادہ ہیں۔ مصریوں میں

مصر کی سرکاری بھاشا عربی ہے۔ لیکن یہاں کے پڑے لکھے لوگ اور بہت سے کاروباری بہت سی زبانیں جانتے ہیں۔ مثلاً فرنچ، انگریزی، کریک، اٹالی، جرمن وغیرہ۔ فرنچ اور انگریزی جانتے والے زیادہ ہیں۔ مصریوں میں

بائیں برباری ہوتے تھے۔ کیر بڑے بڑے پंडित اور بیڈا۔
جمناتا ٹٹو کے ٹٹو سڈی راہ دیکھتی تھی۔ جب اس کے سامنے
جلوس پھڑچتا تب جنننا آکریڈت اور بڈا سے بےخود ہو
جاتی اور جی جی کے ناروں سے کیشا گُج جاتی۔ کنیا
پر فلوں کی بارش ہوتی۔ اس तरह میلوں کا سکر تہ
کرتے ہوں جب جلوس نیل کے کینارے پھڑچتا تب لوگوں کا
جوش ہڈ سے گُج جاتا۔ کنیا بھی
ہوتی اور پھوٹ پھوٹ کر روتی اور
چھٹکتی بھی کھونکے موت کی۔ کھڑی اب اس کو سامنے
دکھائی دیتی۔ مہا راجا، ہوا وزیر اور پروہت توہلوں
جھک کر کنیا کو پرنام کرتے اور اس کے رتہ سے اس کو بڑے
ادب کے ساتھ اُتارتے۔ پھر پھلوں سے سجی ہوئی ایک ٹاڑ
پر اسے بٹھاتے۔ دھوپ جلاتے، ملتر پڑھتے اور نہل دیتی
کی پوجا کرنے کے بعد اس سے پرارتھا کرتے اور کہتے —
”ہ دیوی! ہم تجھے اپنی سب سے سندھ کنیا بھلت
دے رہے ہیں۔ اب تو ہم سے سال بھر خوش رہنا۔ ہم
سب تہرے سہوک ہیں۔ ہمیں ہارے سے بچانا اور سوکھ
سے بچنا (یعنی ہمارے یہاں پانی کی کمی بھی نہ ہو اور نہ
ہارے آئے)۔“

”ہم آگے سال کیر اسی دن تجھے اپنی سب سے
سندھ کنیا پیش کریں گے۔“ یہ کہہ کر وہ لوگ اس چھٹی
جائے سندھ کنیا کو نہل دیتی کی موجوں کے حوالے کر
دیتے تھے اور یہ دن مصر کا سب سے بڑا خوشی کا دن
ہوتا تھا۔

مصریوں میں یہ رواج ہزاروں برس جاری رہا۔ مصر پر
رومی سلاطینوں کا قبضہ ہوا۔ رومیوں نے بھی اس رسم
کو قائم رکھا۔ پھر رومیوں کو عرب مسلمانوں کے مقابلے میں
ہار ہوئی اور مصر اسلامی عملداری میں آیا۔ تب حضرت
عمر بن عاص کو جو مصر کے عرب حاکم تھے اس جھوٹے
کے روکنے کی فکر ہوئی۔ لیکن شریعت کی رو سے وہ جلتا
کی مذہبی آزادی، اُن کے دھن سہن اور رواجوں پر کسی
طرح کی پابندی نہیں لگا سکتے تھے۔ انہوں نے مصر کے
پنڈتوں اور سرداروں کو بلا کر اپنے طور پر سمجھایا اور کہا
”آپ جشن جس طرح چاہیں کریں مگر ایک چھٹی جائے
نودوش کنیا کو دریا میں نہ ڈالیں۔ اُن لوگوں نے
کہا کہ اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو نول دیوی خفا ہو
جائے گی اور ہم سب تباہ ہو جائیں گے۔ ہارے سے کہیں
قرب جائیں گی یا پانی کی کمی سے سوکھ جائیں گی۔ عمرو
بن عاص نے اُن تمام باتوں کی تفصیل مدینہ دارالخلافت
میں بھیج دی اور خلیفہ سے ہدایت مانگی۔ خلیفہ
حضرت عمر نے نہل دیتی کے نام ایک خط لکھا۔ خط کا
مضمون یہ تھا — ”یہ خط میں اللہ کے نام سے لکھ رہا
ہوں جو بڑا دیالو اور دیوانہ ہے۔ اے دریائے نہل میں
تجھ سے کہتا ہوں تو اگر اُن من سے چلتا ہے تو تہرے چلنے

اور برباری ہوتے تھے۔ پھر بڑے بڑے پندت اور بیڈی۔
جلتا تھتے کے تھتے کھڑی راہ دیکھتی تھی۔ جب
اس کے سامنے جلوس پہنچتا تب جلتا عہدوت
اور شردہا سے بے خود ہو جاتی اور جے کے نعروں سے
فضا گونج جاتی۔ کنیا پر پھلوں کی بارش ہوتی۔ اس
طرح مہلوں کا سفر طے کرتے ہوئے جب جلوس نہل کے کنارے
پہنچتا تب لوگوں کا جوش حد سے گُز جاتا۔ کنیا بھی
اُس وقت بہت خوش ہوتی اور پھوٹ پھوٹ کر روتی اور
چھٹکتی بھی کھونکے موت کی۔ کھڑی اب اس کو سامنے
دکھائی دیتی۔ مہا راجا، ہوا وزیر اور پروہت توہلوں
جھک کر کنیا کو پرنام کرتے اور اس کے رتہ سے اس کو بڑے
ادب کے ساتھ اُتارتے۔ پھر پھلوں سے سجی ہوئی ایک ٹاڑ
پر اسے بٹھاتے۔ دھوپ جلاتے، ملتر پڑھتے اور نہل دیتی
کی پوجا کرنے کے بعد اس سے پرارتھا کرتے اور کہتے —
”ہ دیوی! ہم تجھے اپنی سب سے سندھ کنیا بھلت
دے رہے ہیں۔ اب تو ہم سے سال بھر خوش رہنا۔ ہم
سب تہرے سہوک ہیں۔ ہمیں ہارے سے بچانا اور سوکھ
سے بچنا (یعنی ہمارے یہاں پانی کی کمی بھی نہ ہو اور نہ
ہارے آئے)۔“

”ہم آگے سال کیر اسی دن تجھے اپنی سب سے
سندھ کنیا پیش کریں گے۔“ یہ کہہ کر وہ لوگ اس چھٹی
جائے سندھ کنیا کو نہل دیتی کی موجوں کے حوالے کر
دیتے تھے اور یہ دن مصر کا سب سے بڑا خوشی کا دن
ہوتا تھا۔

مصریوں میں یہ رواج ہزاروں برس جاری رہا۔ مصر پر
رومی سلاطینوں کا قبضہ ہوا۔ رومیوں نے بھی اس رسم
کو قائم رکھا۔ پھر رومیوں کو عرب مسلمانوں کے مقابلے میں
ہار ہوئی اور مصر اسلامی عملداری میں آیا۔ تب حضرت
عمر بن عاص کو جو مصر کے عرب حاکم تھے اس جھوٹے
کے روکنے کی فکر ہوئی۔ لیکن شریعت کی رو سے وہ جلتا
کی مذہبی آزادی، اُن کے دھن سہن اور رواجوں پر کسی
طرح کی پابندی نہیں لگا سکتے تھے۔ انہوں نے مصر کے
پنڈتوں اور سرداروں کو بلا کر اپنے طور پر سمجھایا اور کہا
”آپ جشن جس طرح چاہیں کریں مگر ایک چھٹی جائے
نودوش کنیا کو دریا میں نہ ڈالیں۔ اُن لوگوں نے
کہا کہ اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو نول دیوی خفا ہو
جائے گی اور ہم سب تباہ ہو جائیں گے۔ ہارے سے کہیں
قرب جائیں گی یا پانی کی کمی سے سوکھ جائیں گی۔ عمرو
بن عاص نے اُن تمام باتوں کی تفصیل مدینہ دارالخلافت
میں بھیج دی اور خلیفہ سے ہدایت مانگی۔ خلیفہ
حضرت عمر نے نہل دیتی کے نام ایک خط لکھا۔ خط کا
مضمون یہ تھا — ”یہ خط میں اللہ کے نام سے لکھ رہا
ہوں جو بڑا دیالو اور دیوانہ ہے۔ اے دریائے نہل میں
تجھ سے کہتا ہوں تو اگر اُن من سے چلتا ہے تو تہرے چلنے

میں آسمان تھی۔ مسیح کے پورانے لکھنؤ سے ہزاروں مورتیاں نکلنے لگی ہیں جو کراہیرا کے بچاویں گھر میں اب بھی موجود ہیں۔ بہت سے ملحد بھی توڑے پھوٹے زمانوں کے نیچے پائے گئے ہیں اور بہت سے فرعونوں کے دربار اور انکے زمانے کے سازسازان بھی ملے ہیں جن کے دیکھنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مصر کی پرانی تہذیب اور وچار بھارت کی پرانی تہذیب اور وچاروں سے بہت کچھ ملتے جلتے تھے۔ خود اہرامات کی کہانی میں اس کے بہت سے ثبوت ملتے ہیں۔ ان اہرامات کی تعمیر آواگون کے فلسفے کی بنا پر ہوئی تھی۔ مصر کے پرانے پلندتوں کا عقیدہ تھا کہ آدمی موتا نہیں بلکہ صرف قالب یعنی شریر بدل دیتا ہے۔ پھر ایک زمانے کے بعد وہ اس سنسار میں پھر سے جنم لیتا ہے۔ جنم لیتے وقت اس کا پرانا قالب کسی طرح محفوظ رہ جائے تو جنم لینے والا پھر اپنی پہلی شان شوکت سے جنم لے گا۔ اسی فلسفے کے کارن بڑے لوگوں اور راجاؤں کی لاشیں ہمیشہ تک محفوظ رکھنے کے لئے بہت جتن کئے گئے۔ مسی تیار کی گئی اور پہاڑ اچھے مقبرے بنائے گئے جو آندھی پانی، بارش اور بھونڈل سے بھی بچے رہ سکے۔ اس میں شک نہیں کہ مصریوں کی یہ پرانی عمارتیں جن کی توں اب تک کھڑی ہیں اور اسی طرح فرعونوں کی لاشیں بھی پانچ پانچ ہزار برس سے رکھی ہیں۔ اس زمانے سے اس زمانے تک مصر میں بہت سے انقلاب ہوئے، بے شمار شاعریاں لکھی گئیں وجود میں آئیں اور مت گئیں مگر فرعونوں کے سب سے بڑے بادشاہیں اب تک موجود ہیں۔

بھارت کے لوگ جس طرح گنگا جمنہ کو پوتر ماننے لگے اور ان کی پوجا کرتے ہیں مصر کے پرانے باسی بھی نہل ندی کو مقدس (پاک) ماننے اور اسکی پوجا کرتے تھے۔ نہل دیوی کو خروہ رکھنے کے لئے مصری ہر سال گرمیوں کے موسم میں جبکہ نہل کی بارش کا زمانہ ہوتا ہے ایک بڑا جشن کرتے تھے۔ ہمارے یہاں کے کتبہ کے مہلہ کی طرح بہت بڑا مہلہ لکھا تھا۔ پلندت، ودوان، راجا، پرجا سبھی حصہ لیتے تھے۔ بہت کچھ دان ہن ہوتا تھا اور نہان ہوتا تھا۔ طرح طرح کی پوجائیں ہوتی تھیں۔ ہندو گھلہٹی لکھاوت میں لکھ ہوئے بہت سے اشلوک اور منتر پڑھے جاتے تھے ہر سال مصر کی ایک سندھ سے سندھ کھینچا پہلے سے چن لی جاتی تھی جو مہارانی کی طرح بہت تھاتھ بات اور ہاجے گجے کے ساتھ جشن میں کھائی جاتی تھی۔ اُسکو کھمتی کہتے اور زہور پہنائے جاتے تھے۔ رنگا رنگ پھولوں کے ہار اس کے گلے میں ڈالے جاتے تھے۔ اُس کا بہت شاندار جلوس نکلتا تھا۔ جلوس میں کھینچا تو رتہ پر بٹھکتی تھی اور راجا پیدل اس رتہ کے آگے آگے سلامی دیتا ہوا چلتا تھا۔ راجا کے ارد گرد اس کے سب منکری

بھارت کے لوگ جس طرح گنگا جمنہ کو پوتر ماننے لگے اور ان کی پوجا کرتے ہیں مصر کے پرانے باسی بھی نہل ندی کو مقدس (پاک) ماننے اور اسکی پوجا کرتے تھے۔ نہل دیوی کو خروہ رکھنے کے لئے مصری ہر سال گرمیوں کے موسم میں جبکہ نہل کی بارش کا زمانہ ہوتا ہے ایک بڑا جشن کرتے تھے۔ ہمارے یہاں کے کتبہ کے مہلہ کی طرح بہت بڑا مہلہ لکھا تھا۔ پلندت، ودوان، راجا، پرجا سبھی حصہ لیتے تھے۔ بہت کچھ دان ہن ہوتا تھا اور نہان ہوتا تھا۔ طرح طرح کی پوجائیں ہوتی تھیں۔ ہندو گھلہٹی لکھاوت میں لکھ ہوئے بہت سے اشلوک اور منتر پڑھے جاتے تھے ہر سال مصر کی ایک سندھ سے سندھ کھینچا پہلے سے چن لی جاتی تھی جو مہارانی کی طرح بہت تھاتھ بات اور ہاجے گجے کے ساتھ جشن میں کھائی جاتی تھی۔ اُسکو کھمتی کہتے اور زہور پہنائے جاتے تھے۔ رنگا رنگ پھولوں کے ہار اس کے گلے میں ڈالے جاتے تھے۔ اُس کا بہت شاندار جلوس نکلتا تھا۔ جلوس میں کھینچا تو رتہ پر بٹھکتی تھی اور راجا پیدل اس رتہ کے آگے آگے سلامی دیتا ہوا چلتا تھا۔ راجا کے ارد گرد اس کے سب منکری

جنگل جنگل تہذیبوں کو سمجھ کر کچھ جانتے، انہیں یا کرم کی طرف لگاؤ اور دنیا بھر کے تعلیم دینے والوں کا فرض ہے کہ وہ لوگوں اور لوگوں کے الگ الگ سوچوں کو سمجھ کر انہیں انسانی سماج کا گھانا بڑھانے یا کلا اور کلچر کو ترقی دینے یا اچھے عمل سے پیشوں اور دستکاریوں کو بڑھانے اور ترقی دینے کی طرف لگائیں۔ یہی مانو دعوم یعنی مذہب انسانیت کا راستہ ہے۔ *

مولانا ابوبکر علی خاں کا خط — کراہیرا سے

پیارے یادداشت سندر لال — آداب، تسلیمات، نمائے اور سب کچھ × × × × مجھے تو اپنے دیس کی ہر چیز سندر معلوم ہوتی ہے۔ گنگا جمن، کشی، متھرا، پرنداپن، کتلے سندر نام ہیں۔ پھر 'بھارت ماتا' اور 'جلتا'، بھولی بھالی دیویاں اور گھانی دھیانی، 'دیوی دیوتا' سبھی تو سندر ہیں۔ سبھی تو من موعن۔ آدمی پاپ بھی کرتا ہے اور پن بھی، سندسار میں اچالا بھی ہے اور اندھوہا بھی۔ سکھ دکھ کی اس دھرتی میں پاپ اور پن دونوں کا پایا جانا قدرتی ہے۔ اگر پاپ نہ ہو تو یہ سندسار سورگ بن کر ختم ہو جائے۔ اگر پن نہ ہو تو نرا نرک ہی نرک۔ ہمیں پاپوں کے ساتھ زیادہ پریم کرنا چاہئے کیونکہ وہ کم بدھی رکھنے کی وجہ سے زیادہ پریم کے حق دار ہیں۔ جیسے ہندو زمین زیادہ چل اور کھان کی حق دار ہوتی ہے۔

میں یہ خط قاہرہ (مصر) سے لکھ رہا ہوں۔ انہاس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیس بھی ہمارے دیس کی طرح دھرتی کا ایک بہت پرانا دیس ہے۔ یہاں کے بادشاہوں — فرعونوں کے مقبرے، جڈکو اس دیس والے اہرامات اور فرنگی لوگ پورا پورا کہتے ہیں، پانچ چھ ہزار برس کی تاریخ بتاتے ہیں اور انہاس کے کچھ ودوان انہیں اور بھی پرانا بتاتے ہیں۔ فرعون یہاں کے بسنے والوں کی پرانی بھاشا میں راجا مہاراجا یا بادشاہ کو کہتے تھے۔ مصر کے اس پرانے زمانے کی سندسار، دھن سہن، سوچ بچار اور دعوم کرم بھارت کے پرانے لوگوں کی ان چیزوں سے بہت کچھ ملتے جلتے تھے۔ مورتی پوجا مصر

پیارے پंडित सुन्दरलाल — आदाब, तसलीमात, नमस्ते और सब कुछ × × × × मुझे तो अपने देस की हर चीज सुन्दर मालूम होती है. गंगा जमना, काशी, मथुरा, वृन्दावन कितने सुन्दर नाम हैं. फिर 'भारत माता' और 'जन्ता' 'भोली भाली देवियाँ' और 'झानी ध्यानी' 'देवी देवता' सभी तो सुन्दर हैं. सभी तो मनमोहन. आदमी पाप भी करता है और पुन भी, संसार में बजाला भी है और अंधेरा भी. सुख दुख की इस धरती में पाप और पुन दोनों का पाया जाना क़ुदरती है. अगर पाप न हो तो यह संसार स्वर्ग बन कर ख़त्म हो जाय. अगर पुन न हो तो निरा नरक ही नरक. हमें पापियों के साथ ज़ियादा प्रेम करना चाहिये क्योंकि वह कम बुद्धि रखने की वजह से ज़ियादा प्रेम के हक़दार हैं. जैसे बंजर ज़मीन ज़ियादा जल और खाद की हक़दार होती है.

میں یہ خط کراہیرا (مصر) سے لکھ رہا ہوں۔ انہاس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیس بھی ہمارے دیس کی طرح دھرتی کا ایک بہت پرانا دیس ہے۔ یہاں کے بادشاہوں — فرعونوں کے مقبرے، جڈکو اس دیس والے اہرامات اور فرنگی لوگ پورا پورا کہتے ہیں، پانچ چھ ہزار برس کی تاریخ بتاتے ہیں اور انہاس کے کچھ ودوان انہیں اور بھی پرانا بتاتے ہیں۔ فرعون یہاں کے بسنے والوں کی پرانی بھاشا میں راجا مہاراجا یا بادشاہ کو کہتے تھے۔ مصر کے اس پرانے زمانے کی سندسار، دھن سہن، سوچ بچار اور دعوم کرم بھارت کے پرانے لوگوں کی ان چیزوں سے بہت کچھ ملتے جلتے تھے۔ مورتی پوجا مصر

❧ جیواदा جانکاری کے لیے لکھنے کی آغزے کی کتاب 'The Essential Unity of All Religions' پڑھیے۔

* یہ وہ جانکاری کے لئے لکھنے کی انگریزی کتاب 'The Essential Unity of All Religions' پڑھیے۔

یہی تین پہلو دنیا کی ہر سہجیتا کے ہوتے ہیں۔ ایک سائنس، جہاں اور دنیا کا پہلو۔ دوسرا لوگوں کی ہچکچاہٹیں، ان کے آدشوں، ان کے شوق اور بھاؤں کا پہلو اور تیسرے ان کے رہن سہن، برتاؤ اور کام کاج کا پہلو۔ کسی بھی سہجیتا یا تہذیب کا گہاں کا بھندار جتنی بڑا، جتنی طرح جتنی بڑا، جتنی طرح کا اور جتنی تھیک اور سچا ہوگا، وہاں کے لوگوں کے بھاؤ، جذبات، شوق اور آدرش جتنے اونچے، جتنے سندر، جتنے بے لاگ اور جتنے تھیک ہونگے، اُن کا رہن سہن جتنی پاک، جتنی انسانیت کے اصولوں پر قائم اور اُدار اور روادار ہوگا، اتنی ہی وہ سہجیتا یا وہ تہذیب بڑی اور اونچی سمجھی جائے گی۔ اُس طرح ہر تہذیب کا بڑیوں دھرم یا مذہب کے ان تھیں اصولوں میں تھیک تھوک ترقی کرنے اور اُن پر تھوک تھوک عمل کرنے پر ہے۔

دنیا کے وستاؤں، اذیادپکوں اور تالیم دینے والوں کا جاس فرج ہے کہ وہ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ ان کے ویدیارتھیوں کا دیمارا، ان کا دل اور ان کا جسم تھیں تھیک اور ایک ساتھ مل کر چلیں اور بڑھیں۔ وہ تعلیم ہی اچھی تعلیم ہو سکتی ہے جو ویدیارتھی کے دماغ کو سچے اور کام آئے والے گہاں سے بھر دے، اُس کے دل کو اونچا رکھے اور اُسے دل پر قابو کرنا سکھاوے اور اُس کے رہن سہن کو نیک، پروکاری اور متعلقی بنادے جس سے دماغ، دل اور جسم تھیں سندر دکھائی دیں۔ اُس کے لئے سائنس کی تعلیم، مانو دھرم یعنی مذہب انسانیت کی تعلیم اور اچھی دستکاریوں اور پڑھنے کی تعلیم تھیں ضروری تھیں۔

آجکل یورپ کے بڑے بڑے ویدیوں میں یہ بات بڑی اچھی ہوئی لگی ہے کہ کس ویدیارتھی میں کتنے درجے کی طرح کی سمجھ ہے، اُسے وہ خوب تجربے کر کر کے پتہ لگاتے تھیں۔ لیکن ابھی شاید اُن کا دھواں اُس طرف نہیں گھا کہ ہر ویدیارتھی کے سو بھاؤ کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں، یعنی یہ کہ ویدیارتھی میں گہاں کو بڑھانے کا پہلو زیادہ زور کا ہے یا اچھا کا پہلو زیادہ زور دار ہے یا عمل کا پہلو زیادہ چمکتا ہوا ہے۔ اس چھوڑ کے بغیر سمجھ ہر لوکے یا لوکی کو سماج میں اُس کی تھوک جگہ دے سکتا ناممکن ہے۔ اُس کے بنا نہ وہ پھول کی طرح پورا پھل سکے گا اور نہ سماج کو اُس سے پورا فائدہ پہونچ سکے گا۔ جس طرح حکم یا وید کا کام ہے کہ وہ اپنے روکی کے مزاج کو سمجھ کر یہ طے کرے کہ روکی کے اندر کف، وات یا پت میں کس کو بڑھانے اور کسکو دبانے کی ضرورت ہے، ویسے ہی دھرم گروں اور مذہبی لہندروں کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے لوگوں کی

یہی تین پہلو دنیا کی ہر سہجیتا کے ہوتے ہیں۔ ایک سائنس، جہاں اور دنیا کا پہلو۔ دوسرا لوگوں کی ہچکچاہٹیں، ان کے آدشوں، ان کے شوق اور بھاؤں کا پہلو اور تیسرے ان کے رہن سہن، برتاؤ اور کام کاج کا پہلو۔ کسی بھی سہجیتا یا تہذیب کا گہاں کا بھندار جتنی بڑا، جتنی طرح جتنی بڑا، جتنی طرح کا اور جتنی تھیک اور سچا ہوگا، وہاں کے لوگوں کے بھاؤ، جذبات، شوق اور آدرش جتنے اونچے، جتنے سندر، جتنے بے لاگ اور جتنے تھیک ہونگے، اُن کا رہن سہن جتنی پاک، جتنی انسانیت کے اصولوں پر قائم اور اُدار اور روادار ہوگا، اتنی ہی وہ سہجیتا یا وہ تہذیب بڑی اور اونچی سمجھی جائے گی۔ اُس طرح ہر تہذیب کا بڑیوں دھرم یا مذہب کے ان تھیں اصولوں میں تھیک تھوک ترقی کرنے اور اُن پر تھوک تھوک عمل کرنے پر ہے۔

دنیا کے وستاؤں، اذیادپکوں اور تالیم دینے والوں کا خاص فرض ہے کہ وہ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھیں کہ اُن کے ویدیارتھیوں کا دماغ، اُن کا دل اور اُن کا جسم تھیں تھیک اور ایک ساتھ مل کر چلیں اور بڑھیں۔ وہ تعلیم ہی اچھی تعلیم ہو سکتی ہے جو ویدیارتھی کے دماغ کو سچے اور کام آئے والے گہاں سے بھر دے، اُس کے دل کو اونچا رکھے اور اُسے دل پر قابو کرنا سکھاوے اور اُس کے رہن سہن کو نیک، پروکاری اور متعلقی بنادے جس سے دماغ، دل اور جسم تھیں سندر دکھائی دیں۔ اُس کے لئے سائنس کی تعلیم، مانو دھرم یعنی مذہب انسانیت کی تعلیم اور اچھی دستکاریوں اور پڑھنے کی تعلیم تھیں ضروری تھیں۔

آجکل یورپ کے بڑے بڑے ویدیوں میں یہ بات بڑی اچھی ہوئی لگی ہے کہ کس ویدیارتھی میں کتنے درجے کی طرح کی سمجھ ہے، اُسے وہ خوب تجربے کر کر کے پتہ لگاتے تھیں۔ لیکن ابھی شاید اُن کا دھواں اُس طرف نہیں گھا کہ ہر ویدیارتھی کے سو بھاؤ کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں، یعنی یہ کہ ویدیارتھی میں گہاں کو بڑھانے کا پہلو زیادہ زور کا ہے یا اچھا کا پہلو زیادہ زور دار ہے یا عمل کا پہلو زیادہ چمکتا ہوا ہے۔ اس چھوڑ کے بغیر سمجھ ہر لوکے یا لوکی کو سماج میں اُس کی تھوک جگہ دے سکتا ناممکن ہے۔ اُس کے بنا نہ وہ پھول کی طرح پورا پھل سکے گا اور نہ سماج کو اُس سے پورا فائدہ پہونچ سکے گا۔ جس طرح حکم یا وید کا کام ہے کہ وہ اپنے روکی کے مزاج کو سمجھ کر یہ طے کرے کہ روکی کے اندر کف، وات یا پت میں کس کو بڑھانے اور کسکو دبانے کی ضرورت ہے، ویسے ہی دھرم گروں اور مذہبی لہندروں کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے لوگوں کی

کے دھرم کا نام 'تاؤ' رکھا۔ تاؤ کا ارتھ بھی راستہ ہے۔ چینی شہد 'تاؤ' کے لگ بھگ وہ سب ارتھ ہوتے ہیں جو سلسکرت شہد 'دھرم' کے۔ تاؤ دھرم اور ویدک دھرم دونوں کے جاننے والوں کی رائے ہے کہ دونوں میں قدم قدم پر ایک دوسرے کے ساتھ گہری سمانتا ہے۔ 'تاؤ' شہد 'برہم' شہد کے بھی ارتھ میں آتا ہے۔

ہم ان میں سے کسی راستے کو بھی سمجھیں، پرکھیں اور اس پر چلیں، نتیجتاً ہر صورت میں ہمیں ایک ہی ملے گا، یعنی یہ کہ دھرم کا راستہ سکھ شانتی کا راستہ ہے، دکھ، موت اور قدر سے چھٹکارے کا راستہ ہے۔ وہ راستہ 'ترک خودی' یا 'استغنا تھاگ' یعنی اپنی چھوٹی خودی کو سماج کی اور دنیا کی بے انت وصال آتما میں لہن یا فنا کر دینے کا راستہ ہے۔

دنیا کے سب دھرموں میں تین الگ الگ مارگ یا طریقے ملتے ہیں۔ ویدک دھرم میں انہوں گھان مارگ، بھگتی مارگ اور کرم مارگ کہا گیا ہے۔ اسلام میں انہیں کو 'معرفت'، 'طریقت' اور 'شریعت' کہا جاتا ہے۔ یہی تین راستے مسلمانوں میں بھی ملتے ہیں۔ بودھ دھرم میں انہوں تین کو 'سمہک دیشتی'، 'سمہک سنکلیپ' اور 'سمہک دیپام' کہا گیا ہے۔ جہن تواترہ سوتر میں بھی انہیں تھوں کا ذکر ہے۔ اوصوفی کتاب 'گلشن راؤ' میں ان تھوں راستوں کو خوب اچھی طرح سمجھایا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ تھوں راستے—”بود دائم میاے کفر و ایمان“ یعنی کفر اور اسلام دونوں میں یہ ایک برابر ہیں۔

ایسے ہی مہا بھارت میں لکھا ہے—”اپنی زبان کو، اپنے من کو اور اپنے شریر کو، جو ان تھوں کو اپنی بچھی کے بس میں رکھ سکے وہی تردنقی ہے۔“

بودھ گرنیتھ دھمپد میں بھی 'بھکھو' کی ٹھیک یہی تعریف کی گئی ہے اور اس کو 'سادھوین' کہا گیا ہے۔ انہی کے سوبھاؤ کے یہ تھوں پہلو صاف ہیں—گھان، اچھا اور کرپا یعنی علم، خواہش اور عمل۔ اسی لئے ان تھوں کے مطابق تھیں راستے یا راستے کے تھوں پہلو سب دھرموں میں پیمانے گئے ہیں—ٹھوک چاند، ٹھوک چاند اور ٹھوک عدل کرنا۔ پارسی دھرم میں اسی کو ذرا بدل کر 'جمت'، 'حکمت'، 'حورشت' نام دیئے گئے ہیں جن کے معنی ہیں—ٹھوک سوچنا، ٹھوک بولنا اور ٹھوک پرتنا۔ اہلشدوں میں بھی یہ خیال برابر آتا ہے۔ یہی تھیں مہا بھارت میں بھی بار بار دھرائی گئی ہیں۔ زنداوستا میں لکھا ہے—

”اھرزد یعنی ایشور کہتا ہے کہ جو لوگ بھلائی سرچتے ہیں، بھلائی کہتے ہیں اور بھلائی کرتے ہیں ان کے میں ساتھ دھتا ہیں اور ان کے نہیں جو برائی سوچتے ہیں، برائی کہتے ہیں اور برائی کرتے ہیں۔“

ہم ان میں سے کسی راستے کو بھی سمجھیں، پرکھیں اور اس پر چلیں، نتیجتاً ہر صورت میں ہمیں ایک ہی ملے گا، یعنی یہ کہ دھرم کا راستہ سکھ شانتی کا راستہ ہے، دکھ، موت اور قدر سے چھٹکارے کا راستہ ہے۔ وہ راستہ 'ترک خودی' یا 'استغنا تھاگ' یعنی اپنی چھوٹی خودی کو سماج کی اور دنیا کی بے انت وصال آتما میں لہن یا فنا کر دینے کا راستہ ہے۔

دنیا کے سب دھرموں میں تین الگ الگ مارگ یا طریقے ملتے ہیں۔ ویدک دھرم میں انہوں گھان مارگ، بھگتی مارگ اور کرم مارگ کہا گیا ہے۔ اسلام میں انہیں کو 'معرفت'، 'طریقت' اور 'شریعت' کہا جاتا ہے۔ یہی تین راستے مسلمانوں میں بھی ملتے ہیں۔ بودھ دھرم میں انہوں تین کو 'سمہک دیشتی'، 'سمہک سنکلیپ' اور 'سمہک دیپام' کہا گیا ہے۔ جہن تواترہ سوتر میں بھی انہیں تھوں کا ذکر ہے۔ اوصوفی کتاب 'گلشن راؤ' میں ان تھوں راستوں کو خوب اچھی طرح سمجھایا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ تھوں راستے—”بود دائم میاے کفر و ایمان“ یعنی کفر اور اسلام دونوں میں یہ ایک برابر ہیں۔

ایسے ہی مہا بھارت میں لکھا ہے—”اپنی زبان کو، اپنے من کو اور اپنے شریر کو، جو ان تھوں کو اپنی بچھی کے بس میں رکھ سکے وہی تردنقی ہے۔“

بودھ گرنیتھ دھمپد میں بھی 'بھکھو' کی ٹھیک یہی تعریف کی گئی ہے اور اس کو 'سادھوین' کہا گیا ہے۔ انہی کے سوبھاؤ کے یہ تھوں پہلو صاف ہیں—گھان، اچھا اور کرپا یعنی علم، خواہش اور عمل۔ اسی لئے ان تھوں کے مطابق تھیں راستے یا راستے کے تھوں پہلو سب دھرموں میں پیمانے گئے ہیں—ٹھوک چاند، ٹھوک چاند اور ٹھوک عدل کرنا۔ پارسی دھرم میں اسی کو ذرا بدل کر 'جمت'، 'حکمت'، 'حورشت' نام دیئے گئے ہیں جن کے معنی ہیں—ٹھوک سوچنا، ٹھوک بولنا اور ٹھوک پرتنا۔ اہلشدوں میں بھی یہ خیال برابر آتا ہے۔ یہی تھیں مہا بھارت میں بھی بار بار دھرائی گئی ہیں۔ زنداوستا میں لکھا ہے—

”اھرزد یعنی ایشور کہتا ہے کہ جو لوگ بھلائی سرچتے ہیں، بھلائی کہتے ہیں اور بھلائی کرتے ہیں ان کے میں ساتھ دھتا ہیں اور ان کے نہیں جو برائی سوچتے ہیں، برائی کہتے ہیں اور برائی کرتے ہیں۔“

धर्म या रहानी साइन्स، मानव धर्म या मजہبہ انسانیت جو सब अलग अलग धर्मों का वह हिस्सा है जो सब में पाया जाता है हमें यह साफ़ बताता है कि ईश्वर की इच्छा क्या है. दूसरा यह कि खास सूरतों में अच्छे और समझदारी के कानून जो अच्छे और समझदार लोगों के बनाए हुए हों, ऐसे लोगों के जो ईश्वर को यानी सबके घट घट में रहने वाली आत्मा को जानते और प्यार करते हों, और जो बेलाग और बेपरवाज होकर सब का, सब अलग अलग धर्म वालों का, सब जमातों और सब पेशे वालों का भला चाहते हों, और भला करने की पूरी कोशिश करते हों, जिन पर सबको भरोसा हो—ऐसे लोगों के बनाए हुए कानून ही जहाँ तक मुमकिन हो सकता है ईश्वर की इच्छा के अनुसार हो सकते हैं. ऐसे लोग ही अल्लाह के नजदीक हैं और उसके बेटे कहलाने के हक्कदार हैं. वह जनता या समाज की व्यापक आत्मा, 'रुहे कुल' के नुमाइन्दे होते हैं. ऐसे लोगों के बनाए हुए कानूनों से ही जनता का भला हो सकता है. ऐसे लोगों की हुकूमत ही 'राम राज' या 'हुकूमते इलाही' कहला सकती है.

'क्रिश्चियैनिटी' शब्द का भी असल मतलब वही है जो धर्म का. 'क्रिस्टास' का अर्थ है 'ईश्वरी ज्ञान में नहाया हुआ' यानी वह जो अपनी छोटी खुदी को मिटा कर बड़ी खुदी यानी समाज की आत्मा या परमात्मा को उसकी जगह बैठा चुका हो.

'वैदिक धर्म' का अर्थ है ज्ञान का धर्म, समझदारी का धर्म. 'सनातन धर्म' का अर्थ है हमेशा का धर्म. 'मानव धर्म' का अर्थ है सब انسانों का धर्म जिसे आजकल योरप में 'ह्यूमनिज्म' कहते हैं. 'बौद्ध धर्म' का अर्थ है बुद्धि यानी अकल का धर्म. 'आर्य धर्म' का अर्थ है भले लोगों का धर्म. मजहब का अर्थ है रास्ता, यानी पथ या पंथ, नेकी का रास्ता, सुख सौख्य का रास्ता.

इस रास्ते पर चलने के लिये रोशनी हर आदमी को अपने अन्दर से ही मिल सकती है. भागवत में लिखा है—

"रोशनी आदमी के अपने अन्दर ही है और कहीं नहीं, और वह रोशनी सब प्राणियों में एक बराबर है."

हज़रत ईसा ने कहा है—"इस बात को समझ लेना ही कि सब की आत्मा ही मेरी आत्मा है सबाई को जानना है, अपनी तरह सबसे प्यार करना ही ठीक ज़िन्दगी है और सबके लिये वही करना जो आदमी अपने लिये चाहता है यही धर्म का रास्ता है."

जापान के पुराने धर्म का नाम 'शिन्तो' है. 'शिन्तो' का अर्थ भी सब आत्माओं का रास्ता है. लाओत्से ने चीन

धर्म या 'दोखान्ति सान्त्स' मानव धर्म या 'मनो धर्म' जो सब अलग अलग धर्मों का वह हिस्सा है जो सब में पाया जाता है हमें यह साफ़ बताता है कि ईश्वर की इच्छा क्या है. दूसरा यह कि खास सूरतों में अच्छे और समझदारी के कानून जो अच्छे और समझदार लोगों के बनाए हुए हों, ऐसे लोगों के जो ईश्वर को यानी सबके घट घट में रहने वाली आत्मा को जानते और प्यार करते हों, और जो बेलाग और बेपरवाज होकर सब का, सब अलग अलग धर्म वालों का, सब जमातों और सब पेशे वालों का भला चाहते हों, और भला करने की पूरी कोशिश करते हों, जिन पर सबको भरोसा हो—ऐसे लोगों के बनाए हुए कानून ही जहाँ तक मुमकिन हो सकता है ईश्वर की इच्छा के अनुसार हो सकते हैं. ऐसे लोग ही अल्लाह के नजदीक हैं और उसके बेटे कहलाने के हक्कदार हैं. वह जनता या समाज की व्यापक आत्मा, 'रुहे कुल' के नुमाइन्दे होते हैं. ऐसे लोगों के बनाए हुए कानूनों से ही जनता का भला हो सकता है. ऐसे लोगों की हुकूमत ही 'राम राज' या 'हुकूमते इलाही' कहला सकती है.

'क्रिश्चियैनिटी' शब्द का भी असल मतलब वही है जो धर्म का. 'क्रिस्टास' का अर्थ है 'ईश्वरी ज्ञान में नहाया हुआ' यानी वह जो अपनी छोटी खुदी को मिटा कर बड़ी खुदी यानी समाज की आत्मा या परमात्मा को उसकी जगह बैठा चुका हो.

'वैदिक धर्म' का अर्थ है ज्ञान का धर्म, समझदारी का धर्म. 'सनातन धर्म' का अर्थ है हमेशा का धर्म. 'मानव धर्म' का अर्थ है सब انسانों का धर्म जिसे आजकल योरप में 'ह्यूमनिज्म' कहते हैं. 'बौद्ध धर्म' का अर्थ है बुद्धि यानी अकल का धर्म. 'आर्य धर्म' का अर्थ है भले लोगों का धर्म. मजहब का अर्थ है रास्ता, यानी पथ या पंथ, नेकी का रास्ता, सुख सौख्य का रास्ता.

इस रास्ते पर चलने के लिये रोशनी हर आदमी को अपने अन्दर से ही मिल सकती है. भागवत में लिखा है—

"रोशनी आदमी के अपने अन्दर ही है और कहीं नहीं, और वह रोशनी सब प्राणियों में एक बराबर है."

हज़रत ईसा ने कहा है—"इस बात को समझ लेना ही कि सब की आत्मा ही मेरी आत्मा है सबाई को जानना है, अपनी तरह सबसे प्यार करना ही ठीक ज़िन्दगी है और सबके लिये वही करना जो आदमी अपने लिये चाहता है यही धर्म का रास्ता है."

जापान के पुराने धर्म का नाम 'शिन्तो' है. 'शिन्तो' का अर्थ भी सब आत्माओं का रास्ता है. लाओत्से ने चीन

تھا۔ یہ سب اس میں آجاتے تھے۔ ہمارے اس طرح کی قربانی یا اس طرح کے نھاگ کے کوئی آدمی ایسی چھوٹی چھوٹی نجی ضرورتوں کو بھی پورا نہیں کر سکتا۔ سوارتہ بھی پورے سوارتہ ہی چل سکتا ہے۔ سندسار کا بھی اتل نیم ہے۔ گھٹا میں شری کرشن نے کہا ہے:—

”بھگوان نے سرشتی کے شروع میں یگھ سے سب پرانہوں کو ہمارا کر انہیں یہ ہدایت کردی کہ اس یگھ سے ہی تم سب بھل بھول سکتے ہو۔ یہی وہ کام دھنلو گائے ہے جو تمہاری ساری اچھاؤں کو پورا کر سکتی ہے۔“

یہاں اس ’یگھ‘ کا مطلب ہے ایک دوسرے کی سہارا، ایک دوسرے کی مدد اور ایک دوسرے کے لئے نھاگ یعنی ایسی چھوٹی سی خودی کو دوسروں کی یا سماج کی بھلائی میں قربان کر دینا۔ اسی طرح سماج بھی ہر آدمی کے لئے یگھ یعنی قربانی کرتا ہے۔ اسی لہجہ دین کو اس طرح کے قانون کے قانونوں کے ذریعے قاعدے میں لایا جاتا ہے جو قانون انہیں کاروں کو کرتوں کے ساتھ اور انسانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ باندھتے ہیں۔ ہر آدمی کو یہ سمجھنا ہوتا ہے کہ میں سماج کا ایک چھوٹا سا حصہ ہوں۔ مہری آتما اسی بڑی آتما کا ایک ذرہ ہے، توہم اسی طرح جس طرح آدمی کے جسم کا ہر انگ اور ہر ذرہ سارے جسم کا انگ ہوتا ہے۔ جسم کی زندگی میں اُسکی زندگی اور جسم کی موت میں اُس کی موت ہوتی ہے۔ اس ایک بات کو سمجھ لیتا ہی سارے دھرم، مذہب یا ولہجہ کا عطر ہے۔ اور آگے چل کر یہ جان لیتا کہ یہ سب ایک الگ جاتوں یا الگ الگ وجود اُسی ایک بڑے وجود سے نکلے اور بے ہیں اور آخر میں اُسی میں جا کر مل جائیں گے اور اس سمجھ سے جو سچا ہرپن، اونچاپن، اُردا اور رواناری آدمی میں پیدا ہوتی ہے یہی اونچے سے اونچا دھرم، مذہب یا ’ولہجہ‘ ہے۔

اسلام شہد ’سلم‘ سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں ’شانتی‘ یا ’امن‘۔ ان معنوں میں اسلام شہد ہی اسلام دھرم کا سار ہے۔ اس کا مطلب ہے شانتی کے ساتھ اللہ کے سامنے چھکنا یعنی اپنے کو اُس کے حوالے کر دینا، اس کی سب اگھاؤں کو ماننا۔ سلسکرت میں اسی کو ’پرندھان‘ یا ’پریتی‘ کہا گیا ہے، یعنی خودی کو مارنا اور خدا کو اس کی جگہ بیٹھانا۔ ویدک اصول ہے—”نم کنتو تو ایہا“ یعنی ہر ایشور! تیری اچھا پوری ہو مہری نہیں۔ اس بھاؤ میں قرب کر اور اُس کے انوسار عمل کر کے ہی آدمی ساری دنیا کے ساتھ امن اور سکھ سے رہ سکتا ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کتے آدمی ایشور، خدا یا پرمانا کی اچھا کو جان سکتے ہیں۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ ویاہک بھادی دھرم، سائنسی

یہاں اس ’یگھ‘ کا مطلب ہے ایک دوسرے کی سہارا، ایک دوسرے کی مدد اور ایک دوسرے کے لئے نھاگ یعنی ایسی چھوٹی سی خودی کو دوسروں کی یا سماج کی بھلائی میں قربان کر دینا۔ اسی طرح سماج بھی ہر آدمی کے لئے یگھ یعنی قربانی کرتا ہے۔ اسی لہجہ دین کو اس طرح کے قانون کے قانونوں کے ذریعے قاعدے میں لایا جاتا ہے جو قانون انہیں کاروں کو کرتوں کے ساتھ اور انسانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ باندھتے ہیں۔ ہر آدمی کو یہ سمجھنا ہوتا ہے کہ میں سماج کا ایک چھوٹا سا حصہ ہوں۔ مہری آتما اسی بڑی آتما کا ایک ذرہ ہے، توہم اسی طرح جس طرح آدمی کے جسم کا ہر انگ اور ہر ذرہ سارے جسم کا انگ ہوتا ہے۔ جسم کی زندگی میں اُسکی زندگی اور جسم کی موت میں اُس کی موت ہوتی ہے۔ اس ایک بات کو سمجھ لیتا ہی سارے دھرم، مذہب یا ولہجہ کا عطر ہے۔ اور آگے چل کر یہ جان لیتا کہ یہ سب ایک الگ جاتوں یا الگ الگ وجود اُسی ایک بڑے وجود سے نکلے اور بے ہیں اور آخر میں اُسی میں جا کر مل جائیں گے اور اس سمجھ سے جو سچا ہرپن، اونچاپن، اُردا اور رواناری آدمی میں پیدا ہوتی ہے یہی اونچے سے اونچا دھرم، مذہب یا ’ولہجہ‘ ہے۔

اسلام شہد ’سلم‘ سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں ’شانتی‘ یا ’امن‘۔ ان معنوں میں اسلام شہد ہی اسلام دھرم کا سار ہے۔ اس کا مطلب ہے شانتی کے ساتھ اللہ کے سامنے چھکنا یعنی اپنے کو اُس کے حوالے کر دینا، اس کی سب اگھاؤں کو ماننا۔ سلسکرت میں اسی کو ’پرندھان‘ یا ’پریتی‘ کہا گیا ہے، یعنی خودی کو مارنا اور خدا کو اس کی جگہ بیٹھانا۔ ویدک اصول ہے—”نم کنتو تو ایہا“ یعنی ہر ایشور! تیری اچھا پوری ہو مہری نہیں۔ اس بھاؤ میں قرب کر اور اُس کے انوسار عمل کر کے ہی آدمی ساری دنیا کے ساتھ امن اور سکھ سے رہ سکتا ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کتے آدمی ایشور، خدا یا پرمانا کی اچھا کو جان سکتے ہیں۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ ویاہک بھادی دھرم، سائنسی

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کتے آدمی ایشور، خدا یا پرمانا کی اچھا کو جان سکتے ہیں۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ ویاہک بھادی دھرم، سائنسی

ہیرا ہرےک کو نہیں دیکھا جاتا۔ ہرےک ہسکی کرر نہیں کر سکتا۔ اسیلیئے ہسکی جنان وپماہوں اور ماسالوں میں بجان کیا جاتا ہے۔

ہجرت اسی نے انجیل میں ایک جگہ کہا ہے:—

“ہرےک کے راج کے ہمد جاننے کا تومہ مائکا دیا گیا ہے، لکین ون لوگوں کو یہ مائکا نہیں دیا گیا۔ جس کسی کے پاس چابی ہوگی اسی کو مائکا دیا جائیگا، اور وے بھوتاہت کے ساتھ میلےگا۔ لکین جس کسی کے پاس چابی نہیں ہے یا جس سے در ہے کہ وہ چابی کا غلط استعمال کرے اس سے کہی کہی جو کچھ اُسکے پاس ہے وہ بھی لے لیا جاتا ہے۔”

لکین فیر سبال سامنے آتا ہے کہ آخیر دھرم، مہارہب یا ریلیجن ہے کیا چیز؟ یہاں ہم اس سوال پر بہت پر بھوت سرسری بیچار ہی کر سکتے ہیں۔

ہنگرےہی شہد ‘رلیجن’ دو لاتیانی شہدوں ‘ری’ اور ‘لیجاری’ سے بنا ہے جنکے مانے ہیں ‘فیر سے بانڈنا’ یا نی جو چیز آادمیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اور سبکو ہمنان کے ساتھ ہمدرہی اور ہرم کی قوری میں بانڈے وہی ‘رلیجن’ ہے۔ آادمی کا نیچے درجے کا سواہا، اسکا من، اسکا نہس اسے بار بار دوسرے آادمیوں سے اور ہمدان سے ہمارتا رہتا ہے اور ‘رلیجن’ اسے بار بار ہر سے چورتا رہتا ہے۔ اس ایکتا کی طرف ہراہر دھیان جمائے رکھنا، کھاتے پیتے چلتے پھرتے اسکا خیال رکھنا یہی دھرم کا سار ہے۔ اسی سے آدمی کے سب کام ٹھیک اور اچھے رہ سکتے ہیں۔ اسی سے قوموں میں وہ شکتی پیدا ہوتی ہے جس سے بڑی بڑی سہمتائیں جنم لیتی ہیں اور قائم رہتی ہیں۔ ایتھاس میں چلتی بڑی بڑی سہمتائیں ہرتی ہیں یا ہر ایک کا اپنا کوئی نہ کوئی خاص ‘رلیجن’ ہوتا ہے، کوئی نہ کوئی آدرش ہوتا ہے جسکو وہ ماننے اور پوجتی ہیں۔ ہر نئے رلیجن کی پیدائش کے ساتھ ساتھ یہی دھرم کی پرانی ہاؤنا میں ہر سے جان ڈالے جانے کے ساتھ ساتھ لوگوں میں مل کر کام کرنے کی اچھا چاگتی ہے اور ہمیشہ اسی سے نئی سہمتائیں لے لیا ہے۔

سکرت شہد ‘دھرم’ ‘دھرم’ دھاتو سے نکلا ہے جسکے مانے ہیں ‘بانڈنا’ یا ‘سلبنا’ ہے، جو اہر رلیجن کا ہے وہی دھرم کا ہے۔

سماج میں لوگوں کو بانڈے رکھنا یا ملنے رکھنا یہی ہو سکتا ہے جب سب ایک دوسرے کو کچھ دیتے رہیں اور ایک دوسرے سے لیتے رہیں۔ اسی کو ‘ہکر اور کرر’ یا ‘آدھار اور کرتہہ’ ہنگرےہی میں ‘رائٹ ہنڈ ڈیوٹی’ کا نام دیا جاتا ہے۔ ایک دوسرے کے لیے آدھار اور کرتہہ یا

ہیرا ہرےک کو نہیں دیکھا جاتا۔ ہرےک ہسکی کرر نہیں کر سکتا۔ اسی لیے اہلی کھان اہماں اور ماسالوں میں بجان کیا جاتا ہے۔

ہجرت ہسکی نے انجیل میں ایک جگہ کہا ہے:—

“ہرےک کے راج کے ہمد جاننے کا تومہ مائکا دیا گیا ہے، لکین ان لوگوں کو یہ موقع نہیں دیا گیا۔ جس کسی کے پاس چابی ہوگی اسی کو موقع دیا جائیگا، اور اے سہمت کے ساتھ ملےگا۔ لکین جس کسی کے پاس چابی نہیں ہے یا جس سے در ہے کہ وہ چابی کا غلط استعمال کرے اس سے کہی کہی جو کچھ اُسکے پاس ہے وہ بھی لے لیا جاتا ہے۔”

لکین پھر سوال سامنے آتا ہے کہ آخر دھرم، مذہب یا رلیجن ہے کیا چیز؟ یہاں ہم اس سوال پر بہت سر سری وچار ہی کر سکتے ہیں۔

انگریزی شہد ‘رلیجن’ دو لاطینی شہدوں ‘ری’ اور ‘لیجاری’ سے بنا ہے جن کے معنی ہیں ‘ہر سے بانڈنا’ یعنی جو چیز آدمیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اور سب کو ہمدان کے ساتھ ہمدردی اور ہرم کی قوری میں بانڈے وہی ‘رلیجن’ ہے۔ آدمی کا نیچے درجے کا سواہا، اسکا من، اسکا نہس اسے بار بار دوسرے آدمیوں سے اور ہمدان سے ہمارتا رہتا ہے اور ‘رلیجن’ اسے بار بار ہر سے چورتا رہتا ہے۔ اس ایکتا کی طرف ہراہر دھیان جمائے رکھنا، کھاتے پیتے چلتے پھرتے اسکا خیال رکھنا یہی دھرم کا سار ہے۔ اسی سے آدمی کے سب کام ٹھیک اور اچھے رہ سکتے ہیں۔ اسی سے قوموں میں وہ شکتی پیدا ہوتی ہے جس سے بڑی بڑی سہمتائیں جنم لیتی ہیں اور قائم رہتی ہیں۔ ایتھاس میں چلتی بڑی بڑی سہمتائیں ہرتی ہیں یا ہر ایک کا اپنا کوئی نہ کوئی خاص ‘رلیجن’ ہوتا ہے، کوئی نہ کوئی آدرش ہوتا ہے جسکو وہ ماننے اور پوجتی ہیں۔ ہر نئے رلیجن کی پیدائش کے ساتھ ساتھ یہی دھرم کی پرانی ہاؤنا میں ہر سے جان ڈالے جانے کے ساتھ ساتھ لوگوں میں مل کر کام کرنے کی اچھا چاگتی ہے اور ہمیشہ اسی سے نئی سہمتائیں لے لیا ہے۔

سکرت شہد ‘دھرم’ ‘دھرم’ دھاتو سے نکلا ہے جسکے معنی ہیں ‘بانڈنا’ یا ‘سلبنا’ ہے، جو اہر رلیجن کا ہے وہی دھرم کا ہے۔

سماج میں لوگوں کو بانڈے رکھنا یا ملنے رکھنا یہی ہو سکتا ہے جب سب ایک دوسرے کو کچھ دیتے رہیں اور ایک دوسرے سے لیتے رہیں۔ اسی کو ‘حق اور فرض’ یا ‘ادھکار اور کرتہہ’ انگریزی میں ‘رائٹ اینڈ ڈیوٹی’ کا نام دیا جاتا ہے۔ ایک دوسرے کے لیے چاہتی چاہتی قربانیاں یا

دوسرا بکرت ہوتا ہے اور بکرت ہونے کا دوسرا بکرت ہوتا ہے..... گیرانے کا ایک بکرت ہوتا ہے اور بنانے کا دوسرا بکرت ہوتا ہے، کوئی بکرت رونے کا ہوتا ہے اور کوئی ہسنے کا، کوئی بکرت چپ رہنے کا ہوتا ہے اور کوئی بولنے کا۔“

موسلمد شاہد کی ایک مشہور حدیث ہے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ—”اس سے تم ایک ایسے زمانے میں ہو کہ جب جو جو حکم تم کو دیئے جارہے ہوں ان میں سے ایک دسواں حصہ بھی اگر تم چھوڑ دو گے تو تم برباد ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد ایک زمانہ آئے گا کہ جب جو آدمی جو جو حکم اس وقت دیئے گئے ہوں ان کے دسویں حصے پر بھی عمل کریگا وہ نجات پائے گا۔“ (ترمذی)

مولانا جلال الدین رومی نے دین کی ’اسلام‘ یانی اس کے اہم اشیاء کو اس کے ’کرم‘ یا گونا گوں اشیاء سے الگ کرتے ہوئے اپنی مثنوی میں لکھا ہے:—

من ز قرآن مغز را برداشتم
استخوان پودش سکن انداختم

یانی میں نے قرآن میں سے گڑھا گڑھا لے لیا ہے اور ہڈیوں کو اس کے سامنے پھینک دی ہیں۔

مولانا رومی کی مثنوی کو مسلمان عالم ”فارسی زبان کا قرآن“ کہتے ہیں۔

گیتا میں श्री कृष्ण ने साफ साफ शब्दों में वेदों के रीत रिवाजों और कर्म कान्डों पर खोर देने वालों की निन्दा की है और उन्हें ’नासमंभ‘ कहा है۔

ایک اور بات بھی ہے۔ جن کی آتماएं अभी बच्चों की सी हैं उन्हें हम धीरे धीरे कम जरूरी चीजों سے अधिक जरूरी चीजوں کی तरफ لے جاتے ہیں۔ دھیرے دھیرے انہیں ’بچوں‘ کی طرف لے جاتے ہیں۔ انجیل میں کہا گیا ہے کہ—”بچوں کو دھ دھ اور بڑے آدمیوں کو کھانا دو“۔ حضرت موسیٰ اور حضرت محمد بھی یسا لقب یا پردے کے ’نورِ قاهر‘ یعنی اُس اللہ کے چہرے کو نہ دیکھ سکتے تھے۔ ارچن کی جب ایک پل کے لئے آگے بڑھے تو اس نے ’ہزاروں سرورجوں سے بھرا‘ چمک والے اُس درات روپ کو دیکھا تو وہ کانپ اُٹھا۔ اُس نے انت کی جھوٹی کے سامنے آدمی کی ساری خودی اور اُس کا سارا وجود جل کر یا پھول کر ختم ہو جاتا ہے۔

پران میں لکھا ہے—

”مामولی آدمیوں کے دیوتا ندیوں اور تالابوں میں ہوتے ہیں، ان سے زیادہ سوچنے سمجھنے والوں کے دیوتا آکاش اور روشنی میں ہوتے ہیں، بچوں کے دیوتا لکڑی پتھر میں ہوتے ہیں اور بڑی آدمی خود اپنی آتما کے اندر اپنے ایشور اللہ کا درشن کرتا ہے۔“

دوسرا بکرت ہوتا ہے اور بکرت ہونے کا دوسرا بکرت ہوتا ہے..... گیرانے کا ایک بکرت ہوتا ہے اور بنانے کا دوسرا بکرت ہوتا ہے، کوئی بکرت رونے کا ہوتا ہے اور کوئی ہسنے کا، کوئی بکرت چپ رہنے کا ہوتا ہے اور کوئی بولنے کا۔“

موسلمد شاہد کی ایک مشہور حدیث ہے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ—”اس سے تم ایک ایسے زمانے میں ہو کہ جب جو جو حکم تم کو دیئے جارہے ہوں ان میں سے ایک دسواں حصہ بھی اگر تم چھوڑ دو گے تو تم برباد ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد ایک زمانہ آئے گا کہ جب جو آدمی جو جو حکم اس وقت دیئے گئے ہوں ان کے دسویں حصے پر بھی عمل کریگا وہ نجات پائے گا۔“ (ترمذی)

مولانا جلال الدین رومی نے دین کی ’اسلام‘ یانی اس کے اہم اشیاء کو اس کے ’کرم‘ یا گونا گوں اشیاء سے الگ کرتے ہوئے اپنی مثنوی میں لکھا ہے:—

من ز قرآن مغز را برداشتم
استخوان پودش سکن انداختم

یعنی میں نے قرآن میں سے گودا گودا لے لیا ہے اور ہڈیوں کو اس کے سامنے پھینک دی ہیں۔

مولانا رومی کی مثنوی کو مسلمان عالم ”فارسی زبان کا قرآن“ کہتے ہیں۔

گیتا میں श्री कृष्ण ने साफ साफ शब्दों में वेदों के रीत रिवाजों और कर्म कान्डों पर खोर देने वालों की निन्दा की है और उन्हें ’नासमंभ‘ कहा है۔

ایک اور بات بھی ہے۔ جن کی آتماएं अभी बच्चों की सी हैं उन्हें हम धीरे धीरे कम जरूरी चीजों سے अधिक जरूरी चीजوں کی तरफ لے جاتے ہیں۔ دھیرے دھیرے انہیں ’بچوں‘ کی طرف لے جاتے ہیں۔ انجیل میں کہا گیا ہے کہ—”بچوں کو دھ دھ اور بڑے آدمیوں کو کھانا دو“۔ حضرت موسیٰ اور حضرت محمد بھی یسا لقب یا پردے کے ’نورِ قاهر‘ یعنی اُس اللہ کے چہرے کو نہ دیکھ سکتے تھے۔ ارچن کی جب ایک پل کے لئے آگے بڑھے تو اس نے ’ہزاروں سرورجوں سے بھرا‘ چمک والے اُس درات روپ کو دیکھا تو وہ کانپ اُٹھا۔ اُس نے انت کی جھوٹی کے سامنے آدمی کی ساری خودی اور اُس کا سارا وجود جل کر یا پھول کر ختم ہو جاتا ہے۔

پران میں لکھا ہے—

”معمولی آدمیوں کے دیوتا ندیوں اور تالابوں میں ہوتے ہیں، ان سے زیادہ سوچنے سمجھنے والوں کے دیوتا آکاش اور روشنی میں ہوتے ہیں، بچوں کے دیوتا لکڑی پتھر میں ہوتے ہیں اور بڑی آدمی خود اپنی آتما کے اندر اپنے ایشور اللہ کا درشن کرتا ہے۔“

سُکھی نے کہا ہے—

تکرککا ور نمنسے ہئیانی بوبد
رہے باہید رہے انسانانی بوبد

یانی کرکک یا مہد भाव जानवरों या जानवरों के से
विमारा वालों के अन्दर होता है. इनसानी रह वह है जो
सब रहों की एकता को समझती है.

अरबी का शब्द 'इनसान' 'वन्स' से निकला है जिसके
मानी हैं 'प्रेम' या 'हमदरदी'. इनसान वह है जो सब के
साथ प्रेम या हमदरदी करे, जो सब इनसानों का देस्त हो.
ऐसे ही संस्कृत शब्द 'आर्य' 'ऋ' धातू से निकला है जिस
का अर्थ 'जाना' है. आर्य शब्द का अर्थ बताते हुए एक
विद्वान ने कहा है—

निवारणार्थम अती नाम अर्तम योग्यो भवेततुयः
अर्थते सततम चार्ते: स आर्य इति कथ्यते.

यानी आर्य उस आदमी को कहना जो दुखियों का दुख
दूर करने के क्राबिल हो और जिसके पास हमेशा दुखी लोग
अपने दुख दूर कराने के लिये चल कर आवें.

गीता में बार बार कहा गया है कि जो सब प्राणियों
को एक ही निगाह से देखता है और अपने को सब में और
अपने अन्दर सब को देखता है, और जो एक ईश्वर के
अन्दर सबको और सब के अन्दर एक ईश्वर को देखता
है वही ज्ञानी है और वही देखने वाला है.

यह भी जाहिर है कि किसी भी धर्म, मजहब के सब
रीत रिवाज और उसकी सब बातें एक बराबर जरूरी या
एक सी अहम नहीं होतीं. सब मजहबों में यह बात बता
दी गई है कि उनमें कुछ बातें बियादा जरूरी हैं और कुछ
कम, कुछ 'निरय' हैं और कुछ 'कान्य' कुछ पक्के हुक्म हैं
और कुछ समझाने के लिये मिसाल के तौर पर कहे गए
हैं, कुछ 'मोहकमात' हैं और कुछ 'सुतशाबेहात.' सब
मजहबों में यह भी बताया गया है कि देश, काल और
हालत के मुताबिक आदमी के यह छोटे छोटे कर्ज या ऊपरी
रीत रिवाज बदलते रहते हैं. महाभारत में लिखा है—

देश काल निमित्ता नाम

भेदे धर्मो विविधते

यानी देश और काल, जगह और वक़्त के फ़रक से धर्म
अलग अलग होते हैं. यहाँ पर धर्म से मतलब इन्हीं ऊपरी
रीत रिवाजों से है.

इनजील में लिखा है—

"हर चीज़ के लिये मौसम होता है और दुनिया की
हर गरज के लिये एक वक़्त होता है x x x x पैदा होने
का एक वक़्त होता है और मरने का अलग वक़्त होता है,

سُکھی نے کہا ہے—

تفرقه در نفس حیوانی بود
روح واحد روح انسانی بود

یعنی فرق یا بھد بہاؤ جانوروں یا جانوروں کے سے دماغ
والوں کے اندر ہوتا ہے. انسانی روح وہ ہے جو سب درحوں
کی ایکتا کو سمجھتی ہے.

عربی کا شبد 'انسان' 'أنس' سے نکلا ہے جس کے
معنی ہیں 'پریم' یا 'ہمدردی'. انسان وہ ہے جو سب کے
ساتھ پریم یا ہمدردی کرے، جو سب انسانوں کا دوست
ہو. ایسے ہی سنسکرت شبد 'آریہ' 'ری' (ऋ) دھاتو سے
نکلا ہے جس کا ارتھ 'جاننا' ہے. آریہ شبد کا ارتھ بتاتے
ہوئے ایک ویدوان نے کہا ہے—

نوارنارتھم ارتی نام ارتم یوگھو بھویت تویہ
ارپتے ستھم چارتھ ساریہ اتی کتھتے.

یعنی آریہ اُس آدمی کو کہتا جو دکھوں کا دکھ دور
کرنے کے قابل ہو اور جس کے پاس ہمیشہ دکھی لوگ
اپنے دکھ دور کرانے کے لئے چل کر آویں.

گھٹتا میں بار بار کہا گیا ہے کہ جو سب پرانہوں کو
ایک ہی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اپنے کو سب میں اور اپنے
اندر سب کو دیکھتا ہے، اور جو ایک ایشور کے اندر سب
کو اور سب کے اندر ایک ایشور کو دیکھتا ہے وہی گھانی
ہے اور وہی دیکھنے والا ہے.

یہ بھی ظاہر ہے کہ کسی بھی دھرم، مذہب کے سب
ریت رواج اور اُسکی سب باتیں ایک برابر ضروری یا
ایک سی اہم نہیں ہوتیں. سب مذہبوں میں یہ
بات بعمادی گئی ہے کہ اُن میں کچھ باتیں زیادہ ضروری
ہوں اور کچھ کم، کچھ 'نتہ' ہوں اور کچھ 'کسمہ'
کچھ پکے حکم ہوں اور کچھ سمجھانے کے لئے مثال کے
طور پر کہے گئے ہوں، کچھ 'مصحکات' ہوں اور کچھ
'متشابہات'. سب مذہبوں میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ
دیہیں، کال اور حالت کے مطابق آدمی کے یہ چھوٹے
چھوٹے فرض یا اوپری ریت رواج بدلتے رہتے ہیں.

مہابھارت میں لکھا ہے—

دیہی کال نیتنا نام

بھدے دھرمو ویبھدیتھ

یعنی دیہیں اور کال، جگہ اور وقت کے فرق سے دھرم
ایک الگ ہوتے ہیں. یہاں پر دھرم سے مطلب انہیں
اوپری ریت رواجوں سے ہے.

انجیل میں لکھا ہے—

"ہر چھڑ کے لئے موسم ہوتا ہے اور دنہا کی ہر
ضرر کے لئے ایک وقت ہوتا ہے x x x x پیدا ہونے کا
ایک وقت ہوتا ہے اور مرنے کا ایک وقت ہوتا ہے"

جاپان کے پانچ بیڈان ڈاکٹر ایناچیو نیتو نے اپنی کتاب 'جاپان' میں لکھا ہے کہ ساتویں صدی عیسوی کے شروع میں جاپان میں ایک بہت بڑا سلطنت اور راج نہایت ہوا جس کا نام شوٹوکو تھا۔ جاپان کے انہاس میں آئے بڑے سے بڑے مہاتماؤں میں گنا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب وہ مرا تو بڑے لوگ اس طرح روئے کہ جس طرح اُن کا بچہ مر گیا ہو اور نوجوان لوگ اس طرح روئے کہ مانو اُن کی ماں مر گئی ہو۔ اُس زمانے میں 'شلتو' دھرم جاپان میں پہلے سے موجود تھا اور کلفوشون دھرم چین سے اور بودھ دھرم بھارت سے کوریا کے راستے جاپان پہنچ چکے تھے۔ اُن تہاؤں مذہبوں کے پلندے پروہت آپس میں لڑتے لگے تھے۔ تو تھا کہ جاپان کے دھرم والوں میں چھکڑے نہ بڑے جائیں۔ شوٹوکو نے اُن چھکڑوں کا فیصلہ اُن شدتوں میں کیا:—

“شینتو دھرم، دھرم کی جڑ اور اسکا س्रोत ہے۔ جमीن اور آسمان کے پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ اس دھرم کے اُتار پڑے۔ یہ دھرم آدمی کو شُرُ کا راستا سیکھاتا ہے۔ کنکوشین دھرم، دھرم کی شاخیں اور اس کے پتے ہیں۔ آدمی کی پیدائش کے ساتھ ساتھ اس دھرم کے کھلنے نکلنے۔ یہ دھرم آدمی کو بچ کا راستا بتاتا ہے۔ بودھ دھرم، دھرم کا پھول اور اس کا پتہ ہے۔ آدمی کا دیمارا۔ تاکتوں کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس نے جنم لیا۔ یہ دھرم آدمی کو آخری راستا دیکھاتا ہے۔ اسلئے ان تانوں میں سے کسی کو چھوڑنا اور کسی کا لینا یا ایک کو دوسرے سے جیسا کہ پسند کرنا یا بڑا بتانا بے جملہ دھرمی اور خود فرضی ہے۔ x x x x باہر سے کسی نہ دھرم کے آنے اور اپنا جانے سے ہمارا کرم کی دیمارا اُتار دے۔ ایک ہی دھرم کا ہونا ہی ہے۔ اس سے پہلے کے دھرموں کا ادھکار چھن نہیں جائیگا۔ سچ یہ ہے کہ ہر نیا دھرم پرانے دھرم کی روشنی کو بڑھاتا اور چمکاتا ہے۔“

ایک انگریزی کاتب نے بہت اچھا کہا ہے—“دوسرے کا مزا کرنا بڑا دل والوں کا کام ہے۔ بڑے اور بڑے دل والوں کے تار تار کے مو بڑے اور بڑے دل والے ہیں۔“

چینی بودھ بیڈان ل-شون-یان نے لکھا ہے—

“اگرچہ اگلے مزا کرنا کی تالیف ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہیں۔ بڑے دل والے لوگ جانتے ہیں کہ سب مذہبوں کے اندر ایک ہی سی سچائی ہے۔ چھوٹے دل والے لوگ کھول اُن کے فرقوں کو دیکھتے ہیں۔“

ہر زمانے کی پاک آتماؤں کے اندر ایک ہی سا کھان اتر کر ان سب کو ایک ایشور کے اور سب رسواؤں کے دوست بنا دیتا ہے۔

جاپان کے ایک دیوان ڈاکٹر انازو نیتو نے اپنی کتاب 'جاپان' میں لکھا ہے کہ ساتویں صدی عیسوی کے شروع میں جاپان میں ایک بہت بڑا سلطنت اور راج نہایت ہوا جس کا نام شوٹوکو تھا۔ جاپان کے انہاس میں آئے بڑے سے بڑے مہاتماؤں میں گنا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب وہ مرا تو بڑے لوگ اس طرح روئے کہ جس طرح اُن کا بچہ مر گیا ہو اور نوجوان لوگ اس طرح روئے کہ مانو اُن کی ماں مر گئی ہو۔ اُس زمانے میں 'شلتو' دھرم جاپان میں پہلے سے موجود تھا اور کلفوشون دھرم چین سے اور بودھ دھرم بھارت سے کوریا کے راستے جاپان پہنچ چکے تھے۔ اُن تہاؤں مذہبوں کے پلندے پروہت آپس میں لڑتے لگے تھے۔ تو تھا کہ جاپان کے دھرم والوں میں چھکڑے نہ بڑے جائیں۔ شوٹوکو نے اُن چھکڑوں کا فیصلہ اُن شدتوں میں کیا:—

“شلتو دھرم، دھرم کی جڑ اور اس کا س्रोत ہے۔ زمین اور آسمان کے پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ اس دھرم کے اُتار پڑے۔ یہ دھرم آدمی کو شروع کا راستہ سکھاتا ہے۔ کلفوشین دھرم، دھرم کی شاخیں اور اُس کے پتے ہیں۔ آدمی کی پیدائش کے ساتھ ساتھ اس دھرم کے کھلنے نکلنے۔ یہ دھرم آدمی کو بچ کا راستہ بتاتا ہے۔ بودھ دھرم، دھرم کا پھول اور اس کا پتہ ہے۔ آدمی کی دیمارا۔ تاکتوں کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس نے جنم لیا۔ یہ دھرم آدمی کو آخری راستہ دیکھاتا ہے۔ اس لئے ان تہاؤں میں سے کسی کو چھوڑنا اور کسی کو لینا یا ایک کو دوسرے سے زیادہ پسند کرنا یا بڑا بتانا کھول دے دھرمی اور خود فرضی ہے۔ x x x x باہر سے کسی نہ دھرم کے آئے اور اپنا جانے سے ہمارا کرم کی دیمارا اُتار دے۔ ایک ہی دھرم کا ہونا ہی ہے۔ اس سے پہلے کے دھرموں کا ادھکار چھن نہیں جائیگا۔ سچ یہ ہے کہ ہر نیا دھرم پرانے دھرم کی روشنی کو بڑھاتا اور چمکاتا ہے۔“

ایک انگریزی کاتب نے بہت اچھا کہا ہے—“دوسرے کا مذاق اڑانا چھوٹے دل والوں کا کام ہے۔ بڑے اور بڑے دل والوں کے طور طریقے ہی بڑے اور بڑے دل والے ہیں۔“

چینی بودھ دیوان لوشن یان نے لکھا ہے—

“اگرچہ الگ مذہبوں کی تعلیم ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہیں۔ بڑے دل والے لوگ جانتے ہیں کہ سب مذہبوں کے اندر ایک ہی سی سچائی ہے۔ چھوٹے دل والے لوگ کھول اُن کے فرقوں کو دیکھتے ہیں۔“

ہر زمانے کی پاک آتماؤں کے اندر ایک ہی سا کھان اتر کر ان سب کو ایک ایشور کے اور سب رسواؤں کے دوست بنا دیتا ہے۔

ان سب الگ الگ باتوں، لہجوں اور طور طریقوں میں
ایک سے دوسرے تک پہنچی ہوئی اور دسی ہوئی ایک پہچانی
ایکٹا ہے جو ان سب کو سنبھالے اور ملائے ہوئے ہے۔ یہ وہ
سچائی ہے جسے کبھی ہمیں اپنی یاد سے نہیں ملنے
دینا چاہئے۔

کھڑے، متھے، صراحی، کلاس، بوتے، جگ وغیرہ بہترین
کٹلی بھی الگ الگ شکلوں کے ہوں ان سب کے اندر کا
پانی ایک ہے۔ لومپ، لالٹون، دیئے، قندیل، فانوس اور
بلب کٹلی بھی الگ الگ شکلوں کے ہوں سب کے اندر
کی روشنی ایک ہے۔ لکڑی ہو یا کونٹہ، ایلے ہوں یا کوئی
اور ایلدھن آگ سب کے اندر ایک ہے۔ چلتے پھرتے جانور
ان گنت ہیں اور ان گنت ہی ان کی شکلیں ہوں پر جان
سب کے اندر ایک ہے۔ اسی طرح مذاہب بہت سے ہوں
اور سب کے الگ الگ ریت رواج اور نام روپ ہوں پر
عالم کھر یعلیٰ وہابک مانو دھرم، مذہب انسانیت ایک
ہی ہے۔

مشہور انگریز ودوان جے۔ ای۔ کارپنٹر نے اپنی کتاب
'دی پلس آف کرشچینائی ان دی رلیجنس آف دی
ورلڈ' میں چھن کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے :-

مشاہر اُگرےجہ ویڈوان جے۔ ای۔ کارپنٹر نے اپنی
کتاب 'دی پلس آف کرشچینائی ان دی رلیجنس آف دی
ورلڈ' میں چین کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے :-

”چھن میں یہ رواج ہے کہ جب کئی دیشوں یا
صوبوں کے لوگ ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ہر ایک
دوسرے سے پرچھتا ہے۔ ”آپ کس اونچے (سب لائم)
مذہب کے ہوں؟“ ”تو آدھوں میں شاید ایک کلفوشون
مذہب کا ماننے والا ہے“ دوسرا ناؤ دھرم کا اور تیسرا پردھ
دھرم کا۔ اسکے بعد ان تینوں میں سے ہر ایک اپنے مذہب
کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کی دل کھول کر تعریف کرنا
شروع کر دیتا ہے۔ پھر وہ تینوں مل کر یہ کہتے ہیں —
’مذہب بہت سے ہیں‘ سمجھ ایک ہے‘ ہم سب
بھائی ہوں۔“

چھن کے اس رواج کو سن کر ایک طرح کے آدمی چلا
پڑینگے۔ ”دھونگی!“ دوسری طرح کے آدمی کہ پوینگے۔
”پرانے کھوسٹ، پائل، کاٹھ کے آلو!“ ایک تیسری طرح
کے آدمی جن کی تعداد آجکل بد قسمتی سے شاید بہت
کم ہے، کہینگے۔ ”کبھی اچھی انصاف“ سمجھداری اور
شرافت کی بات ہے!“ الگ الگ ویدیوں کے مامو اور
الگ الگ کلاؤں کے کلاؤنٹ جو اپنی اپنی وڈیا اور اپنی
اپنی ٹلا میں مگن ہوں اور اُسے سمجھتے ہیں، اگر وہ سمجھ
وڈوان اور کلاؤنٹ ہوں، تو ہم ملا یا نیم حکیم نہیں ہوں،
تو ایک دوسرے کی کلاؤں اور ویدیوں کے اندر اُسی ایک
انسانی ہوشیاری، لگن اور بدھی کی پرکھنا کو دیکھ سکتے
ہوں، اُس کی قدر کر سکتے ہیں اور اس کے سامنے آکر
کے ساتھ سر جھکا سکتے ہیں۔



جلد 11 اکتوبر سن 51 نمبر 4 نمبر 4 اکتوبر سن 51 11

जात आदमी, प्रेम धर्म है, हिन्दुस्तानी बोली,
'नया हिन्द' पहुँचेगा घर घर लिये प्रेम की मोली.

جانت آدمی، پریم دھرم ہے، ہندوستانی بولی،
'نیا ہند' پہنچے گا گھر گھر لئے پریم کی جھولی۔

राही

(भाई अली अहमद एम० ए०)

राही ! अपनी राह चला जा

रंग पर हैं सौ सौ धोके माया के फैले हैं फंदे
हैं फूल, ज़ियादा काटे काटों को भी फूल समझता

राही ! अपनी राह चला जा

ते पथ तेरा नाले टीले बन जाएंगे हिमाले
को दीबंगे काले इन कालों के सीस कुचलता

राही ! अपनी राह चला जा

ढट्टे, भूकम्प आए परबत से परबत टकराए
चलने से रुक जाए रुकने का तू नाम न लेना

राही ! अपनी राह चला जा

के मत ढूँढ़ इशारे भटका देगे राह ये तारे
पीत के सपने सारे इन सपनों को भूट समझता

राही ! अपनी राह चला जा

आँखें मूक सकते हैं दरिया राह भटक सकते हैं
और सूरज थक सकते हैं थकना काम नहीं है तेरा

राही ! अपनी राह चला जा

राही

(بهائی علی احمد ایم . اے .)

راہی ! اپنی راہ چلا جا

ہنگام پر ہوں سو سو دھوکے مایا کے پھلے ہیں پھندے
کم ہوں پھول، زیادہ کاتے کاتوں کو بھی پھول سمجھتا

راہی ! اپنی راہ چلا جا

دوہیں کم پتہ تو را نالے تہلے بن جائیں گے ہمالے
تسلے کو دوڑیں گے کالے ان کاہوں کے سوس کچلتا

راہی ! اپنی راہ چلا جا

طوفان اٹھے، ہولکپ اٹھے پریت سے پریت ٹکرائے
دھرتی چلنے سے رک جائے رکے کا تو نام نہ لوٹا

راہی ! اپنی راہ چلا جا

آنکھوں کے ستارے اشارے بہتکا دیں گے راہ یہ تارے
چھوٹے پریت کے سہلے سارے ان سہلوں کو جھوٹ سمجھتا

راہی ! اپنی راہ چلا جا

نارے آنکھ جھپک سکتے ہیں دریا راہ بہتک سکتے ہیں
چاند اور سورج ٹھک سکتے ہیں تھکنا کام نہیں ہے تو را

راہی ! اپنی راہ چلا جا

هندستانی کلچر سوسائٹی

معاونی پرچہ

1951

[illegible]

1990

ہماری دنیا

ایڈیٹر—تاراچند، भगवानदीन, मुजफ्फर हसन, विशम्भर नाथ, सुन्दरलाल
 ایڈیٹر—تارا چند، بهکوان دین، مظفر حسن، بشمبہر ناتھ، سندر لال

ناयब एडीटर—सुरेश रामभाई, महमूद अहमद 'हुनर' نائب ایڈیٹر—سریش رام بهائی، محمود احمد 'هنر'

* * * * *

اس نمبر کے تمام لےکھ

اس نمبر کے خاص لیکھ

मानव धर्म या मनुहवे इन्सानियत का रास्ता—
 ڈاکٹر भगवान दास

انسانو دھرم يا مذهب انسانيت کا راستہ —
 ڈاکٹر بهکوان داس

मौलाना अब्दुल्ला मिस्री का खत—काहिरा से
 बापू (कविता)—भगवानदीन

مولانا عبداللہ مصری کا خط—قاہرہ سے

चुनाव और जनता—हंसराज 'रहबर'

بازو (کویتا)—بهکوان دین

येलगाड़ी नहीं जा सकती—जे. सी. कुमारप्पा
 गंगा से गोमती तक (कहानी)—मयंक राज
 बापू से—भगवानदीन

چلناؤ اور جنگنا—مسراج 'رهبر'
 بول گاڑی نہوں چاسکتی—جے . سی . کمارپدا
 گنگا سے گومتی تک (کہانی)—مینگ راج
 باپو سے—بهکوان دین
 ہمارے رائے—

ہماری راي—

कम्युनिस्टों की चुनौती—भगवानदीन
 भूमिदान—भगवानदीन
 बल्ड बैक की ज्यादाती—सुरेश रामभाई
 चीन की आजादी का दूसरा बरस—भगवानदीन

کمونسٹوں کی چلوئی—بهکوان دین
 بهومی دان—بهکوان دین
 وراثت بولک کی زیادتی—سریش رام بهائی
 چین کی آزادی کا دوسرا برس—بهکوان دین

* * * * *

استانی کچرسوسائٹی، الآبار  کلتچر سوسائٹی، ایلاہاآباد

اکتوبر 1951

قیمت اس آنا

قیمت اس آنا

ہندوستانی کلتچر

پر

نیشنوں (مقالوں) کے لیے

ینام

ہندستانی کلتچر

پر

نیشنوں (مقالوں) کے لیے

ینام

ہندوستانی کلتچر سوسائٹی نے تہ کیا ہے کہ ہندوستانی کلتچر پر تین سب سے اچھے نیشنوں (مقالوں) کے لیے تین ینام دیے جائے۔ پہلا ینام اک ہزار روپے، دوسرا ینام پانچ سو روپے اور تیسرا ینام ڈاڑے سو روپے۔

نیشنوں کے اس ہندوستانی کلتچر کے، جو پیکلے سارے زمانے میں روپ لیتی رہی ہے، ٹیکاڈ پہلوؤں کو بیان کرتے ہوئے آگے کے لیے اک ہندوستانی کلتچر کے رگ روپ کو بتانے کی کوشش ہونی چاہیے۔ نیشن آگریجی میں یا ہندوستانی میں ہونے چاہیے۔ پانچ ہزار سے کم یا دس ہزار سے اڈک راکڈ نہ ہوں۔ کلتچر کا راج پر، کا راج کے اک طرف، اک چوڑا ڈاڑے ڈاڑے، ڈاڑے کر کے ہر نیشن کی تین کاپیاں 30 ستمبر سن 1951 تک آگے کے لیے پر آجانی چاہئیں۔ ہندوستانی کلتچر سوسائٹی کو ق ہوگا کہ آئے ہوئے نیشنوں میں سے جسے چاہے شائع ے۔

سندرلال

سکرٹری، ہندوستانی کلتچر سوسائٹی
145، مڈیگنج، اڈاہاڈا۔

نوٹ:—اڈ نیشن پہلے 30 جून تک مگاپ گپے اور ینام کی راکم کوڈ کم یوں۔ اڈ اس کے لیے راکم اور راکم دونوں بڈا دیے گپے ہیں۔

—سندرلال

ہندوستانی کلتچر سوسائٹی نے تہ کیا ہے کہ ہندوستانی کلتچر پر تین سب سے اچھے نیشنوں (مقالوں) کے لیے تین ینام دیے جائیں۔ پہلا ینام اک ہزار روپے، دوسرا ینام پانچ سو روپے اور تیسرا ینام ڈاڑے سو روپے۔

نیشنوں میں اس ہندوستانی کلتچر کے، جو پیکلے سارے زمانے میں روپ لیتی رہی ہے، ٹیکاڈ پہلوؤں کو بیان کرتے ہوئے آگے کے لیے اک ہندوستانی کلتچر کے رگ روپ کو بتانے کی کوشش ہونی چاہیے۔ نیشن آگریجی میں یا ہندوستانی میں ہونے چاہیے۔ پانچ ہزار سے کم یا دس ہزار سے اڈک راکڈ نہ ہوں۔ کلتچر کا راج پر، کا راج کے اک طرف، اک چوڑا ڈاڑے ڈاڑے، ڈاڑے کر کے ہر نیشن کی تین کاپیاں 30 ستمبر سن 1951 تک آگے کے لیے پر آجانی چاہئیں۔ ہندوستانی کلتچر سوسائٹی کو ق ہوگا کہ آئے ہوئے نیشنوں میں سے جسے چاہے شائع ے۔

سندرلال

سکرٹری، ہندوستانی کلتچر سوسائٹی
145، مڈیگنج، اڈاہاڈا۔

نوٹ:—اڈ نیشن پہلے 30 جوں تک مگائے گئے تہ ینام کی راکم کوڈ کم تہیں۔ اب اس کے لیے راکم دونوں بڈا دیے گئے تہیں۔

—سندرلال

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

1) ایک ایسی ہندوستانی کلچر کا بھانا، फैلانا اور کرنا جس میں سب ہندوستانی شامل ہوں۔

2) ایک فنائے کے لیے کتابوں، اخباروں، رسالوں کا بھانا۔

3) پھاڑے، بڑوں، کتاب بڑوں، سبھاؤں، کانفرنسوں، سے سب بڑوں، جاتوں، برادریوں اور قریلوں میں کا سبب بھانا۔

4) ایک ایسی ہندوستانی کلچر کا بھانا، फैلانا اور کرنا جس میں سب ہندوستانی شامل ہوں۔

5) ایک فنائے کے لیے کتابوں، اخباروں، رسالوں کا بھانا۔

6) پھاڑے، بڑوں، کتاب بڑوں، سبھاؤں، کانفرنسوں، سے سب بڑوں، جاتوں، برادریوں اور قریلوں میں کا سبب بھانا۔

—: 0 :—

—: 0 :—

سائڈی کے پرسیڈنٹ—میں عبداللہ مازیہ قباچا;
پرسیڈنٹ—ڈا۔ بھوانی داس اور ڈا۔ عبداللہ
اورننگ باڈی کے پرسیڈنٹ—ڈا۔ بھوانی داس;
—پ۔ سندرلال۔

7) ایک ایسی ہندوستانی کلچر کا بھانا، फैلانا اور کرنا جس میں سب ہندوستانی شامل ہوں۔

اورننگ باڈی کے اور ممبر—

8) سید محمد، ڈا۔ تارا چند، سولہوی سید
نور، میں منور علی سوختہ، آری بی۔ جی۔
9) اس۔ کے۔ رتھا، پ۔ بھوانی داس ناٹھ، مہاتما
دین، سب پونم چند رانکا، کاشی مہتمم عبداللہ
اور آری مہتمم پالپال۔

10) ایک ایسی ہندوستانی کلچر کا بھانا، फैلانا اور کرنا جس میں سب ہندوستانی شامل ہوں۔

نور کے کرایوں کے لیے لکھیے۔

11) ایک ایسی ہندوستانی کلچر کا بھانا، फैلانا اور کرنا جس میں سب ہندوستانی شامل ہوں۔

12) ایک ایسی ہندوستانی کلچر کا بھانا، फैلانا اور کرنا جس میں سب ہندوستانی شامل ہوں۔

سندرلال

سندرلال

سکرٹری، ہندوستانی کلچر سوسائٹی

سکرٹری، ہندوستانی کلچر سوسائٹی

145، سڈی گنج، اٹھارہ آباد۔

145، سڈی گنج، اٹھارہ آباد۔

13) ایک ایسی ہندوستانی کلچر کا بھانا، फैلانا اور کرنا جس میں سب ہندوستانی شامل ہوں۔

14) ایک ایسی ہندوستانی کلچر کا بھانا، फैلانا اور کرنا جس میں سب ہندوستانی شامل ہوں۔

پنجاب ہمیں کیا سیکھاتا ہے

مہاتما گاندھی کی سلاہ سے اکتوبر سن 1947 میں پشیمی اور پوربی پنجاب کے دیرے کے باد وھاؤ کی بھنکر برساوی اور باپسی مار کاٹ کے کارن لوگوں پر جو جو موسیبات آئی ان کا دردناک ورنن۔ اس چھوٹی سی کتاب میں آجکل کی مصیبتوں کو حل کرنے کے لئے کچھ سچھاڑ بھی پیش کئے گئے ہیں۔ قیمت چار آنے۔

بنگال اور اُس سے سبق

اس چھوٹی سی کتاب میں 1949-50 میں پوربی اور پشیمی بنگال کے فرکوارانہ چھکڑوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ایسے چھکڑوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کی ترکیب بھی سجھائی گئی ہے۔ قیمت صرف دو آنے۔

مہاتما گاندھی کی وستی

لوہک—شری ملظ علی سوختہ

30 جنوری کو اپنے دیہانت سے کچھ گھنٹے پہلے مہاتما گاندھی نے انگریس کے جنرل سکریٹری کو بلا کر یہ ودھان دیا کہ وہ ان کی طرف سے اسے آل انڈیا کانگریس کمیٹی میں پش کر دے۔ یہ چھوٹا سا ودھان دیش کے نام گاندھی جی کی آخری وصیت ہے اور اسکی ویاڈھا گاندھی جی کے پرمت بھکت شری ملظ علی سوختہ نے کی ہے جو گاندھی واد کو سمجھنے اور اپنانے والے دیش کے لئے لوگوں میں سے ایک ہیں۔

گاندھی واد کو سمجھنے کے لئے اسکا پڑھنا بہت ضروری ہے۔ 225 صفحے کی سندر چاد بلدی گاندھی کتاب کی قیمت صرف دو روپے۔

آج کے شہید

سپاڈک—شری رتن لال بلسل

ان بہادروں کی کہانیاں چلوں نے ودیشی حاکموں کی بھلائی پھوٹ کی آگ میں انسانیت کو بھسم ہوتے ہوئے ایک چھن کی بھی دیر نہ کی اور اُسے بچانے کی وھش میں اپنی جان قربان کر دی۔

ھر ایکتا پرمی کے پڑنے کی کتاب۔ قیمت صرف دو روپے۔

مسلم دیش بھکت

لوہک—شری رتن لال بلسل

اس مسلمان دیش بھکتوں کے جھن کا حال چلوں اپنی جان ہتھولی پر رکھکر ہندستان اور ودیشوں میں بے خوف بہارت مانا کو فلامی کی زنجیروں سے آزاد کرنے کی وھش کی۔ کتاب پڑے دلچسپ دھنگ سے لکھی گئی ہے۔ قیمت صرف ایک روپہ بارہ آنے۔

لوہک—شری رتن لال بلسل

145، سڈی گنگ، دھلا بھنگا۔

गीता और कुरान

लेखक—पंडित सुन्दरलाल

इस किताब के शुरू में दुनिया के सब बड़े बड़े धर्मों की एकता को दिखाया गया है और सब धर्मों की किताबों से हवाले दे दे कर मिलती जुलती बुनियादी सच्चाइयाँ को बयान किया गया है।

उसके बाद गीता के लिखे जाने के वक्त की इस देश की हालत, गीता के बड़प्पन और एक एक अध्याय को लेकर गीता की तालीम को बतलाया गया है।

आखिर में कुरान से पहले की अरब की हालत, कुरान के बड़प्पन और एक एक बात पर कुरान की तालीम को बयान किया गया है। इस में कुरान की पाँच सौ से ऊपर आयतों का लफ्फी तरजुमा दिया गया है। यह भी बताया गया है कि कुरान में जेहाद, आक्रबत, आखरत, जन्नत, जहन्नम, काफिर वगैरा किसे कहा गया है।

जो लोग सब धर्मों की एकता को समझना चाहें या हिन्दू धर्म और इस्लाम दोनों की इन दो अमर पुस्तकों की सच्ची जानकारी हासिल करना चाहें उन्हें इस किताब को जरूर पढ़ना चाहिये।

पौने तीन सौ सफे की सुन्दर जिल्द बँधी किताब की क्रीमत सिर्फ ढाई रुपया।

हिन्दू मुसलिम एकता

इस में वह चार लेखर जमा कर दिये गये हैं जो पंडित जी ने कन्सीलियेटरी बोर्ड ग्वालियर की दावत पर ग्वालियर में दिये थे।

सौ सफे की किताब। क्रीमत सिर्फ बारह आने।

महात्मा गांधी के बलिदान से सबक

लेखक—पंडित सुन्दरलाल

साम्प्रदायिकता यानी फिरकापरस्ती की बीमारी पर राजकाजी, मजदूरी और इतिहासी पहलू से विचार और उसका इलाज, जिसने आखिर में देश पिता महात्मा गांधी तक को हमारे बीच में न रहने दिया।

क्रीमत बारह आने।

मिलाने का पता—

‘समा हिन्दू’ 145, मुट्ठी गंज, इलाहाबाद।

किता और قرآن

لیکھک—پندت سندر لال

اس کتاب کے شروع میں دنیا کے سب بڑے بڑے دھرموں کی ایکٹا کو دہایا گیا ہے اور سب دھرموں کی کتابوں سے حوالے دے دے کر ممتی جلتی بلھادی سچائیوں کو بیان کیا گیا ہے۔

اسکے بعد گیتا کے لکھ جانے کے وقت کی اس دیس کی حالت گیتا کے بڑپن اور ایک ایک ادھمے کو لکھ گیتا کی تعلیم کو بتلایا گیا ہے۔

آخر میں قرآن سے پہلے کی عرب کی حالت قرآن کے بڑپن اور ایک ایک بات پر قرآن کی تعلیم کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں قرآن کی پانچ سو سے اوپر آیتوں کا لفظی ترجمہ دیا گیا ہے۔ یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ قرآن میں جہاد، عالمہ، آخرت، جنت، جہنم، کافر و فہرہ کسے کہا گیا ہے۔

جو لوگ سب دھرموں کی ایکٹا کو سمجھنا چاہیں یا ہندو دھرم اور اسلام دونوں کی ان دو امر پستکوں کی سچی جانکاری حاصل کرنا چاہیں انھیں اس کتاب کو ضرور پڑھنا چاہئے۔

پولے تین سو صفحہ کی سندر جلد ہلدھی کتاب کی قیمت صرف قعائی روپے۔

ہندو مسلم ایکٹا

اس میں وہ چار لکھتر جمع کر دئے گئے ہیں جو ملکیت جی نے کلسہائتری ہورت گوالیار کی دعوت پر گوالیار میں دئے تھے۔

سو صفحہ کی کتاب۔ قیمت صرف بارہ آئے۔

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبق

لیکھک—پندت سندر لال

سامہدایکتا یعنی فرقہ پرستی کی بیماری پر راج گچی، مٹھی اور اتھاسی پہلو سے وچار اور اسکا علاج جس نے آخر میں دیس پتا مہاتما گاندھی تک کو ہمارے بیچ میں نہ رہنے دیا۔

قیمت بارہ آئے۔

ملنے کا پتہ—

مہاتما گاندھی کی کتاب، 145، مٹھی گلی، لاہور۔

ہندوستانی کلتور سوسائٹی کی کتابیں

نیچے لکھی سب کتابیں ناگاری اور اردو دونوں
لکھاوتوں میں بکھری ہوئی ہیں۔ جو کتاب ایک ہی
لکھاوت میں چھپی ہے اس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔

دس روپے سے زیادہ دام کی کتابیں خریدنے والوں
اور بکسٹروں کو خاص رعایت دی جائیگی۔

ڈاک یا ریل جہاز ہر حال میں گاہک کے ذمہ ہوگا۔

بھارت کا ودھان

پورا ہندی انوراد

جو 26 جنوری سن 1950 سے سارے بھارت میں لگو ہوا۔

’بھارت میں انگریزی راج‘ کے لکھک پ۔ سندرلال
دوراد مول انگریزی سے انوراد۔

ہر بھارت واسی کا فرض ہے کہ جس ودھان کے ادھین
سودھین بھارت کا شاسن اس سے چل رہا ہے اسے اچھی
طرح سمجھ لے۔

یہی آپ آنے والے عام چناؤ میں جس پر بھارت
کا سارا بھیشیہ نرہر ہے، سمجھ کر حصہ لیتا چاہتے ہیں اور
آزاد بھارت میں اپنے ادھکار سمجھنا چاہتے ہیں تو ضروری
ہے کہ آپ اس دستک کو دھیان سے پڑھ لیں۔

آسانی کے لئے کتاب کے آخر میں ہندی سے انگریزی
اور انگریزی سے ہندی ساٹھ پلے کی شہد مالا دے دی
گئی ہے۔

بھارت کے ہر گھر میں اس دستک کا دھلا ضروری ہے۔

آسان ہامتاوڑہ بھاشا۔ رایل اٹھپےجی بکا ساہج۔
بک چار سو پلے۔ کپڑے کی سندر جلد۔ قیمت کھول
سارے سات روپے۔

بھارت کا ودھان

پورا ہندی انوراد

جو 26 جنوری سن 1950 سے سارے بھارت میں لگو ہوا۔

’بھارت میں انگریزی راج‘ کے لکھک پلڈت سندرلال
دوراد مول انگریزی سے انوراد۔

ہر بھارت واسی کا فرض ہے کہ جس ودھان کے ادھین
سودھین بھارت کا شاسن اس سے چل رہا ہے اسے اچھی
طرح سمجھ لے۔

یہی آپ آنے والے عام چناؤ میں جس پر بھارت
کا سارا بھیشیہ نرہر ہے، سمجھ کر حصہ لیتا چاہتے ہیں اور
آزاد بھارت میں اپنے ادھکار سمجھنا چاہتے ہیں تو ضروری
ہے کہ آپ اس دستک کو دھیان سے پڑھ لیں۔

آسانی کے لئے کتاب کے آخر میں ہندی سے انگریزی
اور انگریزی سے ہندی ساٹھ پلے کی شہد مالا دے دی
گئی ہے۔

بٹیک کرپوں من ناچ ہمارے جیسے دوسرے देशों को भी भेज सके, सारे देश के सदाचार को एक دم ऊपर उठा दिया, और देश भर के सरकारी नौकरों की रिश्वत खोरी को एक बीते जमाने की कहानी बना दिया, उस पड़ोसी लाल चीन या उसके असूलों से हमें किसी तरह का खतरा नहीं है.

यह सवाल इस समय कुछ मानी नहीं रखता कि निजी तौर पर टन्डन जी फिरकापरस्त हैं या नहीं और हैं तो किस दर्जे तक हैं. न इस सवाल के कुछ मानी हैं कि टन्डन जी का निजी मुकाबल अमरीका की तरफ कितना है या रूस की तरफ कितना. जिस कांग्रेस के टन्डन जी सदस्य हैं वह अपनी एलान की हुई पालीसी के मुताबिक कन्ट्रोल, बनस्पति धी या गाँव के धन्दों के मामले में भी टन्डन जी के साथ न चल रही है, न चलने का वादा करती है और न चल सकती है. सुरत बिल्कुल साफ है.

एक तरफ अमरीका की साम्राज्यी लालसा, अमरीकी चालें, देश की फिरका परस्त ताकतें, कुछ पूँजीपति और पुराने राजाओं और जागीरदारों का मिला जुला दल है, जिसकी कोशिशें अगर कामयाब हो गईं तो देश को जबरदस्त मुसीबतों और हो सकता है फिर एक बार राजकाजी गुलामी में से निकलना पड़े. दूसरी तरफ देश को किसी तरह इन सब खतरों से बचा ले जाने की कोशिश है, जिसकी सबसे ज़ियादा लगन और सबसे ज़ियादा क्राव-लियत महात्मा गांधी के बाद देश को जवाहरलाल में ही दिखाई देती है. और जवाहरलाल जी का पिछले चार बरस का रवैया साबित कर रहा है कि उन में यह क्रावलियत है.

हालत काफ़ी नाजुक है. हमारी बात अगर टन्डन जी के दिल में उतर सके तो हम नम्रता के साथ उनसे प्रार्थना करेंगे कि वह अपने चारों तरफ निगाह डालें, खुद अपनी शक्तियों और कमजोरियों को समझें और अपने इस वक्त के हालत आग्रह को छोड़कर देश की बाग पूरी तरह जवाहरलाल जी के हाथों में सौंपने में देशवासियों को खुशी खुशी मद्दद दें.

आल इंडिया कांग्रेस कमेटी या कांग्रेस क्या फैसला करेगी इससे हमें अधिक सम्बन्ध नहीं है. ज़ियादा बड़ा सवाल देश के फैसले का है, और इसमें ज़रा भी शक नहीं कि इस समय की संकट की हालत में देश का भला, देश की कैरियत और देश की सलामती इस में और केवल इसी में है कि कम से कम आइन्दा कुछ बरसों के लिये देश की बाग पूरी तरह से जवाहर लाल जी के हाथों में दे दी जाय.

31. 8. '51.

—सुन्दरलाल

بلکہ کروڑوں من ناچ ہمارے جیسے دوسرے دیسوں کو بھی بھیج سکتے۔ سارے دیس کے سداچار کو ایک دم اوپر اٹھادیا اور دیس بھر کو سرکاری نوکروں کی رشوت خوری کو ایک ہونے زمانے کی کہانی بنا دیا۔ اس پروسی لال چوں یا اس کے اصولوں سے ہمیں کسی طرح کا خطرہ نہیں ہے۔

یہ سوال اس سم کے کچھ معنی نہیں رکھتا کہ نجی طور پر ٹانڈن جی فرقہ پرست ہیں یا نہیں اور ہیں تو کس درجہ تک ہیں۔ نہ اس سوال کے کچھ معنی ہیں کہ ٹانڈن جی کا نجی جھکاؤ امریکہ کی طرف کتنا ہے یا روس کی طرف کتنا۔ جس کانگریس کے ٹانڈن جی صدر ہیں وہ اپنی اعلان کی ہوئی پالیسی کے مطابق کنٹرول پالیسی کی ہے یا گاؤں کے دھندوں کے معاملے میں بھی ٹانڈن جی کے ساتھ نہ چل رہی ہے، نہ چلے گی؟ وعدہ کرتی ہے اور نہ چل سکتی ہے. صورت بالکل صاف ہے.

ایک طرف امریکہ کی سامراجی لالسا، امریکی چالوں، دیس کی فرقہ پرست طاقتیں کچھ یونجی پٹی اور پرانے راجاؤں اور جائیدادوں کا ملا جلا دل ہے، جس کی کوششیں اگر کامیاب ہوئیں تو دیس کو زبردست مصیبتوں اور ہو سکتا ہے بعد ایک بار راج کچی غلامی میں سے نکلنا پڑے. دوسری طرف دیس کو کسی طرح ان سب خطروں سے بچانے کے لئے کوشش ہے، جس کی سب سے زیادہ لگن اور سب سے زیادہ قابلیت مہاتما گاندھی کے بعد دیس کو جواہر لال میں ہی دکھائی دیتی ہے. جواہر لال جی کا پچھلے چار برس کا رویہ ثابت کر رہا ہے کہ ان میں یہ قابلیت ہے.

حالت کافی نازک ہے. ہماری بات اگر ٹانڈن جی کے دل میں اتر سکے تو ہم نمرتا کے ساتھ ان سے ہواوتھلا کر کہیں کہ وہ اپنے چاروں طرف نگاہ ڈالیں، خود اپنی شکستوں اور کمزوریوں کو سمجھیں اور اپنے اس وقت کے غلط آراء کو چھوڑ کر دیس کی باگ پوری طرح جواہر لال جی کے ہاتھوں میں سونپ دے دیں جواہر لال جی کے ہاتھوں میں مدد نہیں.

آل انڈیا کانگریس کمیٹی یا کانگریس کیا فیصلہ کرے گی اس سے ہمیں ایسک سمبندھ نہیں ہے. زیادہ بڑا سوال دیس کے فیصلے کا ہے، اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اس سم کو سلطنت کی حالت میں دیس کا پہلا دیس کی خودمختاری اور دیس کی سلامتی اس میں اور گہرا لسی میں ہے کہ کم سے کم آئندہ کچھ برسوں کے لئے دیس کی باگ پوری طرح جواہر لال جی کے ہاتھوں میں دے دی جائے.

—سندر لال

31. 8. '51

میں ہیں۔ महात्मा गांधी نے देश کو اس خطرے سے ساफ ساफ
 راکھوں میں آگاہ کیا تھا۔ دوسری تارکات کوکھ سے राजाओं
 महाराजाओं की है जो जनता की इस वक्त की कमजोरियों
 और तकलीفों से फायदा उठा कर देश की नई एकता को
 तोड़ कर अपने अपने इलाकों में अपनी अपनी मनमानी
 हकूमतें फिर से कायम करना चाहते हैं۔ राश्ट्रीय संघ के
 बड़े से बड़े नेता कई बार साफ साफ कह चुके हैं कि
 हिन्दू पूंजीपतियों और हिन्दू राजाओं महाराजों को बदलना
 और फिर से कायम करना उनके खास ध्वेषों में से
 है۔ हालत जनवरी سن '48 से कहीं नाजुक बतलाई जाती
 है۔ यहाँ तक कि अगर जरूरत हो तो हथियारों की मदद से
 भी नेहरू सरकार को बदल देने की तयारियां सुनने में आ
 रही हैं। यह चारों तारकतें साफ साफ टन्डन जी और उनके
 दल के पीछे हैं, और जवाहरलाल के खिलाफ टंडन जी को
 पूरा पूरा बढ़ावा दे रही हैं।

टन्डन जी और जवाहरलाल का मामला शुरू हाते
 ही नागपुर से खबर आई थी कि संघ और महासभा दोनों
 ने देश भर में अपने आदमियों को यह गश्ती चिट्ठियां
 भेजी हैं कि जवाहरलाल जी के खिलाफ टन्डन जी को हर
 तरह से मदद दी जावे۔ नागपुर से श्री द्वारका प्रसाद मिश्र के
 कई बयान इस मामले को और भी साफ कर देते हैं। मिश्र
 जी ने रूस और अमरीका की लागडाट में अमरीका की
 तरफ साफ अपना झुकाव जाहिर किया है, रूसी या चीनी
 कम्युनिज्म को भारत के लिये सबसे बड़ा खतरा बताया
 है, अमरीकी ढंग की ब्रोकशाही के बचाव के लिये अपनी
 आवाज उठाई है, जवाहरलाल जी की विदेशी पालीसी को
 बह रालत और बरबाद करने वाली समझते हैं। पाकिस्तान
 की तरफ जवाहरलाल के रुख को बह पोच मानते हैं,
 उनकी राय है कि और कोई बात न सही तो पाकिस्तान के
 हिन्दुओं के बचाव के नाम पर ही हमें पाकिस्तान पर
 फौरन धावा बोल देना चाहिये, वरौरा, डाक्टर खरे ने भी
 मिश्र जी को उनके विचारों पर बधाई दी है। मिश्र जी अभी
 तक टन्डन जी के सबसे बड़े मददगार दिखाई दे रहे हैं।

यह सब बातें काफ़ी गहरी हैं। तफसीली बहस की
 यहां जरूरत नहीं। पाकिस्तान हो या कोई और देश हम
 दुनिया भर के साथ अमन से रहना चाहते हैं। हम जहाँ
 तक बन पड़े दुनिया की दलबन्धियों में पड़ना नहीं चाहते।
 और अगर भारत और किसी दूसरे देश में लड़ाई हो ही
 जावे तो देश मिश्र जी या उनके दल के मुकाबले में जवाहर
 लाल के हाथों में अपने को कहीं ब्रियादा सुरक्षित
 मानता है। भारत की जनता के सामने यह बात भी बिलकुल
 साफ है कि जिस लाल चीन ने दो बरस के अन्दर ही उस
 देश को जहाँ करोड़ों लोग नाज की कमी से मर रहे थे इस
 काबिल कर दिया कि वह न केवल अपना ही पेट पाले

मैंस हों۔ महاتما گاندھی نے دیس کو اس خطرے سے
 صاف صاف شدہوں میں آگاہ کیا تھا۔ دوسری طاقت
 کے لیے راجاؤں مہاراجاؤں کی ہے جو چلتا کی اس
 وقت کی کمزوریوں اور تکلیفوں سے فائدہ اٹھا کر دیس کی
 نئی ایکتا کو توڑ کر اپنے اپنے علاقوں میں اپنی اپنی من مانی
 حکومتیں پور سے قائم کرنا چاہتے ہیں۔ راشٹریہ سنگھ کے
 بڑے سے بڑے नेता کئی بار صاف صاف کہ چکے ہیں کہ
 ہندو یونیتی یعنی اور ہندو راجوں مہاراجوں کو بھانا
 اور پھر سے قائم کرنا ان کے خاص اڈیشن میں سے ہے۔
 حالت جلوری سن '48 سے کہیں نازک پہلائی جاتی
 ہے۔ یہاں تک کہ اگر ضرورت ہو تو ہتھیاروں کی مدد سے
 بھی نہرو سرکار کو بدل دینے کی تہاریاں سننے میں
 آرہی ہیں۔ یہ چاروں طاقتیں صاف صاف تلڈن جی اور
 ان کے دل کے پیچھے ہیں، اور جواہر لال کے خلاف تلڈن
 جی کو پورا پورا بڑھاوا دے رہی ہیں۔

تلڈن جی اور جواہر لال کا معاملہ شروع ہوتے ہی
 ناگپور سے خبر آئی تھی کہ سنگھ اور مہا سبھا دونوں نے
 دیس بھر میں اپنے آدمیوں کو یہ گشتی چٹھیاں بھیجی
 ہیں کہ جواہر لال جی کے خلاف تلڈن جی کو ہر طرح
 سے مدد دی جاوے۔ ناگپور سے ہی شری دوارکا پرساد مشر
 کے کئی بیان اس معاملے کو اور بھی صاف کر دیتے ہیں۔
 مشر جی نے روس اور امریکہ کی لاگ ذات میں امریکہ
 کی طرف صاف اپنا چھکاؤ ظاہر کیا ہے، روسی یا چینی
 کمونزم کو بھارت کے لئے سب سے بڑا خطرہ بتایا ہے، امریکی
 ڈھنگ کی لوک شاہی کے بچاؤ کے لئے اپنی آواز اٹھائی
 ہے، جواہر لال جی کی ویدیشی پالیسی کو وہ غلط
 اور برباد کرنے والی سمجھتے ہیں۔ پاکستان کی طرف
 جواہر لال کے رخ کو وہ پوچھ مانتے ہیں، ان کی رائے ہے کہ
 اور کوئی بات نہ سہی تو پاکستان کے ہندوؤں کے بچاؤ کے
 نام پر ہی ہمیں پاکستان پر فوراً دھاوا بول دینا چاہئے،
 وغیرہ۔ ڈاکٹر کھرے نے بھی مشر جی کو ان کے راجاروں پر
 بدعاشی دی ہے۔ مشر جی ابھی تک تلڈن جی کے سب
 سے بڑے مددگار دکھائی دے رہے ہیں۔

یہ سب باتیں کافی گہری ہیں۔ تفصیلی بحث کی
 یہاں ضرورت نہیں۔ پاکستان ہو یا کوئی اور دیس ہم
 انہا بھر کے ساتھ امن سے رہنا چاہتے ہیں۔ ہم جہاں
 کا بن پڑے دنیا کی دل بندیوں میں پڑنا نہیں چاہتے۔
 اگر بھارت اور کسی دوسرے دیس میں لڑائی ہو
 ناوے تو دیس مشر جی یا ان کے دل کے مقابلے میں
 جواہر لال کے ہاتھوں میں اپنے کو کہیں زیادہ سرکشت
 مانتا ہے۔ بھارت کی چلتا کے سامنے یہ بات بھی بالکل
 اف ہے کہ جس لال چان نے دو برس کے اندر ہی اس
 دیس کو جہاں کروڑوں لوگ ناچ کی کمی سے مر رہے
 تھے اس کا بل کر دیا کہ وہ نہ کہول اپنا ہی پھٹ پالے

راکشسیوں سے بھی ہے۔ لیکن سبالت کا راجکاجی یا مولکی پہلے اتنا بڑا ہے کہ اس کے سامنے راکشسیوں کا کرکٹ بہت ہی کم مانی رکھتا ہے۔

دونوں سے ہمارا پریشانی ایک پوڈی سے اوپر کا ہے۔ دونوں سے ہمارا غنیشٹ سمبندھ ہے۔ دونوں سے ہمیں پریم ہے۔ کچھ باتوں میں ہمارے بیچارے ٹنڈن جی سے ملتے ہیں جواہرلال جی سے نہیں۔ دوسری کچھ باتوں میں ہمارے بیچارے ٹنڈن جی کے مٹکاوتلے میں جواہر لال جی سے جیادہ ملتے ہیں۔ کچھ باتوں میں ہمارا دونوں سے متبہد ہے اور جادیر ہے بہت سی باتوں میں نہ ان دونوں کے بیچاروں میں کوئی خاص فرق ہے اور نہ ان کے اور ہمارے بیچاروں میں۔

میسال کے لیے کنٹرول، بنسپتی دہی اور گاؤں کے دوسرے دھندوں کے بارے میں ہمارے بیچارے جواہرلال جی کی نیسبت ٹنڈن جی سے جیادہ ملتے ہیں۔ اس طرح کے سبالتوں کا بھی اپنا مہتو ہے۔ لیکن اس سے کسی نازک حالت میں دیکھ کر کہیں زیادہ بڑے خطروں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ کنٹرول یا بنسپتی دہی جیسے سبالتوں کو دہا کوئی دیش سے سوائوں کو دیش کچھ دنوں کے بعد بھی حل کر سکتا ہے اور کرے گا لیکن جو زیادہ بڑے خطرات سامنے ہیں انہیں اگر ہم نے جلدی ہی حل نہ کیا یا ان کے معاملے میں ہم ذرا بوجھ کر تو کر رہے ہیں کہ ہم اپنے دیش اور آزادی دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

ہماری نئی آزادی کی چیزیں ابھی تک جملے نہیں پائوں۔ خاص کر امریکہ اور انگلستان کی راج کاجی اور مالی لاساؤں اور کوشدوں سے ہمیں ہر وقت ڈر لگا ہوا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ دیش کا بتوارا انہوں کوششوں کا نتیجہ تھا۔ دنیا کی سامراج پریمی طاقتیں ہوشہ سے اپنے مانتعت ملکوں یا کمزور ملکوں کے آپسی جھگڑوں خاص کر ان کی مذہبی گروہ بندیوں کو بھڑکاتی، بھڑکاتی اور ان سے فائدہ اٹھاتی رہی ہیں۔ آج بھی ہندستان میں ہو یا پاکستان میں، ہندو فرقہ پرستی ہو یا مسام فرقہ پرستی، دونوں کو امریکہ کے پوسے اور امریکہ اور انگلینڈ کے وعدوں سے کالی بھڑاوا مل رہا ہے۔ ہم یہاں ان چیزوں کی تفصیل میں جانا تھوک نہیں سمجھتے۔ ہندو مہا مہا اور راشٹریہ سویم سوک سنگھ کو امریکہ کی طرف سے بڑا ہارے دیئے جانے کی باتیں اخباروں میں آچکی ہیں اور وہ بے بے بھاد نہیں ہیں۔

ان کے ساتھ دو اور طاقتیں ہیں جو، جانے یا انجانے، ملک کی نئی آزادی کے خلاف اس گہری اور خطرناک سازش میں حصہ لے رہی ہیں۔ ایک دیش کے وہ پونجی پتی جو مہانا گاندھی کے بھوان کے بہت پہلے سے امریکی پونجی پتیوں کے ساتھ مل کر اور حصہ بٹا کر دیش کی کرروں چوس رہی چلتا کر اور ادھک چوسنے کی کوششوں

کوششوں سے بھی ہے۔ لیکن سوال کا راج کاجی یا ملکی پہلو اتنا بڑا ہے کہ اس کے سامنے ہندوستان کا فرق بہت ہی کم معلی رکھتا ہے۔

دونوں سے ہمارا پریم ایک پوڈی سے اوپر کا ہے۔ دونوں سے ہمارا غنیشٹ سمبندھ ہے۔ دونوں سے ہمیں پریم ہے۔ کچھ باتوں میں ہمارے بیچارے ٹنڈن جی سے ملتے ہیں جواہرلال جی سے نہیں۔ دوسری کچھ باتوں میں ہمارے بیچارے ٹنڈن جی کے مقابلے میں جواہر لال جی سے زیادہ ملتے ہیں۔ کچھ باتوں میں ہمارا دونوں سے متبہد ہے اور ظاہر ہے بہت سی باتوں میں نہ ان دونوں کے بیچاروں میں کوئی خاص فرق ہے اور نہ ان کے اور ہمارے بیچاروں میں۔

مثال کے لئے کنٹرول، بنسپتی دہی اور گاؤں کے دھندوں کے بارے میں ہمارے بیچارے جواہرلال جی کی نسبت ٹنڈن جی سے زیادہ ملتے ہیں۔ اس طرح کے سبالتوں کا بھی اپنا مہتو ہے۔ لیکن اس سے کسی نازک حالت میں دیکھ کر کہیں زیادہ بڑے خطروں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ کنٹرول یا بنسپتی دہی جیسے سبالتوں کو دیش سے سوائوں کو دیش کچھ دنوں کے بعد بھی حل کر سکتا ہے اور کرے گا لیکن جو زیادہ بڑے خطرات سامنے ہیں انہیں اگر ہم نے جلدی ہی حل نہ کیا یا ان کے معاملے میں ہم ذرا بوجھ کر تو کر رہے ہیں کہ ہم اپنے دیش اور آزادی دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

ہماری نئی آزادی کی چیزیں ابھی تک جملے نہیں پائوں۔ خاص کر امریکہ اور انگلستان کی راج کاجی اور مالی لاساؤں اور کوشدوں سے ہمیں ہر وقت ڈر لگا ہوا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ دیش کا بتوارا انہوں کوششوں کا نتیجہ تھا۔ دنیا کی سامراج پریمی طاقتیں ہوشہ سے اپنے مانتعت ملکوں یا کمزور ملکوں کے آپسی جھگڑوں خاص کر ان کی مذہبی گروہ بندیوں کو بھڑکاتی، بھڑکاتی اور ان سے فائدہ اٹھاتی رہی ہیں۔ آج بھی ہندستان میں ہو یا پاکستان میں، ہندو فرقہ پرستی ہو یا مسام فرقہ پرستی، دونوں کو امریکہ کے پوسے اور امریکہ اور انگلینڈ کے وعدوں سے کالی بھڑاوا مل رہا ہے۔ ہم یہاں ان چیزوں کی تفصیل میں جانا تھوک نہیں سمجھتے۔ ہندو مہا مہا اور راشٹریہ سویم سوک سنگھ کو امریکہ کی طرف سے بڑا ہارے دیئے جانے کی باتیں اخباروں میں آچکی ہیں اور وہ بے بے بھاد نہیں ہیں۔

ان کے ساتھ دو اور طاقتیں ہیں جو، جانے یا انجانے، ملک کی نئی آزادی کے خلاف اس گہری اور خطرناک سازش میں حصہ لے رہی ہیں۔ ایک دیش کے وہ پونجی پتی جو مہانا گاندھی کے بھوان کے بہت پہلے سے امریکی پونجی پتیوں کے ساتھ مل کر اور حصہ بٹا کر دیش کی کرروں چوس رہی چلتا کر اور ادھک چوسنے کی کوششوں

وہ جس کی جگہ یا تو مورتی سے خود بٹھانے کی سوجھ بیا کسی کو بٹھانے کی سوجھ بیا تھیک اسی طرح آج بھی مہرا دل جواہر لال جو میری نظر میں 'یعنی لاکھوں کروڑوں کی نظر میں' اُس کسوٹی پر کافی کھرا اُترنا معلوم ہوتا ہے جس کسوٹی پر گاندھی جی پرکھ گئے تھے کسی ایک یا دس برس کی نظر میں کھوتا چلچ سکتا ہے کسوٹی پر کھوتا پرکھا تو نہیں جاسکتا اور وہ یا وہ مورتی اس جگہ بٹھانے یا اُس جگہ کسی کو بٹھانے کی سوجھ بیا تو کیا یہ ویسا ہی کام نہ ہوگا جیسا گاندھی جی کے ساتھ ہوا !

”اس میں شک نہیں کہ سنگتوں ویکٹی سے ہوا ہوتا ہے۔ پر اصل میں سنگتوں دیکھنے کے لئے ہی ہوا ہوتا ہے اور بے جان تو ہوتا ہی ہے۔ اور بے جان کتلی بھی بڑی چوڑ کسی چوڑے سے چھوٹے جاسدار سے بڑی نہیں مانی جاسکتی۔ مکان کتلا ہی ہوا کیوں نہ ہو اُس کے ایک کونے میں آجائے والے آدمی سے ہرگز ہوا نہیں ہے۔ کانگریس کتلی ہی بڑی کیوں نہ ہو وہ سرکار کی اور ہر سنگتوں کی طرح بے جان مشین ہے۔ اسی لئے کانگریس بڑی نہیں۔ جواہر لال کانگریس سے بہت بڑے ہیں اور اگر تم سمجھ کر دیکھو تو جاسدار ہونے کے ناتے تم بھی کانگریس سے بڑے ہو۔ تم کانگریس سے بڑے ہو یہ بات بڑی آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے اگر تم اپنے آپ کو جواہر لال کی پوزیشن میں لے جا سکو اور جواہر لال کو اپنی پوزیشن میں لا سکو۔ کیا تم نے انہیں بار پارلیمنٹ کے مہم سے نہیں سنا کہ سرکار مشین ہوتی ہے اور وہ دیا اُترنا نہیں جانتی۔ اسی لئے سرکار کو سرکار کے ظالموں کی سزا نہیں دی جانی۔ میرے خیال میں مجھ (کانگریس) سے میری اصلیت سمجھ کر تمہاری تسلی ہوگئی ہوگی اور تمہیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ میں بڑی ہوتی ہوئی بھی اُن کاموں میں بڑی نہیں ہوں جن میں میں تم نے اپنا کوئی مطلب سیدھا کرنے کے لئے مجھ سے ہوا کرتا ہے۔“

— بھگوان دین

25-8-'51

25. 8. '51.

— بھگوان دین

جواہر لال اور تندن جی--

اس سے دیکھ کے سامنے سب سے بڑا سوال جواہر لال جی اور تندن جی کا آپسی کرک ہے۔ ہر ہر اور گاؤں گاؤں میں اس کا چرچا ہے۔ لاکھوں لوگوں کو ایسا لگتا ہے کہ اس سوال کے نہانے پر ہی ایک بڑے درجے تک ملک کی آگے کی قسمت کا فیصلہ ہے۔

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس سوال کا سمبندہ شخصیتوں سے نہیں کہول وچاروں یا آدرشوں سے ہے۔ شخصیتیں وچاروں اور آدرشوں سے بالکل الگ کر کے نہیں دیکھی جا سکتیں۔ اُس سوال کا سمبندہ دونوں کی

جواہر لال اور تندن جی--

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس سوال کا سمبندہ شخصیتوں سے نہیں کہول وچاروں یا آدرشوں سے ہے۔ شخصیتیں وچاروں اور آدرشوں سے بالکل الگ کر کے نہیں دیکھی جا سکتیں۔ اُس سوال کا سمبندہ دونوں کی

انہوں نے میری کیا گت بنا رکھی تھی اس کا حال تو میرے وہاں کے بھائیوں سے پوچھئے۔ ان کی ایک شاہی مہم تو مجھے آئے دن خون کے آنسو بہاتے پڑتے تھے، آئے دن سر کے بال نوچتے پڑتے تھے اور نہ جانے کیا کیا ہوگیا ہوتا تھا۔ مشر جی کا کہی مجھ سے پالا نہیں پڑا۔ وہ میری شکل صورت سے بالکل واقف نہیں۔ ہوں تو میرے بچے پر انہوں نے مجھ ماں کو کہی نہیں پہچانا۔ تھاکو شاہی کے ساتھ ہی وہ کہتے کودے مہم اسی کے ساتھ بڑے ہوئے مہم اسی سے انہوں نے بھاہ دچایا ہے، اسی کے ساتھ مل کر انہوں نے اپنی دھاک جمائی ہے۔ اور اسی تھاکو شاہی کو وہ لوک شاہی نام سے پکارتے ہیں کھونکہ جس لہجے میں وہ بولتے ہیں نہ وہ لوک شاہی کا لہجہ ہے اور جو کام وہ لوک شاہی کے نام پر کرنا چاہتے ہیں نہ وہ لوک شاہی کا کام ہے۔

”اچھا ہوتا اگر وہ لوک شاہ نہ بن کر تانا شاہ بن کر خدے ہوتے پر مشکیل تو یہی ہے کہ تانا شاہ کہتے نہیں ہوا کرتے، تانا شاہ تو میں اور صرف میں ہی کہتے تھا کرتی ہوں۔“

—بھگواندین

—بھگواندین

کانگریس بنام میشر جی—

کانگریس اگر بول سکتی ہوتی تو وہ اپنے مشر جی کو بڑے پھار سے یوں سمجھاتی—

”پیارے میشر، یہ تو تم بیلکول ٹیک کہتے ہو کہ میں نے نہرو سے بہت بڑی ہوں اور ہاں، میں تم سے تو بہت ہی بڑی ہوں اور اس وجہ سے میرا انوہو نہرو سے بہت بڑا اور تم سے تو بہت ہی بڑا ہے۔ مجھے اپنی زندگی کا حال نہرو اور تم سے کہیں زیادہ اور کہیں اچھا معلوم ہے۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میں کب چھوٹی تھی، کب بڑی ہوئی اور کب بڑی ہوتی ہوں اور کب چھوٹی ہو جاتی ہوں۔ میرا تمہارے صوبے ناگپور میں سن 20 میں آئی بڑی تھی جس کا کچھ ٹھکانہ نہیں۔ مگر مجھے بڑی کانگریسوں نے بہت کم قدر مانا۔ پر جب گندھی بابا نے مجھ کو دسویں ہزارو سے گھٹا کر چھ ہزار کی چھوٹی بنا دیا تب میں دسویں ہزارو سے کئی لاکھ لگا بڑی ہوئی اور تب کانگریز مجھ سے قدرے لگے۔ اصل میں میں بڑی چھوٹی لگتی سے نہیں ہوتی، اچھے سنگھتوں سے بھی نہیں ہوتی، بہت جوش سے بھی نہیں ہوتی میں تو بڑی ہوتی ہوں سچے، پکے اور میری ماں بھارت اور اُسکے سب بچوں کو ایک نظر سے اور پھار سے دیکھتے والے دلوں سے۔ پھر چاہے وہ دس پانچ ہی ہوں اور

کانگریس بنام مشر جی—

کانگریس اگر بول سکتی ہوتی تو وہ اپنے مشر جی کو بڑے پھار سے یوں سمجھاتی—

”پیارے مشر، یہ تو تم بالکل ٹھیک کہتے ہو کہ میں نے نہرو سے بہت بڑی ہوں اور ہاں، میں تم سے تو بہت ہی بڑی ہوں اور اس وجہ سے میرا انوہو نہرو سے بہت بڑا اور تم سے تو بہت ہی بڑا ہے۔ مجھے اپنی زندگی کا حال نہرو اور تم سے کہیں زیادہ اور کہیں اچھا معلوم ہے۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میں کب چھوٹی تھی، کب بڑی ہوئی اور کب بڑی ہوتی ہوں اور کب چھوٹی ہو جاتی ہوں۔ میرا تمہارے صوبے ناگپور میں سن 20 میں آئی بڑی تھی جس کا کچھ ٹھکانہ نہیں۔ مگر مجھے بڑی کانگریسوں نے بہت کم قدر مانا۔ پر جب گندھی بابا نے مجھ کو دسویں ہزارو سے گھٹا کر چھ ہزار کی چھوٹی بنا دیا تب میں دسویں ہزارو سے کئی لاکھ لگا بڑی ہوئی اور تب کانگریز مجھ سے قدرے لگے۔ اصل میں میں بڑی چھوٹی لگتی سے نہیں ہوتی، اچھے سنگھتوں سے بھی نہیں ہوتی، بہت جوش سے بھی نہیں ہوتی میں تو بڑی ہوتی ہوں سچے، پکے اور میری ماں بھارت اور اُسکے سب بچوں کو ایک نظر سے اور پھار سے دیکھتے والے دلوں سے۔ پھر چاہے وہ دس پانچ ہی ہوں اور

جواہر لال کی تاناشاہی میں میرے سب سے بڑے ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی، جین، پارسی جو برطانیہ کی چھوٹی لوکشاہی کے بھوکاوی میں آکر دل بہا رہے تھے خوشی خوشی کلمے مل رہے تھے، ساتھ ساتھ کہا یہ لیتے ہیں اور دن پر دن یہ امتیاز بڑھاتے جاتے ہیں کہ وہ سچے سچے ایک لوک شاہی کے کوکب جائے لال ہوں۔

”جواہر لال کی تاناشاہی میں میں باپ کی تاناشاہی کی طرح کھیل کود سکتی ہوں اگر ایسا کلو امریکی دھڑکتا ہے بھری لوک شاہی نے میرے بچوں کو بہکایا نہ دیتا۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ میرے بچے بہک کر مجھ سے بدنام کرتے ہیں، مجھے مار ڈالتے ہیں اور میرے مارنے کا بدلہ تاناشاہی کے سیر منڈ کر اسے شاہنشاہ بنانے کا سوا دے دیتے ہیں۔ تاناشاہ، لوکشاہی کا پیدا کیا ہوا ہوتا ہے۔ لوکشاہی اور تاناشاہ میں بڑی رشتہ ہوتا ہے جو پانی اور مچھلی میں۔ پانی کے سونے پر پانی میں کھڑے پڑنے پر (کیونکہ سونے میں یہی تو ہوتا ہے کہ کچھ پانی پانی وہ رہ جاتا ہے کچھ پانی کچھ کا روپ لے لیتا ہے کچھ پانی بہا پ بن جاتا ہے اور کچھ کدو ہی بہا پ جاتا ہے) جیسے مچھلی توبہ لگتی ہے ویسے ہی لوک شاہی میں پھوٹ پڑے پر تانا شاہ توبہ لگتا ہے اور لوک شاہی کا دم نکالنے سے پہلے ہی تانا شاہ کا دم نکل جاتا ہے۔ تانا شاہ لوک شاہی کی نفرت کی چیز بن کر ایک بل بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ وہ تو اس کے پریم کی مورتی بن کر ہی زندہ رہ سکتا ہے۔ جواہر لال تانا شاہ نہیں ہے۔ کوئی لوک شاہی نے اسے تانا شاہ کے آسن پر بیٹھا رکھا ہے۔ کوئی شہنشاہ تانا شاہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ دل سے تانا شاہ ہوتا ہے اور لوک شاہی کو یہ برداشت نہیں۔

”میں لوکشاہی ہوں پر میں سرسوتی کی طرح اپنا پتی ‘سرسوتا’ نہیں دہتی۔ میں کدواؤں ہی پودا ہوتی ہوں، کدواؤں ہی دھتی ہوں اور کدواؤں ہی مڑتی ہوں۔ جو آدمی لوک شاہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے وہ مہرا یعنی بلدا چھتا ہے۔ لوک شاہ اور لوک پتی ایک معنی دیتے ہیں۔ مجھ (لوک شاہی کو) کوئی لوک شاہ دھوکا نہیں دے سکتا۔ میں تانا شاہ کو صرف اس وجہ سے چاہتی ہوں کہ وہ مہرا بیٹھا ہوتا ہے پتی نہیں۔ میں ایک ملک کی اہلی ناری ہوں۔ میں وہ نہیں کرتی۔ مہرا کوئی پتی نہیں پر میں انکس پتروں والی ہوں۔ لوگ مسجود ہونے کو ہی مجھ ایلا سکتے ہیں۔ مجھ کو نہ ہونا کہنے کی ضرورت پڑتی ہے اور نہ بہتے جلتے کی۔

”میں ابھی میری دھڑائی دے کر ‘لوکشاہ’ بننا چاہتی ہوں، ابھی ابھی وہ مجھے پارلیمنٹری کمری سے بھی باہر نکال دیتا چاہتے ہیں۔ اور جہاں وہ کمر ملتی ہے وہاں

”جواہر لال کی تانا شاہی میں میرے سب سے بڑے ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی، جین، پارسی جو برطانیہ کی چھوٹی لوکشاہی کے بھوکاوی میں آکر دل بہا رہے تھے خوشی خوشی کلمے مل رہے تھے، ساتھ ساتھ کہا یہ لیتے ہیں اور دن پر دن یہ امتیاز بڑھاتے جاتے ہیں کہ وہ سچے سچے ایک لوک شاہی کے کوکب جائے لال ہوں۔

”جواہر لال کی تانا شاہی میں میں باپ کی تانا شاہی کی طرح کھیل کود سکتی ہوں اگر ایسا کلو امریکی دھڑکتا ہے بھری لوک شاہی نے میرے بچوں کو بہکایا نہ دیتا۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ میرے بچے بہک کر مجھ سے بدنام کرتے ہیں، مجھے مار ڈالتے ہیں اور میرے مارنے کا بدلہ تاناشاہی کے سیر منڈ کر اسے شاہنشاہ بنانے کا سوا دے دیتے ہیں۔ تاناشاہ، لوکشاہی کا پیدا کیا ہوا ہوتا ہے۔ لوکشاہی اور تاناشاہ میں بڑی رشتہ ہوتا ہے جو پانی اور مچھلی میں۔ پانی کے سونے پر پانی میں کھڑے پڑنے پر (کیونکہ سونے میں یہی تو ہوتا ہے کہ کچھ پانی پانی وہ رہ جاتا ہے کچھ پانی کچھ کا روپ لے لیتا ہے کچھ پانی بہا پ بن جاتا ہے اور کچھ کدو ہی بہا پ جاتا ہے) جیسے مچھلی توبہ لگتی ہے ویسے ہی لوک شاہی میں پھوٹ پڑے پر تانا شاہ توبہ لگتا ہے اور لوک شاہی کا دم نکالنے سے پہلے ہی تانا شاہ کا دم نکل جاتا ہے۔ تانا شاہ لوک شاہی کی نفرت کی چیز بن کر ایک بل بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ وہ تو اس کے پریم کی مورتی بن کر ہی زندہ رہ سکتا ہے۔ جواہر لال تانا شاہ نہیں ہے۔ کوئی لوک شاہی نے اسے تانا شاہ کے آسن پر بیٹھا رکھا ہے۔ کوئی شہنشاہ تانا شاہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ دل سے تانا شاہ ہوتا ہے اور لوک شاہی کو یہ برداشت نہیں۔

”میں لوک شاہی ہوں پر میں سرسوتی کی طرح اپنا پتی ‘سرسوتا’ نہیں دہتی۔ میں کدواؤں ہی پودا ہوتی ہوں، کدواؤں ہی دھتی ہوں اور کدواؤں ہی مڑتی ہوں۔ جو آدمی لوک شاہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے وہ مہرا یعنی بلدا چھتا ہے۔ لوک شاہ اور لوک پتی ایک معنی دیتے ہیں۔ مجھ (لوک شاہی کو) کوئی لوک شاہ دھوکا نہیں دے سکتا۔ میں تانا شاہ کو صرف اس وجہ سے چاہتی ہوں کہ وہ مہرا بیٹھا ہوتا ہے پتی نہیں۔ میں ایک ملک کی اہلی ناری ہوں۔ میں وہ نہیں کرتی۔ مہرا کوئی پتی نہیں پر میں انکس پتروں والی ہوں۔ لوگ مسجود ہونے کو ہی مجھ ایلا سکتے ہیں۔ مجھ کو نہ ہونا کہنے کی ضرورت پڑتی ہے اور نہ بہتے جلتے کی۔

”میرا جی میری دھڑائی دے کر ‘لوک شاہ’ بلدا چاہتے ہیں، ابھی ابھی وہ مجھے پارلیمنٹری کمری سے بھی باہر نکال دیتا چاہتے ہیں۔ اور جہاں وہ کمر ملتی ہے وہاں

में दाखिल होती हैं तो मेरा जी थूकने पर उतार होने पर भी थूकने की बात सोचना बन्द कर देता है क्योंकि वहां किसी सरकार का 'थूको मत' का साइनबोर्ड लगा हुआ मैं नहीं पाती. वहां मुझे बिलकुल यह नहीं मालूम होता कि मैं किसी दूसरे की हुकूमत के नीचे हूँ. वहां मुझे बिलकुल अपना राज मालूम होता है. इसलिये वहां मैं थूकने को सिर्फ बेअदबी ही नहीं समझती गुनाह भी समझती हूँ.

"गांधी जी कहूँ या बापू! नहीं, बापू ही ठीक रहेगा. बापू की तानाशाही में, या बापू की तानाशाही में से, मैं उस हिन्दुस्तान में जहां मैं एक दिन मर चुकी थी, फिर पैदा हुई. बापू की तानाशाही में मैं फलों फूलों, भूली, खेती और घरों में बन्द माँ, बहनों और बेटियों को अपने साथ खुले मैदान में खेलने के लिये ले आई. बापू की तानाशाही में मैंने खाद और कीच को चन्दन चूरे, स्नो और क्रिम से आ मिलाया. खाद से मांटे मांटे फल पैदा होते रहे हैं और कीच से कमल खिलते रहे हैं. यह तो सभी जानते थे. पर बापू की तानाशाही में मेरी मारकत लोग यह भी जान गए कि खाद और कीच इतने प्यारे भी हैं कि उन्हें चन्दन चूरे, स्नो और क्रिम की तरह अपनाया जाय. जिनकी परछाई से लोग गन्दे हो जाते थे उनके स्पर्श से बापू की तानाशाही में लोग पवित्र होने लगे. बापू की तानाशाही में माँ आमना कुरन को गोद खिलाने लगीं और जसोदा मैया मुहम्मद को दूध पिलाने लगीं. बापू की तानाशाही में मैं इसती ही नहीं थी, मेरा दिल उमड़ कर मेरी दोनों आँखों से प्रेम की गंगा और जमना बह निकलता था, जब मैं सबके मुँह से 'सत्त श्री अकाल' और 'अल्लाहो-अकबर' के नारे एक साथ निकलते सुनती थी. बापू कुछ हिन्दुस्तानियों और दुनिया के और लोगों की नजर में भी भते हा तानाशाह रहे हाँ, मेरी नजर में तो वह ऐसे ही थे जैसे गंगुआ तेली, कलुआ धोबी, चसीटा चमार, खूबी मेहतर और अंगना कन्जर.

"हाँ! जवाहर लाल की तानाशाही में, मैं खुद खेल नहीं पाती. मैं कड़कहा भी नहीं लगा सकती. पर हँस लेती हूँ, मुस्करा लेती हूँ, खुश रह लेती हूँ और हर तरह अमरीका, अरतानिया और फ्राँस से कहीं ज़ियादा अच्छी रह लेती हूँ. जवाहर लाल की तानाशाही में साइन्सदां ऐसे बन्द नहीं रखे जाते जैसे काफूर. जवाहर लाल की तानाशाही में समझदार किसी बात पर राय जाहिर करने से इतने नहीं रोके जाते जितने मेरे नाम से मराहूर रुस में. जवाहर लाल की तानाशाही में ब्राह्मन लड़की को अन्त्यज लड़के से विवाह करके भी हिन्दुस्तान के प्रधान बज़ीर का आशीर्वाद मिलता है. और अन्त्यज लड़का भी ब्राह्मन की लड़की से शादी करके आशीर्वाद से महसूस नहीं रह पाता.

मैंने दाखल होनी थी तो मेरा जी थूकने पर उतार होने पर भी थूकने की बात सोचना बन्द कर देता है. वहां मुझे बिलकुल यह नहीं मालूम होता कि मैं किसी दूसरे की हुकूमत के नीचे हूँ. वहां मुझे बिलकुल अपना राज मालूम होता है. इसलिये वहां मैं थूकने को सिर्फ बेअदबी ही नहीं समझती गुनाह भी समझती हूँ.

"कहूँ या बापू! नहीं, बापू ही ठीक रहेगा. बापू की तानाशाही में, या बापू की तानाशाही में से, मैं उस हिन्दुस्तान में जहां मैं एक दिन मर चुकी थी, फिर पैदा हुई. बापू की तानाशाही में मैं फलों फूलों, भूली, खेती और घरों में बन्द माँ, बहनों और बेटियों को अपने साथ खुले मैदान में खेलने के लिये ले आई. बापू की तानाशाही में मैंने खाद और कीच को चन्दन चूरे, स्नो और क्रिम से आ मिलाया. खाद से मांटे मांटे फल पैदा होते रहे हैं और कीच से कमल खिलते रहे हैं. यह तो सभी जानते थे. पर बापू की तानाशाही में मेरी मारकत लोग यह भी जान गए कि खाद और कीच इतने प्यारे भी हैं कि उन्हें चन्दन चूरे, स्नो और क्रिम की तरह अपनाया जाय. जिनकी परछाई से लोग गन्दे हो जाते थे उनके स्पर्श से बापू की तानाशाही में लोग पवित्र होने लगे. बापू की तानाशाही में माँ आमना कुरन को गोद खिलाने लगीं और जसोदा मैया मुहम्मद को दूध पिलाने लगीं. बापू की तानाशाही में मैं इसती ही नहीं थी, मेरा दिल उमड़ कर मेरी दोनों आँखों से प्रेम की गंगा और जमना बह निकलता था, जब मैं सबके मुँह से 'सत्त श्री अकाल' और 'अल्लाहो-अकबर' के नारे एक साथ निकलते सुनती थी. बापू कुछ हिन्दुस्तानियों और दुनिया के और लोगों की नजर में भी भते हा तानाशाह रहे हाँ, मेरी नजर में तो वह ऐसे ही थे जैसे गंगुआ तेली, कलुआ धोबी, चसीटा चमार, खूबी मेहतर और अंगना कन्जर.

جائے جب وہ ادا کرنے کے قابل ہو۔ اگر اس وقت ہرجانا شروع ہو گیا تو وہ اتنا کمزور ہو جائے گا کہ اپنا معمولی بچاؤ بھی نہ کر سکے گا۔ اور یہ حالت ایسی خطرناک ہوگی کہ کسی وقت بھی دوسری لڑائی کو جملہ دے سکتی ہے۔

ہندوستان کی رائے میں اصلی پرانی ہے جاپان کی ہاگ دوسرے کے ہاتھ میں رہنا۔ یہ نہیں ہونا چاہئے۔ اس کے بعد نہ تو جاپان کو اس وقت اتنا بڑھایا جائے کہ وہ چاہے جب دوسرے کے اشارے یا معمولی مدد سے کسی پر حملے کی بات سمجھے اور نہ اتنا کمزور رکھا جائے کہ کوئی بھی پڑوسی ملک اُسے کچھ دنوں میں ہی پورے ماتحت کرنے کی بات سوچے۔

اس صلحنامے پر روس، لال چین، ہندوستان اور ایشیا کے دوسرے देश अगर दसखत नहीं करते तो यह सुलहनामा न रहकर सुलहनामे کا مजाک ہی رہے گا۔

—بھگواندین

لوکشاہی بنام تاناشاہی—

اگر لوک شاہی کے زبان ہوتی اور وہ بول سکتی تو وہ یہ کہتی—

”میں نہ روس میں ہوں نہ چین میں۔ امریکہ اور برطانیہ میں تو جہنم بھرتی کے قانون کی وجہ سے میرے ہاؤں میں کوسہ جم سکتے ہیں۔ میں یورپ کے کسی ملک میں نہیں ہوں۔ ہاں، سویٹزرلینڈ کی پہاڑیوں میں میرا کچھ بڑا ہوا جاتا ہے۔ ایشیا کے اور ملکوں میں بھی میرا من نہیں لگ پاتا۔ جدوت گاندھی کے ہندوستان کی بات میں پھر ہونگی، پر گاندھی کے بعد کے ہندوستان میں تو پھر میری کہیں جگہ نہ رہ گئی۔ میں لوک شاہی ہوں، نہ میں شہنشاہی کے ہی ساتھ رہ سکتی ہوں، نہ میں پریسڈنٹ شاہی کے ساتھ رہ سکتی ہوں۔ تانا شاہی میں اگر تانا شاہ سچ مچ اپنے دل کا شاہ بھی ہو تو وہاں میں رہنے بول سکتی ہوں۔ پر ایسے تانا شاہ کو تو کوئی ملک آسانی سے جملہ نہیں دیتا۔ اس لئے تانا شاہی کے ساتھ بھی میرا نباہ نہیں ہو سکتا۔ اصل میں میرا نباہ کسی دوسری شاہی کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ سرکار اور لوک شاہی ایسے ہی بے مہل ہیں جیسے اندھوا اور اچالا۔“

”میرا (لوکشاہی کا) مزاج اس طرح کا بنا ہوا ہے کہ میں جب ریل کے قیہ میں بیٹھتی ہوں تو بڑی شانت ہوتی ہوں۔ پر جب ریل کے قیہ میں ’ٹھکو مت‘ کا ساؤنڈ ہوتا ہے تو میرا دل پٹ جاتا ہے، اور اسی کے ساتھ میرا پٹ پٹنے لگتا ہے۔ میرا جی متلا اٹتا ہے۔ پر جب میں کسی ’مسجد‘، ’گرجا‘، ’گروہا‘

ہندوستان کی رائے میں اصلی پرانی ہے جاپان کی ہاگ دوسرے کے ہاتھ میں رہنا۔ یہ نہیں ہونا چاہئے۔ اس کے بعد نہ تو جاپان کو اس وقت اتنا بڑھایا جائے کہ وہ چاہے جب دوسرے کے اشارے یا معمولی مدد سے کسی پر حملے کی بات سمجھے اور نہ اتنا کمزور رکھا جائے کہ کوئی بھی پڑوسی ملک اُسے کچھ دنوں میں ہی پورے ماتحت کرنے کی بات سوچے۔

اس صلحنامے پر روس، لال چین، ہندوستان اور ایشیا کے دوسرے देश अगर दसखत नहीं करते तो यह सुलहनामा न रहकर सुलहनामे का मजाک ہی رہے گا۔

—بھگواندین

لوک شاہی بنام تانا شاہی—

اگر لوک شاہی کے زبان ہوتی اور وہ بول سکتی تو وہ یہ کہتی—

”میں نہ روس میں ہوں نہ چین میں۔ امریکہ اور برطانیہ میں تو جہنم بھرتی کے قانون کی وجہ سے میرے ہاؤں میں کوسہ جم سکتے ہیں۔ میں یورپ کے کسی ملک میں نہیں ہوں۔ ہاں، سویٹزرلینڈ کی پہاڑیوں میں میرا کچھ بڑا ہوا جاتا ہے۔ ایشیا کے اور ملکوں میں بھی میرا من نہیں لگ پاتا۔ جدوت گاندھی کے ہندوستان کی بات میں پھر ہونگی، پر گاندھی کے بعد کے ہندوستان میں تو پھر میری کہیں جگہ نہ رہ گئی۔ میں لوک شاہی ہوں، نہ میں شہنشاہی کے ہی ساتھ رہ سکتی ہوں، نہ میں پریسڈنٹ شاہی کے ساتھ رہ سکتی ہوں۔ تانا شاہی میں اگر تانا شاہ سچ مچ اپنے دل کا شاہ بھی ہو تو وہاں میں رہنے بول سکتی ہوں۔ پر ایسے تانا شاہ کو تو کوئی ملک آسانی سے جملہ نہیں دیتا۔ اس لئے تانا شاہی کے ساتھ بھی میرا نباہ نہیں ہو سکتا۔ اصل میں میرا نباہ کسی دوسری شاہی کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ سرکار اور لوک شاہی ایسے ہی بے مہل ہیں جیسے اندھوا اور اچالا۔“

”میرا (لوک شاہی کا) مزاج اس طرح کا بنا ہوا ہے کہ میں جب ریل کے قیہ میں بیٹھتی ہوں تو بڑی شانت ہوتی ہوں۔ پر جب ریل کے قیہ میں ’ٹھکو مت‘ کا ساؤنڈ ہوتا ہے تو میرا دل پٹ جاتا ہے، اور اسی کے ساتھ میرا پٹ پٹنے لگتا ہے۔ میرا جی متلا اٹتا ہے۔ پر جب میں کسی ’مسجد‘، ’گرجا‘، ’گروہا‘

اس سولہ نامے کے زیرِ سنا '43 کے کاہیرا اور سنا '45 کے یاٹا اور پوٹسڈم اعلانوں کے زور ہر تال فیری جا رہی ہے جنکی رو سے جاپان کا ان جزیروں پر کوئی ہک نہیں رہ جاتا یا جو اسنے ہڈیا لیتے یے اور جن کی رو سے کوریا ہر طرح سے آزاد دھنا چاہئے تھا اور جن کی رو سے چین کو اس کے چھوٹے حصے جاپانوں سے واپس مل جائے چاہئے تھے۔ انہیں اعلانوں کی رو سے دکھلی سکالہن اور کورائل ٹاپو روس کے ہاتھ میں ہونے چاہئے تھے۔ انہیں اعلانوں کی شرطوں کی رو سے جاپان آج بے ہتھیار والا ہونا چاہئے تھا۔ پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جاپانوں نے ان اعلانوں کو اس طرح برباد کیا ہے کہ ان کی یاد تک امریکہ اور برطانیہ کو نہیں رہ گئی۔ تبھی تو یہ نیا جاپانی مصلحانہ جاپان کو اپنے ہاتھوں تلوار طیلچوں سے لوس کر رہا ہے۔

اس نئے جاپانی مصلحانہ کی خاص خاص شرطیں یہ ہیں :

(1) جاپان کی حد بندی ۔

(2) جاپان کو پھر سے ہتھیاروں سے لوس کرنا ۔

(3) جاپان سے ہر جانا وصول کرنا ۔

(4) جاپان میں امریکی فوج کا بنا دھنا ۔ اور

(5) فارموسا کی کیا حالت رہے گی ؟

ان سب شرطوں پر یو ۔ این ۔ او ۔ میں شامل ملکوں میں مت بھوہ ہے ۔

ہندستان ان شرطوں کو تھک نہیں سمجھتا جو فارموسا کے بارے میں کی گئی ہیں ۔ وہ جاپان سے اس وقت ہر جانا وصول کرنے کے بھی خلاف ہے اور یہ تو وہ مرکز پسند نہیں کرتا کہ جاپان کی زمین پر دوسرے ملک کی فوجیں چھائی رہیں ۔

ہم نہیں سمجھتے جاپان بھی اس شرط پر کہ اس کے ملک میں دوسرے ملک کی فوجیں ہلی رہیں کھسے دانی ہو سکتا ہے ۔

معلوم ہوا ہے اس مصلحانہ کی رو سے جاپان کے دھو اور ہونٹ ٹاپو کسی دوسرے ملک کی دیکھ بھال میں رہیں گے ۔ اس کے تو صاف یہ معلیٰ ہیں کہ جاپانی جاپان کے مالک رہتے ہوئے بھی ملکیت کے معاملے میں دوسرے ملک سے دیے رہیں گے ۔

ایسٹا کے ملک تو یہ چاہتے ہیں کہ فارموسا کا ٹاپو اس چھٹی سرکار کو واپس کر دیا جائے جو اس وقت سارے چین پر قابض ہے پھر وہ سرکار چاہے کسی بھی طرح کی کہیں نہ ہو ۔

ہر جانا وصول کرنے کے بارے میں ہندستان کی یہ رائے ہے کہ جاپان سے ہر جانا اسی وقت وصول کیا

اس نپ جاپانی سولہ نامے کی خاص خاص شرطیں یہ ہیں :

(1) جاپان کی حد بندی ۔

(2) جاپان کو فیر سے ہڈیاروں سے لئس کرنا ۔

(3) جاپان سے ہرجانا وصول کرنا ۔

(4) جاپان میں امریکی فوج کا بنا رہنا ۔ اور

(5) فارموسا کی کیا حالت رہے گی ؟

ان سب شرطوں پر یو ۔ این ۔ او ۔ میں شامل ملکوں میں مت بھوہ ہے ۔

ہندوستان ان شرطوں کو ٹیک نہیں سمجھتا جو فارموسا کے بارے میں کی گئی ہیں ۔ وہ جاپان سے اس وقت ہر جانا وصول کرنے کے بھی خلاف ہے اور یہ تو وہ مرکز پسند نہیں کرتا کہ جاپان کی زمین پر دوسرے ملک کی فوجیں چھائی رہیں ۔

ہم نہیں سمجھتے جاپان بھی اس شرط پر کہ اس کے ملک میں دوسرے ملک کی فوجیں ہلی رہیں کھسے دانی ہو سکتا ہے ۔

معلوم ہوا ہے اس مصلحانہ کی رو سے جاپان کے ریکیو اور ہونٹ ٹاپو کسی دوسرے ملک کی دیکھ بھال میں رہیں گے ۔ اس کے تو صاف یہ معلیٰ ہیں کہ جاپانی جاپان کے مالک رہتے ہوئے بھی ملکیت کے معاملے میں دوسرے ملک سے دیے رہیں گے ۔

ایسٹا کے ملک تو یہ چاہتے ہیں کہ فارموسا کا ٹاپو اس چھٹی سرکار کو واپس کر دیا جائے جو اس وقت سارے چین پر قابض ہے پھر وہ سرکار چاہے کسی بھی طرح کی کہیں نہ ہو ۔

ہر جانا وصول کرنے کے بارے میں ہندوستان کی یہ رائے ہے کہ جاپان سے ہر جانا اسی وقت وصول کیا

گیا کی انڈونیشیا جیسا بڑا بڑا اور برما جیسا نیا بھارت ملک ہر طرح کے ہتھیاروں سے اس جاپان سے اپنا بچاؤ کیسے کریں گے۔

اس جاپانی سولہ نامہ میں تو ہم یہی پاتے ہیں کہ امریکا جاپانی شاہد کی مکتبوں کے خط کو لے کر اور اپنے اور جاپان کے بیچ میں پھونکا کر دے کر کے خود مکتبوں کا تماشہ دیکھا چاہتا ہے۔

جس نے جاپانی اتھاس ہر سر سری نظر بھی ڈالی ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ جاپان نے پچھلے چھ سالوں سے سوائے اس کے کچھ ہی کیا ہے کہ وہ اپنے پڑوسوں پر آنے دن زبردستی کرتا رہے۔ یہ کس کو نہیں معلوم کہ جاپان کے پاس نہ کھانے کے لئے کافی ناچ ہے اور نہ تن ڈھکے کے لئے کافی روٹی اور نہ بڑھتی ہوئی اولاد کے لئے کافی جگہ۔ ایسی حالت میں وہ ادھر کی طرف بڑھ رہے کہ سے کم سے کم خطرہ ہو۔

یہ کسے نہیں معلوم کہ جاپان ہرسوں کوریا اور فارس کا مالک رہ چکا ہے، روس میں زار شاہی کا مقابلہ کر کے اس کو دھکا پہنچا چکا ہے اور چین کے ایک حصے پر بھی ہرسوں قابض رہ چکا ہے۔ پھر اس مصلحت سے ان سب باتوں کی روک تھام کا کوئی انتظام نہ ہونے سے کیا یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ امریکا جاپان کو ہم ہمارے دشمنوں پر بھیجتا چاہتا ہے۔

کس کو نہیں معلوم کہ جاپان اور یورپ کے اور امریکا اور امریکا بھی اس وقت صرف تماشہ دیکھا کرے جب جاپان چین پر زبردستی کر رہا تھا۔ جب تک ہرل ہاربر پر جاپان کا حملہ نہ ہوا جو سن 1941 کی بات ہے تب تک کیا امریکا میدان میں کودا؟ صرف تب ہی امریکا نے جاپان کو سب سے بڑا مجرم مانا۔ اور کہا امریکا کو یہ نہیں معلوم کہ وہ سو برس پہلے جاپان سے لڑکر جاپان کو نہیں ہرا سکتا تھا اگر اس نے ایتم ہم نے ناجائز استعمال کو جائز مان کر جاپانوں پر نہ گرایا ہوتا۔ امریکا یاد رکھ اس نے جاپان کو دھرم یدہ میں نہیں جھینسا ادم یدہ میں جھینسا۔ اگر کشتی میں کٹا اور نوجوان ادم یدہ تو پچھلی لڑائی میں کس کا استعمال ادم یدہ رہتے ہوئے ایتم ہم کا استعمال ادم یدہ ہی رہے گا۔ ہمیں یاد ہے کہ اس وقت ایک عیسائی پادری نے امریکا کے ایتم ہم گرانے کے کام کو ادم یدہ کہا تھا۔ پر وہی تو ستون پر مشہور کی آواز تھی۔ خبر، ان سب باتوں کو چھوڑئے۔ ہم تو یہی کہیں گے کہ امریکا جان بوجھ کر یہ بھول کر رہا ہے اور سمجھ میں نہیں آتا کہوں کر رہا ہے۔

سولہنامے میں سولہ کی جگہ لکھا ہے کہ بیج ہی دیکھا دیتے ہیں اور یہی حال برما اور انڈونیشیا کا ہے۔

آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ جو ہر طرح سے امریکی گٹ میں ہیں وہ تک گھبرائے ہوئے ہیں کہ یہ جاپان کو ہتھیاروں سے لیس کر کے کیا کیا جا رہا ہے۔ مگر یہ کہ پر شانت مہاساگر کے سارے ملک صلحنامے کے اس مسودے کو ہر طرح سے لڑائی نامہ مانتے ہیں۔

سنا ہے کہ آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ اس پر دسخط کر رہے ہیں۔ تب تو ہم یہی کہیں گے کہ لڑنے کے لیے ان کے ہتھیاروں کو ہٹا دیا جائے۔ لیکن وہ مرنے نہیں چاہتے اور مرنے سے بچنے کا حجتا جتنی بھی یہ سوچا ہے کہ وہ دونوں مل کر امریکہ کے ساتھ جاپانی صلحنامے پر دسخط کرنے سے پہلے امریکہ کے ساتھ ایک صلحنامہ اور کر لیں۔ یہ چال تو ان کی تھیک ہے، پر یہ اس بات کی گارنٹی نہیں ہے کہ دوسری لڑائی نہیں ہوگی۔

کتنے مہینے کی بات ہے کہ امریکہ مرنے والا ہے کہ وہ اسے سرکس کا شیر بدلتے دے گا۔ اور اندر اندر یہ بھی دیتا ہے کہ مجھ نہیں وہی شہر یہ امریکہ نہیں تو کہیں نیوزی لینڈ یا آسٹریلیا پر نہ چڑھ جائے۔ کہونکہ انہوں نے یہ خوب معلوم ہے کہ جاپانی شہر کا برسوں سے آسٹریلیا پر دانت رہا ہے۔ جب امریکہ کو خود اس صلحنامے میں لڑائی دکھائی دیتی ہے تو انڈونیشیا، برما اور ہندوستان کو وہی چار دکھائی دے، اس میں اچرج کیا۔

اس صلحنامے پر دسخط ہو جانے کے بعد اگر ایشیا کے ہندوستان، برما اور انڈونیشیا جو اسے ملک دسخط کرنے سے رہ جاتے ہیں تو ان کو اس کے موافق کیا چارہ جائے گا کہ وہ یا تو کسی دوسرے گٹ سے ملیں یا یہ امریکہ کے ساتھ ویسا ہی صلح نامہ کریں جیسا آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کرنے جارہے ہیں اور یہ اچھے پڑوسی دریں اور چھوٹے دشمن بنائیں۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کیا جا سکتا کہ جاپانی شہر آسٹریلیا کی طرف رخ نہ کر کے پچھم یا اتر پچھم کی طرف رخ کرے اور چھانگ کے ساتھ ساتھ لگتے کر کے جاپانی سمندر کو لنگھنے کی سوچنے لگے، تو یہ دوسری لڑائی شروع ہوگی اور پرشانت ساگر کا امن خطرے میں پڑ جائے گا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ امریکہ یہ سب خطرہ کیوں مول لے رہا ہے۔ کیا اس کے پاس ایسی ہتھیاروں اور ایسی بم کا اثنا قہور لگ گیا ہے کہ جو اسے چھوٹے نہیں دیتا۔

اس صلحنامے کے مسودے میں یہ کہیں نہیں سوچا

کے لیے مرنے کی بات ہے کہ امریکہ مرنے والا ہے کہ وہ اسے سرکس کا شیر بدلتے دے گا۔ اور اندر اندر یہ بھی دیتا ہے کہ مجھ نہیں وہی شہر یہ امریکہ نہیں تو کہیں نیوزی لینڈ یا آسٹریلیا پر نہ چڑھ جائے۔ کہونکہ انہوں نے یہ خوب معلوم ہے کہ جاپانی شہر کا برسوں سے آسٹریلیا پر دانت رہا ہے۔ جب امریکہ کو خود اس صلحنامے میں لڑائی دکھائی دیتی ہے تو انڈونیشیا، برما اور ہندوستان کو وہی چار دکھائی دے، اس میں اچرج کیا۔

اس صلحنامے پر دسخط ہو جانے کے بعد اگر ایشیا کے ہندوستان، برما اور انڈونیشیا جو اسے ملک دسخط کرنے سے رہ جاتے ہیں تو ان کو اس کے موافق کیا چارہ جائے گا کہ وہ یا تو کسی دوسرے گٹ سے ملیں یا یہ امریکہ کے ساتھ ویسا ہی صلح نامہ کریں جیسا آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کرنے جارہے ہیں اور یہ اچھے پڑوسی دریں اور چھوٹے دشمن بنائیں۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کیا جا سکتا کہ جاپانی شہر آسٹریلیا کی طرف رخ نہ کر کے پچھم یا اتر پچھم کی طرف رخ کرے اور چھانگ کے ساتھ ساتھ لگتے کر کے جاپانی سمندر کو لنگھنے کی سوچنے لگے، تو یہ دوسری لڑائی شروع ہوگی اور پرشانت ساگر کا امن خطرے میں پڑ جائے گا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ امریکہ یہ سب خطرہ کیوں مول لے رہا ہے۔ کیا اس کے پاس ایسی ہتھیاروں اور ایسی بم کا اثنا قہور لگ گیا ہے کہ جو اسے چھوٹے نہیں دیتا۔

اس صلحنامے پر دسخط ہو جانے کے بعد اگر ایشیا کے ہندوستان، برما اور انڈونیشیا جو اسے ملک دسخط کرنے سے رہ جاتے ہیں تو ان کو اس کے موافق کیا چارہ جائے گا کہ وہ یا تو کسی دوسرے گٹ سے ملیں یا یہ امریکہ کے ساتھ ویسا ہی صلح نامہ کریں جیسا آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کرنے جارہے ہیں اور یہ اچھے پڑوسی دریں اور چھوٹے دشمن بنائیں۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کیا جا سکتا کہ جاپانی شہر آسٹریلیا کی طرف رخ نہ کر کے پچھم یا اتر پچھم کی طرف رخ کرے اور چھانگ کے ساتھ ساتھ لگتے کر کے جاپانی سمندر کو لنگھنے کی سوچنے لگے، تو یہ دوسری لڑائی شروع ہوگی اور پرشانت ساگر کا امن خطرے میں پڑ جائے گا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ امریکہ یہ سب خطرہ کیوں مول لے رہا ہے۔ کیا اس کے پاس ایسی ہتھیاروں اور ایسی بم کا اثنا قہور لگ گیا ہے کہ جو اسے چھوٹے نہیں دیتا۔

اس صلحنامے پر دسخط ہو جانے کے بعد اگر ایشیا کے ہندوستان، برما اور انڈونیشیا جو اسے ملک دسخط کرنے سے رہ جاتے ہیں تو ان کو اس کے موافق کیا چارہ جائے گا کہ وہ یا تو کسی دوسرے گٹ سے ملیں یا یہ امریکہ کے ساتھ ویسا ہی صلح نامہ کریں جیسا آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کرنے جارہے ہیں اور یہ اچھے پڑوسی دریں اور چھوٹے دشمن بنائیں۔

اس صلحنامے کے مسودے میں یہ کہیں نہیں سوچا

ہماری راز

جاپانی سولہنامہ-

اس سولہنامے کا نام 'جاپانی سولہنامہ' دھوکے کا نام ہے۔ اس میں دکھاوا ہی دکھاوا ہے۔ صلح کی اصلیت نام کو بھی نہیں ہے۔ اس کا اگر ہم نام رکھیں تو وہ ہو سکتا ہے 'پریشانیت مہاساگری لڑائی نامہ' اس سولہنامے میں اُس یو۔ این۔ او۔ نے جو آج امریکہ کے ہاتھ میں کھول رہی ہے تیسری لڑائی کا ایسا بھیج بودیا ہے جس میں بہت جلدی کئے یہوتیں کہ اور جلدی ہی پہل لگ جائیں گے۔ اس سولہنامے میں صلح لکھنے کے لئے جاپان کے پوزی لال چھن کے ماوتسے تونگ کو بلوا تک نہیں دیا تھا۔ اور امریکہ کے ہاتھ میں کھلملے والے چھانگ کے ملہ پر پتی باندھ دی گئی ہے۔ دھوکا دینے کے دوسرے ملک وہ سب جہاں تک ہمیں پتہ چلا ہے اس سولہنامے کو پسند نہیں کرتے اور ایشیا کے ملکوں کی پسندگی تو اس نے لکھے بے حد ضروری تھی۔ پر نہ جانے اس نے بے حد ضروری کو یو۔ این۔ او۔ نے بے حد کی حد لکھ کر صرف بے ضروری کہیں سمجھا۔

امریکہ اور انگریز دونوں مل کر اس سولہنامے کے تماشے کو ستمبر کے پہلے ہفتے میں سان فرانسسکو میں دیکھنے والے ہوں اور بڑی آن بان سے دیکھنے والے ہوں کیونکہ روس اس کے مسودے کے ایک دم خلاف ہے۔ جو جو ملک اس سولہنامے پر دستخط کریں گے ان کے بارے میں ہماری یہ رائے ہے کہ یا تو وہ امریکہ سے دب کر دستخط کر رہے ہیں یا ان کے بازو لڑائی کے لئے اتنے پھڑک رہے ہیں کہ وہ تیسری لڑائی میں اپنے کرتب دکھانے کی تہزی سے راہ دیکھ رہے ہیں۔

ہندوستان اور ممالکوں میں چاہے گندھی کا دیش نہ بھی رہا ہو پر دنیا میں سچے سچے مصلحتوں میں شانتی بٹائی دیکھنے میں وہ سو فوضی اور پوری ایمانداری سے گندھی کا دیش بنا ہوا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ جاپان کے کافی پاس ہے اور اُس کا جاپان سے سیکڑوں برس سے کلچری سمبندھ بھی رہا ہے۔ اتنا ہی نہیں وہ جاپان کی سامراجی وادی کیونچوں سے ہی پوری طرح واقف ہے۔ اُس کو بھی اس

جاپانی صلح نامہ--

اس سولہنامے کا نام 'جاپانی صلحنامہ' دھوکے کا نام ہے۔ اس میں دکھاوا ہی دکھاوا ہے۔ صلح کی اصلیت نام کو بھی نہیں ہے۔ اس کا اگر ہم نام رکھیں تو وہ ہو سکتا ہے 'پریشانیت مہاساگری لڑائی نامہ' اس سولہنامے میں اُس یو۔ این۔ او۔ نے جو آج امریکہ کے ہاتھ میں کھول رہی ہے تیسری لڑائی کا ایسا بھیج بودیا ہے جس میں بہت جلدی کئے یہوتیں کہ اور جلدی ہی پہل لگ جائیں گے۔ اس سولہنامے میں صلح لکھنے کے لئے جاپان کے پوزی لال چھن کے ماوتسے تونگ کو بلوا تک نہیں دیا تھا۔ اور امریکہ کے ہاتھ میں کھلملے والے چھانگ کے ملہ پر پتی باندھ دی گئی ہے۔ دھوکا دینے کے دوسرے ملک وہ سب جہاں تک ہمیں پتہ چلا ہے اس سولہنامے کو پسند نہیں کرتے اور ایشیا کے ملکوں کی پسندگی تو اس نے لکھے بے حد ضروری تھی۔ پر نہ جانے اس نے بے حد ضروری کو یو۔ این۔ او۔ نے بے حد کی حد لکھ کر صرف بے ضروری کہیں سمجھا۔

امریکہ اور انگریز دونوں مل کر اس سولہنامے کے تماشے کو ستمبر کے پہلے ہفتے میں سان فرانسسکو میں دیکھنے والے ہوں اور بڑی آن بان سے دیکھنے والے ہوں کیونکہ روس اس کے مسودے کے ایک دم خلاف ہے۔ جو جو ملک اس سولہنامے پر دستخط کریں گے ان کے بارے میں ہماری یہ رائے ہے کہ یا تو وہ امریکہ سے دب کر دستخط کر رہے ہیں یا ان کے بازو لڑائی کے لئے اتنے پھڑک رہے ہیں کہ وہ تیسری لڑائی میں اپنے کرتب دکھانے کی تہزی سے راہ دیکھ رہے ہیں۔

ہندوستان اور ممالکوں میں چاہے گندھی کا دیش نہ بھی رہا ہو پر دنیا میں سچے سچے مصلحتوں میں شانتی بٹائی دیکھنے میں وہ سو فوضی اور پوری ایمانداری سے گندھی کا دیش بنا ہوا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ جاپان کے کافی پاس ہے اور اُس کا جاپان سے سیکڑوں برس سے کلچری سمبندھ بھی رہا ہے۔ اتنا ہی نہیں وہ جاپان کی سامراجی وادی کیونچوں سے ہی پوری طرح واقف ہے۔ اُس کو بھی اس

دیس بیدار کی خبریں

(اگست 1951)

1. مارکو کے اخبار "پرودا" میں انگریز منسٹر ماری سن کا چار وسماچار کی آزادی پر ایک لکھ اور اس کا جواب چھپا۔ لوک مائے ملک کی ایکٹوسویں برسی۔ وردھا میں گندھی وچار پریشد قائم ہوئی۔
2. ترومین چار پارلمنٹ یوجنا کے مطابق ہلدستان میں امریکی کارخانے کھلنے کا فیصلہ۔ پاکستانی بڑے وزیر کا ہل کسی شرط ہلدستان آنے سے انکار۔
3. تھل کے مسئلے پر ایران سے بات کرنے کے لئے استوائس مشن لندن سے روانہ۔ درہنگا ضلع میں زبردست بارش۔
4. کوسانگ کی بات چیت بھیج میں ہی اٹک گئی۔ پرجا پارٹی کی کونسل نے کنٹرول ہٹانے کے موافق تھاپو پاس کیا۔
5. پلڈت جواہر لال کا پاکستان کو جواب۔
6. تھران میں انگلینڈ اور ایران کے بھیج بات چیت شروع۔ نئی دلی میں راج پتی نے پارلمنٹ کا نیا اجلاس کھولا۔
7. روسی سوویت کے صدر کا رشو شانتی کے لئے امریکی راجپتی کو خط۔ کوسانگ کی بات چیت پھر سے شروع کرنے کے لئے امریکی جنرل رچرے کی شرطیں۔
8. آسام کا کچھ حصہ بھوٹان کو دے دینے کا بل پارلمنٹ میں پاس۔ سرکار کے پاس چاول کی کمی — اناج منسٹر کا اعلان۔
9. مصر کو برٹن مصر صا ح نامہ پر اعتراض۔ ہلدستان کے اٹک چلوا 3 جنوری سے 24 جنوری تک ہوئے۔ ریلوے والوں نے ہوتال فی الحال نہیں کرنے کا فیصلہ کیا۔
10. پلڈت جواہر لال نے کانگریس ورکنگ کمیٹی اور سنٹرل کانگریسی پارلمنٹری بورڈ سے استیفا دے دیا۔
11. مولانا آزاد کا ورکنگ کمیٹی سے استعفیٰ۔ دلی میں ورکنگ کمیٹی کی بھتھک شروع۔
12. پاکستان سرکار پختونستان کے لوگوں کو اپنا جلم جات حق لہنے سے نہیں روک سکتی — افغانی راج دوت کا اعلان۔
13. دلی میں ورکنگ کمیٹی کی بھتھک جاری۔
14. نپال کے راجہ دلی بھوٹچے۔
15. کانگریس صدر نے کہا کہ پلڈت جواہر لال کا استعفیٰ کل ہلد کانگریس کمیٹی کی ایک خاص مہلتک میں پیش کیا جائے گا۔ ہلدستان کے مسلمانوں کا پاکستان کی کشمیر پالیسی پر ڈاکٹر براہم کو مہمورینڈم۔
16. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
17. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
18. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
19. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
20. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
21. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
22. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
23. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
24. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
25. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
26. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
27. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
28. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
29. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
30. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
31. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
32. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
33. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
34. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
35. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
36. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
37. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
38. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
39. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
40. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
41. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
42. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
43. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
44. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
45. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
46. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
47. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
48. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
49. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
50. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
51. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
52. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
53. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
54. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
55. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
56. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
57. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
58. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
59. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
60. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
61. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
62. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
63. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
64. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
65. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
66. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
67. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
68. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
69. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
70. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
71. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
72. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
73. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
74. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
75. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
76. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
77. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
78. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
79. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
80. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
81. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
82. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
83. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
84. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
85. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
86. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
87. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
88. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
89. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
90. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
91. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
92. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
93. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
94. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
95. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
96. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
97. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
98. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
99. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔
100. جگہ جگہ آزادی کا دن منایا گیا۔

نیکالنے والے—بدرشا سبھ ویا تاملناڈ راجا
اور سبھوہیہ پربارناکشیپم، تیرپور (دکشین ہارت)،
سکے 112؛ دام—چوہہ آنے۔

جب ہمارے پاس یہ کتاب آئی تو ہم حیرت میں رہ گئے کہ یہ چوہہ اب تک کہوں نہیں نکلی تھی۔ طرح طرح کے مسئلوں پر مہاتما گاندھی کے چاروں کو جمع کر کے کتابیں نکل چکی ہیں لیکن کھادی پر جو اُن کی خاص ایجاد تھی، اب تک ندارد! اس لئے جاجو جی کا ہم سب پر بڑا احسان ہے کہ انہوں نے مصاحفہ کر کے یہ چوہہ تیار کی اور دنیا کے آگے رکھ دی۔

کتاب کے بارے میں کچھ بھی کہنا سوجھ کو دیکھ دیکھنا ہے۔ ہاپو کے جو لکھے یا اسپیچیں اس میں جمع کی گئی ہیں اُن میں وہ جان ہے، وہ آگ ہے، وہ سچائی ہے کہ ہر کسی کو — اگر اس نے پہلے سے ہی اس کے خلاف میں کوئی رائے نہ بھائی ہو — ماننا پڑے گا کہ چرخے ارد کھادی کی ہلدستان کو ضرورت ہے، جتنی آزاد ہونے کے لئے ہمیں اس سے کہیں زیادہ آزادی پانے کے بعد ہے۔ کھادی کے پہلے پر ہی ہمارے دیہاتی دھندے پلھوں کے ہمارے دیہات پلھوں کے، ہلدستان پلھوں کا ورنہ سب کا ہلکا دھار ہونے والا ہے، کوئی طاقت نہیں بچا سکتی۔

ہاپو میں، ہلدستان میں یا انسانی سماج میں جیسے ذرا بھی دلچسپی ہے اُس نے اگر یہ کتاب نہیں پڑھی تو ہم کہیں گے کہ کچھ نہیں پڑھا۔ چوہہ آنے میں یہ کتاب بہت سستی ہے۔

—سوریش رامبائی

—سوریش رامبائی

چرخے کی تاتوک میمانسا

نیکالنے والے—منتری، بدرشا سبھ، سبھا پرام، وڈھا۔
سکے—72، دام ایک روپیا۔

یہ کتاب 'انڈیولوجی آف دی چرخہ' کا ہلدی انوواد ہے۔ منتری، بدرشا سبھ سے اتنی بھتی ضرور ہے کہ کہ اگلی بار جب اسے چھوڑا تو اس کی بولی سب کی بولی جھسی کر دیں تاکہ ہر کوئی اسے آسانی سے سمجھ سکے۔

—سوریش رامبائی

—سوریش رامبائی

کھری کھتے ہیں، سبھی کھتے ہیں، بے شک کھتے ہیں۔ کھتے ہیں اس کتاب کے شروع میں ہی بتایا ہے کہ سماج کو روز کی زندگی کے لحاظ سے پانچ حصوں میں بانٹا جا سکتا ہے — مار کھاؤ (چھوٹا شہر جیسے)، لکھڑے (بلوچ جیسے)، چٹاگن (چوہا جیسے)، گروہ بلد (شہد کی مکھی جیسے) اور سوک (ماں جیسے)۔ یہی پانچ قسمیں حکومتوں، راہتوں میں بھی ملتی ہیں۔ یونٹوں، پتوں کو جو خود کوئی مصیبت نہ کرے دوسروں کا پہنچا چوستے ہیں وہ مار کھاؤ درجہ میں گنتے ہیں، نوکر پوشہ کو لکھڑوں میں، کسانوں کو چٹاگن میں، سربست دوس کو چوتھے میں، سوہا والا درجہ وہ ہے جس کی طرف گندھی جی نے ہمارا دھیان کھینچا اور جس کی خاطر انہوں نے کام کیا۔ سبھت کا اصلی نپ ہی یہی ہے کہ ہم مار کھاؤ اور لکھڑے پن سے اس حد تک سوہا کی طرف ہڑے۔

ڈاکٹر کمارپا نے بہت ہی سندر ہنگ سے سترے اور جھینسا کے آدھار پر سماج کے آئینہ اور نئیک ڈائیک کی تفسیر دی ہے جس میں انسان کو اپنے نیچے وکس کا پورا موقع ملے گا اور وہ مشین کا ایک نکما پرزہ نہ رہ کر سماج کا ایک جاندار حصہ بنے گا جس کی سواوں کے صلہ میں سماج اسے پالتا پھرتا ہے۔ یہی خاص چھڑ ہے جو سماج واد، سامیہ واد، سامراج واد، نازی واد وغیرہ کو ایک طرف اور گندھی واد کو دوسری طرف الگ کر دیتی ہے۔ اگر سچے سکھ اور شانتی کی انسان کو تمنا ہے تو اس راستے پر اسے چلنا ہوگا۔

خوشی کی بات ہے کہ اس کتاب میں جو آرٹھک تجویز ڈاکٹر کمارپا نے پیش کی ہے اسی کو عمل میں لانے کے لئے وہ ردھا نگر سے بیس میل دور ایک دیہات میں جا کر بیٹھ گئے ہیں اور کھیتی و غیرہ سب چیزوں کے پرہیز اپنے تھلک سے انہوں نے شروع کر دیئے ہیں۔

کتاب بہت ہی پھاری ہے اور پڑھنے والے کے من کو ہر لہتی ہے۔ ہمارے دیہی بہاشاؤں میں اس کا انوراد ضرور کیا جانا چاہیے۔

—سورہا رامماہی

—سربش رامبھائی

دی آئیڈیالوجی آف دی چرخہ

(مہاتما گاندھی کے سوانح پر کچھ لکھن
اور سپیچوں کا संगھ)

مترجم—ماہی جی کورن واس جاجو

لیکھناؤ—بمبارہ جی

دی آئیڈیالوجی آف دی چرخہ

(مہاتما گاندھی کے سوانح پر کچھ لکھن
اور سپیچوں کا संगھ)

مترجم—ماہی جی کورن واس جاجو

لیکھناؤ—بمبارہ جی

میکھتے، ان کے دل کا حال پوچھتے اور شام کو پراگھٹا
میں ایک پرچن دیتے تھے۔ رات کو آرام کر صبح ۱۰
نکل پڑتے۔

اپنے پرچنوں میں ونوبا جی نے سرورڈے، کھیتی،
کلمہ، آدیوگ، ہمدن، شہر دیہات، قدرتی علاج، سہوگ،
کھدر، ہاتھ چکی، جن سہوا وغیرہ پر روشنی ڈالی ہے اور
دل میں گہر کر جانے والی باتیں کہی ہیں۔ مثال
کے طور پر مادل آباد ضلع کے نمل گانوں کا پرچن
لکھتے۔ اس میں انہوں نے کہا کہ ”ہمارے
کھیت میں طرح طرح کے نکلے جہاز آئے ہوئے تھے
ان کے کٹنے کا جو کام ہوا اسی کا نام سوراج تھا۔ اب
سوراج پانے کے بعد اس کھیت میں محنت کرنا ہے اور
ہونا ہے۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگوں کا یہی خیال ہے
کہ اب تو کٹنے کا کام ہے۔ یہ بالکل غلط خیال ہے۔ تو
وہ جو کھیتی میں محنت کر کے فصل لگانا ہے اسی کا نام ہے
سرورڈے۔“ کتے سہدے سادے لفظوں میں کتنی بڑی
ہمت ونوبا جی نے کہ دی! اسی طرح کے انمول دلوں سے
یہ کتاب بھری ہوئی ہے۔ ونوبا جی کی سادگی، شادمانہ اور
بے لاگ زندگی، ان کے دل کی تپ کی، ان کی پہلی اور
دور درشنی نگاہ کی، ان کے کہنے اور ٹھنڈے دماغ کی جھلک
پوچھنے والے پر اثر ڈالے ہلا نہیں رہ سکتی۔ یہ کتاب پوچھنے
سمجھنے اور عمل کرنے کی چیز ہے۔

تھائی سرورڈے کے قریب کی کتاب کا نام صرف ہوس
آئے دیکھ بھارت جن میں مہا منقل، وردھا نے ایک بڑا بھاری
اچھا کیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ ونوبا جی کی دوسری
کتابیں اور اس طرح کا اور ساہتہ بھی اسی طریقے سے
نکل کر سچے جن سہوا کرتے دھلکے۔

— سریش رام بھائی

ڈاڑھ سب سرفوں کے کڑیاب کی کتاب کا نام سرفی بیس
آئے رکھ کر بھارت جن میں مہا منقل، وردھا نے ایک بڑا بھاری
اچھا کیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ ونوبا جی کی دوسری
کتابیں اور اس طرح کا اور ساہتہ بھی اسی طریقے سے
نکل کر سچے جن سہوا کرتے دھلکے۔

— سuresh Ram Bhai

گانڈھین ایکو نامک تھات

لکھنے والے — ڈاکٹر جے. سی. کمار پتا;

نکالنے والے — بڑا پتا، نمبر 2.

لیکھاوت — انگریزی؛ صفحہ — 72؛ نام — سبھا رپا.

بمبئی یونیورسٹی کے ’سکول آف ایکو نامکس پینڈ
ہوشیاریا جی‘ کے ڈائریکٹر، مشہور اترہ شاستری پروفیسر سی.
پن. پنا. وکیل کی نگرانی میں ’لائبریری آف
ہندوستان ایکو نامکس‘ نام سے کتابوں کی ایک مالا
نکال رہی ہے۔ یہ کتاب اس مالا کا پہلا کھل ہے۔

پراموخیوگ اور ہسی یا گانڈھادی اترہ شاستری کے اترہ شاستری
بھارت ہونے کے نام سے ڈاکٹر جے. سی. کمار پتا کے نام سے
ہر اور بیہرہ کے لوگ اچھی طرح واقف ہیں۔ وہ ہات

گانڈھین ایکو نامک تھات

لکھنے والے — ڈاکٹر جے. سی. کمار پتا;

نکالنے والے — ورا ایڈیٹو، بمبئی 2.

لکھاوت — انگریزی؛ صفحہ — 72؛ نام — سبھا رپا.

بمبئی یونیورسٹی کے ’سکول آف ایکو نامکس ایڈیٹ
سوشل جی‘ کے ڈائریکٹر، مشہور اترہ شاستری پروفیسر سی.
پن. پنا. وکیل کی نگرانی میں ’لائبریری آف انڈین ایکو نامکس‘
نام سے کتابوں کی ایک مالا نکال رہی ہے۔ یہ کتاب اس
مالا کا پہلا کھل ہے۔

گرم آدیوگ اور دیسی یا گندھی وادی اترہ شاستری کے
بھارت ہونے کے نام سے ڈاکٹر جے. سی. کمار پتا کے نام سے
دیسی اور ویدی کے لوگ اچھی طرح واقف ہیں۔ وہ ہات

لیئے یا بیٹھے ہوا دل کو بھرنے کے لیے وہ آنکھ پھیلانے لگے۔
 دماغ میں نہ جانے کھوں بیٹھ گیا تھا کہ کالے لوگوں پر
 شوکت دکھا کر اثر قائم رکھا جاسکتا ہے۔ آنکھ
 کو اور شان شوکت دکھا کر انگریز ہندوستان پر راج
 چاہتے تھے۔ سامراج کی دیوار کو جات بھڑ، رنگ
 اور بے جا ابھیمان مضبوط کرتے تھے۔ جو انگریز ہوں
 آج کی سہوا کے لیے انگلینڈ سے آتا تھا وہ انہیں شرابیوں
 دمست یہاں آتا تھا۔ سامراج کی یہ شرابیوں قبیلا
 کو بددمست نہیں کر پائیں۔ اس کا دل مزدوروں کے
 دھوکے میں ہے۔ وہ ایک انگریز اور ایک کالے ہندوستانی
 فرق نہیں کرتا۔ مزدوروں کی اس کے دل میں عزت
 ان سے ہمدردی رکھتا ہے۔ قبیلا ہوتا کو دوسرے انگریز
 سمجھتے تھے۔ مزدوروں سے ہمدردی رکھنے کے
 لیے ایسی پریکٹک کو چھوڑنا پڑا، سول سروس چھوڑنی
 چاہئے بنگال کی ڈاکٹری چھوڑنی پڑی۔ لیکن وہ خواہش
 اس نے دکھ سہا تھا پھرتوں کے لیے، مانوتا کے لیے۔
 ناول گنگو نامی کسان کی کہانی ہے اور اس کہانی کا
 دیگی ملت کی کولی کھانڈ گنگو کی موت پر ہوتا
 گنگو اصل میں ہندوستان کے کسان سماج کا نمائندہ
 اس ناول میں انگریزی سامراج سے پیدا ہونے والی
 بھانوں اور چرتوں کا چکر سندر قہلک سے کھا گیا ہے۔
 بی سامراج کی لوٹ کھسوٹ اور ظلم کی سچی کہانی
 بھان، ایک کولی، اپنے بچوں میں سمیٹ کر ویدیہی جلدنا
 گئی ہے اور انہیں ہمارا ہمدرد بنایا ہے۔

—محبوب دھوی

—سُجیو ریجیو

سर्वोदय यात्रा

लिखने वाले—आचार्य विनोबा भावे.

निकालने वाले—भारत जैन महामण्डल, वर्धा.

लिखावट—नागरी, सफे 161; दाम सबा रुपया.

यह किताब उन फूलों का हार है जो रोष शाम को प्रार्थना
 के बाद विनोबा जी की बानी से बरसते थे. उन दिनों जब
 कि वह वर्धा से हैदराबाद तक की तीन सौ मील से ऊपर
 की यात्रा पैदल पूरी कर रहे थे. यह यात्रा 8 मार्च 1951
 से शुरू होकर 7 अप्रैल को खत्म हुई, यह यात्रा मध्य प्रदेश
 के वर्धा और यवतमाल जिलों के गांवों में होकर निजाम की
 रियासत हैदराबाद, आदिलाबाद, निजामाबाद, मेदक
 और हैदराबाद जिलों के गांवों में हुई. विनोबा जी रोष
 सवेरे साढ़े चार पाँच बजे निकल जाते थे, दस-बारह-सत्रह
 मील चल कर एक गांव में ठहर जाते, वहां के लोगों से

وودے یا ترا

لکھنے والے — آچارہ ونوبا भावे .

نکالنے والے — بھارت جہن مہا مغلّال، وردھا .

لکھاوت — ناگری، صفحے 161؛ دام سوا روپیہ .

یہ کتاب ان پھولوں کا ہار ہے جو روزِ شام کو پرورائے
 مد ونوبا جی کی بانی سے برستے تھے . ان دنوں جب
 وہ وردھا سے حیدرآباد تک کی تین سو مہل سے اوپر
 باترا پیدل پوری کر رہے تھے . یہ یا ترا 8 مارچ 1951
 شروع ہو کر 7 اپریل کو ختم ہوئی . یہ یا ترا مدھیہ
 میں کے وردھا اور بھت مال ضلعوں کے گاؤں میں ہو
 طام کی ریاست حیدرآباد کے عادل آباد، نظام آباد،
 ک اور حیدرآباد ضلعوں کے گاؤں میں ہوئی . ونوبا
 روز سیرے ساڑھے چار یا تیرے بعد نکل جاتے تھے، دس بارہ
 مہل چل کر ایک گاؤں میں ٹھہر جاتے، وہاں کے لوگوں سے

دو پتیاں، ایک کلتی

لکھنے والے—ڈاکٹر سُرکاراج آنانند؛ لکھاؤ—
ناگری، صفحہ 277؛ تیسرا—چار روپے پتلیج آئے۔

نکالنے والے—چیتنا پراساد لکھنوی، آغا خان روڈ،
دہلی۔

دش سے جیواکھشیدہ میں ڈاکٹر سُرکاراج آنانند
اپنی رचनाؤں کے لیے مشہور ہیں۔ ان کی رचनाؤں
भाषा में होती हैं। डॉक्टर आनंद का पहला नावेल 'कुली'
का तरजुमा लगभग सभी योरोपी भाषाओं में हो चुका है।
'दो पतियाँ, एक कली' भी अंगरेजी भाषा में है। इस का
अनुवाद श्री श्यामू सन्यासी ने किया है। अनुवाद में बहाव
और भाषा की स्वाभाविकता दोनों हैं। जमींदारों के जुल्म
और साहूकारों की लूट से परेशान होकर किसान मजदूर
बनने पर मजबूर हो जाता है। हिन्दुस्तान में अंगरेजी
साम्राजवादियों को यहां का कच्चा माल लूटना था, उन्हें
सस्ते मजदूरों की जरूरत थी। इसी लूट खसोट, जुल्म
जियादती और इन से पैदा होने वाले क्रूरता असरों का
चित्रन इस नावेल में किया गया है।

होशियर पुर गांव के गंगू नामी किसान की जायदाद
पर साहूकार कब्जा जमा लेता है। जमीन का मोह उसे
मजदूरी कर के अपनी जमीन वापस लेने का आदेश देता
है। उसी गांव के एक बूटा राम नाई के जाल में फंस कर
गंगू बाय बगान में आ जाता है। किसान का भ्रम यहां
टूट गया। बूटा राम हमदर्द होने के बजाय साहूब लोगों
का ऐजेंट निकला। गंगू ने बड़े दुख से कहा "नाऊ बड़ा
छतीसा"। नौकर शाही का यह सिद्धान्त है कि हर एक
अपने बड़े की गाली सुनता और खुशामद करता है
और अपने से छोटों को गाली देता है और खुशामद
करवाता है। कहते हैं बिना इस सिद्धान्त के नौकर शाही
बल ही नहीं सकती। बाय बगान के साहबों, क्लरकों,
सरदारों, चपरासियों, बैरों सभी का यह सिद्धान्त है। सब
से कमजोर कुली है। उसी पर इन सब का गुस्सा उतरता
है, और हर एक किसी न किसी तरह कुलियों को सताता
और रिशवत लेता है, गामी और शाही का भी विचार नहीं
करता। सुलामी की प्रवृत्ति ने हिन्दुस्तानियों को पत्थर बना
दिया था। वह इनसानी भावनाओं से हमदर्दी करना भी
भूल गया थे। गंगू की पत्नी मरी पड़ी थी, बेचारा कफन के
लिये इरज-बूढ़ रहा था और हिन्दुस्तानी क्लर्क और
चपरासी साहब से मिलवाने और सिफारिश करने के लिये
उस कुली आदमी से रिशवत मांग रहे थे। इस दरय का
चित्रन रोय करके कर देता है। अंगरेज हिन्दुस्तान में सुट्टी
कर रहे थे, वह बेहद करे हुए रहते थे। अपने घर को छुपाने के

دو پتیاں، ایک کلتی

لکھنے والے—ڈاکٹر ملک راج آنند؛ لکھاؤ—ناگری؛
صفحہ 277؛ تیسرا—چار روپے پتلیج آئے۔

نکالنے والے—چیتنا پراساد لکھنوی، آغا خان روڈ،
دہلی۔

دش سے زیادہ ودیش میں ڈاکٹر ملک راج آنند
اپنی رचनाؤں کے لئے مشہور ہیں۔ ان کی رचनाؤں
انگریزی بھاشا میں ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر آنند کا پہلا ناول
'کلی' کا ترجمہ لک بھگ سبھی یورپی بھاشاؤں میں ہو
چکا ہے۔ 'دو پتیاں، ایک کالی' بھی انگریزی بھاشا میں ہے۔
اس کا انوواد شری شامو سناسی نے کیا ہے۔ انوواد میں
بھاو اور بھاشا کی سوا بھاوکتا دونوں میں۔ زمینداروں کے
ظلم اور ساہوکاروں کی لوت سے پریشان ہوکر کسان مزدور
بننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ہندستان میں انگریزوں
سامراج وادہوں کو یہاں کا کچا مال لوٹنا تھا، انہوں سستے
مزدوروں کی ضرورت تھی۔ اسی لوت کھسوت، ظلم زیادتی
اور ان سے پیدا ہونے والے قدرتی اثروں کا چکر اس ناول
میں کیا گیا ہے۔

ہوشیار پور گاؤں کے گنگو نامی کسان کی جائداد
پر ساہوکار قبضہ جما لیتا ہے۔ زمین کا موہ اسے
مزدوری کر کے اپنی زمین واپس لینے کا آدیش دیتا ہے۔
اسی گاؤں کے ایک بوٹا رام ناٹی کے جال میں پھنس کر
گنگو چائے بکان میں آجاتا ہے۔ کسان کا بھرم یہاں ٹوٹ گیا۔
بوٹا رام ہمدرد ہونے کے بجائے صاحب لوگوں کا ایجنت
نکلا۔ گنگو نے بڑے دکھ سے کہا "ناؤ بڑا چھتیس"۔ نوکر
شاہی کا یہ سدھانت ہے کہ ہر ایک اپنے بڑے کی گالی سنتا
اور خوشامد کرتا ہے اور اپنے سے چھوٹوں کو گالی دیتا ہے اور
خوشامد کرواتا ہے۔ کہتے ہیں بلکہ اس سدھانت کے نوکر
شاہی چل ہی نہیں سکتی۔ چائے بکان کے صاحبوں
کلرکوں، سرداروں، چپراسیوں، بدور سبھی کا یہ سدھانت
ہے۔ سب سے کمزور کلی ہے۔ اسی پر ان سب کا غصہ
اُترتا ہے، اور ہر ایک کسی نہ کسی طرح قلموں کو ستاتا
اور رشوت لیتا ہے، غس اور شادی کا بھی وچار نہیں کرتا۔
قلموں کی پرورتنی نے ہندوستانوں کو پتھر بنا دیا تھا۔ وہ
انسانی بھاونوں سے ہمدردی کرنا بھی بھول گئے تھے۔
گنگو کی پتلی مرو پڑی تھی، بے چارا کفن کے لئے قمرے
تھوٹکے رہا تھا اور ہندستانی کلرک اور چپراسی صاحب
سے ملوانے اور ستارہ کرنے کے لئے اس دکھی آدمی سے
وہوت مانگ رہے تھے۔ اس درشہ کا چکر روٹھن کھڑے
کر دیتا ہے۔ انگریز ہندستان میں ملنے ہوئے تھے۔ وہ
بے حد قمرے ہوئے دھتے تھے۔ اپنے قمر کو چھپانے کے

خود نابھورام جی پریسی نے۔ کتاب کے نام سے پڑنے والوں کو کتاب میں کچھ لکھا ہے وہ سمجھنے میں آسکتی نہیں اور پلٹتے آئے۔ ”ایسے لکھک کا براہمن پر مہرا میں جھوٹ دھنا نوٹیک کا جھوٹ لکھن ہے“ یہ بتا دیا ہے کہ کتاب اپنے تھلک کی ایسی ہے جیسی اب تک اس سے پہلے کبھی نہیں لکھی گئی۔ ہم شری سنگھوی جی کی رائے میں رائے ملتے ہوئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر یہ کتاب بولتی ہندی میں لکھی جائے تو ہندستان میں ایک کرائی پھدا کر سکتی ہے۔ اور وہ کرائی پھلے کے لئے ہی ہوگی۔ یہ کتاب کچھ ہندو دھرم سے چومکر نہیں لکھی گئی۔

یہ کتاب کچھ ہندو دھرم سے چیدکر نہیں لکھی گئی۔ بڑے ٹنڈے جی سے ایتھاس اور دگھان دونوں کو نکال کر کسی کا پکھ پات کئے بلا لکھی گئی ہے۔ چلوں نے اسکو لکھا ہے اور جو کچھ انہوں نے اس میں کہا ہے وہ ویسا کہنے کے ہر طرح ادھکاری میں گھونکے وہ سنسکرت کے اچھے گھانا اور چاروں ویدوں کے پاتھی ہونے کے ساتھ ساتھ پچھمی ویدیا انگریزی کے جانکار بھی ہیں اور پچھمی دورشن شاستر کو بھی انہوں نے خوب پڑھا ہے۔ کارل مارکس کا بھی کتاب میں جگہ جگہ حوالہ ہے۔ کم سے کم یوں جو کتابوں کا اس کتاب میں نیچور موجود ہے۔ اس کتاب کی ہومکا لکھی ہے شری نریلدر دیو جی نے۔

اس پستک کو ہمارے پاس سمالوچنا کے لئے آئے قیوم پرس ہو چکا۔ ہم توں بار اسکو پڑھ چکے اور ہر بار کچھ نہ کچھ ہماری جانکاری بڑھتی ہے۔ ہم اس پر ایک بڑی آلوچنا لکھنا چاہتے تھے پر کسی وجہ سے ویسا نہ کر سکے۔ اس وقت تو ہم اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب آنکھوں کھولنے والی کتاب ہے۔ اس میں کسی اتلی ہے کہ اسکی ہواشا اتلی سنسکرت میں کر دی گئی ہے۔ اے۔ میں ہندی لے کر پاس کرنے والا ویدیا رہی بھی اسے آسانی سے نہیں سمجھ سکتا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ سادھارن ہندی جان کاروں کے لئے یہ کتاب لکھی بھی نہیں گئی۔ پر دھرم پستکوں کی طرح یہ گہر میں دکھلے لائق تو ہے ہی۔

اس پستک کا مسئلہ اس ویاکھان کرم سے لیا گیا ہے جو لکھک نے ناگپور بیربھیالای میں دیے تھے۔ اسلیئے یہ یونہیورسٹی لائبریریوں میں دھلے کے کام کی زیادہ ہے اور معمولی آدمیوں کے کام کی کم۔

ایسی کتاب میں انڈیکس کا نہ ہونا بڑی بھاری کمی ہے۔ دوسرے ارتھیشن میں پرکاشک اس کا خیال رکھیں۔ ہامی کے طور پر ہم کتاب میں سے نہچے کچھ دیتے دیتے ہیں:

”لوک مانیہ تلک لے ہندو دھرم کا جو نمون لکھت لکھن کہا ہے وہ سنسکرت جلدک نہیں ہے۔“

پرا مانیہ ہندو ویدیشو سادھنا نام نیکتا۔

اپاسا نام نہتہ ایتھدھرمسید لکشتم۔

سبھی نے اپنا অবلوکन لکھا ہے۔ پڑنے والوں کو گرنی شروع کرنے سے پہلے اسے ضرور پڑھ لیتا چاہئے۔ ایسا کرنے سے کتاب کے پڑھنے میں کسی جگہ بھی آروچی کا اثر نہیں دھمکا۔ یہ کتاب مرانی میں لکھی گئی ہے، کجراتی روپ اسکا دیا جا چکا ہے اور ہندی میں اس کو اس دستک مالا نے نکالا ہے۔ اس کتاب میں کوسامبی جی نے جہاں آلوچنا کی ہے وہاں خاصی پہلی کردی ہے۔ اگر اتنی پہلی نہ ہوتی تب بھی کام چل سکتا تھا۔ پڑھنے والے اگر اس پہلی آلوچنا سے اپنے آپ کو بچالینگے تو اس کتاب میں جو سچائی بھری پڑی ہے اس کا پورا فائدہ لے سکیں گے۔

کوسامبی جی نے اس کتاب میں ہزاروں برس پہلے سے آج کے دن تک بھارتیہ سلسلہ سلسلہ کے انہوں درپوں کو بڑی گہرائی سے پڑھ سمجھ کر اپنی جو رائے قائم کی ہے وہ ایسی نہیں ہے جو یوں ہی آردی جائے۔ انہوں نے سلسلہ سلسلہ کو پانچ حصوں میں بانٹا ہے۔ ایک ویدک، دو شرم، تین پورانک، چار پاشچانہ، پانچ سلسلہ سلسلہ اور اہلسا۔ اور ان کا میل کچھ اس طرح بتھایا ہے جس طرح آج تک کسی لکھک نے نہ کیا۔ اس کے پڑھنے میں آند تو آتا ہے پر یہ کہنے کے لئے کہ کوسامبی جی نے جو کچھ لکھا ہے وہی تھوک، اس کے لئے انہاس کے بہت بڑے ڈھان کی ضرورت ہے اور آئے ڈھان کا دھوا ہم انہوں کر سکتے۔ ہم تو اس کتاب کے بارے میں اتنا کہہ سکتے ہیں کہ آجکل ہندی ایسی کتابوں لکھی جاتی ہیں وہ یا تو انہاس کو نگاہ میں رکھ کر یا نگاہ میں رکھ کر یا دونوں کو ہی نگاہ میں رکھ کر۔ اور یہ کتاب زیادہ تر انہاس کو نگاہ میں رکھ کر لکھی گئی ہے اور انہاس کے بارے میں کچھ ودوانوں کی یہ رائے ہے کہ وہ کبھی سچا نہیں ہو سکتا اور ہم بھی اس رائے کے ہیں۔ اس لئے ہم کو اس کے سمجھنے میں تھوڑی مشکل ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے یہی مشکل پڑھنے کو بھی ہو۔

کچھ بھی صحیح کو سامبی جی نے اس کتاب میں ایسے وچار دیے ہیں جن پر چلتن کرنے کے لئے جی منجل آتھتا ہے اور ایسی سامگری انتہی کردی ہے جس سے اس رسم پر لکھنے والے لکھکوں کو بے حد مدد مل سکتی ہے۔

کتاب بڑے کام کی ہے۔ بھاشا بہت مشکل نہیں ہے۔ لکھریوں کے بڑے کام کی ہے اور لکھکوں کے پاس تو یہ دھلی ہی چاہئے۔

ہندی دھرم کی سمجھنا —

ہندو دھرم کی سمیक्षा—

یہ اسی دستک مالا کا دوسرا پھول ہے۔ یہ بھی اصل میں مرانی میں لکھی گئی ہے اور اس کے لکھک میں ترک تورتہ ہلقت لکھن شاستری جوشی۔ اس کا ہندی انواد کیا ہے

یہ اسی دستک مالا کا دوسرا پھول ہے۔ یہ بھی اصل میں مرانی میں لکھی گئی ہے اور اس کے لکھک میں ترک تورتہ ہلقت لکھن شاستری جوشی۔ اس کا ہندی انواد کیا ہے

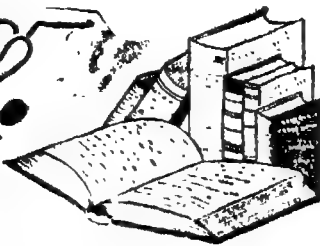
یہ اسی دستک مالا کا دوسرا پھول ہے۔ یہ بھی اصل میں مرانی میں لکھی گئی ہے اور اس کے لکھک میں ترک تورتہ ہلقت لکھن شاستری جوشی۔ اس کا ہندی انواد کیا ہے

یہ اسی دستک مالا کا دوسرا پھول ہے۔ یہ بھی اصل میں مرانی میں لکھی گئی ہے اور اس کے لکھک میں ترک تورتہ ہلقت لکھن شاستری جوشی۔ اس کا ہندی انواد کیا ہے

یہ اسی دستک مالا کا دوسرا پھول ہے۔ یہ بھی اصل میں مرانی میں لکھی گئی ہے اور اس کے لکھک میں ترک تورتہ ہلقت لکھن شاستری جوشی۔ اس کا ہندی انواد کیا ہے

یہ اسی دستک مالا کا دوسرا پھول ہے۔ یہ بھی اصل میں مرانی میں لکھی گئی ہے اور اس کے لکھک میں ترک تورتہ ہلقت لکھن شاستری جوشی۔ اس کا ہندی انواد کیا ہے

کتابیں



کچھ

ہم چندر پستک مالا—

ہندی ग्रन्थ रत्नाकर कार्यालय, हीरा बाग, गिरगांव, बम्बई के मालिक श्री नाथूराम प्रेमी हिन्दी की अच्छी किताबें निकालने के लिये हिन्दुस्तान भर में मशहूर हैं. इस की एक वजह यह है कि वह खुद एक बड़े ऊंचे दर्जे के लेखक हैं. और दूसरी वजह यह है कि उनकी साहित्य की रुचि बड़ी ऊंची है. यह हेम चन्द्र मोदी पुस्तक माला उन्होंने ही शुरू की है. हेम चन्द्र प्रेमीजी के एकलौते बेटे थे. वह भरी जवानी में उन्हें छोड़ कर चल बसे. प्रेमी जी ने उनकी याद में दुख में गलने की जगह यही ठीक समझा कि उस जवान की मन लगती चीजें ही छापकर सस्ते दामों में पढ़ने वालों तक पहुँचा दी जायें. इस के लिये उन्होंने दस हजार रुपया अलग कर दिया. और इस तरह से बेटे की जगह बाप ने बेटे का श्राद्ध किया. यादगार का यह क्या ही अच्छा तरीका है.

इस पुस्तक माला की पांच किताबें हमें मिल चुकी हैं जिनके नाम हैं:

1. भारतीय संस्कृति और अहिंसा
2. हिन्दू धर्म की समीक्षा
3. जड़वाद
4. स्वतंत्र चिन्तन
5. नारी का मूल्य

इन में से स्वतंत्र चिन्तन और जड़वाद की आलोचना दिसम्बर सन '50 के 'नया हिन्द' में हो चुकी है. बाकी तीन की इसी अंक में दी जा रही हैं.

इस पुस्तक माला के सभी ग्रन्थ ऐसे हैं जो हर छात्रों की और हर घर में होना चाहियें.

भारतीय संस्कृति और अहिंसा

यह हेम चन्द्र मोदी पुस्तक माला का पहला फूल है. इसके लेखक हैं स्वर्गीय धर्मानन्द कोसाम्बी. इसका दाम दो रुपये है. इस पुस्तक के शुरू में मशहूर पंडित सुखलाल

हेम چندر پستک مالا—

ہندی گرنٹھ رتناکر کارہالہ، ہیرا باغ، گولگوں، بمبئی کے مالک شری ناتھورام پریمی ہندی کی اچھی کتابیں نکلانے کے لئے ہندستان بھر میں مشہور ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ خود ایک بڑے اونچے درجے کے لکھک ہیں۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کی ساہتہ کی رچی بڑی اونچائی ہے۔ یہ ہم چندر موڈی پستک مالا انہوں نے ہی شروع کی ہے۔ ہم چندر پریمی جی کے اکلوتے بھتیجے تھے۔ وہ بھری جوانی میں انہیں چھوڑ کر چل بسے۔ پریمی جی نے ان کی یاد میں دیکھ میں کلمے کی جگہ یہی تھپک سمجھا کہ اس جوان کی من لگتی چیزیں ہی چھاپ کر سستے دامنوں میں پڑھنے والوں تک پہنچادی جائیں۔ اس کے اٹھے انہوں نے دس ہزار روپیہ الگ کر دیا۔ اور اس طرح سے بھتیجے کی جگہ باپ نے بھتیجے کا شراذہ کیا۔ یادگار کا یہ کیا ہی اچھا طریقہ ہے۔

اس پستک مالا کی پانچ کتابیں ہمیں مل چکی ہیں جن کے نام ہیں:

1. بھارتیہ سندسکرتی اور اہلسا
2. ہندو دھرم کی سمیکشا
3. جڑ واد
4. سونلتنر چلتن
5. ناری کا مولی

ان میں سے سونلتنر چلتن اور جڑ واد کی آلوچنا دسمبر سن '50 کے 'نیا ہند' میں ہو چکی ہے۔ باقی تین کی اسی اٹک میں دی جارہی ہیں۔

اس پستک مالا کے سبھی گرنٹھ ایسے ہیں جو ہر لکھری اور ہر گھر میں ہونا چاہئیں۔

بھارتیہ سندسکرتی اور اہلسا

یہ ہم چندر موڈی پستک مالا کا پہلا پھول ہے۔ اسکے لکھک ہیں سورگیت دھرمائنند کوسامبھی۔ اسکا دام دو روپیہ ہے۔ اس پستک کے شروع میں مشہور پلڈت سکھ لال

کی۔ ماں نے کہا کہ تو جو سوشیلا کی इतनी تारीک کرتی ہے تو फिर تو भी उसकी तरह क्यों नहीं पढ़ना लिखना शुरू करती. कुशीला ने कहा कि मेरा मन तो पढ़ने लिखने में लगता नहीं है. मैं सुशीला की तरह किस तरह काम करूं. मां ने कहा कि जब सुशीला का मन लग जाता है तो तेरा क्यों नहीं लगता. उसी के पास तू भी जा कर बैठा कर और जिस तरह वह सब करती है उसी तरह तू भी करना शुरू कर दे. कुशीला ने कहा कि अच्छी बात है मैं आज शाम को सुशीला से पूछूंगी.

नोट:—सुशीला और कुशीला की कहानी का यह सिलसिला यहाँ खत्म हो जाता है, मगर आगे की एक चिट्ठी में इसका नतीजा यह निकला है कि सुशीला के अच्छे असर में आकर कुशीला ने भी अपना मन पढ़ने लिखने में लगाया और अपना हर काम ठीक वक़्त पर सलीके से करना और पढ़ना सीखा, और थोड़े ही दिनों में वह भी एक बहुत अच्छी लड़की बन गई.

भारत देस

(बहन सैयदा फरहत)

कितना अच्छा, कितना प्यारा
सुन्दर भारत देश हमारा
फूल हैं इसमें रंग बिरंगे
नीले, पीले, सव्ज और ज़दे

सब से है इस बाग की शोभा
बाग का जीवन, सबका एका

भारत माता सबकी मां है
सब में अटकी उसकी जाँ है

हिन्दू, मुसलिम, सिक्ख, ईसाई
उसके पूत, आपस के भाई

सब के सुख से उसको सुख है
कोई दुखी हो, उसको दुख है

भारत बाग की नन्ही कलियो
नन्दे मुन्ने, प्यारे बच्चो !

बाग को अपने खूब सजाओ
अपनी लुगट से महकाओ

सब फूलों को अपनाओ तुम
पीत भरे नरामे गाओ तुम

बाग की रक्षा कर्ष है तुम पर
देश की सेवा कर्ष है तुम पर

(उरदू 'आजकल' से)

گوی۔ ماں نے کہا کہ تو جو سوشیلا کی اتنی تارک کرتی ہے تو پھر تو بھی اُسکی طرح کیوں نہیں پڑھنا لکھنا شروع کرتی. کوشیلا نے کہا کہ میرا من تو پڑھنے لکھنے میں لگتا نہیں ہے۔ میں سوشیلا کی طرح کس طرح کام کروں۔ ماں نے کہا کہ جب سوشیلا کا من لگ جاتا ہے تو تھرا کیوں نہیں لگتا۔ اُسی کے پاس تو بھی جا کر بیٹھا کر اور جس طرح وہ سب کرتی ہے اُسی طرح تو بھی کرنا شروع کر دے۔ کوشیلا نے کہا کہ اچھی بات ہے میں آج شام کو سوشیلا سے پوچھوں گی۔

نوٹ:—سوشیلا اور کوشیلا کی کہانی کا یہ سلسلہ یہاں ختم ہو جاتا ہے، مگر آگے کی ایک چٹھی میں اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ سوشیلا نے اچھے اثر میں آکر کوشیلا نے بھی اپنا من پڑھنے لکھنے میں لگایا اور اپنا ہر کام تھوک و کھٹ سے کرنا اور پڑھنا سوکھا اور تھوڑے ہی دنوں میں وہ بھی ایک بہت اچھی لڑکی بن گئی۔

بھارت دیس

(بہن سیدہ فرحت)

کتنی اچھا، کتنا بھارا
سندر بھارت دیس ہمارا
پھول ہیں اس میں رنگ، برنگ
نیلے، پیلے، سبز اور اودے

سب سے ہے اس باغ کی شوہا
باغ کا جہول سب کا ایک

بھارت ماتا سب کی ماں ہے
سب میں اتنی اس کی جاں ہے

ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی
اس کے پوت، آپس کے بھائی

سب نے سکھ سے اس کو سکھ ہے
کوئی دکھی ہو، اس کو دہ ہے

بھارت باغ کی ننھی کلہو
نلہ ملے، پیارے بچو !

باغ کو اپنے خوب سجاؤ
اپنی خوشبو سے مہکاؤ

سب پھولوں کو اپناؤ تم
پریت بھرے نغمے گاؤ تم

باغ کی رکھا فرض ہے تم پر
دیس کی سیوا فرض ہے تم پر

(اردو 'آج کل' سے)

راہے،

کلیں کی بیٹی کی طرح آج بھی سوشلہ کوشیلا کی باتیں لکھی جاتی ہیں۔ سوشلہ نے کہا کہ بالوں کا گلدنا تو آسان ہے کہونکہ اُن کو ہر طرح سے چھو سکتے ہیں، تول سکتے ہیں اور ایک ایک الگ کرتے کُن سکتے ہیں۔ مگر تاروں کو تو نہ چھو سکتے ہیں نہ الگ الگ کر سکتے ہیں۔ پھر یہی گلدن والوں نے جتنے تارے آنکھ سے دکھائی دیتے ہیں اُن کو تو کُن ہی لیا ہے۔ اُن کے علاوہ جتنے بڑی سے بڑی دور دراز سے دکھائی دیتے ہیں اُن کو بھی کُن لیا ہے۔ اور صرف گلدانی نہیں ہے بلکہ ہر ایک تارے کا نام رکھ دیا ہے، اور اُن کی فہرستیں بنائی ہیں اور اُنکو پہچاننے کی ترکیبیں نکال لی ہیں۔ کوشیلا نے پوچھا کہ تاروں کو کیوں کر کُن سکتے ہیں وہ تو اتنی دور ہیں اور چہاں دیکھو وہاں ایک کے اوپر ایک پاس پاس کچھ دکھائی دیتے ہیں۔ سوشلہ نے کہا ابھی تو میں نے اتنا پڑھا نہیں ہے کہ سب طرح کے تاروں کو کُن لوں اور پہچان لوں۔ مگر بڑے بڑے مشہور مشہور تاروں کا پہچاننا تو کچھ ہی مشکل نہیں ہے۔ یہ جو طرح طرح کی شکلیں تاروں کی ہیں نے کل رات کو تمہیں دکھائیں یہ اسی واسطے تو بنائی ہیں کہ جو جو تارے اُن شکلوں کو بناتے ہیں وہ فوراً پہچانے جاسکیں۔ کوشیلا نے پوچھا کہ اچھا بتاؤ کہ جتنے تارے ہمیں آنکھ سے دکھائی دیتے ہیں وہ کتنے ہیں، سرشہلا نے کہا کہ جتنے تارے آنکھ سے صاف دکھائی دیتے ہیں وہ تو صرف تین ہزار ہیں۔ اور ان میں سے تین سو یا چار سو تارے ایسے ہیں کہ جو اُن شکلوں کے ذریعے جو میں نے کل تمہیں دکھائیں، بڑی آسانی سے پہچانے جاسکتے ہیں۔ باتوں کا پہچاننا ذرا مشکل ہے، کوشیلا نے کہا کہ اری سوشلہ تجھے یہ سب باتیں کہوں کر اور کہاں سے معلوم ہوئیں۔ سوشلہ نے کہا کہ کچھ تو کتابوں کے پڑھنے سے اور کچھ اپنے بڑے بھائی سے جو دلچسپ ہیں پڑھتے ہیں۔

یہ باتیں ہر وہی دہی تھیں کہ اُنلے میں پانچ بیج لگے۔ سوشلہ نے کہا کہ میرے تو اُنہلے کا وقت ہوگیا۔ میں تو اب نہالے دھولے جاتی ہوں، پھر پڑھنے لکھنے کا کام کرؤنگی۔ بہتر ہے کہ تم بھی اسی طرح کرو۔ سب کام ٹھیک وقت پر کرنے چاہئیں تاکہ فضول وقت ضائع نہ ہو۔ تم میری اچلی چادر اپنے بسترے میں باندھ کر لے جاؤ۔ میں تمہاری مہلی چادر کل تک دھواؤں گونگی۔ پھر چادر میں بدل لینگے۔ یہ کم کر سوشلہ تو آٹھ کر چلی گئی اور کوشیلا اپنا بستر باندھ کر اپنے گھر چلی گئی اور اپنی ماں سے جاکر سوشلہ کی بڑی تعریف

کلیں کی بیٹی کی طرح آج بھی سوشلہ کوشیلا کی باتیں لکھی جاتی ہیں۔ سوشلہ نے کہا کہ بالوں کا گلدنا تو آسان ہے کہونکہ اُن کو ہر طرح سے چھو سکتے ہیں، تول سکتے ہیں اور ایک ایک الگ کرتے کُن سکتے ہیں۔ مگر تاروں کو تو نہ چھو سکتے ہیں نہ الگ الگ کر سکتے ہیں۔ پھر یہی گلدن والوں نے جتنے تارے آنکھ سے دکھائی دیتے ہیں اُن کو تو کُن ہی لیا ہے۔ اُن کے علاوہ جتنے بڑی سے بڑی دور دراز سے دکھائی دیتے ہیں اُن کو بھی کُن لیا ہے۔ اور صرف گلدانی نہیں ہے بلکہ ہر ایک تارے کا نام رکھ دیا ہے، اور اُن کی فہرستیں بنائی ہیں اور اُنکو پہچاننے کی ترکیبیں نکال لی ہیں۔ کوشیلا نے پوچھا کہ تاروں کو کیوں کر کُن سکتے ہیں وہ تو اتنی دور ہیں اور چہاں دیکھو وہاں ایک کے اوپر ایک پاس پاس کچھ دکھائی دیتے ہیں۔ سوشلہ نے کہا ابھی تو میں نے اتنا پڑھا نہیں ہے کہ سب طرح کے تاروں کو کُن لوں اور پہچان لوں۔ مگر بڑے بڑے مشہور مشہور تاروں کا پہچاننا تو کچھ ہی مشکل نہیں ہے۔ یہ جو طرح طرح کی شکلیں تاروں کی ہیں نے کل رات کو تمہیں دکھائیں یہ اسی واسطے تو بنائی ہیں کہ جو جو تارے اُن شکلوں کو بناتے ہیں وہ فوراً پہچانے جاسکیں۔ کوشیلا نے پوچھا کہ اچھا بتاؤ کہ جتنے تارے ہمیں آنکھ سے دکھائی دیتے ہیں وہ کتنے ہیں، سرشہلا نے کہا کہ جتنے تارے آنکھ سے صاف دکھائی دیتے ہیں وہ تو صرف تین ہزار ہیں۔ اور ان میں سے تین سو یا چار سو تارے ایسے ہیں کہ جو اُن شکلوں کے ذریعے جو میں نے کل تمہیں دکھائیں، بڑی آسانی سے پہچانے جاسکتے ہیں۔ باتوں کا پہچاننا ذرا مشکل ہے، کوشیلا نے کہا کہ اری سوشلہ تجھے یہ سب باتیں کہوں کر اور کہاں سے معلوم ہوئیں۔ سوشلہ نے کہا کہ کچھ تو کتابوں کے پڑھنے سے اور کچھ اپنے بڑے بھائی سے جو دلچسپ ہیں پڑھتے ہیں۔

یہ باتیں ہر وہی دہی تھیں کہ اُنلے میں پانچ بیج لگے۔ سوشلہ نے کہا کہ میرے تو اُنہلے کا وقت ہوگیا۔ میں تو اب نہالے دھولے جاتی ہوں، پھر پڑھنے لکھنے کا کام کرؤنگی۔ بہتر ہے کہ تم بھی اسی طرح کرو۔ سب کام ٹھیک وقت پر کرنے چاہئیں تاکہ فضول وقت ضائع نہ ہو۔ تم میری اچلی چادر اپنے بسترے میں باندھ کر لے جاؤ۔ میں تمہاری مہلی چادر کل تک دھواؤں گونگی۔ پھر چادر میں بدل لینگے۔ یہ کم کر سوشلہ تو آٹھ کر چلی گئی اور کوشیلا اپنا بستر باندھ کر اپنے گھر چلی گئی اور اپنی ماں سے جاکر سوشلہ کی بڑی تعریف

اسکو ٹھیک ٹھیک پہچانے اور سمجھنے سے بہکوان کا حال اور اس کی مرضی معلوم ہوتی ہے۔ اس واسطے چھوٹی یا بڑی جو چیز بہکوان کی بلائی ہوئی ہم کو ملے یا دکھائی دے اس کا اصل حال معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

کوشیلا نے پوچھا کہ اچھا یہ جو طرح طرح کی شکلوں تاروں کی بلائی ہیں اس کا کیا فائدہ ہے۔ کوشیلا نے کہا کہ یہ شکلوں کوئی اصلی تہوڑی ہیں۔ یہ تو صرف تاروں کو پہچاننے اور گننے میں اور ان کو الگ الگ دوربین وغیرہ سے دیکھ کر ان کا حال معلوم کرنے کے واسطے ہیں ہی مقرر کر لی ہیں۔ اسی واسطے بعض بعض شکلوں تو ٹھوک ٹھوک مل جاتی ہیں اور بعض ٹھوک نہیں ملتیں۔ مثلاً بڑے کتے کے تو پھر بھی معلوم ہوتے ہیں پونچھ بھی اور کن بھی۔ مگر چھوٹے کتے کا تو صرف منہ اور پیٹھ ہی پونچھ دکھائی دیتی ہے۔ اصل مطلب تو ان کا صرف یہ ہے کہ سارے تارے گلے اور پہچانے جاسکیں۔ کوشیلا نے حیران ہو کر کہا کہ ہوں! تاروں کو بھی کوئی گن سکتا ہے؟ یہ تو اتنے سارے ہیں کہ کوئی ساری عمر گنے جائے تو بھی ختم نہ ہوں۔ سر کے بال اور آسمان کے تارے تو ان گنت ہیں! ان کو کیونکر کوئی گن سکتا ہے۔ کوشیلا نے کہا کہ جو پڑھے نہ لکھے نہ سوچے نہ عقل کو کام میں لائے اس کے لئے تو کوئی کام بھی آسان نہیں سب مشکل معلوم ہونگے۔ مگر جو بہکوان کی دی ہوئی عقل کو کام میں لائے اور اچھی اچھی کتابیں پڑھ کر جو کچھ ان میں لکھا ہے اس کی بابت خوب سوچے وہ مشکل سے مشکل کام کے لئے بھی کچھ نہ کچھ طریقہ نکال لیتا ہے۔ دیکھو تمہیں تو آسمان کے تارے اور سر کے بال ان گنت معلوم ہوتے ہیں لیکن گنے والوں نے دونوں کو گن لیا ہے اور کتابیں میں لکھ دیا ہے۔ سر کے بال گنے تو کچھ بہت مشکل بھی نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر کسی کے بال بالکل برابر کاٹ کر تول لیں اور پھر جتنے بال ایک رتی یا ایک ماشے میں ہوں ان کو گن لیں تو پھر سارے بالوں کی گنتی معلوم ہو جائے گی۔ مثلاً اگر کسی کے سب بال جو کتے گئے آدھ پاؤ یعنی دو چھٹانک وزن میں ہوں اور ایک رتی میں سو بال گنے جائیں تو سارے بال آدھ پاؤ کی رتھاں ہلا کر پھر سو میں ضرب دینے سے نکل آئیں گے۔ جیسے دیکھو آدھ پاؤ کی دو چھٹانک اور دو چھٹانک کے 10 تولے اور دس تولوں کے 120 ماشے اور 120 ماشوں کی 960 رتھاں ہوں۔ اس لئے اگر ایک ایک رتی میں سو بال ہوتے ہیں تو 960 رتھیں میں 960 × 100 یعنی 96000 بال کل سر پر ہوتے۔ کوشیلا بڑی اچانچ میں ہوں کہ آدھ پاؤ کے سر کے بال بھی گن سکتی ہے۔

کوشیلا نے پوچھا کہ اچھا یہ جو طرح طرح کی شکلوں تاروں کی بلائی ہیں اس کا کیا فائدہ ہے۔ کوشیلا نے کہا کہ یہ شکلوں کوئی اصلی تہوڑی ہیں۔ یہ تو صرف تاروں کو پہچاننے اور گننے میں اور ان کو الگ الگ دوربین وغیرہ سے دیکھ کر ان کا حال معلوم کرنے کے واسطے ہیں ہی مقرر کر لی ہیں۔ اسی واسطے بعض بعض شکلوں تو ٹھوک ٹھوک مل جاتی ہیں اور بعض ٹھوک نہیں ملتیں۔ مثلاً بڑے کتے کے تو پھر بھی معلوم ہوتے ہیں پونچھ بھی اور کن بھی۔ مگر چھوٹے کتے کا تو صرف منہ اور پیٹھ ہی پونچھ دکھائی دیتی ہے۔ اصل مطلب تو ان کا صرف یہ ہے کہ سارے تارے گلے اور پہچانے جاسکیں۔ کوشیلا نے حیران ہو کر کہا کہ ہوں! تاروں کو بھی کوئی گن سکتا ہے؟ یہ تو اتنے سارے ہیں کہ کوئی ساری عمر گنے جائے تو بھی ختم نہ ہوں۔ سر کے بال اور آسمان کے تارے تو ان گنت ہیں! ان کو کیونکر کوئی گن سکتا ہے۔ کوشیلا نے کہا کہ جو پڑھے نہ لکھے نہ سوچے نہ عقل کو کام میں لائے اس کے لئے تو کوئی کام بھی آسان نہیں سب مشکل معلوم ہونگے۔ مگر جو بہکوان کی دی ہوئی عقل کو کام میں لائے اور اچھی اچھی کتابیں پڑھ کر جو کچھ ان میں لکھا ہے اس کی بابت خوب سوچے وہ مشکل سے مشکل کام کے لئے بھی کچھ نہ کچھ طریقہ نکال لیتا ہے۔ دیکھو تمہیں تو آسمان کے تارے اور سر کے بال ان گنت معلوم ہوتے ہیں لیکن گنے والوں نے دونوں کو گن لیا ہے اور کتابیں میں لکھ دیا ہے۔ سر کے بال گنے تو کچھ بہت مشکل بھی نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر کسی کے بال بالکل برابر کاٹ کر تول لیں اور پھر جتنے بال ایک رتی یا ایک ماشے میں ہوں ان کو گن لیں تو پھر سارے بالوں کی گنتی معلوم ہو جائے گی۔ مثلاً اگر کسی کے سب بال جو کتے گئے آدھ پاؤ یعنی دو چھٹانک وزن میں ہوں اور ایک رتی میں سو بال گنے جائیں تو سارے بال آدھ پاؤ کی رتھاں ہلا کر پھر سو میں ضرب دینے سے نکل آئیں گے۔ جیسے دیکھو آدھ پاؤ کی دو چھٹانک اور دو چھٹانک کے 10 تولے اور دس تولوں کے 120 ماشے اور 120 ماشوں کی 960 رتھاں ہوں۔ اس لئے اگر ایک ایک رتی میں سو بال ہوتے ہیں تو 960 رتھیں میں 960 × 100 یعنی 96000 بال کل سر پر ہوتے۔ کوشیلا بڑی اچانچ میں ہوں کہ آدھ پاؤ کے سر کے بال بھی گن سکتی ہے۔

اپنی سب چادرئیں کو سنبھال کر رکھو اور جہاں ایک ٹوکرا ہو وہاں ہی ہو اسے فوراً دھلیے کو دے دو اور دھوپیں جب کھڑے لائے تو خوب اچھی طرح دیکھ کر لو اور جو کچھ خراب دھلا ہوا ہو اسے پھر دھو کر لانے کے واسطے واپس کر دو اور اس کی دھلائی نہ دو، تو آپ سے آپ کھڑے ہوشہ اُچھے دھوپیں کہ اور اچھے دھلیے لکھیں گے۔ مہرے پلاس تھیں چادرئیں اور بھی دعاوی ہوئی رکھی تھیں، میں ایک تمپھوں لائے دیکھی تھیں اور صبح تمپھا ہی مہلی چادر کو کھڑے کھاتے ایلنی دھوپیں سے دھلا دوں گی۔ پھر دیکھو تمپھا ہی چادر بھی ایسی ہی اُچھی ہو جاتی ہے کہ نہیں۔ یہ کہہ کر سوشیلا نے کوشیلا کو ایک اُچھی چادر لائی اور مہلی چادر میں کھڑے کھڑے باندھ کر رکھ دی۔ پھر جب دونوں ایلنی ایلنی کھڑے پر اٹھ کھڑی تو سوشیلا نے کوشیلا کو تاروں میں بڑا کھٹولا، چھوٹا کھٹولا، تاروں کا شور، سانپ اور پچھو، سمندر کا سانپ، اردھا اور کوا اور پھانے یہ سب دکھایا، سفید اور لال دنیا دکھائی اور یہ بھی بتلایا کہ یہ جو تارے دکھائی دیتے ہیں ان میں سے جو لوک لوک نہیں کرتے وہ تو دنیا میں ہیں اور باقی سب سرورج ہیں۔

صبح دن نکلنے سے ایک گھنٹہ پہلے جو سوشیلا کی آنکھ کھلی تو اس نے کوشیلا کو تاروں کا دیو، سانپ اور ہوا کتا اور چھوٹا کتا دکھایا۔

چلے بھان

11-6-'06

چلے وہان

11-6-'06

والدے

راہے،

کال بھی سوشیلا کوشیلا کا حال لکھا تھا آج فیر بھی۔

کوشیلا نے جب تاروں کا دیو اور کتے اور خوکھوں اور سانپ اور جہاز وغیرہ سب دیکھ لئے تو پھر اس نے سوشیلا سے پوچھا کہ ان تاروں کو دیکھنے اور پہچاننے سے فائدہ کیا؟ سوشیلا نے کہا کہ سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ بھگوان کی بدنی ہوئی جتنی زیادہ چیزیں کو ہم دیکھیں، پہچانیں اور ان کا سہی سہی حال معلوم کریں، اسی قدر زیادہ ہمیں یہ پتہ لگے گا کہ پر مشور اصل میں کون ہے، کھسا ہے اور اس کی کیا مرضی ہے۔ جس طرح ہم کو کسی آدمی کی بدنی ہوئی کتاب کو پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ آدمی کھسا ہے اور اس کا کیا مطالب اور اسکی کیا رائے ہے، اسی طرح بھگوان کی بڑی بھاری کتاب، جو اس جگت کی شکل میں ہمارے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے،

बच्चों की दुनिया

चले वहान
10-6-'06.

राधे,

कुशीला का मन सुशीला में ऐसा लगा कि शाम हो गई और उसे घरे जाने की याद ही न आई. सुशीला ने कहा कि अगर तुम रात को यहाँ ही सो जाओ तो मैं तुम्हें तारे दिखाऊँगी और उनसे जो तरह तरह की शकलें बनती हैं वह भी. कुशीला ने कहा अच्छा मैं अपने घर कह आऊँ फिर अभी आजाऊँगी. यह कह कर कुशीला ने अपनी माँ से जाकर कहा कि मैं तो आज सुशीला के घर सोऊँगी. माँ ने पूछा कि क्यों. कुशीला ने कहा कि सुशीला ने तो मुझे आज बड़ी अच्छी अच्छी बातें सुनाई. मेरा मन करता है कि उसके पास ही बैठी रहूँ. माँ ने पूछा, क्या बातें सुशीला ने बताई. कुशीला ने बताया कि दिन में तो पढ़ने लिखने की बातें बताती रही अब रात को तारे दिखलायगी. माँ ने पूछा तारों को देखने से क्या फायदा है. कुशीला ने कहा मुझे तो खबर नहीं. यह भी सुशीला से पूछ लूँगी. माँ ने कहा अच्छी बात है अगर सुशीला के पास तेरा इतना मन लगता है तो वहाँ जाकर आज सो रह. बिस्तरा अपना ले जा.

कुशीला अपना बिस्तरा उठा सुशीला के यहाँ पहुँची. दोनों की खाटें छत पर बिछ गई. सुशीला ने जो अपना बिस्तर बिछाया तो बड़ा उज्रला और साफ था. चादर बिल्कुल सफेद धुली हुई जिस में न गुंजलट थी न कोई धब्बा. अगर कुशीला ने जो अपना बिस्तरा खोला तो उस की चादर बिल्कुल मैली और बदबूदार निकली. और सारे में गुंजलटें पड़ी हुई. सुशीला ने कहा कि अरे कैसा मैली चादर है, तुम ऐसी खराब चादर पर खबर नहीं कैसे सोती हो. तुम ने इसे धुलवाया क्यों नहीं. कुशीला ने कहा कि हम तो अक्सर ऐसे ही बिस्तरों पर सोया करती हैं और मेरी माँ की चादर भी ऐसी ही मैली कुचैली है. खबर नहीं सुशीला तेरी चादर ऐसी उजली क्यों कर रहती है. हमारी तो जब धोबन भी धोकर लाती है तब भी ऐसी नहीं होती. सुशीला ने कहा यह तो खबर रखने की बात है. अगर

بچوں کی دنیا

چلے وہان
10-6-'06

راڈھ

کوشیلا کا من سوشیلا میں ایسا لگا کہ شام ہو گئی اور اسے گھر جانے کی یاد ہی نہ آئی سوشیلا نے کہا کہ اگر تم رات کو یہاں ہی سو جاؤ تو میں تمہیں تارے دکھاؤں گی اور ان سے جو طرح طرح کی شکلوں بنائی میں وہ بھی. کوشیلا نے کہا اچھا میں اپنے گھر کہ آؤں پھر ابھی آجاؤں گی. یہ کہہ کر کوشیلا نے اپنی ماں سے جا کر کہا کہ میں تو آج سوشیلا کے گھر سوؤں گی. ماں نے پوچھا کہ کیوں. کوشیلا نے کہا کہ سوشیلا نے تو مجھے آج بھی اچھی اچھی باتیں سنائیں. میرا من کرتا ہے کہ اُس کے پاس ہی بیٹھی رہوں. ماں نے پوچھا کیا باتیں سوشیلا نے بتائیں. کوشیلا نے بتایا کہ دن میں تو پڑھنے لکھنے کی باتیں بتاتی رہی اب رات کو تارے دکھائے گی. ماں نے پوچھا تاروں کو دیکھنے سے کیا فائدہ ہے. کوشیلا نے کہا مجھے تو خبر نہیں. یہ بھی سوشیلا سے پوچھ لوں گی. ماں نے کہا اچھی بات ہے اگر سوشیلا کے پاس تیرا اتنا من لگتا ہے تو وہاں جا کر آج سو رہ. بیستر ایلنا لے جا.

کوشیلا ایلنا بیستر اٹھا سوشیلا کے یہاں پہنچی. دونوں کی کھاتوں چھت پر بچہ گاڑیں. سوشیلا نے جو ایلنا بیستر بچھا یا تو بڑا اچلا اور صاف تھا. چادر بالکل سفید دھالی ہوئی جس میں نہ گنجلٹ تھی نہ کوئی دھبہ. مگر کوشیلا نے جو ایلنا بیستر اٹھا تو اُس کی چادر بالکل مہلی اور بدبو دار نکلی. اور سارے میں گنجلٹیں پڑی ہوئیں. سوشیلا نے کہا اُرے کھسی مہلی چادر ہے، تم ایسی خراب چادر پر خبر نہیں کھسے سوتی ہو. تم نے اسے دھلویا کیوں نہیں. کوشیلا نے کہا کہ ہم تو اکثر ایسے ہی بیستروں پر سوچا کرتی ہیں اور مہری ماں کی چادر بھی ایسی ہی مہلی کچھلی ہے. خبر نہیں سوشیلا تیری چادر ایسی اچلی کھنکر رہتی ہے. ہماری تو جب دھوون بھی مہری رہتی ہے تو خبر رکھنے کی بات ہے. اگر

ہمارا کہی جاتی ہے کہ وہ اپنی پوری شکتی ہر رجحان تک پروگرام کے کام کو بڑھانے کے لئے استعمال کرنے کے لئے ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔

سب سے پہلے سے یوگہ رجحان تک کام کرنے والوں کا اپنے نیچے 'آزاد' قلم سے یا کسی راج کاجی پارٹی کے ممبروں کی ہستی سے راج کاج میں حصہ لینا خود رجحان تک پروگرام کے ہمت میں اچھا ہو سکتا ہے۔ ایسے موقعے بھی آسکتے ہیں جب ہر رجحان تک کام کرنے والے کو رجحان تک کام کے اندر اپنی ہدایتی شریعت کی رکشا کے لئے راج کاجی آندولن میں کودنا پڑے۔ لیکن یہ سوال اس سے پیدا نہیں ہوتا۔

(6) ان حالات میں سرور سہوا سلگنے کے لئے ایک راج کاجی پارٹی کی طرح کام کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن سلگنے چاہئے کہ وہ رجحان تک کام کرنے والے جو کسی راج کاجی سلگنے کے ممبر ہیں اپنی پارٹیوں پر اس بات کے لئے زور ڈالیں کہ کھوج اس طرح کے لوگ ہی کھڑے کئے جائیں جو بے غرض ہوں، یوگہ میں اور جو پیسے کے یا کسی اور طرح کے بھجواؤں میں نہ آسکیں۔ کھول اسی طرح ہم اپنی دھارا سبھاؤں کے ممبروں کے اور ان لوگوں کے جو دیہات کے اچھے شاسن کے لئے ذمہ دار ہیں نہایت ہی اخلاقی استر کو اونچا کر سکتے ہیں۔ ووٹروں کو عام طور پر سلگنے کی صلاح یہ ہے کہ انہیں کسی ایسے اہلکار کو ووٹ دینے سے انکار کر دینا چاہئے جس کی پیدائش زندگی ان کی رائے میں اتنی پوتر نہیں ہے جتنی ہوتی ضروری ہے، چاہے وہ اہلکار کسی ایسی پارٹی کی طرف سے بھی کہوں نہ کہ وہ کھوجا ہو جس پارٹی کی طرف اس ووٹر کا تعلق ہے۔ انہیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ کسی ایسے اہلکار کو ووٹ دینے کا جو فرقہ وارانہ رجحان کا ہے یا جو اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے ہنسب کے طریقوں کو کام میں لائے ہیں وہاں رہتا ہے، سوال ہی نہیں اٹھ سکتا کہونکہ یہ باتیں 'سرور' کے اصولوں کے بالکل خلاف ہیں۔

پ্রেم کچھ نہیں مانگتا۔ بلکہ کچھ نہ کچھ دیتا رہتا ہے۔ پرم دیکھ سکتا ہے، کبھی ناراض نہیں ہوتا اور نہ کبھی بدلتا لیتا ہے۔ جہاں پرم ہے، وہاں بھگوان بھی ہے۔

—مہاتما گاندھی

پرم کچھ نہیں مانگتا بلکہ کچھ نہ کچھ دیتا رہتا ہے۔ پرم دیکھ سکتا ہے، کبھی ناراض نہیں ہوتا اور نہ کبھی بدلتا لیتا ہے۔ جہاں پرم ہے، وہاں بھگوان بھی ہے۔

پرم کچھ نہیں مانگتا بلکہ کچھ نہ کچھ دیتا رہتا ہے۔ پرم دیکھ سکتا ہے، کبھی ناراض نہیں ہوتا اور نہ کبھی بدلتا لیتا ہے۔ جہاں پرم ہے، وہاں بھگوان بھی ہے۔

پرم کچھ نہیں مانگتا بلکہ کچھ نہ کچھ دیتا رہتا ہے۔ پرم دیکھ سکتا ہے، کبھی ناراض نہیں ہوتا اور نہ کبھی بدلتا لیتا ہے۔ جہاں پرم ہے، وہاں بھگوان بھی ہے۔

پرم کچھ نہیں مانگتا بلکہ کچھ نہ کچھ دیتا رہتا ہے۔ پرم دیکھ سکتا ہے، کبھی ناراض نہیں ہوتا اور نہ کبھی بدلتا لیتا ہے۔ جہاں پرم ہے، وہاں بھگوان بھی ہے۔

—مہاتما گاندھی

(4) فیر بھی یہ دھیان میں رکھنا ضروری ہے کہ آج کل کی حالت میں دھارا سبھاؤں اور سرکاروں کا اثر چلتا کی زندگی پر ہر طرف سے پڑتا ہے اور ہر جگہ اور ہر استر پر دھارا سبھانہیں اور سرکاریں واشتر کی نئی دھارا کو روک دیتی ہیں۔ ایسی حالت میں ان پارٹیوں کی سرکاریں جنہیں ایسے راج کاجی، سماجی اور مالی قہانچے میں وشواس ہے جس سے 'سرورڈے' کا آدرش پورا کرنے میں مدد نہیں مل سکتی، دھارائیک پروگرام کو پورا کرنے میں خود ہی رکاوٹ بن جاتی ہیں اور نئی نئی رکاوٹیں کھڑی کر دیتی ہیں۔ اس لئے جب کہ دھارائیک کام کرنے والوں کو اپنا کام بے روک کرتے رہنا چاہئے، انہیں سمجھ بوجھ کے ساتھ راج کاج میں اور دیہ کے ٹھہک ٹھوک شاسن میں دلچسپی لہنے کو بھی اپنی چوطرفہ دھارائیک سبھا یعنی سمکھ سبھا کا بھی ایک حصہ سمجھنا چاہئے۔ اس کے لئے ووٹروں کو اس طرح کی تعلیم دینا ان کا غرض ہے جس سے وہ اپنے وقت کی پوترتا اور اسکی شکتی کو سمجھنے لگیں اور سوچ سمجھکر اور نساوارتہ دھارائیک سے اپنے وقت کا اس طرح استعمال کرنا سمجھیں جس سے عام چلتا کا بہلا ہو اور پبلک زندگی میں پوترتا آوے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر دھارائیک کام کرنے والا کسی نہ کسی راج کاجی پارٹی کا ممبر ہی ہو۔ اصل میں ادھک اچھا یہی ہے کہ زیادہ تر دھارائیک کام کرنے والے کسی بھی راج کاجی پارٹی کے ممبر نہ ہوں۔

(5) اس سوال پر کہ سرورڈے سبھا سنگھ کے ممبروں کو راج کاج، چٹاو وغیرہ میں عملی حصہ لہنا چاہئے یا نہیں یا خود آمہدوار ہونا چاہئے یا نہیں، سنگھ اپنے 11 اور 12 اکتوبر 1950 کے ٹھہراؤ کی فیر سے تصدیق کرتا ہے۔ وہ ٹھہراؤ یہ ہے—

”سرورڈے سبھا سنگھ کے عہدے دار اور پورا وقت دینے والے کاریہ کرتا، چاہے وہ تنخواہ لہتے ہوں یا نہ لہتے ہوں، کسی راج کاجی سنگتھ میں یا کسی گورنمنٹ یا لوکل گورنمنٹ میں کسی چٹاو کے عہدے کے لئے آمہدوار نہ ہوں گے، اور اگر بنا کسی طرح کے ویروہ کے بھی وہ اس طرح کی کسی جگہ کے لئے چن لئے جارہیں تب بھی وہ اسے منظور نہیں کریں گے۔ وہ کسی چٹاو آندوان میں عملی حصہ نہیں لہیں گے۔“

ظاہر ہے کہ اگر کسی روک ان ممبروں کے لئے نہیں ہے جو سنگھ کے عہدے دار یا پورا وقت دینے والے کاریہ کرتا نہیں ہیں۔ ایسے ممبر اگر ان کا سہلندہ کسی خاص دھارائیک سہستہ سے ہے تو اس کے نہیں کے ماتحت رہتے ہوئے اپنی نجی حیثیت سے، جس طرح وہ ٹھوک سمجھ میں راج کاج میں حصہ لہنے کے لئے آزاد ہیں ان سے یہ

”سب سے سبھا سنگھ کے عہدے دار اور پورا وقت دینے والے کاریہ کرتا، چاہے وہ تنخواہ لہتے ہوں یا نہ لہتے ہوں، کسی راج کاجی سنگتھ میں یا کسی گورنمنٹ یا لوکل گورنمنٹ میں کسی چٹاو کے عہدے کے لئے آمہدوار نہ ہوں گے، اور اگر بنا کسی طرح کے ویروہ کے بھی وہ اس طرح کی کسی جگہ کے لئے چن لئے جارہیں تب بھی وہ اسے منظور نہیں کریں گے۔ وہ کسی چٹاو آندوان میں عملی حصہ نہیں لہیں گے۔“

ظاہر ہے کہ اگر کسی روک ان ممبروں کے لئے نہیں ہے جو سنگھ کے عہدے دار یا پورا وقت دینے والے کاریہ کرتا نہیں ہیں۔ ایسے ممبر اگر ان کا سہلندہ کسی خاص دھارائیک سہستہ سے ہے تو اس کے نہیں کے ماتحت رہتے ہوئے اپنی نجی حیثیت سے، جس طرح وہ ٹھوک سمجھ میں راج کاج میں حصہ لہنے کے لئے آزاد ہیں ان سے یہ

آانے والے چناؤ کے بارے میں

(رचनात्मक या तामीरी काम करने वालों और
वोटروں की हिदायत)

29 जुलाई सन 1951 को वर्षा में सर्व सेवा संघ की एक बैठक हुई थी जिसमें आने वाले चुनाव के बारे में नीचे लिखा ठहराव पास हुआ :—

चूँकि सब रचनात्मक कामों का आखिरी मंशा ‘सर्वोदय’ यानी एक ऐसा समाज क्रायम करना है जिसमें कोई दूसरे से बेजा क्रायदा न उठावे और जिसकी बुनियाद सचाई, अहिंसा और सबके भले पर हो, और

चूँकि आने वाले चुनावों को निगाह में रखते हुए अलग अलग राजकाजी पारटियों की तरफ से प्रोग्राम और प्लान निकल रहे हैं जिनमें एक दूसरे से बहुत फरक नहीं है और जो एक दर्जे तक सर्वोदय की भाशा काम में लाते हैं, और

चूँकि बहुत से रचनात्मक काम करने वाले सर्व सेवा संघ से इस बारे में साक साक हिदायत चाहते हैं,

इसलिये इस मौके पर सर्व सेवा संघ इन मामलों पर नीचे लिखे मुताबिक अपने विचार और अपनी पालिसी जाहिर करता है :

(1) सर्व सेवा संघ राजकाजी पारटियों के इन प्रोग्रामों और प्लानों में से किसी को भी ‘सर्वोदय’ के क्रायम करने के लिये काफ़ी नहीं पाता. सर्व सेवा संघ को यह भी विश्वास नहीं होता कि यह पारटियाँ ताकत हासिल कर लेने पर इन प्रोग्रामों पर भी पूरी तरह और असरदार ढंग से अमल करेंगी, इसलिये यह संघ आज की राजकाजी पारटियों में से किसी को भी अपनाने के लिये तैयार नहीं है.

(2) संघ को यकीन है कि राजसत्ता से बिल्कुल अलग रहते हुए और वोटरोں की शुद्ध और निस्वार्थ सेवा में अपने को लगाए रखते हुए देश में राजकाजी शक्ति पैदा की जा सकती है और वोटरोں पर इस तरह का असर डाला जा सकता है और उनकी इस तरह रहनुमाई की जा सकती है कि वह ठीक तरह के आदमियों को ही चुन कर सत्ता की जगहों में भेजें.

(3) रचनात्मक काम करने वाले हकूमत चलाने की सीधी जिम्मेवारी अपने हाथ में लें. यह सबाल तभी पैदा होगा जब लोग खुद इस बात को महसूस करें और कहें कि वह चाहते हैं कि रचनात्मक काम करने वाले ही हकूमत अपने हाथ में लें और दूसरा कोई न ले. पर यह अभी अहिंसा की कद है.

آنے والے چناؤ کے بارے میں

(رچناत्मक یا تعمیری کام کرنے والوں اور ووٹروں کو ہدایت)

29 جولائی سن 1951 کو ویدھا میں سرو سہوا سنگھ کی ایک بھتھک ہوئی تھی جس میں آنے والے چناؤ کے بارے میں نیچے لکھا تھہراو پاس ہوا :—

چونکہ سب رچناत्मक کاموں کا آخری منشا ‘سروردے’ یعنی ایک ایسا سماج قائم کرنا ہے جس میں کوئی دوسرے سے بھجا فائدہ نہ اٹھاوے اور جس کی بھداد سچائی، اہلسا اور سب کے اہلیے پر ہو، اور

چونکہ آنے والے چناؤوں کو ناکھ میں دیکھتے ہوئے الگ الگ راج کچی پارٹوں کی طرف سے پروگرام اور اعلان نکل رہے ہیں جن میں ایک دوسرے سے بہت فرق نہیں ہے اور جو ایک درجے تک سروردے کی بھاشا کام میں لاتے ہیں، اور

چونکہ بہت سے رچناत्मक کام کرنے والے سرو سہوا سنگھ سے اس بارے میں صاف صاف ہدایت چاہتے ہیں،

اس لئے اس موقع پر سرو سہوا سنگھ ان معاملوں پر نیچے لکھے مطابق اپنے رچار اور اپنی پالسی ظاہر کرتا ہے :

(1) سرو سہوا سنگھ راج کچی پارٹوں کے ان پروگراموں اور اعلانوں میں سے کسی کو بھی ‘سروردے’ کے قائم کرنے کے لئے کافی نہیں پاتا. سرو سہوا سنگھ کو یہ بھی وشواس نہیں ہوتا کہ یہ پارٹیاں طاقت حاصل کر لھنے پر ان پروگراموں پر بھی پوری طرح اور اثردار قہلگ سے عمل کریں گی، اس لئے یہ سنگھ آج کی راج کچی پارٹوں میں سے کسی کو بھی اپنانے کے لئے تیار نہیں ہے.

(2) سنگھ کو یقین ہے کہ راج سکتا ہے بالکل الگ دھتے ہوئے اور ووٹروں کی شدھ اور نسوارتھ سہوا میں اپنے کو لکٹے دھتے ہوئے دیش میں راج کچی سکتی پھدا کی جا سکتی ہے اور ووٹروں پر اس طرح کا اثر ڈالا جا سکتا ہے اور ان کی اس طرح دھنسانی کی جا سکتی ہے کہ وہ بھک طرح کے آدمیوں کو ہی چن کر سکتا کی جگہوں میں بھیجیں.

(3) رچناत्मक کام کرنے والے حکومت چلانے کی سہدی طے داری اپنے ہاتھ میں لیں. یہ سوال تبھی پھدا ہوگا جب لوگ خود اس بات کو محسوس کریں اور کہیں کہ وہ چاہتے ہیں کہ رچناत्मक کام کرنے والے ہی حکومت اپنے ہاتھ میں لیں اور دوسرا کوئی نہ لے. پر یہ ابھی بھوشہ کی بات ہے.

کو میٹنگ کر کے آئیہندوؤں کا چناؤ کر لیا جاوے۔ دوسرے ہفتہ کو پاس کے ایک گاؤں میں سب لوگ اپنے چرخے ساتھ لیجائے کٹائی کریں۔ لیکن اس سبھا میں جو سب سے اہم فیصلہ ہوا وہ یہ تھا کہ منڈل کے ممبر کسی چناؤ میں حصہ نہ لیں گے چاہے وہ مہونسپل بورڈ کا ہو یا دستوریت بورڈ کا صوبے کی اسمبلی کا ہو یا سنٹرل اسمبلی کا۔ کانگریس کی دلیہندوؤں سے بھی دور رہیں گے۔

آخر میں صدر صاحب نے سب کو دھندہ واد دیا پھر میٹھانی اور نمکوں ملکا کر سب لوگوں کو جلیان دیا گیا اور سب لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

دوسرے دن اخبار میں خبر چھپی کہ گاندھی لوگ سہوا منڈل کے نام سے شہر میں ایک سندھیا ہلی ہے جو گاندھی جی کے مشن کو آگے چلا رہی ہے۔

پھر سٹیج پر کے اخبار میں خبر چھپی کہ اتوار کو منڈل کی میٹنگ ہوئی سب ممبروں نے حاضر ہونے کی پراہٹا کی جاتی ہے۔ جگہ وہی پرانی تھی جہاں پہلی میٹنگ ہوئی تھی۔

سوموار کے اخبار میں چھپا کہ منڈل کے صدر وہی سچن چلے گئے جن کے گھر پر میٹنگ تھی۔ سکریٹری وہ نوجوان چلے گئے جنہوں نے سامہرد ایکٹ کا وردہ کیا تھا۔ ساتھ ہی اگے اتوار کا پروگرام چھپا تھا کہ شہر کے نزدیک گاؤں میں کٹائی ہوگی۔

دوسرے سوموار کو اخبار میں خبر آئی کہ منڈل کی سبھا میں ایک لوگ نہ جاسکے کیونکہ اس دن شہر کے ایک خاص رئیس کی موت ہوگئی تھی۔

تیسرے سوموار کو منڈل کی کوئی خبر اخبار میں نہ چھپی۔

چوتھا سوموار بھی خالی تھا۔

پانچویں سوموار کو ایک خاص خبر چھپی۔

”منڈل کے صدر شہر کانگریس کمیٹی کے چناؤ میں اپنے پنے بیروہی کو تین ووٹوں سے ہرا کر شہر کانگریس کمیٹی کے صدر چن لیے گئے۔ دونوں پارٹیوں میں بڑا سخت مقابلہ ہوا لیکن وردہ کی ساری کوششیں اسپہل رہیں۔“

اور اُسکے دو دن بعد یہ خبر آئی کہ ان دنوں نوجوانوں نے جنہوں نے سامہرد ایکٹ کا وردہ کیا تھا اور جنہوں سے ایک منڈل کے سکریٹری چلے گئے تھے کانگریس سے استعفیٰ دے دیا۔

دوسرے دن اخبار میں خبر چھپی کہ گاندھی لوگ سہوا منڈل کے نام سے شہر میں ایک سندھیا ہلی ہے جو گاندھی جی کے مشن کو آگے چلا رہی ہے۔

پھر سٹیج پر کے اخبار میں خبر چھپی کہ اتوار کو منڈل کی میٹنگ ہوئی سب ممبروں نے حاضر ہونے کی پراہٹا کی جاتی ہے۔ جگہ وہی پرانی تھی جہاں پہلی میٹنگ ہوئی تھی۔

سوموار کے اخبار میں چھپا کہ منڈل کے صدر وہی سچن چلے گئے جن کے گھر پر میٹنگ تھی۔ سکریٹری وہ نوجوان چلے گئے جنہوں نے سامہرد ایکٹ کا وردہ کیا تھا۔ ساتھ ہی اگے اتوار کا پروگرام چھپا تھا کہ شہر کے نزدیک گاؤں میں کٹائی ہوگی۔

دوسرے سوموار کو اخبار میں خبر آئی کہ منڈل کی سبھا میں ایک لوگ نہ جاسکے کیونکہ اس دن شہر کے ایک خاص رئیس کی موت ہوگئی تھی۔

تیسرے سوموار کو منڈل کی کوئی خبر اخبار میں نہ چھپی۔

چوتھا سوموار بھی خالی تھا۔

پانچویں سوموار کو ایک خاص خبر چھپی۔

”منڈل کے صدر شہر کانگریس کمیٹی کے چناؤ میں اپنے پنے بیروہی کو تین ووٹوں سے ہرا کر شہر کانگریس کمیٹی کے صدر چن لیے گئے۔ دونوں پارٹیوں میں بڑا سخت مقابلہ ہوا لیکن وردہ کی ساری کوششیں اسپہل رہیں۔“

اور اُسکے دو دن بعد یہ خبر آئی کہ ان دنوں نوجوانوں نے جنہوں نے سامہرد ایکٹ کا وردہ کیا تھا اور جنہوں سے ایک منڈل کے سکریٹری چلے گئے تھے کانگریس سے استعفیٰ دے دیا۔

میں نے اپنے اپنے گھروں کے لوگوں سے کہا کہ یہاں اسی گھر کے کتائی ہوئی چاہئے۔ لوگ اگر پہلے ہی انکار کرتے تو کوئی بات نہ تھی۔ مگر سب نے وعدہ دیا کہ وہ اس کے لئے کچھ کر دیں گے اس پر سچے دل سے عمل بھی کیا۔ انہوں نے تو ایسی کسی سہولت بنانے کی کوئی بات نہیں کی۔ جن کو کام کرنا ہے وہ ہر حالت میں کام دہیں گے۔ میں نے تیس برس پہلے باپو کا سہولت اور تب سے ان کی ہر بات پر جہاں تک ہو سکتا ہے کرتا ہوں۔ مجھے اہلسا پر پورا وشواس ہے۔ مجھے کا تجربہ ہو چکا ہے۔ پنجاب میں اتنے دن کے ہوئے پر اہلسا پر سے وشواس نہ دیا۔ میرے محلے پر کئی بار ہوئے۔ وہیں ہر دفعہ اہلسا حملہ کرنے والوں کے پاس ہا اور میرے اہلسا سے سبھانے پر وہ ہر بار لوٹ گئے۔ میں اور گورنمنٹ جانتا تھا۔ پر جب گاندھی جی نے ستائی کی یہ تعریف کی کہ دونوں لکھاوتیں سہولتی تھیں تو میں نے ہلکی بھی لکھنا سیکھ لیا۔ اور اب میری رائے ہے کہ وہیں گاندھی جی کی کسی بات کو اس میں نہ دیکھنا چاہئے کہ ہندوستان کا بتوارہ ہو گیا ہوں کسی حالت میں بھی پاکستان کی نقل نہ چاہئے۔ پاکستان میں آج ایک ہی سکہ نہیں رہا ہے پر میرے دل میں پاکستان کے خلاف کوئی نفرت نہیں ہے۔ اہلسا پر وشواس رکھنے والے کے دل میں نفرت نہیں ہے۔ پاکستان میں میرے مسلمانوں کے جو برتاؤ بھی ہو، میں اسے یہاں کی اللہیتوں کو رکھنا اپنا دھرم سمجھتا ہوں۔ مجھے اہلسا آپ جو بھی سہولت بنائیں گے اس میں ان باتوں پر ایمان رکھیں گے۔

سردار جی کے بعد ایک دوسرے نوجوان سکہ کی باری۔ یہ نوجوان شاہد سردار جی کے لئے تھے۔ انہوں نے نہ کہا اور اس طرح لوگوں کے باری باری اپنی رائے کرنے کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

اب پھر صدر کی جگہ ہفتہ ہوئے سجن کی طرف لے دیکھا۔ ان سجن نے نوکر کو پان لائے کا حکم دیا ہر ہولے۔ ”آپ لوگوں نے جو وچار پرکت لئے ان سے آگے کام کرنے میں مدد ملے گی۔ اب میں چاہتا کہ سہولت کا نام طے ہو جائے اور کام کی روپ دیکھا ہو جائے۔“

دوسری بحث کے بعد سہولت کا نام ”گاندھی لوک سہولت“ طے ہو گیا۔

اس کے کام کرنے کے طے ہوا کہ ہر اتوار کو سب

سردار جی کے بعد ایک دوسرے نوجوان سیکھ کی باری تھی۔ یہ نوجوان شاہد سردار جی کے لئے تھے۔ انہوں نے نہ کہا اور اس طرح لوگوں کے باری باری اپنی رائے کرنے کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

اب پھر صدر کی جگہ ہفتہ ہوئے سجن کی طرف لے دیکھا۔ ان سجن نے نوکر کو پان لائے کا حکم دیا ہر ہولے۔ ”آپ لوگوں نے جو وچار پرکت لئے ان سے آگے کام کرنے میں مدد ملے گی۔ اب میں چاہتا کہ سہولت کا نام طے ہو جائے اور کام کی روپ دیکھا ہو جائے۔“

دوسری بحث کے بعد سہولت کا نام ”گاندھی لوک سہولت“ طے ہو گیا۔

اس کے کام کرنے کے طے ہوا کہ ہر اتوار کو سب

جڏهن تهندي نهيا بلڪه نرالها تهئي. انهن لئ ٿيها۔
 انهن مهن سئ بهت سئ ڪانگريسيهن ڪا هلندو مسلم ايڪتا
 کي طرف سئ وشواس آڻه ٿيا هئ. هم سانئ لئئ
 هئن ڪه هندستان ڪا بٽواره هونئ ڪه بعد هلندو مسلم
 ايڪتا پڙ گندهي جي زور دئ ڪڙ غلطي ڪڙ رهئ تهئ.
 هندستان بلئئ ڪه بعد به سوال هي ختم هو ٿيا هئ. ٻوسري
 بائ به هئ ڪه گندهي جي ديش کي ايڪ راشٽر بهاشا
 چئئ تهئ. وه بهاشا هلندي نهئن تهئي. وه بهاشا اردو بهي
 نهئن تهئي. گندهي جي ديش کي بهاشا هندستاني
 چاهئ تهئ. آڇ آپ مهن سئ ڪٿلئ هئن جو به سمجهئ هئن
 ڪه گندهي جي کي به مانگ صئح تهئي. بهئي بهئي
 بهان چئئ. بهانئون لئ بهانن کي هئن وه سنسڪرت لئدي
 هلندي مهن کي هئن. گندهي جي ايئي بهاشا ڪو پسند
 نهئن ڪرتئ تهئ جو ايڪ عام آدمي سمجهئ نه سگهئ. مهن
 چائيا چاهئا هئن ڪه بهان ڪٿلئ بهاني هئن جو گندهي
 جي کي هندستاني کي حمايت ڪرتئ هئن. اگر هم سچ
 گندهي بهت هئن، همهن گندهي جي ڪه مشن سئ پريم
 هئ تو همهن ان کي ان چيوزن ڪو خاص علور پڙ ايندا
 چاهئئ جن کي طرف سئ گندهي جي ڪا بار بار نام لئئ
 والئ راج ڪجي لڙڪ يه پرواهي پرت رهئ هئن. همادا جو
 سنگتئون بلئ اسڪئ سامئ بهل مقصد به هونا چئئ ڪه وه
 گندهي جي کي هندستاني ڪا پڇڙا ڪرئ. همارئ جو مڃڙ
 هئن ان ڪه لئئ پهلئ شرط يه هو ڪه وه ناري اور اردو
 دونن لڙهان سگهين. جو لوڪ گندهي جي ڪه وچارن
 ڪو پوري طرح نهئن ايندا سگهئ انهن ايئ ڪو گندهي جي ڪا
 بهت امان ڪرئ چئئ ڪو ٺهڪا نه دئيا چاهئئ گندهي جي ڪه
 نام ڪا ناجائز فائده آڻهانا گسي بهي طرح آچت نهئن هئ.
 ايم. ايل. اءِ. صاحب لئ ان سجن کي طرف اس طرح
 دٻڪا جهئ ڪڙ رهئ هئن ڪه به سب بهڪار سوال هئن.
 ٻوسري لوڪن لئ بهي ان سجن ڪو جهڪي هي سمجهئا اور
 بائ آڳه بڙه ڪئي. اب ايڪ سردار جي کي پاري آئي.
 سردار جي سر سئ پڙ ٽڪ ٿيئي ڪهڙئ پوئئ تهئ. ان
 ڪهڙئ بهت صاف نهئ تهئ. قهقش پڇامئ اور پڪڙي
 دٻڪهڪر صاف معلوم هوتا ته ڪه ان ڪهڙن لئ دٻي ڪا ڪڙ
 نهئن دٻڪا. سب ڪهڙئ هانئ ڪه ڊهلي معام هونئ تهئ.
 لئل ڪا استعمال نه ڪرئ سئ ڪهڙن مهن سهندئ کي چمڪ
 نه آئي تهئ. سردار جي لئ بڙئ درد بهرئ لئجئ مهن
 لئئي دلت شروع ڪئ۔ ”بهانئو! مهري طرف سئ ايڪ
 بهتئ هئ. هم بهان اٿئا هئئ هئن اور به طه ڪرئ ڪه لئئ
 اٿئا هئئ هئن ڪه همهن ڪم ڪرنا هئ. اس لئئ ڪب هم بهان
 سئ آهين ته بهي همارئ دلون مهن به پڪا اراده هونا چاهئئ
 ڪه هم ڪم ڪرئ لئ. آڇ تو هم بائ ڪرئ مهن بهت آهئ رهنئ
 هئن مگر عمل ڪه وٽ سب سئ پوچه نظر آئ هئن. مهن
 آپ ڪو پڪڙئ. پوچهه اڪٽوبر مهن گندهي جهئئئ ڪه موقع پڙ

एम० एल० ए० साहब ने इन सज्जन की तरफ इस तरह
खा जैसे कह रहे हों कि यह सब बेकार सवाल हैं, दूसरे
तोगों ने भी इन सज्जन को भक्की ही समझा और बात
प्रागे बढ़ गई, अब एक सरदार जी की बारी आई, सरदार
जी सर से पैर तक खादी के कपड़े पहने थे, उनके कपड़े
हुत साफ न थे, कमीज, पाजामा और पगड़ी देख कर
एक मालूम होता था कि इन कपड़ों ने घोषी का घर नहीं
खा, सब कपड़े हाथ के धुले मालूम होते थे, नील का
तेमाल न करने से कपड़ों में सफेदी की चमक न आई
। सरदार जी ने बड़े दर्द भरे लहजे में अपनी बात शुरू
।—“भाइयो! मेरी तरफ से एक बिनती है, हम यहां
कट्टा हुए हैं और यह तय करने के लिये इकट्ठा हुए हैं कि
हैं काम करना है, इसलिये जब हम यहां से छूटें तब भी
पारे धियों में यह पक्का इरादा होना चाहिये कि हम काम
एंगे, आज जो हम बात करने में बहुत आगे रहते हैं
पर अमल के लिये सब से पीछे नजर आते हैं, मैं आप
कहाई, पिछले अक्तूबर में गांधी जयन्ती के मौके पर

مجھے بہت کم فرصت ملتی ہے۔ پر مجھ سے جو سہوا ہو سکے گی اس کے لئے میں تیار ہوں۔

اب جن سجن کو بولنا تھا وہ ایک نوجوان تھے۔ انہوں نے بڑے جوش کے ساتھ کہا۔ ”ہمیں یہ نہ بولنا چاہئے کہ ہندو مسلم ایکٹا کے لئے کام کرتے ہوئے سارے کئے ہوں۔ ہمارے ہندوؤں سے سامہرد ایکٹنگوں کی آگ ایک قدم سے ضرور بچہ گئی ہے پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ آگ پھر نہیں سلگ سکتی۔ آج راشٹری سریم سوک سنگھ اور مہاسبھا والے چپ ہوئے ہیں پر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے دل بدل گئے ہیں۔ ہمارے ہندو نے جلتا میں سامہرد ایکٹا کے خلاف جو فصد پیدا کر دیا ہے اس سے قہر کر ہی یہ لوگ چپ ہو گئے ہیں۔ ہمیں اس کا دھیان رکھنا ہے کہ جہاں جلتا کا فصد کم ہوا، یہ لوگ پھر مہدان میں آجائیں گے اور سامہرد ایکٹا کا زہر پھیلنا شروع کر دیں گے۔ ہمیں چاہئے کہ اپنی سلسلہ میں چمکر ایسے لوگوں کو رکھیں جو دل سے سامہرد ایکٹا کے خلاف ہوں۔ ہمیں اس سے سب سے ادھک زور ہندو مسلم ایکٹا پر دینا چاہئے اور ہندوؤں میں کھس کر سامہرد ایکٹا کے خلاف پرچار کرنا چاہئے۔“

ان کے پاس جو سجن بیٹھے تھے وہ بھی نوجوان تھے اور شاید یہ دونوں نوجوان آپس میں دوست تھے کیونکہ ان سے جب پوچھے کہ کیا تھا تو انہوں نے یہی ہندو مسلم ایکٹا پر خاص زور دیا اور آخر میں یہ کہہ کر کہ میں بھائی کے پرتھک شبد کا سمرتھن کرتا ہوں، چپ ہو گئے اور سب لوگوں پر اس طرح نگاہ ڈالی۔ مانو دسروں سے بھی اپنا سمرتھن چاہتے ہوں۔

پھر ان کی آشا پوری نہ ہوئی کیونکہ کسی نے بھی سامہرد ایکٹا کے وردہ یا ہندو مسلم ایکٹا کی بات نہ کی۔

ایک سجن نے ہرپچن ادھار پر زور دیا۔

دوسرے سجن نے ان کا پورا سمرتھن کیا۔

تیسرے سجن نے کتاڑے منڈل کرایم کرنے کا سوجاوا رکھا۔

چوتھے سجن نے سہواگرام آشرم کے تھلک پر ضلع میں ایک آشرم کھولنے کا پرستار کیا۔

پانچویں سجن نے ہرپچنوں میں شکشا پرچار کی طرف سب کا دھیان کھینچا اور ذات میں ہرپچن بھائیوں کو جوہانے کے لئے سب سے اپنا نام لکھانے کی پرارتھنا کی۔

چھٹے سجن نے ’جو پانچوں کی راہ‘ کے باندھان میں پانچویں سجن کا سمرتھن کیا۔

لےکین ساتویں سجن کی بات پر ایک دم سب چپ ہو گئے۔ یہ سجن بھی ایک نوجوان تھے۔ ان کی آواز میں

ان کے پاس جو سجن بیٹھے تھے وہ بھی نوجوان تھے اور شاید یہ دونوں نوجوان آپس میں دوست تھے کیونکہ ان سے جب پوچھے کہ کیا تھا تو انہوں نے یہی ہندو مسلم ایکٹا پر خاص زور دیا اور آخر میں یہ کہہ کر کہ میں بھائی کے پرتھک شبد کا سمرتھن کرتا ہوں، چپ ہو گئے اور سب لوگوں پر اس طرح نگاہ ڈالی۔ مانو دسروں سے بھی اپنا سمرتھن چاہتے ہوں۔

پھر ان کی آشا پوری نہ ہوئی کیونکہ کسی نے بھی سامہرد ایکٹا کے وردہ یا ہندو مسلم ایکٹا کی بات نہ کی۔

ایک سجن نے ہرپچن ادھار پر زور دیا۔

دوسرے سجن نے ان کا پورا سمرتھن کیا۔

تیسرے سجن نے کتاڑے منڈل کرایم کرنے کا سوجاوا رکھا۔

چوتھے سجن نے سہواگرام آشرم کے تھلک پر ضلع میں ایک آشرم کھولنے کا پرستار کیا۔

پانچویں سجن نے ہرپچنوں میں شکشا پرچار کی طرف سب کا دھیان کھینچا اور ذات میں ہرپچن بھائیوں کو جوہانے کے لئے سب سے اپنا نام لکھانے کی پرارتھنا کی۔

چھٹے سجن نے ’جو پانچوں کی راہ‘ کے باندھان میں پانچویں سجن کا سمرتھن کیا۔

لےکین ساتویں سجن کی بات پر ایک دم سب چپ ہو گئے۔ یہ سجن بھی ایک نوجوان تھے۔ ان کی آواز میں

ان کے پاس جو سجن بیٹھے تھے وہ بھی نوجوان تھے اور شاید یہ دونوں نوجوان آپس میں دوست تھے کیونکہ ان سے جب پوچھے کہ کیا تھا تو انہوں نے یہی ہندو مسلم ایکٹا پر خاص زور دیا اور آخر میں یہ کہہ کر کہ میں بھائی کے پرتھک شبد کا سمرتھن کرتا ہوں، چپ ہو گئے اور سب لوگوں پر اس طرح نگاہ ڈالی۔ مانو دسروں سے بھی اپنا سمرتھن چاہتے ہوں۔

वह सख्तन शहर कांग्रेस के ओहदेदार होने के साथ साथ सूबे की असेम्बली और और विधान सभा के भी मेम्बर थे. केवल इतना कहकर चुप हो गए कि मैं ऐसी हर संस्था का स्वागत करता हूँ जो बापू के मिशन को लेकर चले.

یہ سچن شہر کانگریس کے عہدے دار ہونے کے ساتھ ساتھ صوبہ کی اعلیٰ اور راجن سبھا کے بھی ممبر تھے۔ مولانا کھنہر چمپ ہوئے کہ ہم ایسی ہر سلسلہ کا سواکت کرتا ہوں جو پایو کے مشن کو لکھ چلے۔

धोती कुर्ते वाले बिलकुल घरीब मामूम होते हैं। बीच दीवार की तरफ एक जगह खाली है। यह शायद इस जमे के सदर की जगह है। थोड़ी देर बाद एक सज्जन गले के अन्दर से हाथ में पान की थाली लिये आर और आपको जयहिन्द कर के उस खाली जगह पर बैठ गए।

उन के बैठने के बाद कुछ लोग कहते हैं अब कारवाई शुरू होनी चाहिये और वह सज्जन कहना शुरू करते हैं—

“मैं पहले तो आप सब लोगों से क्षमा चाहता हूँ कि आपने यहाँ पधारने का कष्ट किया।”—पान की थाली सरी तरफ बढ़ा कर उन्होंने लोगों से पान खाने की इरथना की और एक बार चारों तरफ देख कर फिर बात शुरू की।

“मैंने आप लोगों को एक खास कारन से कष्ट दिया ... हम आज इस लिये इकट्ठा हुए हैं कि राश्ट्र पिता आत्मा गांधी को स्वर्ग सिधारे अभी पूरे दो महीने भी नहीं गिते। हमें विचार करना है कि बापू जो मिशन छोड़ गए हैं उसे हमें क्योंकर आगे बढ़ाना चाहिये। आज कांग्रेस में दो तरह के लोग हैं, एक वह जो बापू के रचनात्मक प्रोपामों को चला रहे हैं और राजनीति में कोई हिस्सा नहीं लेते, दूसरे वह लोग जो राजनीति में हिस्सा लेते हैं और बापू के रचनात्मक प्रोपाम से जिन्हें कोई दिलचस्पी नहीं, पहले वाले लोग राजनीति में आगे नहीं आते इसलिये उनका देश जनता तक नहीं पहुँच पाता, यह लोग अपने आश्रम ला रहे हैं और भारत की करोड़ों जनता से इनका सम्बन्ध बिलकुल कट सा गया है, दूसरे लोग जो राजनीति में दलदल में फंसे हैं उन्हें दलबन्दी और राजनीति भगड़ों इतना समय ही नहीं मिलता कि वह रचनात्मक कामों में तरफ ध्यान दे सकें, होना तो यह चाहिये था कि हर गंगरेसी गांधी जो के मिशन को आगे बढ़ाने के लिये ठ खड़ा होता पर ऐसा नहीं है, मैंने यह सोच कर कुछ पत्रों से बात की और फिर यह तय किया कि हमें अपने आदर ही में कांग्रेस से अलग एक संस्था बनानी चाहिये और बापू के मिशन को आगे बढ़ाने में लग जाना चाहिये, स कांग्रेस का विरोध करेंगे न कांग्रेस से अलग होंगे र हमारी इस संस्था के सदस्य कांग्रेस की दलबन्धियों का भाग न लेंगे, हमारे नगर में ऐसे लोगों की काफी तादाद है जो गांधीवाद को दिल से मानते हैं पर यह सब लोग बेखरे हुए हैं और उन के आपस में मिलने जुलने का कोई तरीका निकल आए तो यही लोग बहुत कुछ कर सकते हैं, अब हमारा संगठन हो जायगा तो दूसरे लोग भी हमारे साथ आएंगे और इस तरह हम बापू के मिशन को आगे बढ़ा सकेंगे, मैं चाहता हूँ कि आप लोग भी इस विषय पर अपने अपने विचार प्रकट करें।”

के देवती कर्तु वाला बालक घरीब मामूम होते हैं... में देवती कर्तु की तरफ एक जगह खाली है... यह शायद इस जमे के सदर की जगह है... थोड़ी देर बाद एक सज्जन गले के अन्दर से हाथ में पान की थाली लिये आर और आपको जयहिन्द कर के उस खाली जगह पर बैठ गए... उनके बैठने के बाद कुछ लोग कहते हैं अब कारवाई शुरू होनी चाहिये और वह सज्जन कहना शुरू करते हैं—

“मैं पहले तो आप सब लोगों से क्षमा चाहता हूँ कि आपने यहाँ पधारने का कष्ट किया।”—पान की थाली दूसरी तरफ बढ़ा कर उन्होंने लोगों से पान खाने की इरथना की और एक बार चारों तरफ देख कर फिर बात शुरू की।

“मैंने आप लोगों को एक खास कारन से कष्ट दिया ... हम आज इस लिये इकट्ठा हुए हैं कि राश्ट्र पिता आत्मा गांधी को स्वर्ग सिधारे अभी पूरे दो महीने भी नहीं गिते। हमें विचार करना है कि बापू जो मिशन छोड़ गए हैं उसे हमें क्योंकर आगे बढ़ाना चाहिये। आज कांग्रेस में दो तरह के लोग हैं, एक वह जो बापू के रचनात्मक प्रोपामों को चला रहे हैं और राजनीति में कोई हिस्सा नहीं लेते, दूसरे वह लोग जो राजनीति में हिस्सा लेते हैं और बापू के रचनात्मक प्रोपाम से जिन्हें कोई दिलचस्पी नहीं, पहले वाले लोग राजनीति में आगे नहीं आते इसलिये उनका देश जनता तक नहीं पहुँच पाता, यह लोग अपने आश्रम ला रहे हैं और भारत की करोड़ों जनता से इनका सम्बन्ध बिलकुल कट सा गया है, दूसरे लोग जो राजनीति में दलदल में फंसे हैं उन्हें दलबन्दी और राजनीति भगड़ों इतना समय ही नहीं मिलता कि वह रचनात्मक कामों में तरफ ध्यान दे सकें, होना तो यह चाहिये था कि हर गंगरेसी गांधी जो के मिशन को आगे बढ़ाने के लिये ठ खड़ा होता पर ऐसा नहीं है, मैंने यह सोच कर कुछ पत्रों से बात की और फिर यह तय किया कि हमें अपने आदर ही में कांग्रेस से अलग एक संस्था बनानी चाहिये और बापू के मिशन को आगे बढ़ाने में लग जाना चाहिये, स कांग्रेस का विरोध करेंगे न कांग्रेस से अलग होंगे र हमारी इस संस्था के सदस्य कांग्रेस की दलबन्धियों का भाग न लेंगे, हमारे नगर में ऐसे लोगों की काफी तादाद है जो गांधीवाद को दिल से मानते हैं पर यह सब लोग बेखरे हुए हैं और उन के आपस में मिलने जुलने का कोई तरीका निकल आए तो यही लोग बहुत कुछ कर सकते हैं, अब हमारा संगठन हो जायगा तो दूसरे लोग भी हमारे साथ आएंगे और इस तरह हम बापू के मिशन को आगे बढ़ा सकेंगे, मैं चाहता हूँ कि आप लोग भी इस विषय पर अपने अपने विचार प्रकट करें।”

خاتم کرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے بودھ کلا کے سندر سے سندر نمونوں کو بھی منگوا لیا ہے۔ یہ بھی کوریا کی سنسٹان پہاڑیوں میں بھارتی کلا کے نشان وہاں کے بودھ مندروں میں آج بھی موجود ہیں۔

بھارت اور کوریا کا کلچری مہل ایشیا کے کلچری اتھاس کی بڑی مہم کی گھنٹا ہے۔ صدیوں پہلے بھارتی کلچر کی جو لہر بھارت سے چین کی طرف بڑھی تھی وہ چین میں نہ رک کر کوریا بھی پہنچی۔ پھر کوریا سے یہ لہر جاپان کی طرف بڑھی اور دھڑے دھڑے جاپان بھی اُس میں سما گیا۔ کوریا والوں نے ہی پہلے بودھ دھرم کا سندھیش جاپان والوں کو سنایا تھا۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ بھارت اور کوریا نے کلچری مہل ہونے پر ہی بھارت اور جاپان میں بھی کلچری سہولت قائم ہوا۔ ایشیا کی کلچری ایکٹا کو بھارت اور کوریا کے سہولت کی یہی سب سے بڑی دین ہے۔

پچھلی کئی صدیوں سے ایشیا کے ملک بدیسی حکومت اور بدیسی ہندوؤں کے ذریعے اپنی پرانی کلچری ایکٹا اور راج نہایت متروک ہو رہے تھے۔ آج وہ اپنی پرانی دوستی اور پرانی ایکٹا قائم کرنے کو پھر اُتسک ہیں۔ بھارت اور چین اپنی اُنہاسک متروک کو پھر سے جگا چکے ہیں۔ اب وہ دن دور نہیں جب کوریا بھی بدیسی فوجوں کو اپنے دیس سے ہڈیوں کر آزاد ہوگا اور اپنے پرانے دوست بھارت سے ایک بار پھر سہولت جوڑنے کے لئے ہاتھ آئے ہوں گے۔

گانڈھی جی کے نام پر

(بابر انور عبداللہ)

مارچ سن '48 کی بات ہے۔ دیش پیتا مہاتما گانڈھی کو گپ پورے دو مہینے بھی نہیں دیا ہے۔

ایک بلکلے کے باہر کے دالان میں پندرہ بیس آدمی بیٹھے ہیں۔ کھڑکی میں ایک بڑے فریم میں مہاتما گانڈھی کی تصویر دکھائی دے رہی ہے۔ مجمع میں ہر طبقے کے لوگ ہیں۔ کچھ کی دودھ سی سٹھ کھانسی کا کرنا۔ پاجامہ یا جھوٹی بٹلانی ہے کہ کھاتے پیتے ہی نہیں بچا کر بھی رکھنے والے طبقے سے اُنکا سہولت ہے۔ کچھ کی دھاری دار لباس کی آستین کی لمبائی اور دھلے پاجامے انہیں نچلے طبقے کا ظاہر کرتے ہیں۔ دو تین بالکل مہلی کولسی

گانڈھی جی کے نام پر

(بھائی انور عبداللہ)

مارچ سن '48 کی بات ہے۔ دیش پیتا مہاتما گانڈھی کو گپ پورے دو مہینے بھی نہیں دیا ہے۔

ایک بلکلے کے باہر کے دالان میں پندرہ بیس آدمی بیٹھے ہیں۔ کھڑکی میں ایک بڑے فریم میں مہاتما گانڈھی کی تصویر دکھائی دے رہی ہے۔ مجمع میں ہر طبقے کے لوگ ہیں۔ کچھ کی دودھ سی سٹھ کھانسی کا کرنا۔ پاجامہ یا جھوٹی بٹلانی ہے کہ کھاتے پیتے ہی نہیں بچا کر بھی رکھنے والے طبقے سے اُنکا سہولت ہے۔ کچھ کی دھاری دار لباس کی آستین کی لمبائی اور دھلے پاجامے انہیں نچلے طبقے کا ظاہر کرتے ہیں۔ دو تین بالکل مہلی کولسی

پاکیزہ پوسٹک مانی جاتی تھی۔ اس کتاب کا وہاں نام تھا ”سی۔ یو۔ کی“ (Si-Yu-Ki) یعنی ”سی۔ یو۔ کی“۔ یہ کتاب کوریا کے ہر مقام میں اور ہر کتاب گھر میں پائی جاتی تھی۔

کوریا میں بولڈ دھرم کے پتھن کے ساتھ ساتھ بولڈ کتاہوں کا بھی بڑا حال ہوا۔ مندروں اور مٹھوں کے برہان کتے چالنے کے ساتھ ساتھ بولڈ سامتیہ بھی برہان ہوگیا۔ پھر بھی کچھ کتاہیں بچ رہیں جنہیں جاپانیوں نے اکٹھا کیا اور انہیں پھر چھوڑ دیا۔

6—کوریا میں بھارتی کلا:—

کوریا میں بولڈ دھرم کے फैلانے کے ساتھ ساتھ وہاں بولڈ کلا کو بھی رواج دیا گیا۔ کوریا کے بولڈ مندروں میں جو مورتیاں کایم کی گئی تھیں ان پر بھارتی بولڈ بون ساہی کی بآپ ساہ دیکھا دیتی تھی۔

سیرلا کی سلطنت کے زمانے میں (668-918 ई॰) کوریا میں کلاس تہر سے بھارتی کلا کا चलन था۔ इस कमाने में कुरिया से अनेक बौद्ध भिक्षु भारत आए थे। भारत से वह अपने साथ अनेक बौद्ध मूर्तियां और नक्कशी के नमूने कुरिया ले गए थे।

इसी कमाने में कुरिया में, अमिताभ बुद्ध और बोधिसत्व कुष्मान-यिन की मूर्तियां जगह जगह मंदिरों में कायम की गईं, दोनों पर भारतीय कला का असर जाहिर था। अमिताभ बुद्ध आसन पर बैठे, एक पैर पर दूसरा पैर रखे, अपनी गोद में अपना हाथ रखे और ध्यान में मग्न दिखाए गए हैं। बोधिसत्व कुष्मान-यिन का रूप भी भारत से ही लिया गया है। बोधिसत्व सिंहासन पर शाही ठाठ के साथ आराम से बैठे हैं। उनका बायां पैर सिंहासन पर है और बायां हाथ बायें पैर पर से होता हुआ नीचे लटक रहा है। बायां पैर भी नीचे लटक रहा है और बायां हाथ सिंहासन को पकड़े हुए है।

इस कमाने की डीनी और कुरियाई कला पर अपनी राय जाहिर करते हुए मशहूर इतिहासकार केनेथ लाटुरेट लिखता है:—

“बौद्ध मंदिरों में गान्धार की यूनानी बौद्ध कला या गुप्तवंश के कमाने की भारतीय कला का असर क्लास तौर से जाहिर है। इस कमाने में जितनी सुन्दर मूर्तियां बनाई गईं उतनी सुन्दर मूर्तियां कुरिया में कमी नहीं बनीं। इसके नमूने आज भी कुरिया और चीन में मौजूद हैं”।

कुरिया से मंगोल राज खतम होते ही कंगकत्सु धर्म के मानने वालों ने कुरिया के समस्त बौद्ध मंदिरों और बौद्ध मठों को गिरा दिया। धातु की जितनी मूर्तियां बनीं वे सब को चूने गला डाला। बौद्ध धर्म का असर

کوریا میں بولڈ دھرم کے پتھن کے ساتھ ساتھ بولڈ کتاہوں کا بھی بڑا حال ہوا۔ مندروں اور مٹھوں کے برہان کتے چالنے کے ساتھ ساتھ بولڈ سامتیہ بھی برہان ہوگیا۔ پھر بھی کچھ کتاہیں بچ رہیں جنہیں جاپانیوں نے اکٹھا کیا اور انہیں پھر چھوڑ دیا۔

6 — کوریا میں بھارتی کلا:—

کوریا میں بولڈ دھرم کے फैلانے کے ساتھ ساتھ وہاں بولڈ کلا کو بھی رواج دیا گیا۔ کوریا کے بولڈ مندروں میں جو مورتیاں قائم کی گئیں ان پر بھارتی بولڈ سازی کی چھاپ صاف دکھائی دیتی تھی۔

سلا کی سلطنت کے زمانے میں (668 — 918 عیسوی) کوریا میں خاص طور سے بھارتی کلا کا چلن تھا۔ اس زمانے میں کوریا سے انہیں بولڈ بھکشو بھارت آئے تھے۔ بھارت سے وہ اپنے ساتھ بولڈ مورتیاں اور نقاشی کے نمونے کوریا لے گئے تھے۔

اسی زمانے میں کوریا میں استیابہ بدھ اور بودھی ستو کوآن-ین کی مورتیاں جگہ جگہ مندروں میں قائم کی گئیں۔ دونوں پر بھارتی کلا کا اثر ظاہر تھا۔ استیابہ بدھ آسن پر بیٹھے، ایک پیر پر دوسرا پیر رکھے، اپنی گود میں اپنا ہاتھ رکھے اور دھیان میں مگن دکھائے گئے تھے۔ بودھی ستو کوآن ان کا روپ بھی بھارت سے ہی لیا گیا ہے۔ بودھی ستو سنگھاسن پر شاہی ٹھاٹ کے ساتھ آرام سے بیٹھے تھے۔ ان کا دایاں پیر سنگھاسن پر ہے اور دایاں ہاتھ دائیں پیر پر سے ہوتا ہوا نیچے لٹک رہا ہے۔ بائیں پیر بھی نیچے لٹک رہا ہے اور بائیں ہاتھ سنگھاسن کو پکڑے ہوئے ہے۔

اس زمانے کی چھٹی اور کوریائی کلا پر اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے مشہور اٹھاس کار کینتھ لٹریٹ لکھتا ہے:—

”بولڈ مندروں میں گندھار کی یونانی بولڈ کلا کا گہرا اثر تھا۔ اس زمانے کی بھارتی کلا کا اثر خاص طور سے ظاہر ہے۔ اس زمانے میں جتنی سندھ مورتیاں بدائی گئیں اتنی سندھ مورتیاں کوریا میں۔ کبھی نہیں ملیں۔ اس کے نمونے آج بھی کوریا اور چین میں موجود ہیں“۔

کوریا سے ملنے والی راج ختم ہوتے ہی کنگکوتسو دھرم کے ماننے والوں نے کوریا کے تمام بولڈ مندروں اور بولڈ مٹھوں کو گرا دیا۔ صفا کی جتنی مورتیاں ملی تھیں ان میں سے کچھ کو انہیں لے کر آئے۔ بولڈ دھرم کا اثر

آکھتار لےکر مائیتم بودھ کی راکھل میں ایس سلسار میں آئے
آپے آہتہاہ شہد کا ارتھ ہے "چدوتی ہی چدوتی" یعنی
یانی نور ہی نور۔

ایس پنتھ کی تالیم کا نیچوڑ یہ ہے: بگوان
آمیتام بودھ میں پوری بکیت آئیر بھریشاں رکھو، اونکی
پوجاکرو آئیر آپنے کو اونکی مرچی پر آڈو۔ یہی
نیروان پراپن کرنے کا راستا ہے۔

ایس پنتھ کے ماننے والے کوریاہی بکیت بگوان آمیتام
آمیتام سے پراپنا کرتے ہوئے کہتے ہیں:—
'نامو آمیتو پو'

یانی:—"ہے بگوان آمیتام! میں بکیت باو سے
آئیر توم پر پورا بھریشاں کر کے تیری شرن میں آتا ہوں۔"

مڈھان بڈھوں کے لیے نیروان ہاسیل کرنے کا یہ
بکیت مارگ ہے۔

ایس پنتھ کے بھلاوا، بوبیڈرم کے چان پنتھ کا، تیڈھت
کے لاما پنتھ کا آئیر چین کے تیڈین-تائی پنتھ کا آہی
کوریا میں کافی پراچار ہوا۔ ان سب پنتھوں کو بھارت کے اور
چین کے بودھ بھکشوؤں نے قائم کھا تھا۔

5—کوریا میں بڈھ ساہتی

بڈھ ڈرم کے ساٹھ ساٹھ کوریا میں بڈھ ساہتی آہی
پہنچا۔ پہلے تو چین سے بھارت کا بڈھ ساہتی کوریا
لے جایا گیا فیر باد میں کوریا سے جو بڈھ بھارت
آئے، وہ اپنے ساتھ بودھ ڈرم کی کتابیں کوریا لے گئے۔
بڈھ ڈرم کے ہر پنتھ کا ساہتی کوریا پہنچا۔ وہاں کے
بڈھ بھکشوؤں نے انہیں کتابوں کا انرواد کھا۔

سن 1000 عیسوی کے قریب چین سے بڈھ تریپٹک
(یانی سٹریپٹک، آئیر آمیڈرم پٹک) کی ایک کافی
کوریا لائی گئی۔ یہ تریپٹک چین نے سمراٹ کی آکھا سے
سن 971 عیسوی میں تھار لے کھا تھا۔ اس میں آس
سے لگ کی بودھ ڈرم کی تمام کتابیں شامل تھیں۔ کوریا
کے راجہ نے اس تریپٹک کا پھر سے سمپادن کرنے کے لئے کوریا
کے دھوانوں کی ایک کمیٹی بڈائی تھی۔ تھار ہولے کے بعد
اس تریپٹک کا ایک آڈیشن کوریا سے نکلا گیا۔ اسی کے آدھار
پر جاپان میں سن 1880 عیسوی میں بودھ تریپٹک کا
ایک جاپانی آڈیشن تھار کھا گیا۔

سن 1251 عیسوی میں بودھ تریپٹک کوریا میں پہلی
بار چھاپ کر نکلا گیا۔

کوریا کے لوگ چین کے مشہور بودھ بھکشو وھین سانگ
کی بڑی عزت کرتے تھے۔ وھین سانگ نے اپنی بھارت یاترا کی
کی جو کتاب لکھی وہ کوریا میں بودھ ڈرم کی ایک بھت

آکھتار لے کر توم بودھ کی شکل میں اس سلسار میں آئے
آپے آہتہاہ شہد کا ارتھ ہے "چدوتی ہی چدوتی" یعنی
نور ہی نور۔

ایس پنتھ کی تعلیم کا نیچوڑ یہ ہے: بگوان آمیتام بودھ
میں بڑی بھکتی اور دھواں رکھو، ان کی پوجا کرو اور
آپے ان کی مرضی پر چھوڑ دو۔ یہی نوران پراپت کرنے
کا راستہ ہے۔

ایس پنتھ کے ماننے والے کوریاہی بھکت بگوان آمیتام
سے پراپنا کرتے ہوئے کہتے ہیں:—
'نامو آمیتو پل'

یعنی:—"ہے بگوان آمیتام! میں بھکتی بھاؤ سے
اور تجھ پر پورا دھواں کر کے تیری شرن میں آتا ہوں۔"
مہاپان بودھوں کے لئے نوران حاصل کرنے کا یہ بھکتی
مارگ ہے۔

ایس پنتھ کے علاوہ بودھ ڈرم کے چان پنتھ کا، تبت
کے لاما پنتھ کا اور چین کے تیڈین تائی پنتھ کا بھی کوریا
میں کافی پراچار ہوا۔ ان سب پنتھوں کو بھارت کے اور
چین کے بودھ بھکشوؤں نے قائم کھا تھا۔

5—کوریا میں بودھ ساہتی

بودھ ڈرم کے ساتھ کوریا میں بودھ ساہتی بھی
پہنچا۔ پہلے تو چین سے بھارت کا بودھ ساہتی کوریا لے
جایا گیا پھر بعد میں کوریا سے جو بھکشو بھارت آئے، وہ
اپنے ساتھ بودھ ڈرم کی کتابیں کوریا لے گئے۔ بودھ ڈرم
کے ہر پنتھ کا ساہتی کوریا پہنچا۔ وہاں کے بھکشوؤں نے
انہیں کتابوں کا انرواد کھا۔

سن 1000 عیسوی کے قریب چین سے بودھ تریپٹک (یعنی
سٹریپٹک) لے پٹک اور آہی بودھ ڈرم پٹک) کی ایک کافی
کوریا لائی گئی۔ یہ تریپٹک چین نے سمراٹ کی آکھا سے
سن 971 عیسوی میں تھار لے کھا تھا۔ اس میں آس
سے لگ کی بودھ ڈرم کی تمام کتابیں شامل تھیں۔ کوریا
کے راجہ نے اس تریپٹک کا پھر سے سمپادن کرنے کے لئے کوریا
کے دھوانوں کی ایک کمیٹی بڈائی تھی۔ تھار ہولے کے بعد
اس تریپٹک کا ایک آڈیشن کوریا سے نکلا گیا۔ اسی کے آدھار
پر جاپان میں سن 1880 عیسوی میں بودھ تریپٹک کا
ایک جاپانی آڈیشن تھار کھا گیا۔

سن 1251 عیسوی میں بودھ تریپٹک کوریا میں پہلی
بار چھاپ کر نکلا گیا۔

کوریا کے لوگ چین کے مشہور بودھ بھکشو وھین سانگ
کی بڑی عزت کرتے تھے۔ وھین سانگ نے اپنی بھارت یاترا
کی جو کتاب لکھی وہ کوریا میں بودھ ڈرم کی ایک بھت

آبادی کی لکڑی کے جلا کر کھانا بنانا سب کا کام بن گیا تھا۔ اس لئے وہ دیس کے دشمن ثابت ہوئے اور جلتا کی سپاہوں بھرتی ہو رہے تھے۔

منگول راج کا پتہ ہونے کے بعد کنگکھوٹو دھرم کے ماننے والوں نے ہی کوریا کا راج سنبھالا۔ انہوں نے قانون بنا کر بولڈ دھرم کا پرچار باندھ کر دیا اور کوریا کے سب بولڈ مندروں اور مٹوں کو گیروا دیا۔ کوریا کے دو چھوٹے راجاؤں نے اب بھی بولڈ دھرم کو اپنائے رکھنے کی کوشش کی۔ انہیں گدی سے اتار دیا گیا۔ کوریا کے دھرم بولڈ بھکشو شہر چھوڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں جا بسے۔ وہیں انہوں نے اپنے مندر اور مٹہ قائم کئے۔

مندر اور راج کا پتہ ہونے کے بعد کنگکھوٹو دھرم کے ماننے والوں نے ہی کوریا کا راج سنبھالا۔ انہوں نے قانون بنا کر بولڈ دھرم کا پرچار باندھ کر دیا اور کوریا کے سب بولڈ مندروں اور مٹوں کو گیروا دیا۔ کوریا کے دو چھوٹے راجاؤں نے اب بھی بولڈ دھرم کو اپنائے رکھنے کی کوشش کی۔ انہیں گدی سے اتار دیا گیا۔ کوریا کے دھرم بولڈ بھکشو شہر چھوڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں جا بسے۔ وہیں انہوں نے اپنے مندر اور مٹہ قائم کئے۔

(پانچ) جاپانی راج کا زمانہ (1910-1945 عیسوی)

(پانچ) جاپانی راج کا زمانہ (1910-1945 عیسوی)

کچھ صدیوں بعد سن 1910 عیسوی میں جاپانیوں نے کوریا پر قبضہ کر لیا۔ بولڈ دھرم کا کوریا میں پھر پرچار شروع ہوا۔ لیکن اس بار بھی ویدیشی حکومت کے ساتھ ساتھ بولڈ دھرم کوریا میں پھر سے آیا اور ویدیشی حکومت کی مدد سے ہی اسے پھیلنے کی کوشش کی گئی۔ شہروں میں بولڈ مندر اور بولڈ مٹہ پھر سے قائم کئے گئے۔ بولڈ دھرم کی پرانی کتابوں کو اکٹھا کر کے انہیں نئے سرے سے چھاپا گیا۔ جگہ جگہ بولڈ سوسائٹیاں قائم کی گئیں۔ کچھ سے لے کر کوریا میں بولڈ دھرم کا اثر بڑھتا دکھائی پڑا۔ اسی بچے دوسرا مہادھ چھوڑ گیا اور کوریا سے جاپانی راج اٹھ گیا۔ اس کے بعد کوریا میں بولڈ دھرم کا کچھ حال ہوا ہوگا یہ کہنا ابھی کہیں ہے۔

کچھ صدیوں بعد سن 1910 عیسوی میں جاپانیوں نے کوریا پر قبضہ کر لیا۔ بولڈ دھرم کا کوریا میں پھر پرچار شروع ہوا۔ لیکن اس بار بھی ویدیشی حکومت کے ساتھ ساتھ بولڈ دھرم کوریا میں پھر سے آیا اور ویدیشی حکومت کی مدد سے ہی اسے پھیلنے کی کوشش کی گئی۔ شہروں میں بولڈ مندر اور بولڈ مٹہ پھر سے قائم کئے گئے۔ بولڈ دھرم کی پرانی کتابوں کو اکٹھا کر کے انہیں نئے سرے سے چھاپا گیا۔ جگہ جگہ بولڈ سوسائٹیاں قائم کی گئیں۔ کچھ سے لے کر کوریا میں بولڈ دھرم کا اثر بڑھتا دکھائی پڑا۔ اسی بچے دوسرا مہادھ چھوڑ گیا اور کوریا سے جاپانی راج اٹھ گیا۔ اس کے بعد کوریا میں بولڈ دھرم کا کچھ حال ہوا ہوگا یہ کہنا ابھی کہیں ہے۔

4—کوریا میں بولڈ دھرم کے فرقے

4—کوریا میں بولڈ دھرم کے فرقے

کوریا میں بولڈ دھرم کی مہایان سمپراदाय کا ہی پرچار ہوا تھا۔ اس کے کئی فرقے سے سے پر کوریا میں قائم ہوئے جس میں 'سندھ کمل پلتھ' کے ماننے والے سب سے زیادہ تھے۔

کوریا میں بولڈ دھرم کی مہایان سمپراदाय کا ہی پرچار ہوا تھا۔ اس کے کئی فرقے سے سے پر کوریا میں قائم ہوئے جس میں 'سندھ کمل پلتھ' کے ماننے والے سب سے زیادہ تھے۔

'سندھ کمل پلتھ' کو چینی بھکشو ہوئی یوان نے بھارتی بھکشو بدھ یوں اور بدھ بھدر کی مدد سے چین میں قائم کیا تھا۔ چونکہ ان بھکشوؤں کا مٹہ ایک ایسے قلاب کے کنارے تھا جس میں سندھ کمل پلتھ تھے اس لئے ان کے فرقے کا نام 'سندھ کمل پلتھ' پڑ گیا۔ اس پلتھ کا پرچار کوریا میں بھی ہوا۔

'سندھ کمل پلتھ' کو چینی بھکشو ہوئی یوان نے بھارتی بھکشو بدھ یوں اور بدھ بھدر کی مدد سے چین میں قائم کیا تھا۔ چونکہ ان بھکشوؤں کا مٹہ ایک ایسے قلاب کے کنارے تھا جس میں سندھ کمل پلتھ تھے اس لئے ان کے فرقے کا نام 'سندھ کمل پلتھ' پڑ گیا۔ اس پلتھ کا پرچار کوریا میں بھی ہوا۔

اس پلتھ کے لوگ یہ مانتے ہیں کہ کوئی بدھ بھکوان اپنا بدھ کے اوتار نہ ہو سکتا ہے۔ بدھ ہی ساری دنیا کے سرچشمہ ہیں۔ انہیں کی وجہ سے دنیا قائم ہے اور جو بدھ ہیں وہ اس کے کارن ہیں۔ وہی

اس پلتھ کے لوگ یہ مانتے ہیں کہ کوئی بدھ بھکوان اپنا بدھ کے اوتار نہ ہو سکتا ہے۔ بدھ ہی ساری دنیا کے سرچشمہ ہیں۔ انہیں کی وجہ سے دنیا قائم ہے اور جو بدھ ہیں وہ اس کے کارن ہیں۔ وہی

(تین) کوریا کی سلطنت کا زمانہ (918—1392 ई०)

اس زمانے میں بودھ دھرم کوریا کا راج دھرم بن چکا تھا۔ راج دربار میں بودھ دھرم کے آئسو بڑے تھاکے سے منائے جاتے تھے۔ کوریا میں اسی وقت چنگے جگہ بڑے شاندار بودھ مندر قائم ہوئے۔ قانون بناکر یہ حکم دیا گیا کہ جس آدمی کے تین بیٹے ہوں وہ اپنا ایک بیٹا بودھ مندر کو بھکشو بننے کے لئے سونپ دے۔ راج کماروں کو پرہانے کے لئے بودھ بھکشو رکھے جاتے تھے۔

چودھویں صدی میں چینی سمراٹ کھولہ نے کوریا پر حملہ کرکے اسے اپنے अधीन کر لیا۔ اسنے کوریا میں بودھ مت کا پرچار کرنے میں ہر طرح کی مدد دی۔ اسی زمانے میں ہارتی بھکشو دھیان بودھ کوریا آیا تھا۔

(چار) چوژین کی سلطنت کا زمانہ (1392—1910 ई०)

اس زمانے میں کوریا کے اندر یکایک بودھ دھرم کا پتن شروع ہو گیا۔ اس پتن کی کہانی بھی بودھ دھرم کے اہلس میں ایک انوکھی کہانی ہے۔ جب تک کوریا کے اپنے دیسی راجہ خود بودھ دھرم اپناتے رہے اور راجا کو بھی اسے اپنانے کے لئے ہمت دلاتے رہے تب تک کوریا کی چلتا کا پریم بودھ دھرم کے ساتھ بنا رہا اور پوچھا گیا۔ پر قبلگی خاں ایک ویدیسی حملہ ور تھا۔ کوریا اس سے پہلے کبھی درسوں کا غلام نہ ہوا تھا۔ کوریا کی چلتا میں قبلگی خاں کے خلاف بغاوت پیدا ہونے لگی۔ قبلگی خاں نے راج کا پورا زور لٹا کر بودھ دھرم کو پھیلانا اور منوا چاہا۔ یہاں تک کہ اس کے زمانے میں کوریا کے بودھ مندر ہتھیار بند فوجوں سے بھرے دھتے تھے اور وہاں کے بودھ بھکشو سپاہیوں کی طرح ہتھیار باندھ کر باہر نکلتے تھے۔ دراجار اور رشوت خوری ان میں اور سارے راج کے اندر ہمت بڑھی چڑھی تھی۔ ویدیسی راج سے نفرت ہو جانے کے ساتھ اس طرح بودھ دھرم سے بھی کوریا والوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ کوریا نے اندر بودھ دھرم کی کراوت کا کھلا کارن کیا۔ کوریا والوں نے قبلگی خاں کی ویدیسی حکومت کو اپنے دیش سے نکال دیا اور اسی کے ساتھ ساتھ اپنے دیش کے اندر سے بودھ دھرم کو ختم کر دیا۔

بودھ دھرم کی جگہ اب کوریا نے اندر چین ہی کے کنگکوتسو دھرم نے لی کہونکے کنگکوتسو دھرم کے ماننے والوں نے ہی ایک کرائتی کاری دل بن کر قبلگی خاں کے خلاف بغاوت کا جھنڈا کھڑا کیا تھا۔ اسی لئے عام چلتا کنگکوتسو دل کے ساتھ ہو گئی۔ دوسری طرف بودھ بھکشوں نے

(تین) کوریا کی سلطنت کا زمانہ (918—1392)

اس زمانے میں بودھ دھرم کوریا کا راج دھرم بن چکا تھا۔ راج دربار میں بودھ دھرم کے آئسو بڑے تھاکے سے منائے جاتے تھے۔ کوریا میں اسی وقت چنگے جگہ بڑے شاندار بودھ مندر قائم ہوئے۔ قانون بناکر یہ حکم دیا گیا کہ جس آدمی کے تین بیٹے ہوں وہ اپنا ایک بیٹا بودھ مندر کو بھکشو بننے کے لئے سونپ دے۔ راج کماروں کو پرہانے کے لئے بودھ بھکشو رکھے جاتے تھے۔

چودھویں صدی میں چینی سمراٹ کھولہ نے کوریا پر حملہ کرکے اسے اپنے अधीن کر لیا۔ اسنے کوریا میں بودھ مت کا پرچار کرنے میں ہر طرح کی مدد دی۔ اسی زمانے میں ہارتی بھکشو دھیان بودھ کوریا آیا تھا۔

(چار) چوژین کی سلطنت کا زمانہ (1392—1910)

اس زمانے میں کوریا کے اندر یکایک بودھ دھرم کا پتن شروع ہو گیا۔ اس پتن کی کہانی بھی بودھ دھرم کے اہلس میں ایک انوکھی کہانی ہے۔ جب تک کوریا کے اپنے دیسی راجہ خود بودھ دھرم اپناتے رہے اور راجا کو بھی اسے اپنانے کے لئے ہمت دلاتے رہے تب تک کوریا کی چلتا کا پریم بودھ دھرم کے ساتھ بنا رہا اور پوچھا گیا۔ پر قبلگی خاں ایک ویدیسی حملہ ور تھا۔ کوریا اس سے پہلے کبھی درسوں کا غلام نہ ہوا تھا۔ کوریا کی چلتا میں قبلگی خاں کے خلاف بغاوت پیدا ہونے لگی۔ قبلگی خاں نے راج کا پورا زور لٹا کر بودھ دھرم کو پھیلانا اور منوا چاہا۔ یہاں تک کہ اس کے زمانے میں کوریا کے بودھ مندر ہتھیار بند فوجوں سے بھرے دھتے تھے اور وہاں کے بودھ بھکشو سپاہیوں کی طرح ہتھیار باندھ کر باہر نکلتے تھے۔ دراجار اور رشوت خوری ان میں اور سارے راج کے اندر ہمت بڑھی چڑھی تھی۔ ویدیسی راج سے نفرت ہو جانے کے ساتھ اس طرح بودھ دھرم سے بھی کوریا والوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ کوریا نے اندر بودھ دھرم کی کراوت کا کھلا کارن کیا۔ کوریا والوں نے قبلگی خاں کی ویدیسی حکومت کو اپنے دیش سے نکال دیا اور اسی کے ساتھ ساتھ اپنے دیش کے اندر سے بودھ دھرم کو ختم کر دیا۔

بودھ دھرم کی جگہ اب کوریا نے اندر چین ہی کے کنگکوتسو دھرم نے لی کہونکے کنگکوتسو دھرم کے ماننے والوں نے ہی ایک کرائتی کاری دل بن کر قبلگی خاں کے خلاف بغاوت کا جھنڈا کھڑا کیا تھا۔ اسی لئے عام چلتا کنگکوتسو دل کے ساتھ ہو گئی۔ دوسری طرف بودھ بھکشوں نے

(ایک) تین ریاستوں کا زمانہ (57 بی سی 668 ई०)

اس زمانے میں کوریا تین ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ اتر میں گوگوریو، دکھن پچھم میں پاکچے اور دکھن پورب میں سلہ۔ سن 372 عیسوی میں بودھ دھرم پرچار اتری راج گوگوریو میں شروع ہوا۔ کچھ سال بعد وہ دھرم کا سلطنتیں پاکچے ریاست میں پہنچا اور ہر آخر میں سن 424 عیسوی میں سلہ راج میں بھی وہ دھرم کا پرچار شروع ہوا۔

کوریا کی زندگی پر بودھ دھرم جلدی چھا گیا تھا کہ اس کے مقابلے میں اس سے کنگوتزے یا تان کے سان وئی ہوا مذہب کوریا میں نہ تھا۔ یہ جہاں ایک طرف بودھ دھرم کے شاندار مندروں اس کی اثر دار تھم تان نے دیا کے سادھے سادے باشندوں کو پوری طور سے اپنے بس میں کر لیا دوسری طرف بودھ دھرم کے اونچے آدرش روپا والوں کے دماغ پر چھا گئے۔ بودھ دھرم نے مرد ورت دونوں کو برابری کا درجہ دیا اس لئے عورتوں خاص اور سے بودھ دھرم کی طرف جھکوں اور انہوں نے برپا میں بودھ دھرم کے پرچار کام میں جوش کے ساتھ حصہ لیا۔

اسی زمانے میں کوریا کے قریب قریب تمام شہروں میں وہ مندروں اور بودھ متھ قائم کئے گئے۔ کوریا سے بودھ بھکشو بھارت گئے اور وہاں سے بودھ ساتھ کوریا آیا۔

(دو) سلہ کی سلطنت کا زمانہ (668 — 918 ई०)

یہ زمانہ کوریا میں بودھ دھرم کے اتھاس کا سلہ زمانہ ہا جاتا ہے۔ بھارت میں چھن میں کوریا میں اور دیسوں میں بھی اس سے بودھ دھرم لوگوں کی شکی پر پوری طرح چھایا ہوا تھا۔ نہ صرف عام چلتا ہی کہ ان دیسوں کے حکموں بھی بودھ دھرم کے کٹر ماننے والے اور بودھ دھرم کے پرچار میں راج کی طرف سے پوری مدد دی جاتی تھی۔

چھن میں ان دنوں توگ خاندان راج کر رہا تھا اور بھارت میں سمرات مرہی۔ دونوں بودھ تھے کوریا میں لا کا راجہ سازے دیس پر حکومت کر رہا تھا۔ لا میں سن 424 عیسوی میں ہی بودھ دھرم پہل چکا تھا۔ اس نے میں بھی بھارت سے کوریا اور کوریا سے بھارت بہت سے بھکشو آئے اور گئے۔ بھارتی لا کا اثر اس زمانے کی کوریا بہت سازی اور نقاشی پر خوب ہوا۔

اسی زمانے میں بھارت اور کوریا کے بیچ مندروں کے بے تجارت کا بھی حال ملتا ہے اور اسی سے میں کنگوتزے دھرم کا پرچار بھی کوریا میں شروع ہوا۔

(ایک) تین ریاستوں کا زمانہ (57 بی سی — 668 عیسوی)

اس زمانے میں کوریا تین ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ اتر میں گوگوریو، دکھن پچھم میں پاکچے اور دکھن پورب میں سلہ۔ سن 372 عیسوی میں بودھ دھرم پرچار اتری راج گوگوریو میں شروع ہوا۔ کچھ سال بعد وہ دھرم کا سلطنتیں پاکچے ریاست میں پہنچا اور ہر آخر میں سن 424 عیسوی میں سلہ راج میں بھی وہ دھرم کا پرچار شروع ہوا۔

کوریا کی زندگی پر بودھ دھرم جلدی چھا گیا تھا کہ اس کے مقابلے میں اس سے کنگوتزے یا تان کے سان وئی ہوا مذہب کوریا میں نہ تھا۔ یہ جہاں ایک طرف بودھ دھرم کے شاندار مندروں اس کی اثر دار تھم تان نے دیا کے سادھے سادے باشندوں کو پوری طور سے اپنے بس میں کر لیا دوسری طرف بودھ دھرم کے اونچے آدرش روپا والوں کے دماغ پر چھا گئے۔ بودھ دھرم نے مرد ورت دونوں کو برابری کا درجہ دیا اس لئے عورتوں خاص اور سے بودھ دھرم کی طرف جھکوں اور انہوں نے برپا میں بودھ دھرم کے پرچار کام میں جوش کے ساتھ حصہ لیا۔

اسی زمانے میں کوریا کے قریب قریب تمام شہروں میں وہ مندروں اور بودھ متھ قائم کئے گئے۔ کوریا سے بودھ بھکشو بھارت گئے اور وہاں سے بودھ ساتھ کوریا آیا۔

(دو) سلہ کی سلطنت کا زمانہ (668 — 918 عیسوی)

یہ زمانہ کوریا میں بودھ دھرم کے اتھاس کا سلہ زمانہ ہا جاتا ہے۔ بھارت میں چھن میں کوریا میں اور دیسوں میں بھی اس سے بودھ دھرم لوگوں کی شکی پر پوری طرح چھایا ہوا تھا۔ نہ صرف عام چلتا ہی کہ ان دیسوں کے حکموں بھی بودھ دھرم کے کٹر ماننے والے اور بودھ دھرم کے پرچار میں راج کی طرف سے پوری مدد دی جاتی تھی۔

چھن میں ان دنوں توگ خاندان راج کر رہا تھا اور بھارت میں سمرات مرہی۔ دونوں بودھ تھے کوریا میں لا کا راجہ سازے دیس پر حکومت کر رہا تھا۔ لا میں سن 424 عیسوی میں ہی بودھ دھرم پہل چکا تھا۔ اس نے میں بھی بھارت سے کوریا اور کوریا سے بھارت بہت سے بھکشو آئے اور گئے۔ بھارتی لا کا اثر اس زمانے کی کوریا بہت سازی اور نقاشی پر خوب ہوا۔

اسی زمانے میں بھارت اور کوریا کے بیچ مندروں کے بے تجارت کا بھی حال ملتا ہے اور اسی سے میں کنگوتزے دھرم کا پرچار بھی کوریا میں شروع ہوا۔

میں بھارت اور کوریا کے درمیان سے چلنے لگے۔ چھین میں بھارتی بھکشوؤں نے بودھ دھرم کے پرچار میں کافی مدد پہنچائی انہیں بھکشوؤں میں سے کچھ کوریا بھی گئے۔ کوریا جانے والے بودھ بھکشوؤں میں دھیان بھدر کا نام نمایاں طور سے لیا جاتا ہے۔

دھیان بھدر بھج بھارت کا رہنے والا تھا۔ اس کا چھٹی نام چھ کونگ تھا۔ بودھ دھرم کا پرچار کرنے وہ چھین گیا تھا۔ چھین میں اس سے منگول خاندان راج کر رہا تھا۔ منگول شہد سے ہی منگل شہد بنا ہے اور یہ وہی خاندان تھا جس میں آٹھ چنگیز تھوڑ اور سمراٹ باہر پیدا ہوئے۔ چھین کا سمراٹ کھائی خان جو چنگیز خان کا پوتا تھا بودھ دھرم کا کٹر ماننے والا تھا۔ منگول راج کال میں بودھ دھرم چھین کا راج دھرم سمجھا جاتا تھا۔

دھیان بھدر بھج بھارت کا رہنے والا تھا۔ اس کا چھٹی نام چھ کونگ تھا۔ بودھ دھرم کا پرچار کرنے وہ چھین گیا تھا۔ چھین میں اس سے منگول خاندان راج کر رہا تھا۔ منگول شہد سے ہی منگل شہد بنا ہے اور یہ وہی خاندان تھا جس میں آٹھ چنگیز تھوڑ اور سمراٹ باہر پیدا ہوئے۔ چھین کا سمراٹ کھائی خان جو چنگیز خان کا پوتا تھا بودھ دھرم کا کٹر ماننے والا تھا۔ منگول راج کال میں بودھ دھرم چھین کا راج دھرم سمجھا جاتا تھا۔

کھائی خان نے کوریا پر حملہ کر کے اسے اپنی چھین سلطنت میں شامل کر لیا۔ بودھ دھرم کا پرچار اب وہاں اور زوروں سے ہونے لگا۔ اس کام میں حصہ لہنے کے لئے دھیان بھدر سن 1326 عیسوی میں چھین سے کوریا پہنچا۔

کھائی خان نے کوریا پر حملہ کر کے اسے اپنی چھین سلطنت میں شامل کر لیا۔ بودھ دھرم کا پرچار اب وہاں اور زوروں سے ہونے لگا۔ اس کام میں حصہ لہنے کے لئے دھیان بھدر سن 1326 عیسوی میں چھین سے کوریا پہنچا۔

کوریا میں دھیان بھدر 37 سال رہا۔ اس عرصے میں اس نے بودھ دھرم کا پرچار کیا اور دو بودھ کتابوں کا انواد چھٹی پھاٹا میں کیا۔

کوریا میں دھیان بھدر 37 سال رہا۔ اس عرصے میں اس نے بودھ دھرم کا پرچار کیا اور دو بودھ کتابوں کا انواد چھٹی پھاٹا میں کیا۔

سن 1363 عیسوی میں وہ کوریا میں ہی مرا۔

سن 1363 عیسوی میں وہ کوریا میں ہی مرا۔

سن 1363 عیسوی میں وہ کوریا میں ہی مرا۔

3—کوریا میں بودھ دھرم کا اُٹاؤ اور گراؤ

3—کوریا میں بودھ دھرم کا اُٹاؤ اور گراؤ

بھارت اور کوریا کے سہولت کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ کوریا میں بودھ دھرم کا کس طرح پرچار شروع ہوا وہ کیسے کوریائی زندگی پر چھا گیا اور پھر کسے اور کھوں اس کا اثر جاتا رہا۔

بھارت اور کوریا کے سہولت کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ کوریا میں بودھ دھرم کا کس طرح پرچار شروع ہوا وہ کیسے کوریائی زندگی پر چھا گیا اور پھر کسے اور کھوں اس کا اثر جاتا رہا۔

کوریا کے اتھاس کو عام طور سے پانچ حصوں میں بانٹا جاتا ہے :-

کوریا کے اتھاس کو عام طور سے پانچ حصوں میں بانٹا جاتا ہے :-

(i) تین ریاستوں کا زمانہ (57 بی. سی. — 668 عیسوی.)

(i) تین ریاستوں کا زمانہ (57 بی. سی. — 668 عیسوی.)

(ii) سولہ کی سلطنت کا زمانہ (668—918 عیسوی.)

(ii) سولہ کی سلطنت کا زمانہ (668 عیسوی — 918 عیسوی)

(iii) کورائی کی سلطنت کا زمانہ (918—1392 عیسوی.)

(iii) کورائی کی سلطنت کا زمانہ (918—1392 عیسوی)

(iv) چوہن کی سلطنت کا زمانہ 1392 — 1910 عیسوی.)

(iv) چوہن کی سلطنت کا زمانہ (1392—1910 عیسوی)

(v) جاپانی راج (1910—1945 عیسوی.)

(v) جاپانی راج (1910 — 1946 عیسوی)

کورییا سے آریہ ورمہ پہلے چین کی راجधानی چانگ-گان آیا۔ چانگ-گان سے وہ سن 638 عیسوی میں نالند پہنچا۔ نالند میں اس نے بودھ دھرم کی بہت سی کتابوں کو نقل کیا۔ کہا جاتا ہے وہ 'وین پیتک' اور 'آریہ' نام کے بہت بڑے ویدان تھا۔

ستر برس کی عمر میں نالند میں ہی اس کی موت ہو گئی۔

وہائی-نئے

جس سے آریہ ورمہ نالند میں تھا اسی سے وہائی نام کا ایک اور کوریائی بودھ بھکشو بھارت آیا۔ کوریائی نالند میں تعلیم حاصل کرتے آئے تھے۔

بھارت آکر وہائی نے کچھ دن کے مہابوڈھی در میں رہا۔ پھر وہ نالند چلا گیا۔ یہیں اس نے دھرم کی کتابوں کو نقل کیا اور بودھ درشن کی نشانی۔

چینی یاتری آئی چنگ سن 671 عیسوی میں بن سے بھارت آیا تھا۔ وہ جب نالند کی لائبریری میں بلی کتابوں کو سجا کر رکھ رہا تھا تو اسے وہائی نے ہاتھ کی لکھی کچھ کتابیں ملاں۔ اس نے ان بودھ کتابوں کو نقل کیا تھا وہ اصل اور نقل دونوں میں موجود تھیں۔ آئی چنگ نے مٹھ کے بھکشوؤں سے ہمارے میں جب پوچھنا شروع کیا تو اسے معلوم ہو کہ انہی نئے نالند مٹھ میں رہا کرتا تھا اور وہیں ساتھ ل کی عمر میں اس نے شریز چھوڑا۔

وہین-تائی

یہ بھی کوریائی کا ایک بودھ بھکشو تھا۔ اس کا بھارتی نام وکیان دیو تھا۔ سن 650 عیسوی میں تبت اور نیپال کو بھارت آیا تھا۔

وہین تائی بھارت کی سبھی مشہور بودھ جگہوں کو دیکھنے کے لیے بھارت میں کچھ دن ٹھہر کر وہ کوریائی واپس لا گیا۔

ان چار بھکشوؤں کے علاوہ اور بھی بہت سے بودھ بھکشو یا سے بھارت آئے۔ کہا جاتا ہے ساتویں صدی میں دو نہ بھکشو کوریائی سے سندھ کے راستے ہو کر بھارت آئے۔ پر بدقسمتی سے شری وجے (سماترا) پہنچتے ہی ان کی موت ہو گئی۔ ایک بھکشو کوریائی سے کسی طرح سندھ کے راستے بھارت پہنچا پر بھارت پہنچتے ہی ل بسا۔

2 — کوریائی میں بھارت کے بھکشو

کوریائی میں بودھ دھرم کا پرچار شروع ہونے سے پہلے چین میں بودھ دھرم پہنچ چکا تھا۔ چین سے سکھوں بودھ

وہین-تائی

یہ بھی کوریائی کا ایک بودھ بھکشو تھا۔ اس کا بھارتی نام وکیان دیو تھا۔ سن 650 عیسوی میں تبت اور نیپال کو بھارت آیا تھا۔

وہین تائی بھارت کی سبھی مشہور بودھ جگہوں کو دیکھنے کے لیے بھارت میں کچھ دن ٹھہر کر وہ کوریائی واپس لا گیا۔

ان چار بھکشوؤں کے علاوہ اور بھی بہت سے بودھ بھکشو یا سے بھارت آئے۔ کہا جاتا ہے ساتویں صدی میں دو نہ بھکشو کوریائی سے سندھ کے راستے ہو کر بھارت آئے۔ پر بدقسمتی سے شری وجے (سماترا) پہنچتے ہی ان کی موت ہو گئی۔ ایک بھکشو کوریائی سے کسی طرح سندھ کے راستے بھارت پہنچا پر بھارت پہنچتے ہی ل بسا۔

2 — کوریائی میں بھارت کے بھکشو

کوریائی میں بودھ دھرم کا پرچار شروع ہونے سے پہلے چین میں بودھ دھرم پہنچ چکا تھا۔ چین سے سکھوں بودھ

دوسرا یہ کہ بولڈ بزم کے تیسرے میں جا کر انہوں نے اپنی بڑا دیکھا۔

تیسرا یہ کہ انہوں نے ایک بولڈ کتابوں کا انوار کیا اور کچھ کو نقل بھی کیا۔

کوریا سے بھارت آنے والے بولڈ بھکشوؤں میں نیچے لکھے چار نام مشہور ہیں:—

(i) وھائی-لن (ii) آریہ-ورما (iii) وھائی-نئے (iv) وھائی-تائی۔

وھائی-لن

وھائی-لن کا بھارتی نام پرگھ-ورمن تھا۔ بھارت کے مشہور بولڈ استادوں کو دیکھنے اور نالند میں بولڈ کلاسکی کی شہرہ لےنے کے لیے وہ کوریا سے بھارت آیا۔

راستے میں وہ بھارت کی راجधानی لویانگ میں ٹھہرا۔ لویانگ میں چین کے سامراج نے اس سے پرارٹھا کی کہ وہ بھارت میں مشہور چینی بولڈ بھکشو وھائی-چن کی مدد کرے۔ وھائی-چن سن 639ء میں چین سے بھارت آیا تھا۔ وہ بھارت میں رہ کر بولڈ کتابوں کا چینی بھاشا میں انوار کر رہا تھا۔

بھارت آکر وھائی-لن بولڈ بزم کے سب تیسرے میں گیا۔ وہ بھارت کے امراوت مٹھ میں وہ بہت دن رہا۔ وہاں سے وہ ”تو-ہو-لا-سے“ یعنی تھار-مٹھ گیا۔ اس مٹھ کو ایشیا کے تھارستان دیش کے بولڈ بھکشوؤں نے بھارت میں اپنے رہنے کے لیے بڈھا تھا۔ اسی مٹھ میں وھائی-لن نے سندسکرت پڑھی۔ یہاں سے وہ نالند و شروڈیالے گیا۔ وہاں بولڈ درشن کی تعلیم حاصل کر وہ کوریا واپس چلا گیا۔

وھائی-لن نے اپنی بھارت یانرا کا بھان ایک کتاب میں لکھا ہے۔ وہ کتاب اتنی مشہور نہیں ہو سکی چینی فاضلان یا مہون ساگ کی۔ اس کتاب میں اس نے ایک خاص بات لکھی ہے۔

وہ لکھتا ہے کہ اس نے بھارت آنے کے قریب پانچ سو سال پہلے یعنی دوسری صدی عیسوی میں اتر بھارت میں شری گہت نام کے ایک راجہ راج کرتے تھے۔ اُن کے راج کا نام بھس چینی یانری بھارت آئے تھے۔ مہاراجہ نے اُن کے دھمے کے لئے نالند کے پاس ایک بڑا مکان بڈھا دیا جسے ”چین مندر“ کہتے تھے۔ اُس مکان کے اور اُن بھکشوؤں کے خرچ کے لئے ایک کاؤں دے دیا گیا۔ وھائی-لن لکھتا ہے کہ اُس مندر کے کھنڈھروں کو اُس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

آریہ-ورما

آریہ-ورما کوریا کا بولڈ بھکشو تھا۔ اُس کا کوریائی نام کیا تھا یہ پتہ نہیں لگتا۔ وہ بھی نالند میں بولڈ دھرم کی تعلیم حاصل کرتے بھارت آیا تھا۔

آریہ-ورما

آریہ-ورما کوریا کا بولڈ بھکشو تھا۔ اس کا کوریائی نام کیا تھا یہ پتہ نہیں لگتا۔ وہ بھی نالند میں بولڈ دھرم کی تعلیم حاصل کرنے بھارت آیا تھا۔

بھارت اور کوریا کے سہولت کے اس اہمیت کو سمجھنے کے لئے ہمیں کچھ باتیں چنانچہ ضروری ہیں۔

پہلی یہ کہ، کوریا اور بھارت، دونوں ایشیا کے ملک ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے کافی دور ہیں۔ ان دونوں کے درمیان چین کا دیس ہے۔ کوریا چین کا بڑا حصہ ہے اور چین بھارت کا۔ اس لئے پہلے تین سو سال تک بھارت اور کوریا کا کچھ بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس کی معرفت ہوتا رہا۔ ساتویں صدی میں کوریا سے بودھ بھکشو بھارت آئے۔

دوسری یہ کہ، کوریا جب راج کاجی نگاہ سے چین کے ادھوں نہیں تھا تب بھی وہ ہمیشہ سے چین کے کچھ اور اثر میں رہا۔ چینی بولی، چینی دھرم، چینی راج کاجی اور سماجی ڈھنگ اور چینی کلا—ان سب کو کوریا والوں نے پوری طرح اپنایا۔ اس لئے چین والوں نے بھارت سے جو کچھ لیا اسے بھی کوریا والوں نے اپنا لیا۔

تیسری یہ کہ بھارت اور کوریا کے درمیان میں کچھ بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ بھارت اور کوریا کے درمیان میں کچھ بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ بھارت اور کوریا کے درمیان میں کچھ بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔

چوتھی یہ کہ بھارت اور کوریا کے درمیان میں کچھ بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ بھارت اور کوریا کے درمیان میں کچھ بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔

پانچویں یہ کہ کوریا سے جتنے بودھ بھکشو بھارت آئے ان میں سے کوئی اتنا مشہور نہیں ہوا جتنا چینی یا تبتی ماہیان اور دھرم سانگ۔ اس لئے ان کوریائی یا تبتیوں کے بارے میں بہت کم لکھا گیا ہے۔

ان باتوں کو دھیان میں رکھتے ہوئے بھارت اور کوریا کے مہل کے بارے میں ہمیں کچھ لکھی باتوں پر ایک سرسری نظر ڈالنی ہوگی۔

- (1) بھارت میں کوریا کے بودھ بھکشو۔
- (2) کوریا میں بھارت کے بودھ بھکشو۔
- (3) کوریا میں بودھ دھرم کا بڑا اثر اور گراؤ۔
- (4) کوریا میں بودھ دھرم کے فرقے۔
- (5) کوریا میں بودھ سائنس۔
- (6) کوریا میں بھارت کی کلا۔

1— بھارت میں کوریا کے بودھ بھکشو

کوریا میں بودھ دھرم کا پرچار سن 372 عیسوی میں شروع ہوا تھا۔ ساتویں صدی میں کوریا سے بودھ بھکشو بھارت آئے۔ بھارت میں انہوں نے خاص طور سے تین کام کیے۔

پہلا یہ کہ انہوں نے نالندہ ویربھیچالیہ میں بودھ تعلیم حاصل کی۔

دوسری یہ کہ، کوریا جب راج کاجی نگاہ سے چین کے ادھوں نہیں تھا تب بھی وہ ہمیشہ سے چین کے کچھ اور اثر میں رہا۔ چینی بولی، چینی دھرم، چینی راج کاجی اور سماجی ڈھنگ اور چینی کلا—ان سب کو کوریا والوں نے پوری طرح اپنایا۔ اس لئے چین والوں نے بھارت سے جو کچھ لیا اسے بھی کوریا والوں نے اپنا لیا۔

تیسری یہ کہ بھارت اور کوریا کے درمیان میں کچھ بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ بھارت اور کوریا کے درمیان میں کچھ بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ بھارت اور کوریا کے درمیان میں کچھ بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔

چوتھی یہ کہ بھارت اور کوریا کے درمیان میں کچھ بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ بھارت اور کوریا کے درمیان میں کچھ بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔

پانچویں یہ کہ کوریا سے جتنے بودھ بھکشو بھارت آئے ان میں سے کوئی اتنا مشہور نہیں ہوا جتنا چینی یا تبتی ماہیان اور دھرم سانگ۔ اس لئے ان کوریائی یا تبتیوں کے بارے میں بہت کم لکھا گیا ہے۔

ان باتوں کو دھیان میں رکھتے ہوئے بھارت اور کوریا کے مہل کے بارے میں ہمیں کچھ لکھی باتوں پر ایک سرسری نظر ڈالنی ہوگی۔

- (1) بھارت میں کوریا کے بودھ بھکشو۔
- (2) کوریا میں بھارت کے بودھ بھکشو۔
- (3) کوریا میں بودھ دھرم کا بڑا اثر اور گراؤ۔
- (4) کوریا میں بودھ دھرم کے فرقے۔
- (5) کوریا میں بودھ سائنس۔
- (6) کوریا میں بھارت کی کلا۔

1— بھارت میں کوریا کے بودھ بھکشو

کوریا میں بودھ دھرم کا پرچار سن 372 عیسوی میں شروع ہوا تھا۔ ساتویں صدی میں کوریا سے بودھ بھکشو بھارت آئے۔ بھارت میں انہوں نے خاص طور سے تین کام کیے۔

پہلا یہ کہ انہوں نے نالندہ ویربھیچالیہ میں بودھ تعلیم حاصل کی۔

نئی دنیا

روس میں عورت کو ہر طریقے سے مرد کے برابر کر دیا گیا ہے۔ صرف کفایت پر ہی نہیں بلکہ عمل میں بھی عورت کو برابر کے ادھیکار مل گئے۔ شادی بیاہ اور طلاق کے قانونوں میں پہلے ڈھیل دی گئی اور پھر کڑائی کی جانے لگی۔ فلم وغیرہ کے ذریعے پر پھیلنے کے شادی کی اعمیوت اور ہار ہار کی شادی سے نفرت لوگوں کے دلوں میں جمائی گئی۔ انہوں ایک نئے جہیون کا پیمانہ سنایا گیا۔ لوگوں کی مالی حالت سدھار کر شادی کے لئے زمین تیار کر دی گئی۔ جو لوگ مالی اوجھل کی وجہ سے شادی نہ کر سکتے تھے وہ بڑے طریقوں سے جو واسطہ کی بھاس بچھاتے تھے۔ روس میں اب یہ بات نہیں رہی۔ روس میں عورت اب مرد پر مالی طور پر نہیں رہ گئی۔

قانونوں کے ذریعے کچھ باتیں ایسی کی گئیں جن کی مثال کسی بھی دیس میں نہیں ملتی۔ کچھ یورپی دیسوں میں پہلے ایک بیاہ کو اس کے مرے ہوئے پتی کے کسی رشتہ دار سے شادی کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا، عورتوں پر گائی جاتی تھیں اور ان کی اچھا کے خلاف ان سے شادی کی جاتی تھی۔ لوگوں کو نہ بھگائے جانے، شادی بیاہ یا جلسے معاملات میں کسی طرح کی زبردستی نہ ہونے دینے کی پوری ذمہ داری اس علاقہ کے افسر کی ہے۔ اگر وہ اپنے فرض میں نا کامیاب ہوتا ہے تو اس پر عدالت میں مقدمہ چلتا ہے اور سخت سزا دی جاتی ہے۔

کسی بھی دیس میں وہاں بھائی کو ساڑھ ساڑھ دھلے کی وہ آسانی نہیں ہے جو روس میں ہے۔ اگر مرد کا تہادالہ دوسری جگہ ہو جاتا ہے تو قانوناً عورت کی بھی تبدیلی اسی جگہ کی ہو جاتی ہے۔

روس میں طلاق کے مقدمے کم ہوتے جا رہے ہیں۔ لوگ چھوڑ پکڑ کی پرورنی سے نفرت کرنے لگے ہیں اور ایک سنگٹھت کٹنبک جہیون ان کا آدرش بن گیا ہے۔

روس میں عورت کو ہر طریقے سے مرد کے برابر کر دیا گیا ہے۔ صرف کفایت پر ہی نہیں بلکہ عمل میں بھی عورت کو برابر کے ادھیکار مل گئے۔ شادی بیاہ اور طلاق کے قانونوں میں پہلے ڈھیل دی گئی اور پھر کڑائی کی جانے لگی۔ فلم وغیرہ کے ذریعے پر پھیلنے کے شادی کی اعمیوت اور ہار ہار کی شادی سے نفرت لوگوں کے دلوں میں جمائی گئی۔ انہوں ایک نئے جہیون کا پیمانہ سنایا گیا۔ لوگوں کی مالی حالت سدھار کر شادی کے لئے زمین تیار کر دی گئی۔ جو لوگ مالی اوجھل کی وجہ سے شادی نہ کر سکتے تھے وہ بڑے طریقوں سے جو واسطہ کی بھاس بچھاتے تھے۔ روس میں اب یہ بات نہیں رہی۔ روس میں عورت اب مرد پر مالی طور پر نہیں رہ گئی۔

قانونوں کے ذریعے کچھ باتیں ایسی کی گئیں جن کی مثال کسی بھی دیس میں نہیں ملتی۔ کچھ یورپی دیسوں میں پہلے ایک بیاہ کو اس کے مرے ہوئے پتی کے کسی رشتہ دار سے شادی کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا، عورتوں پر گائی جاتی تھیں اور ان کی اچھا کے خلاف ان سے شادی کی جاتی تھی۔ لوگوں کو نہ بھگائے جانے، شادی بیاہ یا جلسے معاملات میں کسی طرح کی زبردستی نہ ہونے دینے کی پوری ذمہ داری اس علاقہ کے افسر کی ہے۔ اگر وہ اپنے فرض میں نا کامیاب ہوتا ہے تو اس پر عدالت میں مقدمہ چلتا ہے اور سخت سزا دی جاتی ہے۔

کسی بھی دیس میں وہاں بھائی کو ساڑھ ساڑھ دھلے کی وہ آسانی نہیں ہے جو روس میں ہے۔ اگر مرد کا تہادالہ دوسری جگہ ہو جاتا ہے تو قانوناً عورت کی بھی تبدیلی اسی جگہ کی ہو جاتی ہے۔

روس میں طلاق کے مقدمے کم ہوتے جا رہے ہیں۔ لوگ چھوڑ پکڑ کی پرورنی سے نفرت کرنے لگے ہیں اور ایک سنگٹھت کٹنبک جہیون ان کا آدرش بن گیا ہے۔

بھارت اور کوریا کا سمبندھ

(بھائی بہان چندر ورما)

آج سے قریب ساڑھ سو سال پہلے سن 372 عیسوی میں، گیتم بودھ کا سندھ کوریا پہنچا۔ کوریا اپنی ساادگی اور سچائی کے کارن ان دنوں 'سنیاسی دیس' کہلاتا تھا۔ اسی سے بھارت اور کوریا کے بچے کلچری سمبندھ قائم ہوا۔ قریب ایک ہزار سال تک یہ لہن دین جاری رہا۔

بھارت اور کوریا کا سمبندھ

(بھائی بہان چندر ورما)

آج سے قریب ساڑھ سو سال پہلے سن 372 عیسوی میں، گیتم بودھ کا سندھ کوریا پہنچا۔ کوریا اپنی ساادگی اور سچائی کے کارن ان دنوں 'سنیاسی دیس' کہلاتا تھا۔ اسی سے بھارت اور کوریا کے بچے کلچری سمبندھ قائم ہوا۔ قریب ایک ہزار سال تک یہ لہن دین جاری رہا۔

سویات अधिकारियों के सामने हर वक्त रूसी समाज को मजबूत करने का लयाल था और 'वह यह भी नहीं चाहते थे कि आपसी राजामन्दी के बजाय किसी दबाव के आधार पर किस को मियां बीबी की तरह रखा जाय. उन्होंने इसीलिये पहले ढील दी और फिर जैसे जैसे लोगों का नैतिक स्तर ऊंचा होता गया वह कानून को भी सख्त करते गए. सन '44 में तीसरा कानून पास करके तलाक़ पर रूस में सख्त रुकावट लगा दी गई.

नए कानूनों के अनुसार तलाक़ लेने वाले मर्द या औरत को एक जन अदालत के सामने दरखास्त देनी पड़ती है. इस दरखास्त को आम लोगों की जानकारी के लिये अखबारों में छाप दिया जाता है. अगर दरखास्त देने वाले इच्छा चाहें तो मुकदमे की सुनवाई बन्द कमरे में भी हो सकती है. जन अदालत दूसरी पार्टी को बुलाने के लिये सम्मन जारी करती है. और दरखास्त में दिये कारणों की जाँच परताल करती है. जाँच परताल के बाद जन अदालत का फ़र्ज़ है कि वह हर मुमकिन तरह से दोनों मियां बीबी में मेल कराने की कोशिश करे. जब मेल से नाउम्मीदी हो जाती है तब मुकदमा ज़ियादा अधिकार वाली एक दूसरी बड़ी अदालत के सामने पेश कर दिया जाता है. इस अदालत को हक़ है कि वह तलाक़ की इजाजत दे या न दे. अगर तलाक़ की इजाजत मिल जाती है तो अदालत ही तय करती है कि बच्चे किसके पास रहें और उनका खर्च कौन उठाए. साथ ही साथ मियां बीबी की जायदाद के बटवारे का फैसला भी अदालत कर देती है.

अदालत के फैसले के बाद रजिस्ट्रार तलाक़ का सरटिफ़िकेट देता है और दोनों के पासपोर्ट में भी इस अलगाव को दर्ज कर देता है.

तलाक़ के लिये दरखास्त देने की फ़ीस अब सौ रूबल है जो करीब करीब सौ रुपए के बराबर होता है और रजिस्ट्रार के यहाँ से सरटिफ़िकेट लेने की फ़ीस पाँच सौ से दो हजार रूबल तक है.

रूस के तलाक़ के कानून में अनोखी बात यह है कि कानून में तलाक़ देने के लिये कोई कारण नहीं बताए गए. योरोप के दूसरे देशों में जो कानून इस सम्बन्ध के हैं उनसे ज़ियादातर बदचलनी पर ही तलाक़ मिल सकता है. हर एक मुकदमे में एक ही कारण नहीं हो सकता. ऐसे भी अदालत के सामने गन्ध उछालना और एक दूसरे को बदचलन साबित करने के लिये गवाही दिलवाना बराबर बहुत बुरी बातें हैं.

नए कानून पास होने के बाद से रूस में तलाक़ के मुकदमे 33 फ़ीसदी रह गए हैं. आज योरोप और अमरीका में सबसे कम तलाक़ जिस देश में होते हैं वह रूस है.

सोवियत अधिकारियों के सामने हर वक्त रूसी समाज को मजबूत करने का ख़याल था और वह भी नहीं चाहते थे कि आपसी राजामन्दी के बजाय किसी दबाव के आधार पर किस को मियां बीबी की तरह रखा जाय. उन्होंने इसीलिये पहले ढील दी और फिर जैसे जैसे लोगों का नैतिक स्तर ऊंचा होता गया वह कानून को भी सख्त करते गئے. सन '44 में तीसरा कानून पास करके तलाक़ पर रूस में सख्त रुकावट लगा दी गئی.

नئے قانون کے انوسار طلاق لینے والے مرد یا عورت کو ایک جن عدالت کے سامنے درخواست دیملی پڑتی ہے . اس درخواست کو عام لوگوں کی جانکاری کے لئے اخباروں میں چھاپ دیا جاتا ہے . اگر درخواست دیملے والے اچھا ظاہر کریں تو مقدمہ کی سلوائی بعد کمرے میں بھی ہو سکتی ہے . جن عدالت دوسری پارٹی کو بلانے کے لئے سمن جاری کرتی ہے . اور درخواست میں دیملے کارنوں کی جانچ پڑتال کرتی ہے . جانچ پڑتال کے بعد جن عدالت کا فرض ہے کہ وہ ہر ممکن طرح سے دونوں میں بھی مہل کوالے کی کوشش کرے . جب مہل سے نا اُمید ہو جاتی ہے تب مقدمہ زیادہ ادھکار والی ایک دوسری جن عدالت کے سامنے پھس کر دیا جاتا ہے . اس عدالت کو حق ہے کہ وہ طلاق کی اجازت دے یا نہ دے . اگر طلاق کی اجازت مل جاتی ہے تو عدالت ہی طے کرتی ہے کہ بچے کس کے پاس رہیں اور اُن کا خرچ کون اُٹھائے . ساتھ ہی ساتھ مہل بھی کی جائداد کے بتوارے کا فیصلہ بھی عدالت کر دیتی ہے .

عدالت کے فیصلہ کے بعد رجسٹرار طلاق کا سرٹیفیکٹ دیتا ہے اور دونوں کے پاسپورٹ میں بھی اس اکاؤ کو درج کر دیتا ہے .

طلاق کے لئے درخواست دیملے کی فیس اب سو روپل ہے جو قریب قریب سو روپیہ کے برابر ہوتا ہے اور رجسٹرار کے یہاں سے سرٹیفیکٹ لینے کی فیس پانچ سو سے دو ہزار روپل تک ہے .

روس کے طلاق کے قانون میں انوکھی بات یہ ہے کہ قانون میں طلاق دیملے کے لئے کوئی کارن نہیں بتائے گئے . یورپ کے دوسرے دیشوں میں جو قانون اس سمبلہ کے ہیں اُن سے زیادہ تر بدچلنی پر ہی طلاق مل سکتا ہے . ہر ایک مقدمہ میں ایک ہی کارن نہیں ہو سکتا . ایسے بھی عدالت کے سامنے اُچھ لدا اور ایک دوسرے کو بد چلن ثابت کرنے کے لئے گواہی دلونا وغیرہ بہت بڑی باتیں ہیں .

نئے قانون نے پاس ہونے کے بعد سے روس میں طلاق کے مقدمے 33 فیصدی رہ گئے ہیں . آج یورپ اور امریکہ میں سب سے کم طلاق جس دیش میں ہوتے ہیں وہ روس ہے .

روک لگا دی گئی ہے۔ پہلے وہاں قاعدہ تھا کہ مہل اور بھوی کے رشتے داروں میں بھی شادی نہیں ہر سکتی تھی لیکن سروریت میں یہ قاعدہ اب نہیں مانا جاتا۔

یورپ میں عام طریقہ سے شادی کے بعد عورت مرد کا خاندانی نام اپنا لیتی ہے۔ روس میں خیریت چاہے تو اپنا پہلے کا خاندانی نام ہی قائم رکھ سکتی ہے۔ نام بدلنا دونوں کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ مرد چاہے عورت کا نام اپنا لے اور عورت چاہے مرد کا۔ دونوں کو اس وقت میں رجسٹرار کے سامنے اعلان کرنا پڑتا ہے۔ روس میں جب مرد کے نام کو عورت اپنا لیتی ہے تو گرامر کے اسرار اس کو زنانہ شکل دے دی جاتی ہے۔ جیسے مسٹر اوزن کی بھوی کو مسٹر اوزیلہ کہا جاتا ہے۔

کسی مرد اور عورت کی شادی کے لئے تیسرا آدمی کی رضامندی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مرد اور عورت رجسٹرار کے یہاں درخواست دیتے ہیں اور اس کے ساتھ یہ ہر صاف صاف لکھتے ہیں کہ ان کی شادی میں کوئی قانونی باधा نہیں ہے اور دونوں ایک دوسرے کی تندرستی کے بارے میں پوری پوری جانکاری رکھتے ہیں؛ یہ دونوں پہلی شادی ہے، دوسری شادی ہے یا تیسری شادی ہے، اور پہلی شادی سے ان کے کوئی بچہ نہیں ہے یا نہیں۔

کسی مرد اور عورت کی شادی کے لئے تیسرا آدمی کی رضامندی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مرد اور عورت رجسٹرار کے یہاں درخواست دیتے ہیں اور اس کے ساتھ یہ ہر صاف صاف لکھتے ہیں کہ ان کی شادی میں کوئی قانونی باधा نہیں ہے اور دونوں ایک دوسرے کی تندرستی کے بارے میں پوری پوری جانکاری رکھتے ہیں؛ یہ دونوں پہلی شادی ہے، دوسری شادی ہے یا تیسری شادی ہے، اور پہلی شادی سے ان کے کوئی بچہ نہیں ہے یا نہیں۔

ہر ایک کا فرض ہے کہ اگر کوئی بات شادی میں اعتراض کے قابل ہے تو وہ آگے عدالت کو اطلاع دے۔ اس طرح کی اطلاع ملنے پر اس وقت تک کے لئے شادی ملتوی کر دی جاتی ہے جب تک معاملے کی جانچ نہ کر لی جائے۔

رجسٹرار مرد اور عورت کو شادی سمبندھی قانون پر مبنی کر سلاتا ہے۔ شادی کے رجسٹر پر تب دونوں دستخط کر دیتے ہیں اور رجسٹرار اس شادی کا گواہ ہو جاتا ہے۔

طلاق

19 دسمبر 1917 میں تلاقِ سببندھی وہ قانون پاس کیا گیا جس کا زور ذکر آچکا ہے۔ اس قانون کے انوسار طلاق بچوں کا کھل ہوگا تھا۔ طلاق حاصل کرنے کی فیس سولہما تک سے بھی کم تھی۔ ایک کارڈ لکھکر رجسٹرار کو سوجھا دے دیئے سے طلاق ہو جاتا تھا طلاق کی درخواست میں طلاق لہنے کا کوئی کارن درج کرنا ضروری نہیں تھا۔ سن 36 میں اس سمبندھ میں دوسرا قانون پاس کیا گیا۔ یہ طلاق کے بارے میں فورا سخت قدم تھا۔ اب مہاں بھوی دونوں کو رجسٹرار کے سامنے حاضر ہونا ضروری قرار دیا گیا۔ ان کے پاسپورٹ میں بھی طلاق درج ہونے لگا اور پہلے سے فیس بڑھا دی گئی۔

19 دسمبر 1917 میں طلاق سمبندھی وہ قانون پاس کیا گیا جس کا زور ذکر آچکا ہے۔ اس قانون کے انوسار طلاق بچوں کا کھل ہوگا تھا۔ طلاق حاصل کرنے کی فیس سولہما تک سے بھی کم تھی۔ ایک کارڈ لکھکر رجسٹرار کو سوجھا دے دیئے سے طلاق ہو جاتا تھا طلاق کی درخواست میں طلاق لہنے کا کوئی کارن درج کرنا ضروری نہیں تھا۔ سن 36 میں اس سمبندھ میں دوسرا قانون پاس کیا گیا۔ یہ طلاق کے بارے میں فورا سخت قدم تھا۔ اب مہاں بھوی دونوں کو رجسٹرار کے سامنے حاضر ہونا ضروری قرار دیا گیا۔ ان کے پاسپورٹ میں بھی طلاق درج ہونے لگا اور پہلے سے فیس بڑھا دی گئی۔

یورپ میں عام طریقہ سے شادی کے بعد عورت مرد کا خاندانی نام اپنا لیتی ہے۔ روس میں خیریت چاہے تو اپنا پہلے کا خاندانی نام ہی قائم رکھ سکتی ہے۔ نام بدلنا دونوں کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ مرد چاہے عورت کا نام اپنا لے اور عورت چاہے مرد کا۔ دونوں کو اس وقت میں رجسٹرار کے سامنے اعلان کرنا پڑتا ہے۔ روس میں جب مرد کے نام کو عورت اپنا لیتی ہے تو گرامر کے اسرار اس کو زنانہ شکل دے دی جاتی ہے۔ جیسے مسٹر اوزن کی بھوی کو مسٹر اوزیلہ کہا جاتا ہے۔

کسی مرد اور عورت کی شادی کے لئے تیسرا آدمی کی رضامندی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مرد اور عورت رجسٹرار کے یہاں درخواست دیتے ہیں اور اس کے ساتھ یہ ہر صاف صاف لکھتے ہیں کہ ان کی شادی میں کوئی قانونی باधा نہیں ہے اور دونوں ایک دوسرے کی تندرستی کے بارے میں پوری پوری جانکاری رکھتے ہیں؛ یہ دونوں پہلی شادی ہے، دوسری شادی ہے یا تیسری شادی ہے، اور پہلی شادی سے ان کے کوئی بچہ نہیں ہے یا نہیں۔

ہر ایک کا فرض ہے کہ اگر کوئی بات شادی میں اعتراض کے قابل ہے تو وہ آگے عدالت کو اطلاع دے۔ اس طرح کی اطلاع ملنے پر اس وقت تک کے لئے شادی ملتوی کر دی جاتی ہے جب تک معاملے کی جانچ نہ کر لی جائے۔

رجسٹرار مرد اور عورت کو شادی سمبندھی قانون پر مبنی کر سلاتا ہے۔ شادی کے رجسٹر پر تب دونوں دستخط کر دیتے ہیں اور رجسٹرار اس شادی کا گواہ ہو جاتا ہے۔

طلاق

19 دسمبر 1917 میں طلاق سمبندھی وہ قانون پاس کیا گیا جس کا زور ذکر آچکا ہے۔ اس قانون کے انوسار طلاق بچوں کا کھل ہوگا تھا۔ طلاق حاصل کرنے کی فیس سولہما تک سے بھی کم تھی۔ ایک کارڈ لکھکر رجسٹرار کو سوجھا دے دیئے سے طلاق ہو جاتا تھا طلاق کی درخواست میں طلاق لہنے کا کوئی کارن درج کرنا ضروری نہیں تھا۔ سن 36 میں اس سمبندھ میں دوسرا قانون پاس کیا گیا۔ یہ طلاق کے بارے میں فورا سخت قدم تھا۔ اب مہاں بھوی دونوں کو رجسٹرار کے سامنے حاضر ہونا ضروری قرار دیا گیا۔ ان کے پاسپورٹ میں بھی طلاق درج ہونے لگا اور پہلے سے فیس بڑھا دی گئی۔

روک لگ گئی۔ جاہلیانہ بٹانے اور سداہت کا ऐसा सवाल आ गया कि बहुत ही थोड़े लोग यह जंजाल पालने की हिम्मत करने लगे.

सन '44 में रूस में इस सम्बन्ध में एक और कानून पास हुआ. रूस अब खुशहाल हो चुका था, औरतें पूरी तरह अपने पैरों पर खड़ी हो चुकी थीं. यह वक्त था जब कानूनी लगाम को मोड़ने की जरूरत थी. अब एक और नए कानून के जरिये गैर कानूनी शादियों को कानूनी मानना बन्द कर दिया गया. केवल उन्हीं शादियों को अब कानूनी माना जाने लगा जो सरकारी दफ्तर में बाकायदा रजिस्टर कराई गई हों.

रूस में शादी की प्रथा

आज इस देश में सिर्फ उन्हीं शादियों को कानूनी माना जाता है जो बाकायदा रजिस्टर के दफ्तर में रजिस्टर कराई गई हों. सोवियत नागरिकों को पूरी आजादी है कि वह जो धर्म चाहें मानें और अपने धर्म के मुताबिक शादी ब्याह भी करें लेकिन राज ऐसी शादियों को कानूनी नहीं मानता.

यहाँ हर नागरिक को पासपोर्ट मिलता है. जिन लोगों की शादी होती है उनके पासपोर्ट पर दर्ज कर दिया जाता है कि इनकी शादी हो चुकी है. इस तरह अपनी पहली शादियों को छुपाया नहीं जा सकता.

सोवियत नागरिक और बाहरी नागरिक के बीच की शादी और या विदेशियों की शादी भी जो रूस में हो मामूली तरीके से रजिस्टर की जाती है.

अगर रूसी मर्द या औरत किसी बाहरी औरत या मर्द से शादी कर ले तो उसका नागरी हक नहीं छिनता.

शादी के लिये एक जरूरी शर्त उमर है. सोवियत रूस बहुत सी आजाद रिपब्लिकों का मजमूआ है. जियादातर रिपब्लिकों में औरत और मर्द दोनों की शादी के लिये कम से कम 18 साल उमर मुकर्रर है. कहीं कहीं हवा पानी के कर्क को ध्यान में रखकर 16 साल में भी शादी की इजाजत है.

सोवियत रूस में एक मर्द और एक औरत के सम्बन्ध को बहुत महत्व दिया जाता है और हर तरह से खयाल रखा जाता है कि कहीं भी एक मर्द या एक औरत का सम्बन्ध जियादा औरतों या बियादा मर्दों से न होने पाए. इस तरह का सम्बन्ध रखने पर सख्त सजा दी जाती है.

जिन लोगों का खून मिलता हो या आधे भाई और आधे बहिन हों उनकी शादी सोवियत रूस में नहीं हो सकती. बचेरे, ममेरे या फुकेरे भाई बहिनों में शादी पर

روک لگ گئی. جائیداد بٹانے اور سہاوتا کا ایسا سوال آگیا کہ بہت لہی تھوڑے لوگ یہ جھجھال پالنے کی ہمت کرنے لگے.

سن '44 میں روس میں اس سمبندھ میں ایک اور قانون پاس ہوا. روس اب خوش حال ہو چکا تھا، عورتیں پوری طرح اپنے پوروں پر کھڑی ہو چکی تھیں. یہ وقت تھا جب قانونی لگام کو مڑنے کی ضرورت تھی. اب ایک اور نئے قانون کے ذریعے غیر قانونی شادیوں کو قانونی ماننا بند کر دیا گیا. کہول انہیں شادیوں کو اب قانونی مانا جانے لگا جو سرکاری دفتر میں با قاعدہ رجسٹر کرائی گئی ہوں.

روس میں شادی کی پرثا

آج اس دیش میں صرف انہیں شادیوں کو قانونی مانا جاتا ہے جو با قاعدہ رجسٹرار کے دفتر میں رجسٹر کرائی گئی ہوں. سرویت ناکوں کو پوری آزادی ہے کہ وہ جو دھرم چاہیں مانوں اور اپنے دھرم کے مطابق شادی بیاہ بھی کریں لیکن راج ایسی شادیوں کو قانونی نہیں مانتا.

یہاں ہر ناکرک کو پاسپورٹ ملتا ہے. جن لوگوں کی شادی ہوتی ہے ان کے پاسپورٹ پر درج کر دیا جاتا ہے کہ ان کی شادی ہو چکی ہے. اس طرح اپنی پہلی شادیوں کو چھپایا نہیں جاسکتا.

سویت ناکرک اور باہری ناکرک کے بیچ کی شادی اور یا دیشوں کی شادی بھی جو کہ روس میں ہو، معمولی طریقے سے رجسٹر کی جاتی ہے.

اگر روسی مرد یا عورت کسی باہری عورت یا مرد سے شادی کرے تو اس کا ناگری حق نہیں چھلتا.

• شادی کے لئے ایک ضروری شرط عمر ہے. سوویت روس بہت سی آزاد ریپبلکوں کا مجموعہ ہے. زیادہ تر ریپبلکوں میں عورت اور مرد دونوں کی شادی کے لئے کم سے کم 18 سال عمر مقرر ہے. کہیں کہیں ہوا پاسی کے فرق کو دھیان میں رکھ کر 16 سال میں بھی شادی کی اجازت ہے.

• سوویت روس میں ایک مرد اور ایک عورت کے سمبندھ کو بہت مہتمو دیا جاتا ہے اور ہر طرح سے خیال رکھا جاتا ہے کہ کہیں بھی ایک مرد یا ایک عورت کا سمبندھ زیادہ عورتوں یا زیادہ مردوں سے نہ ہونے پائے. اس طرح کا سمبندھ رکھنے پر محض سزا دی جاتی ہے.

جن لوگوں کا خوں ملتا ہو یا آدمے بوئی اور آدمے بہن ہیں ان کی شادی سوویت روس میں نہیں ہو سکتی. بچےرے، مامےرے یا فوکےرے भाई बहिनوں में शादी पर

کو سدھارنے کے بجائے ایک نیا راستہ نکال لیا۔ عورت کی کمزور مالی حالت سے فائدہ اٹھایا گیا۔ شہر قانونی سمبندھ شروع ہو گئے۔ نہ رہا کوئی قانون اور نہ طلاق کی ضرورت۔ انقلاب کا دور ابھی شروع ہی ہوا تھا، نیا روس بھٹی سے نکل رہا تھا۔ عورت ابھی پوری طرح اپنے پیروں پر کھڑی نہیں ہو سکی تھی۔ عورت کو رکھا ادھیکاریوں کے لئے سمبھو نہیں تھی اور سماج کی حالت بدتر ہوتی جا رہی تھی۔ آخر سن 27^{میں} میں روسی ادھیکاریوں نے پھر ایک قانون پاس کیا اور اس طرح کے شہر قانونی سمبندھ کو بھی قانونی شادی مان کر عورت کو نیچے گرنے سے روکنے کی کوشش کی: نئے قانون کے انوسار نہ بچے لکھ سمبندھ رکھنے والے قانونی مہیاں بھی مان لئے گئے۔

1. وہ مر اور موت جو ساتھ رہتے ہوں۔
2. جو عام طریقے سے کہاں بھی سمجھ جاتے ہوں۔
3. جو سادہ میں گر گھر ہستی رکھتے ہوں۔
4. جنہوں نے کبھی بھی ایک دوسرے کی دیکھ دیکھ کی ہو اور انہیں کا ملکر پالنے پونے کیا ہو۔

اسی قانون کے ذریعے ادھکاریوں نے جائداد اور وراثت کی سہولت کا بھی نھنرا کر دیا۔

شادی سے پہلے ہی جائیداد کے مالک عورت اور مرد الگ الگ مان لئے تھے۔ لیکن شادی کے بعد کی جائیداد میں سواں اور بیوی کا ہر ابر کا ادھیکار مان لیا گیا۔ الٹا ہو جانے پر عدالت کو اُس جائیداد کا بتوارہ کرنے کا ادھیکار دے دیا گیا۔

اگر دونوں میں سے کوئی مرجائے تو عورت کی جائداد کا مرد اور مرد کی جائداد کی عورت وارث قرار دی گئی۔

دونوں مہن سے کوئی کسی جسمانی وجہ سے کام کرنے کے لائق نہ ہو تو طلاق کے بعد دوسرے کا اس کو سہاڑنا فیذا فرض مانا گیا۔ قانون نے اُسے حق دیا کہ وہ یہ سہاڑنا عدالت کے بل پر حاصل کر سکے۔ جسمانی کمزوری چاہے شادی کے پہلے کی ہو اور چاہے طلاق کے بعد پیدا ہوگئی ہو پر یہ سہاڑنا فیذا ضروری تھا۔

اس قانون نے مرد اور عورت کسی کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ کسی دوسرے کی کمائی پر موج کرے اور خود کام نہ کرے۔ اگر دونوں خود کمائے کھانے کے قابل ہوں تو نان نفقہ (کھانا، کھڑا وغیرہ کا خرچ) ملنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس قانون سے نٹ نٹی شادی دکانے والوں پر کافی

رُس میں انکسلاخ اس زمانے میں ہوا جب کہ یورپ میں ستروں کو پریم کرنے اور پریم کے آدھار پر شادی کرنے کا ادھکار بہت پہلے سے مل چکا تھا۔ روسی ادھکاریوں نے دھپان سے اس وقت پر فور کیا اور اس نتیجے پر پہونچے کہ ان شادیوں میں اصلی پریم کا افس کافی کم ہے۔ اتر، عہدہ، دھن دولت شادی بھاہ کے معاملے میں پریموار قائلے ہیں۔ اس زہریلی فضا میں پریم کا انکر مرجھایا رہتا ہے۔ اس انکر کو ہرانے کے لئے روسی ادھکاریوں نے سب سے پہلے عورت کو راج کاجی، مالی اور سماجی ادھکار دے دیئے۔ ماں بطن کے بعد جو کتھناٹھاں سہلی پوتی تھیں ان کو دور کر دیا۔ عورت کو خود اس کے پیروں پر کھوا کر دیا۔

سویات وکھانیوں نے اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا کہ انسان پیدائشی دھارچاری ہوتا ہے اور اس کا جنس کے معاملے میں نیت نرے اورت سے संबند رکھنے کی پڑتی مہر میں کھدرتی ہے۔ انکا کہنا ہے کہ ان سارے دھارچاری کی جب آدھی کی پڑتی میں نہیں ہے بلکہ پڑتھیں نے یہ حالت اس پر لا د رکھا ہے۔ دنیا کے ہتھاس میں پہلی بار انھوں نے انسان کو سٹلسی یوجڈوں کے سہارے سداچاری بڈانے کی کوشش شروع کی۔

رُس میں جس طرح انھوں نے مالی خوش حالی پیدا کی اور کچھ ہرائیوں کا خانہ کیا اس کا بیان ہم پہلے کر چکے ہیں۔ سماج ویکتھوں سے بڈا ہے اور ویکتھوں ایک مرد اور ایک عورت کے سمبند سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے شادی بھاہ کوئی ویکتھ گت سمبھا نہیں ہے۔ شادی بھاہ پر دیہے کے بھوشہ کا محل کھوا ہے روسی ادھکاریوں نے سمجھ لیا تھا کہ بنا اس مہتو سے بھری سمبھا کا حل کئے وہ روس میں بڑھیا سماج پیدا ہی نہیں کر سکتے۔ اٹھے دیکھیں شادی بھاہ کو سنگتھت اور پریم کے آدھار پر قائم کرنے کے لئے انھوں نے کیا کیا؟

سن 17 کا انکسلاخ ہوتے ہی اسی سال دسمبر میں شاہی بھاہ اور تلاق کے بارے میں خاص قانون پاس کئے گئے۔ ان قانونوں میں تلاق کو خوب تھل دے دی گئی۔ مرد یا عورت جسکا من چاہے رجسترا کو کارڈ لکھر تلاق حاصل کر سکتا تھا۔ کچھ لوگوں نے اس کا ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کیا۔ نیت نئے بھاہ رچائے جانے لگے۔ جس طرح لوگ کھڑے بدلتے ہیں اسی طرح بھوی اور مہاں بدلتے لگے۔ روز شادی اور روز تلاق سے سمجھ دار لوگوں کو نفرت ہوئی۔ ایسے لوگوں کا فیکتھوں اور دلتھوں میں ترسکار ہونے لگا۔ ٹرید یونہی والوں نے اس پروردی کے خلاف جہاد شروع کر دیا۔ انھوں کو روز روز تلاق کے لئے جانے میں شرم آنے لگی۔ انھوں نے اپنے

رُس میں انکسلاخ اس زمانے میں ہوا جب کہ یورپ میں ستروں کو پریم کرنے اور پریم کے آدھار پر شادی کرنے کا ادھکار بہت پہلے سے مل چکا تھا۔ روسی ادھکاریوں نے دھپان سے اس وقت پر فور کیا اور اس نتیجے پر پہونچے کہ ان شادیوں میں اصلی پریم کا افس کافی کم ہے۔ اتر، عہدہ، دھن دولت شادی بھاہ کے معاملے میں پریموار قائلے ہیں۔ اس زہریلی فضا میں پریم کا انکر مرجھایا رہتا ہے۔ اس انکر کو ہرانے کے لئے روسی ادھکاریوں نے سب سے پہلے عورت کو راج کاجی، مالی اور سماجی ادھکار دے دیئے۔ ماں بطن کے بعد جو کتھناٹھاں سہلی پوتی تھیں ان کو دور کر دیا۔ عورت کو خود اس کے پیروں پر کھوا کر دیا۔

سویات وکھانیوں نے اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا کہ انسان پیدائشی دھارچاری ہوتا ہے اور اس کا جنس کے معاملے میں نیت نرے اورت سے संबند رکھنے کی پڑتی مہر میں کھدرتی ہے۔ انکا کہنا ہے کہ ان سارے دھارچاری کی جب آدھی کی پڑتی میں نہیں ہے بلکہ پڑتھیں نے یہ حالت اس پر لا د رکھا ہے۔ دنیا کے ہتھاس میں پہلی بار انھوں نے انسان کو سٹلسی یوجڈوں کے سہارے سداچاری بڈانے کی کوشش شروع کی۔

رُس میں جس طرح انھوں نے مالی خوش حالی پیدا کی اور کچھ ہرائیوں کا خانہ کیا اس کا بیان ہم پہلے کر چکے ہیں۔ سماج ویکتھوں سے بڈا ہے اور ویکتھوں ایک مرد اور ایک عورت کے سمبند سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے شادی بھاہ کوئی ویکتھ گت سمبھا نہیں ہے۔ شادی بھاہ پر دیہے کے بھوشہ کا محل کھوا ہے روسی ادھکاریوں نے سمجھ لیا تھا کہ بنا اس مہتو سے بھری سمبھا کا حل کئے وہ روس میں بڑھیا سماج پیدا ہی نہیں کر سکتے۔ اٹھے دیکھیں شادی بھاہ کو سنگتھت اور پریم کے آدھار پر قائم کرنے کے لئے انھوں نے کیا کیا؟

سن 17 کا انکسلاخ ہوتے ہی اسی سال دسمبر میں شاہی بھاہ اور تلاق کے بارے میں خاص قانون پاس کئے گئے۔ ان قانونوں میں تلاق کو خوب تھل دے دی گئی۔ مرد یا عورت جسکا من چاہے رجسترا کو کارڈ لکھر تلاق حاصل کر سکتا تھا۔ کچھ لوگوں نے اس کا ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کیا۔ نیت نئے بھاہ رچائے جانے لگے۔ جس طرح لوگ کھڑے بدلتے ہیں اسی طرح بھوی اور مہاں بدلتے لگے۔ روز شادی اور روز تلاق سے سمجھ دار لوگوں کو نفرت ہوئی۔ ایسے لوگوں کا فیکتھوں اور دلتھوں میں ترسکار ہونے لگا۔ ٹرید یونہی والوں نے اس پروردی کے خلاف جہاد شروع کر دیا۔ انھوں کو روز روز تلاق کے لئے جانے میں شرم آنے لگی۔ انھوں نے اپنے

کی اس طرح آہستی کو ہمارا سماج بڑی اونچی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور ایسی لڑکی کو 'شہلوتی' سمجھتا ہے۔ اس باب کا فیصلہ زیادہ تر لوہے پر منحصر ہوتا ہے۔ لڑکے والے دیکھتے ہیں جوڑے کہاں زیادہ ملے گا اور لڑکی والے دیکھتے ہیں کم سے کم میں کون فاسٹ جاے گا۔

آئیے اپنے گہروں سے باہر نکلیں دیکھیں پریم اور شادی کا کیا سمجھ رہا ہے۔ شروع زمانے میں استری پرش سمجھ کا استر جانوروں سے شاید ہی کچھ اونچا رہا ہے۔ اس یگ کا آدمی ان سب بھیدوں کو نہیں سمجھتا تھا۔ دھیرے دھیرے انسان کو کچھ سمجھ آئی اور گروپ وواہ کا رواج پیدا ہوا۔ ایک گروپ کی ساری عورتیں اسی گروپ کے سارے مردوں سے سمجھ رکھتی تھیں۔ کام تربیتی مرد کا حق تھا اور عورتیں کھول سادھن تھیں۔ بچہ کسے پیدا ہوتا ہے اس کی جانکاری ان کی سمجھ سے باہر کی چیز تھی۔ آدمی کی عقل کا اور وکاس ہوا اور اسکی سمجھ میں آیا کہ بچہ کیونکر پیدا ہوتا ہے، پیدا ہوا تھا انسان خالی صورت ہی کا بچہ نہیں ہے بلکہ مرد کا بھی اس کے پیدا کرنے میں حصہ ہے۔ اس سمجھ کے ساتھ ایک مرد اور ایک عورت کے سمجھ کا وچار پیدا ہوا۔ سماج کے وچاروں کی اس تبدیلی میں عورت کی دشا اور خراب ہوگئی۔ بہت سوں کے بچائے اب وہ ایک کی جائداد بن گئی۔ اس کا درجہ مرد کی داسی سے زیادہ کچھ نہ تھا۔ کسی کسی جگہ تو عورت کو سارا کام بھی خود ہی کرنا ہوتا تھا۔ وقت کا چکر چلتا رہا اور ہر چکر کے ساتھ انسان کا وچار بھی بدلتا گیا۔ آج کل کے شادی بیاہ کے ریت رواج پیدا ہوئے۔ شادی بیاہ میں دودھ اور خون کے بھید بھاؤ برتے جاتے تھے۔ اس یگ کے لوگ جب جوان ہوتے تھے تو ساتھیوں سمیت گھوڑے پر سوار ہو کر کسی کنزور قبیلے پر حملہ کر کے کوئی لڑکی اٹھا لاتے تھے اور اُسے اپنی پتلی بنا لیتے تھے۔ ایسی زبردستی کی فضا میں سچے پریم کا انکر کسے پیدا ہو سکتا تھا۔

دھیرے دھیرے آدمی کو کھانے پینے کے انتظام اور دھارے پہنے کی دوسرے سے کچھ فرصت ملی۔ اپنے استر کو کچھ سوکھتے کر کے اس نے سوچنا شروع کیا۔ اس نے اس سمجھ میں طرح طرح کے وصول بنا ڈالے۔

ایک مرد اور ایک عورت کا سمجھ انسان نے ہزاروں برس کے تجربے سے سمجھا تھا۔ اس رواج کا مطلب یہ نہیں تھا کہ جو مرد اور عورت ایک دوسرے کو چاہتے اور پسند کرتے ہیں وہ آپس میں شادی کر لیں۔ مرد کو پریم آزادی تھی اور عورت طرح طرح کے بلذخ میں جکڑی ہوئی تھی۔

ایک مرد اور ایک عورت کا سمجھ انسان نے ہزاروں برس کے تجربے سے سمجھا تھا۔ اس رواج کا مطلب یہ نہیں تھا کہ جو مرد اور عورت ایک دوسرے کو چاہتے اور پسند کرتے ہیں وہ آپس میں شادی کر لیں۔ مرد کو پریم آزادی تھی اور عورت طرح طرح کے بلذخ میں جکڑی ہوئی تھی۔

دھیرے دھیرے آدمی کو کھانے پینے کے انتظام اور دھارے پہنے کی دوسرے سے کچھ فرصت ملی۔ اپنے استر کو کچھ سوکھتے کر کے اس نے سوچنا شروع کیا۔ اس نے اس سمجھ میں طرح طرح کے وصول بنا ڈالے۔

ایک مرد اور ایک عورت کا سمجھ انسان نے ہزاروں برس کے تجربے سے سمجھا تھا۔ اس رواج کا مطلب یہ نہیں تھا کہ جو مرد اور عورت ایک دوسرے کو چاہتے اور پسند کرتے ہیں وہ آپس میں شادی کر لیں۔ مرد کو پریم آزادی تھی اور عورت طرح طرح کے بلذخ میں جکڑی ہوئی تھی۔

آج جبکہ دنیا میں ایسا ہوا انقلاب برپا ہے اور آزادی کی بہار، ممالک کی زمین پر بھی مچھلنے کے لئے ہے۔ چین، ہندوستان، پاکستان کی اُمید بھری نگاہیں انسانی دنیا کی طرف عام طور پر اور ایشیا کی آزاد قوموں کی طرف خاص طور پر اپنی آزادی کے سوال کے حل کے لئے لگی ہوئی ہیں۔

(بہائی مجاہد و ضوی)

سوال ہوتا ہے کہا اب تک ایک دوسرے کی جانگزی اور پریم کے آنہار پر شامیاں نہیں ہوئیں ؟ راستو میں یہ وجہ بالکل نہا ہے ۔ یورپ میں اب یہ چہڑ پرائی ہو چکی ہے لیکن ہمارے دیس میں اب بھی یہ ایک انتہائی وجہ ممتا جاتا ہے ۔ اکا دکا باقی کہیں کہیں سر اٹھاتے ہیں ۔ سماج اُن کا ترستار کرتا ہے اور اُس بغاوت کی سزا انہیں کئی طریقوں سے پہنچاتی پڑتی ہے ۔ ہمارے استریاں بالکل کٹھو ہیں ۔ اگر ماں باپ ان کو قصائی کے ہاتھ پہنچا دیں تو انہیں ضرور نہ ہونا چاہئے عورت

یہ پالیسی مقرر کی گئی تھی کہ ان کی روزی چرواہی کو بالکل غائب کر دیا جائے۔ پورے ملک میں قانونی سہولتیں پہنچانے کے لئے کچھ دو سو ڈاکٹر بھیج دیئے گئے۔ ان کو قیام و رہائش کے لئے فوج کے علاقہ چودہ ہزار پولیس رکھی گئی ہے۔ تعلیمی بجٹ کا 93 فی صدی حصہ فرانسیسی بچوں کی تعلیم پر خرچ کیا جاتا ہے۔ فرانسیسی کل ٹیکس کا کچھ 5 فی صدی ادا کرتے ہیں لیکن ملک کی آمدنی کا 95 فی صدی حصہ ان کے آرام کے لئے خرچ ہوتا ہے۔ اس ظلم نے ملک کو سخت مالی بدتری میں مبتلا کر دیا ہے۔ چلتا فریبی، جہالت اور درگ کا شہر ہو رہی ہے۔

آج کل استقلال پارٹی وہاں کی آزادی کی تحریک کی جان ہے۔ عام لوگوں کے علاوہ اس میں علماء دین، کار اور ہمواری بھی شامل ہیں۔ پارٹی کے پاس کافی پونجی ہے اور وہ پورے افریقہ اور پچھلی ایشیا میں بہت اثر رکھتی ہے۔ بھارت و پاکستان کی آزادی کے بعد سے یہ وہاں آزادی کی تحریک میں جان پڑ گئی ہے اور وہاں کا ہر دھڑ والا آج اپنے وطن کو غلامی سے چھٹکارا دلانے کے لئے بے چین ہے۔ ایک طرف اندوچین میں فرانسیسی سامراج کی دھچکھان بکھر رہی ہیں اور دوسری طرف مراٹو کی چلتا میں آزادی کی مانگ کی بارہ فرانسیسی سامراج کو بڑا کدورت کی طرح بھا لہجائے کے لئے امدادیں بھی والی ہے۔ لیکن فرانس اہلی طاقت کے ہم میں اس آلے والے خطرے کو دیکھ نہیں رہا ہے اور وہ چھپے بھی ہو مراٹو کی زمین پر اپنے قدم جمائے رکھنا چاہتا ہے۔

لوک شاہی اور آزادی کا علمبردار امریکا کی اس تانا شاہی اور سامراجی پالیسی کی صرف مدد ہی نہیں کر رہا ہے بلکہ لوک شاہی اور آزادی ہی کے نام پر تیسری جنگ لڑنے کے لئے مراٹو میں اپنی فوجیں اتار رہا ہے اور ہوائی اڈے قائم کر رہا ہے۔ ایک طرف تو گوربا کو کمونسٹوں کے ہاتھوں سے بچانے کے لئے انسانی خون سے ہولی کھائی جا رہی ہے اور تیسری بڑی لڑائی تک کا خطرہ مول لیا جا رہا ہے اور دوسری طرف نہ کھول ایک قوم کے غلامی کے زمانے کو لہجھا کر رہا ہے بلکہ اس کی زندگی بھی دو بھر کی جا رہی ہے۔

مراٹو کے باشندوں اور ان کے پیارے وطن کی آزادی کے مسئلے کا حل اس کوشش پر نہیں ہے جس کے لئے وہاں کے چلی باز ہمیش بہمت شہادت کا پیالہ پیتے چلے آئے ہیں اور ان کے ارمانوں سے بھرے دل آزادی کی بات چوتھے چوتھے وطن کی خاک میں ملے رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے جگر کے خون سے اپنے پاک وطن کو رنگ دیا ہے۔

مراٹو کے باشندوں اور ان کے پیارے وطن کی آزادی کے مسئلے کا حل اس کوشش پر نہیں ہے جس کے لئے وہاں کے چلی باز ہمیش بہمت شہادت کا پیالہ پیتے چلے آئے ہیں اور ان کے ارمانوں سے بھرے دل آزادی کی بات چوتھے چوتھے وطن کی خاک میں ملے رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے جگر کے خون سے اپنے پاک وطن کو رنگ دیا ہے۔

مراٹو کے باشندوں اور ان کے پیارے وطن کی آزادی کے مسئلے کا حل اس کوشش پر نہیں ہے جس کے لئے وہاں کے چلی باز ہمیش بہمت شہادت کا پیالہ پیتے چلے آئے ہیں اور ان کے ارمانوں سے بھرے دل آزادی کی بات چوتھے چوتھے وطن کی خاک میں ملے رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے جگر کے خون سے اپنے پاک وطن کو رنگ دیا ہے۔

مراٹو کے باشندوں اور ان کے پیارے وطن کی آزادی کے مسئلے کا حل اس کوشش پر نہیں ہے جس کے لئے وہاں کے چلی باز ہمیش بہمت شہادت کا پیالہ پیتے چلے آئے ہیں اور ان کے ارمانوں سے بھرے دل آزادی کی بات چوتھے چوتھے وطن کی خاک میں ملے رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے جگر کے خون سے اپنے پاک وطن کو رنگ دیا ہے۔

مراٹو کے باشندوں اور ان کے پیارے وطن کی آزادی کے مسئلے کا حل اس کوشش پر نہیں ہے جس کے لئے وہاں کے چلی باز ہمیش بہمت شہادت کا پیالہ پیتے چلے آئے ہیں اور ان کے ارمانوں سے بھرے دل آزادی کی بات چوتھے چوتھے وطن کی خاک میں ملے رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے جگر کے خون سے اپنے پاک وطن کو رنگ دیا ہے۔

سن 1936 میں اسپین کی بڑی لڑائی کے موقع پر وہاں کے آج کے شاسک جنرل فرینکو نے جو اس وقت اسپینی مراکو کا گورنر تھا، اعلان کیا کہ اگر مراکو کی جنگ میں اس کا ساتھ دے گی تو حکومت ہائے اسپین اسے آزادی کی دولت سے مالا مال کرے گا۔ سپریمی سادی جیٹا اس اعلان کے دعوے میں آگئی۔ اسپین کی گھریلو لڑائی کے سلسلے میں تیس ہزار سے زیادہ مراکشی سپاہی قتل ہوئے اور انہوں کی لاشوں کے ڈھیر پر جنرل فرینکو نے ایک نیا سامراج کھڑا کیا۔ لیکن مراکو کو بحالی آزادی ملنے کے اور زیادہ مصیبتوں سے دو چار ہونا پڑا اور غلامی کا شکنجہ پہلے سے بھی زیادہ سخت کر دیا گیا۔

پچھلی بڑی لڑائی میں جبکہ فرانس جرمنی کے قبضے میں جا چکا تھا، اتحادیوں کی مدد سے اسی زمین پر جنرل ٹیگالے کی لیڈری میں آزاد فرانس کی تحریک پروان چڑھی۔ اتحادیوں اور جنرل ٹیگالے کے بڑے بڑے وعدوں کے جال میں پھنس کر ہزاروں مراکشی نوجوانوں نے جنگ ختم ہونے پر آزادی مل جانے کی امید میں اس تحریک کی کامیابی کے لئے اپنی جان کی بازی لگائی۔ تاریخ کے پلے کواہ میں کہ نازی ہوائی جہازوں، ٹینکوں اور توپوں کا کس دلدھری سے مقابلہ کرتے ہوئے وہ مراکو کے سپوت موت سے بھٹکے ہوئے۔ ان دیہات بھکتوں کو یہ کہاں خبر تھی کہ میدان جنگ میں ان کے بہے خون کے گارے سے فرانسیسی سامراج کی گری ہوئی دیواریں نئے سرے سے اونچائی کی جائیگی اور وہی دیواریں ان کے وطن کو انت کاں تک غلام بنائے رکھیں گی۔ روس جرمن سمجھوتے کے خلاف روس پر حملہ کرتے وقت ہٹلر نے کہا تھا کہ سمجھوتے توڑنے ہی کے لئے کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ فرانس جو نازیوں کے ہاتھوں غلامی کا موا چکا تھا اور ان کے ظلموں کا شکار ہو چکا تھا، خود ہٹلر کے قول پر عمل کرتے ہوئے جنگ کے انت پر اپنے وعدے سے پھر گیا۔ یہی نہیں مراکو پر فرانسیسی سامراجی شکنجہ اور بھی کس دیا گیا۔

اس وقت تک وہاں چار لاکھ فرانسیسی آباد ہو چکے ہیں اور ان کا آنا اور بسنا برابر جاری ہے۔ یورپ میں آئے دن جنگ کے در سے فرانسیسی یونٹی پتی مراکز میں طرح طرح کے گاربا میں اپنی یونٹی لگا رہے ہوں کیونکہ یہ علاقہ زیادہ محفوظ ہے۔ ایک طرف مراکو کی تجارت پر غیر ملکیوں کا پورا قبضہ ہوتا جا رہا ہے اور دوسری طرف مقامی کسانوں کو بے دخل کر کے ان کی زمینیں نئے آئے فرانسیسیوں کو دی جا رہی ہیں۔ مراکو کے رہنے والے اپنے باپ دادا کی دولت اور زمین پر معزوم کئے جا رہے ہیں۔ پھر ملکی حکومت کی

اس وقت تک وہاں چار لاکھ فرانسیسی آباد ہو چکے ہیں اور ان کا آنا اور بسنا برابر جاری ہے۔ یورپ میں آئے دن جنگ کے در سے فرانسیسی یونٹی پتی مراکز میں طرح طرح کے گاربا میں اپنی یونٹی لگا رہے ہوں کیونکہ یہ علاقہ زیادہ محفوظ ہے۔ ایک طرف مراکو کی تجارت پر غیر ملکیوں کا پورا قبضہ ہوتا جا رہا ہے اور دوسری طرف مقامی کسانوں کو بے دخل کر کے ان کی زمینیں نئے آئے فرانسیسیوں کو دی جا رہی ہیں۔ مراکو کے رہنے والے اپنے باپ دادا کی دولت اور زمین پر معزوم کئے جا رہے ہیں۔ پھر ملکی حکومت کی

اس وقت تک وہاں چار لاکھ فرانسیسی آباد ہو چکے ہیں اور ان کا آنا اور بسنا برابر جاری ہے۔ یورپ میں آئے دن جنگ کے در سے فرانسیسی یونٹی پتی مراکز میں طرح طرح کے گاربا میں اپنی یونٹی لگا رہے ہوں کیونکہ یہ علاقہ زیادہ محفوظ ہے۔ ایک طرف مراکو کی تجارت پر غیر ملکیوں کا پورا قبضہ ہوتا جا رہا ہے اور دوسری طرف مقامی کسانوں کو بے دخل کر کے ان کی زمینیں نئے آئے فرانسیسیوں کو دی جا رہی ہیں۔ مراکو کے رہنے والے اپنے باپ دادا کی دولت اور زمین پر معزوم کئے جا رہے ہیں۔ پھر ملکی حکومت کی

اس وقت تک وہاں چار لاکھ فرانسیسی آباد ہو چکے ہیں اور ان کا آنا اور بسنا برابر جاری ہے۔ یورپ میں آئے دن جنگ کے در سے فرانسیسی یونٹی پتی مراکز میں طرح طرح کے گاربا میں اپنی یونٹی لگا رہے ہوں کیونکہ یہ علاقہ زیادہ محفوظ ہے۔ ایک طرف مراکو کی تجارت پر غیر ملکیوں کا پورا قبضہ ہوتا جا رہا ہے اور دوسری طرف مقامی کسانوں کو بے دخل کر کے ان کی زمینیں نئے آئے فرانسیسیوں کو دی جا رہی ہیں۔ مراکو کے رہنے والے اپنے باپ دادا کی دولت اور زمین پر معزوم کئے جا رہے ہیں۔ پھر ملکی حکومت کی

گاہی سے بھارتیہ کی بھی بھارتیہ کی گئی تھی اور ان کے سب کاموں پر کڑی پابندی لگا دی گئی تھی۔ لیکن سارے ملک میں بھارتیہ کی بھاگ بھڑک جانے کے بعد سے جنرل جیپن ان کو بھارت نہیں کر سکا پھر بھی وہ اپنے اس ارادے کو عمل میں لانے کے لئے مرقع ڈھونڈ رہا ہے۔

ساتویں اور دسویں صدی عیسوی کے درمیان مراٹھو اربابوں کے قبضے میں آگیا اور جلد ہی عرب اور عمان کے اصل باشندے ہربر آپس میں کھل مل گئے۔ عربوں نے وہاں ایک ایک ہزار ہس تک شان اور کامیابی سے حکومت کی۔ ان کے زمانے میں مراٹھو نے ہر لحاظ سے بہت ترقی کی۔ لیکن اٹھارہویں صدی عیسوی کے شروع سے مراٹھو کی قسمت کا ستارا چکر میں آگیا۔ اس زمانے کے سلطانوں کی آرام طلبی، قبیلوں کے آپسی جھگڑوں، جاگیرداروں کی آپس کی لڑائیوں اور آئے دن کی گوریلو جنگوں نے ملک کو تباہ و برباد اور کمزور کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ کے ملکوں کی لالچائی ناکاہوں اس پر پونے لگیں۔ 1912 عیسوی میں فرانس نے اترے علاقہ کی ایک چٹائی کے علاوہ جو کہ اسپین نے قبضہ میں ہے، بالی پورے ملک پر قبضہ کر لیا لیکن دیا کو دھوکہ دینے کے لئے وہاں کے سلطان کو نام کے لئے بلوائے رہا۔

غلامی میں جکڑ جانے پر وہاں کے باشندوں کی آنکھیں کھلیں اور انہوں نے اپنے گوریلو جھگڑے بند کر کے ملک اس نئی آفت کا مقابلہ کرنے کے لئے کوشش شروع کی۔ تب سے ہربر مراٹھو کی جلتا اپنی آزادی کے لئے بہت سے قومی نعتوں کے ماتحت جن میں امیر عبدالکریم خاص ہیں ہو ممکن قربانی کرتی چلی آئی ہے۔ لیکن باوجود ان بے مثال قربانیوں اور بڑی بڑی لڑائیوں کے وہ اب تک اپنے پھارے دیش کو فرانسیسی اور اسپینی سامراجیتوں کی غلامی سے آزاد کرانے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ آج پورے مراٹھو میں شاید ہی ایسا کوئی گھر ہو جہاں کا کوئی نہ کوئی لال ظالم فرانسیسیوں اور اسپینیوں کے ہاتھوں مٹی میں ملایا نہ جا چکا ہو۔ مراٹھو میں فرانسیسی و اسپینی راج کی تاریخ کے صفحے، وہاں کے بے گناہ 'وجوانوں' بوزمیں، بچوں اور عورتوں تک کے خون میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

امیر عبدالکریم نے ایک زبردست آزادی کی تحریک جن 1925 عیسوی میں ایک ساتھ فرانسیسی اور اسپینی سامراجیتوں سے تمام ملک کو پاک کرنے کے لئے شروع کی تھی۔ اس تحریک کی ناکامیابی اور امیر عبدالکریم کے پھیلے نکلنے کے بعد ان ظالم حکومتوں کے ہاتھوں ہزاروں بے گناہ عام لوگ بڑی بے دردی سے تلوار کے کھاتے اُتار دیئے گئے اور تحریک کو اس حد تک کچل دیا کہ لوگ پھر سر اٹھانے کی ہمت نہ کر سکیں۔

ساتویں اور دسویں صدی عیسوی کے درمیان مراٹھو اربابوں کے قبضے میں آگیا اور جلد ہی عرب اور عمان کے اصل باشندے ہربر آپس میں کھل مل گئے۔ عربوں نے وہاں ایک ایک ہزار ہس تک شان اور کامیابی سے حکومت کی۔ ان کے زمانے میں مراٹھو نے ہر لحاظ سے بہت ترقی کی۔ لیکن اٹھارہویں صدی عیسوی کے شروع سے مراٹھو کی قسمت کا ستارا چکر میں آگیا۔ اس زمانے کے سلطانوں کی آرام طلبی، قبیلوں کے آپسی جھگڑوں، جاگیرداروں کی آپس کی لڑائیوں اور آئے دن کی گوریلو جنگوں نے ملک کو تباہ و برباد اور کمزور کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ کے ملکوں کی لالچائی ناکاہوں اس پر پونے لگیں۔ 1912 عیسوی میں فرانس نے اترے علاقہ کی ایک چٹائی کے علاوہ جو کہ اسپین نے قبضہ میں ہے، بالی پورے ملک پر قبضہ کر لیا لیکن دیا کو دھوکہ دینے کے لئے وہاں کے سلطان کو نام کے لئے بلوائے رہا۔

غلامی میں جکڑ جانے پر وہاں کے باشندوں کی آنکھیں کھلیں اور انہوں نے اپنے گوریلو جھگڑے بند کر کے ملک اس نئی آفت کا مقابلہ کرنے کے لئے کوشش شروع کی۔ تب سے ہربر مراٹھو کی جلتا اپنی آزادی کے لئے بہت سے قومی نعتوں کے ماتحت جن میں امیر عبدالکریم خاص ہیں ہو ممکن قربانی کرتی چلی آئی ہے۔ لیکن باوجود ان بے مثال قربانیوں اور بڑی بڑی لڑائیوں کے وہ اب تک اپنے پھارے دیش کو فرانسیسی اور اسپینی سامراجیتوں کی غلامی سے آزاد کرانے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ آج پورے مراٹھو میں شاید ہی ایسا کوئی گھر ہو جہاں کا کوئی نہ کوئی لال ظالم فرانسیسیوں اور اسپینیوں کے ہاتھوں مٹی میں ملایا نہ جا چکا ہو۔ مراٹھو میں فرانسیسی و اسپینی راج کی تاریخ کے صفحے، وہاں کے بے گناہ 'وجوانوں' بوزمیں، بچوں اور عورتوں تک کے خون میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

امیر عبدالکریم نے ایک زبردست آزادی کی تحریک جن 1925 عیسوی میں ایک ساتھ فرانسیسی اور اسپینی سامراجیتوں سے تمام ملک کو پاک کرنے کے لئے شروع کی تھی۔ اس تحریک کی ناکامیابی اور امیر عبدالکریم کے پھیلے نکلنے کے بعد ان ظالم حکومتوں کے ہاتھوں ہزاروں بے گناہ عام لوگ بڑی بے دردی سے تلوار کے کھاتے اُتار دیئے گئے اور تحریک کو اس حد تک کچل دیا کہ لوگ پھر سر اٹھانے کی ہمت نہ کر سکیں۔

امیر عبدالکریم نے ایک زبردست آزادی کی تحریک جن 1925 عیسوی میں ایک ساتھ فرانسیسی اور اسپینی سامراجیتوں سے تمام ملک کو پاک کرنے کے لئے شروع کی تھی۔ اس تحریک کی ناکامیابی اور امیر عبدالکریم کے پھیلے نکلنے کے بعد ان ظالم حکومتوں کے ہاتھوں ہزاروں بے گناہ عام لوگ بڑی بے دردی سے تلوار کے کھاتے اُتار دیئے گئے اور تحریک کو اس حد تک کچل دیا کہ لوگ پھر سر اٹھانے کی ہمت نہ کر سکیں۔

بجیر ایک خوبصورت و شاندار شہر ہے۔ اس کا نام اس کے قیام کے زمانے سے ایک اسلامی مرکز (کولڈر) ہے۔ یہاں بوج کے زمانے سے ایک اسلامی جونیورسٹی قائم ہے۔ مراکو نامی شہر جو فرانسسہوں کے آئے سے پہلے ملک کی راجدھانی تھا، ایک بارونٹی شہر ہے۔ اٹلانٹک مہا سائپر کے کھسا بلانکا یہاں کا ایک بڑھتا ہوا بندرگاہ ہے۔ تلمیذ نامی شہر و بندرگاہ انٹر قومی اعظام میں ہے۔ جبرالٹر کے بالکل سامنے شہر و بندرگاہ سموعہ اسمبلی مراکو کی راجدھانی ہے۔ ان شہروں میں عرب تعمیرات کے اچھے سے اچھے نمونے دکھائی دیتے ہیں۔ یہاں نئی عمارتیں دنیا کی خوبصورت سے خوبصورت اور شاندار سے شاندار عمارتوں میں گلی جاتی ہیں۔

مراکو کے رہنے والے مسلمان ہیں۔ باوجود یورپ کے پاس ہونے اور فرانسیسی اثر کے وہاں کے باشندے ابھی تک پچھلی تہذیب کے اثر سے بڑی حد تک بچے ہوئے ہیں۔ ان کی عادتوں، دین سہن اور کھانے پینے کے ذائقے، لباس، ریت رواج اور قاعدے قانون سب پر اسلامی اور ایشیائی تہذیب کا اثر ہے۔ وہ اپنے اوتھے کھڑے ایمانداری، خود داری اور فہر معتمدی مہمانداری کی بنا پر دنیا کی قوموں کی تاریخ میں خاص جگہ رکھتے ہیں۔ آج بھی کوئی مراقشی نوجوان اپنے بزرگوں سے آنکھ ملا کر بات کرنے یا ان کے سامنے تمباکو پیلے کی ہمت نہیں کر سکتا۔

دہات میں مراکو کے آج کل کے شاکس سلطان سہد محمد خامس دیتے ہیں لیکن ان کو ملک کے اندر کی یا باہر کی پالیسی میں دخل دینے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ وہ کھول ایک نام کے سلطان ہیں۔ اصل میں شاکس کے کل ادھکار فرانس کی سرکار کے مقرر کئے ہوئے ریڈیٹ کے جنرل کے ہاتھوں میں ہیں۔ جس کی آنکھ کے اشارے پر سلطان کا رہنا یا نہ رہنا تو ہر ہے۔ باوجود ان کی بلدیوں کے آجکل کے سلطان کو وہاں کی آزادی کی تحریک سے بھری دلچسپی ہے۔ وہ ایک ترقی پسند اور سچے انسان ہیں اور سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اپنے وطن کو باہری اثرات سے پاک کر کے چلتا کی زندگی کا استر بوجھانے کے لئے ان کا دل بے چین رہتا ہے۔ انہیں ملک کی بدولت وہ اپنی قوم میں سب کو پیارے ہیں۔

وہاں کی قومی پارٹی استقلال پارٹی کے ساتھ سلطان کی بڑھتی ہوئی دلچسپی کو دیکھ کر فرانس کی سرکار کو زبردست خطرہ محسوس ہونے لگا تھا۔ اس لئے آجکل کے ریڈیٹ جنرل جونہن نے ان کو بے جا دباؤ ڈال کر ان سے استقلال پارٹی سے علیحدگی کا اعلان کرا دیا۔ اس سلسلے میں ان کو

مراکو کے رہنے والے مسلمان ہیں۔ باوجود یورپ کے پاس ہونے اور فرانسیسی اثر کے وہاں کے باشندے ابھی تک پچھلی تہذیب کے اثر سے بڑی حد تک بچے ہوئے ہیں۔ ان کی عادتوں، دین سہن اور کھانے پینے کے ذائقے، لباس، ریت رواج اور قاعدے قانون سب پر اسلامی اور ایشیائی تہذیب کا اثر ہے۔ وہ اپنے اوتھے کھڑے ایمانداری، خود داری اور فہر معتمدی مہمانداری کی بنا پر دنیا کی قوموں کی تاریخ میں خاص جگہ رکھتے ہیں۔ آج بھی کوئی مراقشی نوجوان اپنے بزرگوں سے آنکھ ملا کر بات کرنے یا ان کے سامنے تمباکو پیلے کی ہمت نہیں کر سکتا۔

دہات میں مراکو کے آج کل کے شاکس سلطان سہد محمد خامس دیتے ہیں لیکن ان کو ملک کے اندر کی یا باہر کی پالیسی میں دخل دینے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ وہ کھول ایک نام کے سلطان ہیں۔ اصل میں شاکس کے کل ادھکار فرانس کی سرکار کے مقرر کئے ہوئے ریڈیٹ کے جنرل کے ہاتھوں میں ہیں۔ جس کی آنکھ کے اشارے پر سلطان کا رہنا یا نہ رہنا تو ہر ہے۔ باوجود ان کی بلدیوں کے آجکل کے سلطان کو وہاں کی آزادی کی تحریک سے بھری دلچسپی ہے۔ وہ ایک ترقی پسند اور سچے انسان ہیں اور سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اپنے وطن کو باہری اثرات سے پاک کر کے چلتا کی زندگی کا استر بوجھانے کے لئے ان کا دل بے چین رہتا ہے۔ انہیں ملک کی بدولت وہ اپنی قوم میں سب کو پیارے ہیں۔

وہاں کی قومی پارٹی استقلال پارٹی کے ساتھ سلطان کی بڑھتی ہوئی دلچسپی کو دیکھ کر فرانس کی سرکار کو زبردست خطرہ محسوس ہونے لگا تھا۔ اس لئے آجکل کے ریڈیٹ جنرل جونہن نے ان کو بے جا دباؤ ڈال کر ان سے استقلال پارٹی سے علیحدگی کا اعلان کرا دیا۔ اس سلسلے میں ان کو

وہاں کی قومی پارٹی استقلال پارٹی کے ساتھ سلطان کی بڑھتی ہوئی دلچسپی کو دیکھ کر فرانس کی سرکار کو زبردست خطرہ محسوس ہونے لگا تھا۔ اس لئے آجکل کے ریڈیٹ جنرل جونہن نے ان کو بے جا دباؤ ڈال کر ان سے استقلال پارٹی سے علیحدگی کا اعلان کرا دیا۔ اس سلسلے میں ان کو

ماہ کے زمانے میں مراکو کی برابری کا سرب کمال پر آ اور دنیا کی سب سے زیادہ ترقی کے لیے وہاں کا سب سے زیادہ کام کیا گیا تھا۔ اس زمانے میں یہ بھی دیکھا اور کلا تھیں و کلچر کا گہوارہ سمجھا جاتا تھا۔

تاریخ سے پتا چلتا ہے کہ پورے زمانے ہی سے یہ سر زمین اچھے موقع اور زرخیزی کی بنا پر دنیا کی بہت سی قوموں کو اپنی طرف کھینچتی رہی ہے۔ جس قوم کے قبضے میں آتی تھی اس کا حصہ رہا ہے، اسی کا بڑا روم ساگر کے اندر تر ملکوں پر لہراتا رہا ہے۔

مراکو صوبہ مغربی افریقہ میں ہے۔ اس کے وسط میں روم ساگر اور مغرب میں اطلانتک مہا ساگر گہرے مارتے ہیں۔ مغرب میں صحارا کا بڑا رینجستان اور پورے میں اطلانتک کا علاقہ ہے۔ اس کا پھیلاؤ 2,19,000 مربع میل ہے اور آبادی لگ بھگ ایک کروڑ ہے۔ ملک میں عربی اور بربری زبانیں بولی جاتی ہیں۔ جغرافیہ کے خیال سے ملک کے تین حصے ہیں۔ اتر اور پچھم کے سمندری کنارے کے اچھا میدان، پچھم کے پہاڑ اور پتھاری علاقے جو اطلس پہاڑ کے سلسلے کا ایک حصہ ہے اور دکھن کا اوسر ہلچر علاقہ جس میں کچھ کچھ نطلسٹان نظر آتے ہیں اور اور جو آگے چل کر صحارا، ریگستان سے مل جاتا ہے۔ کنارے کے علاقوں میں عام طور سے نہ زیادہ سردی ہوتی ہے اور نہ زیادہ گرمی۔ پہاڑی اور پتھاری علاقے جازے میں بہت تھلنے دھتے رہتے ہیں اور دکھلی علاقے میں برداشت کے ناقابل فرمی پڑتی ہے۔ بارش صرف جازے میں ہوتی ہے۔ دکھلی علاقے کو چھوڑ کر یہاں کی زمیں عام طور سے اچھا ہے۔ گھوڑے، جو، چار، روٹی، تباکو، کھجور، زیتون، سلترہ، انگور اور دوسرے مڈوے یہاں کی خاص پیداوار ہیں۔ یہاں کے گھوڑے بہت مضبوط اور معصمتی ہوتے ہیں۔ سواری کے علاقہ وہ کھیتی کے کام میں بھی لائے جاتے ہیں۔ یہاں کی بھینس اچھے اچھے قسم کے اون کے لئے مشہور ہیں۔

کھیتی باڑی اور باغبانی، کالیں و شال کی بھائی، چاندی، تانبہ و پتیل کے برتن اور چمچے کا سامان اور بھینس چرانا یہاں کے خاص دھندے ہیں۔ غلہ، چمچہ و چمچے کا سامان، اون، کالیں، زیتون کا تیل، مریوہ وغیرہ باہر جاتے ہیں اور کھجور، مشہوری و زندگی کی دوسری ضروری چیزیں بھر سے ملکتی جاتی ہیں۔ مراکو کھانوں سے بھی مال مال ہے جن میں تانبہ، پتیل، سوسہ، چمچہ، نکل، فاسفٹ، ابرق اور کو بالٹ خاص ہیں۔

رہائے، پھڑ، مراکو، کھانا، تاجر اور سیوٹا یہاں کے بڑے اور مشہور شہر ہیں۔ رہائے یہاں کی راجدھانی

تاریخ سے پتا چلتا ہے کہ پورے زمانے ہی سے یہ سر زمین اچھے موقع اور زرخیزی کی بنا پر دنیا کی بہت سی قوموں کو اپنی طرف کھینچتی رہی ہے۔ جس قوم کے قبضے میں آتی تھی اس کا حصہ رہا ہے، اسی کا بڑا روم ساگر کے اندر تر ملکوں پر لہراتا رہا ہے۔

مراکو اتر پچھمی افریقہ میں ہے۔ اس کے اتر میں روم ساگر اور پچھم میں اطلانتک مہا ساگر لہریں مارتے ہیں۔ دکھن میں صحارا کا بڑا ریگستان ہے اور پورے میں اطلانتک کا علاقہ ہے۔ اس کا پھیلاؤ 2,19,000 مربع میل ہے اور آبادی لگ بھگ ایک کروڑ ہے۔ ملک میں عربی اور بربری زبانیں بولی جاتی ہیں۔ جغرافیہ کے خیال سے ملک کے تین حصے ہیں۔ اتر اور پچھم کے سمندری کنارے کے اچھا میدان، پچھم کے پہاڑ اور پتھاری علاقے جو اطلس پہاڑ کے سلسلے کا ایک حصہ ہے اور دکھن کا اوسر ہلچر علاقہ جس میں کچھ کچھ نطلسٹان نظر آتے ہیں اور اور جو آگے چل کر صحارا، ریگستان سے مل جاتا ہے۔ کنارے کے علاقوں میں عام طور سے نہ زیادہ سردی ہوتی ہے اور نہ زیادہ گرمی۔ پہاڑی اور پتھاری علاقے جازے میں بہت تھلنے دھتے رہتے ہیں اور دکھلی علاقے میں برداشت کے ناقابل فرمی پڑتی ہے۔ بارش صرف جازے میں ہوتی ہے۔ دکھلی علاقے کو چھوڑ کر یہاں کی زمیں عام طور سے اچھا ہے۔ گھوڑے، جو، چار، روٹی، تباکو، کھجور، زیتون، سلترہ، انگور اور دوسرے مڈوے یہاں کی خاص پیداوار ہیں۔ یہاں کے گھوڑے بہت مضبوط اور معصمتی ہوتے ہیں۔ سواری کے علاقہ وہ کھیتی کے کام میں بھی لائے جاتے ہیں۔ یہاں کی بھینس اچھے اچھے قسم کے اون کے لئے مشہور ہیں۔

کھیتی باڑی اور باغبانی، کالیں و شال کی بھائی، چاندی، تانبہ و پتیل کے برتن اور چمچے کا سامان اور بھینس چرانا یہاں کے خاص دھندے ہیں۔ غلہ، چمچہ و چمچے کا سامان، اون، کالیں، زیتون کا تیل، مریوہ وغیرہ باہر جاتے ہیں اور کھجور، مشہوری و زندگی کی دوسری ضروری چیزیں بھر سے ملکتی جاتی ہیں۔ مراکو کھانوں سے بھی مال مال ہے جن میں تانبہ، پتیل، سوسہ، چمچہ، نکل، فاسفٹ، ابرق اور کو بالٹ خاص ہیں۔

رہائے، پھڑ، مراکو، کھانا، تاجر اور سیوٹا یہاں کے بڑے اور مشہور شہر ہیں۔ رہائے یہاں کی راجدھانی

نہ سوجھتا تھا جیسا کہ دیکھتے ہیں کس دل سے
ہمارے دل کے آئیں پیتے ہیں کس دل سے
! کا دین بھوکے ننگے مٹاتے ہیں کس دل سے
راتے ہیں کس دل سے یہ جیتے ہیں کس دل سے
ہمارے دل کو دیکھ آئے، ہم دیکھتے ہیں کس دل سے

کی نچلے گلیوں نے جیسا کہ رگوں کو دیکھا ہے
میں نے اس وقت ہی دیکھا کہ فلوں کو دیکھا ہے
آبشار کے کنارے جیسا کہ دیکھا ہے
کے رگوں کے جیسا کہ دیکھا ہے
ہمارے دل کو دیکھ آئے، ہم دیکھتے ہیں کس دل سے

جیسا کہ دیکھا ہے
میں نے اس وقت ہی دیکھا کہ فلوں کو دیکھا ہے
آبشار کے کنارے جیسا کہ دیکھا ہے
کے رگوں کے جیسا کہ دیکھا ہے
ہمارے دل کو دیکھ آئے، ہم دیکھتے ہیں کس دل سے

جیسا کہ دیکھا ہے
میں نے اس وقت ہی دیکھا کہ فلوں کو دیکھا ہے
آبشار کے کنارے جیسا کہ دیکھا ہے
کے رگوں کے جیسا کہ دیکھا ہے
ہمارے دل کو دیکھ آئے، ہم دیکھتے ہیں کس دل سے

مراکو

(آئی سی ایف جی ایم ایس جی ایم)

جیسا کہ دیکھا ہے
میں نے اس وقت ہی دیکھا کہ فلوں کو دیکھا ہے
آبشار کے کنارے جیسا کہ دیکھا ہے
کے رگوں کے جیسا کہ دیکھا ہے
ہمارے دل کو دیکھ آئے، ہم دیکھتے ہیں کس دل سے

(26) سوجھتا = سوجھتا، سوجھتا = سوجھتا

(27) دیکھتا = دیکھتا، دیکھتا = دیکھتا

یہ سب مجھے آزادی کا دیکھتے ہیں کس دل سے
یہ سب مجھے آزادی کا دیکھتے ہیں کس دل سے
! کا دین بھوکے ننگے مٹاتے ہیں کس دل سے
راتے ہیں کس دل سے یہ جیتے ہیں کس دل سے
ہمارے دل کو دیکھ آئے، ہم دیکھتے ہیں کس دل سے

یہ سب مجھے آزادی کا دیکھتے ہیں کس دل سے
یہ سب مجھے آزادی کا دیکھتے ہیں کس دل سے
! کا دین بھوکے ننگے مٹاتے ہیں کس دل سے
راتے ہیں کس دل سے یہ جیتے ہیں کس دل سے
ہمارے دل کو دیکھ آئے، ہم دیکھتے ہیں کس دل سے

یہ سب مجھے آزادی کا دیکھتے ہیں کس دل سے
یہ سب مجھے آزادی کا دیکھتے ہیں کس دل سے
! کا دین بھوکے ننگے مٹاتے ہیں کس دل سے
راتے ہیں کس دل سے یہ جیتے ہیں کس دل سے
ہمارے دل کو دیکھ آئے، ہم دیکھتے ہیں کس دل سے

یہ سب مجھے آزادی کا دیکھتے ہیں کس دل سے
یہ سب مجھے آزادی کا دیکھتے ہیں کس دل سے
! کا دین بھوکے ننگے مٹاتے ہیں کس دل سے
راتے ہیں کس دل سے یہ جیتے ہیں کس دل سے
ہمارے دل کو دیکھ آئے، ہم دیکھتے ہیں کس دل سے

مراکو

(آئی سی ایف جی ایم ایس جی ایم)

یہ سب مجھے آزادی کا دیکھتے ہیں کس دل سے
یہ سب مجھے آزادی کا دیکھتے ہیں کس دل سے
! کا دین بھوکے ننگے مٹاتے ہیں کس دل سے
راتے ہیں کس دل سے یہ جیتے ہیں کس دل سے
ہمارے دل کو دیکھ آئے، ہم دیکھتے ہیں کس دل سے

(6) سوجھتا = سوجھتا، سوجھتا = سوجھتا

(27) دیکھتا = دیکھتا، دیکھتا = دیکھتا

(21)

گو ہاتھوں ان کی بن جائیں، گردن ہاتھوں ان کی چل جائیں
 دنیا کو صاف نکل جائیں، دھرتی پہ حکومت قومائیں
 اس دیس کے کرتا دھرتا اپنا کام جو پورا کر پائیں
 دنیا بھر پر اک روز ستارے اور دھاریاں لہرائیں
 ہم قاتل دیس کو دیکھ آئے، ہم قاتل دیس کو دیکھ آئے

(22)

وہ وال اسٹریٹ کا سٹنہ ہتہ وھانت ھاؤس کا ساڑھی گھر
وہ دہائی کے داؤں ہڈچ وہ قہلو میسے کے چھو ملنر
وہ لوٹا لرت تجارت میں وہ پوجا تلنر کا آدھر
وہ لہن دین کی دھوم دھام وہ راج نہت کی لکر بکر
ہم قابل دیس کو دیکھ آئے، ہم قابل دیس کو دیکھ آئے

(23)

اِس وال استریت میں دنیا کا دیوانہ ہوا جانا ہے
جو لقا دے جو بکوا دے وہ کھانا کھولا جانا ہے
اِس وہ ٹٹھاؤں میں سب کی دھتکی رگوں کو ٹٹولا جانا ہے
سرکاروں، ملکوں، قوموں کو کانٹوں میں تولا جانا ہے
ہم قلم دیس کو دیکھ آئے، ہم قلم دیس کو دیکھ آئے

(24)

اُس دیکھیں میں سب سے بڑا ایذا دہ چہن دوس سے ہمدردی
اِس نے بھی بڑا جرم ہے امنِ عالم کا ہونا حامی
اور ایٹم بم کے خلاف تو جس نے بھرلے سے اک بات کہی
اُس نے تو ہتھکھ بٹھائے مولِ اک آفت اپنے سر لے لی
ہم قائلِ دیکھیں کو دیکھئے، ہم قائلِ دیکھیں کو دیکھئے

(25)

سولہ کروڑ میں ایک کروڑ کو مزدوری یا کام نہیں
 پہنچتی کم سے کم پانچ کروڑ کو چھن نہیں آرام نہیں
 یہ عالم ہے تو کسے کہئے جہاں اُن پہ حرام نہیں
 جیون ۱۱ سہارا۔ توٹ چلا ہے صبح نہیں یا شام نہیں
 ہم ڈالو دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالو دیس کو دیکھ آئے

(24) امنی عالم = دہو شانتی؛ حاسی = سمر تھک ۔

• ایک کروڑ پوروز گاروں کے بال بچے ملکر کم سے کم تین کروڑ ہونگے۔

(16)

آزادی، دین، دھرم، انسانیت کی اس تہذیب کو کیا کہیے
یو. این. جی. میں "آزاد" گولاموں کی ترتیب کو کیا کہیے
انسانی کاروبار میں غلامی کی ترتیب کو کیا کہیے
جو اس سے رہتی دنیا کو ایسی تہذیب کو کیا کہیے
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(17)

یہ لوگ ہیں اپنے لئے یہاں کوئی کسی کا نہیں
یہ بات کہیں نہیں ہوئی یہ خبر انہوں نے سنی نہیں
تاریخ اس مورخہ ہے کہ جہاں تہذیب اسکی رہی نہیں
جو کام کریں وہ بھوکوں میں بیکاروں کی کوئی کسی نہیں
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(18)

کل انسانوں کو چند انسان مول لے لیں بدنام درم
انسان انسان کا ساتھی ہے، انسان انسان کا ہے ہمدم
اسکو یہ بتاتے ہیں ڈھوکا، یہ کہتے ہیں اسکو مہاجر
شہر میں اس تہذیب کی جگہ، بدنام دنیا میں ہمدم
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(19)

دنیا بھر کا بھاری مٹا کر خود بھاری بن بیٹھا
سچی جھوٹی صورت کو دیکھ کر دنیا کا پتہ چل گیا بن بیٹھا
انسان کو سمجھوڑوں کا چارہ دیکھ کر بھاری بن بیٹھا
بلندر کو ملی ہندی کی گڑہ فوراً پلٹا بن بیٹھا
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(20)

سر سے قدم تک مہلک حربے ایک سیاحی سو ہتھیار
یہ دنیا کا پالنے والا یہ تہذیب کا ٹھکانہ داؤ
ٹولک، توپ، بارود، ہلانا اسکا سب سے بڑا ہتھیار
نقدی لے کر موت بھینچنا سب سے چوکھا کاروبار
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(16)

آزادی، دین، دھرم، انسانیت کی اس تہذیب کو کیا کہیے
یو. این. جی. میں "آزاد" گولاموں کی ترتیب کو کیا کہیے
انسانی کاروبار میں غلامی کی ترتیب کو کیا کہیے
جو اس سے رہتی دنیا کو ایسی تہذیب کو کیا کہیے
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(17)

یہ لوگ ہیں اپنے لئے یہاں کوئی کسی کا نہیں
یہ بات کہیں نہیں ہوئی یہ خبر انہوں نے سنی نہیں
تاریخ اس مورخہ ہے کہ جہاں تہذیب اسکی رہی نہیں
جو کام کریں وہ بھوکوں میں بیکاروں کی کوئی کسی نہیں
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(18)

کل انسانوں کو چند انسان مول لے لیں بدنام درم
انسان انسان کا ساتھی ہے، انسان انسان کا ہے ہمدم
اسکو یہ بتاتے ہیں ڈھوکا، یہ کہتے ہیں اسکو مہاجر
شہر میں اس تہذیب کی جگہ، بدنام دنیا میں ہمدم
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(19)

دنیا بھر کا بھاری مٹا کر خود بھاری بن بیٹھا
سچی جھوٹی صورت کو دیکھ کر دنیا کا پتہ چل گیا بن بیٹھا
انسان کو سمجھوڑوں کا چارہ دیکھ کر بھاری بن بیٹھا
بلندر کو ملی ہندی کی گڑہ فوراً پلٹا بن بیٹھا
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(20)

سر سے قدم تک مہلک حربے ایک سیاحی سو ہتھیار
یہ دنیا کا پالنے والا یہ تہذیب کا ٹھکانہ داؤ
ٹولک، توپ، بارود، ہلانا اسکا سب سے بڑا ہتھیار
نقدی لے کر موت بھینچنا سب سے چوکھا کاروبار
ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(16) تہذیب = جھوٹا۔

(18) ہمدم = ساتھی، دنیا میں مہاجر = مہاجر۔

* ماہلو ایک بہت گھٹیا اناج جو امریکا میں سوڈانوں کو
بیلا جاتا ہے۔ ہندوستان میں اناج کی کمی پوری کرنے کے لیے
کئیوں کو اس کا ماہلو امریکا نے بھینچا ہے۔

(20) مہلک حربے = ہتھیار

(16) تہذیب = جھوٹا۔

(18) ہمدم = ساتھی، دنیا میں مہاجر = مہاجر۔

* ماہلو ایک بہت گھٹیا اناج جو امریکا میں سوڈانوں کو
بیلا جاتا ہے۔ ہندوستان میں اناج کی کمی پوری کرنے کے لیے
کئیوں کو اس کا ماہلو امریکا نے بھینچا ہے۔

(20) مہلک حربے = ہتھیار

ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے

(11)

دُنیا مَر کو برباد کرے، دُنیا مَر کا نیماں مَر
دُنیا مَر کا بیوہ مَر، دُنیا مَر کا نیج آتا مَر
دُنیا مَر کو بھوکا مارے، دُنیا مَر کا بھوکا مَر
دُنیا مَر مے کھرات کرے دُنیا مَر پر کھلاتا مَر
ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے

(12)

ہم دیس مے ڈالار کے سہیلوں کے دل کی کلی کب پھونکتی ہے
جب اُن کی تجارت دُنیا مَر کو ایک بھوکا مَر سے لوتتی ہے
دو مے مے تون اٹھائی بھلانے کی عادت کب چھوٹتی ہے
سوئے پر سونا کرتا ہے، مایا پر مایا لوتتی ہے
ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے

(13)

دُنیا مَر، دُنیا مَر اور کھل کے مے اُن کا اپنا کام چلاتے ہیں
کھل کھل کر دُنیا مَر کو دیکھ جلاتے ہیں
ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے

(14)

ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے
ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے
ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے

(15)

ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے
ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے
ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے

(11) نیماں = کام بنانے والا; بیوہ = بیوی, دُرمہ;

نیج آتا = سنا مارا. (13) گیسٹر = کھڑے, ڈاکوؤں کے گروہ
کے ساتھ رکھنے والے. (15) کھڑے = اسی طرح, کھڑے
کی طرح.

ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے

(11)

دُنیا مَر کو برباد کرے، دُنیا مَر کا نیماں مَر
دُنیا مَر کا بیوہ مَر، دُنیا مَر کا نیج آتا مَر
دُنیا مَر کو بھوکا مارے، دُنیا مَر کا بھوکا مَر
دُنیا مَر مے کھرات کرے دُنیا مَر پر کھلاتا مَر
ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے

(12)

ہم دیس مے ڈالار کے سہیلوں کے دل کی کلی کب پھونکتی ہے
جب اُن کی تجارت دُنیا مَر کو ایک بھوکا مَر سے لوتتی ہے
دو مے مے تون اٹھائی بھلانے کی عادت کب چھوٹتی ہے
سوئے پر سونا کرتا ہے، مایا پر مایا لوتتی ہے
ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے

(13)

دُنیا مَر، دُنیا مَر اور کھل کے مے اُن کا اپنا کام چلاتے ہیں
کھل کھل کر دُنیا مَر کو دیکھ جلاتے ہیں
ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے

(14)

ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے
ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے
ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے

(15)

ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے
ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے
ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے، ہم ڈالار دیس کو دیکھ آئے

(11) نیماں = کام بنانے والا; دُرمہ = بیوی; دُرمہ;

نیج آتا = سنا مارا. (13) گیسٹر = کھڑے, ڈاکوؤں کے گروہ
کے ساتھ رکھنے والے. (15) کھڑے = اسی طرح, کھڑے
کی طرح.

(6)

دنیا بہر سے ملتا ہوتا، دنیا بہر سے بہاؤ بہی ہے
دنیا بہر پر ہے دنیا بہاؤ بہر پر آپکار ہوئی ہے
سب کے حق کا دال ہوئی ہے آزادی کا تھکھنڈار ہوئی ہے
اس سیوا بہاؤ کے صدقے میں دنیا کا بلتا دمار ہوئی ہے
ہم قابلِ عیس کو دیکھ آئے، ہم قابلِ عیس کو دیکھ آئے

(7)

اسکولوں، گلیوں، پونہروستلوں کی نہ وہاں قلات نہ کمی
وہ تعذیروں کی نرک جھونک تقریروں کی گرما گرمی
وہ لکچر خالوں کی بھڑ بھڑ وہ پڑتوں میں ڈھما ڈھما
دنیا بھر کی ایسی تھوسی وہ راج نہت میں ہت دھرمی
ہم قادر دھس کو دیکھ آئے ہم قادر دھس کو دیکھ آئے

(8)

وہ ہائی وڈ کا ہرستان وہ فلموں کی جھلکا جھلکی
وہ نرم گلابی سکرانٹھیں آنکھوں میں ہلکی ہلکی
وہ نرگس پلک وہ ہر صورت جو بن دس سے چھلکی چھلکی
وہ ایکٹروں کی لہک جھپک وہ ایکٹریسوں چہل بل کل کی
ہم ڈالر دیس ہو دیکھ آئے، ہم ڈالر دیس کو دیکھ آئے

(9)

وہ بھاری ہونے جل پھل جوت کے رکھدیلے کے چکر میں
وہ ولہو یان مہلاتے ہوئے آکاشوں کے بہو ساگر میں
وہ آژن قلعے جو اکتارے ہرسا جڑیں دنیا بھر میں
وہ ہمداروں کے گل ہادل جو آگ لگا دیں گھر گھر میں
ہم قالر فیس کو دیکھ آئے ہم قالر دیس کو دیکھ آئے

(10)

وہ بہاری ٹھنک جو ہفت خوان طے کر ڈالیں بے خوف و خطر
وہ آرڈی فولاد آگ کا ہرمتا ہوا ٹھن کر پور
وہ ترہیں چٹکس ہزاروں سے ان چٹیں چٹانوں میں سرور
وہ دنیا بہر کی سورت کے سامنے 'افس' 'فارس' 'فتلہ' و شر
ہم ڈالو دیس کو دیکھ آئے' ہم ڈالو دیس 'و' دیکھ آئے

7) قلعہ = کمی (9) بھڑی = ملندری

ہزارے؛ واپس پان ہوائی جہاز؛ ہزار = ہم ہر سالے والے۔
(10) ہفت خزان = دستم کو اسکی ہر دہی کا امتحان
لہنے کے لئے سات مہان کام سرور کے لئے تھے۔ سات کتھن سے
کتھن سولہاں یا کلم؛ آٹھویں = ٹپ خانہ؛ کھن گریز = ہزار
ہوائی جہاز؛ سرور جہول؛ فٹلہ و شر = خرابی، ہربانی

ہم ڈالار دےس کو دےس آئے

(भाई रघुपति सहाय 'किराँ')

(1)

ہے رنگ بیرنگ وہاں جیون، ہم ڈالار دےس کو دےس آئے
وہ ہرا ہرا دوات کا چسبنہ ہم ڈالار دےس کو دےس آئے
کھانے کے مزے کھڑوں کی پھون ہم ڈالار دےس کو دےس آئے
کوڑا کھوہیں مگن، کوڑا کھوہیں مگن، ہم ڈالار دےس کو دےس آئے
ہم ڈالار دےس کو دےس آئے، ہم ڈالار دےس کو دےس آئے

(2)

وہ راتوں کو بھی دن کا سماں، وہ درکانوں جگمگ جگمگ
وہ ریل پھل موٹر کاروں کی، ہر ڈالار دےس کو دےس آئے
وہ دھکی دھکی ہوئی ٹریفک، وہ دب جانے کا ڈر پگ پگ
بازاروں کا ہلکا سا جھکا، بھٹوں بھٹوں کا شور بھلا
ہم ڈالار دےس کو دےس آئے، ہم ڈالار دےس کو دےس آئے

(3)

وہ لڑکے دھک ساٹ مینجیلے باتیں آسماں سے کرتے ہوئے
ہر مینجیلے ایک دھکیا جس پر سب بھم-بھو-بھو گھومتے ہوئے
وہ بھنکنا بھٹے لپٹوں کی رہ رہ کر بھگتے بھگتے ہوئے
بھگتے بھگتے کے کاروبار دن رات بھگتے بھگتے ہوئے
ہم ڈالار دےس کو دےس آئے، ہم ڈالار دےس کو دےس آئے

(4)

بھگتوں کو سنا ہے جاتی ہے گھر پر کی مری کی بھگت
بھگتوں میں وہ رہ کر بھگتے ہیں بھگتوں کی بھگت
بھگتوں پر بھگتے ہیں بھگتوں کی بھگت
بھگتوں کی بھگتوں سے آتی ہے ہر کان میں بھگتوں کی بھگت
ہم ڈالار دےس کو دےس آئے، ہم ڈالار دےس کو دےس آئے

(5)

بھگتوں کا رنگ بھی ہے اور بال ڈانس کا رنگ بھی ہے
بھگتوں کی بھگتوں بھی ہے بھگتوں کا رنگ بھی ہے
بھگتوں کا رنگ بھی ہے بھگتوں کا رنگ بھی ہے
بھگتوں کا رنگ بھی ہے بھگتوں کا رنگ بھی ہے
ہم ڈالار دےس کو دےس آئے، ہم ڈالار دےس کو دےس آئے

(2) ٹریفک = سواریاں اور سبک کی بھگت (3) بھم-
بھو-بھو = بھلا بھلا، لپٹوں = بھگتوں سے بھگتے بھگتے
بھگتوں کی بھگتوں = بھگتوں (4) بھگتوں = بھگتوں (5) بھگتوں = بھگتوں
بھگتوں کی بھگتوں سے آتی ہے ہر کان میں بھگتوں کی بھگت

ہم ڈالار دےس کو دےس آئے

(بھائی رگہ پتی سہائے 'فراق')

(1)

ہے رنگ بیرنگ وہاں جیون، ہم ڈالار دےس کو دےس آئے
وہ ہرا ہرا دوات کا چسبنہ ہم ڈالار دےس کو دےس آئے
کھانے کے مزے کھڑوں کی پھون ہم ڈالار دےس کو دےس آئے
کوڑا کھوہیں مگن، کوڑا کھوہیں مگن، ہم ڈالار دےس کو دےس آئے
ہم ڈالار دےس کو دےس آئے، ہم ڈالار دےس کو دےس آئے

(2)

وہ راتوں کو بھی دن کا سماں، وہ درکانوں جگمگ جگمگ
وہ ریل پھل موٹر کاروں کی، ہر ڈالار دےس کو دےس آئے
وہ دھکی دھکی ہوئی ٹریفک، وہ دب جانے کا ڈر پگ پگ
بازاروں کا ہلکا سا جھکا، بھٹوں بھٹوں کا شور بھلا
ہم ڈالار دےس کو دےس آئے، ہم ڈالار دےس کو دےس آئے

(3)

وہ لڑکے دھک ساٹ مینجیلے باتیں آسماں سے کرتے ہوئے
ہر مینجیلے ایک دھکیا جس پر سب بھم-بھو-بھو گھومتے ہوئے
وہ بھنکنا بھٹے لپٹوں کی رہ رہ کر بھگتے بھگتے ہوئے
بھگتے بھگتے کے کاروبار دن رات بھگتے بھگتے ہوئے
ہم ڈالار دےس کو دےس آئے، ہم ڈالار دےس کو دےس آئے

(4)

بھگتوں کو سنا ہے جاتی ہے گھر پر کی مری کی بھگت
بھگتوں میں وہ رہ کر بھگتے ہیں بھگتوں کی بھگت
بھگتوں پر بھگتے ہیں بھگتوں کی بھگت
بھگتوں کی بھگتوں سے آتی ہے ہر کان میں بھگتوں کی بھگت
ہم ڈالار دےس کو دےس آئے، ہم ڈالار دےس کو دےس آئے

(5)

بھگتوں کا رنگ بھی ہے اور بال ڈانس کا رنگ بھی ہے
بھگتوں کی بھگتوں بھی ہے بھگتوں کا رنگ بھی ہے
بھگتوں کا رنگ بھی ہے بھگتوں کا رنگ بھی ہے
بھگتوں کا رنگ بھی ہے بھگتوں کا رنگ بھی ہے
ہم ڈالار دےس کو دےس آئے، ہم ڈالار دےس کو دےس آئے

(2) ٹریفک = سواریاں اور سبک کی بھگت (3) بھم-
بھو-بھو = بھلا بھلا، لپٹوں = بھگتوں سے بھگتے بھگتے
بھگتوں کی بھگتوں = بھگتوں (4) بھگتوں = بھگتوں (5) بھگتوں = بھگتوں
بھگتوں کی بھگتوں سے آتی ہے ہر کان میں بھگتوں کی بھگت

سرکاری دفتروں میں اور کانوونی سمجھاؤں اور عدالتوں میں انگریزی کی جگہ برتی جائے گی۔ یہ جلتا کی بھاشا نہیں۔ دکانوں کی زبان ہوگی اس کے معنی یہ ہونے کہ جس سے کہیں سلسلہ کی چھت پڑی تھی جس کی جگہ کہیں فارسی نے لی تھی اور اب انگریزی لے رہی ہے اس کی جگہ یہ نئی بھاشا کی چھت پڑے گی۔ خیال اچھا ہے! ہم میں جانتے ہمارے کا بھود تو بہت پرانا ہے۔ معوں کا بھود بھی کافی پرانا ہے۔ ان معوں میں بھاشا کا بھود کچھ نیا ہے جو دنوں دن روز پکڑ رہا ہے۔ بھاشا نہاری نہاری لہی انگ۔ کنگریس کہتی ہے کہ اب عورتوں کا بھی بتواری بھاشا کے افسار ہوگا۔ ہر پرانت میں اونچی سے اونچی پوچھائی اس پرانت کی بھاشا میں دی جائے گی جس کا شاید یہ پہل ہو کہ ہر ایک پرانت میں ایک دفوانوں کی پرانتی بھاشا اور دوسری عام جلتا کی اور پھر ودوان بھی شاید دو پرکار کے ہونگے ایک پرانتی بھاشا کے اور ایک راشتری بھاشا کے۔ اور بہت ممکن ہے کہ آجکل کے سلسلہ و دوانوں کی طرح انگریزی دل بھی اپنے کو ایک انگ کلاس سمجھیں! ان کے اخبار، کتابیں، فلمیں ہی نہیں برادری بھی ایک بن جائے۔ ہر ایک پرانت کی مہاجلی بھی ایک اور تو اور ہر ایک مت کی بھی ایک۔ جانی سہوا سہوا بھاؤ تو مدت سے سلجھ گئے تو اب پرانتی سہوا بھاؤ کی بھلک بھی کانوں میں پونے لگی ہے۔ ہمارا اتہاس تو یہی سکھاتا ہے کہ جہاں راج بہت پہلے تو آپس کی پھوٹ نے آئے رھنے نہ دیا۔ دیکھتے دل کھا ہوتا ہے۔ یہ صاف ہے کہ ایک نئی زبان بنانا سماج میں ایک اور چھت ڈالنا جس کی سوزھی نہ ہو نادانی سی معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے دی یا اس پاس کی ہدی کو ہی دفتری زبان بنایا جائے۔ مہرا مطلب کہول بھاشا کے تھانچے اور ہمارے ہے۔ شہد تو سب جگہ سے لئے جاسکتے ہیں۔ اگر کچھ سائنسی ٹرموں کی کمی دیکھائی دے تو نئی ٹرمیں بنانے کی جگہ کہوں نہ ان ٹرموں سے ہی کام لیں جو آج کل سرکاری دفتروں میں برتر جاتی ہیں۔ آخر گردای ہی راجدھنی دی تو یہاں کے اس پاس کی ہولی ہی راج کی ہولی بنیگی۔ پھر کہوں نہیں اس نوک کام میں ہماری سرکار اس ہولی کا ہاتھ بٹاتی۔

انت میں پندت پنم سنگھ شرما کی طرح میں بھی اپنی کتاب کو کہول پہلے شہد بدل کر انگریز نے اس شہر سے ختم کرنا ہے۔

”ہولی میں جو سب شریک ہونے کے نہیں، اس ملک کے کام توہمک ہونے کے نہیں۔ ممکن نہیں شہج امرالغوس ہمیں پندت جی والہمک ہونے کے نہیں۔“

سرکاری دفتروں میں اور کانوونی سمجھاؤں اور عدالتوں میں انگریزی کی جگہ برتی جائے گی۔ یہ جلتا کی بھاشا نہیں۔ دکانوں کی زبان ہوگی اس کے معنی یہ ہونے کہ جس سے کہیں سلسلہ کی چھت پڑی تھی جس کی جگہ کہیں فارسی نے لی تھی اور اب انگریزی لے رہی ہے اس کی جگہ یہ نئی بھاشا کی چھت پڑے گی۔ خیال اچھا ہے! ہم میں جانتے ہمارے کا بھود تو بہت پرانا ہے۔ معوں کا بھود بھی کافی پرانا ہے۔ ان معوں میں بھاشا کا بھود کچھ نیا ہے جو دنوں دن روز پکڑ رہا ہے۔ بھاشا نہاری نہاری لہی انگ۔ کنگریس کہتی ہے کہ اب عورتوں کا بھی بتواری بھاشا کے افسار ہوگا۔ ہر پرانت میں اونچی سے اونچی پوچھائی اس پرانت کی بھاشا میں دی جائے گی جس کا شاید یہ پہل ہو کہ ہر ایک پرانت میں ایک دفوانوں کی پرانتی بھاشا اور دوسری عام جلتا کی اور پھر ودوان بھی شاید دو پرکار کے ہونگے ایک پرانتی بھاشا کے اور ایک راشتری بھاشا کے۔ اور بہت ممکن ہے کہ آجکل کے سلسلہ و دوانوں کی طرح انگریزی دل بھی اپنے کو ایک انگ کلاس سمجھیں! ان کے اخبار، کتابیں، فلمیں ہی نہیں برادری بھی ایک بن جائے۔ ہر ایک پرانت کی مہاجلی بھی ایک اور تو اور ہر ایک مت کی بھی ایک۔ جانی سہوا سہوا بھاؤ تو مدت سے سلجھ گئے تو اب پرانتی سہوا بھاؤ کی بھلک بھی کانوں میں پونے لگی ہے۔ ہمارا اتہاس تو یہی سکھاتا ہے کہ جہاں راج بہت پہلے تو آپس کی پھوٹ نے آئے رھنے نہ دیا۔ دیکھتے دل کھا ہوتا ہے۔ یہ صاف ہے کہ ایک نئی زبان بنانا سماج میں ایک اور چھت ڈالنا جس کی سوزھی نہ ہو نادانی سی معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے دی یا اس پاس کی ہدی کو ہی دفتری زبان بنایا جائے۔ مہرا مطلب کہول بھاشا کے تھانچے اور ہمارے ہے۔ شہد تو سب جگہ سے لئے جاسکتے ہیں۔ اگر کچھ سائنسی ٹرموں کی کمی دیکھائی دے تو نئی ٹرمیں بنانے کی جگہ کہوں نہ ان ٹرموں سے ہی کام لیں جو آج کل سرکاری دفتروں میں برتر جاتی ہیں۔ آخر گردای ہی راجدھنی دی تو یہاں کے اس پاس کی ہولی ہی راج کی ہولی بنیگی۔ پھر کہوں نہیں اس نوک کام میں ہماری سرکار اس ہولی کا ہاتھ بٹاتی۔

انت میں پندت پنم سنگھ شرما کی طرح میں بھی اپنی کتاب کو کہول پہلے شہد بدل کر انگریز نے اس شہر سے ختم کرنا ہے۔

”ہولی میں جو سب شریک ہونے کے نہیں، اس ملک کے کام توہمک ہونے کے نہیں۔ ممکن نہیں شہج امرالغوس ہمیں پندت جی والہمک ہونے کے نہیں۔“

दिनों काव्यी सरल अक्षरिणार की जो कल में बहुत ही संस्कृत के शब्द कुछ तत्सम रूप में और कुछ तदुप रूप में आ चुके। अब हम चाहते हैं कि सारे हिन्दुस्तान की एक भाशा हो। इसने बड़े देस में एक भाशा बनने के लिये तो सैकड़ों बरन चाहियें लेकिन अब हम इतना तो कर सकते हैं कि हम अपनी राष्ट्र भाशा ऐसी बनाएं जो सब प्रान्तों में आसानी से समझी जा सके। इस का सहज तरीका यह है कि जो जो लफ्फ हिन्द की हर एक बोली की बिक्रानरी में उसी रूप या वैसे ही रूप में पाए जाते हों उन्हें अपनी राष्ट्र भाशा में तत्सम रूप में ले आवें चाहे वह शब्द किसी भी प्रान्त की बोल बोलों में उस तत्सम रूप में न पाया जाता हो। यह विचार देखने में तो सुन्दर ही नहीं सरल भी मात्सम होता है। खराबी है तो केवल यह कि भाशा विद्या के सारे छोटे मोटे नियम जो मैंने पच्छिमी विद्वानों से लेकर इस किताब में लिखे हैं वह सब टूटते हैं:— (1) भाशा जो देस में फैलती है वह भकसर राजधानी की बोल बोली होती है या कभी कभी किसी कवि या धर्मी लीडर की। (2) कोई ताकत जल्दी किसी भाशा के ताने बाने और उस की बुनावट को बदल नहीं सकती। इन तत्सम शब्दों से हमारी सब बोलियों का ताना बन्धा हो जाता है। (3) हमारी आज कल की इलमी ज़बान अंगरेजी है, संस्कृत नहीं, इस वक्त देस में अंगरेजी जानने वालों की गिनती संस्कृत के जानने वालों की गिनती से कई गुनी है, इसलिये यह नामुमकिन है कि हमारी बोलियों की उठती ज़बानी में उस का रंग न आए। (4) हमारे देस में हिन्द ही नहीं रहते, और मतों के लोग भी रहते हैं, उनसे हमें मेला रखना पड़ेगा। (5) भाशा सदा सरलता की तरफ बढ़ती है, मोटे नोकदार शब्द यानी जुड़े हुए व्यंजनों वाले शब्द लोगों के गले में चुभते हैं। (6) लिपि का भाशा से गहरा नाता होता है। हमारे विधान वाले चाहे कितना ही देवनागरी को चाहे हमारे देस की आर्थिक दशा को देव नागरी से बेर है, न नौ मन तेल होगा न राबा नाचेंगी। आज कल ही नहीं पैसा सदा से महाबलशान है। (7) अपनी देस का इतिहास मैं कुछ सुना चुका हूँ। अगर देस का कल बदलना है तो संस्कृत से बेजा लगाव छोड़ना ही होगा। (8) दुनिया अब इतनी छोटी हो गई है कि हम बिलकुल अलग नहीं रह सकते। हमारी भाशा पर और प्रान्तों की भाशा का ही नहीं और मुल्कों की ज़बान का भी असर पड़ेगा।

ہمیں اپنی ضرورت اختیار کی تو اس میں ہمیں سے سلسکرت کے شہد کچھ تقسم روپ میں لڑ کچھ تدبیر روپ میں آگئے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ سارے افغانستان کی ایک بھاشا ہو۔ اگلے بڑے دیس میں ایک بھاشا بلجے کے لئے تو سیکڑوں برس چاہندیں لیکن اب ہم اتنا تو کر سکتے ہیں کہ ہم اپنی راہگیر بھاشا ایسی بلانیں جو سب پرانچوں میں آسانی سے سمجھی جاسکے۔ اس کا سہل طریقہ یہ ہے کہ جو جو لفظ ہند کی مر ایک بولی کی دکشتری میں اسی روپ یا ویسے ہی روپ میں پائے جاتے ہوں انہیں اپنی راہگیر بھاشا میں تقسم روپ میں لے آویں چاہے وہ شہد کسی بھی پراست کی بول ہو۔ میں اس تقسم روپ میں نہ پایا جانا ہو، یہ وجہ دیکھتے ہیں تو سندر ہی نہیں سول بھی معلوم ہوتا ہے۔ خرابی ہے تو کہول یہ کہ بھاشا دنیا کے سارے موئے موئے نام جو میں نے پچھسی ودواتوں سے لے کر اس کتاب میں لکھ دیے ہیں وہ سب تو تھے ہیں :—

(1) بھاشا جو دیس میں پھلتی ہے وہ اکثر راجدھانی کی بول بولی ہوتی ہے یا کبھی کبھی کسی کوئی یا دھرمی لوگر کی۔ (2) کوئی طاقت جلدی کسی بھاشا کے تانے بانے اور اس کی ہمارت کو بدل نہیں سکتی۔ ان تقسم شہدوں سے ہمارے سب ہرلوں کا نانا لہا ہو جاتا ہے۔ (3) ہمارے آج کل کی علمی زبان انگریزی ہے، سسکرت نہیں، اس وقت دیس میں انگریزی جاتے والوں کی گنتی سسکرت کے جاتے والوں کی گنتی سے کئی گنی ہے، اس لئے یہ نامکن ہے کہ ہمارے بولوں کی آہتی جوانی میں اس کا رنگ نہ آئے۔ (4) ہمارے دیس میں ہندو ہی نہیں دھتے اور مسوں کے لوگ بھی دھتے ہیں، ان سے ہمیں میل رکھنا پڑے گا۔ (5) بھاشا سدا سرتا کی طرف بہتی ہے، نوکار موئے شہد یعنی جوئے ہوئے بلجلیں والے شہد لگوں کے لئے میں چہتے ہوں۔ (6) لہی کا بھاشا سے گہرا نانا ہوتا ہے۔ ہمارے دھان والے چاہے کتنا ہی دیونگری کو چاہیں ہمارے دیس کی آرتک دشا کو دیونگری سے ہر ہے۔ نہ نومن تہل ہوگا نہ راندھا ناچیں گی۔ آج کل ہی نہیں ہوسہ سدا سے مہا بلوان ہے۔ (7) اپنے دیس کا انہاس میں کچھ سناچکا ہوں۔ اگر دیس کا رخ بدالما ہے تو سسکرت سے بھجا لٹاو چھوڑنا ہی ہوگا۔ (8) دنیا اب اتنی چھوٹی ہوگئی ہے کہ ہم بالکل ایک نہیں رہ سکتے۔ ہمارے بھاشا پر اور پراستوں کی بھاشا کا ہی نہیں اور ملکوں کی زبان کا بھی اثر پڑے گا۔

میں کہوں کوئی کوئی ایک دی زبان سے کچھ بھائی مہری باتوں کا یوں جواب دیتے ہیں کہ یہ سب کچھ تھوگ ہے، لیکن وہ کوئی بھاشا یعنی بول بولی نہیں بھارے، وہ کہول ایک لکھی بولی، ایک دھتری زبان بھارے میں جو

میں لاطینی سیکھانے کے لیے لیکھی گئی تھی۔ بڑی دقت اس ہندی گرامر کا تھا۔ نام تو ہندی کی، لکھی گئی سنسکृत سیکھانے کے لیے۔ سُناتا ہوں یہ گرامر یوں ہی آواز دلی میں کورس میں ہے۔ دیکھ کر دل تھلکا ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھی وہی غلطی کرنے پر تیار ہوئے ہیں جو انگریز اپنے دیس میں اُنہیں صدی تک کرتے آئے ہیں۔ ولیم واٹ نے اپنی انگریزی زبان کی گرامر (1767) میں لاطینی ترمیم کے برتنے کی وجہ اس طرح بیان کی ہے۔ ”چونکہ کسی آدمی کو پتہ نہیں کہ اسے پھر کوئی اور زبان بھی سیکھنی پڑے تو اسے انگریزی ہی کہوں نہ اس طرح سیکھائی جائے جس سے اسے اور زبان سیکھنے میں آسانی ہو۔“ کیا خوب! انگریزی سیکھنا چاہے ہر ایک کے لیے مشکل ہو جائے! کھسی اچرچ کی بات ہے کہ انگریزی جانتے ہوئے بھی ہمارے شکشا و بھائی اور یونیورسٹیاں دوسروں کی غلطیوں سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتیں۔ ایشور اُنہیں چرنچھو کرے تاکہ اپنی غلطیاں وہ آپ دیکھ سکیں اور ہماری سلتان کو اس مصیبت سے چھٹکارا ملے۔

چاند بردائی ہماری بھاشا کا سب سے پہلا کوئی کہا جاتا ہے۔ اُس کی کویتا میں بہت سے فارسی کے لفظ پائے جاتے ہیں۔ یہ لاہور کا رہنے والا پرتھوی راج کے دربار کا کوئی تھا۔ ہندی کا دوسرا دور اکبر کے زمانے کا ہے۔ اُس میں بھی فارسی لفظوں سے پرہیز نہیں۔ اگر ہندی اردو کے وکاس اور جھکڑے کی بابت زیادہ جاننا ہو تو پلنٹ پدم سنگھ شرما کی کتاب ”ہندی اردو اور ہندوستانی“ پڑھ لیجئے۔ ایک ہندی ساہتھ سبھا کے سبھاپتی کی بابت یہ کہنا کہ وہ فارسی کے پکھ پانی تھے، تھوک نہیں معلوم ہوتا۔ اُن کے وچار کے انوسار ہندی کو بدیسی لفظوں سے صاف کرنے کا خیال بہت پرانا نہیں اور بہت کچھ چلند کم سمجھ مسلمانوں کی دیس کا پہل ہے۔ کچھ مسلمان ہندی شدوں سے پرہیز کرتے تھے، اُن کی دیکھا دیکھی کچھ ہندی بھی فارسی لفظوں کو اچھوت سمجھتے تھے۔ اِس پرہیز کی ایک اور وجہ بھی دی جاتی ہے۔ اُس پر تھلنے دل سے وچار کرنے کی ضرورت ہے۔

میں پہلے لکھ آیا ہوں کہ ہندوؤں کی مہربانی سے دلی کی بولی دور دور کے دیسوں میں اُگر بولی نہیں تو سمجھی جانے لگی۔ اِس بولی میں بہت سے لفظ تو ہندی کے تھے، کچھ فارسی کے پیر سنسکرت کا شاید کوئی نہ تھا۔ اِسی طرح رمتے مانمو سنگھ کی مہربانی سے کوئی دس دس سنسکرت کے ایسے لفظ جن کا واسطہ دھرم سے تھا سارے ہندستان میں سمجھے اور بولے جاتے تھے۔ میں یہ بھی لکھ آیا ہوں کہ مسلمانوں کے وچ سے پہلے سنسکرت صدیوں تک ہماری علمی زبان رہی ہے اور اُس لیے جب کسی پرکرت نے اُن

میں لاطینی سیکھانے کے لیے لکھی گئی تھی۔ بڑی دقت اس ہندی گرامر کا تھا۔ نام تو ہندی کی، لکھی گئی سنسکृत سیکھانے کے لیے۔ سُناتا ہوں یہ گرامر یوں ہی آواز دلی میں کورس میں ہے۔ دیکھ کر دل تھلکا ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھی وہی غلطی کرنے پر تیار ہوئے ہیں جو انگریز اپنے دیس میں اُنہیں صدی تک کرتے آئے ہیں۔ ولیم واٹ نے اپنی انگریزی زبان کی گرامر (1767) میں لاطینی ترمیم کے برتنے کی وجہ اس طرح بیان کی ہے۔ ”چونکہ کسی آدمی کو پتہ نہیں کہ اسے پھر کوئی اور زبان بھی سیکھنی پڑے تو اسے انگریزی ہی کہوں نہ اس طرح سیکھائی جائے جس سے اسے اور زبان سیکھنے میں آسانی ہو۔“ کیا خوب! انگریزی سیکھنا چاہے ہر ایک کے لیے مشکل ہو جائے! کھسی اچرچ کی بات ہے کہ انگریزی جانتے ہوئے بھی ہمارے شکشا و بھائی اور یونیورسٹیاں دوسروں کی غلطیوں سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتیں۔ ایشور اُنہیں چرنچھو کرے تاکہ اپنی غلطیاں وہ آپ دیکھ سکیں اور ہماری سلتان کو اس مصیبت سے چھٹکارا ملے۔

چاند بردائی ہماری بھاشا کا سب سے پہلا کوئی کہا جاتا ہے۔ اُس کی کویتا میں بہت سے فارسی کے لفظ پائے جاتے ہیں۔ یہ لاہور کا رہنے والا پرتھوی راج کے دربار کا کوئی تھا۔ ہندی کا دوسرا دور اکبر کے زمانے کا ہے۔ اُس میں بھی فارسی لفظوں سے پرہیز نہیں۔ اگر ہندی اردو کے وکاس اور جھکڑے کی بابت زیادہ جاننا ہو تو پلنٹ پدم سنگھ شرما کی کتاب ”ہندی اردو اور ہندوستانی“ پڑھ لیجئے۔ ایک ہندی ساہتھ سبھا کے سبھاپتی کی بابت یہ کہنا کہ وہ فارسی کے پکھ پانی تھے، تھوک نہیں معلوم ہوتا۔ اُن کے وچار کے انوسار ہندی کو بدیسی لفظوں سے صاف کرنے کا خیال بہت پرانا نہیں اور بہت کچھ چلند کم سمجھ مسلمانوں کی دیس کا پہل ہے۔ کچھ مسلمان ہندی شدوں سے پرہیز کرتے تھے، اُن کی دیکھا دیکھی کچھ ہندی بھی فارسی لفظوں کو اچھوت سمجھتے تھے۔ اِس پرہیز کی ایک اور وجہ بھی دی جاتی ہے۔ اُس پر تھلنے دل سے وچار کرنے کی ضرورت ہے۔

میں پہلے لکھ آیا ہوں کہ ہندوؤں کی مہربانی سے دلی کی بولی دور دور کے دیسوں میں اُگر بولی نہیں تو سمجھی جانے لگی۔ اِس بولی میں بہت سے لفظ تو ہندی کے تھے، کچھ فارسی کے پیر سنسکرت کا شاید کوئی نہ تھا۔ اِسی طرح رمتے مانمو سنگھ کی مہربانی سے کوئی دس دس سنسکرت کے ایسے لفظ جن کا واسطہ دھرم سے تھا سارے ہندستان میں سمجھے اور بولے جاتے تھے۔ میں یہ بھی لکھ آیا ہوں کہ مسلمانوں کے وچ سے پہلے سنسکرت صدیوں تک ہماری علمی زبان رہی ہے اور اُس لیے جب کسی پرکرت نے اُن

پراکرت	سंस्कृत	हिन्दी	ਪੰਜਾਬੀ
मट्टिआ	मृत्तिका	मट्टी	मट्टी
कएहो-कएनो	कुरण	कान्ह-किरान	कान्ह-किरान
जइसो	यादशा	जैसा	जेहा
सालो	श्याल	साला	साला
सामलो	श्यामल	साँबला	
मावसिउजा	मावृवसा	मौसी	मासी
पोत्थअं	पुस्तकं	पोथी	पोथा
रुक्ख	वृक्षः	रुख	रुख
मसाणं	श्मशानं	मसान	मसाण
संकलं	शृंखलं	सांकल	संकल
सच्च	सत्य	सच	सच्च
रात्ती	रात्री	रात	रात्ती
अग्गी	अग्नि	आग	अग

پراکرت	संस्कृत	हिन्दी	ਪੰਜਾਬੀ
मट्टिआ	मृत्तिका	मट्टी	मट्टी
कएहो-कएनो	कुरण	कान्ह-किरान	कान्ह-किरान
जइसो	यादशा	जैसा	जेहा
सालो	श्याल	साला	साला
सामलो	श्यामल	साँबला	
मावसिउजा	मावृवसा	मौसी	मासी
पोत्थअं	पुस्तकं	पोथी	पोथा
रुक्ख	वृक्षः	रुख	रुख
मसाणं	श्मशानं	मसान	मसाण
संकलं	शृंखलं	सांकल	संकल
सच्च	सत्य	सच	सच्च
रात्ती	रात्री	रात	रात्ती
अग्गी	अग्नि	आग	अग

संस्कृत के बनाए जाने का कारन मैं संस्कृत के बाब में लिख आया हूँ. गो संस्कृत बनी थी चौथी सदी बी. सी. में, पहला पत्थर जिस पर संस्कृत खुदी हुई है वह 150 बी. सी. का है और इस के बाद के भी जितने पत्थर दो तीन सौ बरस तक के मिले हैं वह प्राकृत में हैं. संस्कृत पत्थर तो तीसरी सदी बी. सी. में खुदने शुरू होते हैं. माने यह कि संस्कृत को दरबारी ख़बान बनने में पाँच छै सौ बरस लगे थे. किसी नई भाशा को पंद्रह बरस में दफ़्तरी ख़बान बनाने का ख़याल अछूता है. लाख दिल को समझाओ, जो भाशा बनाई जा रही है नई भाशा ही नहीं एक बनावटी भाशा है. आजकल पुराने संस्कृत शब्द ही नहीं लाए जा रहे, बल्कि हमारी बोली के मामूली से मालूम लफ़्ज़ों को संस्कृत का आभा पहनाया जा रहा है. दूसरे लफ़्ज़ों में यूँ कहना शायद ग़लत न हो कि हमारी बोली को वैदिक से मिलाया जा रहा है और लफ़्ज़ों के लिहाज़ से हम तीन हज़ार बरस पहले जाना चाहते हैं.

आर्य यहाँ एक हल्ले में नहीं आए, एक दो सदी तक वे लहरों में आते रहे. जो लहर आई उसने अगली को और आगे ढकेला. यहाँ आकर उन्होंने खेती बाड़ी सीखी, इसलिये उनमें भी ब्राह्मण पैदा हो गए. एकता का भाव उनमें अभी पैदा हो नहीं सका था कि समाज अलग अलग जातियों (Communities) में ही नहीं अलग अलग जातों (Castes) में भी बंट गई. समाज के टुकड़े टुकड़े करने के लिये यह नसल और जात की दीवारें काफी न थीं, संस्कृत बना कर एक भाशा की छत ढाली गई. जो इसे जाने वह ऊपर की छत पर रहने वाला अपने आप को कुछ बेबता सा समझने लगा. इस तोक फोक का फल है हमारा इति-रोना जिसे विद्वान हमारा इतिहास कहते हैं. जिस का दिल आधा हमारे देश में था घुसा और आकर राज करने लगा.

संस्कृत के बलाने जाने का कारन मैं संस्कृत के बाब में लिख आया हूँ. गो संस्कृत बनी थी चौथी सदी बी. सी. में, पहला पत्थर जिस पर संस्कृत खुदी हुई है वह 150 बी. सी. का है और इस के बाद के भी जितने पत्थर दो तीन सौ बरस तक के मिले हैं वह प्राकृत में हैं. संस्कृत पत्थर तो तीसरी सदी बी. सी. में खुदने शुरू होते हैं. माने यह कि संस्कृत को दरबारी ख़बान बनने में पाँच छै सौ बरस लगे थे. किसी नई भाशा को पंद्रह बरस में दफ़्तरी ख़बान बनाने का ख़याल अछूता है. लाख दिल को समझाओ, जो भाशा बनाई जा रही है नई भाशा ही नहीं एक बनावटी भाशा है. आजकल पुराने संस्कृत शब्द ही नहीं लाए जा रहे, बल्कि हमारी बोली के मामूली से मालूम लफ़्ज़ों को संस्कृत का आभा पहनाया जा रहा है. दूसरे लफ़्ज़ों में यूँ कहना शायद ग़लत न हो कि हमारी बोली को वैदिक से मिलाया जा रहा है और लफ़्ज़ों के लिहाज़ से हम तीन हज़ार बरस पहले जाना चाहते हैं.

आर्य यहाँ एक हल्ले में नहीं आए, एक दो सदी तक वे लहरों में आते रहे. जो लहर आई उसने अगली को और आगे ढकेला. यहाँ आकर उन्होंने खेती बाड़ी सीखी, इसलिये उनमें भी ब्राह्मण पैदा हो गए. एकता का भाव उनमें अभी पैदा हो नहीं सका था कि समाज अलग अलग जातियों (Communities) में ही नहीं अलग अलग जातों (Castes) में भी बंट गई. समाज के टुकड़े टुकड़े करने के लिये यह नसल और जात की दीवारें काफी न थीं, संस्कृत बना कर एक भाशा की छत ढाली गई. जो इसे जाने वह ऊपर की छत पर रहने वाला अपने आप को कुछ बेबता सा समझने लगा. इस तोक फोक का फल है हमारा इति-रोना जिसे विद्वान हमारा इतिहास कहते हैं. जिस का दिल आधा हमारे देश में था घुसा और आकर राज करने लगा.

आर्यों के आने से पहले सिन्ध पंजाब में तो जरूर और खयाल किया जाता है कि राजपूताना और दक्खिन में भी सरस्वती, नर्बदा और ताप्ती की बाधियों में सुमेरी सभ्यता फैली हुई थी। वह उस जमाने के लिहाज से बड़ी ऊँची सभ्यता गिनी जाती है। हिन्द के दूसरे हिस्सों का हाल मालूम नहीं लेकिन खयाल यही है कि वहाँ सभ्यता बहुत कम थी। उस जमाने की बोलियों का हमें अभी तक कुछ पता नहीं, लेकिन आर्यों के आने के दो तीन सौ बरस बाद जो बोली यहाँ बोली जाती थी वह वैदिक थी जो आर्य भाशा और हिन्द भाशा के जोड़ से पैदा हुई थी। इसलिये उसे पुरानी संस्कृत कहना ठीक नहीं क्योंकि यह प्राकृत यानी क्रुदरती भाशा थी। इस वैदिक भाशा में बड़े अच्छे अच्छे कवि हुए हैं जिनकी कविता को वेद कहते हैं। आहिस्ते आहिस्ते, जैसे कि हमेशा होता है इस भाशा के लफ्ज भी छोटे और स्वरों से लदने लगे और इसने देस देस में जाकर चार सौ बरस में कई रूप रंग बदले। इस अरसे में जात पात भी बन गई। सातवीं सदी बी. सी. में बौद्ध और जैन धर्मों ने जन्म लिया। इन धर्मों की दया से पांचवीं छठी सदी बी० सी० में जो प्राकृत बोली जाती थीं उन में से कुछ का ज्ञान अभी तक हो सकता है, इन प्राकृतों से एक बात साफ है कि हमारी आजकल की बोलियाँ उन प्राकृतों से ज्यादा मिलती जुलती हैं और संस्कृत जो पीछे बनाई गई थी उस से कम मिलती है। इसके माने यह हुए कि जिन्हें पंडित तद्भव शब्द कहते हैं वह असल में तत्सम है और तत्सम तद्भव।

पाली की डिक्शनरी में ऐसे सैकड़ों लफ्ज मिलते हैं। मैं नमूने के तौर पर थोड़े से लिखता हूँ :-

प्राकृत	संस्कृत	हिन्दी	पंजाबी
छै	षष	छै	छा
सत्ता	सप्त	सात	सत
संक्ता	सन्ध्या	साँफ	संक्ता
सिप्पी	शुक्ति	सीपी	सिप्पी
सिप्पी	शिल्पन	सेपी	सेपी
दस-दह	दश	दस	दस-दह
बारह	द्वादश	बारह	बारँ
तेरह	त्रयोदश	तेरह	तरँ
घर	गृह	घर	घर
कहाँ	कुत्र	कहाँ	किये
पुत्रो	पूरुमाशी	पूनो	पुत्रो
रुखो	रुक्ष	रुखा	रुखौ
रोगी	रोगिन	रोगी	रोगी
सुई	सूची	सुई	सूँई

आर्यों के आने से पहले सिन्ध पंजाब में तो जरूर और खयाल किया जाता है कि राजपूताना और दक्खिन में सुमेरी सभ्यता फैली हुई थी। वह उस जमाने के लिहाज से बड़ी ऊँची सभ्यता गिनी जाती है। हिन्द के दूसरे हिस्सों का हाल मालूम नहीं लेकिन खयाल यही है कि वहाँ सभ्यता बहुत कम थी। उस जमाने की बोलियों का हमें अभी तक कुछ पता नहीं, लेकिन आर्यों के आने के दो तीन सौ बरस बाद जो बोली यहाँ बोली जाती थी वह वैदिक थी जो आर्य भाशा और हिन्द भाशा के जोड़ से पैदा हुई थी। इसलिये उसे पुरानी संस्कृत कहना ठीक नहीं क्योंकि यह प्राकृत यानी क्रुदरती भाशा थी। इस वैदिक भाशा में बड़े अच्छे अच्छे कवि हुए हैं जिनकी कविता को वेद कहते हैं। आहिस्ते आहिस्ते, जैसे कि हमेशा होता है इस भाशा के लफ्ज भी छोटे और स्वरों से लदने लगे और इसने देस देस में जाकर चार सौ बरस में कई रूप रंग बदले। इस अरसे में जात पात भी बन गई। सातवीं सदी बी. सी. में बौद्ध और जैन धर्मों ने जन्म लिया। इन धर्मों की दया से पांचवीं छठी सदी बी० सी० में जो प्राकृत बोली जाती थीं उन में से कुछ का ज्ञान अभी तक हो सकता है, इन प्राकृतों से एक बात साफ है कि हमारी आजकल की बोलियाँ उन प्राकृतों से ज्यादा मिलती जुलती हैं और संस्कृत जो पीछे बनाई गई थी उस से कम मिलती है। इसके माने यह हुए कि जिन्हें पंडित तद्भव शब्द कहते हैं वह असल में तत्सम है और तत्सम तद्भव।

पाली की डिक्शनरी में ऐसे सैकड़ों लफ्ज मिलते हैं। मैं नमूने के तौर पर थोड़े से लिखता हूँ :-

प्राकृत	संस्कृत	हिन्दी	पंजाबी
छै	षष	छै	छा
सत्ता	सप्त	सात	सत
संक्ता	सन्ध्या	साँफ	संक्ता
सिप्पी	शुक्ति	सीपी	सिप्पी
सिप्पी	शिल्पन	सेपी	सेपी
दस-दह	दश	दस	दस-दह
बारह	द्वादश	बारह	बारँ
तेरह	त्रयोदश	तेरह	तरँ
घर	गृह	घर	घर
कहाँ	कुत्र	कहाँ	किये
पुत्रो	पूरुमाशी	पूनो	पुत्रो
रुखो	रुक्ष	रुखा	रुखौ
रोगी	रोगिन	रोगी	रोगी
सुई	सूची	सुई	सूँई

بائیں سو سائیکل بنائی جین کا آدھار۔ یہی یہ کہ ایسی سائیکل سو پھری باشا میں لکھو جو جلتا آسانی سے سمجھ سکے۔

ہمارے یہاں نہ ایک مت، نہ ایک لپی، نہ ایک باشا، نہ کوئی کڑی ڈیکٹوٹر جو بھوت سے بھوشیہ کی طرف ہمارا رخ بدلے۔ طاقت ووت کی ہے اور ووت بھی آن پڑھوں کا جن کا گزارہ کھیتی پر ہے۔ یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ جس دیس میں گزارہ بہت کچھ کھیتی باڑی پر ہو وہاں زور براہمنوں کا ہوتا ہے جو سدا بہوت نچاتے ہیں۔ ان کا بس چلے تو اور کسی کو پڑھنے نہ دیں۔ ہوسویں صدی میں یہ بات کھلم کھلا تو نہیں کہی جاسکتی پر بھاشا کو مشکل سے مشکل بلانکر بھی منورنہ سدا ہو سکتا ہے۔ اردو والوں نے اردو معلیٰ بنائی جو ”جو سمجھ سو سمجھ“ جو نہ سمجھ ایللی جہالت کے حوالے۔ ہندی والے ہندی کو سلسکرت مٹی بنا رہے ہیں جس سے ایک ایسی ہے کی دیوار کھینچ جائے جو آسانی سے ٹاپی نہ جائے۔ دھرتی بولی کے لئے وہ لہی چلی گئی جس کی اکھائی چھائی دونوں مہلکی اور مشکل ہوں۔ ان براہمنوں کے آنہوہ چیلوں کا ووت لہنے کے لئے ہر ایک پارٹی بھاشا کو دنوں دن مشکل بنا رہی ہے تاکہ دھل سے نہیں مڑتے لفظوں کے جادو سے ووت لیا جائے۔ ہمیں آزادی بہت کچھ گاندھی جی کی مہربانی سے ملی۔ اگر وہ چاہتے تو شاید ڈیکٹوٹر ہو سکتے تھے لیکن وہ اہلسا کا دیوتا کہنا بھی ملوانا تھا تو روٹھ کر۔ اس کے نمورتن (اسپہوگ) کے ہتھ ہار سے بھی براہمنی راج کوڈر تھا اس لئے ایک ادھک بھکے براہمن نے اسے مار ڈالا۔ کون جانے کل کیا ہوا۔ ممکن ہے کہ یہاں کی حکومت کی باگ دوڑ کسی دن کسی ایسے فوجی اور کے ہاتھ آجائے جو ڈیکٹوٹر بلانکر دیس کا رخ بدل دے۔ اگر ایسا جلد نہ ہوا تو کسی بھی سدھار کے لئے تب تک 25-30 برس صبر کرنا پڑے گا جب تک نئی پود چولن نہیں ہوتی۔ ممکن ہے کہ اس عرصے میں اس طرح کے براہمن پھر کسی بدیسی قوم کو یہاں بلانیں یا ایسی حالتیں پیدا کر دیں جن سے پھروں کا پھر ہند میں حکومت کرنا ممکن ہو جائے۔

کل کیا ہوگا اس پر لکھنا ناہانی ہے۔ اتنا ضرور کہہ جا سکتا ہے کہ جب تک کسی دیس کے بدن میں کوئی کڑی لگا رہے وہ دیس پنپ نہیں سکتا۔ جہان کا جادو، جہان کی دیوار، مرنے دھن بابا کی موٹی موٹی آٹھیں یہ تینوں ہماریں جان لکھا نہ سہی دیس کا لکھ پڑ سکتی ہیں۔ جہان کہتے ہیں کہ جہان کا جادو کڑی ہرے دیکھاتا ہے؛ اسلئے اپنے جہان پر کڑی دیکھنا سیکھنا ہے۔

اور سو سائیکل بنوں جن کا آدھار ہی یہ ہے کہ ایسی سائیکل سو پھری بھاشا میں لکھو جو جلتا آسانی سے سمجھ سکے۔

ہمارے یہاں نہ ایک مت، نہ ایک لپی، نہ ایک باشا، نہ کوئی فوجی ڈیکٹوٹر جو بھوت سے بھوشیہ کی طرف ہمارا رخ بدلے۔ طاقت ووت کی ہے اور ووت بھی آن پڑھوں کا جن کا گزارہ کھیتی پر ہے۔ یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ جس دیس میں گزارہ بہت کچھ کھیتی باڑی پر ہو وہاں زور براہمنوں کا ہوتا ہے جو سدا بہوت نچاتے ہیں۔ ان کا بس چلے تو اور کسی کو پڑھنے نہ دیں۔ ہوسویں صدی میں یہ بات کھلم کھلا تو نہیں کہی جاسکتی پر بھاشا کو مشکل سے مشکل بلانکر بھی منورنہ سدا ہو سکتا ہے۔ اردو والوں نے اردو معلیٰ بنائی جو ”جو سمجھ سو سمجھ“ جو نہ سمجھ ایللی جہالت کے حوالے۔ ہندی والے ہندی کو سلسکرت مٹی بنا رہے ہیں جس سے ایک ایسی ہے کی دیوار کھینچ جائے جو آسانی سے ٹاپی نہ جائے۔ دھرتی بولی کے لئے وہ لہی چلی گئی جس کی اکھائی چھائی دونوں مہلکی اور مشکل ہوں۔ ان براہمنوں کے آنہوہ چیلوں کا ووت لہنے کے لئے ہر ایک پارٹی بھاشا کو دنوں دن مشکل بنا رہی ہے تاکہ دھل سے نہیں مڑتے لفظوں کے جادو سے ووت لیا جائے۔ ہمیں آزادی بہت کچھ گاندھی جی کی مہربانی سے ملی۔ اگر وہ چاہتے تو شاید ڈیکٹوٹر ہو سکتے تھے لیکن وہ اہلسا کا دیوتا کہنا بھی ملوانا تھا تو روٹھ کر۔ اس کے نمورتن (اسپہوگ) کے ہتھ ہار سے بھی براہمنی راج کوڈر تھا اس لئے ایک ادھک بھکے براہمن نے اسے مار ڈالا۔ کون جانے کل کیا ہوا۔ ممکن ہے کہ یہاں کی حکومت کی باگ دوڑ کسی دن کسی ایسے فوجی اور کے ہاتھ آجائے جو ڈیکٹوٹر بلانکر دیس کا رخ بدل دے۔ اگر ایسا جلد نہ ہوا تو کسی بھی سدھار کے لئے تب تک 25-30 برس صبر کرنا پڑے گا جب تک نئی پود چولن نہیں ہوتی۔ ممکن ہے کہ اس عرصے میں اس طرح کے براہمن پھر کسی بدیسی قوم کو یہاں بلانیں یا ایسی حالتیں پیدا کر دیں جن سے پھروں کا پھر ہند میں حکومت کرنا ممکن ہو جائے۔

کل کیا ہوگا اس پر لکھنا ناہانی ہے۔ اتنا ضرور کہہ جا سکتا ہے کہ جب تک کسی دیس کے بدن میں کوئی کڑی لگا رہے وہ دیس پنپ نہیں سکتا۔ جہان کا جادو، جہان کی دیوار، مرنے دھن بابا کی موٹی موٹی آٹھیں یہ تینوں ہماریں جان لکھا نہ سہی دیس کا لکھ پڑ سکتی ہیں۔ جہان کہتے ہیں کہ جہان کا جادو کڑی ہرے دیکھاتا ہے؛ اسلئے اپنے جہان پر کڑی دیکھنا سیکھنا ہے۔

اور جن کی وہی معمول کرا سکتا تھا۔ اور دیسوں کے مسلمانوں کی طرح ترک بھی شریعت کا دیوانی قانون مانتے تھے۔ اُس کی جگہ کمال نے سونٹوزولہند کا دیوانی قانون ترکی میں جاری کر دیا۔ بدہ کرنا اور کرانا جرم بلانے۔ ان دو سدھاروں سے عورت قانون میں مرد کے برابر ہو گئی۔ بھارت میں ہندو کوڈ (جو اُس کے سامنے ایک بہت چھوٹا سدھا رہا) چار برس سے لٹک رہا ہے۔ لٹک لٹک کر اتنا دبلا ہو گیا ہے کہ شاید سبھا میں اور پتلا پورا قانونی سدھا کی چھللی میں سے چھن نکلے۔ کڑی میں کمال پاشا نے جو سب سے بڑی اور خوبصورت مسجد تھی اُسے کچھ تبدیل کر کے عجائب گھر بنا لیا اور کئی مسجیدوں کو داتر یا اسکول بنا لیا۔ ہمارے دیس میں سوک کو بھی سدھا کرنے کے لئے ہم کسی مدرسہ یا مسجد کا کوئی نہیں ملا سکتے۔ وہاں دھرم کا سارا جافو عربی حروف میں تھا۔ اُس نے عربی حروف کو دیس نکالا دیا۔ پہلی جنوری 1926 کے بعد وہاں ایک کتاب بھی عربی حروف میں نہیں چھپی۔ ہمارے یہاں براہمنی لہی کو دیس نکالا دینے کی جگہ دیوناگری کو سرکاری لہی بنانے کی تجویز پاس ہو چکی ہے۔ کمال نے ترکی میں سے وہاں کی براہمنی بھاشا عربی کے سارے لفظ نکالوا ڈالے۔ ہماری سرکار براہمنی بھاشا سندھوت کو بلا رہی ہے تاکہ یہاں کی پرچا سرکاری بولی کو سمجھ نہ سکے۔

تورکوں کے سیر کا لباس وہ لال ترکی ٹوپی کالے پھلنے والی ہوا کرتی تھی۔ کمال نے اُس کا پہلنا بھی جرم قرار دیا اور ترکوں کو فرنگی ٹوپی پہنانی۔ ترکی براہمنوں کا پہنا براہمنی لباس ہیں کر گھر سے باہر نکلتا بند کر دیا۔ یہ سب کچھ اُس نے اپنے دیس کا رخ بدلنے کے لئے کہا۔ اُس کے لئے اُسے کچھ سدھاری شاخیں ہی نہیں دیں ہوئی کٹنی دیں۔ وہ اپنی قوم کو سدا یہی لٹاکر کہتا تھا ”توکرو، بھادرو، بڑھے چلو“۔ 98 فیصدی ترک مسلمان ہیں اور 86 فیصدی کی ماں بولی ترکی ہے۔ یورپی زبانوں میں سے فرانسیسی کا سب سے زیادہ زور ہے۔ 1944 جرمنی پر اٹالین، انگریزی کی چوٹی جگہ ہے۔ سائنسی قوم فرانسیسی سے لئے کئے اور بہت سے یورپی لفظ زبان میں عام ہو گئے۔ ان سب سدھاروں کا بولی پر یہ اثر ہوا کہ آجکل کی ترکی دسویں صدی کی ترکی سے بہت کچھ ملتی جاتی ہے۔ کو ترکی میں سو کل آتے ہیں لفظ سدھروں سے اتنے لے دیں کہ بولی میں شکر کھل گئی۔ ان سدھاروں سے پہلے ترکی میں بھی لکھنے والے چاند بڑھے ہوئے کے لئے ایسی بھاشا اور ایسے روشیں پر لکھتے تھے جو صرف پڑھے ہوئے سدھارے ہوئے عام جلتا کسی کو دیکھان نہ تھا۔ ان سدھاروں نے کیا پامت دی۔ اب کوئی نعرہ ”خلتو توکرو“ (خلق = جلتا، توکرو = میں ٹھوس) ہے

اور جن کی وہی معمول کرا سکتا تھا۔ اور دیسوں کے مسلمانوں کی طرح ترک بھی شریعت کا دیوانی قانون مانتے تھے۔ اُس کی جگہ کمال نے سونٹوزولہند کا دیوانی قانون ترکی میں جاری کر دیا۔ بدہ کرنا اور کرانا جرم بلانے۔ ان دو سدھاروں سے عورت قانون میں مرد کے برابر ہو گئی۔ بھارت میں ہندو کوڈ (جو اُس کے سامنے ایک بہت چھوٹا سدھا رہا) چار برس سے لٹک رہا ہے۔ لٹک لٹک کر اتنا دبلا ہو گیا ہے کہ شاید سبھا میں اور پتلا پورا قانونی سدھا کی چھللی میں سے چھن نکلے۔ کڑی میں کمال پاشا نے جو سب سے بڑی اور خوبصورت مسجد تھی اُسے کچھ تبدیل کر کے عجائب گھر بنا لیا اور کئی مسجیدوں کو داتر یا اسکول بنا لیا۔ ہمارے دیس میں سوک کو بھی سدھا کرنے کے لئے ہم کسی مدرسہ یا مسجد کا کوئی نہیں ملا سکتے۔ وہاں دھرم کا سارا جافو عربی حروف میں تھا۔ اُس نے عربی حروف کو دیس نکالا دیا۔ پہلی جنوری 1926 کے بعد وہاں ایک کتاب بھی عربی حروف میں نہیں چھپی۔ ہمارے یہاں براہمنی لہی کو دیس نکالا دینے کی جگہ دیوناگری کو سرکاری لہی بنانے کی تجویز پاس ہو چکی ہے۔ کمال نے ترکی میں سے وہاں کی براہمنی بھاشا عربی کے سارے لفظ نکالوا ڈالے۔ ہماری سرکار براہمنی بھاشا سندھوت کو بلا رہی ہے تاکہ یہاں کی پرچا سرکاری بولی کو سمجھ نہ سکے۔

تورکوں کے سیر کا لباس وہ لال ترکی ٹوپی کالے پھلنے والی ہوا کرتی تھی۔ کمال نے اُس کا پہلنا بھی جرم قرار دیا اور ترکوں کو فرنگی ٹوپی پہنانی۔ ترکی براہمنوں کا پہنا براہمنی لباس ہیں کر گھر سے باہر نکلتا بند کر دیا۔ یہ سب کچھ اُس نے اپنے دیس کا رخ بدلنے کے لئے کہا۔ اُس کے لئے اُسے کچھ سدھاری شاخیں ہی نہیں دیں ہوئی کٹنی دیں۔ وہ اپنی قوم کو سدا یہی لٹاکر کہتا تھا ”توکرو، بھادرو، بڑھے چلو“۔ 98 فیصدی ترک مسلمان ہیں اور 86 فیصدی کی ماں بولی ترکی ہے۔ یورپی زبانوں میں سے فرانسیسی کا سب سے زیادہ زور ہے۔ 1944 جرمنی پر اٹالین، انگریزی کی چوٹی جگہ ہے۔ سائنسی قوم فرانسیسی سے لئے کئے اور بہت سے یورپی لفظ زبان میں عام ہو گئے۔ ان سب سدھاروں کا بولی پر یہ اثر ہوا کہ آجکل کی ترکی دسویں صدی کی ترکی سے بہت کچھ ملتی جاتی ہے۔ کو ترکی میں سو کل آتے ہیں لفظ سدھروں سے اتنے لے دیں کہ بولی میں شکر کھل گئی۔ ان سدھاروں سے پہلے ترکی میں بھی لکھنے والے چاند بڑھے ہوئے کے لئے ایسی بھاشا اور ایسے روشیں پر لکھتے تھے جو صرف پڑھے ہوئے سدھارے ہوئے عام جلتا کسی کو دیکھان نہ تھا۔ ان سدھاروں نے کیا پامت دی۔ اب کوئی نعرہ ”خلتو توکرو“ (خلق = جلتا، توکرو = میں ٹھوس) ہے

تورکوں کے سیر کا لباس وہ لال ترکی ٹوپی کالے پھلنے والی ہوا کرتی تھی۔ کمال نے اُس کا پہلنا بھی جرم قرار دیا اور ترکوں کو فرنگی ٹوپی پہنانی۔ ترکی براہمنوں کا پہنا براہمنی لباس ہیں کر گھر سے باہر نکلتا بند کر دیا۔ یہ سب کچھ اُس نے اپنے دیس کا رخ بدلنے کے لئے کہا۔ اُس کے لئے اُسے کچھ سدھاری شاخیں ہی نہیں دیں ہوئی کٹنی دیں۔ وہ اپنی قوم کو سدا یہی لٹاکر کہتا تھا ”توکرو، بھادرو، بڑھے چلو“۔ 98 فیصدی ترک مسلمان ہیں اور 86 فیصدی کی ماں بولی ترکی ہے۔ یورپی زبانوں میں سے فرانسیسی کا سب سے زیادہ زور ہے۔ 1944 جرمنی پر اٹالین، انگریزی کی چوٹی جگہ ہے۔ سائنسی قوم فرانسیسی سے لئے کئے اور بہت سے یورپی لفظ زبان میں عام ہو گئے۔ ان سب سدھاروں کا بولی پر یہ اثر ہوا کہ آجکل کی ترکی دسویں صدی کی ترکی سے بہت کچھ ملتی جاتی ہے۔ کو ترکی میں سو کل آتے ہیں لفظ سدھروں سے اتنے لے دیں کہ بولی میں شکر کھل گئی۔ ان سدھاروں سے پہلے ترکی میں بھی لکھنے والے چاند بڑھے ہوئے کے لئے ایسی بھاشا اور ایسے روشیں پر لکھتے تھے جو صرف پڑھے ہوئے سدھارے ہوئے عام جلتا کسی کو دیکھان نہ تھا۔ ان سدھاروں نے کیا پامت دی۔ اب کوئی نعرہ ”خلتو توکرو“ (خلق = جلتا، توکرو = میں ٹھوس) ہے

تو اب بکھرے ہو اور اپنا سوال پوچھ رہے ہو، نظر کرنی ہوگی۔ ہاں، اب کہو، کیا تمہیں تمہارے آنسو کہیں نظر آتے ہیں؟

”نہیں، مجھے تو آنسو کے بدلے کچھ کمل کے پھول نظر آتے ہیں۔“

”تو بس اب تمہیں تسلی ہوگئی کہ تمہارے آنسو کہاں گئے اور انکا کہا ہوا؟“

”ہاں، پرہو، اب میں سمجھا۔ تم کوئی ایسی کہمیا جانتے ہو جس سے نریشا کو آشا میں بدل دیتے ہو۔“

تب اس پرہو کے پھارے نے اپنا کومٹ لٹا اور ناچنا بند کیا۔ تاروں نے اپنی چوکھداری پوری کی اور اپنے ٹھروں کو واپس چلے گئے۔ میں بھی اپنی جھونپڑی کی طرف ہولیا۔ ابھی میں راستہ میں ہی تھا کہ مجھے انگریزی کی ایک کہات یاد آئی۔ اور جب تک میں اپنی جھونپڑی میں نہ داخل ہوا تب تک وہ کہات میرے گلوں میں گونجتی رہی۔

”مونس دس اپوانتمنت ازگاتس اپوانتمنت۔“

یانی—
جب کبھی انسان ہوتا ہے نیراس
تو سمکھ لے کے پرہو ہے اس کے پاس۔

”مونس دس اپوانتمنت ازگاتس اپوانتمنت۔“

یانی—

جب کبھی انسان ہوتا ہے نیراس
تو سمکھ لے کے پرہو ہے اس کے پاس۔

یانی—

یانی—

یانی—

یانی—

خالیس بولی—خچڑی بولی اور بولی کی دیوار

(بائے ممدن گوپال)

1923 میں ترکی میں پزاراج دھیا، کمالاپاشا اسکا پھلکا پرسیڈنٹ ایک کویجی آفسر تھا جیمنے اپنی بھادری سے ترکی کو پہلی جنگ میں اس خربی سے بچایا کہ جوان ترکوں کی آنکھوں کا تارا بن گیا۔ قوم اور دیس کا سچا عاشق تھا اس لئے قوم بھی اس پر جان دیتی تھی۔ وہ ڈکٹیٹر بن بیٹھا۔ سپاہ کرے سفید کرے کسی کی مجال نہ تھی جو اس کے سامنے چوں کر سکے۔ وہ جانتا تھا کہ جب تک وہ ترکوں کا رخ نہ بدلے یعنی جب تک وہ پرامنوں کے جادو کے ملدور کو نہ توڑے اور اس میں ستمیابت کئے ہوئے ہوت کال دیوتا کو دیس سے نہ نکالے دیس ابھر نہیں سکتا۔ اس رخ کو بدلنے کے لئے اس نے پانچ چھ ایسے امیر شامی حکم دئے جو صرف وہ ہی دے سکتا تھا

• پیکھلے نمبر سے آگے۔

خالص بولی—کھچڑی بولی اور بولی کی دیوار

(بھائی مدن گوپال)

1923 میں ترکی میں پزاراج دھیا، کمال پاشا اس کا پہلا پرسیڈنٹ ایک فوجی آفسر تھا جس نے اپنی بھادری سے ترکی کو پہلی جنگ میں اس خربی سے بچایا کہ جوان ترکوں کی آنکھوں کا تارا بن گیا۔ قوم اور دیس کا سچا عاشق تھا اس لئے قوم بھی اس پر جان دیتی تھی۔ وہ ڈکٹیٹر بن بیٹھا۔ سپاہ کرے سفید کرے کسی کی مجال نہ تھی جو اس کے سامنے چوں کر سکے۔ وہ جانتا تھا کہ جب تک وہ ترکوں کا رخ نہ بدلے یعنی جب تک وہ پرامنوں کے جادو کے ملدور کو نہ توڑے اور اس میں ستمیابت کئے ہوئے ہوت کال دیوتا کو دیس سے نہ نکالے دیس ابھر نہیں سکتا۔ اس رخ کو بدلنے کے لئے اس نے پانچ چھ ایسے امیر شامی حکم دئے جو صرف وہ ہی دے سکتا تھا

• پیکھلے نمبر سے آگے۔

‘کادیر’ اور ‘مہکوان’ دونوں کے ٹیکہ یک ہی مانی ہیں۔ جو ‘مہکوان داس’ کا مطلب ہے ٹھیک وہی ‘عبدالقادر’ کا ہے۔ پارسی نام ‘امروزد’ اور سنسکرت ‘امروہدا’ دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔

دنیا کے ذہن کو قائم کرنے والے اپنے اپنے دیس اور کال کی ضرورت کے مطابق اسی ایک سائن دھرم اسی دیس القیہ کے خاص خاص پہلوؤں پر زور دیتے رہے ہیں۔ اصلی دھرم دیا یا عرفان ایک ہی ہے۔ چہرے وہی روپ نئے نئے۔

‘کادیر’ اور ‘مہکوان’ دونوں کے ٹیکہ ایک ہی معنی ہیں۔ جو ‘مہکوان داس’ کا مطلب ہے ٹھیک وہی ‘عبدالقادر’ کا ہے۔ پارسی نام ‘امروزد’ اور سنسکرت ‘امروہدا’ دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔

دنیا کے دھرموں کو قائم کرنے والے اپنے اپنے دیس اور کال کی ضرورت کے مطابق اسی ایک سائن دھرم اسی دیس القیہ کے خاص خاص پہلوؤں پر زور دیتے رہے ہیں۔ اصلی دھرم دیا یا عرفان ایک ہی ہے۔ چہرے وہی روپ نئے نئے۔

سوفیوں کی صوفیت میں

(3)

(گ. م.)

آधी رات کا بھرت تھا۔ ساری دنیا سوئی ہوئی تھی۔ صرف آسمان کے تارے اور پرہو کے پھارے جاگ رہے تھے۔ ایک ایسا ہی پرہو کا پھارا ایک درخت کے نیچے اپنا مذہب اپنے گھٹلوں کے بیچ دیا کر بٹھا ہوا تھا۔ جب قریب قریب دو گھنٹہ گزر چکے تو اس نے اپنا سر اونچا کیا اور اپنا اہنگار‘ جو اُس کے پاس ہی پڑا ہوا تھا، اٹھا کر اُسکے ساتھ کچھ گانے لگا اور ناچنے بھی لگا۔ اُسکے گانے میں مٹھاس تو تھی ہی، پر ایک چمبک جھسا اتر بھی تھا۔

میں کچھ دیر تک اُسکا گیت سن رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اُسکا مطلب کیا ہے، مجھے معلوم ہوا۔ اُس گیت کا مطلب کچھ اِس طرح کا تھا—

“پرہو، آج میں تم سے ایک سوال پوچھتا ہوں۔ اُسکا جواب تمہیں دینا ہی ہوگا۔ اور اگر اُسکا جواب مجھے تم نے نہ دیا تو پھر تمہاری اور میری دوستی میں کچھ فرق آجائے گا۔

“میرا سوال یہ ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں کبھی سوچا ہے کہ میں تمہیں کبھی دیکھتا ہوں۔ اب تم مجھے بتاؤ کہ میرے وہ آنسو کہاں گئے۔ کیا وہ صرف مٹی میں ہی مل گئے؟

“پرہو سوال کا جواب دیتے ہیں) “اِس سے پہلے کہ میں تمہیں بتاؤں کہ تمہارے آنسو کہاں گئے، تمہیں میری طرف آنا ہوگا جہاں میں کہتا ہوں۔ اور اُس طرف جہاں

سوفیوں کی صوفیت میں

(3)

(گ. م.)

آدھی رات کا وقت تھا۔ ساری دنیا سوئی ہوئی تھی۔ صرف آسمان کے تارے اور پرہو کے پھارے جاگ رہے تھے۔ ایک ایسا ہی پرہو کا پھارا ایک درخت کے نیچے اپنا مذہب اپنے گھٹلوں کے بیچ دیا کر بٹھا ہوا تھا۔ جب قریب قریب دو گھنٹہ گزر چکے تو اس نے اپنا سر اونچا کیا اور اپنا اہنگار‘ جو اُس کے پاس ہی پڑا ہوا تھا، اٹھا کر اُسکے ساتھ کچھ گانے لگا اور ناچنے بھی لگا۔ اُسکے گانے میں مٹھاس تو تھی ہی، پر ایک چمبک جھسا اتر بھی تھا۔

میں کچھ دیر تک اُسکا گیت سن رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اُسکا مطلب کیا ہے، مجھے معلوم ہوا۔ اُس گیت کا مطلب کچھ اِس طرح کا تھا—

“پرہو، آج میں تم سے ایک سوال پوچھتا ہوں۔ اُسکا جواب تمہیں دینا ہی ہوگا۔ اور اگر اُسکا جواب مجھے تم نے نہ دیا تو پھر تمہاری اور میری دوستی میں کچھ فرق آجائے گا۔

“میرا سوال یہ ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں کبھی سوچا ہے کہ میں تمہیں کبھی دیکھتا ہوں۔ اب تم مجھے بتاؤ کہ میرے وہ آنسو کہاں گئے۔ کیا وہ صرف مٹی میں ہی مل گئے؟

“پرہو سوال کا جواب دیتے ہیں) “اِس سے پہلے کہ میں تمہیں بتاؤں کہ تمہارے آنسو کہاں گئے، تمہیں میری طرف آنا ہوگا جہاں میں کہتا ہوں۔ اور اُس طرف جہاں

دے ہیں اور بدلتے رہتے۔ اللہ اور اللہ ایک ایک کتابوں
ایک ایک زبانوں اور ایک ایک رسالوں کے ذریعے ایک ہی
حقیقت دنیا کو سمجھانا چاہتا ہے۔

قرآن کہتا ہے۔ ”اللہ کے پریم کی مضبوط دسی اور
ایک دوسرے سے پریم تم سب کو ملانے دے گا۔ کہی ایک
دوسرے سے پہلے کی نہ سوچو۔“

وہ کہتا ہے۔ ”تم سب کے دل، دماغ اور سب کا
دھڑکنا ایک ہو، تاکہ تم سب پہلو پہلو، سب سب سے (ہو)
سب مل کر کھاؤ، مل کر پیو، مل کر کام کرو، ساتھ ساتھ
چلو، ایک آواز سے بولو اور سب ایک ہی سچائی کو سمجھو۔“

چھٹی گونکہ شوکت میں لکھا ہے۔ ”اے سب
پڑوسیوں کے ساتھ میل ملاپ سے رہنا سیکھو، تم سب
بھائی ہو، سب کے ساتھ پریم سے رہو۔“

یہی بات اور اسی طرح کی باتیں انجیل میں جگہ
جگہ پڑھنے کو ملتی ہیں۔

مشہور عیسائی شہید جسٹن نے کہا ہے۔ ”جتنی
اچھی باتیں کہی گئی ہیں، دنیا کے کسی دیہی اور
کسی قوم میں بھی وہ سب ہم عیسائیوں کی ملکیت
ہیں۔“

ایک صوفی کہتا ہے۔

”فقط تدارت ہے نام ہی کا
دراصل سب ایک ہی ہیں، یارو !
جو آوازے ساکری کی مोज میں ہے
وہی کا جلاوا ہواہ میں ہے۔“

یعنی کپول ناموں ہی کا فرق ہے، اے یارو ! اصل میں
سب ایک ہیں، جو صاف پانی لہر کے اندر ہے اسی کی
چمک بلبلے کے اندر ہے۔

صوفی عطار نے کہا ہے۔

”روح عقل اور علم سے زندگی کو جانتی ہے۔ روح کے
لئے تازی اور ترکی کا کوئی فرق نہیں ہے۔“

مولانا روم نے کہا ہے۔ ”روح کی دوستی عقل سے ہے
اور علم سے ہے۔ روح کے اندر ہندو، مسلم، عیسائی ترک کا
کوئی فرق نہیں۔“

وہیں میں بار بار کہا گیا ہے کہ آتما کی کوئی جات،
سمہدائے رنگ یا وزن نہیں ہوتا۔

سچ سچ فرق کپول ناموں کا ہی ہے۔ بات ایک ہی ہے۔
جو اللہ ہے وہی ایشور ہے۔ جو اکبر کا مطلب ہے وہی
پریم یا تمہا کا لوتہ ہے۔ ”اللہ اکبر“ کے لفظی معنی ہیں
’پرہیزور‘ یا ’مہادیو‘ جو معنی ’رحیم‘ کے ہیں وہی
’شکر‘ کے ہیں۔ جو معنی ’رحمان‘ کے ہیں وہی ’ملک‘
کے ہیں۔ ’عاش‘ اور ’عبد‘ کے ایک ہی لوتہ ہیں۔

کران کہتا ہے۔ ”اللہ کے پریم کی مضبوط دسی اور
ایک دوسرے سے پریم تم سب کو ملانے دے گا۔ کہی ایک
دوسرے سے پہلے کی نہ سوچو۔“

وہ کہتا ہے۔ ”تم سب کے دل، دماغ اور سب کا
دھڑکنا ایک ہو، تاکہ تم سب پہلو پہلو، سب سب سے (ہو)
سب مل کر کھاؤ، مل کر پیو، مل کر کام کرو، ساتھ ساتھ
چلو، ایک آواز سے بولو اور سب ایک ہی سچائی کو سمجھو۔“

چھٹی گونکہ شوکت میں لکھا ہے۔ ”اے سب
پڑوسیوں کے ساتھ میل ملاپ سے رہنا سیکھو، تم سب
بھائی ہو، سب کے ساتھ پریم سے رہو۔“

یہی بات اور اسی طرح کی باتیں انجیل میں جگہ
جگہ پڑھنے کو ملتی ہیں۔

مشہور عیسائی شہید جسٹن نے کہا ہے۔ ”جتنی
اچھی باتیں کہی گئی ہیں، دنیا کے کسی دیہی اور
کسی قوم میں بھی وہ سب ہم عیسائیوں کی ملکیت
ہیں۔“

ایک صوفی کہتا ہے۔

”فقط تدارت ہے نام ہی کا
دراصل سب ایک ہی ہیں، یارو !
جو آوازے ساکری کی مोज میں ہے
وہی کا جلاوا ہواہ میں ہے۔“

یعنی کپول ناموں ہی کا فرق ہے، اے یارو ! اصل میں
سب ایک ہیں، جو صاف پانی لہر کے اندر ہے اسی کی
چمک بلبلے کے اندر ہے۔

صوفی عطار نے کہا ہے۔

”روح عقل اور علم سے زندگی کو جانتی ہے۔ روح کے
لئے تازی اور ترکی کا کوئی فرق نہیں ہے۔“

مولانا روم نے کہا ہے۔ ”روح کی دوستی عقل سے ہے
اور علم سے ہے۔ روح کے اندر ہندو، مسلم، عیسائی ترک کا
کوئی فرق نہیں۔“

وہیں میں بار بار کہا گیا ہے کہ آتما کی کوئی جات،
سمہدائے رنگ یا وزن نہیں ہوتا۔

سچ سچ فرق کپول ناموں کا ہی ہے۔ بات ایک ہی ہے۔
جو اللہ ہے وہی ایشور ہے۔ جو اکبر کا مطلب ہے وہی
پریم یا تمہا کا لوتہ ہے۔ ”اللہ اکبر“ کے لفظی معنی ہیں
'پرہیزور' یا 'مہادیو' جو معنی 'رحیم' کے ہیں وہی
'شکر' کے ہیں۔ جو معنی 'رحمان' کے ہیں وہی 'ملک'
کے ہیں۔ 'عاش' اور 'عبد' کے ایک ہی لوتہ ہیں۔

کہا ہے کہ یہ سب الگ پچھلے 'بدھ' اور پچھلے 'نورتھکر' بار بار انہیں ایک بےخاصی دونوں کا اپدیش دیتے رہے۔ مہن کھول جب یہ انہماں لوگوں کے دلوں میں پھونکی یا ہندلی ہو رہے تو یہ مہا پرش اپنی ٹھہک ٹھہک وندگی سے اُن نئی جان ڈالتے رہے ہیں اور ڈالتے رہے۔

انجھل میں لکھا ہے — ”کیا کوئی ایسی بات ہے
 کی بابت یہ کہا جاسکے کہ یہ نئی بات ہے؟ ہر
 پہلے سے چلی آ رہی ہے، ہر بات سمانتی ہے، سوچے
 کوئی بات نئی نہیں ہے۔ (اگلے ریاستکس)

حضرت موسیٰ نے کہا ہے —
 ”میں ہر حالے دھرم اور مہلے کے نہیں کے کام کو نہایت
 کے لئے نہیں آیا بلکہ اُسے پورا کرنے کے لئے آیا
 “ (انجیل)

فرہنگ نے ارچن سے کہا ہے —
 ”جو بات میں تجھے سکھا رہا ہوں وہی دیوسوان نے
 ’کو‘ منہ نے اِکھواکو ’کو‘ اِکھواکو نے دوسروں ’کو‘ اسی طرح
 ہرک میں ایک رشی نے دوسرے ’کو‘ ایک آدمی نے
 بے آدمی ’کو‘ سکھائی ہوں‘ لوگ اُسے بھول گئے ہیں‘
 یہاں تک موجود‘ سب کچھ جاننے والے سرورشتی مان
 سنا کے اندر وہ سب گہان موجود ہے۔“

قرآن مہینہ چھ بار بار اور طرح طرح سے کہی گئی

”جو ہاٹ اس قرآن میں کہی گئی ہے وہی صحت
اس کتابوں میں کہی گئی ہے۔“

”غولی قوم نہیں کہ جسکے اندر ہاں یعنی واہ
 لے والے نہ پہنچے گئے ہوں۔“

”اور اللہ نے جتنے رسول اس سے پہلے بھیجے ہیں
 ان میں سے ہر ایک کا اللہ ایک ہے اور
 ان کے اعمال اسی کی عبادت کرنی چاہئے۔“

”اور جتنے رسول بھیجے گئے ہیں ان سب نے اپنی
اپنی زبان میں ہی اُپدیش دیا ہے تاکہ لوگوں کے دلوں
میں شک نہ رہ جاوے۔“

”لوگوں! میں اس لئے آ رہا ہوں کہ مجھے اور اس
کے گھروں کے لوگ آسانی سے سمجھ سکیں۔“

۱۰ ہم ان سب رسولوں میں کسی طرح کا فرق نہیں

یہ آئینوں سے اور اسی طرح کی اور بہت سی آئینوں
کی خاطر ہے کہ سب دھرموں کی بنیادی سچائیاں
ہیں۔ سچائی ایک ہی سچائی ہے۔ اُس پر کسی
کسی دھرم یا کسی رسول کا اجارہ نہیں ہے۔ اور
ہر راج دیس، کال اور حالات کے انوسار بدلتے

مذہبوں کے کام کرنے والے خود اس میں کیا کرتے ہیں۔ ان سب مذہبوں کے بانیوں نے صاف صاف یہ کہا ہے کہ ہم سب ایک ہی بلوائی سچاڑوں کا آپدیش دیتے آئے ہیں۔

آپدیشد میں لکھا ہے —

गवाम् अनेक वर्णानाम्
क्षीरस्यास्ति एक वर्णता
क्षीयन् पश्यते जानम्
लिगिनास्तु जवाम् यथा.

یانی گاؤں اگلے اگلے رنگوں کی ہوتی ہیں، پر دھبہ سب کا ایک رنگ کا یانی سکہد ہوتا ہے۔ جانی یانی آفریقہ دھبہ کو دیکھتا ہے اور اوپر کے ریت رواجوں میں پھلے ہوئے لوگ گریوں کے رنگ کو دیکھتے ہیں۔ مولانا روم نے حضرت عیسیٰ کے آپدیشوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے —

जामये सद रंग खां लुग्मे सका
सावाभो यक रंग गरता बूजिया

یانی سبکوں رنگ کے کپڑے اس صاف مٹی میں پڑ کر اس طرح سکہد اور یکرنگ ہو گئے جس طرح سائوں رنگ ملکر سکہد روشنی بن جاتے ہیں۔

شری کرشن نے بھگوت گیتا میں دو بار کہا ہے —

”ये अर्जुन ! जोग सब तरफ से चलकर अलग अलग राखीं से भी मुक्त तक ही पहुँचते हैं.”

یہی کلمہ آخری منزل ہے جس کی طرف ساری دنیا بڑھی جا رہی ہے۔

یاری دھرم کے بانی زرتشت نے لکھا ہے —

”اور ہم دنیا کے ان سب پہلے کے دھرموں کو مانتے اور پوجتے ہیں جو نیکی سکھاتے ہیں۔“

گاہا میں لکھا ہے کہ — ”اسی دھرم کو سچا دھرم سمجھتے ہیں۔“

جو زمانہ ہندوستان میں بدھ اور مہابھارت کا تھا وہی چھٹی صدی قبل مسیح میں تھا۔ چین کے لوگ بدھ لوتڑے اور کنگ لوتڑے تھے۔ انہوں نے ایک ترموٹی کی طرح برابر کے پیغمبر یا لوتڑے مانتے تھے۔ کنگ لوتڑے نے کہا ہے — ”جو دین دھرم پہلے سے چلا آ رہا ہے میں قبول اسی کو آئے چلا رہا ہوں“ میں کوئی نئی بات نہیں کہہ سکتا۔“

بدھ نے اپنے سے پہلے کے ’بدھوں‘ کا اور اپنے بعد کے ’بدھوں‘ کا اور اسی طرح ’جن‘ یعنی مہابھارت کے پہلے کے اور اپنے بعد کے ’تہمتکروں‘ (پتھر یا واسطے بنائے گئے) کا ذکر کیا ہے اور انہوں

یعلی گاؤں الگ الگ رنگوں کی ہوتی ہیں، پر دھبہ سب کا ایک رنگ کا یعلی سکہد ہوتا ہے۔ گوانی یعلی عارف دھبہ کو دیکھتا ہے اور اوپر کے ریت رواجوں میں پھلے ہوئے لوگ گریوں کے رنگ کو دیکھتے ہیں۔ مولانا روم نے حضرت عیسیٰ کے آپدیشوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے —

آپدیشد میں لکھا ہے —

گوام اٹیک ورنہ نام
چوہر سیاسی ایک ورنہ
چھیکمت پوشتہ گوانم
لنگدستو گوام یثما

یعلی گاؤں الگ الگ رنگوں کی ہوتی ہیں، پر دھبہ سب کا ایک رنگ کا یعلی سکہد ہوتا ہے۔ گوانی یعلی عارف دھبہ کو دیکھتا ہے اور اوپر کے ریت رواجوں میں پھلے ہوئے لوگ گریوں کے رنگ کو دیکھتے ہیں۔ مولانا روم نے حضرت عیسیٰ کے آپدیشوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے —

جامہ صدرنگ زل خم صدا
سادہ و یک رنگ کشتہ چوں ضیا

یعلی سبکوں رنگ کے کپڑے اس صاف بھٹی میں پڑ کر اس طرح سکہد اور یک رنگ ہو گئے جس طرح سائوں رنگ ملکر سکہد روشنی بن جاتے ہیں۔

شری کرشن نے بھگوت گیتا میں دو بار کہا ہے —

”اے لوچن ! لوگ سب طرف سے چل کر الگ الگ راستوں سے بھی سچے تک ہی پہنچتے ہیں۔“

یہی وہ آخری منزل ہے جس کی طرف ساری دنیا بڑھی جا رہی ہے۔

یاری دھرم کے بانی زرتشت نے لکھا ہے —

”اور ہم دنیا کے ان سب پہلے کے دھرموں کو مانتے اور پوجتے ہیں جو نیکی سکھاتے ہیں۔“

گاہا میں لکھا ہے کہ — ”اسی دھرم کو سچا دھرم سمجھتے ہیں۔“

جو زمانہ ہندوستان میں بدھ اور مہابھارت کا تھا وہی چھٹی صدی قبل مسیح میں تھا۔ چین کے لوگ بدھ لوتڑے اور کنگ لوتڑے تھے۔ انہوں نے ایک ترموٹی کی طرح برابر کے پیغمبر یا لوتڑے مانتے تھے۔ کنگ لوتڑے نے کہا ہے — ”جو دین دھرم پہلے سے چلا آ رہا ہے میں قبول اسی کو آئے چلا رہا ہوں“ میں کوئی نئی بات نہیں کہہ سکتا۔“

بدھ نے اپنے سے پہلے کے ’بدھوں‘ کا اور اپنے بعد کے ’بدھوں‘ کا اور اسی طرح ’جن‘ یعنی مہابھارت کے پہلے کے اور اپنے بعد کے ’تہمتکروں‘ (پتھر یا واسطے بنائے گئے) کا ذکر کیا ہے اور انہوں

چاہیے۔ ہر بچہ اپنی آواز، تہذیب، اپنی پسند و ناپسند کے اندر کے انوکھے گوشے کے مطابق جو چاہے پڑے یا نہ پڑے اور جیسے کہ چاہے پڑے۔ لیکن اس طرح کے سب آدمی نوجوانوں کو بچہ نہ سمجھتے ہیں اور وہی چھوڑیں سکھاتے ہیں جو وہ خود چھوڑنے کے لئے سب سے ادھک فائدے کی سمجھتے ہیں۔

اس کے کیمونسٹ اپنے نوجوانوں کو زوروں کے ساتھ کیمونسٹ سمجھاتے ہیں، اٹلی کے فاشسٹ انہیں فاشسزم سکھاتے ہیں۔ انگلینڈ اور امریکہ والے اپنے نوجوانوں کو زبردستی یونیورسٹیز بلکہ امیورسٹیز سکھاتے ہیں۔ ہاتھیں سب ادا کی کرتے ہیں پر سب اپنے اپنے یہاں کے نوجوانوں کو بڑے زوروں کے ساتھ اپنے اپنے سانچے میں تھالنے کی کوششیں کرتے ہیں۔ آزادی کی اس دہل میں سچائی کھول اٹتی ہے اور وہ بڑی ضروری چیز ہے۔ باقی زندگی کے لئے ہر لوگ لوگ کو اس کام، اس اہلکار یا اس پیشے کی تعلیم دینی چاہئے جو اس کی طبیعت اس کی طاقت اور اس کی پسند کے انوسار ہو۔

اس پر تو ہوتی ہے بچے کی خاص تعلیم۔ اس کے علاوہ اور اس کے ساتھ ساتھ ہر بچے کو عام اور ضروری کلچر کی تعلیم بھی چار چیزوں میں دینی چاہئے۔ پڑھنا، لکھنا، حساب اور مانو دھرم (مذہب انسانیت)۔

یہ ٹھیک ہے کہ بڑے ہو کر ہر لوگ لوگ کو اچھا کر دے کہ وہ جس چیز کو چاہے مانے اور جسے چاہے نہ مانے، جو چاہے اپنائے رہے اور جو چاہے چھوڑ دے۔ "بکوں آدمی" خاص کر پڑھ لکھ، روز اپنا مت، اپنے بچہ اور اپنی پارٹی بنائے رکھتے ہیں۔ یہ آئے دن کا بدلہ ہمارے سماج کو بہت نقصان پہنچاتا رہا ہے۔ اس کا علاج یہی ہے کہ ہم مذہب کے بنیادی اصولوں یعنی سب مذہبوں کے ان عام اصولوں کی "جوہر" انسان کے لئے ضروری روحانی اور اخلاقی یعنی "نیمائش اور نیک" خوراک ہوں دنیا کے سب لوگوں اور لوگوں کو چھرتی عمر سے ہی پوری پوری تعلیم دیں۔ آگے چل کر ہمارے بچے کوئی بھی پیشہ کیوں نہ اپناتے مانو دھرم کے یہ عام اصول ہی انکی ہر طرح کی زندگی میں بنیاد کا کام کریں گے اور انہوں کو گمراہی سے اور ایک دوسرے کی نفرت اور دشمنی سے بچائیں گے۔

اب سوال یہ جاتا ہے کہ یہ مانو دھرم یعنی یہ انسانی مذہب ہے کیا چیز۔ اسی کو ہم "شو دھرم" یا عالمگور مذہب بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس انسانی مذہب میں وہ سب سچائیاں اور وہ سب کام شامل ہیں جو ادھک تر نہیں بلکہ سب بڑے بڑے مذہب تھیک مانتے ہیں۔ سب سے پہلے ہم یہ دیکھیں کہ ان سب ایک ایک

یہ ٹیک ہے کہ بڑے ہو کر ہر لڑکے لڑکی کو اختیار ہے کہ وہ جس چیز کو چاہے مانے اور جسے چاہے نہ مانے، جو چاہے اپناتے رہے اور جو چاہے چھوڑ دے۔ "بکوں آدمی" خاص کر پڑھ لکھ، روز اپنا مت، اپنے بچہ اور اپنی پارٹی بنائے رکھتے ہیں۔ یہ آئے دن کا بدلہ ہمارے سماج کو بہت نقصان پہنچاتا رہا ہے۔ اس کا علاج یہی ہے کہ ہم مذہب کے بنیادی اصولوں یعنی سب مذہبوں کے ان عام اصولوں کی "جوہر" انسان کے لئے ضروری روحانی اور اخلاقی یعنی "نیمائش اور نیک" خوراک ہوں دنیا کے سب لوگوں اور لوگوں کو چھرتی عمر سے ہی پوری پوری تعلیم دیں۔ آگے چل کر ہمارے بچے کوئی بھی پیشہ کیوں نہ اپناتے مانو دھرم کے یہ عام اصول ہی انکی ہر طرح کی زندگی میں بنیاد کا کام کریں گے اور انہوں کو گمراہی سے اور ایک دوسرے کی نفرت اور دشمنی سے بچائیں گے۔

اب سوال یہ جاتا ہے کہ یہ مانو دھرم یعنی یہ انسانی مذہب ہے کیا چیز۔ اسی کو ہم "شو دھرم" یا عالمگور مذہب بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس انسانی مذہب میں وہ سب سچائیاں اور وہ سب کام شامل ہیں جو ادھک تر نہیں بلکہ سب بڑے بڑے مذہب تھیک مانتے ہیں۔ سب سے پہلے ہم یہ دیکھیں کہ ان سب ایک ایک

ہٹا کر دوسرے کسی بھی مذہب کو ماننے لگتے ہیں۔ ہر دینوں کی گہرائی کے اندر کسی نہ کسی مذہب کی پیاس سب کے اندر پلتی رہتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ آدمی کے لئے ضروری چیز 'مذہب' ہے، یہ مذہب یا وہ مذہب نہیں۔ اب ہمارے لئے دو راستے رہ جاتے ہیں۔ یا تو سب مذہبوں سے انکار کر دیں یا سب کو ماننے لگیں۔ یہ دونوں ناممکن ہیں۔ اس لئے عملی چیز اور سب سے اچھی اور عقل مند کی چیز یہی ہے کہ جتنے بڑے بڑے مذہب دنیا میں ہیں ان سب میں سے ہم ان نام زدوں اور دیت رواجوں کو الگ کر کے جو سب میں الگ الگ ہیں اور جو اپنی اپنی جگہ اور اپنے اپنے حالات میں مفید ہوتے ہیں ان سب چیزوں کو جمع کر لیں جو سب میں ایک ہی ہیں اور جلدوں سب ضروری مانتے ہیں۔ پھر ہم اپنے سب بچوں کو یہی اصلی روحانی ناچ کھلائیں، انہیں ان ہی کی تعلیم دیں اور انہیں یہ بھی بتائیں کہ دیت رواج کے چھلکے سچائی کے دائروں کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہو سکتے ہیں وہ کھانے اور ہضم کرنے کی چیز نہیں ہیں۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ پرانے زمانے میں جو کام مذہب سے لیا جاتا تھا وہ اب کلا قانون، فلسفے اور سائنس سے ملا لیا جاتا ہے۔ اس لئے اب ہمیں کسی نئے یا پرانے مذہب کی ضرورت نہیں رہی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آدمی کوئی تین یا چار تھکوں میں بٹی ہوئی چیز نہیں ہے، وہ ایک وجود ہے، ایک استکو ہے۔ فلسفے، سائنس، قانون اور کلا کا مکمل ہتھیار والی اس کے اندر کوئی ایک چیز ہوئی چاہئے۔ انگریزی شبد 'ریلیجن' کا اर्थ 'باندھنا' ہے۔ ہندی شبد 'دھرم' کا اर्थ سب کو سنبھالنا ہے۔ دھرم یا مذہب ہی وہ چیز ہے جو سب لوگوں کے دلوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اور سب کو ایشور کے ساتھ ایک دوسرے میں باندھ رہی ہے۔ اس کے خلاف دنیا کے لوبہ لالچ اور دنیاوی خواہشیں ہمیں ایک دوسرے سے پہاڑی ہیں۔ وجدانت یا تصوف وہ چیز ہے جس میں فلسفہ، سائنس اور کلا بلکہ کھانا چاہئے مذہب، سائنس اور کلا تھیں اگر مل جاتے ہیں اور جس میں سب مذہبوں کا مطر کھلچ کر آجاتا ہے۔ ہمیں یہ بھی نہ بھولنا چاہئے کہ آجکل کی سائنس کے بڑے بڑے بلذتوں کی کھوج نے ہمیں یہاں پہنچا دیا ہے کہ ساری مادی دنیا یعنی مارا جو جکت اور ہمیں یعنی 'ایکٹرون'، 'پروٹون'، 'نیوٹرون'، 'پلوٹرون'، 'پوزیٹرون' وغیرہ وغیرہ یہاں تک کہ بجلی کی طاقت اور آکسجن میں کھول مائلت غورس یعنی چت شکتی یا خیال کی طاقت سے بنی ہوئی ہے اور اسی سے قائم ہے۔

کچھ لوگ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ تعلیم میں لڑکوں اور لڑکیوں کو زیادہ سے زیادہ آزادی دینی

کچھ لوگ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ تعلیم میں لڑکوں اور لڑکیوں کو زیادہ سے زیادہ آزادی دینی

کامیابی اپنے کاموں کو ترقی دینے کی جگہ رکھتا ہے، مگر موجد کے بغیر موجد کے بغیر کام چل سکتا تو ہم بھی ان سوالوں کا یہی جواب دیتے کہ ہمیں کوئی حق نہیں اور نہ اسکی کوئی ضرورت ہے۔ پر سچ یہ ہے کہ مذہب کے بغیر کام چل نہیں سکتا۔ اس لئے جواب دینا پوتا ہے کہ ہمیں کوئی مذہبی تعلیم دینے کا ہمیں اتنا ہی حق ہے اور یہ ہمارا اتنا ہی زبردست فرض ہے جتنا انہیں لکھنا پڑتا، حساب، ہموکل، اہاس اور سائنس سکھانا۔ اتنا ہی نہیں، یہ سب چیزیں آدمی کی آتما کے بولے کے لئے اتنی ضروری نہیں ہیں جتنا مذہب۔ ہم یہ سب چیزیں اپنے بچوں کو اسلئے پڑھاتے ہیں کہونکہ ہم نے تجربے سے دیکھ لیا ہے کہ انہیں جاننے میں ہی ان کا بہلا ہے۔ اسوں اگر ہم غلطیاں کو چاہیں تو کر جائیں۔ غلطیاں انسانوں سے ہی ہوتی ہیں چونکہ کہانا کبھی کبھی لوگوں کو بد مذہبی اور نقصان کو دیتا ہے اسلئے لوگوں کا ہمارا ہم ہمیشہ کے لئے بدلہ نہیں کر سکتے۔ ہمیں چاہئے یہ کہ ہم اس بات کی بھی کوشش کریں کہ کہانا اچھا ہو، جلدی بچنے والا ہو اور جتنا چاہئے اتنا ہی دیا جائے جس سے تندرستی بڑھے بگڑے نہیں۔ اسی طرح مذہب کی اپنے بچوں کو تعلیم دینے سے ہمیں باتوں کو جان لینے کی پوری کوشش کرنی چاہئے — ایک یہ کہ مذہب کی کون کون سی باتیں پکی، مستحکم اور اتل ہیں، دوسری یہ کہ وہ باتوں آنچلی سے اونچلی سائنس کی کسوٹی پر سچی اور کھری آرتی ہیں یا نہیں، اور اس پر بھی پورے تیسری بات ہمیں یہ دیکھنی چاہئے کہ کون کون سی باتیں سب مذہبوں میں ایک سی ہیں، جن پر سب کی رائے ملتی ہے، جن سے سب میں ایک دوسرے سے ہمدرستی، میل ملاپ اور پریم بڑھ سکے۔ کٹر مذہبی لوگوں کے اندر پین اور آن کی ایسی نفرتوں کو کم کرنے کا بھی یہی ایک طریقہ ہے۔

اسی سوال پر اب ہم دوسری طرح سے وجہ کریں۔ کہنا کے اندر تو لوگ اپنے اپنے دھرم میں پیدا ہوتے ہیں اور اسی کو چھتے دھتے ہیں، ٹھوک جس طرح ہر آدمی اپنے باپ دادا کی چاندان کو چھٹا دھتا ہے۔ ہر ایک دو بچے ساتھ ساتھ پیدا ہوں، ایک کسی مسلمان گھر میں اور دوسرا کسی ہندو گھر میں، اور ہم اسی سے ہندو بچے کو لے جا کر مسلمان گھر میں اور مسلمان بچے کو لے جا کر ہندو گھر میں رکھ دیں اور دونوں کو وہیں پلنے اور بڑا ہونے دیں، تو ہندو گھر میں پیدا ہوا بچہ بڑا ہو کر مسلمانوں کی سی سب باتوں کرنے لگے گا اور مسلمان گھر میں پیدا ہوا بچہ ہندوؤں کی طرح دھتے دھتے اور سوچنے لگے گا۔ اسی طرح اکثر لوگ اپنے جنم کے مذہب سے وشواس

اسی سوال پر اب ہم دوسری طرح سے وجہ کریں۔ کہنا کے اندر تو لوگ اپنے اپنے دھرم میں پیدا ہوتے ہیں اور اسی کو چھتے دھتے ہیں، ٹھوک جس طرح ہر آدمی اپنے باپ دادا کی چاندان کو چھٹا دھتا ہے۔ ہر ایک دو بچے ساتھ ساتھ پیدا ہوں، ایک کسی مسلمان گھر میں اور دوسرا کسی ہندو گھر میں، اور ہم اسی سے ہندو بچے کو لے جا کر مسلمان گھر میں اور مسلمان بچے کو لے جا کر ہندو گھر میں رکھ دیں اور دونوں کو وہیں پلنے اور بڑا ہونے دیں، تو ہندو گھر میں پیدا ہوا بچہ بڑا ہو کر مسلمانوں کی سی سب باتوں کرنے لگے گا اور مسلمان گھر میں پیدا ہوا بچہ ہندوؤں کی طرح دھتے دھتے اور سوچنے لگے گا۔ اسی طرح اکثر لوگ اپنے جنم کے مذہب سے وشواس

اسی سوال پر اب ہم دوسری طرح سے وجہ کریں۔ کہنا کے اندر تو لوگ اپنے اپنے دھرم میں پیدا ہوتے ہیں اور اسی کو چھتے دھتے ہیں، ٹھوک جس طرح ہر آدمی اپنے باپ دادا کی چاندان کو چھٹا دھتا ہے۔ ہر ایک دو بچے ساتھ ساتھ پیدا ہوں، ایک کسی مسلمان گھر میں اور دوسرا کسی ہندو گھر میں، اور ہم اسی سے ہندو بچے کو لے جا کر مسلمان گھر میں اور مسلمان بچے کو لے جا کر ہندو گھر میں رکھ دیں اور دونوں کو وہیں پلنے اور بڑا ہونے دیں، تو ہندو گھر میں پیدا ہوا بچہ بڑا ہو کر مسلمانوں کی سی سب باتوں کرنے لگے گا اور مسلمان گھر میں پیدا ہوا بچہ ہندوؤں کی طرح دھتے دھتے اور سوچنے لگے گا۔ اسی طرح اکثر لوگ اپنے جنم کے مذہب سے وشواس

نیا جنگ

اب بھرتی کی کوئی رقم نہ گرائے
کہیں نہ کوئی ہمدرد شیمہ ناکا ساکی پلائے
زمینوں کیسوں کا باطل موت نہ اب برسائے
کال نہ کوئی ہونے پائے بھوک نہ کوئی آگے

جنگ نہ ہونے پائے ساتھی، جنگ نہ ہونے پائے !

یہی لڑائی جو پہلائے کال، بھرتی، مہنگائی
کہیں نہ بکھیں دھلوان پھر اسکے دسپا اور سودائی
لوہے کے بدلے میں کرا دے جو سونہ کی کمائی
اب نہ پیسہ لاکھ کوئی ڈالر کا جال بچھائے

جنگ نہ ہونے پائے ساتھی، جنگ نہ ہونے پائے !

دوست ہمارا اب تو وہی ہے جنگ کا ہو جو دشمن
ایتم کی طاقت سے چلائے ٹریکٹروں کے انجن
ریگستانوں کو جو سیدھے اور بنا دے گلشن
کھیتی ہنسنا کاتے ہتھورا کاریگری پہلائے

جنگ نہ ہونے پائے ساتھی، جنگ نہ ہونے پائے !

وہیت نام، ملایا، برما، عرب ہو یا افریقا
یونان، اٹلی، جرمن، فرانس، انگلینڈ ہو یا امریکہ
دنیا بھر میں جنگ پسندوں کا اب رنگ ہے پھیکا
بھوکے بھارت والے بھی دائوں سے نہیں لٹچائے

جنگ نہ ہونے پائے ساتھی، جنگ نہ ہونے پائے !

بھوکے جلتا سے تھرا کر یہ سرمایہ داری
آز میں مذہب کی کروا دیتی ہے مارا ماری
خود تو چھپ جاتی ہے مرتی ہے جلتا بے چاری
آپس کی یہ جنگ نہ بھوک اور تباہی لائے

جنگ نہ ہونے پائے ساتھی، جنگ نہ ہونے پائے !

انسان اور مذہب

(ڈاکٹر بھگوان داس)

بہت سے لوگ مذہب کے نام پر کٹر، اندھے اور ناسمجھ
لوں کے آپس میں جھگڑیں، ہتھیاروں، گولوں اور برے
برے ہتھیاروں کو دیکھ کر یہ کہنے لگے ہیں کہ میں آپ
میں کو کتنی طرح کی بھی مذہبی تعلیم نہیں دینی
تھی۔ کتنی بڑی چیز آپس میں ہے اور لگنے کا میں
میں ہے جو مذہب آپس میں آپس میں دشمنی
میں ہے۔ میں نے آپس میں آپس میں کر دیتے ہیں

انسان اور مذہب

(ڈاکٹر بھگوان داس)

بہت سے لوگ مذہب کے نام پر کٹر، اندھے اور ناسمجھ
لوں کے آپس میں جھگڑیں، ہتھیاروں، گولوں اور برے
برے ہتھیاروں کو دیکھ کر یہ کہنے لگے ہیں کہ میں آپ
میں کو کتنی طرح کی بھی مذہبی تعلیم نہیں دینی
تھی۔ کتنی بڑی چیز آپس میں ہے اور لگنے کا میں
میں ہے جو مذہب آپس میں آپس میں دشمنی
میں ہے۔ میں نے آپس میں آپس میں کر دیتے ہیں



جلد 11 ستمبر، سن '51 نمبر 3 3 ستمبر، سن '51 سیتمبر، سن '51 11

جات آدمی، پریم دھرم ہے، ہندوستانی بولی،
'نیا ہند' پھلچے گا گھر گھر لئے پریم کی جھولی۔

جات آدمی، پریم دھرم ہے، ہندوستانی بولی،
'نیا ہند' پھلچے گا گھر گھر لئے پریم کی جھولی۔

جنگ نہ ہونے پاے

(भाई मुजफ्फर शाहजहाँपुरी)

جنگ نہ ہونے پائے

(بھائی مظفر شاہجہاںپوری)

جنگ نہ ہونے پاے ساہی، جنگ نہ ہونے پاے !

جنگ نہ ہونے پائے ساہی، جنگ نہ ہونے پائے !

جنگ کے کارن بیک گاہ کیتنی ماریش اور سیٹاؤ
خو بےٹی اپنے نینوں کے تارے کیتنی مارے
لاکھ بٹاؤ لاکھ ایک دو ہوں تو انہیں گناہیں
اب کی جنگ چھوڑ تو کم ہے جو نہ قیامت ڈھائے

جنگ کے کارن بیک گناہ کٹلی مریم اور سہتائیں
کہو بیکھیں اپنے نہیں کے تارے کٹلی مائیں
لاکھ بلائیں لائی اک دو ہوں تو انہیں گناہیں
اب کی جنگ چھوڑ تو کم ہے جو نہ قیامت ڈھائے

جنگ نہ ہونے پاے ساہی، جنگ نہ ہونے پاے !

جنگ نہ ہونے پائے ساہی، جنگ نہ ہونے پائے !

مانگ کا سہدر زبڑا اور کیتنوں کی چوڑی دھڑی
کیتنی بٹاؤ سے جیران اترے ماٹوں کی بےدی دھڑی
جنگ کے خونی دے نہ دے شانتی سب کی دھڑی
ہم پر، تو پر، سب پر بیتی کون کیسے سمجھائے

مانگ کا سہدر زبڑا اور کیتنوں کی چوڑی دھڑی
کٹلی بانہوں سے جوشن اترے ماتوں کی بےدی چھوڑی
جنگ کے خونی دیو نے گھر گھر شانتی سب کی دھڑی
ہم پر، تم پر، سب پر بیتی کون کیسے سمجھائے

جنگ نہ ہونے پاے ساہی، جنگ نہ ہونے پاے !

جنگ نہ ہونے پائے ساہی، جنگ نہ ہونے پائے !

اب نہ ہوں بیوا جوان سہاڈن اب نہ یکھمی برسے
گھونگھٹ مہوں گھٹ گھٹ کے نہ کوئی دیا ملن کو برسے
بہرتی ہونے بھٹ کی خاطر جائے نہ کوئی گھر سے
جنگ کسی ساجن کو اپنی سجنی سے نہ چھوڑائے

اب نہ ہوں بیوا جوان سہاڈن اب نہ یکھمی برسے
گھونگھٹ مہوں گھٹ گھٹ کے نہ کوئی دیا ملن کو برسے
بہرتی ہونے بھٹ کی خاطر جائے نہ کوئی گھر سے
جنگ کسی ساجن کو اپنی سجنی سے نہ چھوڑائے

جنگ نہ ہونے پاے ساہی، جنگ نہ ہونے پاے !

جنگ نہ ہونے پائے ساہی، جنگ نہ ہونے پائے !

ہلم-آو-ہلم، آلاہی اور بچوں کے گالوں کی لالی
جنگ نے کھلا رکھی ہے ہر شوبہ پر جدھالی
مستقبل پر اب نہ برسے دینکے ہم پامالی
آو بھڑا آو بھڑا آو بھڑا آو بھڑا آو بھڑا

ہلم و ادب آزادی اور بچوں کے گالوں کی لالی
جنگ نے کھلا رکھی ہے ہر شوبہ پر جدھالی
مستقبل پر اب نہ برسے دینکے ہم پامالی
آو بھڑا آو بھڑا آو بھڑا آو بھڑا آو بھڑا

”نہا ہند“

ہندستانی کلچر سوسائٹی

ک

ہندستانی کلتور سوسائٹی

کا

ماہواری پرچا

ستمبر 1951

ماہواری پرچا

ستمبر 1951

کیا کس سے	صفحہ سکا	کس سے
1۔ جنگ نہ ہونے پائے (کویتا) — بھائی مظفر شاہجہانپوری	197	...
2۔ انسان اور مذہب — ڈاکٹر بھگوان داس	198	...
3۔ صوفیوں کی صحبت میں — بھائی گ. م.	205	...
4۔ خالص بولی — بھائی بولی اور بولی کی دیوار	206	...
5۔ ہم ڈاکٹر دیس کو دیکھ آئے (کویتا) — بھائی	215	...
6۔ مرادو — بھائی سید سید حسن کاظمی	220	...
7۔ دوس میں سداچار — شادی اور طلاق —	226	...
8۔ بھارت اور کویتا کا سمجھدہ — بھائی بھان	233	...
9۔ گاندھی جی کے نام پر (کہانی) — بھائی	243	...
10۔ آنے والے چنار کے بارے میں	251	...
11۔ بچوں کی دنیا	254	...
12۔ کچھ کتابوں	259	...
13۔ دیس بدیس کی خبریں
14۔ ہمداری رائے — جاپانی صلح نامہ — بھگوان دیں ؛	269	...

ہندوستان میں ہے روپیا سال، باہر دس روپیا سال، ایک پرچا دس آنے .

قیمت — ہندوستان میں چھ روپے سال، باہر دس روپے سال، ایک پرچہ دس آنے .

مینیجر
’نہا ہند‘

مینیجر
’نہا ہند‘

14، مئی کنج، الہ آباد .



پڑھائی تاراچند، بھگواندین، مہنکار حسن، بھیمبر ناہ، سندر لال

ادیتور—تارا چند، بھگوان دین، مہنکار حسن، بھیمبر ناہ، سندر لال

ناہیو پڑھائی—سورج رامبائی، مہمود احمد، 'ہوسر'

نائب ادیتور—سورج رام بھائی، مہمود احمد، 'ہوسر'

*

*

*

*

*

*

اس نمبر کے خاص لکھ

اس نمبر کے خاص لکھ

انسان اور مذہب—ڈاکٹر بھگوان داس

انسان اور مذہب—ڈاکٹر بھگوان داس

ہم ڈاکٹر دےس کو دےس آئے (کویتا)

ہم ڈاکٹر دےس کو دےس آئے (کویتا)

—رہنما سہاے کیراٹ

—رہنما سہاے کیراٹ

مہنکار—سورج رام بھائی، مہمود احمد، 'ہوسر'

مہنکار—سورج رام بھائی، مہمود احمد، 'ہوسر'

بھارت اور کوریا کا سمبندھ—بھان چندر

بھارت اور کوریا کا سمبندھ—بھان چندر

گاندھی جی کے نام پر (کہانی)—انور احمد

گاندھی جی کے نام پر (کہانی)—انور احمد

ہماری رائے—

ہماری رائے—

جاپانی سولہنامہ—بھگواندین

جاپانی سولہنامہ—بھگواندین

لوک شاہی بنام تانا شاہی—بھگواندین

لوک شاہی بنام تانا شاہی—بھگواندین

کانگریس بنام میٹر جی—بھگواندین

کانگریس بنام میٹر جی—بھگواندین

*

*

*

*

*

*

سوسائٹی، الہ آباد  سوسائٹی، الہ آباد

ستمبر 1951

سیتمبر

ستمبر

हिन्दुस्तानी कलचर

पर

निबन्धों (मकालों) के लिये

इनाम

هندستانی کلچر

پر

نہندھوں (مقالوں) کے لئے

انعام

हिन्दुस्तानी कलचर सोसाइटी ने तय किया है कि हिन्दुस्तानी कलचर पर तीन सबसे अच्छे निबन्धों (मकालों) के लिये तीन इनाम दिये जाएं. पहला इनाम एक हजार रुपये, दूसरा इनाम पाँच सौ रुपये और तीसरा इनाम ठाई सौ रुपये.

निबन्धों में उस हिन्दुस्तानी कलचर के, जो पिछले सारे जमाने में रूप लेती रही है, टिकाऊ पहलुओं को बयान करते हुए आगे के लिये एक हिन्दुस्तानी कलचर के रंग रूप को बताने की कोशिश होनी चाहिये. निबन्ध अंगरेजी में या हिन्दुस्तानी में होने चाहियें. पाँच हजार से कम या दस हजार से अधिक शब्द न हों. कुलस्केप कागज पर, कागज के एक तरफ, एक चौथाई हाशिया छोड़कर, टाइप करके हर निबन्ध की तीन कापियाँ 30 सितम्बर सन् 1951 तक नीचे के पते पर आजानी चाहियें. हिन्दुस्तानी कलचर सोसाइटी को हक होगा कि आए हुए निबन्धों में से जिसे चाहे शाय्या करे.

सुन्दरलाल

सेक्रेटरी, हिन्दुस्तानी कलचर सोसाइटी

145, मुद्दीगंज, इलाहाबाद.

नोट:—यह निबन्ध पहले 30 जून तक मँगाए गए थे और इनाम की रकम कुछ कम थी. अब इस के लिये बजट और रकम दोनों बढ़ा दिये गए हैं.

—सुन्दरलाल

هندستانی کلچر سوسائٹی نے طے کیا ہے کہ هندستانی کلچر پر تین سب سے اچھے نہندھوں (مقالوں) کے لئے تین انعام دیئے جائیں. پہلا انعام ایک ہزار روپے، دوسرا انعام پانچ سو روپے اور تیسرا انعام ڈھائی سو روپے.

نہندھوں میں اُس هندستانی کلچر کے جو پچھلے سارے زمانے میں روپ لیتی رہی ہے، ٹکاؤ پہلوؤں کو بیان کرتے ہوئے آگے کے لئے ایک هندستانی کلچر کے رنگ روپ کو بتانے کی کوشش ہونی چاہئے. نہندھ انگریزی میں یا هندستانی میں ہونے چاہئیں. پانچ ہزار سے کم یا دس ہزار سے ادھک شبد نہ ہوں. فلسفیکپ کاغذ پر، کاغذ کے ایک طرف، ایک چوتھائی حاشیہ چھوڑ کر، ٹائپ کر کے 30 ستمبر سن 1951 تک نیچے کے پتے پر آجانی چاہئیں. هندستانی کلچر سوسائٹی کو حق ہوگا کہ آئے ہوئے نہندھوں میں سے جسے چاہے شائع کرے.

سندرلال

سکریٹری، هندستانی کلچر سوسائٹی

145، مٹھی گنج، الہ آباد

نوٹ — یہ نہندھ پہلے 30 جون تک ملگائے گئے تھے اور انعام کی رقمیں کچھ کم تھیں. اب اس کے لئے وقت اور رقم دونوں بڑھا دیئے گئے ہیں.

—سندرلال

ہندوستانی کلتور سوسائٹی

ہندوستانی کلتور سوسائٹی

مکرمہ

(1) ایک ایسی ہندوستانی کلتور کا بڑھانا، फैلانا اور پھیلانا جس میں سب ہندوستانی شامل ہوں۔

(2) ایک ایسا پیمانہ کے لئے کتابیں، اخباریں، رسالوں، مجلے کا چھاپنا۔

(3) پڑائی، پڑھائی، کتاب، گہروں، سمجھاؤں، کانفرنسوں، سیمیناروں سے سب دھرموں، جاتوں، برادریوں اور فرقوں میں آپس کا میل بڑھانا۔

—: 0 :—

—: 0 :—

سوسائٹی کے پریسیڈنٹ—می॰ عبداللہ مہدی خواجہ؛
وائس پریسیڈنٹ—ڈا॰ بھگوانداس اور ڈا॰ عبداللہ
ہک، گورننگ باڈی کے پریسیڈنٹ—ڈا॰ بھگوانداس؛
سکریٹری—پ۰ سندرلال۔

گورننگ باڈی کے اراکین اور ممبر—

ڈا॰ سید محمد، ڈا॰ تاراچند، مولوی سید
سولیمان ندوی، می॰ منچر علی سوختہ، شی ۰ بی۔ جی۔
خیر، می॰ एस॰ کے۔ راج، پ۰ بشمبھار ناٹھ، महात्मा
بھگوانداس، سید پونم چندرانکا، قاضی محمد عبدالغفار
راہواری اور پرکاش پالہوال۔

ممبروں کے فرائض کے لئے لکھیے —

سندرلال

سکریٹری، ہندوستانی کلتور سوسائٹی

145، سڈی گنج، لکھنؤ۔

سندرلال

سکریٹری، ہندوستانی کلتور سوسائٹی

145، مٹھی گنج، لکھنؤ۔

نوٹ—سوسائٹی کے نئے فرائض کے अनुसार ممبروں
کی فیس صرف ایک روپیہ کرنی چاہئے۔ ”نیا ہند“
کے جو گاہک ممبر بننا چاہتے ہیں ان کو صرف ایک روپیہ
دینا ہے۔ ممبر بننا لیا جائیگا۔ ابھی سے
ممبروں کی فیس دینے والے سوسائٹی کی نیکلی ہوئی
کتاب جو ایک روپیہ دام کی ہوگی مفت لے سکیں گے یا
زیادہ دام کی کتابیں لے کر ایک روپیہ کم کرا سکیں گے۔

نوٹ—سوسائٹی کے نئے فرائض کے अनुसार ممبروں
کی فیس صرف ایک روپیہ کرنی چاہئے۔ ”نیا ہند“
کے جو گاہک ممبر بننا چاہتے ہیں ان کو صرف ایک روپیہ
دینا ہے۔ ممبر بننا لیا جائیگا۔ ابھی سے
ممبروں کی فیس دینے والے سوسائٹی کی نیکلی ہوئی
کتاب جو ایک روپیہ دام کی ہوگی مفت لے سکیں گے یا
زیادہ دام کی کتابیں لے کر ایک روپیہ کم کرا سکیں گے۔

फिरकाबन्दी-पर बापू

सम्पादक—श्री श्रीकरन दास

देश पिता महात्मा गांधी ने राजकाज के मैदान में कदम रखते ही फिरकाबन्दी के जहरीले नतीजों और भीरान नुकसानों का अन्दाजा कर लिया था. यही कारन था कि उन्होंने ने अपने जीवन की आखिरी साँस तक फिरकाबन्दी के खिलाफ लड़ाई जारी रखी.

इस पुस्तक में सन 1921 से सन 1948 तक गांधी जी ने साम्प्रदायिकता के सवाल पर जो कुछ कहा या लिखा वह सब एक जगह जमा कर दिया गया है.

भारत के आजाद होने पर यह और भी जहरी हो गया है कि हर भारतवासी साम्प्रदायिकता के नुकसानों को समझे और इस जहर से अपने दिल और दिमाग को साफ करे.

यह किताब हर हिन्दुस्तानी को जरूर पढ़नी चाहिये.

सुन्दर जिल्द. अच्छा काराज. दो सौ सफे. कीमत दो रुपया.

छप रही है

भंकार

सम्पादक—श्री रघुपति सहाय 'फिराक'

पिछले पन्द्रह बरस से आज तक की उर्दू की चुनी हुई कविताओं का यह संग्रह पढ़कर आप को मालूम होगा कि उर्दू कविता ने किस तरह खयाली दुनिया को छोड़ कर हिन्दुगी की सच्चाइयों से अपना नाता जोड़ लिया है. आज की उर्दू शायरी गुल व बुलबुल और बरस व फिराक तक ही सीमित नहीं है. अब आप को उर्दू कविता में किसानों और मजदूरों के दिलों की बड़कनें सुनाई देंगी. गुलामी, अन्याय और लूट खसोट के खिलाफ आप एक ऐसी आवाज सुनेंगे जो आप के दिल को जोश से भर देगी.

नागरी लिखावट में ऐसा भरपूर उर्दू कविता संग्रह आज तक नहीं निकला. किताब 15 सितम्बर तक निकल जावगी. सुन्दर जिल्द. बढ़िया काराज. उम्दा छपाई. दाम सिर्फ दस रुपया.

मिलने का पता—

मैनेजर 'नया हिन्द' 145, मुद्दीगंज, इलाहाबाद.

فرقہ بندی پر باپو

سہادک—شری شریکرشن داس

دیش پتا مہانتا گاندھی نے راج کاج کے میدان میں دم دکھتے ہی فرقہ بندی کے زہریلے نتیجوں اور بے ہوشی نصیبوں کا اندازہ کر لیا تھا. یہی کارن تھا کہ انہوں نے اپنے بھون کی آخری سانس تک فرقہ بندی کے خلاف لڑتی تار تار کی.

اس پستک میں سن 1921 سے سن 1948 تک اندھی جی نے سامہودایکتا کے سوال پر جو کچھ کہا یا کہا وہ سب ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے.

بھارت کے آزاد ہونے پر یہ اور بھی ضروری ہو گیا ہے کہ بر بھارت و اسی سامہودایکتا کے نقصانوں کو سمجھے اور اس زہر سے اپنے دل اور دماغ کو صاف کرے.

یہ کتاب ہر ہندستانی کو ضرور پڑھنی چاہئے.

سندر جلد. اچھا کاراژ. دو سو صفحے. قیمت دو روپیہ.

چھپ رہی ہے

جھنکار

سہادک—شری رگھوپتی سہائے 'فراق'

پچھلے پندرہ برس سے آج تک کی اردو کی چلی ہوئی کویتاؤں کا یہ سنگرہ پڑھکر آپکو معلوم ہوگا کہ اردو کویتا نے کس طرح خھالی دنیا کو چھوڑ کر زندگی کی سچائیوں سے اپنا ناتا جوڑ لیا ہے. آج کی اردو شاعری لال و بلبل اور وصل و فراق تک ہی سمیت نہیں ہے. اب آپ کو اردو کویتا میں کسانوں اور مزدوروں کے دلوں کی دھڑکنیں سنائی دیں گی. 'فلاسی' انہاں اور لوک کھسرت کے خلاف آپ ایک ایسی آواز سنھنے کے جو آپ کے دل کو جوش سے بھر دیگی.

ناگری لکھاوت میں ایسا بھرپور اردو کویتا سنگرہ آج تک نہیں نکلا. کتاب 15 ستمبر تک نکل جائیگی. سندر جلد. بڑھیا کاراژ. عمدہ چھپائی. دام صرف تھائی روپیہ.

میلنے کا پتہ —

مینیجر 'نیا ہند' 145، متی گنج، الہ آباد.

پنجاب ہمیں کیا سیکھاتا ہے

مہاتما گاندھی کی سلاہ سے اکتوبر سن 1947 میں پچھمی اور پوری پنجاب کے دورے کے بعد وہاں کی بھینکر بربادی اور آپسی مار کاٹ کے کارن لوگوں پر جو جو موسیباتیں آئی ہیں ان کا دردناک ورنن۔ یہ छोटी سی کتاب میں आजکل کی موسیباتوں کو حل کرنے کے لیے کچھ سچا بھی پیش کیا گیا ہے۔ قیمت چار آنے۔

بنگال اور اُس سے سبق

اس چھوٹی سی کتاب میں 1949-50 میں پوری اور پچھمی بنگال کے فرقہ وارانہ جھگڑوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ایسے چھڑوں کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کی نکتہ بھی سمجھائی گئی ہے۔ قیمت صرف دو آنے۔

مہاتما گاندھی کی وصیت

لکھک—شری منظر علی سوختہ

30 جنوری کو اپنے دہانت سے کچھ گھنٹے پہلے مہاتما گاندھی نے کانگریس کے جنرل سیکریٹری کو بلا کر یہ وصیت دیا کہ وہ ان کی طرف سے اسے آل انڈیا کانگریس کمیٹی میں بھیج کر دیں۔ یہ چھوٹا سا وصیت نامہ گاندھی جی کی آخری وصیت ہے اور اسکی ویاہیا گاندھی جی کے پرم بھکت شری منظر علی سوختہ نے کی ہے جو گاندھی واد کو سمجھنے اور اپنانے والے دیش کے لیے لکھے لوگوں میں سے ایک ہیں۔

گاندھی واد کو سمجھنے کے لیے اسکا پڑھنا بہت ضروری ہے۔ 225 صفحے کی سندر جلد باندھی کتاب کی قیمت صرف دو روپے۔

آج کے شہید

سمپادک—شری رتن لال بلسل

ان بہادروں کی کہانیاں جنہوں نے ویدیشی حاکموں کی یہ لائی بیوت کی آگ میں انسانیت کو بھسم ہونے دیکھ کر ایک چین کی بھی دیر نہ کی اور اُسے بچھانے کی کوشش میں اپنی جان قربان کر دی۔

ہر ایک پڑھنے والے کی کتاب۔ قیمت صرف دو روپے۔

مسلم دیش بھکت

لکھک—شری رتن لال بلسل

ان مسلمان دیش بھکتوں کے جہوں کا حال جنہوں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ہندوستان اور ویدیشوں میں رہتے ہوئے بھارت ماتا کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرنے کی کوشش کی۔ کتاب بڑے دلچسپ ڈھنگ سے لکھی گئی ہے۔ قیمت صرف ایک روپہ بارہ آنے۔

مٹنے کا پتہ—

مئی 1945، 'نیا ہند'، 145، سڈیگج، دلاہاوا۔

مہاتما گاندھی کی وصیت

30 جنوری کو اپنے دہانت سے کچھ گھنٹے پہلے مہاتما گاندھی نے کانگریس کے جنرل سیکریٹری کو بلا کر یہ وصیت دیا کہ وہ ان کی طرف سے اسے آل انڈیا کانگریس کمیٹی میں بھیج کر دیں۔ یہ چھوٹا سا وصیت نامہ گاندھی جی کی آخری وصیت ہے اور اسکی ویاہیا گاندھی جی کے پرم بھکت شری منظر علی سوختہ نے کی ہے جو گاندھی واد کو سمجھنے اور اپنانے والے دیش کے لیے لکھے لوگوں میں سے ایک ہیں۔

گاندھی واد کو سمجھنے کے لیے اسکا پڑھنا بہت ضروری ہے۔ 225 صفحے کی سندر جلد باندھی کتاب کی قیمت صرف دو روپے۔

آج کے شہید

سمپادک—شری رتن لال بلسل

ان بہادروں کی کہانیاں جنہوں نے ویدیشی حاکموں کی یہ لائی بیوت کی آگ میں انسانیت کو بھسم ہونے دیکھ کر ایک چین کی بھی دیر نہ کی اور اُسے بچھانے کی کوشش میں اپنی جان قربان کر دی۔

ہر ایک پڑھنے والے کی کتاب۔ قیمت صرف دو روپے۔

مسلم دیش بھکت

لکھک—شری رتن لال بلسل

ان مسلمان دیش بھکتوں کے جہوں کا حال جنہوں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ہندوستان اور ویدیشوں میں رہتے ہوئے بھارت ماتا کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرنے کی کوشش کی۔ کتاب بڑے دلچسپ ڈھنگ سے لکھی گئی ہے۔ قیمت صرف ایک روپہ بارہ آنے۔

مٹنے کا پتہ—

مئی 1945، 'نیا ہند'، 145، سڈیگج، دلاہاوا۔

गीता और کوران

لکھک—پंडित सुन्दरलाल

इस किताब के शुरू में दुनिया के सब बड़े बड़े धर्मों की एकता को दिखाया गया है और सब धर्मों की किताबों से हवाले दे दे कर मिलती जुलती बुनियादी सच्चाइयों को बयान किया गया है।

उसके बाद गीता के लिखे जाने के वक्त की इस देश की हालत, गीता के बड़प्पन और एक एक अध्याय को लेकर गीता की तालीम को बतलाया गया है।

आखिर में कुरान से पहले की अरब की हालत, कुरान के बड़प्पन और एक एक बात पर कुरान की तालीम को बयान किया गया है। इस में कुरान की पांच सौ से ऊपर आयतों का लम्बी तरजुमा दिया गया है। यह भी बताया गया है कि कुरान में जेहाद, आक्रबत, आखरत, जन्नत, जहन्नम, काफिर वगैरा किसे कहा गया है।

जो लोग सब धर्मों की एकता को समझना चाहें या हिन्दू धर्म और इसलाम दोनों की इन दो अमर पुस्तकों की सच्ची जानकारी हासिल करना चाहें उन्हें इस किताब को जरूर पढ़ना चाहिये।

पौने तीन सौ सफे की सुन्दर जिल्द बँधी किताब की क्रीमत सिर्फ ढाई रुपया।

हिन्दू मुसलिम एकता

इस में वह चार लेखर जमा कर दिये गये हैं जो पंडित जी ने कन्सीलियेटरी बोर्ड क्वालियर की हावत पर क्वालियर में दिये थे।

सौ सफे की किताब। क्रीमत सिर्फ बारह आने।

महात्मा गांधी के बलिदान से सबक्र

लेखक—पंडित सुन्दरलाल

साम्प्रदायिकता यानी फिरकापरस्ती की बीमारी पर राजकाजी, मजहबी और इतिहासी पहलू से विचार और उसका इलाज, जिसने आखिर में देश पिता महात्मा गांधी तक को हमारे बीच में न रहने दिया।

क्रीमत बारह आने।

गीता और कुरान

लिकھک—پندت سندر لال

اس کتاب کے شروع میں دنیا کے سب بڑے بڑے دھرموں کی ایکتا کو دکھایا گیا ہے اور سب دھرموں کی کتابوں سے حوالے دے دے کر ملتی جلتی بنیادی سچائیوں کو بیان کیا گیا ہے۔

اسکے بعد گیتا کے لکھ جانے کے وقت کی اس دیش کی حالت، گیتا کے بڑپن اور ایک ایک ادمعہ کو لیکر گیتا کی تعلیم کو بتلایا گیا ہے۔

آخر میں قرآن سے پہلے کی عرب کی حالت، قرآن کے بڑپن اور ایک ایک بات پر قرآن کی تعلیم کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں قرآن کی پانچ سو سے اوپر آیتوں کا لفظی ترجمہ دیا گیا ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قرآن میں جہاد، عاقبت، آخرت، جنت، جہنم، کافر وغیرہ کسے کہا گیا ہے۔

جو لوگ سب دھرموں کی ایکتا کو سمجھنا چاہیں یا ہندو دھرم اور اسلام دونوں کی ان دو امر پستکوں کی سچی جانکاری حاصل کرنا چاہیں انہیں اس کتاب کو ضرور پڑھنا چاہئے۔

پونے تین سو صفحے کی سندر جلد بلدی کتاب کی قیمت صرف دھائی روپہ۔

ہندو مسلم ایکتا

اس میں وہ چار لیکچر جمع کر دئے گئے ہیں جو پندت جی نے کلسہ پٹنوی بورڈ کوالیار کی دعوت پر کوالیار میں دئے تھے۔

سو صفحے کی کتاب۔ قیمت صرف بارہ آئے۔

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبق

لیکھک—پندت سندر لال

سامپردایکیتا یعنی فرقہ پرستی کی بیماری پر راج کھی، مٹھی اور اتھاسی پہلو سے وچار اور اسکا علاج جس نے آخر میں دیش پتا مہاتما گاندھی تک کو ہمارے بیچ میں نہ رہنے دیا۔

قیمت بارہ آئے۔

قیمت کا پتا—

ایڈیٹر 'نیا ہینڈ' 145، سڑکی گنج، دھاکھاپور۔

قیمت کا پتا—

ایڈیٹر 'نیا ہینڈ' 145، سڑکی گنج، دھاکھاپور۔

ہندوستانی کلچر سوسائٹی کی کتابیں

نیچے لکھی سب کتابیں ناگری اور اردو دونوں لکھاوتوں میں الگ الگ مل سکتی ہیں۔ جو کتاب ایک ہی لکھاوت میں چھپی ہے اس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔

دس روپے سے زیادہ دام کی کتابیں خریدنے والوں اور بکسٹروں کو خاص رعایت دی جائیگی۔

ڈاک یا ریل خرچ ہر حالت میں گاہک کے ذمہ ہوگا۔

بھارت کا ودھان

پورا ہندی انوراد

جو 26 جنوری سن 1950 سے سارے بھارت میں لاگو ہوا۔

‘بھارت میں انگریزی راج’ کے لکھک پروفیسر سندرلال دواوا مول انگریزی سے انوراد۔

ہر بھارتی کا فرض ہے کہ جس ودھان کے اندھین سوادھین بھارت کا شاسن اس سے چل رہا ہے اسے اچھی طرح سمجھ لے۔

یہی آپ اپنے والد عام چلاؤ میں جس پر بھارت کا سارا بھوشہ نرہر ہے سمجھ کر حصہ لینا چاہتے ہیں اور آزاد بھارت میں اپنے اندھکار سمجھنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ آپ اس دستک کو دھیان سے پڑھ لیں۔

آسانی کے لئے کتاب کے آخر میں ہندی سے انگریزی اور انگریزی سے ہندی ساٹھ پلے کی شہد مالا دی گئی ہے۔

بھارت کے ہر گھر میں اس دستک کا رکھنا ضروری ہے۔

آسان ہامصاروہ بھاشا۔ رایل آٹھ پیجی بڑا ساٹھ۔ لگ بھگ چار سو پلے۔ کپڑے کی سندر جلد۔ قیمت کچھل ساڑھے سات روپے۔

میلے کا پتہ : —

مئینجر، ‘نیا ہند’ 145، سڈی گنج، کھارواہا۔

بھارت کا ودھان

پورا ہندی انوراد

جو 26 جنوری سن 1950 سے سارے بھارت میں لاگو ہوا۔

‘بھارت میں انگریزی راج’ کے لکھک پلڈت سندرلال دواوا مول انگریزی سے انوراد۔

ہر بھارتی کا فرض ہے کہ جس ودھان کے اندھین سوادھین بھارت کا شاسن اس سے چل رہا ہے اسے اچھی طرح سمجھ لے۔

یہی آپ اپنے والد عام چلاؤ میں جس پر بھارت کا سارا بھوشہ نرہر ہے سمجھ کر حصہ لینا چاہتے ہیں اور آزاد بھارت میں اپنے اندھکار سمجھنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ آپ اس دستک کو دھیان سے پڑھ لیں۔

آسانی کے لئے کتاب کے آخر میں ہندی سے انگریزی اور انگریزی سے ہندی ساٹھ پلے کی شہد مالا دی گئی ہے۔

بھارت کے ہر گھر میں اس دستک کا رکھنا ضروری ہے۔

آسان ہامصاروہ بھاشا۔ رایل آٹھ پیجی بڑا ساٹھ۔ لگ بھگ چار سو پلے۔ کپڑے کی سندر جلد۔ قیمت کچھل ساڑھے سات روپے۔

میلے کا پتہ : —

مئینجر، ‘نیا ہند’ 145، سڈی گنج، کھارواہا۔

سमझتے ہیں۔ اس سے یہی پتا چلتا ہے کہ ہمارے
میں ابھی کتنا لوہہ باکی ہے۔ لیکن پریس والوں کو اس
سुधार سے घबरानا نہیں चाहیے क्योंकि अगर वह असल
में जो जान से अपने बुनियादी हक पर लड़ने को तैयार
रहेंगे तो कोई उनका बाल भी बांका नहीं कर सकता.

लेकिन हमें असली दुख तीसरे पैर की 'बो' दफा को
पढ़कर पहुँचा है. इस दफा का वास्ता हमारे देश के माली
मामलों और उद्योग धंदों से है. इसमें सरकार ने जो
अख्तियार अपने हाथ में ले लिये हैं उनसे तो हमें डर है
कि हमारे छोटे मोटे देहाती उद्योग धंदे जो इस वक्त लबे-
दम हालत में चल रहे हैं वह और भी चौपट हो जायेंगे.
आज जब हकूमत डंके की चोट पर विदेशी और देशी पूँजी
पतियों की पीठ सहला कर काम कर रही है तो हम यह
मानने से इनकार करते हैं कि वह इस दफा का इस्तेमाल
उनके बजाय किसी दूसरे के हक में करेगी. यहां यह बताने
की जरूरत नहीं कि किस तरह पिछले चार बरस में हमारी
आजाद सरकार ने एक के बाद एक देहाती धन्धों को पैरों
तले दबाया है. इस दफा के बन जाने पर तो हकूमत को
अपनी इस रविश को कमाल तक पहुँचाने में कोई भी
अड़चन बाकी नहीं रह जाती. अक्सोस कि हमारी सरकार
एक तरफसे तो विधान में सुधार कर प्रजा का हित महफूज
रखने की डाँग मारती है और दूसरी तरफसे उसको तबाह
और बेहाल कर देने के कदम उठाने में कोई कसर बाकी
नहीं रखती.

—सुरेश रामभाई

سمجھتے ہیں۔ اس سے یہی پتا چلتا ہے کہ ہمارے
وہاں میں ابھی کتنا لوہہ باقی ہے۔ لیکن پریس
والوں کو اس سدھار سے گھبرانا نہیں چاہئے کیونکہ اگر وہ
اصل میں جی جان سے اپنے بنیادی حق پر لڑنے کو تیار
رہیں گے تو کوئی اُن کا بال بھی بانکا نہیں کر سکتا.

لیکن ہمیں اصلی دنگ تیسرے پیرے کی 'بی' دفعہ کو
پڑھکر پہنچا ہے۔ اسی دفعہ کا واسطہ ہمارے دیہی کے
مالی معاملوں اور ادیوگ دھندوں سے ہے۔ اس میں
سرکار نے جو اختیار اپنے ہاتھ میں لے لئے ہیں اُن سے تو
ہمیں ڈر ہے کہ ہمارے چھوٹے موٹے دیہاتی ادیوگ دھندے
جو اِس وقت لب دم حالت میں چل رہے ہیں وہ اور
بھی چوریت ہو جائیں گے۔ آج جب حکومت دنگ کی چوٹ
پر ودیشی اور دیہی پونجی پتوں کی پیتہ پہا کر کام
کر رہی ہے تو ہم یہ ماننے سے انکار کرتے ہیں کہ وہ اِس
دفعہ کا استعمال اُنکے بجائے کسی دوسرے کے حق میں
کریگی۔ یہاں یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ کس طرح
پچھلے چار برس میں ہماری آزاد سرکار نے ایک کے بعد ایک
دیہاتی دھندوں کو پیروں تلے دبایا ہے۔ اِس دفعہ کے
بن جانے پر تو حکومت کو اپنی اِس روش کو کمال تک
پہنچانے میں کوئی بھی اڑچن باقی نہیں رہ جاتی۔
انسوس کہ ہماری سرکار ایک طرف سے تو دھان میں
سدھار کر پرچا کا ہت مستحفوظ رکھنے کی قیلنگ مارتی ہے
اور دوسری طرف سے اُسکو تباہ اور بے حال کر دینے کے
قدم اُٹھانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتی.

—سریش رام بھائی

गाहकों से—

हमारे गाहकों और दूसरे प्रेमियों ने देखा होगा कि
जुलाई के महीने से 'नया हिन्द' नई शकल में निकलना
शुरू हुआ है. जुलाई से हमारा नया साल भी शुरू होता
है, और ज़ियादातर गाहक इसी माह में बनते हैं. इसलिये
हमने अपने गाहक रजिस्टर को फिर से तैयार कराया है
और नए सिरे से गाहक नम्बर दिये हैं. सब भाई बहनों
से अरब है कि अपना नया गाहक नम्बर नोट कर लें
और चिट्ठी पत्री के समय उसका हवाला दे दिया करें ताकि
कारवाई जल्दी की जा सके.

—मैनेजर, 'नया हिन्द'
145, मुद्दीगंज, इलाहाबाद.

گاہکوں سے—

ہمارے گاہکوں اور دوسرے پریمیوں نے دیکھا ہوگا کہ
جولائی کے مہینے سے 'نیا ہند' نئی شکل میں نکلتا
شروع ہوا ہے۔ جولائی سے ہمارا نیا سال بھی شروع ہوتا
ہے اور زیادہ تر گاہک اِسی ماہ میں بنتے ہیں۔ اِس لئے
ہم نے اپنے گاہک رجسٹر کو پھر سے تیار کرایا ہے اور نئے
سرے سے گاہک نمبر دئے ہیں۔ سب بھائی بہنوں سے
مرض ہے کہ اپنا نیا گاہک نمبر نوٹ کر لیں اور چٹھی
پتري کے سے اس کا حوالہ دے دیا کریں تاکہ کاروائی
جلدی کی جاسکے.

—مینیجر، 'نیا ہند'
145، متھی گنج، الہ آباد

विधान में सुधार—

पिछले जून के महीने में नई दिल्ली में हमारी पार्लिमेंट ने इन्डिया यानी भारत के विधान में (जो 26 जनवरी 1950 को लागू हुआ था) कुछ सुधार किये हैं और "विधान (पहला सुधार) ऐक्ट, 1951" के नाम से नया कानून पास किया है. यह पूरा ऐक्ट हम इस नम्बर में दे रहे हैं. इसको हम अलग से भी छपवा रहे हैं और जिन भाई बहनों के पास हमारी किताब 'भारत का विधान' हो वह एक कार्ड भेजकर "विधान (पहला सुधार) ऐक्ट, 1951" हम से मंगा सकते हैं.

सरकारी हलकों का कहना है कि डेढ़ बरस के अन्दर ही विधान में सुधार की जरूरत इस बजह से पड़ गई क्योंकि जनहित के जो बहुत से काम देश की या प्रदेशों की सरकारें करना चाहती थीं उनमें कानूनी तौर से रुकावटें थीं, जैसे जमींदारी-खत्म-हो कानून बहुत सी जगह गस हो चुके थे मगर कई हाईकोर्टों ने विधान की रोशनी में उस कानून को बेजा ठहराया. इसी तरह से बोलने और विचार जाहिर करने की आजादी के बढ़ाने देश के खेलाफ ज़बानी और प्रेस में गन्दा प्रचार किया जाने लगा. इसी छोटी बड़ी खामियों को दुरुस्त करने के लिये यह सुधार ऐक्ट बनाया गया.

इस सुधार ऐक्ट में 14 पैरे हैं, जिनमें 3, 4 और 5 गस अहमियत रखते हैं. बाकी तो राजपंचायत, सदन की बैठकों को बुलाने, भंग करने के सिखसिले में राजपति, यासत पति या राज प्रमुख के हक, विदेशी जज के नियोन, पिछड़ी हुई जमातों की बेहतरी वगैरा से ताल्लुक रखते और जिन पर किसी को कोई एतराफ नहीं होगा. चौथे तौर पांचवें का ताल्लुक जमींदारी-खत्म-हो कानून की काओं से है जिन से जनहित को कोई नुकसान नहीं होने ला है और अजि का हम स्वागत करते हैं.

सबसे ज्यादा बहस तब तीसरा पैरा है जो विधान 19 में सुधार है. इसके पहले हिस्से को हिन्दुस्तान अखबार वालों ने अपने बुनियादी अधिकार पर एक बरवस्त चोट महसूस किया और सारे प्रेस में इसकी बरही. हुकूमत की तरफ से प्रधान मंत्री पंडित जवाहर लाल नेहरू और पर मंत्री श्री राजगोपालाचारी ने इस शर को जायज और लाजमी बताया. हमें इसी इस त पर आती है कि जो अखबार वाले इस सुधार के लाफ कियाका शोर मचाते हैं और प्रेस की आजादी अलम बरदार बनते हैं वही अमली शकल में खुले तौर इसके सब से बड़े दुशमन हैं. इसका यह मतलब नहीं हम इस सुधार को मुनासिब और बेहतरी लाने वाला

उद्धान में सधार—

पिछले जून के महीने में नई दिल्ली में हमारी पार्लिमेंट ने इन्डिया यानी भारत के विधान में (जो 26 जनवरी 1950 को लागू हुआ था) कुछ सुधार किये हैं और "विधान (पहला सुधार) ऐक्ट, 1951" के नाम से नया कानून पास किया है. यह पूरा ऐक्ट हम इस नम्बर में दे रहे हैं. इसको हम अलग से भी छपवा रहे हैं और जिन भाई बहनों के पास हमारी किताब 'भारत का विधान' हो वह एक कार्ड भेजकर "विधान (पहला सुधार) ऐक्ट, 1951" हम से मंगा सकते हैं.

सरकारी हलकों का कहना है कि डेढ़ बरस के अन्दर ही विधान में सुधार की जरूरत इस बजह से पड़ गई क्योंकि जनहित के जो बहुत से काम देश की या प्रदेशों की सरकारें करना चाहती थीं उनमें कानूनी तौर से रुकावटें थीं, जैसे जमींदारी-खत्म-हो कानून बहुत सी जगह गस हो चुके थे मगर कई हाईकोर्टों ने विधान की रोशनी में उस कानून को बेजा ठहराया. इसी तरह से बोलने और विचार जाहिर करने की आजादी के बढ़ाने देश के खेलाफ ज़बानी और प्रेस में गन्दा प्रचार किया जाने लगा. इसी छोटी बड़ी खामियों को दुरुस्त करने के लिये यह सुधार ऐक्ट बनाया गया.

इस सुधार ऐक्ट में 14 पैरे हैं, जिनमें 3, 4 और 5 गस अहमियत रखते हैं. बाकी तो राजपंचायत, सदन की बैठकों को बुलाने, भंग करने के सिखसिले में राजपति, यासत पति या राज प्रमुख के हक, विदेशी जज के नियोन, पिछड़ी हुई जमातों की बेहतरी वगैरा से ताल्लुक रखते और जिन पर किसी को कोई एतराफ नहीं होगा. चौथे तौर पांचवें का ताल्लुक जमींदारी-खत्म-हो कानून की काओं से है जिन से जनहित को कोई नुकसान नहीं होने ला है और अजि का हम स्वागत करते हैं.

सबसे ज्यादा बहस तब तीसरा पैरा है जो विधान 19 में सुधार है. इसके पहले हिस्से को हिन्दुस्तान अखबार वालों ने अपने बुनियादी अधिकार पर एक बरवस्त चोट महसूस किया और सारे प्रेस में इसकी बरही. हुकूमत की तरफ से प्रधान मंत्री पंडित जवाहर लाल नेहरू और पर मंत्री श्री राजगोपालाचारी ने इस शर को जायज और लाजमी बताया. हमें इसी इस त पर आती है कि जो अखबार वाले इस सुधार के लाफ कियाका शोर मचाते हैं और प्रेस की आजादी अलम बरदार बनते हैं वही अमली शकल में खुले तौर इसके सब से बड़े दुशमन हैं. इसका यह मतलब नहीं हम इस सुधार को मुनासिब और बेहतरी लाने वाला

जुलाई के आखिरी हफ्ते में दिल्ली में इस कमीशन के सलाहकार बोर्ड की बैठक हुई थी। उसमें नायब सदर ने बड़ी एहतियात से समझाया कि यह प्लानिंग असल में कोई प्लानिंग ही नहीं है। और बताया कि इस रिपोर्ट में आज की मौजूदा हालात में कुछ अच्छे नतीजे निकालने के खयाल से कौच से तौर तरीके इस्तेमाल किये जायें इसको सिर्फ मलक ही गई है। कमीशन ने समाज में क्रांति पैदा करने की ईंग नहीं मारी है और न ऐसी कोई जीवन मान बदलने की कोशिश की है जिसके कारन आज के समाज के, कम से कम ऊँचे दर्जे के लोगों को अपना आराम का जीवन छोड़ना पड़े।

इस रिपोर्ट पर सरसरी निगाह दौड़ाने से ही यह पता चल जायगा कि हमारा दावा सही है। यह सचमुच कोई प्लानिंग ही नहीं है। इस मोटी किताब में बहुत सी इसी दुष्की आवाद योजनाएँ हैं। उनका एक दूसरे से कोई सम्बन्ध नहीं दिखाई देता। इनमें से कुछ में साम्राजवादी बू आती है, कुछ में समाजवाद की, कुछ में गांधीवादी होने का स्वांग है और कुछ तो क्रूर क्रूर समाजवादियों जैसी ही हैं। बिचार और मकसद का ताल मेल कहीं नजर नहीं आता। ऐसा साफ दिखाई देता है कि हर एक योजना में खास खास हितों के दबाव में आकर उनके फायदों को चक्का नहीं लगाया गया है। यह रिपोर्ट क्या बल्कि जुदा जुदा हितों के अपना वस्तु सीधा करने की की गई कोशिशों का हैरतनाक तमाशा है और कमीशन के मेम्बर अलग अलग मुकामों पर की गई इन कोशिशों के दबाव में आप हुए मालूम होते हैं।

राष्ट्र के सामने जो प्लानिंग रखा जाता है वह उसे एक मकसद की तरफ ले जाने वाला होना चाहिये, फिर वह मकसद चाहे माटीवादी हो, चाहे नैतिक, चाहे समाजी वा रहानी। ऐसा जब तक नहीं होता तब तक लोग उसको जोश से नहीं मंजूर कर सकते। और लोगों का उसका जोश से स्वागत किये बिना वह प्लानिंग असल में भी नहीं आ सकता। इसलिये जीवन का मकसद क्या हो इसका इस रिपोर्ट में कोई बिचार न होने की कमी को अगर जल्दी ही पूरा न किया गया तो इसके तैयार करने की सारी मेहनत बेकार जायगी।

हमें बताया गया है कि इस 'प्लानिंग' रिपोर्ट को पक्का करने के पहले पार्लिमेन्ट में गौर करने के लिये पेश किया जायगा। हमें आशा है कि यह मकसद की कमी वहाँ दूर कर दी जायगी और उसका स्वरूप ऐसा कर दिया जायगा कि वह एक मुनासिब और जोशीली वा जानदार चीज बन जायगी। आज का उसका स्वरूप बेकार सा ही है।

(‘ग्राम उद्योग पत्रिका’ से)

—जे. सी. कुमारप्पा

जहाँ के अखबारों में दली में इस कमीशन के सलाहकार बोर्ड की बैठक हुई थी। उसमें नायब सदर ने बड़ी एहतियात से समझाया कि यह प्लानिंग असल में कोई प्लानिंग ही नहीं है। और बताया कि इस रिपोर्ट में आज की मौजूदा हालात में कुछ अच्छे नतीजे निकालने के खयाल से कौच से तौर तरीके इस्तेमाल किये जायें इसको सिर्फ मलक ही गई है। कमीशन ने समाज में क्रांति पैदा करने की ईंग नहीं मारी है और न ऐसी कोई जीवन मान बदलने की कोशिश की है जिसके कारन आज के समाज के, कम से कम ऊँचे दर्जे के लोगों को अपना आराम का जीवन छोड़ना पड़े।

इस रिपोर्ट पर सरसरी निगाह दौड़ाने से ही यह पता चल जायगा कि हमारा दावा सही है। यह सचमुच कोई प्लानिंग ही नहीं है। इस मोटी किताब में बहुत सी इसी दुष्की आवाद योजनाएँ हैं। उनका एक दूसरे से कोई सम्बन्ध नहीं दिखाई देता। इनमें से कुछ में साम्राजवादी बू आती है, कुछ में समाजवाद की, कुछ में गांधीवादी होने का स्वांग है और कुछ तो क्रूर क्रूर समाजवादियों जैसी ही हैं। बिचार और मकसद का ताल मेल कहीं नजर नहीं आता। ऐसा साफ दिखाई देता है कि हर एक योजना में खास खास हितों के दबाव में आकर उनके फायदों को चक्का नहीं लगाया गया है। यह रिपोर्ट क्या बल्कि जुदा जुदा हितों के अपना वस्तु सीधा करने की की गई कोशिशों का हैरतनाक तमाशा है और कमीशन के मेम्बर अलग अलग मुकामों पर की गई इन कोशिशों के दबाव में आप हुए मालूम होते हैं।

राष्ट्र के सामने जो प्लानिंग रखा जाता है वह उसे एक मकसद की तरफ ले जाने वाला होना चाहिये, फिर वह मकसद चाहे माटीवादी हो, चाहे नैतिक, चाहे समाजी वा रहानी। ऐसा जब तक नहीं होता तब तक लोग उसको जोश से नहीं मंजूर कर सकते। और लोगों का उसका जोश से स्वागत किये बिना वह प्लानिंग असल में भी नहीं आ सकता। इसलिये जीवन का मकसद क्या हो इसका इस रिपोर्ट में कोई बिचार न होने की कमी को अगर जल्दी ही पूरा न किया गया तो इसके तैयार करने की सारी मेहनत बेकार जायगी।

हमें बताया गया है कि इस 'प्लानिंग' रिपोर्ट को पक्का करने के पहले पार्लिमेन्ट में गौर करने के लिये पेश किया जायगा। हमें आशा है कि यह मकसद की कमी वहाँ दूर कर दी जायगी और उसका स्वरूप ऐसा कर दिया जायगा कि वह एक मुनासिब और जोशीली वा जानदार चीज बन जायगी। आज का उसका स्वरूप बेकार सा ही है।

—जे. सी. कुमारप्पा

(‘ग्राम उद्योग पत्रिका’ से)

राय बांगी, बूँकि कनने के किसी ने कोई जबाब नहीं दिया, इसलिये मुझे वही मानना चाहिये कि इस बहन की शिकायत सही है.

प्रयाग महिला विद्यापीठ एक पुरानी संस्था है और मैं समझता हूँ कि इसके चलाने में उत्तर प्रदेश के कुछ कास नेताओं और साहित्य अद्वय वालों का भी हाथ है. उसकी आचार्या हिन्दी की मशहूर कवयित्री हैं. मैं आशा करता हूँ कि परीक्षा लेने वाले के बे इज्जती के अमल से बहन मुखतार बेगम सिद्दीकी के मन को जो धक्का लगा होगा, उसकी ठीक कल्पना वह करती होंगी.

यह बहन जिस विद्यालय से परीक्षा के लिये आई, उसके क्रायम करने वालों ने अपनी संस्था के नाम के साथ पूज्य कस्तूर बा का नाम जोड़ा है. मालूम नहीं, अपने एक विद्यार्थी के साथ किये गए इस बुरे तर्जें अमल पर उन्होंने क्या किया है. अगर वह इस बे इज्जती को चुपचाप सहते हैं, तो बेहतर होगा कि वह कस्तूरबा का नाम अपनी संस्था के नाम से हटा दें. जब तक उनके विद्यार्थी की इस बे इज्जती की सही भर पाई नहीं होती, और व्योहार की बराबरी और परीक्षा में इन्साफ किये जाने का इतमिना नही मिलता, तब तक उन्हें अपने विद्यार्थियों को इस महिला विद्यापीठ की परीक्षाओं के लिये नहीं भेजना चाहिये.

घटना मामूली दिख सकती है. ऐसा महसूस हो सकता है कि एक लावक लेकिन कुछ पुराने खयाल वाले इस्तहान लेने वाले से एक मामूली छोटी लड़की की कुछ बे इज्जती हुई है, इसमें उसकी इतनी ज्यादा चरचा करने की क्या जरूरत है? लेकिन इन घटनाओं को छोटा मानने के खयाल में ही जोखम भरा है. यह मामूली सी दिखने वाली बदतमीजी एक खौफनाक रोग की शुरुआत हो सकती है.

यह घटना उत्तर प्रदेश की राजधानी में हुई है. इससे उसे और भी ज्यादा बढ़ाई मिल जाती है. इस से लोगों में चालू इस धारना को बल मिलता है कि उत्तर प्रदेश के नेता और वहां की हकूमत पिछ घसीटू फिरका बन्दी की तरफ झुक रहे हैं. इन्हीं छोटी घटनाओं से बाद में धर्म की जगहों को खराब करने, उन पर जबरदस्ती अपना कब्जा कर लेने और फिरकेवाराना देंगे वगैरा के राजधानों की शुरुआत होती है.

—किशोरलाल मशरुवाला

योजना या खिलवाड़—

नई दिल्ली की सरकार की तरफ से बनाए गए प्लानिंग कमिशन ने एक पंच साला योजना का ढाँचा पेश किया है. उस पर लोकमत आवाजमावा जाकर पक्षी रिपोर्ट तैयार की जायगी.

राले मानगी. چونکہ ان میں سے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، اس لئے مجھے یہی ماننا چاہئے کہ اس میں کی شکایت صحیح ہے.

پریاگ مہیلا ودیا پیتھ ایک پرانی سندھیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کے چلانے میں اتر پردیش کے کچھ خاص نیتاؤں اور سادھو ادب والوں کا بھی ہاتھ ہے. اُسکی آچاریا ہندی کی مشہور کریتی ہیں. میں آہا کرتا ہوں کہ پریکشا لہنے والے کے بے عزتی کے عمل سے بہن مختار بیگم صدیقی کے من کو جو دھکا لگا ہوگا، اُس کی تھپک کاپلدا وہ کرتی ہونگی.

یہ بہن جس ودیالے سے پریکشا کے لئے آئیں، اُسکے قائم کرنے والوں نے اپنی سندھیا کے نام کے ساتھ پوجیہ کستوریا کا نام جوڑا ہے. معلوم نہیں، اپنے ایک ویدیارتھی کے ساتھ کئے کئے اس برے طرز عمل پر انہوں نے کہا کیا ہے. اگر وہ اس بے عزتی کو چپ چاپ سہتے ہیں، تو بہتر ہوگا، کہ وہ کستوریا کا نام اپنی سندھیا کے نام سے ہٹادیں. جب تک اُن کے ویدیارتھی کی اس بے عزتی کی تصحیح ہو پائی نہیں ہوتی، اور بدوہار کی برابری اور پریکشا میں انصاف کئے جانے کا اطمینان نہیں ملتا، تب تک انہیں اپنے ویدیارتھیوں کو اس مہیلا ودیا پیتھ کی پریکشاؤں کے لئے نہیں بھیجنا چاہئے.

گھٹنا معمولی دکھ سکتی ہے. ایسا محسوس ہو سکتا ہے کہ ایک لائق لیکن کچھ پرانے خیال والے امتحان لہنے والے سے ایک معمولی چھوٹی لڑکی کی کچھ بے عزتی ہوئی ہے، اس میں اُسکی اتنی زیادہ چرچا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ لیکن ان گھٹناؤں کو چھوٹا ماننے کے خیال میں ہی جوکھم بھرا ہے. یہ معمولی سی دکھنے والی بدتمیزی ایک خوفناک روگ کی شروعات ہو سکتی ہے.

یہ گھٹنا اتر پردیش کی راج دھانی میں ہوئی ہے. اس سے اُسے اور بھی زیادہ بڑائی مل جاتی ہے. اس سے لوگوں میں چالو اس دھارنا کو بل ملتا ہے کہ اتر پردیش کے نیتا اور وہاں کی حکومت پچھ کھسکتے فرقہ بندی کی طرف جھک رہے ہوں. انہیں چھوٹی گھٹناؤں سے بعد میں دھرم کی جگہوں کو خراب کرنے، ان پر زبردستی اپنا قبضہ کر لینے اور فرقہ وارانہ دنگے وغیرہ کے رجحانوں کی شروعات ہوتی ہے.

— کشور لال مشروالا

یوجنا یا کھلاواڑ—

نئی دلی کی سرکار کی طرف سے بلانے گئے پلاننگ کمیشن نے ایک پانچ سالہ یوجنا کا ڈھانچہ پیش کیا ہے. اس پر لوگ صت آزمایا جا کر یکی رپورٹ تیار کی جائیگی.

‘जब मैं दूसरी हिन्दू लड़कियों के साथ रसोई पका रही थी, तब एक आदमी ने मेरा नाम पूछा, और उसके तब मुझे हिन्दू परीक्षा देने वालियों से दूर रसोई पकाने के लिये कहा। इस बेइज्जती के ब्योहार से मुझे बड़ा दुःख आता है।’

“बाहिर है कि परीक्षा लेने वाले ने दूसरे और तीसरे रैंक में जिनका जिक्र हुआ है, ऐसी दो गलतियाँ कीं। इस र सम्बन्ध हो सकता है कि उसने इस परीक्षा देने वाली के काम की काबलियत की जांच कैसे की ? इस मजमून में उसकी काबलियत का अन्दाज़ा किस आधार पर किया ? परीक्षा देने वालियों के कुछ नम्बरों पर और तमाम नतीजे र परीक्षा लेने वाली की इस भूल का क्या नतीजा हुआ गा, यह भी कौन कह सकता है ?

श्री सुरेश रामनार्ई ने यह नोट मेरे पास कुछ हफ्ते से भेजा था. उसे छापने से पहले मैंने इस शिकायतों के आधार पर जांच कर लेना ठीक समझा, और इस बात से प्रयाग महिला विद्यापीठ, इलाहाबाद और लखनऊ बालिका विद्यालय, लखनऊ के खास अधिकारियों से बात कर इस घटना पर उनकी जानकारी और

’جب میں دوسری ہندو لڑکیوں کے ساتھ رسوائی کا
دھی تھی، تب ایک آدمی نے میرا نام پوچھا، اور اُسکے
بعد مجھے ہندو پریکشا دینے والوں سے دور رسوائی پکائے
کے لئے کہا۔ اس بے عزتی کے بیوہار سے مجھے ہوا دکھ
ہوا ہے۔

”ظاہر ہے کہ پریکشا لہنے والے نے دوسرے اور تیسرے پھرے میں جن کا ذکر عوا ہے ایسی دو غلطیاں کیں۔ اس پر سوال ہو سکتا ہے کہ اُس نے اس پریکشا دینے والی کے کام کی قابلیت کی جانچ کیسے کی؟ اس مضمون میں اُسکی قابلیت کا اندازہ کس آدھار پر کیا؟ پریکشا دینے والوں کے اُل نمبروں پر اور تمام نتیجے پر پریکشا لہنے والی کی اس بھول کا کیا نتیجہ ہوا ہوگا یہ بھی کرن کہہ سکتا ہے؟

شری سریش رام بھائی نے یہ نوٹ پڑھ کر اس کچھ
 ہنسنے لگے پہنچا تھا۔ اُسے چاہیے سے پہلے میں نے اُن
 شکریوں کی سچائی کی کھوج کر لیتا تو یہک سمجھا
 اور اُس خیال سے ہر ایک مہلہ دیا پتہ' اے آیا' اور
 کستیویا داتا دھارم' لکھنو کے خاص انجمنوں
 کو خط لکھ کر اس کو لکھا پر اُن کی جانکوی اور

हम धर्ममार्ग में कोई बदलाव पास हुए जितने दो को तरफ हम आपने पाठकों का ध्यान खींचना चाहते हैं, उनमें से एक में यह कहा गया है कि मन्दिर, मस्जिद या दूसरी धार्मिक जगहों के बारे में हम कोई मलाबा या छीना कपटी आपस में नहीं करें और 14 अगस्त 1947 को जो हालत थी वही बदस्तूर क़ायम रखी जाय. दूसरे ठहराव में एक राष्ट्रीय एकता मंडल क़ायम करने की तजवीज़ की गई थी जो किसी राजकाजी दल या गिरोह में न हो कर आपसी मेल भाई चारे की बढ़ाने की कोशिश करेगा.

میں سہیل میں کئی تھپڑاؤ پائیں ہوئے تھے۔ ان کی طرف ہم اپنے ہاتھوں کا دھماکا کر دیا تھا۔ ان میں سے ایک میں یہ کہا تھا کہ "مسلحہ" مسجد یا درسگاہی دھماکا چکھوں گے بارے میں ہم بھی چھوڑا یا چھوڑا چھوڑی آؤں۔ اس میں نہیں کریں اور 14 اگست 1947 کو جو حالت تھی وہی بدستور قائم تھی۔ دوسرے تھپڑاؤ میں ایک لڑکی ایکٹا مفلد لائٹ کرنے کی تجویز کی گئی تھی جو کسی راج گاجی لیل یا گروہ میں نہ ہو کر آپسی مہل و بھائی چارے کو بھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

چهارمست هلدو یا مسلمان
دو کوزه یک کوزه کر
گرچه کوزه دوشمار آید
و لیکن کل یکمست

— سریش رام بھائی

यू. पी. सरकार के लिये—

پروپی ۔ سرکار کے لئے۔۔

ہے۔ دہرا کے پہلے بہت سے راستے ہیں۔ ان کے لیے جو بھی راستے چاہیں گے وہ اسے نکال دیتے ہیں۔

ایک مہاتما گاندھی کا بتایا راستہ اور دوسرا روستہ اور لال چھوٹا راستہ۔ ان دونوں راستوں میں کچھ ہلوانی مہل کی باتیں بھی ہیں اور کچھ ہلوانی فوق کی بھی۔ اس بارے میں ہم اپنے چار پھر کسی نمبر میں ظاہر کرینگے۔ اور کوئی بوجھ کا راستہ ہمیں کسی کام کی جگہ نہیں پہنچا سکتا۔ ان دوسرے راستوں میں سے کسی پر چل کر بھی دیہی کی مصیبتیں بڑھ سکتی ہیں کہتے نہیں سکتے۔ معلوم ہوتا ہے دیہی کو اپنا ٹھکانہ راستہ دیکھ سکے اور اس پر چل سکے سے پہلے ابھی کچھ اور کئی آزمائشوں میں سے نکلتا ہائی ہے۔

25.7.51

—سندھ لال

ایک مہاتما گاندھی کا بتایا راستہ اور دوسرا روستہ اور لال چھوٹا راستہ۔ ان دونوں راستوں میں کچھ ہلوانی مہل کی باتیں بھی ہیں اور کچھ ہلوانی فوق کی بھی۔ اس بارے میں ہم اپنے چار پھر کسی نمبر میں ظاہر کرینگے۔ اور کوئی بوجھ کا راستہ ہمیں کسی کام کی جگہ نہیں پہنچا سکتا۔ ان دوسرے راستوں میں سے کسی پر چل کر بھی دیہی کی مصیبتیں بڑھ سکتی ہیں کہتے نہیں سکتے۔ معلوم ہوتا ہے دیہی کو اپنا ٹھکانہ راستہ دیکھ سکے اور اس پر چل سکے سے پہلے ابھی کچھ اور کئی آزمائشوں میں سے نکلتا ہائی ہے۔

ایک مہاتما گاندھی کا بتایا راستہ اور دوسرا روستہ اور لال چھوٹا راستہ۔ ان دونوں راستوں میں کچھ ہلوانی مہل کی باتیں بھی ہیں اور کچھ ہلوانی فوق کی بھی۔ اس بارے میں ہم اپنے چار پھر کسی نمبر میں ظاہر کرینگے۔ اور کوئی بوجھ کا راستہ ہمیں کسی کام کی جگہ نہیں پہنچا سکتا۔ ان دوسرے راستوں میں سے کسی پر چل کر بھی دیہی کی مصیبتیں بڑھ سکتی ہیں کہتے نہیں سکتے۔ معلوم ہوتا ہے دیہی کو اپنا ٹھکانہ راستہ دیکھ سکے اور اس پر چل سکے سے پہلے ابھی کچھ اور کئی آزمائشوں میں سے نکلتا ہائی ہے۔

—سندھ لال

25.7.51

قومی ایکتا کانفرنس اور منڈل

ہندوستان کے آزاد ہو جانے اور اُسکے دو تکتوں میں بت جانے کے بعد قومی ایکتا یا ہندو مسلم مہل کی بات کرنا پرانی اکھڑ کے فقیر چھوٹے ہلوانی معلوم ہوتا ہے۔ اکثر بھائی بہن یہ سمجھتے ہیں کہ ہندوستان ہندوؤں کا دیہی ہے جسے وہ اپنے دھرم، کلچر اور سہولت کے مطابق بدلتے گئے اور مسلمان کا گھر تو پاکستان میں ہے۔ لیکن ذرا بھی سوچئے پر صاف ہو جاتا ہے کہ یہ خیال بہت ہی بے بنیاد ہے اور ہم سب کو چوبیس کر دینے والا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہندو مسلم مہل کی قومی ایکتا کی جتنی ضرورت آج ہے اتنی کبھی نہیں تھی۔ جتنی دیر اس دیہی کے کل دھننے والوں کو—ہندو، مسلمان، سکھ، پارسی، عیسائی—سب کو پارسی، عیسائی، سکھ، پارسی، عیسائی کی انگلیوں کی طرح ایک ہونے میں لگے گی اتنی ہی دیر ان کو ایک شاندار قوم بن کر اپنا امر سلطنت دنیا تک پہنچانے میں لگے گی۔ خوشی کی بات ہے کہ ہمارے پردھان منتر میں پندت جواہر لال نہرو کا اس جہز میں پورا یقین ہے اور اس طرف قدم بڑھانے میں ذاتی طور پر انہوں نے کوئی کوشش اٹھا بھی نہیں رکھی ہے۔ لیکن اس جہز میں ہمیں متحد حکومت کے بہرے نہیں دھنا ہے۔ اس میں تو ہر آدمی تھوڑا بہت کچھ نہ کچھ کرے ملک کے ایک اکائی بننے میں زبردست مدد پہنچا سکتا ہے۔ اس لئے 24-25 اپریل کو لکھنؤ میں جو قومی ایکتا کانفرنس ہوئی اسکا ہم بہت خوشی سے سواگت کرتے ہیں۔ اس کانفرنس کے صدر پندت سندر لال جی تھوڑے اور اس کے کرنا دھرتا گری آج ہر معجاری سے جو لکھنؤ کی مسجد کے معاملے سے آج چورہ اور ہندو ہندو کے لئے مشہور ہیں۔

जापान को अमरीका के पक्ष से विकसलने से भारत को सोशलिस्ट सरकार को कोई आस्ता न होगा. हमारे यहाँ की सोशलिस्ट पार्टी इन्होंनेशिया से लेकर मिस्र तक के देशों से गठ बन्धन करना चाहती है. यह अच्छी बात है. पर उस के पलान से काहिर है कि लाल चीन और लाल रूस से उसे आसी नफ़रत है. पलान में यह भी कहा गया है कि दुनिया की पिछड़ी हुई औमों को ऊपर उठाने के लिये और दुनिया से भूक और लड़ाई मिटाने के लिये यू. एन. ओ. जो कांशिशें कर रही है उनके साथ पूरा पूरा सहयोग किया जायगा. काहिर है हमारे यहाँ की सोशलिस्ट पार्टी को केवल कम्युनिस्टों से अलगाव ही नहीं उन्हें अमरीका से आस लगाव भी है.

सर्वोदय योजना

पिछले साल महात्मा गांधी के असूत्रों के मानने वाले कुछ भाइयों ने 'सर्वोपय योजना' नाम से एक योजना निकाली थी जिसमें देश के जीवन के सब पहलुओं को निगाह में रखते हुए देशवासियों को यह बताया गया था कि जनता के दुखों को दूर करने और देश को आगे बढ़ाने में हमें क्या क्या करना चाहिये. हमें अकसोस है कि उस योजना की तरफ देश के लोगों का ध्यान बहुत कम गया है. उस योजना के तैयार करने वाले चुनाव के लिये कोई पारटी बनाकर देश के सामने नहीं आ रहे हैं. इसलिये चुनाव की इस गरमा गरमी में उनकी आवाज नक्कलखाने में तूती की आवाज ही हो सकती है. फिर भी हम 'नया हिन्द' के किसी अंगले अंक उस योजना की कुछ मोटी मोटी बातें देने की कोशिश करेंगे. सोशलिस्ट पारटी के प्लान में सर्वोपय योजना के बहुत से शब्द और फ़िक्करे शामिल कर लिये गए हैं. उससे यह बसर पैदा हो सकता है कि सोशलिस्ट पारटी के बिचार महात्मा गांधी के असूत्रों से मिलते जुलते हैं. पर ध्यान से पढ़ने पर भी हमें सोशलिस्ट प्लान और महात्मा गांधी के बिचारों में कोई खास बात मिलती जुलती दिखाई नहीं देती.

दो ही रास्ते हैं

चुनाव जीतने के लिये अभी तक जितने पत्तान निकाले गये हैं हमें इनमें से किसी के जरिये भी देश का कोई खास भला दिखाई नहीं देता. काँग्रेस की फूट और उसके साथ उसका नाकारण भी हमें बढ़ता ही दिखाई दे रहा है, घटता हुआ नहीं. बंगलौर के जलसे में दोनों दलों को फिर से मिलाने के लिये जो ठहराव पास किया गया है वह मिलाने की तरफ जाता हुआ दिखाई नहीं देता. उसका क्रूररी नवीजा फूट का बढ़ना ही हो सकता था और हुआ

کے ہاتھوں میں آجائے تو وہ بیکوں، بیباک کمپنیوں، ہا کیلاڈ، بیجلی اور رسایونی کمپنیوں کے کارخانوں، ی اور نیل جیسے بڑے بڑے بگائوں کو ہی نہیں، کپڑا، ہر اور سیمنٹ کے سب کارخانوں کو بھی کڑی دیکھ نہ اپنی سرکار اور سرکاری نوکروں کے ہاتھوں میں لے لینگے۔

سوشلسٹ پلان میں देश की समाजी, माली और जकाजी जिन्दगी को नए सिरे से और बिलकुल नए ढंग तामीर करने की बात कही गई है. बड़े बड़े पूंजीपतियों मिटाने और देश के धन का जहाँ तक हो सके बराबर बँटवारा करने का वादा किया गया है, कहा गया है जमींदारों की जमीन बिना मुआवजा दिये जब्त कर ली जायगी, किसी एक आदमी के पास तीस एकड़ से ज़ियादा मीन नहीं रहने दी जायगी, किसानों और मज़दूरों के भले खास खयाल रखा जायगा, राजा लोगों के सालियाने ख कर दिये जायंगे, किसी देशवासी की माहवारी आम-ी एक सौ रुपर से कम न'होगी, न किसी को हज़ार ए से अधिक दिया जायगा, जातपात की दोबारें तोड़ दी जायंगी, पट्टी दर्ज जातों की तालीम पर दस साल के अन्दर 5 अरब रुपया खर्च किया जायगा, सरकारी नौकरियों पट्टी दर्ज जातियों के लिये कुछ खास जगहें रक्खी जायंगी, की कमगिनत जमातें अपने अपने मज़दूर, अपनी अपनी शा और अपनी अपनी लिपि को कायम रख सकेंगे र अपने खास स्कूलों में अपने बच्चों को इन सब बाबों तालीम दे सकेंगी, जो कारबार उद्योग धन्दे पूरी तरह कार के हाथ और सरकार के कन्ट्रोल में होंगे उन से बन्ध रखने वाली तिजारत भी सरकार के हाथ में होगी, जकल के कच्चे और अधूरे कन्ट्रोल की जगह समझदारी और पक्का कन्ट्रोल नीचे से से ऊपर तक कायम बा जायगा, नए सूबे भाशाओं के आधार पर कायम ये जायंगे, बरौरा बरौरा.

हमने पूरे प्लान का सार देने की कोशिश नहीं की. ल कुछ मोटी मोटी बातें नमूने के तौर पर बयान की हैं. में चाहिर है कुछ बातें अच्छी हैं, और कुछ खास लोगों बा जमातों के बोट हासिल करने के लिये कही गई हैं.

इस प्लान में दो बातें खास बमकती हुई हैं. एक यह अगर सेशलिसटों के हाथों में हकूमत आगई तो उनकी कार एंगलो-अमरीका और चीन-रूस इन दो दलों के सी मगड़े में कोई हिस्सा न लेंगी. इसका मतलब केवल में बटस्थ रहना नहीं बल्कि यह भी हो सकता है कि रिवा के मगड़े से, या चीन के यू. एन. ओ. में लिये ने या न लिये जाने से, या फारमूसा के फिर से चीनी कार के हवाले किये जाने या न किये जाने से, या

अपने हाथों में अक्ली तो रहे बिलकूल 'दोहा' 'सिमल' 'लोहा' 'बोला' 'बेचली' और 'साली' चीजों के कारखानों, 'जाले' और 'नल' जیسے بڑے بڑے بگائوں کو ہی نہیں, 'کھوا' 'شکر' اور 'سیملٹ' کے سب کارخانوں کو بھی قوسما دینگے یعنی اپنی سرکار اور سرکاری نوکروں کے ہاتھوں میں لے لینگے.

سوشلٹ اعلان میں دیہی کی سماجی، مالی اور راج کاچی زندگی کو نئے سرے سے اور بالکل نئے ڈھنگ سے تعمیر کرنے کی بات کہی گئی ہے. بڑے بڑے پونجی پیتوں کو مٹانے اور دیہی کے دشمن کا جہاں تک ہوسکے برابر کا پتوارہ کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے. کہا گیا ہے بڑے زمینداروں کی زمینیں بڑا معارضہ دیتے ضبط کر لی جائے گی, کسی ایک آدمی کے پاس تیس ایکڑ سے زیادہ زمین نہیں رہنے دی جائے گی, کسانوں اور مزدوروں کے پہلے کا خاص خیال رکھا جائے گا, راجہ لوگوں کے سالانے بلند کر دیتے جائینگے, کسی دیہی واسی کی ماہ واری آمدنی ایک سو روپے سے کم نہ ہوگی, نہ کسی کو ہزار روپے سے ادھک دیا جائے گا, جات پات کی دیواریں توڑ دی جائینگی, پتی درج جاتوں کی تعلیم پر دس سال کے اندر ایک عرب روپیہ خرچ کیا جائے گا, سرکاری نوکریوں میں پتی درج جاتوں کے لئے کچھ خاص جگہیں رکھی جائینگی, دیہی کی کم گنت جماعتیں اپنے اپنے مذہب, اپنی اپنی بہاشا اور اپنی اپنی لہی کو قائم رکھ سکیں گی اور اپنے خاص اسکولوں میں اپنے بچوں کو ان سب چیزوں کی تعلیم دے سکیں گی, جو کار بار ادیوگ دھندے پوری طرح سرکار کے ہاتھ اور سرکار نے کنٹرول میں ہونگے ان سے منسلک رکھنے والی تجارت بھی سرکار کے ہاتھ میں ہوگی, آج کل کے کچے اور ادھورے کنٹرول کی جگہ سمجھداری کا اور پکا کنٹرول نہجے سے اوپر تک قائم کیا جائے گا, نئے صوبے بہاشاؤں کے ادھار پر قائم کئے جائینگے, وفودہ وفودہ.

ہم نے پورے اعلان کا سار دینے کی کوشش نہیں کی. کہول کچھ موٹی موٹی باتیں نمونے کے طور پر بیان کی ہیں. ان میں ظاہر ہے کچھ باتیں چبی ہوں, اور کچھ خاص لوگوں کے یا جماعتوں کے ورت حاصل کرنے کے لئے کہی گئی ہیں.

اس اعلان میں دو باتیں خاص چمکتی ہوئی ہیں. ایک یہ کہ اگر سوشلسٹوں کے ہاتھوں میں حکومت اگلی تو ان کی سرکار اینگلو امریکہ اور چین روس ان دو دلوں کے کسی چمکے میں کوئی حصہ نہ لےگی. اس کا مطلب کہول پردہ میں تنستہ رہنا نہیں بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اوریا کے چمکے سے, یا چین کے یو. این. او. میں لئے جائے یا نہ لئے جائے, یا فارموسا کے پھر سے چینی سرکار کے حوالے کئے جائے یا نہ کئے جائے, یا

को बार-बार बँसाने वाली बातें अधिक दिखाई देती हैं। उसमें कन्ट्रोल को धीरे धीरे हटाने की बात भी है और कन्ट्रोल को बढ़ाने की संभावना भी दिखाई गई है। पर यह साफ लिखा है कि देश की कम से कम आसन्नियों को ऊपर ले जाया जायगा और बड़ी से बड़ी आसन्नियों को घटाया जायगा। अगर कम से कम मजदूरी पाने वाले को 50 रुपये मिलते हैं तो अधिक से अधिक तनख्वाह वाले हाकिम को हजार से अधिक न मिलेगा। देश की जरूरत की जितनी चीजें देश के अन्दर बन सकती हैं उनके विदेशों से मँगाए जाने पर रोक लगाई जावेगी, जो जो चीजें गाँव के अन्दर घरेलू उद्योग धन्धों से तैयार हो सकती हैं उन्हें बनाने की बड़े बड़े कल कारखानों को इजाजत नहीं दी जायगी, कपड़ा और खाने की चीजें गाँव के धन्धों से ही बनेंगी, बड़ी बड़ी मिलों से नहीं, गाँव के उद्योग धन्धों को हर तरह बढ़ाया जायगा, बड़े बड़े कल कारखाने केवल हथियार, बिजली, मशीनरी जैसी चीजों के तैयार करने और खनिज पैदावार बढ़ाने के लिये ही रहेंगे। उस एतान में यह भी कहा गया है कि बहुत खियादा बड़े बड़े कल कारखानों के खुलने से देश के सारीबां को फायदा कम है नुकसान अधिक। कहा गया है कि उद्योग धन्धों को क्रायमियाने से मजदूरों के साथ इनसाफ नहीं हो सकता, बजाय निजी पूँजीवाद के इससे एक और ज्यादा भयंकर सरकारी पूँजीवाद पैदा हो जाता है। तालीम की बाबत कहा गया है कि अंगरेज सरकार ने जो जहर हमारे बच्चों की तालीम में अपनी राज्र के लिये बोल दिया था वह अभी तक मौजूद है, हमें उस जहर को देश की तालीम से निकालना है, बुनियादी तालीम को बढ़ाने का जिक्र है, और रूस की मिसाल देकर कहा गया है कि हमें अपने देश में एक भी आदमी अनपढ़ नहीं रहने देना। ज़मीन की बाबत कहा गया है कि जो बोए जोते वही उसका मालिक। जात पात को ख़तम किया जायगा, बरौरा बरौरा।

कोई भी पार्टी अपने वादों को कहाँ तक पूरा कर सकेगी या न कर सकेगी यह एक अलग बात है। इसमें कोई शक नहीं कि आचार्य कपलानी की प्रजा पार्टी ने जो प्रोग्राम देश के सामने रक्खा है वह सरकारी काँग्रेस के प्रोग्राम से महात्मा गांधी के असूतों के ज्यादा निकट और जनता को ज्यादा उम्मीद दिलाने वाला है।

सोशलिस्ट पार्टी का एतान

अगला चुनाव जीतने के लिये तीसरा प्रोग्राम हमारे सामने इस देश की सोशलिस्ट पार्टी का है। सोशलिस्ट पार्टी के नेताओं को भी पूरा बक़ीन है कि देश के उद्योग धन्धों, वस्तुकारियों और विजारात को बेपदी और ना समझ जनता के हाथों में छोड़ना देश के लिये हितकर नहीं है! उन्होंने ने भी अपने एतान में कहा है कि अगर हकूमत

को फ़ारस पहुँचाने वाली बल्लें अहक दक़्क़ानि होंगी हैं। इसमें कन्ट्रोल को घटाने के लिये भी बात है। और कन्ट्रोल को बढ़ाने की संभावना भी दक़्क़ानि क़त्ली है। जो यह साफ लिखा है कि देश की कम से कम आसन्नियों को ऊपर ले जाया जायगा और बड़ी से बड़ी आसन्नियों को घटाया जायगा। अगर कम से कम मजदूरी पाने वाले को 50 रुपये मिलते हैं तो अधिक से अधिक तनख्वाह वाले हाकिम को हजार से अधिक न मिलेगा। देश की जरूरत की जितनी चीजें देश के अन्दर बन सकती हैं उनके विदेशों से मँगाए जाने पर रोक लगाई जावेगी, जो जो चीजें गाँव के अन्दर घरेलू उद्योग धन्धों से तैयार हो सकती हैं उन्हें बनाने की बड़े बड़े कल कारखानों को इजाजत नहीं दी जायगी, कपड़ा और खाने की चीजें गाँव के धन्धों से ही बनेंगी, बड़ी बड़ी मिलों से नहीं, गाँव के उद्योग धन्धों को हर तरह बढ़ाया जायगा, बड़े बड़े कल कारखाने केवल हथियार, बिजली, मशीनरी जैसी चीजों के तैयार करने और खनिज पैदावार बढ़ाने के लिये ही रहेंगे। उस एतान में यह भी कहा गया है कि बहुत खियादा बड़े बड़े कल कारखानों के खुलने से देश के सारीबां को फायदा कम है नुकसान अधिक। कहा गया है कि उद्योग धन्धों को क्रायमियाने से मजदूरों के साथ इनसाफ नहीं हो सकता, बजाय निजी पूँजीवाद के इससे एक और ज्यादा भयंकर सरकारी पूँजीवाद पैदा हो जाता है। तालीम की बाबत कहा गया है कि अंगरेज सरकार ने जो जहर हमारे बच्चों की तालीम में अपनी राज्र के लिये बोल दिया था वह अभी तक मौजूद है, हमें उस जहर को देश की तालीम से निकालना है, बुनियादी तालीम को बढ़ाने का जिक्र है, और रूस की मिसाल देकर कहा गया है कि हमें अपने देश में एक भी आदमी अनपढ़ नहीं रहने देना। ज़मीन की बाबत कहा गया है कि जो बोए जोते वही उसका मालिक। जात पात को ख़तम किया जायगा, बरौरा बरौरा।

कोई भी पार्टी अपने वादों को कहाँ तक पूरा कर सकेगी या न कर सकेगी यह एक अलग बात है। इसमें कोई शक नहीं कि आचार्य कपलानी की प्रजा पार्टी ने जो प्रोग्राम देश के सामने रक्खा है वह सरकारी काँग्रेस के प्रोग्राम से महात्मा गांधी के असूतों के ज्यादा निकट और जनता को ज्यादा उम्मीद दिलाने वाला है।

सोशलिस्ट पार्टी का एतान

अगला चुनाव जीतने के लिये तीसरा प्रोग्राम हमारे सामने है। सोशलिस्ट पार्टी का है। सोशलिस्ट पार्टी के नेताओं को भी पूरा बक़ीन है कि देश के उद्योग धन्धों, वस्तुकारियों और विजारात को बेपदी और ना समझ जनता के हाथों में छोड़ना देश के लिये हितकर नहीं है! उन्होंने ने भी अपने एतान में कहा है कि अगर हकूमत

کانگریس اور سرکار نے بہت کچھ کیا ہے۔ اب کبھی اس کام کو جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔ ایتھاس کے رہنماؤں کو معلوم ہے کہ یہ پتی درج جائیگا اس سے کسی انگریز سرکار نے اپنی راج کچی ضرورت کے لئے کبھی نہیں دیکھ کے آزاد ہونے پر ہمیں کوئی مہمات مقرر کرنی چاہئے تھی۔ پانچ برس یا ادھک سے ادھک دس برس—جس مہمات کے بعد دیہی بھر میں کوئی 'پتی درج جاتا' یا 'پچھڑی ہوئی جماعت' نہ رہ جائے۔ یہ کام کوئی ناممکن کام بھی نہیں ہے۔ سن ۱۸۷۲ء میں جاپان نے اپنے یہاں کی اچھوت جاتوں، ایٹا اور ہیلن کے الگ وجود کو ختم کرنے کے لئے جو کچھ کیا تھا اور جتنی کامیابی کے ساتھ کیا تھا اسکی مثال ہمارے سامنے ہے۔ دوسرے تھلک بھی ہو سکتے ہیں۔ ہر کچھ جاتوں اور جماعتوں کو پتی درج جاتیں اور پچھڑی ہوئی جماعتیں بنائے رکھنے میں شاید آج کے کچھ راج کچی نہتوں کو بھی اسی طرح کا فائدہ دکھائی دیتا ہے جس طرح کا پہلے کے انگریز راج کچوں کو دکھائی دیتا تھا۔

علاقہ پر آج انڈیا کانگریس کمیٹی میں جو بھس ڈیڑھ سال میں کسی ممبر نے پوچھا کہ اس اعلان میں شراب بندی کا ذکر کیوں نہیں ہے۔ پلٹت جواہر لال جی نے جواب دیا کہ شراب بندی سے ہماری ساری آرٹیک ویوسٹھا "بالکل آلت پلٹ ہو جائیگی"۔ یہ بھی کہا تھا کہ دیہی میں بہت سے قبیلے ایسے ہیں جنکے ریت رواج بنا شراب کے پورے نہیں ہوتے۔ شراب بندی ان کے ساتھ ظلم ہوگا اور 'بغارت' تک کا در ہے۔ اگر یہی سمجھو راجا رام موہن رائے اور لارڈ رلیم پیلنگ کو سنی کا رواج قانوناً بند کرنے کے وقت آجانی تو معلوم نہیں ملدو استریوں کی دشا آج کیا ہوتی! ان وچاروں اور آدرشوں کو رکھتے ہوئے کانگریس اور کانگریسی سرکاروں کو مہاتما گاندھی کے نام اور ان کے اصولوں کی دھائی دینے کا کوئی حق نہیں رہ جاتا۔ ہمیں دیکھ ہے کہ ہم کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔

اعلان میں کہیں ذکر نہیں کیا تھا کہ سرکاری نوکروں یا افسروں کی زیادہ سے زیادہ تنخواہ کی کیا حد ہونی چاہئے، نہ کہیں کم سے کم تنخواہ اور زیادہ تنخواہ کا کوئی اوسط بتایا گیا ہے۔ کچھ لوگوں نے چلھا تھا کہ یہ طے کر دیا جاوے کہ کسی پریوار کے پاس کتنے ایکڑ سے زیادہ یا جو بھی آنکڑا مقرر کر دیا جاوے اس سے زیادہ زمین نہ ہو۔ اس سبب کا بھی مذاق آرا دیا گیا۔

ہرجا پارٹی کا اعلان

آچارہ کریٹائی کی اسی ہرجا پارٹی کے مقابلے کے اعلان میں ہمیں گاندھی جی کے اصولوں کا پاس اور چلتا

پلان میں کہا گیا ہے کہ देशوں کے مفادات میں بہت قربانی ہوئی ہے۔ کاش! ہمارے آج کل کے بڑے بڑے حکیم اپنے ماتحتوں کی کارنامی رپورٹوں پر راج کرایم کرنے کے بجائے پورے بادشاہوں کی طرح دیہی دیہی بھوس بدل کر چلتا کے اندر بہرہ سکتے۔ وہ خود ان پہچانے دیہی تھوسے درجے میں سفر کرتے تو انہیں اس بارے میں چلتا کے دکھوں کا کچھ اندازہ ہوتا۔

پلان میں بہت سی باتیں ہیں جنکی تفصیل میں جانا ہم بے کار سمجھتے ہیں۔ گاؤں کے دیہاتوں کا جیکر جھڑ ہے اور، یہ بھی مانا گیا ہے کہ دیہاتوں میں ہاتھ سے کھڑا ہونے والوں کو سوت نہیں پہنچ رہا ہے، پر واضح ہے کہ جو سرکار کھڑے کے بڑے بڑے کل کارخانوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر آئے گا ان کے دھندوں کو ادھک مدد کی امداد نہیں کی جاسکتی۔

ایک اور ایک ضروری چیز بتائی گئی ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ کھیتوں سے جو رشوت خوری پیدا ہو گئی ہے اسکا علاج بھی کھیتوں کو اور ادھک دیا کرنا ہی ہے۔ کہا گیا ہے کہ کھانے اور کپڑے کے کھیتوں کے خلاف کسی کنگریسی کو گانا بھوسی بھی نہیں کرنی چاہئے!

ایک جگہ دیہاتوں کو یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عام لوگوں کے دھن سون کا استر اتنا اونچا ہو گیا ہے کہ بڑی سے بڑی آمدنی اور کم سے کم آمدنی کا فرق پہلے سے کم ہو گیا ہے! معلوم ہوتا ہے ہمارے حاکم کتابی فارمولوں، تعلیمی شہدوں اور اپنے ماتحتوں کی رپورٹوں کے گورکھ دھندوں سے باہر نکل کر دنیا کو دیکھنے کے نا قابل ہو گئے ہیں۔ سرکاری نوکریوں کی بابت کہا گیا ہے کہ جس "اونچے استر" تک سرکاری نوکر پہنچ گئے ہیں اُسے "گرم رکھ لے" کی ضرورت ہے!

ایک جگہ دیہاتوں کو یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عام لوگوں کے دھن سون کا استر اتنا اونچا ہو گیا ہے کہ بڑی سے بڑی آمدنی اور کم سے کم آمدنی کا فرق پہلے سے کم ہو گیا ہے! معلوم ہوتا ہے ہمارے حاکم کتابی فارمولوں، تعلیمی شہدوں اور اپنے ماتحتوں کی رپورٹوں کے گورکھ دھندوں سے باہر نکل کر دنیا کو دیکھنے کے نا قابل ہو گئے ہیں۔ سرکاری نوکریوں کی بابت کہا گیا ہے کہ جس "اونچے استر" تک سرکاری نوکر پہنچ گئے ہیں اُسے "گرم رکھ لے" کی ضرورت ہے!

ایک جگہ دیہاتوں کو یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عام لوگوں کے دھن سون کا استر اتنا اونچا ہو گیا ہے کہ بڑی سے بڑی آمدنی اور کم سے کم آمدنی کا فرق پہلے سے کم ہو گیا ہے! معلوم ہوتا ہے ہمارے حاکم کتابی فارمولوں، تعلیمی شہدوں اور اپنے ماتحتوں کی رپورٹوں کے گورکھ دھندوں سے باہر نکل کر دنیا کو دیکھنے کے نا قابل ہو گئے ہیں۔ سرکاری نوکریوں کی بابت کہا گیا ہے کہ جس "اونچے استر" تک سرکاری نوکر پہنچ گئے ہیں اُسے "گرم رکھ لے" کی ضرورت ہے!

ایک جگہ دیہاتوں کو یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عام لوگوں کے دھن سون کا استر اتنا اونچا ہو گیا ہے کہ بڑی سے بڑی آمدنی اور کم سے کم آمدنی کا فرق پہلے سے کم ہو گیا ہے! معلوم ہوتا ہے ہمارے حاکم کتابی فارمولوں، تعلیمی شہدوں اور اپنے ماتحتوں کی رپورٹوں کے گورکھ دھندوں سے باہر نکل کر دنیا کو دیکھنے کے نا قابل ہو گئے ہیں۔ سرکاری نوکریوں کی بابت کہا گیا ہے کہ جس "اونچے استر" تک سرکاری نوکر پہنچ گئے ہیں اُسے "گرم رکھ لے" کی ضرورت ہے!

ایک جگہ دیہاتوں کو یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عام لوگوں کے دھن سون کا استر اتنا اونچا ہو گیا ہے کہ بڑی سے بڑی آمدنی اور کم سے کم آمدنی کا فرق پہلے سے کم ہو گیا ہے! معلوم ہوتا ہے ہمارے حاکم کتابی فارمولوں، تعلیمی شہدوں اور اپنے ماتحتوں کی رپورٹوں کے گورکھ دھندوں سے باہر نکل کر دنیا کو دیکھنے کے نا قابل ہو گئے ہیں۔ سرکاری نوکریوں کی بابت کہا گیا ہے کہ جس "اونچے استر" تک سرکاری نوکر پہنچ گئے ہیں اُسے "گرم رکھ لے" کی ضرورت ہے!

ایک جگہ دیہاتوں کو یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عام لوگوں کے دھن سون کا استر اتنا اونچا ہو گیا ہے کہ بڑی سے بڑی آمدنی اور کم سے کم آمدنی کا فرق پہلے سے کم ہو گیا ہے! معلوم ہوتا ہے ہمارے حاکم کتابی فارمولوں، تعلیمی شہدوں اور اپنے ماتحتوں کی رپورٹوں کے گورکھ دھندوں سے باہر نکل کر دنیا کو دیکھنے کے نا قابل ہو گئے ہیں۔ سرکاری نوکریوں کی بابت کہا گیا ہے کہ جس "اونچے استر" تک سرکاری نوکر پہنچ گئے ہیں اُسے "گرم رکھ لے" کی ضرورت ہے!

ایک جگہ دیہاتوں کو یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عام لوگوں کے دھن سون کا استر اتنا اونچا ہو گیا ہے کہ بڑی سے بڑی آمدنی اور کم سے کم آمدنی کا فرق پہلے سے کم ہو گیا ہے! معلوم ہوتا ہے ہمارے حاکم کتابی فارمولوں، تعلیمی شہدوں اور اپنے ماتحتوں کی رپورٹوں کے گورکھ دھندوں سے باہر نکل کر دنیا کو دیکھنے کے نا قابل ہو گئے ہیں۔ سرکاری نوکریوں کی بابت کہا گیا ہے کہ جس "اونچے استر" تک سرکاری نوکر پہنچ گئے ہیں اُسے "گرم رکھ لے" کی ضرورت ہے!

ایک جگہ دیہاتوں کو یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عام لوگوں کے دھن سون کا استر اتنا اونچا ہو گیا ہے کہ بڑی سے بڑی آمدنی اور کم سے کم آمدنی کا فرق پہلے سے کم ہو گیا ہے! معلوم ہوتا ہے ہمارے حاکم کتابی فارمولوں، تعلیمی شہدوں اور اپنے ماتحتوں کی رپورٹوں کے گورکھ دھندوں سے باہر نکل کر دنیا کو دیکھنے کے نا قابل ہو گئے ہیں۔ سرکاری نوکریوں کی بابت کہا گیا ہے کہ جس "اونچے استر" تک سرکاری نوکر پہنچ گئے ہیں اُسے "گرم رکھ لے" کی ضرورت ہے!

ایک جگہ دیہاتوں کو یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عام لوگوں کے دھن سون کا استر اتنا اونچا ہو گیا ہے کہ بڑی سے بڑی آمدنی اور کم سے کم آمدنی کا فرق پہلے سے کم ہو گیا ہے! معلوم ہوتا ہے ہمارے حاکم کتابی فارمولوں، تعلیمی شہدوں اور اپنے ماتحتوں کی رپورٹوں کے گورکھ دھندوں سے باہر نکل کر دنیا کو دیکھنے کے نا قابل ہو گئے ہیں۔ سرکاری نوکریوں کی بابت کہا گیا ہے کہ جس "اونچے استر" تک سرکاری نوکر پہنچ گئے ہیں اُسے "گرم رکھ لے" کی ضرورت ہے!

ایک جگہ دیہاتوں کو یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عام لوگوں کے دھن سون کا استر اتنا اونچا ہو گیا ہے کہ بڑی سے بڑی آمدنی اور کم سے کم آمدنی کا فرق پہلے سے کم ہو گیا ہے! معلوم ہوتا ہے ہمارے حاکم کتابی فارمولوں، تعلیمی شہدوں اور اپنے ماتحتوں کی رپورٹوں کے گورکھ دھندوں سے باہر نکل کر دنیا کو دیکھنے کے نا قابل ہو گئے ہیں۔ سرکاری نوکریوں کی بابت کہا گیا ہے کہ جس "اونچے استر" تک سرکاری نوکر پہنچ گئے ہیں اُسے "گرم رکھ لے" کی ضرورت ہے!

سہکوتر راج کے حامی اٹھک تر غور جائب دلو یا روس
لور چوں سے زیادہ ہمدردی رکھنے والے ۔

کانگریس پارٹی کا اعلان

اسی جولائی مہینے میں بلکلور۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے موقع پر دیس کے بہت سے لوگوں کو آشنا ہو کر کانگریس کی یہ دل بندی مت کو پھر دونوں دل ایک ہو جائیگا۔ پختہ جواہر لال نہرو نے اسکے لئے کافی کوشش بھی کی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے سرکاری کانگریس کے اندر دوسرے 'وچاروں اور آدرشوں کا زور ہے۔ پختہ جواہر لال نہرو کو سہلوتا نہ مل سکی۔ اسی اوسر پر کانگریس نے اگلا چٹاؤ چیتلے کے لئے اپنا پروگرام دیس کے سامنے رکھا۔ پروگرام کو ہم نے دیکھان سے کئی بار پڑھا۔ اس میں بہت سی اچھی اچھی باتیں ہیں، جیسی ایسے موقع کے اس طرح کے پروگراموں میں عام طور پر ہوتی ہیں۔ اعلان میں مہاتما گاندھی اور ان کے اصولوں کی بھی کافی دعائی دی گئی ہے۔ پر ہمیں اس سارے پروگرام میں نہ کہیں گاندھی جی کے وچاروں اور اصولوں کا پاس دیکھانی دیتا ہے اور نہ ہمارے رائے میں اس سے دیس کی دکھی چلتا ہو کسی طرح کا تعارض بددھ سکتا ہے۔

اعلان میں جگہ جگہ کانگریسی سرکاروں کے اب تک کے کارناموں کی تعریفیں کی گئی ہیں، دیہی کو آزادی دلانے کے لئے دیہی پر کانگریس کے احسان کو دہرایا گیا ہے، سرکار کی کٹھنوں کو بہانہ کیا گیا ہے، یہ مانا گیا ہے کہ دیہی میں لاکھوں آدمی ہلاک ہوئے اور مکن کے کسی طرح ابھ دن گزار رہے ہیں، اسکا خاص علاج بتایا گیا ہے ۔

پلاننگ کہ پیشین یعنی پیش کی آمدنی کی پوجنا تیار کرنے والا کہ پیش پوجناؤں کی اور ہر کام پوجنا بنا کر کرنے کی پیش کو تعلیم دی گئی ہے۔ سب سے بڑی پوجنا سارے اعلان میں یہ چسکتی ہے کہ پیش کے قریب قریب سب اُدیوگ دھندے اور اُن سے سمبند رکھنے والی ساری تجارت دھندے دھندے سرکار اور اسی کے نوکروں کے ہاتھوں میں آجائے۔

تہجکل کی راج کاجی بھاشا میں بہت سے شہد ہمیں
 کافی دھوئے میں قالدیتے ہیں۔ جسے آندیوک دھلدوس کا
 نہشتانہوشن، راشتری کرن یا 'قومہانا' کہا جاتا ہے وہ آج
 کل کی حالت میں کھول 'سرکارپانا' ہے۔ اعلان میں
 اس طرح کے سرکارپانے کے اچھے نتیجوں کو بیان کیا گیا
 ہے۔ پر ادھک تر دیخیں واسوں کا اب تک کا تجربہ یہی
 ہے کہ جو دھلدے جلتا کے ہاتھوں سے چھن کر سرکار اورد
 سرکاری آدمیوں کے ہاتھوں میں آگئے ان میں جلتا کی
 صفاتوں یہی ہیں گھتی نہیں۔

ہمارے خیالات

دش اور راج کا جی پارٹیاں—

‘نیا ہند’ کے پچھلے نمبر میں ہم کانگریس اور اس کی دلچسپی کے بارے میں اپنے کچھ خیالات پیش کر چکے ہیں۔ سارے ملک میں ایک دوسرے کے خیالات، اصول اور آراء دکھائی دے رہے ہیں۔ راجسوتا ہاتھ میں لینے کی خواہش، لوگوں کے نیچے اٹھنے اور دلوں کے اندر ایک دوسرے سے لگاؤ یا الگاؤ بوجھ میں آکر اس حالت کو اور ادھک پیچیدہ بنا دیتے ہیں۔ نتیجتاً دیش میں طرح طرح کی راج کا جی پارٹیوں کا کھڑا ہونا اور ان پارٹیوں کے اندر ایک دوسرے تک صدمہ و نفرت کا فرق پڑنے لگا۔ اب ہر پارٹی میں کم یا زیادہ ہر وجہ کے لوگوں کا پناہ جانا، یہی حالت اس سے کانگریس کی ہے۔

فیر بھی موٹے طور پر کانگریس میں دو طرح کے وجہ ایک دوسرے سے ٹکراتے رہے ہیں۔ ایک طرف وہ لوگ ہیں جو دیش میں سیکولر یعنی بوجھاری راج پہنچانا چاہتے ہیں، دوسری طرف وہ ہیں جو کڑے راج کا جی تجربوں سے گھبرا کر یا اپنے اندر کی تنگ نظری کے گرن سہجے یا نا سہجے دیش کو سیکولر آدھ سے ہٹا کر ایک خاص طرح کی سامہردائیکتا یا فرقہ پرستی کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ کانگریس والوں کے جو دو بڑے دلچال میں بن گئے ہیں، یعنی ایک سرکاری کانگریس اور دوسرے پرچا پارٹی، وہ کھول اسی اصول کے اوپر ایک دوسرے سے الگ ہوئے ہیں یہ بھی ظاہر ہے کہ سامہردائیکتا کی نگاہ سے آدھ سے آدھ رجاؤں کے لوگ اور تنگ سے تنگ فرقہ پرست دونوں دلوں میں موجود ہیں۔ پچھم کی راج کا جی پارٹی باجی کا، جسکی ہم اس دیش میں اندھی نکل کر رہے ہیں، یہ ایک خاص گن ہے کہ اس میں اصولوں سے بھی ادھک شصتوں کی چلتی ہے۔ ہر بھی اس میں شک نہیں کہ کانگریس کے ان دونوں دلوں میں موٹا فرقہ رہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ ایک بات یہ بھی دھیان میں رکھنی ہے کہ سامہردائیک وجہوں کے لوگ ادھک تر سامہردائیک دیش اور امریکہ کے طرفدار ہیں اور

دیش اور راج کا جی پارٹیاں—

‘نیا ہند’ کے پچھلے نمبر میں ہم کانگریس اور اس کی دلچسپی کے بارے میں اپنے کچھ خیالات پیش کر چکے ہیں۔ سارے ملک میں ایک دوسرے کے خیالات، اصول اور آراء دکھائی دے رہے ہیں۔ راجسوتا ہاتھ میں لینے کی خواہش، لوگوں کے نیچے اٹھنے اور دلوں کے اندر ایک دوسرے سے لگاؤ یا الگاؤ بوجھ میں آکر اس حالت کو اور ادھک پیچیدہ بنا دیتے ہیں۔ نتیجتاً دیش میں طرح طرح کی راج کا جی پارٹیوں کا کھڑا ہونا اور ان پارٹیوں کے اندر ایک دوسرے تک صدمہ و نفرت کا فرق پڑنے لگا۔ اب ہر پارٹی میں کم یا زیادہ ہر وجہ کے لوگوں کا پناہ جانا، یہی حالت اس سے کانگریس کی ہے۔

فیر بھی موٹے طور پر کانگریس میں دو طرح کے وجہ ایک دوسرے سے ٹکراتے رہے ہیں۔ ایک طرف وہ لوگ ہیں جو دیش میں سیکولر یعنی بوجھاری راج پہنچانا چاہتے ہیں، دوسری طرف وہ ہیں جو کڑے راج کا جی تجربوں سے گھبرا کر یا اپنے اندر کی تنگ نظری کے گرن سہجے یا نا سہجے دیش کو سیکولر آدھ سے ہٹا کر ایک خاص طرح کی سامہردائیکتا یا فرقہ پرستی کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ کانگریس والوں کے جو دو بڑے دلچال میں بن گئے ہیں، یعنی ایک سرکاری کانگریس اور دوسرے پرچا پارٹی، وہ کھول اسی اصول کے اوپر ایک دوسرے سے الگ ہوئے ہیں یہ بھی ظاہر ہے کہ سامہردائیکتا کی نگاہ سے آدھ سے آدھ رجاؤں کے لوگ اور تنگ سے تنگ فرقہ پرست دونوں دلوں میں موجود ہیں۔ پچھم کی راج کا جی پارٹی باجی کا، جسکی ہم اس دیش میں اندھی نکل کر رہے ہیں، یہ ایک خاص گن ہے کہ اس میں اصولوں سے بھی ادھک شصتوں کی چلتی ہے۔ ہر بھی اس میں شک نہیں کہ کانگریس کے ان دونوں دلوں میں موٹا فرقہ رہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ ایک بات یہ بھی دھیان میں رکھنی ہے کہ سامہردائیک وجہوں کے لوگ ادھک تر سامہردائیک دیش اور امریکہ کے طرفدار ہیں اور

18. उत्तर پٹھانٹیک سولہ میں تھری کی بے سنوان بھی
کے ہونگے۔ اور رکی اہمیت کی دہائی کا کانگریس سے استغناء۔
19. کسان کی بات چیت میں اورچ۔ مولانا آزاد
دلی واپس۔ کنگ میں چھوٹوں پر لڑائی چارچ۔
20. جوردن کے شاہ عبداللہ گولی سے مار دیئے گئے۔
مل جل کر کام کرنے کے لئے پختہ نہرو کی کانگریس والوں
سے اپیل۔
21. راج پتی ٹرومیں کے نمائندے نے تھل مسئلہ
حل کرنے کے لئے کچھ سمجھاوا۔ عرب لوگ کے سکریٹری
اعظم پاشا کو اطمینان کے ہندستان پر دیس پر چوٹائی
نہیں کرے گا۔
22. انہیں میں آئے بنانے پر انگریزی اخباروں کی
چیکوائی۔ پچھمی فوجی طاقتوں کا ساتھ دینے کے لئے
مصر کی شرطوں۔ آچاریہ کرپائی کا گجرات میں دورہ۔
دکھنی آسام میں بہت بڑی بارہ۔
23. ایران کے معاملے میں اُمید کی نئی کرن۔
فرانس کے مارشل یوٹان گذر گئے۔ دنیا کی شانتی کے لئے
سوویت حکومت سب سے بڑا خطرہ ہے۔ راج پتی ٹرومیں۔
24. نہرو جی کا پاکستان کے بڑے وزیر کو خط۔ اتر
پردیش میں ایک منسٹر نے استغناء دیا۔
25. کوریا کی بات چیت آگے بڑھانے کے لئے لال دل
کا نیا سمجھاوا۔ پلچ سالا یوجنا کی کامیابی کے لئے
بدھسی پونجی کی ضرورت۔ قائی ٹھنٹس منسٹر کا اعلان۔
26. کوریا لوائی روکو بات چیت کے لئے ایجنڈے
پر دونوں فریق راضی۔ پاکستانی بڑے وزیر کی صلح کی
پانچ شرطوں کے ساتھ پختہ نہرو کو دعوت۔
27. کراچی میں 'ٹھنٹس دے' کے موقع پر بڑے وزیر
کی طرف سے 'مکا' قومی نشان بنانے کا اعلان۔
28. کسان کی بات چیت میں 'تھری ترقی'۔
ہتھیار بندی کی تین سالا یوجنا۔ حکومت کی مشغوری
برتن کی کو سدھارنے کے لئے گور والا کمیشن کی رپورٹ۔
بہار میں بارہ۔
29. نئی دلی میں نہرو جی کا اعلان کے ہندستان
کسی بھی چگونگی کا سامنا کرنے کو پوری طرح تیار ہے۔
30. کوریا میں لوائی بند کرنے کی بات چیت
میں دونوں پارٹی اپنی جگہ اٹل۔ پختہ جواہر لال کی
بے کسی شرط پاکستان کے بڑے وزیر کو دلی آئے کی دعوت۔
31. اعلان میں تھل صاف کرنے والے دنیا کے سب سے
بڑے گارخانے میں کام بند۔ دکھن ویٹ نام کے گورنر مار ڈالے
گئے۔ شری راجی اہمیت کی دہائی نے نئی دلی کی کھیلٹ سے
استغناء دیا۔

18. उत्तर पट्टान्तिक मुलह में तुरकी व मुनान भी
क होंगे. ओ रकी अहमव किदवाई का कांग्रेस से स्तीका.
19. केसांग की बात चीत में अइचन. मौलाना
शाह दिल्ली वापिस. कटक में छात्रों पर लाठी चार्ज.
20. जोर्डन शाह के अबदुल्लाह गोली से मार दिये
मिल जुल कर काम करने के लिये पंजिन नेहरू की
रेख वालों से अपील.
21. राजपति ट्रूमैन के नुमायन्दे के तेल मसला
करने के लिये कुछ सुझाव. अरब लीग के सेक्रेटरी
तम पारा को इतमिनान कि हिन्दुस्तान परदेस पर
ई नहीं करेगा.
22. स्पेन में अइजा बनाने पर अंगरेजी अखबारों की
रीका को चेतावनी. पच्छिमो फौजी ताकतों का साथ
के लिये मिल की शर्तें. आचार्य कृपलानी का गुजरात में
दक्खिनी आसाम में बहुत बड़ी बाढ़.
23. ईरान के मामले में डम्मी की नई किरन. फ्रांस
मार्शल पेंता का देहांत. दुनिया की शान्ति के लिये
त्यत इकूमत सब से बड़ा खतरा है—राजपति ट्रूमैन.
24. नेहरू जी का पाकिस्तान के बड़े वजीर को खत.
प्रदेश में एक मिनिस्टर का स्तीका.
25. कोरिया की बात चीत आगे बढ़ने के लिये लाल
का नया सुझाव. नई पंच साला योजना की कामयाबी के
बिदेसी पूँजी की जरूरत—काईनेन्स मिनिस्टर का एलान.
26. कोरिया लड़ाई रोको बात चीत के लिये एजेन्डे
दोनों फ्रीक राशी. पाकिस्तानी बड़े वजीर की मुलह
आँख शर्तों के साथ पंडित नेहरू को दावत.
27. करांची में 'डिफेन्स डे' के मौके पर बड़े वजीर
रफ से 'मुक्का' को क्रीमी निशान बनाने का एलान.
28. केसांग की बात चीत में "थोड़ी तरक्की." ब्रिटेन
बिहार बन्दी की तीन साला योजना. इकूमत की
नरी को सुधारने के लिये गोरवाला कमीशन की रिपोर्ट.
र में बाढ़.
29. नई दिल्ली में नेहरू जी का एलान कि हिन्दुस्तान
भी चुनौती का सामना करने को पूरी तरह तैयार.
30. कोरिया में लड़ाई बन्द करने की बात चीत में
पार्टी अपनी जगह अटल. पंडित जवाहर लाल की
किसी शर्त के पाकिस्तान के बड़े वजीर को दिल्ली आने
वात.
31. अवादान में तेल साफ करने वाले दुनिया के
से बड़े कारखाने में काम बन्द. दक्खिन बियत नाम के
नर मार डाले गए. ओ रकी अहमव किदवाई ने नई
ति की कैबिनेट से स्तीका दिया.

دیس ویڈیس کی چوڑائی مہینے کی ڈاڑھی

1. کوریا کی لڑائی روکنے کے سلسلے میں بات چیت کےساتھ میں ہوئی۔ سپام کے پردھان منتری کو باغیوں نے ریہا کر دیا۔

2. مولانا آزاد اسٹینڈل پہونچے۔ امریکی راج دوت کی گریڈی ایران کے بڑے وزیر ڈاکٹر مصدق سے ملے۔

3. جاپان کے منتری منڈل نے سٹیکا دیا۔ سوجرات کے خدوتسنگ کا کانگریس سے ایلگ ہوکر پرجا پارٹی کا ساہ دینے کا کسلا۔

4. سوشلسٹ پارٹی کا چوناو پویشنا پتر پراکشت۔

5. ہگ اداالت نے ایران کے سامنے میں کسلا اگریوں کے ہک میں دیا۔ پڈت نہہر نے ریلوے والوں سے ہڈتال ن کرنے کی اپیل کی۔ میل نے برٹن کو بےتانی دی کہ ہمارے یہاں آپ ہوائی اڈے نہیں بنا سکتے۔

6. ہگ کا کسلا ایران کو نامنظر۔ ریلوے کمریوں نے 27 اگست سے ہڈتال کرنے کا کسلا کیا۔

7. ہند سرکار کے پڈلے چار سال کے کڈناموں کی رپورٹ پڈت نہہر نے ملک کے سامنے پش کی۔ مولانا آزاد تہران پہونچے۔

8. کوریا لڑائی روکو بات چیت کی ہروعات۔ یو۔ پی۔ کی جن کانگریس کا پرجا پارٹی میں مل جانے کا کسلا۔

9. امریکی راجپتی ڈمین کا ڈاکٹر موسادیک کو مل۔ پلاننگ کمیशन کا پंच سالہ پلان پرا۔

10. کسلا میں "بڈت اٹمینان" کے ساہ بات چیت۔ ہند سرکار نے گہو اور چاگل کا دام بڈا دیا۔

11. راجپتی ڈمین کے ڈوماہندے ہیری مین کا بیچ میں پڈنا ایران کو منظر۔ ریلوے ہڈتال روکنے کے لیے نیا اڈیننس۔ بنگلور میں کانگریس ورکیگ کمیٹی کی بٹک شرو۔

12. کسلا کی بات چیت میں اڈکاو۔ جاپان کے بارے میں برٹن اور امریکا کا بناوا نیا سلاہ ماسیویدا پش۔ ورکیگ کمیٹی نے کانگریس چوناو منیکسٹو پاس کیا۔

13. تہران میں امریکی راجڈت کا سٹیکا۔ کل ہند کانگریس کمیٹی میں پڈت نہہر کی رپورٹ منظر۔

14. کسلا کی بات چیت پیر سے شرو ہوگی۔

15. کانگریس سے ہٹ جانے والوں کو پیر سے آنے کی داوت دے ڈھ بنگلور میں ڈھراو پاس ڈھرا۔

16. تہران میں مارشل لا کا پلان۔ بیلجیئم میں ڈاکٹر ڈیو پولڈ کی جگہ گڈی پر دنکا لڈکا راجڈاا بڈوہن بڈا۔

17. کسلا کی بات چیت راجی کوری سے چل رہی ہے۔ کڈک میں کیریوں کا سرتا پڈ۔

س دیس کی چوڑائی مہینے کی ڈاڑھی

1. کوریا کی لڑائی روکنے کے سلسلے میں بات چیت کےساتھ میں ہوئی۔ سپام کے پردھان منتری کو باغیوں نے ریہا کر دیا۔

2. مولانا آزاد اسٹینڈل پہونچے۔ امریکی راج دوت کی گریڈی ایران کے بڑے وزیر ڈاکٹر مصدق سے ملے۔

3. جاپان کے منتری منڈل نے سٹیکا دیا۔ سوجرات کے خدوتسنگ کا کانگریس سے ایلگ ہوکر پرجا پارٹی کا ساہ دینے کا کسلا۔

4. سوشلسٹ پارٹی کا چوناو پویشنا پتر پراکشت۔

5. ہگ کی عدالت نے ایران کے سامنے میں کسلا اگریوں کے ہک میں دیا۔ پڈت نہہر نے ریلوے والوں سے ہڈتال نہ کرنے کی اپیل کی۔ مصر نے برٹن کو ہوانی دی کہ یہاں آپ ہوائی اڈے نہیں بنا سکتے۔

6. ہگ کا فہصلہ ایران کو نامنظر۔ ریلوے کمریوں نے 27 اگست سے ہڈتال کرنے کا فہصلہ کیا۔

7. ہند سرکار کے پڈلے چار سال کے کڈناموں کی رپورٹ پڈت نہہر نے ملک کے سامنے پش کی۔ مولانا تہران پہونچے۔

8. کوریا لڑائی روکو بات چیت کی ہروعات۔ یو۔ پی۔ کی جن کانگریس کا پرجا پارٹی میں مل جانے کا فہصلہ۔

9. امریکی راج پتی ڈمین کا ڈاکٹر مصدق کو خط۔ ہنگ کوشن کا پلچ سالہ پلان چہا۔

10. کوسانگ میں "ہمت اڈمینان" کے ساہ بات چیت۔ ہند سرکار نے کوشن اور چاول کا دام بڈا دیا۔

11. راج پتی ڈمین کے تمالڈے ہیری میں کا میں پونا ایران کو منظور۔ ریلوے ہڈتال روکنے کے لیے نیا آرڈیننس۔ بنگلور میں کانگریس ورکیگ کمیٹی کی بٹک شرو۔

12. کوسانگ کی بات چیت میں اڈکاو۔ جاپان کے بارے میں برٹن اور امریکا کا بنایا نیا صلح مسونہ پش۔ ہنگ کمیٹی نے کانگریس چوناو میلڈوسکو پاس کیا۔

13. تہران میں امریکی راج دوت کا اسٹیکا۔ کل ہند کانگریس کمیٹی میں پڈت نہہر کی رپورٹ منظور۔

14. کوسانگ کی بات چیت پیر سے شرو ہوگی۔

15. کانگریس سے ہٹ جانے والوں کو پیر سے آنے کی داوت دے ڈھ بنگلور میں ڈھراو پاس ڈھرا۔

16. تہران میں مارشل لا کا اعلان۔ بلجیئم میں ڈاکٹر ڈیو پولڈ کی جگہ گڈی پر دنکا لڈکا راجڈاا بڈوہن بڈا۔

17. کوسانگ کی بات چیت راجی کوری سے چل رہی ہے۔ کڈک میں کیریوں کا سرتا پڈ۔

بن گیا۔ کالج کے دنوں میں جے دیال جی نے ہی پرتھوی راج کو استہج پر اُتارا اور اُس میں چھٹی قابلیت کی سرانجام دی۔ پرتھوی راج آج ہندوستانی فلمی دنیا کا سب سے اونچا کلا کار ہے اور نئے قدامت چمکتا آئے نورمانا کہتا بھی اچھا ہے۔ پرتھوی نے پروفیسر صاحب کو دعوت دے رکھی تھی کہ وہ آکر اپنے پرانے شاگرد کی کامیابیوں کی سرانجام کریں اور ناکامیوں کو بتائیں۔ جہد آباد میں جب پرتھوی تھیٹرس اپنا پر درشن کر رہا تھا تب پروفیسر صاحب وہاں پہنچ گئے۔ بہر ساتھ ہی ساتھ ان لوگوں نے جہد آباد 'مہسور' کوہا پور اور بمبئی وغیرہ کا دورہ کیا۔ پروفیسر جے دیال نے اس دورے کے سارے پروگرام کو دائری کی صورت میں لکھ ڈالا۔ اس دائری میں ان جگہوں کا اچھا پرچہ ملتا ہے جہاں جہاں اس تھیٹر نے دورہ کیا تھا۔ پرتھوی راج کے قدامتوں — غدار، دیوار آہوتی ارد شکستہ — کے بارے میں بھی اس کتاب سے جانکاری ملتی ہے۔ پرتھوی راج اور اُسکی فلا پر ان فلموں میں کافی اچھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ پرتھوی تھیٹرس کے کلا کاروں میں سجن، راجکھور، زہرہ، سہتادیوی وغیرہ کے بارے میں بھی اس کتاب میں جانکاری ملتی ہے۔ کتاب کے آخر میں پرتھوی راج، اُسکے کتیب اور پرتھوی تھیٹرس کے لوگوں کی تصویریں دی ہوئی ہیں۔

یہ کتاب اُس آدمی نے لکھی ہے جو نہ کھول ناک کلا کا جانکار ہے بلکہ پرتھوی راج کو بھی خوب جانتا ہے۔ اس لئے پرتھوی راج اور اُسکی کلا کی سندرنا اور مامشا کو سمجھنے کے لئے یہ کتاب اچھا سا دھن ہے۔

—محبوب رضوی

—موجیہ ریحوی

رचनात्मक कार्यक्रम

লেখক—মহাত্মা গান্ধী. অনুবাদক—কারীনাথ ত্রিবেদী.
নিকালنے वाले—नवजीवन प्रकाशन मन्दिर, अहमदाबाद.
सफे—पचास. दाम छै आने.

यह पचास सफे की किताब गांधी जी ने सन '45 में लिखी थी. नवजीवन प्रेस ने अब इसको तीसरी बार छपा है और छै आने दाम रखे हैं. यह किताब आज उतनी ही नई है जितनी सन '45 में थी. किताब के अंत में 27 जनवरी सन '48 के 'हरिजन' से 'कांग्रेस का रथान और काम' लेखलेकर दे देने से यह किताब और भी काम की बन गई है. उससे यह पता चलता है कि गांधी जी कांग्रेस से क्या चाहते थे? यह सब के काम की किताब है और उन्हें तो इसे बहुत ध्यान से पढ़ना चाहिये जिनके हाथ में कांग्रेस की बाग डोर है.

—म.

چیناत्मک کاریہ کرم

لکھک—مہاتما گاندھی. انووادک—کاشی ناتھ تریویدی.
نکالنے والے—نوجہون پرکاشن ملدر، احمدآباد.
صفے—پچاس. دام چھ آئے.

یہ پچاس صفے کی کتاب گاندھی جی نے سن '45 میں لکھی تھی. نوجہون پریس نے اب اس کو تیسری بار چھاپا ہے اور چھ آئے دام رکھے ہیں. یہ کتاب آج اتنی ہی نئی ہے جتنی سن '45 میں تھی. کتاب کے انت میں 27 جنوری سن '48 کے 'ہریجن' سے کانگریس کا استہان اور کام' لکھ لے کر دے دیئے سے یہ کتاب اور بھی کام کی بن گئی ہے. اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ گاندھی جی کانگریس سے کیا چاہتے تھے؟ یہ سب کے کام کی کتاب ہے اور انہیں تو اسے بہت دھیان سے پڑھنا چاہئے جن کے ہاتھ میں کانگریس کی باگ دور ہے.

—م.

آج کل کے زمانے میں جب دہائی سال اور سلوں کا دور دورہ ہے اور سارے اخبار اسی کا رنگ لیتے ہیں، 'برخے کے آدھ' کو لے کر نکلنے والا آنگرے کی زبان میں ایک نیا اخبار نکالنا ہمت اور تارک کا کام ہے۔ ہم بھی یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ آج نہیں تو کل، کل نہیں تو پرستے برخے کا زمانہ آج سے آج کے زمانے کا ہے اور ہندستان ہی نہیں سارا عالم اس پر بدھاری ہوگا۔

اخبار کے کور پر ہی مہاتما جی کی لکھاوت میں 1944 کا لکھا انکا ایک امر سندھ ہے۔ "سچے بنو، نیک بنو اور نڈر بنو" جو ہم سبھی لوگوں اور اخبار والوں کے سمجھنے پر چلنے اور ایلانے کی چیز ہے، خاص طور سے اس کسرتی کے موقع پر۔

یہ اخبار اسی جولائی سے نکلا شروع ہوا ہے۔ ہمارے سامنے پہلا ہی نمبر ہے جس میں آچارہ ورتا، بھارت، شری کشورال بھائی، کمارپا جی اور جاجو جی وغیرہ کے سارے اور بہترین لکھے ہیں۔ جبکہ مہاتما جی کی بانی پرستی کٹی ہے جس سے چھڑ کی رونق ہو جاتی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آج کے اخبار اور سالانہ ہونے وچاروں سے 'کھائی ورتا' بھائی اور گرام آندھک بھائی گلوں کے یعنی ہندستان کے سچے سروپ کو پیش کر کے سب کی اصلی سہرا کریگا۔

اس مہنگائی کے زمانے میں بھی اسکا سارنہ چلنے لہن روئے جیسی چھوٹی رقم ہے۔ ہماری سفارش ہے کہ آنگرے سمجھنے والے سبھی لوگ چلھیں آمیرک دھندوں یا آرتہ شاستر سے دلچسپی یا رچنا تک کام پسند ہے اسے ایڈائٹس اور چاہے وہ بھلے مل و کارخانے کے طرفدار ہوں یہ بھی تصویر کے دوسرے رخ پر ناکہ ڈالیں۔ ہندستان کے ہر اسکول اور کالج لائبریری میں اسکا پہنچنا لازمی طور پر فائدہ پہنچائے گا۔

— سریش رام بھائی

یہ اخبار اسی جولائی سے نکلا شروع ہوا ہے۔ ہمارے سامنے پہلا ہی نمبر ہے جس میں آچارہ ورتا، بھارت، شری کشورال بھائی، کمارپا جی اور جاجو جی وغیرہ کے سارے اور بہترین لکھے ہیں۔ جبکہ مہاتما جی کی بانی پرستی کٹی ہے جس سے چھڑ کی رونق ہو جاتی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آج کے اخبار اور سالانہ ہونے وچاروں سے 'کھائی ورتا' بھائی اور گرام آندھک بھائی گلوں کے یعنی ہندستان کے سچے سروپ کو پیش کر کے سب کی اصلی سہرا کریگا۔

اس مہنگائی کے زمانے میں بھی اسکا سارنہ چلنے لہن روئے جیسی چھوٹی رقم ہے۔ ہماری سفارش ہے کہ آنگرے سمجھنے والے سبھی لوگ چلھیں آمیرک دھندوں یا آرتہ شاستر سے دلچسپی یا رچنا تک کام پسند ہے اسے ایڈائٹس اور چاہے وہ بھلے مل و کارخانے کے طرفدار ہوں یہ بھی تصویر کے دوسرے رخ پر ناکہ ڈالیں۔ ہندستان کے ہر اسکول اور کالج لائبریری میں اسکا پہنچنا لازمی طور پر فائدہ پہنچائے گا۔

— سریش رام بھائی

— سریش رام بھائی

آئی گو ساؤتھ ویڈ پٹھی راج پینڈ ہیج پٹھی ٹیٹرس۔

لکھنے والے—پروفیسر جی۔دیا۔

نکالنے والے—پٹھی ٹیٹرس پبلیکیشنز، نمبر 4۔

بارش آنگرے کی، ساڈھ ڈیمائی اٹھ پٹی، سکا 80، کیمت پانچ روپے آٹھ آنے۔

یہ کتاب پروفیسر جی۔دیا کی ڈائری ہے۔ پروفیسر ساڈھ پٹھی راج کے گورو ہیں اور دوست بھی۔ انہوں کی سادھ سے پٹھی نے अभिनयकला کو پڑا اور بڑا کلاکار

آئی گو ساؤتھ ویڈ پٹھی راج پینڈ ہیج پٹھی ٹیٹرس۔

لکھنے والے—پروفیسر جی۔دیا۔ نکالنے والے—پٹھی ٹیٹرس پبلیکیشنز، نمبر 4۔

بارش آنگرے کی، ساڈھ ڈیمائی اٹھ پٹی، سکا 80، کیمت پانچ روپے آٹھ آنے۔

یہ کتاب پروفیسر جی۔دیا کی ڈائری ہے۔ پروفیسر صاحب پٹھی راج کے گورو ہیں اور دوست بھی۔ انہوں کی سادھ سے پٹھی نے अभिनयकला کو پڑا اور بڑا کلاکار

2. कुछ لوگ ऐसे हैं जो महात्मा जी के लिखे नहीं हैं, बल्कि, जैसे लेख नम्बर 146, 169 स्वर्गीय महादेव भाई या प्यारे लाल जी या किसी और के कलम से हैं. यह बात काहिर हो जानी चाहिये थी.

तीसरी चीज एक सुझाव के तौर पर यह कहना चाहते हैं कि लेखों पर उन अखबारों की तारीखें दी हुई हैं जिनमें वह छपे, न कि वह जिन तारीखों पर महात्मा जी ने उन्हें अपने कलम से लिखा या स्पीच में कहा. अगर अगले एडिशन में ऐसा हो सके तो और भी अच्छा होगा.

—सुरेश रामभाई

बैसिक एजुकेशन

लेखक—महात्मा गांधी.

लिखावट—अंगरेजी.

सफा—113. दाम—डेढ़ रुपया.

निकालने वाले—नवजीवन पब्लिशिंग हाउस, महमदाबाद.

‘सत्याग्रह’ वाली किताब की तरह इसमें महात्मा जी के नई तालीम सम्बन्धी लेख भाई भारतन कुमारप्पा ने जमा किये हैं. जो शिकायतें हमें उस किताब के बारे में रहीं वही इसके बारे में भी हैं. जनवरी सन् 1945 में होने वाली नई तालीम कान्फरेन्स में महात्मा जी की दी हुई मार्के की स्पीच का इसमें कहीं थिकर ही नहीं है, जिसमें उन्होंने कहा था कि नई तालीम वालों की हालत उन लोगों की सी है जिनकी तब अथाह और असीम समुन्दर पर बह रही है जिसे सिवाय भगवान रूपी ध्रुव तारे के कोई दूसरा सहारा नहीं है.

किताब के एक एक सफे से पता चलता है कि देश की तालीम के सवाल के बारे में कितनी जबरदस्त आग महात्मा जी के सीने में धधकती रहती थी और वह नई तालीम को कितना जरूरी समझते थे. सचमुच उन्होंने अपने कुल तामीरी काम को राष्ट्र की नई तालीम बताया है.

तालीम में और महात्मा गांधी के विचारों में दिलचस्पी रखने वाले हर भाई बहन के पास यह किताब रहनी चाहिये.

—सुरेश रामभाई

बिस्वदी वर्ल्ड

सम्पादक—भाई एन. रामस्वामी.

लिखावट—अंगरेजी.

सालाना चन्दा—तीन रुपए.

निकालने वाले—बर्खा संघ की तामिलनाडु शाखा, कन्नूर मलार और सर्वोदय प्रचारालायम तीरुपुर (साउथ इन्डिया रेलवे).

2. कुछ लोग ऐसे हैं जो महात्मा जी के लिखे नहीं हैं, बल्कि, जैसे लेख नम्बर 146, 169 स्वर्गीय महादेव भाई या प्यारे लाल जी या किसी और के कलम से हैं. यह बात काहिर हो जानी चाहिये थी.

तीसरी चीज एक सुझाव के तौर पर यह कहना चाहते हैं कि लेखों पर उन अखबारों की तारीखें दी हुई हैं जिनमें वह छपे, न कि वह जिन तारीखों पर महात्मा जी ने उन्हें अपने कलम से लिखा या स्पीच में कहा. अगर अगले एडिशन में ऐसा हो सके तो और भी अच्छा होगा.

—सुरेश रामभाई

बैसिक एजुकेशन

लेखक—महात्मा गांधी.

लिखावट—अंगरेजी.

सफा—113. दाम—डेढ़ रुपया.

निकालने वाले—नवजीवन पब्लिशिंग हाउस, महमदाबाद. 'सत्याग्रह' वाली किताब की तरह इसमें महात्मा जी के नई तालीम सम्बन्धी लेख भाई भारतन कुमारप्पा ने जमा किये हैं. जो शिकायतें हमें उस किताब के बारे में रहीं वही इसके बारे में भी हैं. जनवरी सन् 1945 में होने वाली नई तालीम कान्फरेन्स में महात्मा जी की दी हुई मार्के की स्पीच का इसमें कहीं थिकर ही नहीं है, जिसमें उन्होंने कहा था कि नई तालीम वालों की हालत उन लोगों की सी है जिनकी तब अथाह और असीम समुन्दर पर बह रही है जिसे सिवाय भगवान रूपी ध्रुव तारे के कोई दूसरा सहारा नहीं है.

किताब के एक एक सफे से पता चलता है कि देश की तालीम के सवाल के बारे में कितनी जबरदस्त आग महात्मा जी के सीने में धधकती रहती थी और वह नई तालीम को कितना जरूरी समझते थे. सचमुच उन्होंने अपने कुल तामीरी काम को राष्ट्र की नई तालीम बताया है.

—सुरेश रामभाई

बिस्वदी वर्ल्ड

सम्पादक—भाई एन. रामस्वामी.

लिखावट—अंगरेजी.

सालाना चन्दा—तीन रुपए.

निकालने वाले—बर्खा संघ की तामिलनाडु शाखा, कन्नूर मलार और सर्वोदय प्रचारालायम तीरुपुर (साउथ इन्डिया रेलवे).

किताब विक्री تو खूब और अच्छा यही इसी साल में इस का दूसरा एडिशन छापना पड़े, पर यह 'किसी के मन पर गहरा असर छोड़ जावगी, इसमें हमें शक है. हो सकता है, कोई चलते चलते रेल में किसी से यह किताब मांग कर पढ़ ले और तीसरे हिस्से की एक दो घटनाएँ पढ़ने के बाद वह किताब उससे वापस ले ली जाय तो कोई गहरा असर उसके मन पर रह जाय और किताब की राख पूरी कर दे.

—भ.

सत्याग्रह

लेखक—महात्मा गांधी, लिखावट—अंगरेजी.

संके—406, वाम—साढ़े चार रुपए.

निकालने वाले—नवजीवन पब्लिशिंग हाउस, अहमदाबाद.

अहमदाबाद का नवजीवन प्रकाशन मन्दिर जुदा जुदा मजमूनों पर महात्मा गांधी के लेखों का संप्रह सस्ते दामों में छाप कर दुनिया की और दुनिया के साहित्य की अच्छी सेवा कर रहा है. 'सत्याग्रह' नाम की किताब में महात्मा जी के सत्याग्रह से ताल्लुक रखने वाले 183 लेख, जो उन्होंने दक्खिन अफ्रीका के अपने अखबार 'इन्डियन ओपीनियन' और फिर हिन्दुस्तान में 'यंग इन्डिया', 'हरिजन' वगैरा में 1904 से लेकर 1946 तक लिखे थे, दिये गए हैं. जमा करने की मेहनत का काम भाई भारतन कुमारप्पा ने किया है जिन्होंने नवजीवन की खातिर इस तरह की और चीजें भी तैयार की हैं.

किताब को ग्यारह हिस्सों में बांटा गया है जिनसे सत्याग्रह के सभी पहलुओं पर अच्छी रोशनी पड़ती है.

'सत्याग्रह' और 'सर्वोदय'—यह दो लफ्ज महात्मा जी की ईजाद हैं. सर्वोदय उनकी ज़िन्दगी का मकसद था और सत्याग्रह उसको पाने का साधन. लेकिन मकसद मकसद है, दूर की चीज है, साधन अपनी चीज है, अपने करने की और काफी हद तक अपने बस की चीज है. इसलिये उस पर महात्मा जी जैसे सत्याग्रही के विचार पढ़ने लायक ही नहीं, सोचने और फिर समझ बूझकर अमल करने लायक हैं. यह किताब रतनों का खान है जिसमें जो जितना गहरा उतरेगा उतना ही ज्यादा पाएगा.

लेख जमा करने के बारे में दो बातें हम कहना चाहते हैं—

1. इस सिलसिले के कुछ लेख जरूर इसमें देने से रह गए हैं. हमें खास तौर से महात्मा जी के उस लेख का याद आ रही है जो उन्होंने 'दि ग्रेट सैम्टीनल' नाम से गुरुदेव रबीन्द्र नाथ के एक लेख के जवाब लिखा था.

कاتب बनें ली तो खूब और अच्छा यही इसी साल में इस का दूसरा एडिशन छापना पड़े, पर यह 'किसी के मन पर गहरा असर छोड़ जावगी, इसमें हमें शक है. हो सकता है, कोई चलते चलते रेल में किसी से यह किताब मांग कर पढ़ ले और तीसरे हिस्से की एक दो घटनाएँ पढ़ने के बाद वह किताब उससे वापस ले ली जाय तो कोई गहरा असर उसके मन पर रह जाय और किताब की राख पूरी कर दे.

—भ.

स्तिया ग्रे

लेखक—महान्ता गान्धी, लिखावट—अंगरेजी.

संके—406, वाम—साढ़े चार रुपए.

निकालने वाले—नवजीवन पब्लिशिंग हाउस, अहमदाबाद.

अहमदाबाद का नवजीवन प्रकाशन मन्दिर जुदा जुदा मजमूनों पर महात्मा गांधी के लेखों का संप्रह सस्ते दामों में छाप कर दुनिया की और दुनिया के साहित्य की अच्छी सेवा कर रहा है. 'स्तिया ग्रे' नाम की किताब में महान्ता जी के स्तिया ग्रे से ताल्लुक रखने वाले 183 लेख, जो उन्होंने दक्खिन अफ्रीका के अपने अखबार 'इन्डियन ओपीनियन' और फिर हिन्दुस्तान में 'यंग इन्डिया', 'हरिजन' वगैरा में 1904 से लेकर 1946 तक लिखे थे, दिये गए हैं. जमा करने की मेहनत का काम भाई भारतन कुमारप्पा ने किया है जिन्होंने नवजीवन की खातिर इस तरह की और चीजें भी तैयार की हैं.

किताब को ग्यारह हिस्सों में बांटा गया है जिनसे सत्याग्रह के सभी पहलुओं पर अच्छी रोशनी पड़ती है.

लेख जमा करने के बारे में दो बातें हम कहना चाहते हैं—

1. इस सिलसिले के कुछ लेख जरूर इसमें देने से रह गए हैं. हमें खास तौर से महान्ता जी के उस लेख का याद आ रही है जो उन्होंने 'दि ग्रेट सैम्टीनल' नाम से गुरुदेव रबीन्द्र नाथ के एक लेख के जवाब लिखा था.

یہ کتاب ہر ہندی جاننے والے کے گھر میں رہنی چاہیے۔ کیونکہ اس میں ساہتیہ کے اس سچے جاننے کا پتا دیا گیا ہے جو ہندی کا اپنا ہے اور جسے ہندی والے بولتے ہوئے تھے۔ ہر ہندی جاننے والے کو اس کتاب کے پڑھنے کے بعد ہندی پر اور زیادہ ابھمان کرنے کی ہمت ہو سکتی گی اور اسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس کے پاس ہندی ساہتیہ کی ایسی چھڑ ہے جو ودیشیوں کو سرفات کے طور پر بھولت کی جاسکتی ہے اور اگر ہم بھولتے نہیں ہیں تو اس خزانے کا کوئی نہ کوئی حصہ ضرور اب تک لٹھرو قومی روپ لے چکا ہے۔

سن 48 میں اس کا پہلا ایڈیشن چھاپا پر ہمارے سامنے یہ سن 50 کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ کتاب کی قدر ہوئی ہے، پر کافی نہیں۔ کہا می اچھا ہو اگر یہ کتاب زیادہ تعداد میں چھاپ کر آتے روپے کی جگہ چار روپے کی کردی جائے۔

—م۔

—م۔

گھرے پانی پیتھ

لکھک—ماہی اچوٹھیا پراساد گوپالیہ۔

صفحہ—224۔ دام ڈاڑی روپیہ۔

میلنے کا پتا—بھارتیہ ج्ञान पीठ, काशी۔

یہ کتاب ناول نہیں ہے پھر بھی ہاتھ میں لے کر پڑھنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہ کتاب کاویہ نہیں ہے کیونکہ اس میں سب رس موجود ہیں۔ یہ کہانیوں کی کتاب بھی نہیں ہے پر ہر بات اس قلم نگار سے کہی گئی ہے کہ وہ اپنے آپ میں کہانی بن گئی ہے اور کہانی کا رس دیتی ہے۔ گوٹھ جی کا قلم رسوا رسوا بن گیا ہے۔ اس کے ہتھ جو بھی چومتا ہے رسوا بن جاتا ہے۔ یہ سب تو ہے پر یہ کتاب جس فرض سے لکھی گئی ہے اس فرض کو پورا کر پائہنگی اس میں ہمیں شک ہے۔ یہ تین حصوں میں بٹی ہے۔ ایک گروچلن کے چرنوں میں بیٹھکر جو سنا، دو انتہاس اور دھرم گرنتموں میں جو پڑھا، تین حصے کی آنکھوں سے جو دیکھا۔ پہلے دو بھاگن کا زیادہ حصہ ایسا ہے جو من کو مود لیتا ہے، خوش کرتا ہے پرچت پر کوئی گھرا اثر نہیں چھوڑ جاتا۔ 'گہوڑا شلکہ' کہانی درج کرنے میں لکھک نے کیا سوچا پتہ نہیں، اسی طرح سے 'رنگا سہار' ان کہانوں سے کوئی میل نہیں کھاتا جو 'ہم کی آنکھوں سے دیکھا' حصے میں درج ہیں۔ دھرم کہانوں میں بھی کئی کہانیاں ایسا اچھا اثر نہیں چھوڑ سکتیں۔ پائہنگوں کو فویدھا میں ڈال سکتی ہیں۔ اچھا ہوتا اگر اسکا تیسرا پہلی 'ہم کی آنکھوں سے دیکھا' بھاگ-الک کتاب کی شکل میں چھوڑتا۔ تینوں بھاگ ساتھ چھوڑنے سے یہ

گھرے پانی پیتھ

لکھک—بھائی ایروڈھیا پراساد گوٹھیا۔

صفحہ—224۔ دام ڈاڑی روپیہ۔

میلنے کا پتہ—بھارتیہ ج्ञान पीठ, काशी۔

یہ کتاب ناول نہیں ہے پھر بھی ہاتھ میں لے کر پڑھنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہ کتاب کاویہ نہیں ہے کیونکہ اس میں سب رس موجود ہیں۔ یہ کہانیوں کی کتاب بھی نہیں ہے پر ہر بات اس قلم نگار سے کہی گئی ہے کہ وہ اپنے آپ میں کہانی بن گئی ہے اور کہانی کا رس دیتی ہے۔ گوٹھ جی کا قلم رسوا رسوا بن گیا ہے۔ اس کے ہتھ جو بھی چومتا ہے رسوا بن جاتا ہے۔ یہ سب تو ہے پر یہ کتاب جس فرض سے لکھی گئی ہے اس فرض کو پورا کر پائہنگی اس میں ہمیں شک ہے۔ یہ تین حصوں میں بٹی ہے۔ ایک گروچلن کے چرنوں میں بیٹھکر جو سنا، دو انتہاس اور دھرم گرنتموں میں جو پڑھا، تین حصے کی آنکھوں سے جو دیکھا۔ پہلے دو بھاگن کا زیادہ حصہ ایسا ہے جو من کو مود لیتا ہے، خوش کرتا ہے پرچت پر کوئی گھرا اثر نہیں چھوڑ جاتا۔ 'گہوڑا شلکہ' کہانی درج کرنے میں لکھک نے کیا سوچا پتہ نہیں، اسی طرح سے 'رنگا سہار' ان کہانوں سے کوئی میل نہیں کھاتا جو 'ہم کی آنکھوں سے دیکھا' حصے میں درج ہیں۔ دھرم کہانوں میں بھی کئی کہانیاں ایسا اچھا اثر نہیں چھوڑ سکتیں۔ پائہنگوں کو فویدھا میں ڈال سکتی ہیں۔ اچھا ہوتا اگر اسکا تیسرا پہلی 'ہم کی آنکھوں سے دیکھا' بھاگ-الک کتاب کی شکل میں چھوڑتا۔ تینوں بھاگ ساتھ چھوڑنے سے یہ

کچھ کتاہیں



آڈھونک ہندی کویتا

اڈیٹر—نانو بائی باروٹ، گیریراج کیرور.

سفرے—84. دام اک روپیا.

میلنے کا پتا—گجرات ویداپیٹ، اڈمداواڈ.

اس کتاہ کو سرفے مانوں میں کڑی گیت پوٹی کھا جا سکتا ہے. اس میں پھلتیس انسان کوٹیاں کو ایک جگہ اکٹھا کھا گیا ہے. کتاہ کے پھچھے مشکل شہدوں کی تھیلے دے کر آئے اور بھی زیادہ کام کا بلدا دیا گیا ہے. یہ پمائی کتاہ ہے جس میں نظائر 'اڈرآبادی'، مہملی شرن گیت، مولانا الطاف حسین حالی، ایڈہہ اسٹکھ ہری اڈہہ، مائون لال چٹرویدی، سہد اکبر حسین اکبر، سمٹرا نندن پانت، برج نارائن چکدرست، مہلیری ورسا، سہارام شرن گیت، سہدراکساری چوہان، شہیر حسن خاں جڑھ جڑھ پھلتیس کوئی ایک جگہ بیٹھے ہیں اور بچوں سے بڑھی باتوں کر رہے ہیں.

یہ کتاہ ہر اسکول لائبریری میں ہونا ضروری ہے.

اس طرح کی 'قومی گیت پرائمر' کے لئے گجرات ویدا پھتھ کو پدھائی.

—ب.

—ب.

اڈھونک ہندی کویتا

ایڈیٹر—نانو بھائی باروٹ، گری راج کھور

صفحہ—84. دام ایک روپیہ.

میلنے کا پتہ—گجرات ویدا پھتھ، اڈمداآباد

اس کتاہ کو سرفے معذوں میں قومی گیت پوٹی کھا جا سکتا ہے. اس میں پھلتیس انسان کوٹیاں کو ایک جگہ اکٹھا کھا گیا ہے. کتاہ کے پھچھے مشکل شہدوں کی تھیلے دے کر آئے اور بھی زیادہ کام کا بلدا دیا گیا ہے. یہ پمائی کتاہ ہے جس میں نظائر 'اڈرآبادی'، مہملی شرن گیت، مولانا الطاف حسین حالی، ایڈہہ اسٹکھ ہری اڈہہ، مائون لال چٹرویدی، سہد اکبر حسین اکبر، سمٹرا نندن پانت، برج نارائن چکدرست، مہلیری ورسا، سہارام شرن گیت، سہدراکساری چوہان، شہیر حسن خاں جڑھ جڑھ پھلتیس کوئی ایک جگہ بیٹھے ہیں اور بچوں سے بڑھی باتوں کر رہے ہیں.

یہ کتاہ ہر اسکول لائبریری میں ہونا ضروری ہے.

اس طرح کی 'قومی گیت پرائمر' کے لئے گجرات ویدا پھتھ کو پدھائی.

شہر-آو-شایری

اڈیٹر—آوہہ پراساد گوپلی.

سفرے—640. دام آٹھ روپیا.

میلنے کا پتا—بھارتیہ جھانپیٹ، کاشی.

مہا پंडित آو راہول ساंक्रत्यायन की प्रस्तावना ने यह बता दिया है कि यह किताब कितने मौलے की है और कितने काम की है और यह भी उन ही का कहना है कि यह किताब कितने गहरे अध्ययन के बाद लिखी गई है.

चोटी का कोई उरदू शायर नहीं छूट पाया, सभी का नमूना इस किताब में मौजूद है. उन शायरों की जीवनी देकर पाठकों के दिल में यह चाहिरा पैदा करने की कोशिश की गई है कि वह हम की और रचनाओं को मंगाए और पढ़ें.

शहर و شاعری

ایڈیٹر—اڈوہہ پراساد گوپلی.

صفحہ—640. دام آٹھ روپیہ.

میلنے کا پتہ—بھارتیہ جھان پیٹھ، کاشی

مہا پंडित شری راہل سانکرتھائن کی پرستاروں نے یہ بتا دیا ہے کہ یہ کتاہ کتنے موقعے کی ہے اور کتنے کام کی ہے اور یہ بھی اُن ہی کا کہنا ہے کہ یہ کتاہ کتنے گہرے اڈھین کے بعد لکھی گئی ہے.

چوٹی کا کوئی اُردو شاعر نہیں چھوٹ پایا، سبھی کا نمونہ اس کتاہ میں موجود ہے. اُن شاعروں کی جھونی ہے کہ پاتھکوں کے دل میں یہ خواہش پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ اُن کی اور رچناؤں کو ملکاہیں اور پڑھیں.

یہ،

اتل کی چिटی میں سوشیلا اور کوشیلا کا حال لکھا
تیر اس میں بھی انہیں کا حال لکھا جائے گا۔ اور
چیتھوں میں بھی اسی طرح۔ کوشیلا اُس روز سوشیلا
کے گھر شام تک تھری اور سوشیلا نے اُسے پوچھے لکھنے اور
ہر کام تھیک تھیک وقت پر عقل کے مطابق کرنے کے بڑے
فائدے بتائے اور دکھایا کہ سوشیلا نے کبھی کبھی نئی
نئی باتیں اسی طریقے پر چلنے سے سیکھ لیں۔ اُس نے
کوشیلا کو ورزشیں بھی اُنکی طرح کی کرکے دکھائیں۔
کوشیلا نے پوچھا کہ اری تو نے یہ سب باتیں کہاں سے سیکھ
لیں۔ سوشیلا نے کہا کہ یہ سب باتیں کتابوں کے پڑھنے سے
معلوم ہوسکتی ہیں۔ آج کل کے زمانے میں طرح طرح کی
کتابیں ہر ایک قسم کی چوٹی ہوئی ہکتی ہیں۔ جو
کوئی آدمی ان کو پڑھنا سیکھ لے پھر وہ جس کسی بات
یا چہرے کا حال چاہے خود پوچھ کر معلوم کر سکتا ہے۔ کوشیلا
نے کہا کہ میں بھی چاہتی ہوں کہ پڑھنا لکھنا اچھی
طرح آجائے۔ مگر میرا من ہی نہیں لگتا۔ جب میں
پڑھنے لکھنے کو بٹھتی ہوں تو ذرا من نہیں لگتا اور
یہی دل چاہتا ہے کہ جھٹ پٹ سب کچھ ختم ہو جائے
تو جانکر کھولیں۔ سوشیلا نے کہا کہ پڑھنا بھی تو ایک کھیل
ہی ہے اور بڑے تماشے کا کھیل ہے کہ جو کچھ چاہو اُسی کی
بابت پوچھ سکو۔ اگر تم معلوم کرنا چاہتی ہو کہ پھل کیا
چھوڑ ہے کہاں سے آتا ہے اور اُسکے برتن کبوں کو بنتے
ہیں تو کتابوں کے پڑھنے سے معلوم ہوسکتا ہے۔
اگر تم جاننا چاہو کہ پہاڑ کبوں کو بنتے ہیں درخت
کبوں کو اُتتے ہیں چاند میں دھبے دھبے سے کبوں
دکھائی دیتے ہیں مچلے کبوں پرستا ہے اُندھی
کبوں چلتی ہے آدمی کیا ہے جانور کبوں بنے بجلی
کبوں چسکتی ہے اور چراغ کبوں کو جلتا ہے تو یہ سب اور
ہزاروں قسم کی اور باتیں کتابوں کے پڑھنے سے معلوم ہو
سکتی ہیں۔

چوٹکلا

پ—تو نے میرا کلام کبوں توڑا؟

ہا—اسلئے کہ آپ مجھے سزا دیں۔

پ—کیا تو مجھے سزا اچھی معلوم ہوتی ہے؟

ہا—سزا تو اچھی معلوم نہیں ہوتی لیکن

بعد ازاں مجھے کھانے کو مٹھائی دیتی ہیں!

چٹکلا

باپ — تو نے میرا قام کبوں توڑا؟

بچہ — اس لئے کہ آپ مجھے سزا دیں۔

باپ — کیا تجھے سزا اچھی معلوم ہوتی ہے؟

بچہ — سزا تو اچھی معلوم نہیں ہوتی لیکن

سزا کے بعد امان مجھے کھانے کو مٹھائی دیتی ہیں!

راہے،

کال کی بیڈی میں سوشیلا اور کوریلا کا بڑا سا حال لکھا تھا۔ آج بھی انہیں کا اور بڑا سا حال لکھا جاتا ہے۔ ایک دن کوریلا سوشیلا کے گھر گئی۔ کوئی نو دس بجے کا وقت ہوا۔ سوشیلا بنگھی ہوئی اپنا حساب لکھ رہی تھی۔ کوریلا نے جا کر کہا کہ امی کیا کر رہی ہے؟ اٹو چلو اوپر چل کر کھلیں۔ سوشیلا نے کہا کہ میں پہلے اپنا حساب ختم کرلوں پھر کچھ اور کام کروں گی۔ تم بھی دیکھو، تم نے اپنا کل کا حساب لکھ لیا؟ کوریلا نے کہا مجھے تو حساب وساب لکھنا آتا نہیں اور نہ میرا ایسے کاموں میں من لگتا ہے۔ سوشیلا نے کہا کہ واہ حساب لکھنا تو بڑا اچھا من لگاتے والا کام ہے۔ دیکھو میں تو تین برس سے برابر اپنا حساب لکھتی ہوں۔ مجھے دس روپے مہینہ ملتا ہے، اسی میں اپنا سب کرتی ہوں۔ اور میرے پاس سب حساب ایک ایک پیسے کا موجود ہے۔ آج تیسرے سال کا آخری دن ہے اس لئے میں نے سب حساب جوڑ کر جمع کیا ہے۔ مجھے ان برسوں میں کل 360 روپے ملے۔ ان میں سے میں نے کل 110 روپے خرچ کئے ہیں اور باقی 250 روپے بینک میں جمع کرائے ہیں۔ یہ دیکھو میری بینک کی کتاب۔ اس میں 250 روپے تو اصل کے اور 15 روپے سود کے کل 265 روپے لکھے ہوئے ہیں۔ کوریلا نے کہا کہ تو نے روپیہ بینک میں کہوں جمع کروایا؟ کچھ کے کہلے کہوں نہیں؟ بلوائے میرا تو کہلے پہلے کو ہوا من کرتا ہے۔ سوشیلا نے کہا کہ کہلے بلوائے سے کہا فائدہ؟ صفت میں روپیہ فائدہ کرنا ہے۔ میں نے تو پچھلے تین برس میں 10 کتابیں انگریزی کی اور 25 کتابیں ہندی اور اردو کی پڑھی ہیں۔ کہیں بھی کہلے بلوائے کا کچھ فائدہ نہیں پڑھا۔ ہاں نقصان بہت سے ہوئے ہیں۔ نہ میرا ایسی فضول باتوں کے کرنے کے واسطے من چاہتا ہے جن میں نقصان ہی نقصان ہو، فائدہ کچھ بھی نہ ہو۔ کوریلا نے کہا کہ جب سب عورتیں جو برا برا کہلے لگتی ہیں کہ اے یہ لونڈیا تو نری مانس کا لوندا ہے۔ یہ کہلے کہوں نہیں پہنتی۔ کدسی ہری نلکی نلکی معلوم ہوتی ہے۔ اس پر سوشیلا نے کہا کہ پہلے تو مجھے بھی عورتوں کی ایسی باتوں سے برا معلوم ہوتا تھا۔ مگر جب سے میں نے کتابیں میں پڑھا ہے کہ جب کبھی کوئی آدمی کوئی نہ کیا کلم کرتا ہے، تو چاہے جتنا اچھا کام کہوں نہ ہو، جو آدمی لکھنے کے فائدہ ہوتے ہیں وہ اُسے ضرور برا کہتے ہیں، تب سے میں نے اچھے من کو سمجھا لیا کہ لوگوں کے برا بھلا کہلے پر کبھی نہ جانا چاہئے، بلکہ جو بات عقل کے مطابق ہو وہ کرنی چاہئے۔

واہ

کال کی بیڈی میں سوشیلا اور کوریلا کا بڑا سا حال لکھا تھا۔ آج بھی انہیں کا اور بڑا سا حال لکھا جاتا ہے۔ ایک دن کوریلا سوشیلا کے گھر گئی۔ کوئی نو دس بجے کا وقت ہوا۔ سوشیلا بنگھی ہوئی اپنا حساب لکھ رہی تھی۔ کوریلا نے جا کر کہا کہ امی کیا کر رہی ہے؟ اٹو چلو اوپر چل کر کھلیں۔ سوشیلا نے کہا کہ میں پہلے اپنا حساب ختم کرلوں پھر کچھ اور کام کروں گی۔ تم بھی دیکھو، تم نے اپنا کل کا حساب لکھ لیا؟ کوریلا نے کہا مجھے تو حساب وساب لکھنا آتا نہیں اور نہ میرا ایسے کاموں میں من لگتا ہے۔ سوشیلا نے کہا کہ واہ حساب لکھنا تو بڑا اچھا من لگاتے والا کام ہے۔ دیکھو میں تو تین برس سے برابر اپنا حساب لکھتی ہوں۔ مجھے دس روپے مہینہ ملتا ہے، اسی میں اپنا سب کرتی ہوں۔ اور میرے پاس سب حساب ایک ایک پیسے کا موجود ہے۔ آج تیسرے سال کا آخری دن ہے اس لئے میں نے سب حساب جوڑ کر جمع کیا ہے۔ مجھے ان برسوں میں کل 360 روپے ملے۔ ان میں سے میں نے کل 110 روپے خرچ کئے ہیں اور باقی 250 روپے بینک میں جمع کرائے ہیں۔ یہ دیکھو میری بینک کی کتاب۔ اس میں 250 روپے تو اصل کے اور 15 روپے سود کے کل 265 روپے لکھے ہوئے ہیں۔ کوریلا نے کہا کہ تو نے روپیہ بینک میں کہوں جمع کروایا؟ کچھ کے کہلے کہوں نہیں؟ بلوائے میرا تو کہلے پہلے کو ہوا من کرتا ہے۔ سوشیلا نے کہا کہ کہلے بلوائے سے کہا فائدہ؟ صفت میں روپیہ فائدہ کرنا ہے۔ میں نے تو پچھلے تین برس میں 10 کتابیں انگریزی کی اور 25 کتابیں ہندی اور اردو کی پڑھی ہیں۔ کہیں بھی کہلے بلوائے کا کچھ فائدہ نہیں پڑھا۔ ہاں نقصان بہت سے ہوئے ہیں۔ نہ میرا ایسی فضول باتوں کے کرنے کے واسطے من چاہتا ہے جن میں نقصان ہی نقصان ہو، فائدہ کچھ بھی نہ ہو۔ کوریلا نے کہا کہ جب سب عورتیں جو برا برا کہلے لگتی ہیں کہ اے یہ لونڈیا تو نری مانس کا لوندا ہے۔ یہ کہلے کہوں نہیں پہنتی۔ کدسی ہری نلکی نلکی معلوم ہوتی ہے۔ اس پر سوشیلا نے کہا کہ پہلے تو مجھے بھی عورتوں کی ایسی باتوں سے برا معلوم ہوتا تھا۔ مگر جب سے میں نے کتابیں میں پڑھا ہے کہ جب کبھی کوئی آدمی کوئی نہ کیا کلم کرتا ہے، تو چاہے جتنا اچھا کام کہوں نہ ہو، جو آدمی لکھنے کے فائدہ ہوتے ہیں وہ اُسے ضرور برا کہتے ہیں، تب سے میں نے اچھے من کو سمجھا لیا کہ لوگوں کے برا بھلا کہلے پر کبھی نہ جانا چاہئے، بلکہ جو بات عقل کے مطابق ہو وہ کرنی چاہئے۔

توہا کرتی تھی، اور سوتے وقت پورا ہراوا کر لیتی تھی۔ کبھی کبھار چاہے کچھ ہی ہو ڈیک پاچ بچے اٹھیں گی۔ اس واسطے جہاں پاچ بچے وہاں فوراً اُسکی آنکھ کھل جاتی تھی اور وہ فوراً اُٹھ اپنا بستر اُتار کر بسترے دکھانے کی جو جگہ مقرر کر رکھی تھی وہاں دیکھ فوراً نہا دھو کر کھڑے پہن، چوٹی گندھوا کر، ورزش کر پوہلے کو پوہلے جاتی تھی۔ چھ بجے سے نو بجے تک برابر پوہتی تھی، پھر کھانا کھا کر جو جو چٹوہاں کسی کے پاس سے آتی تھیں سب کا روز جواب دے دیتی تھی۔ پھر بارہ بجے تک کھیلتی تھی اور پھر روٹی کھا، مہلے بٹلے وغیرہ کا کام توں بچے تک کرتی تھی۔ اس کے شام تک کا وقت اچھے اچھے کھیلوں میں جن سے عقل آئے، ہوا خوری میں اچھی اچھی کھانیاں پوہلے میں اور عقل مند کی اور باتوں کرنے میں گذارتی تھی۔ اور اسی وقت میں کھانا پلانا بھی روز سوکھا کرتی تھی۔ اور اس طرح روز بروز زیادہ عقل مند ہوتی جاتی تھی۔ بہت سی کتابیں پڑھ لی تھیں اور ہوشہ خورش دھتی تھی۔

مگر اسکی بھیلی کوشیہ کو اُسکی ماں نے کچھ ہی نہ سکھایا تھا۔ اس واسطے جب سویرا ہوتا تو اسکا من بسترے پر سے اُٹھنے کو ہی نہیں کرتا تھا۔ اس واسطے جاگ پڑنے کے بعد ہی بہت دیر تک ایلندا کرتی تھی۔ بڑی مشکل سے جب سب اُٹھ کر اپنے اپنے کام میں لگ جاتے تھے تب اُٹھتی تھی۔ اُٹھنے کے بعد بچانے اس کے کہ جہت پٹ نہا دھو کر کام سے لک، ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر پھرتی پھرتی تھی۔ کبھی کھاری کے پاس جا کر اُسکے مسائل پوہلے کا تماشہ دیکھنے لگتی۔ کبھی کوئی بچہ روتا ہوا تو اُسکو اُٹھا لیا۔ کبھی کسی سے یوں ہی راہی تو راہی باتوں میں لگ گئی۔ نہ نہانے دھونے کا وقت مقرر نہ چوٹی گندھوانے کا۔ اور ورزش کرنے کا تو ذکر ہی نہ تھا۔ فرض اس طرح کبھی اُٹھ بچے نہاتی تھی کبھی نو بجے اور کبھی نہاتی ہی نہیں تھی۔ کبھی کسی نے بہت نہا تو کچھ پوہ لیا، ورنہ اُسی طرح سست پوہتے دھلے یا اُلٹی سیدھی باتیں کرنے یا کسی ہانک سے کھیلنے میں وقت ضائع کرتی تھی۔ نہ پوہلنا لکھنا اچھی طرح سوکھا تھا نہ سہلا پڑنا نہ کھانا پلانا۔ ایک دن جو ترکاری بٹلے بھٹی تو دیکھا نمک ڈال دیا اور ترکاری بالکل کچی وہ گئی، سب پوک گئی۔ چٹھی اتر اُس کے پاس کوئی بھیجتا تھا تو کبھی اُسکا جواب نہیں دیتی تھی چاہے کوئی کتنا ہی لکھ کہ ضرور جواب دینا۔ کیونکہ جب کوئی چٹھی آتی تھی تو جلدی سے پوہ کر جہاں پوہا وہیں چوڑ کھل میں یا کسی اور بات میں لگ جاتی تھی۔ اور چٹھی ادھر ادھر ہو جاتی تھی، پھر جواب کہوں کر دیتی۔

بچوں کی دنیا

بچوں کی دنیا

ماہیو، بھنو،

بھائیو، بھائیو

میں نے جولائی نمبر میں آپ سے वायदा किया था कि आप को यह बता दिया जायगा कि नीचे दिये पत्र किस पिता ने किस बेटी को लिखे थे. तो सुनिये, वह भाग्यवान लड़की श्रीमती राधा रानी थी और उनके वह पिता दिल्ली के बाइजपत और बहुतों के जाने पहचाने नागर स्वर्गीय श्री राधिका नारायन थे.

हमें असोस है कि बहुत तलाश करने पर भी इस सिलसिले की सब से पहली चिट्ठियां हमें नहीं मिल सकीं. अब यह सिलसिला 7 जून 1906 से शुरू होता है. नीचे कुछ चिट्ठियां दी जाती हैं जिन में एक कहानी कह कर बच्चों की अच्छी और बुरी तालीम में फर्क बताया गया है.

आपकी दीदी
योग माया

میں نے جولائی نمبر میں آپ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ کو یہ بتا دیا جائے گا کہ نیچے دیئے پتر کس نے کس بیٹی کو لکھے تھے. تو سنئے، وہ بھائیوں لڑکی شریمستی رادھا رانی تھیں اور ان کے وہ بتا دای کے با عورت اور بہنوں کے جانے پہچانے ناگر سورگیہ شری رادھیکا نارائن تھ.

ہمیں اسوس ہے کہ بہت تلاش کرنے پر بھی اس سلسلے کی سب سے پہلی چٹھیوں میں ہمیں نہیں مل سکے. اب یہ سلسلہ 7 جون 1906 سے شروع ہوتا ہے. نیچے کچھ چٹھیاں دی جاتی ہیں جن میں ایک کہانی کہہ کر بچوں کی اچھی اور بری تعلیم میں فرق بتایا گیا ہے.

آپ کی دیدی
یوگ مایا

سوشیلا اور کوشیلا

سوشیلا اور کوشیلا

کھوڑ

کھوڑ

7-6-'06

7-6-'06

راہے،

راہے،

کال کی چٹھی میں ایک بڑی ماں اور اس کے بچے کا حال لکھا گیا تھا. آج دو لڑکیوں کا حال سنا جن میں سے ایک کی ماں تو بہت بے پرواہ اور سست تھی اور دوسری کی ماں بڑی ہوشیار اور عقل مند تھی. ایک لڑکی کا نام کوشیلا تھا اور دوسری کا سوشیلا. دونوں ایک ہی گلی میں رہتی تھیں اور ایک دوسرے کی بہنیں تھیں. سوشیلا کو تو اس کی ماں نے چھتھن ہی سے بڑی اچھی اچھی عادتیں ڈالی تھیں. اس واسطے وہ روز گرمیوں میں پانچ بجے اور جازوں میں چھ بجے اٹھا کرتی تھی. ایک گھڑی اس کے پاس تھی، وہ اپنے سرہانے دیکھ کر

کال کی چٹھی میں ایک بڑی ماں اور اس کے بچے کا حال لکھا تھا. آج دو لڑکیوں کا حال سنا جن میں سے ایک کی ماں تو بہت بے پرواہ اور سست تھی اور دوسری کی ماں بڑی ہوشیار اور عقل مند تھی. ایک لڑکی کا نام کوشیلا تھا اور دوسری کا سوشیلا. دونوں ایک ہی گلی میں رہتی تھیں. اور ایک دوسرے کی بہنیں تھیں. سوشیلا کو تو اس کی ماں نے چھتھن ہی سے بڑی اچھی اچھی عادتیں ڈالی تھیں. اس واسطے وہ روز گرمیوں میں پانچ بجے اور جازوں میں چھ بجے اٹھا کرتی تھی. ایک گھڑی اس کے پاس تھی، وہ اپنے سرہانے دیکھ کر

شریमान سمجھیں گے اور کمیونسٹ سمجھیں گے تو سارا کام
سنبھال ہوگا۔ یہ تو میں کمیونسٹوں کا ہی کام کر رہا ہوں۔
یہ ایک پہچر ہے، اُس پہچر کو ڈالتا ہوں۔ اور پھر اُس پر قانون
کا ہتھوڑا پڑے گا۔ ہمارا کام صرف قانون سے نہیں ہوگا، اگر یہ
پہچر کام نہیں دیکھی۔ اِس کی شروعات ہوتی ہے دان سے اور
خاتمہ ہوتا ہے قانون سے۔ اور کمیونسٹ شروعات کریں
گئے لاتھی سے اور خاتمہ کریں گے قانون سے۔ آخر میں
قانون سے خاتمہ وہ بھی کریں گے، میں بھی کرونگا، لیکن
شروعات میں میں پریم اور دان چاہتا ہوں، اور وہ لاتی
اور لوٹ چاہتے ہیں۔

—بینوہا

—ونہا

راجپتی کی رائے

(ہندوستانی پرچار سبھا بمبئی کے کام کے بارے میں)

گورنمنٹ ہاؤس، بمبئی۔

26. 5. '51

مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ ہندوستانی
پرچار سبھا اپنا نیک کام اسکولوں میں پڑنے والوں اور
بالیوں کے لیے، اپنے پرچارکوں کے ذریعے کلاسوں کھول کھول کر
برابر کر رہی ہے۔ ہندوستانی کا راستہ باپو کے دل کو
بہت بھارا تھا۔ اور اُن کی بڑی آرزو تھی کہ ہم میں سے
ہر ایک، ہندوستانی دونوں لکھاوتوں میں سیکھ لے۔ اِس
لئے یہ باپو کے تعمیری کاموں کا ضروری اور نہایت اہم حصہ
ہے، اور اُن سب کو جو اس مہدان میں کام کر رہے ہیں،
مبارک باد دینا چاہئے۔

ہندی کو ہند یونین کی سرکاری زبان مان
لینے کا یہ मतलब نہیں ہے کہ بالیوں کو اور اسکولوں میں،
نیجی تौर پر دونوں لکھاوتوں میں ہندوستانی سیکھانے کے
کام کو کسی तरह بھی روکا جائے۔

سچ تو یہ ہے کہ ہند یونین کے آرڈین (سंविधान)
میں جیس ہندی کا ذکر کیا گیا ہے، وہ دراصل وہی زبان
ہے جسے مہاتما گاندھی ہندوستانی کہتے تھے۔ جنہیں
دونوں چھڑیں سیکھنے کا موقع مل سکے، وہ بے شک
پرہیزگاری طریقے سے رشتہ بھاشا کو اچھی طرح پر زور اور
لچکدار بات چیت کا ذریعہ بنائے میں مدد دے سکیں گے۔
میں اسے کام کرنے والوں کی کوششوں کی پوری کامیابی
چاہتا ہوں۔

—راجندر پرساد

—راجندر پرساد

(‘منگل پربھات’ سے)

(‘منگل پربھات’ سے)

لوگ کہیں گے کہ جس کے پاس پانچ پانچ ہزار ایکڑ زمین ہوئی ہے، وہ سو ایکڑ زمین دیتا ہے تو اس سے کہا ہوگا؟ تو میں کہتا ہوں کہ ذرا صبر رکھو، ابھی 5 ہزار میں سے جو سو دیتا ہے، وہ پریم سے دیتا ہے تو میں لوں گا اور باقی کے چار ہزار سو ایکڑ بھی میرے ہی ہیں۔ جب یہ لوگ دیکھیں گے کہ ہم زمین دیتے جاتے ہیں غریبوں کو، اس سے غریبوں کا پریم ہی ہم کو ملتا ہے، تو پھر وہ خود کہیں گے کہ اور بھی لے لو۔

لیکن دوسرے قدم میں سب لے لینے والا ہوں تو پھر کمونسٹ ہم کو کہیں گے، کوسا بھولا آدمی ہے! لیکن اُن کو میں کہوں گا کہ بھولا میں نہیں ہوں، میرا دماغ میں جانتا ہوں۔ ایک دفعہ تھوڑی بھانپنا، تھوڑا واناوڑ ہونے دو کہ زمین غریبوں کو دینے میں فائدہ ہے، پھر ایک دفعہ واناوڑ تیار ہو جائے گا تو قانون میں کڑیوں کا۔ پھر وہ نہیں دیکھنے والا کہ آج سو ایکڑ ہوں، پانچ سال کے بعد اور 100 ایکڑ ملے گی، اور پھر پانچ سال کے بعد باقی 100 ایکڑ ملے گی۔ ایسے چار ہزار ملنے میں تو سو برس چلے جائیں گے۔ بات ایسی ہے کہ ہوا بدل جاتی، چاہئے اور ہوا بدل جاتی ہے تو قانون اُس کے ساتھ آتا ہی ہے۔ لیکن میں واناوڑ تیار کروں تو قانون کو لوگ پسند کریں گے۔ باپ ایسا ہی تو کرتا ہے۔ بچے کو مٹھائی کھانا ہے، لیکن مٹھائی دیتا ہے تو وہ پریم سے دیتا ہے اور طماچہ لگاتا ہے تو پریم سے لگاتا ہے۔ اور جو کڑی لوتلے کے لئے آتے ہیں، وہ بچے کو مٹھائی کھاتے تو ہوں، پر وہ پریم کی مٹھائی نہیں ہوتی۔ لیکن ماما جو طماچہ لگاتی ہے، وہ پریم کا ہوتا ہے۔ میں تو زمین لیتا ہوں، وہ پریم سے لیتا ہوں۔ مجھے تو تعجب لگتا ہے کہ جہاں میں جاتا ہوں، وہاں لوگ زمین دینے کے لئے کہیں تیار ہوتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کیا یہ گاندھی جی کی کرامات ہے؟ لوگ جانتے ہیں کہ یہ گاندھی جی کا آدمی ہے تو پریم سے دینے کو تیار ہوتے ہیں۔ لیکن اتنی ہی بات نہیں ہے، اور بھی بات ہے۔ گاندھی جی کی کرامات ہے، لیکن پرمیشور کی بھی کرامات ہے۔ پرمیشور کی مہما ہے کہ اتنی ساری زمین اپنے ہاتھ میں رکھ کر کوئی لے جانے والا نہیں ہے، ایسا لوگ جانتے ہیں۔ آخر اتنی زمین کو وہ خد بھی تو نہیں کر سکتے ہیں۔ اسی لئے اتنی زمین اپنے ہاتھ میں رکھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے، یہ بات اُن کے دھیان میں آگئی۔ اس لئے آج میں وامن اوتار ہو گیا اور کہتا ہوں کہ زمین

دے دو۔ توں قدم دیکھتے تو بھی بس ہے۔ لیکن مجھے جو سو ایکڑ ملے ہیں، اتنے ہی میرے نہیں ہوں۔ وہ جو چار ہزار ایکڑ مجھے ہوں، وہ سارے میرے ہی ہیں۔ پرمیشور وامن کے تین قدموں میں سارا تریدہوں آگیا، ویسا یہ معاملہ ہے۔ تو یہ ساری خوبی اگر غریب لوگ سمجھیں گے

دے دو۔ توں قدم دیکھتے تو بھی بس ہے۔ لیکن مجھے جو سو ایکڑ ملے ہیں، اتنے ہی میرے نہیں ہوں۔ وہ جو چار ہزار ایکڑ مجھے ہوں، وہ سارے میرے ہی ہیں۔ پرمیشور وامن کے تین قدموں میں سارا تریدہوں آگیا، ویسا یہ معاملہ ہے۔ تو یہ ساری خوبی اگر غریب لوگ سمجھیں گے

لیکن تیسرے قدم میں سب لے لینے والا ہوں

تو پھر کمونسٹ ہم کو کہیں گے، کوسا بھولا آدمی ہے! لیکن انکو میں کہوں گا کہ بھولا میں نہیں ہوں، میرا دماغ میں جانتا ہوں۔ ایک دفعہ تھوڑی بھانپنا، تھوڑا واناوڑ ہونے دو کہ زمین غریبوں کو دینے میں فائدہ ہے؛ پھر ایک دفعہ واناوڑ تیار ہو جائیگا تو کانون میں کرا لؤں گا۔ پھر راہ نہیں دیکھنے والا کہ آج سو ایکڑ ہوں، پانچ سال کے بعد اور 100 ایکڑ ملے گی، اور پھر پانچ سال کے بعد باقی 100 ایکڑ ملے گی۔ ایسے چار ہزار ملنے میں تو سو برس چلے جائیں گے۔ بات ایسی ہے کہ ہوا بدل جاتی، چاہئے اور ہوا بدل جاتی ہے تو قانون اُس کے ساتھ آتا ہی ہے۔ لیکن میں واناوڑ تیار کروں تو قانون کو لوگ پسند کریں گے۔ باپ ایسا ہی تو کرتا ہے۔ بچے کو مٹھائی کھانا ہے، لیکن مٹھائی دیتا ہے تو وہ پریم سے دیتا ہے اور طماچہ لگاتا ہے تو پریم سے لگاتا ہے۔ اور جو کڑی لوتلے کے لئے آتے ہیں، وہ بچے کو مٹھائی کھاتے تو ہوں، پر وہ پریم کی مٹھائی نہیں ہوتی۔ لیکن ماما جو طماچہ لگاتی ہے، وہ پریم کا ہوتا ہے۔ میں تو زمین لیتا ہوں، وہ پریم سے لیتا ہوں۔ مجھے تو تعجب لگتا ہے کہ جہاں میں جاتا ہوں، وہاں لوگ زمین دینے کے لئے کہیں تیار ہوتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کیا یہ گاندھی جی کی کرامات ہے؟ لوگ جانتے ہیں کہ یہ گاندھی جی کا آدمی ہے تو پریم سے دینے کو تیار ہوتے ہیں۔ لیکن اتنی ہی بات نہیں ہے، اور بھی بات ہے۔ گاندھی جی کی کرامات ہے، لیکن پرمیشور کی بھی کرامات ہے۔ پرمیشور کی مہما ہے کہ اتنی ساری زمین اپنے ہاتھ میں رکھ کر کوئی لے جانے والا نہیں ہے، ایسا لوگ جانتے ہیں۔ آخر اتنی زمین کو وہ خد بھی تو نہیں کر سکتے ہیں۔ اسی لئے اتنی زمین اپنے ہاتھ میں رکھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے، یہ بات اُن کے دھیان میں آگئی۔ اس لئے آج میں وامن اوتار ہو گیا اور کہتا ہوں کہ زمین

कम्युनिस्ट जो काम चाहते हैं, वही मैं कर रहा हूँ।

जो जिस्म है, वह मेरा रूप नहीं है, मैं तो भगवान की चमक हूँ और यह एक बोला पहना है, तो वह भी निडर हो सकता है। अगर वह यह समझे कि हम तो भगवान की चमक हैं और यह शरीर ऊपर ऊपर का हमारा एक कपड़ा है, हम भगवान के प्रकाश भर ही हैं, तो हिम्मत आ जायगी। लोग मानते हैं कि हाथ में बंदूक आएगी तो हिम्मत आती है, लेकिन यह बिलकुल गलत खयाल है।

मेरा और उनका तरीका

यही देखो न कि कम्युनिस्टों ने विचार किया कि गरीब लोगों की सेवा करें। उनका विचार तो अच्छा है, लेकिन उन्होंने जो तरीका अलतियार किया है, उससे किसानों का कोई लाभ नहीं हो रहा है, बल्कि किसान डर गए हैं। गांधी जी हम लोगों में आए और उन्होंने हम को हिम्मत दी। वह आप लोगों ने देखा। अंगरेजों ने हमारे हाथ से हथियार छीन लिये थे तो गांधी जी ने कहा कि हमें हथियार का कोई इस्तेमाल नहीं। और सत्याग्रह को लड़ाई में जहाँ तक लोगों ने देखा, औरतें जो कभी घर से बाहर नहीं निकली थीं, उन्होंने भी अपनी जान खतरे में डाली और हिन्दुस्तान ने ऐसा कमाल देखा कि हजारों स्त्रियाँ बाहर आ गईं। मतलब उसका यह हुआ कि औजारों की ताकत कोई ताकत नहीं है, आत्मा की ताकत ही सच्ची ताकत है। लेकिन कम्युनिस्टों का अभी तक आत्मा की ताकत पर विश्वास नहीं बैठा, वह औजारों पर ही भरोसा रखे हुए हैं। अगर वह औजारों पर भरोसा रखते हैं तो वे देखेंगे कि हिन्दुस्तान के लोग उनके बारे में कोई हमदर्दी नहीं रखते। लेकिन अगर वे हथियारों का विश्वास छोड़ दें और आत्म-शक्ति पर विश्वास रखें तो वे देखेंगे कि मैं भी उनके साथ में शामिल होता हूँ। फिर मैं कहूँगा कि मैं भी एक कम्युनिस्ट हूँ और तुम भी कम्युनिस्ट हो ता दोनों मिल कर हिन्दुस्तान की सेवा करेंगे। लेकिन उन लोगों का तरीका अभी तक यह रहा कि वे एक-एक गाँव में फूट डालते हैं और मेरा तरीका यह होगा कि सारे गाँव को मैं एक बनाऊँगा। वह एक ही गाँव में एक घर वाले को दूसरे घर वाले के साथ लड़ाएँगे, मैं सब गाँव वालों को एक करूँगा।

वामनावतार का पहला क्रदम

अभी देखिये न कि मैं एक छोटे गाँव से हो आया, उस गाँव को लूट कर आया हूँ। उस गाँव में 50 एकड़ जमीन एक मालदार भाई से गरीबों को दिलवाई। उसके पहले भी 8 गाँवों में इसी तरह 100 एकड़, 75 एकड़ जमीन लोगों से ली और गरीबों को दिलवाई। आज आपके गाँव को भी कुछ लूटने वाला हूँ। लेकिन यह कम्युनिस्ट

जो काम चाहते हैं, वही मैं कर रहा हूँ।

जो जिस्म है, वह मेरा रूप नहीं है, मैं तो भगवान की चमक हूँ और यह एक बोला पहना है, तो वह भी निडर हो सकता है। अगर वह यह समझे कि हम तो भगवान की चमक हैं और यह शरीर ऊपर ऊपर का हमारा एक कपड़ा है, हम भगवान के प्रकाश भर ही हैं, तो हिम्मत आ जायगी। लोग मानते हैं कि हाथ में बंदूक आएगी तो हिम्मत आती है, लेकिन यह बिलकुल गलत खयाल है।

मेरा और उनका तरीका

यही देखो न कि कम्युनिस्टों ने विचार किया कि गरीब लोगों की सेवा करें। उनका विचार तो अच्छा है, लेकिन उन्होंने जो तरीका अलतियार किया है, उससे किसानों का कोई लाभ नहीं हो रहा है, बल्कि किसान डर गए हैं। गांधी जी हम लोगों में आए और उन्होंने हम को हिम्मत दी। वह आप लोगों ने देखा। अंगरेजों ने हमारे हाथ से हथियार छीन लिये थे तो गांधी जी ने कहा कि हमें हथियार का कोई इस्तेमाल नहीं। और सत्याग्रह को लड़ाई में जहाँ तक लोगों ने देखा, औरतें जो कभी घर से बाहर नहीं निकली थीं, उन्होंने भी अपनी जान खतरे में डाली और हिन्दुस्तान ने ऐसा कमाल देखा कि हजारों स्त्रियाँ बाहर आ गईं। मतलब उसका यह हुआ कि औजारों की ताकत कोई ताकत नहीं है, आत्मा की ताकत ही सच्ची ताकत है। लेकिन कम्युनिस्टों का अभी तक आत्मा की ताकत पर विश्वास नहीं बैठा, वह औजारों पर ही भरोसा रखे हुए हैं। अगर वह औजारों पर भरोसा रखते हैं तो वे देखेंगे कि हिन्दुस्तान के लोग उनके बारे में कोई हमदर्दी नहीं रखते। लेकिन अगर वे हथियारों का विश्वास छोड़ दें और आत्म-शक्ति पर विश्वास रखें तो वे देखेंगे कि मैं भी उनके साथ में शामिल होता हूँ। फिर मैं कहूँगा कि मैं भी एक कम्युनिस्ट हूँ और तुम भी कम्युनिस्ट हो ता दोनों मिल कर हिन्दुस्तान की सेवा करेंगे। लेकिन उन लोगों का तरीका अभी तक यह रहा कि वे एक-एक गाँव में फूट डालते हैं और मेरा तरीका यह होगा कि सारे गाँव को मैं एक बनाऊँगा। वह एक ही गाँव में एक घर वाले को दूसरे घर वाले के साथ लड़ाएँगे, मैं सब गाँव वालों को एक करूँगा।

वामनावतार का पहला क्रदम

अभी देखिये न कि मैं एक छोटे गाँव से हो आया, उस गाँव को लूट कर आया हूँ। उस गाँव में 50 एकड़ जमीन एक मालदार भाई से गरीबों को दिलवाई। उसके पहले भी 8 गाँवों में इसी तरह 100 एकड़, 75 एकड़ जमीन लोगों से ली और गरीबों को दिलवाई। आज आपके गाँव को भी कुछ लूटने वाला हूँ। लेकिन यह कम्युनिस्ट

وہیں کھانا کھاتے ہیں تو پولیس ہمیں ڈراتی ہے۔ اگر ہم کمیونسٹوں کو کھانا نہیں کھاتے ہیں تو وہ مار ڈالتے یا قتل دیتے ہیں۔ اس طرح رات میں کمیونسٹوں سے خوف ہوتی ہے، دن میں پولیس والوں سے۔ ایسی صورت میں ہمیں کھا کرنا چاہئے؟

نقدِ تاریخی طاقت پیدا کھائے

نقدِ تاریخی طاقت پیدا کھائے

ہم نے کہا کہ آپ لوگوں کو نقد بدلانے کے لئے ہی میں آیا ہوں۔ اگر کوئی زبردستی سے آپ کے گھر میں گھس کر کھانا مانگتا ہے تو اس کو کھانے کی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ذمہ داری تو ہم پر نہیں ہے، لیکن وہ ہم کو مار ڈالیں گے تو ہم کیا کریں گے؟ میں نے ان کو سمجھایا کہ پرمشور نے جس کا مونا آج لکھ رکھا ہے، اس کا دنا کبھی تلنے والا نہیں ہے۔ اور اگر اس نے ہمارا مونا آج نہیں لکھا ہے تو کوئی کمیونسٹ ہم کو مار سکتا۔ والے نہیں۔ تو آپ لوگوں کو مرنے کا قدر چھوڑنا چاہئے۔ جو لوگ مرنے سے ڈرتے ہیں، وہ زندہ نہیں ہوں، لیکن مرنے چکے ہیں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی یہاں دھمکے والا نہیں ہے، سارے کے سارے جانے والے ہیں۔ جب پرمشور کا بلوا اٹھا ہے تو ہر ایک کو جانا ہی پڑتا ہے۔ اس لئے کوئی ہمدردی کے ہمارے سامنے آئے گا تو اُسکے سامنے چھاتی کھلی کرنے کی ہمت ہم میں ہونی چاہئے۔ وہ اگر مارنے کے لئے آئے گا اور اگر وہ بھی ہمارا بھائی ہوگا تو اس پر من میں دیا ہونی چاہئے اور اُسکے ساتھ شانتی سے کھڑے ہو جانا چاہئے اور کھانا چاہئے کہ بھائی، زبردستی سے کوئی چھوڑ مانگتے ہو تو ہم دیلمے والے نہیں ہوں، ہم کو قتل کر کے جو لوہا ہے، وا لے جاؤ۔ جب ہم لوگ اس دنیا کو چھوڑ کر جاتے ہیں تو یہاں کا سارا سر انجام ساتھ لے کر نہیں جاتے ہیں۔ یہ جو نقد کی طاقت ہے، خونی لوگوں کا سامنا کرنے کی طاقت ہے، وہ طاقت ہم لوگوں میں ہونی چاہئے۔

ہمت ہمدردی میں نہیں ہوتی!

ہمت ہمدردی میں نہیں ہوتی!

ہمت ہمدردی میں نہیں ہوتی!

آج ایک بھائی نے کہا کہ "آندھر میں کا کتوہ حکومت تھی اُسکے بعد 700،800 سال ہوئے، اس زمین میں کوئی بہادر انسان ہی پیدا نہیں ہوا۔ لیکن کسانوں میں سے کتنے ہی ایسے پیدا ہوئے ہونگے، جنہوں نے مصیبتوں کا سامنا کیا ہوگا۔ ان کا اتھاس لکھنے والا توڑے ہی کوئی ملے؟ اس سے ہم کو نا اُمید نہیں ہونا چاہئے، بلکہ کسان کو اپنی طاقت کھا ہے، اس کا انداز ہونا چاہئے۔ آپ نے پرمشور کا چتر حلا ہے۔ وہ چھوٹا سا بچہ تھا، لیکن اُس نے ہرنیہ کشپ کا سامنا کیا۔ اتنا ایک چھوٹا سا بچہ بھی اگر یہ سمجھ کہ یہ

मानے हुए नेता और सारे रास्ते के प्यारे तो हैं ही। हकूमत करने वाली पार्टी और साथ ही उसकी विरोधी पार्टी दोनों का नेता होने की अनोखी इच्छत उन्हें हासिल है, या हालत को दूसरी निगाह से देखते हुए इसे उनकी बड़ी कमनसीबी भी कहा जा सकता है। केवल तमाराबीन को यह हालत कितनी ही मजेदार क्यों न मालूम हो, लेकिन हम लोगों के लिये तो—जिनकी तकदीर इन नेताओं के साथ जुड़ी हुई है—यह वतनी ही बड़ी दर्दनाक और तकलीफ देह है, जितनी कि अयोध्या की जनता के लिये दशरथ के दरबार में चलनेवाली कैदई की साजिशें थीं।

क्या इस दर्दनाक चीज से बचा नहीं जा सकता ? खुदी को मिटाने और सीधी तरह सोचने से बिगड़ी हुई हालत को सुधारा जा सकता है। भगवान हम में से हर एक को यह ताकत दे।

—कि० घ० मरारुवाला

‘सर्बोदय’ से

कम्युनिस्ट जो काम चाहते हैं, वही मैं कर रहा हूँ !

भाइयो और बहनो,

आज मैं आपके गाँव में आया और मैंने सुना कि कल पुलिस आपके वहाँ से चार लोगों को गिरफ्तार करके ले गई है। मैं सुनता हूँ कि जिन लोगों को पकड़ा है, उनके बारे में यह शंका है कि उन लोगों ने कम्युनिस्टों को कुछ मदद पहुँचाई। पुलिस को इस तरह शंका आई और इन लोगों को बह ले गए, इससे हमको डरना नहीं चाहिये। पुलिस वाले अपना काम करते हैं। आप लोगों को यह ध्यान में रखना चाहिये कि पुलिस आपकी मदद के लिये है, आपको तकलीफ देने के लिये नहीं। जो लोग गिरफ्तार हुए हैं, उन लोगों ने कम्युनिस्टों की मदद की होगी तो कम्युनिस्टों के डर से की होगी या उनके साथ हमदर्दी रखने के कारन की होगी। यह कोई न समझे कि यह लोग जो पकड़े गए हैं, सारे के सारे गुनहगर होंगे। वह अगर बिना डर के जो कुछ हुआ है, पुलिस वालों को सुनाएंगे तो मैं उम्मीद करता हूँ कि उन्हें भी कोई तकलीफ नहीं होगी।

दोनों तरफ़ डर

आज एक नौजवान हम से मिलने आए थे। उन्होंने एक ख़ास पूछा कि कम्युनिस्ट आते हैं, हमको घमकाते हैं। हम

माने वाले नेता और सारे रास्ते के प्यारे तो हैं ही। हकूमत करने वाली पार्टी और साथ ही उसकी विरोधी पार्टी दोनों का नेता होने की अनोखी इच्छत उन्हें हासिल है, या हालत को दूसरी निगाह से देखते हुए इसे उनकी बड़ी कमनसीबी भी कहा जा सकता है। केवल तमाराबीन को यह हालत कितनी ही मजेदार क्यों न मालूम हो, लेकिन हम लोगों के लिये तो—जिनकी तकदीर इन नेताओं के साथ जुड़ी हुई है—यह वतनी ही बड़ी दर्दनाक और तकलीफ देह है, जितनी कि अयोध्या की जनता के लिये दशरथ के दरबार में चलनेवाली कैदई की साजिशें थीं।

क्या इस दर्दनाक चीज से बचा नहीं जा सकता ? खुदी को मिटाने और सीधी तरह सोचने से बिगड़ी हुई हालत को सुधारा जा सकता है। भगवान हम में से हर एक को यह ताकत दे।

—क० ड० मरारुवाला

‘सर्बोदय’ से

कम्युनिस्ट जो काम चाहते हैं, वही मैं कर रहा हूँ !

भाइयो और बहनो,

आज मैं आपके गाँव में आया और मैंने सुना कि कल पुलिस आपके वहाँ से चार लोगों को गिरफ्तार करके ले गई है। मैं सुनता हूँ कि जिन लोगों को पकड़ा है, उनके बारे में यह शंका है कि उन लोगों ने कम्युनिस्टों को कुछ मदद पहुँचाई। पुलिस को इस तरह शंका आई और इन लोगों को बह ले गए, इससे हमको डरना नहीं चाहिये। पुलिस वाले अपना काम करते हैं। आप लोगों को यह ध्यान में रखना चाहिये कि पुलिस आपकी मदद के लिये है, आपको तकलीफ देने के लिये नहीं। जो लोग गिरफ्तार हुए हैं, उन लोगों ने कम्युनिस्टों की मदद की होगी तो कम्युनिस्टों के डर से की होगी या उनके साथ हमदर्दी रखने के कारन की होगी। यह कोई न समझे कि यह लोग जो पकड़े गए हैं, सारे के सारे गुनहगर होंगे। वह अगर बिना डर के जो कुछ हुआ है, पुलिस वालों को सुनाएंगे तो मैं उम्मीद करता हूँ कि उन्हें भी कोई तकलीफ नहीं होगी।

दोनों तरफ़ डर

आज एक नौजवान हम से मिलने आये थे। उन्होंने एक ख़ास पूछा कि कम्युनिस्ट आते हैं, हमको घमकाते हैं। हम

ایک دردناک چیز

ایک دردناک چیز

ہمارے नेताؤں اور اخباروں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ کل ہند کانگریس کمیٹی کی بلنگلور بیٹھک کو کانگریس کے بہتر ایکٹا پیدا کرنے میں بہت بڑی سہولت ملی ہے۔ لیکن بیٹھک مشکل سے پوری ہو پائی تھی کہ شری قدوائی اور شری جھن کے بھانوں اور استغفوں نے یہ صاف بتادیا کہ حالت پہلے ہی جھسی پکڑی ہوئی ہے۔ اُس میں دنی بھر سدھار نہیں ہوا ہے۔ ہر ایک کانگریسی اخبار نے شری قدوائی کے استغفوں کو راحت دینے والی مکتی مان کر اُسکا کھلا سواکت کیا ہے۔ لیکن اب کانگریس کو اُس پوچھپوچھ کی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جس کے لئے شری نہرو سدھار ہیں۔ اور وہ یہ کہ انہوں نے شری قدوائی اور شری جھن کو اپنے کیلندری ملتے ملقل میں بٹائے رکھا ہے باوجود اس بات کے کہ وہ دونوں پرجا پارٹی کے نہتے ہیں اور اُس کانگریس کے کثیر ورودمی ہیں جسکے صدر شری تلتن جی ہیں۔

ہم جنماتا کے لوگوں کے لیے، جنہیں کانگریس کے भीतري मतभेदों और फूट का बहुत कम ज्ञान है, सच्चे गुण-वोशों के आधार पर इन सारे कामों की क्षमता आंकना मुश्किल है. जनता तो अखबारों में जो कुछ छपता है, उसी से फैसला कर सकती है. और जो घटनायें घट रही हैं, उन्हें वह कांग्रेस के भीतर पैठी हुई सझांध के बदसे बदतर होने की निशानी ही मान सकती है. जनता इस नतीजे पर आए बिना भी नहीं रह सकती कि यह सझांध ऊपर से नीचे तक सारे संगठन में फैली हुई है. नई दिल्ली और सूबा की सरकारों में बहुत ही महत्व वाले महकमों की जिम्मेदारी संभालने वाले अनेकों मिनिस्टर अपने समय, अकल और ताकत का काफी बड़ा हिस्सा मिनिस्टरों के नाते अपना कर्ज पूरा करने में नहीं, बल्कि इन गन्दे दाँब पेंचों और बाल-बाजियों में ही खर्च करते होंगे. क्या जनता यह समझे कि जनहित राज या वेलफेयर स्टेट इन साजिशों और शड्यंत्रों की कटीली चनी झाड़ियों के जंगल में से पैदा होगी ?

श्री जवाहर लाल नेहरू दो रानी वाले उस नामी राजा की तरह मालूम होते हैं— जिसकी बड़ी रानी पटरानी होने पर भी राजा की कृपापात्र नहीं है और छोटी कांई खास हक न रखते हुए भी राजा की कृपापात्र है. प्रजा पारटी के नेता श्री क्रिदवाई भी यह जाहिर करते हैं कि नेहरू जी मेरे नेता और प्यारे दोस्त हैं, और, बेराक नेहरू जी कांग्रेस के

ہمارے نہتوں اور اخباروں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ کل ہند کانگریس کمیٹی کی بلنگلور بیٹھک کو کانگریس کے بہتر ایکٹا پیدا کرنے میں بہت بڑی سہولت ملی ہے۔ لیکن بیٹھک مشکل سے پوری ہو پائی تھی کہ شری قدوائی اور شری جھن کے بھانوں اور استغفوں نے یہ صاف بتادیا کہ حالت پہلے ہی جھسی پکڑی ہوئی ہے۔ اُس میں دنی بھر سدھار نہیں ہوا ہے۔ ہر ایک کانگریسی اخبار نے شری قدوائی کے استغفوں کو راحت دینے والی مکتی مان کر اُسکا کھلا سواکت کیا ہے۔ لیکن اب کانگریس کو اُس پوچھپوچھ کی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جس کے لئے شری نہرو سدھار ہیں۔ اور وہ یہ کہ انہوں نے شری قدوائی اور شری جھن کو اپنے کیلندری ملتے ملقل میں بٹائے رکھا ہے باوجود اس بات کے کہ وہ دونوں پرجا پارٹی کے نہتے ہیں اور اُس کانگریس کے کثیر ورودمی ہیں جسکے صدر شری تلتن جی ہیں۔

ہم جنماتا کے لوگوں کے لیے، جنہیں کانگریس کے भीतري मतभेदों और फूट का बहुत कम ज्ञान है, सच्चे गुण-वोशों के आधार पर इन सारे कामों की क्षमता आंकना मुश्किल है. जनता तो अखबारों में जो कुछ छपता है, उसी से फैसला कर सकती है. और जो घटनायें घट रही हैं, उन्हें वह कांग्रेस के भीतर पैठी हुई सझांध के बदसे बदतर होने की निशानी ही मान सकती है. जनता इस नतीजे पर आए बिना भी नहीं रह सकती कि यह सझांध ऊपर से नीचे तक सारे संगठन में फैली हुई है. नई दिल्ली और सूबा की सरकारों में बहुत ही महत्व वाले महकमों की जिम्मेदारी संभालने वाले अनेकों मिनिस्टर अपने समय, अकल और ताकत का काफी बड़ा हिस्सा मिनिस्टरों के नाते अपना कर्ज पूरा करने में नहीं, बल्कि इन गन्दे दाँब पेंचों और बाल-बाजियों में ही खर्च करते होंगे. क्या जनता यह समझे कि जनहित राज या वेलफेयर स्टेट इन साजिशों और शड्यंत्रों की कटीली चनी झाड़ियों के जंगल में से पैदा होगी ?

श्री जवाहर लाल नेहरू दो रानी वाले उस नामी राजा की तरह मालूम होते हैं— जिसकी बड़ी रानी पटरानी होने पर भी राजा की कृपापात्र नहीं है और छोटी कांई खास हक न रखते हुए भी राजा की कृपापात्र है. प्रजा पारटी के नेता श्री क्रिदवाई भी यह जाहिर करते हैं कि नेहरू जी मेरे नेता और प्यारे दोस्त हैं, और, बेराक नेहरू जी कांग्रेस के

ही जाय जिस से सारी भी मिलती रहे। साथ ही साथ वह भी मानी हुई बात है कि कोका-कोला के फैसले से हमारे देश का काफी पैसा बाहर चला जायगा जो इसके अन्दर पबने वाले जुदा जुदा रसों और चीजों के लिये चाहिये, इसकी बनावट की सब से खास चीजें तो विदेश से ही आती हैं क्योंकि पेटेन्ट का अधिकार उन्हीं को मिला हुआ है" (मैसूर 9 अप्रैल, 1951)।

ब़ाहिर है कि बाहर की पेटेन्ट शुद्ध चीजों से ठंडाइयां और शरबत अब सरकार हमें पिलाएगी और पैसा बाहर भिजवाएगी, यह सरकार की आम पालिसी है।

अब आगे हम क्या कहें? हम बिके जा रहे हैं अपने पूँजीपतियों के हाथों में, और हम सब मिलकर बिके जा रहे हैं अमरीका व ब्रिटेन के पूँजीपतियों के हाथों में! इसी का नाम तरक्की है, इसी का नाम वह बुनियादी चीज है जिस पर पंडित जवाहर लाल नेहरू हम से बलिहारी हो जाने को कहते हैं। हम फिर अर्ज करेंगे कि साइन्स की इन तकनीकों की हमारे देश में इस वजह से इस तरह के इस्तेमाल की बात हमारी समझ में नहीं आती, कई बार सारी रिपोर्ट हमने इधर से उधर तक और के साथ देखली, हर दफा पंडित जवाहर लाल नेहरू का सिर्फ एक जुमला हमारे विमारा में उतर आता है—“जनता की तरफ से बेरुखी दर असल बढ़ी है,” खूब बढ़ी है, बढ़ रही है।

यह बेरुखी ही एक सच्चाई है, यही पंडित जवाहर लाल की रिपोर्ट का निचोड़ है, यही आज़ाद हिन्दुस्तान की खुद-मुखतार सरकार के कारनामों का एक सर्टीफिकेट है, यही देश की सब से बड़ी घटना है, सबसे दर्द भरी घटना है, सबसे खतरनाक घटना है।

—सुरेश रामभाई

अमन या जंग ?

“अगर दुनिया की जनता अमन कायम रखने और आखीर तक अमन की रक्षा करने का काम खुद अपने हाथ में ले ले तो अमन कायम रहेगा और सज्ज्वी पकड़ेगा, लेकिन अगर जंग की बातें फैलाने वाले दुनिया की आम जनता को भूटी बातों के जाल में फँसाने, उन्हें धोका देने और एक नई बड़ी जंग में बसीट खाने में कामियाब हो गए तो मुमकिन है जंग न टल सके।”

—स्टालिन

दुनियाँ जलने लगी है, तूनी भी मलती रहे, साथ ही साथ यह भी मानी हुई बात है कि कोका-कोला के फैसले से हमारे देश का काफी पैसा बाहर चला जायगा जो इसके अन्दर पबने वाले जुदा जुदा रसों और चीजों के लिये चाहिये, इसकी बनावट की सब से खास चीजें तो विदेश से ही आती हैं क्योंकि पेटेन्ट का अधिकार उन्हीं को मिला हुआ है" (मैसूर 9 अप्रैल, 1951)।

बाहर है कि बाहर की पेटेन्ट शुद्ध चीजों से ठंडाइयां और शरबत अब सरकार हमें पिलाएगी और पैसा बाहर भिजवाएगी, यह सरकार की आम पालिसी है।

अब आगे हम क्या कहें? हम बिके जा रहे हैं अपने पूँजीपतियों के हाथों में, और हम सब मिलकर बिके जा रहे हैं अमरीका व ब्रिटेन के पूँजीपतियों के हाथों में! इसी का नाम तरक्की है, इसी का नाम वह बुनियादी चीज है जिस पर पंडित जवाहर लाल नेहरू हम से बलिहारी हो जाने को कहते हैं। हम फिर अर्ज करेंगे कि साइन्स की इन तकनीकों की हमारे देश में इस वजह से इस तरह के इस्तेमाल की बात हमारी समझ में नहीं आती, कई बार सारी रिपोर्ट हमने इधर से उधर तक और के साथ देखली, हर दफा पंडित जवाहर लाल नेहरू का सिर्फ एक जुमला हमारे विमारा में उतर आता है—“जनता की तरफ से बेरुखी दर असल बढ़ी है,” खूब बढ़ी है, बढ़ रही है।

यह बेरुखी ही एक सच्चाई है, यही पंडित जवाहर लाल की रिपोर्ट का निचोड़ है, यही आज़ाद हिन्दुस्तान की खुद-मुखतार सरकार के कारनामों का एक सर्टीफिकेट है, यही देश की सब से बड़ी घटना है, सबसे दर्द भरी घटना है, सबसे खतरनाक घटना है।

—सुरेश रामभाई

अमन या जंग

“अगर दुनिया की जनता अमन कायम रखने और आखीर तक अमन की रक्षा करने का काम खुद अपने हाथ में ले ले तो अमन कायम रहेगा और सज्ज्वी पकड़ेगा, लेकिन अगर जंग की बातें फैलाने वाले दुनिया की आम जनता को भूटी बातों के जाल में फँसाने, उन्हें धोका देने और एक नई बड़ी जंग में बसीट खाने में कामियाब हो गए तो मुमकिन है जंग न टल सके।”

—स्टालिन

اس وقت نہیں یا ہم ان کے حق نہیں۔ یہ تو نہیں ہوگا
 چیلنج۔ جب ہم میں کام سیکھنے اور سکھانے والوں کے
 ذہن کے پرانے جالے صاف ہو جائیں گے۔ تعلیم کے موجودہ
 قاعدے سے وہ جالے بڑھتے ہوں اور ان کو بچ گھروں سے
 ہندوستانوں کو فائدہ نہیں پہنچانے دیتے۔

میسال کے تئیر پر ہم رڑکی کے بیلڈنگ ریسرچ
 انسٹیٹیوٹ کو لے جو رڑکی انجینیئرنگ یونیورسٹی سے
 اس قدم کے کاسٹلے پر ہے۔ یہ رڑکی یونیورسٹی بھی ابھی حال
 میں ہلی ہے جس میں 180 لڑکے پڑھتے ہیں جن کی
 خدمت میں 90 تو نجی نوکر ہیں، چوکیدار، چپراسی،
 لیکچرر، پروفیسر، الگ، جن کے ماں باپ ان پر دو سو
 قماربی سو روپے مہینہ خرچ کرتے ہیں اور جو تکرری لہجے
 کے بعد تھوڑے داروں کی خوشامد کرتے ہیں یہ انہوں
 نوکر رکھ لیں۔ مگر اس شیطانی اور حیرت ناک چھڑ میں
 آگ نہیں جا کر ہم نئے کپڑے ہڈے بیلڈنگ ریسرچ انسٹی
 ٹیوٹ کی بات کریں جو ہندوستان کے گہارے کھوج گھروں
 میں سے ایک رتن ہے۔ وہاں جا کر آپ دیکھیں تو پتہ چلے
 گا کہ یہ کھوج کی جا رہی ہے کہ دیہاتی آدمی سستے گھر
 مہبوط گھر کو سے بنائے۔ چہرے پر کمکریٹ ہو، ایسبیسٹس
 ہو یا اور کوئی شینچ چلی کا مسالہ !

اسی طرح دہلی میں مہسور میں فوڈ ریسرچ انسٹی-
 ٹیوٹ ہے۔ وہاں یہ کھوج ہو رہی ہے کہ ہمیں چھی اور
 سستی خوراک کو سے ملے۔ کون نہیں جانتا کہ ہلسمتی
 کے مقابلے کی یا تھل بہتر ہے، چھلی کے مقابلے کو یا
 شکر بہتر ہے، تہہ ہلد چھلہوں اور مہیوں کے مقابلے تازی
 ہری یا اہلی چھڑ بہتر ہے۔ تو جہاں ضرورت یہ ہے کہ
 ہلسمتی، چھلی اور ٹانکوں کو تھار کرنے کے کارخانے ہلد
 کٹے جانوں وہاں انسانی ٹیوٹ والے اس بات پر مغر پچی
 کرتے ہیں کہ کس طرح ایسی چھڑ بنائی جائے کہ اناج نہ
 ملنے پر پھٹ ہو جائے! کاش ایک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ
 اس بات کے لئے کھلتا کہ روٹی یا ارن اور کھانا نہ ملنے پر
 کسی کھاناگاری سے تین کیسے ڈھک لیا جائے۔ ہم نے کوکولا
 کے بارے میں اس فوڈ ٹیوٹ کو لکھکر پرچھا کہ اس
 میں کیا خوبیاں ہیں جو سڑکار والے جوش سے اس کے
 کارخانے کھانے دے رہی ہے، تو انہوں نے جواب دیا :-
 ”ایک سائنسدان کی حیثیت سے“

اس بات پر پورا یقین نہیں ہوتا کہ قدرت میں ہونے
 والے پھلوں، سبزیوں اور پودوں کے رسوں کو سڑا کر جو
 ہلکی نشہولی چھڑیں تھار کی جاتی ہیں ان تک کے
 استعمال کو ہلد کر دینا ایک سچی برکت ہے۔
 لیکن خیر، اب جب یہ ہماری قومی پالیسی کا ایک
 حصہ ہو گیا ہے تب ایک طرح سے یہ مناسبت ہو گا کہ
 دوسری معمولی پوکالے والی چھڑوں کے استعمال کو ترقی

اسی طرح دہلی میں مہسور میں فوڈ ریسرچ انسٹی-
 ٹیوٹ ہے۔ وہاں یہ کھوج ہو رہی ہے کہ ہمیں چھی اور
 سستی خوراک کو سے ملے۔ کون نہیں جانتا کہ ہلسمتی
 کے مقابلے کی یا تھل بہتر ہے، چھلی کے مقابلے کو یا
 شکر بہتر ہے، تہہ ہلد چھلہوں اور مہیوں کے مقابلے تازی
 ہری یا اہلی چھڑ بہتر ہے۔ تو جہاں ضرورت یہ ہے کہ
 ہلسمتی، چھلی اور ٹانکوں کو تھار کرنے کے کارخانے ہلد
 کٹے جانوں وہاں انسانی ٹیوٹ والے اس بات پر مغر پچی
 کرتے ہیں کہ کس طرح ایسی چھڑ بنائی جائے کہ اناج نہ
 ملنے پر پھٹ ہو جائے! کاش ایک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ
 اس بات کے لئے کھلتا کہ روٹی یا ارن اور کھانا نہ ملنے پر
 کسی کھاناگاری سے تین کیسے ڈھک لیا جائے۔ ہم نے کوکولا
 کے بارے میں اس فوڈ ٹیوٹ کو لکھکر پرچھا کہ اس
 میں کیا خوبیاں ہیں جو سڑکار والے جوش سے اس کے
 کارخانے کھانے دے رہی ہے، تو انہوں نے جواب دیا :-

”ایک سائنسدان کی حیثیت سے“
 اس بات پر پورا یقین نہیں ہوتا کہ قدرت میں ہونے
 والے پھلوں، سبزیوں اور پودوں کے رسوں کو سڑا کر جو
 ہلکی نشہولی چھڑیں تھار کی جاتی ہیں ان تک کے
 استعمال کو ہلد کر دینا ایک سچی برکت ہے۔
 لیکن خیر، اب جب یہ ہماری قومی پالیسی کا ایک
 حصہ ہو گیا ہے تب ایک طرح سے یہ مناسبت ہو گا کہ
 دوسری معمولی پوکالے والی چھڑوں کے استعمال کو ترقی

اگر یہی سب کے تخیل میں بڑھتے گئے تو کھانے کا پانی بچاؤ کے لیے کون جانے!

مہاندری پر جو ہیرا کونڈ ڈال دیا جا رہا ہے اس کے سلسلے میں بھارت کے نامی ہفتے وار "بھارت جہتی" میں ہائی کمانڈر ہوشن رائے کا ایک سمجھداری بھرا اور دلچسپ لکھ چھپا ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ ہماری سرکار یہ چاہتی ہے کہ امریکی سرکار نے جس طرح اپنی کولوریڈو اور تھیمس ندیوں کو بس میں کر لیا اسی طرح ہم بھی کر لیں۔ سرکار اس کیس میں کہ مہاندری میں تین جگہ پر — مہراکند، پرو پور اور بارج قائم باندھ کر پانی کے حوض تیار کئے جائیں۔ لیکن بعد میں تینوں کی جگہ صرف مہراکند میں ایک کاروائی کرنا طے پایا اور 1945 میں خرچے کا تخمینہ 4 کروڑ کے قریب تھا جو اب اور بڑھ گیا ہے۔ لیکن، جان لے لکھک کا کہنا ہے، جب کولوریڈو جیسی چھوٹی ندی کا حوض بنانے میں 134 ہاؤس بنا دیے گئے تو تین حوضوں سے کیا بنے والا ہے اور اب تو تینوں کی جگہ ایک ہی بن رہا ہے۔ یہی نہیں، کولوریڈو ندی میں حوضوں کی عدد جہاں ایک ہزار سے دو ہزار سال تک کی ہے، مہاندری والوں کے لئے سرکاری سہولت صرف چھ سو سال کا ہے اور بھائی کمانڈر ہوشن رائے نے حساب لگا کر دکھایا ہے کہ یہ ٹھیک سے ایک سو سال ہی نہیں ہوگا! پھر، جب کولوریڈو اس کیس میں کل خرچ 100 کروڑ روپے تھا تو مہاندری میں کل خرچ کتنا ہوتا ہے اور وہ کتنا ہے؟ ان کا کہنا ہے — "ہماری ندی اس کیس میں 100 کروڑ روپے سے سوچنے اور ان کی قیمت آنکھوں کا رشتہ آگیا ہے۔ الگ الگ آدمی ایک ہی چیز کو الگ الگ روشنی میں دیکھتے ہیں۔ اس لئے میں اُنہیں کہتا ہوں کہ اگر میں صاف صاف اور کھل کر اپنی رائے کو پیش کر دوں جو سرکاری اس کیس میں بنانے والوں کی رائے سے بہت جدا ہے تو اسے ان کی شان کے خلاف نہیں سمجھا جائے گا۔"

مہاندری پر جو ہیرا کونڈ ڈال دیا جا رہا ہے اس کے سلسلے میں بھارت کے نامی ہفتے وار "بھارت جہتی" میں ہائی کمانڈر ہوشن رائے کا ایک سمجھداری بھرا اور دلچسپ لکھ چھپا ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ ہماری سرکار یہ چاہتی ہے کہ امریکی سرکار نے جس طرح اپنی کولوریڈو اور تھیمس ندیوں کو بس میں کر لیا اسی طرح ہم بھی کر لیں۔ سرکار اس کیس میں کہ مہاندری میں تین جگہ پر — مہراکند، پرو پور اور بارج قائم باندھ کر پانی کے حوض تیار کئے جائیں۔ لیکن بعد میں تینوں کی جگہ صرف مہراکند میں ایک کاروائی کرنا طے پایا اور 1945 میں خرچے کا تخمینہ 4 کروڑ کے قریب تھا جو اب اور بڑھ گیا ہے۔ لیکن، جان لے لکھک کا کہنا ہے، جب کولوریڈو جیسی چھوٹی ندی کا حوض بنانے میں 134 ہاؤس بنا دیے گئے تو تین حوضوں سے کیا بنے والا ہے اور اب تو تینوں کی جگہ ایک ہی بن رہا ہے۔ یہی نہیں، کولوریڈو ندی میں حوضوں کی عدد جہاں ایک ہزار سے دو ہزار سال تک کی ہے، مہاندری والوں کے لئے سرکاری سہولت صرف چھ سو سال کا ہے اور بھائی کمانڈر ہوشن رائے نے حساب لگا کر دکھایا ہے کہ یہ ٹھیک سے ایک سو سال ہی نہیں ہوگا! پھر، جب کولوریڈو اس کیس میں کل خرچ 100 کروڑ روپے تھا تو مہاندری میں کل خرچ کتنا ہوتا ہے اور وہ کتنا ہے؟ ان کا کہنا ہے — "ہماری ندی اس کیس میں 100 کروڑ روپے سے سوچنے اور ان کی قیمت آنکھوں کا رشتہ آگیا ہے۔ الگ الگ آدمی ایک ہی چیز کو الگ الگ روشنی میں دیکھتے ہیں۔ اس لئے میں اُنہیں کہتا ہوں کہ اگر میں صاف صاف اور کھل کر اپنی رائے کو پیش کر دوں جو سرکاری اس کیس میں بنانے والوں کی رائے سے بہت جدا ہے تو اسے ان کی شان کے خلاف نہیں سمجھا جائے گا۔"

یہ رائے ہے پورے لکھے انجینئرز لوگوں کی! تب پھر ہماری کسان تو یہی کہے گا۔ "بابا، بخشو! ہم کدواں کھود لیتے اور جو بیجیں بھرت لیتے۔" کہنے کی ضرورت نہیں کہ ان بیجوں کا کتنا بھرت کم میں نہ آکر غلط طرح سے ضائع ہو جاتا ہے اور حساب کتاب کے معاملے میں جو بے توجہی رہی ہے اس کی چرچا تو پارلیمنٹ میں ہی آچکی ہے۔

دیکھانے کے کھوج گھروں کے بارے میں ہماری وہی حالت ہے جو دودھ کے جلے کی کھجور ہے، مانا کہ یہ اچھی چیز ہے، پیہچا کے گھر میں — لیکن ہمارے لائق نہیں، کم سے کم

یہی رائے ہے پورے لکھے انجینئرز لوگوں کی! تب پھر ہماری کسان تو یہی کہے گا۔ "بابا، بخشو! ہم کدواں کھود لیتے اور جو بیجیں بھرت لیتے۔" کہنے کی ضرورت نہیں کہ ان بیجوں کا کتنا بھرت کم میں نہ آکر غلط طرح سے ضائع ہو جاتا ہے اور حساب کتاب کے معاملے میں جو بے توجہی رہی ہے اس کی چرچا تو پارلیمنٹ میں ہی آچکی ہے۔

یہی رائے ہے پورے لکھے انجینئرز لوگوں کی! تب پھر ہماری کسان تو یہی کہے گا۔ "بابا، بخشو! ہم کدواں کھود لیتے اور جو بیجیں بھرت لیتے۔" کہنے کی ضرورت نہیں کہ ان بیجوں کا کتنا بھرت کم میں نہ آکر غلط طرح سے ضائع ہو جاتا ہے اور حساب کتاب کے معاملے میں جو بے توجہی رہی ہے اس کی چرچا تو پارلیمنٹ میں ہی آچکی ہے۔

ہماری بات پختہ ثابت ہوئی۔ لیکن پلٹ کے دیکھنے پر پلٹنے میں جیسے دیکھتے ہیں اس سے ہی ہم اس کے اگے کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

پلاننگ کمیशन نے حال میں ہی ایک پانچ-سالہ اسکیم کے بارے میں بتایا ہے اور بتایا ہے کہ اس کام میں کتنا خرچ کریں تو پانچ سال میں ہم اسے دیکھ سکتے ہیں۔ پلاننگ کمیशन کی رپورٹ کو ہم اس طرح سمجھ رہے ہیں اور اُمید ہے کہ اگلے نمبر میں پورے پورے کے ساتھ اس پر اپنی رائے ظاہر کر سکیں گے۔ مگر یہاں ہم ایک بات کہہ رہے ہیں کہ اس پلاننگ کمیशन کی رپورٹ کو سرسری طور پر دیکھنے سے ہمیں چھٹی ہوئی معلوم ہوئی۔ وہ یہ کہ ”نہ نو من تیل ہوگا نہ راندھا ناچھٹکی“۔ اگر کمیशन انہیں نچالے لیا تو راندھا پر دیکھوں گے ہاتھوں کی ضرورت دیکھی ہے۔

نئی-سکیموں کو بھی ہم شہرہ کی آوازیں سے دیکھتے ہیں۔ مثلاً تو ہمارا دل اس بات کی گواہی نہیں دیتا کہ اس طرح دامودر، مہاندی وغیرہ پر قائم باندہ باندہ کر ہم کوئی خاص قابو ان کے ہواؤ پر پالینگے اور اسے سوکھ سکیں گے جہاں ہواؤ سے نہیں کھوئی گئی تھیں یا قائم باندہ گئے تھے وہاں شروع کے برسوں میں تو خوب اچھی دولت آئی لیکن پھر بعد میں کمییشن کہیں کہیں ہر اچھاؤ متی کی جگہ نکھلی متی۔۔۔ سچی چوسنی۔۔۔ کی تہہ جم گئی اور وہ علاقے ایکدم نکلے سے بن گئے۔ یہی حال ان اسکیموں سے بھی پیشور نہ کرے ہو جائے!

اب تک جو ان قدامتوں کا تجربہ ہے وہ بھی خود بہرہ ہوا رہا۔ تین قدامتوں کو تو ہم جانتے ہیں جن کے لئے زوروں سے تیار ہوئی لاکھوں روپے خرچ کئے گئے مگر بعد میں انہیں بچھڑے میں ہی چھوڑ دیا گیا۔ ان پیردہیں میں دھند قائم، مدراس میں رام پد ساگر قائم اور آسام میں برہم پترا قائم۔ ابھی 24 جولائی کو بنگال کے گورنر نے کہا۔ ”ہم پچھمی بنگال والوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ دامودر بارہ روک قائم اسکیم پر سرکار اب کوئی دھماکا نہیں دے رہی ہے تو ہم پست ہمت ہو گئے۔“ یہی دامودر کھائی اسکیم کے مکمل ہوجانے پر بھی دامودر کی بارہیں پچھمی بنگال کے دیکھوں کو ستائی دھینکی۔

ہماری پلاننگ کمیशन نے حال میں ہی ایک پانچ-سالہ اسکیم کے بارے میں بتایا ہے اور بتایا ہے کہ اس کام میں کتنا خرچ کریں تو پانچ سال میں ہم اسے دیکھ سکتے ہیں۔ پلاننگ کمییشن کی رپورٹ کو ہم اس طرح سمجھ رہے ہیں اور اُمید ہے کہ اگلے نمبر میں پورے پورے کے ساتھ اس پر اپنی رائے ظاہر کر سکیں گے۔ مگر یہاں ہم ایک بات کہہ رہے ہیں کہ اس پلاننگ کمییشن کی رپورٹ کو سرسری طور پر دیکھنے سے ہمیں چھٹی ہوئی معلوم ہوئی۔ وہ یہ کہ ”نہ نو من تیل ہوگا نہ راندھا ناچھٹکی“۔ اگر کمییشن انہیں نچالے لیا تو راندھا پر دیکھوں گے ہاتھوں کی ضرورت دیکھی ہے۔

نئی اسکیموں کو بھی ہم شہرہ کی آوازیں سے دیکھتے ہیں۔ مثلاً تو ہمارا دل اس بات کی گواہی نہیں دیتا کہ اس طرح دامودر، مہاندی وغیرہ پر قائم باندہ باندہ کر ہم کوئی خاص قابو ان کے ہواؤ پر پالینگے اور اسے سوکھ سکیں گے جہاں ہواؤ سے نہیں کھوئی گئی تھیں یا قائم باندہ گئے تھے وہاں شروع کے برسوں میں تو خوب اچھی دولت آئی لیکن پھر بعد میں کمییشن کہیں کہیں ہر اچھاؤ متی کی جگہ نکھلی متی۔۔۔ سچی چوسنی۔۔۔ کی تہہ جم گئی اور وہ علاقے ایکدم نکلے سے بن گئے۔ یہی حال ان اسکیموں سے بھی پیشور نہ کرے ہو جائے!

اب تک جو ان قدامتوں کا تجربہ ہے وہ بھی خود بہرہ ہوا رہا۔ تین قدامتوں کو تو ہم جانتے ہیں جن کے لئے زوروں سے تیار ہوئی لاکھوں روپے خرچ کئے گئے مگر بعد میں انہیں بچھڑے میں ہی چھوڑ دیا گیا۔ ان پیردہیں میں دھند قائم، مدراس میں رام پد ساگر قائم اور آسام میں برہم پترا قائم۔ ابھی 24 جولائی کو بنگال کے گورنر نے کہا۔ ”ہم پچھمی بنگال والوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ دامودر بارہ روک قائم اسکیم پر سرکار اب کوئی دھماکا نہیں دے رہی ہے تو ہم پست ہمت ہو گئے۔“ یہی دامودر کھائی اسکیم کے مکمل ہوجانے پر بھی دامودر کی بارہیں پچھمی بنگال کے دیکھوں کو ستائی دھینکی۔

اب تک جو ان قدامتوں کا تجربہ ہے وہ بھی خود بہرہ ہوا رہا۔ تین قدامتوں کو تو ہم جانتے ہیں جن کے لئے زوروں سے تیار ہوئی لاکھوں روپے خرچ کئے گئے مگر بعد میں انہیں بچھڑے میں ہی چھوڑ دیا گیا۔ ان پیردہیں میں دھند قائم، مدراس میں رام پد ساگر قائم اور آسام میں برہم پترا قائم۔ ابھی 24 جولائی کو بنگال کے گورنر نے کہا۔ ”ہم پچھمی بنگال والوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ دامودر بارہ روک قائم اسکیم پر سرکار اب کوئی دھماکا نہیں دے رہی ہے تو ہم پست ہمت ہو گئے۔“ یہی دامودر کھائی اسکیم کے مکمل ہوجانے پر بھی دامودر کی بارہیں پچھمی بنگال کے دیکھوں کو ستائی دھینکی۔

بھگرا ننگل قائم پر سال دو سال خرچ کا جو نقصانہ ہے وہ دیکھنے کی چیز ہے۔

بھگرا-ننگل بام پر سال دو سال خرچ کا جو نقصانہ ہے، یہ دیکھنے کی چیز ہے۔

سن	کروڑ روپے
1947	42
1948	70
1949	110
1950	133

سن	کروڑ روپے
1947	42
1948	70
1949	110
1950	133

اوپر سے جیل میں آگے اس کی کامیابی اسی میں ہے کہ وہ
میں جاری منشا کے انوسار رجوع دیتا ہے یا نہیں۔
سل چھوڑ طریقہ نہیں بلکہ مقصد ہے۔“

اس نژاد سے دیکھتے ہوئے وہ پھر ندی اکھنڈوں پر ہونچ گئے اور اُسکے بعد کھیتی پر۔ بڑھتی ہوئی آبپاشی سے پھرا کر انہوں نے ”کلہ پلاننگ“ کی صلاح دی ہے۔

سی کا نام ہے برتھ کنٹرول۔ اور کہونکہ اب تک یہ کنٹرول نہیں ہوا۔ اسلئے اُن کے خیال سے اناج کا مسئلہ دس پر بن توہوا ہوگیا اور دیہی کے کچھ حصوں میں قحط جیسی حالت پیدا ہوگئی۔ سرکار نے ’’ارد غلہ اُپچاؤ‘‘ ندرلن چلایا جو کامیاب تو رہا ’’مگر انتہائی اتلے صاف صاف نہیں دکھائی پڑے۔‘‘ اسی سلسلے میں انہوں نے نایب وغیرہ کے موجودہ کنٹرول کو بھی ضروری بتایا ہے۔

یغذت جواہر لال نہرو نے اپنی رپورٹ میں اس بات کی
خوشی ظاہر کی ہے کہ اس چار سال کے عرصے میں ہم
نے نہایت ودعان بننا ڈالا زمینداری پر تھا کو ختم کرنے کی
کریڈیٹیں دج ڈالیں، ہندو کوہ بل جیسے انقلابی قدم کے لئے
مانوں گزہ ڈالا۔ مگر ہوا میں کوئی فرق تو نہیں دیکھ
ہا ہے۔ ہم بھی خوش ہو لہتے ہیں کہ چلو اچھا ہوا
ہو، کیا، لیکن یہ سب کالے اکثر ہیں جن سے فائدہ تو
وہی دوسرے ہی اٹھا لے جاتے ہیں۔

اپنی رپورٹ کے بعد والے حصے میں بلذات جی نے
پنی وڈیشی پالیسی، شمشیر کا سوال، دونوں بلگالوں
میں تاملانی، پرچا اور سوئٹس پارٹھوں او آئے والے چٹا
میں کنگریس کے فرض پر روشنی ڈالی ہے اور یہ صلاحوں
ای میں کہہ کرنا چاہئے۔ اسی دوران میں انہوں نے
مزدوری ملازموں کے کام کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے —
'میرا خیال ہے کہ جو سخت آؤچلا اُن کی کی
جانی ہے وہ بہت حد تک صحیح نہیں ہے۔ مجھے
یقین ہے کہ انہوں نے کبھی بھی اتنی محنت سے کام
نہیں کیا جتنا ان چند برس میں۔' اِسکے علاوہ یہ بھی
تایا ہے کہ چھڑیں کھسے چلانا چاہئیں۔

ہوئے اندر مگر دکھ نے ساتھ ہمیں کہلا پوتا ہے کہ اس
پورت میں بلذت جی کی صرف ایک بات کے علاوہ کوئی
بوسری چھوڑ ہمارے گلے نہیں اُترتی۔ وہ ہے اُن کا یہ ماننا
کہ سرکار اور خلیفہ میں بدمزگی ہوئی ہے۔ ہم سمجھتے
ہیں کہ ابن چار برس میں سوائے اس بدمزگی کے کسی
بوسری چھوڑ کی پیداوار نہیں ہوئی۔ اُس سے کہیں زیادہ
دکھ ہمیں اِس بات کا ہے کہ جن تین چھوڑوں پر بلذت جی
مب سے زیادہ زور دیتے ہیں—وگھان کھوج کھر، ندی اسکھیں
ور پلاننگ کھیشن—وہ ملک میں تری لالے کے
جوانے تباہی لالے والی ہوں۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہم
تعلیم سیکھنے والے ہیں اور ہماری دلی تمنا ہے کہ

باہر ہے کہ یہ رپورٹ پچھلے چار سال کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتی۔ یہ تو محض کچھ گتلاؤں اور اندازہ انداز کی باتوں سے بھری ایک چھوٹی سی گٹھری ہو سکتی ہے جس سے دوسروں کو موٹا اندازہ ہو جائے اور آگے کے لئے راستہ نکالنے میں مدد ملے۔ لیکن ہماری مصیبت یہ اور بھی ہے کہ ایک چھوٹے سے لیکچر میں اس گٹھری کی چاہے وہ چھوٹی ہی کیوں نہ ہو، سبھی چھڑوں کو نکال نکال کر جانچ کر ان کی قیمت پرکھنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اس لئے ہم صرف خاص خاص نمونوں کو لے کر سنتوش کریں گے۔

پंडित جواہر لال نے شुरु میں ہی کہا ہے کہ آزادی کے ساتھ ساتھ حکومت پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے— بٹوارا اور لاکھوں کی تادیب میں بے گھر والوں کا آنا، کشمیر پر پاکستان کا حملہ، باپو کی ہتھکڑیاں، چیچوں کے دامن چھڑ جانا اور آرتھک بینڈرہست دانوں کا ہرجانا۔ ان سبھی کو درست کرنے کے بعد میں سرکار بڑے بڑے چکروں میں پھنس گئی اور کام سنبھلتے ہوئے بھی نہیں سنبھل رہا تھا۔ نتیجہ ہوا چلتا اور سرکار کے پیچھے سہوگ کی کمی۔ یہ کمی بڑھتی ہی گئی اور ان چار سال میں — زبردست کوششوں کے ہوتے ہوئے بھی — چلتا کی سرکار کے کاموں کے ساتھ بے رخی حد کو پہنچ گئی۔

انہی کہنے کے بعد جواہر لال جی نے اپنی سرکار کے کارنامے گینا دیے ہیں۔ ہم انہیں چن کر نیچے دیتے ہیں—

1. ریاستوں کا ملایا جانا جس کے لیے ہم سب شہرگانی سرदार پटेल کے عہدسان مند ہیں۔

2. ہمارے देश میں پچھلے چند برس میں وگھائی کھوج میں معرکے کی ترقی جسے عام طور سے نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ وگھان اور اُس کے کارناموں کی دنیا میں یہ آگے کی آگے کی ایک بلندی چمک رہی ہے۔

3. ندیوں والی اسکیموں، جیسے دامودر ہائیڈرو پاور اور ہیراکنڈ۔

4. شہرناہیوں کا بسانا۔

5. پلاننگ کمیشن کا کامیاب ہونا۔

اس کے بعد پंडित جی یہ قبول کرتے ہیں کہ دیہی کی جو بلحاظی آرتھک پچھیدگی تھی اسے کامیابی کے ساتھ حل نہیں کیا جاسکا ہے۔ وہ اس کمی کو بہت گہرائی کے ساتھ محسوس کرتے ہیں اور ساری ذمہ داری اہم معیے لگتے ہیں۔

آگے چلکر پंडित جی اصولی بڑے سوالوں پر آجاتے ہیں کہ ہمیں اپنی راج کاجی، مالی اور سماجی پچھیدگی کے لئے آگے کیا نشان دکھانا چاہئے اور کون سا راستہ اپنانا ہے۔ ان کا کہنا ہے — ”ہم جو بھی

ہمارے کہ یہ رپورٹ پچھلے چار سال کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتی۔ یہ تو محض کچھ گتلاؤں اور اندازہ انداز کی باتوں سے بھری ایک چھوٹی سی گٹھری ہو سکتی ہے جس سے دوسروں کو موٹا اندازہ ہو جائے اور آگے کے لئے راستہ نکالنے میں مدد ملے۔ لیکن ہماری مصیبت یہ اور بھی ہے کہ ایک چھوٹے سے لیکچر میں اس گٹھری کی چاہے وہ چھوٹی ہی کیوں نہ ہو، سبھی چھڑوں کو نکال نکال کر جانچ کر ان کی قیمت پرکھنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اس لئے ہم صرف خاص خاص نمونوں کو لے کر سنتوش کریں گے۔

پंडित جواہر لال نے شروع میں ہی کہا ہے کہ آزادی کے ساتھ ساتھ حکومت پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے — بٹوارا اور لاکھوں کی تعداد میں بے گھر والوں کا آنا، کشمیر پر پاکستان کا حملہ، باپو کی ہتھکڑیاں، چیچوں کے دامن چھڑ جانا اور آرتھک بینڈرہست دانوں کا ہرجانا۔ ان سبھی کو درست کرنے کے بعد میں سرکار بڑے بڑے چکروں میں پھنس گئی اور کام سنبھلتے ہوئے بھی نہیں سنبھل رہا تھا۔ نتیجہ ہوا چلتا اور سرکار کے پیچھے سہوگ کی کمی۔ یہ کمی بڑھتی ہی گئی اور ان چار سال میں — زبردست کوششوں کے ہوتے ہوئے بھی — چلتا کی سرکار کے کاموں کے ساتھ بے رخی حد کو پہنچ گئی۔

انہی کہنے کے بعد جواہر لال جی نے اپنی سرکار کے کارنامے گینا دیے ہیں۔ ہم انہیں چن کر نیچے دیتے ہیں —

1. ریاستوں کا ملایا جانا جس کے لئے ہم سب سرگتھ سرदार پटेल کے احسان مند ہیں۔

2. ہمارے देश میں پچھلے چند برس میں وگھائی کھوج میں معرکے کی ترقی جسے عام طور سے نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ وگھان اور اُس کے کارناموں کی دنیا میں یہ آگے کی آگے کی ایک بلندی چمک رہی ہے۔

3. ندیوں والی اسکیموں، جیسے دامودر ہائیڈرو پاور اور ہیراکنڈ۔

4. شہرناہیوں کا بسانا۔

5. پلاننگ کمیشن کا کامیاب ہونا۔

اس کے بعد پंडित جی یہ قبول کرتے ہیں کہ دیہی کی جو بلحاظی آرتھک پچھیدگی تھی اسے کامیابی کے ساتھ حل نہیں کیا جاسکا ہے۔ وہ اس کمی کو بہت گہرائی کے ساتھ محسوس کرتے ہیں اور ساری ذمہ داری اہم معیے لگتے ہیں۔

آگے چلکر پंडित جی اصولی بڑے سوالوں پر آجاتے ہیں کہ ہمیں اپنی راج کاجی، مالی اور سماجی پچھیدگی کے لئے آگے کیا نشان دکھانا چاہئے اور کون سا راستہ اپنانا ہے۔ ان کا کہنا ہے — ”ہم جو بھی

बीچ میں لڑائی ہوئی۔ شاہر کی بولی تو بڑی بڑی ہو گئی۔ لیکن دہلی کی بولی بہت کچھ ترکیبی ہی رہی اور اس لئے ترکوں کے واسطے ترکی زبان کو پھر زندہ کرنا ممکن ہو گیا۔ انیسویں صدی میں ترکوں نے دلیوں میں بھی آزادی کی ترنگ اٹھی اور ساتھ ہی یہ خیال بھی اٹھا کہ آزادی حاصل کرنے کے لئے یہ دیوار بھی ڈرائی پڑے گی۔ چنانچہ انیسویں صدی کے آخر میں کچھ ایسے نوجوان پیدا ہوئے جنہوں نے بہاشا کو سدھارنے کی کوشش کی لیکن خلافت کے براہمنوں کے سامنے ان کی کچھ چلی نہیں۔

[بہائی مدن گوبال جی کی کتاب 'بہاشا' کے آخری ادھوائے کا ادوار حصہ . باقی اگلے پرچے میں .]

[بائیں مدد نر گوبال جی کی کتاب 'بہاشا' کے آخری ادھوائے کا ادوار حصہ . باقی اگلے پرچے میں .]

سواراج کے چار سال

ہر کارج کے کرنے میں یہ دستور برتا جاتا ہے کہ سال کے تمام ہونے پر یا بیچ میں جب کبھی سہولیت ہو اپنے سارے کام کا لکھا ڈیوڑھا ٹیک کر کے اس کا پورا پورا کارکن لوگ اپنے مالک کے آئے پیسے گردیں یا اپنے ساتھی ساچی داروں کو سمجھا دیں اور تب لوگ گئے سال کے تجربے کے آدھار پر آپس میں صلاح مشورہ کر کے آئے کے لئے اپنا پروگرام بنائیں . حکومت یا سرکار کا کام بھی ایک کارج بن گیا ہے اور لوگ شاہی کے ہوتے ہوئے پرچار سے اس کی باگ دوڑ سنبھالنے والوں کی یہ ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ جلدیوں نے ان کو کرسی پر بٹھایا ہے ان کو اپنے کام کی جواب دہی دیں . چار سال ہوئے ہیں جب ہمارا دیس آزاد ہوا تھا اور اس کے انتظام کا سارا بوجھ پندت جواہر لال نہرو نے کندھوں پر دھنا تھا تھا . ویسے تو آزادی کے قریب ایک برس پہلے سے ہی یہ بوجھ ان کے اوپر آچکا تھا . لیکن ان چار پانچ برس میں ایک بار بھی سرکاری کام کا 'حساب' چلتا یا کانگریس (جس نے آزادی جیتی تھی) یا شاید کانگریس پارلیمنٹری پارٹی نے آئے بھی نہیں آیا اور کم چلتا رہا . چوٹی پر پندت جواہر لال تھے اس لئے اتنی کوئی ہمت بھی نہیں کرنا کہ ان سے حساب طلب کرے . خوشی کی بات ہے کہ جواہر لال جی نے خود ہی یہ رپورٹ کل ہند کانگریس کمیٹی کی خاطر اس کی حال میں بلنگلور میں ہوئی بھٹک کے پہلے ملک کے سامنے پیش کر دی . ان کی اس دریا دلی اور نمرتا پر ان کے آگے سر اور بھی جھک جاتا ہے .

سواراج کے چار سال

ہر کارج کے کرنے میں یہ دستور برتا جاتا ہے کہ سال کے تمام ہونے پر یا بیچ میں جب کبھی سہولیت ہو اپنے سارے کام کا لکھا ڈیوڑھا ٹیک کر کے اس کا پورا پورا کارکن لوگ اپنے مالک کے آئے پیسے گردیں یا اپنے ساتھی ساچی داروں کو سمجھا دیں اور تب لوگ گئے سال کے تجربے کے آدھار پر آپس میں صلاح مشورہ کر کے آئے کے لئے اپنا پروگرام بنائیں . حکومت یا سرکار کا کام بھی ایک کارج بن گیا ہے اور لوگ شاہی کے ہوتے ہوئے پرچار سے اس کی باگ دوڑ سنبھالنے والوں کی یہ ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ جلدیوں نے ان کو کرسی پر بٹھایا ہے ان کو اپنے کام کی جواب دہی دیں . چار سال ہوئے ہیں جب ہمارا دیس آزاد ہوا تھا اور اس کے انتظام کا سارا بوجھ پندت جواہر لال نہرو نے کندھوں پر دھنا تھا تھا . ویسے تو آزادی کے قریب ایک برس پہلے سے ہی یہ بوجھ ان کے اوپر آچکا تھا . لیکن ان چار پانچ برس میں ایک بار بھی سرکاری کام کا 'حساب' چلتا یا کانگریس (جس نے آزادی جیتی تھی) یا شاید کانگریس پارلیمنٹری پارٹی نے آئے بھی نہیں آیا اور کم چلتا رہا . چوٹی پر پندت جواہر لال تھے اس لئے اتنی کوئی ہمت بھی نہیں کرنا کہ ان سے حساب طلب کرے . خوشی کی بات ہے کہ جواہر لال جی نے خود ہی یہ رپورٹ کل ہند کانگریس کمیٹی کی خاطر اس کی حال میں بلنگلور میں ہوئی بھٹک کے پہلے ملک کے سامنے پیش کر دی . ان کی اس دریا دلی اور نمرتا پر ان کے آگے سر اور بھی جھک جاتا ہے .

کفایت کو سمجھ نہیں سکتا۔ ایرانی دو دھڑوں میں بٹ گئے۔ 90 کی سدی سے ज्याدا، انپد اور پانچ کی سدی پڑے۔ ان دو دھڑوں کو جدا کرنے کے لیے زبان کی دیوار چنی گئی۔ اس دیوار کو پہلی گزرتے والے ایران کے پراہمن جنہیں شاید وہ مولانا کہتے ہیں۔ ان پراہمنوں کا چاہ وہ کسی دیس یا زمانے کے میں سب سے بڑا متکذاب ہے جادو ٹونے کا اور خاص کر بہاشا کا جادو۔ بولہنگے ایسی بولی جو دوسرا اچھی طرح سے سمجھ نہ سکے۔ جو پاٹھ کر اٹھلکے تو ایسی بولی میں جو سمجھ سے باہر ہو۔ تعویذ کو ملتر سب کا بھی تھلگ۔ دوسرا جادو جو وہ سدا چلاتے ہیں وہ ہے بڑے باپ کے بہتے کا تاکہ جنتان آگے کی نہ سوچیں۔ پوچھ کو ہی تاکہ رہیں۔

تیسری سدی میں ایرانیوں کو بھی لاکھوں کی سبکی۔ کائناتی مہجلیسے بنی بھی، دھڑی بھی۔ بادشاہ اچھے میں بڑے بھی۔ سن 1921 میں راجاؤں ایک کویلی افسر نے حکومت کی جاگ پور دھڑی اپنے ہاتھ میں لے لی اور 1925 میں شاہ ہی نہیں ملک کا اکیلے ڈکٹیٹر بن گیا۔ وہ دھڑی سے اس کے دیس کو بھی بن رہا تھا۔ وہ دیس پریمی تھا اس لئے دیس کو بھی اس سے پرہم رکھا۔ وہ دیس کا رخ بدلنا چاہتا تھا۔ اٹھ دیکھو۔ پوچھ دیکھنا چھوڑ دو۔ کسی گزے ہوئے دیس کو سدھارنے کا یہی گز ملتر ہو سکتا ہے۔ پردہ آڑا کر اور شاعری طاق نے قانون میں سدھار کر کے عورتوں کو آزاد کیا۔ اور بولی کو عربی سے چھڑا کر پرجا کو وہاں کے پراہمنوں کی لہجہ میں سے نکالا اور وہ فصہل گرا کر جو ایرانی کو ایرانی سے جدا کرتی تھی دیس میں ایکٹا پھدا کی اور تعلیم آسان کر دی۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ ایران میں مسلمان ہی رہتے ہیں، ان کی لہی ایک ہے ارد بولی ہی بہت کچھ ایک۔

تورکوں کے پورے اتھاس سہر جانے کی ضرورت نہیں۔ اتنا کہنا کافی ہے کہ مسلمانوں کے آئے سے پہلے بھی تری ایک بہت بڑا راج تھا۔ زبان بہت سادہ سلجھتی ہوئی۔ گرامر سادہ اور گرامری جلس سے پاک۔ کل آٹھ سحر اور کلفہ سحر سے لکھے ہوئے۔ گرامری کی حکومت ترکوں پر بہت دن نہ رہ سکی۔ عربی اپنے علمی خزانے کی وجہ سے اٹھسویں سدی تک ترکی زبان کی گردن پر سوار رہی اور آٹھیں چڑے ہوئے ویلجندوں کی ہمتاری پودا کر دی۔ ترکی سلطانوں کی حکومت دور دور کے ملکوں تک پہنچی تھی۔ تک کہ عرب بھی ان کے راج میں آگیا۔ ترک سلطان ہی نہ ہوئے اسلام کے خلاف بھی بن ہوئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترکی پراہمنوں کی پانچوں انگلیاں گھٹی میں رہی پراہمنوں کے متکذاب زبان نے جادو ترکی میں بھی ٹھہرے جانے لگے۔ زبان کی دیوار یہاں بھی کھڑی کی گئی۔ لہذا اتنا ہے کہ یہ دیوار شہر اور دیہات کے

تورکوں کے پورے اتھاس سہر جانے کی ضرورت نہیں۔ اتنا کہنا کافی ہے کہ مسلمانوں کے آئے سے پہلے بھی تری ایک بہت بڑا راج تھا۔ زبان بہت سادہ سلجھتی ہوئی۔ گرامر سادہ اور گرامری جلس سے پاک۔ کل آٹھ سحر اور کلفہ سحر سے لکھے ہوئے۔ گرامری کی حکومت ترکوں پر بہت دن نہ رہ سکی۔ عربی اپنے علمی خزانے کی وجہ سے اٹھسویں سدی تک ترکی زبان کی گردن پر سوار رہی اور آٹھیں چڑے ہوئے ویلجندوں کی ہمتاری پودا کر دی۔ ترکی سلطانوں کی حکومت دور دور کے ملکوں تک پہنچی تھی۔ تک کہ عرب بھی ان کے راج میں آگیا۔ ترک سلطان ہی نہ ہوئے اسلام کے خلاف بھی بن ہوئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترکی پراہمنوں کی پانچوں انگلیاں گھٹی میں رہی پراہمنوں کے متکذاب زبان نے جادو ترکی میں بھی ٹھہرے جانے لگے۔ زبان کی دیوار یہاں بھی کھڑی کی گئی۔ لہذا اتنا ہے کہ یہ دیوار شہر اور دیہات کے

تورکوں کے پورے اتھاس سہر جانے کی ضرورت نہیں۔ اتنا کہنا کافی ہے کہ مسلمانوں کے آئے سے پہلے بھی تری ایک بہت بڑا راج تھا۔ زبان بہت سادہ سلجھتی ہوئی۔ گرامر سادہ اور گرامری جلس سے پاک۔ کل آٹھ سحر اور کلفہ سحر سے لکھے ہوئے۔ گرامری کی حکومت ترکوں پر بہت دن نہ رہ سکی۔ عربی اپنے علمی خزانے کی وجہ سے اٹھسویں سدی تک ترکی زبان کی گردن پر سوار رہی اور آٹھیں چڑے ہوئے ویلجندوں کی ہمتاری پودا کر دی۔ ترکی سلطانوں کی حکومت دور دور کے ملکوں تک پہنچی تھی۔ تک کہ عرب بھی ان کے راج میں آگیا۔ ترک سلطان ہی نہ ہوئے اسلام کے خلاف بھی بن ہوئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترکی پراہمنوں کی پانچوں انگلیاں گھٹی میں رہی پراہمنوں کے متکذاب زبان نے جادو ترکی میں بھی ٹھہرے جانے لگے۔ زبان کی دیوار یہاں بھی کھڑی کی گئی۔ لہذا اتنا ہے کہ یہ دیوار شہر اور دیہات کے

تورکوں کے پورے اتھاس سہر جانے کی ضرورت نہیں۔ اتنا کہنا کافی ہے کہ مسلمانوں کے آئے سے پہلے بھی تری ایک بہت بڑا راج تھا۔ زبان بہت سادہ سلجھتی ہوئی۔ گرامر سادہ اور گرامری جلس سے پاک۔ کل آٹھ سحر اور کلفہ سحر سے لکھے ہوئے۔ گرامری کی حکومت ترکوں پر بہت دن نہ رہ سکی۔ عربی اپنے علمی خزانے کی وجہ سے اٹھسویں سدی تک ترکی زبان کی گردن پر سوار رہی اور آٹھیں چڑے ہوئے ویلجندوں کی ہمتاری پودا کر دی۔ ترکی سلطانوں کی حکومت دور دور کے ملکوں تک پہنچی تھی۔ تک کہ عرب بھی ان کے راج میں آگیا۔ ترک سلطان ہی نہ ہوئے اسلام کے خلاف بھی بن ہوئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترکی پراہمنوں کی پانچوں انگلیاں گھٹی میں رہی پراہمنوں کے متکذاب زبان نے جادو ترکی میں بھی ٹھہرے جانے لگے۔ زبان کی دیوار یہاں بھی کھڑی کی گئی۔ لہذا اتنا ہے کہ یہ دیوار شہر اور دیہات کے

جنگلات ہی نہیں تھی۔ اس لیے یہاں تک کہ ہم کچھ ایسی سرسری نگاہ تو رکھیں اور ایرانیوں کے انتہائی جغرافیہ پر قابض اور پھر ان کے انتہائی اور جغرافیہ سے مل سکیں۔

ایران کے شروع کی تاریخ کی بابت لکھنے کی یہاں بہت کچھ ہے۔ شاید ہندوستان سے پہلے آریہ ایران میں جا کر رہے۔ ایران اور آریہ دونوں ایک ہی دھات سے ہیں۔ جو فارسی ہے وہ ویدک سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے۔ ان آریہ آریہ کے قانون کے مطابق جو ہر بولی پر ہے اس کے بعد آریہ کے دوروں سے لے کر آریہ کے دوروں کو چھوڑ دینے کے۔ چوتھی صدی بی۔ سی۔ میں ایرانی راج کو وہ چاند لگے کہ روم ساگر سے لے کر استکان میں کشمیر کی گھاٹیوں اور سندھ کی وادیوں میں پھیل گیا۔ چوتھی صدی بی۔ سی۔ میں سکندر اس ملک کو فتح کر لیا اور راج ایران میں ایرانیوں کا رہا۔ یہ تھوک کہ وہ دو صدیوں تک یونان کو خراج دے رہے۔ تب سے ساتویں صدی عیسوی تک یعنی کوئی ڈھائی برس تک ایران میں راج بہت کچھ ایرانی آریہوں کی رہا۔ نتیجہ یہ کہ ایرانی پادشاہی سدرتی رہی۔ بیسویں صدی میں مسلمان عربوں نے ایران کو چھینا۔ انہوں نے اسلام ضرور قبول کیا لیکن اسلام کی پرمیٹنگاری میں اپنے میں سمو نہ سکی۔ وہی کہلانے پلانے کا پریم اور چتر کلا کا انوراک شعرو سخن کا شوق اور پرکرتی ہو جا ان میں جاری رہی۔ یہ ہیں چار خاص گنوں کے۔ ہمیں بھی دعویٰ ہے آریہ ہونے کا لیکن ان کے میں سے ایک بھی اب ہمارے میں نہیں رہا جاتا۔ تھوڑا بہت غلطی سے کہیں دکھائی دے جاتا ہے تو وہ مسجد ان ایرانیوں، یونانیوں اور پچھلی قوموں کی مہربانوں کی ہے۔ گو اس مذہبی قوم پر عرب کچھ زیادہ مدت حکومت نہ کر سکے۔ عربی نے اپنا سکھ ایرانی پر جمع۔ اس میں کچھ تو حکومت کا ہاتھ تھا لیکن بہت سا۔ اس علمی ذخیرے کا تھا جو عربوں کے علمی شوق نے۔ آریہ کے علموں سے عربی میں جمع کو لیا تھا۔ عربی صدیوں پچھلی پچھلی ہی نہیں بہت سے یورپی دیسوں کی زبان رہی ہے۔ اس میں صدیوں میں جب حکومت کی ایرانیوں کے ہاتھ مہر پھر آگئی تو ایرانی نے ہر پھر پر 'فرہنگی' نے اس صدی کے آخر میں شاہنامہ لکھا۔ اس کی زبان شدہ ایرانی ہے۔ پھر پادشاہی نے اس نام نوساز جسکو میں بہت دفعہ لکھ چکا ہوں عربی علمی زبان تھی اس نے ایرانی کو دینا لیا۔

ایران کے شروع کی تاریخ کی بابت لکھنے کی یہاں بہت کچھ ہے۔ شاید ہندوستان سے پہلے آریہ ایران میں جا کر رہے۔ ایران اور آریہ دونوں ایک ہی دھات سے ہیں۔ جو فارسی ہے وہ ویدک سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے۔ ان آریہ آریہ کے قانون کے مطابق جو ہر بولی پر ہے اس کے بعد آریہ کے دوروں سے لے کر آریہ کے دوروں کو چھوڑ دینے کے۔ چوتھی صدی بی۔ سی۔ میں ایرانی راج کو وہ چاند لگے کہ روم ساگر سے لے کر استکان میں کشمیر کی گھاٹیوں اور سندھ کی وادیوں میں پھیل گیا۔ چوتھی صدی بی۔ سی۔ میں سکندر اس ملک کو فتح کر لیا اور راج ایران میں ایرانیوں کا رہا۔ یہ تھوک کہ وہ دو صدیوں تک یونان کو خراج دے رہے۔ تب سے ساتویں صدی عیسوی تک یعنی کوئی ڈھائی برس تک ایران میں راج بہت کچھ ایرانی آریہوں کی رہا۔ نتیجہ یہ کہ ایرانی پادشاہی سدرتی رہی۔ بیسویں صدی میں مسلمان عربوں نے ایران کو چھینا۔ انہوں نے اسلام ضرور قبول کیا لیکن اسلام کی پرمیٹنگاری میں اپنے میں سمو نہ سکی۔ وہی کہلانے پلانے کا پریم اور چتر کلا کا انوراک شعرو سخن کا شوق اور پرکرتی ہو جا ان میں جاری رہی۔ یہ ہیں چار خاص گنوں کے۔ ہمیں بھی دعویٰ ہے آریہ ہونے کا لیکن ان کے میں سے ایک بھی اب ہمارے میں نہیں رہا جاتا۔ تھوڑا بہت غلطی سے کہیں دکھائی دے جاتا ہے تو وہ مسجد ان ایرانیوں، یونانیوں اور پچھلی قوموں کی مہربانوں کی ہے۔ گو اس مذہبی قوم پر عرب کچھ زیادہ مدت حکومت نہ کر سکے۔ عربی نے اپنا سکھ ایرانی پر جمع۔ اس میں کچھ تو حکومت کا ہاتھ تھا لیکن بہت سا۔ اس علمی ذخیرے کا تھا جو عربوں کے علمی شوق نے۔ آریہ کے علموں سے عربی میں جمع کو لیا تھا۔ عربی صدیوں پچھلی پچھلی ہی نہیں بہت سے یورپی دیسوں کی زبان رہی ہے۔ اس میں صدیوں میں جب حکومت کی ایرانیوں کے ہاتھ مہر پھر آگئی تو ایرانی نے ہر پھر پر 'فرہنگی' نے اس صدی کے آخر میں شاہنامہ لکھا۔ اس کی زبان شدہ ایرانی ہے۔ پھر پادشاہی نے اس نام نوساز جسکو میں بہت دفعہ لکھ چکا ہوں عربی علمی زبان تھی اس نے ایرانی کو دینا لیا۔

ایران کے شروع کی تاریخ کی بابت لکھنے کی یہاں بہت کچھ ہے۔ شاید ہندوستان سے پہلے آریہ ایران میں جا کر رہے۔ ایران اور آریہ دونوں ایک ہی دھات سے ہیں۔ جو فارسی ہے وہ ویدک سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے۔ ان آریہ آریہ کے قانون کے مطابق جو ہر بولی پر ہے اس کے بعد آریہ کے دوروں سے لے کر آریہ کے دوروں کو چھوڑ دینے کے۔ چوتھی صدی بی۔ سی۔ میں ایرانی راج کو وہ چاند لگے کہ روم ساگر سے لے کر استکان میں کشمیر کی گھاٹیوں اور سندھ کی وادیوں میں پھیل گیا۔ چوتھی صدی بی۔ سی۔ میں سکندر اس ملک کو فتح کر لیا اور راج ایران میں ایرانیوں کا رہا۔ یہ تھوک کہ وہ دو صدیوں تک یونان کو خراج دے رہے۔ تب سے ساتویں صدی عیسوی تک یعنی کوئی ڈھائی برس تک ایران میں راج بہت کچھ ایرانی آریہوں کی رہا۔ نتیجہ یہ کہ ایرانی پادشاہی سدرتی رہی۔ بیسویں صدی میں مسلمان عربوں نے ایران کو چھینا۔ انہوں نے اسلام ضرور قبول کیا لیکن اسلام کی پرمیٹنگاری میں اپنے میں سمو نہ سکی۔ وہی کہلانے پلانے کا پریم اور چتر کلا کا انوراک شعرو سخن کا شوق اور پرکرتی ہو جا ان میں جاری رہی۔ یہ ہیں چار خاص گنوں کے۔ ہمیں بھی دعویٰ ہے آریہ ہونے کا لیکن ان کے میں سے ایک بھی اب ہمارے میں نہیں رہا جاتا۔ تھوڑا بہت غلطی سے کہیں دکھائی دے جاتا ہے تو وہ مسجد ان ایرانیوں، یونانیوں اور پچھلی قوموں کی مہربانوں کی ہے۔ گو اس مذہبی قوم پر عرب کچھ زیادہ مدت حکومت نہ کر سکے۔ عربی نے اپنا سکھ ایرانی پر جمع۔ اس میں کچھ تو حکومت کا ہاتھ تھا لیکن بہت سا۔ اس علمی ذخیرے کا تھا جو عربوں کے علمی شوق نے۔ آریہ کے علموں سے عربی میں جمع کو لیا تھا۔ عربی صدیوں پچھلی پچھلی ہی نہیں بہت سے یورپی دیسوں کی زبان رہی ہے۔ اس میں صدیوں میں جب حکومت کی ایرانیوں کے ہاتھ مہر پھر آگئی تو ایرانی نے ہر پھر پر 'فرہنگی' نے اس صدی کے آخر میں شاہنامہ لکھا۔ اس کی زبان شدہ ایرانی ہے۔ پھر پادشاہی نے اس نام نوساز جسکو میں بہت دفعہ لکھ چکا ہوں عربی علمی زبان تھی اس نے ایرانی کو دینا لیا۔

ہماری بولی کسی کا۔ آخر مل جل کر ہی سمجھا کرنا پڑا۔ دوسری بات یہ کہ لاطینی اور جرمنیت دونوں آریہ بھاشا کی بیٹی ہیں۔ کھول جعفریہ دونوں کا جدا۔ ایک اتر میں جا کر بسی، دوسری دکھن میں جن سے ان کے رنگ روپ میں ہی نہیں بلات میں بھی فرق ہو گیا۔

ہماری بولی سیدھی نہیں سبب نئی ہے۔ گو مومے اب بھی نہیں کہ بچپن میں اسے سیکھنے کے لیے مومے کوئی خاص اہمیت تھی۔ اتنی سمجھ اب ضرور ہے کہ ایک ہندوستانی بچے کے لئے یہ کہتی بولی ہندوستانی سیکھنا اتنا آسان نہیں جتنا شاید ایک برج بانی کے لئے برج بھاشا یا ایک مدراسی کے لئے اپنی ماں بولی سیکھنا۔ اس لئے اگر ہمارے بچوں کے بچوں اور ان کے بچوں کے لئے یہ آسان بنائی جاسکے اور ہم نہ بدادیں تو ہم اپنی سلطنت کے دشمن ہیں۔ آج کل کچھ بھائی اس کا سبب نچاؤ نکالنے کی دھن میں ہیں اور اگرچہ وہ آسان کے معنی نہیں سمجھتے کھول شدہ کو سمجھتے ہیں انکا ہاتھ پٹانا ہمارا دھرم ہے! کیونکہ مشکل لفظ تو کس کر آپ ہی آسان ہو جائیگا (زبان کی اس بارہ کو کوئی نہیں روک سکتا) بھاشا بنا ہلکے ایک بچہ ہو سکتی۔ لیکن بھلنے سے بھلے یہ سوچنا ضروری ہے کہ کیا ہم بھلنے میں سہل ہو سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو کوشش فضول ہی نہیں نقصان ہی پہونچاتی ہے۔

یہ تو سب جانتے ہیں کہ اس صدی کے شروع میں دو ایشیائی قومیں آزادی حاصل کرتے ہی یہ کام کر سکیں۔ جیسا کہ میں حرفوں کے باب میں لکھ آیا ہوں۔ ترک اپنی زبان میں سے سارے عربی اور فارسی لفظ نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ ایرانہوں نے سارے عربی لفظوں کو دیس نکال دینا ٹھیک نہیں سمجھا لیکن ان کی ایرانی میں جتنے فضول انگلیت بھرتی کے لفظ گھس گئے تھے ان سب کو انہوں نے مار بھٹایا۔ ہمارے بھائی بھی ان تروں اور ایرانہوں کی طرح ان عربی اور فارسی لفظوں کو جو ہماری ہندوستانی میں آگئے ہیں نکالنا چاہتے ہیں اور بڑے زوروں سے کہتے ہیں کہ جو ترک اور ایرانی کر سکتے وہ ہم تو بہت آسانی سے کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے پاس سلسکرت کا بھندار موجود ہے۔ ظاہر تو ان کی بات سولہ آئے پکی معلوم ہوتی ہے۔ فارسی میں ایک کہاوت ہے—آدھے حکم سے جان کا تر اور آدھے مے سے ایمان کا تر—اسی طرح آدھے پلڈت سے دیس کا تر۔ ہمارے پلڈت آدھے پلڈت ہیں۔ اپنا اتھاس تو سچ ہوگا اتھاس نہیں اٹی رونا ہے۔ اُسے تو وہ جان ہی نہیں سکتے کیونکہ ہمارے کچھ بڑوں نے اُس پر خوب موٹا گڑھا پوچھا پھر دیکھا ہے اور دوسروں کا اتھاس جانتے ہی انہیں کبھی

ہماری بولی کسی کا۔ آخر مل جل کر ہی سمجھا کرنا پڑا۔ دوسری بات یہ کہ لاطینی اور جرمنیت دونوں آریہ بھاشا کی بیٹی ہیں۔ کھول جعفریہ دونوں کا جدا۔ ایک اتر میں جا کر بسی، دوسری دکھن میں جن سے ان کے رنگ روپ میں ہی نہیں بلات میں بھی فرق ہو گیا۔

یہ تو سب جانتے ہیں کہ اس صدی کے شروع میں دو ایشیائی قومیں آزادی حاصل کرتے ہی یہ کام کر سکیں۔ جیسا کہ میں حرفوں کے باب میں لکھ آیا ہوں۔ ترک اپنی زبان میں سے سارے عربی اور فارسی لفظ نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ ایرانہوں نے سارے عربی لفظوں کو دیس نکال دینا ٹھیک نہیں سمجھا لیکن ان کی ایرانی میں جتنے فضول انگلیت بھرتی کے لفظ گھس گئے تھے ان سب کو انہوں نے مار بھٹایا۔ ہمارے بھائی بھی ان تروں اور ایرانہوں کی طرح ان عربی اور فارسی لفظوں کو جو ہماری ہندوستانی میں آگئے ہیں نکالنا چاہتے ہیں اور بڑے زوروں سے کہتے ہیں کہ جو ترک اور ایرانی کر سکتے وہ ہم تو بہت آسانی سے کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے پاس سلسکرت کا بھندار موجود ہے۔ ظاہر تو ان کی بات سولہ آئے پکی معلوم ہوتی ہے۔ فارسی میں ایک کہاوت ہے—آدھے حکم سے جان کا تر اور آدھے مے سے ایمان کا تر—اسی طرح آدھے پلڈت سے دیس کا تر۔ ہمارے پلڈت آدھے پلڈت ہیں۔ اپنا اتھاس تو سچ ہوگا اتھاس نہیں اٹی رونا ہے۔ اُسے تو وہ جان ہی نہیں سکتے کیونکہ ہمارے کچھ بڑوں نے اُس پر خوب موٹا گڑھا پوچھا پھر دیکھا ہے اور دوسروں کا اتھاس جانتے ہی انہیں کبھی

اور بے لگ سیاهی ہے جو نگہبوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے
نیچیں اور دھوم کی خدمت کرتے کرتے ہمیشہ کے لئے آرام
کی نیند سو گئے۔ ہم سب اللہ سے آئے ہیں اور اللہ ہی
کی طرف ہم سب کو جانا ہے۔

اور بے لگ سیاهی ہے جو نگہبوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے
نیچیں اور دھوم کی خدمت کرتے کرتے ہمیشہ کے لئے آرام
کی نیند سو گئے۔ ہم سب اللہ سے آئے ہیں اور اللہ ہی
کی طرف ہم سب کو جانا ہے۔

("احرار" دہلی کے آداب پر)

("احرار" دہلی کے آداب پر)

خالص بولی — کھچڑی بولی اور بولی کی دیوار

(भाई मदन गोपाल)

خالص بولی — کھچڑی بولی اور بولی کی دیوار

(بهائی مدن گوپال)

کچھ انگریزی و دانوں کا یہ خیال درست معلوم
ہوتا ہے کہ ایک انگریز کے لئے انگریزی سمجھنا زیادہ
مشکل ہے یہ نسبت ایک جرمن یا فرانسیسی کے لئے
جرمن یا فرانسیسی سمجھنا۔ وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ
فرانسیسی، اسپینش اور اٹالین رومانی زبانیں ہیں
جن کی جڑیں اکثر لاطینی سے نکلی ہیں اس لئے ان
زبانوں کے بہت سے لفظ ایسے ہیں جن کی جڑ وہی ہوئے
کے کارن ان سب لفظوں کا جو اس جڑ سے نکلے ہیں
سمجھنا اور یاد کرنا بہت زیادہ آسان ہے۔ یہی حال
سربش، ڈینش اور جرمن کا ہے کہونکہ ان کے اکثر
لفظ جرمنک جڑوں سے نکلے ہوئے ہیں اس لئے جب
ایک جڑ سمجھ لی تو اس جڑ سے جتنے لفظ اپنی
بولی میں آئے ہیں ان کی شکل چونکہ آپس میں
ملتی جلتی ہے اور وہ ایک ہی گھرانے کے معلوم ہوتے
ہیں انہیں سمجھنا اور یاد رکھنا مشکل نہیں ہوتا۔
انگریزی چونکہ ایک کھچڑی بولی ہے جس میں اکثر
لاطینی جڑوں کے لفظ اور جرمنک جڑوں کے لفظ ہی
نہیں کافی یونانی لفظ بھی آئے ہیں اس لئے انہیں
جاننے کے لئے یادداشت پر زیادہ زور ڈالنا پڑتا ہے۔ بالکل
خالص بولی تو دنیا میں نہ کوئی ہوئی اور نہ کوئی ہے۔
تھوڑے ہدیس لفظ تو ہر زبان میں آہی جاتے ہیں۔ ان سے
زبان کی بناوت میں فرق نہیں آتا وہ تو دال میں
حک مسالے کا ہی کام دیتے ہیں۔

کچھ انگریزی و دانوں کا یہ خیال درست معلوم
ہوتا ہے کہ ایک انگریز کے لئے انگریزی سمجھنا زیادہ
مشکل ہے یہ نسبت ایک جرمن یا فرانسیسی کے لئے
جرمن یا فرانسیسی سمجھنا۔ وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ
فرانسیسی، اسپینش اور اٹالین رومانی زبانیں ہیں
جن کی جڑیں اکثر لاطینی سے نکلی ہیں اس لئے ان
زبانوں کے بہت سے لفظ ایسے ہیں جن کی جڑ وہی ہوئے
کے کارن ان سب لفظوں کا جو اس جڑ سے نکلے ہیں
سمجھنا اور یاد کرنا بہت زیادہ آسان ہے۔ یہی حال
سربش، ڈینش اور جرمن کا ہے کہونکہ ان کے اکثر
لفظ جرمنک جڑوں سے نکلے ہوئے ہیں اس لئے جب
ایک جڑ سمجھ لی تو اس جڑ سے جتنے لفظ اپنی
بولی میں آئے ہیں ان کی شکل چونکہ آپس میں
ملتی جلتی ہے اور وہ ایک ہی گھرانے کے معلوم ہوتے
ہیں انہیں سمجھنا اور یاد رکھنا مشکل نہیں ہوتا۔
انگریزی چونکہ ایک کھچڑی بولی ہے جس میں اکثر
لاطینی جڑوں کے لفظ اور جرمنک جڑوں کے لفظ ہی
نہیں کافی یونانی لفظ بھی آئے ہیں اس لئے انہیں
جاننے کے لئے یادداشت پر زیادہ زور ڈالنا پڑتا ہے۔ بالکل
خالص بولی تو دنیا میں نہ کوئی ہوئی اور نہ کوئی ہے۔
تھوڑے ہدیس لفظ تو ہر زبان میں آہی جاتے ہیں۔ ان سے
زبان کی بناوت میں فرق نہیں آتا وہ تو دال میں
حک مسالے کا ہی کام دیتے ہیں۔

انگریزی میں یہ دو بھانتی ہیں کہوں اور کہسے آیا ؟
اس کا جواب انگلینڈ کی ہسٹری دیتی ہے جس میں
ہونے کی یہاں کوئی ضرورت نہیں۔ یہ بتانا ضروری معلوم
ہوتا ہے کہ چودھویں صدی سے لیکر انیسویں صدی تک یعنی
پانچ سو برس ان دونوں میں ایک دوسرے کو نکالنے کے لئے
خوب جنگ رہی لیکن چلی کسی کی نہیں۔ کبھی کسی کا

انگریزی میں یہ دو بھانتی ہیں کہوں اور کہسے آیا ؟
اس کا جواب انگلینڈ کی ہسٹری دیتی ہے جس میں
ہونے کی یہاں کوئی ضرورت نہیں۔ یہ بتانا ضروری معلوم
ہوتا ہے کہ چودھویں صدی سے لیکر انیسویں صدی تک یعنی
پانچ سو برس ان دونوں میں ایک دوسرے کو نکالنے کے لئے
خوب جنگ رہی لیکن چلی کسی کی نہیں۔ کبھی کسی کا

سن 1921 میں مہری راج گجی زندگی شروع ہوئی۔ گجی ہار مولانا سے بہت کچھ مت بہہد ہوا۔ لیکن مولانا جب بھی ملتے اُسی پہلے کی سی صحبت اور اُتکے ہی اُتے ہیں سے ملتے۔ مہرے دل میں بھی مولانا کا ادب اور مان بڑھتا چلا گیا۔

سن 1947 میں پوربی پنجاب کے وچڑنے کے ساتھ لُخی-نا بھی وچڑا۔ میں بھی بہت تن ہوکر دِللی آگیا۔ لُخی میں مولانا ہسرت سے ملکا۔ ہماری موسی باتوں ہال سنکر بہت ہمدردی آہیر کی۔ ولید ساہب دہانت کی لُبر سن کر بہت دُکھی دُپ۔ اس کے ہ مولانا جب جب دِللی آتے مے مکان پر آکر تے اور ہمیشہ مکتے سے

24 اپریل سن '51 کو میں کسی کام سے لکھنؤ آوا۔ مولانا ہسرت لکھنؤ تھیرے ہوتے تھے۔ قریب دو پہلے سے بیمار تھے۔ علاج ہو رہا تھا۔ 25 اپریل کی صبح میں مولانا ہسرت سے ملتے گئے۔ میں نے دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ اب سچے گھر کی طرف جانے کی تیاریاں ہوں۔ سلام کر کے برابر کی چار پائی پر بیٹھ گیا۔ مولانا نے آہستہ آہستہ اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اُن کا ہاتھ اُپے دونوں ہاتھوں مہر۔ لے کر کچھ رک کر میں نے کہا—”آپ کو یاد ہوگا پہلی مرتبہ آپ سن 1912 میں لدھیانہ آئے تھے۔ مہرے ایک سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا کہ میں اتنا تندرست اُسی لُخی ہوں کہ مہرے دل کے کسی کونے میں موت کا تر ہائی نہیں رہا۔“

مولانا نے جواب دیا—”مجھے یاد ہے۔“

میں نے پھر کہنا شروع کیا—”ایک انسان انسانی قوم کے لئے اور ایک مسلمان اسلام کے لئے اپنی زندگی میں جو اچھی سے اچھی خدمت کر سکتا ہے آپ نے اُنہوں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ اللہ کے یہاں کسی کا کوئی عمل فضل نہیں جاتا۔ آپ کو بھی اِس کا نیک پھل ضرور ملے گا۔“

مولانا نے کمزور آواز میں جواب دیا—”میں شہید ہے۔“

اِس قدرے کے ساتھ ساتھ مولانا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ مولانا کا یہ جواب خدا کے خوف میں قویا ہوا تھا۔ ایسا جواب ایک روحانی پرمہنگار آدمی ہی دے سکتا ہے۔

مولانا ہسرت آجکل کی زبان میں سچے مسلمان اور سچے کمیونسٹ تھے۔ اُسی لئے وہ کسی جدت میں کہیں نہ سکے۔ وہ ہندستان کی راج گجی زندگی کا ایک خاص باب (ادھیانہ) تھے۔ وہ ایک بہادر

مولانا نے جواب دیا—”مجھے یاد ہے۔“

میں نے پھر کہنا شروع کیا—”ایک انسان انسانی قوم کے لئے اور ایک مسلمان اسلام کے لئے اپنی زندگی میں جو اچھی سے اچھی خدمت کر سکتا ہے آپ نے اُنہوں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ اللہ کے یہاں کسی کا کوئی عمل فضل نہیں جاتا۔ آپ کو بھی اِس کا نیک پھل ضرور ملے گا۔“

مولانا نے کمزور آواز میں جواب دیا—”میں شہید ہے۔“

اِس قدرے کے ساتھ ساتھ مولانا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ مولانا کا یہ جواب خدا کے خوف میں قویا ہوا تھا۔ ایسا جواب ایک روحانی پرمہنگار آدمی ہی دے سکتا ہے۔

مولانا ہسرت آجکل کی زبان میں سچے مسلمان اور سچے کمیونسٹ تھے۔ اُسی لئے وہ کسی جدت میں کہیں نہ سکے۔ وہ ہندستان کی راج گجی زندگی کا ایک خاص باب (ادھیانہ) تھے۔ وہ ایک بہادر

جواب ملا۔ ”میرے دل کے کسی کونے میں मौت کا ڈر نہیں رہا۔ شہید ہونے کا شوق بڑھتا جا رہا ہے۔ سب مشکلوں سے گذر چکا ہوں۔ اب ایک پھانسی رہ گئی ہے۔ اس کے لئے اب کو ہر وقت تیار ہونا چاہئے۔“

یہ جملے مولانا کی زبان سے بہت ہی قدرتی اور سادے قلمک سے نکلے۔ مہرے لئے اُن جملوں میں بہت کچھ تھا۔ اُن سے مہرے دل اور دماغ پر جو اثر ہونا چاہئے تھا وہی ہوا۔

”اس وقت آپ کا ماہانہ خرچ کتنا ہے؟“

”صرف پانچ روپے ماہوار میں میں اپنی زندگی اچھی طرح گزار رہا ہوں۔ زندگی کی ضرورتوں کو کم سے کم کر دیا ہے۔“

میرے والد صاحب کانپور میں تعلیم کے لئے تھے۔ اُسی زمانے میں مولانا حسرت سے اُن کا گہرا مہل چول ہو گیا۔ والد صاحب سے مولانا حسرت کی زندگی کے حالات سنانے کا اکثر موقع ملا۔

ایک دن والد صاحب نے اپنے لئے کہ حسرت کی طرح زندگی گزارنے والے آدمی بہت ہی کم ہوتے۔ ایک سفر میں میرا اُن کا ساتھ ہوا۔ مہرے ساتھ کھر کا بڑا کھانا تھا جو تین چار آدمیوں کے لئے کافی تھا دوپہر کے وقت میں نے کھانا نکالا اور مولانا حسرت سے کھانا کھانے کے لئے کہا۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ جب میں نے بہت حد کی تو پہلے لگے۔ ”بھائی! میں کئی برس سے لکھنؤ میں رہتا ہوں۔ میں جس راستے پر چل رہا ہوں اس کی ہر تکلیف برداشت کرنے کے لئے جسم کو عادی بنانا ہے۔“

والد صاحب نے بتایا کہ مولانا حسرت کا یہ عمل قریب پچاس برس جاری رہا اور جہاں تک ہو سکتا تھا کوئی نہ کوئی بہانہ لیکر اسے ساتھیوں اور دوستوں سے چھپاتے تھے۔

مولانا حسرت علی گڑھ سے ایک رسالہ ’اردو-پ-مؤرخانہ‘ نکالتے تھے۔ ان دنوں مولانا نے پاس اتنا روپیہ نہ تھا کہ نوکر رکھ کر کام کرائے، اس لئے مولانا خود اور اُن کی بہکم صاحبہ اور اُن کا ایک لائق شاگرد تھلوی ملکر پریس کی ہینڈ مشین چلاتے تھے۔ خود ہی پتھر جماتے تھے اور پیک کر کے ڈاکخانے پہنچانے تک کے سب کام خود ہی کرتے تھے۔ اسی پرچے سے آپ کی درزی تھی۔

مولانا حسرت کا والد صاحب سے جو سبب تھ اس کی بنا پر میں اکثر مولانا سے ملتا رہا۔ ہر بار ملاقات کے بعد جب لوٹتا تو بہت کچھ لے کر لوٹا۔

مولانا حسرت علی گڑھ سے ایک رسالہ ’اردو-پ-مؤرخانہ‘ نکالتے تھے۔ اُن دنوں مولانا نے پاس اتنا روپیہ نہ تھا کہ نوکر رکھ کر کام کرائے، اس لئے مولانا خود اور اُن کی بہکم صاحبہ اور اُن کا ایک لائق شاگرد تھلوی ملکر پریس کی ہینڈ مشین چلاتے تھے۔ خود ہی پتھر جماتے تھے اور پیک کر کے ڈاکخانے پہنچانے تک کے سب کام خود ہی کرتے تھے۔ اسی پرچے سے آپ کی درزی تھی۔

مولانا حسرت کا والد صاحب سے جو سبب تھ اس کی بنا پر میں اکثر مولانا سے ملتا رہا۔ ہر بار ملاقات کے بعد جب لوٹتا تو بہت کچھ لے کر لوٹا۔

”اس وقت آپ کا ماہانہ خرچ کتنا ہے؟“

”صرف پانچ روپے ماہوار میں میں اپنی زندگی اچھی طرح گزار رہا ہوں۔ زندگی کی ضرورتوں کو کم سے کم کر دیا ہے۔“

میرے والد صاحب کانپور میں تعلیم کے لئے تھے۔ اُسی زمانے میں مولانا حسرت سے اُن کا گہرا مہل چول ہو گیا۔ والد صاحب سے مولانا حسرت کی زندگی کے حالات سنانے کا اکثر موقع ملا۔

ایک دن والد صاحب نے اپنے لئے کہ حسرت کی طرح زندگی گزارنے والے آدمی بہت ہی کم ہوتے۔ ایک سفر میں میرا اُن کا ساتھ ہوا۔ مہرے ساتھ کھر کا بڑا کھانا تھا جو تین چار آدمیوں کے لئے کافی تھا دوپہر کے وقت میں نے کھانا نکالا اور مولانا حسرت سے کھانا کھانے کے لئے کہا۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ جب میں نے بہت حد کی تو پہلے لگے۔ ”بھائی! میں کئی برس سے لکھنؤ میں رہتا ہوں۔ میں جس راستے پر چل رہا ہوں اس کی ہر تکلیف برداشت کرنے کے لئے جسم کو عادی بنانا ہے۔“

والد صاحب نے بتایا کہ مولانا حسرت کا یہ عمل قریب پچاس برس جاری رہا اور جہاں تک ہو سکتا تھا کوئی نہ کوئی بہانہ لیکر اسے ساتھیوں اور دوستوں سے چھپاتے تھے۔

مولانا حسرت علی گڑھ سے ایک رسالہ ’اردو-پ-مؤرخانہ‘ نکالتے تھے۔ اُن دنوں مولانا نے پاس اتنا روپیہ نہ تھا کہ نوکر رکھ کر کام کرائے، اس لئے مولانا خود اور اُن کی بہکم صاحبہ اور اُن کا ایک لائق شاگرد تھلوی ملکر پریس کی ہینڈ مشین چلاتے تھے۔ خود ہی پتھر جماتے تھے اور پیک کر کے ڈاکخانے پہنچانے تک کے سب کام خود ہی کرتے تھے۔ اسی پرچے سے آپ کی درزی تھی۔

مولانا حسرت کا والد صاحب سے جو سبب تھ اس کی بنا پر میں اکثر مولانا سے ملتا رہا۔ ہر بار ملاقات کے بعد جب لوٹتا تو بہت کچھ لے کر لوٹا۔

مولانا ہसरत موہانی سے ملاقات

(भाई मौलाना हबीबुर्हमान लुधियानवी)

महीना तो याद नहीं. सन 1912 की एक सुबह को कसीने दरवाजा खटखटाया. मैंने कौरन दरवाजा खोला. मेरे सामने एक बाइज्जत इनसान जिसके चेहरे पर मतानत, अनजीदगी और परहेजगारी के आसार दिखाई देते थे। हुत ही सादा मगर साफ सुथरे लिंबास में खड़ा था.

“आप का इस्म शरीफ (शुभ नाम) ?”

“फज़लुल हसन.”

“सैयद फज़लुल हसन हसरत ?”

“जी हाँ.”

मौलाना हसरत से मेरी यह पहली मुलाकात थी.

मैंने कौरन दो मनखिली मसजिद का वह कमरा जिस में मेरे वालिद साहब रहते थे खोल दिया और मौलाना हसरत को वही कमरे में ठहराया.

उस ज़माने में मौलाना हसरत बहुत ही खतरनाक आदमी समझे जाते थे, इस लिये अंगरेज सरकार की तरफ से सी. आई. डी. के दो आदमी हर वक़्त मौलाना की निगरानी और देख भाल के लिये रहते थे.

मौलाना को अपने मकान पर देख कर मुझे कितनी लुशी हुई इसका क्या कोई अन्दाज़ा कर सकता है ! रसमी बात चीत के बाद मैंने पूछा—“क्या आप के लुधियाना तशरीफ़ लाने का मक़सद सिर्फ़ क़िबला वालिद साहब से मुलाकात करना है या कुछ और भी ?”

उन्होंने जवाब दिया—“अंगरेजी माल के हिन्दुस्तान में बाइकाट की तहरीक चलाना चाहता हूँ. इस सिलसिले में हिन्दुस्तान के जलमा से फ़तवा लेने के लिये एक मसौदा तैयार किया है. इस वक़्त देवबन्द से आ रहा हूँ. इस फ़तवे पर देवबन्द में सिर्फ़ शैख़ुल हिन्द मौलाना महमूदुल हसन ने दस्तख़त किये हैं. आप के वालिद साहब से दस्तख़त लेने के लिये लुधियाने आया हूँ.”

उन दिनों वालिद साहब लुधियाना न थे इसलिये फ़तवा पर उनके दस्तख़त न मिल सके.

मौलाना डेढ़ दिन लुधियाना ठहरे. उनके इस क्रयाम का मेरी तबीयत पर बहुत असर पड़ा और इस थोड़े से अरसे में मुल्की और मजहबी हालात पर उन्होंने मुझे बहुत कुछ बताया.

मौलाना के रवाना होने से थोड़ी देर पहले हिम्मत कर के मैंने पूछा—“आप की तन्दुरुस्ती इस क़दर अच्छी कैसे है ?”

مولانا حسرت موہانی سے ملاقات

(بھائی مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی)

مہینہ تو یاد نہیں. سن 1912 کی ایک صبح کو کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا. میں نے فوراً دروازہ کھولا. میرے سامنے ایک باعزت انسان جسکے چہرے پر معانیت، سنجیدگی اور پرہیزگاری کے آثار دکھائی دیتے تھے بہت ہی سادہ مگر صاف ستھرے لباس میں کھڑا تھا.

” آپ کا اسم شریف (جو نام) ؟ ”

” فضل الحسن . ”

” سید فضل الحسن حسرت ؟ ”

” جی ہاں . ”

مولانا حسرت سے میری یہ پہلی ملاقات تھی .

میں نے فوراً دو منزلی مسجد کا وہ کمرہ جس میں میرے والد صاحب رہتے تھے کھول دیا اور مولانا حسرت کو اسی کمرے میں ٹھہرایا .

اُس زمانے میں مولانا حسرت بہت ہی خطرناک آدمی سمجھے جاتے تھے، اُس لئے انگریز سرکار کی طرف سے سی. آئی. ڈی. کے دو آدمی ہر وقت مولانا کی نگرانی اور دیکھ بھال کے لئے رہتے تھے .

مولانا کو اپنے مکان پر دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ہوئی اُس کا کہا کوئی اندازہ کر سکتا ہے ! رسمی بات چیت کے بعد میں نے پوچھا — ” کہا آپ کے لدھیانہ تشریف لانے کا مقصد صرف قبلہ والد صاحب سے ملاقات کرنا ہے یا کچھ اور بھی ؟ ”

انہوں نے جواب دیا — ” انگریزی مال کے هندوستان میں بائیکاٹ کی تحریک چلانا چاہتا ہوں . اس سلسلے میں هندوستان کے علما کے فتویٰ لینے کے لئے ایک مسودہ تیار کیا ہے . اس وقت دیوبند سے آ رہا ہوں . اس فتویٰ پر دیوبند میں صرف شہخ آلفڈ مولانا محمود الحسن نے دستخط کئے ہیں . آپ کے والد صاحب سے دستخط لینے کے لئے لدھیانہ آیا ہوں . ”

اُن دنوں والد صاحب لدھیانہ نہ تھے اسلئے فتویٰ پر اُن کے دستخط نہ مل سکے .

مولانا قیوم دن لدھیانہ ٹھہرے . اُن کے اس قہام کا میری طبیعت پر بہت اثر پڑا اور اُس تہوار سے میرے میں ملکی اور مذہبی حالات پر انہوں نے مجھے بہت کچھ بتایا .

مولانا کے روانہ ہونے سے تھوڑی دیر پہلے ہمت کر کے میں نے پوچھا — ” آپ کی تندرستی اس قدر اچھی کیسے ہے ؟ ”

वर्षी पहने टालेखों में घूम रहे थे. वह नई नई चीजें देख रहे थे. दूसरे दिन उनके एक दल ने "अपने" लेखक के दर्शन करने का निश्चय किया. उन लोगों ने अपने आने की खबर गोर्की को पहले से नहीं दी थी. रूसी भाई चारे के मुताबिक यह बात एकदम साफ थी कि उनका लेखक उनका स्वागत करेगा ही. उन्होंने ठीक ही सोचा था. जब वह लोग आए तो गोर्की ने उनका स्वागत किया और अन्दर ले गए. दूसरे दिन गोर्की ने मुझे हँसते हुए सुनाया कि इन लोगों ने (जिनकी सेवा गोर्की के लिये सब से बड़ी चीज थी) उन्हें हैरान कर डाला. घर में घुसते घुसते उन्होंने पूछना शुरू किया—“आप यहां कैसे रहते हैं?” “आपके रहने का ढंग एक दम बुर्जुआ है—और फिर आप रूस क्यों नहीं चलते?” गोर्की को इस सब की जवाबदही करनी पड़ी. असल में यह सीधे सादे भोले भाले लोग उतने कठोर नहीं थे जितना कि वह दिखा रहे थे. उन लोगों ने आराम से चाय पी, बात चीत की और चलते वक़्त एक एक करके गोर्की के गले लगे. यह घटना अचरज भरी चीज थी. गोर्की इस नई पीढ़ी के भोले पन से मुग्ध हो गए थे. इन लोगों की बेतक-लुकी से उन्हें ज़रा भी परेशानी नहीं हुई. वह बार बार कह रहे थे—“हम लोगों की दुनिया में कितना फ़रक़ था ! या तो हम लोग डरपोक होते थे या बेरहम. लेकिन आत्मविश्वास तो नाम को भी नहीं था.” और जब मैंने कहा—“मेरे खयाल में आपकी सबसे बड़ी इच्छा उनके साथ ही चले जाने की थी.” तो उन्होंने मेरी ओर देखा और कहा—“आप ने कैसे जान लिया ? सचमुच आख़िर तक मैं सोच रहा था कि मैं किताबें, कागज़ वगैरा सब कुछ छोड़ छाड़ कर इन जवानों के साथ पंद्रह दिन के लिये चला जाऊँ. इससे मुझे मालूम हो जाता कि रूस अब क्या है. दूर रहने से आदमी अपनी सबसे अच्छी चीज़ को भूल जाता है और हममें से किसी ने निर्वासन (जलावतनी) में कोई भी काम की चीज़ नहीं लिखी.”

अनुवादक—प्रकाश चन्द्र चतुर्वेदी

तमाम सोना

(भाई नरम आफ़न्दी)

माया माटी है और लोना है तू,
संसार की हाट में खिलौना है तू.

समझा ही नहीं आपको मूरख लोभी,
बाहर भीतर तमाम सोना है तू.

अगस्त '51

दोसरी पहली ज़िन्दगी में ज़िन्दगी में रहते. वह लकी लकी चोरी चोरी
दोसरी दिन उन के एक दल ने "अपने" लेखक के दर्शन
करने का निश्चय किया. उन लोगों ने अपने आने की खबर गोर्की को पहले
से नहीं दी थी. रूसी भाई चारे के मुताबिक यह बात एकदम साफ़ थी कि
उनका लेखक उनका स्वागत करेगा ही. उन्होंने ठीक ही सोचा था. जब वह लोग
आए तो गोर्की ने उनका स्वागत किया और अन्दर ले गए. दूसरे दिन गोर्की ने
मुझे हँसते हुए सुनाया कि इन लोगों ने (जिनकी सेवा गोर्की के लिये सब से
बड़ी चीज़ थी) उन्हें हैरान कर डाला. घर में घुसते घुसते उन्होंने पूछना
शुरू किया—“आप यहां कैसे रहते हैं?” “आपके रहने का ढंग एक दम
बुर्जुआ है—और फिर आप रूस क्यों नहीं चलते?” गोर्की को इस सब की
जवाबदही करनी पड़ी. असल में यह सीधे सादे भोले भाले लोग उतने कठोर
नहीं थे जितना कि वह दिखा रहे थे. उन लोगों ने आराम से चाय पी, बात
चीत की और चलते वक़्त एक एक करके गोर्की के गले लगे. यह घटना
अचरज भरी चीज़ थी. गोर्की इस नई पीढ़ी के भोले पन से मुग्ध हो गए थे.
इन लोगों की बेतक-लुकी से उन्हें ज़रा भी परेशानी नहीं हुई. वह बार
बार कह रहे थे—“हम लोगों की दुनिया में कितना फ़रक़ था ! या तो हम लोग
डरपोक होते थे या बेरहम. लेकिन आत्मविश्वास तो नाम को भी नहीं था.”
और जब मैंने कहा—“मेरे खयाल में आपकी सबसे बड़ी इच्छा उनके साथ
ही चले जाने की थी.” तो उन्होंने मेरी ओर देखा और कहा—“आप ने
कैसे जान लिया ? सचमुच आख़िर तक मैं सोच रहा था कि मैं किताबें,
कागज़ वगैरा सब कुछ छोड़ छाड़ कर इन जवानों के साथ पंद्रह दिन के
लिये चला जाऊँ. इससे मुझे मालूम हो जाता कि रूस अब क्या है. दूर
रहने से आदमी अपनी सबसे अच्छी चीज़ को भूल जाता है और हममें से
किसी ने निर्वासन (जलावतनी) में कोई भी काम की चीज़ नहीं लिखी.”

अनुवादक—प्रकाश चन्द्र चतुर्वेदी

तमाम सोना

(भाई नरम आफ़न्दी)

माया माटी है और लोना है तू,
संसार की हाट में खिलौना है तू.

समझा ही नहीं आपको मूरख लोभी,
बाहर भीतर तमाम सोना है तू.

अगस्त '51

مافی ہونے والا، مافی یا آوارہ سمجھا جاتا تھا۔ وہ یورپی طرح روسی 'معمولی آدمی' تھے۔ راستے میں کوئی بھی ان کی طرف بڑا دھیان دیتے اور بڑا کوئی خاص بات دیکھ کر تنگ جاسکتا تھا۔ لیکن آملے سامنے ہوتے ہوتے بات چیت کرنے پر معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ کون ہیں۔ ان جانے میں ہی وہ اپنی کہانوں کے پاتر (کردار) کے ساتھ سمجھ میں کھل مل جاتے تھے۔ ایک بار انہوں نے ایک بڑے آدمی کا حال سنا یا اور ان کی بات کا ترجمہ ہونے کے پہلے ہی اس بڑے کی یورپی شکل مہرے سامنے آگئی۔ یہ کہوا، تھکا ہوا بڑھا انہوں نے پاتر کے سے ملا تھا۔ آپ ہی آپ گورگی کا سر آگے کو جھک گیا۔ کلدھ بھی جیسے ہوجھ سے جھک گئے اور وہ انہوں نے جو ابھی تک چمک رہی تھیں، ان میں تھکن آگئی۔ آواز بھی لوہوانے لگی۔ ان جانے میں ہی گورگی وہ بڑھا بن گئے۔ فوراً ہی کوئی فلسفی کی بات آئی تو گورگی تھکھا مار کر فلسفے لکے ان کا چہرہ پھر سے چمکے لگا۔ جب وہ گاؤں اور جلتا کے بارے میں بات چیت کرتے تو انہیں بڑا آند آتا تھا۔ ان کی ہر ایک بات ہر ایک چیز سول اور سواہواک تھی۔ ان کی چال قہال، ہتھلے کا قہلگ، فلسفی وغیرہ سب کچھ! ایک دن شام کو انہوں نے پڑانے روسی سپاہی کا بھوس پلایا، کمر میں ایک تلوار لٹکائی اور ان کی انکھیں کوئی خاص چیز دیکھنے لگیں، بھوس تن گئیں، چال میں تھڑی آگئی۔ لیکن ایک چھن بعد یہ بھوس ہٹاتے ہی بھوس کی طرح مدھر کھلکھلاہٹ ان کے چہرے پر کھیلنے لگی۔ ان کے اندر اچرچ بھری شکتی تھی۔ شریور وگھان کے سارے بدن میں توڑوڑ وہ کھول ایک بھوسہ کے سہارے زندہ رہتے تھے۔ ان میں بے پناہ اچھا شکتی تھی اور اپنا فرض پورا کرنے کی اہملاشا ہی انہوں نے زندہ رکھتی تھی۔ روز صبح وہ اپنے سندر اکشروں میں اپنے ناول کا حصہ لکھتے تھے اور سیکڑوں سوالوں کے جواب دیتے تھے جو ان نے دیس کے نئے لکھک اور کارکرتا خطوں کے ذریعے پوچھتے تھے۔ ان کے ساتھ رہ کر مجھے روس کا تجربہ ہوا، بولشویک درس کا نہیں، پڑانے روس کا بھی نہیں، بلکہ روس کی مہان طاقتور جلتا کا۔ ان دنوں وہ یورپی طرح سے کسی فوصلے پر نہیں پہنچ پائے تھے۔ پڑانے کرانتکاری ہونے کے ناتے انہیں کرانتی کی آغشا تھی، وہ لہلہ کے مگر تھے پھر بھی یورپی طرح سے پڑاوتی میں شامل ہونے سے جھجھک رہے تھے۔ لیکن انہیں سدا وہاں ہی چلتا لگی رہتی تھی۔

سندھوگ سے مجھے ایک ایسا سین دکھائی دیا جو لکے درس کی چھانکتی تھا۔ اس سے ان کے من کی کھلچا قلی کی یورپی تصویر مہرے سامنے آگئی۔ ان دنوں پہلے روسی جہاز نہپاز کے بلندگاہ پر لگا تھا۔ جوان جہازی جہازوں نے پچھم کی دنیا کبھی نہیں دیکھی تھی اپنی

سंजोग से मुझे एक ऐसा सीन दिखाई दिया जो रुस की माँकी था. इससे उनके मन की खींचातानी की तस्वीर मेरे सामने आगई. उन दिनों पहला रूसी ज्ञ नेपलस के बन्दरगाह पर लगा था. जवान जहाजी होने पच्छिम की दुनिया कभी नहीं देखी थी अपनी

12. ہیدراہاد (جاگیروں کا ختم) کرایہ، 1358
کسلی (1358 کسلی کا نمبر ۷۸۷)

13. ہیدراہاد جاگیر (مباحضہ) کرایہ، 1359
کسلی (1359 کسلی کا نمبر ۷۸۷)

Proprietor:—مالک

Sub-proprietor:—زب-مالک

Under-proprietor:—نازب-مالک

Intermediary:—بچوالیا

Tenure:—پتہ

Conversion:—بدلاؤ

Alienation of land:—زمین دوسرے کے نام
کر دینا.

Commutation:—مباحضہ

1. حیدرآباد (جاگیروں کا ختم) کرایہ، 1358
(1358 کسلی کا نمبر ۷۸۷)

1. حیدرآباد جاگیر (مباحضہ) کرایہ، 1359
(1359 کسلی کا نمبر ۷۸۷)

Proprietor:—مالک

Sub-proprietor:—زب مالک

Under proprietor:—نازب مالک

Intermediary:—بچوالیا

Tenure:—پتہ

Conversion:—بدلاؤ

Alienation of land:—زمین دوسرے کے نام کر دینا

Commutation:—مباحضہ

گورکی کی ایک جھلک

(لکھک اسٹیفن زویگ)

روس سے واپس آتے وقت جو سب سے قیمتی چیز
میں ساتھ لایا وہ تھی گورکی کے ساتھ دوستی، جن سے
بار ماسکو میں ہی ملاقات ہوئی تھی۔ ایک دو
ہفتہ میں ان سے سو ریلنگوں میں ملا جہاں وہ اپنی
سی سداہارنے کے لئے گئے ہوئے تھے۔ اس بار ان کا
ہوکر تین کہیں نہ پہنچنے والے دن بتانے کا
مجھے ملا۔

ملاقات کا بھی ایک دلچسپ پہلو تھا۔ گورکی
دیشی بہاشا نہیں جانتے تھے اور میں روسی بہاشا
جانتا تھا۔ اسکی وجہ سے ہونا تو یہ چاہئے تھا
وہم دونوں ایک دوسرے کے سامنے مورتی کی طرح
چلپ بیٹھے رہیں یا بات چیت کریں تو اپنی
بری دودھوں کی معرفت جو دو بہاشائے یا ترجمان
کی تھیں۔ گورکی دنیا کے سامنے کے سب سے
کہانی کار تھے۔ کہانی اُنکے لئے کہل ۱۱
ہی بلکہ وہ اُنکے سرچے جہوں کی آئینہ بھی تھی۔
ان سے ہرے ہرے تھے اور اپنی رچلاؤں کے مانہ
بہاؤ جاتے تھے۔ اُسکے اُنکی بہاشا جالے بڑھی
ات اُنکے چہرے سے سمجھ میں آجاتی تھی۔
طرح سے 'روسی' تھے۔ اس بہاؤ کو دوسرے شہدوں
میں کہا جاسکتا۔ اُنکی شکل میں کوئی بھی
می نہیں تھی جو دوسروں کو اپنی طرف
کوئی بھی اس لمحہ کسی کو مزدور، کسان،

اس سے واپس آتے وقت جو سب سے قیمتی چیز
میں ساتھ لایا وہ تھی گورکی کے ساتھ دوستی، جن سے
بار ماسکو میں ہی ملاقات ہوئی تھی۔ ایک دو
ہفتہ میں ان سے سو ریلنگوں میں ملا جہاں وہ اپنی
سی سداہارنے کے لئے گئے ہوئے تھے۔ اس بار ان کا
ہوکر تین کہیں نہ پہنچنے والے دن بتانے کا
مجھے ملا۔

ملاقات کا بھی ایک دلچسپ پہلو تھا۔ گورکی
دیشی بہاشا نہیں جانتے تھے اور میں روسی بہاشا
جانتا تھا۔ اسکی وجہ سے ہونا تو یہ چاہئے تھا
وہم دونوں ایک دوسرے کے سامنے مورتی کی طرح
چلپ بیٹھے رہیں یا بات چیت کریں تو اپنی
بری دودھوں کی معرفت جو دو بہاشائے یا ترجمان
کی تھیں۔ گورکی دنیا کے سامنے کے سب سے
کہانی کار تھے۔ کہانی اُنکے لئے کہل ۱۱
ہی بلکہ وہ اُنکے سرچے جہوں کی آئینہ بھی تھی۔
ان سے ہرے ہرے تھے اور اپنی رچلاؤں کے مانہ
بہاؤ جاتے تھے۔ اُسکے اُنکی بہاشا جالے بڑھی
ات اُنکے چہرے سے سمجھ میں آجاتی تھی۔
طرح سے 'روسی' تھے۔ اس بہاؤ کو دوسرے شہدوں
میں کہا جاسکتا۔ اُنکی شکل میں کوئی بھی
می نہیں تھی جو دوسروں کو اپنی طرف
کوئی بھی اس لمحہ کسی کو مزدور، کسان،

12. دفا 372 میں سہار—بیجان کی دفا 372 کی دہارا (3) کی دپ-دہارا (د) میں، "دو برس" شبدوں کی جگہ "تین برس" شبد رکھ دیے جائیگے۔

13. دفا 376 میں سہار—بیجان کی دفا 376 کی دہارا (1) کے انت میں، نیچے لکھے شبد جوڑے جائیگے، یانی:—

"کوئی ऐसा जज, इस बात के रहते भी कि वह भारत का नागर नहीं है, उस हाई कोर्ट का सरजज या किसी दूसरे हाई कोर्ट का सरजज या कोई दूसरा जज नियोजे जाने का पात्र होगा."

14. नवीं पट्टी का जोड़ा जाना—विधान की आठवीं पट्टी के बाद, नीचे लिखी पट्टी जोड़ दी जायगी यानी:—

"नवीं पट्टी

[दफा 31 बी]

1. बिहार जमीन सुधार ऐक्ट, 1950 (1950 का बिहार ऐक्ट नम्बर तीस).
2. बम्बई पट्टादारी और कारशकारी जमीन ऐक्ट, 948 (1948 का बम्बई ऐक्ट नम्बर सरसठ).
3. बम्बई मालकी पट्टा अन्त ऐक्ट, 1949 (1949 का बम्बई ऐक्ट नम्बर इकसठ).
4. बम्बई तालुकदारी पट्टा अन्त ऐक्ट, 1949 (1949 का बम्बई ऐक्ट नम्बर बासठ).
5. पंचमहाल मेहवासी पट्टा अन्त ऐक्ट, 1949 (1949 का बम्बई ऐक्ट नम्बर तिरसठ).
6. बम्बई खोटी अन्त ऐक्ट, 1950 (1950 का बम्बई ऐक्ट, नम्बर छै).
7. बम्बई परगना और कुलकरनी बतन अन्त ऐक्ट, 50 (1950 का बम्बई ऐक्ट नम्बर साठ).
8. मध्य प्रदेश मालिकाना अधिकारों का (मिलकियतें, जल, दूसरे के नाम की गई जमीन) अन्त ऐक्ट, 1950 (1951 का मध्य प्रदेश ऐक्ट नम्बर एक).
9. मदरास मिलकियत (अन्त और रैयतबाड़ी में ताव) ऐक्ट, 1948 (1948 का मदरास ऐक्ट नम्बर छब्बीस).
10. मदरास मिलकियत (अन्त और रैयतबाड़ी में ताव) सुधार ऐक्ट, 1950 (1950 का मदरास ऐक्ट नम्बर एक).
11. उत्तर प्रदेश जमींदारी अन्त और जमीन सुधार ऐक्ट, 1950 (1951 का उत्तर प्रदेश ऐक्ट नम्बर एक).

12. دفعه 372 میں سدهار—وہمان کی دفعه 372 کی دہارا (3) کی آپ دہارا (اے) میں، "دو برس" شبدوں کی جگہ "تین برس" شبد رکھ دیے جائیگے۔

13. دفعه 376 میں سدهار—وہمان کی دفعه 376 کی دہارا (1) کے انت میں، نیچے لکھے شبد جوڑے جائیگے، یعنی:—

"کوئی ایسا جج اس بات کے رھتے بھی کہ وہ بھارت کا ناگر نہیں ہے، اس ہائی کورٹ کا سر جج یا کسی دوسرے ہائی کورٹ کا سر جج یا کوئی دوسرا جج نہوجے جانے کا پائر ہوگا۔"

14. نویں پٹی کا جوڑا جانا—وہمان کی آٹھویں پٹی کے بعد، نیچے لکھی پٹی جوڑ دی جائے گی یعنی:—
"نویں پٹی"

[دفعه 31 بی]

1. بہار زمین سدهار ایکٹ، 1950 (1950 کا بہار ایکٹ نمبر تیس).
2. بمبئی پٹہ داری اور کشتکاری زمین ایکٹ، 1948 (1948 کا بمبئی ایکٹ نمبر سرسٹھ).
3. بمبئی مالکی پٹہ انت ایکٹ، 1949 (1949 کا بمبئی ایکٹ نمبر اکسٹھ).
4. بمبئی تعلقداری پٹہ انت ایکٹ، 1949 (1949 کا بمبئی ایکٹ نمبر باسٹھ).
5. پنج مصالح مہواسی پٹہ انت ایکٹ، 1949 (1949 کا بمبئی ایکٹ نمبر ترسٹھ).
6. بمبئی کھوٹی انت ایکٹ، 1950 (1950 کا بمبئی ایکٹ نمبر چھ).
7. بمبئی پرکٹہ اور کلکرنی وطن انت ایکٹ، 1950 (1950 کا بمبئی ایکٹ نمبر ساٹھ).
8. مدھیہ پردیش مالکانہ ادھیکاروں کا (ملکیتیں، مصالح، دوسرے کے نام کی گئی زمین) انت ایکٹ، 1950 (1951 کا مدھیہ پردیش ایکٹ نمبر ایک).
9. مدراس ملکیت (انت اور رعیت واری میں بدلاؤ) ایکٹ، 1948 (1948 کا مدراس ایکٹ نمبر چھبیس).
10. مدراس ملکیت (انت اور رعیت واری میں بدلاؤ) سدهار ایکٹ، 1950 (1950 کا مدراس ایکٹ نمبر ایک).
11. اتر پردیش زمینداری انت اور زمین سدهار ایکٹ، 1950 (1951 کا اتر پردیش ایکٹ نمبر ایک).

”آرامش میں جہاں ہر سال کے پہلے اجلاس“ شہد رکھ دیے جائیں گے۔

(2) دھارا (2) میں، ”اور یہ بھٹ سدن کے اور کاموں سے پہلے ہو“ شہد نکال دیے جائیں گے۔

8. دفا 174 میں सुधार— विधान की दफा 174 की जगह, नीचे लिखी दफा रख दी जायगी, यानी:—

”174. रियासत की कानून सभा के इजलास, उनका बरखास्त होना और उनका भंग होना— (1) रियासत पति समय समय पर रियासत की कानून सभा के सदन को या हर सदन को मिलने के लिये जिस समय और जिस जगह ठीक समझेगा बुलाएगा, लेकिन एक इजलास में उसकी आखिरी बैठक और अगले इजलास में उसकी पहली बैठक की जो तारीख ठहराई गई हो उनके बीच छै महीने नहीं बीतने पायेंगे.

(2) रियासत पति समय समय पर—

(ए) सदन को या किसी सदन को बरखास्त कर सकता है.

(बी) आम सदन को भंग कर सकता है.”

9. दफा 176 में सुधार— विधान की दफा 176 में,—

(1) धारा (1) में, ”हर इजलास“ शब्दों की जगह ”आम सदन के हर आम चुनाव के बाद पहले इजलास के आरम्भ में और हर साल के पहले इजलास“ शब्द रख दिये जायेंगे;

(2) धारा (2) में, ”और यह बहस सदन के और कामों से पहले हो“ शब्द निकाल दिये जायेंगे.

10. दफा 341 में सुधार— विधान की दफा 341 की धारा (1) में, ”किसी रियासत के रियासत पति या राज प्रमुख से सलाह करके“ शब्दों की जगह ”किसी रियासत के बारे में, और जहाँ वह कोई ऐसी रियासत है जो पहली पट्टी के भाग (ए) या भाग (बी) में दर्ज है, वहाँ उस रियासत के रियासत पति या राज प्रमुख से सलाह करके“ शब्द रख दिये जायेंगे.

11. दफा 342 में सुधार— विधान की दफा 342 की धारा (1) में, ”किसी रियासत के रियासत पति या राज प्रमुख से सलाह करके“ शब्दों की जगह ”किसी रियासत के बारे में, और जहाँ वह कोई ऐसी रियासत है जो पहली पट्टी के भाग (ए) या भाग (बी) में दर्ज है, वहाँ उस रियासत के रियासत पति या राज प्रमुख से सलाह करके“ शब्द रख दिये जायेंगे.

के आरम्भ में और हर साल के पहले اجلاس“ शहद رکھ دیے جائیں گے.

(2) دھارا (2) میں، ”اور یہ بھٹ سدن کے اور کاموں سے پہلے ہو“ شہد نکال دیے جائیں گے.

8. دفعہ 174 میں سدھار — ودھان کی دفعہ 174

کی جگہ ”ریاست کی قانون سبھا کے اجلاس“ ان کا

پرخواست ہونا اور ان بھٹک ہونا — (1) ریاست پتی سے سے پر ریاست کی قانون سبھا کے سدن کو یا ہر سدن کو ملنے کے لئے جس سے اور جس جگہ تھٹک سمجھ کا ہلانے کا لیکن ایک اجلاس میں اُسکی آخری بھٹک اور اگلے اجلاس میں اُسکی پہلی بھٹک کی جو تاریخ تھرائی ٹٹی ہو ان کے بیچ چھ مہینے نہیں بھٹنے پائیں گے.

(2) ریاست پتی سے سے پر —

(اے) سدن کو یا کسی سدن کو پرخواست کر سکتا ہے.

(بی) عام سدن کو بھٹک کر سکتا ہے.

9. دفعہ 176 میں سدھار — ودھان کی دفعہ 176

میں،—

(1) دھارا (1) میں، ”ہر اجلاس“ شہدوں کی جگہ ”عام سدن کے ہر عام چلاؤ کے بعد پہلے اجلاس کے آرمبھ میں اور ہر سال کے پہلے اجلاس“ شہد رکھ دیے جائیں گے.

(2) دھارا (2) میں، ”اور یہ بھٹ سدن کے اور کاموں سے پہلے ہو“ شہد نکال دیے جائیں گے.

10. دفعہ 341 میں سدھار — ودھان کی دفعہ

341 کی دھارا (1) میں، ”کسی ریاست کے ریاست پتی یا راج پر مکھ سے صلاح کرکے“ شہدوں کی جگہ ”کسی ریاست کے بارے میں، اور جہاں وہ کوئی ایسی ریاست ہے جو پہلی پتی کے بھاگ (اے) یا بھاگ (بی) میں درج ہے، وہاں اُس ریاست کے ریاست پتی یا راج پر مکھ سے صلاح کرکے“ شہد رکھ دیے جائیں گے.

11. دفعہ 342 میں سدھار — ودھان کی دفعہ

341 کی دھارا (1) میں، ”کسی ریاست کے ریاست پتی یا راج پر مکھ سے صلاح کرکے“ شہدوں کی جگہ ”کسی ریاست کے بارے میں، اور جہاں وہ کوئی ایسی ریاست ہے جو پہلی پتی کے بھاگ (اے) یا بھاگ (بی) میں درج ہے، وہاں اُس ریاست کے ریاست پتی یا راج پر مکھ سے صلاح کرکے“ شہد رکھ دیے جائیں گے.

(बी) "अधिकारों" शब्द में, किसी मिलकियत के सम्बन्ध में, वह सब अधिकार शामिल होंगे जो किसी मालिक, उप-मालिक, नायब-मालिक, पट्टेदार या दूसरे बिचौलिया को हासिल हैं, और उसमें कमीन की माल गुजारी के बारे में सब अधिकार या निज नियम शामिल होंगे."

5. नई दफा 31बी का जोड़ा जाना—विधान की दफा 31 ए के बाद, जिसे धारा 4 से जोड़ा गया है, नीचे लिखी दफा जोड़ी जायगी, यानी:—

"31 बी. कुछ ऐक्टों और क्रायदों का सरदुरुस्त ठहराया जाना.—दफा 31 ए के बन्धानों की आसियत में कमी किये बिना, नशी पट्टी में दर्ज ऐक्टों या क्रायदों में से किसी को भी या उनके किसी बन्धानों को, इस बिना पर कि वह ऐक्ट, क्रायदा या बन्धान इस भाग के किन्हीं बन्धानों से बे मेल है या वह उन अधिकारों में से किसी को छीन लेता है या कम कर देता है जो इस भाग के किन्हीं बन्धानों में दिये गए हैं, न रद्द समझा जायगा और न कभी रद्द हुआ समझा जायगा और इसके खिलाफ किसी अदालत या पंच अदालत का फैसला, डिम्री या हुकम होते हुए भी, उन ऐक्टों, और क्रायदों में से हर एक, किसी अधिकारी कानून सभा के इस शक्ति के अधीन कि वह उसे सुधार सकती है या रद्द कर सकती है, अमल में रहेगा."

6. दफा 85 में सुधार—विधान की दफा 85 की जगह नीचे लिखी दफा रख दी जायगी, यानी:—

"85. राज पंचायत के इजलास, उनका बरखास्त होना और भंग होना—(1) राजपति समय समय पर राज पंचायत के हर सदन को जिस समय और जिस जगह ठीक समझेगा मिलने के लिये बुलायगा, लेकिन एक इजलास में उस सदन की आखिरी बैठक और अगले इजलास में उसकी पहली बैठक की जो तारीख ठहराई गई हो, उनके बीच छै महीने नहीं बीतने पायंगे."

(2) राजपति समय समय पर—

(ए) सदन को या किसी एक सदन को बरखास्त कर सकता है;

(बी) लोक सदन को भंग कर सकता है."

7. दफा 87 में सुधार.—विधान की दफा 87 में,—

(1) धारा (1) में "हर इजलास" शब्दों की जगह "लोकसदन के हर आग चुनाव के बाद पहले इजलास

(बी) "अधिकारों" शब्द में, किसी मिलकियत के सम्बन्ध में, वह सब अधिकार शामिल होंगे जो किसी मालिक, उप-मालिक, नायब-मालिक, पट्टेदार या दूसरे बिचौलिया को हासिल हैं, और उसमें कमीन की माल गुजारी के बारे में सब अधिकार या निज नियम शामिल होंगे."

5. नई दफा 31 बी का जोड़ा जाना —
दफा 31 ए के बाद, जिसे धारा 4 से जोड़ा गया है, नीचे लکھی दफा जोड़ी جائے گی، یعنی:—

"31 بی. کچھ ایکٹوں اور قاعدوں کا سردرست تھرایا جانا۔ دفعہ 31 اے کے بندھانوں کی عاصیت میں کسی آگے بڑھا نوین پتی مور درج ایکٹوں یا قاعدوں میں سے کسی کو بھی یا ان کے کسی بندھانوں کو، اس بند پر کہ وہ ایکٹ، قاعدہ یا بندھان اس بھاگ کے کلہیں بندھنوں سے بے میل ہے یا وہ ان ادھیکاروں میں سے کسی کو چھین لیتا ہے یا کم کر دیتا ہے جو اس بھاگ کے کلہیں بندھانوں میں دئے گئے ہیں، نہ رد سمجھا جائے گا اور نہ کبھی رد ہوا سمجھا جائے گا، اور اس کے خلاف کسی عدالت یا پنچ عدالت کا فیصلہ، ترقی یا حکم ہوتے ہوئے بھی، ان ایکٹوں، اور قاعدوں میں سے ہر ایک، کسی ادھیکاری قانون سبھا کے اس شکتی کے ادھین کہ وہ اسے سدھار سکتی ہے یا رد کر سکتی ہے، عمل میں رہے گا۔"

6. دفعہ 85 میں سدھار —
وڈھان کی دفعہ 85 کی جگہ نیچے لکھی دفعہ رکھ دی جائے گی، یعنی:—

"85. راج پنچایت کے اجلاس، ان کا برخاست ہونا اور بھنگ ہونا — (1) راج پتی سے سے ہر راج پنچایت کے ہر سدن کو جس سے اور جس جگہ تھیک سمجھ کا ملنے کے لئے بلائے گا لیکن ایک اجلاس میں اس سدن کی آخری بھٹک اور اگلے اجلاس میں اسکی پہلی بھٹک کی جو تاریخ تھپرائی گئی ہو، ان کے بیچ چھ مہینے نہیں ہونگے پائوں گے۔"

(2) راج پتی سے سے پر—

(اے) سدنوں کو یا کسی ایک سدن کو برخاست کر سکتا ہے؛

(بی) لوک سدن کو بھنگ کر سکتا ہے۔"

7. دفعہ 87 میں سدھار —
وڈھان کی دفعہ 87 میں،—

(1) دھارا (1) میں "ہر اجلاس" میں "لوک سدن کے ہر عام چناؤ کے بعد پہلے اجلاس جگہ"

الخميس ٥١

ہوئے ناگروں کی کنبھوں جماعتوں کی ترقی کے لئے، یا پتی درج چاتوں اور پتی درج قبیلوں کے لئے، کوئی خاص بندھان کرنے سے راج کو نہیں روکے گی۔“

3. دفا 19 میں سدھار اور کچھ قانونوں کا سر درست ٹھہرایا جانا—

(1) دधान کی دفا 19 میں،—

(ع) دھارا (2) کی جگہ نیچے لکھی دھارا رل دی جائیگی، اور یہ سمسما جائیگا کی اس دھارا کو ہمیشا سے نیچے لکھے رل میں کانون بناایا گیا، یانی:—

“(2) دھارا (1) کی ودھارا (ع) کی کسی بات کا کسی मौजूदा कानून के अमल पर वहाँ तक कोई असर नहीं होगा जहाँ तक वह कानून राज की सुरक्षा के, विदेशी राजों के साथ दोस्ताना रिश्तों के, जन-व्यवस्था के, भलसंसी या सदाचार के, हितों में, या अदालत की तौहीन के, मानहानि के, या किसी जुर्म के लिये रकसाने के, सम्बन्ध में, उस अधिकार से काम लेने पर उचित रुकावटें लगाता है जो उस उपधारा में दिया गया है, और न उस उपधारा की किसी बात से राज को कोई ऐसा कानून बनाने से रोका जा सकेगा.”

(बी) दधारा (6) में, उन शब्दों की जगह जो “उस उपधारा की किसी बात का” शब्दों के साथ शुरू होते हैं और “कोई ऐसा कानून बनाने से रोका जा सकेगा” शब्दों के साथ खतम होते हैं, नीचे लिखे शब्द रख दिये जायेंगे, यानी:—

“उस उपधारा की किसी बात का किसी मौजूदा कानून के अमल पर वहाँ तक कोई असर नहीं होगा जहाँ तक उस कानून का सम्बन्ध,—

(एक) ऐसी पेशे सम्बन्धी या तकनीकी जोगताओं से है जो किसी पेशे को अपनाने, या कोई धन्दा, व्योपार या कारबार करने के लिये जरूरी हो, या

(दो) राज के, या किसी ऐसी एकतनी के जो राज की मिलकियत है या उसके दधान में है, किसी व्योपार, कारबार, उद्योग या सेवा करने से है, चाहे वह व्योपार, कारबार, उद्योग या सेवा नागरो को उस से पूरे तौर पर या कुछ हद तक अलग रख कर की जाती हो या नहीं,

और न उस उपधारा की किसी बात से राज को कोई ऐसा कानून बनाने से रोका जा सकेगा जिसका सम्बन्ध इन में से किसी से हो.”

होई नागरो की कنبھوں جماعتوں کی ترقی کے لئے، یا پتی درج چاتوں اور پتی درج قبیلوں کے لئے، کوئی خاص بندھان کرنے سے راج کو نہیں روکے گی۔“

3. دفعہ 19 میں سدھار اور کچھ قانونوں کا سر

درست ٹھہرایا جانا—

(1) ودھان کی دفعہ 19 میں—

(اے) دھارا (2) کی جگہ نیچے لکھی دھارا رکھ دی جائے گی، اور یہ سمجھا جائے گا کہ اُس دھارا کو ہمیشہ سے نیچے لکھے روپ میں قانون بنایا گیا، یعنی:—

“(2) دھارا (1) کی آپ دھارا (اے) کی کسی بات کا کسی موجودہ قانون کے عمل پر وہاں تک کوئی اثر نہیں ہوگا جہاں تک وہ قانون راج کی سوردکشا کے، بدھسی راجوں کے ساتھ درستانہ رشتوں کے، جن ویوستھا کے، بھلسی یا سداچار کے، ہتوں میں، یا عدالت کی توموں کے، مان ہانی کے، یا کسی جرم کے لئے اکسانے کے، سمبندھ میں، اُس ادھکار سے کام لینے پر اُچت دکاوتھں لگاتا ہے جو اُس آپدھارا میں دیا گیا ہے، اور نہ اُس آپدھارا کی کسی بات سے راج کو کوئی ایسا قانون بنانے سے رکا جاسکے گا”

(بی) دھارا (6) میں، اُن شبدوں کی جگہ جو

“اُس آپدھارا کی کسی بات کا” شبدوں کے ساتھ شروع ہوتے ہیں اور “کوئی ایسا قانون بنانے سے رکا جاسکے گا” شبدوں کے ساتھ ختم ہوتے ہیں، نیچے لکھے شبد رکھ دیئے جائیں گے، یعنی:—

“اُس آپدھارا کی کسی بات کا کسی موجودہ قانون کے عمل پر وہاں تک کوئی اثر نہیں ہوگا جہاں تک اُس قانون کا سمبندھ—

(ایک) ایسی پیشہ سمبندھی یا تکلمکی چوکتاوں سے ہے جو کسی پیشے کو اپنانے، یا کوئی دھندا، بھوپار یا کاربار کرنے کے لئے ضروری ہو، یا

(دو) راج کے، یا کسی ایسی ایک تلی کے جو راج کی ملکیت ہے یا اُس کے دبان میں ہے، کسی بھوپار، کاربار، ادیوگ یا سہوا ناکروں کو اُس سے پورے طور پر یا کچھ حد تک الگ رکھ کر کی جاتی ہو یا نہیں

اور نہ اُس آپدھارا کی کسی بات سے راج کو کوئی ایسا قانون بنانے سے رکا جاسکے گا جس کا سمبندھ ان میں سے کسی سے ہو۔“

आ सकती थीं. काम की जगहों पर दो महीने से लेकर पाँच बरस के बच्चों के लिये देख भाल संस्थाएँ मुफ्त बना दी गईं. दिन में कई घंटों की छुट्टी माँ को दे दी जाती थी ताकि वह जा कर बच्चे को दूध पिला सके. ऐसे सब बच्चों को नकदी और कपड़े वगैरह की सहायता सरकार से मिलने लगी.

औरतों को माँ बनने के बाद जो कठिनाइयाँ मिलनी पड़ती थीं वह ख़तम कर दी गईं और उसी के साथ साथ प्रचार के सारे साधनों के जरिये जनता को शिक्षा भी दी गई. यह चौथा क़दम था. माँ बनने के खिलाफ़ जो ग़लत धारनाएँ बन गई थीं उनका जोरदार ढंग से खंडन किया गया. माँ बनना एक मान बताया गया और आदर्श और पवित्र जीवन बिताने के लिये लोगों को उभारा गया.

रूस की औरतें अब सदाचार के आदर्श को पूरा कर सकती थीं, माँ बनने का आनन्द ले सकती थीं, घर गृहस्थी ठीक रख सकती थीं, बच्चों को प्रेम दे सकती थीं और साथ ही साथ किसी तरह की माली चिन्ता से भी दूर थीं—उनकी कामल भावनाएँ उभर आई थीं, सारे पोचे धुल गए थे. आखिरी क़दम वहाँ की सरकार ने यह उठाया कि सन् '44 में पेट गिराने के सम्बन्ध के क़ानूनों को बदल दिया और पहले जो चीज़ क़ानूनी जायज़ ठहरा दी गई थी अब ग़ैर क़ानूनी ठहरा दी गई. रूस में अब पेट गिराना ग़ैर क़ानूनी है. जिस तरह और जिन असूलों को सामने रख कर क़दम उठाए गए उनका नतीजा यह है कि सारी रूसी क़ौम इस काम को बुरा समझने लगी है और पेट गिराना रूस में अब क़रीब क़रीब ना पैदा है.

असली तहेज . काम की जगहों पर दो महीने से लेकर पाँच बरस के बच्चों के लिये देख भाल संस्थाएँ मुफ्त बना दी गईं. दिन में कई घंटों की छुट्टी माँ को दे दी जाती थी ताकि वह जा कर बच्चे को दूध पिला सके. ऐसे सब बच्चों को नकदी और कपड़े वगैरह की सहायता सरकार से मिलने लगी.

औरतों को माँ बनने के बाद जो कठिनाइयाँ मिलनी पड़ती थीं वह ख़तम कर दी गईं और उसी के साथ साथ प्रचार के सारे साधनों के जरिये जनता को शिक्षा भी दी गई. यह चौथा क़दम था. माँ बनने के खिलाफ़ जो ग़लत धारनाएँ बन गई थीं उनका जोरदार ढंग से खंडन किया गया. माँ बनना एक मान बताया गया और आदर्श और पवित्र जीवन बिताने के लिये लोगों को उभारा गया.

रूस की औरतें अब सदाचार के आदर्श को पूरा कर सकती थीं, माँ बनने का आनन्द ले सकती थीं, घर गृहस्थी ठीक रख सकती थीं, बच्चों को प्रेम दे सकती थीं और साथ ही साथ किसी तरह की माली चिन्ता से भी दूर थीं—उनकी कामल भावनाएँ उभर आई थीं, सारे पोचे धुल गए थे. आखिरी क़दम वहाँ की सरकार ने यह उठाया कि सन् '44 में पेट गिराने के सम्बन्ध के क़ानूनों को बदल दिया और पहले जो चीज़ क़ानूनी जायज़ ठहरा दी गई थी अब ग़ैर क़ानूनी ठहरा दी गई. रूस में अब पेट गिराना ग़ैर क़ानूनी है. जिस तरह और जिन असूलों को सामने रख कर क़दम उठाए गए उनका नतीजा यह है कि सारी रूसी क़ौम इस काम को बुरा समझने लगी है और पेट गिराना रूस में अब क़रीब क़रीब ना पैदा है.

विधान (पहला सुधार) ऐक्ट, 1951

भारत के विधान में सुधार करने के लिये एक ऐक्ट.

[18 जून, 1951]

राज पंचायत नीचे लिखा ऐक्ट बनाती है:—

1. छोटा सरनामा— इस ऐक्ट को विधान (पहला सुधार) ऐक्ट, 1951 कहा जाय.

2. दफ़ा 15 में सुधार— विधान की दफ़ा 15 में नीचे लिखी धारा जोड़ दी जायगी:—

“(4) इस दफ़ा की, या दफ़ा 29 की धारा (2) की कोई बात, समाजी और तालीमी निगाह से पिछड़ी

उद्धान (पहला सुधार) ऐक्ट, 1951

भारत के उद्धान में सुधार करने के लिये एक ऐक्ट.

[18 जून, 1951]

राज पंचायत नीचे लिखा ऐक्ट बनाती है:—

1. छोटा सरनामा— इस ऐक्ट को उद्धान (पहला सुधार) ऐक्ट, 1951 कहा जाय.

2. दफ़ा 15 में सुधार— उद्धान की दफ़ा 15 में नीचे लिखी धारा जोड़ दी जायगी:—

“(4) इस दफ़ा की, या दफ़ा 29 की धारा (2) की कोई बात, समाजी और तालीमी निगाह से पिछड़ी

की कोई बात, समाजी और तालीमी निगाह से पिछड़ी

کا پیچھا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں پڑی۔ جب دوا سستی، अच्छی और जानकारी हाथों से मिलती हो तो महंगे, नातजरबेकार मुजरिमों के पास कोई क्यों जाने लगा !

दूसरा बड़ा कदम रूस ने यह उठाया कि इस काम के लिये अस्पताल खोले गए. यहाँ खाली दवा नहीं दी जाती थी बल्कि सलाह मशविरों के लिये एक बोर्ड भी कायम था. इस अस्पताल में ऐसी औरतें बुलाई जाती थीं और उन्हें गुप्त मद्द देने का वायदा किया जाता था. इन अस्पतालों और केन्द्रों का काम "गुप्त कत्ल करना" नहीं था बल्कि पेट गिराने वाली औरतों को समझा बुझा कर ऐसा काम करने से रोकना था. इस काम में यह अस्पताल बहुत कामयाब रहे. ऐसी औरतें परेशानी की हालत में रहती हैं. वह चाहती हैं कि किसी न किसी सूरत मामला बाहिर हो जाने से पहले उसका निपटारा करलें. बेचारियों को पेट गिराने के बारे में कुछ ज्ञान नहीं होता. उड़ी उड़ाई बातें उनके कानों में पड़ी रहती हैं. ऐसे वक़्त में उन्हें एक सच्चे दोस्त, एक सच्चे हमदर्द की जरूरत होती है जो उन्हें सलाह दे सके और उनके दिल में बैठे हुए डर को कम कर सके. अस्पतालों में सलाहकार बोर्डों ने बहुत सफलता हासिल की. जालझड़ी या औरत पेट गिराने के लिये आती थी वह इस सलाहकार बोर्ड के सामने लाई जाती थी. बोर्ड के मेम्बर बड़ी हमदर्दी से उसे सब चीज़ें बताते थे. सब ऊँच नीच समझाकर उससे इरादा बदलने की अपील करते थे. इन लोगों की हमदर्दी ने ज़बरदस्त असर किया. चन्द साल के अन्दर 51 फ़ासदी ऐसी औरतों ने पेट गिराने से तोबा कर ली. इन्हीं अस्पतालों में उन के बच्चे पैदा हुए और जियं. बाक़ी 49 फ़ासदी औरतें किसी सूरत से मां बनने के लिये राखी न की जा सकीं. उनका आपरेशन कर दिया गया. दूसरा चारा भा न था. इन अस्पतालों से निराश होकर यह औरतें फिर मुजरिमों के फन्दे में फँस जातीं.

पेट गिराना क़ानूनी बना देने से बारह साल में रूस के अन्दर करीब तीन लाख औरतों की जान बचाली गई. लेकिन रूस के अधिकारियों का असली मक़सद कुछ और था. आन्दोलन का रुख अब दूसरी तरफ़ पलटा गया. पेट गिराने वाली औरतें आम तौर से ख़राब नहीं होतीं. पेट गिराने के कारनों को मालूम करने की कोशिश की गई और उन कारनों को दूर करने के लिये क़ानून बनाए गए. यह इस रास्ते का तीसरा क़दम था.

हर औरत को गर्भ के ज़माने में मुफ़्त दवा और डाक़्टरी मदद दी जाने लगी. सोहर से पहले पाँच हफ़्ते की छुट्टी और सोहर के बाद छह हफ़्ते की छुट्टी औरतों को मिलने लगी. सोहर का ज़माना ख़तम करने के बाद माँ अपने काम या नौकरी पर बिना किसी रुकावट के फिर

का पीछा करने की कोئی ضرورت نہیں پڑی۔ جب دوا سستی، अच्छی اور جانکار ہاتھوں سے ملتی ہو تو مہنگے، نا تجربہ کار مجرموں کے پاس کیوں جانے لگا !

دوسرا بڑا قدم روس نے یہ اٹھایا کہ اس کام کے لئے اسپتال کھولے گئے۔ یہاں خالی دوا نہیں دی جاتی تھی بلکہ صلاح مشورہ کے لئے ایک بورڈ بھی قائم تھا۔ اس اسپتال میں ایسی عورتیں بلائی جاتی تھیں اور انھیں گھٹ۔ دد دینے کا وعدہ کیا جاتا تھا۔ ان اسپتالوں اور کولمڈروں کا کام "گھٹ قتل کرنا" نہیں تھا بلکہ ہیٹ گرانے والی عورتوں کو سمجھا بچھا کر ایسا کام کرنے سے روکنا تھا۔ اس کام میں یہ اسپتال ہیٹ کامیاب رہے۔ ایسی عورتیں پریشانی کی حالت میں رہتی ہیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ کسی نہ کسی صورت میں معاملہ ظاہر ہو جائے سے پہلے اس کا نتیجہ کر لیں۔ بوجھاریوں کو ہیٹ گرانے کے بارے میں کچھ گمان نہیں ہوتا۔ آری آزائی باتیں ان کے کانوں میں پڑی رہتی ہیں۔ ایسے وقت میں انہیں ایک سچے دوست، ایک سچے ہمدرد کی ضرورت ہوتی ہے جو انہیں صلاح دے سکے اور ان کے دل میں بیٹھ ہوئے ہو کو کم کر سکے۔ اسپتالوں میں صلاح کار بورڈوں نے ہیٹ سمجھنا حاصل کی۔ جو لڑکی یا عورت ہیٹ گرانے کے لئے آتی تھی وہ اس صلاح کار بورڈ کے سامنے لائی جاتی تھی۔ بورڈ کے ممبر بڑی ہمدردی سے اسے سب چیزیں بتاتے تھے۔ سب اونچ نیچ سمجھا کر اس سے ارادہ بدلنے کی اپیل کرتے تھے۔ ان لوگوں کی ہمدردی نے زبردست اثر کیا۔ چند سال کے اندر 51 فی صدی ایسی عورتوں نے ہیٹ گرانے سے توبہ کر لی۔ انہیں اسپتالوں میں ان کے بچے پیدا ہوئے اور گئے۔ باقی 49 فی صدی عورتیں کسی صورت سے ماں بننے کے لئے راضی نہ کی جاسکیں۔ ان کا آپریشن کر دیا گیا۔ دوسرا چارہ بھی نہ تھا۔ ان اسپتالوں سے نراش ہو کر یہ عورتیں پھر مجرموں کے پھلندے میں پھنس جاتیں۔

ہیٹ گرانے کا قانونی بل دینے سے بارہ سال میں روس کے اندر قریب تین لاکھ عورتوں کی جان بچا لی گئی۔ لیکن روس نے ان مہکاریوں کا اصلی مقصد کچھ اور تھا۔ آندولن کا رخ اب دوسری طرف پلٹا گیا۔ ہیٹ گرانے والی عورتیں عام طور سے خراب نہیں ہوتیں۔ ہیٹ گرانے کے کارنوں کو معلوم کرنے کی کوشش کی گئی اور ان کارنوں کو دور کرنے کے لئے قانون بنائے گئے۔ یہ اس راستے کا تیسرا قدم تھا۔

ہر صورت کو توبہ کے زمانے میں مفت دوا اور ڈاکٹری مدد دی جانے لگی۔ سوهر سے پہلے پانچ ہفتے کی چھٹی اور سوهر کے بعد چھ ہفتے کی چھٹی عورتوں کو ملنے لگی۔ سوهر کا زمانہ ختم کرنے کے بعد ماں اپنے کام یا نوکری پر پلٹا کسی رکارت کے بغیر

یورپ میں یہ لکھنا بھی خبط بھی چل پڑا ہے کہ ماں بٹنے سے خراب صورتی ختم ہو جاتی ہے۔ اس لئے بھی ہیٹ گرانے کو اور ادھک بڑھاوا ملا۔ ہندوستان میں بھی آج کل یہ روگ زور پکڑ رہا ہے۔ جچہ پیدا کرنے میں عورتوں کو جسمانی تکلیف برداشت دینی پڑتی ہے۔ ہیٹ گرانے میں بھی شاید تکلیف تھائی پڑتی ہے۔ لیکن یہ تکلیف ایک بار ہو کر ختم ہو جاتی ہے اور بچہ پیدا کرنے پر تکلیف اور چاٹا رابر بنی رہتی ہے۔ لگاتار تکلیف سے ایک بار تکلیف تھالینا زیادہ اچھا ہے۔

روسی وکھانہوں نے اس بات کی جانچ پڑتال کی اور اس نتیجے پر پہونچے کہ ہیٹ گرانے کی جڑیں ہیٹ پر دراجار میں ہے۔ اگر عورتوں کو مالی چلتا سے چھٹی سے دی جائے اور ان کا سداچار اونچا کر دیا جائے تو ہیٹ گرانے کا مسئلہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔ زار کے سالے میں ہیٹ گرانے کی وجہ سے 25 ہزار عورتوں ہر سال مرجتی تھیں۔ قانون ہیٹ سخت تھا۔ کوئی اکثر ہیٹ نہیں کرا سکتا تھا۔ ایسا کرنے پر قتل کے جرم میں سزا دی جاتی۔ اسی طرح کا قانون قریب قریب دوسرے ملکوں میں بھی جاری ہے۔

روس میں پہلی مرتبہ ہیٹ گرانے کے خلاف زبردست ملی تجویز کی گئی۔ ان کا پہلا قدم یہ تھا کہ ہیٹ گرانے کو قانون بنادکر جائز ٹھہرا دیا گیا۔ ہر ڈاکٹر کو ہیٹ گرانے کی اجازت دے دی گئی۔ یہ بات عجیب مکتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہیٹ گرانے آسان ہو گیا تو بڑے ہی ادھک لوگ ہیٹ گرائیں گے۔ پر نتیجہ اُلٹا ہوا۔ پہلے آئیے دیکھ لیں ان دیشوں میں ہیٹ گرانے کی کیا حالت رہی جہاں اب بھی سخت قانون لاکو ہیں اور ہیٹ گرانے والے کو سخت سزا دی جاتی ہے۔ امریکہ و ہیٹ لے لہجئے۔ چھ لاکھ اسی ہزار بچے اُس دیش میں ہر سال پیدا ہونے سے پہلے ماردیئے جاتے تھے۔ موجودہ زمانے کی تمام ایجادوں کے ہوتے ہوئے بھی آٹھ ہزار عورتوں وہاں ہر سال ہیٹ گرانے کی وجہ سے مرجاتی ہیں۔ لیکن روس میں جہاں شروع میں ہیٹ گرانے جائز ٹھہرایا گیا تھا، آج ہیٹ گرانے قریب قریب ناپید ہے۔ اس سے پہلے چنکار ڈاکٹر ہیٹ گرائیں تو سزا پاتے تھے لیکن ادھ ڈاکٹر نرس اور دوسرے ایسے ہی لوگ خطرناک طریقوں سے ہیٹ گراتے تھے اور بچے نہیں آتے تھے۔ نتیجہ یہ تھا کہ خطرناک دواؤں کے استعمال سے ہی عورتوں کی تندرستی پر زبردست اثر پڑتا تھا اور موت بھی ہو جاتی تھی۔ سو ہیٹ روس میں ایک طرف ہ نائون پاس کیا گیا کہ وہ ڈاکٹر ہیٹ کرا سکتا ہے اور روسی طرف یہ بھی قانون بنا دیا گیا کہ غیر ڈاکٹروں کو ہیٹ گرانے کے جرم میں سخت سزا دی جائے گی۔ مجرموں

स्थان মুক্ত होते हैं, जहां काम करने वाली औरतें अपने बच्चों को छोड़ सकती हैं।

पेट गिराने की समस्या को जिन तरीकों से रूस में हल किया गया है उन पर रोशनी डालने से पहले यह जान लेना जरूरी है कि यह समस्या क्या और क्यों है। कुछ माँ ऐसी होती हैं जो मां बनना नहीं चाहती और किसी न किसी ढंग से पैदा होने वाली जिन्दगी को मौत की गोद में पटक देती हैं। कहते हैं औरतों की भावनाएं मद से अधिक कोमल होती हैं। किसी कोमल भावना वाले के लिये क्या यह मुमकिन है? लेकिन जब कोमल भावनाओं पर डर, भूट, धोके के मोटे मोटे पोचे फिरे हों तो क्या किया जाय। कोई औरत भी शायद पेट गिराना नहीं चाहती लेकिन मजबूरी को क्या किया जाय। वह सब कुछ करना पड़ता है जिसे करने को मन नहीं चाहता। सदाचार को ऊपर उठाने के लिये जरूरी है कि इन पोचों को धो दिया जाय और आदमी की कोमल भावनाओं को बचाकर रखा जाय। आइये देखें वह कौन सी हालतें हैं जो एक मां को पैदा होने से पहले बच्चे को मारने पर मजबूर कर देती हैं। रूस और योरोपी देशों की समस्या हमारे देश से कुछ अलग है। हमारे यहां कुछ साल पहले तो सिर्फ लोक लाज के कारन पेट गिराया जाता था। किसी कमजोरी में पड़ कर या किसी तरह धोका खाकर कुंवारी या विधवा औरतें पेट से हो जाती थीं और अपने को समाज में बेइज्जत होने से बचाने के लिये उन्हें इस तरह के खून अपनी गरदन पर लेने पड़ते थे। लेकिन अब बड़े बड़े घरों में जीवन स्तर ऊंचा रखने के लिये बर्थ कन्ट्रोल पर अमल किया जाता है और जब वह असफल रहता है तो पेट गिराने की नौबत आती है! पर दूसरे देशों में और दूसरे कारन भी हैं जो मजबूर करते हैं कि पेट गिरा दिया जाय। रोजी रोजगार पेट गिराने के मसले पर बहुत असर रखते हैं। योरोप में बहुत सी औरतों को अपनी रोजी खुद कमाना पड़ती है। पहली लड़ाई के बाद मर्दों की कमी हो गई थी। उस वक़्त से औरतों में नौकरी का सिलसिला और ज़ोरों से चल पड़ा है। उसी वक़्त से पेट गिराने की समस्या भी बहुत भयानक हो गई है। मां बनने में इन बेचारी औरतों को नौकरी से हाथ धोना पड़ता है। जब नौकरी ही न रहे तो खुद क्या खाएँ और बच्चे को क्या खिलाएँ। इस संकट से फुरसत पाने के लिये यही अच्छा समझा जाता है कि पैदा होने से पहले ही इस जंजाल से छुटी पा ली जाय। जीवन स्तर बढ़ाने का भी सवाल योरोप के लोगों के सामने है। रहने सहने के ढंग में बढ़ती और आसायश बड़े बड़े खानदान वालों के लिये नामुमकिन है। इस लिये कोशिश की जाती है कि कम से कम बच्चे पैदा हों ताकि पालन पोसन की ज़िम्मेदारी से छुटकारा मिल सके और जीवन मौज में बिताया जा सके।

استهانى صفت ہوتے ہوں، جہاں کام کرنے والی عورتیں اپنے بچوں کو چھوڑ سکتی ہیں۔

بہت گرانے کی سسہیا کو جن طریقوں سے روس میں حل کیا گیا ہے ان پر روشنی ڈالنے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ یہ سسہیا کیا اور کیوں ہے۔ کچھ ماٹھوں ایسی ہوتی ہیں جو ماں بننا نہیں چاہتیں اور کسی نہ کسی قہرنگ سے پیدا ہونے والی زندگی کو موت کی گرد میں پٹک دیتی ہیں۔ کہتے ہیں عورتوں کی بھاؤناہیں مرد سے ایک کومل ہوتی ہوں۔ کسی کومل بھاؤنا والے کے لئے کہا یہ ممکن ہے؟ لیکن جب کومل بھاؤناؤں پر قہر، جبروت، دھوکے کے موٹے موٹے پوچے پھرے ہوں تو کہا کیا جائے۔ کوئی عورت بھی شاید بہت گرانے نہیں چاہتی۔ لیکن مجبوری کو کہا کیا جائے۔ وہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے جسے کرنے کو من نہیں چاہتا۔ سداچار کو اوپر اُٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ ان بوجھوں کو دھو دیا جائے اور آدمی کی کومل بھاؤناؤں کو اُجاگر کیا جائے۔ اُنہیں دیکھیں وہ کونسی حالتیں ہیں جو ایک ماں کو پیدا ہونے سے پہلے بچے کو مارنے پر مجبور کر دیتی ہوں۔ روس اور یورپی دیشوں کی سسہیا ہمارے دیش سے کچھ الگ ہے۔ ہمارے یہاں کچھ سال پہلے تو صرف لوگ لاج کے کارن بہت گرایا جاتا تھا۔ کسی کمزوری میں پڑ کر یا کسی طرح دھوکا کھائے کھواری یا بندھوا عورتوں بہت سے ہو جاتی تھیں اور اپنے کو سماج میں بے عزت ہونے سے بچانے کے لئے اُنہیں اِس طرح کے خون اپنی گردن پر لٹھ پڑتے تھے۔ لیکن اب بڑے بڑے گھروں میں جہون استر اونچا رکھنے کے لئے برتھ کنٹرول پر عمل کیا جاتا ہے اور جب وہ اسپل رہتا ہے تو بہت گرانے کی نوبت آتی ہے! پر دوسرے دیشوں میں اور دوسرے کارن بھی ہیں جو مجبور کرتے ہیں کہ بہت گرا دیا جائے۔ روزی (روزگار) بہت گرانے کے مسئلے پر بہت اثر رکھتے ہیں۔ یورپ میں بہت سی عورتوں کو اپنی روزی خود کمانی پڑتی ہے۔ پہلی لڑائی کے بعد مردوں کی کمی ہوگئی تھی۔ اُس وقت سے عورتوں میں نوکری کا سلسلہ اور زوروں سے چل پڑا ہے۔ اُسی وقت سے بہت گرانے کی سسہیا بھی بہت بھانک ہوگئی ہے۔ ماں بننے میں ان بوجھاری عورتوں کو نوکری سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ جب نوکری ہی نہ رہے تو خود کہا کھائیں اور بچے کو کہا کھلائیں۔ اِس جھنجھٹ سے فرصت پانے کے لئے یہی اچھا سمجھا جاتا ہے کہ پیدا ہونے سے پہلے ہی اِس جھنجھال سے چھٹی پالی جائے۔ جہون استر بڑھانے کا بھی سوال یورپ کے لوگوں کے سامنے ہے۔ رھنے سہنے کے قہرنگ میں بوہوتی اور آسائش بڑے بڑے خاندان والوں کے لئے ناممکن ہے۔ اِس لئے کوشش کی جاتی ہے کہ کم سے کم بچے پیدا ہوں تاکہ پالن پوسن کی ذمہ داری سے چھٹکارا مل سکے اور جہون موج میں بتایا جاسکے۔

جگہ پہنچا ہوا ہے۔ دھکا لگ جانے، کوئی جیسمانی گڈبڈی ہو جانے سے بھی پेट گिर جاتا ہے۔ ہمیں رोग کے इस پہلو سے یہاں متلعب نہیں ہے۔ یہ حادثے احتیاط سے روکے جاسکتے ہیں۔ ہم ”پیٹ کرانے“ کے اس پہلو پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں جسے قتل کہا جاتا ہے۔ اس حرکت کو سبھی قتل مانتے ہیں۔ چاہے مذہب کے ماننے والے ہوں اور چاہے سائنس کے پیرسی کسی کی بھی اس بارے میں دوسری رائے نہیں ہے۔ پیٹ کرانے کا مطلب ہے کسی نئے انسان کو پیدا ہونے سے پہلے مار ڈالنا۔ ایک نئی زندگی کو پیدا نہ ہونے دینے کے سوال پر سوچتے سوچتے ایک اور سوال کھڑا ہو جاتا ہے۔ آخر برتہ کنٹرول کو کھا کھا جائے گا؟ کیا برتہ کنٹرول (دواؤں اور ڈاکٹری کے ذریعے بچوں کی پیدائش کو روکنا) قتل کرنے کا پرچار کرنے والوں کو قتل کے اہلکار کے الزام میں سزا دی جاسکتی ہے؟ جواب یہ دیا جاتا ہے ”نہیں“ برتہ کنٹرول پر قانون ہاتھ نہیں اٹھا سکتا۔ سڈسٹائنٹ کھلی ہوئی ہیں۔ وہ برتہ کنٹرول کا پرچار کرتی رہتی ہیں۔ دنیا میں اس چیز کا پرچار بہت سنگتہمت ڈھنگ سے کوا جا رہا ہے۔ دوسرے دیشوں کی سرکاری آبادی کے بڑھنے سے گھبرا رہی ہیں۔ وہ ہر طرح کا سپہوگ برتہ کنٹرول آندہلن کو دیتی ہیں۔ پر دوس میں معاملہ بالکل اُلٹا ہے۔ برتہ (جلم) کو کنٹرول کرنے کی کون کہے وہاں برتہ بڑھانے کے لئے انعام دیئے جاتے ہیں۔ پلمدورہ کروڑ ڈالر ہر سال ساتاؤں کی سہوا میں خرچ کھا جاتا ہے۔ زیادہ بچے پیدا کرنے والی ساتاؤں کو مان دیا جاتا ہے۔ اس طرح کے مان کو ظاہر کرنے کے لئے وہاں تون تمغے ہوتے ہیں: (1) مہترنتی مدر، (2) آرڈر آف مدرس کوری اور (3) مہروئن مدر۔ جو مان جتنے زیادہ بچے پالتی یا پیدا کرتی ہے اتنا ہی بوا تمغہ اُسے دیا جاتا ہے۔

جگہ پہنچا ہوا ہے۔ دھکا لگ جانے، کوئی جیسمانی گڈبڈی ہو جانے سے بھی پیٹ گिर جاتا ہے۔ ہمیں رोग کے इस پہلو سے یہاں متلعب نہیں ہے۔ یہ حادثے احتیاط سے روکے جاسکتے ہیں۔ ہم ”پیٹ کرانے“ کے اس پہلو پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں جسے قتل کہا جاتا ہے۔ اس حرکت کو سبھی قتل مانتے ہیں۔ چاہے مذہب کے ماننے والے ہوں اور چاہے سائنس کے پیرسی کسی کی بھی اس بارے میں دوسری رائے نہیں ہے۔ پیٹ کرانے کا مطلب ہے کسی نئے انسان کو پیدا ہونے سے پہلے مار ڈالنا۔ ایک نئی زندگی کو پیدا نہ ہونے دینے کے سوال پر سوچتے سوچتے ایک اور سوال کھڑا ہو جاتا ہے۔ آخر برتہ کنٹرول کو کھا کھا جائے گا؟ کیا برتہ کنٹرول (دواؤں اور ڈاکٹری کے ذریعے بچوں کی پیدائش کو روکنا) قتل کرنے کا پرچار کرنے والوں کو قتل کے اہلکار کے الزام میں سزا دی جاسکتی ہے؟ جواب یہ دیا جاتا ہے ”نہیں“ برتہ کنٹرول پر قانون ہاتھ نہیں اٹھا سکتا۔ سڈسٹائنٹ کھلی ہوئی ہیں۔ وہ برتہ کنٹرول کا پرچار کرتی رہتی ہیں۔ دنیا میں اس چیز کا پرچار بہت سنگتہمت ڈھنگ سے کوا جا رہا ہے۔ دوسرے دیشوں کی سرکاری آبادی کے بڑھنے سے گھبرا رہی ہیں۔ وہ ہر طرح کا سپہوگ برتہ کنٹرول آندہلن کو دیتی ہیں۔ پر دوس میں معاملہ بالکل اُلٹا ہے۔ برتہ (جلم) کو کنٹرول کرنے کی کون کہے وہاں برتہ بڑھانے کے لئے انعام دیئے جاتے ہیں۔ پلمدورہ کروڑ ڈالر ہر سال ساتاؤں کی سہوا میں خرچ کھا جاتا ہے۔ زیادہ بچے پیدا کرنے والی ساتاؤں کو مان دیا جاتا ہے۔ اس طرح کے مان کو ظاہر کرنے کے لئے وہاں تون تمغے ہوتے ہیں: (1) مہترنتی مدر، (2) آرڈر آف مدرس کوری اور (3) مہروئن مدر۔ جو مان جتنے زیادہ بچے پالتی یا پیدا کرتی ہے اتنا ہی بوا تمغہ اُسے دیا جاتا ہے۔

ساتاؤں کو نقدی سہائتا بھی دی جاتی ہے۔ ہر گربہوتی لمستری کو ڈاکٹری مدر، ضروری چھتی اور رعائتیں نو دی می جاتی ہیں۔ ہر استری کو تھسرا بچہ پیدا ہونے پر 80 ڈالر انعام دیا جاتا ہے۔ چوتھے بچے کی پیدائش پر 250 ڈالر اکتھا اور 16 ڈالر ہر مہینے مان کو دیئے جاتے ہیں۔ پانچویں بچے کے پیدا ہونے پر 34 ڈالر اکتھا اور 24 ڈالر ہر مہینے مان کو آمدنی ہوتی ہے۔ اس طرح دس بچوں تک معاملہ چلتا رہتا ہے۔ گھارہویں بچے کی پیدائش پر اکتھا 1000 ڈالر اور 60 ڈالر ہر مہینے مان کو دیئے جاتے ہیں۔ ودھوا ماؤں کو 20 ڈالر سے 40 ڈالر تک ہر بچے کے لئے بارہ برس تک ملتا ہے۔ چھوٹے بچوں کی دیکھ بھال کھلئے

ساتاؤں کو نقدی سہائتا بھی دی جاتی ہے۔ ہر گربہوتی لمستری کو ڈاکٹری مدر، ضروری چھتی اور رعائتیں نو دی می جاتی ہیں۔ ہر استری کو تھسرا بچہ پیدا ہونے پر 80 ڈالر انعام دیا جاتا ہے۔ چوتھے بچے کی پیدائش پر 250 ڈالر اکتھا اور 16 ڈالر ہر مہینے مان کو دیئے جاتے ہیں۔ پانچویں بچے کے پیدا ہونے پر 34 ڈالر اکتھا اور 24 ڈالر ہر مہینے مان کو آمدنی ہوتی ہے۔ اس طرح دس بچوں تک معاملہ چلتا رہتا ہے۔ گھارہویں بچے کی پیدائش پر اکتھا 1000 ڈالر اور 60 ڈالر ہر مہینے مان کو دیئے جاتے ہیں۔ ودھوا ماؤں کو 20 ڈالر سے 40 ڈالر تک ہر بچے کے لئے بارہ برس تک ملتا ہے۔ چھوٹے بچوں کی دیکھ بھال کھلئے

روس میں سداचार—گرم ہلتا

(ہائی میجسٹریٹ ریجنل)

گھٹ روتوں اور ویشہا پن سے فرسٹ پا کر روسی
 ادمہ کاریوں نے درا چار کے خلاف لوائی بند نہیں کی۔ انہیں
 ان ساری حالتوں کو بدلنا تھا جو آدمی کو سداچار سے
 گرائی ہیں۔ ویشہا پن کو ختم کرنے کا ضروری
 مطالب دراچار یا بد چلتی کو ختم کرنا نہیں ہوتا۔
 دوسرے کچھ دیشوں میں ہی قانون بنا دیا گیا ہے کہ کوئی
 صورت ویشہا پن نہیں بن سکتی اور نہ اپنا بدن بچھلے لگے کسی
 جگہ دوکان لگا سکتی ہے۔ پھر بھی درا چار وہاں خوب
 پھل پھول رہا ہے۔ انتہا اتنا ہوا ہے کہ دراچار کے استھانوں
 کا نام 'نایت کلب' 'بال روم' ہوٹل وغیرہ رکھ دیا گیا ہے۔
 تو تو، نہ سہی بھلی کے پول نے نیچے ہی دوکان لگائی جانی
 ہے۔ 'پو'س والے قانون کا قنڈا بچھاتے رہ جاتے ہیں لیکن
 اس طرح کے اپر آدمی ہاتھ نہیں آتے۔ جو قانون کو دھوکا دینا
 چاہے اُس کے لئے ان کثمت موقع قانون ہی پیدا کر دیتے
 ہیں۔ ان دیشوں کے لوگ قانون اور سزا کے بل پر روکے
 جاتے ہیں اس لئے یہ قانون کو دھوکا دے سکتے ہیں۔ روس
 میں سائنسی اصول پر اور ایک خاص تھلک = ویشہا پن
 کو ختم کیا گیا ہے۔ وہاں پہلے لوگوں کا سداچار اونچا لیا
 گیا۔ لوگ خرد جب کسی چیز کے خلاف کھڑے ہو جاتے ہیں
 تو انہیں قانون کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لوگوں کے دل اور
 دماغ کو اہل کی جائے تو قانون کو دھوکا دینے کی ضرورت
 بھی نہیں رہتی۔ روس میں اگر قانون بنے تو تب بلے جب
 اُن کو توڑنے کی کسی میں اچھا باقی نہ رہ گئی تھی۔
 روسی قانون کو تو اس لئے ہیں کہ کسی مانسک کمزوری
 سے گرنے اسان پر ذرا درک رکھی جاسکے۔ ابھی وہاں ایسے
 قانون کی ضرورت بھی ہے۔ برائی کا اثر جلدی ہوتا ہے۔
 جب چاروں طرف لو چل رہی ہو تو تھاندے کمرے سے بنا
 احتیاط کئے نکلتا خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ کہلے کا مطلب
 یہ ہے کہ اُن دوسرے دیشوں کی طرح روس میں ویشہاؤں
 اور ویشہا پن کے استھانوں کو کوئی دوسرا لیہاؤنا نام نہیں
 دیا گیا بلکہ 'اس کلم کے خلاف خرد جلتا کی بہاؤنا اتلی
 ابھار دی گئی ہے اور اُس کو اس کے نقصان اس طرح
 بنا دیئے گئے کہ اب بنا کسی قانون اور سزا کے ہی وہاں
 کے لوگ ان برائیوں سے دور بھاگتے ہیں۔ سب سے بڑی بات
 یہ ہے کہ وہاں وہ حالات ہی اب نہیں ہیں جو کسی
 پہلے آدمی کو مجبور کر کے ان کو وہاں میں دھکیل دیتے
 ہیں۔

روس میں سداچار—گریہ ہتیا

(ہائی میجسٹریٹ ریجنل)

گھٹ روتوں اور ویشہا پن سے فرسٹ پا کر روسی
 ادمہ کاریوں نے درا چار کے خلاف لوائی بند نہیں کی۔ انہیں
 ان ساری حالتوں کو بدلنا تھا جو آدمی کو سداچار سے
 گرائی ہیں۔ ویشہا پن کو ختم کرنے کا ضروری
 مطالب دراچار یا بد چلتی کو ختم کرنا نہیں ہوتا۔
 دوسرے کچھ دیشوں میں ہی قانون بنا دیا گیا ہے کہ کوئی
 صورت ویشہا پن نہیں بن سکتی اور نہ اپنا بدن بچھلے لگے کسی
 جگہ دوکان لگا سکتی ہے۔ پھر بھی درا چار وہاں خوب
 پھل پھول رہا ہے۔ انتہا اتنا ہوا ہے کہ دراچار کے استھانوں
 کا نام 'نایت کلب' 'بال روم' ہوٹل وغیرہ رکھ دیا گیا ہے۔
 تو تو، نہ سہی بھلی کے پول نے نیچے ہی دوکان لگائی جانی
 ہے۔ 'پو'س والے قانون کا قنڈا بچھاتے رہ جاتے ہیں لیکن
 اس طرح کے اپر آدمی ہاتھ نہیں آتے۔ جو قانون کو دھوکا دینا
 چاہے اُس کے لئے ان کثمت موقع قانون ہی پیدا کر دیتے
 ہیں۔ ان دیشوں کے لوگ قانون اور سزا کے بل پر روکے
 جاتے ہیں اس لئے یہ قانون کو دھوکا دے سکتے ہیں۔ روس
 میں سائنسی اصول پر اور ایک خاص تھلک = ویشہا پن
 کو ختم کیا گیا ہے۔ وہاں پہلے لوگوں کا سداچار اونچا لیا
 گیا۔ لوگ خرد جب کسی چیز کے خلاف کھڑے ہو جاتے ہیں
 تو انہیں قانون کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لوگوں کے دل اور
 دماغ کو اہل کی جائے تو قانون کو دھوکا دینے کی ضرورت
 بھی نہیں رہتی۔ روس میں اگر قانون بنے تو تب بلے جب
 اُن کو توڑنے کی کسی میں اچھا باقی نہ رہ گئی تھی۔
 روسی قانون کو تو اس لئے ہیں کہ کسی مانسک کمزوری
 سے گرنے اسان پر ذرا درک رکھی جاسکے۔ ابھی وہاں ایسے
 قانون کی ضرورت بھی ہے۔ برائی کا اثر جلدی ہوتا ہے۔
 جب چاروں طرف لو چل رہی ہو تو تھاندے کمرے سے بنا
 احتیاط کئے نکلتا خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ کہلے کا مطلب
 یہ ہے کہ اُن دوسرے دیشوں کی طرح روس میں ویشہاؤں
 اور ویشہا پن کے استھانوں کو کوئی دوسرا لیہاؤنا نام نہیں
 دیا گیا بلکہ 'اس کلم کے خلاف خرد جلتا کی بہاؤنا اتلی
 ابھار دی گئی ہے اور اُس کو اس کے نقصان اس طرح
 بنا دیئے گئے کہ اب بنا کسی قانون اور سزا کے ہی وہاں
 کے لوگ ان برائیوں سے دور بھاگتے ہیں۔ سب سے بڑی بات
 یہ ہے کہ وہاں وہ حالات ہی اب نہیں ہیں جو کسی
 پہلے آدمی کو مجبور کر کے ان کو وہاں میں دھکیل دیتے
 ہیں۔

دراچار کے ایک پہلو کو ختم کر کے ادمہ کاریوں نے دوسرے
 پہلو پر نظر ڈالی۔ "پہت گرانے" کا درگ جگہ

دراچار کے ایک پہلو کو ختم کر کے ادمہ کاریوں نے
 دوسرے پہلو پر نظر ڈالی۔ "پہت گرانے" کا درگ جگہ۔

اس طرح دھارا سبھا سے باہر کے لوگ وزیر بنائے جالینگے تو اس سے نیکے لئے فائدے ہونگے:—

1. یوگہ جان کاروں کو ڈھونڈ کر وزیر بنایا جاسکے گا۔

2. دھارا سبھا ان پر انکس رکھ سکھگی۔ ساری دھارا سبھا یہ کام کرنے کے لئے آزاد دھکیگی۔

3. آلوچکوں کو وزیر بناکر ان کا منہ بند کرنے کی چال نہ چلی جاسکے گی۔

4. ہر چالاک آدمی کو خوش کرنے کا سوال نہ ہوگا، اس لئے تھوڑے سے وزیروں سے کام چلایا جاسکے گا۔ اس سے خرچ میں بچت ہوگی۔

5. وزیر باہر کے آدمی ہونگے اس لئے چٹاوالے لوگ وزیروں کو پریشان نہ کرسکیں گے۔

6. چٹاوالے کی چٹ چٹ سے بچے رہنے کے کارن وزیر لوگ آفس کا کام اچھی طرح کرسکیں گے۔

7. حکومت کا اور آفس کا کام کرنے کے لئے ہی انہیں رکھا گیا ہے، اس لئے انہیں اس کام میں خاص دھیان دینا ہوگا۔ دل بندیوں کے جھگڑوں سے وہ لک بھگ بچے رہیں گے۔

8. پرائٹ کے باہر کے بھی وزیر ہونے سے سرکاروں میں پرائٹ کا بہاؤ نہ پمپ پائوٹا اور بھارت کے ایک جان ہونے میں اس سے مدد ملے گی۔

9. دھارا سبھا کا ہر ممبر وزیر بننے کے لئے جو تکریم بھڑانا دھتا ہے وہ بند ہو جائے گی۔

اس دیکھ کی حالت کے مطابق یہی طریقہ ٹھیک ہے۔ ہمارے آج کے دھیمان میں اس طرح کا سدھار ہونا ضروری ہے۔

پ্রেم-ڈھار

(भाई 'नरम' आफन्ती)

सुध बुध का बनी पीत नगर क्या जाने,
यह तुझमें है सूझ बूझ अगर, क्या जाने.
आँखें खोलते हुए चला जाता है,
मूरख तू प्रेम की डगर क्या जाने.

پریم ڈگر

(بھائی نجم آئلدی)

سودہ بدھ کا دھلی پمت نگر کیا جانے،
یہ تجھ میں ہے سوچہ بوجھ اگر، کیا جانے۔
آنکھیں کھولے ہوئے چلا جاتا ہے،
مورخ تو پریم کی ڈگر کیا جانے۔

۴۔ دھارا سبھا کے ممبر جب وزیر یا سیکریٹری بن جاتے ہیں تب جس حلقے سے اُن کا چناؤ ہوا تھا، جن لوگوں نے انہیں چناؤ میں مدد کی تھی وہ لوگ ایذا ایذا کام کرائے کے لئے دباؤ ڈالنے لگتے ہیں۔ اُن کا کام نہ کیا جائے تو اگلا چناؤ ہونے میں وہ ساتھ نہ دینے کے یا ووٹ نہ کر دینے کے واسطے اُن کے بیچا کام بھی کرنے پڑتے ہیں۔

6. चुनाव हलके के लोगों से मिलने जुलने में इतना समय निकल जाता है कि बच्ची और नायब बच्ची लोग अपने आफिस का काम नहीं के बराबर कर पाते हैं।

6. چٹار حلقہ کے لوگوں سے ملنے جلنے میں آندا سے نکل جاتا ہے کہ وزیر اور نائب وزیر لوگ اپنے آپس کا کام نہیں کے برابر کر پاتے ہیں ۔

7. धारा सभा के मेम्बर होने के कारण बज्जीर बगौरा लोग अपने को नौकर की तरह ज़िम्मेदार नहीं समझते हैं। एक तरह से मालिकों में ही अपनी गिनती करते हैं। इसलिये कहीं कहीं ऐसा होता है कि दफ्तर खाली पड़ा रहता है। सब बज्जीर बगौरा अपने अपने बंगलों पर आफिस बना लिया करते हैं और जनता को अपने काम के लिये बंगलों बंगलों भटकना पड़ता है। इस तरह साहब को आफिस के नौकर घर के नौकर के रूप में मिल जाते हैं। आफिस के नाम पर बंगलों को महल बनाने में और मवद मिल जाती है। साहब बहादुर घर में सो रहे हों तब भी वह आफिस की हाजरी समझी जाती है।

7. دھارا سبھا کے ممبر ہونے کے کارن وزیر وغیرہ لوگ اپنے کو نوکر کی طرح ذمہ دار نہیں سمجھتے ہیں۔ ایکسا طرح سے مالکوں میں ہی اپنی گنتی کرتے ہیں۔ اسلئے کہیں کہیں ایسا ہوتا ہے کہ دفتر خالی پڑا رہتا ہے۔ سب وزیر وغیرہ اپنے اپنے بندکلوں پر آفس پلٹا لیا کرتے ہیں اور جلتا کو اپنے کام کے لئے بندکلوں بندکلوں بھٹکاتا پڑتا ہے۔ اسطرح صاحب کو آفس کے نوکر گھر کے نوکر کے روپ میں مل جاتے ہیں۔ آفس کے نام پر بندکلوں کو معطل بنانے میں آؤر مدد مل جاتی ہے۔ صاحب بہادر گھر میں سو رہے ہوں تب بھی وہ آفس کی حاضری سمجھتی جاتی ہے۔

8. धारा सभा के मेम्बरों पर चुनाव का भूत सदा सवार रहता है इसलिये वह सरकारी काम के बहाने अपने प्रचार में लग जाते हैं। वजीर बन जाने पर तो यह काम और भी बढ़ जाते हैं, इसलिये शासन के काम में वह कम से कम समय दे पाते हैं। दौरा भत्ता, पारटी मीटिंग या इसी निगाह से मिलना जुलना उनके खास प्रोग्राम बन जाते हैं।

8 دھارا سبھا کے ممبروں پر چلاؤ کا بیروت سدا
سوار رہتا ہے اس لئے وہ سرکاری کام کے بھانے اپنے پرچار میں
لگ جاتے ہیں۔ وزیر بن جانے پر تو یہ کام اور بھی بڑھ
جاتے ہیں، اِس لئے شاسن کے کام میں وہ کم سے کم سے دے
پاتے ہیں۔ دورۂ بہتہ، پارٹی مہلتک یا اِسی نکاح سے ملنا
چلنا اُن کے خاص پروگرام بن جاتے ہیں۔

यह ऐसी बुराइयाँ हैं जिनसे लोकशाही सरकार सच-मुच लोकशाही नहीं बन पाती और उसके सभी लाभ नष्ट हो जाते हैं। इसके लिये कुछ सुधार करने की जरूरत है। एक सुधार की तरफ त्वास तौर पर ध्यान खींचा जाता है—

یہ ایسی برائیاں تھیں جن سے لوگ شاہی سرکار سے
میں لوگ شاہی نہیں بن پاتی اور اس کے سبھی وہ نشت
ہوجاتے ہیں۔ اس کے لئے کچھ سدھار کرنے کی ضرورت ہے۔
ایک سدھار کی طرف خاص طور پر دھیان کھینچنا
چاہتا ہوں۔

सरकार बनाने का काम धारा सभा या पार्लिमेन्ट तो करे पर वज्जीर धारा सभा या पार्लिमेन्ट के बाहर के आदमी ही बनाए जायँ, बल्कि इसमें प्रान्त से बाहर के आदमी भी लिये जायँ. हाँ, यह ठीक है कि धारा सभा में जिस दल का बहुमत होगा उस दल की पालिसी को स्वीकार करने वाले या उसी पालिसी को मानने वाले लोग ही वज्जीर बनाए जायँगे और धारा सभा उन्हें अलग कर सकेगी. उन्हें धारा सभा की राय के अनुसार काम करना होगा, पर वह धारा सभा के किसी फ़ैसले में वोट न दे सकेंगे. हाँ, कोई बात भी सरकार की तरफ से पेश कर सकेंगे.

سرکار بنانے کا کام دھارا سبھا یا پارلیمنٹ تو کرے پر وزیر دھارا سبھا یا پارلیمنٹ کے باہر کے آدمی ہی بنائے جائیں، بلکہ اس میں پرائنٹ سے باہر کے آدمی بھی لئے جائیں۔ ہاں، یہ تھپک ہے کہ دھارا سبھا میں جس دل کا بہومت ہوگا اُس دل کی پالیسی کو سویکار کرنے والے یا اسی پالیسی کو ماننے والے لوگ ہی وزیر بنائے جائیں گے اور دھارا سبھا انہیں الگ کر سکے گی۔ انہیں دھارا سبھا کی رائے کے انوسار کام کرنا ہوگا، پر وہ دھارا سبھا کے کسی ٹھیلے میں دھوکہ نہ دے سکیں گے۔ ہاں، کوئی بات بھی سرکار کی طرف سے پوش کر سکیں گے۔

(نکاحیاتی) کی سچائی سے متاثر کیا۔ اس لیے یہ طریقہ لوگوں کی طرف سے قبول نہیں کیا گیا۔ اس لیے یہ طریقہ لوگوں کی طرف سے قبول نہیں کیا گیا۔ اس لیے یہ طریقہ لوگوں کی طرف سے قبول نہیں کیا گیا۔

1. ہر طرح کے اچھے اچھے جانکار چناؤ لوگوں کے ذریعہ کیا جائے گا۔ زیادہ تر جانکاروں میں اچھے طرح کام کرنے کی لیاقت ہوتی ہے۔ یہ لوگ چناؤ کرنے کی لیاقت نہیں ہوتی یا طبیعت نہیں ہوتی۔ جب دھارا سبھا کے ممبروں میں سے ہی وزیر بننے کے لیے آدمی لیا جائے گا تو اسے درجہ کے جانکاروں کی کمی ہو سکتی ہے۔ صحت منتری کے لیے ہونے والی تندرستی کا اچھا جانکار نہیں ملتا۔ شکشا منتری کے لیے اچھے درجہ کا تعلیم شاستری نہیں ملتا۔ کھیتی منتری کے لیے کھیتی و دیا کا اچھا جانکار نہیں ملتا۔ اس لیے وزیر منقل میں کھیتا آدمی بھر لیا جاتا ہے۔

2. دھارا سبھا سرکار کے اوپر انکس (کنٹرول) رکھنے کے لیے ہے۔ ہر دھارا سبھا کے سبھی ممبر اتنی لیاقت نہیں رکھتے کہ سرکار پر انکس رکھ سکیں۔ سیکرٹری پیچھے شاید پندرہ بیس آدمی ہی اتنی لیاقت کے ہوں۔ ہر لگ بھگ وہی سب سے سب سے سب سے لیاقت رکھتے ہیں یا آپ منتری، سکریٹری وغیرہ۔ تب انہیں انکس رکھنے کے لیے کوئی نہیں دیا جاتا۔ جو وہ جاتے ہیں وہ لگ بھگ یا تو ان کے مددگار ہوتے ہیں یا ہاں میں ہاں ملانے والے۔ ایسی حالت میں دھارا سبھا اور سرکار قریب قریب ایک ہو جاتی ہے۔ تب دھارا سبھا کا سرکار پر انکس کھسے وہ سکتا ہے؟ کچھ بچے کچھ لوگ تھکا بھلے ہی کرلیں یہ نئے چناؤ تک سرکار کو بدل نہیں سکتے۔ دھارا سبھا سرکار پر انکس تبھی رکھ سکتی ہے جب سرکار دھارا سبھا سے الگ ہو، دھارا سبھا کا حصہ نہیں۔

3. آج کے طریقے میں سرکار بنانے والے لوگ اپنی برائی سے بچنے کے لیے برائی بناتے والے ممبروں کو سرکار میں شامل کر لیتے ہیں۔ دیکھا کہ کوئی ممبر پول پٹی کھولنے میں زیادہ ہوشیار ہے تو اسے بھی مंत्री بنا کر ساجھ دار بنالیا۔ اس سے خراج بڑھ جاتا ہے اور سرکار کی بے لکائی جہوں کی نہیں ہوتی رہتی ہے۔ اس حال سے لوگ ہامی لیا جاتی ہے۔

4. برقی سرکار کے سب سے سب سے جہاں تین وزیر کام کرتے تھے اور کام اچھی طرح ہوتا تھا وہاں دس دس دس دس سکریٹری رکھ لیے جاتے ہیں۔ اس طرح آج سرکار کھلنے والوں کا چلتا پر بوجھ چوکنی بچ گنا ہوا ہے۔

1. ہر طرح کے اچھے اچھے جانکار چناؤ لوگوں کے ذریعہ کیا جائے گا۔ زیادہ تر جانکاروں میں اچھے طرح کام کرنے کی لیاقت ہوتی ہے۔ یہ لوگ چناؤ کرنے کی لیاقت نہیں ہوتی یا طبیعت نہیں ہوتی۔ جب دھارا سبھا کے ممبروں میں سے ہی وزیر بننے کے لیے آدمی لیا جائے گا تو اسے درجہ کے جانکاروں کی کمی ہو سکتی ہے۔ صحت منتری کے لیے ہونے والی تندرستی کا اچھا جانکار نہیں ملتا۔ شکشا منتری کے لیے اچھے درجہ کا تعلیم شاستری نہیں ملتا۔ کھیتی منتری کے لیے کھیتی و دیا کا اچھا جانکار نہیں ملتا۔ اس لیے وزیر منقل میں کھیتا آدمی بھر لیا جاتا ہے۔

2. دھارا سبھا سرکار کے اوپر انکس (کنٹرول) رکھنے کے لیے ہے۔ ہر دھارا سبھا کے سبھی ممبر اتنی لیاقت نہیں رکھتے کہ سرکار پر انکس رکھ سکیں۔ سیکرٹری پیچھے شاید پندرہ بیس آدمی ہی اتنی لیاقت کے ہوں۔ ہر لگ بھگ وہی سب سے سب سے سب سے لیاقت رکھتے ہیں یا آپ منتری، سکریٹری وغیرہ۔ تب انہیں انکس رکھنے کے لیے کوئی نہیں دیا جاتا۔ جو وہ جاتے ہیں وہ لگ بھگ یا تو ان کے مددگار ہوتے ہیں یا ہاں میں ہاں ملانے والے۔ ایسی حالت میں دھارا سبھا اور سرکار قریب قریب ایک ہو جاتی ہے۔ تب دھارا سبھا کا سرکار پر انکس کھسے وہ سکتا ہے؟ کچھ بچے کچھ لوگ تھکا بھلے ہی کرلیں یہ نئے چناؤ تک سرکار کو بدل نہیں سکتے۔ دھارا سبھا سرکار پر انکس تبھی رکھ سکتی ہے جب سرکار دھارا سبھا سے الگ ہو، دھارا سبھا کا حصہ نہیں۔

3. آج کے طریقے میں سرکار بنانے والے لوگ اپنی برائی سے بچنے کے لیے برائی بناتے والے ممبروں کو سرکار میں شامل کر لیتے ہیں۔ دیکھا کہ کوئی ممبر پول پٹی کھولنے میں زیادہ ہوشیار ہے تو اسے بھی مंत्री بنا کر ساجھ دار بنالیا۔ اس سے خراج بڑھ جاتا ہے اور سرکار کی بے لکائی جہوں کی نہیں ہوتی رہتی ہے۔ اس حال سے لوگ ہامی لیا جاتی ہے۔

4. برقی سرکار کے سب سے سب سے جہاں تین وزیر کام کرتے تھے اور کام اچھی طرح ہوتا تھا وہاں دس دس دس دس سکریٹری رکھ لیے جاتے ہیں۔ اس طرح آج سرکار کھلنے والوں کا چلتا پر بوجھ چوکنی بچ گنا ہوا ہے۔

4. برقی سرکار کے سب سے سب سے جہاں تین وزیر کام کرتے تھے اور کام اچھی طرح ہوتا تھا وہاں دس دس دس دس سکریٹری رکھ لیے جاتے ہیں۔ اس طرح آج سرکار کھلنے والوں کا چلتا پر بوجھ چوکنی بچ گنا ہوا ہے۔

وہاں ہر کم پانے میں لگے کہ موت کا قور بہا اور
جب یہ گندہ قور تھا کہ ستھ سوچنے بولنے اور قور الہ
کا بہل آیا۔ یہ بل آیا اور اندر بیٹھی ساری طاقتوں
کا ایک ہوا اور ایک ہوا کہ آتا چمکی اور وجہ دھوی کے
کارشن ہوئے۔

اب چلتا کہسے؟ نکلتے سے اب کیا مطلب؟ کہسی
چھت؛ کس کی ہار؟ سب من، وچن، کرم اپنے رام کو
سرین۔

اب مانتی آتما کے سامنے ہیں :-

سب میں رام اور رام میں سب

یانی

میں سب میں اور سب میں۔

—بھگواندین

اب منجھی آتما کے سامنے ہیں :-

سب میں رام اور رام میں سب

یعنی

میں سب میں اور سب میں۔

—بھگوان دین

لوکشاہی سرکار—ایک سبھا

(سوامی سत्यभक्त)

راجا یا تاناشاہ (ڈیکٹٹر) کی سرکار آپکو
:پسند ہو یا نہ ہو، آپ اسے آسانی سے بدل نہیں
سکتے، اسے بدلنے کا اختیار آپکے ہاں میں نہیں
ہوتا۔ وہ 'اچھا' کرے تو اسکی مہربانی، نہ کرے
تو آپ کی کسمت۔ پر آج کا زمانہ ایسی پراپرٹی
کو سہ نہیں سکتا، اس لیے سنسار میں لگبھگ سب
جگہ لوکشاہی (جمہوری) سرکار ہو گئے ہیں۔ جن
کو چن کر بناتی ہے اور آشا کی جاتی ہے کہ جن
کی رضا کے अनुसार یہ کام کرے گی۔ اگر جن
کی رضا کے अनुसार یہ کام نہ کرے تو پارلیمنٹ
کا حاکم ہے کہ اس سرکار کو اسات کر دے۔
بھارت کے ودھان میں اسی طرح کی سرکار
بنانے کی ہوجاتی ہے۔ اس طرح کی سرکار
بنانے کے अनुसार دھارا سبھا میں جس پارٹی
کا بہت ہوتا ہے اس پارٹی کے ممبروں میں سے
کچھ ممبر سرکار یا وزیر مقرر ہوتے ہیں جو
کہ دھارا سبھا کے اندر دھارے کرتے ہیں۔ اس
طرح کی سرکار لوک شاہی یا جن ترقی سرکار
کہلاتی ہے۔ انکیلڈ کے ودھان میں یہ نقل کی ہے۔

لیکن اس طرح کی سرکار میں ہم نے بھارت
کی حالت پر دھیان نہیں دیا اور نہ ممبروں

لوک شاہی سرکار—ایک سبھا

(سوامی ستھ بھکت)

راجہ یا تاناشاہ (ڈیکٹٹر) کی سرکار آپ کو پسند
ہو یا نہ ہو، آپ اسے آسانی سے بدل نہیں سکتے، اسے
بدلنے کا اختیار آپ کے ہاتھ میں نہیں ہوتا۔ وہ اچھا
کرتے تو اسکی مہربانی، نہ کرتے تو آپ کی کسمت۔
پر آج کا زمانہ ایسی پراپرٹی کو سہ نہیں سکتا، اس لیے
سنسار میں لگ بھگ سب جگہ لوکشاہی (جمہوری)
سرکار ہو گئے ہیں۔ جن کو چن کر بناتی ہے اور آشا
کی جاتی ہے کہ جن کی رضا کے अनुसार یہ کام کرے
گی۔ اگر جن کی رضا کے अनुसार یہ کام نہ کرے تو
پارلیمنٹ کا حاکم ہے کہ اس سرکار کو اسات کر دے۔
بھارت کے ودھان میں اسی طرح کی سرکار بنانے
کی ہوجاتی ہے۔ اس طرح کی سرکار بنانے کے
انوسار دھارا سبھا میں جس پارٹی کا بہت ہوتا
ہے اس پارٹی کے ممبروں میں سے کچھ ممبر سرکار
یا وزیر مقرر ہوتے ہیں جو کہ دھارا سبھا کے
اندھر دھارے کرتے ہیں۔ اس طرح کی سرکار
لوک شاہی یا جن ترقی سرکار کہلاتی ہے۔ انکیلڈ
کے ودھان میں یہ نقل کی ہے۔

لیکن اس طرح کی سرکار میں ہم نے بھارت
کی حالت پر دھیان نہیں دیا اور نہ ممبروں

دوران کے مہلک خدے کرنا اور رंग لا سکتا ہے۔ وہ مانوس سماج کے رخ سے دھلنے کے قابل نہیں ہو سکتا۔ مارکس نے مائی وائی سادھنوں کو اتنا مہتو دیا کہ نہتک سدھانت اور چال چلن کی صفائی ایک دم پچھلے جا پڑی۔ 'دیا'، 'آدارنا'، 'ہمدردی' اُسکی نظر میں پیسے کی شاخیں بن کر رہ رہ گئیں۔ یہ کسی حد تک ٹھیک ہے کہ مائی وائی چکر نہتک و چاروں پر ایسا اثر ڈالتا ہے پر ہمیشہ اور ہر حالت میں نہیں؛ اگر ہر طرح سے پیسے کی بلوڈ پر نہتک متصل کھوا ہوتا تو غریبی میں وہ متصل کر پونا چاہئے تھا پر وہاں نہ کبھی ہوا نہ ہونا سنا۔ اکال کے موقع پر ماں کو اپنے بچے بچھلنے کی بات سنی ہے اور وہ ٹھیک بھی ہے پر کہیں ہزاروں میں ایک۔ ایوان تو آلتا یہ ثابت کرتا ہے کہ نہتک بل پیسے سے کہیں زیادہ بلوان ہوتا ہے؛ کچھ بھی ہو مارکس کا فلسفہ کچھ نہتک سدھانتوں پر لٹا ہوا ہے۔

جو آدمی اپنے وقت کی سماجی اور آرٹھک حالت میں کرائی پیدا کر دے اور لوگوں کے دل میں اُتھل پٹھل مچا دے اور اُنکو اُن غلامیوں سے نکال دے وہی اِتناس بلانا ہے اور وہی اِتناس کو اُنٹ پلٹ ڈالتا ہے۔ بدھ، مہابیر، مسیح سے لیکر گاندھی تک کا اِتناس کواہ ہے کہ یہ لوگ اپنے وقت کی سماجی اور آرٹھک اوستھا میں پیدا نہیں اُسکے خلاف کھڑے ہوئے اور اُرتھ کو نیچا دکھائے اخلاق اور اونچے چال چلن کو راج کدی دلائی۔ سماج سہوا کی بھارنا اور مانوس سہوا کی بھارنا جگا کر وہ یہ جادو کر پائے۔ مانوتا یا مانو یریم اپنے آپ میں دھوکے کی چھڑ ہے اگر اُسکی تہ میں اُتم بل نہ ہو اور اُتم بل کی پہچان ہے کرم؛ کیونکہ کرم اُتم بل کا پھل ہے اور وہ کرم ایسا ہونا چاہئے جو آدمی میں سچائی اور نرمی بھارنا پیدا کرے اور ایسی کوئی بھی اچھا پیدا کرے کہ وہ کرتوبہ کو سمجھنے لگے اور اُسکو پورا کرنے میں جت جائے۔ بس اب اُتم کی منجھائی یہی ہے کہ ہم سماج کو ایسی تعلیم دیں کہ اُن میں جب بھارنا کی ترنگوں قہوں تو وہ سچائی اور مانوجت ہوں۔ ہوا، پانی، روشنی کی طرح نہکی، ایمانداری، املسا، سچائی کے دام بدعی نہیں آتک سکتی، اُسے تو من ہی اُنکے گا۔ وہ تو بھارنا کی لراڑ میں ہی تل سکتی ہے۔

اب سنئے، اُتمانس طرح منجھے گی :-

ہے ہمت تو اپنے اندر سماج اور اپنے ستھہ یعنی رام کو کھوج لو۔

من، وچن، کرم سے اپنے کرم کے حکم پالنے میں لگ جاؤ۔

اب سوئیے، اُتما کس طرح مَکھیگی :-

ہے ہیمت تو اپنے اندر سما جاؤ اور اپنے سلسلہ بانی رام کو کھوج لو۔

جنا، بچن، کرم سے اپنے کرم کے حکم پالنے میں لگ جاؤ۔

آزادی کی اسکو ماننے سے الگ تھلک دھڑکے ہوئے
آزاد ہوں اور یہی تو کھلمکھلا نگر جانے والی سڑک ہے جہاں
آزادی غلامی کا روپ لے لیتی ہے۔ جو ایک (الگیا) یہ سمجھتا
ہے کہ سماج کے ساتھ اسکا آزادی کا رشتہ ہے وہی ایک
(الگیا) سمجھتا ہے کہ وہ آزاد ہے۔ ایسی بھڑک میں چھوٹے
بڑے مہندوں کے ناتے دوسرے سے ایک کا رتی بھر قدر بھی من
بھر آزادی کو کہا جاتا ہے۔

آزادی نام سے پچھم میں ایک نیا دھڑا ہو
گیا ہے۔ پچھم کے لوگ من-مادی کے دھڑا سے ڈب
گئے ہیں کیونکہ اب تک وہاں یا تو یہ مانا جاتا تھا کہ
آزادی بس من (ماڈرن) ہے، یا یہ مانا جاتا تھا کہ
آزادی بس مادی (مادیٹر) ہے، یا یہ مانا جاتا تھا کہ
آزادی بس من-مادی (ماڈرن-مادیٹر) کا پتلا ہے۔
آزادی کہتے ہیں آزادی نہ من ہے، نہ مادی ہے اور نہ
من-مادی۔ وہ ہے پورے (Person)۔ بس اس دھڑا کا نام ہے
آزادی کا نام ہے آزادی یا پورے دھڑا نے آزادی واد اور مادی
وادی کو بہت پچھم چھوڑ دیا اور یہ وچار دھڑا ہندو
دھڑا سے گائی ہوئی ایک نہر ہی سی لگتی ہے۔
یہاں دھڑا وچار اور کرم کا رشتہ سمجھ لیا جائے۔ ہم پہلے
وچارے ہیں یا پہلے کرم کرتے ہیں؟ اسکا جواب بہت
مشکل اور بہت آسان ہے۔ مشکل یہی ہے کہ کوئی کرم
ایسا نہیں جسکے پچھم وچار نہ ہو۔ آسان یہی ہے کہ کرم
سامنے ہے وچار آنکھ کے پرے، اسلئے کرم ضروری اور پہلے۔
کرم کو بڑا سمجھنا ہی پورے کا کہونکہ کرم میں وچار
شامل ہے۔ وچار تو اکھلا اور نکلا ہے۔ اُسے بڑا سمجھنے
سے کہا فائدہ۔ آزادی واد میں یہ بڑا عیب ہے کہ بس
سوچے جاوے سوچے جاوے اور اسلئے وہ ہی کو مادی واد کی
کہانی میں جا پٹختا ہے۔ یہاں کوئی یہ سوال کھڑا کر
سکتا ہے کہ کرم تو سر سے پھر تک مادی واد ہے۔ اب؟
بس اسی کے لئے آیا خاص واد۔ وہ کہتا ہے نہ آزادی
وادی کی پہلی چوٹیاں ناپتے پھر، نہ مارکس رشی کے
مادی واد کے سمندر میں غوطہ کھاتے پھر۔ اس میں
شک نہیں کہ مارکس رشی نے مانو سماج پر بڑا احسان
کیا ہے۔ انہوں نے آدمی کے جھون کو اس طرح کھول کر
سمجھا دیا ہے جس طرح جراح آدمی کی لاش کو چھو کر
رگ رگ کا کھان کرا دیتا ہے، اُنہی ہی کہوں؟ انہوں نے
تو یہ سکھایا کہ جھون کا بدل ڈالنا آدمی کے ہاتھ کی
بات ہے اور یہ کہ وہ کلمے بدلا جاسکتا ہے؟

خاص واد نام سے پچھم میں ایک نیا دھڑا ہو گیا
ہے۔ پچھم کے لوگ من مادی کے دھڑا سے ڈب گئے ہیں
کیونکہ اب تک وہاں یا تو یہ مانا جاتا تھا کہ آدمی بس
من (مادیٹر) ہے، یا یہ مانا جاتا تھا کہ آدمی بس مادی
(مادیٹر) ہے، یا یہ مانا جاتا تھا کہ آدمی بس من-مادی
(مادیٹر-مادی) کا پتلا ہے۔ خاص وادی کہتے ہیں آدمی
نہ من ہے نہ مادی ہے اور نہ من مادی۔ وہ ہے پورے
(Person)۔ بس اس وچار دھڑا کا نام ہے خاص
وادی یا پورے واد۔ اس وچار دھڑا نے آزادی واد اور مادی
وادی کو بہت پچھم چھوڑ دیا اور یہ وچار دھڑا ہندو
دھڑا سے گائی ہوئی ایک نہر ہی سی لگتی ہے۔
یہاں دھڑا وچار اور کرم کا رشتہ سمجھ لیا جائے۔ ہم پہلے
وچارے ہیں یا پہلے کرم کرتے ہیں؟ اسکا جواب بہت
مشکل اور بہت آسان ہے۔ مشکل یہی ہے کہ کوئی کرم
ایسا نہیں جسکے پچھم وچار نہ ہو۔ آسان یہی ہے کہ کرم
سامنے ہے وچار آنکھ کے پرے، اسلئے کرم ضروری اور پہلے۔
کرم کو بڑا سمجھنا ہی پورے کا کہونکہ کرم میں وچار
شامل ہے۔ وچار تو اکھلا اور نکلا ہے۔ اُسے بڑا سمجھنے
سے کہا فائدہ۔ آزادی واد میں یہ بڑا عیب ہے کہ بس
سوچے جاوے سوچے جاوے اور اسلئے وہ ہی کو مادی واد کی
کہانی میں جا پٹختا ہے۔ یہاں کوئی یہ سوال کھڑا کر
سکتا ہے کہ کرم تو سر سے پھر تک مادی واد ہے۔ اب؟
بس اسی کے لئے آیا خاص واد۔ وہ کہتا ہے نہ آزادی
وادی کی پہلی چوٹیاں ناپتے پھر، نہ مارکس رشی کے
مادی واد کے سمندر میں غوطہ کھاتے پھر۔ اس میں
شک نہیں کہ مارکس رشی نے مانو سماج پر بڑا احسان
کیا ہے۔ انہوں نے آدمی کے جھون کو اس طرح کھول کر
سمجھا دیا ہے جس طرح جراح آدمی کی لاش کو چھو کر
رگ رگ کا کھان کرا دیتا ہے، اُنہی ہی کہوں؟ انہوں نے
تو یہ سکھایا کہ جھون کا بدل ڈالنا آدمی کے ہاتھ کی
بات ہے اور یہ کہ وہ کلمے بدلا جاسکتا ہے؟

لیکن وہ اس دھڑا میں جا پٹختا ہے۔ وہاں
کہا تھا؟ مادی واد کا نکلا ناچ! انہیں کی کڑواہٹوں پر

لیکن، وہ اس دھڑا میں جا پٹختا ہے۔ وہاں
کہا تھا؟ مادی واد کا نکلا ناچ! انہیں کی کڑواہٹوں پر

इसी तरह की मन, बचन, कर्म की तरलीनता का नाम है 'ईश्वरार्पण'.

रहे क्रोध, मान, माया लोभ यह तो ऊपर की रीति से किये अभ्यास के बाद बेदम हो जाते हैं और इस वक्त आदमी में काम करने की ताकत बे हिसाब बढ़ जाती है.

वसे अपने पन का ध्यान नहीं रहता और इसी को कुछ लोग कहते हैं कि वह तो ईश्वर के हाथ का औजार भर रह गया है.

बस इसी अवस्था का नाम है :—

“सब में और सब मुझ में”

भगवद्गीता का यही सन्देश और यही निचोड़ है. आत्म-मैफाई की कला पर इससे बढ़ कर और क्या कहा जा सकता है. गीत जो उपनिषदों का निचोड़ है, वह गुस्से को ठंडा करती है, मानको डाती है, मोह का नाश करती है, लालच की जड़ काटती है. उस गीता से न जाने कैसे कोई यह मतलब निकाल बैठता है कि उस में भगवान ने अर्जुन को लड़ाई का उपदेश दिया. गीता को निरकाम कर्म करने का प्रन्थ बताना और फिर अर्जुन के उस जयद्रथवध कर्म को उस गीता की कसौटी पर ठीक उतारना जिसको अर्जुन ने अभिमन्यु का बदला लेने के लिये किया था, कहाँ तक ठीक हो सकता है उसे हरेक आसानी से समझ सकता है.

यह ठीक है कि आत्म-मैफाई में आजकल का समाज आवे जाता है पर आज का समाज तो निरा स्वार्थी बना हुआ है और बहुत जल्दी ही या तो उसको सुधारना होगा या किसी में मिल जाना होगा. सुधार इसके सिवाय क्या हो सकता है कि अब एक (अलगिया, व्यष्टि, इन्डिविजुअल) सब के लिये रहना सीखे और सब (समष्टि) एक की रक्षा के लिये तैयार रहें.

समाज के लिये न जीकर जो अपने लिये जीता है वही पूजा, पैसा-प्रतिष्ठा का भूका होता है और अपने किसी मतलब को पूरा करने के लिये वह सारे स्वांग रचता है, तरह तरह के रूप धरता है. आज इसी बजह से सिपाही सिपाही है, आदमी नहीं; पुजारी पुजारी है, बनिया बनिया है और कारीगर कारीगर है, आदमी कोई भी नहीं. यह क्या बात है कि जो कल दारोसा था आज दारोसा न रहने से दो कौड़ी का भी आदमी नहीं रहता ? असल में वह जब दारोसा था तब आदमी नहीं था, अपने दारोसापन से पूजा, प्रतिष्ठा, पैसा कमाने में लगा था, फिर वह दो कौड़ी का रह ही जायगा. यही हाल आज बज्जोरों तक का है, और अगर दारोसा था बज्जोर ने निरकाम कर्म किया होता तो जीते जी उनकी इफ्तत समाज में बनी रहती. दारोसा और बज्जोर अपने ओहदे पर रह कर आकादी का अर्थ भूल जाते हैं. वह

इसी तरह की 'मन' 'बचन' 'कर्म' की तरलीनता का नाम है 'ईश्वरार्पण'.

रहे क्रोध, मान, माया लोभ यह तो ऊपर की रीति से किये अभ्यास के बाद बेदम हो जाते हैं और इस वक्त आदमी में काम करने की ताकत बे हिसाब बढ़ जाती है. उसे अपने पन का ध्यान नहीं रहता और इसी को कुछ लोग कहते हैं कि वह तो ईश्वर के हाथ का औजार भर रह गया है.

बस इसी अवस्था का नाम है :—

“मैं सब में और सब मुझ में”

भगवद्गीता का यही सन्देश और यही निचोड़ है. आत्म-मैफाई की कला पर इससे बढ़ कर और क्या कहा जा सकता है. गीता जो उपनिषदों का निचोड़ है, वह गुस्से को ठंडा करती है, मानको डाती है, मोह का नाश करती है, लालच की जड़ काटती है. उस गीता से न जाने कैसे कोई यह मतलब निकाल बैठता है कि उस में भगवान ने अर्जुन को लड़ाई का उपदेश दिया. गीता को निरकाम कर्म करने का प्रन्थ बताना और फिर अर्जुन के उस जयद्रथवध कर्म को उस गीता की कसौटी पर ठीक उतारना जिसको अर्जुन ने अभिमन्यु का बदला लेने के लिये किया था, कहाँ तक ठीक हो सकता है उसे हरेक आसानी से समझ सकता है.

यह ठीक है कि आत्म-मैफाई में आजकल का समाज आवे जाता है पर आज का समाज तो निरा स्वार्थी बना हुआ है और बहुत जल्दी ही या तो उसको सुधारना होगा या किसी में मिल जाना होगा. सुधार इसके सिवाय क्या हो सकता है कि अब एक (अलगिया, व्यष्टि, इन्डिविजुअल) सब के लिये रहना सीखे और सब (समष्टि) एक की रक्षा के लिये तैयार रहें.

समाज के लिये न जीकर जो अपने लिये जीता है वही पूजा, पैसा-प्रतिष्ठा का भूका होता है और अपने किसी मतलब को पूरा करने के लिये वह सारे स्वांग रचता है, तरह तरह के रूप धरता है. आज इसी बजह से सिपाही सिपाही है, आदमी नहीं; पुजारी पुजारी है, बनिया बनिया है और कारीगर कारीगर है, आदमी कोई भी नहीं. यह क्या बात है कि जो कल दारोसा था आज दारोसा न रहने से दो कौड़ी का भी आदमी नहीं रहता ? असल में वह जब दारोसा था तब आदमी नहीं था, अपने दारोसापन से पूजा, प्रतिष्ठा, पैसा कमाने में लगा था, फिर वह दो कौड़ी का रह ही जायगा. यही हाल आज बज्जोरों तक का है, और अगर दारोसा था बज्जोर ने निरकाम कर्म किया होता तो जीते जी उनकी इफ्तत समाज में बनी रहती. दारोसा और बज्जोर अपने ओहदे पर रह कर आकादी का अर्थ भूल जाते हैं. वह

जगत्सु '51

آत्म-مَکھاڑ

ہماری آتما ساک نہیں ہے، ہوتا ہی نہیں، یہ ہوتی نہیں ہے کہ اسکو مانجھنے کی ضرورت ہے۔

آپ سب سے الگ، میں آپ سے الگ، یوں ہم سب الگ الگ ہیں۔ اس کا نام ہے الک پن۔ الک پن کو کچھ لوگ 'پنکھو'، انفرادیت یا انڈیویجوئلٹی بھی کہتے ہیں۔ یہ الک پن سب میں موجود ہے۔

الک پن کے بارے میں کچھ کا یہ کہنا ہے کہ یہ الک پن ایسا ہے، جیسے ہوند کا الک پن، جو پانی میں ملکر پانی میں ہی کھل جاتی ہے اور پھر ہوند جیسی کوئی چیز ہی نہیں رہ جاتی۔ کچھ کا یہ کہنا ہے کہ نہیں، یہ الک پن سدا قائم رہتا ہے۔

اس الک پن کی بات ہم نے یوں کہی کہ آتم منجھائی میں اگلے والے الک پن لوگوں نے ایسی دو الک پن باتوں ہمارے سامنے رکھی ہیں۔

اس جانکاری سے آتم منجھائی میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی اور نہ ہونی چاہئے۔

آپ کسی طرح سوچتے ہیں، میں کسی طرح سوچتا ہوں۔ آپ کی بات سب سن لیتے ہیں، میری بات کوئی نہیں سناتا۔ آپ سے کچھ لوگ ڈرتے ہیں، مجھے کچھ لوگ ڈراتے ہیں۔ یوں آپ اور میں الگ الگ ہیں۔ اس طرح کا الک پن بھی سب میں ملتا ہے۔ یہ خاص طرح کا الک پن 'خاص پن' کہلاتا ہے، جسے 'وہشتو'، 'پرستو'، شخصیت یا پرسنالٹی بھی کہتے ہیں۔

اس خاص پن کے بارے میں کوئی کچھ کہتا ہے، کوئی کچھ نہیں کہتا ہے۔ ایک کا کہنا ہے -- یہی پرہی یا پرمانا ہے؛ دوسرے کا کہنا ہے -- یہی آتما ہے؛ تیسرے کا کہنا ہے -- یہی اہلکار ہے؛ چوتھے کا کہنا ہے -- یہی الک پن کی پورنتا کا روپ ہے؛ پچھلے یہی پورنتا ہے؛ پانچویں کا کہنا ہے -- یہ الک پن کوئی چیز نہیں ہے پانچ بہت ملکر جو پتلا ہوا کسی کا یہ نتیجہ ہے۔ یہ پانچواں اپنی بات کو دوسروں کے من میں پتھالنے کے لئے یہ دلیل دیتا ہے کہ پرکرتی یعنی صورت میں ایسا آئے دن ہوتا رہتا ہے۔ کوئی بھی جو چیز مانع ایک تیسری چیز بن جاتی ہے، اور آج کے ایتم واپس لے تو نئے نئے تلو بدلنے بھی شروع کر دیتے ہیں، جیسے پلوٹونیم، کوریم، اموریکیلیئم۔ یہ پانچواں اس دلیل کے زور پر اس خاص پن کو بہت معمولی، خود جیسی چیز تو سمجھتا ہے، پر اسکو آدمی تک پہنچانے میں آتما پوجھنے بلاتا ہے۔

آتم منجھائی

ہماری آتما ساک نہیں ہے، ہوتا ہی نہیں، یہ ہوتی نہیں ہے کہ اسکو مانجھنے کی ضرورت ہے۔

آپ سب سے الگ، میں آپ سے الگ، یوں ہم سب الگ الگ ہیں۔ اس کا نام ہے الک پن۔ الک پن کو کچھ لوگ 'پنکھو'، انفرادیت یا انڈیویجوئلٹی بھی کہتے ہیں۔ یہ الک پن سب میں موجود ہے۔

الک پن کے بارے میں کچھ کا یہ کہنا ہے کہ یہ الک پن ایسا ہے، جیسے ہوند کا الک پن، جو پانی میں ملکر پانی میں ہی کھل جاتی ہے اور پھر ہوند جیسی کوئی چیز ہی نہیں رہ جاتی۔ کچھ کا یہ کہنا ہے کہ نہیں، یہ الک پن سدا قائم رہتا ہے۔

اس الک پن کی بات ہم نے یوں کہی کہ آتم منجھائی میں اگلے والے الک پن لوگوں نے ایسی دو الک پن باتوں ہمارے سامنے رکھی ہیں۔

اس جانکاری سے آتم منجھائی میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی اور نہ ہونی چاہئے۔

آپ کسی طرح سوچتے ہیں، میں کسی طرح سوچتا ہوں۔ آپ کی بات سب سن لیتے ہیں، میری بات کوئی نہیں سناتا۔ آپ سے کچھ لوگ ڈرتے ہیں، مجھے کچھ لوگ ڈراتے ہیں۔ یوں آپ اور میں الگ الگ ہیں۔ اس طرح کا الک پن بھی سب میں ملتا ہے۔ یہ خاص طرح کا الک پن 'خاص پن' کہلاتا ہے، جسے 'وہشتو'، 'پرستو'، شخصیت یا پرسنالٹی بھی کہتے ہیں۔

اس خاص پن کے بارے میں کوئی کچھ کہتا ہے، کوئی کچھ نہیں کہتا ہے۔ ایک کا کہنا ہے -- یہی پرہی یا پرمانا ہے؛ دوسرے کا کہنا ہے -- یہی آتما ہے؛ تیسرے کا کہنا ہے -- یہی اہلکار ہے؛ چوتھے کا کہنا ہے -- یہی الک پن کی پورنتا کا روپ ہے؛ پچھلے یہی پورنتا ہے؛ پانچویں کا کہنا ہے -- یہ الک پن کوئی چیز نہیں ہے پانچ بہت ملکر جو پتلا ہوا کسی کا یہ نتیجہ ہے۔ یہ پانچواں اپنی بات کو دوسروں کے من میں پتھالنے کے لئے یہ دلیل دیتا ہے کہ پرکرتی یعنی صورت میں ایسا آئے دن ہوتا رہتا ہے۔ کوئی بھی جو چیز مانع ایک تیسری چیز بن جاتی ہے، اور آج کے ایتم واپس لے تو نئے نئے تلو بدلنے بھی شروع کر دیتے ہیں، جیسے پلوٹونیم، کوریم، اموریکیلیئم۔ یہ پانچواں اس دلیل کے زور پر اس خاص پن کو بہت معمولی، خود جیسی چیز تو سمجھتا ہے، پر اسکو آدمی تک پہنچانے میں آتما پوجھنے بلاتا ہے۔

हुए ही वे कि मैंने अपने बाहर के दरवाजे पर जो शब्द लिखे हुए थे उन्हें जिस तरह मेरे बेटे ने पढ़ा था, सुना दिया। और फिर घर से बाहर निकल पड़ा। बरसों तक एकान्त में दुनियाँ से दूर रहा और जब दिल ने पूरी पूरी गवाही दी कि ईश्वर है और हर जगह है तब मैं एकान्त से बाहर निकल कर फिर दुनिया में वापस आया और आजकल जब कभी भी कोई मौका मिलता है तो दुनिया के लोगों को 'प्रभु हैं' ऐसी बातें करता हूँ, और हमेशा प्रभु के प्रेम का गीत गाता रहता हूँ।"

तब जिस स्टेशन पर उन्हें उतरना था, वहाँ गाड़ी आ पहुँची, और वह अपनी जगह से उठकर गाड़ी के बाहर निकले। मैंने उन्हें अनाम किया। उन्होंने मुझे आशीर्वाद दिया और कहा—“बेटा, तुम्हें भी प्रभु को पहचानने की बेसबरी और बेचैनी का बुझा जल्दी ही और जोर से चढ़े।”

यह उनका आशीर्वाद कब फलेगा, यह तो मैं नहीं कह सकता, हाँ, इतना जरूर कहूँगा कि उनका यह आशीर्वाद मैं अपने जीवन की एक बहुत बड़ी और कीमती वस्तुशः समझता हूँ.

साजन रूप पुजारी निकले

(भाई 'बिसमिल' शेखपुरी)

भौरों ने भी कहा था ऐसा
पी को जान न अपने जैसा
दोग जिन्हें कहते थे योगी

आकसर वह संसारी निकले
साजन रूप पुजारी निकले.

मैंने समझा प्यार करेंगे
औरों का ना श्मान धरेंगे
जितने मनन थे भोले भाले

सतने अस्थायारी निकले
साजन रूप पुजारी निकले.

प्रेम पुजारी कहने वाले
प्रेम नगर में रहने वाले
दो दिन इस दुनिया में जाकर

जोषन के ज्योपारी निकले
साजन रूप पुजारी निकले.

جواب ملا—“میرا ساٹ برس کا لڑکا۔”

“وہ कैसे، आई ساہب !”

“تو سن لو میری प्रभु से ‘प्रेम सगार’ की कहानी :

“आज से बालीस बरस पहिले मैं एक प्रोफेसर था. मुझे अपने इल्म पर बड़ा ही घमंड था और शास्त्रार्थ का तो मुझे एक खास शौक था. औरों को दलील बाजी में किस तरह से हरा दूं इसी फिक में मैं दिन रात रहता था. एक दफा हमारे शहर में एक बड़े विद्वान आए. उनसे आम लोगों के सामने मैंने “ईश्वर है या नहीं” इस मजमून पर दलील छेड़ी. आखिर मैं बहस में उनसे जीत गया. लोगों में मेरी बाह बाह होने लगी और मेरे राहुर की तो कोई हद ही न रही, यहाँ तक कि मैंने अपने घर के बाहर के दरवाजे पर बड़े अक्षरों में यह शब्द लिखवा दिये—

GOD IS NO WHERE

यानी ईश्वर कहीं भी नहीं है.

“इसके बाद मैं अपनी नास्तिकता के नशे में रात दिन चूर रहने लगा.

“इतने में मेरे घर में एक लड़का पैदा हुआ. मगर उसके पैदा होने से भी मेरे दिल में प्रभु का या उसकी कृपा का रत्ती भर भी खयाल न आया. वह जब साढ़े पाँच बरस का हुआ तो मैंने उसे एक अंगरेजी स्कूल में पढ़ने के लिये भेजा. आहिस्ता आहिस्ता वह अंगरेजी के कुछ छोटे छोटे फिकरे पढ़ने लगा.

“एक दिन जब वह और मैं शाम को सैर करके घर वापस आए तो वह घर में दाखिल होने की जगह अचानक दरवाजे के बाहर खड़ा हो गया और जो शब्द उस पर अंगरेजी में लिखे हुए थे उन्हें चुपचाप पढ़ने लगा. फिर मेरी तरफ देखकर कहने लगा—

“‘पिताजी, मैं बताऊँ दरवाजे पर क्या लिखा हुआ है?’

“‘अगर बता सकते हो तो बताओ, बेटा!’ मैंने जवाब दिया.

“फिर वह शब्दों को एक एक करके पढ़ने लगा. उसने उन्हें इस तरह पढ़ा—

‘GOD IS NOW HERE’

यानी ईश्वर अब यहीं ही है.

“सालूम नहीं क्यों, अपने बेटे को इन शब्दों को इस तरह पढ़ते देखकर मेरे सारे जिस्म में एक क्रिस्म की बिजली दौड़ उठी और मेरे मुँह से अपने आप यह शब्द निकल पड़े—‘वात तो बिल्कुल सही है!’ उस वक़्त से मुझे एक क्रिस्म की बेचैनी का बुखार बढ़ गया और सारी रात उस बुखार में मैं पड़ा रहा. सुबह हुई, अभी घर के लोग सोए

जवाब ملا — “मिरा साट برس का लुका .”

“वे कैसे , बेथानी صاحب ?”

“तु سن لو मेरी प्रभु से ‘प्रेम सगार’ की कहानी :

“आज से चालीस बरस पहिले मेहन एक प्रोफेसर था . मेहन अपने एलम पर बड़ा ही कहेलक, था और शास्त्रार्थ का तु मेहन एक खास शुक था . औरु को दलल बाजी मेहन कस तरह से हरा दुन इसी फकर मेहन दुन रात रहेला था . एक दलेह हमार शहर मेहन एक बुरे वदरान आने . उन से एम लुको के सामने मेहन ने “ईश्वर है या नेहन” इस मेहन पर दलल चेहुरी . अखर मेहन बेहत मेहन उन से जेत गहा . लुको मेहन मेहन वाह वाह हुने लगी और मेहन मेहन की तु कुली हद में ने रही , येहा तक के मेहन ने अने के के बाहर के दरुवाने पर बुरे अकशरु मेहन ये शब्द लकहा दिने—

GOD IS NO WHERE

येहली ईश्वर केहन भी नेहन है .

“इस के बाद मेहन अपनी नास्तिकता के नशे मेहन रात दुन

चुर रहेला ला .

“इतने मेहन मेहन मेहन एक लुका पैदा हुवा . मकर अस के पैदा हुने से भी मेहन दल मेहन प्रभु का या अस की कुरपा का रती भर भी खयाल ने आया . वे जब साढ़े पान्च बरस का हुवा तु मेहन ने अने एक अंगरेजी असकुल मेहन पड़ेले के लीने पेहेला . आहسته आहسته वे अंगरेजी के कचे चेहुरे चेहुरे फुरे पड़ेले ला .

“एक दुन जब वे और मेहन शाम कु सहर करके केहर वापस आने तु वे केहर मेहन दाखल हुने की जेके अचानक दरुवाने के बाहर लुका हुवेला और जो शब्द अस पर अंगरेजी मेहन लकहे हुने थे अनेहन चप चप पड़ेले ला . मेहन मेहन तरफ दिने कु केले ला —

“‘पेता जी’ मेहन बेताउ दरुवाने पर केहा लकहा हुवा है ?”

“अगर पेता सकते हो तु पेताओ , पेता !” मेहन ने जवाब दिया .

“मेहन वे शब्दु को एक एक करके पड़ेले ला . अस ने

अनेहन इस्तराच पेहा —

‘GOD IS NOW HERE’

येहली ईश्वर अब येहा में ही है .

“सालूम नेहन क्यों , अपने बेटे कु इन शब्दु को इस तरह पड़ेले देखकर मेहन सारे जसम मेहन एक कसम की बिजली दुरी और मेहन मेहन से अने आप यह शब्द निकल तु बेतल मेहन है !” अस वकत से मेहन एक कसम की बे चेहली का बुखार चेह लुका और सारी रात इस बुखार मेहन मेहन पड़ा रहा . सबेह हुली , अने अने केहर के लुका सुने

ہر شے کی قدرت کے قانونوں کو ماننا ہے۔ یہی وہ قانون ہے جو سب قوموں، سب ملکوں اور سب مذہبوں کے گہائی، مہانتا اور سائنس دان بناتے آئے ہیں۔ ان قانونوں کو ماننا اور انہیں عمل کرنے سے ہی اس دنیا اور دوسری دنیا میں آدمی کو سکھ مل سکتا ہے۔

وہ قاعدے قانون ہیں جن پر سب الگ الگ دھرم ایک دائرے میں۔

ہم آج تک سنتے آئے ہیں کہ ہر بچے کو تین آراء پڑھنا، لکھنا اور حساب سکھانا ضروری ہے۔ ان تین میں ایک چوتھا اور 'یونیورسل ریلیجن' یعنی عالمگیر مذہب انسانیت، مانو دھرم کا بھی ہمیں جوڑ لینا چاہئے۔ یہ پہلے اس مانو دھرم کو کھوج نکالنا اور سمجھنا ہوگا۔ یہ مانو دھرم وہ اصول ہیں جو سب دھرم مذہبوں کے اندر ایک برابر پائے جاتے ہیں۔ دنیا کے تعلیم دینے والوں اور سائنس دانوں کا فرض ہے کہ وہ اس کام میں مدد دیں۔ الگ الگ مکتبوں اور تفرقوں کے اندر سے ایکٹو جواہر ہیں نکالیں، اسکے لئے دنیا کے سب بڑے بڑے مذہبوں کی کھوج ضروری ہے۔ پھر ان ایکٹو کے قیمتی جواہرات کو جمع کر کے کتابوں اور پائوں کی صورت میں دنیا کے سب لڑکوں اور لڑکیوں کو سکھائیں۔ دنیا کو ایک کرنے کے جتنے طریقے بتائے جا رہے ہیں ان میں سب سے مفید، سب سے ضروری اور سب سے ناکام طریقہ یہی ہے۔

یہ وہ قاعدے قانون ہیں جن پر سب الگ الگ دھرم ایک دائرے میں۔

ہم آج تک سنتے آئے ہیں کہ ہر بچے کو تین آراء پڑھنا، لکھنا اور حساب سکھانا ضروری ہے۔ ان تین میں ایک چوتھا اور 'یونیورسل ریلیجن' یعنی عالمگیر مذہب انسانیت، مانو دھرم کا بھی ہمیں جوڑ لینا چاہئے۔ یہ پہلے اس مانو دھرم کو کھوج نکالنا اور سمجھنا ہوگا۔ یہ مانو دھرم وہ اصول ہیں جو سب دھرم مذہبوں کے اندر ایک برابر پائے جاتے ہیں۔ دنیا کے تعلیم دینے والوں اور سائنس دانوں کا فرض ہے کہ وہ اس کام میں مدد دیں۔ الگ الگ مکتبوں اور تفرقوں کے اندر سے ایکٹو جواہر ہیں نکالیں، اسکے لئے دنیا کے سب بڑے بڑے مذہبوں کی کھوج ضروری ہے۔ پھر ان ایکٹو کے قیمتی جواہرات کو جمع کر کے کتابوں اور پائوں کی صورت میں دنیا کے سب لڑکوں اور لڑکیوں کو سکھائیں۔ دنیا کو ایک کرنے کے جتنے طریقے بتائے جا رہے ہیں ان میں سب سے مفید، سب سے ضروری اور سب سے ناکام طریقہ یہی ہے۔

سفریوں کی سوہبت میں

(2)

(بائی گ. م. م.)

"یہ لگن آپکی پرہیز سے کب کی لگی ہوئی ہے، بائی صاحب؟" میں نے اپنے ساتھی سے، جو میرے ساتھ سفر کر رہے تھے، پوچھا۔

"تقریباً تیس برس سے۔" انہوں نے جواب دیا۔

"اور اس راستے پر پہلے آپکو کون لایا؟" میں نے پوچھا۔

صوفیوں کی صحبت میں

(2)

(بائی گ. م. م.)

"یہ لگن آپکی پرہیز سے کب کی لگی ہوئی ہے، بائی صاحب؟" میں نے اپنے ساتھی سے، جو میرے ساتھ سفر کر رہے تھے، پوچھا۔

"تقریباً تیس برس سے۔" انہوں نے جواب دیا۔

"اور اس راستے پر پہلے آپکو کون لایا؟" میں نے پوچھا۔

* अधिक जानकारी के लिये लेखक की अंगरेजी किताब—The Essential Unity of All Religions पढ़िये

* अधिक जानकारी के लिये लेखक की अंगरेजी किताब—The Essential Unity of All Religions पढ़िये

سے اور دوسرے دیکھ کر سامنے کرتے ہوئے اپنی طرف اور دوسری طرف اپنے فرسوں کو پورا کرتے رہنا اور اس سے اپنے خود کے لئے کوئی بدلہ نہ چاہنا ہی دوند یعنی دولتی سے اوپر اٹھنا ہے۔

یونان کے ایک مشہور ملحد، ڈیلفک تمہل پر یہ دو واقعہ کہدے ہوئے تھے۔ ایک — ’کوئی چھوڑ حد سے زیادہ نہیں‘ اور دو — ’اپنے کو جانو‘۔ یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کو پورا کرتی ہیں۔ جو کسی بات میں بھی حد سے بڑھتا ہے وہ اپنے کو نہیں جان سکتا۔ یہ سمتول یعنی سکون حاصل کر لینا ہی سچا گیان حاصل کر لینا اور اپنے کو پہچاننا ہے۔

پارسی دھرم کے بانی زرتشت نے لکھا ہے — ”اچالا اور اندھارا، اچھائی اور ہرائی جو ایک دوسرے کے ساتھ بندھی ہوئی ہیں ہمیشہ سے چلی آرہی ہیں۔ یہ وہ ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ ہمارے سوچ فکر میں ہماری باتیں میں اور ہمارے کاموں میں سب جگہ یہ ایک ساتھ ساتھ اور الگ الگ دکھائی دیتی ہیں۔ سمجھدار آدمی روشنی کی طرف چلتے ہیں اور نا سمجھ لب تک اندھیرے کی طرف کو چلتے رہتے ہیں‘ جب تک وہ سمجھدار نہ ہوجائیں۔ انہیں پرانے راستوں پر چلکر اچھی اور بری اچھائیوں آدمی میں پیدا ہوتی ہیں۔ انہیں سے ایک لغت کی طرف جاتے ہیں اور دوسرے مصیبت کی طرف۔ اے اہر مزد (ایشور) ! مجھے اپنے من پر قابو حاصل کر کے اس دولتی سے اوپر اٹھتے ہوئے سہدے راستے پر چلنے کی طاقت دے۔“

سب دھرم یستکوں میں ایشور اللہ کے ناموں کے بارے میں یہ دولتی موجود ہے اور سب دھرم والوں نے ایشور کو دو ناموں سے پکارا ہے۔

قرآن اے ’الاول‘ اور ’الآخر‘ کہہ کر پکارتا ہے۔ ویدوں میں اے ’آدی‘ اور ’انت‘ کہا گیا ہے۔ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ قرآن اے ’الباطن‘ اور ’الظاہر‘ کہہ کر پکارتا ہے۔ وید اسی کو ’اویکت‘ اور ’ویکت‘ کہتا ہے۔ دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔ قرآن میں اے ’البانی‘ اور ’الجمالی‘ کہا گیا ہے۔ ویدوں میں اسی کو ’سوشتا‘ اور ’سلہارتا‘ کہا گیا ہے۔ دونوں کا تھیک وہی ملتا ہے۔ قرآن میں ’المتنی‘ اور ’المہمت‘ نام آتے ہیں۔ ویدوں میں اسی کو ’بھو‘ اور ’مر‘ کہا گیا ہے۔ یعنی جان ڈالنے والا اور مارنے والا۔ قرآن میں جو ’المفضل‘ اور ’الہامی‘ سے مطلب ہے وہی ویدوں میں ’مالی‘ اور ’تارک‘ سے ہے۔ یعنی لہانے والا یا آسانے والا اور تھیک راستہ بتانے والا۔ قرآن میں ’الغفار‘ اور ’الرزاق‘ نام آتے ہیں۔ ویدوں میں انہیں کے مقابلے کے ’رودر‘ اور ’شمو‘ ہیں۔ قرآن میں ’غہبان‘ اور ’غفار‘ کا بھی

کھراں سے ’اچالا‘ اور ’اچھائی‘ اور ہرائی جو ایک دوسرے کے ساتھ بندھی ہوئی ہیں ہمیشہ سے چلی آرہی ہیں۔ یہ وہ ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ ہمارے سوچ فکر میں ہماری باتیں میں اور ہمارے کاموں میں سب جگہ یہ ایک ساتھ ساتھ اور الگ الگ دکھائی دیتی ہیں۔ سمجھدار آدمی روشنی کی طرف چلتے ہیں اور نا سمجھ لب تک اندھیرے کی طرف کو چلتے رہتے ہیں‘ جب تک وہ سمجھدار نہ ہوجائیں۔ انہیں پرانے راستوں پر چلکر اچھی اور بری اچھائیوں آدمی میں پیدا ہوتی ہیں۔ انہیں سے ایک لغت کی طرف جاتے ہیں اور دوسرے مصیبت کی طرف۔ اے اہر مزد (ایشور) ! مجھے اپنے من پر قابو حاصل کر کے اس دولتی سے اوپر اٹھتے ہوئے سہدے راستے پر چلنے کی طاقت دے۔“

سب دھرم یستکوں میں ایشور اللہ کے ناموں کے بارے میں یہ دولتی موجود ہے اور سب دھرم والوں نے ایشور کو دو ناموں سے پکارا ہے۔

قرآن اے ’الاول‘ اور ’الآخر‘ کہہ کر پکارتا ہے۔ ویدوں میں اے ’آدی‘ اور ’انت‘ کہا گیا ہے۔ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ قرآن اے ’الباطن‘ اور ’الظاہر‘ کہہ کر پکارتا ہے۔ وید اسی کو ’اویکت‘ اور ’ویکت‘ کہتا ہے۔ دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔ قرآن میں اے ’البانی‘ اور ’الجمالی‘ کہا گیا ہے۔ ویدوں میں اسی کو ’سوشتا‘ اور ’سلہارتا‘ کہا گیا ہے۔ دونوں کا تھیک وہی ملتا ہے۔ قرآن میں ’المتنی‘ اور ’المہمت‘ نام آتے ہیں۔ ویدوں میں اسی کو ’بھو‘ اور ’مر‘ کہا گیا ہے۔ یعنی جان ڈالنے والا اور مارنے والا۔ قرآن میں جو ’المفضل‘ اور ’الہامی‘ سے مطلب ہے وہی ویدوں میں ’مالی‘ اور ’تارک‘ سے ہے۔ یعنی لہانے والا یا آسانے والا اور تھیک راستہ بتانے والا۔ قرآن میں ’الغفار‘ اور ’الرزاق‘ نام آتے ہیں۔ ویدوں میں انہیں کے مقابلے کے ’رودر‘ اور ’شمو‘ ہیں۔ قرآن میں ’غہبان‘ اور ’غفار‘ کا بھی

کھراں سے ’اچالا‘ اور ’اچھائی‘ اور ہرائی جو ایک دوسرے کے ساتھ بندھی ہوئی ہیں ہمیشہ سے چلی آرہی ہیں۔ یہ وہ ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ ہمارے سوچ فکر میں ہماری باتیں میں اور ہمارے کاموں میں سب جگہ یہ ایک ساتھ ساتھ اور الگ الگ دکھائی دیتی ہیں۔ سمجھدار آدمی روشنی کی طرف چلتے ہیں اور نا سمجھ لب تک اندھیرے کی طرف کو چلتے رہتے ہیں‘ جب تک وہ سمجھدار نہ ہوجائیں۔ انہیں پرانے راستوں پر چلکر اچھی اور بری اچھائیوں آدمی میں پیدا ہوتی ہیں۔ انہیں سے ایک لغت کی طرف جاتے ہیں اور دوسرے مصیبت کی طرف۔ اے اہر مزد (ایشور) ! مجھے اپنے من پر قابو حاصل کر کے اس دولتی سے اوپر اٹھتے ہوئے سہدے راستے پر چلنے کی طاقت دے۔“

کھراں سے ’اچالا‘ اور ’اچھائی‘ اور ہرائی جو ایک دوسرے کے ساتھ بندھی ہوئی ہیں ہمیشہ سے چلی آرہی ہیں۔ یہ وہ ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ ہمارے سوچ فکر میں ہماری باتیں میں اور ہمارے کاموں میں سب جگہ یہ ایک ساتھ ساتھ اور الگ الگ دکھائی دیتی ہیں۔ سمجھدار آدمی روشنی کی طرف چلتے ہیں اور نا سمجھ لب تک اندھیرے کی طرف کو چلتے رہتے ہیں‘ جب تک وہ سمجھدار نہ ہوجائیں۔ انہیں پرانے راستوں پر چلکر اچھی اور بری اچھائیوں آدمی میں پیدا ہوتی ہیں۔ انہیں سے ایک لغت کی طرف جاتے ہیں اور دوسرے مصیبت کی طرف۔ اے اہر مزد (ایشور) ! مجھے اپنے من پر قابو حاصل کر کے اس دولتی سے اوپر اٹھتے ہوئے سہدے راستے پر چلنے کی طاقت دے۔“

धर्म मजहब की जरूरत

(डाक्टर भगवान दास)

دھرم مذہب کی ضرورت

(ڈاکٹر بھگوان داس)

दुनिया के सब बड़े बड़े मजहबों की धर्म पुस्तकों को मिला कर पढ़ने से उन में तरह तरह की समानता देखने में मिलती है। मिसाल के तौर पर यह खयाल सब धर्म पुस्तकों में पाया जाता है कि लगभग हर चीज के दो हल होते हैं और समझदारी इसी बात में है कि हम दोनों हलुओं को मिला कर देखें और जहाँ तक हो सके बीच के रास्ते से चलने की कोशिश करें। उपनिषद् में लिखा है— यह सारा जगत द्वन्द्वय (दुई से भरा) है, यहाँ की सब चीजें दो दो के जोड़ों में रहती हैं।”

कुरान में अल्लाह कहता है—“हमने सब चीजें दो दो जोड़ों में बनाई हैं।”

ठीक यही बात इनजील में कही गई है।

कभी कभी इन दो में से देख भाल कर एक को चुनना पड़ जाता है। योगभाष्य में लिखा है—“आदमी के चित्त पानी मन की नदी एक दूसरे के खिलाफ दो तरफ को बहती होती है, कभी भलाई और नेकी की तरफ और कभी पाप और बरबादी की तरफ। एक सूफी ने कहा है—“एक कड़वे पानी की नदी और दूसरी मीठे पानी की नदी दोनों साथ साथ बहती रहती हैं, और इन दोनों के बीच से तलवार की चार की तरह बारीक असली सकून और सलामती का रास्ता है।”

महाभारत में लिखा है—“जिस तरह सरदी और गरमी के बीच एक जगह है जहाँ न सरदी है और न गरमी, वही तरह सुख और दुख के बीच में शान्ति का वह मुकाम है जहाँ न सुख है और न दुख।” यही खयाल सब मजहबी पुस्तकों में मिलता है। गाँता में बार बार यह विचार आया है—“ऐ अर्जुन ! जो आदमी द्वन्द्व (दुई या द्वैत) से ऊपर उठ जाता है वह आसानी के साथ सब बन्धनों से छूट जाता है। जो कामयाबी और नाकामयाबी में एक रस होता है, जो अपने पराए का फरक नहीं करता, जिसे किसी और नहीं, जो अपने लिये जो कुछ भी मिल जाय उसी से संतोष मान लेता है, वह दुनिया में अपना कर्ज पूरा करते हुए भी अपने कामों से बन्धन में नहीं पड़ता।”

सब धर्म पुस्तकें हमें यह समझाती हैं कि इस दुनिया में लाभ और हानि, नफा और नुकसान, सुख और दुख साथ साथ चलते हैं। जब तक हमारे अलग अलग जिसमें हैं जब तक यह सब रहेंगे। इसलिये इन सब का शान्त चित्त

दुनिया के सब बड़े बड़े मजहबों की धर्म पुस्तकों को मिला कर पढ़ने से उन में तरह तरह की समानता देखने में मिलती है। मिसाल के तौर पर यह खयाल सब धर्म पुस्तकों में पाया जाता है कि लगभग हर चीज के दो हल होते हैं और समझदारी इसी बात में है कि हम दोनों हलुओं को मिला कर देखें और जहाँ तक हो सके बीच के रास्ते से चलने की कोशिश करें। उपनिषद् में लिखा है— यह सारा जगत द्वन्द्वय (दुई से भरा) है, यहाँ की सब चीजें दो दो के जोड़ों में रहती हैं।”

कुरान में अल्लाह कहता है—“हमने सब चीजें दो दो जोड़ों में बनाई हैं।”

ठीक यही बात इनजील में कही गई है।
कभी कभी इन दो में से देख भाल कर एक को चुनना पड़ जाता है। योगभाष्य में लिखा है—“आदमी के चित्त पानी मन की नदी एक दूसरे के खिलाफ दो तरफ को बहती होती है, कभी भलाई और नेकी की तरफ और कभी पाप और बरबादी की तरफ। एक सूफी ने कहा है—“एक कड़वे पानी की नदी और दूसरी मीठे पानी की नदी दोनों साथ साथ बहती रहती हैं, और इन दोनों के बीच से तलवार की चार की तरह बारीक असली सकून और सलामती का रास्ता है।”

महाभारत में लिखा है—“जिस तरह सरदी और गरमी के बीच एक जगह है जहाँ न सरदी है और न गरमी, वही तरह सुख और दुख के बीच में शान्ति का वह मुकाम है जहाँ न सुख है और न दुख।” यही खयाल सब मजहबी पुस्तकों में मिलता है। गाँता में बार बार यह विचार आया है—“ऐ अर्जुन ! जो आदमी द्वन्द्व (दुई या द्वैत) से ऊपर उठ जाता है वह आसानी के साथ सब बन्धनों से छूट जाता है। जो कामयाबी और नाकामयाबी में एक रस होता है, जो अपने पराए का फरक नहीं करता, जिसे किसी और नहीं, जो अपने लिये जो कुछ भी मिल जाय उसी से संतोष मान लेता है, वह दुनिया में अपना कर्ज पूरा करते हुए भी अपने कामों से बन्धन में नहीं पड़ता।”

सब धर्म पुस्तकें हमें यह समझाती हैं कि इस दुनिया में लाभ और हानि, नफा और नुकसान, सुख और दुख साथ साथ चलते हैं। जब तक हमारे अलग अलग जिसमें हैं जब तक यह सब रहेंगे। इसलिये इन सब का शान्त चित्त

(27)

کینکریاں اُڑتی ہیں تیری شرارت پر جلتا کی آنکھوں سے
بارود کی بو آتی ہے برابر اب جلتا کی سانسوں سے
مہماری! ٹھکتا ہے اب اور ہی کچھ جلتا کی باتوں سے
خود موت کی آنکھ جھپک جاتی ہے اب جلتا کی نکاحوں سے
وہ چھلکا صبر کا پیمانہ، تاریخ نے وہ چھاپا مارا
سب تھکتا ہوا وہ جائے گا۔ جب لاں چلے گا بلجاریا۔

(28)

بھ دیکھ کی اب دنیا بھر میں مظلوموں کے دل سجتے ہیں
وہ سن کہ ستائے ہوئے تیرے شوروں کی طرح گرجتے ہیں
فصیحے وہ چہرے دمکتے ہیں شعاعوں سے وہ سہلے ملکتے ہیں
وہ ہاتھوں کے لشکر میں کہیں اب کوچ کے قندمے بکتے ہیں
وہ آئے شرور وہ انقلاب کے کالے ناگ نے پہنکوا
سب تھکتا ہوا وہ جائے گا جب لاں چلے گا بلجاریا۔

(29)

میں بال سٹریٹ کے سارے باجوں کا असली रूप دیکھتا ہوں
اس دھکمپھار تارکے کے رقص سے آج ناکام اٹھتا ہوں
دنیا بھر میں اس کیلے ہوئے خطرے سے تمہیں چونکتا ہوں
امریکی بلجاریا نامہ کا گے 'فراق' ملتا ہوں
سب مل کے لگاؤ دیس دیس میں جلتا کی ہے کا نعرہ
سب تھکتا ہوا وہ جائے گا جب لاں چلے گا بلجاریا۔

['فراق' صاحب کی اس کویتا میں جہاں
امریکی زندگی کا خاصا چتر ہے وہاں اس میں
ہندوستانی بول چال کے کچھ چلے ہوئے مصاورے
بھی بھرے ہوئے ہیں۔ جیسے بے بہاؤ کی پونا۔ ولرا
نہارا۔ دوکان بڑھانا۔ پلے پونا۔ پارہ چڑھنا۔ سرمارنا۔
دھل فصل شیطان کی آنت۔ بانوں میں آنا۔ دو
دن کی چاندنی پھر اندھیرا پانہ۔ وغیرہ وغیرہ۔
یہ ہندی سیکھنے والوں کے لئے بڑے کام کے ہیں۔

اسی طرح کی 'فراق' صاحب کی ایک دوسری
کویتا "ہم ڈالہر دےس کو دیکھ آئے" ستمبر کے
'نیا ہند' میں ہم چھاپ رہے ہیں۔

—ایڈیٹر]

(27)

چٹکریاں اُڑتی ہیں تیری شرارت پر جلتا کی آنکھوں سے
بارود کی بو آتی ہے برابر اب جلتا کی سانسوں سے
مہماری! ٹھکتا ہے اب اور ہی کچھ جلتا کی باتوں سے
خود موت کی آنکھ جھپک جاتی ہے اب جلتا کی نکاحوں سے
وہ چھلکا صبر کا پیمانہ، تاریخ نے وہ چھاپا مارا
سب تھکتا ہوا وہ جائے گا۔ جب لاں چلے گا بلجاریا۔

(28)

بھ دیکھ کی اب دنیا بھر میں مظلوموں کے دل سجتے ہیں
وہ سن کہ ستائے ہوئے تیرے شوروں کی طرح گرجتے ہیں
فصیحے وہ چہرے دمکتے ہیں شعاعوں سے وہ سہلے ملکتے ہیں
وہ ہاتھوں کے لشکر میں کہیں اب کوچ کے قندمے بکتے ہیں
وہ آئے شرور وہ انقلاب کے کالے ناگ نے پہنکوا
سب تھکتا ہوا وہ جائے گا جب لاں چلے گا بلجاریا۔

(29)

میں وال اسٹریٹ کے سارے باجوں کا असली रूप دیکھتا ہوں
اس دھکمپھار تارکے کے رقص سے آج ناکام اٹھتا ہوں
دنیا بھر میں اس کیلے ہوئے خطرے سے تمہیں چونکتا ہوں
امریکی بلجاریا نامہ کا گے 'فراق' ملتا ہوں
سب مل کے لگاؤ دیس دیس میں جلتا کی ہے کا نعرہ
سب تھکتا ہوا وہ جائے گا جب لاں چلے گا بلجاریا۔

['فراق' صاحب کی اس کویتا میں جہاں
امریکی زندگی کا خاصا چتر ہے وہاں اس میں
ہندوستانی بول چال کے کچھ چلے ہوئے مصاورے
بھی بھرے ہوئے ہیں۔ جیسے بے بہاؤ کی پونا۔ ولرا
نہارا۔ دوکان بڑھانا۔ پلے پونا۔ پارہ چڑھنا۔ سرمارنا۔
دھل فصل شیطان کی آنت۔ بانوں میں آنا۔ دو
دن کی چاندنی پھر اندھیرا پانہ۔ وغیرہ وغیرہ۔
یہ ہندی سیکھنے والوں کے لئے بڑے کام کے ہیں۔

اسی طرح کی 'فراق' صاحب کی ایک دوسری
کویتا "ہم ڈالہر دےس کو دیکھ آئے" ستمبر کے
'نیا ہند' میں ہم چھاپ رہے ہیں۔

—ایڈیٹر]

(22)

ही तरह बहुत दुनिया भर के मजदूरों और किसानों ने की तेरी बिदयतों पर हैरत दीवानों ने फूरजानों ने बाबल सीनों में जोर भरा फिर खून हुए अरमानों ने ओ पैतरेबाज अब देखेगा कि सताए हुए इनसानों ने दुनिया के अखाबे में तुमको एक रोज़ उठा के दे मारा सब ठाट पका रह जाएगा जब लाह चलेगा बंजारा.

(23)

जो बात बनाई थी तूने वह बात बिगड़ने वाली है जो बज्रम जमाई थी तूने वह बज्रम उखड़ने वाली है अब छूटे हुए राशों की बगावत जोर पकड़ने वाली है बंजारे सर की खेरे मना के भाव की पकड़ने वाली है तारे नजर आएंगे दिन ॐ अब सर पे बजेगा नक्कारा सब ठाट पका रह जाएगा जब लाह चलेगा बंजारा.

(24)

दुनिया को बनाये आजादी तूने दिये गच्छे पर गच्छे दुनिया भर से आजादी के वादे हैं तेरे मूटे सच्चे जो आजाएँ भरों में तेरे अब लोग नहीं ऐसे कच्चे क्या मर्गे - कोरिया आजादी है ओ आजादी के बच्चे अब कौदे जिन्दगी से तुमको यह दुनिया देगी छुटकारा सब ठाट पका रह जाएगा जब लाह चलेगा बंजारा.

(25)

एदम बम चीन पे फेंकोगे? बड़ बड़ के बोलना क्यों बाबा इस बिद्व शास्त्रि के सागर में यूँ ज़हर बोलना क्यों बाबा जीवन बाज़ार में मौत की यह दुकान खोलना क्यों बाबा तहजीब की फूल सी कदरों को काँटों में तोलना क्यों बाबा बाज़ार की मकर चाँदनी दो दिन फिर अँधियारा पख़वारा सब ठाट पका रह जाएगा जब लाह चलेगा बंजारा.

(26)

बाज़ारे जहाँ में देखें कब तक मची रहे यह लेव देव दुनिया के गले का फंदा कब तक तेरे कज़ों की जनेव दुनिया की मिटाने की बमकी, यह क्या भाव यह महासेव तेरा ही एदम बम करदे सर पर तेरे बम महादेव वह दिन लख गए कि फिरे ऐँझा, कोई ज़ल्लिम हत्यारा सब ठाट पका रह जाएगा जब लाह चलेगा बंजारा.

(22)

किसी طرح بہت دنیا بھر کے مزدوروں اور کسانوں نے کی تھری بدعتوں پر عہدوت دیوانوں نے فوزانوں نے کھائٹل سینوں میں زور بھرا پھر خون ہوئے ارمانوں نے لڑ پھلتے باز اب دیکھ گاہ ستائے ہوئے انسانوں نے دنیا کے اکھارے میں تجھ کو ایک روز اٹھائے دے مارا سب تھکت پورا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بلجارا.

(23)

جو بات بدائی تھی تو نے وہ بات بگڑنے والی ہے جو بزم جمائی تھی تو نے وہ بزم اکھڑنے والی ہے اب لئے ہوئے ہاتھوں کی بغاوت زور پکڑنے والی ہے بلجارے سر کی خھر منائے بھاؤ کی پڑنے والی ہے تارے نظر آئیں گے دن کو جب سر پہ بچے گا نغارا سب تھکت پورا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بلجارا.

(24)

دنیا کو بھام آزادی تو نے دیئے کچے پر کچے دنیا بھر سے آزادی کے وعدے میں تھری جھوٹے سچے جو آجائیں بھروں میں تھری اب لوگ نہیں ایسے کچے کیا مرگ کوریا آزادی ہے او آزادی کے بچے اب لکھ زندگی سے تجھ کو یہ دنیا دے گی چھٹکارا سب تھکت پورا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بلجارا.

(25)

ایتم ہم چین پہ پھینکو گے، بڑ بڑ کے بولنا کہوں باہا اس وشو شانتی کے ساگر میں یوں زھر گھولنا کہوں باہا جہوں بازار میں موت کی یہ دوکان کھولنا کہوں باہا تھلہسیکی پھول سی قدروں کو کانتوں میں تولنا کہوں باہا قالر کی مکر چاندنی دو دن پھر اندھارا پکھوارا سب تھکت پورا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بلجارا.

(26)

بازار جہاں میں دیکھیں کب تک مچی رہے یہ لہو دیو دنیا کے گمے کا پھندا کب تک تھری قرضوں کی جلیو دنیا کو مٹانے کی دھمکی، یہ دیا بھاؤ یہ مہاسیو تھرا ہی ایتم ہم کر دے سر پر تھری ہم مہاسیو وہ دن لکھے کہ پھرے ایلگھتا، کوئی ظالم ہتھارا سب تھکت پورا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بلجارا.

(22) तरह देना = मौका देना; बिदयतों = नई नाजायज़ बातों;

फूरजानों = अफ़समंदों (23) बज्रम = महाफ़िल (24) भरों =

बहुकाने में; मर्गे कोरिया = कोरिया की मौत (26) कज़ों का जनेव =

हिन्दुओं के जनेक में तीन भागे तीन कज़ों की अलामत होती है—

बाला पिता का कज़, गुरु का कज़ और ईश्वर का कज़; लेव = सेवा.

(22) طرح دنیا = موقع دنیا; بدعتوں = نئی

ناجائز باتوں; فوزانوں = عقل مندوں (23) بزم = مجلس

(24) بھروں = بھگانے میں; مرگ کوریا = کوریا کی

موت. (26) قرضوں کا جلیو = قرضوں کے جلیو میں تھیں

دھمکی تھیں قرضوں کی علامت ہوتے ہوں—ساں پتا کا

قرضی، گرو کا قرض اور لہو کا قرض; سہو = سہوا

(17)

دین رات بڑی ڈالار ڈالار کب تک اس صبح میں مہرے بابا
کب تک اس گم میں بولی بابا کب تک یہ دھیان بھری بابا
کچھ سوچی سمجھی گہر کر کے کچھ اپنے جی سے بڑی بابا
"اب مہرے ناکارہ باز چکا چلنے کی فکر کر رہا بابا"
وٹ جانا ہے تم کو دنیا سے ڈالار کا فک کے پستار
سب ٹاٹ پڑا رہ جاؤگا جب لاٹ چلے گا بھجارا۔

(18)

بھجارے! مشرق مغرب کو اپنا ہی دیکھ کھا تھوڑا ہے
رجوے 'قلیس' آنن ہاور بت ماروں کو کس پر چھوڑا ہے
کھا دنیا بھر کو لوٹ لے اب بھی کاربار کا توڑا ہے
کچھ روز اسے کر زہر مار دنیا کا لہو جو نکھوڑا ہے
جہور جہاں ان تھوڑے پتھروں کو کر دیں گے ناکار
سب تھات پڑا رہ جائے گا جب لاٹ چلے گا بھجارا۔

(18)

(19)

یہ یو۔ این۔ او۔ میں مہاری یہ پھوڑ پھانس یہ دھل فصل
یہ حفظ امن کے پاکوڑے راضی ناسے میں دن و بدل
یہ بین الاقوامی سازش یہ تانا شامی چھل بل کل
یہ آگ دھواں یہ چنگاری یہ تیسری جنگ کے دل بادل
یہ غم اجل ہے تھوڑے لگے بھتا ہوا امن کا نقار
سب تھات پڑا رہ جائے گا جب لاٹ چلے گا بھجارا۔

(19)

یہ یو۔ این۔ او۔ میں مہاری یہ پھوڑ پھانس یہ دھل فصل
یہ حفظ امن کے پاکوڑے راضی ناسے میں دن و بدل
یہ بین الاقوامی سازش یہ تانا شامی چھل بل کل
یہ آگ دھواں یہ چنگاری یہ تیسری جنگ کے دل بادل
یہ غم اجل ہے تھوڑے لگے بھتا ہوا امن کا نقار
سب تھات پڑا رہ جائے گا جب لاٹ چلے گا بھجارا۔

(20)

(20)

یہ مارشل ایرڈ، یہ پیسک ایرڈ، یہ لہن دین دشتہ نانا
اور بین الاقوامی بھنگ کا وہ شیطانی آنت بھی کھاتا
یہ ڈالر سامراج کا احسان اب تو اٹھایا ہے جانا
دنیا کو اس کے حال پر چھوڑا اب او دنیا کے ان دن
تھوڑے بھی ایک دن لے تو بے کی قرض کی یہ بڑھتی دھارا
سب تھات پڑا رہ جائے گا جب لاٹ چلے گا بھجارا۔

(21)

(21)

اتھیں کی تھری سب تدبیریں ملتیں گی جہاں کی تقدیریں
کھا تھام سکوں گی تدبیریں کیا روک سکوں گی زحمتیں
توڑے گا یہ موت کا سناٹا جب بول اٹھوں گی تصویریں
ایک دن جہاں جانیں گی تجھ سے تھری سلگھیں شہ شہریں
تھوڑی اور نیکی چلتا کر وہ دیکھ اجل لے سنکرا
سب تھات پڑا رہ جائے گا جب لاٹ چلے گا بھجارا۔

اتھیں کی تھری سب تدبیریں ملتیں گی جہاں کی تقدیریں
کھا تھام سکوں گی تدبیریں کیا روک سکوں گی زحمتیں
توڑے گا یہ موت کا سناٹا جب بول اٹھوں گی تصویریں
ایک دن جہاں جانیں گی تجھ سے تھری سلگھیں شہ شہریں
تھوڑی اور نیکی چلتا کر وہ دیکھ اجل لے سنکرا
سب تھات پڑا رہ جائے گا جب لاٹ چلے گا بھجارا۔

(17) پستار = پیٹ کا بوم (18) بٹمار = راستے کا ڈاکو;
ہرمار = ہرجم کرنا; جمہورے جہاں = دنیا کی जनता;
کارا = نیکمما (19) دھل فصل = کسی کو لٹا دینا, کسی
کے دینا; دھل فصل = شامی دھل; دھل فصل = شامی
دھل (21) تانا شامی = سازش۔

(17) پستار = پتھہ کا بوجھ (18) بٹ مار = راستے کا
ڈاکو; زہر مار = ہرجم کرنا; جمہور جہاں = دنیا کی जनता;
ناکارا = نیکمما (19) دھل فصل = کسی کو لٹا دینا, کسی کو
پھنسا دینا; حفظ امن = شامی رکشہ; بین الاقوامی = انتر
راشتری (21) تدبیریں = سازش۔

(12)

خون آو امیری کی بھجاری ! संसार तेरी दुकान नहीं
कभी चीनी भी ताजिर है, इनसान है वो शैतान नहीं
है जिनसे उनका कारबार जानें उनकी हलकान नहीं
यह तेरी समझ में आजाए क्या इसका कोई हमकान नहीं ?
इसके से कोई दुनिया में फला ? चोरी से किसी को हुआ बारा ?
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंजारा.

(13)

तू हिन्दुस्तान और पाकिस्तान को नरक बना कर छोड़ेगा
बल जाय अगर तेरी चालें दोनों को मिटाकर छोड़ेगा
दोनों को उजाड़ के छोड़ेगा वीरान बना कर छोड़ेगा
दोनों को चबा क छोड़ेगा दोनों को खाकर छोड़ेगा
लेकिन ये निवाले बन जाएंगे तेरे लिये संगे खारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंजारा

(14)

जिन कौमों का तू मददगार बनता है क्या तू उनके यहाँ
भारी भारी फूँट्टरियों के बनने का हिल से है खूबाहँ
जिन मुल्कों का तू ठेकेदार बनता है ऐ दलाले जहाँ !
उन में भी दीलत बरस पड़े इस बात की तुझको फिक्र कहाँ
ऐ अपने दोस्तों के दुश्मन ले मौत ने वह फन्दा मारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंजारा.

(15)

क़त्तले कोरिया याद रहे जब फ़ैसले का वक़्त आया
तारीख़ का सबसे बड़ा मुजरिम इनसाफ़ तुझे ठहराया
इनसान बयक आवाज़ तेरा हर जुस्मी सितम गिनवाया
अपने करतूत जाद करके तू पीट के सर पछुताया
जो मौत के मुँह पर चढ़ जाए इसका भी किसी में है बारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंजारा.

(16)

जापान, कोरिया, चीन, मलाया, इन्डोनेशिया और बरमा
यूनान, मिस्र, कश्मीर और तिब्बत, यूगोस्लेविया, आस्ट्रेलिया
फ़िलिस्तीन, ईरान, सीरिया, योरोप, एशिया, अफ़्रीका
किस किस पर आँखें हैं तेरी कुछ लालच की इद है बाबा
हो गज़ ही कफ़न हाथ आया गो दुनिया दुनिया सर मारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंजारा.

(12)

سین او امریکی بلجاری ! سلسار تھری دوکان نہیں
وہی چینی بھی تاجر ہیں، انسان ہیں وہ شیطانی نہیں
ہے جن سے ان کا کاروبار جانیں ان کی ہلکان نہیں
ہے تھری سمجھ میں آجائے کیا اس کا کوئی امکان نہیں ؟
اگلے سے کوئی دنیا میں پہلا ؟ چوری سے کسی کو ہوا وارا ؟
سب تھات پوا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بلجاری .

(13)

و ہندستان اور پاکستان کو نرک بنائے گا
ہل جائیں اگر تھری چالیوں دونوں کو متاثر چھوڑے گا
دونوں کو اجاڑے گا ویران بنائے گا
دونوں کو چھاڑے گا دونوں کو کھاڑے گا
ہمکن یہ نوالے بن جائیں گے تھری لئے سنگ خارا
سب تھات پوا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بلجاری .

(14)

جن قوموں کا تو مددگار بنتا ہے کدوا تو ان کے یہاں
ہمارے بھاری ٹیکٹریوں کے ہلنے کا دل سے ہے خروہاں
جن ملکوں کا تو تھوڑے بھدار بنتا ہے اے دلال جہاں !
ن میں بھی دولت برس پڑے اس بات کی تجھ کو فکر نہاں
اے بے دوستوں کے دشمن لے مرگ لے وہ پہلدا مارا
سب تھات پوا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بلجاری .

(15)

تعال کو ریا یاد رہے جب فیصلے کا وقت آئے گا
اریخ کا سب سے بڑا مجرم انصاف تجھے تھرائے گا
نسان بے یک آواز تھرا ہر ظلم و ستم گلوئے گا
یہ کورٹ یاد کرکے تو پیت نے سر پچھتائے گا
جو موت کے منہ پر چڑھ جائے اس کا بھی کسی میں ہے بارا
سب تھات پوا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بلجاری .

(16)

جاپان، کو ریا، چین، ملائیا، انڈونیشیا اور برما
وٹان، مصر، کشمیر اور تبت، یوگوسلاویا، آسٹریلیا
مسلطین، ایران، سو ریا، یورپ، ایشیا، افریقا
اس کس پر آنکھیں ہیں تھری کچھ لالچ کی حد ہے بابا
لوگوں ہی کدن ہانہ آئے گا گو دنیا دنیا سر مارا
سب تھات پوا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بلجاری .

(12) ताजिर = व्यापारी; हलकान = परेशान; बारा = फायदा
(13) निवाले = कौर; संगे खारा = सख्त पत्थर (14) खूबाहँ =
इच्छुक (15) क़त्तले कोरिया = कोरिया का हत्यारा; बयक
आवाज़ = एक आवाज़ से.

(12) تاجر = بیویاری; ہلکان = پریشان; وارا = فائدہ
(13) نوالے = کور; سنگ خارا = سخت پتھر
(14) خواہاں = اچھک (15) تعال کو ریا = کو ریا
بھارا; بے یک آواز = ایک آواز سے .

(8)

سویا ک آتھک بھگا بھگ ہوا پھل مہاماری
کوک کٹمالا سرتان جلتھار دیک سٹاھاری
ہر کیم تیری ہن سونگاتوں سے ہے اب جینے سے آری
لو تیرے ہی دین آ پھنچے ہوشیار ! آو موت کے بھاری
اب بھری ہوئی دنیا کا برابر چھٹا جانا ہے پارا
سب تھات پڑا رہ جائے گا جب لاں چلے گا بھجارا .

(9)

دُنیا میں ہشہر اُٹھا رکھا ہے ظالم تیری سیاحت نے
دُنیا کو سرے سے لوت رکھا ہے ظالم تیری تجارت نے
دُنیا کو بھوکا مار رکھا ہے ظالم تیری کفالت نے
دُنیا کو ذلیل بنا رکھا ہے ظالم تیری ذالت نے
ایک دن دنیا کو لوتنے کا مت جائے گا تھرا بھوپارا
سب تھات پڑا رہ جائے گا جب لاں چلے گا بھجارا .

(10)

یہ نیپرو بے ڈینگ اور لینڈنگ تیرے کیردار میں شامل ہیں
ماہوں بھنوں بھنوں کے لٹھ اس کاروبار میں شامل ہیں
یہ کٹل و گارت ڈاکاؤنی تیرے بھوہار میں شامل ہیں
سہیلان بھی جن پاپوں سے ڈرے تیرے اطوار میں شامل ہیں
اب موت کی دیہی لہنے والی ہے تیرے لہو کا چھٹارا
سب تھات پڑا رہ جائے گا جب لاں چلے گا بھجارا .

(11)

کھا دوس ہے ایسا بھجارا ؟ سامان تو اُس کے بھی پاس ہے
کھا چین ہے ایسا بھجارا ؟ اُس سے دنیا کو اُس بھی ہے
صلمت، حرفت، دولت، عزت نوجن تلخروں کو اُس بھی ہے
کس ہل ان سب میں ہے لیکن کیا ان سے کسی کو مر اس بھی ہے
یک روز اجل کے ہاتھوں کہوں کھل جائے نہ بھوہار بھرم سارا
سب تھات پڑا رہ جائے گا جب لاں چلے گا بھجارا .

(8)

سوزاک آتھک کھٹا چھٹک ہفتہ پلنگ مہاماری
کوزہ کٹھ مالا سرطان جلتھار دیک سٹاھاری
ہر کیم تیری ہن سونگاتوں سے ہے اب جینے سے آری
لو تیرے ہی دن آ پھنچے ہوشیار ! آو موت کے بھاری
اب بھری ہوئی دنیا کا برابر چھٹا جانا ہے پارا
سب تھات پڑا رہ جائے گا جب لاں چلے گا بھجارا .

(9)

دُنیا میں ہشہر اُٹھا رکھا ہے ظالم تیری سیاحت نے
دُنیا کو سرے سے لوت رکھا ہے ظالم تیری تجارت نے
دُنیا کو بھوکا مار رکھا ہے ظالم تیری کفالت نے
دُنیا کو ذلیل بنا رکھا ہے ظالم تیری ذالت نے
ایک دن دنیا کو لوتنے کا مت جائے گا تھرا بھوپارا
سب تھات پڑا رہ جائے گا جب لاں چلے گا بھجارا .

(10)

یہ نیپرو بے ڈینگ اور لینڈنگ تیرے کیردار میں شامل ہیں
ماہوں بھنوں بھنوں کے لٹھ اس کاروبار میں شامل ہیں
یہ کٹل و گارت ڈاکاؤنی تیرے بھوہار میں شامل ہیں
سہیلان بھی جن پاپوں سے ڈرے تیرے اطوار میں شامل ہیں
اب موت کی دیہی لہنے والی ہے تیرے لہو کا چھٹارا
سب تھات پڑا رہ جائے گا جب لاں چلے گا بھجارا .

(11)

کھا دوس ہے ایسا بھجارا ؟ سامان تو اُس کے بھی پاس ہے
کھا چین ہے ایسا بھجارا ؟ اُس سے دنیا کو اُس بھی ہے
صلمت، حرفت، دولت، عزت نوجن تلخروں کو اُس بھی ہے
کس ہل ان سب میں ہے لیکن کیا ان سے کسی کو مر اس بھی ہے
یک روز اجل کے ہاتھوں کہوں کھل جائے نہ بھوہار بھرم سارا
سب تھات پڑا رہ جائے گا جب لاں چلے گا بھجارا .

(8) سونگات = توہفا؛ آری = بھجارا؛ بھری = ناراض

اور بے چین (9) ہشہر = قیامت؛ کفالت = مدد (مارشل)

ایڈ (10) نیپرو بے ڈینگ اور لینڈنگ = کسی کالے نیپرو کو

کسی بھی چھوٹے سچے الزام پر پکڑ کر مار ڈالنے یا جلا

جلا دینے کا رواج؛ کیردار = چرتہ؛ اطوار = قہنگ (11)

صلمت = حرفت؛ اُنہوگ دھندے؛ نوجن تلخروں = یورپ

کی نئی لوک شاہیاں؛ راس = موافق؛ کس ہل = طاعت؛

ہراس = دوس

(8) سونگات = توہفا؛ آری = بھجارا؛ بھری = ناراض

اور بے چین (9) ہشہر = قیامت؛ کفالت = مدد (مارشل)

ایڈ (10) نیپرو بے ڈینگ اور لینڈنگ = کسی کالے نیپرو کو

کسی بھی چھوٹے سچے الزام پر پکڑ کر مار ڈالنے یا جلا

جلا دینے کا رواج؛ کیردار = چرتہ؛ اطوار = قہنگ (11)

صلمت = حرفت؛ اُنہوگ دھندے؛ نوجن تلخروں = یورپ

کی نئی لوک شاہیاں؛ راس = موافق؛ کس ہل = طاعت؛

ہراس = دوس

(4)

डिटलर मुखोशिनी टोजो का जो हथ हुआ वो देख सिवा
इंगलैन्ड में हो या फ्रान्स में हो मगरिब हो कि मशरिक का बिता
अब ऊँचे सुरों में सरमाए का राग सुनाई नहीं देता
इस साज पर ऐसी चोट पड़ी जैसे फट जाए हर परदा
पूँजी का पियानो दूट चुका अब हाथ में ले ले इकतारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंजारा.

(5)

यह मोटर, जीप, रेमिंगटन, पारकर, ब्लेड, जहाजों सरो सामों
यह लोहा लंगर टीन रबर पेट्रोल केरोसिन गैस धुआँ
बिजली के खिलौने लहू बाजे गेंद तारा गुड़े गुबियाँ
जब मौत बढ़ायगी तेरी दुकाँ कुछ भी पल्ले न पड़ेगा मियाँ
सब माल भरा रह जाएगा जब पैके अजल ने ललकारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंजारा.

(6)

यह लिप्स्टिक, पाउडर, सास, पिकिल यह परामीने यह कीमती फर
नंगी तस्वीरों के एलबम, जहरीला जिन्सी लिटरेचर
और हालीवुड की फिल्मों का वह गंदा सदा गला कलचर
अमरीकी तर्ज जिन्दगी का यह टीम टाम यह करोँफर
हर गुनहगार का मौत के हाथों हो जाता है निस्तारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंजारा.

(7)

क्या कोका कोला, मारगेरीन, क्या एग पाउडर क्या चाट चसक
क्या नाइट क्लब, क्या नारकेटिक, अफूयँ का धुआँ, कोकीन मदक
क्या टर्बिल सूप और क्या सासेज क्या बेकन पोरक, शराब गजक
क्या तहजीब ऐसी चढोरी भी क्या तबक भकक क्या चटक मटक
इस अगबम बगबम खाने पीने ने बे मौत तुम्हे मारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंजारा.

(4)

मल्लर मसौली तूजो का जो हथ हुआ वो देखि लहा
अंगलैन्ड में हो या फ्रान्स में हो मगरिब हो कि मशरिक का خطा
अब ऊँचे सुरों में सरमाए का राग सुनाई नहीं देता
इस साज पर ऐसी चोट पड़ी जैसे फट जाए हर परदा
पूँजी का पियानो दूट चुका अब हाथ में ले ले इकतारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंजारा.

(5)

ये मोटर, जीप, रेमिंगटन, पारकर, ब्लेड, जहाजों सरो सामान
ये लोहा लंगर टीन रबर पेट्रोल केरोसिन गैस धुआँ
बिजली के खिलौने लहू बाजे गेंद तारा गुड़े गुबियाँ
जब मौत बढ़ायगी तेरी दुकाँ कुछ भी पल्ले न पड़ेगा लहान
सब माल भरा रह जाएगा जब पैके अजल ने ललकारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंजारा.

(6)

ये लिप्स्टिक, पाउडर, सास, पिकिल यह परामीने यह कीमती फर
नंगी तस्वीरों के एलबम, जहरीला जिन्सी लिटरेचर
और हालीवुड की फिल्मों का वह गंदा सदा गला कलचर
अमरीकी तर्ज जिन्दगी का यह टीम टाम यह करोँफर
हर गुनहगार का मौत के हाथों हो जाता है निस्तारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंजारा.

(7)

क्या कोका कोला, मारगेरीन, क्या एग पाउडर क्या चाट चसक
क्या नाइट क्लब, क्या नारकेटिक, अफूयँ का धुआँ, कोकीन मदक
क्या टर्बिल सूप और क्या सासेज क्या बेकन पोरक, शराब गजक
क्या तहजीब ऐसी चढोरी भी क्या तबक भकक क्या चटक मटक
इस अगबम बगबम खाने पीने ने बे मौत तुम्हे मारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंजारा.

(4) हथ = नतीजा ; मगरिब = पच्छिम ; मशरिक = पूरब ;

बिता = इलाका (5) सरो सामों = सामान ; पैके अजल = मौत
का फुरिस्ता (6) सास = एक तरह की चढनी ; पिकिल =
बिलावती अचार ; जिन्सी लिटरेचर = काम वासना-साहित्य ;
करोँफर = शान-शौकत (7) नारकेटिक = एक नशा ; टर्बिल
सूप = कछुरे का शोरबा ; सासेज = एक बिलावती खाना ; बेकन
पोरक = दुधर का गोस्त ; गजक = शराब के साथ का खाना.

(4) हथ = नतीजा ; मगरिब = पच्छिम ; मशरिक = पूरब ;
यूरोप ; خطا = गलती (5) सरो सामान = सामान ;
पैके अजल = मौत का फुरिस्ता (6) सास = एक
तरह की चढनी ; पिकिल = बिलावती अचार ; जिन्सी लिटरेचर = काम
वासना-साहित्य ; करोँफर = शान-शौकत (7) नारकेटिक = एक
नशा ; टर्बिल सूप = कछुरे का शोरबा ; सासेज = एक बिलावती
खाना ; बेकन पोरक = दुधर का गोस्त ; गजक = शराब के
साथ का खाना.

جات آدمی، پریم دھرم ہے، ہندوستانی بولی،
'نیا ہند' پھونچے گا پھر پھر لیتے پریم کی مٹولی۔

جات آدمی، پریم دھرم ہے، ہندوستانی بولی،
'نیا ہند' پھونچے گا کھر کھر لئے پریم کی جھولی۔

امریکی بنگارانا ما

(भाई रघुपति सहाय 'किराक' गोरखपुरी)

(1)

آئی امریکا کے بنگارے ! क्यों देस बिदेस फिरे मारा
कपड़ाक अजल का लूटे है दिन रात बजा कर नक्कारा
क्या लराकर बेचे सबमेरीन क्या तय्यारा क्या गुच्चारा
क्या तोप टैंक जहरीले गैस ग्रेनेड धुआँ और अंगारा
बजता है मौत का नक्कारा होता है तेरा वारा न्यारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंगारा.

(2)

क्यों खून से सारे आलम के तू अपना दिया जलाता है
क्यों मौत के इन इथिहारों को अपना व्योपार बनाता है
यह मंडी मंडी दूकानें दूकानें क्यों तू आग बिछाता है
खुद घर के चिराग से बंगारें, सुनते हैं कि घर फुंक जाता है
यह एंटेम बम हाइड्रोजन बम कर देंगे तेरा निबटारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंगारा.

(3)

यह दुनिया भर में कैसा ताना बाना फैला रक्खा है
किस नाते दुनिया भर में अपना हिस्सा बखरा रक्खा है
क्यों देरा देरा के कारबार में अपना साम्रा रक्खा है
इन चालों से क्या मिल जाएगा इन बातों में क्या रक्खा है
बस दो दिन का ये लैन देन यह लेखा जोखा है सारा
सब ठाट पड़ा रह जाएगा जब लाद चलेगा बंगारा.

امریکی بنگارہ نامہ

(بھائی رگھوپتی سہائے 'فراق' گورکھپوری)

(1)

آئی امریکہ کے بنگارے ! کہوں دیس بدیس پورے مارا
فراق اجل کا لڑے ہے دن رات بجا کر نقارا
کھا لشکر بیڑے سمیرین کھا طیارا کھا ہبارا
کھا توپ ٹانک زہریلے گیس گریڈیٹ دھواں اور انگارا
بجتا ہے موت کا نقارا ہوتا ہے تھرا وارا نھارا
سب تھات پڑا رہ جائے گا جب لاڈ چلے گا بنگارا.

(2)

کہوں خون سے سارے عالم کے تو اپنا دیا جلاتا ہے
کہوں موت کے ان ہتھیاروں کو اپنا بھوپار بھاننا ہے
یہ ملتی ملتی درکن درکن کہوں تو آگ بجھاتا ہے
خود گھر کے چراغ سے بنگارے، سنتے ہیں کہ کھر پھٹک جاتا ہے
یہ ایٹم بم ہائیڈروجن بم کر دینگے تھرا نہٹارا
سب تھات پڑا رہ جائے گا جب لاڈ چلے گا بنگارا.

(3)

یہ دنیا بھر میں کھسا تانا بانا پھلا رکھا ہے
کس ناتے دنیا بھر میں اپنا حصہ بھرا رکھا ہے
کہوں دیس دیس کے کاربار میں اپنا ساچھا رکھا ہے
ان چالوں سے کھا مل جائے گا ان باتوں میں کھا رکھا ہے
بس دو دن کا یہ لہن دین یہ لکھا جوکھا ہے سارا
سب تھات پڑا رہ جائے گا جب لاڈ چلے گا بنگارا.

(1) कपड़ाक = कपड़ा; अजल = मौत; तय्यारा = हवाई जहाज;

ग्रेनेड = बौदा बम; नक्कारा = नगाड़ा (2) आलम = दुनिया

(3) चाल = हिस्सा

(1) فراق = ذاکو؛ اجل = موت؛ طیارہ = ہوائی جہاز؛

گریڈیٹ = چھوٹا بم؛ نقارا = ناکارہ (2) عالم = دنیا

(3) بھرا = حصہ

ہندوستانی کلتور سوسائٹی

کا

ماہواری پرچا

اگست 1951

ہندستانی کلتور سوسائٹی

کا

ماہواری پرچا

اگست 1951

صفحہ سہ

کیا کس سے

بھنگارا نامہ (کویتا) — भाई रघुपति	...	113
‘किराफ’	...	113
‘वहव की लहरत’ — डाक्टर भगवान दास	...	120
‘की सोहवत में’ — भाई गु. म.	...	124
‘रूप पुजारी निकले’ (कविता) — भाई	...	126
‘शेखर पुरी	...	126
‘भंगाई’ — भगवानदीन	...	127
‘गद्दी’ — एक सुभाष — स्वामी सत्यभक्त	...	133
‘र’ (कविता) — भाई ‘नवम’ आकन्दो	...	136
‘वदाचार’ — गर्भ-हत्या — भाई मुजीब रिजवी	...	137
(‘पहला सुधार’) ऐक्ट, 1951	...	142
‘की एक झलक’ — लेखक भाई स्टीवन जिबग;	...	148
‘क’ — भाई प्रकाशचन्द्र चतुर्वेदी	...	148
‘सोना’ (कविता) — भाई ‘नवम’ आकन्दो	...	150
‘हरत मोहानी से मुलाकात’ — मौलाना	...	151
‘मान लुधियानवी	...	151
‘की बोली’ — खिचड़ी बोली और बोली की	...	154
‘भाई मदन गोपाल	...	154
‘चार साल’ — सुरेश रामभाई	...	158
‘आक चीन’ — भाई किशोरलाल मशरुवाला	...	165
‘जो काम चाहते हैं, वही मैं कर रहा	...	166
‘अब बिनोबा	...	166
‘दुनिया	...	171
‘कलावे	...	175
‘स की जुलाई महीने की डायरी	...	181
‘राव’ — देस और राजकाजी पारटियाँ —	...	183
‘क्रीमी एकता कानफरेन्स और मंडल —	...	183
‘समझें; यू. पी. सरकार के जिये — किशोर-	...	183
‘मोला; योजना या खिलवाड़ — जे. सी.	...	183
‘विधान में सुधार’ — सुरेश रामभाई.	...	183

1—امریکی ہنجارا نامہ (کویتا) — بھائی رگھوپتی سہائے	...
‘فراق’	...
2—دھرم مذہب کی ضرورت — ڈاکٹر بھگوان دین	...
3—صوفیوں کی صحبت میں — بھائی گ. م.	...
4—ساجن روپ پجاری نکلے (کویتا) — بھائی ‘ہسل’	...
شہنشاہ پوری	...
5—آتم منجھائی — بھگوان دین	...
6—لوک شاہی — ایک سچھاؤ — سوامی ستھ بھکت	...
7—پریم دگر (کویتا) — بھائی ‘نجم’ آفندی	...
8—دوس میں سداچار — گربہ ہتیا — بھائی محبوب رضوی	...
9—ودھان (پہلا سدھار) ایکٹ، 1951	...
10—گوری کی ایک جھلک — لیکچر — بھائی ستین زریگ	...
انوارک — بھائی پرکاش چندر چتر ویدی	...
11—تمام سونا (کویتا) — بھائی ‘نجم’ آفندی	...
21—مولانا حسرت موہانی سے ملاقات — مولانا محبوب الرحمان	...
لدھیانوی	...
31—خالص بولی — کہچڑی بولی اور بولی کی دیوار —	...
بھائی مدن گوپال	...
14—سوراج کے چار سال — سریش رام بھائی	...
15—ایک دردناک چہرہ — بھائی کدور لال مشرو والا	...
16—کدوہنسٹ جو کام چاہتے ہیں، وہی میں کر رہا	...
ہوں — آچاریہ ونوبا	...
17—بچوں کی دنیا	...
18—کچھ کتابیں	...
19—دیس بدیس کی جولائی مہینے کی دائری	...
20—ہماری رائے — دیس اور راج کاجی پارٹیاں — سندھ لال؛	...
قومی ایکٹا کانفرنس اور منڈل — سریش رام بھائی؛	...
یو. پی. سرکار کے لئے — کشور لال مشرو والا؛ یوجنا	...
یا کھلواڑ — سی. سی. کمارپا؛ ودھان میں سدھار —	...
سریش رام بھائی.	...

سال میں دس روپيا سال، باہر دس روپيا
—، ایک پرچہ دس آنے .

تہمت — ہندستان میں چھ روپہ سال، باہر دس روپہ
سال، ایک پرچہ دس آنے .

‘نیا ہند’

‘نیا ہند’

‘نیا ہند’

‘نیا ہند’

نیا ہفت روزہ

تحریر

پڈیٹر—تاراچند، بگواندین، مہجہر حسن، بھیمبر ناٹھ، سندر لال
ادیٹر—تارا چند، بھگوان دین، مظفر حسن، بھیمبر ناٹھ، سندر لال

ناٹھ پڈیٹر—سوریش رامभाई, महमूद अहमद 'हुनर'

ناٹھ ادیٹر—सरिश राम भैली, محمود احمد 'हनु'

इस नम्बर के खास लेख

اس نمبر کے خاص لیکھ

अमरीकी बंजारा नामा (कविता)—रघुपति सहाय
'फिराक'

धर्म मजहब की खरुरत—डाक्टर भगवान दास

आत्म मंभाई—भगवानदीन

लोक शाही—एक सुभाष—स्वामी सत्यभक्त

गोर्की की एक कलक—इस्तीकन जिबग

मौलाना इसरत मोहानी से मुलाकात—मौलाना

हबीबुर्रहमान लुधियानवी

स्वराज के चार साल—सुरेश रामभाई

हमारी राय—

देश और राजकाजी पार्टियां—सुन्दरलाल

यू. पी. सरकार के लिये—किशोरलाल मशरुवाला

योजना या खिलबाद—जे. सी. कुमारप्पा

विधान में सुधार—सुरेश रामभाई

امریکی بلجاردہ نامہ (کویتا)—رگھوپتی سہای 'فراق'

دھرم مذہب کی ضرورت—ڈاکٹر بھگوان داس

آتم منجہائی—بھگوان دین

لوک شاہی—ایک سچھاڑ—سوامی ستھ بھکت

گوئی کی ایک جھلک—اسٹیفن زیوگ

مولانا حسرت موہانی سے ملاقات—مولانا حبیب الرحمن

لدھیانوی

ہماری رائے—

دیش اور راج کاچی پارٹیاں—سندر لال

یو. پی. سرکار کے لئے—کشور لال مشرو والا

یोजना یا کھلواڑ—جے. سی. کمارپا

ویدھان میں سدھار—सरिश राम भैली

स्तानी कलचर सोसाइटी, इलाहाबाद



संस्कृत सोसाइटी, अलाहाबाद

अगस्त 1951 अगस्त

श्रीमंत दस आना

लोकत दस आने

ہندوستانی کلاچر

پر

نہندھوں (مقالوں) کے لیے

انعام

ہندستانی کلاچر

پر

نہندھوں (مقالوں) کے لیے

انعام

ہندوستانی کلاچر سوسائٹی نے تہ کیا ہے کہ ہندوستانی کلاچر پر تہن سہسے اچھے نہندھوں (مقالوں) کے لیے تہن انعام دیے جائے۔ پہلا انعام اک ہزار روپے، دوسرا انعام پانچ سہی روپے اور تہسرا انعام ڈاڑھ سہی روپے۔

نہندھوں میں اس ہندستانی کلاچر کے، جو پہلے سارے زمانے میں روپ لیتی رہی ہے، تکا پہلوؤں کو بیان کرتے ہوئے آگے کے لیے اک ہندستانی کلاچر کے رنگ روپ کو بتانے کی کوشش ہونی چاہئے۔ نہندہ انگریزی میں یا ہندستانی میں ہونے چاہئیں۔ پانچ ہزار سے کم یا دس ہزار سے ادھک شہد نہ ہوں۔ فلسفہ پر، کافز کے ایک طرف، اک چوتھائی حاشیہ چہرہ پر، تائپ کر کے نہندہ کی تہن کاہن 30 ستمبر سن 1951 تک نہندہ کے پتے پر آجانی چاہئیں۔ ہندستانی کلاچر سوسائٹی کو حق ہوگا کہ آنے ہوئے نہندہوں میں سے جسے چاہے شائع کرے۔

سندرلال

سکریٹری، ہندوستانی کلاچر سوسائٹی
145، مڈیگنج، شلاہاواہ۔

سندرلال

سکریٹری، ہندستانی کلاچر سوسائٹی
145، مڈیگنج، شلاہاواہ۔

نوٹ: — یہ نہندہ پہلے 30 جون تک ملانے کے لیے اور انعام کی رقمیں کچھ کم تہیں۔ اب اس کے لیے رقم اور رقم ہونیں ہوا دئے گئے ہیں۔

—سندرلال—

—سندرلال—

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

ایک ایسی ہندستانی کلچر کا بڑھانا،
 جو جس میں سب ہندستانی شامل ہوں۔
 ہندوستان کے لئے کتابوں، اخباروں، رسالوں
 کا بڑھانا۔

’کتاب گھروں‘، ’سبھاؤں‘، ’کانفرنسوں‘
’سب گھروں‘، ’جائیں‘، ’برادریوں‘ اور ’فرقوں‘ میں
’گھروں‘۔

—:0:—

پیش کے پریسڈنٹ — مسٹر عبدالمجید خواجہ؛
 پریسڈنٹ — ڈاکٹر بھکوان داس اور ڈاکٹر عبدالحق .
 پیش کے پریسڈنٹ — ڈاکٹر بھکوان داس؛
 مسٹر ہدایت سندر لال .

ہفت باقی کے اور ممبر —

سید محمود، قاتلِ تارا چند، مولوی سید
 مسٹر منظر علی سید، شری بی. جی .
 ایس . کے . رودرا، پندت ہشمبر ناتھ، مہاتما
 سیتھ پونم چندرانکا، قاضی محمد عبدالغفار
 ایم پرکاش پالہوال .

کے قاعدوں کے لئے لکھتے -

سند رلال

سرگیتی، هندستانی کلچر سوسائٹی،
145، مٹھی گنج، الہ آباد۔

सेक्रेटरी, हिंदुस्तानी कलचर सोसाइटी
145, मुट्ठी गंज, इलाहाबाद.

سوسائٹی نے نئے قاعدے کے انوسار ممبری کی
 ایک روپیہ کرنی گئی ہے۔ ”نہا ہند“ کے
 ممبر بننا چاہیں اُن کو صرف چھ روپیہ چندہ
 دینا پڑے گا۔ الگ سے ممبری کی
 سوسائٹی کی نکلی ہوئی کوئی کتاب جو
 ہر کسی کی منت لے سکیں گے یا زیادہ دام
 پر ایک بار ایک روپیہ کم کرا سکیں گے۔

رہن سہا، راکھ دین کے برسات، سار्वजनिक जीवन اور
 راجکائی ماموں کے رشتے میں بھی بے تعلقی نہیں کرتے،
 جن کے دل اور دماغ ہر طرح کی تنگ نظری سے اور آگے
 بڑھے ہیں۔ دیپش کی خوش قسمتی سے ہر مذہب کے
 مہارت باسوں میں اس طرح کے کافی آدمی موجود ہیں۔
 پروفیسر سدھیر کمار دودر اسی طرح کے ایک آدرش بھارت
 اسی تھے۔ اسی طرح کے لوگ ہمارے اشتہری معمل کے
 سچے نرماتا کہلا سکتے ہیں۔ اس نگاہ سے پروفیسر سدھیر
 کمار دودر کا جہون اپنے سرگرم پتا پرنسپل سوشل کمار دودر
 کے جہون کی طرح اُن ہزاروں بھارتیوں کے لئے جو
 بھارت اشتہری کو کھلے اور چھپے کسی ایک دھرم کے ساتھ
 جوتے دھتے ہیں، سچی اشتہری کے ایک بہت بڑے سبق
 کا کام دے سکتا ہے۔

ہمیں بھائی سدھیر کمار دودر کے چلے جانے کا بڑا دکھ
 ہے۔ ہندوستانی کلچر سوسائٹی کے اندر وہ ایک بہت
 بڑی کمی پیدا کر گئے ہیں۔ بھگوان اُن کی آتما کو شانتی
 اور اُن کے سہیلوں اور معرووں کو سہوش دیں۔

29. 6. '51.

—سندرلال

اس میں راکھ دین کے برسات، سار्वजनिक जीवन اور
 راجکائی ماموں کے رشتے میں بھی بے تعلقی نہیں کرتے،
 جن کے دل اور دماغ ہر طرح کی تنگ نظری سے اور آگے
 بڑھے ہیں۔ دیپش کی خوش قسمتی سے ہر مذہب کے
 مہارت باسوں میں اس طرح کے کافی آدمی موجود ہیں۔
 پروفیسر سدھیر کمار دودر اسی طرح کے ایک آدرش بھارت
 اسی تھے۔ اسی طرح کے لوگ ہمارے اشتہری معمل کے
 سچے نرماتا کہلا سکتے ہیں۔ اس نگاہ سے پروفیسر سدھیر
 کمار دودر کا جہون اپنے سرگرم پتا پرنسپل سوشل کمار دودر
 کے جہون کی طرح اُن ہزاروں بھارتیوں کے لئے جو
 بھارت اشتہری کو کھلے اور چھپے کسی ایک دھرم کے ساتھ
 جوتے دھتے ہیں، سچی اشتہری کے ایک بہت بڑے سبق
 کا کام دے سکتا ہے۔

ہمیں بھائی سدھیر کمار دودر کے چلے جانے کا بڑا
 دکھ ہے۔ ہندوستانی کلچر سوسائٹی کے اندر وہ ایک بہت
 بڑی کمی پیدا کر گئے ہیں۔ بھگوان اُن کی آتما کو شانتی
 اور اُن کے سہیلوں اور معرووں کو سہوش دیں۔

—سندرلال

29-6-'51

‘نیا ہند’ کے پاٹھوں سے

‘نیا ہند’ کے پرمیوں نے دیکھا کہ اس نمبر سے ‘نیا
 ہند’ نئی شکل میں نکلا رہا ہے۔ اس ہندوستان کی وجہ
 سے جولائی نمبر کے ہونے میں اتنی دیر ہو گئی جس
 کے لئے ہم معافی کے طالب ہیں۔ ہم پوری کوشش
 کریں گے کہ ‘نیا ہند’ کا اگلے نمبر اگست مہینے کے پہلے
 ہونے میں پاٹھوں کے پاس پہنچ جائے اور آگے سے بڑا
 ٹیک وقت پر ملتا رہے۔

دوسرے سے کئی بار ایک ایک پتے کی جانچ کرنے کے بعد
 ‘نیا ہند’ ڈاکخانے بھیجا جاتا ہے پھر بھی ہمارے پاس
 اکثر ‘نیا ہند’ کے نہ پہنچنے کی شکایتیں آتی رہتی ہیں۔
 آپ پرمیوں سے ہم اپیل کریں گے کہ اس بارے میں وہ اپنے
 ڈاکخانے سے پوچھ پچھا کر کے بعد میں اطلاع دیا کریں،
 ہم دوسرا پوچھ پچھا بھیج دیا کریں گے۔

نیا نمبر آپ کے ہاتھ میں ہے، کرمیہ ہے کہ اس سلسلے
 میں آپ اپنے سہیلوں کو بھیج کر ہمیں اس بات کا موقع
 دیں گے کہ ہم آپ کی زیادہ سے زیادہ سہا کر سکیں۔

—پڈیٹر

‘نیا ہند’ کے پاٹھوں سے

‘نیا ہند’ کے پرمیوں نے دیکھا کہ اس نمبر سے ‘نیا
 ہند’ نئی شکل میں نکلا رہا ہے۔ اس ہندوستان کی وجہ
 سے جولائی نمبر کے ہونے میں اتنی دیر ہو گئی جس
 کے لئے ہم معافی کے طالب ہیں۔ ہم پوری کوشش
 کریں گے کہ ‘نیا ہند’ کا اگلے نمبر اگست مہینے کے پہلے
 ہونے میں پاٹھوں کے پاس پہنچ جائے اور آگے سے بڑا
 ٹیک وقت پر ملتا رہے۔

دوسرے سے کئی بار ایک ایک پتے کی جانچ کرنے کے بعد
 ‘نیا ہند’ ڈاکخانے بھیجا جاتا ہے پھر بھی ہمارے پاس
 اکثر ‘نیا ہند’ کے نہ پہنچنے کی شکایتیں آتی رہتی ہیں۔
 آپ پرمیوں سے ہم اپیل کریں گے کہ اس بارے میں وہ اپنے
 ڈاکخانے سے پوچھ پچھا کر کے بعد میں اطلاع دیا کریں،
 ہم دوسرا پوچھ پچھا بھیج دیا کریں گے۔

نیا نمبر آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آمید ہے کہ اس سلسلے
 میں آپ اپنے سہیلوں کو بھیج کر ہمیں اس بات کا موقع
 دیں گے کہ ہم آپ کی زیادہ سے زیادہ سہا کر سکیں۔

—پڈیٹر

دلی کے پرنسپل تھے۔ پرنسپل راجہ کے بارے میں یہاں
 ایک کہانی مشہور ہوئی۔ پرنسپل راجہ بہت ہی اعلیٰ
 درجہ کے آدمی تھے۔ ان کا دل مانو پریم سے بھرا ہوا تھا۔
 کسی طرح کی مذہبی تلک نظری انہیں کچھ بھی نہیں
 لگی تھی۔ وہ سچے ہندوستانی اور سچے انسان تھے۔ دلی
 میں اس زمانے میں ہندو مسلمان اور عیسائی سب
 انہیں بھارت کرتے تھے اور سب بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے
 تھے۔ وہ ہندو سی۔ لیف۔ ایڈورڈز ان کے ساتھیوں
 میں سے تھے۔ لائے ہوئے دیال ان کے شاگردوں میں تھے۔
 مہاتما گاندھی سے انہیں بڑا گہرا پریم تھا۔ دونوں میں
 گہری مکتوتی تھی۔ دونوں افریقہ سے آنے کے بعد شروع کے
 دنوں میں مہاتما گاندھی دلی میں انہوں کے یہاں ٹھہرا
 کرتے تھے۔ وہیں ہی گاندھی جی سے دلی میں پرنسپل
 راجہ کے مکان پر ملنے اور باتوں کرنے کا سہولت ملے۔
 ان دنوں گاندھی جی نہایتی کجراتی دھوتی کرتے اور انگریز
 پہنتے تھے اور کٹہہ بازی پگڑی باندھتے تھے۔

پرنسپل سوشل کمار رودر سچے دیہی بہکت تھے۔
 اس دیہی میں اعلیٰ کا یک آن سے پہلے ان کے نہ جانے کتنے
 ویدیاہی چھلوں میں سڑے اور سولہوں پر تلک لگے۔ اس
 دیہی کے بہت سے دیہی بہکتوں اور دانشور سہوگوں کے لئے
 پرنسپل سوشل کمار رودر ایک آدرش دیہی بہکت
 اور آدرش دانشور تھے۔

پرنسپل سوشل کمار رودر ایک یوگتہ اور نوک پکا کے
 یوگتہ اور نوک پکا تھے۔ عیسائی دھرم جن جن گلوں پر
 زور دیتا ہے وہ سب ان کے اندر موجود تھے۔ ہر کسی طرح
 کی انودارتا، سادہ رنگت یا رنگ نظری اپنے باپ کی طرح
 انہیں بھی چھو نہ لگی تھی۔ پروفیسر سدھیر کمار رودر
 ہندوستانی کلچر سوسائٹی کے قائم کرنے والوں اور
 شروع سے اپنی مرتبہ کے سب سے ایک اعلیٰ انتظامیہ
 کمیٹی کے ممبروں میں سے ایک تھے۔ گاندھی جی
 انہیں ہمیشہ واسلہ پدرانہ پریم کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

ہمارا دیہی انوک دھرم کا گھوارہ ہے۔ دنیا کے سب
 دھرموں کو اس میں آدر اور پریم کے ساتھ جگہ ملی ہے۔
 ہندو، مسلمان، سکھ، پارسی، یہودی، عیسائی، بودھ اور
 جن سب اسکے اندر سے ہوئے ہیں۔ بھارت مانا سب
 کی ایک برابر مانا ہے۔ اس سنگم کے کارن ہی یہ دیہی
 دھرم کی نگاہ سے دنیا کے لئے ایک آدرش دیہی ہے۔ ہمارا
 دانشور ایک ملا جلا دانشور ہے۔ ہمارے اس آدرش دانشور
 میں سب سے مبارک وہ ہندو، وہ مسلمان، وہ سکھ، وہ
 پارسی، وہ یہودی، وہ عیسائی، وہ بودھ اور وہ جن میں
 جو آپ اپنے الگ دھرموں کو مانتے ہوئے بھی اپنے دھرموں کے
 ارنج سے ارنج گلوں کو دھارن کرتے ہوئے سچے بھارتی
 ہیں، سب دھرم والوں کو ایک نگاہ سے دیکھتے ہیں اور آپ

پرنسپل سوشل کمار رودر سچے دیہی بہکت تھے۔ اس
 دیہی میں اعلیٰ کا یک آن سے پہلے ان کے نہ جانے کتنے
 ویدیاہی چھلوں میں سڑے اور سولہوں پر تلک لگے۔ اس
 دیہی کے بہت سے دیہی بہکتوں اور دانشور سہوگوں کے لئے
 پرنسپل سوشل کمار رودر ایک آدرش دیہی بہکت
 اور آدرش دانشور تھے۔

پروفیسر سدھیر کمار رودر ایک یوگتہ اور نوک پکا کے
 یوگتہ اور نوک پکا تھے۔ عیسائی دھرم جن جن گلوں پر
 زور دیتا ہے وہ سب ان کے اندر موجود تھے۔ ہر کسی طرح
 کی انودارتا، سادہ رنگت یا رنگ نظری اپنے باپ کی طرح
 انہیں بھی چھو نہ لگی تھی۔ پروفیسر سدھیر کمار رودر
 ہندوستانی کلچر سوسائٹی کے قائم کرنے والوں اور
 شروع سے اپنی مرتبہ کے سب سے ایک اعلیٰ انتظامیہ
 کمیٹی کے ممبروں میں سے ایک تھے۔ گاندھی جی
 انہیں ہمیشہ واسلہ پدرانہ پریم کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

ہمارا دیہی انوک دھرم کا گھوارہ ہے۔ دنیا کے سب
 دھرموں کو اس میں آدر اور پریم کے ساتھ جگہ ملی ہے۔
 ہندو، مسلمان، سکھ، پارسی، یہودی، عیسائی، بودھ اور
 جن سب اسکے اندر سے ہوئے ہیں۔ بھارت مانا سب
 کی ایک برابر مانا ہے۔ اس سنگم کے کارن ہی یہ دیہی
 دھرم کی نگاہ سے دنیا کے لئے ایک آدرش دیہی ہے۔ ہمارا
 دانشور ایک ملا جلا دانشور ہے۔ ہمارے اس آدرش دانشور
 میں سب سے مبارک وہ ہندو، وہ مسلمان، وہ سکھ، وہ
 پارسی، وہ یہودی، وہ عیسائی، وہ بودھ اور وہ جن میں
 جو آپ اپنے الگ دھرموں کو مانتے ہوئے بھی اپنے دھرموں کے
 ارنج سے ارنج گلوں کو دھارن کرتے ہوئے سچے بھارتی
 ہیں، سب دھرم والوں کو ایک نگاہ سے دیکھتے ہیں اور آپ

جرا سب جی کہتا تھا کہ جی نہیں جیتے۔ کھانک کے سونہارے
 اور باغیچوں کے کنارے یا جانے جاتے میں کوئی کھانک
 پکڑنے پایا۔ جو دیش جی کسی دوسرے کو بھجنا یا اس سے
 بیکار کھانک بھجنا نہیں چاہتے اور سب کے ساتھ ساتھ
 میلاپ اور بھجنا سے رہنا چاہتے ہیں ان کے سارے باپسی
 ماموں آسانی سے رانیت کے ساتھ تھ ہو سکتے ہیں۔ भारत
 अपनी शक्ति भर इस रास्ते पर चलता रहा है, चलता
 रहेगा और दूसरों को इस पर चलने की सलाह और
 मदद देता रहेगा.

28. 6. '51.

—सुन्दरलाल

विनोबा जी तेलंगाना में—

इस नम्बर में दूसरी जगह हम विनोबा जी की तेलंगाना
 यात्रा पर श्री सुरेश रामभाई का लेख दे रहे हैं। विनोबा जी
 की इस सच्ची और प्रेम भरी कोशिश ने देश के बहुत से
 लोगों का ध्यान उनकी तरफ खींचा है। इस अनोखी कोशिश
 में जितनी भी सफलता उन्हें मिली वह बड़ी लुगरी की
 चीज और आगे के लिये उम्मीद दिलाने वाली और रास्ता
 दिखाने वाली है। जैसा विनोबा जी ने कई जगह कहा है
 हमें इसमें जरा भी शक नहीं कि अहिंसा और कम्युनिज्म
 का मेल ही इस देश के और दुनिया के अधिकतर दुखों का
 इलाज है, भले ही इसमें अब तक के कम्युनिज्म का रंग
 रूप बहुत कुछ बदल जावे और भले ही इस समय के
 अहिंसा भक्तों की कुछ जमी हुई मानताएँ भी हिल जाएँ।
 दुनिया में कोई समझदार आदमी यह नहीं कह सकता कि
 ऐसे आदमी कोई नई चीज नहीं सीखनी। मानव स्वभाव
 की नदी बराबर बहती ही रहती है। हम विनोबा जी के इस
 दौर के लिये उन्हें और देश को दोनों को बचाई देते हैं
 और चाहते हैं कि इसी तरह के अहिंसा के तरीके इसी
 काम के लिये देश के कुछ ऐसे इलाकों में भी आबमाप
 जावें जो अभी तक कम्युनिस्टों के हिंसा के तरीकों से बचे
 हुए हैं.

29. 6. '51.

—सुन्दरलाल

प्रोफेसर सुधीर कुमार रुद्र—

21 जून सन '51 को इलाहाबाद यूनिवर्सिटी के
 प्रोफेसर सुधीर कुमार रुद्र की नैनीताल में अचानक मृत्यु
 हो गई। प्रोफेसर रुद्र का यह 60वां साल था। वन्तीस
 साल यह इलाहाबाद यूनिवर्सिटी की सेवा कर चुके थे।
 मृत्यु विलक्षण अचानक हुई। नैनीताल की सात घण्टी की
 दूरी तय हो चुके थे। तेरते तेरते पानी की झड़ियों में फँस
 गए और वहीं जीवन लीला समाप्त हो गई।

प्रोफेसर सुधीर कुमार रुद्र ईसाई थे। उनके पिता
 प्रोफेसर सुधीर कुमार रुद्र वरसों से शिक्षक बन चुके थे।

जरा सب جی کہتا تھا کہ جی نہیں جیتے۔ کھانک کے سونہارے
 اور باغیچوں کے کنارے یا جانے جاتے میں کوئی کھانک
 پکڑنے پایا۔ جو دیش جی کسی دوسرے کو بھجنا یا اس سے
 بیکار کھانک بھجنا نہیں چاہتے اور سب کے ساتھ ساتھ
 میلاپ اور بھجنا سے رہنا چاہتے ہیں ان کے سارے باپسی
 ماموں آسانی سے رانیت کے ساتھ تھ ہو سکتے ہیں۔ भारत
 अपनी शक्ति भर इस रास्ते पर चलता रहा है, चलता
 रहेगा और दूसरों को इस पर चलने की सलाह और
 मदद देता रहेगा.

—सुन्दरलाल

28-6-51

ونوبا جی تیلنگانہ میں —

اس نمبر میں دوسری جگہ ہم ونوبا جی کی تیلنگانہ
 یاत्रا پر سری سربیش رام بھائی کا لیکھ دے رہے ہیں۔ ونوبا
 جی کی اس سچی اور پرہم بھری کوشش نے دیش کے بہت
 سے لوگوں کا دھیان ان کی طرف کھینچا ہے۔ اس انوکھی
 کوشش میں چمکی ہوئی سہماٹا انہیں ملی وہ ہوی خوشی
 کی چھڑ اور آگے کے لئے امید دلانے والی اور راستہ دکھانے
 والی ہے۔ جیسا ونوبا جی نے کئی جگہ کہا ہے میں اس
 میں ذرا بھی شک نہیں کہ اہلسا اور کمونزم کا مہل ہی
 اس دیش کے اور دنیا کے ادھک تر دکھوں کا علاج ہے، بھلے
 ہی اس میں اب تک کے کمونزم کا رنگ روپ بہت کچھ بدل
 جاوے اور بھلے ہی اس سے کے اہلسا بھکتوں کی کچھ جسی
 ہوئی مانتاں بھی ہل جائیں۔ دنیا میں کوئی سمجھدار
 آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آئندہ کوئی نئی چھڑ
 نہیں سہمکی۔ مانتو اُنلکی کی ندی برابر بہتی ہی رہتی
 ہے۔ ہم ونوبا جی کے اس دورے کے لئے انہوں اور دیش
 کو دونوں کو بدھائی دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسی
 طرح کے اہلسا کے طریقے اسی کام کے لئے دیش کے کچھ ایسے
 علاقوں میں بھی آزمائے جائیں جو ابھی تک کمونستوں
 کے اہلسا کے طریقوں سے بچے ہوئے ہیں۔

—سुन्दरलाल

29-6-51

پروفیسر سدھیر کمار روڈر—

21 جون سن '51 کو ایلہ آباد یونیورسٹی کے پروفیسر
 سدھیر کمار روڈر کی بھلی نال میں اچانک مروتی ہوگئی۔
 پروفیسر روڈر کا یہ 60 ویں سال تھا۔ ائیتیس سال وہ ایلہ آباد
 یونیورسٹی کی سوا کر چکے تھے۔ مروتی و بالکل اچانک ہوئی۔
 بھلی نال کی سات نال چھول میں تھانے کئے ہوئے تھے۔
 تھوڑے تھوڑے پانی کی چھاویں میں بھلس گئے اور وہیں
 جوں کی توڑ مروتی ہوگئی۔

پروفیسر سدھیر کمار روڈر بھلی نال کے پتا پر تھیں
 بھلی نال کے پتا پر تھیں۔

کریا کرنا۔ ان کے لئے یہ کام ضروری ہے۔
 کھجور، چینی، کھجور کا ایک بڑا سامان آجائے گی۔ تیبت کی سرحد کو دوسرے
 کی سرحد کو دوسرے देशوں کی دھلوانی سے بچانا
 چینی سرکار کا فرض ہوگا اور اسے اس کے پرہیز کرنے
 کا حکم ہوگا۔ اंतरکرمی ماملوں میں تیبت چین کے
 ساتھ رہے گا۔

بغیر ہے تیبت میں نہ اتنی شکتی ہے اور نہ
 کی وہ آج کل کی نازک اंतर قومی حالت میں دوسرے
 دیسوں سے اپنا بچاؤ کر سکے۔ دنیا کے دونوں بڑے بڑے دل
 سب چھوٹے اور کمزور دیسوں کی بھائی چالنے اور حفاظت
 کرنے کا دم بھرتے ہیں۔ سوال صرف اتنا ہے کہ اس طرح کوئی
 بھی چھوٹا دیس ان دونوں میں سے کس پر زیادہ اعتبار
 کرے۔ ہمیں اس کے کہنے میں ذرا بھی سکتی نہیں کہ
 تیبت کا بھلا چین کے ساتھ رہے۔ اور چین کی
 سلامتی ایک درجے تک تیبت کی سلامتی پر زور ہے۔
 اس لئے چین اور تیبت کے اس سمجھوتے پر ہم دل سے
 دونوں دیسوں کو بددھانی دیتے ہیں۔

یہ سمجھوتہ اس پہلی ہوئی اور خطرناک غلط فہمی
 کو بھی دور کرتا ہے کہ لال چین یا کسی بھی لال دیس
 کا اثر جہاں نہیں ہوتا ہے لوگوں کے دھارمک و شواہوں
 اور ان کے ریت رواجوں پر زبردستی حملہ کرتا ہے۔ ہم تو
 چاہتے ہیں کہ تیبت اپنے پرانے دھارمک و شواہوں
 چلتاؤں سے بھی باہر نکل سکے اور اپنے ریت رواجوں کو
 عقل، سائنس اور مابو پریم کی روشنی میں سدھار سکے۔
 پر یہ کام چھوٹوں کا نہیں۔ یہ تیبتی نیتاؤں اور رعایا کی
 چلتا کو خود ہی کرنا ہوگا۔ کوئی بھی ویدیسی سرکار، اگر
 اس میں ذرا سی بھی سمجھ ہے، دوسرے لوگوں پر اپنا
 اثر قائم رکھنے کے لئے ان کے دھارمک و شواہوں اور ان
 کے سوتے لئے ریت رواجوں کو بدلتی یا سدھارتی نہیں
 انہیں اور بڑھاتی اور ان سے فائدہ اٹھاتی ہے۔

ایک چھوٹی سی بات اور ہے۔ چین اور بھارت کے بیچ
 تجارت ہمیشہ سے بڑی اچھی طرح ہوتی رہی ہے۔ اس
 تجارت کے راستے پر دو جگہ ایک ٹرانسپے اور دوسرا یا تلک
 پر بھارت سرکار کی ٹریڈ ایجنسیاں رہتی ہیں۔ ٹرانسپے
 میں سوداگروں اور ہاتھوں کی حفاظت کے لئے تھرو سی
 ہندستانی فوج بھی رہتی ہے۔ اس تجارت کے راستے پر بھارت
 نے کچھ ڈک ٹھہر اور تار ٹھہر بھی ہیں۔ تیبت کی راجدھانی
 لاسا میں بھارت سرکار کا ایک ایجنسی بھی رہتا ہے۔ یہ
 سب چھوٹے کھول دونوں کے ہونے کے لئے نہیں اور ہیں۔
 ہمیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اس انتظام
 میں کوئی چھوٹی یا بڑی تبدیلی بہت ہی ہو، نہ
 اس سے بھارت سرکار اور چینی سرکار کی مروتا نہیں

کریا کرنا۔ ان کے لئے یہ کام ضروری ہے۔
 کھجور، چینی، کھجور کا ایک بڑا سامان آجائے گی۔ تیبت کی سرحد کو دوسرے
 کی سرحد کو دوسرے देशوں کی دھلوانی سے بچانا
 چینی سرکار کا فرض ہوگا اور اسے اس کے پرہیز کرنے
 کا حکم ہوگا۔ اंतरکرمی ماملوں میں تیبت چین کے
 ساتھ رہے گا۔

بغیر ہے تیبت میں نہ اتنی شکتی ہے اور نہ
 کی وہ آج کل کی نازک اंतर قومی حالت میں دوسرے
 دیسوں سے اپنا بچاؤ کر سکے۔ دنیا کے دونوں بڑے بڑے دل
 سب چھوٹے اور کمزور دیسوں کی بھائی چالنے اور حفاظت
 کرنے کا دم بھرتے ہیں۔ سوال صرف اتنا ہے کہ اس طرح کوئی
 بھی چھوٹا دیس ان دونوں میں سے کس پر زیادہ اعتبار
 کرے۔ ہمیں اس کے کہنے میں ذرا بھی سکتی نہیں کہ
 تیبت کا بھلا چین کے ساتھ رہے۔ اور چین کی
 سلامتی ایک درجے تک تیبت کی سلامتی پر زور ہے۔
 اس لئے چین اور تیبت کے اس سمجھوتے پر ہم دل سے
 دونوں دیسوں کو بددھانی دیتے ہیں۔

یہ سمجھوتہ اس پہلی ہوئی اور خطرناک غلط فہمی
 کو بھی دور کرتا ہے کہ لال چین یا کسی بھی لال دیس
 کا اثر جہاں نہیں ہوتا ہے لوگوں کے دھارمک و شواہوں
 اور ان کے ریت رواجوں پر زبردستی حملہ کرتا ہے۔ ہم تو
 چاہتے ہیں کہ تیبت اپنے پرانے دھارمک و شواہوں
 چلتاؤں سے بھی باہر نکل سکے اور اپنے ریت رواجوں کو
 عقل، سائنس اور مابو پریم کی روشنی میں سدھار سکے۔
 پر یہ کام چھوٹوں کا نہیں۔ یہ تیبتی نیتاؤں اور رعایا کی
 چلتا کو خود ہی کرنا ہوگا۔ کوئی بھی ویدیسی سرکار، اگر
 اس میں ذرا سی بھی سمجھ ہے، دوسرے لوگوں پر اپنا
 اثر قائم رکھنے کے لئے ان کے دھارمک و شواہوں اور ان
 کے سوتے لئے ریت رواجوں کو بدلتی یا سدھارتی نہیں
 انہیں اور بڑھاتی اور ان سے فائدہ اٹھاتی ہے۔

ایک چھوٹی سی بات اور ہے۔ چین اور بھارت کے بیچ
 تجارت ہمیشہ سے بڑی اچھی طرح ہوتی رہی ہے۔ اس
 تجارت کے راستے پر دو جگہ ایک ٹرانسپے اور دوسرا یا تلک
 پر بھارت سرکار کی ٹریڈ ایجنسیاں رہتی ہیں۔ ٹرانسپے
 میں سوداگروں اور ہاتھوں کی حفاظت کے لئے تھرو سی
 ہندستانی فوج بھی رہتی ہے۔ اس تجارت کے راستے پر بھارت
 نے کچھ ڈک ٹھہر اور تار ٹھہر بھی ہیں۔ تیبت کی راجدھانی
 لاسا میں بھارت سرکار کا ایک ایجنسی بھی رہتا ہے۔ یہ
 سب چھوٹے کھول دونوں کے ہونے کے لئے نہیں اور ہیں۔
 ہمیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اس انتظام
 میں کوئی چھوٹی یا بڑی تبدیلی بہت ہی ہو، نہ
 اس سے بھارت سرکار اور چینی سرکار کی مروتا نہیں

سندھوں سے تیغیت کو اپنے شریک کا ایک انگ ماننا رہا ہے۔
ارت نے کہی بھی چہن کے اس دعوے سے انکار نہیں
ا۔ اکتوبر سن 50 میں چینی سینا کے تیغیت میں
سے پر بھی بھارت سرکار نے تیغیت پر چہن کے اس دعوے
تھیک مان لیا۔

جب سے ایک طرف روس اور چہن اور دوسری طرف
لمہنت اور امریکہ میں کھیلچا تانی شروع ہوئی تیغیت
بھی دونوں طرف سے دورے قائلے جانے لگے۔ تیغیت
ن صدیوں سے ایک طرح کی دوسری حکومت چلتی
ا۔ دالائی لاما وہاں کا راج کاجی حاکم تھا اور پنچن لاما
اں کا مذہبی یا آدھیانک شاسک۔ حال میں ایک
بہت بات یہ ہوئی کہ دہا جانا ہے دالائی لاما کچھ
بیڑوں اور امریکہ والوں کے اثر میں آنے لگا تھا اور
چن لاما چہن اور کمونزم کی طرف جھکتا تھا۔
ا کی سرحد بھارت دالے اور کشمیر سے ملی ہوئی ہے۔
ا اور کشمیر میں بہت تھوڑا فاصلہ ہے۔ افغانستان
پاکستان کی سرحدیں بھی پاس پاس ہی ہیں۔
می صورت میں ظاہر ہے روسو چہن اور ایلنگلو
یکہ دونوں میں سے کوئی بھی تیغیت کی طرف سے
پرواہ نہیں ہو سکتا۔ چہن کے اٹے تیغیت کا سوال اور
کھرا سوال تھا۔ تیغیت کے اوپر چہن کی اپنی سلامتی
ارمدار تھا۔

جب سے ایک طرف روس اور چہن اور دوسری طرف
لمہنت اور امریکہ میں کھیلچا تانی شروع ہوئی تیغیت
بھی دونوں طرف سے دورے قائلے جانے لگے۔ تیغیت
ن صدیوں سے ایک طرح کی دوسری حکومت چلتی
ا۔ دالائی لاما وہاں کا راج کاجی حاکم تھا اور پنچن لاما
اں کا مذہبی یا آدھیانک شاسک۔ حال میں ایک
بہت بات یہ ہوئی کہ دہا جانا ہے دالائی لاما کچھ
بیڑوں اور امریکہ والوں کے اثر میں آنے لگا تھا اور
چن لاما چہن اور کمونزم کی طرف جھکتا تھا۔
ا کی سرحد بھارت دالے اور کشمیر سے ملی ہوئی ہے۔
ا اور کشمیر میں بہت تھوڑا فاصلہ ہے۔ افغانستان
پاکستان کی سرحدیں بھی پاس پاس ہی ہیں۔
می صورت میں ظاہر ہے روسو چہن اور ایلنگلو
یکہ دونوں میں سے کوئی بھی تیغیت کی طرف سے
پرواہ نہیں ہو سکتا۔ چہن کے اٹے تیغیت کا سوال اور
کھرا سوال تھا۔ تیغیت کے اوپر چہن کی اپنی سلامتی
ارمدار تھا۔

پہلے امریکہ کے تیغیت پر بڑھتے ہوئے اثر اور دیشے
نہوں کو دیکھ کر چہن نے اس بلا کے اوپر کہ تیغیت بڑے
ن کا ایک انگ ہے اکتوبر سن 50 میں اپنی فوجیں
ا بھجیں۔ بھارت نے ایک سچے متر راشر کی
تیغیت سے چہن کے دعوے سے تو انکار نہیں کیا لیکن
ملی سرکار کو دوستانہ صلح دی کہ فوج کو آگے بڑھنے سے
جائے اور شانتی کے ساتھ بات چیت کر کے چہن اور
ا کے بھیجے کا معاملہ طے کر لیا جائے۔ تھوڑی سی
ا پھی ہوئی۔ چہن کی سرکار نے اپنی فوج کو آگے
لے سے روک دیا۔ چہن کی راجدھانی پوکنگ میں
ملی سرکار اور تیغیت کے نمائندوں کے بھیجے بات چیت
ع ہوئی۔ مئی سن 51 کے آخر میں چہن اور تیغیت
بھیجے شانتی سے سمجھوتا ہو گیا۔ سمجھوتے کی سترہ
ملی ہیں۔ ہمارے دیش کی انتر قومی راجدھانیت
یہ ایک چھوٹی سی لیکن خاصی اچھی جیت ہے۔

سمجھوتے کی خاص خاص باتیں یہ ہیں۔ دالائی لاما
ا کے راج کاجی شاسک بنے رہیں گے۔ پنچن لاما وہاں کے
مانسک گرو رہیں گے۔ اچے مذہبی معاملوں اور ریست
ا کے پالنے میں سب کو پوری آزادی ہوگی۔ تیغیت
اند کے شاسن میں تیغیت سرکار پوری طرح آزاد

کونے کسی بھی پکارے چلے ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ کسی بھی ان کے پکار کے چلوں میں سے تھ۔ یہ نام نہیں لگتا ہے۔ جو کریانی کے نئی پارٹی کے لیڈر کی حیثیت سے اس سے ملتا ہے۔ دوسرے کے دکھوں کا یہ علاج بھی ہو سکتا ہے اور اسے آزمایا جا سکتا ہے اور آزمایا جائے گا۔ پر گندھی جی کا سوچا اور بتایا طے یہ نہیں تھا۔ گندھی جی کا بتایا علاج وہ ہے جو کسی بھی اونچے کانگریس والے کے من کو نہیں بھایا، یعنی کانگریس والوں کا حکومت کی کمریوں اور عہدوں کے موہ کو بالکل چھوڑ کر لوک سبھو سنگھ کے روپ میں لوگوں میں جانا اور چلتا ہے سدھا نانا جوتنا۔ یو۔ پی۔ سرکار کی مدد سے جو لوک سبھو سنگھ اس صوبے میں بٹایا گیا ہے اس میں اور گندھی جی کے لوک سبھو سنگھ میں آکاش پاتال کا انتر ہے۔ گندھی جی کے۔ پتائے راستے کو نہ سرکاری کانگریس والوں نے مانا اور نہ آچاروہ کریانی اور ان کی پارٹی نے۔ پھر بھی ہمیں اس میں شک نہیں کہ جہاں تک نیک اراکوں کا سبب ہے نئی پارٹی پرانی سرکاری پارٹی سے کچھ نہ کچھ اچھے اچھے اچھے پر ہی ہے، نیچے نہیں۔ چلتا کے سچے لہو کی ان چٹاویں سے آشا ہو یا نہ ہو ایک بار دیہی کو ان چٹاویں کے بہتکر چٹاویں سے نکلنا ہی ہے۔ ہمیں دھواں ہے کہ ان پہچ دار راستوں سے چلکر اور تجربہ حاصل کر کے ہی دیہی اور چلتا اپنی بھائی کے سچے راستے کو پاسکے گی۔

26.6. '51

—سندھ لال

—سندھ لال

26-6-'51

تبت، چین اور بھارت

اچھے پہاڑوں اور برف کی دیواروں سے گھرا ہوا چھوٹا سا دیہی تبت ہمیشہ سے اپنے دونوں بڑے پڑوسیوں چین اور ہندوستان کے ساتھ پریم سے رہتا آیا ہے۔ افغانستان کئی بار بھارت کا ایک صوبہ رہ چکا ہے۔ کسی سے جب ہندوستان سے نیچے کا دیہی بھارت میں نہیں گلا جاتا تھا تب بھی افغانستان بھارت کا ایک ٹکڑا تھا۔ اورنگ زیب نے بھی افغانستان کو جیت کر اسے اپنے سامراج کا ایک صوبہ بنایا اور راجہ جسونت سنگھ کو وہاں کا گورنر مقرر کیا۔ لیکن تبت کو ہندوستانی سلطنت میں شامل کرنے کا خیال کبھی کسی بھی ہندو یا مسلمان سمراٹ کو نہیں ہوا۔ سوداگروں، پانڈیوں اور دھرم پرچارکوں کا آنا جانا دونوں دیہیوں میں برابر جاری رہا اور اب تک ہے۔ تبت کی آہستی قریب تیس لاکھ ہے جس میں ادھک تر لوگ بوجھ مت اور شہو مت کے ماننے والے ہیں۔

اپنے اندر کے حاسن میں تبت قریب قریب ہمیشہ آزاد رہا ہے۔ لیکن انٹر قومی سبب کے لیے چین

کونے کسی بھی پکارے چلے ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ کسی بھی ان کے پکار کے چلوں میں سے تھ۔ یہ نام نہیں لگتا ہے۔ جو کریانی کے نئی پارٹی کے لیڈر کی حیثیت سے اس سے ملتا ہے۔ دوسرے کے دکھوں کا یہ علاج بھی ہو سکتا ہے اور اسے آزمایا جا سکتا ہے اور آزمایا جائے گا۔ پر گندھی جی کا سوچا اور بتایا طے یہ نہیں تھا۔ گندھی جی کا بتایا علاج وہ ہے جو کسی بھی اونچے کانگریس والے کے من کو نہیں بھایا، یعنی کانگریس والوں کا حکومت کی کمریوں اور عہدوں کے موہ کو بالکل چھوڑ کر لوک سبھو سنگھ کے روپ میں لوگوں میں جانا اور چلتا ہے سدھا نانا جوتنا۔ یو۔ پی۔ سرکار کی مدد سے جو لوک سبھو سنگھ اس صوبے میں بٹایا گیا ہے اس میں اور گندھی جی کے لوک سبھو سنگھ میں آکاش پاتال کا انتر ہے۔ گندھی جی کے۔ پتائے راستے کو نہ سرکاری کانگریس والوں نے مانا اور نہ آچاروہ کریانی اور ان کی پارٹی نے۔ پھر بھی ہمیں اس میں شک نہیں کہ جہاں تک نیک اراکوں کا سبب ہے نئی پارٹی پرانی سرکاری پارٹی سے کچھ نہ کچھ اچھے اچھے اچھے پر ہی ہے، نیچے نہیں۔ چلتا کے سچے لہو کی ان چٹاویں سے آشا ہو یا نہ ہو ایک بار دیہی کو ان چٹاویں کے بہتکر چٹاویں سے نکلنا ہی ہے۔ ہمیں دھواں ہے کہ ان پہچ دار راستوں سے چلکر اور تجربہ حاصل کر کے ہی دیہی اور چلتا اپنی بھائی کے سچے راستے کو پاسکے گی۔

تبت، چین اور بھارت

اچھے پہاڑوں اور برف کی دیواروں سے گھرا ہوا چھوٹا سا دیہی تبت ہمیشہ سے اپنے دونوں بڑے پڑوسیوں چین اور ہندوستان کے ساتھ پریم سے رہتا آیا ہے۔ افغانستان کئی بار بھارت کا ایک صوبہ رہ چکا ہے۔ کسی سے جب ہندوستان سے نیچے کا دیہی بھارت میں نہیں گلا جاتا تھا تب بھی افغانستان بھارت کا ایک ٹکڑا تھا۔ اورنگ زیب نے بھی افغانستان کو جیت کر اسے اپنے سامراج کا ایک صوبہ بنایا اور راجہ جسونت سنگھ کو وہاں کا گورنر مقرر کیا۔ لیکن تبت کو ہندوستانی سلطنت میں شامل کرنے کا خیال کبھی کسی بھی ہندو یا مسلمان سمراٹ کو نہیں ہوا۔ سوداگروں، پانڈیوں اور دھرم پرچارکوں کا آنا جانا دونوں دیہیوں میں برابر جاری رہا اور اب تک ہے۔ تبت کی آہستی قریب تیس لاکھ ہے جس میں ادھک تر لوگ بوجھ مت اور شہو مت کے ماننے والے ہیں۔

اپنے اندر کے حاسن میں تبت قریب قریب ہمیشہ آزاد رہا ہے۔ لیکن انٹر قومی سبب کے لیے چین

गया है उससे बंध केवल यही मुमकिन है कि किसी भी चीज पर से कन्ट्रोल कम न किया जावे, बल्कि यह भी साफ कह दिया गया है कि मुमकिन है और प्रियादा चीजों पर और इससे बढ़ कर कन्ट्रोल की जरूरत पड़े.

हम आचार्य कृपलानी की कठिनाइयों को समझ सकते हैं. उनके दल में इस समय हर तरह के और हर विचार के लोग भरे हुए हैं. उन सब को किसी तरह साथ लेकर चलना है. कुल मिलाकर हमें इसके कहने में ज़रा भी संकोच नहीं कि नई पारटी का यह ऐलान खासा अच्छा और उन्मीद दिखाने वाला ऐलान है. गांधी जी के सच्चे अनुयाई श्री जे. सी. कुमारप्पा पटना में मौजूद थे और उनके विचारों की छाप इस ऐलान में कई जगह दिखाई देती है. हम विश्व से चाहते हैं कि आचार्य कृपलानी और उनकी पारटी सरकारी काँग्रेस से किसी भी समय मिल जुल कर या अपने बजूद को अलग रख कर जिस तरह भी हो सके इस प्रोग्राम को बढ़ाने और इन बाधों को पूरा करने में सफल हो.

पर चुनाव से पहले जनता को तरह तरह के वादे दिखासे देना एक पुरानी चीज है. 15 अगस्त सन '47 से पहले समय समय पर काँग्रेस ने अपने प्रोग्राम और अपनी पालिसी के जो ऐलान निकाले थे वह सब देश के खामने मौजूद हैं. काँग्रेस के सेवकों के ज़रिये 'कृपाणः धृष्यपतिः' यानी 'जो जोते बोए वही जमीन का मालिक' की आवाज़ बारबार सारे देश में गूँज चुकी है फिर भी हमें किसी आवामी या दल पर पहले से उसके खिलाफ राय नहीं ज़ायम कर लेनी चाहिये. हम इस नई पारटी के छोड़े होने को एक कुदरती चीज मानते हैं और बाक़ी देशवासियों के साथ इस बात के देखने का इन्तज़ार करेंगे कि यह नई पारटी अपने बाधों को कहाँ तक पूरा करती है.

केवल एक बात और कह कर हम इस नोट को खतम करेंगे. हमने आचार्य कृपलानी की पटना की तक़रीरों को ध्यानसे पढ़ा है. उन्होंने कम से कम दो बार सुनने वालों को यह वाद़ दिखाया कि आचार्य कृपलानी के काँग्रेस की सवारस से इस्तीफ़ा देने के बाद जब बरकिंग कमेटी की मेम्बरी की बात आई तो गांधी जी ने श्रीमती सुचिता कृपलानी से यह कहा कि—“मुझे कृपलानी की एक और काम के लिये जरूरत है.” इस बात का हवाला देते हुए आचार्य कृपलानी ने यह साफ़ ज़ाहिर किया कि गांधी जी उन से यही काम कराना चाहते थे. इस पर उन्हें खूब साक्षियाँ भी मिलीं.

चुनाव नीति के सिद्दाज से यह सब बातें जायज़ हो सकती हैं. पर हम वही नज़रता के साथ कहना चाहते हैं कि गांधी जी काँग्रेस गवरमेन्टों के शुरू के तज़रबे के बाद

कहा है कि उस से कि कौन भी मुमकिन है कि किसी भी चीज पर से कन्ट्रोल कम न किया जावे, बल्कि यह भी साफ़ कहा गया है कि मुमकिन है और प्रियादा चीजों पर और इससे बढ़ कर कन्ट्रोल की जरूरत पड़े.

हम आचार्य कृपलानी की कठिनाइयों को समझ सकते हैं. उनके दल में इस समय हर तरह के और हर विचार के लोग भरे हुए हैं. उन सब को किसी तरह साथ लेकर चलना है. कुल मिलाकर हमें इसके कहने में ज़रा भी संकोच नहीं कि नई पारटी का यह ऐलान खासा अच्छा और उन्मीद दिखाने वाला ऐलान है. गांधी जी के सच्चे अनुयाई श्री जे. सी. कुमारप्पा पटना में मौजूद थे और उनके विचारों की छाप इस ऐलान में कई जगह दिखाई देती है. हम विश्व से चाहते हैं कि आचार्य कृपलानी और उनकी पारटी सरकारी काँग्रेस से किसी भी समय मिल जुल कर या अपने बजूद को अलग रख कर जिस तरह भी हो सके इस प्रोग्राम को बढ़ाने और इन बाधों को पूरा करने में सफल हो.

पर चुनाव से पहले जनता को तरह तरह के वादे दिखासे देना एक पुरानी चीज है. 15 अगस्त सन '47 से पहले समय समय पर काँग्रेस ने अपने प्रोग्राम और अपनी पालिसी के जो ऐलान निकाले थे वह सब देश के खामने मौजूद हैं. काँग्रेस के सेवकों के ज़रिये 'कृपाणः धृष्यपतिः' यानी 'जो जोते बोए वही जमीन का मालिक' की आवाज़ बारबार सारे देश में गूँज चुकी है फिर भी हमें किसी आवामी या दल पर पहले से उसके खिलाफ राय नहीं ज़ायम कर लेनी चाहिये. हम इस नई पारटी के छोड़े होने को एक कुदरती चीज मानते हैं और बाक़ी देशवासियों के साथ इस बात के देखने का इन्तज़ार करेंगे कि यह नई पारटी अपने बाधों को कहाँ तक पूरा करती है.

कौल एक बात और कहकर हम इस नोट को खतम करिये. हमने आचार्य कृपलानी की पटना की तक़रीरों को ध्यानसे पढ़ा है. उन्होंने कम से कम दो बार सुनने वालों को यह वाद़ दिखाया कि आचार्य कृपलानी के काँग्रेस की सवारस से इस्तीफ़ा देने के बाद जब बरकिंग कमेटी की मेम्बरी की बात आई तो गांधी जी ने श्रीमती सुचिता कृपलानी से यह कहा कि—“मुझे कृपलानी की एक और काम के लिये जरूरत है.” इस बात का हवाला देते हुए आचार्य कृपलानी ने यह साफ़ ज़ाहिर किया कि गांधी जी उन से यही काम कराना चाहते थे. इस पर उन्हें खूब साक्षियाँ भी मिलीं.

चुनाव नीति के सिद्दाज से यह सब बातें जायज़ हो सकती हैं. पर हम वही नज़रता के साथ कहना चाहते हैं कि गांधी जी काँग्रेस गवरमेन्टों के शुरू के तज़रबे के बाद

جننتا سے کرتا ہے۔ کپڑائی پارٹی کی طرف سے جو پتلان پٹنا میں کیا گیا ہے اس میں کئی بہت اچھی اچھی باتیں ہیں۔

سرکاری نوکریوں کو سبھارا جانیگا اور حکومت کو بالکل بیلکول نپ ڈنگ پر ڈالا جانیگا، چور بازاری باندھ کی جانیگی، جمنی کو جو بوپ جوتیگا بھی جمنی کا مالک ہوگا، گاؤں کے بھوگ بھندوں کو بھارا دیا جانیگا، خاص کر پہلے کھڑوں اور کھالے کی چھڑوں کو بڑے بڑے کل کارخانوں پر جگہ ٹھہریلو دھندوں کے ذریعے ہی پیدا کرایا جانیگا۔

یہی میں چھوٹی سے چھوٹی مزدوری اور بڑی سے بڑی سدنی کا اوسط ایک اور بھیس سے زیادہ نہ ہوگا یعنی اگر م سے کم مزدوری پانے والے مزدور کو پچاس روپے ملتے ہوں تو ادھک سے ادھک تنخواہ والے حاکم کو ہزار سے بادلہ نہ مائیں گے، ایک ایسی سماج قائم کی جائیگی جس میں کوئی جات پات نہ ہو اور کوئی مالک مزدور (امیر غریب نہ ہو اور کوئی کسی سے بھیجا فائدہ نہ لہاویں) اس بات پر فور کیا جائیگا کہ سرکاری 'کنٹرول' دائرہ کہاں تک کم کیا جاسکتا ہے اور جڈتا کے کاربار اپوار دھندوں میں سرکاری دخل کہاں تک کم ہو سکتا ہے، دیہیوں اور دیے ہوؤں کو ابھارا جائیگا، پیداوار بھائی جائیگی، سودیشی کو پھر سے جکایا جائیگا، دیہیوں سے مال کی آمد جو دیہیوں میں پیدا ہو سکتی ہے، کم کی جائیگی، کھیتی میں نئے اور زیادہ اچھے دیتے کام میں لائے جائیں گے۔ گاؤں میں پھر سے جان لی جائیگی، ہر کسان کو کم سے کم اتنی زمین دی جائیگی جس سے اسکا اور اسکی بچوں کا اچھی طرح اڈا ہو سکے، کوآپریتو فارمنگ یعنی سہکاری یا سچھریا بھتی کو بھارا دیا جائیگا، بھنجر زمینوں کو کام میں لایا جائیگا، تعلیم میں سدھار کئے جائیں گے، جو شرارتی ہائی پاکستان واپس جانا چاہیں گے، پاکستان سرکار پات چھت کر کے اور پاکستان میں اُنکے کاربار اور ہم شاعی کا پر بندہ کر کے انہیں واپس بھجنا جائیگا، اتر قومی راج نہتی میں دیہی کو بالکل تنستہ یعنی بوجانب ہار رکھا جائیگا، وغیرہ وغیرہ۔

ہم نے یہ سب چھڑیں نگی پارٹی کے پتلے کے اعلان سے ہیں۔ قبول انہیں اپنے شہدوں میں اور تھوڑے سے میں لے کی کوہش کی ہے۔ کہیں کہیں اعلان کو سمجھنے میں آئے جیسے بولنے والوں کو کہلانی ہو سکتی ہے۔ کہیں بن ایک دوسرے کے خلاف باتیں بھی دکھائی دیتی ہیں۔ نہ بھیت میں نہ جاکر ہم قبول ایک بات کی طرف دھیان نہ ہیں اس سے چلتا کی سب سے بڑی مضبوط 'کنٹرول' گارن ہے۔ جن شہدوں میں کنٹرول کا اعلان میں ذکر کیا

سرکاری نوکریوں کو سبھارا جائیگا اور حکومت کو بالکل بیلکول نپ ڈنگ پر ڈالا جانیگا، چور بازاری باندھ کی جانیگی، جمنی کو جو بوپ جوتیگا بھی جمنی کا مالک ہوگا، گاؤں کے بھوگ بھندوں کو بھارا دیا جانیگا، خاص کر پہلے کھڑوں اور کھالے کی چھڑوں کو بڑے بڑے کل کارخانوں پر جگہ ٹھہریلو دھندوں کے ذریعے ہی پیدا کرایا جانیگا۔

یہی میں چھوٹی سے چھوٹی مزدوری اور بڑی سے بڑی سدنی کا اوسط ایک اور بھیس سے زیادہ نہ ہوگا یعنی اگر م سے کم مزدوری پانے والے مزدور کو پچاس روپے ملتے ہوں تو ادھک سے ادھک تنخواہ والے حاکم کو ہزار سے بادلہ نہ مائیں گے، ایک ایسی سماج قائم کی جائیگی جس میں کوئی جات پات نہ ہو اور کوئی مالک مزدور (امیر غریب نہ ہو اور کوئی کسی سے بھیجا فائدہ نہ لہاویں) اس بات پر فور کیا جائیگا کہ سرکاری 'کنٹرول' دائرہ کہاں تک کم کیا جاسکتا ہے اور جڈتا کے کاربار اپوار دھندوں میں سرکاری دخل کہاں تک کم ہو سکتا ہے، دیہیوں اور دیے ہوؤں کو ابھارا جائیگا، پیداوار بھائی جائیگی، سودیشی کو پھر سے جکایا جائیگا، دیہیوں سے مال کی آمد جو دیہیوں میں پیدا ہو سکتی ہے، کم کی جائیگی، کھیتی میں نئے اور زیادہ اچھے دیتے کام میں لائے جائیں گے۔ گاؤں میں پھر سے جان لی جائیگی، ہر کسان کو کم سے کم اتنی زمین دی جائیگی جس سے اسکا اور اسکی بچوں کا اچھی طرح اڈا ہو سکے، کوآپریتو فارمنگ یعنی سہکاری یا سچھریا بھتی کو بھارا دیا جائیگا، بھنجر زمینوں کو کام میں لایا جائیگا، تعلیم میں سدھار کئے جائیں گے، جو شرارتی ہائی پاکستان واپس جانا چاہیں گے، پاکستان سرکار پات چھت کر کے اور پاکستان میں اُنکے کاربار اور ہم شاعی کا پر بندہ کر کے انہیں واپس بھجنا جائیگا، اتر قومی راج نہتی میں دیہی کو بالکل تنستہ یعنی بوجانب ہار رکھا جائیگا، وغیرہ وغیرہ۔

ہم نے یہ سب چھڑیں نگی پارٹی کے پتلے کے اعلان سے ہیں۔ قبول انہیں اپنے شہدوں میں اور تھوڑے سے میں لے کی کوہش کی ہے۔ کہیں کہیں اعلان کو سمجھنے میں آئے جیسے بولنے والوں کو کہلانی ہو سکتی ہے۔ کہیں بن ایک دوسرے کے خلاف باتیں بھی دکھائی دیتی ہیں۔ نہ بھیت میں نہ جاکر ہم قبول ایک بات کی طرف دھیان نہ ہیں اس سے چلتا کی سب سے بڑی مضبوط 'کنٹرول' گارن ہے۔ جن شہدوں میں کنٹرول کا اعلان میں ذکر کیا

جانے کے بعد سے اس حال میں کی پہچانیں ایک دم
 نہیں سے ٹھیکہ لگیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس بار جو
 دربار پڑی اس کے سارے بیرون ہی کو بچے سے لکڑے کر کے
 کھلنے کے روپ میں دنیا کے سامنے رکھ دیا۔

کانگریس سبھاپتی کا آخری چناؤ شاید اپنے قتلک کا
 پہلا چناؤ ہے جس میں خود غرض پونجی بھٹوں کے
 ہوائی جہازوں سے روٹ لہنے میں مدد لی گئی اور
 پورے پورے صوبوں کے روٹ وہاں کی آپسی دل بندوں
 سے جس طرح بھی ہو فائدہ اٹھا کر اور ایک ایک کو
 باری باری دم دلاسا دے کر حاصل کئے گئے۔ کانگریس کی
 گراؤت کی شاید یہ سب سے دردناک مثال ہے۔

کانگریس اور حکومت کے گٹھ بندھن نے اور بھی جھ-
 ڑیلے نتیجے پیدا کیے۔ دھن اور سکتا کے لوہے نے تو
 ٹکڑوں کو گिरایا ہی۔ ڈیسی پلین یا نیو شیسٹ کے نام
 پر فرمان جاری ہونے لگے کہ کوئی کانگریس والا بھارت سرکار
 یا کسی صوبائی سرکار کے کسی کام کے خلاف کسی طرح
 کی نکتہ چینی نہ کرے۔ یہاں تک کہ اگر ایسے کسی
 علاقے کے لوگ جہاں ابھی تک شراب کی دکانیں کھلی
 ہوئی ہوں شراب بندی کا آندولن شروع کریں تو کسی
 کانگریس والے کے اس آندولن میں حصہ لینے پر اُسکے
 خلاف شستی کارروائی کی دھمکیاں دی گئیں۔ ان
 حالات میں آجاریہ کرپانی اور اُنکے ساتھیوں کا کہلے
 کانگریس سے الگ ہو کر کسان مزدور پر جا پارتی کھڑا کرنا
 ایک قدرتی اور ہونہار بات تھی۔ معلوم ہوتا ہے اس
 پارتی کے بلتے ہی شستی کارروائی کی دھمکی ایک دم
 ہوا ہو گئی۔ سرکاری کانگریس کے ادھیکاروں کو دکھائی
 دے لیا کہ اب اگر کسی کی طرف اس طرح کی کارروائی کا
 اشارہ بھی کیا گیا تو وہ چھت کود کر دوسری پارتی میں
 پہنچ جائیگا۔

ان دونوں پارتیوں کا آئے چلنے کا حشر ہوا، بلنگور
 میں یا اسکے بعد ان کے پھر سے میل کی کوششیں کامیاب
 ہونگی یا نہیں اور اگر نہ ہوں تو بڑے چناؤ میں
 انکی وگ ثابت کے کیا نتیجے ہونگے ان سوالوں میں
 اس سے ہونا پکار ہے۔ ظاہر ہے جو لوگ کانگریس کو
 زندہ رکھنے کے ابھی تک سولے دیکھ رہے ہوں اور تھوڑی
 بہت سمجھ رکھتے ہوں وہ اسکی پوری کوشش کریں گے
 کہ جس طرح بھی ہو یہ دربار پھر سے پھر جائے۔ پڑا ہی
 اس سے آجاریہ کرپانی کی پارتی کچھ زور پکڑتی دکھائی
 دے رہی ہے۔ اُسکی یہ بھی آہستی ہوئی ہے۔ سرکاری
 پارتی پھر ہے۔

راج کالج میں جو بھی نہا دل سامنے آتا ہے
 وہ اپنے اصولوں کے ساتھ کھڑے ہوتے—اگر کوئی اُسکے خاص
 اصول میں ہراساں کرے تو اسے اور اچھے سے اچھے وعدے

ان کے بعد سے اس حال میں کی پہچانیں ایک دم
 نہیں سے ٹھیکہ لگیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس بار جو
 دربار پڑی اس کے سارے بیرون ہی کو بچے سے لکڑے کر کے
 کھلنے کے روپ میں دنیا کے سامنے رکھ دیا۔

کانگریس اور حکومت کے گٹھ بندھن نے اور بھی جھ-
 ڑیلے نتیجے پیدا کیے۔ دھن اور سکتا کے لوہے نے تو
 ٹکڑوں کو گिरایا ہی۔ ڈیسی پلین یا نیو شیسٹ کے نام
 پر فرمان جاری ہونے لگے کہ کوئی کانگریس والا بھارت سرکار
 یا کسی صوبائی سرکار کے کسی کام کے خلاف کسی طرح
 کی نکتہ چینی نہ کرے۔ یہاں تک کہ اگر ایسے کسی
 علاقے کے لوگ جہاں ابھی تک شراب کی دکانیں کھلی
 ہوئی ہوں شراب بندی کا آندولن شروع کریں تو کسی
 کانگریس والے کے اس آندولن میں حصہ لینے پر اُسکے
 خلاف شستی کارروائی کی دھمکیاں دی گئیں۔ ان
 حالات میں آجاریہ کرپانی اور اُنکے ساتھیوں کا کہلے
 کانگریس سے الگ ہو کر کسان مزدور پر جا پارتی کھڑا کرنا
 ایک قدرتی اور ہونہار بات تھی۔ معلوم ہوتا ہے اس
 پارتی کے بلتے ہی شستی کارروائی کی دھمکی ایک دم
 ہوا ہو گئی۔ سرکاری کانگریس کے ادھیکاروں کو دکھائی
 دے لیا کہ اب اگر کسی کی طرف اس طرح کی کارروائی کا
 اشارہ بھی کیا گیا تو وہ چھت کود کر دوسری پارتی میں
 پہنچ جائیگا۔

امریکا کی سرکار نے ڈائی کریڈٹ ڈاکٹر جتویر کرکے
 بھی ایران کو دینے کہا ہے۔ پر ایران کی سرکار تب تک
 اس بات پر بھی سوچنے کے لیے تیار نہیں جب تک انگریز کمپنی
 سے جھگڑا طے نہ ہو جائے اور ایرانی تیل کا سارا کاروبار
 ایرانیوں کے ہاتھوں میں نہ آجائے۔

ایک ہی بات یہ ہے کہ انگریز کمپنی اور اس کے
 آدمیوں کے طرح طرح کی شراکتیں کرنے پر بھی اور ساری
 ایرانی قوم کے دلوں میں انگریزوں کے خلاف غصہ بھرا ہوا ہے
 اور ابھی محمد مصدق کا انتظام اتنا سندر اور اُن کا
 اثر اتنا زبردست ہے کہ اب تک ایران بھر میں انگریزوں
 کے جان مال کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا۔

ایشیا کی بیداری

ایشیا کی بیداری

کوریہ ہو یا چین، تبت ہو یا اندو چین، ایران
 ہو یا مصر، ایک قوم کے دوسری قوم کی کمزوری سے فائدہ
 اُٹھانے کے دن اب ہمیشہ کے لئے لے چکے۔ اچھا ہو اگر
 انگلینڈ اور امریکہ جیسے دیشوں کی سرکاریوں دنیا کی
 بدلی ہوئی حالت سے سبق سیکھ کر اپنے راستے کو درست
 کر لیں اور ایشیائی قوموں کو اُن مصیبتوں اور قربانیوں
 سے بچنے کا موقع دیں جن سے کسی غور کو فائدہ نہیں
 پہنچ سکتا۔ زمانے کا بہار روکا نہیں جاسکتا۔ ہم
 محمد مصدق اور اُنکے دیہی کو اِس کتنی پوسکتی
 کا سچائی، ایمانداری، انصاف اور خدمت کے ساتھ مقابلہ
 کرنے کے لئے دل سے بدھائی دیتے ہیں۔

—سندر لال

30. 6. '51

30. 6. 51.

—سندر لال

کانگریس اور دل باندی—

کانگریس کی میسال ایک विशाल भवन से दी जा
 सकती है जिसने पिछले 65 बरस में लाखों खोजी
 आत्माओं को अपनी दीवारों के अन्तर पनाह दी और
 उन्हें धर्म का सच्चा रास्ता दिखाया। इस देश के लोगों
 पर कांग्रेस का पहला इतिहास के पन्नों से किसी के
 मिटाये नहीं मिटाया जा सकता।

इस सुन्दर भवन के अन्दर कई बार दरारें पड़ चुकी
 हैं। सन 1906 में नरम दल और गरम दल की दरार और
 सन '23 में कौंसिल पार्टी और नो बेंच पार्टी की दरार
 इसकी सबसे बड़ी मिसालें हैं। हर बार दरार पड़ने के बाद
 उसकी मरम्मत की कोशिश हुई और वह कोशिश काफी
 कामयाब भी रही।

पर 15 अगस्त सन '47 के बाद से, यानी कांग्रेस
 का अखिरी सत्र देश की राजकाजी आजादी, पूरा हो

کانگریس اور دل باندی—

کانگریس کی مثال ایک وہال بھوں سے دی جاسکتی
 ہے جس نے پچھلے 65 برس میں لاکھوں بھوجی آتماؤں
 کو اپنی دیواروں کے اندر پناہ دی اور انہیں دھرم کا
 سچا راستہ دکھایا۔ اِس دیہی کے لوگوں پر کانگریس کا
 احسان اتنا ہی کے پلوں سے کسی کے مثالی نہیں ملایا
 جاسکتا۔

اِس سندر بھوں کے اندر کئی بار درازیں پڑ چکی
 ہیں۔ سن 1906 میں نرم اور گرم دل کی دراز اور سن
 '23 میں کونسل پارٹی اور نو چیلنج پارٹی کی دراز
 اِس کی سب سے بڑی مثالیں ہیں۔ ہر بار دراز پڑنے
 کے بعد اُسکی مرمت کی کوشش ہوئی اور وہ کوشش
 کافی کامیاب بھی رہی۔

پر 15 اگست سن '47 کے بعد سے، یعنی کانگریس
 کا اصلی مقصد، دیہی کی راج کاجی آزادی، پورا ہو

ایران اور مصداق کو نا کام کرنے کی جو کوششیں ہو رہی ہیں ان کی تفصیل میں جانا فضول ہے۔ مصداق اور اسکا دیس اس معاملے میں چٹان کی طرح اٹل ہیں۔ مصداق کہ چکے ہیں کہ انہیں اپنے سارے تیل کے کاروبار کو بلند کر دینا منظور ہے۔ وہ اسے آگ لگا دینے کے لئے بھی تیار ہیں۔ لیکن انگریز کمپنی کے پھر اب پھر سے اپنے دیس میں جملے نہ دینگے۔

ایرانی سرکار کو اب تک اپنے حصے کے تیسرے کروڑ پونڈ سالانہ انگریز کمپنی سے ملتے تھے۔ اب اگر یہ سارا دھندا ایران سرکار کے ہاتھوں میں آگیا تو اس کام سے ایران کی آمدنی ہمارے دو کروڑ پونڈ یعنی قریب دو ارب روپے سالانہ ہوگی۔

دہلی میں کسی نے بھارت کے بڑے وزیر جواہر لال جی سے سن 1933 کے ایران کے سمجھوتے اور آج کل کے اس سوال پر رائے پوچھی۔ جواہر لال جی نے ایرانی سرکار کے ساتھ ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ سن '33 کا سمجھوتہ اس طرح کے بہت سے سمجھوتوں کی طرح ایک طاقور اور ایک کمزور آدمی کے بیچ کا زبردستی کا سمجھوتہ تھا جو دو کروڑ ایرانیوں کے ہمت کے خلاف نہیں چل سکتا۔ اسے سن کو محض مصداق نے بھارت سرکار کا شکریہ ادا کیا۔ اس معاملے میں جواہر لال جی کی آواز سارے بھارت کی بلکہ سارے ایشیا کی آواز ہے۔

انگریز کمپنی کو سب سے بڑا پتلا یہی ہوا ہو سکتا تھا کہ اس کا ایران کے تیل میں دھن لگا ہوا ہے۔ لیکن کمپنی کا کل دھن جو اس کام میں اب تک لگا ہے، دو کروڑ پونڈ یعنی قریب تیس کروڑ روپے کے ہے اور پچھلے سات برس کے اندر ہی کمپنی اس سے کم سے کم منافع کے طور پر کما چکی ہے۔ اس پر بھی مصداق نے یہ وعدہ کیا ہے کہ تیل کے دھندے سے جو کچھ آمدنی ایران کو ہوگی اسکا پچیس فیصدی ہر سال اس بات کے لئے الگ رکھا جائیگا کہ اس سے انگریز کمپنی کا جو بھی ہرجانہ یا نقصان اس سارے معاملے میں ہوا ہو اسے پورا کر دیا جائے۔

انگلینڈ اور امریکہ میں لگ ذات

انگلینڈ اور امریکہ میں لاگ ذات

اس معاملے میں ایک بات اور چسک اُٹھی ہے۔ وہ یہ کہ انگلینڈ اور امریکہ بھی ایران کے معاملے میں ایک دل نہیں ہیں۔ دونوں میں کچھ لگ ذات ہے۔ امریکہ کی کچھ کمپنیوں نے ایرانی سرکار سے یہ بھی کہا ہے کہ اگر انگریز کمپنی کی جگہ انہیں تمہکے دے دیا جائے تو وہ انگریز کمپنی کے 16 فیصدی کے بجائے 72 فیصدی منافع ایرانی سرکار کو دینے کو تیار ہیں۔ مصداق کو اب کوئی اس طرح کی چیز منظور نہیں۔

اس معاملے میں ایک بات اور چسک اُٹھی ہے۔ وہ یہ کہ انگلینڈ اور امریکہ بھی ایران کے معاملے میں ایک دل نہیں ہیں۔ دونوں میں کچھ لگ ذات ہے۔ امریکہ کی کچھ کمپنیوں نے ایرانی سرکار سے یہ بھی کہا ہے کہ اگر انگریز کمپنی کی جگہ انہیں تمہکے دے دیا جائے تو وہ انگریز کمپنی کے 16 فیصدی کے بجائے 72 فیصدی منافع ایرانی سرکار کو دینے کو تیار ہیں۔ مصداق کو اب کوئی اس طرح کی چیز منظور نہیں۔

پشیمان ایشیا کے देशوں میں انہیں تیل اور امریکا کی ایک بہت بڑی پمپ ان پمپ کے تیل کے لئے ہیں۔ یہ عراق، عراق، شام (سیریا)، عرب اور میکس میں ہر جگہ سے ہر جگہ تیل کے لئے ہیں۔ یہ جگہ کم یا زیادہ ایسی جگہ کے لئے ہیں جہاں تیل کے لئے ہیں۔ اس لئے ایران کا تیل کا سوال کھل کر آیا ہے۔ اس لئے ایران کا تیل کا سوال کھل کر آیا ہے۔ اس لئے ایران کا تیل کا سوال کھل کر آیا ہے۔

ایران کا اپنے تیل پر کڑج

ایران کی مجلس نے 20 مارچ سن 51 کو ایک راز ہو کر پاس کر دیا کہ ایران کی زمین سے تیل نکالنے، اسے ساف کرنے اور دنیا میں بچانے کا کام ایرانی سرکار اپنے ہاتھ میں لے لے اور اسے جہاں تک ہو سکے ایرانیوں کے ہاتھوں ہی کر لیا جائے۔ انگریز کمپنی کو نوٹس دے دیا کہ سن 33 کا تیل کے لئے اسے ساف کرنا چاہا۔ اپیل اور بھی ہو گیا۔ متعدد مصادیق نے ایرانی سرکار اور ایک بین الاقوامی کمپنی کے معاملے میں یو۔ این۔ او۔ کی ثالثیت کے اندر ہونے کو ماننے سے انکار کر دیا۔ پھر ایک اور ہیشہ کی طرح سازشوں اور دھمکیوں کا دور شروع ہوا۔ انگریزی جنگی جہاز ایران کی کھائی میں ڈھائی گئے۔ لیکن سن 21 کا روس اور ایران کا معاہدہ موجود ہے، جس سے انگریز سرکار کی ہوشیاری سے نہ ہو سکتی۔ متعدد مصادیق کو کرانے کی کوششیں کی گئیں۔ پانی کی طرح زبردستی خرچ کر کے مجلس کے ممبروں نے ایران کے وزراء اور سرکاری نوکروں کو توڑنے کی کوششیں کیں۔ یہ ہوشیاری کی گئی کہ متعدد مصادیق کو مجلس میں ہوشیاری نہیں مل سکتا اور اس کی سرکار ختم ہونے والی ہے۔ مجلس کے سامنے متعدد مصادیق پر شواہد کی تجویز آئی اور ایک رائے پاس ہو گئی۔ یہ بھی ہوشیاری کی گئی کہ تیل کی آمدنی رک جانے سے ایران کی سرکار کا دھواں نکل جائے گا۔ لیکن ایران کی ساری جنگاں امیر اور غریب نے اپنی زندگی بھر کی کمائی، نقدی اور زبردستی مصادیق کے لئے کر دی۔ یہاں تک کہ مصادیق کو کروڑوں کی رقمیں بتائی ہو گئیں اور اعلان کرنا پڑا کہ کوئی روپہ وغیرہ نہ بچے گا۔ سرکار کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس سے پہلے ہی 308 من سونا، جو اسے پچھلے جنگ کے ایک معاہدے کے انوار ایران کو دینا تھا، ایران بھجوا دیا۔ مصادیق آج ساری ایرانی قوم کا دیوتا بنا ہوا ہے اور انہیں ہوتا ہے کہ دیس کے ساتھ دغا کے بیج اب اس وا میں ایران کے اندر پھیلنے نہیں پا رہے ہیں۔

ایران کا اپنے تیل پر قبضہ

ایران کی مجلس نے 20 مارچ سن 51 کو ایک راز ہو کر پاس کر دیا کہ ایران کی زمین سے تیل نکالنے، اسے ساف کرنے اور دنیا میں بچانے کا کام ایرانی سرکار اپنے ہاتھ میں لے لے اور اسے جہاں تک ہو سکے ایرانیوں کے ہاتھوں ہی کر لیا جائے۔ انگریز کمپنی کو نوٹس دے دیا کہ سن 33 کا تیل کے لئے اسے ساف کرنا چاہا۔ اپیل اور بھی ہو گیا۔ متعدد مصادیق نے ایرانی سرکار اور ایک بین الاقوامی کمپنی کے معاملے میں یو۔ این۔ او۔ کی ثالثیت کے اندر ہونے کو ماننے سے انکار کر دیا۔ پھر ایک اور ہیشہ کی طرح سازشوں اور دھمکیوں کا دور شروع ہوا۔ انگریزی جنگی جہاز ایران کی کھائی میں ڈھائی گئے۔ لیکن سن 21 کا روس اور ایران کا معاہدہ موجود ہے، جس سے انگریز سرکار کی ہوشیاری سے نہ ہو سکتی۔ متعدد مصادیق کو کرانے کی کوششیں کی گئیں۔ پانی کی طرح زبردستی خرچ کر کے مجلس کے ممبروں نے ایران کے وزراء اور سرکاری نوکروں کو توڑنے کی کوششیں کیں۔ یہ ہوشیاری کی گئی کہ متعدد مصادیق کو مجلس میں ہوشیاری نہیں مل سکتا اور اس کی سرکار ختم ہونے والی ہے۔ مجلس کے سامنے متعدد مصادیق پر شواہد کی تجویز آئی اور ایک رائے پاس ہو گئی۔ یہ بھی ہوشیاری کی گئی کہ تیل کی آمدنی رک جانے سے ایران کی سرکار کا دھواں نکل جائے گا۔ لیکن ایران کی ساری جنگاں امیر اور غریب نے اپنی زندگی بھر کی کمائی، نقدی اور زبردستی مصادیق کے لئے کر دی۔ یہاں تک کہ مصادیق کو کروڑوں کی رقمیں بتائی ہو گئیں اور اعلان کرنا پڑا کہ کوئی روپہ وغیرہ نہ بچے گا۔ سرکار کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس سے پہلے ہی 308 من سونا، جو اسے پچھلے جنگ کے ایک معاہدے کے انوار ایران کو دینا تھا، ایران بھجوا دیا۔ مصادیق آج ساری ایرانی قوم کا دیوتا بنا ہوا ہے اور انہیں ہوتا ہے کہ دیس کے ساتھ دغا کے بیج اب اس وا میں ایران کے اندر پھیلنے نہیں پا رہے ہیں۔

کمپنی اپنے اپنے علاقوں کا 15 ویں سالہ ایرانی سرکار کو
 دے دی تھی جب کہ روسی کمپنی اپنے علاقے کا 49 ویں
 سالہ ایرانی سرکار کو دینے کو تیار ہو गई۔ اس
 সময় میں ایران کے بڑے بقیہ نے اسے منظور کر لیا
 لیکن برسرِ مجلس کے پاس کیے ڈیکہ منظور نہ
 جاسکتا تھا۔ ایران میں اس سے تک یہ خیال
 بہت زور پکڑ چکا تھا کہ ایران کا تیل ایران کی ملکیت
 ہے۔ ایران اسے خود نکل کر اور صاف کر کے پورا فائدہ
 کھائے۔ ویدیشی ماحر ضرورت کے مطابق نوکر رکھ
 سکتے ہیں۔ جس دیہے سے بھی آسانی سے مل سکے۔
 یہ ایک دھماکا دینے کی بات ہے کہ یہی مقصد مصافق
 جو اس سے انگریز کمپنی کے ٹھیکہ کے خلاف ڈٹا ہوا ہے
 اس سے روسی کمپنی کو ٹھیکہ دینے کے بھی زوروں سے
 خلاف تھا۔ مجلس نے روسی کمپنی کی درخواست نا
 منظور کر دی۔ اسی سے یہ بات پکی ہوگئی کہ
 ایران جتنی جلدی ہو سکی انگریز کمپنی کے ٹھیکہ کو
 بھی ختم کرنے کی کوشش کریگا۔

پہلو امریکی سازشیں

سن 1946 کے بعد سے دنیا بھر خاص کر ایشیائی
 ملکوں کی راجدھانی اور مائلی حالت کئی جگہاں پہنچا
 ہوئی جا رہی ہے۔ سن 50 اور 51 کے ایران کے حالات
 مائلی کے سامنے تاجا ہیں۔ جہاں سے اور جہاں سے بھی
 اس کے انگلینڈ اور امریکہ روس کے خلاف آخری جنگ لڑنے کی
 تیاری کر رہے ہیں۔ حال میں امریکہ کی سرکار نے آدھی
 دنیا کے اوپر اور سوویت روس کے چاروں طرف اپنے فوجی
 سمندری اور ہوائی اڈے بنانے کے لئے اپنی کانگریس سے
 656 کروڑ ڈالر یعنی قریب ہمس ارب روپے کی مانگ کی
 ہے۔ انوں کا یہ سلسلہ دنیا کے 48 خاص خاص
 ممالکوں سے 44 دیشوں میں پھرا ہوا ہوا جن میں جاپان،
 فلپائنس وغیرہ سب شامل ہیں۔ بہت سے دیشوں کے
 نام ابھی گھٹ رکھے گئے ہیں۔ یہ سلسلہ دو سال میں
 بنکر تیار ہوگا۔ 35 لاکھ آدمیوں کی اس میں ضرورت ہوگی۔
 امریکی سرکار نے صاف کہا ہے کہ یہ اڈے ایسے مقاموں پر
 ہونگے جہاں سے ضرورت پڑے پر روس پر آسانی سے ہم ہر
 جگہوں سے ظاہر ہے بیچ ایشیا اور پچھم ایشیا کے سب
 ممالک اس چال کا شکار ہیں۔

سن 50 میں انگلینڈ اور امریکہ نے ملکر
 ایرانی سرکار سے درخواست کی کہ ان دونوں دیشوں کو ایران
 میں جغرافیائی سرحد (جیوگرافیکل اینڈ ہیوگرافیکل
 سرحد) کرنے کی اجازت دی جائے۔ روس نے ایران کو اس
 اجازت کے خلاف اٹھایا۔ روس نے ایران کو اس اجازت کے
 خلاف اٹھایا۔ ایران نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔

سن 48 میں روسی کمپنی نے ایران کی ملکیت
 کے خلاف اٹھایا۔ ایران نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔

اینگلو امریکی سازشیں

سن 46 کے بعد سے دنیا اور خاص کر ایشیائی
 ملکوں کی راجدھانی اور مائلی حالت کئی جگہاں پہنچا
 ہوئی جا رہی ہے۔ سن 50 اور 51 کے ایران کے حالات
 مائلی کے سامنے تاجا ہیں۔ جہاں سے اور جہاں سے بھی
 اس کے انگلینڈ اور امریکہ روس کے خلاف آخری جنگ لڑنے کی
 تیاری کر رہے ہیں۔ حال میں امریکہ کی سرکار نے آدھی
 دنیا کے اوپر اور سوویت روس کے چاروں طرف اپنے فوجی
 سمندری اور ہوائی اڈے بنانے کے لئے اپنی کانگریس سے
 656 کروڑ ڈالر یعنی قریب ہمس ارب روپے کی مانگ کی
 ہے۔ انوں کا یہ سلسلہ دنیا کے 48 خاص خاص
 ممالکوں سے 44 دیشوں میں پھرا ہوا ہوا جن میں جاپان،
 فلپائنس وغیرہ سب شامل ہیں۔ بہت سے دیشوں کے
 نام ابھی گھٹ رکھے گئے ہیں۔ یہ سلسلہ دو سال میں
 بنکر تیار ہوگا۔ 35 لاکھ آدمیوں کی اس میں ضرورت ہوگی۔
 امریکی سرکار نے صاف کہا ہے کہ یہ اڈے ایسے مقاموں پر
 ہونگے جہاں سے ضرورت پڑے پر روس پر آسانی سے ہم ہر
 جگہوں سے ظاہر ہے بیچ ایشیا اور پچھم ایشیا کے سب
 ممالک اس چال کا شکار ہیں۔

سن 50 میں انگلینڈ اور امریکہ نے ملکر
 ایرانی سرکار سے درخواست کی کہ ان دونوں دیشوں کو ایران
 میں جغرافیائی سرحد (جیوگرافیکل اینڈ ہیوگرافیکل
 سرحد) کرنے کی اجازت دی جائے۔ روس نے ایران کو اس
 اجازت کے خلاف اٹھایا۔ ایران نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔

لکھے رجا شاہ پر ہر درجہ کا دباؤ ڈالا گیا۔ اس سے پہلے انگلینڈ کے جنگی جہاز ایران کی کھاری میں پہنچ گئے تھے۔ حالات نازک ہو چلی تھی۔ آخر رجا شاہ نے اپنی مرضی کے خلاف اس شرط کو مان لیا۔

مئی سن '33 میں ایران کی सरकार اور اँगلو ایرانیان آئل کمپنی کے بیچ ایک نیا معاہدہ ہو گیا جس میں ایران کے دیکھن پکھن کی کنارے کی ایک لاکھ مربع میل زمین میں، جو کل ایران کا 62 واں حصہ ہے، اँगریز کمپنی کو ساٹھ برس کے لیے تیل نکالنے، اسے صاف کرنے اور بھرنے کا ٹھکانہ ملا گیا۔

رجا شاہ کے ساتھ اँगریزوں کے ملگے اور دونوں میں امن و امان بڑھتی چلی گئی۔

دوسری بڑی جنگ

سن '39 میں دوسری بڑی جنگ شروع ہوئی۔ کچھ دنوں بعد جرمنی نے روس پر حملہ کر دیا۔ روس اور انگلینڈ دونوں کے لیے اب جرمنی کو روکنے کی کوشش کرنا ضروری ہو گیا۔ اس کے علاوہ روسی فوج کو روس اور سامان پہنچانے کا راستہ بھی ایران سے ہو کر ہی تھا۔ پھر وہی سن '41 میں روسی فوج نے آئرلینڈ پر اور اँगریزی فوج نے دیکھن ایران پر ایک ہی دن قبضہ کر لیا۔ رجا شاہ خاص کر اँगریزوں کے اس قبضے کے خلاف تھا۔ وہ ایران کی طرف سے جرمنی کے خلاف جنگ کا اعلان کرنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ اँगریزوں کی سازشیں ایران میں رجا شاہ کے خلاف پہلے ہی سے چل رہی تھیں۔ رجا شاہ کے سماج سدھاروں سے موقع پا کر اँगریزوں نے کٹر مائیلیٹیوں اور ایران کے کچھ بڑے بڑے زمینداروں کو رجا شاہ کے خلاف تیار کیا۔ سن '41 ہی میں رجا شاہ گری سے اتار دیا گیا اور اس کا بیٹا سال کا لڑکا ایران کے تخت پر بیٹھا دیا گیا۔ ایران نے جرمنی کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ رجا شاہ کے خلاف اس سازش میں روس کا کوئی ہاتھ نہ تھا۔ لیکن امریکہ کا پورا پورا حصہ تھا۔

دسمبر سن '43 میں اँगریز، روس اور امریکا کیوں نے اعلان کر دیا کہ جنگ ختم ہونے کے چھ مہینے کے اندر سب وحشی فوجیں ایران سے ہٹا لی جائیں گی۔ دو ستمبر سن '45 کو جنگ ختم ہوئی۔ سن '46 میں اँगریز، امریکی اور روسی فوجیں ایران سے ہٹا لی گئیں۔

اسی سال آئرلینڈ سے تیل نکالنے کے لیے روس نے اپنی ایک کمپنی بنائی اور ایرانی سرکار سے اسی طرح تیل نکالنے کا ٹھکانہ لیا۔ جس طرح اँगریز کمپنی کو مل گیا تھا۔ فرق کہل رہا تھا کہ اँगریز

سن '39 میں دوسری بڑی جنگ شروع ہو گئی۔ کچھ دنوں بعد جرمنی نے روس پر حملہ کر دیا۔ روس اور انگلینڈ دونوں کے لیے اب جرمنی کو روکنے کی کوشش کرنا ضروری ہو گیا۔ اس کے علاوہ روسی فوج کو روس اور سامان پہنچانے کا راستہ بھی ایران سے ہو کر ہی تھا۔ پھر وہی سن '41 میں روسی فوج نے آئرلینڈ پر اور اँगریزی فوج نے دیکھن ایران پر ایک ہی دن قبضہ کر لیا۔ رجا شاہ خاص کر اँगریزوں کے اس قبضے کے خلاف تھا۔ وہ ایران کی طرف سے جرمنی کے خلاف جنگ کا اعلان کرنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ اँगریزوں کی سازشیں ایران میں رجا شاہ کے خلاف پہلے ہی سے چل رہی تھیں۔ رجا شاہ کے سماج سدھاروں سے موقع پا کر اँगریزوں نے کٹر مائیلیٹیوں اور ایران کے کچھ بڑے بڑے زمینداروں کو رجا شاہ کے خلاف تیار کیا۔ سن '41 ہی میں رجا شاہ گری سے اتار دیا گیا اور اس کا بیٹا سال کا لڑکا ایران کے تخت پر بیٹھا دیا گیا۔ ایران نے جرمنی کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ رجا شاہ کے خلاف اس سازش میں روس کا کوئی ہاتھ نہ تھا۔ لیکن امریکہ کا پورا پورا حصہ تھا۔

دسمبر سن '43 میں اँगریز، روس اور امریکا کیوں نے اعلان کر دیا کہ جنگ ختم ہونے کے چھ مہینے کے اندر سب وحشی فوجیں ایران سے ہٹا لی جائیں گی۔ دو ستمبر سن '45 کو جنگ ختم ہوئی۔ سن '46 میں اँगریز، امریکی اور روسی فوجیں ایران سے ہٹا لی گئیں۔

اسی سال آئرلینڈ سے تیل نکالنے کے لیے روس نے اپنی ایک کمپنی بنائی اور ایرانی سرکار سے اسی طرح تیل نکالنے کا ٹھکانہ لیا۔ جس طرح اँगریز کمپنی کو مل گیا تھا۔ فرق کہل رہا تھا کہ اँगریز

دوسری بڑی جنگ

سن '39 میں دوسری بڑی جنگ شروع ہو گئی۔ کچھ دنوں بعد جرمنی نے روس پر حملہ کر دیا۔ روس اور انگلینڈ دونوں کے لیے اب جرمنی کو روکنے کی کوشش کرنا ضروری ہو گیا۔ اس کے علاوہ روسی فوج کو روس اور سامان پہنچانے کا راستہ بھی ایران سے ہو کر ہی تھا۔ پھر وہی سن '41 میں روسی فوج نے آئرلینڈ پر اور اँगریزی فوج نے دیکھن ایران پر ایک ہی دن قبضہ کر لیا۔ رجا شاہ خاص کر اँगریزوں کے اس قبضے کے خلاف تھا۔ وہ ایران کی طرف سے جرمنی کے خلاف جنگ کا اعلان کرنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ اँगریزوں کی سازشیں ایران میں رجا شاہ کے خلاف پہلے ہی سے چل رہی تھیں۔ رجا شاہ کے سماج سدھاروں سے موقع پا کر اँगریزوں نے کٹر مائیلیٹیوں اور ایران کے کچھ بڑے بڑے زمینداروں کو رجا شاہ کے خلاف تیار کیا۔ سن '41 ہی میں رجا شاہ گری سے اتار دیا گیا اور اس کا بیٹا سال کا لڑکا ایران کے تخت پر بیٹھا دیا گیا۔ ایران نے جرمنی کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ رجا شاہ کے خلاف اس سازش میں روس کا کوئی ہاتھ نہ تھا۔ لیکن امریکہ کا پورا پورا حصہ تھا۔

دسمبر سن '43 میں اँगریز، روس اور امریکا کیوں نے اعلان کر دیا کہ جنگ ختم ہونے کے چھ مہینے کے اندر سب وحشی فوجیں ایران سے ہٹا لی جائیں گی۔ دو ستمبر سن '45 کو جنگ ختم ہوئی۔ سن '46 میں اँगریز، امریکی اور روسی فوجیں ایران سے ہٹا لی گئیں۔

اسی سال آئرلینڈ سے تیل نکالنے کے لیے روس نے اپنی ایک کمپنی بنائی اور ایرانی سرکار سے اسی طرح تیل نکالنے کا ٹھکانہ لیا۔ جس طرح اँगریز کمپنی کو مل گیا تھا۔ فرق کہل رہا تھا کہ اँगریز

ہو گیا تھا، ایک ایک کر کے سب مخالفین انگریزوں سے واپس لے گئے جو ایران کی کمزوری کے زمانے میں انہیں مل چکی تھی۔ اسپیڈیل ہینک آف پرمیٹا توڑ ڈالا گیا۔ ایران کی کھادی میں سب انگریزی روشنی گھروں پر ایرانی سرکار کا قبضہ ہو گیا۔ انڈو یورپین ٹیلیگراف کمپنی کا سارا کاروبار ایرانی سرکار نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ انگلینڈ کو اپنے کونٹری بھرنے کے اسٹیشن ہٹانے پرے دھکے۔

ایران اور انگریزوں کا سمبندھ اب صرف ایک چھوڑے مارے میں رہ گیا اور وہ تھا تیل نکالنے کا ٹھیکہ۔ یہ ٹھیکہ ایرانی سرکار کی طرف سے ایک انگریزی بھوپاری کمپنی اینگلو ایرانیون 'آئل کمپنی' کو ملا ہوا تھا اور طے یہ تھا کہ انگریز کمپنی تیل کے اس بھوپار سے جو کچھ مبالغہ نمائیکی اسکا سولہ فیصدی ایرانی سرکار کو دیگی۔

جس طرح اس وقت 'یو۔ این۔ او' ہے اسی طرح اس وقت 'لیگ آف نیشنس' بنی ہوئی تھی۔ 'یو۔ این۔ او' کہلے کو سب قوموں کی پلچاٹ ہے پر اصل میں دو نہیں سلطنت کے پھاسے ملکوں کے ہاتھ کی کٹھ پتلی ہے۔

تھیک یہی حالت اس وقت لیگ آف نیشنس کی تھی۔ جس طرح اب سن 1951 میں اینگلو ایرانیون آئل کمپنی نے متعدد مصادق کے حکم کے خلاف 'یو۔ این۔ او' کی قائم کی ہوئی تھیک کی انٹر قومی عدالت سے اپیل کی ہے' اسی طرح اس وقت اسی کمپنی نے رضا شاہ کے حکم کے خلاف لیگ آف نیشنس سے اپیل کرنا چاہا تھا۔

جس طرح متعدد مصادق نے اس سے ایرانی سرکار اور ایک بھوپاری کمپنی کے بیچ کے جھگڑے میں انٹر قومی عدالت کے ادھیکار کو ماننے سے انکار کر دیا اس طرح اس سے رضا شاہ نے لیگ آف نیشنس کے ادھیکار کو ماننے سے انکار کر دیا۔

سن 1933 کا سمبھوتہ

بات چیت ہوئی۔ کمپنی نے بہت سی نئی شرطیں رضا شاہ کی مان لیں۔ صرف ایک بات پر معاملہ کچھ اٹکا۔ نئی شرطوں کے بدلے میں کمپنی نے اس بات پر زور دیا کہ کمپنی کا ٹھیکہ نہرے سرے سے ساتھ برس کے لئے کر دیا جائے۔ یعنی جو ٹھیکہ سن 1962 میں ختم ہونے والا تھا وہ سن 1993 میں ختم ہو۔ اس شرط کو منظور کرانے کے

* نومبر سن 1932 میں رضا شاہ نے یہ دیکھ کر کہ انگریز کمپنی ایرانی سرکار کو اس کے حصے کی ملاصوبہ رقم ادا نہیں کر رہی ہے کمپنی پر کچھ نئی شرطیں لگانا چاہا اور حکم دیا کہ اگر نئی شرطیں نہ مانی گئیں تو کمپنی کا ٹھیکہ رد سمجھا جائیگا۔

*جس طرح اس وقت 'یو۔ این۔ او' ہے اسی طرح اس وقت 'لیگ آف نیشنس' بنی ہوئی تھی۔ 'یو۔ این۔ او' کہلے کو سب قوموں کی پلچاٹ ہے پر اصل میں دو نہیں سلطنت کے پھاسے ملکوں کے ہاتھ کی کٹھ پتلی ہے، ٹیک یہی حالت اس وقت لیگ آف نیشنس کی تھی۔ جس طرح اب سن 1951 میں اینگلو ایرانیون آئل کمپنی نے متعدد مصادق کے حکم کے خلاف 'یو۔ این۔ او' کی قائم کی ہوئی تھیک کی انٹر قومی عدالت سے اپیل کی ہے' اسی طرح اس وقت اسی کمپنی نے رضا شاہ کے حکم کے خلاف لیگ آف نیشنس سے اپیل کرنا چاہا تھا۔

سن 1933 کا سمبھوتہ

بات چیت ہوئی۔ کمپنی نے بہت سی نئی شرطیں رضا شاہ کی مان لیں۔ صرف ایک بات پر معاملہ کچھ اٹکا۔ نئی شرطوں کے بدلے میں کمپنی نے اس بات پر زور دیا کہ کمپنی کا ٹھیکہ نہرے سرے سے ساتھ برس کے لئے کر دیا جائے۔ یعنی جو ٹھیکہ سن 1962 میں ختم ہونے والا تھا وہ سن 1993 میں ختم ہو۔ اس شرط کو منظور کرانے کے

* نومبر سن 1932 میں رضا شاہ نے یہ دیکھ کر کہ انگریز کمپنی ایرانی سرکار کو اس کے حصے کی ملاصوبہ رقم ادا نہیں کر رہی ہے کمپنی پر کچھ نئی شرطیں لگانا چاہا اور حکم دیا کہ اگر نئی شرطیں نہ مانی گئیں تو کمپنی کا ٹھیکہ رد سمجھا جائیگا۔

اندر اس زمانے کے روسوں اور انگریزوں کی سازشوں کو دیکھ کر اچھی طرح اور بڑے درد کے ساتھ دیکھا ہے۔ روس اور انگلینڈ ہی کے اثر سے شستر کو ایران سے نکل دیا گیا۔ روس اور انگلینڈ کی سازشوں اور بوہتی چلی گئیں۔ ایران کی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی۔

پہلی بڑی جنگ

سن 1914 میں پہلی بڑی جنگ شروع ہوئی۔ ترکی اور جرمنی ایک طرف تھے اور انگلینڈ اور روس دوسری طرف۔ ترکی کی سرحد ایران کے اتر پچھمی سرحد سے ملتی ہوئی تھی۔ ترکی یا جرمنی کے حملے سے اپنے بچاؤ کا بہانہ لے کر اب روسی فوج نے باضابطہ اُتری ایران پر قبضہ کر لیا اور انگریزی فوج نے دکنی ایران میں قبضہ کر لیا۔

سن 1917 میں روس میں ہنگامہ ہوا۔ جارج کی حکومت ختم ہو گئی۔ روس میں بولشویک حکومت قائم ہو گئی۔ روس کی ساری راجدھانی تبدیل ہو گئی۔ اس انقلاب کے بعد ہی روس نے اپنی ساری فوج ایران سے ہٹائی۔

انگلینڈ کے لئے اب میدان اور صاف ہو گیا۔ سن 1918 میں جنگ ختم ہو گئی۔ پھر بھی انگریزی فوج ایران کو خالی کرنے کی بجائے اب اتر کی طرف پھیل گئی۔ ایران کا روس سے جتنا اب مٹ چکا تھا، پر اتر سے دکن تک سارے ایران میں اب جگہ جگہ انگریزی فوج کی چھاؤں تھیں۔

لارڈ کرزن کی سازش

سن 1919 میں لارڈ کرزن، جنہوں نے 14 برس پہلے ہندوستان کے گورنر جنرل کی حیثیت سے بنگال کے دو ٹکڑے کر کے اس ملک میں کھلی مچائی تھی، ایرانی سرکار کے ساتھ انہوں نے اب ایک نیا سمجھوتہ کرنا چاہا۔ اس سمجھوتے کی پہلی دفعہ یہ تھی کہ انگلینڈ کی سرکار ایران کو پوری طرح آزاد ملک مانتی ہے اور باقی سب دفعوں میں اس بات کا پرہیز کیا گیا تھا کہ ایران کی ساری فوج اور وہاں کے سارے سرکاری ملازمین انگریزوں کے پوری طرح ماتحت ہو جائیں۔

اسمیت نام کے ایک انگریز کو ایک بڑے پیمانے کے ساتھ ایرانی سرکار کا مالی صلاح کار (فائننس ایڈوائزر) بنا کر بھیجا گیا۔ اسمیت نام کے ایک نیا بینک انگریزوں کی پچھلی سے اور پوری طرح انگریزوں کے اقتدار میں طہران میں کھول دیا گیا جس سے ایران کے آئینک جہوں کو ہر طرح اپنے قبضہ میں رکھا جاسکے۔ ایرانی کی دلچسپی طہران میں سازشوں کا ایک نیا چال چل رہا تھا۔

سن 1914 میں پہلی بڑی جنگ شروع ہوئی۔ ترکی اور جرمنی ایک طرف تھے اور انگلینڈ اور روس دوسری طرف۔ ترکی کی سرحد ایران کے اتر پچھمی سرحد سے ملتی ہوئی تھی۔ ترکی یا جرمنی کے حملے سے اپنے بچاؤ کا بہانہ لے کر اب روسی فوج نے باضابطہ اُتری ایران پر قبضہ کر لیا اور انگریزی فوج نے دکنی ایران میں قبضہ کر لیا۔

پہلی بڑی جنگ

سن 1917 میں روس میں انقلاب ہوا۔ زار کی سلطنت ختم ہو گئی۔ روس میں بولشویک حکومت قائم ہو گئی۔ روس کی ساری راجدھانی تبدیل ہو گئی۔ اس انقلاب کے بعد ہی روس نے اپنی ساری فوج ایران سے ہٹائی۔

انگلینڈ کے لئے اب میدان اور صاف ہو گیا۔ سن 1918 میں جنگ ختم ہو گئی۔ پھر بھی انگریزی فوج ایران کو خالی کرنے کی بجائے اب اتر کی طرف پھیل گئی۔ ایران کا روس سے جتنا اب مٹ چکا تھا، پر اتر سے دکن تک سارے ایران میں اب جگہ جگہ انگریزی فوج کی چھاؤں تھیں۔

سن 1919 میں لارڈ کرزن، جنہوں نے 14 برس پہلے ہندوستان کے گورنر جنرل کی حیثیت سے بنگال کے دو ٹکڑے کر کے اس ملک میں کھلی مچائی تھی، ایرانی سرکار کے ساتھ انہوں نے اب ایک نیا سمجھوتہ کرنا چاہا۔ اس سمجھوتے کی پہلی دفعہ یہ تھی کہ انگلینڈ کی سرکار ایران کو پوری طرح آزاد ملک مانتی ہے اور باقی سب دفعوں میں اس بات کا پرہیز کیا گیا تھا کہ ایران کی ساری فوج اور وہاں کے سارے سرکاری ملازمین انگریزوں کے پوری طرح ماتحت ہو جائیں۔

لارڈ کرزن کی سازش

اسمیت نام کے ایک انگریز کو ایک بڑے پیمانے کے ساتھ ایرانی سرکار کا مالی صلاح کار (فائننس ایڈوائزر) بنا کر بھیجا گیا۔ اسمیت نام کے ایک نیا بینک انگریزوں کی پچھلی سے اور پوری طرح انگریزوں کے اقتدار میں طہران میں کھول دیا گیا جس سے ایران کے آئینک جہوں کو ہر طرح اپنے قبضہ میں رکھا جاسکے۔ ایرانی کی دلچسپی طہران میں سازشوں کا ایک نیا چال چل رہا تھا۔

جہازوں کو جہاز کی چوری روکنے کا بہانہ لے کر لوٹنا شروع کر دیا۔ ایران کے ساتھ مہمداروں کی ساری تجارت اپنے ہاتھ میں لے لی، اپنے جہازوں کے لئے کوئلہ بھرنے کے لئے اسٹیشن بنائے۔ یہاں تک کہ ایران کی کھادیں کا وہ سارا حصہ جو کھاد سے ملا ہوا ہے، انگریزوں کی فوجی جہازوں سے بھر گیا۔

سن 1901 میں انگریزوں نے دکن پچھمی ایران میں مٹی کے تیل کے کنوئیں کا پتہ لگانے اور تیل نکالنے کا ٹیکا ساٹھ برس کے لیے اس সময় کی کمپنیز اور ناسمک ایرانی سرکار سے حاصل کر لیا۔

روس بھی چپ نہ رہ سکتا تھا۔ اتر ایران میں جہاں روس اور ایران کی سرحد ملی ہوئی ہے، روس نے ریلوں بنائے، پہلک کھولنے اور تجارتی مال پر چنگی وصول کرنے کے لیے اسی سے اسے اس پاس ایرانی سرکار سے حاصل کر لیا۔

ایران کی لوٹ میں روس اور انگلینڈ کی لاگ قنات بڑھتی گئی۔

جرمنی بھی ایران کی کھادی کی طرف بڑھا اور ایک دو جگہ اس نے بھی اپنے فوجی جہازوں اترے بنا ڈالے۔

سن 1904 میں جرمنی کے خلیفہ انگلینڈ اور فرانس میں دوستی ہو گئی۔

سن 1905 میں روس جاپان یوکھ میں روس نے بوری طرح ہار کھائی۔

روس کی ہمتیں اب کچھ دنوں کے لئے توت چکی تھیں۔

سن 1907 میں انگلینڈ نے موقع دیکھ کر جرمنی کے خلاف روس کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا۔ انگلینڈ اور روس نے آپس میں طے کر لیا کہ ایران کے تین ٹکڑے کر دیے جائیں۔ اتر کا حصہ روس کے پاس رہے، دکن کا انگلینڈ کے اور باقی کا تھوڑا سا تھوڑا 'آزاد' چھوڑ دیا جائے۔

سن 1908 میں انگریزوں کو دکن پچھمی ایران میں کچھ تیل کے کنوئیں ملے۔ انگلینڈ کا ناتہ ایران کے ساتھ بڑھتا چلا گیا۔

روس اور انگلینڈ دونوں کی طرف سے اب ایران میں سازشوں کے جال بچھائے جانے لگے اور ایرانی سرکار کو اپنی کٹھنالی بنا کر رکھنے کی کوششیں ہونے لگیں۔

امریکیوں کے دل میں اس زمانے میں اپنا سامراج بڑھانے کی لالسا نہیں جاگی تھی۔ ایک امریکی وٹوان مارٹن ہسٹر کو ایرانی سرکار نے اپنے خزانے کا سب سے بڑا افسر مقرر کیا۔ ہسٹر ایک بڑا ایماندار آدمی تھا۔ ایرانیوں سے اسے اور اس سے ایرانیوں کو سچا پریم تھا۔ اس نے اپنی مشہور 'کتاب سترینکلیگ آف پرمیا' (ایران کا گہرا پوتا جانا) میں ایران کے

جرمنی بھی ایران کی کھادی کی طرف بڑھا اور ایک دو جگہ اس نے بھی اپنے فوجی جہازوں اترے بنا ڈالے۔

سن 1904 میں جرمنی کے خلیفہ انگلینڈ اور فرانس میں دوستی ہو گئی۔

سن 1905 میں روس جاپان یوکھ میں روس نے بوری طرح ہار کھائی۔

روس کی ہمتیں اب کچھ دنوں کے لئے توت چکی تھیں۔

سن 1907 میں انگلینڈ نے موقع دیکھ کر جرمنی کے خلاف روس کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا۔ انگلینڈ اور روس نے آپس میں طے کر لیا کہ ایران کے تین ٹکڑے کر دیے جائیں۔ اتر کا حصہ روس کے پاس رہے، دکن کا انگلینڈ کے اور باقی کا تھوڑا سا تھوڑا 'آزاد' چھوڑ دیا جائے۔

سن 1908 میں انگریزوں کو دکن پچھمی ایران میں کچھ تیل کے کنوئیں ملے۔ انگلینڈ کا ناتہ ایران کے ساتھ بڑھتا چلا گیا۔

روس اور انگلینڈ دونوں کی طرف سے اب ایران میں سازشوں کے جال بچھائے جانے لگے اور ایرانی سرکار کو اپنی کٹھنالی بنا کر رکھنے کی کوششیں ہونے لگیں۔

امریکیوں کے دل میں اس زمانے میں اپنا سامراج بڑھانے کی لالسا نہیں جاگی تھی۔ ایک امریکی وٹوان مارٹن ہسٹر کو ایرانی سرکار نے اپنے خزانے کا سب سے بڑا افسر مقرر کیا۔ ہسٹر ایک بڑا ایماندار آدمی تھا۔ ایرانیوں سے اسے اور اس سے ایرانیوں کو سچا پریم تھا۔ اس نے اپنی مشہور 'کتاب سترینکلیگ آف پرمیا' (ایران کا گہرا پوتا جانا) میں ایران کے

سن 1907 میں انگلینڈ نے موقع دیکھ کر جرمنی کے خلاف روس کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا۔ انگلینڈ اور روس نے آپس میں طے کر لیا کہ ایران کے تین ٹکڑے کر دیے جائیں۔ اتر کا حصہ روس کے پاس رہے، دکن کا انگلینڈ کے اور باقی کا تھوڑا سا تھوڑا 'آزاد' چھوڑ دیا جائے۔

سن 1908 میں انگریزوں کو دکن پچھمی ایران میں کچھ تیل کے کنوئیں ملے۔ انگلینڈ کا ناتہ ایران کے ساتھ بڑھتا چلا گیا۔

روس اور انگلینڈ دونوں کی طرف سے اب ایران میں سازشوں کے جال بچھائے جانے لگے اور ایرانی سرکار کو اپنی کٹھنالی بنا کر رکھنے کی کوششیں ہونے لگیں۔

امریکیوں کے دل میں اس زمانے میں اپنا سامراج بڑھانے کی لالسا نہیں جاگی تھی۔ ایک امریکی وٹوان مارٹن ہسٹر کو ایرانی سرکار نے اپنے خزانے کا سب سے بڑا افسر مقرر کیا۔ ہسٹر ایک بڑا ایماندار آدمی تھا۔ ایرانیوں سے اسے اور اس سے ایرانیوں کو سچا پریم تھا۔ اس نے اپنی مشہور 'کتاب سترینکلیگ آف پرمیا' (ایران کا گہرا پوتا جانا) میں ایران کے

کا بدن इतना हलका फुलका है कि मालूम होता है हवा के एक झोंके में उड़ जायगा, पर उस दुबले पतले जिस्म के अन्दर ऐसी जबरदस्त क़व्वते इरादी (संकल्प शक्ति) है जो ईरान के अलबुर्ज पहाड़ की चट्टान से भी ज्यादा अटल और जो अबादान के सारे तेल से ज्यादा भबक चठने वाली है।”

मुस्सादिक के रहन सहन से लोग उन्हें 'दरवेश' कहते हैं, कहते हैं उनका बिना फरश का कमरा सामान से उतना ही खाली होता है जितना किसी साधू की कुटिया. वह ईरान के "सन्त देशभक्त" कहलाते हैं. लोग महात्मा गांधी से उनकी तुलना करते हैं.

मालूम होता है मुस्सादिक तेल के मामले में अंगरेजों के या दुनिया की किसी भी ताकत के सामने बाल बराबर भी झुकने को तैयार नहीं. पर मोहम्मद मुस्सादिक कट्टर या अंधविश्वासी नहीं हैं. उन्होंने फ्रान्स में राजनीत और अर्थशास्त्र की तालीम पाई है, स्वेटजरलैन्ड में कानून के डॉक्टर की डिग्री ली है. मुस्सादिक उनका गुरु का नाम नहीं है. जब उनकी उमर केवल 25 बरस की थी तो उनकी गौर मामूली ईमानदारी और सच्चाई को देख कर उस समय के ईरान के शाह ने उन्हें 'मुस्सादिक' का खिताब दिया था जिसके मानी होते हैं सच्चा और ईमानदार. दुनिया के बहुत से लोगों को यक़ीन है कि मुस्सादिक न केवल ईरानियों को घरीबी और जहालत से ही छुटकारा दिलाने के लिये आए हैं बल्कि बीच एशिया और पच्छिम एशिया के देशों की बहुत सी चलमनों के उनके ज़रिये सुलझने की आशा की जाती है.

महात्मा गांधी और मोहम्मद मुस्सादिक में बहुत सी बातें मिलती जुलती हैं और इसमें कोई शक नहीं मोहम्मद मुस्सादिक इस समय की दुनिया के ऊँचे से ऊँचे और नेक से नेक आदमियों में से हैं.

ईरान, इंगलैन्ड और रूस

इंगलैन्ड ने पिछली सदी में ईरान और आसपास के समन्दर में वसी तरह बढ़ना शुरू किया जिस तरह कई सदी पहले ईस्ट इंडिया कम्पनी ने हिन्दुस्तान में किया था. सन 1870 में एक इन्डो योरोपियन टेलीग्राफ कम्पनी बनाई गई जिसने हिन्दुस्तान और योरप में सम्बन्ध के लिये ईरान के अन्दर तार के खम्बे बिछाने शुरू किये. इसके बाद अंगरेज ईरान की खाड़ी की तरफ बढ़े. धीरे धीरे ईरान के किनारे के समन्दर में इधर से उधर तक अंगरेजों ने अपने रोशनी घर (लाइट हाउस) बना डाले, समन्दर से तार खबर भेजने के लिये 'केबल्स' डाल दिये, ठीक जिस तरह वह हिन्दुस्तान में कर चुके थे वसी तरह पास से जाने वाले

का بدن تنها هلكه چلكه ه كه معلوم هوتا ه هوا كے ایک جھونکے میں اُڑ جائیگا' پر اُس دبلے پتلے جسم کے اندر ایسی زبردست قوت اِرادتی (سکल्प شکتی) ه جو ایران کے البرز پہاڑ کی چٹان سے بھی زیادہ اُتل اور جو ابادان کے سارے تیل سے زیادہ بھوک اُٹھنے والی ه.

مصادیق کے رہن سہن سے لوگ انہوں 'درویشی' کہتے ہیں. کہتے ہیں اُن کا بلدا فرش کا کمرہ سامان سے اُنکا ہی خالی ہوتا ه جتنا کسی سادھو کی کتھا. وہ ایران کے "سنت دیس بھکت" کہلاتے ہیں لوگ مہاتما گاندھی سے اُن کی تُلنا کرتے ہیں.

معلوم ہوتا ه مصادیق تیل کے معاملے میں انگریزوں کے پا دنیا کی کسی بھی طاقت کے سامنے بال برابر بھی جھکنے کو تیار نہیں. پر محمد مصادیق کتریا اندھ وشواسی نہیں ہیں. انہوں نے فرانس میں راج تھت اور اوتھ شاستر کی تعلیم پائی ه سوئزرلینڈ میں قانون کے ڈاکٹر کی تھری لی ه. مصادیق ان کا شروع کا نام نہیں ه. جب اُنکی عمر کھول 25 برس کی تھی تو اُنکی فادر معمولی ایمانداری اور سچائی کو دیکھکر اُس سمے کے ایران کے شاہ نے انہیں 'مصادیق' کا خطاب دیا تھا جس کے معنی ہوتے ہیں سچا اور ایماندار. دنیا کے بہت سے لوگوں کو یقین ه كه مصادیق نہ کھول ایرانہوں کو فریبی اور جھالت سے ہی چھٹکارا دلانے کے لئے آئے ہیں بلکہ ہوج ایشیا اور پچھم ایشیا کے دیسوں کی بہت سی الجھنوں کے اُن کے ذریعے سلجھنے کی آشا کی جاتی ه.

مہاتما گاندھی اور محمد مصادیق میں بہت سی باتیں ملتی جلتی ہیں اور اُس میں کوئی شک نہیں' محمد مصادیق اُس سمے کی دنیا کے اونچے سے اونچے اور لوک سے نہک آدمیوں میں سے ہیں.

ایران' انگلینڈ اور روس

انگلینڈ نے پچھلی صدی میں ایران اور اُس پاس کے سمندرو میں اُسی طرح بڑھنا شروع کھا جس طرح کئی صدی پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندستان میں کھا تھا. سن 1870 میں ایک انڈو یورپین ٹیلیگراف کمپنی بلانی گئی جس نے ہندستان اور یورپ میں سمبندھ کے لئے ایران کے اندر تار کے کھمبے بچھانے شروع کئے. اس کے بعد انگریز ایران کی کھاری کی طرف بڑھے. دھیرے دھیرے ایران کے کنارے کے سمندرو میں اُدھر سے اُدھر تک انگریزوں نے اپنے رہنئی کھو (لائٹ ہاؤس) بنا ڈالے' سمندرو سے تار پھر پھیلنے کے لئے 'کوبلس' ڈال دیئے' ٹھیک جس طرح وہ ہندستان میں پھیل چکے تھے اُسی طرح پاس سے جانے والے

ہماری رائے

ایران کا تیل संکٹ—

ایران کی آج کل کی موسمیاتی کی شروعات سب سے پہلی یہی ہے کہ اس وقت سے ہوتی ہے جب انگریزی راج بھارت میں پوری طرح جم چکا تھا۔ روس کے زار کا جی انگلینڈ کے اس نئے سامراج کو دیکھ کر لگتا تھا اور هندوستان پر روس کے حملے کی خبریں آئے دن آرہی تھیں۔ روس کے بڑھنے کا راستہ ایران ہو کر ہی دکھائی دیتا تھا اور ایران میں ہی انگریز سب سے زیادہ کامیابی کے ساتھ بڑھتی ہوئی روسی فوج کو روک سکتے تھے۔ اس پرانے انتہاس میں جانے سے پہلے ہمیں ایک نیا آس آدسی پر ڈال لینی چاہئے جس کے ہاتھوں میں اس سے ایرانی قوم کی راج کاجی باگ نظر آتی ہے۔

ایران کا تیل سنکٹ —

ایران کی آج کل کی موسمیاتی کی شروعات سب سے پہلی یہی ہے کہ اس وقت سے ہوتی ہے جب انگریزی راج بھارت میں پوری طرح جم چکا تھا۔ روس کے زار کا جی انگلینڈ کے اس نئے سامراج کو دیکھ کر لگتا تھا اور هندوستان پر روس کے حملے کی خبریں آئے دن آرہی تھیں۔ روس کے بڑھنے کا راستہ ایران ہو کر ہی دکھائی دیتا تھا اور ایران میں ہی انگریز سب سے زیادہ کامیابی کے ساتھ بڑھتی ہوئی روسی فوج کو روک سکتے تھے۔ اس پرانے انتہاس میں جانے سے پہلے ہمیں ایک نیا آس آدسی پر ڈال لینی چاہئے جس کے ہاتھوں میں اس سے ایرانی قوم کی راج کاجی باگ نظر آتی ہے۔

ڈاکٹر محمد مصدق

ڈاکٹر محمد مصدق

ایران کے آج کل کے بڑے بڑے ڈاکٹر محمد مصدق کی عمر اس وقت تک لگ بھگ پچاس سال کی ہے۔ کچھ پہلے تک دنیا میں بہت کم لوگ انہیں جانتے تھے۔ آج دنیا کا شاید ہی کوئی اخبار ہو جس میں مصدق کا نام بار بار نہ آچکا ہو۔ یورپ کے پتھر کار اور راج کاجی لوگ عام طور پر مصدق کی حد درجے کی سادگی، سچائی، ایمانداری اور دیہی بہمتی کی تعریف کرتے ہیں۔ حال میں ایک چالاک انگریز راج نے مصدق کی تیل کے معاملے میں مصدق سے ملنے گئے تھے۔ لوت کو اپنی ناکامی کی چرچا کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ”ہم ایک ایسے بد معاشرے سے کام چلا سکتے تھے جس پر بھروسہ ہو سکتا“ پر ایک ایماندار مگر مذہبی آدمی نے کہا کہ ”مصدق“ مصدق بہت بہادری ہیں۔ ایران کی مجلس میں ایران کی مصیبتوں کا ذکر کرتے ہوئے وہ بار بار رو پڑتے ہیں۔ ان کے لگ اور نسواں ہونے کو بھی سب مانتے ہیں۔ 21 مئی کو ایران کی سینیٹ میں روئے ہوئے انہوں نے کہا — ”میں یہ تیل کا معاملہ ختم کرلوں اور فرنٹ تم میری جگہ دوسرا آدمی مقرر کر لیتا۔“ دوسری طرف ایک امریکی لکھتا ہے — ”مصدق

ایران کے آج کل کے بڑے بڑے ڈاکٹر محمد مصدق کی عمر اس وقت تک لگ بھگ پچاس سال کی ہے۔ کچھ پہلے تک دنیا میں بہت کم لوگ انہیں جانتے تھے۔ آج دنیا کا شاید ہی کوئی اخبار ہو جس میں مصدق کا نام بار بار نہ آچکا ہو۔ یورپ کے پتھر کار اور راج کاجی لوگ عام طور پر مصدق کی حد درجے کی سادگی، سچائی، ایمانداری اور دیہی بہمتی کی تعریف کرتے ہیں۔ حال میں ایک چالاک انگریز راج نے مصدق کی تیل کے معاملے میں مصدق سے ملنے گئے تھے۔ لوت کو اپنی ناکامی کی چرچا کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ”ہم ایک ایسے بد معاشرے سے کام چلا سکتے تھے جس پر بھروسہ ہو سکتا“ پر ایک ایماندار مگر مذہبی آدمی نے کہا کہ ”مصدق“ مصدق بہت بہادری ہیں۔ ایران کی مجلس میں ایران کی مصیبتوں کا ذکر کرتے ہوئے وہ بار بار رو پڑتے ہیں۔ ان کے لگ اور نسواں ہونے کو بھی سب مانتے ہیں۔ 21 مئی کو ایران کی سینیٹ میں روئے ہوئے انہوں نے کہا — ”میں یہ تیل کا معاملہ ختم کرلوں اور فرنٹ تم میری جگہ دوسرا آدمی مقرر کر لیتا۔“ دوسری طرف ایک امریکی لکھتا ہے — ”مصدق

ہے کہ ہینڈوستان کی ہر بولی میں اسکا انوچار نکلتا ہے۔ ہر لکھنوی نے اسکا انوچار لکھنا سیکھا ہے۔ ہر لکھنوی نے اسکا انوچار لکھنا سیکھا ہے۔ ہر لکھنوی نے اسکا انوچار لکھنا سیکھا ہے۔

—سورہا رامभाई

ستری پुरुश मर्यादा

लेखक—किशोरलाल मरारुवाला, लिखावट—नागरी.

सफे—एक सौ अठासी. दाम—पौने दो रुपया.

मिलने का पता—नवजीवन प्रकाशन मंदिर, अहम-
दाबाद.

यह किताब गुजराती में लिखे हुए लेखों के संग्रह का
हिन्दुस्तानी में तरजुमा है.

इसका हर लेख पढ़ने, और ध्यान से पढ़ने लायक
है. हर लेख में नयापन तो मिलेगा ही, और साथ में दो
बीजों और मिलेंगी. एक यह कि पढ़ने वाले के मन में पढ़े
बरसों के शक आसानी से दूर होते चले जायेंगे. दूसरी
बात यह कि पढ़ने वाले में एक जान सी पड़ती मात्त
पड़ेगी, जिसके बल पर उसे समाज में इनकलाब करने
की बात सूझ सकती है.

किताब के लिखने वाले श्री किशोर लाल मरारुवाला
ऐसे आदमी हैं जिनकी लेखनी से यह सब शोभा देता है.

हम ज्यादा न कहकर नीचे कुछ लेख गिनाये देते हैं,
जिनपर बड़ी साफ राय आदिर की गई है जिसकी आज-
कल बड़ी जरूरत थी.

1. पुरुषों के दोरा
2. नवजवान और शादी
3. स्त्रियों पर अत्याचार
4. स्त्री-पुरुष का सम्बन्ध
5. सह शिक्षा
6. संतति नियमन का सवाल
7. बुढ़ापे में विवाह
8. ब्रह्मचर्य का साधक

कहीं कहीं भाशा कठिन हो गई है. संस्कृत के ऐसे
शब्दों की भरमार है कि काजिज के विद्यार्थी भी दीपनी
वानी ग्लासरी की मदद के बिना किताब से पूरा फायदा नहीं
कर सकते. इतनी काम की किताब के साथ दीपनी होना
जरूरी थी.

—म.

के हस्तगत کی ہر بولی میں اس کا انوچار نکلتا ہے۔ ہر لکھنوی نے اس کا انوچار لکھنا سیکھا ہے۔ ہر لکھنوی نے اس کا انوچار لکھنا سیکھا ہے۔ ہر لکھنوی نے اس کا انوچار لکھنا سیکھا ہے۔

—سورہا رام भाई

ستری پुरुश مریاد

لیکھک — کشور لال مشرور والا لکھاوت—ناگری.

صفحه — ایک سو اٹھاسی. دام — پونے دو روپے.

میلے کا پتہ — نوجہون پرکاشن ملندر، احمدآباد.

یہ کتاب کجراتی میں لکھ ہوئے لکھوں کے ملکر کا
ہستاتی میں ترجمہ ہے.

اس کا ہر لکھ پڑھنے اور دھیان سے پڑھنے لائق ہے.
لکھ میں نہا ہیں تو ملے کا ہی، اور ساتھ میں دو چیزیں
ملیں گی. ایک یہ کہ پڑھنے والے کے من میں پڑے
سوں کے شک آسانی سے دور ہوتے چلے جائیں گے. دوسری
ت یہ کہ پڑھنے والے میں ایک جان سی پڑتی معلوم
ہے کی جسکے بل پر اُسے سماج میں انقلاب کرنے کی بات
چھ سکتی ہے.

کتاب کے لکھنے والے شری کشور لال مشرور والا ایسے
س ہیں جنکی لکھلی سے یہ سب شوبھا دیتا ہے.
ہم زیادہ نہ کہہ کر نہیں کہہ لکھ گنائے دیتے ہیں
پر پڑی صاف رائے ظاہر ہی گئی ہے جسکی آج کل
ضرورت تھی.

1. پرشوں کے دوس
2. نوجوان اور شادی
3. استریوں پر اٹھاچار
4. استری پرش کا سمبندھ
5. سپہ شکھا
6. سنتی نہیں کا سوال
7. بڑھاپے میں وواہ
8. بڑھاپے کا سادھوہ

کبھی کبھی بھلاشا کلین ہوگئی ہے. سنسکرت کے
سے شبدوں کی بہرماز ہے کہ کالج کے دیار بھی تھیلی
لی گلاسری کی مدد کے بغیر کتاب سے پورا فائدہ نہیں اٹھا
تے. اتنی علم کی کتاب کے ساتھ تھیلی ہونا ضروری تھی.

—م.

”مہا ناٹیک (سپر ہیرو) ہے۔“ یہ شاہی مارچ 1948 میں سہارا گرام آشرم میں ٹھہر رہا تھا۔ وہاں پر پندرہ سال کی عمر میں وہی۔

کُل کتاب میں 54 صفحے ہیں جن میں سے 23 صفحے کی مہا ناٹیک (سپر ہیرو) کی کہانی ہے۔ کتاب کے بارے میں ایک بہت ہی دلچسپ اور آنکھیں کھول دینے والی کہانی ہے۔

23 صفحے کی شری کشو لال بھائی کی کہانی ہے۔ کتاب کے بارے میں ایک بہت ہی دلچسپ اور آنکھیں کھول دینے والی کہانی ہے۔

شری کشو لال بھائی کی کہانی ہے۔ کتاب کے بارے میں ایک بہت ہی دلچسپ اور آنکھیں کھول دینے والی کہانی ہے۔

”.....بہت سے آدمی ایسے ہیں جو سبھی طرح کے مذہبی وشواس سے بے پروا ہیں یا ان کا خیال ہے کہ وہ بڑی ہیں، لیکن دراصل وہ ایک اتنی بڑھک چیتا کی حالت میں قویہ دھتے ہیں، جسے وہ سماج واد، کمونزم، جدودیا واد، اشتاریت یا بدھی واد بھی کہتے ہیں۔ وچار کی چھڑ سے نہیں لیکن وچار کی باندی یا خوبی سے اس کا پیدا ہونا نشوونما ہوتا ہے۔ اور ہم یہ طے کر سکتے ہیں کہ وہ مذہب سے پیدا ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر وہ وچار ہر طرح کی مصدحت سے کر، ایک لگن اور ہر طرح کے بلوہان کی تہاری کے ساتھ، سچائی کی کھوج کی طرف نڈرتا سے جاتا ہے تو میں اسے مذہب ہی کہوں گا۔ کیونکہ مذہب کے اندر یہ وشواس شامل ہے کہ انسان کی کوشش کا مقصد سماج کے خدوں سے اونچا اور سارے مانو سماج کے جہوں سے بھی اونچا ہے۔ ناسکتا ہو، جب وہ سو فیصدی سچی طاقتور پروگراموں سے نکلتی ہے، اور جب وہ کمزوری کی لہجہ بلکہ طاقت کی ایک شکل ہوتی ہے، تو وہ بھی دھارمک آتما کی بہان سہلا کے مارج میں شامل ہو جاتی ہے۔“

جیسا ہم اوپر کہ چکے ہیں کتاب پوہلے لائق ہے۔ ہر انگریزی جاننے والے سے ہم کہیں کہ اس کو پور سے دیکھ اور نو جہوں پرکشن ملدر سے ہماری پراوتہا

”.....بہت سے آدمی ایسے ہیں جو سبھی طرح کے مذہبی وشواس سے بے پروا ہیں یا ان کا خیال ہے کہ وہ بڑی ہیں، لیکن دراصل وہ ایک اتنی بڑھک چیتا کی حالت میں قویہ دھتے ہیں، جسے وہ سماج واد، کمونزم، جدودیا واد، اشتاریت یا بدھی واد بھی کہتے ہیں۔ وچار کی چھڑ سے نہیں لیکن وچار کی باندی یا خوبی سے اس کا پیدا ہونا نشوونما ہوتا ہے۔ اور ہم یہ طے کر سکتے ہیں کہ وہ مذہب سے پیدا ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر وہ وچار ہر طرح کی مصدحت سے کر، ایک لگن اور ہر طرح کے بلوہان کی تہاری کے ساتھ، سچائی کی کھوج کی طرف نڈرتا سے جاتا ہے تو میں اسے مذہب ہی کہوں گا۔ کیونکہ مذہب کے اندر یہ وشواس شامل ہے کہ انسان کی کوشش کا مقصد سماج کے خدوں سے اونچا اور سارے مانو سماج کے جہوں سے بھی اونچا ہے۔ ناسکتا ہو، جب وہ سو فیصدی سچی طاقتور پروگراموں سے نکلتی ہے، اور جب وہ کمزوری کی لہجہ بلکہ طاقت کی ایک شکل ہوتی ہے، تو وہ بھی دھارمک آتما کی بہان سہلا کے مارج میں شامل ہو جاتی ہے۔“

جیسا ہم اوپر کہ چکے ہیں کتاب پوہلے لائق ہے۔ ہر انگریزی جاننے والے سے ہم کہیں کہ اس کو پور سے دیکھ اور نو جہوں پرکشن ملدر سے ہماری پراوتہا

جیسا ہم اوپر کہ چکے ہیں کتاب پوہلے لائق ہے۔ ہر انگریزی جاننے والے سے ہم کہیں کہ اس کو پور سے دیکھ اور نو جہوں پرکشن ملدر سے ہماری پراوتہا

جیسا ہم اوپر کہ چکے ہیں کتاب پوہلے لائق ہے۔ ہر انگریزی جاننے والے سے ہم کہیں کہ اس کو پور سے دیکھ اور نو جہوں پرکشن ملدر سے ہماری پراوتہا

جیسا ہم اوپر کہ چکے ہیں کتاب پوہلے لائق ہے۔ ہر انگریزی جاننے والے سے ہم کہیں کہ اس کو پور سے دیکھ اور نو جہوں پرکشن ملدر سے ہماری پراوتہا

جیسا ہم اوپر کہ چکے ہیں کتاب پوہلے لائق ہے۔ ہر انگریزی جاننے والے سے ہم کہیں کہ اس کو پور سے دیکھ اور نو جہوں پرکشن ملدر سے ہماری پراوتہا

جیسا ہم اوپر کہ چکے ہیں کتاب پوہلے لائق ہے۔ ہر انگریزی جاننے والے سے ہم کہیں کہ اس کو پور سے دیکھ اور نو جہوں پرکشن ملدر سے ہماری پراوتہا

ان ایتھیسٹ وں گاندھی

لکھک—भाई गोरा (जी. राम चन्द्र राव)

भूमिका लेखक—भाई किशोर लाल मशरुवाला.

लिखावट—अंगरेजी, दाम—एक रुपया.

निकालने वाले—नवजीवन पब्लिशिंग हाउस, अहमदाबाद.

गान्धी जी की शाहादत के बाद उनके ऊपर उनके जीवन की मांकियों और दूसरी चीजों को लेकर बहुत बड़ी तादाद में किताबें निकली हैं. लेकिन वह सब एक तरफ और भाई गोरा की यह किताब एक तरफ. इसमें हमें बापू के जीवन का एक बड़े कमाल का पहलू मिलता है, पहले तो बापू ने गोरा से मिलने से इनकार किया मगर बाद में जब गोरा के नास्तिक केन्द्र पटामाटा (बेजबाड़ा-आन्ध्र) के एक कारकुन ने वहाँ के काम की तस्वीर बापू के आगे रखी तो उन्होंने केन्द्र के मुखिया, गोरा को अपने आश्रम में आने की दावत दी. यही नहीं, बापू ने उनके केन्द्र के साथियों और उनके बीबी बच्चों को भी बुलाया और उनसे बातें कीं.

गोरा का कहना है कि बीसियों लोगों ने नास्तिक केन्द्र और नास्तिकता के बारे में उनसे बरबा की थी लेकिन एक सवाल जो बापू ने उनसे किया वह और किसी ने कभी नहीं किया—यह कि “आप नास्तिकता क्यों चाहते हैं?” यह ऐसा दुर्ब भरा सवाल था जिससे गोरा का रोम रोम हिल उठा और उन्होंने ने सारी वास्तान सुना कर बापू को आखिर में बतलाया कि मैं नास्तिकता इस बजह से चाहता हूँ ताकि इनसान में खुद के अन्दर भरोसा पैदा हो और अहिंसात्मक तरीके से समाजी और माली बराबरी कायम की जा सके. इस पर बापू ने कहा कि “न मैं यह कह सकता हूँ कि आपकी नास्तिकता गलत है न यह कि मेरी आस्तिकता ही सही है. हम दोनों सच की तलाश में हैं... मैं आपकी मदद करूँगा, हालाँकि आपका रास्ता मेरे रास्ते के खिलाफ है.” इतनी गहरी हमदरदी का वादा पाकर गोरा का कलेजा फूल उठा,

लेकिन घटनाओं का चक्कर कुछ इस तरह चला कि बापू फिर गोरा को अपने सामने सेबाग्राम न बुला सके. गोरा जन्म के ब्राह्मन हैं. उन्होंने अपनी बेटी की शादी एक हरिजन लड़के से करना तय की थी. यह शादी बापू कराने वाले थे और मद्रास में गोरा से मुलाकात होने पर बापू ने उनसे कहा था कि क्योंकि लड़का लड़की दोनों ही नास्तिक हैं इसलिये शादी की रस्म में ‘ईश्वर के नाम पर’ लक्ष्म न आकर ‘सत्य के नाम पर’ लक्ष्म आयेंगे, और आगे उन्होंने

न अित्थिस्त वं गान्धे

लेखक—भाई गोरा (जी. राम चन्द्र राव)

भूमिका लेखक—भाई किशोर लाल मशरुवाला.

लिखावट—अंगरेजी, दाम—एक रुपया.

निकालने वाले—नवजीवन पब्लिशिंग हाउस, अहमदाबाद.

गान्धी जी की शहादत के बाद उनके ऊपर उनके जीवन की मांकियों और दूसरी चीजों को लेकर बहुत बड़ी तादाद में किताबें निकली हैं. लेकिन वह सब एक तरफ और भाई गोरा की यह किताब एक तरफ. इसमें हमें बापू के जीवन का एक बड़े कमाल का पहलू मिलता है. पहले तो बापू ने गोरा से मिलने से इनकार किया मगर बाद में जब गोरा के नास्तिक केन्द्र पटामाटा (बेजबाड़ा-आन्ध्र) के एक कारकुन ने वहाँ के काम की तस्वीर बापू के आगे रखी तो उन्होंने केन्द्र के मुखिया, गोरा को अपने आश्रम में आने की दावत दी. यही नहीं, बापू ने उनके केन्द्र के साथियों और उनके बीबी बच्चों को भी बुलाया और उनसे बातें कीं.

गोरा का कहना है कि बीसियों लोगों ने नास्तिक केन्द्र और नास्तिकता के बारे में उनसे बरबा की थी लेकिन एक सवाल जो बापू ने उनसे किया वह और किसी ने कभी नहीं किया—यह कि “आप नास्तिकता क्यों चाहते हैं?” यह ऐसा दुर्ब भरा सवाल था जिससे गोरा का रोम रोम हिल उठा और उन्होंने ने सारी वास्तान सुना कर बापू को आखिर में बतलाया कि मैं नास्तिकता इस बजह से चाहता हूँ ताकि इनसान में खुद के अन्दर भरोसा पैदा हो और अहिंसात्मक तरीके से समाजी और माली बराबरी कायम की जा सके. इस पर बापू ने कहा कि “न मैं यह कह सकता हूँ कि आपकी नास्तिकता गलत है न यह कि मेरी आस्तिकता ही सही है. हम दोनों सच की तलाश में हैं... मैं आपकी मदद करूँगा, हालाँकि आपका रास्ता मेरे रास्ते के खिलाफ है.” इतनी गहरी हमदरदी का वादा पाकर गोरा का कलेजा फूल उठा,

लेकिन घटनाओं का चक्कर कुछ इस तरह चला कि बापू फिर गोरा को अपने सामने सेबाग्राम न बुला सके. गोरा जन्म के ब्राह्मन हैं. उन्होंने अपनी बेटी की शादी एक हरिजन लड़के से करना तय की थी. यह शादी बापू कराने वाले थे और मद्रास में गोरा से मुलाकात होने पर बापू ने उनसे कहा था कि क्योंकि लड़का लड़की दोनों ही नास्तिक हैं इसलिये शादी की रस्म में ‘ईश्वर के नाम पर’ लक्ष्म न आकर ‘सत्य के नाम पर’ लक्ष्म आयेंगे, और आगे उन्होंने

یہ اخبار حال ہی میں نکلنا شروع ہوا ہے۔ اس کے پہلے سال کی چار کاپیاں نمبر 5، 6، 7، اور 10 اپنی رائے ظاہر کرنے کے لئے ہمیں ملی ہیں۔ انگریزی میں ایوانک ریور نام کا پرچہ کانگریس کے صدر داکٹر سے ملی عربی سے نکل رہا ہے۔ 'آرتھک سیکشا' اسکا ہندسی عنوان معلوم ہوتا ہے۔

ہمارے دیس میں لون دین، روپے کے سامنے پر اخباروں کی خام تیر سے کمی ہے، کیر اچھے اور سمنہ دار اخباروں کی تو اور بھی زیادہ کمی ہے۔ اس لئے کانگریس داکٹر جیسی شخصیتوں سے ان سوالوں پر نکلنے والے اس پندرہ روزہ اخبار کا ہم دل سے سواکت کرتے ہیں۔

اس اخبار میں دو باتیں نکالی ہیں۔ ایک تو اس میں سہادک کی طرف سے اپنی رائے جو کسی کو چھڑ نہیں دیتی۔ دوسرے یہ کہ اس میں جو لکھ چھپتے ہیں وہ کسی دوسرے اخبار یا سرکاری رپورٹ سے لئے گئے ہوتے ہیں۔ اس لئے کسی حوالہ ملد کو یہ تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ 'آرتھک سیکشا' میں چھپنے کے لئے کوئی اپنی نئی چیز بھیجتے۔

تو ہم 'آرتھک سیکشا' کو کانگریس کے نظریے سے چلنے والے آرتھک معاملوں سے تعاقب رکھنے والے لکھوں کا ایک مجموعہ مانتے ہیں۔ لیکن جو لکھ اس میں دیتے ہیں وہ سچے سچ کام کے ہیں جن سے کافی جانکاری مل سکتی ہے۔ پانچواں نمبر بچت نمبر ہے جس میں نئی دلی کی سوکار کے مقررہ پانچاب، اتر پردیش، اڑیسہ، بہار، چھٹی بلکال، آسام، بمبئی، مدھہ پردیش اور مدراس سرکاروں کے اس سال کے بچت دینے لگے ہیں۔

لیکھوں کے بارے میں ہم اتنا ضرور کہہ چکے کہ ان سے یہ ایک خاص جہلک نکلتی ہے کہ وہ حکومت اور کانگریس کے پہلو سے سب چیزوں کو دیکھتے ہیں۔ ہاں! کچھ لکھ ایسے بھی ہیں—جیسے چھٹے نمبر میں شری کشورال کھنیشام لال مشرور والا کا لکھ یا دسویں نمبر میں شری کمارپا کا لکھ—جو اس اثر کے نہیں کہہ جاسکتے۔ پھر وہی عام چلتا کا ایک مت ہوتا ہے۔ اور کون نہیں جانتا کہ آج ہندستان کے لوگ جتنے دکھی آرتھک روپ سے ہیں اتنے فائدہ ہی کہی رہے ہیں! ہم چاہتے تھے کہ 'آرتھک سیکشا' حکومت اور کانگریس کی محبوریوں اور مصیبتوں کے ہی وہم میں نہ پڑ کر لوگوں کے دکھوں کا بھی دھیان دے اور نہج سے آئندہ والی ان کی دھم دھم آہ کو اوپر تک پہنچائے۔

سریس رام بھائی

ہمارا راج

لکھنؤ—مدن موہن گپت، لکھاوت—اردو۔

دام—دس آنے، سکہ—چونسٹہ۔

میلنے کا پتا—مکتبہ جامیہ لیمیٹڈ، جامیہ
نगर، دہلی۔

یہ کتاب भारत کے विधान का خلاصہ ہے۔ बच्चों को समझाने के लिये लिखा गया है इसलिये भाषा काफी आसान लिखी गई है। मोटी मोटी बातें सभी समझा दी गई हैं। तस्वीर और नक्शे देकर और भी आसान कर दी गई हैं। कहीं कहीं इस तरह लिख दिया गया है जिससे बच्चों के दिल पर ठीक असर नहीं बैठ सकता, जैसे सफा सात पर बराबरी के हक बताते हुए इस तरह लिखा गया है—

“ऊपर लिखे हुए उसूलों को अमल में लाने के लिये वस्तु में जनता को कुछ हक दिये गए हैं.....”

इस इबारत से बच्चे के दिल पर यह असर रह सकता है कि हक सरकार ने जनता को दिये हैं जब कि बात ऐसी नहीं है। असल में वस्तु यानी विधान जनता ने अपनी तरफ से भेजे हुए आदमियों की मारफत तैयार करा कर उस सरकार के हाथ में सौंपा है जिसे जनता ने खुद बनाया है और जिसमें उन बच्चों के मां बाप का भी हाथ है जिन बच्चों के हाथ में यह किताब पहुँचेगी। इसलिये ऊपर की इबारत को इस तरह लिखना ठीक रहता—

‘ऊपर लिखे हुए उसूलों को अमल में लाने के लिये वस्तु में जनता ने अपने हक गिना दिये हैं, जो उसके पैदाइशी और बुनियादी हक हैं।’

इसी तरह की भूलें किताब में दो एक जगह और हैं। हम कहना तो यह चाहते थे कि यह किताब इस तरह दुस्त करके ही बच्चों के हाथ में दी जानी चाहिये थी पर अब इतना ही कहना काफी है कि दूसरी छपाई में इसे ठीक कर दिया जाय।

—भ.

आर्थिक-समीक्षा

(कुल हिन्दू काँग्रेस कमेटी के मास्ती, राजकाजी खोज
महकमे का पंद्रह रोजा अखबार)

सम्पादक—भाई हर्षदेव मास्तीबाब; निकालने वाले, दफ्तर
कुल हिन्दू काँग्रेस कमेटी, नई दिल्ली. सालाना बन्दा
चार रुपए.

हमारा राज

लोक—मदन मोहन गपत, लकھاوت—اردو۔

دام—دس آنے، سکہ—چونسٹہ۔

میلنے کا پتہ—مکتبہ جامعہ لکھنؤ، جامعہ نگر

دہلی۔

یہ کتاب بھارت کے ودھان کا خلاصہ ہے۔ بچوں کو سمجھانے کے لئے لکھا گیا ہے۔ اسلئے بھاشا کافی آسان لکھی گئی ہے۔ موٹی موٹی باتیں سبھی سمجھادی گئی ہیں۔ تصویر اور نقشے دیکھ کر اور بھی آسان کر دی گئی ہیں۔ کہیں کہیں اس طرح لکھ دیا گیا ہے جس سے بچوں کے دل پر تھپک اثر نہیں پڑتا۔ جیسے صاف ستاوت پر رہبری کے حق بتاتے ہوئے اس طرح لکھا گیا ہے—

“اوپر لکھے ہوئے اصولوں کو عمل میں لانے کے لئے دستور میں چلتا کو کچھ حق دیئے گئے ہیں.....”

اس عبارت سے بچے کے دل پر یہ اثر رہ سکتا ہے کہ حق سرکار نے چلتا کو دیئے ہیں جب کہ بات ایسی نہیں ہے۔ اصل میں دستور یعنی ودھان چلتا نے اپنی طرف سے ہوجھے ہوئے آدمیوں کی معرفت تھار کرائز اس سرکار کے ہاتھ میں سونپا ہے جسے چلتا نے خود بلایا ہے اور جس میں اُن بچوں کے آماں باپ کا بھی ہاتھ ہے جن بچوں کے ہاتھ میں یہ کتاب پہنچے گی۔ اسلئے اوپر کی عبارت کو اس طرح لکھنا تھپک رہتا—

“اوپر لکھے ہوئے اصولوں کو عمل میں لانے کے لئے دستور میں چلتا نے اپنے حق گنا دیئے ہیں، جو اُس کے پیدائشی اور بنیادی حق ہیں۔

اسی طرح کی بھولیں کتاب میں دو ایک جگہ اور ہیں۔ ہم کہتا تو یہ چاہتے تھے کہ یہ کتاب اس طرح درست کر کے ہی بچوں کے ہاتھ میں دی جانی چاہئے ہی پر اب اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ دوسری چھپائی میں سے تھپک کو دیا جائے۔

—۴۲—

آرتھک سیمکشا

(کل هندو کانگریس کمیٹی کے مالی، راج گاجی کھوج)

مکتبہ کا پندرہ رोजہ اخبار)

سہادک—بھائی ہریش دیو، مالی، نکالنے والے،
آرتھک کل هندو کانگریس کمیٹی، نئی دہلی۔ سالانہ چلندہ
چار روپے۔

इस किताब में गांधी जी के क्रान्तिपर के दौर का जहाँ जहाँ ऐसा हाथ है साथ ही साथ क्रान्तिपर का भूगोल, काम साधक इतिहास भी दे दिया गया है, वह किताब हर भारती को जरूर पढ़ लेनी चाहिये, इस किताब को पढ़ने से वह काम की बातें मालूम होंगी—

1—सुदाई सिद्धमसगारों की सहरीक नया थी.

2—अंगरेजों ने सता सता कर पठान क्रौम को लूटमार की आदत डाल दी थी. प्रस आदत को छुड़ाने के लिये इन लड़ाई खिदमतगारों ने क्या किया.

3-सुवाई खिदमतगार राजकाजी मैदान में कब और कैसे आए.

4—काँग्रेस के साथ मिलकर खुदाई, खिड़मतगारों ने हिन्दुस्तान की आजादी के लिये क्या क्या तकलीफें सह्यी.

5—किस तरह तत्काल के भक्त यह जुझाई विध्वंसकार
अहिंसा के भक्त बन गए और लूट मार छोड़कर लोक
सेवा के काम में लग गए,

6—इस किताब को पढ़कर पठानों का स्वभाव समझ में आ जायगा और यह पता लग जायगा कि पठान दोस्त बनकर किस तरह दोस्त की खातिर जान पर खेल जाता है.

7—पठान नाम धर्म के खयाल से नहीं पढ़ा, बोली के खयाल से पढ़ा है, जो पढ़ाते बोलते हैं वह सब पठान कहे जाते हैं, फिर चाहे वह हिन्दू हों, मुसलमान हों वा किसी भी धर्म को मानते हों।

किताब के अन्दर बहुत सी तस्वीरें भी हैं और नाम के लिहाज से यह किताब बहुत सस्ती है.

—१—

आपका बच्चा, उसकी सेहत और परिवार

लेखक—डाक्टर पी. राज. मूँगा. लिखावट—हरदू.

हाम—तीन रुपए—सफे— दो सौ पेंसठ.

मिलने का पता—मन्तवा जामिया लिमिटेड,
जामिया नगर, देहली.

यह किताब पढ़ी लिखी औरतों के लिये लिखी गई है। जो अच्छी तरह नहीं जानती वह इससे पूरा फायदा नहीं उठा सकती। कुछ तस्वीरें और नक्शे भी दिये गए हैं, इससे किताब के समझने में आसानी होती है। इसमें ज्यादातर वह तरीके बतलाए गए हैं जो अस्पतालों में काम करते हैं या असीर घरों में जिनसे काम लिया जाता है, वहाँ सब अंगरेजी है, वह उन्हीं के काम की है जो राहों में नीम अंगरेजी हाँ से रहते हैं।

—३—

اس کتاب میں گندھی جی کے فرانکفورٹ کے طور پر کا
ہوں دیکھا حال ہے۔ ساتھ ہی ساتھ فرانکفورٹ کا ہوٹل
لاق ایٹاس بھی دے دیا گیا ہے۔ یہ کتاب ہر ہارتی
ضرور پڑھ لی جانی چاہئے۔ اس کتاب کو پڑھنے سے یہ کام
باتیں معلوم ہونگی۔

1۔ خدائی خدمت گاروں کی تحریک کہا تھی ۔

2۔ انگریزوں نے سنا سنا کر پتھان قوم کی لوٹ مار ماحول ڈال دی تھی۔ اُس عادت کو چھڑانے کے لئے خدائی خدمتگاروں نے کہا کیا ۔

3۔ خدائی خدمتگار راج کاجی مودان میں کب
کوسہ آئے ۔

ایسے کانگریس کے ساتھ ملکر خدائی خدمت گاروں
خدمت گار کی آراشی کے لئے کیا کیا تکلہنوں سے ہیں ۔
تاکس طرح تلوار کے بہمت یہ خدائی خدمت گار
اس کے بہمت بن گئے اور لوٹ مار چوروں کو لوٹ سہوا
کام میں لگ گئے ۔

6۔ اس کتاب کو پڑھ کر پتہ چلے گا کہ سو بہادر سجدہ سے آجائے گا اور یہ پتہ لگ جائے گا کہ پتہ نام دوست بکر کس طرح دوست کی خاطر جان پر کھیل جاتا ہے۔

7۔ پتھان نام دھرم کے خیال سے نہیں ہوا، ہولی کے خیال سے ہوا ہے۔ جو پشاور ہوتے ہیں وہ سب پتھان کہلاتے ہیں، پھر چاہے وہ مسلمان ہوں یا مسلمان ہوں۔

کتاب کے اندر بہت سی تصویروں بھی ہیں اور دام کے لحاظ سے کتاب بہت سستی ہے ۔

پ کا بچہ، اُس کی صحت اور پرورش

لکھنوی۔ ڈاکٹر پی۔ راج۔ مروتا۔ لکھنوی۔ اردو۔

دام تھوں روپئے۔۔۔ صحتیے۔۔۔ دو سو پونستہ ۔

میں نے کا پڑے۔۔۔ مکتبہ جامعہ لکھنؤ، جامعہ نگر

یہ کتاب پوری لکھی ہوئیوں کے لئے لکھی گئی ہے
و اچھی اردو نہیں جانتیں وہ اس سے پورا فائدہ نہیں
ہا سکتیں۔ کچھ تصویریں اور نقشے بھی دئے گئے
ہیں اس سے کتاب کے سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔
اس میں زیادہ تر وہ طریقے بتائے گئے ہیں جو ہسپتالوں
میں کام آتے ہیں یا اندر کمروں میں جن سے کام لیا
جاتا ہے۔ ہوائیں سب انگریزی میں۔ یہ انہیں کے کام کی
جو چیزیں میں نظم انگریزی دھلک سے دیتے ہیں۔

मेरे वर्ग की तकलीफ, उस दुखिया से पूछो वो सह
सके, न बेहोश हो !

यह खूब कहा !

“दुख सहके सुख दुगना हो जाता है !”

तो, क्या जान के, आज के सुख के कारन दुख दिया
था ?

दिल के टुकड़े तो गिनो !

मुझे अंधूरा ही सुख बहुत होता !

जो मुझपे गुजरी तुमने सही होती,

तो पूछती ‘शिकवा कब खतम होता है ?’

तुमसे क्या पूछूँ कि तुमपे क्या गुजरी,

तुम्हारे दिल को लगती तो यों तड़पता छोड़ते !

अब कहिये इसकी क्या सभालोचना की जाय ?

—म.

राज-भाशा बोधनी

लेखक—श्री देवदत्त विचारणी, लिखावट—हिन्दी.

राम—दो रुपये. सफे—दो सौ सत्तावन.

मिलने का पता—मखिल भारतीय हिन्दी परिशद.
9, कीरोजराह रोड, नई दिल्ली.

राज-भाशा बोधनी के नाम से तो यह पहिली बार ही
निकली है पर जैसा इस किताब के अंगरेजी में लिखे
परिचय से पता चलता है यह पहिले “हिन्दी सेरक टाट
फार नान हिन्दी एम्पीज” के नाम से निकल चुकी है.
किताब खासी लिखी गई है और उन लोगों के बड़े काम
को है जो हिन्दी सीखना चाहते हैं. पर यह है उन्हीं लोगों
के लिये, जो अंगरेजी जानते हैं और हिन्दी सीखना चाहते
हैं. यह किताब आम आवसियों के इतने काम को नहीं है,
जितनी उन आवसियों के काम की है, जो पार्लियामेन्ट के
मेम्बर हैं, क्योंकि उन्हीं को निगाह में रखकर लिखी गई है.
आपे की मूलें कम ही हैं, और जो हैं उनकी एक सूची दे
दी गई है. दो रुपये में खस्ती ही है.

—म.

गांधी जी बादशाह खां के देश में

लेखक—श्री प्यारे लाल. लिखावट—बंदू.

सफे—352, राम—तीन रुपये.

मिलने का पता—मखलवा आभिया लिमिटेड,
आभियानगर, देहली.

मेरे हरे की तकलीफ, उस दुखिया से पूछो वो सह

सके, न बेहोश हो !

यह खूब कहा !

“दुख सहके सुख दुगना हो जाता है !”

तो, क्या जान के, आज के सुख के कारन दुख दिया

था ?

दिल के टुकड़े तो गिनो !

मुझे अंधूरा ही सुख बहुत होता !

जो मुझपे गुजरी तुमने सही होती,

तो पूछती ‘शिकवा कब खतम होता है ?’

तुमसे क्या पूछूँ कि तुमपे क्या गुजरी,

तुम्हारे दिल को लगती तो यों तड़पता छोड़ते !

अब कहिये इसकी क्या सभालोचना की जाय ?

—म.

राज बहाशा बुद्धनी

लेखक—श्री देवदत्त विचारणी, लिखावट—हिन्दी.

राम—दो रुपये. सफे—दो सौ सत्तावन.

मिलने का पता—मखिल भारतीय हिन्दी परिशद.

9, कीरोजराह रोड, नई दिल्ली.

राज बहाशा बुद्धनी के नाम से तो यह पहिली बार ही
निकली है पर जैसा इस किताब के अंगरेजी में लिखे
परिचय से पता चलता है यह पहिले “हिन्दी सेरक टाट
फार नान हिन्दी एम्पीज” के नाम से निकल चुकी है.
किताब खासी लिखी गई है और उन लोगों के बड़े काम
को है जो हिन्दी सीखना चाहते हैं. पर यह है उन्हीं लोगों
के लिये, जो अंगरेजी जानते हैं और हिन्दी सीखना चाहते
हैं. यह किताब आम आवसियों के इतने काम को नहीं है,
जितनी उन आवसियों के काम की है, जो पार्लियामेन्ट के
मेम्बर हैं, क्योंकि उन्हीं को निगाह में रखकर लिखी गई है.
आपे की मूलें कम ही हैं, और जो हैं उनकी एक सूची दे
दी गई है. दो रुपये में खस्ती ही है.

—म.

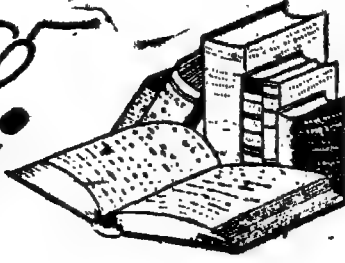
कान्दही जी बादशाह खां के देश में

लेखक—श्री प्यारे लाल. लिखावट—बंदू.

सफे—352, राम—तीन रुपये.

मिलने का पता—मखलवा आभिया लिमिटेड,
आभियानगर, देहली.

کتابیں



کتابیں

پرچہ

پرچہ

لکھک—آساف علی صاحب، گورنر، آسام.

لیکھاوٹ—اردو.

دام—چار روپيا. سکہ—دھيانو.

میلے کا پتا—انجمن ترقی اردو، علی گڑھ.

لکھک—آساف علی صاحب، گورنر، آسام.

لکھاوٹ—اردو.

دام—چار روپيه. سکہ—دھيانو.

میلے کا پتا—انجمن ترقی اردو، علی گڑھ.

کہیں کہیں ہکا بکا شब्दوں کو छोड़कर किताब की इबारत खासी आसान है. अगर यह ज्यों की त्यों नागरी लिखावट में छाप दी जाय तो वह लोग भी खूब रस ले सकते हैं जो उर्दू लिखावट नहीं जानते. बोल चाल की भाशा में इतनी गहरी किताब लिखी जा सकती है यह इस बात का सबूत है. आदमी के पास जब कुछ कहने को होता है और वह इतना ज्यादा होता है कि वह खुद फूट निकलता है तो ज्यादातर भाशा वहीं रहती है जो उसने मां की गोद में सीखी होती है और अपने हमजो-लियों के साथ बोली होती है.

کہیں کہیں اکا دکا شبدوں کو چھوڑ کر کتاب کی عبارت خاصی آسان ہے. اگر یہ جیسے کی تہوں ناگری لکھاوت میں چھاپ دی جائے تو وہ لوگ بھی خوب رس لے سکتے ہیں جو اردو لکھاوت نہیں جانتے. بول چال کی بهاشا میں اتنی گہری کتاب لکھی جاسکتی ہے یہ اس بات کا ثبوت ہے. آدمی کے پاس جب کچھ کہنے کو ہوتا ہے اور وہ اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ وہ خود بہوت نکلتا ہے تو زیادہ تر بهاشا وہی رہتی ہے جو اُس نے ماں کی گرد میں سیکھی ہوئی ہے اور اپنے همجولہوں کے ساتھ بولی ہوتی ہے.

اردو ادب میں یہ اپنے دھنگ کی نرالی چیز ہے. 'پرچہ' اس کا نام ہے اور پرچہ ہائیں کو لکھ کر ہی جہوں کے ایک پہلو کو دل پکڑ بهاشا میں درشایا گیا ہے. اسے پڑھتے پڑھتے ہم اپنے آپ کو بہول گئے، یہ ہمیں یاد ہی نہ رہا کہ ہمیں اسکی دیوبو کرنا ہے. اس کتاب کی سالوچنا نہیں ہو سکتی اس لئے ہم کہیں سے اس کتاب کو کہولتے ہیں اور وہیں سے کچھ لکھ دیتے ہیں. ہمارے پڑھنے والے سمجھ لیں کہ سب کی سب کتاب ایسی ہی ہے —

(صفحہ پچاس — 4.)

تمہارے بہتر دل کو کیا خبر؟

جو مجھے بہتی، مہرے دل سے پڑھو!

یا سلجے گلے والوں سے!

مہرے بے چینی،

سندر کی موجوں میں دیکھو!

مہرے ٹپ کا حال،

اُس کہوڑ سے پڑھو جو ہار کے پلجوں میں ہو!

(سفا پچاس — 4.)

تمہارے پتھر، دِل، کو کیا خبر؟

جو مُکھپے بیٹی، میرے دِل سے پڑھو!

یا سُننے سُننے والے سے!

میری بے چینی،

سُندر کی مِوجوں میں دیکھو!

میری تپ کا حال،

وُس کہوڑ سے پڑھو جو ہار کے پلجوں میں ہو!

मां वहाँ आ पहुँची और बोली—“क्यों लाइक मंगलते हो।
तुम तीनों के हाथ सुन्दर हैं。”

पर इससे फ़ैसला न हुआ। इतने में एक भिकारी आ
पहुँचा। उसने गिड़गिड़ाकर भीक माँगी। रामू श्यामू दोनों
ने उसे डाँटकर कहा—“पहले यह बताओ कि हम तीनों
में किसके हाथ सबसे अधिक सुन्दर हैं ? फिर तुम्हें
खाने को देंगे。”

भिकारी की आँखें भर आईं। उसने रोते हुए जवाब
दिया—“बेटा, मैं क्या जानूँ किसके हाथ सुन्दर हैं। मुझे
भूक लगी है, एक रोटी दे दो。”

सरला को भिकारी पर दया आई। वह दौड़ी हुई घर
में गई और अपने खाने की रोटियाँ लाकर भिकारी के हाथों
पर रख दीं। भिकारी जब रोटी लेकर चला गया तब रामू
और श्यामू से उनकी मां ने कहा—“तुम दोनों के हाथ
सुन्दर नहीं हैं। हाथ तो सुन्दर इस छोटी लड़की के हैं,
जिसने भूके प्यासे की सुध ली。”

मां की यह बात सुनकर रामू और श्यामू बहुत लज्जित
हुए। सब है, गरीबों की मदद करने वाले ही संसार में
अच्छे कहे जाते हैं।

मिल मिल तारे

(भाई अशोक)

मिल मिल तारे, मिल मिल तारे !

लगते हो क्यों इतने प्यारे ?

रोज सबेरे क्यों छिप जाते ?

और रात को क्यों छग आते ?

छोटे बड़े अनोखे तारे !

रहते हो क्यों हम से न्यारे ?

दूर कहाँ है वास तुम्हारा ?

तुम से है कुछ काम हमारा।

जग को तुम प्रकाश हो देते,

बदले में न कभी कुछ लेते।

तुम कितने हो परोपकारी,

धन्य तुम्हारी महिमा न्यारी।

कहो, चाँद से क्या डरते हो ?

मिल मिल मिल मिल जो करते हो।

यदि डरते हो तो बतलाओ,

मुझ से अब तुम मत शरमाओ।

जियो सदा ये मिल मिल तारे,

बने रहो तुम सब के प्यारे।

निरख रात को रहो चमकते,

रहो चाँद के साथ दमकते।

मां वहाँ आ पहुँची और बोली—“क्यों लाइक मंगलते हो।
तुम तीनों के हाथ सुन्दर हैं。”

पर इससे फ़ैसला न हुआ। इतने में एक भिकारी आ
पहुँचा। उसने गिड़गिड़ाकर भीक माँगी। रामू श्यामू दोनों
ने उसे डाँटकर कहा—“पहले यह बताओ कि हम तीनों
में किसके हाथ सबसे अधिक सुन्दर हैं ? फिर तुम्हें
खाने को देंगे。”

भिकारी की आँखें भर आईं। उसने रोते हुए जवाब
दिया—“बेटा, मैं क्या जानूँ किसके हाथ सुन्दर हैं। मुझे
भूक लगी है, एक रोटी दे दो。”

सरला को भिकारी पर दया आई। वह दौड़ी हुई घर
में गई और अपने खाने की रोटियाँ लाकर भिकारी के हाथों
पर रख दीं। भिकारी जब रोटी लेकर चला गया तब रामू
और श्यामू से उनकी मां ने कहा—“तुम दोनों के हाथ
सुन्दर नहीं हैं। हाथ तो सुन्दर इस छोटी लड़की के हैं,
जिसने भूके प्यासे की सुध ली。”

मां की यह बात सुनकर रामू और श्यामू बहुत लज्जित
हुए। सब है, गरीबों की मदद करने वाले ही संसार में
अच्छे कहे जाते हैं।

जेल मल तारे

(भाई अशोक)

जेल मल तारे, जेल मल तारे !

लकते हो क्यों इतने प्यारे ?

रोज सबेरे क्यों छिप जाते ?

और रात को क्यों अक आते ?

छोटे बड़े अनोखे तारे !

रहते हो क्यों हम से न्यारे ?

दूर कहाँ है वास तुम्हारा ?

तुम से है कुछ काम हमारा।

जग को तुम प्रकाश हो देते,

बदले में न कभी कुछ लेते।

तुम कितने हो परोपकारी,

धन्य तुम्हारी महिमा न्यारी।

कहो, चाँद से क्या डरते हो ?

मिल मिल मिल मिल जो करते हो।

यदि डरते हो तो बतलाओ,

मुझ से अब तुम मत शरमाओ।

जियो सदा ये मिल मिल तारे,

बने रहो तुम सब के प्यारे।

निरख रात को रहो चमकते,

रहो चाँद के साथ दमकते।

हाथ لگا गया वरना वह भी नहीं। हमारी माओं ने नहीं तो हमारी दादी नानी ने तो यह जमाना जरूर देखा था।

मगर इसी काले समय में हिन्दुस्तान का भाग्य करबट ले रहा था। जिन हिन्दुस्तानियों ने सोते ही सोते अपने देश को दूसरों के हाथ सौंप दिया था, उन्हीं की सन्तान ने देश को इस गढ़े में से निकालने की पहली कोशिश की। 1857 के बाद देश भर मानो जाग सा उठा। हमारे पतन के कारन दूढ़े जाने लगे, और उन्होंने देखा कि राजकाजी राकलत के साथ साथ हमारे समाज, हमारे कुटुम्ब और हमारे निजी आचरण में ऐसी बुराइयाँ आ गई थीं जिनको दूर किये बिना देश का उद्धार नहीं हो सकता था। हिन्दुस्तानी समाज में औरतों की गिरी हुई दशा की ओर उनका ध्यान खास तौर से गया, औरतों की पढ़ाई लिखाई के लिये आन्दोलन चला। सभाएँ हुईं, प्रचार हुआ। मगर इस मैदान में मंच पर से बोलने वालों और अखबारों में लेख लिखने वालों से बढ़ कर काम उन लोगों ने किया, जिन्होंने नारी शिक्षा के इस ऊँचे असूल को अमली रूप दिया और समाज के कड़े विरोध का सामना करके, और अपने कुन्बे के बड़े बूढ़ों के सख्त बुरा भला कहने पर भी, अपनी लड़कियों को पढ़ाया। हमारे देश के कोने कोने में आज लड़कियों के लिये जो स्कूल और कालिज खुले हुए हैं, और लड़कों से ज्यादा लड़कियों की पढ़ाई पर जो जोर दिया जाता है, वह इन्हीं महापुरुषों की अनथक कोशिशों का फल है।

इस लेख के शुरु में जो चिट्ठी की तस्वीर छापी गई है वह उन चिट्ठियों में से एक चिट्ठी का टुकड़ा है जो सन 1907 में एक बाप ने अपनी बेटी को लिखी थीं। बाप एक जवान इंजीनियर था जो जेठ बैसाख की लू लपटों की परबाह न करके थोड़े पर चढ़ कर सैकड़ों मील का सफ़र करके पच्छिमी पंजाब में नहरें खुदवा कर रेगिस्तान को शुसज़ार बना रहा था। बेटी दिल्ली के बिचले दरजे के कुल की ग्यारह बारह बरस की लड़की थी, जिसकी लगभग सब सहेलियों और और हमसब लड़कियों की शादियाँ हुए भी कई बरस हो गए थे, इस लड़की के बाप ने उसकी इतनी जल्दी शादी करने से साफ़ इनकार कर दिया था और इसी कारन अपने कुन्बे, अपनी बिरादरी और अपने समाज में काफी बुराई भी उठाई थी। दिल्ली में उस समय लड़कियों के लिये शायद कोई स्कूल बरौरा था ही नहीं, और अगर एक आश था भी तो एक भले घराने की लड़की को बाहर कौन निकाले। बाप अगर शहर में होता तो शायद इसका कुछ प्रबन्ध कर ही देता, मगर उसे तो बारह महीने बाहर ही रहना पड़ता था। पर लड़की को पढ़ाना भी जरूरी था, इसलिये सैकड़ों मील की दूरी से चिट्ठियों के जरिये, उसने अपनी बेटी की तालीम शुरू की। एक आश उस्तानी

हाथ लगा रहा और वह भी नहीं। हमारी माओं ने नहीं तो हमारी दादी नानी ने तो यह जमाना जरूर देखा था। मगर इसी काले समय में हिन्दुस्तान का भाग्य करबट ले रहा था। जिन हिन्दुस्तानियों ने सोते ही सोते अपने देश को दूसरों के हाथ सौंप दिया था, उन्हीं की सन्तान ने देश को इस गढ़े में से निकालने की पहली कोशिश की। 1857 के बाद देश भर मानो जाग सा उठा। हमारे पतन के कारन दूढ़े जाने लगे, और उन्होंने देखा कि राजकाजी राकलत के साथ साथ हमारे समाज, हमारे कुटुम्ब और हमारे निजी आचरण में ऐसी बुराइयाँ आ गई थीं जिनको दूर किये बिना देश का उद्धार नहीं हो सकता था। हिन्दुस्तानी समाज में औरतों की गिरी हुई दशा की ओर उनका ध्यान खास तौर से गया, औरतों की पढ़ाई लिखाई के लिये आन्दोलन चला। सभाएँ हुईं, प्रचार हुआ। मगर इस मैदान में मंच पर से बोलने वालों और अखबारों में लेख लिखने वालों से बढ़ कर काम उन लोगों ने किया, जिन्होंने नारी शिक्षा के इस ऊँचे असूल को अमली रूप दिया और समाज के कड़े विरोध का सामना करके, और अपने कुन्बे के बड़े बूढ़ों के सख्त बुरा भला कहने पर भी, अपनी लड़कियों को पढ़ाया। हमारे देश के कोने कोने में आज लड़कियों के लिये जो स्कूल और कालिज खुले हुए हैं, और लड़कों से ज्यादा लड़कियों की पढ़ाई पर जो जोर दिया जाता है, वह इन्हीं महापुरुषों की अनथक कोशिशों का फल है।

अस लहके के शुरु में जो चिट्ठी की तस्वीर छापी गئی है وہ ان چٹھیوں میں سے ایک چٹھی کا ٹکڑا ہے جو سن 1907 میں ایک باپ نے اپنی بیٹی کو لکھی تھیں۔ باپ ایک جوان انجینئر تھا جو چھوٹے بھائی کی نو لہٹوں کی پرواہ نہ کر کے ٹھوڑے پر چومکر سیکڑوں میل کا سفر کر کے پچھمی پنجاب میں نہیں کوہدواگر ریگستان کو گلیار بنا رہا تھا۔ بیٹن دلی کے بچلے درجے کے کل کی گھارہ بارہ برس کی لڑکی تھی، جسکی لگ بھگ سب سہیلیوں اور ہم عصر لڑکیوں کی شادیاں ہوئے تھیں کئی برس ہو گئے تھے۔ اس لڑکی کے باپ نے اس کی ابتدائی جلدی شادی کرنے سے مان انکار کر دیا تھا اور اسی کارن اپنے کلمہ اپنی برادری اور اپنے سماج میں کافی براؤی بھی اُٹائی تھی۔ دلی میں اس سم لڑکیوں کے لئے شاید کوئی اسکول وغیرہ تھا ہی نہیں، اور اگر ایک آند تھا بھی تو ایک بھلے گھرانے کی لڑکی کو باہر کون نکالے۔ باپ اگر شہر میں ہوتا تو شاید اسکا کچھ پر بندھ کر ہی دیتا، مگر اُسے تو بارہ مہینے باہر ہی رہنا پڑتا تھا۔ پر لڑکی کو پڑھانا بھی ضروری تھا، اسلئے سیکڑوں میل کی دوری سے چٹھیوں کے ذریعے اسنے اپنی بیٹی کی تالیم شروع کی۔ ایک آند اُستانی

बच्चों की दुनिया

بچوں کی دنیا

माई बहनो,

بھائی بھنو !

बहुत दिन नहीं हुए हिन्दुस्तान में, खासकर उत्तरी हिन्दुस्तान में, स्कूल कालिजों की तो कौन कहे, लड़कियों की घर में भी पढ़ाई लिखाई

بہت دن نہیں ہوئے ہندوستان میں، خاص کر اُتر ہندوستان میں، اسکول کالجوں کی تو کون کہے، لڑکیوں

की बात नहीं उठती थी. परवा ऐसा था कि एक ही घर में मई अलग और औरतें अलग रहती थीं. लड़कियों को परसया धन समझ जल्दी से जल्दी मां बाप उनका बोझा अपने सर से उतारने की कोशिश करते थे, और आठ आठ नौ नौ बरस की नन्ही बच्चियाँ दुलहिन बनती थीं, घर बसाती थीं और कभी कभी बिना अपने पतियों के दर्शन किये ही विधवा हो जाती थीं. जो भले मां बाप थे वह अपनी लड़कियों को सजाते बनाते थे और जेवरों से लाह देते थे, जो इतने भले नहीं थे वह प्यार से अधिक मार पीट से काम लेते थे, मगर किसी को भी इस बात का ध्यान नहीं आता था कि लड़कियों के लिये खाने पीने, कपड़े गहनों के अलावा कुछ विमात्री खुराक की भी जरूरत है. उनकी दस्त कठपुतलियों का सुन्दर

गुच्छों से बंद कर कुछ और नहीं थी. अगर किसी बच्ची हुई तो बारह बच्ची और कुछ जमा बाकी

की گھر میں بھی پڑھائی لکھائی کی بات نہیں اُٹھتی تھی. پر وہ ایسا تھا کہ ایک ہی گھر میں مرد الگ اور عورتیں الگ رہتی تھیں. لڑکیوں کو پرسایا دھن سمجھ جلدی سے جلدی ماں باپ اُنکا بوجھا اپنے سر سے اتارنے کی کوشش کرتے تھے اور اُنہ آٹھ نو نو برس کی ننھی بچھیاں داہن ہڈی تھیں گھر بساتی تھیں اور کبھی کبھی بلا اپنے بچوں کے درشن کئے ہی دھوا ہو جاتی تھیں. جو بولے ماں باپ تھے وہ اپنی لڑکیوں کو سنبھالتے بھاتے تھے اور زیوروں سے لاد دیتے تھے جو اُنکے بولے نہیں تھے وہ بیمار سے ادھک ماریٹ سے کام لیتے تھے مگر کسی کو بھی اس بات کا دھیان نہیں آتا تھا کہ لڑکیوں کے لئے کھانے پینے کے لئے گھاس کے علاوہ کچھ دماغی خوراک کی بھی ضرورت ہے. اُنکی ہستی کٹم پٹلموں یا ہلدو

363
 "उन्हे बीच में घोंग के अन्दर फाँसी दे दी जाए" इरा सत्कार की बिलकुल सीध में कतल कागान की तरफ इस सौख को आसान तक नंदा रेंगे के जिस जंगल यह लाइन आसमान के आकर कुछ जी बंदी धुर का तारा दिखाई देता।
 जमीन
 "इसी वक़्त धुर का तारा कभी नंकी दुआ मुझे रात को जमीन पर कागस पड़ा है ॥ पानी जो जमीन के चारों तरफ फैला हुआ है उसको समंदर कहते हैं और जो बीच दुका चारों तरफ जमीन से घिरा हुआ है उसको गील कहते हैं ॥ इसी तरह खूबकी के अंदर हिस्सों को नंद र आसमान में देते हैं और

لڑکیوں سے بڑھکر کچھ اور نہیں تھی، اگر کسی بچی ہوئی تو بارہ بھوی اور کچھ جمع ہائی

کسان کی مصیبت نہیں دور ہونے والی ہے ، اگر انہوں
میں سے کچھ مال کو لیکر اُس کا تھار مال
کسان لوگ بھانے لگ جائیں تبھی وہ اپنی حالت کو
سنبھال سکتے ہیں ۔“

یوہانی یا تعلیم کے سلسلے میں انہوں نے کہا۔
 ”دھندلوں کو چاہئے اچھے گاؤں میں ہی پاتھ شالوں
 کھولیں۔ اس سے تعلیم کا ایسا بندوبست ہوگا جس سے کہ
 سبھی جات کے بالکوں کو ایک ما لہ پہنچے گا۔ ان
 پاتھ شالوں میں مہاتما گاندھی کی بتائی ہوئی نئی تعلیم
 کے قہنگ پر پڑھائی ہوئی چاہئے۔ اسکے مطابق اس
 غریب، ہر چھوٹی بڑی جات کے بچوں کو پڑھائی کا کام
 دل چلانے وغیرہ کی بھوہاری تعلیم دی جائے گی۔ اس
 تعلیم کی بدولت سماج میں بڑھتی ہوئی لڑچ نیچ جڑ
 سے ختم ہو جائے گی۔“

ونویا جی کی یہ یاترا گوداوری ندی کے کنارے منچہریل گاؤں پہنچنے پر 6 جون 1951 کو پوری ہوئی۔ 51 دن کے سفر میں انہوں نے 51 گاؤں میں قیام کیا اور قریب دوسو گاؤں سے ہو کر گزرے۔ اپنی اس یاترا میں قریب نو ہزار ایکڑ زمین انہیں دان میں ملی جسکی تقسیم کے لئے تین چٹوں کی ایک کمیٹی انہوں نے بنا دی ہے۔

ملحد ہریل گاؤں سے بھدیل چاکر 27 جون کو ونوبا جی اپنے یرم دھام آشرم واپس پہنچ گئے۔ سرور دے سبھان، شہو رام پلی (حدود آباد)، مہین شرکت کرنے کے لئے ونوبا جی 8 مارچ کو سویرے اپنے آشرم سے نکلے تھے۔ سارے تین مہینے کی اس انوکھی یاترا سے دیپش بھر کا دھہان ونوبا جی کی طرف گھٹا ہے۔ باپو کے جانے کے بعد یہ پہلا موقع ہے جب لوگوں کے کانوں میں بھار اور مصیبت کی سریلی تان سنائی پڑی ہے۔ تھلکانہ جیسے طوفانی علاقے میں اس کا اثر صاف صاف معلوم ہو رہا ہے۔ *

— سریش دام بهائی

* اس لیکھ میں ونوہا جی کی اسہدوں کی رپورتیں
ہم نے اُن انگریزی ہلکتوں سے ترجمہ کر کے دی ہیں جو
میں جھوٹا باد ریاست کے قائل اکثر آف انڈیا مہشن سے لگاتار
ملتے رہے ہیں۔ اس کے لئے ہم ان کے احسان مند ہیں
— لیکھک۔

कम्यूनिस्ट अपना काम कर रहे हैं और सरकार भी अपने तरीके से अपना काम कर रही है। मैं भी वहीं पर कुछ काम अपने तरीके से कर रहा हूँ जिसका आधार प्रेम है, मुहब्बत है।” यह प्रेम का रास्ता वही रास्ता है जो हाल ही में हमारे बापू दुनिया को बता कर गए हैं, यह वह सनातन रास्ता है जिसे संतों, पैगम्बरों और अवतारों ने बारबार दोहराया है। तेलंगाना में दिन में सरकार का जोर, रात में कम्यूनिस्टों का जोर—इससे न कम्यूनिस्टों का भला होगा न सरकार का। जैसा विनोबा जी ने कहा—“पुलिस की होशियारी और कम्यूनिस्ट कारकुरताओं में फूट की वजह से तेलंगाना के अन्दर के कम्यूनिस्ट हंगामे का जोर-शोर कुछ घरों के लिये भले ही मंदा पड़ जाय लेकिन जब तक हम शराब बन्दी करके और जमीन का दोबारा बँटवारा करके वहाँ की गरीबी का सवाल हल नहीं कर लेते तब तक कम्यूनियज्म एक सवाल की शकल में बना ही रहने वाला है।”

एक बार जब बरंगल जेल में कम्यूनिस्ट कैदियों से विनोबा जी मिले तो उन्होंने पूछा क्या इस तरह अमीरों को फिर से अपने घरों में बसा कर आप सवाल हल कर सकेंगे ? विनोबा जी ने जवाब दिया—“मुझे यकीन है कि दिल बदलते हैं, जमीन दान देने से आदमी के अन्दर रहने वाली भलाई और बुराई में भिन्नता हो जायगी और फिर उनका नजरिया संभल जायगा, पच्छिमी साइन्स और हिन्दुस्तानी फलसफे के मेल का नतीजा लाजिमी तौर पर अच्छा और मीठा होगा, अहिंसा ही सब बुराइयों का हलाक है।”

लेकिन यह प्रेम का रास्ता कोई हँसी खेल नहीं है। तलवार की धार पर चलना आसान है मगर प्रेम की धार इससे भी ज्यादा पैनी और पतली है। विनोबा जी ने गांधीचरला गाँव में कहा—“काँग्रेस वाले तो जनता की सेवा कर नहीं सकते क्योंकि सेवा का उसूल काँग्रेस के लिये एक मजाक हो गया है। समाजवादी किसी कदर अच्छे हैं मगर वह भी सत्ता के पीछे पागल हो रहे हैं। ऐसी हालत में सर्वोदय समाज ही सौदा पटा सकता है।”

हम ऊपर कह चुके हैं कि विनोबा जी ने गाँव वालों को कुँए खोदने के लिये सलाह दी है। इस चीज़ पर उन्होंने बारबार इसरार किया है। एक गाँव में उन्होंने कहा—“हमें नहरें भी खोदनी चाहियें, नए कुँए और नई नहरें खोदने से एक नया जमाना आ जायगा जिसमें कोई आदमी भी बीस एकड़ सिंचाई की जमीन पाकर सन्तोरा से रहेगा, हालाँकि अब सौ एकड़ से भी काम नहीं चलता है।” इसके अलावा वह चाहते हैं कि देहाती उद्योग-धन्दे बढ़ें—“बिना देहाती दलकारियों के केवल जमीन रखकर,

कम्यूनिस्ट अपना काम कर रहे हैं। मैं भी वहीं पर कुछ काम अपने तरीके से कर रहा हूँ जिसका आधार प्रेम है, मुहब्बत है।” यह प्रेम का रास्ता वही रास्ता है जो हाल ही में हमारे बापू दुनिया को बता कर गए हैं, यह वह सनातन रास्ता है जिसे संतों, पैगम्बरों और अवतारों ने बारबार दोहराया है। तेलंगाना में दिन में सरकार का जोर, रात में कम्यूनिस्टों का जोर—इससे न कम्यूनिस्टों का भला होगा न सरकार का। जैसा विनोबा जी ने कहा—“पुलिस की होशियारी और कम्यूनिस्ट कारकुरताओं में फूट की वजह से तेलंगाना के अन्दर के कम्यूनिस्ट हंगामे का जोर-शोर कुछ घरों के लिये भले ही मंदा पड़ जाय लेकिन जब तक हम शराब बन्दी करके और जमीन का दोबारा बँटवारा करके वहाँ की गरीबी का सवाल हल नहीं कर लेते तब तक कम्यूनियज्म एक सवाल की शकल में बना ही रहने वाला है।”

एक बार जब वरंगल जेल में कम्यूनिस्ट कैदियों से विनोबा जी मिले तो उन्होंने पूछा क्या इस तरह अमीरों को फिर से अपने घरों में बसा कर आप सवाल हल कर सकेंगे ? विनोबा जी ने जवाब दिया—“मुझे यकीन है कि दिल बदलते हैं, जमीन दान देने से आदमी के अन्दर रहने वाली भलाई और बुराई में भिन्नता हो जायगी और फिर उनका नजरिया संभल जायगा, पच्छिमी साइन्स और हिन्दुस्तानी फलसफे के मेल का नतीजा लाजिमी तौर पर अच्छा और मीठा होगा, अहिंसा ही सब बुराइयों का हलाक है।”

लेकिन यह प्रेम का रास्ता कोई हँसी खेल नहीं है। तलवार की धार पर चलना आसान है मगर प्रेम की धार इससे भी ज्यादा पैनी और पतली है। विनोबा जी ने गांधीचरला गाँव में कहा—“काँग्रेस वाले तो जनता की सेवा कर नहीं सकते क्योंकि सेवा का उसूल काँग्रेस के लिये एक मजाक हो गया है। समाजवादी किसी कदर अच्छे हैं मगर वह भी सत्ता के पीछे पागल हो रहे हैं। ऐसी हालत में सर्वोदय समाज ही सौदा पटा सकता है।”

हम ऊपर कह चुके हैं कि विनोबा जी ने गाँव वालों को कुँए खोदने के लिये सलाह दी है। इस चीज़ पर उन्होंने बारबार इसरार किया है। एक गाँव में उन्होंने कहा—“हमें नहरें भी खोदनी चाहियें, नए कुँए और नई नहरें खोदने से एक नया जमाना आ जायगा जिसमें कोई आदमी भी बीस एकड़ सिंचाई की जमीन पाकर सन्तोरा से रहेगा, हालाँकि अब सौ एकड़ से भी काम नहीं चलता है।” इसके अलावा वह चाहते हैं कि देहाती उद्योग-धन्दे बढ़ें—“बिना देहाती दलकारियों के केवल जमीन रखकर,

हम ऊपर कह चुके हैं कि उस्तामाना में कम्यूनिस्टों के हाथी हो जाने की वजह विनोबाजी ने क्या बताई है, कम्यूनिस्टों की आत से उन्हें कोई शिकायत नहीं है, वह उनसे मुहब्बत करते हैं और उनके दिल में कम्यूनिस्टों के लिये जगह है, एक गांव में प्रार्थना के बाद बोलते हुए विनोबाजी ने कहा—“मुझे मालूम हुआ कि इस गांव में कुछ आश्रित है क्योंकि कम्यूनिस्टों ने यहां कुछ काम किया है, मैं कम्यूनिस्टों को अपना भाई मानता हूँ, उनमें मेरे कई एक दोस्त हैं, कम्यूनिस्ट होना कोई गुनाह नहीं है, कम्यूनिस्ट होने के माने हैं गरीबों की सेवा करना,” लेकिन विनोबाजी की यह पक्की राय है कि कम्यूनिस्टों का रास्ता मुल्क के लिये ठीक नहीं है, उसी स्पीच में उन्होंने कहा—“लेकिन कम्यूनिस्ट लोग हिंसा और खून खराबी के कामों में लगे रहते हैं, यह बहुत बलत चीज है, इसी वजह से उनकी सारी की-कराई मेहनत मिट्टी में मिल जाती है... मेरी यह दिली इच्छा है कि मैं लोगों को यह समझा सकूँ कि जनता की असली सेवा करने का तरीका अहिंसा का तरीका ही है,” एक दूसरी जगह पर उन्होंने कहा—“मैं कम्यूनिस्ट भाइयों को यह साफ तौर पर बता देना चाहता हूँ कि उनके लिये अब इसकी कोई जरूरत नहीं कि वह अमीरों को क़त्ल करें, क्योंकि अब तो लोकराज का ज़माना आ गया है, यह अमीर तो बिना पिस्तौल के ही मारे जा सकते हैं, क्योंकि हर बालिग आदमी को अब बोट देने का अख्तियार मिल चुका है, आगे आने वाला राज आम जनता का राज होगा, मैं कम्यूनिस्ट भाइयों से विनती करता हूँ कि वह खुले में आये और काम करें, अगर वह ऐसा करेंगे तो मैं उनका पूरा साथ दूंगा, अगर कम्यूनिस्ट हिंसा का रास्ता छोड़ दें तो सब अच्छे और नेक लोग उनकी मदद करेंगे, महात्मा गांधी कहा करते थे—‘मैं कम्यूनिस्ट हूँ लेकिन मैं खुदकुशी वाला हिंसा का रास्ता नहीं अपनाऊंगा,’”

विनोबा जी का तरीका प्रेम का तरीका है, यही प्रेम का पाठ वह जगह जगह पढ़ाते हैं, एक गाँव में उन्होंने कहा—“आपको जो सारी हवा में फलें दिखाई दे रहा है वह भगवान की बरकत है, अगर हर कोई भगवान पर भरोसा रखे तो भगवान सबका रास्ता दिखाता है, भगवान हर एक दिल में मौजूद है, हम उससे दुआ करें तो बहुत का काम हो सकता है, मैं यहाँ कोई बंदूक लेकर या हकूमत की बजरी हुई कोई दूसरी ताकत लेकर नहीं आया हूँ,

”میری اُن سے آرزو ہے کہ ہنسنا کرنا بند کریں اور وہ ایسا کر لیں تو میں اُن کے ساتھ دھکر ہندستان کے لئے کوئے میں جا کر کمونزم کا پرچار کروں گا۔“

لوگوں کی بے بسی آج بھی رہے گی اور ہمیں اس کی فکر کرنی ہوگی۔ جو لوگ دانا باقی زمینوں پر اپنے حق کو سرکار کی طرف سے تسلیم کرنا چاہتے ہیں ان کی دوسری ضروریاتیں ملنی چاہئیں۔ اس کے علاوہ سرکار کو چاہئے کہ وہ ایک قانون بنائے جس میں یہ صاف کر دیا جائے کہ ایک آدمی حد سے حد تک زمین زمین پر کس قدر زمین رکھ سکتا ہے اور اسی قانون میں یہ بھی ظاہر کر دینا چاہئے کہ باقی زمین زمینوں کو دانا دے دی جائے۔ اگر یہ چیزیں عمل میں آئے تو کمپنوں کا نام نہیں رہے گا۔

اس کے بعد بچتے ہیں باقی تھلکان کے باشندے۔ ان سے ونوہا جی نے کہا—”بالغ عمر والے بھائیوں کو میں ایک سبق دینا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ شادی کے سے ہر کو دکھنا یا دھیز کے بجائے کٹواں کھدوا دیں۔ اس طرح دیہی بھر میں کٹوتیوں بن جائیں گے جن سے اپنے دیہی کی ترقی ہوگی۔ نئی تعلیم اور شادی کے سے کٹوتیوں کھدوانا ان دو طریقوں سے سارا گاؤں ٹوٹل بن جائیگا۔ ٹوٹل کے معنی ہیں کہ سبھی کے پاس جو دولت ہے اس کا استعمال سبھی کر سکیں۔ ہم یہاں یہ بتا رہے ہیں کہ اپنے پرمیشوار (جو وردھا شہر سے پانچ میل کی دوری پر ہے) ونوہا جی نے آشرم کے بھائی بھائیوں کی مدد سے ایک کٹواں خود ہی پارسال کھودا ہے جہاں بھائی یا بھل کی جگہ آشرم واسی ہی رہت کھولتے ہیں۔

یہ خیال پیدا ہوا کہ ونوہا جی زمین کا دانا کھوں مانگتے ہیں؟ کیا پیسہ لیکر اور پھر اسے زمینوں میں بانٹ کر سوال کھل نہیں ہو سکتا؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ اس بارے میں ونوہا جی بہت سنجیدہ ہیں۔ انہوں نے ایک جگہ کہا—”میں دانا میں روپیا نہیں لیتا۔ اس بات یہ ہے کہ روپے نے ہندوستان کو تباہ کر دیا ہے۔ چھوڑو کی جو قیمت ہے وہ نہیں گھٹتی بڑھتی۔ روپے کی قیمت گھٹتی بڑھتی ہے۔ آج کی قیمت مستقل ہے۔ میں تو لوگوں کو روپے کے چنگل سے چھڑانا چاہتا ہوں۔ روپیہ تو محض ایک ذریعہ ہے اور یہ دانا دینے والے کے اندر لہجہ پیدا کرنا ہے۔ لیکن زمین دانا میں تو غریب کا چلچل جات حق ہے۔ اس لیے میں زمین دانا لیتا ہوں۔۔۔۔۔ اگر ہر کوئی مصیبت کے ساتھ زمینوں کو اپنے گائے تو کمپنوں کا رنگ آپ سے آپ جاتا رہے گا۔ ونوہا جی تو پچھلے دیہہ برس سے زیادہ ہوا اس چھڑ پر خود عمل کر رہے ہیں۔ انہوں نے چھوٹے بھر کے لئے صرف شرم دانا (جسم کی مصیبت کی شکل میں دانا) لیتا قبول کیا ہے۔ اسی امداد پر ان کا آشرم چل رہا ہے جس میں ان کو زمینیں دے دی گئی ہیں۔ اس کی تفصیل میں اس وقت ہم نہیں جانتے کہ

یہ خیال پیدا ہوا کہ ونوہا جی زمین کا دانا کھوں مانگتے ہیں؟ کیا پیسہ لیکر اور پھر اسے زمینوں میں بانٹ کر سوال کھل نہیں ہو سکتا؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ اس بارے میں ونوہا جی بہت سنجیدہ ہیں۔ انہوں نے ایک جگہ کہا—”میں دانا میں روپیا نہیں لیتا۔ اس بات یہ ہے کہ روپے نے ہندوستان کو تباہ کر دیا ہے۔ چھوڑو کی جو قیمت ہے وہ نہیں گھٹتی بڑھتی۔ روپے کی قیمت گھٹتی بڑھتی ہے۔ آج کی قیمت مستقل ہے۔ میں تو لوگوں کو روپے کے چنگل سے چھڑانا چاہتا ہوں۔ روپیہ تو محض ایک ذریعہ ہے اور یہ دانا دینے والے کے اندر لہجہ پیدا کرنا ہے۔ لیکن زمین دانا میں تو غریب کا چلچل جات حق ہے۔ اس لیے میں زمین دانا لیتا ہوں۔۔۔۔۔ اگر ہر کوئی مصیبت کے ساتھ زمینوں کو اپنے گائے تو کمپنوں کا رنگ آپ سے آپ جاتا رہے گا۔ ونوہا جی تو پچھلے دیہہ برس سے زیادہ ہوا اس چھڑ پر خود عمل کر رہے ہیں۔ انہوں نے چھوٹے بھر کے لئے صرف شرم دانا (جسم کی مصیبت کی شکل میں دانا) لیتا قبول کیا ہے۔ اسی امداد پر ان کا آشرم چل رہا ہے جس میں ان کو زمینیں دے دی گئی ہیں۔ اس کی تفصیل میں اس وقت ہم نہیں جانتے کہ

یہ خیال پیدا ہوا کہ ونوہا جی زمین کا دانا کھوں مانگتے ہیں؟ کیا پیسہ لیکر اور پھر اسے زمینوں میں بانٹ کر سوال کھل نہیں ہو سکتا؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ اس بارے میں ونوہا جی بہت سنجیدہ ہیں۔ انہوں نے ایک جگہ کہا—”میں دانا میں روپیا نہیں لیتا۔ اس بات یہ ہے کہ روپے نے ہندوستان کو تباہ کر دیا ہے۔ چھوڑو کی جو قیمت ہے وہ نہیں گھٹتی بڑھتی۔ روپے کی قیمت گھٹتی بڑھتی ہے۔ آج کی قیمت مستقل ہے۔ میں تو لوگوں کو روپے کے چنگل سے چھڑانا چاہتا ہوں۔ روپیہ تو محض ایک ذریعہ ہے اور یہ دانا دینے والے کے اندر لہجہ پیدا کرنا ہے۔ لیکن زمین دانا میں تو غریب کا چلچل جات حق ہے۔ اس لیے میں زمین دانا لیتا ہوں۔۔۔۔۔ اگر ہر کوئی مصیبت کے ساتھ زمینوں کو اپنے گائے تو کمپنوں کا رنگ آپ سے آپ جاتا رہے گا۔ ونوہا جی تو پچھلے دیہہ برس سے زیادہ ہوا اس چھڑ پر خود عمل کر رہے ہیں۔ انہوں نے چھوٹے بھر کے لئے صرف شرم دانا (جسم کی مصیبت کی شکل میں دانا) لیتا قبول کیا ہے۔ اسی امداد پر ان کا آشرم چل رہا ہے جس میں ان کو زمینیں دے دی گئی ہیں۔ اس کی تفصیل میں اس وقت ہم نہیں جانتے کہ

یہ خیال پیدا ہوا کہ ونوہا جی زمین کا دانا کھوں مانگتے ہیں؟ کیا پیسہ لیکر اور پھر اسے زمینوں میں بانٹ کر سوال کھل نہیں ہو سکتا؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ اس بارے میں ونوہا جی بہت سنجیدہ ہیں۔ انہوں نے ایک جگہ کہا—”میں دانا میں روپیا نہیں لیتا۔ اس بات یہ ہے کہ روپے نے ہندوستان کو تباہ کر دیا ہے۔ چھوڑو کی جو قیمت ہے وہ نہیں گھٹتی بڑھتی۔ روپے کی قیمت گھٹتی بڑھتی ہے۔ آج کی قیمت مستقل ہے۔ میں تو لوگوں کو روپے کے چنگل سے چھڑانا چاہتا ہوں۔ روپیہ تو محض ایک ذریعہ ہے اور یہ دانا دینے والے کے اندر لہجہ پیدا کرنا ہے۔ لیکن زمین دانا میں تو غریب کا چلچل جات حق ہے۔ اس لیے میں زمین دانا لیتا ہوں۔۔۔۔۔ اگر ہر کوئی مصیبت کے ساتھ زمینوں کو اپنے گائے تو کمپنوں کا رنگ آپ سے آپ جاتا رہے گا۔ ونوہا جی تو پچھلے دیہہ برس سے زیادہ ہوا اس چھڑ پر خود عمل کر رہے ہیں۔ انہوں نے چھوٹے بھر کے لئے صرف شرم دانا (جسم کی مصیبت کی شکل میں دانا) لیتا قبول کیا ہے۔ اسی امداد پر ان کا آشرم چل رہا ہے جس میں ان کو زمینیں دے دی گئی ہیں۔ اس کی تفصیل میں اس وقت ہم نہیں جانتے کہ

लोग कुछ न कुछ बचाते हैं इसी तरह इस यज्ञ में हमें ज़मीन दान देना चाहिये. लोग शक करते थे कि भस्मा कलाजुग में भी कोई ऐसा दान दे सकेगा लेकिन जब मांगने वाला पैदा हो जाता है तो देने वाले भी मिल जाते हैं और अब तक (30 मई) मुझे साढ़े-तीन हजार एकड़ ज़मीन मिल चुकी है.” इस भूमि दान को ही विनोबा जी ने ‘सही रास्ता’ बताया है. अपनी उसी स्पीच में आगे चलकर उन्होंने कहा—“गर्मी के मौसम में आपको घास दिखाई नहीं देती. लेकिन पानी पड़ते ही घास उग आती है क्योंकि उसके बीज तो ज़मीन में रहते ही हैं. इसी तरह पुलिस कुछ बल्लत के लिये कम्यूनिस्ट असर भले कम कर दे लेकिन इसे जब से नहीं ख़तम कर सकती. इसको जड़ से ख़तम करने के लिये हमें सही रास्ता अपनाना होगा. कुछ काँग्रेस वालों ने मुझसे कहा कि यह रास्ता हमारी समझ में नहीं आता. अगर वह इस यज्ञ का मतलब नहीं समझते और लोगों के दिलों में पैदा होने वाली तबदीली नहीं देख सकते तो मैं समझता हूँ कि उन्होंने आँखें बन्द करली हैं. अगर उन्हें अहिंसा के अन्वर यक़ीन नहीं है तो बेहतर यह है कि वह कम्यूनिस्ट पार्टी में शरीक हो जायें. मैं तो उनसे कहना चाहता हूँ कि अगर वह इस यज्ञ में हिस्सा लेंगे तो काँग्रेस की इज्जत और उसका ज़िहाज बढ़ेगा. उनके हिस्सा लेने से उनके जीवन में फ़र्क पड़ेगा, समाज में क्रान्ति होगी और हर एक का दिल बख़ल जायेगा जिसका नतीजा यह होगा कि देश की काया पलट जायेगी और देश खूब फले फूलेगा.”

बिनोबा जी ने यह भी साक कर दिया कि दान देने वाले जो दान दें सो अपना कर्त्तव्य समझ कर, न कि यह कि वह कोई एहसान कर रहे हैं। एक जगह उन्होंने कहा— “यह जो दान दिये जा रहे हैं कोई एहसान नहीं है। शास्त्रों में बताया गया है कि दान देना माने जो अपने पास है उसको दूसरे के साथ मिल कर भोगना। इससे साक जाहिर है कि दान देने से कोई भी किसी दूसरे पर एहसान नहीं करता है।”

लेकिन अब हकूमत का क्या फर्क है ? उसे अपनी हिंसा भरी कारवाई तो बन्द कर ही देनी चाहिये. इसके अलावा उसे चाहिये कि ऐसे क़ानून पास करे जिनके मातहत कोई आदमी ज़रूरत से ज्यादा ज़मीन अपने हाथ में रख ही न सके. बिनोबा जी के लक्ष्यों में—“जो काम मैंने शुरू किया है उसे जारी रहना चाहिये. नलगुन्डा ज़िला कांग्रेस कमेटी के सदर, भाई केशवराव जी इसे चलायेंगे. मेरे लक्ष्मीन के मुताबिक नलगुन्डा जिले की चौदह पंद्रह लाख के करीब आबादी है. और अगर चौदह पंद्रह हजार एकड़ ज़मीन दान में मिल जाये तो चौदह पंद्रह हजार लोगों की खेती उससे चल जायेगी. ज़मीन बँटने के इस काम से

لوگ کچھ نہ کچھ چوتھے ہیں اسی طرح اس یگمہ میں
میں زمین دلیں دینا چاہئے۔ لوگ شک کرتے تھے کہ یہ
کلیجک میں بھی کوئی ایسا دان دے سکے گا۔ لیکن جب
مانگنے والا پیدا ہو جاتا ہے تو دینے والے بھی مل جاتے
ہیں اور اب تک (30 مئی) مجھے ساڑھے تین ہزار
ایکرو زمین مل چکی ہے۔ اس بھومی دان کو ہی ونویا
جی نے 'صحیح راستہ' بتایا ہے۔ اپنی اسی اسپرچ میں
آگے چل کر انہوں نے کہا—”گرمی کے موسم میں آپ کو
گھاس دکھائی نہیں دیتی۔ لیکن پانی پڑتے ہی گھاس
اُگ آتی ہے کیونکہ اُسکے بھج تو زمین میں رہتے ہی
ہیں۔ اسی طرح پولیس کچھ وقت کے لئے کمپوسٹ
اثر پہلے کم کر دے لیکن اسے جڑ سے نہیں ختم کرسکتی۔
اسکو جڑ سے ختم کرنے کے لئے ہمیں صحیح راستہ اپنانا
ہوگا۔ کچھ کانگریس والوں نے مجھ سے کہا کہ یہ راستہ
ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر وہ اس یگمہ کا مطلب
نہیں سمجھتے اور لوگوں کے دلوں میں پیدا ہونے والی
تبدیلی نہیں دیکھ سکتے تو میں سمجھتا ہوں کہ
انہوں نے آنکھوں بند کر لی ہیں۔ اگر انہیں اھسا کے اندر
یقین نہیں ہے تو بہتر یہ ہے کہ وہ کمپوسٹ پارٹی میں
شریک ہو جائیں۔ میں تو اُن سے کہتا چاہتا ہوں کہ
اگر وہ اس یگمہ میں حصہ لہنگے تو کانگریس کی عزت
اور اُسکا لحاظ بڑھے گا۔ اُنکے حصہ لہنے سے اُنکے جیون
میں فرق پڑیگا‘ سچا میں کرتی ہوگی اور ہو ایک
کا دل بدل جائیگا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دیس کی
کاپا پلت چائیگی اور دیس خوب پہلے پہلے گا۔“

ونوہا جي ٽي ڀيڻ بهي صاف ڪرديا ته دان ڏيڻو والو جو دان ڏيڻ سو اڀلا فرض سمجهو ۽ نه ته ڀيڻ ته وڏو ڪوئي احسان ڪرده هين. ايڪ جڳهه انهن ٽي ڀيڻن ۽ ڏاڏي جو دان ڏيڻو چاڙهه هين ۽ ڪوئي احسان نهين هئو. شاعرون مڃين پٽاڻيا ٿيا ته دان ڏيڻا معنيٰ جو اڳي پاس هئو اڪو دوسرو ڪو ساٿو ملڪو بهوگنا. اُس ڀيڻ صاف ظاهر هئو ته دان ڏيڻو ڀيڻ ڪوئي بهي ڪسي دوسرو ڀيڻ احسان نهين ڪرڻا هئو.

لیکن اب حکومت کا کیا فرض ہے ؟ اُسے اپنی ہڈیاں
بھری کاروائی تو بند کر دیں چاہئے ۔ اُسکے علاوہ اُسے
چاہئے کہ ایسے قانون پاس کرے جنکے ماتحت کوئی
آدمی ضرورت سے زیادہ زمین اپنے ہاتھ میں رکھ ہی نہ سکے۔
زنہا جی کے لفظوں میں—”جو کلم میں نے شروع کیا
ہے اُسے جاری رکھنا چاہئے ۔ نانگندہ ضلع کانگریس کمیٹی
کے صدر بھائی کیشور او جی اُسے چلائینگے ۔ سمرے تحصیل
کے مطابق نانگندہ ضلع کی چودہ پندرہ لاکھ کے قریب
آبادی ہے ۔ پورے چودہ پندرہ ہزار ایکڑ زمین دکن
میں مل جائے تو چودہ پندرہ ہزار لوگوں کی دہلی
اس سے چل جائیگی ۔ زمین بکنے کے اِس کلم سے

جا سکتا ہے جو انہوں نے بالا پانی گاؤں میں 31 مئی کو دی تھی۔" اس گاؤں کی آبادی 3000 ہے اور یہاں زمین بھی 3000 ایکڑ ہے۔ لیکن 10 خاندان ہی ساری زمین کے مالک ہیں جب کہ 600 خاندان بے زمین والے ہیں۔ کسی دیہاتی صنعت یا دستکاری کا بھی انتظام نہیں ہے۔ بلکہ روں کو صرف اتنا ملتا ہے کہ وہ اپنے زمینوں میں آٹھ دن کام چل جائے۔ زمین کے برابر کے بتوارے کے ساتھ ساتھ دیہاتی دھندوں کی بھی ترقی ہونی چاہئے۔ گاؤں والے پیسہ کمانے کی فصلوں نہ پیدا کریں۔ انہیں چاہئے کہ اناج پیدا کریں اور ان کی کڑاس اگلیں کہ اپنے کپڑے کا سول خود حل کر سکیں۔ تیلنگانہ میں مصہبت یہی ہے کہ پیسے کمانے والی فصلوں جیسے مونگ پولی اور تمباکو بے انتہا پیدا کی جاتی ہیں۔ ہم یہاں یہ بتا دیں کہ پیسے کمانے والی فصلوں کی — جیسے ایکڑ پت سن، مونگ پولی، تمباکو وغیرہ — کو ہمتی کے لئے چلتا کو مجبور کر کے ہلد سوکار نے ناچ کے سوال کو اور خطرناک بنا دیا ہے۔ ونوباجی ان سب چیزوں سے نکلنے پریشان ہیں یہ ان کی ایک دوسری اسپیچ ہے جو 28 مئی کو دی گئی تھی۔ پتہ چلتا ہے — "چالیس سال پہلے جب میں پوچھا تھا تو آپ دیہی کی حالت کی بابت پوچھ کر اور سوچ بچار کرتے ہوئے اس پر دیکھ رہا تھا۔ آج چالیس سال بعد بھی ان حالتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس کے خلاف وہ اور زیادہ یکسو ہوئے ہیں۔" تیلنگانہ میں جو کمیونسٹوں کے آندوان نے زور پکڑا ہوا ہے اس کی وجہ بتاتے ہوئے ونوبا جی نے کہا — "اس وقت اور رٹرس لوگ ہی کمیونسٹوں کے پیدا ہو جانے کے قریب دار ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ کمیونسٹ رٹرس لوگوں کی ہی اولاد ہیں۔"

تیلنگانہ کی بیماری کو سمجھ لوئے کے بعد دوسرا سوال جو سامنے آتا ہے وہ ہے اس کا علاج۔ کمیونسٹوں نے یہ سمجھا کہ زمینوں زبردستی چھین کر غریبوں میں بانٹ دینا اس کا علاج ہے۔ حکومت اصلی مرض کی دوا کرنے کے بجائے کمیونسٹوں کو نوکری نہ دینے میں پھنس گئی۔ ونوبا جی کو محسوس ہوا — "کمیونسٹوں کے اثر کو ختم کرنے میں پولیس بہت کامیاب نہ ہو سکے گی۔ اس کو ختم کرنے کا تو ایک ہی راستہ ہے۔ وہ یہ کہ زمینوں کا جو نا برابر بتوارہ ہے اسے شانتی کے ساتھ بدل دیا جائے۔" یا جیسا ایک دوسری اسپیچ میں انہوں نے کہا — "پرانے زمانے میں جب بھی کوئی ملکیت دیہی میں آتا تھا تو ہمارے پوچھا لوگ یکجہہ کہا کرتے تھے۔ میں بھی اس لئے ایک یکجہہ کرنا چاہتا ہوں اور میں نے یہ بھوسہ دان یکجہہ شروع کر دیا ہے۔ میں لوگوں سے کہتا ہوں کہ اپنی زمینیں دان میں دیجئے۔ ہر ایک کو چاہئے کہ اس یکجہہ میں شریک ہو کیونکہ یہ سب کی بہتری کے لئے ہے۔ ہون یا یکجہہ میں

جا سکتا ہے جو انہوں نے بالا پانی گاؤں میں 31 مئی کو دی تھی۔" اس گاؤں کی آبادی 3000 ہے اور یہاں زمین بھی 3000 ایکڑ ہے۔ لیکن 10 خاندان ہی ساری زمین کے مالک ہیں جب کہ 600 خاندان بے زمین والے ہیں۔ کسی دیہاتی صنعت یا دستکاری کا بھی انتظام نہیں ہے۔ بلکہ روں کو صرف اتنا ملتا ہے کہ وہ اپنے زمینوں میں آٹھ دن کام چل جائے۔ زمین کے برابر کے بتوارے کے ساتھ ساتھ دیہاتی دھندوں کی بھی ترقی ہونی چاہئے۔ گاؤں والے پیسہ کمانے کی فصلوں نہ پیدا کریں۔ انہیں چاہئے کہ اناج پیدا کریں اور ان کی کڑاس اگلیں کہ اپنے کپڑے کا سول خود حل کر سکیں۔ تیلنگانہ میں مصہبت یہی ہے کہ پیسے کمانے والی فصلوں جیسے مونگ پولی اور تمباکو بے انتہا پیدا کی جاتی ہیں۔ ہم یہاں یہ بتا دیں کہ پیسے کمانے والی فصلوں کی — جیسے ایکڑ پت سن، مونگ پولی، تمباکو وغیرہ — کو ہمتی کے لئے چلتا کو مجبور کر کے ہلد سوکار نے ناچ کے سوال کو اور خطرناک بنا دیا ہے۔ ونوباجی ان سب چیزوں سے نکلنے پریشان ہیں یہ ان کی ایک دوسری اسپیچ ہے جو 28 مئی کو دی گئی تھی۔ پتہ چلتا ہے — "چالیس سال پہلے جب میں پوچھا تھا تو آپ دیہی کی حالت کی بابت پوچھ کر اور سوچ بچار کرتے ہوئے اس پر دیکھ رہا تھا۔ آج چالیس سال بعد بھی ان حالتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس کے خلاف وہ اور زیادہ یکسو ہوئے ہیں۔" تیلنگانہ میں جو کمیونسٹوں کے آندوان نے زور پکڑا ہوا ہے اس کی وجہ بتاتے ہوئے ونوبا جی نے کہا — "اس وقت اور رٹرس لوگ ہی کمیونسٹوں کے پیدا ہو جانے کے قریب دار ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ کمیونسٹ رٹرس لوگوں کی ہی اولاد ہیں۔"

تیلنگانہ کی بیماری کو سمجھ لوئے کے بعد دوسرا سوال جو سامنے آتا ہے وہ ہے اس کا علاج۔ کمیونسٹوں نے یہ سمجھا کہ زمینوں زبردستی چھین کر غریبوں میں بانٹ دینا اس کا علاج ہے۔ حکومت اصلی مرض کی دوا کرنے کے بجائے کمیونسٹوں کو نوکری نہ دینے میں پھنس گئی۔ ونوبا جی کو محسوس ہوا — "کمیونسٹوں کے اثر کو ختم کرنے میں پولیس بہت کامیاب نہ ہو سکے گی۔ اس کو ختم کرنے کا تو ایک ہی راستہ ہے۔ وہ یہ کہ زمینوں کا جو نا برابر بتوارہ ہے اسے شانتی کے ساتھ بدل دیا جائے۔" یا جیسا ایک دوسری اسپیچ میں انہوں نے کہا — "پرانے زمانے میں جب بھی کوئی ملکیت دیہی میں آتا تھا تو ہمارے پوچھا لوگ یکجہہ کہا کرتے تھے۔ میں بھی اس لئے ایک یکجہہ کرنا چاہتا ہوں اور میں نے یہ بھوسہ دان یکجہہ شروع کر دیا ہے۔ میں لوگوں سے کہتا ہوں کہ اپنی زمینیں دان میں دیجئے۔ ہر ایک کو چاہئے کہ اس یکجہہ میں شریک ہو کیونکہ یہ سب کی بہتری کے لئے ہے۔ ہون یا یکجہہ میں

ہے کہ جہاں کمیونسٹوں کا زور ہے اور حکومت کی طاقت نہیں ملتی۔ یہ بھی مبراہر ہے کہ کمیونسٹوں نے جہاں پر زبردست آٹک۔ جما رکھا ہے جس سے نا بری طرح پریشان ہے۔ اس علاقہ کے کچھ ہوں کو جو بڑے والے اور دولت مند تھے، اپنا گھر بار و کر حیدرآباد کے شہر میں تھکے تھوڑھلا پڑا۔ ایسی حالت میں حکومت نے اپنا فرض سمجھا کہ لوگوں کی مال کی حفاظت کرے اور نقصان پہنچانے والوں کو دے۔ کہتے ہیں حیدرآباد کی حکومت اور نئی دلی سرکار دونوں ملکر تھلکانہ پر ٹوٹ پڑیں اور سر کے ن کی طرح کمیونسٹوں کو بھن بھن کر پھیلکدیلے کا ان مچھا دیا۔ لیکن مرض بوجھا کھا جوں جوں دوا تھلکانہ کے دکھوں کی آواز تھوڑی گئی، اسے سلکھ انسان کا دل توپ اٹھا۔ بھا کوئی ہتھیار لئے وہ اُن دل کا حال جاننے کی غرض سے پودل نکل پڑا۔ یہ ہی جی کے نامی سمجھا گری ونبھا جی ہیں جنہوں ام نموی کے دن 15 اپریل 1951 کو حیدرآباد کے شہر تھلکانہ کے لئے کوچ کیا۔ جیسا انہوں نے ایک جگہ چاکر کہا۔ ”شانتی کا سندیھ پھیلنے کی خاطر می سیدا کا ایک سپاہی ہولے کے ناتے میں تھلکانہ گھومنا چاہتا تھا۔ بہت عرصے سے“ میں کئی وجہوں اپنی اس اچھا کو پورا نہیں کر سکا۔ لیکن بھگوان رام شہرواد نے کہ میں نے اب یہ دورہ شروع کر دیا ہے۔“

تھلکانہ میں اصلی سوال کیا ہے؟ ونبھا جی کے لفظوں میں یہاں پر کچھ لوگوں کے پاس تو ہزاروں ایکڑ ن ہے اور کچھ کے پاس ایک اُنچ بھی نہیں۔ ”ظاہر ہے کہ یہاں ہزار آدمیوں کی تعداد تھلکانہ کے لاکھوں لکھوں کی مصطلات و پوسے کو چوس کر جی رہی ہے۔ کئی وجہ سے غریب اور امیر کے بیچ زمین آسان کا نہ کھوا ہو گیا ہے۔ اسی چھڑ سے دھل کر اور اپنے راج کا جی لوں سے اثر لیکر قریب پندرہ برس سے کچھ کمیونسٹ و ان تھلکانہ کے علاقہ میں اپنے طریقے سے جنگا کی مت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن بدقسمتی یہ کہ ان بہادروں نے اپنے مقصد کو پانے کی خاطر کسی لکھت راستے کو نہیں اپنایا۔ وہ ہر تدبیر عمل لئے اور اپنے راستے کی ہر رکاوٹ کو انہوں نے بے رحمی مانہ اکھاڑ پھینکا۔ یہاں تک کہ امیروں کے مکان جلا کچھ کو موت کے گھاٹ بھی اتار دیا اور ان کی زمین زمین والوں میں بانٹ دیا۔ قرضی طور پر زمیندار اپنی جائیں لیکر بھاگ نکلے اور حکومت حیدرآباد رازہ کھٹکھٹا نے لگے۔“

تھلکانہ میں عام و محبت کی حالت کتنی سنگین ہے کا انداز ونبھا جی کی ایک دوسری اسٹیج سے لگایا

تھلکانہ میں عام و محبت کی حالت کتنی سنگین ہے کا انداز ونبھا جی کی ایک دوسری اسٹیج سے لگایا

تھلکانہ میں عام و محبت کی حالت کتنی سنگین ہے کا انداز ونبھا جی کی ایک دوسری اسٹیج سے لگایا

تھلکانہ میں عام و محبت کی حالت کتنی سنگین ہے کا انداز ونبھا جی کی ایک دوسری اسٹیج سے لگایا

وینوہا جی کی تیلنگانا یاترا

”میں آپ کے سندر دیس میں پیدل گھوم رہا ہوں اور آپ لوگوں کے بوجھ گھومنے پھرنے سے ہم سب کو بڑی خوشی حاصل ہو رہی ہے۔ اس علاقے میں لوگ ابھور کی پرارتھنا میں گاتے گاتے ہوں اور ہمارا سواگت کرتے ہیں۔ وہ ایک ایک مہل تک پہنچ گاتے ہوئے چلتے آتے ہیں۔ وہ تیلگو اور ہندی میں ہمیں گاتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ یہی ہماری قوم کی طاقت ہے۔ بہت سے راجاؤں نے راج کھا اور ختم ہو گئے اور ہم نے انہیں بہا بھی دیا۔ ہم صرف ایک راجہ کو جانتے ہیں اور وہ بھگوان راجہ رام ہیں۔ ابھور کا نام گنگا کی طرح مسلسل جاری ہے۔ گنگا ہر جگہ موجود نہیں ہے لیکن بھگوان رام کا نام موجود ہے۔ تیلنگانہ میں میں چار یا پانچ ضلعوں میں گھوم چکا ہوں۔ جب میں تلنگانہ ضلع میں داخل ہوا تو لوگوں نے مجھ سے کہا کہ آپ کمپونستوں کے علاقے میں داخل ہوئے ہیں۔ لیکن رام نام کا جو

بھجن میں نے عادل آباد ضلع میں سنا تھا وہ اس تلنگانہ

ضلع میں بھی سنا۔ کمپونست آئینکے اور چائینگے لیکن

رام نام کو نہیں مانتے تھے۔ رام نام ہندوستان کی سب

سے بڑی طاقت ہے۔ ہر ہم نے رام نام کا پورا پورا مطلب

نہیں سمجھا ہے۔ جو کوئی بھی رام نام پکارتا ہے وہ

بھگت ہونے کا دعوا کرتا ہے۔ لیکن آخر بھگت ہے کیا

چھوڑے اور بھگوان کہاں رہتے ہیں؟ سچی بات یہ ہے

کہ وہ کسی ایک کونے میں نہیں رہتے ہیں اور نہ وہ

بھگت یا کھٹا میں رہتے ہیں۔ وہ ہر آدمی کے دل میں

رہتے ہیں۔ اسلئے ہم ہر ایک کی سہوا کرتے اور ہر

ایک کے ساتھ محبت کرنے کا پرن لیتے ہیں۔ اس

طرح بھگوان جو ہر انسان کے دل میں رہتے ہیں ہم

ان کے سہوک میں جاتے ہیں۔ بھجن گانا اور ہر انسان

کے ساتھ محبت رکھنا دونوں ایک بات ہیں۔ یہی

سبق ہمیں گھٹا سکھاتی ہے۔“ یہ شہد تلنگانہ ضلع کے

نٹوراد گڑوں میں ایک بھری سبھا میں شام کی پرارتھنا

کے بعد آچارہ ونبھا بھارے نے 28 اپریل کو کہہ۔

تیلنگانہ چھتر آباد ریاست کے پوربی علاقے کا نام ہے

جہاں کے لوگوں کی بولی تیلگو ہے اور جن میں اطراف

بلندہ تلنگانہ، ونگل، کوہم نگر، محبوب نگر اور نظام

آباد کے ضلع شامل ہیں۔ سارے ہندوستان میں

آج تیلنگانہ کا نام بڑھ رہا ہے اور یہ بلند مشہور

وینوہا جی کی تیلنگانہ یاترا

”میں آپ کے سندر دیس میں پیدل گھوم رہا ہوں اور آپ لوگوں کے بوجھ گھومنے پھرنے سے ہم سب کو بڑی خوشی حاصل ہو رہی ہے۔ اس علاقے میں لوگ ابھور کی پرارتھنا میں گاتے گاتے ہوں اور ہمارا سواگت کرتے ہیں۔ وہ ایک ایک مہل تک پہنچ گاتے ہوئے چلتے آتے ہیں۔ وہ تیلگو اور ہندی میں ہمیں گاتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ یہی ہماری قوم کی طاقت ہے۔ بہت سے راجاؤں نے راج کھا اور ختم ہو گئے اور ہم نے انہیں بہا بھی دیا۔ ہم صرف ایک راجہ کو جانتے ہیں اور وہ بھگوان راجہ رام ہیں۔ ابھور کا نام گنگا کی طرح مسلسل جاری ہے۔ گنگا ہر جگہ موجود نہیں ہے لیکن بھگوان رام کا نام موجود ہے۔ تیلنگانہ میں میں چار یا پانچ ضلعوں میں گھوم چکا ہوں۔ جب میں تلنگانہ ضلع میں داخل ہوا تو لوگوں نے مجھ سے کہا کہ آپ کمپونستوں کے علاقے میں داخل ہوئے ہیں۔ لیکن رام نام کا جو

بھجن میں نے عادل آباد ضلع میں سنا تھا وہ اس تلنگانہ

ضلع میں بھی سنا۔ کمپونست آئینکے اور چائینگے لیکن

رام نام کو نہیں مانتے تھے۔ رام نام ہندوستان کی سب

سے بڑی طاقت ہے۔ ہر ہم نے رام نام کا پورا پورا مطلب

نہیں سمجھا ہے۔ جو کوئی بھی رام نام پکارتا ہے وہ

بھگت ہونے کا دعوا کرتا ہے۔ لیکن آخر بھگت ہے کیا

چھوڑے اور بھگوان کہاں رہتے ہیں؟ سچی بات یہ ہے

کہ وہ کسی ایک کونے میں نہیں رہتے ہیں اور نہ وہ

بھگت یا کھٹا میں رہتے ہیں۔ وہ ہر آدمی کے دل میں

رہتے ہیں۔ اسلئے ہم ہر ایک کی سہوا کرتے اور ہر

ایک کے ساتھ محبت کرنے کا پرن لیتے ہیں۔ اس

طرح بھگوان جو ہر انسان کے دل میں رہتے ہیں ہم

ان کے سہوک میں جاتے ہیں۔ بھجن گانا اور ہر انسان

کے ساتھ محبت رکھنا دونوں ایک بات ہیں۔ یہی

سبق ہمیں گھٹا سکھاتی ہے۔“ یہ شہد تلنگانہ ضلع کے

نٹوراد گڑوں میں ایک بھری سبھا میں شام کی پرارتھنا

کے بعد آچارہ ونبھا بھارے نے 28 اپریل کو کہہ۔

تیلنگانہ چھتر آباد ریاست کے پوربی علاقے کا نام ہے

جہاں کے لوگوں کی بولی تیلگو ہے اور جن میں اطراف

بلندہ تلنگانہ، ونگل، کوہم نگر، محبوب نگر اور نظام

آباد کے ضلع شامل ہیں۔ سارے ہندوستان میں

آج تیلنگانہ کا نام بڑھ رہا ہے اور یہ بلند مشہور

میتا سکے گا۔" امریکا سے کھینچ کر اپنے دیش میں ہماری ساری خوشیوں کی جگہ میں کسانوں کی بوری ڈال دی ہے۔ اسلئے اسے سدھارنا ہمارا پہلا فرض ہے۔

کچھ بھر اور کچھ بھر کھڑک کر کوشش کرنے سے کام نہیں چل سکتا۔ ہم آبادی اور دوسرے گاؤں کے دھندوں کو سنگت کر سکتے ہیں، دیہاتوں کی صفائی اور تندرستی سدھارنے کی کوشش کر سکتے ہیں یا سکول اور رات سکول بھی چلا سکتے ہیں۔ یہ سب کوششیں اچھی ہیں، پر وہ کسی پختہ بلدا پر کھڑی ہیں یہ تب تک نہیں چلا جا سکتا جب تک ان کوششوں کے ذریعے گاؤں کی مالی حالت نہیں سدھرتی۔ گاؤں کی مالی حالت ابھی سدھرتی نہیں جا سکتی ہے جب وہ کھانے اور کپڑے کے معاملے میں بے پھروں پر کھڑے ہوں، کسی دوسرے کا آسرا نہ دیکھیں۔ کروڑوں ٹن ناچ باہر سے لانے سے حالت سدھرتی نہیں سکتی۔ یہ تو صرف اوپری مرحلہ یعنی کرنا ہوگا۔ اس لئے کم سے کم اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ ہمارے نیٹا حکومت سے اپنا دل ہٹا کر اسے رجحان تک کام میں لگائیں۔

پلیٹ نہرو کی سرکار باہری ترقی بھڑک اور آسیر کے باوجود دوراندیش ثابت نہیں ہوئی۔ ہمارے دیہاتوں کی حالت سدھارنے کی اس نے کوئی نئی ترکیب نہیں سوچ نکالی۔ جہاں کھیں حالت سدھارنے کی کوششیں کی گئیں وہاں کی حالت اور بھی بد سے بدتر ہو گئی، کیونکہ حکومت کو گاؤں کی اصلی حالت سے واقف نہیں تھی اور درر بہتے بہتے کھول حکم جاری کر کے کام کیا تھا۔ ہمیں تو ایسی سرکار چاہئے جو گاؤں کی زندگی کے بالکل پاس اور اُس سے ملتی رہے اور گاؤں والوں کی ضرورتوں کو جانے۔

کچھ ہم آشا کریں کہ پटना میں ہمارے جو नेता لوگ بکڑا ہو رہے ہیں وہ ہمت کے ساتھ اور ایک دل ہو کر اس سوال کو گاندھی جی کے بتائے ہوئے راستے سے سلجھانے کی کوشش کر کے دیس کو آنے والی بربادی سے بچائیں گے ؟

('پراس-بھوگ-پتیکا' سے)

کچھ اُدھر اور کچھ اُدھر پھٹ کر کوشش کرنے سے کام نہیں چل سکتا۔ ہم کھادی اور دوسرے گاؤں کے دھندوں کو سنگت کر سکتے ہیں، دیہاتوں کی صفائی اور تندرستی سدھارنے کی کوشش کر سکتے ہیں یا اسکول اور رات سکول بھی چلا سکتے ہیں۔ یہ سب کوششیں اچھی ہیں، پر وہ کسی پختہ بلدا پر کھڑی ہیں یہ تب تک نہیں چلا جا سکتا جب تک ان کوششوں کے ذریعے گاؤں کی مالی حالت نہیں سدھرتی۔ گاؤں کی مالی حالت ابھی سدھرتی نہیں جا سکتی ہے جب وہ کھانے اور کپڑے کے معاملے میں بے پھروں پر کھڑے ہوں، کسی دوسرے کا آسرا نہ دیکھیں۔ کروڑوں ٹن ناچ باہر سے لانے سے حالت سدھرتی نہیں سکتی۔ یہ تو صرف اوپری مرحلہ یعنی کرنا ہوگا۔ اس لئے کم سے کم اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ ہمارے نیٹا حکومت سے اپنا دل ہٹا کر اسے رجحان تک کام میں لگائیں۔

پلیٹ نہرو کی سرکار باہری ترقی بھڑک اور آسیر کے باوجود دوراندیش ثابت نہیں ہوئی۔ ہمارے دیہاتوں کی حالت سدھارنے کی اس نے کوئی نئی ترکیب نہیں سوچ نکالی۔ جہاں کھیں حالت سدھارنے کی کوششیں کی گئیں وہاں کی حالت اور بھی بد سے بدتر ہو گئی، کیونکہ حکومت کو گاؤں کی اصلی حالت سے واقف نہیں تھی اور درر بہتے بہتے کھول حکم جاری کر کے کام کیا تھا۔ ہمیں تو ایسی سرکار چاہئے جو گاؤں کی زندگی کے بالکل پاس اور اُس سے ملتی رہے اور گاؤں والوں کی ضرورتوں کو جانے۔

کچھ ہم آشا کریں کہ پٹنہ میں ہمارے جو नेता لوگ بکڑا ہو رہے ہیں وہ ہمت کے ساتھ اور ایک دل ہو کر اس سوال کو گاندھی جی کے بتائے ہوئے راستے سے سلجھانے کی کوشش کر کے دیس کو آنے والی بربادی سے بچائیں گے ؟

('گرام اڈیوگ پتیکا' سے)

अंगला क्रम

(भाई जे. सी. कुमारणा)

'काँग्रेस अब अपना काम कर चुकी है, और उसे अब अपना रूप बदल देना चाहिये' यह बात गांधी जी ने कही थी. इसके बाद तीन बहुत बातक साल गुजर चुके. हममें से कुछ लोग काँग्रेस के मुर्वे को बरक में रख कर उसके इर्द गिर्द नाचने में बहुत लुरा नजर आते थे. पर कुछ घरसे के बाद मुर्वे से सदन की बदबू आने ही लगी. श्री टी. प्रकाशम, डाक्टर प्रफुल्लचंद्र घोष और आचार्य कृपलानी सरीखे लोगों के पीछे कुछ काँग्रेसी इस मुर्वे को छोड़कर रास्ते में नई जान फूँकने के लिये आगे बढ़े. नई जान फूँकने के लिये कौन सा रास्ता अलतियार किया जायगा यही आज सब लोगों के मन में बड़ी सोचने की बात है. रास्ते की भलाई चाहने वालों की एक सभा जून में पटना में इस बात पर विचार करने के लिये बुलाई गई है.

गांधी जी ने सुझाया था कि काँग्रेस को हफूमत चाहने वाली राजनीत छोड़कर नई क्रौम तैयार करने के लिये एक रचनात्मक काम करने वाली संस्था बन जाना चाहिये जिससे इस देस के सात लाख गावों को, न कि शहरों और कस्बों को, समाजी, सवाचारी और माली आजादी हासिल हो सके. क्या अभी भी हमें गांधी जी के रास्ते पर चलने की बात सुझेगी, या हम अपने अज्ञान से हँसते हँसते बरबादी की तरफ बढ़ते रहेंगे ?

अंगरेजी राज के जमाने में रचनात्मक कामों में भी कुछ कुछ राजनैतिक बू रहती थी. उस समय बरखे की बुनियाद से मैनचेस्टर की जड़ उखाड़ना खास मकसद था. अब यह सब बदलना होगा. अब हमें सारा ध्यान खेती को धुरी मानकर गाँवों की फिर से तामीर करने पर देना चाहिये. अब गाँव की समाजी और माली खिन्दगी इस तरह गढ़नी चाहिये कि वह सच्चे जनराज की बुनियाद बन सके. गाँव में ही सबको ऐसी ट्रेनिंग मिलनी चाहिये कि कोई भी गाँव वाला आगे चल कर राजनीत में पड़कर भी देस की सेवा ही करता रहे. हमारी राजनीत हमारी माली खिन्दगी की दाखी होनी चाहिये, मासिक नहीं. अमरीका जैसे देस में भी, जहाँ के सब धंदे बड़े बड़े कारखानों में समाए हुए हैं, वहाँ के खेती बिभाग के सेक्रेटरी श्री ब्रनन, अपनी रिपोर्ट में कहते हैं, "दुनिया भर के देशतियों का रहन सहन सुधारने से और जमीन का लगान इस तरह तय करने से जिससे सब के साथ इनसाफ हो और सब आदमियों का मान बढ़े, केवल अपने देस को ही नहीं, बल्कि पूरी दुनिया को राजकाशी और माली विकास

अगला कदम

(भैली जे. सी. कार भा)

'कान्ग्रेस अब अपना काम कर चुकी है' और उसे अब अपना रूप बदल देना चाहिये' यह बात गांधी जी ने कही थी. इसके बाद तीन बहुत बातक साल गुजर चुके. हम में से कुछ लोग काँग्रेस के मुर्वे को बरक में रख कर उसके इर्द गिर्द नाचने में बहुत लुरा नजर आते थे. पर कुछ घरसे के बाद मुर्वे से सदन की बदबू आने ही लगी. श्री टी. प्रकाशम, डाक्टर प्रफुल्लचंद्र घोष और आचार्य कृपलानी सरीखे लोगों के पीछे कुछ काँग्रेसी इस मुर्वे को छोड़कर रास्ते में नई जान फूँकने के लिये आगे बढ़े. नई जान फूँकने के लिये कौन सा रास्ता अलतियार किया जायगा यही आज सब लोगों के मन में बड़ी सोचने की बात है. रास्ते की भलाई चाहने वालों की एक सभा जून में पटना में इस बात पर विचार करने के लिये बुलाई गई है.

अंगरेजी राज के जमाने में रचनात्मक कामों में भी कुछ कुछ राजनैतिक बू रहती थी. उस समय बरखे की बुनियाद से मैनचेस्टर की जड़ उखाड़ना खास मकसद था. अब यह सब बदलना होगा. अब हमें सारा ध्यान खेती को धुरी मानकर गाँवों की फिर से तामीर करने पर देना चाहिये. अब गाँव की समाजी और माली खिन्दगी इस तरह गढ़नी चाहिये कि वह सच्चे जनराज की बुनियाद बन सके. गाँव में ही सबको ऐसी ट्रेनिंग मिलनी चाहिये कि कोई भी गाँव वाला आगे चल कर राजनीत में पड़कर भी देस की सेवा ही करता रहे. हमारी राजनीत हमारी माली खिन्दगी की दाखी होनी चाहिये, मासिक नहीं. अमरीका जैसे देस में भी, जहाँ के सब धंदे बड़े बड़े कारखानों में समाए हुए हैं, वहाँ के खेती बिभाग के सेक्रेटरी श्री ब्रनन, अपनी रिपोर्ट में कहते हैं, "दुनिया भर के देशतियों का रहन सहन सुधारने से और जमीन का लगान इस तरह तय करने से जिससे सब के साथ इनसाफ हो और सब आदमियों का मान बढ़े, केवल अपने देस को ही नहीं, बल्कि पूरी दुनिया को राजकाशी और माली विकास

अपना प्रस्ताव करे' मैं मानता हूँ कि इस के बिना कोई परिषद मिलाने वाला नहीं है। मैंने सोशलिस्टों से भी बात की है, अब कभी वे मुझको मिले, दूसरे जवानों से भी बात की और पूछ लिया कि अमीन की तकसीम, जो कि जरूर करनी चाहिये, कर लो। विस पर भी क्या आप समझते हैं कि इन किसानों की हालत उतने से सुधर जायगी और उतने से उनको साल भर का काम मिल जायगा ? और उसमें से उनकी जीवन की जरूरतें पूरी हो सकेंगी ? क्या आप यह समझते हैं कि खर बरौरा के बरौर कोई मशीनी स्कीम दस पाँच साल में ऐसी हो सकेगी जिससे लाखों करोड़ों को काम दिया जा सकेगा ? तो इसका जवाब उनको 'नहीं' में देना पड़ता है। उनको मानना पड़ता है कि और कोई रास्ता हम नहीं देखते हैं। लेकिन वे कहते हैं कि इसका मतलब यह होता है कि सरकार हम अपने हाथ में ले लें और अपना समाजवाद का और दूसरा प्रोग्राम बजायें। तो हिन्दुस्तान की अभी की हालत को देखते हुए जो सीधा सा काम हम कर सकते हैं वह करने, से इनकार करे और दस' पंद्रह साल के बाद कुछ बात होगी उसकी आशा में अपना जीवन बेकार बनाएं, ऐसी बात हो जाती है।

गांधी जी का मंत्र

इसलिये आप सब लोगों से मेरी प्रार्थना है कि गांधी जी मैं जो खर मंत्र हमें दिया है वह अभी की हालत में कमचोर नहीं हुआ है बल्कि ताकतवर हुआ है। यह जब कि मिलें 17 गज कपड़ा पैदा करती थीं, वह आज 12 गज पैदा करती हैं और जाहिर कर रही हैं कि इस साल आधा गज और पैदावार कम होगी क्योंकि काफी इकतालें हो चुकी हैं, तो मिलों पर आधार रखने के लिये कोई सबब नहीं है। और गांधी जी के जाने के बाद कोई ऐसी दूसरी हालत पैदा नहीं हुई है जिससे खादी को अलग करके भी हम अपने सवाल हल कर सकते हैं। अगर किसी के मन में कोई स्कीम आई है और बिना खर के हमारा काम निभ जायगा, ऐसा किसी को लगा है, तो उससे चर्चा करना चाहूँगा और कोई दलीलें उसके पास हैं, कोई सबूत हैं तो मैं जानना चाहूँगा, लेकिन अगर ऐसा सबूत मिलता नहीं है तो हम सब लोग खादी के काम में अपनी अदा ताजा करे, पक्की करे और खादी का शास्त्र (इस्लम) जितना भरपूर बना सकते हैं, उतना बनाने में अपना सहयोग दें। इसका कह के मैं जाहिर करता हूँ कि यह प्रदर्शन अब खुल गया है।

अपना प्रस्ताव करे' मैं मानता हूँ कि इस के बिना कोई परिषद मिलाने वाला नहीं है। मैंने सोशलिस्टों से भी बात की है, अब कभी वे मुझको मिले, दूसरे जवानों से भी बात की और पूछ लिया कि अमीन की तकसीम, जो कि जरूर करनी चाहिये, कर लो। विस पर भी क्या आप समझते हैं कि इन किसानों की हालत उतने से सुधर जायगी और उतने से उनको साल भर का काम मिल जायगा ? और उसमें से उनकी जीवन की जरूरतें पूरी हो सकेंगी ? क्या आप यह समझते हैं कि खर बरौरा के बरौर कोई मशीनी स्कीम दस पाँच साल में ऐसी हो सकेगी जिससे लाखों करोड़ों को काम दिया जा सकेगा ? तो इसका जवाब उनको 'नहीं' में देना पड़ता है। उनको मानना पड़ता है कि और कोई रास्ता हम नहीं देखते हैं। लेकिन वे कहते हैं कि इसका मतलब यह होता है कि सरकार हम अपने हाथ में ले लें और अपना समाजवाद का और दूसरा प्रोग्राम बजायें। तो हिन्दुस्तान की अभी की हालत को देखते हुए जो सीधा सा काम हम कर सकते हैं वह करने, से इनकार करे और दस' पंद्रह साल के बाद कुछ बात होगी उसकी आशा में अपना जीवन बेकार बनाएं, ऐसी बात हो जाती है।

गान्धी जी का मंत्र

इसलिये आप सब लोगों से मेरी प्रार्थना है कि गांधी जी मैं जो खर मंत्र हमें दिया है वह अभी की हालत में कमचोर नहीं हुआ है बल्कि ताकतवर हुआ है। यह जब कि मिलें 17 गज कपड़ा पैदा करती थीं, वह आज 12 गज पैदा करती हैं और जाहिर कर रही हैं कि इस साल आधा गज और पैदावार कम होगी क्योंकि काफी इकतालें हो चुकी हैं, तो मिलों पर आधार रखने के लिये कोई सबब नहीं है। और गांधी जी के जाने के बाद कोई ऐसी दूसरी हालत पैदा नहीं हुई है जिससे खादी को अलग करके भी हम अपने सवाल हल कर सकते हैं। अगर किसी के मन में कोई स्कीम आई है और बिना खर के हमारा काम निभ जायगा, ऐसा किसी को लगा है, तो उससे चर्चा करना चाहूँगा और कोई दलीलें उसके पास हैं, कोई सबूत हैं तो मैं जानना चाहूँगा, लेकिन अगर ऐसा सबूत मिलता नहीं है तो हम सब लोग खादी के काम में अपनी अदा ताजा करे, पक्की करे और खादी का शास्त्र (इस्लम) जितना भरपूर बना सकते हैं, उतना बनाने में अपना सहयोग दें। इसका कह के मैं जाहिर करता हूँ कि यह प्रदर्शन अब खुल गया है।

और यह रहे हैं कि भाइयों, स्वराज मिल गया है, जिनके नाम से और जिनके काम के लिये आपने स्वराज हासिल किया उनकी सेवा के लिये कुरसत पाइये और आइये, ऐसी पुकार हो रही है।

खादी की ग्रहणियत

आस करके इस हैदराबाद स्टेट में जो देखा, उसने खादी के लिये मेरी भद्दा और भी पक्की कर दी। और बहुत लोगों का, यह जो खयाल होता था कि हालाँकि खादी की जरूरत आज भी कम तो नहीं है, फिर भी कुछ दूसरे पहलुओं पर जोर देना आज शायद ज्यादा जरूरी हो गया है और खादी का काम, मुमकिन है आगे न भी चले, यह खयाल मैंने गलत पाया। वहाँ लोगों से पूछा, जो साथ आए थे उनसे भी पूछा कि क्या इन देहातों को सिवा खदूर के कोई ऐसा जरिया है जिससे उनको कोई राहत पहुँचा सकते हैं? इमवाद दे सकते हैं? बारस पैदा कर सकते हैं? तो मैंने तो कोई जरिया नहीं पाया, जाहिर बात है कि जो चीज हर आदमी इस्तेमाल करता है, और चाहे फाफा भी करले, लेकिन बिना कपड़े के नहीं चल सकता, क्योंकि वह सभ्यता की निशानी समझी गई है। ऐसी जो चीज और जिसका कच्चा माल गाँवों में पड़ा है वह धंदा गाँव का रिजर्व धंदा होना चाहिये। वह वहाँ से छीना गया है और दूसरे भी कई धंदे जिनके लिये कच्चा माल गाँवों में पड़ा है, उनके हाथ से छीन लिये गए हैं और छीने जा रहे हैं। ऐसी हालत में सिवा गाँव के उद्योग धंदों के और उसमें भी सिवा खादी के और कौन सा धंदा हम उनको दे सकते हैं? कौन सा ऐसा जरिया है जिससे उनको राहत पहुँचा सकते हैं? इस पर बहुत सोचा, लेकिन गाँवों की मदद करने का इससे बेहतर साधन नहीं देखा, हाँ, सफाई का काम है, आदमी का मैला बेकार जा रहा है, उसका इस्तेमाल करने की स्क्रीम बना सकते हैं, और भी कुछ काम कर सकते हैं, लेकिन उन सब कामों को करवे हुए भी उनको खादी के काम से जितनी राहत हम पहुँचा सकते हैं, उतनी और किसी काम से नहीं पहुँचा सकते, यह बात खुद ब खुद साबित सी मुझे लगी और मैं मानता हूँ कि हममें से जो भी गाँव में पहुँचेगा, उसको वैसी ही लगेगी।

अकेला सहारा

लेकिन सिकं इस कलसके से काम होने वाला नहीं है, अपने मन में यह संकल्प (अहद) कर लीजिये की यह जो खादी का मंत्र है, वह हम हिन्दुस्तान के हर एक किसान के पास पहुँचाएँगे और इस बारे में हार नहीं लाएँगे, ऐसा शक नहीं करेंगे कि दूसरे बहुत सारे काम पड़े हैं तो इस पर ही इतना जोर क्यों? अगर ऐसा शक पैदा होता है तो इन गाँवों का दर्शन करें और दुबारा सोचकर

और कम दे हमें कि बेमालूम सूरज मल क्या है, जल्द काम से और जल्द काम के लक्ष्य आप ने सूरज मल क्या है, सूरज के लक्ष्य फलस्तर और अल्ले, अल्ले पकर हो रही है।

कहादी की अहमियत

खामर के इस हदर आद अहमियत मून जो दिक्का, असल कहादी के लक्ष्य मूरु मूरु और भी पकी कर दी, और बेहत लोकोन का, ये जो खयाल होता था कि हालाँकि कहादी की ضرूरत आज भी कम तो नहीं है, यह भी कुछ दूसरे पहलुओं पर जोर देना आज शायद ज्यादा जरूरी हो गया है और कहादी का काम, मुमकिन है आगे न भी चले, यह खयाल मैंने गलत पाया, वहाँ लोगों से पूछा, जो साथ आए थे उनसे भी पूछा कि क्या इन देहातों को सिवा खदूर के कोई ऐसा जरिया है जिससे उनको कोई राहत पहुँचा सकते हैं? इमवाद दे सकते हैं? बारस पैदा कर सकते हैं? तो मैंने तो कोई जरिया नहीं पाया, जाहिर बात है कि जो चीज हर आदमी इस्तेमाल करता है, और चाहे फाफा भी करले, लेकिन बिना कपड़े के नहीं चल सकता, क्योंकि वह सभ्यता की निशानी समझी गई है। ऐसी जो चीज और जिसका कच्चा माल गाँवों में पड़ा है वह धंदा गाँव का रिजर्व धंदा होना चाहिये। वह वहाँ से छीना गया है और दूसरे भी कई धंदे जिनके लिये कच्चा माल गाँवों में पड़ा है, उनके हाथ से छीन लिये गए हैं और छीने जा रहे हैं। ऐसी हालत में सिवा गाँव के उद्योग धंदों के और उसमें भी सिवा खादी के और कौन सा धंदा हम उनको दे सकते हैं? कौन सा ऐसा जरिया है जिससे उनको राहत पहुँचा सकते हैं? इस पर बहुत सोचा, लेकिन गाँवों की मदद करने का इससे बेहतर साधन नहीं देखा, हाँ, सफाई का काम है, आदमी का मैला बेकार जा रहा है, उसका इस्तेमाल करने की स्क्रीम बना सकते हैं, और भी कुछ काम कर सकते हैं, लेकिन उन सब कामों को करवे हुए भी उनको खादी के काम से जितनी राहत हम पहुँचा सकते हैं, उतनी और किसी काम से नहीं पहुँचा सकते, यह बात खुद ब खुद साबित सी मुझे लगी और मैं मानता हूँ कि हममें से जो भी गाँव में पहुँचेगा, उसको वैसी ही लगेगी।

अकेला सहारा

लेकिन सिकं इस कलसके से काम होने वाला नहीं है, अपने मन में यह संकल्प (अहद) कर लीजिये की यह जो खादी का मंत्र है, वह हम हिन्दुस्तान के हर एक किसान के पास पहुँचाएँगे और इस बारे में हार नहीं लाएँगे, ऐसा शक नहीं करेंगे कि दूसरे बहुत सारे काम पड़े हैं तो इस पर ही इतना जोर क्यों? अगर ऐसा शक पैदा होता है तो इन गाँवों का दर्शन करें और दुबारा सोचकर

मात्र गाँवों में जोरों से आयागा. आज भी काफ़ी तावाय में आया है, और वह जो थोड़ा सा बचा हुआ काम है वह भी बरबाद हो सकता है, यह सब कुछ हमने देखा.

गाँव की पुकार

कई देहात ऐसे मिले कि अगर हमें यहाँ, शिवरामपल्ली में, आने की जरूरत न होती तो वहाँ चंद रोज रह जाने की इच्छा होती. क्योंकि एक जगह देखना, वहाँ की कमियाँ महसूस करना, उनको हम हल कर सकते हैं ऐसा विश्वास करना और फिर भी उस जगह को छोड़कर आगे बढ़ना, यह अच्छा नहीं लगता था. फिर भी वह करना पड़ा. जहाँ जहाँ हो सके वहाँ लोगों में मुकामी ही काम करने वाले निकलें, ऐसी कोशिश भी की. अनुभव का सार यही है कि हम जो अक्सर शहरों में काम करते हैं और शहरों से सम्बन्ध रखते हैं वे अपना शहर का सम्बन्ध कायम रख कर भी अगर अपनी रहने की जगह देहात ही में रखें और हममें से हर एक के नाम पर अगर एक देहात रहे तो बहुत भारी काम होगा.

बहुत दफा सोचता हूँ तो लगता है कि यह क्यों नहीं हो सकता कि जो भी काम हम करते हैं, चाहे कोई कॉंग्रेस कमेटी का आफिस भी चलाता हो, तो वह किसी देहात में क्यों न खोले? जहाँ पोस्ट आफिस बौरा का कुछ सुभीता हो, ऐसे देहात में वह बैठ सकता है. और अगर हम में से कोई शहर के नजदीक ही रहना चाहते हैं तो वे शहर के नजदीक का गाँव लेकर बैठ सकते हैं. वहाँ रहने से ही कुछ न कुछ गाँव का सम्बन्ध आयागा. और 'देहात में जाना चाहिये' यह जो पुकार बापू ने उठाई थी, उसको कुछ हद तक हम पूरा कर सकते हैं. देहात के लोग बहुत आशा रखते हैं कि गांधी जी के बाद उनके सेवक कुछ न कुछ काम करेंगे. उनकी सेवा में लग जायेंगे. दूसरे बहुत सारे लोग कुछ सेवा करते भी हैं. फिर भी वह सिर्फ नाम की होती है, जोश दिलाने वाली नहीं होती है और बेलाग तो होती ही नहीं है. इस वक्त जरूरत है बेलाग सेवा की. यानी ऐसी सेवा की कि जिसके पीछे कोई दूसरा मकसद न हो, सिवा इसके कि जिनकी हम सेवा करते हैं उनकी सेवा करके उनको हिम्मत देना और मदद पहुँचाना. आज कल जो सेवा की जाती है वह अपने निजी स्वार्थ के लियाल से की जाती है और वह भी बहुत कम. देहात के पीछे देहात देखे गए जहाँ बहुत लोग पहुँचे भी नहीं हैं. वहाँ अगर कोई सभा हुई तो एक्जेशन की हुई, और कोई सभा नहीं हुई. जहाँ इलम ज्ञान का प्रचार नाम की भी नहीं है, जहाँ किसी तरह की रोशनी नहीं पहुँची है, जहाँ स्कूल भी नहीं हैं, जहाँ बच्चों के विकास का कोई जयाल नहीं है, ऐसे कई गाँव देखे. हमको वे सारे गाँव के लोग बुला रहे हैं

लावों में डूबों से अंधता. आज भी काली तैदान में आ और ये जो तेरा सा बचा हुआ काम है वह भी बरबाद हो सकता है सब कुछ हमने देखा.

लोगों की पुकार

कई देहात ऐसे मिले कि अगर हमें यहाँ, शिवरामपल्ली में, आने की जरूरत न होती तो वहाँ चंद रोज रह जाने की इच्छा होती. क्योंकि एक जगह देखना, वहाँ की कमियाँ महसूस करना, उनको हम हल कर सकते हैं ऐसा विश्वास करना और फिर भी उस जगह को छोड़कर आगे बढ़ना, यह अच्छा नहीं लगता था. फिर भी वह करना पड़ा. जहाँ जहाँ हो सके वहाँ लोगों में मुकामी ही काम करने वाले निकलें, ऐसी कोशिश भी की. अनुभव का सार यही है कि हम जो अक्सर शहरों में काम करते हैं और शहरों से सम्बन्ध रखते हैं वे अपना शहर का सम्बन्ध कायम रख कर भी अगर अपनी रहने की जगह देहात ही में रखें और हममें से हर एक के नाम पर अगर एक देहात रहे तो बहुत भारी काम होगा.

बहुत दफा सोचता हूँ तो लगता है कि यह क्यों नहीं हो सकता कि जो भी काम हम करते हैं, चाहे कोई कॉंग्रेस कमेटी का आफिस भी चलाता हो, तो वह किसी देहात में क्यों न खोले? जहाँ पोस्ट आफिस बौरा का कुछ सुभीता हो, ऐसे देहात में वह बैठ सकता है. और अगर हम में से कोई शहर के नजदीक ही रहना चाहते हैं तो वे शहर के नजदीक का गाँव लेकर बैठ सकते हैं. वहाँ रहने से ही कुछ न कुछ गाँव का सम्बन्ध आयागा. और 'देहात में जाना चाहिये' यह जो पुकार बापू ने उठाई थी, उसको कुछ हद तक हम पूरा कर सकते हैं. देहात के लोग बहुत आशा रखते हैं कि गांधी जी के बाद उनके सेवक कुछ न कुछ काम करेंगे. उनकी सेवा में लग जायेंगे. दूसरे बहुत सारे लोग कुछ सेवा करते भी हैं. फिर भी वह सिर्फ नाम की होती है, जोश दिलाने वाली नहीं होती है और बेलाग तो होती ही नहीं है. इस वक्त जरूरत है बेलाग सेवा की. यानी ऐसी सेवा की कि जिसके पीछे कोई दूसरा मकसद न हो, सिवा इसके कि जिनकी हम सेवा करते हैं उनकी सेवा करके उनको हिम्मत देना और मदद पहुँचाना. आज कल जो सेवा की जाती है वह अपने निजी स्वार्थ के लियाल से की जाती है और वह भी बहुत कम. देहात के पीछे देहात देखे गए जहाँ बहुत लोग पहुँचे भी नहीं हैं. वहाँ अगर कोई सभा हुई तो एक्जेशन की हुई, और कोई सभा नहीं हुई. जहाँ इलम ज्ञान का प्रचार नाम की भी नहीं है, जहाँ किसी तरह की रोशनी नहीं पहुँची है, जहाँ स्कूल भी नहीं हैं, जहाँ बच्चों के विकास का कोई जयाल नहीं है, ऐसे कई गाँव देखे. हमको वे सारे गाँव के लोग बुला रहे हैं

دہات کی جیون بڑی •

میرے اہلکارت ہمارے بھائی اور بہنو!

دہات کی جیون بڑی •

میرے اہلکارت ہمارے بھائی اور بہنو!

پہلے پہلے کا یہ میرا آخری دن ہے۔ حیدرآباد سے یہاں تک کا چھوٹا سا پانچ میل کا سفر آج ہوا۔ راستے میں پرہیز کی کرپا سے سب طرح سے اچھا رہا اور بہت ہی دلچسپ تجربے ہوئے۔ دیہات کے لوگوں میں جوش دیکھا۔ شہروں میں بھی جوش کم نہیں تھا۔ لیکن دیہات میں ایک خاص بھاؤنا دیکھی جس سے یہ صاف ظاہر ہو گیا کہ ہمارا وہاں پہنچنا کتنا ضروری تھا اور ہے۔ روز ہم دھرم پڑا دیا نہیں چلتے تھے، لیکن کوشش یہ ہوتی تھی کہ چھوٹے چھوٹے گاؤں میں مقام کریں۔ کئی چھوٹے چھوٹے گاؤں دیکھے ہیں۔ جہاں بن سکا وہاں گاؤں کے گھروں میں بھی گھوم آیا۔ حالانکہ میں تھلگو جانتا ہوں، پر تھلگو میں بات نہیں کر سکتا۔ پھر بھی جتنا کچھ کہان تھا اسکا بہت استعمال ہوا۔ پریم بھائی بڑھائے ہیں۔ جب میں نے ان بھائیوں کا ابھاس شروع کیا تھا پریم بھائی کے وکاس کی نظر سے، تو پورا تھلگو میں نہیں سمجھتے پرکھنے کے لکشن تھلگو بھائی میں بڑھتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ لکشن ان کے دل تک سہمے پہنچ جاتے تھے اور ان کو مستحسوس ہوتا تھا کہ اپنا ہی ایک بھائی بدل رہا ہے۔ بہت پریم سے لوگوں نے ہمارا سرائت کیا۔

پہلے پہلے کا یہ میرا آخری دن ہے۔ حیدرآباد سے یہاں تک کا چھوٹا سا پانچ میل کا سفر آج ہوا۔ راستے میں پرہیز کی کرپا سے سب طرح سے اچھا رہا اور بہت ہی دلچسپ تجربے ہوئے۔ دیہات کے لوگوں میں جوش دیکھا۔ شہروں میں بھی جوش کم نہیں تھا۔ لیکن دیہات میں ایک خاص بھاؤنا دیکھی جس سے یہ صاف ظاہر ہو گیا کہ ہمارا وہاں پہنچنا کتنا ضروری تھا اور ہے۔ روز ہم دھرم پڑا دیا نہیں چلتے تھے، لیکن کوشش یہ ہوتی تھی کہ چھوٹے چھوٹے گاؤں میں مقام کریں۔ کئی چھوٹے چھوٹے گاؤں دیکھے ہیں۔ جہاں بن سکا وہاں گاؤں کے گھروں میں بھی گھوم آیا۔ حالانکہ میں تھلگو جانتا ہوں، پر تھلگو میں بات نہیں کر سکتا۔ پھر بھی جتنا کچھ کہان تھا اسکا بہت استعمال ہوا۔ پریم بھائی بڑھائے ہیں۔ جب میں نے ان بھائیوں کا ابھاس شروع کیا تھا پریم بھائی کے وکاس کی نظر سے، تو پورا تھلگو میں نہیں سمجھتے پرکھنے کے لکشن تھلگو بھائی میں بڑھتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ لکشن ان کے دل تک سہمے پہنچ جاتے تھے اور ان کو مستحسوس ہوتا تھا کہ اپنا ہی ایک بھائی بدل رہا ہے۔ بہت پریم سے لوگوں نے ہمارا سرائت کیا۔

گاؤں کی گراوت

گاؤں کی جو حالات ہم نے دیکھے وہ جیسا ہم سوچتے ہیں ویسی ہی تھی۔ اتنا ہی نہیں، بلکہ بدتر تھی۔ اتنی گراوت ہم پر نہیں کر سکتے تھے۔ سوائے کھیتی کے، جو ایک ہی دھندلدا ان کے ہاتھ میں رہا ہے، اور کوئی دھندلدا کئی دیہاتوں میں نہیں دیکھا۔ کچھ دیہات ایسے ہیں کہ جہاں دوسرے دو چار دھندلے چلتے تھے۔ لیکن کچھ ایسے بھی دیہات دیکھے جہاں وہ بھی چھوٹے چھوٹے دھندلے موجود نہیں ہیں۔ کچھ عورتیں کتنی تھیں۔ کچھ آدمی بھی کانٹے والے دیکھے۔ اور اچے سوکے کھانا پہلے والے بھی کچھ دیکھے۔ اس پر سے یہ ظاہر ہے کہ یہ ایک دھندلدا ایسا تھا اور ہے کہ جو ہر حالت میں دیہات میں چل سکتا ہے۔ لیکن ابھی اسی ملک میں انٹرنیٹ کے سادھن بہت نہیں ہوئے ہیں اور سرکس بن رہی ہیں۔ لیکن جیسے جیسے یہ سادھن بڑھیں گے، باہر کا

گاؤں کی گراوت
گاؤں کی جو حالات ہم نے دیکھے وہ جیسا ہم سوچتے ہیں ویسی ہی تھی۔ اتنا ہی نہیں، بلکہ بدتر تھی۔ اتنی گراوت ہم پر نہیں کر سکتے تھے۔ سوائے کھیتی کے، جو ایک ہی دھندلدا ان کے ہاتھ میں رہا ہے، اور کوئی دھندلدا کئی دیہاتوں میں نہیں دیکھا۔ کچھ دیہات ایسے ہیں کہ جہاں دوسرے دو چار دھندلے چلتے تھے۔ لیکن کچھ ایسے بھی دیہات دیکھے جہاں وہ بھی چھوٹے چھوٹے دھندلے موجود نہیں ہیں۔ کچھ عورتیں کتنی تھیں۔ کچھ آدمی بھی کانٹے والے دیکھے۔ اور اچے سوکے کھانا پہلے والے بھی کچھ دیکھے۔ اس پر سے یہ ظاہر ہے کہ یہ ایک دھندلدا ایسا تھا اور ہے کہ جو ہر حالت میں دیہات میں چل سکتا ہے۔ لیکن ابھی اسی ملک میں انٹرنیٹ کے سادھن بہت نہیں ہوئے ہیں اور سرکس بن رہی ہیں۔ لیکن جیسے جیسے یہ سادھن بڑھیں گے، باہر کا

سورود سے سمنگن، شہزاد پٹی، حیدرآباد سے 7 اپریل 51 کو شہر و لوہا جن کا بھائی جو انہیں نے کھائی کھاتے رہا تھا۔ بھائی کہیں کہیں آسانی کر ہی گئی ہے۔

سورود سے سمنگن، شہزاد پٹی، حیدرآباد میں 7 اپریل 51 کو شہر و لوہا جن کا بھائی جو انہیں نے کھائی کھاتے رہا تھا۔ بھائی کہیں کہیں آسانی کر ہی گئی ہے۔

कामनाये जाने. जनता का पैसा जनता की सरकार ने खर्च किया और जनता के ही काम के लिये, फिर बेकार का शोर क्यों !

बज्रकार शोर मचा सकते हैं कि अगर राय ली जायेगी तो हमारी बात को कुछ भी राय न मिलेगी. इस से क्या होता है. सोमनाथ में आखिर यूँ भी तो वह चीख आयगी जिसे भारत की 100 की सदी जनता अपनाये हुए है, कोई हमें रोक कर ठीक करने लगेगा, नहीं नहीं 'पचास की सदी'. तब हम कहेंगे कि जाइये और सोमनाथ के दरान कीजिये और हमारी सच्चाई की जाँच कर लीजिये !

बापू ! आप मुसकराते क्यों हैं ? हम तो सच ही कह रहे हैं !

—भगवानदीन

नाच

नाच रहे मन नाचे जाओ
लोग हँसे हँसनें दो उनको, अपने राम रिझाओ

तुनक तुनक घुँघरु बजने दो
सुख रस साज सजा सजने दो
यह ही रंग मुझे छजने दो
नेक न सोचो इधर उधर की, गाओ वान उड़ाओ.

थिरक थिरक कर जो फिरकैयाँ
खड़े सामने राम गुसैयाँ
अब न छोड़ना इनकी छैयाँ
दिलाने दो अब ठुड़ी गरवन, हाँ नैना मटकाओ

कंधा अपनी बारी उले
छाती सुख सांसों से फूले
बाँह उठे आ नीचे भूले
दो नितम्ब बेखटक मटकने, कमर झुका लचकाओ

सिर का घड़ा न रसी उलके
हाथ कटोरा नेक न छलके
ऐसे नाचो हलके हलके
पाँव तले का एक बताशा, जो तुम तोड़ न पाओ

लग जाओ अब बाँह उठाने
और कलाई को लचकाने
उंगली पोर पोर लहराने
अपने तन में औरों के भी, सुख बिजली लहराओ

—भगवानदीन

जलता है कलक. जलता है येस जलता है सरकार के खर्च किया
और जलता है ही काम के लिये, फिर बेकार का शोर क्यों !
बज्रकार शोर मचा सकते हैं कि अगर राय ली जायेगी तो
हमारी बात को कुछ भी राय न मिलेगी. इस से क्या होता
है. सोमनाथ में आखिर यूँ भी तो वह चीख आयगी जिसे
भारत की 100 की सदी जनता अपनाये हुए है, कोई हमें
रोक कर ठीक करने लगेगा, नहीं नहीं 'पचास की सदी'. तब
हम कहेंगे कि जाइये और सोमनाथ के दरान कीजिये और
हमारी सच्चाई की जाँच कर लीजिये !
बापू ! आप मुसकराते क्यों हैं ? हम तो सच ही कह
रहे हैं !

—भगवानदीन

नाच

नाच रहे मन नाचे जाओ
लोग हँसे हँसनें दो उनको, अपने राम रिझाओ

तुनक तुनक घुँघरु बजने दो
सुख रस साज सजा सजने दो
यह ही रंग मुझे छजने दो
नेक न सोचो इधर उधर की, गाओ वान उड़ाओ.

थिरक थिरक कर जो फिरकैयाँ
खड़े सामने राम गुसैयाँ
अब न छोड़ना इनकी छैयाँ
दिलाने दो अब ठुड़ी गरवन, हाँ नैना मटकाओ

कंधा अपनी बारी उले
छाती सुख सांसों से फूले
बाँह उठे आ नीचे भूले
दो नितम्ब बेखटक मटकने, कमर झुका लचकाओ

सिर का घड़ा न रसी उलके
हाथ कटोरा नेक न छलके
ऐसे नाचो हलके हलके
पाँव तले का एक बताशा, जो तुम तोड़ न पाओ

लग जाओ अब बाँह उठाने
और कलाई को लचकाने
उंगली पोर पोर लहराने
अपने तन में औरों के भी, सुख बिजली लहराओ

—भगवानदीन

میں **بیواہ** **ہرمیک** **رسم** ہے۔ **بیواہ** **کی** **سب** **رسمیں** **ہی** **ہرمیک** **ہوتی** **ہیں**، **بہ** **گالیاں** **ہی** **ہرم** **سمن** **کر** **گاہ** **جائیں** **ہیں** **اور** **بڑے** **بڑوں** **سے** **ہم** **نے** **یہ** **سنا** **ہے** **کہ** **وہ** **سنتا** **اور** **رکلتی** **کے** **روا** **کے** **اوسر** **پر** **ہی** **گئی** **گئی** **تھیں**۔ **اور** **اس** **لہے** **میں** **تو** **اب** **ہی** **ہم** **اُس** **کا** **راج** **دیکھتے** **ہیں**۔ **اسلئے** **آج** **میں** **بڑا** **دکھ** **ہو** **رہا** **ہے** **کہ** **'** **بہدر** **سہسکرتی** **'** **کی** **ایسی** **ایک** **رسم** **کو** **تو** **کر** **ہم** **نے** **وہی** **کام** **کیا** **جو** **اُس** **نے** **کیا** **جسے** **سنتی** **پر** **تھا** **تو** **زی** **یا** **جس** **نے** **ہرمیکاتہ** **کا** **بہدر** **تو** **را**۔ **اب** **ہم** **چاہتے** **ہیں** **کہ** **گلی** **کی** **اس** **رسم** **کو** **پھر** **سے** **جاری** **کرنہی** **رسم** **کے** **لئے** **راشتر** **پتی** **کو** **بلوائیں** **اور** **بہیک** **مانگ** **کر** **اُسکے** **لئے** **خرچہ** **چٹائیں** **کہنکے** **مؤدوری** **کرکے** **تہ** **ہم** **آجکے** **ہندستان** **میں** **نہیں** **چلم** **میں** **ہی** **انلا** **پہسہ** **نہیں** **چٹا** **سکتے** **!**

باپو! **جب** **انگریز** **یہاں** **راج** **کرتے** **تھے** **تو** **حکومت** **کرنے** **کے** **ناتے** **کچھ** **ایسے** **کام** **کر** **ہوتھتے** **تھے** **جو** **لوگوں** **کی** **نظر** **میں** **ظام** **مانے** **جاتے** **تھے** **—** **جیسے** **چلیان** **والا** **باغ** **مویہ** **تربین** **تربیتی** **چمور** **آشتی** **درگھٹا**۔

لوگ تو 'ناسمجھ ہی سے' ماں باپ اگر بچے کو دو چھت جمانیں تو اسکو بھی غلط سمجھ بولتے ہیں۔ اصل میں اسطرح کے کاموں کو سمجھنے کے لئے معمول سے زیادہ بدھی چاہئے! انگریزی راج میں یہ کام عیسائی دھرم کے جان کار پادری کیا کرتے تھے اور وہی تھیک تھیک بتا سکتے تھے۔ سرکاری کام کوئی معمولی کام تو ہوتے نہیں چلہوں ہر کوئی سمجھ لے۔ اسکو سمجھنے کے لئے سنتوں کی یا سنت چھسوں کی ضرورت ہوتی ہے! سنت چھسوں کے بغیر تو وہ سمجھ میں آہی نہیں سکتے۔ باپو! آج کانگریسی سرکار کے بہت سے کام اتنے پیچیدہ اور بہت سے دیکھنے میں اتنے بے تکی معلوم ہوتے ہیں چلہوں ہر کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ اسلئے ان کاموں کو سمجھنے کے لئے سنتوں یا سنت چھسوں کی ضرورت ہے! اور یہ کام ورہا کے 'ہریجن' اور 'سرودے' پتروں نے لے رکھا ہے۔ ہمارے دیس کے پہلے مانس پترکاروں کو انلا بھی نہیں سوچتا کہ اپنے پتروں میں سرکاری کاموں پر رائے دینے سے پہلے 'ہریجن' اور 'سرودے' پڑھ لیا کریں!

سومناٹہ کو لیکر ہی جون سن 51ء کے 'سرودے' میں راشتر پتی کے پرہاس پاتن جانے کے بارے میں صاف رائے دی گئی ہے اور وہ یہ کہ وہاں جو کچھ ہوا وہ وہی ہوا جسکو ہندستان کی چلتا چاہتی تھی! اور چلتا کی سرکار وہ نہ کرے جو چلتا چاہتی ہے تو اور کیا کرے؟

چلتا کا بھارت چلتا کے پہاڑ چلتا کے پتھر۔ اسی پتھر سے تیار ہوئے چلتا کے سومناٹہ چلتا کے لڈو

چلتا کا بھارت، چلتا کے پہاڑ، چلتا کے پتھر۔ اسی پتھر سے تیار ہوئے چلتا کے سومناٹہ، چلتا کے لڈو

س۔ سچائی میں دشتیہ کی یہ مہلی اور انہیں
س۔ پانی کے لئے دلتی کرکھن کہ وہ انکے منہ
س۔ ایک شراب کی بوتل کھولنے کی رسم ادا کر دیں
و۔ جب ہمارے دشتیہ کی یہ رسم ادا کرنے چاہئے
ب۔ بھی صحت نہیں تو ایسے پتھر کا جنکے دھرم میں
و۔ اب منہ ہے کچھ نہ کچھ ضرور لہ مارو گئے! ہا ہا
ب۔ آپ ہی بتائے کہ اگر ہمارے دشتیہ ان پتھروں
س۔ دائرہ پر عمل کرنے لگیں تو ایک دن بھی حکومت
تل سکے؟ ان شور مچانے والوں کو حکومت کی چال
ب۔ کیا سونگار!

بابو! جب دھرم کے تاتے ہمارے راشٹریتی بھدروی
 بکر مچن شامل ہونے چاہئیں تب تو یہ بھوکار ہوگا
 نہیں گئے پر ان کی ہوکھلاہٹ کی تو کوڑی بھی
 نہیں ملے گی؟ ان کو یہ انگ نہیں معلوم کہ جسے یہ
 کوسنگ سبھا کہتے ہیں اصل میں وہ 'بھدر سبھا'
 'آرڈ آرگنائزیشن' ہمارے ہات پر اعتبار نہ ہو تو ہم
 ہوت میں جن میں سن اکیہارن کے 'سورڈ' کو پیش
 دتے ہیں جس میں شری 'کشورلال مشرو' والا ہے شری
 'وامنی' سبھا کے بانی 'کوسنگ سبھا' کو جو
 ملکوت کے ساتھ 'بھدر سبھا' کا نام دیا ہے۔ بابو! یہ
 ترکار ناسمجھ ہیں یہ بات بڑی نہیں پر سمجھ
 دینے والے جو دو چار پھر آرڈ جو دو چار اُدسی دھکے
 دیں ان سے یہ لوگ سمجھ ہی تو نہیں لیتے!

ہایو! اگر ہم بھڑائی نہیں دیتے تو آپ نے ایک بار
سوامی دیا نند جی کے لئے ستمبر دہ پرکاش کے بارے
میں دو چار کڑے شبد کہہ تھے، پر آج تو ہم 'سرووے' سے
بیکہ لہکر ستمبر دہ پرکاش پر نہیں، سوامی جی پر یہ تھکا
رہے ہیں کہ انہوں نے سوہتی کی ہوجا جوسی، بھدر
مہسکرتی کے خلاف لڑکھائی اٹھا کر اُس 'سنت سنسکرتی'
و دھکا پہنچایا جو 'بھدر سنسکرتی' کو ساتھ لہکر چلی تھی!
ہایو! سوامی جی گجراتی تھے اس لئے ہم آپ سے پوچھتے
ہیں کہ ہم تھک تھک کر رہے ہیں نہ؟

یاہو! اب آپ سے کیا چہاں ہیں۔ بہادر سلسلہ سترتی
 کے خلاف ہائوس برس کی عمر میں ہمارے ہاتھ سے بھی
 ایک گناہ ہو گیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں ایک دن راحت پائی
 و بلا کر اس چٹاپ کا پورا شہر مت کر دیں۔

ولا يأنى به —

وہ کے موقع پر آئی ہوئی ہر بات کو گھبرات کی صورت میں
 الٹا لٹا کر دیتی ہیں اور وہ گالیاں اتنی ڈال دیتی ہیں —
 رائے! رائے! ہم دھرم کی 'پہلو سنسکرتی' کے لئے گندہ
 نبرد نکال رہے — معاف کرنا بابو! وہ گالیاں مج سے
 جیسی ہوتی ہیں، یہ تو بولنے آدمیوں کو بھائی نہیں
 کہتیں۔ میں نے انہیں لکھی۔ ہندوؤں

और वह समझकर कि वह अपना खून आप ही पी रहे हैं, अब भी उनसे हुंरी छीनने की कोशिश की तब तब वह हमसे नाराज हुये और उन्होंने दुख ही माना. फिर बर्म की खातिर वह गरीब आदमी भूके रह कर पंडों को लड्डू खिलाते से रोके जायंगे तो कितने नाराज होंगे और कितना दुख मालेंगे, इसका अन्धाधा वह मूर्ख पत्रकार जरा भी नहीं लगा पाते और साधु पुरुष, मुंशी कन्हैया लाल, पर फबती कस बैठते हैं और रिशी तुल्य रास्ट्रपति महापंडित राजेन्द्र प्रसाद पर, जो जी में आया, लिख मारते हैं। बाबू! कोई इनसे यह पूछे कि यह कितनी सरकारें अब तक चला चुके हैं ? कहाँ राजनेता और कहाँ यह दुष्ट-पूँजिये पत्रकार !

सेकुलर सरकार के नाते या अपनी निजी हैसियत से कल अगल जगन्नाथ पुरी के मन्दिर के मालिक, राष्ट्रपति को उन मूर्तियों का पर्दा हटाने को बुलायें, जिन पर धर्म के ठीक ठीक न समझने वालों ने पर्दा डलवा रखा है, और उनका बुलावा मंजूर करके हमारे राष्ट्रपति पर्दा हटाने के लिये जायें, तब न जाने इन नासमझ पत्रकारों का क्या हाल होगा ! “राजनीत जगत के ये बड़े पत्रकार, टक्कर लेने बैठे हैं, राजनीत में घुटे बड़े बूढ़े—महारथियों से ! सरकार की हैसियत से, सेकुलर सरकार अभी क्या क्या नहीं करेगी, इसका उनको क्या अन्दाजा !

सती धर्म नश्ट हो चुका है और वो भी सोमनाथ के मन्दिर की तरह पापी विलियम बैंटिंग धरासाई कर गया है ! अभी उसका उद्धार बाक़ी है ! और हिन्दू धरम के नाते श्री करपात्री जो और श्रीमती प्रभावती राजे, किसी देवी को सती होने को तैयार करके, सती प्रथा के उद्धार की खातिर राष्ट्रपति की निमंत्रन दें और सेकुलर सरकार के राष्ट्रपति होने के नाते जब उन्हें वहाँ जाना ही पड़े तब तो यह पत्रकार शायद आग बगूला हो जायेंगे ! बाबू ! यह पत्रकार, न तो राजनीति के पेचों को समझते हैं, न नेता गिरी के दाँब पेचों से वाकिफ़ हैं. रही चुनाव की कला, उसकी इन्हें अभी अलिफ़ बे भी नहीं आती. पंखे के नीचे कुर्सी में बैठ के सहारे कलम घसीट कर यह पत्रकार न जाने अपने को क्या समझते हैं.

बापू! आप शराब बन्द करने की बात तो कह गये। पर उस बक्त शायद आपकी नज़र या तो इसलाम धर्म पर रही, या उन गरीब मजदूरों पर रही जो शराब पीकर अपनी औरत बच्चों को भूकों मारते थे। अगर कहीं आपकी नज़र शाक्त धर्मियों या बाम मार्गियों पर गई होती, या कम से कम उनका कोई डेपूटेशन आपके पास आया होता तो आप चाहे दुनिया की शराब बन्द करा देते, पर उनका ही धर्म के नाते कुछ खयाल करते ही! भगवान् नहीं अपनी ही शाक्त लोग और बाबू मार्ग

و یہ سمجھ کر کہ یہ ایسا خزان آپ ہی میں ہے
ہیں، جب بھی ان سے ہتھی چھیننے کی کوشش کی
یہ تب وہ ہم سے ناراض ہوئے اور گھبراہٹ نے دیکھ ہی
لی۔ پھر دھرم کی خاطر یہ غریب آدمی بھوکے رہ کر
حقوں کو لقمہ کھلانے سے روکے جائیں گے تو کتنے ناراض
ہو گئے اور کتنا دکھ مانیں گے! اسکا اندازہ یہ سوچ کر
آپ بھی نہیں لگاتے اور سادھو پرش، ملشی، فنیوال
پہنتی کس ہوتے ہیں اور رشی تیلہ، راشتریتی
پانڈیت، واجندرو پرساد پر، جو جی مہا ایا، لکھ مارے
ہیں! باپو! کوئی ان سے یہ پوچھے کہ یہ کتنی سرکاریوں
نک چلا چکے ہیں؟ کہاں راج نہتا اور کہاں یہ
ہی پہنچائے پتکار!

سہکول سرکار کے ناتے یا اپنی نجی حیثیت سے کل جگدانہ پوری کے ملدر کے مالک' راشترپتی کو ان پوتوں کا پردہ ہٹانے کو بدلتوں، جن پر دیرم کے تھوک ایک نہ سمجھنے والوں نے پردہ کھوارکھا ہے' اور ان کا وا ملنظر کرکے ہمارے راشترپتی پردہ ہٹانے کے لئے اٹھیں' تب نہ جانے ان نا سمجھ پتوکاروں کا کیا حال کا! راج نہوت جگمگ کے یہ بچے پتوکار' تکر لہنے لگے ہوں' راج نہوت میں لہتے بڑے بڑے مہارتوں! سرکار کی حیثیت سے' سہکول سرکار ابھی کہا کیا ہیں کوہکی اسکا اُنکو کہا اندازہ!

سٹی دھرم نشت ہو چکا ہے اور وہ بھی سوسلٹانہ کے اندر کی طرح پائی ولیم ہولنگلک دھر راشائی کر گیا ہے !
 ہی اسکا اُدھار باقی ہے ! اور ہندو دھرم کے ناتے شری پاتری جی اور شریمتی پردھارتی راجے کسی دیوی کو
 مٹی ہونے کو تیار کر کے سٹی پرتھا کے اُدھار کی خاطر
 شریمتی کو نصرتیں دیں اور سیکولر سرکار کے واسطے پتی
 پنے کے ناتے چمپ انہوں وہاں جانا ہی پڑے تب تو یہ
 ترکاں شاید آگ بگولا ہو جائیں گی ! باپو ! یہ پتھرکار، نہ تو
 چ نہمت کے پتھروں کو سمجھتے ہوں، نہ نیٹا کیڑی کے
 آؤں پتھروں سے واقف ہیں۔ وہی چڈاؤ کی کلا، اُسکی
 وہی ابھی الف بے بھی نہیں آتی۔ پتھر کے پتھے
 ہی میز کے سہارے اہم کوسیت کر یہ پتھرکار نہ جانے
 کو کیا سمجھتے ہیں۔

ہاؤ ! آپ شراب بلند کرنے کی بات تو کہہ گئے۔ پر
میں واقف شاید آپ کی نظر یا تو اسلام دھرم پر دھی، یا
میں غریب موزوروں پر دھی جو شراب پی کر اپنی عورت
چوں کو ہواگوں مارتے تھے۔ اگر کہیں آپ کی نظر
گفت دھرموں یا بلم مارگوں پر لگی ہوتی، یا کم سے کم
یا کا کوئی قصہ کہیں آپ کو پاس آیا ہوتا تو آپ چاہے دنیا
میں شراب بلند کر لیتے، پر آپ کا تو دھرم کے ناتے کچھ خیال
ہوتے ہی! عجیب نہیں جلدی ہو شانت لوگ آدہ نام مانگ

बापू से !

बापू سے

बापू !

باپو !

सोमनाथ के मन्दिर के खुलाने का काम हुए हफ्तों बीत गये, पर अखबार हैं कि अभी तक न आवाजे कसने से बापू आते हैं और न छींटे फेंकने से. यह अपनी धुन में इतने मस्त हो जाते हैं कि इन्हें यह तक याद नहीं रहता कि, बापू ! आप खुद एक बार एक गुप्तद्वारे में एक अधभा बड़ा चुके हैं. यह ठीक है कि उन दिनों हिन्दुस्तान में अंगरेजों का राज था. पर इससे क्या ! आप सिल धर्म तो नहीं थे. आप तो सर्व धर्म समभावी थे, और 'सेकुलर' शब्द का 'सर्व धर्म समभाव' से अच्छा और क्या अर्थ हो सकता है ? वस, आजकल की हमारी सेकुलर सरकार सर्व धर्म समभावी है, और इस नाते हमारी सरकार, सरकारी हैसियत से, किसी को भी सोमनाथ का मन्दिर खोलने के लिये भेज सकती थी और एक अधभा नहीं आवा करोड़ या आवा अरब, अगर उसमें समाई हो, तो सोमनाथ के मन्दिर को दान दे सकती थी या उसमें बड़ा सकती थी. पर ऐसा कुछ तो सरकार ने किया नहीं. हमारे राष्ट्रपति तो निजी हैसियत से वहाँ पहुँचे थे और उसी सिलसिले में सरकार ने थोड़ा बहुत खर्च कर दिया था. पर उस बात को भी कुछ नासमझ पत्रकार ले उड़े और मुई का फावड़ा बनाकर जनता के सामने रख दिया. प्रभास पाटन में किस चीज की स्थापना हो रही थी, इससे सेकुलर सरकार के राष्ट्रपति को क्या मतलब. उनका तो सिर्फ इतना काम है कि वह यह जान लें कि वहाँ धर्म के रिवाज के माफिक नया काम शुरू किया जा रहा है या किसी पुराने रिवाज या पुराने मन्दिर में फिर से जान डाली जा रही है, और सोमनाथ में इसके सिवा और हुआ ही क्या ? भले ही हिन्दुस्तान के करोड़ों आदमी और दुनिया के अरबों आदमी इस तरह की खिग स्थापना को, आज के जमाने में गिरा हुआ काम समझते हों, पर लाखों आदमी ऐसे भी तो हैं जो खिग पूजा करते हैं और अपनी माँ-बहनों, बेटियों से उसकी पूजा कराते हैं. तो क्या सेकुलर सरकार ऐसी लाखों की ताबाद वाली प्रजा का दिल तोड़ दे ? इससे क्या हुआ, अगर इस काम में शामिल होने से लाखों लाख खर्च हो गये और इससे भी क्या हुआ अगर इस पाँच हजार सरीख आदमी मूके रह जायें. वह भी मूके रहे, खुरी से रहे, अगर उन्हें मूके रहने से कोई शकता तो वह जरूरी होती. बापू ! हम सब कहते हैं कि हमने भी फीसदी कुर्बों को सूखी इड़ी बचोरे देकर

सोमनाथ के मन्दिर के खोलने का काम होले हल्लेन भूत कूँ, पर अखबार हों के अभी तक न आवाजे कसने से बापू आते हों और न छींटे फेंकने से. यह अपनी धुन में इतने मस्त हो जाते हों के इन्हों ये तक याद नहों रहता के, बापू ! आप खुद एक बार एक अधभा बड़ा चुके हैं. यह ठीक है के उन दिनों हिन्दुस्तान में अंगरेजों का राज था. पर इससे क्या ! आप सिल धर्म तो नहीं थे. आप तो सर्व धर्म समभावी थे, और 'सेकुलर' शब्द का 'सर्व धर्म समभाव' से अच्छा और क्या अर्थ हो सकता है ? वस, आजकल की हमारी सेकुलर सरकार सर्व धर्म समभावी है, और इस नाते हमारी सरकार, सरकारी हैसियत से, किसी को भी सोमनाथ का मन्दिर खोलने के लिये भेज सकती थी और एक अधभा नहीं आवा करोड़ या आवा अरब, अगर उसमें समाई हो, तो सोमनाथ के मन्दिर को दान दे सकती थी या उसमें बड़ा सकती थी. पर ऐसा कुछ तो सरकार ने किया नहीं. हमारे राष्ट्रपति तो निजी हैसियत से वहाँ पहुँचे थे और उसी सिलसिले में सरकार ने थोड़ा बहुत खर्च कर दिया था. पर उस बात को भी कुछ नासमझ पत्रकार ले उड़े और मुई का फावड़ा बनाकर जनता के सामने रख दिया. प्रभास पाटन में किस चीज की स्थापना हो रही थी, इससे सेकुलर सरकार के राष्ट्रपति को क्या मतलब. उनका तो सिर्फ इतना काम है कि वह यह जान लें कि वहाँ धर्म के रिवाज के माफिक नया काम शुरू किया जा रहा है या किसी पुराने रिवाज या पुराने मन्दिर में फिर से जान डाली जा रही है, और सोमनाथ में इसके सिवा और हुआ ही क्या ? भले ही हिन्दुस्तान के करोड़ों आदमी और दुनिया के अरबों आदमी इस तरह की खिग स्थापना को, आज के जमाने में गिरा हुआ काम समझते हों, पर लाखों आदमी ऐसे भी तो हैं जो खिग पूजा करते हैं और अपनी माँ-बहनों, बेटियों से उसकी पूजा कराते हैं. तो क्या सेकुलर सरकार ऐसी लाखों की ताबाद वाली प्रजा का दिल तोड़ दे ? इससे क्या हुआ, अगर इस काम में शामिल होने से लाखों लाख खर्च हो गये और इससे भी क्या हुआ अगर इस पाँच हजार सरीख आदमी मूके रह जायें. वह भी मूके रहे, खुरी से रहे, अगर उन्हें मूके रहने से कोई शकता तो वह जरूरी होती. बापू ! हम सब कहते हैं कि हमने भी फीसदी कुर्बों को सूखी इड़ी बचोरे देकर

सोमनाथ का सफ़र

(नमक पात्र)

कुछ मत पूछो क्या क्या देखा !

हथे आशीर्वाद* करपा देखा, दीन धरम का चरपा देखा
श्रीम का ऊँचा सँहा देखा, आह ! तिरंगा नीचा देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

जुलागढ़ का मेला देखा, नर नारी का रेला देखा
सत्य गुरु का चेला देखा, आग निलम और गाँजा देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

हल्लावा पूरी छनते देखा, आटा मैदा सनते देखा
लड्डू पेदा बनते देखा, पेट भरो का चलना देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

राजेन्द्र परशद को देखा, सेक्यूलर बुनियाद को देखा
टंकन जी उस्ताद को देखा, वैदिक काल का सपना देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

रिन्नों तक एक जाम न आया, रोटी का पैगाम न आया
गांधी जी का नाम न आया, दूर वहाँ से चरखा देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

पंडित और जदा धारी भी, ऊँचे ऊँचे न्योगारी भी
देखे अफसर सरकारी भी, हर माथे पर टीका देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

आग लगी थी रोम में जिस दम, नीरोडू को सूझी थी छम छम
कहीं पे देखा पेट का मातम, कहीं पे लड्डू बटता देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

दौलत के हल्लाल को देखा, भारत के कंगाल को देखा
और कन्हैया लाल को देखा, उलटा देखा सीधा देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

रजवाड़ों का जोबन देखा, धन वालों का दर्शन देखा
लान्कारों का सुमरन देखा, हमने भारत भूका देखा

कुछ मत पूछो क्या क्या देखा

('उजाला' से)

सोमनाथ का सफ़र

(नमक पात्र)

कुछ मत पूछो क्या क्या देखा !

जुलूस मल्लिक* बिया देखा, दीन धरम का चरपा देखा
लूम का आँखा जहन्ना देखा, आह ! तिरंगा नीचा देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

जुला गढ़ का मेला देखा, नर नारी का रेला देखा
सत्य गुरु का चेला देखा, आग निलम और गाँजा देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

हल्लावा पूरी छनते देखा, आटा मैदा सनते देखा
लड्डू पेदा बनते देखा, पेट भरो का चलना देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

राजेन्द्र परशद को देखा, सेक्यूलर बुनियाद को देखा
टंकन जी उस्ताद को देखा, वैदिक काल का सपना देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

रिन्नों तक एक जाम न आया, रोटी का पैगाम न आया
गांधी जी का नाम न आया, दूर वहाँ से चरखा देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

पंडित और जदा धारी भी, ऊँचे ऊँचे न्योगारी भी
देखे अफसर सरकारी भी, हर माथे पर टीका देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

आग लगी थी रोम में जिस दम, नीरोडू को सूझी थी छम छम
कहीं पे देखा पेट का मातम, कहीं पे लड्डू बटता देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

दौलत के हल्लाल को देखा, भारत के कंगाल को देखा
और कन्हैया लाल को देखा, उलटा देखा सीधा देखा

और बताएँ क्या क्या देखा ?

रजवाड़ों का जोबन देखा, धन वालों का दर्शन देखा
लान्कारों का सुमरन देखा, हमने भारत भूका देखा

कुछ मत पूछो क्या क्या देखा

('उजाला' से)

* अज्ञा की कथामत

जु रोम में जब आग लगी थी उस समय वहाँ का सत्ताद नीरो
एक छतरी जगह बैठ कर बाजा बजा रहा था

जु कन्हैया लाल नामिक लाल मुंशी

* शरद का की कथामत

जु रोम में जब आग लगी थी, उस समय वहाँ का
सत्ताद नीरो एक छतरी जगह बैठ कर बाजा बजा रहा था

जु कन्हैया लाल नामिक लाल मुंशी

नकरत (गुस्से में आकर)—बस ! बस !! अपना पवेश कालिमें और शोराकों को सुनाओ. वही तुम्हारी रीक के गीत गावेंगे. सदियों के जुस्मों से लदी शरीब नता अब ज्यादा बरदारत नहीं कर सकती. अत्याचारी खिलाफ जिहाद बोलना ही पड़ेगा. मैं, अत्याचारियों के कफन बन कर उनके साथ दफन होना पसन्द करूँगी. तुम्हारी तरह शरीब के आँसुओं और अमीर की शराब दोनों में एकसाँ प्यार रुपी केवड़े की बूँद मिलाने की हिमाकत हीं करूँगी. तुम तो 'सब का भला करे राम' कह कर मर होना चाहती हो और मैं 'अत्याचारियों का नाश' कह कर मिट जाना चाहती हूँ.

’اے چارویں! تمہیں میں (اگر) — بس! بس! ایسا کہیں
 چلاؤ! آؤ! شوخیوں کو سناؤ۔ وہی تمہاری تعریف کے
 گیت گاتے ہیں۔‘ منشیوں کے ہالوں سے منشی فریب چلتا اب
 زیادہ ہوشیار نہیں ہو سکتی۔ اٹھا چارویں کے خلاف جہاد
 ہونا ہی پڑے گا۔ ’منشی‘ اٹھا چارویں کا کدن بنکر اُن کے
 ساتھ نکلنا ہونا پسند کروں گی پھر تمہاری طرح فریب کے
 آئینوں اور امیر کی تہذیب دوزخ میں یکساں پھار دوہی کھڑے
 کی ہونڈیوں ملانے کی حرافت نہیں کروں گی۔ تم تو ’عجب
 کا بہانہ کرے دام‘ کہہ کر امیر ہونا چاہتی ہو اور ’منشی
 ‘ اٹھا چارویں کا ناخن ہو‘ کہہ کر مت جانا چاہتی ہوں۔

کچھ دیر درنوں خاموش رہیں۔ پھر صحبت لے کہا۔۔۔
'سب کا بھلا کرے رام' کہہ کر میں امر بھونا نہیں
چاہتی، امر تو پھلا دینا چاہتی ہوں۔ تم 'اتہاچار'وں
کا ناش ہو، کہہ کر مٹتی نہیں ہو اور بھونکتی
ہو۔ میں اتہاچار ہے کو ہڑپ کر کے مانو کو امر
کرتی ہوں، اتہاچار کو بھی اتہاچار سے چھٹا کر
سچا مانو بنا دیتی ہوں۔ تم اتہاچاروں کو ہڑپ
کرنے کے چکر میں اور بھی اتہاچار پھلاتی ہو اور
بچی کھچی مانوتا کو بھی چھٹا دیتی ہو۔
ہاں، اتہاچار دہی زھر پی لولھے پر بھی مہروی ہار
نہیں، مہروی جیت ہی ہوتی ہے۔ اور تم.....

نفرت نے جواب دیا — اور مہری جوت میں ہی
مہری ہار رہتی ہے ۔

مانوتا خاموش کھڑی سن رہی تھی : اب سامنے آئی
اور بولی — تم دونوں ایک تصویر کے دو پہلو ہو ۔ دھرب
چھاؤں کا سا تمہارا ساتھ ہے ۔ نفرت سے ہی محبت کی
قدر ہے ۔ دھرب نہ ہو تو چھاؤں لوگ کسے کہیں گے ۔
نفرت سے محبت اور محبت سے نفرت کا فرق سمجھ لو
آتا ہے ۔ محبت کا آدرش ہے برے آدمی برائی چھوڑ کر
بہلے بن جائیں یعنی لوگ برائی سے نفرت کریں ۔ میں
جس درد سے کراہ رہی ہوں وہ کب سے دور ہو ۔ آدمی سے
آدمی کا شوشن ایک بیماری ہے ۔ شوشک اور شریعت انہی
ایک بیماری کے دو پہرے ہیں ۔ نفرت زبردستی کا آپریشن
کرنے والی دکنگر ہیں کر سامنے آتی ہے اور محبت کہتی
ہے — کہاں پٹن اور ہوا کو شدھ کر کے بچے خن کو صاف کرو ۔
مجھ سے راستہ نکالنا ہے !

के शस्त्रे डकेल रहे हैं ? या वह यह समझते हैं कि नमकीन और लहू क्यों का ढेर देखकर मूकी नंगी जनता धर्म का असली मतलब समझ जायगी ? क्या टंडनजी, राजेन्द्र बाबू, मुंशी, गाडगिल और स्वर के साथ वेद मंत्र गाने वाले 150 पन्डितों ने धर्म का असली मतलब समझ लिया है ? धर्म का वह अन्वापन जो सदियों पहले दुरुद्ध हो चुका है, पिछ घसीट और हारों की बदबूदार सड़ी गली लाश को निकाल कर बाँदी सोने के बरक बिपका कर फिर उसमें जान डालने की (१) शोम्बेबाची करना टंडन जी, राजेन्द्र बाबू, मुंशी और गाडगिल ही नहीं, इस युगके बड़े से बड़े जादूगर के लिये भी नामुमकिन है !

नफरत और मुहब्बत

(भाई अम प्रकाश पालीवाल)

बीसवीं सदी है. नफरत और मुहब्बत में बहस हो रही है. मुहब्बत मुसकरा रही थी और नफरत नाराज़ थी. दोनों की आँखों से ओझल मानवता सुन रही थी.

नक्ररत्न ने कहा—मुझे तुम पर क्रोध आता है.

मुहब्बत ने जवाब दिया—और मुझे तुम पर रहम !

नफरत—क्यों ?

मुहब्बत—क्योंकि तुम अग्नि कुँड की तरह हर समय
सुलगने के लिये छटपटाती रहती हो।

नफरत—और तुम बार बार छोड़े हुए साधू की तरह ज़ालिम और मजलूम दोनों में प्यार कराना चाहती हो। शेर और बकरी को एक घाट पानी पिलाना चाहती हो। मुझे तुम्हारी इस हिमाकत पर क्रोध आता है।

मुहब्बत (वन्दे प्यार से)—जालिम और मजबूत, शोशक और शोषित का भेद करना तुम्हारी भूल है, बहिन ! मानवता के इस तरह टुकड़े करने से काम नहीं चलेगा. अगर तुम्हें कहीं जुल्म दिखाई दे तो प्यार से ही जालिम को रास्ते पर लाना इन्सानियत है. दूसरा रास्ता हैवानियत का है. 'अत्याचारियों का नाश हो' न कह कर 'अत्याचार का नाश हो' कहना ज्यादा मुनासिब है. कहीं बदले की भावना फिर बदले की भावना को जन्म न दे दे और इस शैतानी चक्कर का कभी अंत ही न हो.

فیر سے প্রতিষ্ঠا پیکھے دے بار کو ہرگز نہیں ہوئی ہوگی !
 اتنا ہی نہیں، یہ প্রতিষ্ঠا 101 توپوں کی گڈگڈاہٹ، 74
 جگہوں کی پاک میٹھی، 39 سٹانوں کے پبित्र जल, 85
 سٹانوں کی پاک جڈी बूटियाँ और 150 पंडितों के स्वर
 के साथ वेद मंत्रों के गाने के साथ हुई. साथ ही 1800
 मन कडुओं और 4000 मन नमकीन का डेर भी लगाया
 गया था. इस बार सोमनाथ बाबा को हरिजनों को भी
 दर्शन देने होंगे, क्योंकि वह एक 'गैर साम्प्रदायिक' राज
 में प्रतिष्ठित हुए हैं !

यह सारी बातें अक्षत के दिवालियेपन के साथ ही
 एक बहुत बड़ा सवाल हमारे सामने रखती हैं. क्या यह
 'गैर साम्प्रदायिक' (सैकुलर) राज है ? और जनता की
 दशा सुधारने का यही तरीका है ? जिस देश में लेखक
 और पत्रकार, पंडित और विद्वान भूकों मरते हों, जहाँ
 हजारों लाखों रोगी बिना दवा के मर जाते हों, जहाँ
 आम जनता की तालीम, तन्दुरुस्ती और रहन सहन
 के साधनों की कमी हो, स्कूलों, पुस्तकालयों, पढ़ाई घरों,
 अस्पतालों, मनोरंजन की जगहों बगैरा की बेहद कमी हो,
 वहाँ लाखों रुपया एक मन्दिर में लगा देना—और उस
 हालत में जब कि मन्दिरों की देश में कमी न हो और
 सैकड़ों मन्दिरों की पैसे की कमी के कारन मरम्मत तक
 न हो पाती हो—कहाँ तक ठीक है ? और रुपयों से भी
 बढ़ कर अज्ञान और अन्धविश्वास को सरकारी तौर पर
 इस तरह बढ़ावा देना क्या मुनासिब है ? सब से ज्यादा
 दुख की बात है उन राष्ट्रपति के हाथ से इस मन्दिर की
 प्रतिष्ठा कट्टर सनातन हिन्दू-अन्धेपन के तरीके से करवाना
 जो आज हिन्दू-मुसलमान, पारसी, सिख, इसाई, एंग्लो-
 इंडियन बगैरा नागरिकों के इस देश के सब से बड़े
 अधिकारी हैं. अगर वह शैव मत के होते, तबभी कोई
 बात थी. इसी तरह सोमनाथ के दूसरे प्रतिष्ठा करवाने वाले
 सरदार पटेल, आम साहब, भुरी और गाडगिल भी
 शैव नहीं हैं. तब फिर इन लोगों का इस धर्म यज्ञ में
 प्रगुआ बनना क्या मानी रखता है ? जवाब साफ है—इन
 सब के लिये यह एक राजकाजी खेल ही है, जिसका
 फलसाफ़ है बिना पैसे सोमनाथ का सरकारस खिला कर भोले
 भाले, अनपढ़ और अज्ञानी, गिरानी और बेचैनी में डूबे
 हुए लोगों को इनकलाब के बजाय 'अब सोमनाथ' के रास्ते
 पर जाने की प्रेरना और भुलावा देना. पिछली 11 मई
 को शाम के वक्त प्रभासपादन में बोलते हुए टंडन जी ने यह
 साफ साफ कबूल किया कि 'पिछले अमाने में धर्म के असली
 मानी की निश्चित उस की बाहरी निशानियों को जियावा
 रहस्य देने के कारन जनता को कष्ट उठाना पड़ा'. फिर भी
 दिन की और उनकी कांग्रेस सरकार के बड़े बड़े अधि-
 क्षी पता नहीं क्या सोचकर जनता को फिर वही कष्ट

पैर से उठाना पड़ेगा. बारू तो हरگز نہیں ہوئی ہوگی !
 ہی نہیں یہ প্রতিस्था 101 توپوں کی گڈگڈاہٹ, 74
 پاک میٹھی, 39 سٹانوں کے پबित्र जल, 35
 सٹانों की पाक जड़ी बूटियाँ और 150 पंडितों के स्वर
 के साथ वेद मंत्रों के गाने के साथ हुई. साथ ही 1800
 मन कडुओं और 4000 मन नमकीन का डेर भी लगाया
 गया था. इस बार सोमनाथ बाबा को हरिजनों को भी
 दर्शन देने होंगे, क्योंकि वह एक 'गैर साम्प्रदायिक' राज
 में प्रतिष्ठित हुए हैं !

یہ ساری باتیں عقل کے دیوالیہ پن کے ساتھ ہی ایک بہت
 بڑا سوال ہمارے سامنے رکھتی ہیں. کیا یہ 'غیر سامپردائیک'
 (سیکولر) راج ہے ؟ اور جلتا کی دشا سدھارنے کا یہی
 طریقہ ہے ؟ جس دیس میں لکھک اور پترکار، پندت
 اور ودوان بھوکوں مرتے ہوں، جہاں ہزاروں لاکھوں روگی بلا
 دوا کے مرجاتے ہوں، جہاں عام جلتا کی تعالیم تندرستی
 اور رہن سہن کے ساتھ نہیں کی گئی ہو، اسکولوں، پستکالوں،
 پڑھائی گھروں، اسپتالوں، ملورنجن کی جگہوں وغیرہ کی
 بے حد کمی ہو، وہاں لاکھوں روپے ایک ملندر میں لگا
 دینا — اور اُس حالت میں جب کہ ملندروں کی دیس
 میں کسی نہ ہو اور سیکڑوں ملندروں کی ہوسے کی کمی
 کے کارن مرمت تک نہ ہو پاتی ہو — کہاں تک ٹھیک
 ہے ؟ اور روپوں سے بھی بڑھ کر اٹھان اور اندھ رشواس کو
 سرکاری طور پر اُس طرح بڑھاوا دینا کیا مناسب ہے ؟
 سب سے زیادہ دکھ کی بات ہے اُن دانشور یعنی کے ہاتھ سے
 اُس ملندر کی پرستش کٹر سلمان ہندو اندھے پن کے طریقے
 سے کروانا، جو آج ہندو، مسلمان، پارسی، سکھ، عیسائی،
 اہلکاو، انڈین وغیرہ ناگزروں کے اِس دیس کے سب سے بڑے
 انسپکٹوری ہیں. اگر وہ شہومت کے ہوتے، تب بھی کوئی
 بات تھی. اِس طرح سومناتھ کے دوسرے پرستش کرواتے
 والے سردار پٹیل، جام صاحب، ملشی اور گاکل بھی شیو
 نہیں ہیں. تب پھر اُن لوگوں کا اس دھرم یگہ میں اُلوا
 بننا کیا معلی رکھتا ہے ؟ جواب صاف ہے — اُن سب کے
 لئے یہ ایک راج کاجی گول ہی ہے، جس کا مقصد ہے
 بلا پیسے سومناتھ کا سرکس دکھا کر بھولے بھالے، اُن بڑے اور
 اٹھانی، گرائی اور بے چھلی میں توڑے ہوئے لوگوں کو انقلاب
 کے بھاتے 'چھ سومناتھ' کے راج پر جانے کی پزیرنا اور
 بھڑوا دینا. پچھلی 11 مئی کو شام کے وقت پر ہاس
 پاٹن میں ہوتے ہوئے ٹندن جی نے یہ صاف صاف
 قبول کیا کہ 'پچھلے زمانے میں دھرم کے اصلی معلی
 کی نسبت اُسکی باہری نشانیوں کو زیادہ مہتمو دینے
 کے کارن جلتا کو کھسٹ اٹھانا پڑا'. پھر بھی ٹندن
 جی اور اُن کی گائریس سرکار کے بڑے بڑے انسپکٹوری
 پتہ نہیں کیا صحیح کر جلتا کو پھر اُسی کھسٹ

इन कामों के पूरने को कर्म के नाम पर बताया। वैश्वों ने तो राधा कृष्ण के बनावटी प्रेम और भोग के रूप में सुने आम व्यवहार का प्रचार किया और दूसरी तरफ औरत मर्द के आपसी कुदरती सम्बन्धों को ज्यादा से ज्यादा बन्धनों और रुढ़ियों के जाल में कस दिया। इसका असर उफटा हुआ, जिसका नतीजा हुआ जिस्मानी, विमात्री, समाजी और तरह तरह से समाज की गिरावट, कमजोरी और खोखलापन। हम तो इस बात को सोच भी नहीं सकते कि कोई भी देश, कोई भी समाज इतना बेशरम और ना समझ कैसे हो सकता है कि सुने आम धर्म के नामपर अपने लड़के लड़कियों और बहु-बेटियों के सामने औरत मर्द के गुप्त अंगों की पूजा करे! और ऐसे पूजकों का आज जो हाल है, उसका देश भर में फैली वैश्याओं, देव-दासियों, साधु संन्यासियों और बदबलनी के अड्डे बने मठ-मन्दिरों और सबी गली मौजूदा नस्लसे कुछ अन्दाजा किया जा सकता है।

सोमनाथ के सम्बन्ध में फैली हुई भूटी सबी बहुत सी अफवाहों को यहाँ बयान करना बेमौक़ा होगा। पर पिछली 11 मई को 'गौर साम्प्रदायिक' भारत के राष्ट्रपति ने पीताम्बर पहन कर प्रभासपाटन में सोमनाथ की जो फिर से प्रतिष्ठा की है, वह कई तिगाह से गौर करने की चीज है। बहुत से भारतीय अलबारों में न सिर्फ़ फिर से 'जय सोमनाथ' का नारा ही गुँजाया गया, बल्कि इसका इतना धुँआधार प्रचार प्रपेण्डा हुआ कि कुछ छन के लिये शायद बिहार, आन्ध्र और राजस्थान के भूके पेटों को धर्म रूपी अफीम की पीनक का नशा भी मालूम हुआ हो तो अचरज नहीं। भूकी नंगी जनता को लड़कों के ढेर के साथ साढ़े सात फुट ऊँचे कसौटी के पत्थर के शिव लिंग के दर्शन कराना कितना बड़ा धोका और तहारी है, इसे शायद यह ना समझ और बे ज़बान आधे पशु न समझ सकें। यह लगभग बैसा ही है, जैसे कोई भूक से तड़पते हुए बच्चे को झुनझुना बजाकर या गुड़िया दिखा कर फुसलाना चाहे। मन्दिर के निर्माण में 9-10 बरस और 60 65 लाख रुपये लगेंगे, यह अन्दाजा है। उसमें 30 लाख के लगभग जमा हो भी चुका है। मन्दिर के किनारे 3000 एकड़ जमीन सीगई है, जहाँ जवाहरात जड़े 56 खंभों पर 13 मंजिल का मन्दिर खड़ा किया जायगा। मन्दिर के तीन हिस्से होंगे—गर्भ गृह (सब से अन्दर का हिस्सा जहाँ केवल पुजारी ही आ सकता है), गृह मंडप (बीच का हिस्सा) और नृत्य गृह (बाहर पर जो सबसे बाहर का हिस्सा है)। संगमूसा के ज्योतिर्लिंग के पीछे पार्वती की मूर्ति होगी। मन्दिर के सिर की तरह 14 सोने के कलश-वाले सीमार होंगे और कई छोटी सी पंजीर से बने-वाले सीने के पट्टियाँ लगेंगी। इससे बढ़कर सोमनाथ की

इन खास अंगों के पूजने को मन्दिर के नाम पर बताया। वैश्वों ने तो राधा कृष्ण के बनावटी प्रेम और भोग के रूप में सुने आम व्यवहार का प्रचार किया और दूसरी तरफ औरत मर्द के आपसी कुदरती सम्बन्धों को ज्यादा से ज्यादा बन्धनों और रुढ़ियों के जाल में कस दिया। इसका असर उफटा हुआ, जिसका नतीजा हुआ जिस्मानी, विमात्री, समाजी और तरह तरह से समाज की गिरावट, कमजोरी और खोखलापन। हम तो इस बात को सोच भी नहीं सकते कि कोई भी देश, कोई भी समाज इतना बेशरम और ना समझ कैसे हो सकता है कि सुने आम धर्म के नामपर अपने लड़के लड़कियों और बहु-बेटियों के सामने औरत मर्द के गुप्त अंगों की पूजा करे! और ऐसे पूजकों का आज जो हाल है, उसका देश भर में फैली वैश्याओं, देव-दासियों, साधु संन्यासियों और बदबलनी के अड्डे बने मठ-मन्दिरों और सबी गली मौजूदा नस्लसे कुछ अन्दाजा किया जा सकता है।

सोमनाथ के सभल्लेह में पहेली हुयी जावती सच्ची बेत सी अवाहों को यहाँ भान करना बेमौक़ा होगा। पर पिछली 11 मई को 'गौर साम्प्रदायिक' भारत के राष्ट्रपति ने पीताम्बर पहन कर प्रभासपाटन में सोमनाथ की जो फिर से प्रतिष्ठा की है, वह कई तिगाह से गौर करने की चीज है। बहुत से भारतीय अलबारों में न सिर्फ़ फिर से 'जय सोमनाथ' का नारा ही गुँजाया गया, बल्कि इसका इतना धुँआधार प्रचार प्रपेण्डा हुआ कि कुछ छन के लिये शायद बिहार, आन्ध्र और राजस्थान के भूके पेटों को धर्म रूपी अफीम की पीनक का नशा भी मालूम हुआ हो तो अचरज नहीं। भूकी नंगी जनता को लड़कों के ढेर के साथ साढ़े सात फुट ऊँचे कसौटी के पत्थर के शिव लिंग के दर्शन कराना कितना बड़ा धोका और तहारी है, इसे शायद यह ना समझ और बे ज़बान आधे पशु न समझ सकें। यह लगभग बैसा ही है, जैसे कोई भूक से तड़पते हुए बच्चे को झुनझुना बजाकर या गुड़िया दिखा कर फुसलाना चाहे। मन्दिर के निर्माण में 9-10 बरस और 60 65 लाख रुपये लगेंगे, यह अन्दाजा है। उसमें 30 लाख के लगभग जमा हो भी चुका है। मन्दिर के किनारे 3000 एकड़ जमीन सीगई है, जहाँ जवाहरात जड़े 56 खंभों पर 13 मंजिल का मन्दिर खड़ा किया जायगा। मन्दिर के तीन हिस्से होंगे—गर्भ गृह (सब से अन्दर का हिस्सा जहाँ केवल पुजारी ही आ सकता है), गृह मंडप (बीच का हिस्सा) और नृत्य गृह (बाहर पर जो सबसे बाहर का हिस्सा है)। संगमूसा के ज्योतिर्लिंग के पीछे पार्वती की मूर्ति होगी। मन्दिर के सिर की तरह 14 सोने के कलश-वाले सीमार होंगे और कई छोटी सी पंजीर से बने-वाले सीने के पट्टियाँ लगेंगी। इससे बढ़कर सोमनाथ की

ہمارے یہ ثابت کرتا ہے کہ ہم اس سے بھی بڑے بڑے اور دھرم کے معاملوں میں اندھے تھے۔ اندازہ یہ ہوتا ہے کہ سرمندانہ کے حملے کا مقابلہ شاید اٹھارے اسی علاقے کے راجے کی فوج (وہاں کی چلتا نہیں) نے کیا ہوگا اور دوسرے راجے مہاراجے اس کی ہار میں اپنی جیت کی آشا کی روپھٹی رے دکھاتے ہوئے تھے۔ ہمدانی اس ہار کا خاص کارن تھا دیہی کا بہت سے الگ الگ معنوں، فرقوں اور جاتوں میں بٹا ہوا اور راجے مہاراجوں کی اسی لگ ذات۔ ہندوستانی سے بہ زہریلی مادہ اور ہرائیاں ان کی ہاروں کے بعد بھی ہم میں سے گنتیں نہیں۔ سچے معنی میں تو ایک راشٹریہ نو ہم میں آج تک بھی نہیں آسکی ہے، جسکا کھلا معجزہ اور ثبوت ہے دیہی کا بتوارا اور جات پرستی، فرقہ پرستی اور صوبہ پرستی کا روزا

اب سرمندانہ کے انتہائی پہلو پر بھی ذرا پرکھیں: انہوں پرانوں اور مہابھارت میں جسے 'آرت' تھا سری مد بھاگوت میں جسے 'آرت پری' کہا گیا ہے، سی کو پانڈی نے 'سراشتر' اور بعد کے سلسکرت ساہتھ میں 'سوراشتر' نام سے پکارا گیا ہے۔ رگ وید (7-95-2) میں جس سرسوتی کا ذکر ہے، وہ اسی علاقے میں بہتی ہے اور اسی کے کنارے پرہاس نگر (پرانوں کے انوسار پرہاس کہلاتا) تھا۔ یہیں دوارکا سے آکر شری کرشن کے پریر چھوڑنے کا ذکر بھی اسکند پران میں ہے۔ یہاں خاص ملندہ شیو کا ہی تھا۔ پر گنیش، وشنو، سورج شہرہ کے ملندہ بھی تھے، جسکے کارن یہ ملندوں کا ایک بہت ہوا تہرتہ ہو گیا تھا۔ سرمندانہ کا ملندہ آریوں کا پہلا ملندہ سمجھا جاتا ہے، جو بارہ چھوٹلنگوں میں سے پہلے سرمندانہ (چاند) کے نام پر پڑایا گیا تھا۔ کہتے ہیں پہلے سوم (چاند دیوتا) نے یہ سولے کا ملندہ بلوایا۔ بعد میں ران نے اسی جگہ چاندی کا اور پھر شری کرشن نے لکڑی کا۔ اُن کے بعد ولیمبی راجاؤں نے 500-700 عیسوی اور پھر سولنگی راجاؤں نے اُسکا رن بدل دیا۔ 1024 عیسوی میں سرمندانہ پر محمود غزنوی کے حملے کے سببندہ میں کتھہاراز گزیتھر میں ایک ہوا معرکے کا بیان ہے۔ وہ یہ کہ محمود نے کر جب شہولنگ کی پوجا کا 'مہاتم' سنا، تو کرودھ کے مارے اُس نے اُسے تروادیا۔ ملندہ تو بعد میں اُسکے تھسار مہتھا خاں نے تروایا بتاتے ہیں۔

جن لوگوں نے انتہائی کمزوری چھپانے کے لئے بر سامہزدارک چشمے سے دیکھا ہے، انہیں پہلے ہی اس بتنا میں ایک مسلمان یا غیر ملندہ کی آہ دھرم سے ہماری دکھائی دے، پر ہمیں تو ایسا لگتا ہے کہ اگر ہم یہ معصود کی اس گھٹنا سے — اثر اس میں کوئی

اب سومناٹھ کے ہتھیاری پہلو پر بھی ذرا پرکھیں: انہوں پرانوں اور مہابھارت میں جسے 'آرت' تھا سری مد بھاگوت میں جسے 'آرت پری' کہا گیا ہے، سی کو پانڈی نے 'سراشتر' اور بعد کے سلسکرت ساہتھ میں 'سوراشتر' نام سے پکارا گیا ہے۔ رگ وید (7-95-2) میں جس سرسوتی کا ذکر ہے، وہ اسی علاقے میں بہتی ہے اور اسی کے کنارے پرہاس نگر (پرانوں کے انوسار پرہاس کہلاتا) تھا۔ یہیں دوارکا سے آکر شری کرشن کے پریر چھوڑنے کا ذکر بھی اسکند پران میں ہے۔ یہاں خاص ملندہ شیو کا ہی تھا۔ پر گنیش، وشنو، سورج شہرہ کے ملندہ بھی تھے، جسکے کارن یہ ملندوں کا ایک بہت ہوا تہرتہ ہو گیا تھا۔ سرمندانہ کا ملندہ آریوں کا پہلا ملندہ سمجھا جاتا ہے، جو بارہ چھوٹلنگوں میں سے پہلے سرمندانہ (چاند) کے نام پر پڑایا گیا تھا۔ کہتے ہیں پہلے سوم (چاند دیوتا) نے یہ سولے کا ملندہ بلوایا۔ بعد میں ران نے اسی جگہ چاندی کا اور پھر شری کرشن نے لکڑی کا۔ اُن کے بعد ولیمبی راجاؤں نے 500-700 عیسوی اور پھر سولنگی راجاؤں نے اُسکا رن بدل دیا۔ 1024 عیسوی میں سرمندانہ پر محمود غزنوی کے حملے کے سببندہ میں کتھہاراز گزیتھر میں ایک ہوا معرکے کا بیان ہے۔ وہ یہ کہ محمود نے کر جب شہولنگ کی پوجا کا 'مہاتم' سنا، تو کرودھ کے مارے اُس نے اُسے تروادیا۔ ملندہ تو بعد میں اُسکے تھسار مہتھا خاں نے تروایا بتاتے ہیں۔

جن لوگوں نے انتہائی کمزوری چھپانے کے لئے بر سامہزدارک چشمے سے دیکھا ہے، انہیں پہلے ہی اس بتنا میں ایک مسلمان یا غیر ملندہ کی آہ دھرم سے ہماری دکھائی دے، پر ہمیں تو ایسا لگتا ہے کہ اگر ہم یہ معصود کی اس گھٹنا سے — اثر اس میں کوئی

جن لوگوں نے انتہائی کمزوری چھپانے کے لئے بر سامہزدارک چشمے سے دیکھا ہے، انہیں پہلے ہی اس بتنا میں ایک مسلمان یا غیر ملندہ کی آہ دھرم سے ہماری دکھائی دے، پر ہمیں تو ایسا لگتا ہے کہ اگر ہم یہ معصود کی اس گھٹنا سے — اثر اس میں کوئی

ہرمان سانبھل کرنے کی کوشش کی ہے، وہ اس بات کو نہیں جانتے ہیں کہ جس طرح ہندو راجہ چلتا کو دھرم روپی اہم کا تہذیب دینے اور اپنے پر تپ اور شان شوکت کے دکھانے کے لئے شاداد مندر کھڑے کرتے تھے، تھوک اسی طرح اورنگ زیب وغیرہ اپنی جہت کی نشانی کے روپ میں مندر توڑ کر وہاں مسجد بنواتے تھے۔ یہ دھرم کا نہیں سرداروں سرداروں کی تکر کا ایک ضروری انگ تھا۔ پھر یہ بھی سب جانتے ہیں کہ ہندوؤں کے مندروں اور مورتیوں میں اتنا سونا اور قیمتی زیور کھڑے وغیرہ دھتے تھے کہ کوئی بھی لکھرا انہیں دیکھ کر انہیں لوتلے کا لوبہ روک نہیں سکتا تھا۔ کہتے ہیں کہ سومناتھ کے مندر میں لوہاروں سے لیکر بھتر کے آدین تک ملوں سونا لکڑی بھر پر لگا تھا۔ وہاں کے شہولنگ کو تروڑنے پر وہ بھتر سے کھوکھلا نکلا اور اس میں کافی سونا اور جواہرات وغیرہ بکھلے پڑے تھے۔

اگر ایک پل کے لئے ہم یہ مان بھی لیں کہ اپنی باتوں میں سچائی کا حصہ کم ہے اور وہ مشہور کے حملے وقت سے ادھک ہمارے دھرم پر ہی حملے تھے، تو ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آخر غزنی کی سیلا بھارت نے شہر بھرتوں سے ادھک تو دہی نہیں ہوئی۔ پھر کیا ان سے کہ سوم دیو کی رکشا نہیں ہو سکی؟ کچھ لوگوں نے لکھا ہے کہ سومناتھ کی رکشا کے لئے لاشوں پر شہیں جم گئیں، خون کی ندیاں بہ گئیں اور اس طرح ام آئے ویروں کے یکسو پوریت (جلو) کے ڈھیر لگ گئے! اگر حملے کے بھاری ہن کو بڑھانے کے لئے بھی یہ سب کہا گیا ہے تو بھی بہت بڑی وقیمہا، مبالغہ اور دھوکا خان پوتا ہے۔ اگر اتنا نکو وودھ ہوا ہوتا، تو شترو کبھی نہ چھٹتا۔ اس سببندہ میں ایک بات یہ بھی مشہور ہے کہ جب غزنی (یا شاید اورنگ زیب) کے لوگ چڑھ رہے تھے، تو انہیں چھتری ویروں نے اپنے اپنے مہان سے لوہار نکال کر بھگوان سومناتھ سے پراوتھا کی کہ اگر وہ کہا دیں، تو شترو کا کام تمام کر دیا جائے۔ پر کالے پتھر کے س شہولنگ میں آگیا دینے کی طاقت ہوتی، تبھی وہ آگیا دینا۔ چنانچہ سومناتھ کے یہ ویر پوجک تو کہا کی اہد میں تلواریں نکالے ہی رہے اور شترو کی طرف کے لوگوں نے اگر انہیں تلواروں سے لاجر مولیٰ کی طرح انہیں کٹ ڈالا۔ جو پندے پجاری مندر میں ملے پاتے تھے، وہ اپنے سومناتھ بھگوان کو چھوڑ کر کب بھاگ گئے، کسی کو پتہ بھی نہ چلا!

اگر کسی اتھاسی لوہاروں میں کتلی سچائی ہے، یہ کہتا تو کتھیں ہے، پر اتنا تو صاف ہی ہے کہ سومناتھ کی ہار نے اس دیکھ کو غلام بنالیا۔

اگر ایک پل کے لئے ہم یہ مان بھی لیں کہ اپنی باتوں میں سچائی کا حصہ کم ہے اور وہ مشہور کے حملے وقت سے ادھک ہمارے دھرم پر ہی حملے تھے، تو ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آخر غزنی کی سیلا بھارت نے شہر بھرتوں سے ادھک تو دہی نہیں ہوئی۔ پھر کیا ان سے کہ سوم دیو کی رکشا نہیں ہو سکی؟ کچھ لوگوں نے لکھا ہے کہ سومناتھ کی رکشا کے لئے لاشوں پر شہیں جم گئیں، خون کی ندیاں بہ گئیں اور اس طرح ام آئے ویروں کے یکسو پوریت (جلو) کے ڈھیر لگ گئے! اگر حملے کے بھاری ہن کو بڑھانے کے لئے بھی یہ سب کہا گیا ہے تو بھی بہت بڑی وقیمہا، مبالغہ اور دھوکا خان پوتا ہے۔ اگر اتنا نکو وودھ ہوا ہوتا، تو شترو کبھی نہ چھٹتا۔ اس سببندہ میں ایک بات یہ بھی مشہور ہے کہ جب غزنی (یا شاید اورنگ زیب) کے لوگ چڑھ رہے تھے، تو انہیں چھتری ویروں نے اپنے اپنے مہان سے لوہار نکال کر بھگوان سومناتھ سے پراوتھا کی کہ اگر وہ کہا دیں، تو شترو کا کام تمام کر دیا جائے۔ پر کالے پتھر کے س شہولنگ میں آگیا دینے کی طاقت ہوتی، تبھی وہ آگیا دینا۔ چنانچہ سومناتھ کے یہ ویر پوجک تو کہا کی اہد میں تلواریں نکالے ہی رہے اور شترو کی طرف کے لوگوں نے اگر انہیں تلواروں سے لاجر مولیٰ کی طرح انہیں کٹ ڈالا۔ جو پندے پجاری مندر میں ملے پاتے تھے، وہ اپنے سومناتھ بھگوان کو چھوڑ کر کب بھاگ گئے، کسی کو پتہ بھی نہ چلا!

اگر کسی اتھاسی لوہاروں میں کتلی سچائی ہے، یہ کہتا تو کتھیں ہے، پر اتنا تو صاف ہی ہے کہ سومناتھ کی ہار نے اس دیکھ کو غلام بنالیا۔

اگر کسی اتھاسی لوہاروں میں کتلی سچائی ہے، یہ کہتا تو کتھیں ہے، پر اتنا تو صاف ہی ہے کہ سومناتھ کی ہار نے اس دیکھ کو غلام بنالیا۔

(جے ؟) سومناتھ

(بائی موہنسیہ سنگھ)

[یہ لکھ ہندی ماہواری رسالے 'تربیت' (کلکتا) سے لیا گیا ہے۔ کچھ شब्दوں کی جگہ جارا آسان شब्द رکھ دیے گئے ہیں۔]—

کسی نے ہندوستان کا مقابلہ ایک ایسی بھولی بے بس اور سیدھی سادی عورت سے کیا ہے جس پر کئی لوگوں نے حملے کئے، بلاتکار کئے، اُسے لوٹا، مارا، اور وہ پھر سے جھسے اُسے کھڑے کھڑا کرنے کی چلتا ہے چولہے کے پاس جا بیٹھی۔ ہاتھ جو کچھ ہوا، وہی اُسکی قسمت مہن تھا! اور کسی سے یہ بات چاہے لاکو نہ بھی ہو، پر سومناتھ پر بار بار کے حملے—جھسا کہ اتھاس سے پتہ چلتا ہے—اس بات کو تھپک ثابت کر رہے ہیں۔ پچھلی 11 مئی کو سوراشر کے اندر پر بھاس پائیں مہن جس سومناتھ کی سٹھاپنا ہوئی ہے، کہتے ہیں وہاں کے ملندو، لنگ، مورتی یا بستی پر عیسوی 1024، 1227، 1318، 1395، 1511 اور 1520 میں حملے ہوئے۔ آخری حملہ یا بربادی اورنگ زیب کے سے کی بتلائی جاتی ہے، جس نے سومناتھ کے مندر کی جگہ ایک مسجد بنوائی۔ بھارت کا گیارہویں سے سولہویں صدی تک کا اتھاس بتلاتا ہے کہ پور، بدایہ، گجرات یا دھرم بدلوئے کی نسبت اُس زمانے کے حسلوں کا خاص مقصد صرف لوٹ تھا۔ اِس لئے سومناتھ پر ان حسلوں کا سبب دھرم یا مذہب سے جوڑنا اتھاس اور سچائی کے ساتھ زیادتی کرنا ہے۔ صحیح بات یہی لگتی ہے کہ فرسے دیہوں سے ادھک اُچھاڑ ہونے کے کارن ہمارا دیہے اُن دنوں خدھ حال تھا۔ اِس لئے جہاں کہیں کدربسر کی اُتلی سرورہا نہیں تھی، وہاں کے لوگوں کا ہمارے خدھ حال دیہے کی طرف کھینچنا سواہوارک تھا۔ پر آج ہم جو گلا پھاڑ پھاڑ کر یہ کہہ رہے ہیں کہ سومناتھ پر 6 یا 7 بار حملے ہوئے سو وہ کوئی کھمبہ کرنے کی نہیں، لچا کی بات ہے۔ سبجہ مہن نہیں آتا کہ اتلی بڑی ہار اور پتھن کی بات کہتے ہی ہم لچاتے نہیں۔ پر چتر آدمی کہی بھی سو دھمی ہار سوکار نہیں کرتا۔ سو ہم نے بھی اُسے بل بوتے کی اتلی بڑی کمی، کو کہی ایللی کمی، کسڑوی، یا ہولتا کہ کر سوکار نہیں کیا—بلکہ اتلی دنیا کی ہمدردی حاصل کرنے اور دشمن کے لئے فدرت پہنچانے کی غرض سے ادھک پرچار اسی بات کا کیا کہ ہمارے مندر اور مورتیاں نشت کردی گئیں، ہمارے دھرم پر حملہ ہوا، وغیرہ۔ چلہوں نے سومناتھ کے مندر مورتی توڑنے والے معصوم غزنی سے لیکر وہاں مسجد بنانے والے اورنگ زیب تک سب کو اپنے دھرم کا

(جے ؟) سومناتھ

(بائی موہن سنگھ سنگھ)

[یہ لکھ ہندی ماہواری رسالے 'تربیت' (کلکتا) سے لیا گیا ہے۔ کچھ شब्दوں کی جگہ ذرا آسان شبد رکھ دیئے گئے ہیں۔]—

کسی نے ہندوستان کا مقابلہ ایک ایسی بھولی بے بس اور سیدھی سادی عورت سے کیا ہے جس پر کئی لوگوں نے حملے کئے، بلاتکار کئے، اُسے لوٹا، مارا، اور وہ پھر سے جھسے اُسے کھڑے کھڑا کرنے کی چلتا ہے چولہے کے پاس جا بیٹھی۔ ہاتھ جو کچھ ہوا، وہی اُسکی قسمت مہن تھا! اور کسی سے یہ بات چاہے لاکو نہ بھی ہو، پر سومناتھ پر بار بار کے حملے—جھسا کہ اتھاس سے پتہ چلتا ہے—اس بات کو تھپک ثابت کر رہے ہیں۔ پچھلی 11 مئی کو سوراشر کے اندر پر بھاس پائیں مہن جس سومناتھ کی سٹھاپنا ہوئی ہے، کہتے ہیں وہاں کے ملندو، لنگ، مورتی یا بستی پر عیسوی 1024، 1227، 1318، 1395، 1511 اور 1520 میں حملے ہوئے۔ آخری حملہ یا بربادی اورنگ زیب کے سے کی بتلائی جاتی ہے، جس نے سومناتھ کے مندر کی جگہ ایک مسجد بنوائی۔ بھارت کا گیارہویں سے سولہویں صدی تک کا اتھاس بتلاتا ہے کہ پور، بدایہ، گجرات یا دھرم بدلوئے کی نسبت اُس زمانے کے حسلوں کا خاص مقصد صرف لوٹ تھا۔ اِس لئے سومناتھ پر ان حسلوں کا سبب دھرم یا مذہب سے جوڑنا اتھاس اور سچائی کے ساتھ زیادتی کرنا ہے۔ صحیح بات یہی لگتی ہے کہ فرسے دیہوں سے ادھک اُچھاڑ ہونے کے کارن ہمارا دیہے اُن دنوں خدھ حال تھا۔ اِس لئے جہاں کہیں کدربسر کی اُتلی سرورہا نہیں تھی، وہاں کے لوگوں کا ہمارے خدھ حال دیہے کی طرف کھینچنا سواہوارک تھا۔ پر آج ہم جو گلا پھاڑ پھاڑ کر یہ کہہ رہے ہیں کہ سومناتھ پر 6 یا 7 بار حملے ہوئے سو وہ کوئی کھمبہ کرنے کی نہیں، لچا کی بات ہے۔ سبجہ مہن نہیں آتا کہ اتلی بڑی ہار اور پتھن کی بات کہتے ہی ہم لچاتے نہیں۔ پر چتر آدمی کہی بھی سو دھمی ہار سوکار نہیں کرتا۔ سو ہم نے بھی اُسے بل بوتے کی اتلی بڑی کمی، کو کہی ایللی کمی، کسڑوی، یا ہولتا کہ کر سوکار نہیں کیا—بلکہ اتلی دنیا کی ہمدردی حاصل کرنے اور دشمن کے لئے فدرت پہنچانے کی غرض سے ادھک پرچار اسی بات کا کیا کہ ہمارے مندر اور مورتیاں نشت کردی گئیں، ہمارے دھرم پر حملہ ہوا، وغیرہ۔ چلہوں نے سومناتھ کے مندر مورتی توڑنے والے معصوم غزنی سے لیکر وہاں مسجد بنانے والے اورنگ زیب تک سب کو اپنے دھرم کا

کرتے تھے۔ برہمن نام کا ایک بौद्ध भिक्षु' سڑیوں کا بربھ کرکھا था, दूसरा बन्दा शब्दों का अनुवाद करता था, तीसरा पांडुलिपि लिखता था और चौथा अनुवाद की भाशा ठीक करता था. इस तरह बोधिरुचि की मदद करने के लिये अनुवादकों का एक पूरा मंडल था.

बोधिरुचि ने चीन में बौद्ध धर्म की कुल 53 किताबों का अनुवाद किया. इस में सब से मशहूर किताब "रत्न-कूट" सम्मिली जाती है. इनसांग यह किताब भारत से चीन लेआया था. सन 706 ईसवी में बोधिरुचि ने इस किताब का अनुवाद शुरू किया और सन 713 ईसवी में इसे पूरा किया. कहा जाता है जिस समय यह अनुवाद पूरा होने वाला था, चीन का सम्राट अपने दरबार के सभी ओहदेदारों और महल की रानियों के साथ वहाँ मौजूद था और सम्राट ने अपने हाथ से इस अनुवाद के आखिरी पन्नों को लिखा.

"रत्नकूट" का अनुवाद पूरा कर लेने के बाद बोधिरुचि ने अनुवाद का काम बन्द कर दिया और अपनी बाक़ी ज़िन्दगी ध्यान और योग में गुज़ारी.

कहा जाता है बोधिरुचि एक सौ छप्पन साल की उमर में मरा. जब उसके मरने का दिन नज़दीक आया तो एक दिन उसने अपने चेलों को बुला कर कहा—

"मेरा शरीर दिन ब दिन उसी तरह कमज़ोर होता जा रहा है जिस तरह पानी की धूँदें धीरे धीरे भाप बनकर उड़ती जाती हैं. मैं बहुत दिन ज़िन्दा रह चुका हूँ और अब मुझे अपना अन्त नज़दीक दिखाई पड़ रहा है. इतने दिनों तक मैं खाना खाकर अपनी कमज़ोरी दूर कर रहा था. अब जबकि मेरे जाने का दिन करीब आ गया है तो फिर अब उसे आगे ठेलने की क्या ज़रूरत?"

इसके बाद वह 55 दिन तक उपवास करता रहा और अन्त में शरीर त्याग दिया.

कश्यप मतंगा, कुमार जीव, बुद्धयश, गुण वर्मन, बोधिधर्म प्रभाकर मिश्र, और बोधिरुचि के अलावा और भी बहुत से हिन्दुस्तानी बौद्ध प्रचारकों की चर्चा चीनी साहित्य और चीनी सरकारी कागज़ों में मिलती है. उनकी ज़िन्दगी, उनकी क़ुरबानी, उनके त्याग, उनकी हिम्मत, उनके लगन का ही यह नतीजा है कि भारत और चीन के बीच गहरा और टिकाऊ क़लचरी सम्बन्ध कायम हुआ और सारे चीन ने बौद्ध धर्म को अपना लिया. चीन और भारत के इस मेल मिलाप का गहरा असर आज तक दोनों देशों के धर्म, समाज, रहन सहन, कला, साहित्य, विचारों और आदर्शों पर साफ़ चमक रहा है.

अर्त्त है . برہمن نام کا ایک بؤدھ بھکشو سڑیوں کا آرٹھ کرتا تھا . دوسرا چلندا شبدوں کا انواد کرتا تھا . تیسرا پانڈو پی لکھتا تھا اور چرتھا انواد کی پہاشا تھیک کرتا تھا . اس طرح بودھی دچی کی مدد کرنے کے لئے انوادکوں کا یک پورا مائل تھا .

بودھی دچی نے چین میں بودھ دھرم کی کل 53 کتابوں کا انواد کیا . اس میں سب سے مشہور کتاب ' رتن کؤٹ ' سمجھی جاتی ہے . ہرین سانگ یہ کتاب ہارت سے چین لے آیا تھا . سن 706 عیسوی میں بودھی دچی نے اس کتاب کا انواد شروع کیا اور سن 713 عیسوی میں اسے پورا کیا . کہا جاتا ہے جس سے یہ انواد پورا ہونے والا تھا . چین کا سمراٹ اپنے دربار کے سبھی عہدے داروں اور محل کی رانیوں کے ساتھ وہاں موجود تھا اور سمراٹ نے اپنے ہاتھ سے اس انواد کے آخری پلوں کو لکھا .

" رتن کؤٹ " کا انواد پورا کر لینے کے بعد بودھی دچی نے انواد کا کام بند کر دیا اور اپنی باقی زندگی دھیان پر یوگ میں گذاری .

کہا جاتا ہے بودھی دچی ایک سو چھترہ سال کی عمر میں مرا . جب اسکے مرنے کا دن نزدیک آیا تو ایک دن اس نے اپنے چیلوں کو بلا کر کہا —

" مہرا شریہ دن بدن اسی طرح کمزور ہوتا جا رہا ہے جس طرح پانی کی ہوندیں دھوڑے دھوڑے بہاؤ بنکر جاتی ہیں . میں بہت دن زندہ رہ چکا ہوں اور اب مجھے اپنا انت نزدیک دکھائی پڑ رہا ہے . اتنے دنوں تک میں کھانا کھا کر اپنی کمزوری دور کر رہا تھا . اب جب مہرے جانے کا دن قریب آگیا ہے تو پھر اب اُسے آگے بادلنے کی کیا ضرورت ؟ " —

اس کے بعد وہ 55 دن تک اپواس کرتا رہا اور انت میں شریہ تھاک دیا .

کشمپ متلکا کمار جھو' بدھیش' کن ورمین' بودھی دھرم' پرہاکر متار اور بودھی دچی کے علاوہ اور بھی بہت مہندستانى بودھ پرچارکوں کی چرچا چیلی سامعیتہ د چھلی سرکاری کافلوں میں ملتی ہے . ان کی زندگی , کی قربانی , ان کے تھاک' ان کی ہمت' ان کی لگن ہی یہ نتیجہ ہے کہ ہارت اور چین کے بیچ کھرا اور ر کلتوری سمبند قائم ہوا اور سارے چین نے بودھ دھرم کو اپنا لیا . چین اور ہارت کے اس مہل ملاپ کا را اثر آج تک دونوں دھسوں کے دھرم' سماج' دھن سہن' سامعیتہ' وچاروں اور آدرشوں پر صاب چمک رہا ہے .

کچھ دنوں تک وہ نالندہ پہنچا تو وہیں سے ہندو درجن پوچھا دیا۔ وہیں بعد میں اسے ہندو درجن کا پروفیسر بنا دیا گیا۔ ہر وہ نالندہ میں زیادہ دن نہ رہ سکا۔ باہر کے ملکوں میں ہندو دھرم کا پوجار کرنے کی اسے بڑی اچھا تھی اس لئے وہ چین کے لئے روانہ ہو گیا۔

چین جاتے ہوئے راستے میں وہ ترکستان میں ٹھہرا۔ ترکستان کے بادشاہ نے اسکا بڑا स्वागत کیا اور بौद्ध धर्म میں بڑی دلچسپی لی۔ سن 626 عیسوی میں ترکستانی دربار کے چینی راج درت نے پرہاکر کو چین آنے کی دعوت دی۔ پرہاکر چین جانا چاہتا تھا پر ترکستان کے بادشاہ نے اس سے اسے روک لیا۔ اس پر چین کے سمرات نے خود ترکستان کے بادشاہ کو لکھا اور چینی سمرات کی لکھی دعوت پر پرہاکر کو سن 627 عیسوی میں چین کی راجدھانی پھونچا دیا گیا۔

چین کے سمرات نے پرہاکر کا بڑا स्वागत کیا۔ سمرات کے کہنے سے پرہاکر نے بہت سی بौद्ध पुस्तकों کا अनुवाद چینی भाषा میں کیا۔ پرہاکر کا جدوجہد سے چینی سمرات بڑا خوش ہوا۔ سمرات نے اسکی بڑی इज्जत اور تारीف کی۔

پرہاکر میتر کی इतनी इज्जत ہوتے دیکھ چین کے کنگفوتسے بھرم کے ماننے والے اسکے جیلاک آواز اٹھانے لگے۔ اسکا چینی سمرات پر بڑا असर پڑا۔ سمرات نے پرہاکر کے کام میں دلچسپی لینا کم کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ سمرات کے اس بے وفائی سے پرہاکر کے دل کو بڑا صدمہ ہوا۔ سن 633 عیسوی میں وہ چین ہی میں اس دنیا سے چل بسا۔

बोधिरुचि

बोधिरुचि दक्षिण भारत का रहने वाला था। बारह साल की उमर में उसने घर छोड़ दिया और एक विद्वान गान्धन से वेद, सांख्य शास्त्र वगैरा की तालीम ली।

کہا جاتا ہے، ایک بار وہ ایک عام دھارمک سبھا میں حصہ لہے گیا۔ وہاں اس کی ایک ہندو بھکشو پیش ہوئی سے بحث ہوئی۔ بحث میں اس نے ہار مان لی اور وہ تربت ہندو دھرم اپنا کر ہندو بھکشو ہو گیا۔

سن 692 عیسوی میں چالوکیہ دربار کے چینی راج درت نے بودھی رچی کو چین کے لیے دعوت دی۔ اس نے اس دعوت کو منظور کر لیا اور سن 693 عیسوی میں سندھ کے راستے چین پہنچا۔

چین پہنچکر اس نے ہندو کتابوں کے انوولہ کا کام شروع کیا۔ اس کام میں کئی ہندو بھکشو اسکی مدد

کچھ دنوں تک وہ نالندہ پہنچا تو وہیں سے ہندو درجن پوچھا دیا۔ وہیں بعد میں اسے ہندو درجن کا پروفیسر بنا دیا گیا۔ ہر وہ نالندہ میں زیادہ دن نہ رہ سکا۔ باہر کے ملکوں میں ہندو دھرم کا پوجار کرنے کی اسے بڑی اچھا تھی اس لئے وہ چین کے لئے روانہ ہو گیا۔

چین جاتے ہوئے راستے میں وہ ترکستان میں ٹھہرا۔ ترکستان کے بادشاہ نے اسکا بڑا स्वागत کیا اور بौद्ध धर्म میں بڑی دلچسپی لی۔ سن 626 عیسوی میں ترکستانی دربار کے چینی راج درت نے پرہاکر کو چین آنے کی دعوت دی۔ پرہاکر چین جانا چاہتا تھا پر ترکستان کے بادشاہ نے اس سے اسے روک لیا۔ اس پر چین کے سمرات نے خود ترکستان کے بادشاہ کو لکھا اور چینی سمرات کی لکھی دعوت پر پرہاکر کو سن 627 عیسوی میں چین کی راجدھانی پھونچا دیا گیا۔

چین کے سمرات نے پرہاکر کا بڑا स्वागत کیا۔ سمرات کے کہنے سے پرہاکر نے بہت سی بौद्ध पुस्तकों का अनुवाद چینی भाषा میں کیا۔ پرہاکر کا جدوجہد سے چینی سمرات بڑا خوش ہوا۔ سمرات نے اسکی بڑی इज्जत اور تारीف کی۔

پرہاکر میتر کی इतनी इज्जत ہوتے دیکھ چین کے کنگفوتسے بھرم کے ماننے والے اسکے جیلاک آواز اٹھانے لگے۔ اسکا چینی سمرات پر بڑا असर پڑا۔ سمرات نے پرہاکر کے کام میں دلچسپی لینا کم کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ سمرات کے اس بے وفائی سے پرہاکر کے دل کو بڑا صدمہ ہوا۔ سن 633 عیسوی میں وہ چین ہی میں اس دنیا سے چل بسا۔

बुद्धी रची

बुद्धी रची दक्षिण भारत का रहने वाला था। बारह साल की उमर में उसने घर छोड़ दिया और एक विद्वान गान्धन से वेद, सांख्य शास्त्र वगैरा की तालीम ली।

کہا جاتا ہے، ایک بار وہ ایک عام دھارمک سبھا میں حصہ لہے گیا۔ وہاں اس کی ایک ہندو بھکشو پیش ہوئی سے بحث ہوئی۔ بحث میں اس نے ہار مان لی اور وہ تربت ہندو دھرم اپنا کر ہندو بھکشو ہو گیا۔

سن 692 عیسوی میں چالوکیہ دربار کے چینی راج درت نے بودھی رچی کو چین کے لیے دعوت دی۔ اس نے اس دعوت کو منظور کر لیا اور سن 693 عیسوی میں سندھ کے راستے چین پہنچا۔

چین پہنچکر اس نے ہندو کتابوں کے انوولہ کا کام شروع کیا۔ اس کام میں کئی ہندو بھکشو اسکی مدد

بहुत असर फैल गया. चीन के कलाकारों की नक़्क़ारी और बुद्धसाजी पर भी इसका बहुत बड़ा असर पड़ा. यह पक्ष आज भी क़ायम है लेकिन इसके मानने वाले जापान में ज्यादा पाए जाते हैं.

इसमें कोई शक नहीं कि चीन की धार्मिक ज़िन्दगी और वहाँ की कला पर जितना गहरा असर बोधिधर्म का पड़ा उतना किसी और हिन्दुस्तानी का नहीं पड़ा. उसके इस असर के निशान आज तक चीन की ज़िन्दगी में क़ायम हैं.

धर्मगुप्त—

धर्मगुप्त काठियावाड़ में पैदा हुआ. तेईस साल की उमर में वह कन्नौज गया जहाँ उसने कौमुदीसंघर्ष (?) नाम के एक मठ में बौद्ध धर्म की दीक्षा ली. पचीस साल की उमर में वह बौद्ध भिक्षु हो गया. बौद्ध भिक्षु हो जाने बाद वह तत्क़ा देस (उत्तर पंजाब) चला गया. यहाँ उसे मालूम हुआ कि चीन में बौद्ध धर्म फैल रहा है. यही से वह चीन के लिये रवाना होगया.

तत्क़ा से वह काशगर गया और काशगर से कूची. कूची में उसे वहाँ के राजा ने रोकना चाहा पर वह न रुका. एक दिन बिना राजा की इजाज़त के वह कूची से चल पड़ा और फिर अमिदेस, तुरफ़ान, और हामी होते हुए सन 590 ईसवी में चीन की राजधानी चॉंग-गान पहुँचा.

चॉंग-गान में कुछ साल रहने के बाद वह चीन के सम्राट के साथ लोयांग (उत्तर चीन) चला गया. वहाँ उसने बौद्ध धर्म की दस किताबों का चीनी में अनुबाद किया. वहीं रहकर उसने उन सब एशियाई देसों का हाल एक किताब में लिखा जिनसे होकर वह चीन आया था. वह किताब अब नहीं मिलती. कहा जाता है इन देसों के बारे में धर्मगुप्त ने इस किताब में जितनी बातें लिखी थीं उतनी इनसाँग भी अपने सफ़रनामों में नहीं लिख सका. इस किताब के दस भाग थे—(1) पैदावार (2) जलवायु (3) मक़ान और रहन सहन के तरीक़े (4) सरकार (5) रीत रिवाज (6) खान पान (7) पोशाक (8) तालीम (9) धन और तिज़ारती सामान (10) पहाड़, नदियाँ, राज, शहर और मशहूर शहरो.

सन 619 ईसवी में धर्मगुप्त ने चॉंग-गान में ही शरीर त्याग दिया.

प्रभाकर मित्र—

प्रभाकर मित्र मध्य भारत के एक राजघराने में पैदा हुआ था. दस साल की उमर में उसने घर छोड़ दिया और बौद्ध धर्म की किताबें पढ़नी शुरू कर दीं. कुछ ही साल में वह इतनी तरक्की कर गया कि एक लाख श्लोक वह ख़बानी सुना सकता था. फिर वह बौद्ध भिक्षु बना लिया गया.

बहुत जल्द पहिल किया. जिन के कलाओं की नक़्क़ारी और बत साजी पर भी इस का बहुत बड़ा असर पड़ा. यह पक्ष आज भी क़ायम है लेकिन इसके मानने वाले जापान में ज्यादा पाए जाते हैं.

इस में कोई शक नहीं कि चीन की धार्मिक ज़िन्दगी और वहाँ की कला पर जितना गहरा असर बोधिधर्म का पड़ा उतना किसी और हिन्दुस्तानी का नहीं पड़ा. उसके इस असर के निशान आज तक चीन की ज़िन्दगी में क़ायम हैं.

धर्म गैत—

धर्म गैत काठियावाड़ में पैदा हुआ. तेईस साल की उमर में वह कन्नौज गया जहाँ उसने कौमुदीसंघर्ष (?) नाम के एक मठ में बौद्ध धर्म की दीक्षा ली. पचीस साल की उमर में वह बौद्ध भिक्षु हो गया. बौद्ध भिक्षु हो जाने बाद वह तत्क़ा देस (उत्तर पंजाब) चला गया. यहाँ उसे मालूम हुआ कि चीन में बौद्ध धर्म फैल रहा है. यही से वह चीन के लिये रवाना होगया.

तत्क़ा से वह काशगर गया और काशगर से कूची. कूची में उसे वहाँ के राजा ने रोकना चाहा पर वह न रुका. एक दिन बिना राजा की इजाज़त के वह कूची से चल पड़ा और फिर अमिदेस, तुरफ़ान, और हामी होते हुए सन 590 ईसवी में चीन की राजधानी चॉंग-गान पहुँचा.

चॉंग-गान में कुछ साल रहने के बाद वह चीन के सम्राट के साथ लोयांग (उत्तर चीन) चला गया. वहाँ उसने बौद्ध धर्म की दस किताबों का चीनी में अनुबाद किया. वहीं रहकर उसने उन सब एशियाई देसों का हाल एक किताब में लिखा जिनसे होकर वह चीन आया था. वह किताब अब नहीं मिलती. कहा जाता है इन देसों के बारे में धर्मगुप्त ने इस किताब में जितनी बातें लिखी थीं उतनी इनसाँग भी अपने सफ़रनामों में नहीं लिख सका. इस किताब के दस भाग थे—(1) पैदावार (2) जलवायु (3) मक़ान और रहन सहन के तरीक़े (4) सरकार (5) रीत रिवाज (6) खान पान (7) पोशाक (8) तालीम (9) धन और तिज़ारती सामान (10) पहाड़, नदियाँ, राज, शहर और मशहूर शहरो.

सन 619 ईसवी में धर्मगुप्त ने चॉंग-गान में ही शरीर त्याग दिया.

प्रभाकर मित्र—

प्रभाकर मित्र मध्य भारत के एक राजघराने में पैदा हुआ था. दस साल की उमर में उसने घर छोड़ दिया और बौद्ध धर्म की किताबें पढ़नी शुरू कर दीं. कुछ ही साल में वह इतनी तरक्की कर गया कि एक लाख श्लोक वह ख़बानी सुना सकता था. फिर वह बौद्ध भिक्षु बना लिया गया.

सम्राट ने बोधिधर्म से पूछा—“जब से मैंने राज की बागडोर सम्हाली, मैंने बहुत से मन्दिर बनवाए, बहुत सी धर्म की किताबों का अनुवाद कराया और लोगों को बौद्ध भिक्षु बनने के लिये बढ़ावा देता रहा. क्या मैं अपने इन कामों की वजह से निजात हासिल करने जोग हो गया हूँ?”

बोधिधर्म ने जवाब दिया—“यह सारी दुनिया माया है, असत्य है, और शून्य है. आप जो भी रीत रिवाज के काम कर रहे हैं, वह आपको निर्वाण की तरफ नहीं ले जा रहे हैं, गीछे घसीट रहे हैं.”

सम्राट ने पूछा—“तो फिर सही रास्ता कौनसा है?”

बोधिधर्म ने जवाब दिया—“ध्यान(मराक़्चे) के जरिये ही आप निर्वाण प्राप्त कर सकते हैं, इन दुनियावी रीत रिवाजों के जरिये नहीं. इन दुनियावी चीजों की तरफ से जब आप मन को हटाएंगे तभी सच्चाई दिखाई पड़ेगी.”

सम्राट ने पूछा—“बौद्ध धर्म की किताबों में सबसे पवित्र कौन सी किताब है?”

बोधिधर्म ने जवाब दिया—“जब यह सारी दुनिया शून्य है और असत्य है तो फिर कौन सी किताब पवित्र है और कौनसी नहीं यह सवाल ही गलत है.”

सम्राट ने पूछा—“यह कौन है जो मुझे इस तरह जवाब दे रहा है?”

बोधिधर्म ने जवाब दिया—“मैं नहीं जानता.”

सम्राट वृत्ती बोधिधर्म की इन बातों से बहुत नाराज हुआ. वह यह उम्मीद करता था कि बोधिधर्म सम्राट के ऊपरी कर्मकांड की खूब तारीफ करेगा लेकिन सम्राट को निराश होना पड़ा. सम्राट ने बोधिधर्म को किसी तरह की मदद न दी. इसके बाद बोधिधर्म उत्तर चीन चला गया जहाँ वार्ड वंश का राज था.

कहा जाता है उत्तर चीन जाते समय बोधिधर्म ने यांग त्सी (Yang-tse) नदी बाँस की एक छड़ी पर खड़े होकर पार की थी. इस कथा को लेकर बहुत से चीनी कलाकारों ने तसवीरें बनाई हैं.

यह भी कहा जाता है कि उत्तर चीन में लोयांग के एक मन्दिर में बोधिधर्म नौ साल तक लगातार एक चट्टान पर आँख मड़ाए बैठा रहा जिसकी वजह से उसके पैर उसके शरीर से अलग हो गए. उसके पैर की चप्पल अभी तक चीन के एक मन्दिर में रखी हुई है. जापान में अब भी बोधिधर्म के नाम से बच्चों के लिये एक खिलौना बनता है जिसके पैर नहीं होते. इस खिलौने को “वरुमा” कहते हैं.

चीन में बोधिधर्म ने अपने मत का प्रचार किया और बौद्ध धर्म का एक नया पंथ “चान पंथ” के नाम से कायम किया. “चान” का मतलब “ध्यान” है. चीन में यह पंथ

सम्राट ने बोधिधर्म से पूछा—“जब से मैंने राज की बागडोर सम्हाली, मैंने बहुत से मन्दिर बनवाए, बहुत सी धर्म की किताबों का अनुवाद कराया और लोगों को बौद्ध भिक्षु बनने के लिये बढ़ावा देता रहा. क्या मैं अपने इन कामों की वजह से निजात हासिल करने जोग हो गया हूँ?”

बोधिधर्म ने जवाब दिया—“यह सारी दुनिया माया है, असत्य है, और शून्य है. आप जो भी रीत रिवाज के काम कर रहे हैं, वह आपको निर्वाण की तरफ नहीं ले जा रहे हैं, गीछे घसीट रहे हैं.”

सम्राट ने पूछा—“तो फिर सही रास्ता कौनसा है?”

बोधिधर्म ने जवाब दिया—“ध्यान(मराक़्चे) के जरिये ही आप निर्वाण प्राप्त कर सकते हैं, इन दुनियावी रीत रिवाजों के जरिये नहीं. इन दुनियावी चीजों की तरफ से जब आप मन को हटाएंगे तभी सच्चाई दिखाई पड़ेगी.”

सम्राट ने पूछा—“बौद्ध धर्म की किताबों में सबसे पवित्र कौन सी किताब है?”

बोधिधर्म ने जवाब दिया—“जब यह सारी दुनिया शून्य है और असत्य है तो फिर कौन सी किताब पवित्र है और कौनसी नहीं यह सवाल ही गलत है.”

सम्राट ने पूछा—“यह कौन है जो मुझे इस तरह जवाब दे रहा है?”

बोधिधर्म ने जवाब दिया—“मैं नहीं जानता.”

सम्राट वृत्ती बोधिधर्म की इन बातों से बहुत नाराज हुआ. वह यह उम्मीद करता था कि बोधिधर्म सम्राट के ऊपरी कर्मकांड की खूब तारीफ करेगा लेकिन सम्राट को निराश होना पड़ा. सम्राट ने बोधिधर्म को किसी तरह की मदद न दी. इसके बाद बोधिधर्म उत्तर चीन चला गया जहाँ वार्ड वंश का राज था.

कहा जाता है उत्तर चीन जाते समय बोधिधर्म ने यांग त्सी (yang-tse) नदी बाँस की एक छड़ी पर खड़े होकर पार की थी. इस कथा को लेकर बहुत से चीनी कलाकारों ने तसवीरें बनाई हैं.

यह भी कहा जाता है कि उत्तर चीन में लोयांग के एक मन्दिर में बोधिधर्म नौ साल तक लगातार एक चट्टान पर आँख मड़ाए बैठा रहा जिसकी वजह से उसके पैर उसके शरीर से अलग हो गए. उसके पैर की चप्पल अभी तक चीन के एक मन्दिर में रखी हुई है. जापान में अब भी बोधिधर्म के नाम से बच्चों के लिये एक खिलौना बनता है जिसके पैर नहीं होते. इस खिलौने को “वरुमा” कहते हैं.

चीन में बोधिधर्म ने अपने मत का प्रचार किया और बौद्ध धर्म का एक नया पंथ “चान पंथ” के नाम से कायम किया. “चान” का मतलब “ध्यान” है. चीन में यह पंथ

کاشمیر کا راجا تسلیم کر دیا اور گورنمنٹ نے اسے
اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

کچھ عرصہ بعد وہ کاشمیر سے منگول دیپ (لنگا)
چلا گیا۔ لنگا کے بودھ بھکشوؤں نے اس کا بڑا شاندار
سوانح لکھا جہاں اس نے بودھ دھرم کے پرجاروں میں
کے بھکشوؤں کو خوب مدد دی۔

منگول دیپ سے وہ یار دیپ (جاوا) گیا۔ جاوا میں
بودھ دھرم پہل چکا تھا۔ وہاں کے راجہ نے اس کا
بڑا سوانح لکھا۔ کن ورمین نے یہاں بھی بودھ دھرم کے
پرجاروں کے لئے مدد کی اور راجہ
سمیت سمرات راجہ گھرانے کو بودھ دھرم کا ماننے والا بنا لیا۔

کن ورمین اپنی ودوتا کے لئے چین میں بھی مشہور
ہو چکا تھا۔ چین کے نانکنگ شہر کے بھکشوؤں نے چین
سمرات کو عرضی دی کہ کن ورمین کو چین آئے کی دعوت
دی جائے۔ سمرات نے منظور کر لیا اور کچھ بودھ بھکشوؤں
کو دوت بنا کر کن ورمین کو چین لے آئے کے لئے جاوا
بھیجا۔ کن ورمین ان بھکشوؤں کے ساتھ سن 431 عیسوی
میں نانکنگ آیا۔ جس سے وہ نانکنگ پہونچا۔ چین
کے سمرات نے اپنے محل کے باہر نکاح اس کا سوانح لکھا
تھا۔ چین میں ان دنوں یہ ایک بہت ہی اہم بات تھی۔

کن ورمین کو چیتون متھ میں تھہرایا گیا۔ وہاں رہ کر
قریب ایک سال تک وہ بڑی مصیبت کے ساتھ بودھ کتابوں
کا چیلنی۔ مہینہ انوار کرتا رہا۔ ایک سال بعد اس کی موت
ہو گئی۔ اسی ایک سال کے عرصے میں اس نے گیارہ بودھ
پستکوں کا انوار چیلنی پھاڑا میں لکھا۔

بودھی دھرم

بودھی دھرم دکن بھارت میں کانچی (کانچی ورم)
کا راجکمار تھا۔

کانچی سے وہ جاوا اور ساترا گیا۔ وہاں اس نے بودھ
دھرم کے ایک نئے پہلو پر زور دیا۔ ابھی تک بودھ دھرم
میں نہوان (نجات) حاصل کرنے کے لئے دو راستوں پر زور
دیا جاتا تھا—ایک کرم مارگ یعنی عمل کا راستہ اور دوسرا
گیان مارگ یعنی معرفت کا راستہ۔ بودھی دھرم نے ایک
تیسرے راستے یعنی دھیان مارگ پر زور دیا۔ اس نے
بتایا کہ دھیان یعنی مراقبہ کے ذریعہ ہم نجات تک
پہونچ سکتے ہیں۔ نہوان (نجات) حاصل کر سکتے ہیں۔

بودھی دھرم اپنے اس نئے مارگ کا پرچار کرنے چین
پہونچا۔ سن 520 عیسوی میں وہ سیندر کے راستے سے
کیلتن آیا۔ اور دکن چین کے سمرات روتی سے ملے۔ سمرات
اور بودھی دھرم میں جو بات چیت ہوئی اس کا بیان
چین کے سمرات کی طرف سے ملتا ہے۔ بات چیت اس
طرح ہوئی—

کانچی سے وہ جاوا اور ساترا گیا۔ وہاں اس نے بودھ
دھرم کے ایک نئے پہلو پر زور دیا۔ ابھی تک بودھ دھرم
میں نہوان (نجات) حاصل کرنے کے لئے دو راستوں پر زور
دیا جاتا تھا—ایک کرم مارگ یعنی عمل کا راستہ اور دوسرا
گیان مارگ یعنی معرفت کا راستہ۔ بودھی دھرم نے ایک
تیسرے راستے یعنی دھیان مارگ پر زور دیا۔ اس نے
بتایا کہ دھیان یعنی مراقبہ کے ذریعہ ہم نجات تک
پہونچ سکتے ہیں۔ نہوان (نجات) حاصل کر سکتے ہیں۔

کانچی سے وہ جاوا اور ساترا گیا۔ وہاں اس نے بودھ
دھرم کے ایک نئے پہلو پر زور دیا۔ ابھی تک بودھ دھرم
میں نہوان (نجات) حاصل کرنے کے لئے دو راستوں پر زور
دیا جاتا تھا—ایک کرم مارگ یعنی عمل کا راستہ اور دوسرا
گیان مارگ یعنی معرفت کا راستہ۔ بودھی دھرم نے ایک
تیسرے راستے یعنی دھیان مارگ پر زور دیا۔ اس نے
بتایا کہ دھیان یعنی مراقبہ کے ذریعہ ہم نجات تک
پہونچ سکتے ہیں۔ نہوان (نجات) حاصل کر سکتے ہیں۔

کانچی سے وہ جاوا اور ساترا گیا۔ وہاں اس نے بودھ
دھرم کے ایک نئے پہلو پر زور دیا۔ ابھی تک بودھ دھرم
میں نہوان (نجات) حاصل کرنے کے لئے دو راستوں پر زور
دیا جاتا تھا—ایک کرم مارگ یعنی عمل کا راستہ اور دوسرا
گیان مارگ یعنی معرفت کا راستہ۔ بودھی دھرم نے ایک
تیسرے راستے یعنی دھیان مارگ پر زور دیا۔ اس نے
بتایا کہ دھیان یعنی مراقبہ کے ذریعہ ہم نجات تک
پہونچ سکتے ہیں۔ نہوان (نجات) حاصل کر سکتے ہیں۔

کانچی سے وہ جاوا اور ساترا گیا۔ وہاں اس نے بودھ
دھرم کے ایک نئے پہلو پر زور دیا۔ ابھی تک بودھ دھرم
میں نہوان (نجات) حاصل کرنے کے لئے دو راستوں پر زور
دیا جاتا تھا—ایک کرم مارگ یعنی عمل کا راستہ اور دوسرا
گیان مارگ یعنی معرفت کا راستہ۔ بودھی دھرم نے ایک
تیسرے راستے یعنی دھیان مارگ پر زور دیا۔ اس نے
بتایا کہ دھیان یعنی مراقبہ کے ذریعہ ہم نجات تک
پہونچ سکتے ہیں۔ نہوان (نجات) حاصل کر سکتے ہیں۔

کانچی سے وہ جاوا اور ساترا گیا۔ وہاں اس نے بودھ
دھرم کے ایک نئے پہلو پر زور دیا۔ ابھی تک بودھ دھرم
میں نہوان (نجات) حاصل کرنے کے لئے دو راستوں پر زور
دیا جاتا تھا—ایک کرم مارگ یعنی عمل کا راستہ اور دوسرا
گیان مارگ یعنی معرفت کا راستہ۔ بودھی دھرم نے ایک
تیسرے راستے یعنی دھیان مارگ پر زور دیا۔ اس نے
بتایا کہ دھیان یعنی مراقبہ کے ذریعہ ہم نجات تک
پہونچ سکتے ہیں۔ نہوان (نجات) حاصل کر سکتے ہیں۔

بودھی دھرم

بودھی دھرم دکن بھارت میں کانچی (کانچی ورم)
کا راجکمار تھا۔

کانچی سے وہ جاوا اور ساترا گیا۔ وہاں اس نے بودھ
دھرم کے ایک نئے پہلو پر زور دیا۔ ابھی تک بودھ دھرم
میں نہوان (نجات) حاصل کرنے کے لئے دو راستوں پر زور
دیا جاتا تھا—ایک کرم مارگ یعنی عمل کا راستہ اور دوسرا
گیان مارگ یعنی معرفت کا راستہ۔ بودھی دھرم نے ایک
تیسرے راستے یعنی دھیان مارگ پر زور دیا۔ اس نے
بتایا کہ دھیان یعنی مراقبہ کے ذریعہ ہم نجات تک
پہونچ سکتے ہیں۔ نہوان (نجات) حاصل کر سکتے ہیں۔

بودھی دھرم اپنے اس نئے مارگ کا پرچار کرنے چین
پہونچا۔ سن 520 عیسوی میں وہ سیندر کے راستے سے
کیلتن آیا۔ اور دکن چین کے سمرات روتی سے ملے۔ سمرات
اور بودھی دھرم میں جو بات چیت ہوئی اس کا بیان
چین کے سمرات کی طرف سے ملتا ہے۔ بات چیت اس
طرح ہوئی—

11. **बौद्ध भिक्षु 27** साल की उमर में बुद्ध भिक्षु हो
 गया और उन्हीं के साथ दूर दूर देशों में बौद्ध मत का
 प्रचार करने निकल पड़ा। बुद्धयश पहले कारागर गया। जब
 वह कारागर पहुँचा वही समय वहाँ के राजा ने तीन
 बार बौद्ध भिक्षुओं को एक सामरिक जगह से शरीक होने
 लिखे बुलावा था। बुद्धयश भी उस जगह से शरीक
 था। कारागर का राजा बुद्धयश की विद्वता और उसके
 बोधार्थ से इतना खुश हुआ कि उसने बुद्धयश को अपने
 हस्त में बुला लिया। उन्हीं दिनों कुमार जीव भी
 नगर आया था। कुछ दिनों तक कुमार जीव और
 बुद्धयश दोनों मिलकर बौद्ध धरान पढ़ते और उस पर
 लिखा करते रहे। इसके बाद कुमार जीव कूची वापस
 आ गया।

इस साल कारागर रहने के बाद बुद्धयश भी कूची
 आया। कुमार जीव उस समय कूची में न था। वह वह समय
 11. जब कुमार जीव को कैद करके चीन पहुँचा दिया गया
 11. बुद्धयश ने कुमार जीव को खत लिखा कि मैं भी चीन
 जाना चाहता हूँ। कुमार जीव ने चीन के सम्राट से कह कर
 बुद्धयश को चीन बुलवा लिया।

बुद्धयश सन 410 से 413 ईसवी तक चीन में रहा।
 उस अरसे में प्रचार के काम में वह कुमार जीव की हर
 तरह मदद करता रहा। बुद्धयश ने कुछ कुछ बौद्ध पुस्तकों
 का अनुवाद किया जिनमें दीर्घागम और वर्मगुमबिनय
 बहुत मशहूर हैं।

बुद्धयश बहुत ऊँचे चरित्र का आदमी था। चीन के
 सम्राट ने कई बार उसे कुछ भेंट देने की कोशिश की। उसने
 देने से बारबार यह कह कर इनकार कर दिया कि किसी
 भी बौद्ध भिक्षु को यह हक नहीं कि वह इस तरह की भेंट
 किसी से ले।

गुणवर्मन—

गुणवर्मन काश्मीर का एक राजकुमार था। उसके बादा
 रिमझड़ बड़े काश्मिर राजा थे इसलिये उन्हें अपना देस
 छोड़कर भागना पड़ा था। गुणवर्मन के पिता संचानन्द को
 भी अपनी जिन्दगी बहादुरियों और जंगलों में लुकछिप कर
 गुप्तजी पड़ी थी।

गुणवर्मन बीस साल की उमर में घर छोड़ कर बौद्ध
 भिक्षु हो गया। उसने बहुत जल्द ही बौद्ध धरसन की अच्छी
 गानकारी हासिल करली और एक हजार श्लोक जपाना
 आदर लिखे। कुछ साल तक लगातार पढ़ते रहने के बाद
 वह बौद्ध धरान का विद्वान हो गया।

जब वह तीस साल का था तो काश्मीर का राजा मर
 गया। उसका कोई बौद्धाद न था। इसलिये काश्मीर
 रणरतन ने यह तय किया कि गुणवर्मन को

की उमर 27 साल की उमर में बुद्ध भिक्षु हो
 गया और उन्हीं के साथ दूर दूर देशों में बौद्ध मत का
 प्रचार करने निकल पड़ा। बुद्धयश पहले कारागर गया। जब
 वह कारागर पहुँचा वही समय वहाँ के राजा ने तीन
 बार बौद्ध भिक्षुओं को एक सामरिक जगह से शरीक होने
 लिखे बुलावा था। बुद्धयश भी उस जगह से शरीक
 था। कारागर का राजा बुद्धयश की विद्वता और उसके
 बोधार्थ से इतना खुश हुआ कि उसने बुद्धयश को अपने
 हस्त में बुला लिया। उन्हीं दिनों कुमार जीव भी
 नगर आया था। कुछ दिनों तक कुमार जीव और
 बुद्धयश दोनों मिलकर बौद्ध धरान पढ़ते और उस पर
 लिखा करते रहे। इसके बाद कुमार जीव कूची वापस
 आ गया।

इस साल कारागर रहने के बाद बुद्धयश भी कूची
 आया। कुमार जीव उस समय कूची में न था। वह वह समय
 11. जब कुमार जीव को कैद करके चीन पहुँचा दिया गया
 11. बुद्धयश ने कुमार जीव को खत लिखा कि मैं भी चीन
 जाना चाहता हूँ। कुमार जीव ने चीन के सम्राट से कह कर
 बुद्धयश को चीन बुलवा लिया।

बुद्धयश सन 410 से 413 ईसवी तक चीन में रहा।
 उस अरसे में प्रचार के काम में वह कुमार जीव की हर
 तरह मदद करता रहा। बुद्धयश ने कुछ कुछ बौद्ध पुस्तकों
 का अनुवाद किया जिनमें दीर्घागम और वर्मगुमबिनय
 बहुत मशहूर हैं।

बुद्धयश बहुत ऊँचे चरित्र का आदमी था। चीन के
 सम्राट ने कई बार उसे कुछ भेंट देने की कोशिश की। उसने
 देने से बारबार यह कह कर इनकार कर दिया कि किसी
 भी बौद्ध भिक्षु को यह हक नहीं कि वह इस तरह की भेंट
 किसी से ले।

गुणवर्मन—

गुणवर्मन काश्मीर का एक राजकुमार था। उसके बादा
 रिमझड़ बड़े काश्मिर राजा थे इसलिये उन्हें अपना देस
 छोड़कर भागना पड़ा था। गुणवर्मन के पिता संचानन्द को
 भी अपनी जिन्दगी बहादुरियों और जंगलों में लुकछिप कर
 गुप्तजी पड़ी थी।

गुणवर्मन बीस साल की उमर में घर छोड़ कर बौद्ध
 भिक्षु हो गया। उसने बहुत जल्द ही बौद्ध धरसन की अच्छी
 गानकारी हासिल करली और एक हजार श्लोक जपाना
 आदर लिखे। कुछ साल तक लगातार पढ़ते रहने के बाद
 वह बौद्ध धरान का विद्वान हो गया।

जब वह तीस साल का था तो काश्मीर का राजा मर
 गया। उसका कोई बौद्धाद न था। इसलिये काश्मीर
 रणरतन ने यह तय किया कि गुणवर्मन को

میں پہلا چوکا یا چین میں بھی کمارजीव अपनी मिल्के के लिये नशहर हो चुका था.

सन 383 ईसवी में चीनी कौज ने कूची पर हमला किया. लौटते समय चीनी सेनापति कुमारजीव को कैद कर के चीन ले गया. जब चीन के सम्राट को पता लगा कि कुमारजीव कैद करके चीन लाया गया है तो सम्राट ने बड़े आदर के साथ उसको राजधानी में बुलाया. सन 401 ईसवी में कुमारजीव चीन की राजधानी पहुँचा और तब से बारह साल तक वहाँ रहा.

कुमार जीव के चीन पहुँचने पर चीन के बौद्ध धर्म के इतिहास में एक नया युग शुरू हुआ. कुमार जीव से पहले जितने बौद्ध प्रचारक चीन आए थे वह चीनी जनता को बौद्ध धरान इतनी अच्छी तरह न समझा पाते थे. उसने बौद्ध किताबों के चीनी अनुवादों को भी दुस्त किया और खुद बहुत सी नई बौद्ध किताबों का अनुवाद किया. उसकी पचास चीनी किताबें अब भी मिलती हैं. वह संस्कृत और चीनी भाषा दोनों का पूरा पंडित था.

चीन के दूर दूर के हिस्सों से चीनी और भारती प्रचारक उसके पास ताक़ीम लेने आते थे. चीन के सम्राट ने राजधानी में उसके लिये एक सेकबर भवन बनवा दिया जिनमें वह आम जनता के सामने बौद्ध धरान पर प्रवचन किया करता था. चीनी जनता पर उसकी विद्वता का इतना गहरा असर पड़ा कि लाखों चीनियों के बौद्ध धर्म अपना लेने के आलावा क़रीब 2000 चीनी उसके कहने से बौद्ध भिक्षु हो गए.

सन 413 ईसवी में कुमार जीव का शरीर छूटा. मरते वक़्त अपने चेहों को बुलाकर उसने कहा—“मेरी ज़िन्दगी को तुम अपना आदर्श न बनाओ. मेरे काम को अपनाओ और उसे पूरा करो. कीचड़ से कमल खिलता है इसलिये कीचड़ से प्रेम न करो, कमल से प्रेम करो.”

जिस आदर् और प्रेम के साथ भारत के रहने वाले आज भी चीनी यात्री फ़ाहियान और ह्वेन सांग को याद करते हैं उतने ही आदर् और प्रेम के साथ चीन के रहने वाले आज कुमार जीव को याद करते हैं. सन 1924 ईसवी में जब श्री रवीन्द्रनाथ ठाकुर चीन गए तो “जीवित (जिन्दा) कुमार जीव” कह कर उनका स्वागत किया गया था.

मुद्रयश—

मुद्रयश कारामीर के एक ब्राह्मण घराने में पैदा हुआ था. उसके पिता बौद्ध धर्म के कट्टर दुशमन थे. कहा जाता है एक बार उन्होंने एक बौद्ध भिक्षु को पीट दिया था. क़ीया यह हुआ कि उनके हाथ को कक़र-मार गया. उस पाप को धोने के लिये पिता ने अपने बड़े मुद्रयश को क़री बौद्ध भिक्षु के हवाले कर दिया. मुद्रयश छह साल के 13 साल का था. वह अपने नए गुरु से बौद्ध धर्म

में बहुत जल्द आ गया. चीन में भी कमारजीव की जगह ले लगे मशहूर हो चुका था.

सन 383 عیسوی میں چین چلی گئے اور کمار جیو کو جیل کر کے چین لے گیا. جب چین کے سمراٹ کو پتا چلا کہ کمار جیو لہد کر کے چین لیا گیا ہے تو سمراٹ نے بڑے در کے ساتھ اُسکو راج دعائی میں بلایا. سن 401 عیسوی میں کمار جیو چین کی راجدھانی پہونچا اور وہاں سے بارہ سال تک وہ وہیں رہا.

کمار جیو کے چین پہونچنے پر چین کے بودھ دھرم کے اتھاس میں ایک نہایت شروع ہوا. کمار جیو سے پہلے جتنے بودھ پرچارک چین آئے تھے وہ چھٹی چلتا او بودھ درشن اتنی اچھی طرح نہ سمجھا پاتے تھے. اس نے بودھ کتابوں کے چھٹی انوادوں کو بھی درست کیا اور خود بہت سی نئی بودھ کتابوں کا انواد کیا. سکی پچاس چھٹی کتابوں اب بھی ملتی ہیں. سلسکرت اور چھٹی بھاشا دونوں کا پورا پلڈت تھا. چین کے دور دور کے حصوں سے چھٹی اور بھارتی پرچارک اُسکے پاس تعلیم لہنے آتے تھے. چین کے سمراٹ نے راجدھانی میں اُسکے لئے ایک ایکچر بھون بلوادی جس میں وہ عام چلتا کے سامنے بودھ درشن پر پردھن ما کرتا تھا. چھٹی چلتا پر اُسکی وڈونا کا اندا گھرا کر پڑا کہ لائوں چھٹیوں کے بودھ دھرم اپنا لہنے کے علاوہ دیکھ لہن ہزار چھٹی اُسکے کہنے سے بودھ بھکشو ہو گئے.

سن 418 عیسوی میں کمار جیو کا شہر چھوتا. رتے وقت اپنے چھٹیوں کو بلاکر اُس نے کہا—“میری ندگی کو تم اپنا آدرش نہ بناؤ. میرے کام کو اپناؤ اور اُسے روا کرو. کھجور سے کل کہلتا ہے اُس لئے کھجور سے پریم کرو.”

جس آدر اور پریم کے ساتھ بھارت کے دھلمے والے آج بھی چھٹی پاتھی فاضلان اور ہوہن سانگ کو یاد کرتے ہیں لئے ہی آدر اور پریم کے ساتھ چین کے دھلمے والے آج کمار جیو کو یاد کرتے ہیں. سن 1924 عیسوی میں جب شری رابندرناث تھاکر چھٹی گئے تو “جیوت زندہ (کمار جیو) کہہ کر اُنکا سواگت کیا گیا تھا.

بودھ بھی

بودھ بھی کاشمیر کے ایک براہمن گھرانے میں پیدا ہوا تھا. اُس کے چچا بودھ دھرم کے کٹر دشمن تھے. کہا جاتا ہے ایک بار انہوں نے ایک بودھ بھکشو کو پیٹ دیا تھا. نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کے ہاتھ کو لہو مار گیا. اُس باپ کو بھولنے کے لئے چچا نے اُسے لہو کے دھم میں کو اُسی بودھ بھکشو کے گھرانے کو دیا. بودھ بھی اُس سے کچھ 13 سال کے تھا. چچا اُسے لہو کے بودھ دھرم

کرنے کا یہ کام سرفہرہ ہوئے اور سیکڑوں بौद्ध کیتابوں اور مورتیوں کو لایا کر چین لےتا گیا۔ چین میں کश्यप کا راجہانا स्वागत हुआ۔ सम्राट ने इसके लिये चीन की राजधानी लो-यांग में एक मठ बनवा दिया। इस मठ का नाम "पो-मा-से" यानी "सफेद घोड़े वाला मठ" रखा गया क्योंकि कश्यप अपने सफेद घोड़े पर बैठ कर बौद्ध धर्म का प्रचार करने निकलता था। आज भी चीन में यह मठ कायम है। यही चीन का सबसे पहला बौद्ध मठ कहा जाता है।

कश्यप चीन जाकर वहीं बस गया और फिर हिन्दुस्तान लौट कर नहीं आया। चीन में उसने बौद्ध मत का प्रचार किया और बहुत सी बौद्ध किताबों का अनुवाद किया। उसकी एक किताब "बयालीस धाराओं वाला सूत्र" चीन में बौद्ध धर्म की सबसे पहली किताब मानी जाती है। आज भी चीनी बौद्ध प्रचारक इस किताब को बौद्ध धर्म की बुनियादी किताब मानते हैं। इस किताब में बौद्ध धर्म के बुनियादी असूलों को बड़ी सफाई के साथ समझाया गया है। हाल में इस किताब का अंगरेजी अनुवाद भी हुआ है।

चीन के राज दरबार पर कश्यप मर्तंगा के प्रचार का गहरा असर पड़ा। बहुत से बड़े बड़े ओहदेदार और सरदार बौद्ध धर्म के प्रचार में मदद करने लगे। जनता में प्रचार शुरू हो गया। कश्यप मर्तंगा के चीन पहुंचने के तीन सौ साल बाद बौद्ध धर्म सारे चीन का धर्म बन गया।

कुमारजीव—

कुमारजीव बीच एशिया के कूची देस का एक बौद्ध भिक्षु था। उसके पिता कुमारायन हिन्दुस्तान के एक राजा वजीर थे। कुछ कारनों से उन्होंने वज्जारत छोड़ दी और पामिर पहाड़ से होते हुए बीच एशिया के कूची देस में जाकर बस गए।

कूची के राजा ने कुमा यन का बड़ा स्वागत किया और उन्हें अपना राजगुरु बनाया। कुछ दिनों बाद राजा ने अपनी लड़की जीव की शादी कुमारायन से कर दी।

कुमारजीव इसी राजकुमारी से पैदा हुआ। उसके पैदा होने के थोड़े ही दिन बाद जीव बौद्ध भिक्षुनी हो गई और बौद्ध धर्म का प्रचार करने लगी। जब कुमारजीव नौ साल का हुआ तब उसकी मां उसे लेकर काशमीर चली आई। काशमीर में बन्धुदत्त नाम के गुरु ने कुमारजीव को बौद्ध दरशन और बौद्ध साहित्य की शास्त्रीय शिक्षा दी। काशमीर में वालीस हासिल करने के बाद कुमारजीव बीच एशिया के बहुत से देसों की यात्रा करता हुआ कूची वापस चहुँबा। अब वह वसाम एशिया में बौद्ध धर्म का अवरुद्ध विज्ञान मरहूर हो गया। उससे कूची में वालीस हासिल करने खोजना, कामना और बारम्बार से बौद्ध प्रचारक आते थे

ये सारे एक सफेद केशों पर सज्जों और २२ मूर्तियों को लोकर चैन लैता था। चैन में शेष का शाही स्वागत हो। सम्राट ने उसके लिये चैन में राज दहाने लो पानक में एक मक्के भोजिया। स मक्के का नाम "पो. मा. से" यानी "सफेद केशों पर राज" रखा गया केशों के शेष अपने सफेद केशों पर मक्के को बौद्ध धर्म का प्रचार करने निकलता था। आज भी चैन में ये मक्के का नाम है। यही चैन का सब से पहला रक्त मक्के का नाम है। कश्यप चैन जाकर वहाँ बस या आर्य धर्म हस्तान लौट कर नहीं आया। चैन में सले बौद्ध मत का प्रचार किया और बहुत सी बौद्ध किताबों का अनुवाद किया। अन्की एक किताब "बयालीस धाराओं वाला सूत्र" चीन में बौद्ध धर्म की सबसे पहली किताब मानी जाती है। आज भी चीनी बौद्ध प्रचारक इस किताब को बौद्ध धर्म की बुनियादी किताब मानते हैं। इस किताब में बौद्ध धर्म के बुनियादी असूलों को बड़ी सफाई के साथ समझाया गया है। हाल में इस किताब का अंगरेजी अनुवाद भी हुआ है।

चैन के राज दरबार पर कश्यप मर्तंगा के प्रचार का बड़ा اثر पड़ा। बहुत से बड़े बड़े ओहदेदार और सरदार बौद्ध धर्म के प्रचार में मदद करने लगे। जनता में प्रचार शुरू हो गया। कश्यप मर्तंगा के चीन पहुंचने के तीन सौ साल बाद बौद्ध धर्म सारे चीन का धर्म बन गया।

कुमार जीव ने अशिया के कोची देस का एक बौद्ध भिक्षु था। उसके पिता कुमारायन हिन्दुस्तान के एक राजा वजीर थे। कुछ कारनों से उन्होंने वज्जारत छोड़ दी और पामिर पहाड़ से होते हुए बीच एशिया के कोची देस में जाकर बस गए।

कोची के राजा ने कुमार जीव का बड़ा स्वागत किया और उन्हें अपना राजगुरु बनाया। कुछ दिनों बाद राजा ने अपनी लड़की जीव की शादी कुमारायन से कर दी। कुमार जीव इसी राजकुमारी से पैदा हुआ। उसके पैदा होने के थोड़े ही दिन बाद जीव बौद्ध भिक्षुनी हो गई और बौद्ध धर्म का प्रचार करने लगी। जब कुमारजीव नौ साल का हुआ तब उसकी मां उसे लेकर काशमीर चली आई। काशमीर में बन्धुदत्त नाम के गुरु ने कुमारजीव को बौद्ध दरशन और बौद्ध साहित्य की शास्त्रीय शिक्षा दी। काशमीर में वालीस हासिल करने के बाद कुमारजीव बीच एशिया के बहुत से देसों की यात्रा करता हुआ कूची वापस चहुँबा। अब वह वसाम एशिया में बौद्ध धर्म का अवरुद्ध विज्ञान मरहूर हो गया। उससे कूची में वालीस हासिल करने खोजना, कामना और बारम्बार से बौद्ध प्रचारक आते थे

بھارت اور چین کا کاپیری میل

(بھائی بہان چنر)

(2)

(بائی بہان چنر)

(2)

سن 65 عیسوی میں بھج ایشیا سے ہو کر بھارت سے چین پہنچنے کا راستہ تھا۔ اس راستے پر بھج اور پرچارکوں کا آنا جانا ہوتا تھا۔ بھج اور پرچارکوں کو بھج کہتے تھے۔ اس سے لے کر گیارہ سو برس تک بھج دھرم کے سکھوں بھارتی بھج اور پرچارک چین پہنچے۔ ان لوگوں نے راستے کی دلتوں اور مصیبتوں کا بھی بھادری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ خطرناک پہاڑوں اور سلسلے ریگستانوں کو پار کرتے ہوئے انہوں نے کوتم بدھ کا سندیس چین پہنچایا۔ چین میں انہوں نے چار خاص کام کئے۔

(1) چینی جنم اور چینی راج دربار میں بھج دھرم کا پرچار کیا۔

(2) بھج دھرم کی سکھوں کی سنسکرت سے چینی میں انواد کیا اور بہت سی نئی کتابیں خود چینی میں لکھیں۔

(3) چین میں جگہ جگہ بھج مٹھ قائم کئے جن میں چینی بھج اور پرچارکوں کو بھج دھرم کی تعلیم دی۔

(4) بھارت سے آنے والے بھج مٹھ کی مورتیاں بھارت سے لے کر چین میں بھج کلا کو رواج دیا۔

اس طرح کے بہت سے بھارتی پرچارکوں کا چینی سامعین اور چین کے سرکاری کٹھن میں بھان ملتا ہے۔ ان میں سے کچھ مشہور پرچارکوں کا حال ہم نیچے دیتے ہیں۔

کشیپ مہتا—

کشیپ مہتا ایک بھج مٹھ کا جس کے چین جانے کے بارے میں ایک دلچسپ کہانی مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے سن 65 عیسوی میں چین کے سامراج مینگ-تی نے ایک دن سونے کا بادشاہی لکھا دیا، دھوا آگیا اور اس کے محل میں چلا گیا۔ سامراج بھج کر بٹھ گیا اور اپنے درباریوں کو بلایا کر سونے کا بادشاہی لکھا دیا۔ درباریوں نے بتایا کہ یہ سونے کا بادشاہی ہندوستان کا بادشاہ گوتام بودھ ہے۔ یہ سونے کی سامراج نے اپنا ایک مٹھ بھج اور پرچارک اور بھج کتابیں لے کر بھارت پہنچا۔

میگ-تی کا دھرم ہندوستان سے کشیپ مہتا نام کے ایک بھج بھج کو اپنے ساتھ چین لے گیا۔ کشیپ مہتا

سن 65 عیسوی میں بھج ایشیا سے ہو کر بھارت سے چین پہنچنے کا راستہ تھا۔ اس راستے پر بھج اور پرچارکوں کا آنا جانا ہوتا تھا۔ بھج اور پرچارکوں کو بھج کہتے تھے۔ اس سے لے کر گیارہ سو برس تک بھج دھرم کے سکھوں بھارتی بھج اور پرچارک چین پہنچے۔ ان لوگوں نے راستے کی دلتوں اور مصیبتوں کا بھی بھادری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ خطرناک پہاڑوں اور سلسلے ریگستانوں کو پار کرتے ہوئے انہوں نے کوتم بدھ کا سندیس چین پہنچایا۔ چین میں انہوں نے چار خاص کام کئے۔

(1) چینی جنم اور چینی راج دربار میں بھج دھرم کا پرچار کیا۔

(2) بھج دھرم کی سنسکرت سے چینی میں انواد کیا اور بہت سی نئی کتابیں خود چینی میں لکھیں۔

(3) چین میں جگہ جگہ بھج مٹھ قائم کئے جن میں چینی بھج اور پرچارکوں کو بھج دھرم کی تعلیم دی۔

(4) بھارت سے آنے والے بھج مٹھ کی مورتیاں بھارت سے لے کر چین میں بھج کلا کو رواج دیا۔

اس طرح کے بہت سے بھارتی پرچارکوں کا چینی سامعین اور چین کے سرکاری کٹھن میں بھان ملتا ہے۔ ان میں سے کچھ مشہور پرچارکوں کا حال ہم نیچے دیتے ہیں۔

کشیپ مہتا—

کشیپ مہتا ایک بھج مٹھ کا جس کے چین جانے کے بارے میں ایک دلچسپ کہانی مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے سن 65 عیسوی میں چین کے سامراج مینگ-تی نے ایک دن سونے کا بادشاہی لکھا دیا، دھوا آگیا اور اس کے محل میں چلا گیا۔ سامراج بھج کر بٹھ گیا اور اپنے درباریوں کو بلایا کر سونے کا بادشاہی لکھا دیا۔ درباریوں نے بتایا کہ یہ سونے کا بادشاہی ہندوستان کا بادشاہ گوتام بودھ ہے۔ یہ سونے کی سامراج نے اپنا ایک مٹھ بھج اور پرچارک اور بھج کتابیں لے کر بھارت پہنچا۔

میگ-تی کا دھرم ہندوستان سے کشیپ مہتا نام کے ایک بھج بھج کو اپنے ساتھ چین لے گیا۔ کشیپ مہتا

रजामन्त्री के किसी बड़े और आशीर्वाद सजाय पर मैं एक पुराने कमाने की बाग़ार के तौर पर उसी तरह समा कर दिये जायें जिस तरह इस बार सोमनाथ के इससे पहले के बहुत से पत्थर बरौदा नष्ट होकर करने वालों ने किसी अजायबगर में रख दिये हैं और हम सब एक नित्यकार ईश्वर के मानने वाले, जिसे हम ईश्वर, अस्ताह और गाड सब नामों से पुकार सकें, "वसुधैव कुटुम्बकम्" यानी इन्सानो भाईचारे के सच्चे निरवार्सी बन सकें. यही सखामन्त्री की राह-राह है. बाकी गलियों बरबादों की तंग गलियाँ हैं. हमें इस समय फिर गांधी जी याद आ रहे हैं. उनकी इस लाइन के साथ हम इस लेख को बन्द करते हैं—

सब को सम्मति दे भगवान !

12. 6. '51.

—सुन्दरलाल

माया

माया तू वीसे क्यों गोरी ?

भीतर से तू काजर कारी, मोह पिता की छोरी.

हे तो दुरमन, दोस्त बताएँ

हैं तो भूके, कदं अचाप

क्रोध भरा तो भी मुत्काप

ये सब हैं तेरी करतूतें, बनती सीधी भोरी.

हाथ सरलता का मैं सेवी

कैसे समझा तुम्हको देवी

समझा जीवन नैया खेवी

जादू किया राजब का तूने, ओ छोरी बरजोरी.

माये ! तेरी कैसी माया

बहक, पकड़ने बौढ़ा आया

पकड़ाना भर हाथों आया

तब भी तो मैं तोड़ न पाया, पैरों बाँधी छोरी.

था तो मैं नाटक का राना

सफल हुआ तेरा बहकाना

मैं बन बैठा सबा राना

मेद खुला परदा गिरने पर, नक़ल रह गई कोरी.

राजब ! दिये ईश्वर को बोके

नाम लिये ले ले सौ भोके

मुने साधु तो माया ओके

मौन न माये तुम्हको भाई, हे निर्बन्धे कोरी

माया तू वीसे क्यों गोरी ?

—भगवानजीन

रजामन्त्री के किसी बड़े और आशीर्दान सजाय पर मैं एक पुराने कमाने की बाग़ार के तौर पर उसी तरह समा कर दिये जायें जिस तरह इस बार सोमनाथ के इससे पहले के बहुत से पत्थर बरौदा नष्ट होकर करने वालों ने किसी अजायबगर में रख दिये हैं और हम सब एक नित्यकार ईश्वर के मानने वाले, जिसे हम ईश्वर, अस्ताह और गाड सब नामों से पुकार सकें, "वसुधैव कुटुम्बकम्" यानी इन्सानो भाईचारे के सच्चे निरवार्सी बन सकें. यही सखामन्त्री की राह-राह है. बाकी गलियों बरबादों की तंग गलियाँ हैं. हमें इस समय फिर गांधी जी याद आ रहे हैं. उनकी इस लाइन के साथ हम इस लेख को बन्द करते हैं—

सबको समझती दे भगवान !

—सुन्दरलाल

12-6-'51

माया

माया तू वीसे क्यों गोरी ?

भीतर से तू काजर कारी, मोह पिता की छोरी.

हे तो दुरमन, दोस्त बताएँ

हैं तो भूके, कदं अचाप

क्रोध भरा तो भी मुत्काप

ये सब हैं तेरी करतूतें, बनती सीधी भोरी.

हाथ सरलता का मैं सेवी

कैसे समझा तुम्हको देवी

समझा जीवन नैया खेवी

जादू किया राजब का तूने, ओ छोरी बरजोरी.

माये ! तेरी कैसी माया

बहक, पकड़ने बौढ़ा आया

पकड़ाना भर हाथों आया

तब भी तो मैं तोड़ न पाया, पैरों बाँधी छोरी.

था तो मैं नाटक का राना

सफल हुआ तेरा बहकाना

मैं बन बैठा सबा राना

मेद खुला परदा गिरने पर, नक़ल रह गई कोरी.

राजब ! दिये ईश्वर को बोके

नाम लिये ले ले सौ भोके

मुने साधु तो माया ओके

मौन न माये तुम्हको भाई, हे निर्बन्धे कोरी

माया तू वीसे क्यों गोरी ?

—भगवानजीन

پہلی وہ ہفت ہرست میں اور میں بت شکن . گرو
 سانک سے لیٹر گرو گوبند سنگھ تک دسویں سکھ گروؤں کی
 پانی اتنے زوروں کے ساتھ ایک ہی سچائی کی گونج ہے
 کہ ہم انہیں یاد کر چکے ہیں کہ اگر پنجاب نے بلکہ سارے
 بھارت ورہے نے کھول سکھ گروؤں کے اُپدیشوں پر ہی
 نسل کیا ہوتا تو آج یہ دیس روحانی اور دنیاوی دولتوں
 سے مالا مال نہ ہائی دیتا . سوامی دیپنند نے سورتی پوجا
 کو پاپ بتایا ہے اور لنگ پوجا کو جن ہمیں میں بیان
 کیا ہے انہیں یہاں دھرانے کی ضرورت نہیں . یہی
 اُپدیش ہمیں راجہ رام موہن رائے نے دیا . دیس کی اس
 سے کی حالت کو دیکھتے ہوئے ہم اور ہمارے چھوٹے بچے
 کے لوگ بھگوان سے پوچھتا کہے بلا نہیں رہ سکتے کہ بھگوان
 ہم سب کے دلوں کو نفرت، غصے اور بدلتے کی ناپاک اور
 بانجھ بھانڈیوں سے پاک کریں . ہمارے راج نہتی اونچی
 ہو، پکی ہو، بڑے دل والوں کی راج نہتی ہو، مانو پریم
 سے بھری ہوئی ہو، ہم اور ہر ایک دیکھنے والی ہو ! ہمارے
 دل اور دماغ پرانے اور نئے ہائی کر رہا اسوں سے آزاد
 سکھیں اور ہمارے آہٹک تو ملنے کے سامان سب کی

مسلک اور جوئے کا مشہور ہو سکتی ہوگا یا نکلے ہوگا
کو غلط سمجھتے ہیں، آپ کو چلاؤ ہے الگ دیکھتے تو وہ
بمکمل حق پر ہوتے۔

انہاسی پہلو

اس انک میں کسی دوسری جگہ ہم بھالی موہن
سنگھ سنگھ کا ایک لکھ دوسرے ہندی اخبار سے لوکر
چھاپ رہے ہیں، بھالی موہن سنگھ نے ایک چھوٹا سا
سوال سومناٹہ پر مضمون کے حوالے کی انہاسی سچائی
کا بھی اٹھایا ہے۔ یہ سوال ذرا پیچیدہ ہے۔ ہم یہاں
لاہور انڈیا کم دینا چاہتے ہیں کہ مضمون کبھی سومناٹہ
پہنچتا بھی یا نہیں اس بات پر بھی انہاس کے کھوجوں
میں کافی مشغول ہیں۔ مشہور مہاراشٹر انہاس کار
شری چلچلتی واپیک وید نے اپنی کتاب ”ہستری
آف ہندو متھول انڈیا“ میں اس سوال کے دونوں پہلوؤں
پر کافی بحث کی ہے۔ ہم مان لیتے ہیں کہ دونوں طرف
کچھ نہ کچھ کہا جا سکتا ہے۔ پر اس میں ذرا بھی شک
نہیں کہ مضمون کے سومناٹہ پر حوالے کے سبب سے ہمیں
خفگی ہائیں آتی ہوئی ہیں یا انہاس کی معمولی کتابوں
میں یا دوسری کتابوں میں پائی جاتی ہیں ان میں سے کم
ہے کہ نئے لکھنے والے بالکل بے پناہ ہیں۔ سومناٹہ کے
حوالے سے جو بعض خط ہمارے پاس آئے ہوں ان سے معلوم
ہوتا ہے کہ اس طرح کی ان گنت کہیں وہاں ہر آتی
ہوئی ہوں اور وہاں سے چاروں طرف دیس میں پھیلی
ہوں گئی۔ ان کہوں نے کتابوں کے دلوں میں زہر بھرا اور
پرانے دشمن کو تازہ کیا ہم نہیں کہہ سکتے۔ ہمارے دماغوں
کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ ہم ناول اور ہستری میں بھی
فرق نہیں کر پاتے۔ شری کدھمال ملشی کا ناول ”جے
سومناٹہ“ ناول ہی ہے اور ناول ہی بتایا جاتا ہے۔ پر نہ
چائے کتلی محبوب محبوب کہیں اسی ناول کے ادھار پر
مہلے میں انہاس بنکر پھیلیں اور پھیلائی گئیں۔

گندی راجنیتی

سوراشٹر کے راج پر مکھ جام صاحب کے ملہ سے ایک
لکھ بڑی سچی بات نکل گئی۔ انہوں نے کہا کہ سومناٹہ
کا ہر سے افسار کرنے والوں میں سے کچھ کے لئے سوال نہ
معلوم کا تھا نہ انہاس کا، ان کے لئے سوال تھا راج نہتی کا۔
ہم بھی سمجھتا لیکن پورے زور کے ساتھ کہ دینا چاہتے ہیں
کہ اس طرح کی راج نہتی گندی بانچہ اور خود آپ کو
بتا دینے والی راج نہتی ہے۔ کہا جاتا ہے شری کدھمال
ملشی اس بارے معاملے کے پرانے۔ پر جہاں تک
نہتی راج نہتی کا سبب ہے ہم انہیں یہ بتا دینا
چاہتے ہیں کہ ہادی جن راج کے پریسڈنٹ کے لکھ
سے لکھ پلوں کیوں ہوتا مشہور ہیں کہ سومناٹہ
کو مہلے میں جانے اور شہر جی کے مہل ہندی کے

سوراشٹر کے راج

سوراشٹر کے راج پر مکھ جام صاحب کے ملہ سے ایک
لکھ بڑی سچی بات نکل گئی۔ انہوں نے کہا کہ سومناٹہ
کا ہر سے افسار کرنے والوں میں سے کچھ کے لئے سوال نہ
معلوم کا تھا نہ انہاس کا، ان کے لئے سوال تھا راج نہتی کا۔
ہم بھی سمجھتا لیکن پورے زور کے ساتھ کہ دینا چاہتے ہیں
کہ اس طرح کی راج نہتی گندی بانچہ اور خود آپ کو
بتا دینے والی راج نہتی ہے۔ کہا جاتا ہے شری کدھمال
ملشی اس بارے معاملے کے پرانے۔ پر جہاں تک
نہتی راج نہتی کا سبب ہے ہم انہیں یہ بتا دینا
چاہتے ہیں کہ ہادی جن راج کے پریسڈنٹ کے لکھ
سے لکھ پلوں کیوں ہوتا مشہور ہیں کہ سومناٹہ
کو مہلے میں جانے اور شہر جی کے مہل ہندی کے

ہے اور نہ ضرور مذہبی۔ ہم نہیں مانتے کہ راجندر بابو کا اشارہ بھارت کے مسلمانوں کی طرف تھا۔ تو پھر کہا یہ لٹکار سمے کو تھی، زمانے کی گردش کو تھی؟ فقرے سے کچھ ایسی ہی بھنگ ملتی ہے۔ لیکن اگر ایسا ہے تو ہم راجندر بابو اور انکے وچار کے لوگوں کو بڑے آدر اور ندرت کے ساتھ بتا دینا چاہتے ہوں کہ یہ لٹکار نکمی اور تہوتھی ہے۔ سمے آگے کو بڑھ رہا ہے۔ چار دن کے لئے ہم اپنی پچھ گھڑی، حرکتوں سے خوش بہلے ہی ہو جائیں، سمے کی گنتی نہیں بدل سکتی۔ مائندروں اور مسجیدوں کے زمانے لد گئے۔ زمانہ انہوں پہ چھڑ چھڑ چکا۔ خاص کر اگر مانو سماج کو مادی یا روحانی ترقی کے میدانوں میں آگے چوکریاں بھرنی ہیں تو اسے موتی پوجا اور لنگ پوجا سے اوپر اٹھنا ہوگا۔ بھارت کو بھی آگے بڑھنا ہے۔ پھر سے مہان بلکہ پہلے سے کہیں ادھک مہان ہونا ہے، اور اس آگے بڑھنے میں کسی پراچھن تم زمانے کی ان روزیوں کو ایک پرانے غلط خواب کی طرح پھچھ چھڑ جانا ہے۔ ہم راجندر بابو کو اس فقرے کے لئے بدھائی نہیں دے سکتے اس فقرے کو پڑھنے کے بعد اگر کوئی یہ سوچنے لگے کہ راجندر بابو کی پرانے زخموں کو ہرا نہ کرنے کی بات اُنکا زخموں پر نہک چھڑکنا تھی تو ہوں اسے اس غلط فہمی کے لئے معاف ہی کر دینا پڑے گا۔

غیر مورثی پوجکوں کے ساتھ زیادتی

اگر بھارت کے کچھ سچے شیو بھکت سومناٹھ کے مائند کو یا کسی بھی ایسے مائند کو پھر سے بلواتے اور اپنا آدر پرکٹ کرنے کے لئے راجندر بابو کو یا کسی بھی ذمہ دار سرکاری افسر کو وہاں بلاتے اور وہ وہاں چلا جاتا، آدر سے بیٹھایا جاتا، تو ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ پر سومناٹھ میں جو کچھ کہا گیا وہ کچھ اور ہی تھا۔ جن صوبوں اور یونیورسٹیوں سے اُن کے چلنے والے نمائندے بلائے گئے وہ کہا کیوں اُن کا آدر درشالے کے لئے یا سب صوبہ سرکاروں اور یونیورسٹیوں کو اس "راشتری" (۹) کام میں پتی دار ثابت کرنے کے لئے؟ جو لوگ مورثی پوجا کو تھیک مانتے ہیں انہیں نجی حیثیت سے پورا حق ہے کہ ایسے کام میں سہوگ دیں۔ پر جو تھیک نہیں مانتے — اور ہم خود مورثی پوجا کو تھیک نہیں مانتے، آریہ سماجی، مسلمان، پروٹسٹنٹ عیسائی اور برہم سماجی کوئی تھیک نہیں مانتے — انہیں اپنا نمائندہ اس کام کے لئے چلنے کو کہیں کہا گیا ہے؟ اگر یہ حکم سرکاری حکم تھا تو ہم کسی طرح بھی نہیں سمجھ سکتے کہ کوئی سیکولر سرکار اس طرح کا حکم کھسے دے سکتی ہے؟ ہمیں اس بات کے کہنے میں ذرا بھی مشکوک نہیں کہ جس سے یونیورسٹیوں کے نمائندے چلے جا رہے تھے اس وقت اگر یونیورسٹی کے آریہ سماجی،

مورتی پوجکوں کے ساتھ زیادتی

اگر بھارت کے کچھ سچے شیو بھکت سومناٹھ کے مائند کو یا کسی بھی ایسے مائند کو پھر سے بلواتے اور اپنا آدر پرکٹ کرنے کے لئے راجندر بابو کو یا کسی بھی ذمہ دار سرکاری افسر کو وہاں بلاتے اور وہ وہاں چلا جاتا، آدر سے بیٹھایا جاتا، تو ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ پر سومناٹھ میں جو کچھ کہا گیا وہ کچھ اور ہی تھا۔ جن صوبوں اور یونیورسٹیوں سے اُن کے چلنے والے نمائندے بلائے گئے وہ کہا کیوں اُن کا آدر درشالے کے لئے یا سب صوبہ سرکاروں اور یونیورسٹیوں کو اس "راشتری" (۹) کام میں پتی دار ثابت کرنے کے لئے؟ جو لوگ مورثی پوجا کو تھیک مانتے ہیں انہیں نجی حیثیت سے پورا حق ہے کہ ایسے کام میں سہوگ دیں۔ پر جو تھیک نہیں مانتے — اور ہم خود مورثی پوجا کو تھیک نہیں مانتے، آریہ سماجی، مسلمان، پروٹسٹنٹ عیسائی اور برہم سماجی کوئی تھیک نہیں مانتے — انہیں اپنا نمائندہ اس کام کے لئے چلنے کو کہیں کہا گیا ہے؟ اگر یہ حکم سرکاری حکم تھا تو ہم کسی طرح بھی نہیں سمجھ سکتے کہ کوئی سیکولر سرکار اس طرح کا حکم کھسے دے سکتی ہے؟ ہمیں اس بات کے کہنے میں ذرا بھی مشکوک نہیں کہ جس سے یونیورسٹیوں کے نمائندے چلے جا رہے تھے اس وقت اگر یونیورسٹی کے آریہ سماجی،

राजेन्द्र बाबू की ललकार

बड़े दुःख के साथ हम यह कहने पर मजबूर हैं कि इस फिक्करे के भाव हमें ऊँचे दिखाई नहीं देते, राजेन्द्र बाबू यह कह कर आखिर किसे ललकार रहे हैं ? उन्हें और सारी दुनिया को अब यह मालूम है कि सोमनाथ का मन्दिर महमूद से पड़ते भी और उसके बाद भी कम से कम आठ बार गिराया गया और आठ बार फिर से बनाया गया, फारसी की एक कहावत है—“जो आया उसने अपनी नई इमारत खड़ी की,” यह कहावत अगर किसी जगह के बारे में ठीक उतरती है तो सोमनाथ के बारे में, पर जाहिर है इस ललकार के समय सोमनाथ के दूसरे विध्वंसक राजेन्द्र बाबू की निगाह के सामने न थे, तो फिर क्या उन के सामने महमूद गज़नवी था ? हमारा दिल नहीं मानता, हम कहानी तकलीफ के साथ कह रहे हैं मुरवों को ललकारना किसी इन्सान को शोभा नहीं देता, हम मान लेते हैं कि उनकी निगाह के सामने महमूद नहीं था, तो फिर क्या महमूद के सह भर्मी थे ? अगर ऐसा है तो हमें मालूम होना चाहिये कि हिन्दुस्तान से बाहर के जागे हुए मुसलमानों को अब कहीं भी पहुँच कर मन्दिर या गिरजा तोड़ने और मसजिद बनाने की न इच्छा है, न तबियत और न फुरसत, किसी बाहर के देश के लोगों पर—और उन सबसे हमारी राजकाजी मित्रता है—इस तरह का इशारा हरगिज राजेन्द्र बाबू जैसे जिम्मेदार आदमी के मुँह से नहीं निकल सकता, तो फिर क्या यह ललकार हिन्दुस्तान के गरीब मुसलमानों के लिये थी ? इसारा दिल भर आ रहा है, किसी आदमी की करतूत के लिये उसके उस समय के या सैकड़ों वर्ष बाद के सह भर्मियों को ललकारना न इन्साफ

اجلہد و ماہر کی لکار

ہوئے دکھ کے ساتھ ہم یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اس
لقوے کے بہاو ہمیں اُنچے دکھائی نہیں دیتے۔ راجندر
بابو یہ کہہ کر آخر کسے لٹکا رہے ہوں؟ انہیں اور ساری
لڑکیا کو اب یہ معلوم ہے کہ سومناٹھ کا ملندر معصوم سے
بڑا بھی اور اُس کے بعد بھی کم سے کم آٹھ بار گرایا گیا
اور آٹھ بار پھر سے بٹایا گیا۔ فارسی کی ایک کہات ہے —
'جو آیا اُس نے اپنی نئی عمارت کھڑی کی'۔ یہ کہات
کو کسی جگہ کے بارے میں ٹھیک اُترتی ہے تو سومناٹھ
کے بارے میں۔ پر ظاہر ہے اس لٹکار کے سے سومناٹھ کے
نوسرے رنہونسک راجندر بابو کی نگاہ کے سامنے نہ تھے۔
و پھر کیا اُن کے سامنے معصوم غزنوی تھا؟ ہمارا دل نہیں
بانتا۔ ہم روحانی تکلیف کے ساتھ کہہ رہے ہوں مردوں کو
لٹکانا کسی انسان کو شوبھا نہیں دیتا۔ ہم مان لیتے
ہیں کہ انکی نگاہ کے سامنے معصوم نہیں تھا۔ تو پھر کیا
معصوم کے سہم عروسی تھے؟ اگر ایسا ہے تو ہمیں معلوم ہونا
چاہئے کہ ہندوستان سے باہر کے جاگے ہوئے مسلمانوں کو
اب کہیں بھی پہنچکر ملندر یا گرجا توڑنے اور مسجد بنانے
کی نہ اچھا ہے نہ طبیعت اور نہ فرصت۔ کسی باہر کے
لوگوں پر — اور اُن سب سے ہماری راج کاجی
بھرتا ہے — اس طرح کا اشارہ ہرگز راجندر بابو جیسے
بڑے دار آدمی کے منہ سے نہیں نکل سکتا۔ تو پھر کیا یہ
لٹکار ہندوستان کے غریب مسلمانوں کے لئے تھی؟ ہمارا دل
بہر آ رہا ہے۔ کسی آدمی کی کثوت کے لئے اُس کے اُسے
نہ یا سیکڑوں برس بعد کے سہمہرمہوں کو لٹکانا نہ انصاف

جن کا ہوا وہاں بکھلا گیا۔" گاंधی جی کی اس بارے میں رائے ہمیں بالکل سی طرح معلوم ہے۔ ان سے ہماری کئی بات چیت ہوئی۔ اور ان سے بھی ہماری موجودگی میں ہوئی۔ گاندھی جی کی آگیا سے ہی ہم نے سولمتا کے بارے میں لکھ لکھ کر جو 'ہریجن' میں چھپے ہوئے ہیں۔ اس مضمون پر اور ادھک لکھنے کا ہمیں سے نہ مل سکا۔ گاندھی جی کی رائے یہ نہیں تھی کہ سولمتا کا مندر لوگوں کے چاندوں سے بنایا جائے اور سرکار اس میں اس طرح سے سپہرگ دے جس طرح دیا گیا ہے۔ ہم پوری ذمہ داری کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ سولمتا میں جو کچھ ہوا وہ گاندھی جی کی رائے کے مطابق نہیں ہوا اور ہر لوگ اس سے سن کر گاندھی جی کی آتما سلسلہ میں نہیں ہو سکتی۔

اس مضمون پر اور अधिक लिखने का हमें समय न मिल सका. गांधी जी की राय यह नहीं थी कि सोमनाथ का मन्दिर लोगों के चन्दों से बनाया जाय और सरकार उसमें इस तरह से सहयोग दे जिस तरह दिया गया है. हम पूरी जिम्मेवारी के साथ कह सकते हैं कि सोमनाथ में जो कुछ हुआ वह गांधी जी की राय के मुताबिक नहीं हुआ और परलोक में उसे सुनकर गांधी जी की आत्मा सन्तुष्ट नहीं हो सकती.

एक बार बहुत पहले गांधी जी से हमारी इस बारे में भी बात थी कि देश में मन्दिरों और मसजिदों की तादाद जरूरत से ज्यादा है. गांधी जी की साफ राय थी कि हर धर्म वालों को इस बात की आजादी होना चाहिये कि वह जब भी अपना कोई नया मन्दिर, मसजिद या गिरजा बनाना चाहें तो बना सकें या पुराने की मरम्मत करना चाहें तो कर सकें. पर उनकी अपनी इच्छा यही थी कि इन अलग अलग पूजा बन्दगी के स्थानों की तादाद कम ही हो और कम ही रहे तो अच्छा है.

सुधार का धोका

दुनिया को बड़ी बहादुरी के साथ यह भी बताया गया है कि कट्टर सनातनियों को नाराज करके सोमनाथ के इस मामले में बड़े बड़े सुधार किये गए हैं. मन्दिर हरिजनों के लिये खुला रहेगा, गैर हिन्दू भी मन्दिर में जा सकेंगे वगैरा. पर गैर हिन्दुओं और हरिजनों के मन्दिर में जा सकने और सोमनाथ बाबा के दर्शन कर सकने का रिवाज तो बहुत पुराना रिवाज है. उस मन्दिर के तीन हिस्सों में से बाहर का हिस्सा हमेशा सब के लिये खुला रहा है. हमें यह भी याद रखना चाहिये कि राजेन्द्र बाबू ने जिस मूर्ति के ऊपर से सोने की पिन हटाई वह 11 मई को सनातन रिवाज के मुताबिक अभी बेजान पत्थर थी, देवता नहीं. अभी वह राज मजदूरों के हाथों में थी, देवता का बरसा अभी उस में नहीं हुआ था. अभी उसकी प्राण प्रतिरठा होनी बाक़ी थी. प्राण प्रतिरठा के बाद मूर्ति देवता बनती है. प्राण प्रतिरठा केवल ब्राह्मण पुरोहित ही करेगा. उसमें कोई गैर ब्राह्मण चाहे वह भारत का प्रेसीडेन्ट हो और चाहे कांग्रेस का सदस्य हाथ न लगा सकेगा. इसलिये यह जो सनातन रिवाज में सुधार की बातें दुनिया से कही जा रही हैं इसमें असत्यता नहीं के बराबर है.

ایک بار بہت پہلے گاندھی جی سے ہماری اس بارے میں بھی بات چیت ہوئی تھی کہ دیس میں مندروں اور مسجدوں کی تعداد ضرورت سے زیادہ ہے۔ گاندھی جی کی صاف رائے تھی کہ ہر دھرم والوں کو اس بات کی آزادی ہونی چاہئے کہ وہ جب بھی اپنا کوئی نیا مندر، مسجد یا گرجا بنانا چاہیں تو بنا سکیں یا پرانے کی مرمت کرنا چاہیں تو کر سکیں۔ پھر ان کی اپنی اچھا یہی تھی کہ ان الگ الگ پوجا بندگی کے سہانوں کی تعداد کم ہی ہو اور کم ہی رہے تو اچھا ہے۔

سدھار کا دھوکا

دنیا کو بڑی بہادری کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کٹر سناٹھیوں کو ناراض کر کے سولمتا کے اس معاملے میں بڑے بڑے سدھار کئے گئے ہیں. مندر ہریجنوں کے لئے کھلا رہے گا، فہر ہندو بھی مندر میں جا سکیں گے وغیرہ. پھر فہر ہندوؤں اور ہریجنوں کے مندر میں جاسکیں اور سولمتا بابا کے درشن کر سکیں گا رواج تو بہت پرانا رواج ہے. اس مندر کے تین حصوں میں سے باہر کا حصہ ہمیشہ سب کے لئے کھلا رہا ہے. ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ راجندر بابو نے جس مورتی کے اوپر سے سونے کی پین ہٹائی وہ 11 مئی کو سناٹن رواج کے مطابق ابھی بھجان پتھر تھی، دیوتا نہیں. ابھی وہ رواج مژدوروں کے ہاتھوں میں تھی، دیوتا کا بارسا ابھی اس میں نہیں ہوا تھا. ابھی اس کی پران پر تشٹھا ہونی باقی تھی. پران پر تشٹھا کے بعد مورتی دیوتا بنتی ہے. پران پر تشٹھا کھول براہمن پر وھت ہی کرے گا. اس میں کوئی فہر براہمن چاہے وہ بھارت کا پریسیڈنٹ ہو اور چاہے کانگریس کا صدر ہانہ نہ لاسکے گا. اس لئے یہ جو سناٹن رواج میں سدھار کی باتیں دنیا سے کہی جا رہی ہیں ان میں اصلیت نہیں کے برابر ہے.

कर चुकी है. इस पर भी कहा जा सकता है कि एक तौर जानिबदार सरकार भी किसी भी धर्म के मंदिरों, मसजिदों, गिरजाओं या गुरुद्वारों को इस तरह जमीनें दे सकती है. हम यह पूछना नहीं चाहते कि सौराष्ट्र सरकार ने अपने राज के ईसाइयों, मुसलमानों, पारसियों या दूसरे धर्म वालों के पाक स्थानों को अब तक कितनी जमीनें दीं. पर हम जरा और आगे बढ़ें. क्या हम सबमुच ठंडे दिल से यह कह सकते हैं कि सौराष्ट्र सरकार या भारत सरकार का इस सोमनाथ के मामले से कोई सम्बन्ध नहीं? राजेन्द्र बाबू वहाँ भारत के प्रेसीडेंट की हैसियत से गए थे या एक बहुत बड़े शैव की हैसियत से? कांग्रेस प्रेसीडेंट वहाँ क्या केवल अपनी निजी हैसियत से ही मौजूद थे? सौराष्ट्र के राज प्रमुख और बड़े वकील यानी वहाँ की सरकार के दोनों बड़े अफसर क्या उस सूबे के सब से बड़े शिव भक्त भी हैं और क्या वह केवल इसी हैसियत से आगे आगे हिस्सा ले रहे थे? और फिर भारत के तमाम सूबों से सब सरकारों और युनिवर्सिटियों के प्रतिनिधि वहाँ किस हैसियत से और किसके हुकुम से बुलाए गए थे? और आगे बढ़िये. दुनिया भर के चौहत्तर देशों से जो जगह जगह की मिट्टी और बनस्पति मंगाई गई वह किसके हुकुम से? जापान जैसे देश के भारतीय राजदूत या उसके अमले वालों ने जो वहाँ से कूजी पहाड़ की मिट्टी और बनस्पति लेकर भेजी वह किसके हुकुम से और क्यों? यह एक जानने की चीज है कि भारत सरकार, सूबों की सरकारों और विदेशों में हमारे राजदूतों ने इस सारे मामले में क्या खर्च किया और किसके हुकुम से किया. आखिर सोमनाथ के मन्दिर का हमारे विदेशी विभाग के साथ क्या सम्बन्ध है? एक सौ एक तोपें क्या किसी और धर्म के मसजिद, गिरजा या गुरुद्वारे के पुनरुद्धार में भी छोड़ी गई या छोड़े जाने की तजवीज है? हम नहीं कह सकते कि भारत सरकार का मंत्रिमंडल इस काम के लिये कहाँ तक जिम्मेवार है. हमें यह भी नहीं मालूम कि ऐसे मामलों में प्रेसीडेंट के लिये मंत्रिमंडल से या प्रधान मंत्री से सलाह कर लेना कहाँ तक जरूरी है या नहीं है. लेकिन इसमें कोई शक नहीं कि जो लोग देश के बहुगिनत लोगों के धर्म को खेच तानकर किसी न किसी रूप में भारत का राष्ट्रीय धर्म बनाने के चक्कर में हैं उन्हें हमारी सरकारों को इस काम के अन्दर घसीट लेने में एक बार पूरी कामयाबी मिली है.

गांधी जी और सोमनाथ

श्री० मुंशी ने ठीक कहा है कि "सरदार वल्लभ भाई पटेल सोमनाथ के मंदिर को सरकारी खर्च पर फिर से बनवाना चाहते थे पर गांधी जी के विरोध करने पर

रुकी है. इस पर भी कहा जा सकता है कि एक तौर जानिबदार सरकार भी किसी भी धर्म के मंदिरों, मसजिदों, गिरजाओं या गुरुद्वारों को इस तरह जमीनें दे सकती है. हम यह पूछना नहीं चाहते कि सौराष्ट्र सरकार ने अपने राज के ईसाइयों, मुसलमानों, पारसियों या दूसरे धर्म वालों के पाक स्थानों को अब तक कितनी जमीनें दीं. पर हम जरा और आगे बढ़ें. क्या हम सबमुच ठंडे दिल से यह कह सकते हैं कि सौराष्ट्र सरकार या भारत सरकार का इस सोमनाथ के मामले से कोई सम्बन्ध नहीं? राजेन्द्र बाबू वहाँ भारत के प्रेसीडेंट की हैसियत से गए थे या एक बहुत बड़े शैव की हैसियत से? कांग्रेस प्रेसीडेंट वहाँ क्या केवल अपनी निजी हैसियत से ही मौजूद थे? सौराष्ट्र के राज प्रमुख और बड़े वकील यानी वहाँ की सरकार के दोनों बड़े अफसर क्या उस सूबे के सब से बड़े शिव भक्त भी हैं और क्या वह केवल इसी हैसियत से आगे आगे हिस्सा ले रहे थे? और फिर भारत के तमाम सूबों से सब सरकारों और युनिवर्सिटियों के प्रतिनिधि वहाँ किस हैसियत से और किसके हुकुम से बुलाए गए थे? और आगे बढ़िये. दुनिया भर के चौहत्तर देशों से जो जगह जगह की मिट्टी और बनस्पति मंगाई गई वह किसके हुकुम से? जापान जैसे देश के भारतीय राजदूत या उसके अमले वालों ने जो वहाँ से कूजी पहाड़ की मिट्टी और बनस्पति लेकर भेजी वह किसके हुकुम से और क्यों? यह एक जानने की चीज है कि भारत सरकार, सूबों की सरकारों और विदेशों में हमारे राजदूतों ने इस सारे मामले में क्या खर्च किया और किसके हुकुम से किया. आखिर सोमनाथ के मन्दिर का हमारे विदेशी विभाग के साथ क्या सम्बन्ध है? एक सौ एक तोपें क्या किसी और धर्म के मसजिद, गिरजा या गुरुद्वारे के पुनरुद्धार में भी छोड़ी गई या छोड़े जाने की तजवीज है? हम नहीं कह सकते कि भारत सरकार का मंत्रिमंडल इस काम के लिये कहाँ तक जिम्मेवार है. हमें यह भी नहीं मालूम कि ऐसे मामलों में प्रेसीडेंट के लिये मंत्रिमंडल से या प्रधान मंत्री से सलाह कर लेना कहाँ तक जरूरी है या नहीं है. लेकिन इसमें कोई शक नहीं कि जो लोग देश के बहुगिनत लोगों के धर्म को खेच तानकर किसी न किसी रूप में भारत का राष्ट्रीय धर्म बनाने के चक्कर में हैं उन्हें हमारी सरकारों को इस काम के अन्दर घसीट लेने में एक बार पूरी कामयाबी मिली है.

होती थी और सोमनाथ

श्री० मुंशी ने ठीक कहा है कि "सरदार वल्लभ भाई पटेल सोमनाथ के मंदिर को सरकारी खर्च पर फिर से बनवाना चाहते थे पर गांधी जी के विरोध करने पर

بیرباس اور ان کیمتوں پر کرایم ہیں جن پر ہم
 اننت یگوں سے قائم چلے آ رہے ہیں..... یہ مشہور
 ایتھاسی مندر ہمارے سناتن وھواس کی ایک نشانی
 ہے جسے پھر سے پورے چوہی کے ساتھ قائم کرنے کا کام ہم
 اپنے اوپر لے رہے ہیں۔“

جاہر ہے راجندر بابو اور انکے ساتھی کسی ہوتے
 سے کی 'راج کاجی اور سماجی حالتوں' کو پھر سے لانا
 چاہ رہے ہیں یا نہ چاہ رہے ہیں کم سے کم اس ہوتے
 زمانے کی دھارمک حالتوں' خاص کر شیواہمک کی
 ستمایا اور اُسکی پوجا کو وہ پورے چرہ کے ساتھ قائم
 کرنا چاہ رہے ہیں۔

پرانے جڑموں کو ہرا کرنا

دوسری مہر کے کی بات راجندر بابو نے اوپر کے فقرے
 میں یہ کہی ہے کہ وہ پرانے زخموں کو ہرا کرنا نہیں
 چاہتے۔ ہم ان کی بات مان لیتے ہیں۔ پھر بھی اس
 فقرے کو پڑھکر ہمیں چھوڑانی اور دکھ ہوا۔ ہمارے
 دل میں راجندر بابو کی عزت ہے، ہمیں ان سے پریم
 ہے، ہم انہیں اپنا بھائی مانتے ہیں۔ ہم انہوں سے
 اپیل کرنا چاہتے ہیں کہ وہ بھارت کے کسی حصے میں
 دورہ کر کے اور عام جگہ میں ملکر دیکھیں یا مٹی مہمان
 کے ہوسی بھاشاؤں کے اخباروں کی فائلوں کو آنت پلٹ
 کر دیکھیں اور پھر تہمتوں کے دل سے بتاویں کہ سوماتھ
 کے اس نئے اددھار سے کوئی پرانا زخم ہرا ہوا یا نہیں
 اور ہوا تو کس درجے تک۔ ہم یہ سمجھ ہی نہیں سکتے
 کہ اس ساری گھٹنا سے کوئی کسی دوسرے نتیجے کی
 آشا کھسے کر سکتا تھا۔

سرکار کی ذمہ داری

شری کے ایم۔ منشی نے کشورلال بھائی کے نام
 اپنے خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ "یہ کام سرکار کی طرف
 سے نہیں ہو رہا ہے بلکہ مندر کو ہلانے اور سوماتھ
 کی مرمتی کو پھر سے قائم کرنے کا سارا خرچ ایک ٹرسٹ
 سے کیا جا رہا ہے جو عام چندوں سے کرایم ہوا ہے۔" ہو
 سکتا ہے سوراشر سرکار نے اصلی دھارمک رسم کے لئے
 کچھ خرچ نہ کیا ہو۔ لیکن شری منشی ہی کے انرسار
 سرکار نے چاروں طرف سے سڑکوں کی مرمت کروانے میں
 ان پر درشلی اور جگہ جگہ پانی کا انتظام کرنے میں
 اور پاتریوں کو سب طرح کی سہولتیں دینے میں
 تو دلچسپی خرچ کیا۔ اس پر کہا جاتا ہے کہ سرکار اس
 طرح کا انتظام سب مہلوں تھیلوں پر کرتی ہو ہے۔
 پر جام صاحب نے جو سوراشر کے راج پر مکہ میں
 یہ بھی اعلان کیا کہ سرکار صارتوں وغیرہ کے علاقہ ایک
 سروس ایکو پھلوں کی زمین اور دو سو ایتھاسی ایکڑ
 کھیتی کے قابل زمین نئے مندر کو دینے کا فیصلہ

دوسری مہر کے کی بات راجندر بابو نے اوپر کے فقرے
 میں یہ کہی ہے کہ وہ پرانے زخموں کو ہرا کرنا نہیں
 چاہتے۔ ہم ان کی بات مان لیتے ہیں۔ پھر بھی اس
 فقرے کو پڑھکر ہمیں چھوڑانی اور دکھ ہوا۔ ہمارے
 دل میں راجندر بابو کی عزت ہے، ہمیں ان سے پریم
 ہے، ہم انہیں اپنا بھائی مانتے ہیں۔ ہم انہوں سے
 اپیل کرنا چاہتے ہیں کہ وہ بھارت کے کسی حصے میں
 دورہ کر کے اور عام جگہ میں ملکر دیکھیں یا مٹی مہمان
 کے ہوسی بھاشاؤں کے اخباروں کی فائلوں کو آنت پلٹ
 کر دیکھیں اور پھر تہمتوں کے دل سے بتاویں کہ سوماتھ
 کے اس نئے اددھار سے کوئی پرانا زخم ہرا ہوا یا نہیں
 اور ہوا تو کس درجے تک۔ ہم یہ سمجھ ہی نہیں سکتے
 کہ اس ساری گھٹنا سے کوئی کسی دوسرے نتیجے کی
 آشا کھسے کر سکتا تھا۔

دوسری مہر کے کی بات راجندر بابو نے اوپر کے فقرے
 میں یہ کہی ہے کہ وہ پرانے زخموں کو ہرا کرنا نہیں
 چاہتے۔ ہم ان کی بات مان لیتے ہیں۔ پھر بھی اس
 فقرے کو پڑھکر ہمیں چھوڑانی اور دکھ ہوا۔ ہمارے
 دل میں راجندر بابو کی عزت ہے، ہمیں ان سے پریم
 ہے، ہم انہیں اپنا بھائی مانتے ہیں۔ ہم انہوں سے
 اپیل کرنا چاہتے ہیں کہ وہ بھارت کے کسی حصے میں
 دورہ کر کے اور عام جگہ میں ملکر دیکھیں یا مٹی مہمان
 کے ہوسی بھاشاؤں کے اخباروں کی فائلوں کو آنت پلٹ
 کر دیکھیں اور پھر تہمتوں کے دل سے بتاویں کہ سوماتھ
 کے اس نئے اددھار سے کوئی پرانا زخم ہرا ہوا یا نہیں
 اور ہوا تو کس درجے تک۔ ہم یہ سمجھ ہی نہیں سکتے
 کہ اس ساری گھٹنا سے کوئی کسی دوسرے نتیجے کی
 آشا کھسے کر سکتا تھا۔

پرانے زخموں کو ہرا کرنا

دوسری مہر کے کی بات راجندر بابو نے اوپر کے فقرے
 میں یہ کہی ہے کہ وہ پرانے زخموں کو ہرا کرنا نہیں
 چاہتے۔ ہم ان کی بات مان لیتے ہیں۔ پھر بھی اس
 فقرے کو پڑھکر ہمیں چھوڑانی اور دکھ ہوا۔ ہمارے
 دل میں راجندر بابو کی عزت ہے، ہمیں ان سے پریم
 ہے، ہم انہیں اپنا بھائی مانتے ہیں۔ ہم انہوں سے
 اپیل کرنا چاہتے ہیں کہ وہ بھارت کے کسی حصے میں
 دورہ کر کے اور عام جگہ میں ملکر دیکھیں یا مٹی مہمان
 کے ہوسی بھاشاؤں کے اخباروں کی فائلوں کو آنت پلٹ
 کر دیکھیں اور پھر تہمتوں کے دل سے بتاویں کہ سوماتھ
 کے اس نئے اددھار سے کوئی پرانا زخم ہرا ہوا یا نہیں
 اور ہوا تو کس درجے تک۔ ہم یہ سمجھ ہی نہیں سکتے
 کہ اس ساری گھٹنا سے کوئی کسی دوسرے نتیجے کی
 آشا کھسے کر سکتا تھا۔

سرکار کی ذمہ داری

شری کے ایم۔ منشی نے کشورلال بھائی کے نام
 اپنے خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ "یہ کام سرکار کی طرف
 سے نہیں ہو رہا ہے بلکہ مندر کو ہلانے اور سوماتھ
 کی مرمتی کو پھر سے قائم کرنے کا سارا خرچ ایک ٹرسٹ
 سے کیا جا رہا ہے جو عام چندوں سے کرایم ہوا ہے۔" ہو
 سکتا ہے سوراشر سرکار نے اصلی دھارمک رسم کے لئے
 کچھ خرچ نہ کیا ہو۔ لیکن شری منشی ہی کے انرسار
 سرکار نے چاروں طرف سے سڑکوں کی مرمت کروانے میں
 ان پر درشلی اور جگہ جگہ پانی کا انتظام کرنے میں
 اور پاتریوں کو سب طرح کی سہولتیں دینے میں
 تو دلچسپی خرچ کیا۔ اس پر کہا جاتا ہے کہ سرکار اس
 طرح کا انتظام سب مہلوں تھیلوں پر کرتی ہو ہے۔
 پر جام صاحب نے جو سوراشر کے راج پر مکہ میں
 یہ بھی اعلان کیا کہ سرکار صارتوں وغیرہ کے علاقہ ایک
 سروس ایکو پھلوں کی زمین اور دو سو ایتھاسی ایکڑ
 کھیتی کے قابل زمین نئے مندر کو دینے کا فیصلہ

सिंह हल में काम कर रहे हैं। वे खेतों को सिंचित करने के लिए नहरें खोद रहे हैं और अपने जमिन से भी सिंचन के लिए पानी ले रहे हैं।
सिंह और उनकी पत्नी के अलावा उनके दो बेटे भी खेती करते हैं।

कुछ दिन हुए हमने अंगरेजी के अखबार 'आरगे-
नाइजर', में, जो आर० एच० एस० का अखबार सम्पा-
जता है, एक लेख पढ़ा था जिसमें यह बताया गया था
कि "राष्ट्रीय स्वयं सेवक संघ केवल हिन्दुओं का राज नहीं
चाहता, वह किसी एक धर्म वालों का राज नहीं चाहता,
यह यह भी नहीं चाहता कि हमारे राज में किसी के साथ
धर्म की बिना पर किसी तरह की कोई रु रियायत की जावे
या किसी धर्म वालों के साथ किसी मामले में भी किसी
तरह का भेद भाव बरता जावे, वह चाहता है कि देश की
सरकार इस मामले में बिल्कुल गैर जानिबदार हो और
सब धर्म वालों के साथ सब बातों में एक बराबर बरताव
हो, सब को एक से मौके दिये जावें और सब के बराबर के
इक हों, बगैरा." यह हमने उस लेख के एक हिस्से का निचोड़
अपने शब्दों में याददाश्त से देने की कोशिश की है. हमें
'आरगेनाइजर' के इस लेखक की नियत में शक नहीं. वह
जो जी से चाहता था वही उसने लिखा.

केवल नेक इरादे काफ़ी नहीं

पर इस दुनिया में, जो इनसानों और क्रौमों दोनों के लिये एक कठिन आजमाइश की जगह है, केवल नेक इरादों से काम नहीं चल सकता. अंगरेजी की एक मशहूर कहावत है—“नरक का रास्ता नेक इरादों से पटा पड़ा है” हम में से हर एक को अपने हर काम और उसके अच्छे बुरे नतीजों पर हर पहलू से गौर करना होगा, और अपने कामों के कुदरती नतीजों की जिम्मेवारी अपने ऊपर लेनी होगी.

राजेन्द्र बाबू ने इसी तत्करीर में एक जगह कहा है कि "मैं इस बात को साफ कर देना चाहता हूँ कि इन जलसों का न यह मतलब है न हो सकता है कि हम अपने देश में किसी पुराने जमाने की राजकाजी और समाजी हालतों को फिर से कायम करना चाह रहे हैं, न इसका यह मतलब है कि हम उस दिमारी या जिसमानी जखम को फिर से हरा करना चाह रहे हैं जिसे समय ने अपने आप भर दिया था."

पुराने ज़माने को फिर से लाना

जहाँ तक राजकाजी और समाजी हालतों का सम्बन्ध है, सचमुच के कोशिश करने पर भी किसी भीते जमाने की सब राजकाजी और समाजी हालतें फिर से नहीं आ सकतीं, समय की गति किसी के रोके नहीं रुक सकती, पर राजेन्द्र बाबू ही ने आगे चल कर कहा है—“यहाँ हमारा मकसद सिर्फ नए सिरे से यह पेशान करना है कि इस उस

اس فیض کو دھرم نے سمجھا۔ میں پوری طرح سمجھ گیا۔
یعنی سیکولر رکھنا چاہتے ہیں اور آپے عمل سے بھی
اس غیرجانبداری کے اصول کو نبھانا چاہتے ہیں۔
کچھ دن ہوئے ہم نے انگریزی کے اخبار 'ارگنائزر'
میں 'جو آر . ایس . ایس . کا اخبار سمجھا جاتا ہے'
ایک لیکچر پڑھا تھا جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ
'راشٹری سریم سہوک سنگھ کھول ہندوؤں کا راج نہیں
چاہتا' وہ کسی ایک دھرم والوں کا راج نہیں چاہتا
وہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ ہمارے راج میں کسی کے
ساتھ دھرم کی بنا پر کسی طرح کی کوئی دو رعائت کی
جاوے یا کسی دھرم والوں کے ساتھ کسی معاملے میں
بھی کسی طرح کا بھید بھاو برتا جاوے' وہ چاہتا ہے
کہ فیض کی سرکار اس معاملے میں بالکل غیرجانبدار
ہو اور سب دھرم والوں کے ساتھ سب باتوں میں ایک
برابر برتاو ہو' سب کو ایک سے موقع دیئے جاویں
اور سب کے برابر کے حق ہوں' وغیرہ۔" یہ ہم نے اس
لیکچر کے ایک حصے کا نچوڑ اپنے شبندوں میں یادداشت سے
دیئے کی کوشش کی ہے۔ ہمیں 'ارگنائزر' کے اس
لیکچر کی نیت میں شک نہیں۔ وہ جو جی سے
چاہتا تھا وہی اُسے لکھا۔

کھپول نہک اِدادے کافی نہوں

پر اس دنیا میں، جو انسانوں اور قوموں دونوں کے لئے ایک کٹھن آزمائش کی جگہ ہے، کھول نہک ارادوں سے کام نہیں چل سکتا۔ انگریزی کی ایک مشہور کہاوت ہے—’’نریک کا راستہ نہک ارادوں سے پتا چو ہے‘‘ ہم میں سے ہر ایک کو اپنے ہر کام اور اُسکے اچھے برے نتیجوں پر ہر پہلو سے غور کرنا ہوگا اور اپنے کاموں کے قدرتی نتیجوں کی ذمہ داری اپنے اوپر لینی ہوگی۔

راجندر باپو نے اُسی تقریر میں ایک جگہ کہا ہے کہ "میں اِس بات کو صاف کر دینا چاہتا ہوں کہ اِن جلسوں کا نہ یہ مطلب ہے نہ ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے دیہوں میں کسی پرانے زمانے کی راج کاجی اور سدا جی حالتوں کو پھر سے قائم کرنا چاہ رہے ہوں، نہ اِس کا یہ مطلب ہے کہ ہم اُس دماغی یا جسمانی زخم کو پھر سے ہرا کرنا چاہ رہے ہوں جسے سے نے اپنے آپ پر دیا تھا۔"

ہولکے زمانے کو پھر سے لانا

جہاں تک راج گاجی اور ساجی حالتوں کا سہہ ہے اسے سچے سچے کوشش کرنے پر بھی کسی بڑے زمانے کی سب راج گاجی اور ساجی حالتوں پر وہ نہیں آسکتی۔ یہ کسی کئی کسی کے روکے نہیں رک سکتی۔ پر راج گاجی ہمارے ہی نے آگے چل کر کہا ہے۔ ”یہاں ہمارا مقصد صرف نئے سرے سے یہ اعلان کرنا ہے کہ ہم اس

سومناٹھ فیر

11 مئی '51 کو سومناٹھ کے فیر سے واپس کا مہلا ہو گیا۔ مئی کے 'نیا ہینڈ' میں ہم اس بارے میں اپنی راہ دہی کے لئے، اس کے بعد ہمارے راجندر بابو کی سرمدانہ کی تقریر کو آواز بھائی کشورلال مشرووڑا کے نام شری کے ایم. منشی کے اس خط کو جو 5 مئی کے 'ہریجن' میں چھپا ہے اور جس میں انہوں نے کچھ اعتراضوں پر اپنی صفائی دینے کی کوشش کی ہے، دھوان سے پڑھا۔

نیک ارادے

26 مئی کے 'ہریجن' میں راجندر بابو کی تقریر کا نیچے لکھا حصہ 'ناٹھور ٹائیس' سے لے کر چھاپا گیا ہے:—

"ہمارے देश میں इसکی बहुत बड़ी जरूरत है कि हम में से हर एक इस बात को अच्छी तरह समझ ले कि हर जमाअत और हर मजहब के लिये आदर और बराबरी का भाव रखते हुए बरतना ही हमारे लिये सबसे अच्छा रास्ता है। हमारी सारी क्लौम और देश का और हममें से हर एक का भला इसी में है। इसी अड्डा और विश्वास के कारन हमारे संघ (यूनियन) ने धर्म के मामले में गैर जानिबदारी (सेकुलरिज्म) की नीति अपनाई है और सब को यह भरोसा दिया है कि इस देश के किसी सम्प्रदाय या यहाँ के किसी आदमी के खिलाफ धर्म की बिना पर किसी तरह का भेद भाव नहीं बरता जायगा। और हर एक को वह सब मौक़े और सुविधाएँ दी जायँगी जो दूसरों को मिली हुई हों। इसी आदर्श के अनुसार मैं सब धर्मों के लिये आदर और प्रेम रखता हूँ।

"मैं खुद अपनी अड्डा और अपने रोज के अमल में सनातनी हिन्दू हूँ और आम तौर पर सनातन धर्म के रिवाजों के मुताबिक अपने ईश्वर की पूजा प्रार्थना करता हूँ। फिर भी मुझे विश्वास है कि धर्म को मानने वाला हर आदमी अपने ही धर्म के नियमों के अनुसार भगवान की पूजा करते हुए उस तक पहुँच सकता है। इस तरह मेरे दिल में न सिर्फ सब धर्मों के लिये और उनके पूजा के स्थानों के लिये आदर है बल्कि जब कभी मुझे मौक़ा मिलता है, मैं अपना आदर दर्शाने के लिये उनमें जाता भी हूँ। जब कभी मौक़ा मिलता है मैं दरगाह और मस्जिद में, गिरजा और गुरुद्वारे में उसी आदर भाव से जाता हूँ जिस आदर भाव से मैं अपने धर्म के मन्दिरों में जाता हूँ।"

राजेन्द्र बाबू के इन साफ साफ फ़िरों के बाद सोमनाथ के मामले में उन की नियत पर किसी तरह के शक की गुंजायश नहीं रह जाती। बाहिर है कि वह इस राज और

सुमनाथे पुर

11 مئی '51 کو سومناٹھ کے فیر سے واپس کا مہلا ہو گیا۔ مئی کے 'نیا ہینڈ' میں ہم اس بارے میں اپنی راہ دہی کے لئے، اس کے بعد ہمارے راجندر بابو کی سرمدانہ کی تقریر کو آواز بھائی کشورلال مشرووڑا کے نام شری کے ایم. منشی کے اس خط کو جو 5 مئی کے 'ہریجن' میں چھپا ہے اور جس میں انہوں نے کچھ اعتراضوں پر اپنی صفائی دینے کی کوشش کی ہے، دھوان سے پڑھا۔

نیک ارادے

26 مئی کے 'ہریجن' میں راجندر بابو کی تقریر کا نیچے لکھا حصہ 'ناٹھور ٹائیس' سے لے کر چھاپا گیا ہے:—

"ہمارے دیس میں ایسی بہت بڑی ضرورت ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے کہ ہر جماعت اور ہر مذہب کے لئے آدر اور برابری کا بھاؤ رکھتے ہوئے برتنا ہی ہمارے لئے سب سے اچھا راستہ ہے۔ ہماری ساری قوم آدر دیس کا اور ہم میں سے ہر ایک کا بھلا ایسی میں ہے۔ ایسی شردھا اور وشواس کے کارن ہمارے سنگھ (یونین) نے دھرم کے معاملے میں غورجانبداری (سیکولرزم) کی نہیتی اپنائی ہے اور سبکو یہ بھروسہ دیا ہے کہ اس دیس کے کسی سمہردائے یا یہاں کے کسی آدمی کے خلاف دھرم کی بنیاد پر کسی طرح کا بھید بھاؤ نہیں برتا جائیگا۔ اور ہر ایک کو وہ سب موقعے اور سوودھائیں دی جائیں گی جو درسروں کو ملی ہوئی ہوں۔ ایسی آدرش کے انوسار میں سب دھرموں کے لئے آدر اور پریم رکھتا ہوں۔

"میں خود اپنی شردھا اور اپنے روز کے عمل میں سناٹلی ہندو ہوں اور عام طور پر سناٹن دھرم کے رواجوں کے مطابق اپنے ایشور کی پوجا پرارتھ کرتا ہوں۔ پھر بھی مجھے وشواس ہے کہ دھرم کو ماننے والا ہر آدمی اپنے ہی دھرم کے انوسار بھگوان کی پوجا کرتے ہوئے اس تک پہنچ سکتا ہے۔ اس طرح میرے دل میں نہ صرف سب دھرموں کے لئے آدر اور انکے پوجا کے ستھانوں کے لئے آدر ہے بلکہ جب کبھی مجھے موقع ملتا ہے، میں اپنا آدر درشالے کے لئے ان میں جانا بھی ہوں۔ جب کبھی موقع ملتا ہے میں درگا اور مسجد میں گرجا اور گرودروارے میں اسی آدر بھاو سے جانا ہوں جس آدر بھاو سے میں اپنے دھرم کے مندروں میں جاتا ہوں۔"

راجندر بابو کے ان صاف صاف فیروں کے بعد سومناٹھ کے معاملے میں کسی شک پر کسی طرح کے شک کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ ظاہر ہے کہ وہ اس راج اور

बेरुधापन और गुप्त रोग दोनों रूप में अब सपना है। सन् 39 में डाक्टरी के विद्यार्थियों को दिखाने के लिये गुप्त रोगों के रोगी तक न मिल सकते थे। यूक्रेन में जरमन क्रूच के दिनों में कुछ स्त्रियाँ जबरदस्ती फिर बेरुध्द बनाई गई थीं। लेकिन हिटलरी फौजों के हटते ही खुद ही यह बेरुधापन अपना मान पहचान गई और फिर वह पेशा छोड़ कर देस की उन्नति में अच्छे नागरिकों की तरह भाग लेने लगीं।

(बाक़ी फिर)

बिता ! तू जीत न मुझको पाए,

(بہارِ نبوی)

چتا تو جہت نہ مجھکو پائی۔

کی جن منورجن کے سٹھانوں پر وہ خاص دھیان رکھتے۔ پشہا کرنے مالیکوں کو مہی ہوتا جاتا ہا۔ انکے سٹھان بند نہی کیے جاتے ہا۔ لہکن یہ آدہرا دیا گیا کی مکھان کے مالیکوں کا پتا لگاوا جاتے اور جب تک مالیکوں کا پتا نہ چلے اور انکو سچا نہ مل جاتے تب تک وہ پھر بند کر دیے جاتے۔ میلہشیا کو اور جناتا کو چہتاہنی دی گئی کی وہ دیشھاؤں دیشان کرنے کی کوئی بات نہ کریں۔ دیشھاؤں کو گرفتار نہوں جا سکتا تھا۔ صرف دلال یا مالک مکھان معمرہوں کے گواہی دینے کے لئے وہ عدالت میں بلانی جاسکتی نہوں۔

اس آندولن میں بھاگ لہنے والے سب لوگوں کو بت تھی کہ وہ ایسی عورتوں کو بالکل اہل برابر سمجھیں کو مظلوم اور بے سہارا جان کر ہمدردی کا ہرناؤ کریں۔ میں نہوت بالکل نہ آئے دیں۔ دہشھاؤں چاہے کچھ کہیں کچھ بھی رخ لہیں لہکن میلہشیا کا کوئی آدمی زبان نہ نکالے اور نہ ان کا اہسان کرے۔ اسروں پر تھی کہ وہ نام اور پتہ بھی ایسی عورتوں کا نوٹ نہوں۔

سرکاری حکم کا یہ حصہ مجرب تھا — گندھی جی اہل سٹھان گڑھوں کو یہ سبق دے سکتے تھے لہکن کسی سے یہ آشا نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ ایسا کرے۔ دوسری سرکار کے مانو پریم نے سرکار سے یہ بھی کروا لیا۔

ایک قانون کے انوسار دیشھاؤں کے استھانوں میں پائے مروتوں کو گرفتار کرنے کی ملامی کو دی گئی۔ لہکن لوگوں کا نام پتہ اور پتہ نوٹ کر لیا جاتا تھا۔ استھانوں اور لہکنیوں کے نوٹس ہوتے ہر ان کے نام اور پتہ موٹے موٹے اکشروں میں لکھ کر لکھتے لکھ جاتا تھا ”استریوں کا جسم خریدنے والے“۔ اس لوک ڈپرہسٹن اثر ہوا۔

پہلے آرٹھک کٹیناڈیوں کو دھر کیا گیا پھر جرم کرنے کو ختم کیا گیا۔ اس کے بعد ہرچار آندولن چلایا لوگ جاکرت بھی ہوگئے تھے۔ لکچر ”دوامے“ سلیمے د سبھی اہمیت دارم ان ہاپوں کے خلاف جت گئے۔

جانب بدلتے کے بعد اب اصل روگ کی طرف دھیان لیا۔ دوا دینے والے استھانوں کے بجائے ٹریڈنگ کھنڈر گئے۔ خراب کہی جانے والی استریاں پہلے ایک جن کے سامنے لائی جاتی تھیں پھر جانچ ہوتال کے ان کو ان کھنڈروں میں داخل کیا جاتا تھا۔ زبردستی کے ساتھ نہیں تھی۔ نہ پواہس کا پھر ہوتا تھا اور کسی طرح کہ تالا بندھی ہوتی تھی۔ پہلے تو استریاں کھنڈروں میں داخل ہوتے سے گھبراتی تھیں، لہکن

ہاںات بدلتنے کے باء جب اسل روج کی طرف دھیان دیا گیا۔ دوا دینے والے اسپتالوں کے بچاؤ ڈرینج کینڈر کھلے گئے۔ کھراہ کھی جانے والی سٹریاں پہلے ایک جن-بھالکت کے سامنے کھی جاتی تھیں، پھر جاکرت کے باء انکو ان کینڈروں میں داخل کیا جاتا ہا۔ کھار-دستی کسی کے ساتھ نہی تھی۔ نہ پولیس کا پھرا ہوتا ہا اور نہ کسی طرح کی تالیا بندی ہوتی تھی، پہلے تو سٹریاں سے سٹریاں دھلے کھنڈر ہونے سے بھراتی تھیں لہکن

मिलेशिया वाले नए कानूनों की रिपट न समझ सके। जहाँ के गोरखधन्ने में फैस कर रह गए। जाखिर सोवियत स्थापनों को इस काम के खास आयदे बनाने पड़े। मिलेशिया का काम सारे ऐसे स्थानों का पता लगाना उधराया गया जहाँ ऐसे काम कराए जाते थे। इस काम से किसी तरह का भी सम्बन्ध रखने वालों को कड़ी सजा देना तय था। ऐसे घरों के मालिकों को आदमा का ब्योपार करने को मजबूर उधराया गया। मिलेशिया को हिदायत की गई

(3) تمام قاتلوں کو دواؤں کی آستیاں صاف لکھیں۔
 کو جو بھی ٹھیک روکوں سے دیکھی تھ مدت ملنے لکھیں۔
 ملےھا والے نئے قانونوں کی اسہولت نہ سمجھ سکے۔
 ہمدردوں کے گورنر دھندے میں پھنس کر رہ گئے۔ آخر
 سوویت نرماناؤں کو اس کام کے خاص قاعدے بنائے ہوئے۔
 ملےھا کا کام سارے ایسے استھانوں کا پتہ لگانا تھیرایا گیا
 جہاں ایسے کام کرانے جاتے تھے۔ اس کام سے کسی طرح کا
 بھی سمجھدہ رکھنے والوں کو کڑی سزا دینا تھ
 ہوا۔ ایسے گھروں کے مالکوں کو آدمی کا بوہار کرنے
 کا بھی تھیرایا گیا۔ ملےھا کو ہدایت کی گئی

کام صرف کامیاب رہا ہے کہ پہلی بار اس کی بار (جس سے سب) کی بھی پاس کرنے کی آواز ہو۔ اس کی کوششوں نے اس مسئلے کو آخر تک لیا یا۔ کوششوں کو انہوں نے سنا یا دھماکا کرنا دیا اور حالانکہ بدلتے ہوئے جس سے آہستہ آہستہ سماج کے انتظامات اور فوج سے خود مختار پارک اپنا سناچار اُٹھا لے جا سکے۔

کار یوں میں دو طرح کے کارڈ سماج ریکارڈ میں تقسیم کیے جاتے تھے۔ ایک سب سے دوسرے پہلے کارڈ سب سے پہلے کارڈ والے ناگاریک مانے جاتے تھے پہلے کارڈ والے نہیں۔ دوسروں کو پہلے کارڈ دیے جاتے تھے ایک مرتبہ جس سے پہلے کارڈ مل جاتا تھا پھر اس کو سب سے پہلے کارڈ نہیں ملتا تھا۔ ایک دفعہ بہت کم پر ساری زندگی کے لئے توبہ پر اسی وقت کے دروازے بند ہو جاتے تھے۔

نئے روس میں پہلے کارڈ کی پرکاش کو مٹا دیا گیا۔ سب آہستہ آہستہ، کچھ کچھ بھی کام کرتی رہی ہوں، روس کا ناگاریک مانا گیا تھا۔ کانون پاس کیے گئے جس کے اندر کوششوں کو مالا، سماجی اور راجکاری کوششوں کی گئی۔ پر اس سے دوسرا ہن کے مسئلے میں کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی۔

سن 21 تک (جس کی گزشتہ اور بد گئی۔ کمیونسٹ नेता چپ نہیں ہوئے۔ سن 23 میں سب سے پہلے کارڈ تیار کیا گیا اور ہر درجے، ہر صنف کا آہستہ آہستہ پتہ چلا گیا اور یہ یقین دلایا گیا کہ ان کے جواب دہ کارڈ والے ہیں۔ جواب دہ کے دیکھنے سے پتہ چلا کہ دوسرے والے اور دوسرے والے کوئی زیادہ فرق نہیں ہے۔ ایک سوال کے جواب میں بہت سی صورتوں نے 'جس میں پہلے اور کٹاوری دونوں شامل تھیں' یہ اثر بھیجا کہ زیادہ تر صورتوں میں انہوں نے پورے کے بجائے دوسرے کارڈوں سے شخصی سمجھ میں بہاگ لیا ہے۔ زیادہ تر صورتوں نے پتہ چلا کہ وہ اس گندے دھبے میں ہرگز نہ رہیں گی۔

سن 25 میں سوویت سرکار نے ایک قانون پاس کیا جس کے अनुसार ناچے لکھے کام کیے گئے—

(1) میٹریشا یا مانی والے ٹکڑے، ڈرےڈ یونیٹ کی سہا یکتا سے ہر طرح کے کام کی روک تھام کرگئی کہ کوئی مزدوری یا نوکری کرنے والی آہستہ آہستہ کام سے نہ ہٹائی جائے یعنی کسی بھی پرستش میں آہستہ آہستہ کوئی کٹاوری لوگوں کو 'گروہ' (حاصل) والی صورتوں کو 'ان صورتوں کو چھوڑ دینا' اور 'نوجوان لوگوں کو جو آہستہ آہستہ کے ساتھ نہ رہیں' کام سے ہرگز الگ نہ کیا جائے۔

سن 21 تک جلسی گروہی اور ہونے لگی۔ کمیونسٹ چپ نہیں ہوئے۔ سن 23 میں سوالوں کا ایک چٹھا تھا کہ 'جو ہر درجے ہر درجے کی صورتوں کے پاس بھیجا گیا اور یہ یقین دلایا گیا کہ ان کے جواب دہ کارڈ والے ہیں۔ جواب دہ کے دیکھنے سے پتہ چلا کہ دوسرے والے اور دوسرے والے کوئی زیادہ فرق نہیں ہے۔ ایک سوال کے جواب میں بہت سی صورتوں نے 'جس میں پہلے اور کٹاوری دونوں شامل تھیں' یہ اثر بھیجا کہ زیادہ تر صورتوں میں انہوں نے پورے کے بجائے دوسرے کارڈوں سے شخصی سمجھ میں بہاگ لیا ہے۔ زیادہ تر صورتوں نے پتہ چلا کہ وہ اس گندے دھبے میں ہرگز نہ رہیں گی۔

سن 25 میں سوویت سرکار نے ایک قانون پاس کیا جس کے अनुसार ناچے لکھے کام کیے گئے—

(1) میٹریشا یا مانی والے ٹکڑے، ڈرےڈ یونیٹ کی سہا یکتا سے ہر طرح کے کام کی روک تھام کرگئی کہ کوئی مزدوری یا نوکری کرنے والی آہستہ آہستہ کام سے نہ ہٹائی جائے یعنی کسی بھی پرستش میں آہستہ آہستہ کوئی کٹاوری لوگوں کو 'گروہ' (حاصل) والی صورتوں کو 'ان صورتوں کو چھوڑ دینا' اور 'نوجوان لوگوں کو جو آہستہ آہستہ کے ساتھ نہ رہیں' کام سے ہرگز الگ نہ کیا جائے۔

سن 21 تک جلسی گروہی اور ہونے لگی۔ کمیونسٹ چپ نہیں ہوئے۔ سن 23 میں سوالوں کا ایک چٹھا تھا کہ 'جو ہر درجے ہر درجے کی صورتوں کے پاس بھیجا گیا اور یہ یقین دلایا گیا کہ ان کے جواب دہ کارڈ والے ہیں۔ جواب دہ کے دیکھنے سے پتہ چلا کہ دوسرے والے اور دوسرے والے کوئی زیادہ فرق نہیں ہے۔ ایک سوال کے جواب میں بہت سی صورتوں نے 'جس میں پہلے اور کٹاوری دونوں شامل تھیں' یہ اثر بھیجا کہ زیادہ تر صورتوں میں انہوں نے پورے کے بجائے دوسرے کارڈوں سے شخصی سمجھ میں بہاگ لیا ہے۔ زیادہ تر صورتوں نے پتہ چلا کہ وہ اس گندے دھبے میں ہرگز نہ رہیں گی۔

سن 25 میں سوویت سرکار نے ایک قانون پاس کیا جس کے अनुसार ناچے لکھے کام کیے گئے—

(1) میٹریشا یا مانی والے ٹکڑے، ڈرےڈ یونیٹ کی سہا یکتا سے ہر طرح کے کام کی روک تھام کرگئی کہ کوئی مزدوری یا نوکری کرنے والی آہستہ آہستہ کام سے نہ ہٹائی جائے یعنی کسی بھی پرستش میں آہستہ آہستہ کوئی کٹاوری لوگوں کو 'گروہ' (حاصل) والی صورتوں کو 'ان صورتوں کو چھوڑ دینا' اور 'نوجوان لوگوں کو جو آہستہ آہستہ کے ساتھ نہ رہیں' کام سے ہرگز الگ نہ کیا جائے۔

असली के आधार पर इनसानी नरक को डालना था। दूसरे मैदानों में उनके कारनामों से इस समय हमें मतलब नहीं है। आइये देखें जिन्मी गड़बड़ी, बेरयापन, पेट गिराना, शराब पाना वगैरह मैदानों में रुस वालों ने क्या किया। 'क्या किया' से ज्यादा हमारे लिये 'कैसे किया' महत्व की चीज है। वह बुराइयाँ हर देस में हैं, हमारे देस में भी हैं। जब तक इनसे छुटकारा न मिलेगा, मानव समाज में सदाचार का स्तर नहीं ऊँचा हो सकता !

सोवियत विज्ञानियों ने तारीख के पन्ने बलट डाले। एलोपैथी की तरह उन्होंने मूट रोग का इलाज करना नहीं शुरू किया बल्कि यूनानी और वैद्यक की तरह पहले रोग की जड़ मालूम करने में लग गए। उन्होंने देखा कि असली समस्या माली और समाजी है और यह कारमूला निकाला कि "पति पत्नी को एक दूसरे के सम्बन्ध में जानकारी और उनके प्रेम में लगातार बढ़ती ही वह नाब है जिस पर असली सदाचारी समाज खड़ा किया जा सकता है।" यह मकसद उन्होंने अपने सामने रक्खा। रास्ते नए नए अस्त्रतियार किये लेकिन मंजिल से कभी नज़र नहीं हटाई।

जब पाकर वह लोग इलाज पर बट गए उनका इलाज बाह्यी रोग अच्छा करने के लिये नहीं था बल्कि उस सिस्टम को अच्छा करने के लिये था जिसने यह रोग पैदा कर दिया था। दूसरे मुल्कों में सिस्टम का इलाज करने के बजाय रोग का इलाज किया जाता है। कभी रोग अच्छा तो हो जाता है लेकिन जब पलटा लेता है तो और भयानक रोग अपने साथ लाता है।

कम्युनिस्ट राज के निर्माता इसी नतीजे पर पहुंचे कि जब तक औरतों को पूरी माली, समाजी और राजकाजी आजादी न हो, वही पुरुष सम्बन्ध केवल प्रेम के आधार पर होगा ही नहीं और जब तक यह बात नहीं होगी तब तक जिन्सी सदाचार भी ऊपर नहीं उठ सकता। दूसरे मुल्कों में ऐसे कानून तो जरूर हैं जिन के अनुसार किसी स्त्री की इच्छा के खिलाफ उसकी शादी करने वाले को सजा मिल सकती है लेकिन ऐसा कोई कानून नहीं है जो परिस्थितियों को इस तरह बदल सके कि वह स्त्रियाँ खुद ही अपनी इच्छा के खिलाफ किसी दूसरे मोह में पड़कर शादी करने पर मजबूर न हों। कानून की किताबों में तो औरतों की माली, समाजी आजादी है लेकिन अमल में मामला उलटा है। बेकारी मजबूर है कि अपनी अन्तरात्मा को खोका दें। स्त्रियों की आजादी का मतलब बहुत से देसों में यही समझा गया कि स्त्रियों को भी पाप करने की आजादी मर्दों के बराबर मिल जाय। इसी नकल में शराब पाना, सिगरेट पीना वगैरह बुरे काम औरतों ने शुरू कर दिये सवात यह नहीं है कि औरतों को भी पाप करने की आजादी अधिक देवी

लों के अन्तर पर इसी तर्ज को डालना था। दूसरे मैदानों में उनके कारनामों से इस समय हमें मतलब नहीं है। आइये देखें जिन्मी गड़बड़ी, बेरयापन, पेट गिराना, शराब पाना वगैरह मैदानों में रुस वालों ने क्या किया। 'क्या किया' से ज्यादा हमारे लिये 'कैसे किया' महत्व की चीज है। वह बुराइयाँ हर देस में हैं, हमारे देस में भी हैं। जब तक इनसे छुटकारा न मिलेगा, मानव समाज में सदाचार का स्तर नहीं ऊँचा हो सकता !

सोवियत विज्ञानियों ने तारीख के पन्ने बलट डाले। एलोपैथी की तरह उन्होंने मूट रोग का इलाज करना नहीं शुरू किया बल्कि यूनानी और वैद्यक की तरह पहले रोग की जड़ मालूम करने में लग गए। उन्होंने देखा कि असली समस्या माली और समाजी है और यह कारमूला निकाला कि "पति पत्नी को एक दूसरे के सम्बन्ध में जानकारी और उनके प्रेम में लगातार बढ़ती ही वह नाब है जिस पर असली सदाचारी समाज खड़ा किया जा सकता है।" यह मकसद उन्होंने अपने सामने रक्खा। रास्ते नए नए अस्त्रतियार किये लेकिन मंजिल से कभी नज़र नहीं हटाई।

जो पाने वह लोग इलाज पर बट गए उनका इलाज बाह्यी रोग अच्छा करने के लिये नहीं था बल्कि उस सिस्टम को अच्छा करने के लिये था जिसने यह रोग पैदा कर दिया था। दूसरे मुल्कों में सिस्टम का इलाज करने के बजाय रोग का इलाज किया जाता है। कभी रोग अच्छा तो हो जाता है लेकिन जब पलटा लेता है तो और भयानक रोग अपने साथ लाता है।

कम्युनिस्ट राज के निर्माता इसी नतीजे पर पहुंचे कि जब तक औरतों को पूरी माली, समाजी और राजकाजी आजादी न हो, वही पुरुष सम्बन्ध केवल प्रेम के आधार पर होगा ही नहीं और जब तक यह बात नहीं होगी तब तक जिन्सी सदाचार भी ऊपर नहीं उठ सकता। दूसरे मुल्कों में ऐसे कानून तो जरूर हैं जिन के अनुसार किसी स्त्री की इच्छा के खिलाफ उसकी शादी करने वाले को सजा मिल सकती है लेकिन ऐसा कोई कानून नहीं है जो परिस्थितियों को इस तरह बदल सके कि वह स्त्रियाँ खुद ही अपनी इच्छा के खिलाफ किसी दूसरे मोह में पड़कर शादी करने पर मजबूर न हों। कानून की किताबों में तो औरतों की माली, समाजी आजादी है लेकिन अमल में मामला उलटा है। बेकारी मजबूर है कि अपनी अन्तरात्मा को खोका दें। स्त्रियों की आजादी का मतलब बहुत से देसों में यही समझा गया कि स्त्रियों को भी पाप करने की आजादी मर्दों के बराबर मिल जाय। इसी नकल में शराब पाना, सिगरेट पीना वगैरह बुरे काम औरतों ने शुरू कर दिये सवात यह नहीं है कि औरतों को भी पाप करने की आजादी अधिक देवी

نے۔ کسی نے کہا روس میں سداچار کو ختم کیا جا رہا ہے۔ کوئی بولا روس میں آمریتیں واشتر کی ملکیت میں دی جائیں گی، کسی نے بانگ دی کہ روسی ہوا کی ہڑتیا آتیا دیں گے اور سرکاری مستعملاؤں کے ذریعے بچے پیدا کرائیں گے۔ ان بچوں کے ماں باپ کا پتہ نشان بھی نہ معلوم ہوگا۔ دیکھ کی بات یہ ہے کہ یہ غلط دھارنا کمونزم کے سراپا اب بھی ملتی جاتی ہے اور خاص کر ان دہائیوں کے ذریعے جو خود گندگی میں پھنسنے ہوئے ہوں۔ لیکن کا نہیں لہکا بہان ان غلط دھارناؤں کا زبردست جواب ہے۔

”بہشک تراس کومانی چاہیے۔ لیکن ایک تندرست آدمی اچھی حالتوں میں کیا پرنا لے لے جاتا ہے اور پانی پیئے گا؟ اور کیا کوئی آدمی اس گلاس سے پانی پئے گا جسکو بہت سے لوگوں نے چھو کر دیا ہے؟ ساجی پہلو ان سب باتوں سے بھی ادھک مہتر کا ہے۔ پانی پینا ایک نجی معاملہ ہے لیکن واسلا کو بچھانے میں دو زندگیوں کا سہولہ ہو جاتا ہے اور ایک تیسری نئی زندگی پیدا ہوتی ہے۔ یہی زندگی واسلا کو ایک ساجی روپ دیتی ہے اور ساج کی طرف اپنے فرض کے پالن کا ادھس دیتی ہے۔ کمونست ہونے کے ناتے ذرہ برابر بھی مہتری ہمدردی ”پانی کا گلاس“ والی دھارنا سے نہیں ہے حالانکہ لوگ اسے ”پریم تر پتی“ کا لہانا نام دیتے ہوں! مہرے لئے واسلا کی یہ آزادی نہ نئی چیز ہے اور نہ کمونست ہے۔ شاید آپ لوگوں کو یاد ہو، پچھلی صدی کے بدھ میں ”دل کی آزادی“ نام سے اس چیز کا پرچار رومانچک ساہتہ میں کیا گیا تھا۔ اس سے آج کے مقابلے میں پرچار زیادہ سمجھ بوجھ سے کیا جاتا تھا“ عمل کے بارے میں میں کوئی قصہ نہیں دے سکتا۔“

”ہلن سے پوچھا گیا کہ جلسی (سول) آزادی کا وردہ کہاں تک کیا جائے گا؟ اس نے جواب دیا— ”میں اپنے وردہ سے ہمیشگی کے کلوار پن کا پرچار نہیں کرنا چاہتا۔ بالکل نہیں۔ کمونزم روکنے پن کے بجائے جہون کا آئندہ زندگی توپ لائے گا اور جلسی معنوں میں تربیت یا آئندہ جہون ان چیزوں کو لائے میں سپاک ہوگا۔ مہرے دھار میں جلسی آزادی پر جو زور آج کل دیا جا رہا ہے وہ نہ تو آئندہ لانا ہے اور نہ زندگی میں توپ پیدا کرنا ہے بلکہ جہون سے آئندہ اور توپ جہون لہتا ہے۔ اس انقلاب کے یک میں یہ بے حد ہری بات ہے۔“

لوگ کچھ بھی کہیں، پر کمونست راج قائم کرنے والوں کے سامنے یہ غلط دھارنا نہیں نہیں تھیں۔ انہیں روسی والوں کے سداچار اٹھارنا تھا۔ انہیں نہ صرف آرٹیکل آدھار پر ایک نیا مانو ساج تیار کرنا تھا بلکہ سائنسی

”بہشک تراس کومانی چاہیے۔ لیکن ایک تندرست آدمی اچھی حالتوں میں کیا پرنا لے لے جاتا ہے اور پانی پیئے گا؟ اور کیا کوئی آدمی اس گلاس سے پانی پئے گا جسکو بہت سے لوگوں نے چھو کر دیا ہے؟ ساجی پہلو ان سب باتوں سے بھی ادھک مہتر کا ہے۔ پانی پینا ایک نجی معاملہ ہے لیکن واسلا کو بچھانے میں دو زندگیوں کا سہولہ ہو جاتا ہے اور ایک تیسری نئی زندگی پیدا ہوتی ہے۔ یہی زندگی واسلا کو ایک ساجی روپ دیتی ہے اور ساج کی طرف اپنے فرض کے پالن کا ادھس دیتی ہے۔ کمونست ہونے کے ناتے ذرہ برابر بھی مہتری ہمدردی ”پانی کا گلاس“ والی دھارنا سے نہیں ہے حالانکہ لوگ اسے ”پریم تر پتی“ کا لہانا نام دیتے ہوں! مہرے لئے واسلا کی یہ آزادی نہ نئی چیز ہے اور نہ کمونست ہے۔ شاید آپ لوگوں کو یاد ہو، پچھلی صدی کے بدھ میں ”دل کی آزادی“ نام سے اس چیز کا پرچار رومانچک ساہتہ میں کیا گیا تھا۔ اس سے آج کے مقابلے میں پرچار زیادہ سمجھ بوجھ سے کیا جاتا تھا“ عمل کے بارے میں میں کوئی قصہ نہیں دے سکتا۔“

”ہلن سے پوچھا گیا کہ جلسی (سول) آزادی کا وردہ کہاں تک کیا جائے گا؟ اس نے جواب دیا— ”میں اپنے وردہ سے ہمیشگی کے کلوار پن کا پرچار نہیں کرنا چاہتا۔ بالکل نہیں۔ کمونزم روکنے پن کے بجائے جہون کا آئندہ زندگی توپ لائے گا اور جلسی معنوں میں تربیت یا آئندہ جہون ان چیزوں کو لائے میں سپاک ہوگا۔ مہرے دھار میں جلسی آزادی پر جو زور آج کل دیا جا رہا ہے وہ نہ تو آئندہ لانا ہے اور نہ زندگی میں توپ پیدا کرنا ہے بلکہ جہون سے آئندہ اور توپ جہون لہتا ہے۔ اس انقلاب کے یک میں یہ بے حد ہری بات ہے۔“

لوگ کچھ بھی کہیں، پر کمونست راج قائم کرنے والوں کے سامنے یہ غلط دھارنا نہیں نہیں تھیں۔ انہیں روسی والوں کے سداچار اٹھارنا تھا۔ انہیں نہ صرف آرٹیکل آدھار پر ایک نیا مانو ساج تیار کرنا تھا بلکہ سائنسی

لوگ کچھ بھی کہیں، پر کمونست راج قائم کرنے والوں کے سامنے یہ غلط دھارنا نہیں نہیں تھیں۔ انہیں روسی والوں کے سداچار اٹھارنا تھا۔ انہیں نہ صرف آرٹیکل آدھار پر ایک نیا مانو ساج تیار کرنا تھا بلکہ سائنسی

روس میں سداचार

(مارکس، لنین، سٹالین)

(1)

سداचार یا سداچار پر ہزاروں من سیواہی اور لاکھوں من کاراج خرب کئے گئے ہیں۔ ترہ ترہ کے بیچارے کئے گئے ہیں۔ سداچار سادہ ہے یا سادہ، راستہ ہے یا ملتے پر بھی بات کے بتانے ہوئے ہیں۔ ہمیں ان مسئلوں میں نہیں ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ آخر جلتا سداچار کن اوتھوں میں استعمال کرتی ہے۔ جلتا کے سامنے شہد کے اوتھ ہیں—چوری، بد معاشی، ایمانی نہ کرنا، سب سے پہلے سادہ میں سماج کے اچھے بندھلوں کا کرنا۔ اسی اوتھ میں ہم اس شہد پر روشنی ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کہاں تک سوویت روس نے یہاں کے لوگوں کے سداچار کو اوپر اٹھایا ہے ؟

سن 17 کے روسی انکلااب کے باء آجیو ہوا چل پڑی۔ انسان ان چیزوں کی قیمت کسے سمجھ سکتا ہے جن پر اسکو سوچنے کا موقعا ہی نہیں ملتا۔ اکتیا-چاروں میں پیسے اور رोजی کے لیے ڈیگا-مراستی کرتے ہوئے آدمی کو اسل میں سوچنے کا کوئی موقعا ہی نہیں ملتا۔ جب ایسا ن اوتھ ہے تو ہر چیز کو اچھے اور ظلم کا سادہ بن کر توڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ روسی انکلااب کے شروع یہ ہونا قدرتی بات تھی۔ کچھ نوجوانوں اور بدھی یوں نے سداچار کو اوتھوں کا چونچلہ کہا شروع کیا۔ مارکس کے نعرے ”تمہارے پاس ہے ہی کہا کھولے سوئے“ اپنی زندگیوں کے ”کا اوتھ ان سچوں نے یہ ”تم کچھ نہیں کھوئے سوئے“ آپے اور سماجی باندھلوں جس طرح یہ لوگ سمجھتے تھے کہ قلم کی ایک مت سے لیٹن سرشلسٹ راج قائم کر دے گا جس میں بھی چیز پاچا نہ ہوگا، اسی طرح ان لوگوں نے طرح کی اور بھی غلط دھارناں بھلا دیں۔ لوگوں تاپا کہ استوری پرش سمجھتے بہت سودا سدا ہے۔ لکنتی ہے کہانا کہالہنا چاہئے، پاس لکے پانی پلنا کے اور واسنا زور کرے تو آہ بھی پوری کر لیتا چاہئے۔ ن باتوں کا کارل مارکس یا کمونزم کے اصولوں کے ساتھ سمجھتے نہیں تھا۔

ان لوگوں کی غلطیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ روس میں ہا بن ہو گیا۔ پہلی صورتوں میں ایک درجہ بدچلتی لگتی۔ روس وریدی حلقوں کو چلی پکار کا موقع تھا۔ قلمی جی ”کھنر“ نے اندیشے سے دہلے ہوئے

روس میں سداچار

(بھائی محبوب دھوبی)

(1)

سن 17 کے روسی انکلااب کے بعد عجیب ہوا چل پڑی۔ ن ان چیزوں کی قیمت کسے سمجھ سکتا ہے جن پر کو سوچنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ اوتھ چاروں میں اور روزی کھلنے دھلنا مشقی کرتے ہوئے آدمی کو اصل سوچنے کا کوئی موقع ہی نہیں ملتا۔ جب ایسا ن اوتھ ہے تو ہر چیز کو اچھے اور ظلم کا سادہ بن کر توڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ روسی انکلااب کے شروع یہ ہونا قدرتی بات تھی۔ کچھ نوجوانوں اور بدھی یوں نے سداچار کو اوتھوں کا چونچلہ کہا شروع کیا۔ مارکس کے نعرے ”تمہارے پاس ہے ہی کہا کھولے سوئے“ اپنی زندگیوں کے ”کا اوتھ ان سچوں نے یہ ”تم کچھ نہیں کھوئے سوئے“ آپے اور سماجی باندھلوں جس طرح یہ لوگ سمجھتے تھے کہ قلم کی ایک مت سے لیٹن سرشلسٹ راج قائم کر دے گا جس میں بھی چیز پاچا نہ ہوگا، اسی طرح ان لوگوں نے طرح کی اور بھی غلط دھارناں بھلا دیں۔ لوگوں تاپا کہ استوری پرش سمجھتے بہت سودا سدا ہے۔ لکنتی ہے کہانا کہالہنا چاہئے، پاس لکے پانی پلنا کے اور واسنا زور کرے تو آہ بھی پوری کر لیتا چاہئے۔ ن باتوں کا کارل مارکس یا کمونزم کے اصولوں کے ساتھ سمجھتے نہیں تھا۔

ان لوگوں کی غلطیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ روس میں ہا بن ہو گیا۔ پہلی صورتوں میں ایک درجہ بدچلتی لگتی۔ روس وریدی حلقوں کو چلی پکار کا موقع تھا۔ قلمی جی ”کھنر“ نے اندیشے سے دہلے ہوئے

سُکریوں کی سنگت میں

(ماہی گوشت)

میرے ایک دوست کے یہاں ایک بڑا ایک سُکری میہمان ٹہرے ہوئے تھے۔ ان کے بارے میں میں نے ایسا سنا تھا کہ چالیس برس تک انہوں نے ایک جنگل میں ایک بوخت کے نیچے رہ کر خاموشی کی سادھنا کی تھی۔ ایک دن اُن پر پردہ کی کرپا ہوئی اور اُن کی اندر کی سکھوں اور انکی دل کی گتھوں سب کھل گئیں۔ اس نے جب کبھی اُن سے کوئی پوچھتا—”صاحب میں! آپ اپنی سادھنا کا منکر تو بتائیے۔“ تو آپ جواب میں فرماتے—”اندر اور باہر سے چپ رہنے کی کوشش کرو۔ جب تم چپ رہنا سیکھ جاؤ گے تو وہ جو ہر جگہ موجود ہے، باہر اور بہتر ہوگی“ بولنا شروع کرے گا۔ اب تو تم سے بولنے کا ایک موقع تک نہیں دیتے۔“

ایک شام میں اُن کی سُکری ساہب سے ملنے گیا آپ کو کچھ دیر پہلے ایک ہندو، ایک مسلمان، ایک پارسی اور ایک عیسائی صاحبان بھی ملے ہوئے تھے۔ صوفی صاحب کی آنکھیں بند تھیں۔ مگر اُن سے جو ملنے آئے تھے انکی آنکھیں کھلی تھیں اور صوفی صاحب کے چہرے پر چمکی ہوئی تھیں۔

ایک شام میں اُن کی سُکری ساہب سے ملنے گیا آپ کو کچھ دیر پہلے ایک ہندو، ایک مسلمان، ایک پارسی اور ایک عیسائی صاحبان بھی ملے ہوئے تھے۔ صوفی صاحب کی آنکھیں بند تھیں۔ مگر اُن سے جو ملنے آئے تھے انکی آنکھیں کھلی تھیں اور صوفی صاحب کے چہرے پر چمکی ہوئی تھیں۔

ایک شام میں اُن کی سُکری ساہب سے ملنے گیا آپ کو کچھ دیر پہلے ایک ہندو، ایک مسلمان، ایک پارسی اور ایک عیسائی صاحبان بھی ملے ہوئے تھے۔ صوفی صاحب کی آنکھیں بند تھیں۔ مگر اُن سے جو ملنے آئے تھے انکی آنکھیں کھلی تھیں اور صوفی صاحب کے چہرے پر چمکی ہوئی تھیں۔

صوفیوں کی سنگت میں

(ماہی گوشت)

میرے ایک دوست کے یہاں ایک بڑا ایک سُکری میہمان ٹہرے ہوئے تھے۔ ان کے بارے میں میں نے ایسا سنا تھا کہ چالیس برس تک انہوں نے ایک جنگل میں ایک بوخت کے نیچے رہ کر خاموشی کی سادھنا کی تھی۔ ایک دن اُن پر پردہ کی کرپا ہوئی اور اُن کی اندر کی سکھوں اور انکی دل کی گتھوں سب کھل گئیں۔ اس نے جب کبھی اُن سے کوئی پوچھتا—”صاحب میں! آپ اپنی سادھنا کا منکر تو بتائیے۔“ تو آپ جواب میں فرماتے—”اندر اور باہر سے چپ رہنے کی کوشش کرو۔ جب تم چپ رہنا سیکھ جاؤ گے تو وہ جو ہر جگہ موجود ہے، باہر اور بہتر ہوگی“ بولنا شروع کرے گا۔ اب تو تم سے بولنے کا ایک موقع تک نہیں دیتے۔“

ایک شام میں اُن کی سُکری ساہب سے ملنے گیا آپ کو کچھ دیر پہلے ایک ہندو، ایک مسلمان، ایک پارسی اور ایک عیسائی صاحبان بھی ملے ہوئے تھے۔ صوفی صاحب کی آنکھیں بند تھیں۔ مگر اُن سے جو ملنے آئے تھے انکی آنکھیں کھلی تھیں اور صوفی صاحب کے چہرے پر چمکی ہوئی تھیں۔

ایک شام میں اُن کی سُکری ساہب سے ملنے گیا آپ کو کچھ دیر پہلے ایک ہندو، ایک مسلمان، ایک پارسی اور ایک عیسائی صاحبان بھی ملے ہوئے تھے۔ صوفی صاحب کی آنکھیں بند تھیں۔ مگر اُن سے جو ملنے آئے تھے انکی آنکھیں کھلی تھیں اور صوفی صاحب کے چہرے پر چمکی ہوئی تھیں۔

ایک شام میں اُن کی سُکری ساہب سے ملنے گیا آپ کو کچھ دیر پہلے ایک ہندو، ایک مسلمان، ایک پارسی اور ایک عیسائی صاحبان بھی ملے ہوئے تھے۔ صوفی صاحب کی آنکھیں بند تھیں۔ مگر اُن سے جو ملنے آئے تھے انکی آنکھیں کھلی تھیں اور صوفی صاحب کے چہرے پر چمکی ہوئی تھیں۔

وہ جس میں ہر انسانیت، اس میں ہر قوم کو قائم کرنا ہے جو سب
 ایک دین دھرموں کی چیز ہے جو سب کی تہ میں ہے
 سب میں برابر موجود ہے اور جو ان سب ایک ایک
 دھرموں کو ایک دوسرے سے ملاتا اور ان کا ناتا جوڑتا ہے
 یا کسی دھرمی کلمہ سب سے اونچے اور اچھے ہوئی جسے
 یہ دین دھرموں کی پہچانی ایکٹا میں اور
 یہ انسانوں کے ایک کتب کلمہ ہونے میں سمجھا
 واس ہو۔

ہم نے اوپر ہندو اور مسلمانوں کی تراس تیر پر
 بات کہی ہے۔ لیکن، ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اور بھی
 لئے دین دھرم ہندوستان میں ہیں، ان سب کے ماننے
 وں کی مدد کی ہمیں ضرورت ہے۔ اور ان سب میں ہم
 سا ہی مہل ملاپ اور پریم چاہتے ہیں، جیسا کہ ہندو
 مسلمانوں میں۔ ہندوستانی کلمہ کا یہی آدرش یہی معیار
 ارے سامنے رکھنا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ اس تک پہنچنے
 لئے ہمیں بہت لمبا راستہ طے کرنا پڑے گا۔ لیکن ہم
 ہی سے اس راستے پر چلنا شروع کر سکتے ہیں۔ اگر ہم
 ک ایک قدم آگے بڑھتے دھرم تو ایک پورا سے دوسرے
 اوپر ہم اپنی منزل کے زیادہ سے زیادہ نزدیک پہنچتے
 آئیں گے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہمارا آدرش
 سارا معیار ہماری آنکھوں سے کسی وقت بھی اوجھل نہ
 لے پائے۔

ہم نے اوپر ہندو اور مسلمانوں کی خاص طور پر بات
 کی ہے۔ لیکن، ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اور بھی
 لئے دین دھرم ہندوستان میں ہیں، ان سب کے ماننے
 وں کی مدد کی ہمیں ضرورت ہے۔ اور ان سب میں ہم
 سا ہی مہل ملاپ اور پریم چاہتے ہیں، جیسا کہ ہندو
 مسلمانوں میں۔ ہندوستانی کلمہ کا یہی آدرش یہی معیار
 ارے سامنے رکھنا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ اس تک پہنچنے
 لئے ہمیں بہت لمبا راستہ طے کرنا پڑے گا۔ لیکن ہم
 ہی سے اس راستے پر چلنا شروع کر سکتے ہیں۔ اگر ہم
 ک ایک قدم آگے بڑھتے دھرم تو ایک پورا سے دوسرے
 اوپر ہم اپنی منزل کے زیادہ سے زیادہ نزدیک پہنچتے
 آئیں گے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہمارا آدرش
 سارا معیار ہماری آنکھوں سے کسی وقت بھی اوجھل نہ
 لے پائے۔

ہندی، اردو، انگریزی میں
 اچھی، سستی اور صاف چھپائی کے لئے
 'نیا ہند پریس'
 کو لکھیے۔

باہر کا کام پوری جیمنہاری کے ساتھ کیا
 جاتا ہے۔

مینیجر، نیا ہند پریس
 145، سڈہیج
 لکھنؤ۔

ہندی، اردو، انگریزی میں

اچھی، سستی اور صاف چھپائی کے لئے

'نیا ہند پریس'

کو لکھئے۔

باہر کا کام پوری جیمنہاری کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

مینیجر، 'نیا ہند پریس'

145، سڈہیج
 لکھنؤ۔

کی چیزیں، جائیدادیں، منسلکات، دین و دھرم، اور تہذیب،
 آوارہ بیچاروں اور اہلکدہ لوگوں کی ملا کر
 انہیں ایک جگہ، ایک مقام پر اور ایک
 اور ہر ایک کو اپنی اپنی جگہ، اپنے اپنے وقت
 پر اور اپنی اپنی طرح سے کام کرنے، کھانے پینے
 اور دوسروں کے لیے उपयोगی مفید ثابت ہونے کا
 سوا ہے۔

اب میں ساری بات کو دو حصوں میں دوہراتا ہوں۔
 ہر سہولت، ہر کھانا میں تین باتیں ہوتی ہیں۔ (ا)
 ہر ایک میں ج्ञان کا، سائنس کا، پیداوار کا، ایک
 منہ ہوتا ہے جس میں کچھ دوسری چیزیں ہوتی
 ہیں اور کچھ چیزیں سب میں ایک ہی ہوتی ہیں۔
 کھانے کے اس طرح کے ہندوستان میں جو اور چھتیس
 دھرم کے بے شمار ظہور اور رنگ و روپوں میں سے کچھ
 دکھائی دے جاتے ہیں، (ب) ہر کھانے کو اپنے ایک
 کام پورے کرنے ہوتے ہیں۔ ہر ایک کے ایک ایک
 ہنر، معیار، ایک ایک آواز، ایک ایک آواز، ایک ایک
 ایک ایک ہنر اور دھندلے، ایک ایک آواز اور کلا، کھانے
 کے ہندوستان، شہر، پوجا کے طریقے اور دین و دھرم ہوتے
 ہیں۔ (ج) ہر کھانے کے دھن و بھن کے اپنے طریقے ہوتے
 ہیں۔ راج کالج کے اپنے ڈھنگ، چال چلن، بیوپار تجارت،
 سرے دیسوں میں جا کر بسنا، دوسرے دیسوں کو جیتنا
 اپنے اپنے کاروباری تہذیب ہوتے ہیں۔ جس کھانے میں
 تینوں باتیں جتنی اچھی اور اونچی ہوں گی اتنی ہی
 کھانے اونچی اور مہان ہوگی۔ کسی بھی کھانے میں
 ان کا خزانہ جتنا زیادہ ہوگا، اُس میں جتنی طرح
 کی چیزیں ہوں گی وہ سب چیزیں جتنی سوچ سمجھ کر
 شہری اور سمجھ کے ساتھ جمع کی گئی ہوں گی اور لوگوں
 آدھی معیار، ان کے شوق، انکی آواز، انکی جذبات
 کے اونچے، جتنے سندر، جتنے پاک ہونگے اور سبکی
 لائی کے خیال سے بہرے ہوئے ہونگے، اور لوگوں کے دھن
 کے طریقے جتنے ستھرے ہونگے، ان کے کاروبار اور بیوپار
 کے پھلے ہوئے اور دنیا بہرے کے سب آدمیوں کی پہلائی
 کے والے ہونگے، اتنی ہی وہ کھانے، وہ سمجھتا ہوں، مہان
 لہجہ، سندر اور دیر تک ٹکے والی ہوگی۔ سب سے
 لہجہ، سب سے سندر اور سب سے اچھی تہذیب وہ ہوگی
 جس نے اس بات کو سمجھ لیا ہو اور اس پر عمل کرنا
 رواج کر دیا ہو کہ دنیا کے سب آدمیوں کی مالی اور
 ج کاپی یعنی سیاسی جھگڑوں کا صرف ایک ہی علاج
 ہے اور وہ یہ ہے کہ سارے انسانی سماج کو، دنیا کے سب
 لوگوں کو ایک سائنسی نظام، ایک ریگولر سائنس
 میں لایا جائے۔ سب سائنسدانوں کو فرقہ وارانہ جھگڑوں کا
 ہی آئینہ میں بس ایک ہی علاج ہے اور وہ

چھوڑیں، جانیں، نسلیں، دین و دھرم، اور تہذیب
 اور بیچاروں اور اہلکدہ لوگوں کی ملا کر
 انہیں ایک جگہ، ایک مقام پر اور ایک
 اور ہر ایک کو اپنی اپنی جگہ، اپنے اپنے وقت
 پر اور اپنی اپنی طرح سے کام کرنے، کھانے پینے
 اور دوسروں کے لیے उपयोगی مفید ثابت ہونے کا
 سوا ہے۔

اب میں ساری بات کو دو حصوں میں دوہراتا ہوں۔
 ہر سہولت، ہر کھانا میں تین باتیں ہوتی ہیں۔ (ا)
 ہر ایک میں ج्ञان کا، سائنس کا، پیداوار کا، ایک
 منہ ہوتا ہے جس میں کچھ دوسری چیزیں ہوتی ہیں اور کچھ چیزیں سب میں ایک ہی ہوتی ہیں۔
 کھانے کے اس طرح کے ہندوستان میں جو اور چھتیس
 دھرم کے بے شمار ظہور اور رنگ و روپوں میں سے کچھ
 دکھائی دے جاتے ہیں، (ب) ہر کھانے کو اپنے ایک
 کام پورے کرنے ہوتے ہیں۔ ہر ایک کے ایک ایک
 ہنر، معیار، ایک ایک آواز، ایک ایک آواز، ایک ایک
 ایک ایک ہنر اور دھندلے، ایک ایک آواز اور کلا، کھانے
 کے ہندوستان، شہر، پوجا کے طریقے اور دین و دھرم ہوتے
 ہیں۔ (ج) ہر کھانے کے دھن و بھن کے اپنے طریقے ہوتے
 ہیں۔ راج کالج کے اپنے ڈھنگ، چال چلن، بیوپار تجارت،
 سرے دیسوں میں جا کر بسنا، دوسرے دیسوں کو جیتنا
 اپنے اپنے کاروباری تہذیب ہوتے ہیں۔ جس کھانے میں
 تینوں باتیں جتنی اچھی اور اونچی ہوں گی اتنی ہی
 کھانے اونچی اور مہان ہوگی۔ کسی بھی کھانے میں
 ان کا خزانہ جتنا زیادہ ہوگا، اُس میں جتنی طرح
 کی چیزیں ہوں گی وہ سب چیزیں جتنی سوچ سمجھ کر
 شہری اور سمجھ کے ساتھ جمع کی گئی ہوں گی اور لوگوں
 آدھی معیار، ان کے شوق، انکی آواز، انکی جذبات
 کے اونچے، جتنے سندر، جتنے پاک ہونگے اور سبکی
 لائی کے خیال سے بہرے ہوئے ہونگے، اور لوگوں کے دھن
 کے طریقے جتنے ستھرے ہونگے، ان کے کاروبار اور بیوپار
 کے پھلے ہوئے اور دنیا بہرے کے سب آدمیوں کی پہلائی
 کے والے ہونگے، اتنی ہی وہ کھانے، وہ سمجھتا ہوں، مہان
 لہجہ، سندر اور دیر تک ٹکے والی ہوگی۔ سب سے
 لہجہ، سب سے سندر اور سب سے اچھی تہذیب وہ ہوگی
 جس نے اس بات کو سمجھ لیا ہو اور اس پر عمل کرنا
 رواج کر دیا ہو کہ دنیا کے سب آدمیوں کی مالی اور
 ج کاپی یعنی سیاسی جھگڑوں کا صرف ایک ہی علاج
 ہے اور وہ یہ ہے کہ سارے انسانی سماج کو، دنیا کے سب
 لوگوں کو ایک سائنسی نظام، ایک ریگولر سائنس
 میں لایا جائے۔ سب سائنسدانوں کو فرقہ وارانہ جھگڑوں کا
 ہی آئینہ میں بس ایک ہی علاج ہے اور وہ

ہلالہاٹک سداچار، تیر تریکے، آٹ کلا، بڑےل جینگی
 اور سماجی جیون، روجے برت، داہتے جیونار، مہلے تماہ،
 تہوہار اور چہتہاں، سوگ کے دن اور خوشی کے دن ان
 سب کے بارے میں لوگوں کے اندر ایک ہی اُملنگوں اور ایک
 سے آدھیں معہار پھدا کئے جاتیں۔ ان اُملنگوں کے بوہانے اور
 مضبوط کرنے کے لئے اور لوگوں کو ان مہل ملاپ کی چہڑوں
 کا حق دلانے کھلئے، ان مہل ان چہڑوں کی تھہک تھہک
 جاتکاری پھدا کرنی اور پھلانی ہوئی۔ ہندوؤں اور مسلمانوں
 کے ایسے گروہ، جن مہل ایک دوسرے سے پوری ہمدردی
 پھدا ہوگئی ہے، جو ایک دوسرے کے یکے درست مہل اور
 جو ایک دوسرے کو سمجھتے مہل، ایسے مہل، تماہوں اور
 تہوہاروں کے موقعوں پر جلسے کرکے، جلوس نکال کر اور طرح
 طرح سے جلتا کے سامنے مثال قائم کریں۔ جتلیے آندولن،
 جتلی تصدیکہں، ستوہ، اہنسا، انصاف، پرہیزگاری، پاک
 نہکی، سمجھداری، ہمت، دھورج، صبر اور اسی طرح ان کی
 اچھی اچھی چہڑوں کو پھلانے کھلئے چلائی جاتی مہل
 جلمہں سب دھرم مذہبوں کے لوگ اور سب طور طریقوں
 کے ماننے والے ماننے اور پسند کرتے مہل، ایسے ہی پاک
 چہڑیں کھانا، پاک چہڑیں پھنا، نشہ کی سب چہڑوں سے
 پرہیز کرنا، اس طرح کی سب کوششوں ہمارے اس کام
 میں بہت مدد دیں گی۔

3—ہمارے کام دو حصے اوپر بیان کیے جا چکے
 ہیں۔ ہندوستانی کلچر کا تیسرا اور آخری حصہ یہ ہے کہ
 یہ ہے کہ اس طرح کے دھندوں، دست کاریوں، جیوہاروں اور
 تہوہاروں کو جاری کیا جائے اور بڑایا جائے جن میں
 ہندو اور مسلمان دونوں حصے لیں اور دونوں ملکر کام کریں۔
 رچنامک یا تعمیری کام کی جتلی کوششوں ہو رہی مہل
 جیسے ماں اور بچے کے بچاؤ اور بھلائی کے طریقے، گاؤں
 کی حالت کو سدھارنا، کھریلو دھندے، کھیتی کے کام کو
 ترقی دینا اور اُس کی پھداوار کو بھانا، جنگلوں کی
 حفاظت، گاؤں اور شہروں کی صفائی، بیماروں کے علاج کے
 لئے جو طرح طرح کے طریقے چل پڑے مہل ان سب کو مل
 کر ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش، جانوروں کی نسل کو
 سدھارنا اور بھانا، یہ سب چہڑیں ہمارے ہندوستانی کلچر
 کو ہر طرح سے مدد دیں گی اور اُس کلچر کے اس دوسرے
 حصے کو پورا کریں گی۔ لیکن شرط اتنی ہی ہے کہ ہندو
 اور مسلمان دونوں ملکر اس مہل حصے لیں اور ہر کام
 میں دونوں کا مہل بھٹتا چلا جائے۔ ہمارے سوسائٹی کو
 اپنی پوری طاقت سے اس مہل جمل کے بوہانے میں ہر
 طرح کی مدد کرنی چاہئے۔

چوہے سے میں نے ہندوستانی کلچر کا تیسرا اور آخری حصہ یہ
 بیان کیا ہے کہ یہ سب طرح کے لوگوں، سب طرح

اخلاق، سداچار، طور طریقے، آٹ کلا، کھریلو زندگی اور
 سماجی جیون، روجے برت، دھوتیں، جیونار، مہلے تماہ،
 تہوہار اور چہتہاں، سوگ کے دن اور خوشی کے دن ان
 سب کے بارے میں لوگوں کے اندر ایک ہی اُملنگوں اور ایک
 سے آدھیں معہار پھدا کئے جاتیں۔ ان اُملنگوں کے بوہانے اور
 مضبوط کرنے کے لئے اور لوگوں کو ان مہل ملاپ کی چہڑوں
 کا حق دلانے کھلئے، ان مہل ان چہڑوں کی تھہک تھہک
 جاتکاری پھدا کرنی اور پھلانی ہوئی۔ ہندوؤں اور مسلمانوں
 کے ایسے گروہ، جن مہل ایک دوسرے سے پوری ہمدردی
 پھدا ہوگئی ہے، جو ایک دوسرے کے یکے درست مہل اور
 جو ایک دوسرے کو سمجھتے مہل، ایسے مہل، تماہوں اور
 تہوہاروں کے موقعوں پر جلسے کرکے، جلوس نکال کر اور طرح
 طرح سے جلتا کے سامنے مثال قائم کریں۔ جتلیے آندولن،
 جتلی تصدیکہں، ستوہ، اہنسا، انصاف، پرہیزگاری، پاک
 نہکی، سمجھداری، ہمت، دھورج، صبر اور اسی طرح ان کی
 اچھی اچھی چہڑوں کو پھلانے کھلئے چلائی جاتی مہل
 جلمہں سب دھرم مذہبوں کے لوگ اور سب طور طریقوں
 کے ماننے والے ماننے اور پسند کرتے مہل، ایسے ہی پاک
 چہڑیں کھانا، پاک چہڑیں پھنا، نشہ کی سب چہڑوں سے
 پرہیز کرنا، اس طرح کی سب کوششوں ہمارے اس کام
 میں بہت مدد دیں گی۔

3 — ہمارے کام کے دو حصے اوپر بیان کئے جا چکے
 ہیں۔ ہندوستانی کلچر کا تیسرا اور آخری حصہ یہ ہے کہ
 اس طرح کے دھندوں، دست کاریوں، جیوہاروں اور
 تہوہاروں کو جاری کیا جائے اور بڑایا جائے جن میں
 مسلمان دونوں حصے لیں اور دونوں ملکر کام کریں۔
 رچنامک یا تعمیری کام کی جتلی کوششوں ہو رہی مہل
 جیسے ماں اور بچے کے بچاؤ اور بھلائی کے طریقے، گاؤں
 کی حالت کو سدھارنا، کھریلو دھندے، کھیتی کے کام کو
 ترقی دینا اور اُس کی پھداوار کو بھانا، جنگلوں کی
 حفاظت، گاؤں اور شہروں کی صفائی، بیماروں کے علاج کے
 لئے جو طرح طرح کے طریقے چل پڑے مہل ان سب کو مل
 کر ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش، جانوروں کی نسل کو
 سدھارنا اور بھانا، یہ سب چہڑیں ہمارے ہندوستانی کلچر
 کو ہر طرح سے مدد دیں گی اور اُس کلچر کے اس دوسرے
 حصے کو پورا کریں گی۔ لیکن شرط اتنی ہی ہے کہ ہندو
 اور مسلمان دونوں ملکر اس مہل حصے لیں اور ہر کام
 میں دونوں کا مہل بھٹتا چلا جائے۔ ہمارے سوسائٹی کو
 اپنی پوری طاقت سے اس مہل جمل کے بوہانے میں ہر
 طرح کی مدد کرنی چاہئے۔

تہوہارے سے میں نے ہندوستانی کلچر کا تیسرا اور آخری حصہ یہ
 بیان کیا ہے کہ یہ سب طرح کے لوگوں، سب طرح

موضوع کا تیار کرے، یہاں ہی سب سے پہلے سے اور یہاں ہی
جڑے سے سب سے پہلے سے سب سے پہلے سے۔

(ب) ہندی اور اردو کے لکھنے والوں کو اس بات
کے لیے راہی کرنا چاہیے کہ ان میں سے ہر ایک سندھ
اور فارسی کے درمیان میں سب سے پہلے سے
راجنیتی، سیاست، سماجیات، تہذیب، اخلاقی
کام کی طرح یاد کرے اور اپنے لکھنے والوں کو
میں ہر ایک کے دونوں کے ساتھ ساتھ کام میں لائے۔
اس طرح ان کے ہاتھ والے بھی بہت جلدی ان سب
چیزوں کو جان جائیں گے۔ یہ بھی کوشش کرنی چاہئے
کہ اردو کے لکھنے والے اضافت کا اور ہندی کے لکھنے والے
معاملوں کا بہت ہی کم استعمال کریں۔

(ج) دس برس میں ان کے لیے جو ایک
کام سے ہمہ تن رہتے ہیں ان سے مدد لی جاوے
اور ہندی اور اردو کے روزانہ، ہفتہ وار اور ماہوار رسالوں
پتروں میں اس طرح کے اچھے اچھے لکھ چھوڑے جائیں
جو لوگوں کو اچھے بھی لگیں اور جن سے انہیں ان چیزوں
کی جانکاری بھی ہو۔

(د) اس طرح کی چلی ہوئی چھوٹی
چھوٹی کتابیں نکالی جائیں جن میں ہر کتاب کے
اندروں اور اندروں کے درمیان میں ایک
وہی زبان اور وہی لکھا ہو۔ ناگری اور اردو دونوں ایک
دوسرے کے آگے سامنے کے ہوں۔ انگریزی اور
فارسی دونوں کی زبانوں میں بہت سی اس طرح کی کتابیں
نکل چکی ہیں جن میں لوگ عام طور پر پسند کرتے ہیں۔
ان میں سے اچھے سے اچھے کتابیں کے تھلک پر ہمارے
کتابیں بھی نکل سکتی ہیں۔ ان کتابوں میں جتنی
طرح کی جانکاری دی جا سکے دی جائے۔ خاص طور
پر ہندوؤں اور مسلمانوں کا اتہاس دینا چاہئے اور تھوڑا
سا انسانی قوم مانو جانی کا اتہاس بھی دینا چاہئے۔
ان کتابوں میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے دونوں طرح کے
تھلک دیکھ دو اور اعتقاد و شواہد بھی ہیں ایک وہ
جو ضروری سمجھے جاتے ہیں اور دوسرے وہ جو اتنے ضروری
نہیں سمجھے جاتے۔ ان کتابوں میں ایسی کتابیں بھی
ہونی چاہئیں جن میں مرقے طور پر لوگوں کو یہ بتایا
جائے کہ روزی کمانے کے خاص خاص طریقے کون سے ہیں
اور ہر آدمی اپنے لئے چھوٹا روزگار کا تھلک فیصلہ کیسے
کرنے چاہئے۔

اس طرح ہم اپنے دیہاتوں کے لوگوں میں اچھے اور
مستحق تیار کر سکیں گے جن میں اچھے اور آپ بولی کا
تھلک کا ہتھکڑا ہوگا۔ یہ ہمارے ہندوستانی کلچر کے کام
کا ایک تھلک حصہ ہوگا۔

2۔ ہمارے کام کا دوسرا حصہ یہ ہے — ہندوستانی

ملک کا ہر فرد کو ایک ہی ملک کا ایک ہی
حصہ میں سب جگہ ساتھ ساتھ لکھ کر دیں۔

(ب) ہندی اور اردو کے لکھنے والوں کو اس
بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ ان میں سے ہر ایک
سندھ اور فارسی کے درمیان میں سب سے پہلے سے
راجنیتی، سیاست، سماجیات، تہذیب، اخلاقی
کام کی طرح یاد کرے اور اپنے لکھنے والوں کو
میں ہر ایک کے دونوں کے ساتھ ساتھ کام میں لائے۔
اس طرح ان کے ہاتھ والے بھی بہت جلدی ان سب
چیزوں کو جان جائیں گے۔ یہ بھی کوشش کرنی چاہئے
کہ اردو کے لکھنے والے اضافت کا اور ہندی کے لکھنے والے
معاملوں کا بہت ہی کم استعمال کریں۔

(ج) دس برس میں ان کے لیے جو ایک
کام سے ہمہ تن رہتے ہیں ان سے مدد لی جاوے
اور ہندی اور اردو کے روزانہ، ہفتہ وار اور ماہوار رسالوں
پتروں میں اس طرح کے اچھے اچھے لکھ چھوڑے جائیں
جو لوگوں کو اچھے بھی لگیں اور جن سے انہیں ان چیزوں
کی جانکاری بھی ہو۔

(د) اس طرح کی چلی ہوئی چھوٹی
چھوٹی کتابیں نکالی جائیں جن میں ہر کتاب کے
اندروں اور اندروں کے درمیان میں ایک
وہی زبان اور وہی لکھا ہو۔ ناگری اور اردو دونوں ایک
دوسرے کے آگے سامنے کے ہوں۔ انگریزی اور
فارسی دونوں کی زبانوں میں بہت سی اس طرح کی کتابیں
نکل چکی ہیں جن میں لوگ عام طور پر پسند کرتے ہیں۔
ان میں سے اچھے سے اچھے کتابیں کے تھلک پر ہمارے
کتابیں بھی نکل سکتی ہیں۔ ان کتابوں میں جتنی
طرح کی جانکاری دی جا سکے دی جائے۔ خاص طور
پر ہندوؤں اور مسلمانوں کا اتہاس دینا چاہئے اور تھوڑا
سا انسانی قوم مانو جانی کا اتہاس بھی دینا چاہئے۔
ان کتابوں میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے دونوں طرح کے
تھلک دیکھ دو اور اعتقاد و شواہد بھی ہیں ایک وہ
جو ضروری سمجھے جاتے ہیں اور دوسرے وہ جو اتنے ضروری
نہیں سمجھے جاتے۔ ان کتابوں میں ایسی کتابیں بھی
ہونی چاہئیں جن میں مرقے طور پر لوگوں کو یہ بتایا
جائے کہ روزی کمانے کے خاص خاص طریقے کون سے ہیں
اور ہر آدمی اپنے لئے چھوٹا روزگار کا تھلک فیصلہ کیسے
کرنے چاہئے۔

اس طرح ہم اپنے دیہاتوں کے لوگوں میں اچھے اور
مستحق تیار کر سکیں گے جن میں اچھے اور آپ بولی کا
تھلک کا ہتھکڑا ہوگا۔ یہ ہمارے ہندوستانی کلچر کے کام
کا ایک تھلک حصہ ہوگا۔

2۔ ہمارے کام کا دوسرا حصہ یہ ہے — ہندوستانی

بڑے بڑے دوسرے ملکوں میں اپنی بستیوں بسانا، آج کرنا، ایک راجا کا راج، امیروں کا راج، عام لوگوں کا راج بنانا۔

اب کلاچر اور سivilization یا سivilization اور سبھتا دو چیزیں ہیں اور ہر ایک کے تین تین پہلو، جتنے سبھتا جواہر ہم نے اوپر لکھے ہیں اور جتنے سوال جواب اس طرح کے اور لکھے جاسکتے ہیں وہ سب ان ہی میں یا ان ہی چیز میں آجاتے ہیں۔ ان سے ہمیں پتہ چل جاتا ہے کہ اصلی کلاچر یا اصلی سبھتا کیا چیز ہے۔ اصلی کلاچر آدمی کے اندر کی نیکی اور برائی ہے اور اصلی سivilization یا سبھتا اندر کی نیکی کا باہری پہلو ہے۔

جتنی بڑھیا کوئی کلاچر ہوگی اتنے ہی اچھے گھرانے، اچھی خواہشیں اور اچھے کاموں سے مری ہوئی ہوگی جو اس کلاچر کا جسم اور اس کا رنگ روپ ہے۔ اسی طرح باہر کی سبھتا کا اثر اندر کی کلاچر پر پڑتا ہے اور دونوں کا مل کر ایک اچھا سنگرد دائرہ یا چکر بن جائے گا جو آدمی کو نیکی کی طرف لے جائے گا۔

مجھے یاد ہے کہ میری ان باتوں میں شہدوں کا آدھار دکھائی دے گا، لیکن اگر ان میں کچھ بھی سچھائی ہے تو مجھے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری چھوٹی سی سوسائٹی ایک بہت بڑا لیکن بہت ہی کمزور کام ہاتھ میں لے رہی ہے۔ یہ سوسائٹی ایک ہندوستانی کلاچر اور ہندوستانی سivilization کا بیج بن رہی ہے، انکی نندہ سی پودہ کی روپ رہی ہے۔ ہماری یہ ہندوستانی کلاچر اور ہندوستانی سبھتا سب سے پہلے ہندوستان کی پرانی کلاچر اور عرب ایران کی کلاچر، یا دوسرے شہدوں میں ہندو کلاچر اور مسلم کلاچر، ان دونوں کے اچھے سے اچھے اور ضروری پہلوؤں کو ملانے کی کوشش کرے گی۔ اس بیج میں انکے بیوتھیں اور یہ پودہ پھولے پھلے اس کوئلے میں اچے کام کے تھیں حصے کرنے میں لے۔

اس بیج میں انکے پھولے اور یہ پودہ پھولے کالے اس کے لیے ہمیں اپنے کام کے تین حصے کرنے ہوں گے۔

1—سب سے پہلے عام لوگوں کو ایک ساکھان کا بھلاکار دینے کیلئے۔۔۔

(الف) کچھ نوجوانوں کو اس طرح تیار کرنا چاہئے کہ وہ ایک ہندو اور ایک مسلمان، دو دو مل کر ساتھ ساتھ کام کریں۔ دونوں میں سے ہر ایک سبھتا میں جاننا ہو اور فارسی بھی اور اگر ہو سکے تو تھوڑی سی عربی بھی۔ ان لوگوں کو خاص طور پر روحانیت اور تصوف کی اچھی سے اچھی کتابیں پڑھانی چاہئیں۔ اور دونوں دھرموں کی کتابوں کے خاص خاص اور اچھے حصے پڑھانے چاہئیں۔ یہ ساتھ ساتھ

اب کلاچر اور سivilization یا سivilization اور سبھتا دو چیزیں ہیں اور ہر ایک کے تین تین پہلو، جتنے سبھتا جواہر ہم نے اوپر لکھے ہیں اور جتنے سوال جواب اس طرح کے اور لکھے جاسکتے ہیں وہ سب ان ہی میں یا ان ہی چیز میں آجاتے ہیں۔ ان سے ہمیں پتہ چل جاتا ہے کہ اصلی کلاچر یا اصلی سبھتا کیا چیز ہے۔ اصلی کلاچر آدمی کے اندر کی نیکی اور برائی ہے اور اصلی سivilization یا سبھتا اندر کی نیکی کا باہری پہلو ہے۔

جتنی بڑھیا کوئی کلاچر ہوگی اتنے ہی اچھے گھرانے، اچھی خواہشیں اور اچھے کاموں سے مری ہوئی ہوگی جو اس کلاچر کا جسم اور اس کا رنگ روپ ہے۔ اسی طرح باہر کی سبھتا کا اثر اندر کی کلاچر پر پڑتا ہے اور دونوں کا مل کر ایک اچھا سنگرد دائرہ یا چکر بن جائے گا جو آدمی کو نیکی کی طرف لے جائے گا۔

مجھے یاد ہے کہ میری ان باتوں میں شہدوں کا آدھار دکھائی دے گا، لیکن اگر ان میں کچھ بھی سچھائی ہے تو مجھے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری چھوٹی سی سوسائٹی ایک بہت بڑا لیکن بہت ہی کمزور کام ہاتھ میں لے رہی ہے۔ یہ سوسائٹی ایک ہندوستانی کلاچر اور ہندوستانی سivilization کا بیج بن رہی ہے، انکی نندہ سی پودہ کی روپ رہی ہے۔ ہماری یہ ہندوستانی کلاچر اور ہندوستانی سبھتا سب سے پہلے ہندوستان کی پرانی کلاچر اور عرب ایران کی کلاچر، یا دوسرے شہدوں میں ہندو کلاچر اور مسلم کلاچر، ان دونوں کے اچھے سے اچھے اور ضروری پہلوؤں کو ملانے کی کوشش کرے گی۔ اس بیج میں انکے بیوتھیں اور یہ پودہ پھولے پھلے اس کوئلے میں اچے کام کے تھیں حصے کرنے میں لے۔

1—سب سے پہلے عام لوگوں کو ایک ساکھان کا بھلاکار دینے کیلئے۔۔۔

(الف) کچھ نوجوانوں کو اس طرح تیار کرنا چاہئے کہ وہ ایک ہندو اور ایک مسلمان، دو دو مل کر ساتھ ساتھ کام کریں۔ دونوں میں سے ہر ایک سبھتا میں جاننا ہو اور فارسی بھی اور اگر ہو سکے تو تھوڑی سی عربی بھی۔ ان لوگوں کو خاص طور پر روحانیت اور تصوف کی اچھی سے اچھی کتابیں پڑھانی چاہئیں۔ اور دونوں دھرموں کی کتابوں کے خاص خاص اور اچھے حصے پڑھانے چاہئیں۔ یہ ساتھ ساتھ

(الف) کچھ نوجوانوں کو اس طرح تیار کرنا چاہئے کہ وہ ایک ہندو اور ایک مسلمان، دو دو مل کر ساتھ ساتھ کام کریں۔ دونوں میں سے ہر ایک سبھتا میں جاننا ہو اور فارسی بھی اور اگر ہو سکے تو تھوڑی سی عربی بھی۔ ان لوگوں کو خاص طور پر روحانیت اور تصوف کی اچھی سے اچھی کتابیں پڑھانی چاہئیں۔ اور دونوں دھرموں کی کتابوں کے خاص خاص اور اچھے حصے پڑھانے چاہئیں۔ یہ ساتھ ساتھ

ہیاء کے لیے۔ آدمی کا دماغ اچھا اور مضبوط ہو، کھرکڑا اچھا اور مضبوط ہو اور جسم اچھا اور مضبوط ہو تو ان ہی باتوں سے اچھی اور مضبوط کلچر بنے۔ دماغ کے اچھے پن کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو بہت سی اور کام کی چیزیں معلوم ہوں، یعنی اُس نے پاس گھان کا اچھا بھندار ہو، اور وہ برائی اور بھلائی میں نفع اور نقصان میں فرق کر سکے اور پہچان سکے کہ کس چیز میں اُس کا سچا نفع ہے اور کس میں نقصان۔ دماغ کے مضبوط ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی سب طرح کی چیزوں کو جلدی سے سمجھ سکے، اُس کی یادداشت اچھی اور پکی ہو اور وہ چیزوں کا ٹھوک ٹھوک فیصلہ کر سکے۔ کھرکڑا یا چرتر کی مضبوطی کا مطلب یہ ہے کہ آدمی میں اتنی ہمت ہو کہ وہ جن چیزوں کو کرنا چاہے انہیں کرے اور جن سے بچنا چاہے اُن سے بچ سکے۔ کھرکڑا کے اچھے پن کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنی طبیعت کو اور اپنے ہاتھ پیروں کو نہک کاموں کی طرف لگائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خودی یعنی اپنے نجی سکھ کی اچھا دہی دے اور سب کے بہلے کی اچھا کام کرے۔ جسم کے اچھے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ پیر اور سب انگ سدول ہوں اور صورت شکل پہاڑی لگے۔ جسم کی مضبوطی کا مطلب یہ ہے کہ بدن میں جان ہو، بل بوتہ ہو، سختی ہو، کڑائی ہو، برداشت کی طاقت ہو، رگ پتھ مضبوط ہوں، من میں دھڑچ ہو اور آدمی سب کام تیزی سے اور بدلا لڑکھوائے کر سکے۔ جس آدمی کا جسم، جس کا کھرکڑا اور جس کا دماغ تھلے اس طرح کے ہوں، وہی پوری طرح اور ٹھیک ٹھیک 'کلچر' سمجھا جاسکتا ہے۔ اسی طرح انہیں میں جتنی بڑی بڑی سہیتائیں تھیں، تھیں وہی ہوں — جیسے ہیتی ہوئی سہیتاؤں میں مصری، آشوری (اسوری)، بابلی، یونانی، رومن، مہکسن اور یورورین اور زندہ سہیتاؤں میں چھلی، ہلدستانی، یہودی، ایرانی، عرب اور آجکل کی۔ یورپین — ان سب سہیتاؤں کے تین خاص پہلو ہوں — (1) اُن کا تعلیم کا ایک خاص ڈھنگ اور گھان، سائنس اور فلسفے کا اپنا بھندار؛ (2) ہر ایک کا ایک خاص دین، دھرم، سداچار، اخلاق اور دھن میں کا ایک خاص طریقہ، گھریلو زندگی اور سماجی زندگی کا ایک خاص ڈھنگ اور ان کے ساتھ ہی ساتھ اُن سے ملی جلی چیزیں — آرٹ، کلا، چترکاری، سنگ تراشی، گانا بجانا، شاعری، کویتا، خاص طرح کی مذہبی اور فوسری صارتوں بدانا، کھیل تماشہ، چھتھان، تھوار، جلسے، رقص، رواج، مذہبی کتابیں، مندر، مسجد، تھوٹہ (3) پہاڑی، تجارتی اور راج کاجی کاموں کے کچھ خاص طریقے، کھیتی، آبیروگ، دھندے، پہاڑ، سنگ

ہیاء کے لیے۔ آدمی کا دماغ اچھا اور مضبوط ہو، کھرکڑا اچھا اور مضبوط ہو اور جسم اچھا اور مضبوط ہو تو ان ہی باتوں سے اچھی اور مضبوط کلچر بنے۔ دماغ کے اچھے پن کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو بہت سی اور کام کی چیزیں معلوم ہوں، یعنی اُس نے پاس گھان کا اچھا بھندار ہو، اور وہ برائی اور بھلائی میں نفع اور نقصان میں فرق کر سکے اور پہچان سکے کہ کس چیز میں اُس کا سچا نفع ہے اور کس میں نقصان۔ دماغ کے مضبوط ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی سب طرح کی چیزوں کو جلدی سے سمجھ سکے، اُس کی یادداشت اچھی اور پکی ہو اور وہ چیزوں کا ٹھوک ٹھوک فیصلہ کر سکے۔ کھرکڑا یا چرتر کی مضبوطی کا مطلب یہ ہے کہ آدمی میں اتنی ہمت ہو کہ وہ جن چیزوں کو کرنا چاہے انہیں کرے اور جن سے بچنا چاہے اُن سے بچ سکے۔ کھرکڑا کے اچھے پن کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنی طبیعت کو اور اپنے ہاتھ پیروں کو نہک کاموں کی طرف لگائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خودی یعنی اپنے نجی سکھ کی اچھا دہی دے اور سب کے بہلے کی اچھا کام کرے۔ جسم کے اچھے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ پیر اور سب انگ سدول ہوں اور صورت شکل پہاڑی لگے۔ جسم کی مضبوطی کا مطلب یہ ہے کہ بدن میں جان ہو، بل بوتہ ہو، سختی ہو، کڑائی ہو، برداشت کی طاقت ہو، رگ پتھ مضبوط ہوں، من میں دھڑچ ہو اور آدمی سب کام تیزی سے اور بدلا لڑکھوائے کر سکے۔ جس آدمی کا جسم، جس کا کھرکڑا اور جس کا دماغ تھلے اس طرح کے ہوں، وہی پوری طرح اور ٹھیک ٹھیک 'کلچر' سمجھا جاسکتا ہے۔ اسی طرح انہیں میں جتنی بڑی بڑی سہیتائیں تھیں، تھیں وہی ہوں — جیسے ہیتی ہوئی سہیتاؤں میں مصری، آشوری (اسوری)، بابلی، یونانی، رومن، مہکسن اور یورورین اور زندہ سہیتاؤں میں چھلی، ہلدستانی، یہودی، ایرانی، عرب اور آجکل کی۔ یورپین — ان سب سہیتاؤں کے تین خاص پہلو ہوں — (1) اُن کا تعلیم کا ایک خاص ڈھنگ اور گھان، سائنس اور فلسفے کا اپنا بھندار؛ (2) ہر ایک کا ایک خاص دین، دھرم، سداچار، اخلاق اور دھن میں کا ایک خاص طریقہ، گھریلو زندگی اور سماجی زندگی کا ایک خاص ڈھنگ اور ان کے ساتھ ہی ساتھ اُن سے ملی جلی چیزیں — آرٹ، کلا، چترکاری، سنگ تراشی، گانا بجانا، شاعری، کویتا، خاص طرح کی مذہبی اور فوسری صارتوں بدانا، کھیل تماشہ، چھتھان، تھوار، جلسے، رقص، رواج، مذہبی کتابیں، مندر، مسجد، تھوٹہ (3) پہاڑی، تجارتی اور راج کاجی کاموں کے کچھ خاص طریقے، کھیتی، آبیروگ، دھندے، پہاڑ، سنگ

एक ही माने में इसेमाल करते हैं। हिन्दुस्तानी में कलचर को कहेंगे—‘शिश्टता’, ‘संस्कृति’, ‘तहज़ीब’, ‘तादीब’ या ‘शाइस्तगी’। और सिविलीजेशन को कहा जाता है—‘सभ्यता’, ‘समुदाचार’, ‘तहज़ीब’ या ‘तौर तरीक़’। इससे ज्यादा आसान शब्द जिन्हें सब समझते हैं—चाल, ढंग, चलन—हैं, लेकिन इनसे पूरा मतलब नहीं निकल सकता। हम एक बात यह भी ध्यान में रखें कि शायद सिविलीजेशन और सभ्यता दोनों का विकास एक ही सा है, यानी ‘सभा’, ‘सिबिल’, ‘जमात’, ‘शहर’ ‘सिविलाइज्ड’ और ‘सभ्य’ दोनों के माने हैं—वह आदमी जो ‘शहरी’ कहलाने के या सभा सोसाइटी में बैठने के क़ाबिल हो। दूसरी तरफ़ ‘कलचर’ लैटिन शब्द ‘कल्टस’ (cultus) से निकला है। कल्टस के माने हैं—‘हल’। ज़मीन पर खेती करना और आदमी के दिल और दिमाग़ को कलचर करना दोनों एक ही से काम हैं। दोनों में हल चलाना पड़ता है, जोतना पड़ता है, ज़मीन तैयार करनी होती है, मिट्टी को बारीक करना होता है और फिर अच्छे क़ीमती और काम के बीज उसमें बोने होते हैं। यह बीज माही भौतिक, इज़लाक़ी नैतिक और दिमागी मानसिक तीनों तरह के हो सकते हैं। बीज ऐसे होने चाहियें जिनसे जिस्म और रूह दोनों को तन्दुरुस्ती देने वाली जिस्मानी और रूहानी ख़ुराक तैयार हो सके। संस्कृति, मांजना, इसका भी यही मतलब है। यही शाइस्तगी और तहज़ीब का मतलब है। इन सब शब्दों में संस्कार करना, सुधारना, फिर से साफ़ करना, ज्यादा अच्छा बनाना, चमका कर सुन्दर रंग रूप देना, यह सब बातें शामिल हैं। अंगरेज़ी की डिक्शनरी में कलचर और सिविलीजेशन दोनों के मानों में ‘रिफ़ाइनमेंट’ शब्द आता है जिसका मतलब है, फिर साफ़ करना। इसलिये ‘कलचर’ का असली निचोड़ इसी बात में होना चाहिये कि आदमी को उसके जीवन के सब पहलुओं में माँजा और फिर फिर साफ़ किया जावे। ‘सिविलीजेशन’ का मतलब वह सब ऊपर की चीज़ें हैं जो इस तरह के मँजे हुए लोगों की कोई नेशन, कोई क़ौम या उनका कोई ग़िराह अपने मिले जुले जीवन के सब पहलुओं में करता और दिखाता है। आदमी के अन्दर जो चीज़ दबी छिपी रहती है, उसके बाहर के रूप कैलाश का कै नाम ही ‘सिविलिजेशन’ है।

ک ہی معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ ہندستانی
 میں کلچر کو کہہ گئے — 'شہرتا' 'سلسکرتی'
 ہندیہ، 'تادیب' یا 'شائستگی'۔ اور سویلہزیشن کو کہا
 انا ہے — 'سیہرتا' 'سوداچار' 'تہذیب' یا 'طور
 ریت'۔ اس سے زیادہ آسان ہند جنہوں سب سمجھتے
 ہیں — چال' قہدگ چلیں ہیں' لیکن ان سے
 برا مطلب نہیں نکل سکتا۔ ہم ایک بات یہ
 ہی دیکھان میں رکھیں کہ شاید سویلہزیشن اور سیہرتا
 دونوں کا نکاس ایک ہی سا ہے، یعنی 'سیہا' 'سوس'
 جماعت' 'شہر'۔ 'سویلاؤڈ' اور سبھی دونوں کے معنی ہیں —
 آدمی جو 'شہری' کہلانے کے یا سیہرتہ سوسائٹی میں
 رہنے کے قابل ہو۔ دوسری طرف "کلچر" لیکن شہر
 لتس (Cultus) سے نکلا ہے۔ کلتس کے معنی ہیں —
 عمل'۔ زمین پر کھیتی کرنا اور آدمی کے دل اور دماغ کو
 کلچر کرنا دونوں ایک ہی سے کام ہیں۔ دونوں میں ہل
 چلانا پڑتا ہے، چونکا پڑتا ہے، زمین تیار کرنی ہوتی ہے،
 پتی کو باریک کرنا ہوتا ہے اور پھر اچھے کھیتی اور کام
 لے بیج اُس میں بونے ہوتے ہیں۔ یہ بیج مادی بھونک،
 خلاقی نہتک اور دماغی مانسک تینوں طرح کے ہو سکتے
 ہیں۔ بیج ایسے ہونے چاہئیں جن سے جسم و روح دونوں
 نو تمدنوستی دیلے والی جسمانی اور روحانی خوراک تیار
 ہو سکے۔ سلسکرتی، مانچتا، اُس کا بھی یہی مطلب
 ہے۔ یہی شائستگی اور تہذیب کا مطلب ہے۔ ان سب
 شبدوں میں سلسکار کرنا، سدھارنا، پھر سے صاف کرنا،
 زیادہ اچھا بنانا، چسکا کر سندر رنگ روپ دینا، یہ سب
 باتیں شامل ہیں۔ انگریزی کی تکشروی میں کلچر اور
 سویلہزیشن دووں کے معنوں میں 'رفائن منٹ' شبد
 آتا ہے، جس کا مطلب ہے، پھر پھر صاف کرنا۔ اُس لئے
 'کلچر' کا اصلی نچوڑ اسی بات میں ہونا چاہئے کہ آدمی
 کو اُس کے جہوں کے سب پہلوؤں میں مانچا اور پھر پھر
 صاف کیا جائے۔ 'سویلہزیشن' کا مطلب وہ سب اوپر کی
 چیزیں ہیں جو اُس طرح کے منجہ ہوئے لوگوں کی کوئی
 نشن' کوئی قوم یا اُن کا کوئی گروہ اچے ملے جلے جہوں کے
 سب پہلوؤں میں کرتا اور دکھاتا ہے۔ آدمی کے اندر جو
 چیز دبی چھپی رہتی ہے، اُس کے باہر کے روپ پہنچاؤ کا
 نام ہی 'سویلہزیشن' ہے۔

माने नहीं समझ रहे हैं, बल्कि किस बात है है, या कलचर से क्या क्या चीजें शामिल हैं, इस पर हम सब की एक ही राय नहीं है। एक खास तरह के कपड़े पहनना ? शायद ! खास तरह से बोलना ? एक दर्जे तक, एक दूसरे को खास तरह से सलाम करना ? हाँ ! यह भी। वालीम का एक खास ढंग ? बेशक, कुछ तो। लेकिन किस चीज की वालीम और किस तरह की ? इसमें भी अपने अपने ढंग हो सकते हैं। ज्ञान का भंडार ? कुछ तो ! लेकिन फिर किस तरह का ज्ञान ? तरह तरह का, लेन देन और आपसी व्योहार में एक खास तरह का ढंग ? हाँ ! यह भी। और घरेलू जीवन में घर वालों में आपसी बर्ताव ? हाँ ठीक ! घर में खास खास मौकों जैसे बच्चा पैदा होना, ब्याह शादी बरौदा मनाने का ढंग ? हाँ, बेशक, एक खास तरह का मजहबी जज़्बा वा धार्मिक भावना ? हाँ, शायद, आर्ट, कला, शायरी कविता, गाना बजाना, चित्रकारी जैसे हुनर में से किसी एक या ज्यादा की तरफ खास झुकाव ? हाँ, यह भी। मेले, तमाशे, जलसे, मौसम के त्योहार, दूसरे त्योहार और अपने इतिहास के खास खास दिन मनाना ? हाँ ! खान पान, दावतों और व्योहारों के खास खास तरीके ? हाँ ! कुछ तो यह भी। मकान बनाने का कोई खास ढंग ? हो सकता है या शायद है, इसमें भी बहुत से अलग अलग ढंग रहेंगे। अपना एक खास साहित्य यानी अब्ब और अपनी साइन्स यानी विज्ञान ? जरूर, थोड़ा बहुत, एक ऐसी बोली जिसे सब बोल और समझ सकें ? बिला शक ! एक दूसरे को समझने और एक दूसरे से बात बात करने के लिये जरूरी है।

معنی نہیں سمجھ رہے ہیں۔ کلچر کس بات سے ہیں؟
 ۱۔ کلچر میں کیا کیا چیزیں شامل ہوں؟ اس پر ہم
 سب کی ایک ہی رائے نہیں ہے۔ ایک خاص طرح کے
 لوہے پہننا؟ شاید! خاص طرح سے پہننا؟ ایک طرح
 کے۔ ایک دوسرے کو خاص طرح سے سلام کرنا؟ ہاں!
 یہ بھی۔ تعلیم کا ایک خاص قاعدہ؟ بے شک، کچھ تو
 لیکن کس چیز کی تعلیم اور کس طرح کی؟ اس میں بھی
 اچھے اچھے قاعدے ہو سکتے ہیں۔ کہاں کا بہنقدار؟ کچھ تو!
 لیکن پھر کس طرح کا کہاں؟ طرح طرح کا۔ لیکن دین اور
 انجیسی بدوہار میں ایک خاص طرح کا قاعدہ؟ ہاں!
 یہ بھی۔ اور ٹھیکو چورن میں ٹھہر والوں میں انجیسی
 پرتاؤ؟ ہاں، ٹھیک! ٹھہر میں خاص خاص موقعوں
 جیسے بچہ پیدا ہونا، بیاہ شادی وغیرہ منانے کا قاعدہ؟
 ہاں! بے شک۔ ایک خاص طرح کا مذہبی جذبہ یا
 معاشرہ بھارنا؟ ہاں، شاید۔ آرٹ، کلا، شاعری، گویا، گانا
 بجانا، چترکاری جیسے ہنر میں سے کسی ایک یا زیادہ
 کی طرف خاص جھکاؤ؟ ہاں! یہ بھی۔ پہلے تماشے، جلسے،
 موسم کے تہوار، دوسرے تہوار اور اچھے انہاس کے خاص
 خاص دن ملانا؟ ہاں! کہاں پان، دعوتوں اور چھوٹاواروں
 کے خاص خاص طریقے؟ ہاں! کچھ تو یہ بھی۔ مکان
 بنانے کا کوئی خاص قاعدہ؟ ہو سکتا ہے یا شاید ہے!
 اس میں بھی بہت سے الگ الگ قاعدے رہیں گے۔ اہلنا
 ایک خاص ساہتہ یعنی ادب اور اہلی سائنس یعنی
 وکھان؟ ضرور، تہوار، بہت۔ ایک ایسی بولی جسے سب
 بول اور سمجھ سکیں؟ بلاشک! ایک دوسرے کو سمجھنے
 اور ایک دوسرے سے بات چیت کرنے کے لئے ضروری ہے۔

ہندوستانی کلتچر

(ڈاکٹر. بھگوانداس جی کا भाशन जो उन्होंने हिन्दुस्तानी कलचर सोसाइटी की पहली बैठक में दिया)

پیارے دوستو اور ساتھیو !

میرا جی تو बहुत चाहता था कि आप से मिलकर एक ऐसे मसले पर कि जिसका हमारे देश की आगे की भलाई के साथ गहरा लगाव है, बातें करता और खुश होता ! हर व्यक्ति से मेरा जिस्म मेरे दिल का साथ नहीं दे रहा है. इसलिये मैं अपने कुछ खयाल लिखकर आपके सामने रख रहा हूँ और इसी से अपनी तसल्ली कर लेता हूँ. मैंने आपसे बहुतों का कहा फिर भी आपने अपनी व्यक्तिवादी बाड़ी की सदात का भार मुझ पर रखना ही एक समझा. मैं इस भार के उठाने के काबिल नहीं हूँ, क्योंकि मैं स्वभाव से ही चीजों के असली पहलू को शायद न समझता हूँ और अपनी राय और अपने उसूलों में एक कट्टर भी हूँ. इसलिये जो कुछ कहने वाला हूँ, उसमें आपको बहुत सी कमियाँ दिखाई देंगी. मेरी प्रार्थना है कि आप धीरज के साथ उन्हें सुन लेंगे. मुझे बरसों से यह आकांक्षा सी पड़ गई है कि जितने खास खास शब्दों को न अपने पब्लिक कामों या निजी कामों में भी बरतते हैं, शब्दों के अर्थ और उनके माने मैं बिल्कुल साफ साफ समझ लेने की कोशिश करता हूँ. हमारी सोसाइटी का नाम 'हिन्दुस्तानी कलचर सोसाइटी' है. किसी भी सभा-साइटी का नाम खास चीज होता है. नाम ही से लोगों को पता चलता है, या कम से कम चलना चाहिये, कि वह श सोसाइटी क्या चाहती है. उसका असली मकसद या उद्देश्य क्या है, वह क्यों बनाई गई, उसके बनाने की आवश्यकता है और वह क्या करना चाहती है ? हमारी साइटी के नाम में 'हिन्दुस्तान' शब्द के बारे में तो एक शक न होना चाहिये. 'हिन्दुस्तान' के साफ माने 'हिन्दुस्तान की भाषा' या 'हिन्दुस्तान में पैदा हुआ' या 'पला हुआ' या 'आदमी, इस भारत माँ का बच्चा' और 'हर एक के आदमी की सब चीजें या उसके सब मामले.' 'साइटी' शब्द के माने भी काफी साफ हैं. 'सोसाइटी' इने हैं—कुछ ऐसे लोगों की एक जमात जो मिलकर काम करना चाहते हों और जिनका एक दूसरे से ही नाता हो जैसा किसी भी जिव्दा जिस्म के अन्दर पेटों और हाथ पैरों का एक दूसरे से.

लेकिन 'कलचर' शब्द इतना आसान नहीं है. मुझे आशय कि हम सब 'कलचर' के एक ही माने समझेंगे या, अलग अलग. मुझे शक है कि हम सब एक

ہندستانی کلتچر

(ڈاکٹر. بھگوانداس جی کا भाशन जो उन्होंने हिन्दुस्तानी कलचर सोसाइटी की पहली बैठक में दिया)

پیارے دوستو اور ساتھیو !

میرا جی تو بہت چاہتا تھا کہ آپ سے مل کر ایک ایسے مسئلے پر کہ جس کا ہمارے دیس کی آگے کی بھلائی کے ساتھ گہرا لگاؤ ہے، باتیں کرتا اور خوش رہتا ! ہر بدقسمتی سے میرا جسم میرے دل کا ساتھ نہیں دے رہا ہے۔ اس لئے میں اپنے کچھ خیال آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں اور اسی سے اپنی تسلی کر رہا ہوں۔ میں نے آپ سے بہتوں کا کہا پھر بھی آپ نے اپنی گورنگ باقی کی صدارت کا بھار مجھ پر رکھنا ہی تھیک سمجھا۔ میں اس بھار کے اٹھانے کے قابل نہیں ہوں، کیونکہ میں سوہاڑے سے ہی چھڑوں کے عملی پہلو کو شاید کم سمجھتا ہوں اور اپنی رائے اور اپنے اصولوں میں کچھ کٹر بھی ہوں۔ اس لئے جو کچھ کہنے والا ہوں، اُس میں آپ کو بہمت سی کمپاں دکھائی دیں گی۔ میری پراہتہا ہے کہ آپ دھرج کے ساتھ انہیں سن لیں گے۔ مجھے بڑوں سے یہ ایک عادت سی پڑ گئی ہے کہ جن خاص خاص شہدوں کو ہم اپنے پبلک کاموں یا نجی کاموں میں بھی برتتے ہیں اُن شہدوں کے اوتہ اور اُن کے معنی میں بالکل صاف صاف سمجھ لہنے کی کوشش کرتا ہوں۔ ہماری سوسائٹی کا نام ہندستانی کلتچر سوسائٹی ہے۔ کسی بھی سبھا سوسائٹی کا نام خاص چھڑ ہوتا ہے۔ نام ہی سے لوگوں کو پتہ چلتا ہے، یا کم سے کم چلنا چاہئے کہ وہ سبھا سوسائٹی کیا چاہتی ہے۔ اُس کا اصلی مقصد یا اُددیش کیا ہے، وہ کیوں بنائی گئی، اُس کے بنانے کی کیا غرض ہے اور وہ کیا کرنا چاہتی ہے؟ ہماری سوسائٹی کے نام میں 'ہندستانی' شہد کے بارے میں تو کوئی شک نہ ہونا چاہئے۔ ہندستانی کے صاف معنی ہیں—'ہندستان کی چھڑ' یا 'ہندستان میں پیدا ہوا اور پلا ہوا آدمی' اس بھارت ماں کا بچہ' اور 'اس طرح کے آدمی کی سب چیزیں یا اُس کے سب معاملے'۔ سوسائٹی شہد کے معنی بھی کافی صاف ہیں۔ 'سوسائٹی' کے معنی ہیں—کچھ ایسے لوگوں کی ایک جماعت جو مل کر کوئی کام کرنا چاہتے ہیں اور جن کا ایک دوسرے سے ویسا ہی ناتا ہو جیسا کسی بھی زندہ جسم کے اندر رگ پتھوں اور ہاتھ پوروں کا ایک دوسرے سے۔

لیکن 'کلتچر' شہد اتنا آسان نہیں ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ ہم سب کلتچر کے ایک ہی معنی سمجھ رہے ہوں یا الگ الگ۔ مجھے شک ہے کہ ہم سب ایک

ہندوؤں کی کارروائی کا رجسٹر رکھنا، سوسائٹی کا دفتر کتنی دیر تک سے رہے گا، اور یہ ہندوؤں کی کمیٹی کے افسروں پر بھروسہ کرنا۔

اگر سیکرٹری کو دنوں کے لئے ریزرو کیا جائے تو ہندوؤں کی کمیٹی کے صدر کو اس بات کا اختیار ہوگا کہ کسی ممبر کو سیکرٹری کا کام کرنے کے لئے مقرر کر دے۔

ہندوؤں کی کمیٹی کے صدر کی رجمندی سے سیکرٹری کو اختیار ہوگا کہ اپنے کام ہندوؤں کی کمیٹی کے کسی ممبر کے سپرد کر دے۔

ان کرایوں میں تبدل بدل

ہندوؤں کی کمیٹی کو اس بات کا اختیار ہوگا کہ اگر ضروری سمجھے تو اپنے ممبروں کی کم سے کم دو تہائی اکثریت رائے سے ان قواعد میں کوئی تبدیلی کرے۔ ان میں کوئی نیا قاعدہ ہوگا، بشرطیکہ انتظامیاتی کو یہ بھی حق ہوگا کہ اپنی کسی ہمتی میں ممبروں کی اکثریت رائے سے اس طرح کے قواعد اصول بنائے جو ان قواعد کے خلاف نہ جائے۔

ممبری کا اعلان

میں نے ہندوستانی کلچر سوسائٹی کے لئے ایک مکتبہ اور سوسائٹی بنانے کی ضرورت (ممبری کے مکتبہ اور سوسائٹی کے مکتبہ کے لئے) پڑھے ہیں۔ میں سوسائٹی کے مکتبہ کے لئے اور ان مکتبہ کو پورا کرنے کے لئے سوسائٹی جو کام کرنا چاہتی ہے انہیں پسند کرنا ہیں۔ میں یہ بھی چاہتی ہوں کہ ہندوؤں کی بلحاظی ایکتا ماننا ہیں۔ میں ماننا ہوں کہ ہندوؤں کے زمانے میں ہندوؤں کے دھرم والوں کے اندر ایک ملی جلی کلچر ایک ملی جلی سماجی زندگی پیدا ہو رہی تھی اور یہی ہمارا بھلا ہے کہ ہندوستانی کلچر کی بنیاد کو بڑھائیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں سوسائٹی کے مکتبہ کو پورا کرنے کے لئے اور سب دھرموں، جانوں پر مشتمل ہوں گے لوگوں میں ایک دھرم کی عزت پریم اور

ہندوؤں کی کارروائی کا رجسٹر رکھنا، سوسائٹی کا دفتر کتنی دیر تک سے رہے گا، اور یہ ہندوؤں کی کمیٹی کے افسروں پر بھروسہ کرنا۔

اگر سیکرٹری کو دنوں کے لئے ریزرو کیا جائے تو ہندوؤں کی کمیٹی کے صدر کو اس بات کا اختیار ہوگا کہ کسی ممبر کو سیکرٹری کا کام کرنے کے لئے مقرر کر دے۔

ہندوؤں کی کمیٹی کے صدر کی رجمندی سے سیکرٹری کو اختیار ہوگا کہ اپنے کام ہندوؤں کی کمیٹی کے کسی ممبر کے سپرد کر دے۔

قواعد میں ادل بدل

انتظامی کمیٹی کو اس بات کا اختیار ہوگا کہ اگر ضروری سمجھے تو اپنے ممبروں کی کم سے کم دو تہائی اکثریت رائے سے ان قواعد میں کوئی تبدیلی کرے۔ ان میں کوئی نیا قاعدہ ہوگا، بشرطیکہ انتظامیاتی کو یہ بھی حق ہوگا کہ اپنی کسی ہمتی میں ممبروں کی اکثریت رائے سے اس طرح کے قواعد اصول بنائے جو ان قواعد کے خلاف نہ جائے۔

ہندی کا اعلان

میں نے ہندوستانی کلچر سوسائٹی کے لئے ایک مکتبہ اور سوسائٹی بنانے کی ضرورت (ممبری کے مکتبہ اور سوسائٹی کے مکتبہ کے لئے) پڑھے ہیں۔ میں سوسائٹی کے مکتبہ کے لئے اور ان مکتبہ کو پورا کرنے کے لئے سوسائٹی جو کام کرنا چاہتی ہے انہیں پسند کرنا ہیں۔ میں یہ بھی چاہتی ہوں کہ ہندوؤں کی بلحاظی ایکتا ماننا ہیں۔ میں ماننا ہوں کہ ہندوؤں کے زمانے میں ہندوؤں کے دھرم والوں کے اندر ایک ملی جلی کلچر ایک ملی جلی سماجی زندگی پیدا ہو رہی تھی اور یہی ہمارا بھلا ہے کہ ہندوستانی کلچر کی بنیاد کو بڑھائیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں سوسائٹی کے مکتبہ کو پورا کرنے کے لئے اور سب دھرموں، جانوں پر مشتمل ہوں گے لوگوں میں ایک دھرم کی عزت پریم اور

ہنتجیامی کمیٹی کی बैठک

ہنتجیامی کمیٹی عام طور پر ہر تین مہینے میں ایک بار ملے گی۔ ہنتجیامی کمیٹی کی बैठک میں تین کا کورم ہوگا۔

شامل کرنے کا اختیار

ہنتجیامی کمیٹی کو اختیار ہوگا کہ جب کبھی ضروری سمجھے سوسائٹی کے ممبروں میں سے ایک یا زیادہ ممبر اپنی کمیٹی میں شامل کر لے۔

خالی جگہ

سوسائٹی کے اہلکاروں میں سے اور ہنتجیامی کمیٹی کے اہلکاروں یا ممبروں میں سے اگر کسی کی جگہ خالی ہوگی تو ہنتجیامی کمیٹی اپنی کثرت رائے سے اس جگہ کو پُر دے گی۔

سوسائٹی کا صدر

سوسائٹی کی عام बैठک میں سوسائٹی کا صدر صدر ہوگا۔ وہی اس کی عام پالیسی چلائے گا۔ سوسائٹی کی बैठک میں صدر کی سربراہی میں کوئی ایک نائب صدر ہوگا۔

اگر صدر اور نائب صدر دونوں فہر حاضر ہوں گے تو ہنتجیامی کمیٹی کو اختیار ہوگا کہ وہ اس جلسے کا کام چلائے کھائے کسی کو صدر چن لے۔

انتظامی کمیٹی کا صدر

انتظامی کمیٹی کے جلسوں میں انتظامی کمیٹی کا صدر صدر ہوگا۔

خزانچی

سوسائٹی کے روپیہ پیسے کے لین دین کا کام خزانچی کرے گا۔ وہ آمدنی اور خرچ کا حساب رکھے گا، سوسائٹی کا سالانہ چٹھا (بیلنس شیٹ) تیار کرے گا اور اسے باضابطہ آڈٹ کر کے انتظامی کمیٹی کی बैठک کے سامنے رکھے گا۔ آڈیٹر کو ہنتجیامی کمیٹی اپنی کثرت رائے سے مقرر کرے گی۔ انتظامی کمیٹی اپنی سالانہ رپورٹ میں جو سوسائٹی کی عام बैठک کے سامنے رکھی جائے گی چٹھا (بیلنس شیٹ) کو شامل کر لے گی۔

اگر کسی وجہ سے خزانچی کچھ دنوں کے لئے فہر حاضر ہوگا تو انتظامی کمیٹی کے صدر کو اختیار ہوگا کہ وہ انتظامی کمیٹی کے کسی ممبر کو خزانچی کا کام کرنے کے لئے مقرر کر دے۔

سکریٹری

سکریٹری سوسائٹی کی اور انتظامی کمیٹی کی

انتظامی کمیٹی کی बैठک

انتظامی کمیٹی عام طور پر ہر تین مہینے میں ایک بار ملے گی۔ انتظامی کمیٹی کی बैठک میں تین کا کورم ہوگا۔

شامل کرنے کا اختیار

انتظامی کمیٹی کو اختیار ہوگا کہ جب کبھی ضروری سمجھے سوسائٹی کے ممبروں میں سے ایک یا زیادہ ممبر اپنی کمیٹی میں شامل کر لے۔

خالی جگہ

سوسائٹی کے اہلکاروں میں سے اور انتظامی کمیٹی کے اہلکاروں یا ممبروں میں سے اگر کسی کی جگہ خالی ہوگی تو انتظامی کمیٹی اپنی کثرت رائے سے اس جگہ کو پُر دے گی۔

سوسائٹی کا صدر

سوسائٹی کی عام बैठک میں سوسائٹی کا صدر صدر ہوگا۔ وہی اس کی عام پالیسی چلائے گا۔ سوسائٹی کی बैठک میں صدر کی سربراہی میں کوئی ایک نائب صدر ہوگا۔

اگر صدر اور نائب صدر دونوں فہر حاضر ہوں گے تو ہنتجیامی کمیٹی کو اختیار ہوگا کہ وہ اس جلسے کا کام چلائے کھائے کسی کو صدر چن لے۔

انتظامی کمیٹی کا صدر

انتظامی کمیٹی کے جلسوں میں انتظامی کمیٹی کا صدر صدر ہوگا۔

خزانچی

سوسائٹی کے روپیہ پیسے کے لین دین کا کام خزانچی کرے گا۔ وہ آمدنی اور خرچ کا حساب رکھے گا، سوسائٹی کا سالانہ چٹھا (بیلنس شیٹ) تیار کرے گا اور اسے باضابطہ آڈٹ کر کے انتظامی کمیٹی کی बैठک کے سامنے رکھے گا۔ آڈیٹر کو ہنتجیامی کمیٹی اپنی کثرت رائے سے مقرر کرے گی۔ انتظامی کمیٹی اپنی سالانہ رپورٹ میں جو سوسائٹی کی عام बैठک کے سامنے رکھی جائے گی چٹھا (بیلنس شیٹ) کو شامل کر لے گی۔

اگر کسی وجہ سے خزانچی کچھ دنوں کے لئے فہر حاضر ہوگا تو انتظامی کمیٹی کے صدر کو اختیار ہوگا کہ وہ انتظامی کمیٹی کے کسی ممبر کو خزانچی کا کام کرنے کے لئے مقرر کر دے۔

سکریٹری

سکریٹری سوسائٹی کی اور انتظامی کمیٹی کی

ہر ممبر سوسائٹی کو ایک بار سالانہ چھوٹا
 ہر ایسا ممبر جو ایک بار میں سو روپیہ یا زیادہ
 دے گا زندگی بھر سوسائٹی کا ممبر (لائف ممبر)
 رہے گا۔

سرپرست (پٹر)

جو لوگ ۲۰۰ رو یا اس سے زیادہ دے گا ان کے
 نام سوسائٹی کے سرپرستوں (پٹر) میں لکھے جائیں گے۔

سوسائٹی کے آئینہ دار

سوسائٹی کے صدر

آئی عبدول مجید خواجا، ایم. ایل. پ، بئرسٹر،
 سہمی منجیل، اہلی گد۔

سوسائٹی کے نائب صدر (پریسیڈنٹ)

- (1) ڈا۰ بھگوان داس، ایم۰ ۲۰، ڈی۰ لیٹ۰،
 لکھنؤ، ریس اور آرمیڈار، بنارس۔
- (2) ڈا۰ عبدول مجید، ڈی۰ لیٹ، سیکرٹری انجمن
 ترقیاتی، کراچی (پاکستان)

انتظامی کمیٹی کے سیکرٹری اور خزانچی سوسائٹی
 کے بھی سیکرٹری اور خزانچی ہوں گے۔

عام बैठک

سال میں کم سے کم ایک مرتبہ سوسائٹی کے ممبروں
 کی ایک عام बैठک ہوگی۔

سالانہ عام बैठک کی کارروائی

سوسائٹی کی سالانہ عام बैठک میں انتظامی کمیٹی
 کے اس سال کے کام کی رپورٹ اور اس کے ساتھ سالانہ چھوٹا
 چارٹر (بیلنس شیٹ) बैठک کے سامنے سار کرنے کے لیے
 رکھا جائے گا۔

نوٹس

سوسائٹی کی عام बैठک کا نوٹس سب ممبروں کو
 बैठک کی تاریخ سے کم سے کم ایک مہینہ پہلے بھجوا
 جائے گا۔

کوہم

سوسائٹی کی عام बैठک کا کوہم گیارہ ہوگا۔

انتظامی کمیٹی

سوسائٹی کے سب کام انتظامی کمیٹی (گورننگ
 باڈی) کے اختیار میں ہوں گے، وہی ان کا انتظام کریگی
 اور سوسائٹی کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے سب ضروری
 کام کرے گی اور ہر سال ہال کریگی۔

ہر ممبر سوسائٹی کو ایک روپیہ سالانہ چھوٹا
 ہر ایسا ممبر جو ایک بار میں سو روپیہ یا زیادہ
 دے گا زندگی بھر سوسائٹی کا ممبر (لائف ممبر)
 رہے گا۔

پوسٹ (پٹر)

جو لوگ پانچ سو روپیہ یا اس سے زیادہ چھوٹا
 دے گا نام سوسائٹی کے سرپرستوں (پٹر) میں لکھ
 جائے گا۔

سوسائٹی کے عہدہ دار

سائٹی کے صدر

آئی عبدالمجید خواجا، ایم ایل۔ اے۔ بئرسٹر،
 سہمی منجیل، اہلی گد۔

سائٹی کے نائب صدر (وائس پریسیڈنٹ)

- ۱۔ ڈاکٹر بھگوان داس ایم۔ اے۔ ڈی۔ لیٹ، لکھنؤ،
 ریس اور آرمیڈار، بنارس۔
- ۲۔ ڈاکٹر عبدالحق ڈی۔ لیٹ، سیکرٹری انجمن ترقی
 اور کراچی (پاکستان)۔
- ۳۔ انتظامی کمیٹی کے سیکرٹری اور خزانچی سوسائٹی کے
 سیکرٹری اور خزانچی ہوں گے۔

سال میں کم سے کم ایک مرتبہ سوسائٹی کے ممبروں
 کی ایک عام बैठک ہوگی۔
 عام बैठک کی کارروائی

سوسائٹی کی سالانہ عام बैठک میں انتظامی کمیٹی
 اس سال کے کام کی رپورٹ اور اس کے ساتھ سالانہ چھوٹا
 چارٹر (بیلنس شیٹ) बैठک کے سامنے سار کرنے کے لیے
 رکھا جائے گا۔

نوٹس
 سوسائٹی کی عام बैठک کا نوٹس سب ممبروں کو
 बैठک کی تاریخ سے کم سے کم ایک مہینہ پہلے بھجوا
 جائے گا۔

کوہم
 سوسائٹی کی عام बैठک کا کوہم گیارہ ہوگا۔

انتظامی کمیٹی
 سوسائٹی کے سب کام انتظامی کمیٹی (گورننگ
 باڈی) کے اختیار میں ہوں گے، وہی ان کا انتظام کریگی
 اور سوسائٹی کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے سب ضروری
 کام کرے گی اور ہر سال ہال کریگی۔

ممبر

- (1) श्री अब्दुल मजीद खानजा एम. एल. ए., बैरिस्टर,
समी मंजिल, अलीगढ़ (सोसाइटी के सदर).
- (2) डा. अब्दुल हक डी. लिट, सेक्रेटरी अंजुमन
तरक्की उर्दू, कराची, (पाकिस्तान)
- (3) डा. सय्यद महमूद पी. एच. डी., डेवलपमेन्ट
मिनिस्टर, पटना.
- (4) मौलवी सय्यद सुलेमान नदवी, लेखक, दादल-
मुसल्लिमीन आजमगढ़.
- (5) श्री मंजर अली सोखता, सेवा कुंज आश्रम, गंगा
घाट, उन्नाव.
- (6) श्री बी. जी. खेर, प्रीमियर, बम्बई प्रान्त, बम्बई.
- (7) श्री एस. के. रुद्रा एम. ए. (केन्टब), प्रोफेसर
इलाहाबाद यूनीवर्सिटी, इलाहाबाद.
- (8) महात्मा भगवानदीन, एडिटर 'नया हिन्द' 145
मुट्टीगंज, इलाहाबाद.
- (9) सेठ पूनमचन्द राँका, राँका कालोनी, नागपुर.
- (10) काजी मोहम्मद अब्दुल गफ्फार, सेक्रेटरी
अंजुमन तरक्की उर्दू, अलीगढ़.
- (11) श्री ओम प्रकाश पालीवाल, पत्रकार, फ़िरोज़ा-
बाद, आगरा.
- (12) पं. विश्वम्भर नाथ पांडे, एडिटर 'विश्ववाणी'
142, साउथ मलाका, इलाहाबाद.

सुजान्वी

डा० ताराचन्द एम० ए०, डी० फिल०, सेक्रेटरी
रेजुकेशन मिनिस्टर, 22 औरंगजेब रोड, नई दिल्ली.

सेक्रेटरी

पं० सुन्दरलाल, एडिटर 'नया हिन्द', 145, मुट्टीगंज,
इलाहाबाद.

सोसाइटी के क्रायदे

मेम्बरी

हर औरत या मर्द जिसकी उमर 21 साल से ऊपर
हो, चाहे किसी भी धर्म, जात या पोलिटिकल पार्टी का हो,
सोसाइटी का मेम्बर हो सकेगा, बशर्ते कि वह ऊपर लिखे
सोसाइटी के मकसदों से इत्तफाक करता हो, साथ में दिये
हुये मेम्बरा के एजान पर दस्तखत कर दे और इन्तजामी
कमेटी के मेम्बरों की कसरत राय उसके नाम को मंजूर
करे.

- (1) श्री عبدالحمید خواجہ ایم. ایل. اے. بھرسٹو
سمنج منول، علی گڑھ (سوسائٹی کے صدر)
- (2) ڈاکٹر عبدالصق قی نیت، سکریٹری انجمن ترقی
اردو، کراچی، (پاکستان)
- (3) ڈاکٹر سید محمود بی. ایچ. قی. قیولہملت
ملسٹر، پٹنہ.
- (4) مولوی سید سلیمان ندوی، لیکچرر، دارالمصنفین
اعظم دہلی.
- (5) شری منظر علی سوختہ، سہوا کالج آشرم، گنگا
گھاٹ، اناہ.
- (6) شری بی. جی. کھر، پریمر، بمبئی پرائمٹ
بمبئی.
- (7) شری ایس. کے. رندرا ایم. اے. (کھلمب)
پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی، الہ آباد.
- (8) مہانسا بہگوان دین، ایڈیٹر 'نہا ہند' 145
متھی گنج، الہ آباد.
- (9) سیدہ پونم چند رائکا، رائکا کالونی، ناکھور.
- (10) قاضی محمد عبدالغفار، سکریٹری، انجمن ترقی
اردو، علی گڑھ.
- (11) شری اوم پرداس پالہوال، پٹرکار، فہروزآباد
آگرہ.
- (12) پلڈت بشمبہر نانہ پانڈے، اڈیٹر 'دشروانی'
142 ساؤتھ ملاکا، الہ آباد.

نچی

ڈاکٹر تارا چند ایم. اے. قی. فل سکریٹری
ایجوکیشن منسٹری، 22 اورنگزیب روڈ، نئی
دہلی.

پتری

پلڈت سندولال، ایڈیٹر 'نہا ہند' 145 متھی گنج،
الہ آباد.

سوسائٹی کے قاعدے

ہی

ہر عورت یا مرد جسکی عمر 21 سال سے اوپر ہو چاہے
ی بھی دھرم، جات یا پولیتکل پارٹی کا ہو سوسائٹی
سدر ہو سکے گا بشرطیکہ وہ اوپر لکھے سوسائٹی کے
صدوں سے اتفاق کرنا ہو ساتھ میں دئے ہوئے ممبروں کے
ان پر دستخط ہوئے اور انتظامی کمیٹی کے ممبروں
کے نام کے نام کو منظور کرے.

ہندوستانی کلتھر سوسائٹی

کا

ممبرینڈم آف ايسوسيیشن

نام

اس سوسائٹی کا نام ہندوستانی کلتھر سوسائٹی ہوگا۔

مکسڈ

- (1) ایک ایسی ہندوستانی کلتھر کا بڑھانا، फैلانہ اور پربار کرنا جو سب ہندوستانیوں کی میلی جوتی کلتھر ہو۔
- (2) ایسے پکاریں پریں کا کرایم کرنا جہاں اس ہندوستانی کلتھر کی تالیم دی جائے اور جنکے پریے ہندوستانی کلتھر اور کلتھر کے سب اہگوں کی جانکاری فیلے۔
- (3) ایسے کیتااب پریں کا کرایم کرنا جہاں ہندوستان کی تالیم کی پکاریں اور پان بین کی جا سکے؛ تاکہ ہماری سہیوتا کے کارناموں کی جانچ ہو، اور سب پریوں، کلتھروں، اہدوں، پریوں کی پوج ہو سکے۔
- (4) ایکتا फैلانے کے لیے کیتاابوں، اہدوں، ریسالوں پریوں کا پاننا اور نکالنا۔
- (5) سہاؤں، کلتھروں، لکچروں کا انتظام اور سب اس طرح کے کاموں کا کرنا جو ایکتا پوجانے کے لیے ضروری سمجھے جاتیں۔ سب دھرموں، جاتوں، برادریوں اور فرتوں کی سماجی سہا کرنا جس سے آپس میں مہل پڑے۔
- (6) ان سب لوگوں اور سوسائٹیوں کی مدد کرنا جن کا مقصد ہندوستانی کلتھر سوسائٹی کے مقصد سے ملتا ہو۔
- (7) روپیہ جمع کرنا اور ایسے سب کام کرنا جن سے سوسائٹی کا مقصد اور سوسائٹی بنانے کی فرض پوری ہو۔

انتظام

سوسائٹی کی ایک انتظامی کمیٹی (گورننگ باڈی) ہوگی۔ اس کمیٹی کے سپرد سوسائٹی کے سب کاموں کا انجام ہوگا۔ یہ کمیٹی یہ ہوگی —

انتظامی کمیٹی کے صدر

ڈاکٹر بھگوان داس ایم۔ اے، بی۔ اے، لیٹ، پبلک، اور پھلدار، بنارس۔

ہندوستانی کلتھر سوسائٹی

کا

ممبرینڈم آف ايسوسيیشن

نام

اس سوسائٹی کا نام ہندوستانی کلتھر سوسائٹی ہوگا۔

مقصد

- 1— ایک ایسی ہندوستانی کلتھر کا پوجانا، پھلانا اور پوجا کرنا جو سب ہندوستانیوں کی ملی جلی کلتھر ہو۔
- 2— ایسے پوجائی گھروں کا قائم کرنا جہاں اس ہندوستانی کلتھر کی تعلیم دی جائے اور چلنے پھرنے ہندوستانی کلتھر اور کلتھر کے سب اہگوں کی جان کاری پوجانے۔
- 3— ایسے کتب گھروں کا قائم کرنا جہاں ہندوستان کی تاریخ کی پوجائی اور پوجان بین کی جا سکے، تاکہ ہماری سہیوتا کے کارناموں کی جانچ ہو اور سب دھرموں، فلسفوں، ادبوں وغیرہ کی پوج ہو سکے۔
- 4— ایکتا پوجانے کے لیے کتبوں، اہدوں، رسالوں وغیرہ کا چھاپنا اور نکالنا۔
- 5— سہاؤں، کلتھروں، لکچروں کا انتظام اور سب اس طرح کے کاموں کا کرنا جو ایکتا پوجانے کے لیے ضروری سمجھے جاتیں۔ سب دھرموں، جاتوں، برادریوں اور فرتوں کی سماجی سہا کرنا جس سے آپس میں مہل پڑے۔
- 6— ان سب لوگوں اور سوسائٹیوں کی مدد کرنا جن کا مقصد ہندوستانی کلتھر سوسائٹی کے مقصد سے ملتا ہو۔
- 7— روپیہ جمع کرنا اور ایسے سب کام کرنا جن سے سوسائٹی کا مقصد اور سوسائٹی بنانے کی فرض پوری ہو۔

انتظام

سوسائٹی کی ایک انتظامی کمیٹی (گورننگ باڈی) ہوگی۔ اس کمیٹی کے سپرد سوسائٹی کے سب کاموں کا انتظام ہوگا۔ یہ کمیٹی یہ ہوگی —

انتظامی کمیٹی کے صدر

ڈاکٹر بھگوان داس ایم۔ اے، لیٹ، پبلک، اور پھلدار، بنارس۔

تاریخ کو اپنے مقصد کے پورا کرنے کے لیے کام میں لائیں—

(1) ایک ایسی ہندوستانی کلچر کا بھانا، پہچانا اور پرچار کرنا جو سب ہندوستانیوں کی ملی جلی کلچر ہو۔

(2) ایسے پڑاई گھروں کا قیام کرنا جہاں اس ہندوستانی کلچر کی تعلیم دی جائے اور جلد کے ذریعے ہندوستانی کلا اور کلچر کے سب اہم گوشوں کی جان کاری پھیلے۔

(3) ایسے کتاب گھروں کا قائم کرنا جہاں ہندوستان کی تاریخ کی پڑھائی اور چھان بین کی جا سکے تاکہ ہماری سہولت کے کارناموں کی جانچ ہو، اور سب دھرموں فلسفوں ادبوں وغیرہ کی کھوج ہو سکے۔

(4) ایک ایسا پھیلانے کے لئے کتابوں، اخباروں، رسالوں وغیرہ کا چھاپنا اور نکالنا۔

(5) ایسے سبھاؤں، کانفرنسوں اور لکچروں کا انتظام اور سب اس طرح کے کاموں کا کرنا جو ایکٹا بھانے کے لئے ضروری سمجھے جاتوں، سب دھرموں جاتوں، برادریوں اور فرقوں کی سماجی سہوا کرنا جس سے آپس میں مہل بڑھے۔

(6) ان سب لوگوں اور سوسائٹیوں کی مدد کرنا جن کا مقصد ہندوستانی کلچر سوسائٹی کے مقصد سے ملتا ہو۔

(7) روپیہ جمع کرنا اور ایسے سب کام کرنا جن سے سوسائٹی کا مقصد اور سوسائٹی بیلانے کی فرض پوری ہو۔

سندرلال

سکرٹری، ہندوستانی کلچر سوسائٹی

سندرلال

سکرٹری، ہندوستانی کلچر سوسائٹی

‘نیا ہند’ کی چھماہی باندھی ہوئی بڑھیا جلدیں

جولائی سن 1946 سے جون سن 1951 تک کی۔
قیمت ہر جلد کی صرف چھ روپیہ۔

نوٹ—شروع سے آج تک کی کل جلدیں خریدنے پر ڈاک خرچ معاف۔

—مینیجر ‘نیا ہند’
145، مڈلنگز،
ایلاہ آباد۔

‘نیا ہند’ کی چھماہی باندھی ہوئی بڑھیا جلدیں

جولائی سن 1946 سے جون سن 1951 تک کی۔
قیمت ہر جلد کی صرف چھ روپیہ۔

نوٹ—شروع سے آج تک کی کل جلدیں خریدنے پر ڈاک خرچ معاف۔

—مینیجر ‘نیا ہند’
145، مڈلنگز،
ایلاہ آباد۔

یہی کو بنیاد ہے کہ ہمیں ملکر کھانا کھانے کی بجائے
 ہمارے لیے کسی کو بھیجیں سوچیں یہی ہے کہ ہمارے
 ہر روزی سمجھ کر ہے۔ جن مصیبتوں میں ہمارے ہیں
 یہاں آج کے دور میں وہ سب پر ایک سا اثر ڈالتی
 ہیں۔ ہندو مسلمان اور سب برابر ہی ان کے شکار
 ہیں۔ اس لیے ان کے دور کرنے کی تدبیریں بھی سب کو
 ملکر ہی نکالنی پڑیں گی۔

ہمارے اس کام کا سب سے ضروری پہلو اخلاقی یا
 نیت کی ہے۔ زندگی کی ہمارے دلوں کو چھوڑ کر دیا
 ہے۔ ہمیں اس تلکی کو دور کرنا ہے۔ ہمیں اپنے دلوں کو
 اتنا بڑا، اپنی آتماؤں کو اتنا اونچا بڑانا ہے کہ ہر
 ہندوستانی کی پہلائی میں ہم اپنی پہلائی دیکھیں۔
 ہمیں اپنے اندر کی ان دیواروں کو گرانا ہے جنہوں نے ہمیں
 چھوٹے چھوٹے گھروں میں بند کر دیا ہے۔ اس بھار
 اور بوجھ کی جز کو سمجھنا ہے جسکی پہل پہل کر
 ہمارے سب دیس بھائیوں کو اتوت رشتوں میں
 پائندہ ہے۔

اوپر ہم نے آدھوں کی بات کہی ہے اور جنوں کے
 بلہادی اصولوں اور سچے مقصدوں کی چرچا کی ہے۔ ہم
 نے بتایا ہے کہ ہر آدمی کا دل خدا اور خودی پر مارتہ اور
 سوارتہ، سب کے ہلے اور اپنے سکھ کی خواہش کی ترغیب
 لوتی کا میدان ہے۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ آدمی کی اپنی
 اپنی ضرورتوں اور سماج کی ضرورتوں جدا جدا ہیں۔ ہم نے
 کہا ہے کہ ہندوستان کے الگ الگ فرقوں اور برادریوں کی
 زندگی ملا کر طرح طرح کے موتوں کی ایک لڑی کے میدان
 ہے اور ہمارے سب دھرموں کے اندر ایک سچائی کی
 روشنی ہے۔ ہم نے اس بات کی ضرورت بتائی ہے کہ
 ہمیں سوچ سمجھ کر بڑے پیمانے پر اپنی مالی ترقی کی
 ایک تجویز تیار کرنی چاہئے۔ ہم نے اپنے کام کے راج کچی
 تعلیمی، سماجی، مالی، مذہبی اور اخلاقی پہلوؤں کی
 طرف دھیان دیا ہے۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم
 ایک نئے ہندوستان کو جنم دینا چاہتے ہیں، ایسے
 ہندوستان کو جسکے سارے دھرم والوں کا جھکاؤ جنوں کی
 طرف ایک سا ہو سب سماج اور نیتی کے ایک سے آدرش
 رکھتے ہوں اور سب سب دھرموں کی بلہادی ایکٹا میں
 یکجہ کرتے ہوں۔

کام کٹین ہے اور اس کے بہت سے رخ ہیں۔ لیکن اصل
 میں کام ایک ہی ہے۔ اسے پورا کرنے کے لیے چاہئے کہ وہ
 سب لوگ جو ہندوستان کے کل فرقوں اور گروہوں کے میں
 ہیں وہاں دیکھتے ہیں جو ایک ملی جلی
 ہندوستانی کلچر کے حاسی ہیں، ملیں۔ ہم لوگوں نے
 اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے یہ تجویز کی ہے کہ
 ایک عوامی قلم کریں۔ ہمارا ارادہ ہے کہ نیچے لکھے

کام کٹین ہے اور اس کے بہت سے رخ ہیں۔ لیکن اصل
 میں کام ایک ہی ہے۔ اسے پورا کرنے کے لیے چاہیے
 کہ وہ سب لوگ جو ہندوستان کے کل فرقوں اور گروہوں کے
 میں ہیں وہاں دیکھتے ہیں جو ایک ملی جلی
 ہندوستانی کلچر کے حاسی ہیں، ملیں۔ ہم لوگوں نے
 اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے یہ تجویز کی ہے کہ
 ایک عوامی قلم کریں۔ ہمارا ارادہ ہے کہ نیچے لکھے

کام کٹین ہے اور اس کے بہت سے رخ ہیں۔ لیکن اصل
 میں کام ایک ہی ہے۔ اسے پورا کرنے کے لیے چاہیے
 کہ وہ سب لوگ جو ہندوستان کے کل فرقوں اور گروہوں کے
 میں ہیں وہاں دیکھتے ہیں جو ایک ملی جلی
 ہندوستانی کلچر کے حاسی ہیں، ملیں۔ ہم لوگوں نے
 اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے یہ تجویز کی ہے کہ
 ایک عوامی قلم کریں۔ ہمارا ارادہ ہے کہ نیچے لکھے

کام کٹین ہے اور اس کے بہت سے رخ ہیں۔ لیکن اصل
 میں کام ایک ہی ہے۔ اسے پورا کرنے کے لیے چاہیے
 کہ وہ سب لوگ جو ہندوستان کے کل فرقوں اور گروہوں کے
 میں ہیں وہاں دیکھتے ہیں جو ایک ملی جلی
 ہندوستانی کلچر کے حاسی ہیں، ملیں۔ ہم لوگوں نے
 اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے یہ تجویز کی ہے کہ
 ایک عوامی قلم کریں۔ ہمارا ارادہ ہے کہ نیچے لکھے

کام کٹین ہے اور اس کے بہت سے رخ ہیں۔ لیکن اصل
 میں کام ایک ہی ہے۔ اسے پورا کرنے کے لیے چاہیے
 کہ وہ سب لوگ جو ہندوستان کے کل فرقوں اور گروہوں کے
 میں ہیں وہاں دیکھتے ہیں جو ایک ملی جلی
 ہندوستانی کلچر کے حاسی ہیں، ملیں۔ ہم لوگوں نے
 اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے یہ تجویز کی ہے کہ
 ایک عوامی قلم کریں۔ ہمارا ارادہ ہے کہ نیچے لکھے

کام کٹین ہے اور اس کے بہت سے رخ ہیں۔ لیکن اصل
 میں کام ایک ہی ہے۔ اسے پورا کرنے کے لیے چاہیے
 کہ وہ سب لوگ جو ہندوستان کے کل فرقوں اور گروہوں کے
 میں ہیں وہاں دیکھتے ہیں جو ایک ملی جلی
 ہندوستانی کلچر کے حاسی ہیں، ملیں۔ ہم لوگوں نے
 اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے یہ تجویز کی ہے کہ
 ایک عوامی قلم کریں۔ ہمارا ارادہ ہے کہ نیچے لکھے

मोह राह दिवाने बाबा नहीं मिलता। इसीलिए जरूरी है कि वह ऐसी जगह बनाई जाय जो हट, बढ़ासी और आवास की हकायतों को नये समाज के रास्ते से दूर कर दे और उन सब ताकतों को बढ़ाये जो समाज के बन्धनों को मजबूत करती और राज के इन्तजाम को संवारती है।

हमें ऐसे लोगों को साथ लेना है जिन्हें अपने देश के अपने वाले बचपन का पूरा यकीन है, जो देश के सवालों पर तंगनखी के साथ जुड़ा जुड़ा किरकों की भलाई के लक्ष्य से विचार नहीं करते, जो सम्प्रदायों और किरकों के बल्लेखों से बचकर धीरज नहीं खो बैठते, जो कोशिश करते हैं कि हर तरह से देश की रंग बिरंगी रस्मों और रिवाजों का एक दूसरे से मेल बैठ कर इकरंगी सभ्यता कायम करें, ऐसे भाइयों और बहनों को एक जत्थे में लाना है ताकि वह एक ऐसी सभा बनावें जिससे मेल और सहज्यता का संदेश सारे देश में फैल सके.

इस सभा का काम जितना विन्मोहारी का है उतना ही कठिन भी है। इसका सम्बन्ध हमारी विन्दगी के सब पहलुओं से है। इसके दो पहलू हैं। एक तरफ तो आपस के उन शकों को दूर करना है जो हमें एक दूसरे से अलग करते हैं। दूसरी तरफ हमें वेस के सब लोगों को लेकर एक मिली जुली विन्दगी का नया ताना बाना तैयार करना है। यह काम राजकाज से भी सम्बन्ध रखता है पर इसका दायरा राजकाज की हद्दों से बहुत बाहर तक फैला हुआ है। हमें वह जानकारी, वह इल्म, वह समझ पैदा करना है जिसके जरिये हम अपने को और एक दूसरे को पहचान सकें। ऐसे आदर्शों को ज्ञायम करना है जो सब को अपनी तरफ खींचें, सब के दिलों पर एक सा असर डालें, सब को मिलाकर एक राह पर चलने का न्यौता दें। ज्ञायमस्त्री को दूर करना है, जहालत से लड़ना है, बीते जमाने की छलझनों को सुलझाना है, एक दूसरे के अदबी कारनामों, एक दूसरे की मजहबी खूबियों, एक दूसरे के चलन की ऊँचाइयों को एक दूसरे पर आदिर करना है। सच्चा प्रेम तभी पैदा होगा जब हमारे दिलों में एक दूसरे की इज्जत होगी और एक दूसरे की इज्जत के लिये एक दूसरे को ठीक ठीक जानने और समझने की जरूरत है।

यह काम मेल मिलाप का है। लोगों के जीवन में, आप दिन के कारबार में सैकड़ों मौकों पर एक दूसरे का संग साध होता है। हम मद्रस्तों पाठशालाओं में, कारखानों दुकानों में, हाट बाजारों में, खेल कूद तमारों में, मेलों त्योहारों में एक दूसरे से मिलते हैं। संगत हमें एक दूसरे के पास लाती है, हमें प्रेम और दोस्ती की डोरियों से बांधती है। पेशों और धर्मों, दस्तकारी और कारीगरी, ज्योहार और लेनदेन में भी हमारे सभी देशवासियों को एक दूसरे से बास्ता पड़ता है। अगर हमें अपने देश की

[illegible]

اس سبھا کا کام جتنا دوسروں کا ہے اتنا ہی کتبہ
ہی ہے۔ اس کا سبب ہماری زندگی کے سب پہلوؤں
ہے۔ اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک طرف تو آپس
کے اُن شکوک کو دور کرنا ہے جو ہمیں ایک دوسرے سے
لگ کرتے ہیں۔ دوسری طرف ہمیں دیکھنے کے سب لوگوں
کو لیکر ایک ملی جلی زندگی کا نیا تانا بانا تیار کرنا
ہے۔ یہ کام راج کالج سے بھی سنبھل رہا تھا ہے پر اُس کا
دائرہ راج کالج کی حدود سے بہت باہر تک پھیلا ہوا ہے۔
ہمیں وہ جان کاری، وہ علم، وہ سمجھ پیدا کرنا ہے جسکے
ذریعہ ہم اپنے کو اور ایک دوسرے کو پہچان سکیں۔ ایسے
آدرشوں کو قائم کرنا ہے جو سب کو اپنی طرف کھینچیں۔
سب کے دلوں پر ایک سا اثر ڈالیں، سب کو مل کر ایک
راہ پر چلنے کا نہیوتا دیں۔ ناممکنی کو دور کرنا ہے،
جہالت سے لڑنا ہے، بہتے زمانے کی الجھنوں کو سلجھانا
ہے، ایک دوسرے کے ادبی کارناموں، ایک دوسرے کی مدد
خوبیوں، ایک دوسرے کی چلن کی اولچائیں کو ایک
دوسرے پر ظاہر کرنا ہے۔ سچا یروم تبھی پیدا ہوگا
جب ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کی عزت ہوگی اور
ایک دوسرے کی عزت کھلنے لےکے ایک دوسرے کو تھپک تھپک
چنانچہ اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔

یہ کام پہلے ملاپ کا ہے۔ لوگوں کے جھوپ میں، آٹھن
کے کاروبار میں، سڑکوں، سڑکوں پر، ایک دوسرے کا سنگ
ساتھ ہوتا ہے، ہم مدرسوں، پانڈوں میں، گڑھوں
دیوکیوں میں، ہفت بازاروں میں، کچھل کود تماشا میں
جہاں تو خواروں میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ ملکیت
ہمیں ایک دوسرے کے پاس آتی ہے، ہمیں پریم اور دوستی
کی گروہیں سے ملتی ہے۔ پوچھیں اور دھندلیں، سنگتی
اور کاروبار اور لہو میں بھی ہمارے ساتھ ہیں
پانڈوں، گڑھوں، پانڈوں، اگر ہمیں لہو میں

हमारे पास और साम्राज के लिए हमारे देशों के बल बढ़ने से हमारे देश में नई ताकत पैदा हो गई है, हमारी बाकी शक्तिशाली एक बखीर में बल बढ़ है, पकड़ की इस नई बुनियाद पर समाज और राज के नये नये कबाल और नये नये आदर्श हमारे सामने आ रहे हैं, हमारे विमर्शों में लड़ाई की नई नई लड़ें शुरू रही हैं, हमारी निष्ठाओं में आसानी की कदर बढ़ रही है, बराबरी और इनसाफ के बढ़ावा का चर्चा और पकड़ रहा है, हमारे दिलों में एक नये समाज की तसवीर बनती जा रही है, हम चाहते हैं कि हम अपने ही बनाए हुये कानूनों को मानें और ऐसी हकूमत के हुकमों पर अमल करें जिसमें गैरों का दखल न हो, समाज की इस आवादी की आखिरी निरानी राज का बल है, इसीलिए देश में आवाक बठ रही है कि राज यानी हकूमत को हमारे हाथों सौंप दिया जाए.

यह आशाएं ठीक भी हैं, लेकिन इस खेंचालानी में हमें यह नहीं भूल जाना चाहिये कि हकूमत ही चिन्वगी का सकलसव या अपेक्ष नहीं है, हकूमत तो एक इधियार है, इस इधियार से अगर आदमी और समाज की चिन्वगी का अपेक्षी मंशा पूरा होता है तो इधियार अच्छा है, अगर इने लायक है, और अगर इससे इनसानी जीवन के लक्ष्य अतलव के हासिल करने में रुकावट पड़ती है तो इधियार बुरा है, नकरत के काबिल है.

दुनिया की तारीख, खुद अपने समाज का तजुरबा और अपनी समझ, सब हमें यही बताते हैं कि हकूमत की शासन का दारमदार लोगों के मेल मिलाप पर, समाज के संगठन पर, जीवन के दुनियादी असूतों और असली नफे नुकसान की एकता पर है, जहाँ लोगों के मकसद एक होते हैं और उनके मन मिल जाते हैं, वहाँ उनके दिलों में एक सी धमंगों की लहरें उठती हैं, उनकी मुजाबों की रंगें एक साथ फड़कती हैं, उनमें हिम्मत, होसला और बल बढ़ता है, इसके खिलाफ जहाँ दुनियादी असूतों पर लोगों की रायें जुदा जुदा होती हैं, जहाँ उनके विचारों में फरक और जीवन के मकसदों में बिरोध होगा है, वहाँ सारे समाज के बदन में लहू रुक रुक कर चलता है और समाज के रंग पट्टे ढीले पड़ जाते हैं, जिसकी वजह से लोगों के बालबलन और इकलक सब में कमजोरी आ जाती है.

इकूमत समाज की वह अमानत है जो आपस के समझौते पर ही कायम रह सकती है, क्योंकि इस समझौते में बिचन पड़ा, एक दूसरे का भरोसा उठा, त्योही राज की साख दूटी और ताकत का नाश होने लगा, हिन्दुस्तान को मल की अहरत है, पर हमें यह आन लेना चाहिये कि वह बक कौमी आत्मा की एकता में ही बास करता है, अगर एक हिन्दुस्तानी एक बार अपनी आत्मा की दुपिषा को भिन्न है, अपने आप को पहचान लें तो इकूमत की ताकत

[illegible]

یہ آواز ٹھوک پڑی ہے۔ لیکن اس کہیں کھینچا تانی میں
ہمیں یہ نہیں بھول جانا چاہئے کہ حکومت ہی زندگی
مقصد یا دھم نہیں ہے۔ حکومت تو ایک ہتھیار
ہے۔ اس ہتھیار سے اگر آدمی اور سماج کی زندگی کا اصلی
سکھا پورا ہوتا ہے تو ہتھیار اچھا ہے، مرنے والی ہے اور
اگر اس سے انسانی جہوں کے صحیح مطلب کے حاصل کرنے
میں رکاوٹ پڑتی ہے تو ہتھیار برا ہے، نعرے کے قابل ہے۔

دنیا کی تاریخ، خود اچھے سماج کا تجربہ اور اپنی سمجھ، سب ہمیں بھی بتاتے ہیں کہ حکومت کی طاقت کا دار مدار لوگوں کے ہول ۱۰ پر، سماج کے سنگتوں پر، جموں کے بلحاظی اصولوں اور اصلی نفع نقصان کی ایما پر ہے۔ جہاں لوگوں کے مقصد ایک ہوتے ہیں اور ان کے من مل جاتے ہیں، وہاں اُنکے دل میں ایک سی امنگیں کی لہریں اُٹھتی ہیں، اُن کی ہمتاؤں کی رکھیں ایک ساتھ پہنکتی ہیں، اُن میں ہمت، جوش اور ہل بڑھتا ہے۔ اس کے خلاف جہاں بلحاظی اصولوں پر لوگوں کی رائے جدا جدا ہوتی ہیں، جہاں اُنکے وچاروں میں فرق اور جموں کے ماصد میں درود ہوتا ہے، وہاں سارے سماج کے بدن میں لہو دگ دگ کر چلتا ہے اور سماج کے دگ پتھ قہقہے پڑ جاتے ہیں، جس کی وجہ سے لوگوں کے چال چلی اور اخلاق سب میں کمزوری آجاتی ہے۔

حکومت سماج کی رہنمائی ہے جو آپس کے سمجھوتے پر ہی قائم رہ سکتی ہے۔ جنوں میں اس سمجھوتے میں وہی دور ایک تجربے کا دور ہے آج کی سماج کی تعلیم اور تعلقات کا نیا دور ہے۔ ہندوستان کو اپنی تعلیمات پر اور علموں پر جان لینا چاہیے کہ یہ بل کیسے لگتا ہے اور کتنا ہی ماس کرتا ہے۔ اگر سب مل کر اس کی تعلیمات کو اپنی تعلیمات کو ملکا ہوں

हम सबको समझने की जिद हमारी पुनर्जागरण विजय की एक कड़ी है। यही भी हमारी सम्मेलन की हमारा के र दोहरी, फाँटे अदरिनी में भी सुहावनी बहनेगी था है भी। भावों और चिन्तों, मनों और कर्मों के अलग अलग भावों से मिलकर एक सुवीर्य संगीत निकलता है जो सब के दिलों को सुखगुहाने बोला था। हिन्दू और मुसलमान एक ही बचान बोलते थे, इस्लाम की अपनी ह अलग बोली थी जिसे दोनों एक सा इस्तेमाल करते थे। अरब की माशाएँ दोनों की एक ही जिनमें वह कविता खड़ी करते और अपने दिल की उमंगों को बाहिर करते थे। एक ही तरह के नीति के असुल और कलसके, धर्म कचे कचे सिद्धान्त दोनों के विमातों को कराक हुंवाते थे। दोनों की समाजों के दबदबा और राज के गठन इतने मिलते थे कि एक दूसरे की नकल मालूम ते थे।

[illegible]

یہ دیکھا دیتی ہے۔ شاہی اور دھڑوں کے ہمارے کی شاہی نے اس سبب سے کہ نہی کی گھڑیاں کیا۔ لیکن اس زمانہ کی مہاجر کے بپے دہیے پڑتے ہیں۔ اس، ساواہان اور راجپوت راجوں نے نہی کے بھائی کو پتے راجہوں میں بانٹا کہ جیسے مگر ہر میں جیون کی سہی خیرا ہر دھڑ اور سماجی کالیانوں کو بٹاڑٹ ہر دہے باہی کسک پدا دھڑ، سارناہ اور ساہی کے ٹوپ، باہ اور بجاتا کی تاسہریں، ساجراہو اور بھنہرہر کے مندر، کالیداہ اور بھمبلی کے ناٹک اس سونہلے زمانے کی جگمگاتی یادگار ہیں۔

زمانے نے کیر پلٹا لایا، اور نرے نرے نسلوں نے ہمارے دہے میں ڈرا ڈالا۔ عرب، ترک اور منگول ہندوستان کی سرحدوں میں دھڑے۔ انکے ساہ سماج کا ایک نیا آہا دھرم کے لئے اصول آئے جن کا تھانچا مضبوط ترکہب پکی تھی۔ ہندوستان کی پرانی سہیہتہ والوں سے کوئی کڈلی۔ لیکن راج کچ کے مہدان ی کھلچا نانی ہند نہ ہوئی تھی کہ پھر ایک سب کے فرمان کا کام شروع ہوکھا۔

اسلام اور ہندو دھرم، جن کے باہر آسان زمانہ کا اہر تھا۔ ایک دوسرے کے پاس آئے۔ ایک نے دوسرے کھرائی میں ہلوریں آٹھائیں۔ انکے مہل سے تصوف کا دہیا اہل پوا۔ بڑے کے متوالوں اور دیوانوں نے لیگوں کے دلوں کو موہ لیا۔ اس لئے پلٹو آہ سادھو، سکتوں اور درویشوں نے سماج اور سہیہتہ اثر ڈالا۔ کھیر، نانک، چھتن، تکارام، مہن، اندین بابا فرید، نظام الدین اولہا اور ان سرکھے سہکڑوں لکوں نے سماج کے جھون میں ہل چل مچا لی۔ سرائوں اور شہنشاہوں کو اکثر نئے آدرشوں کے دھکا پوا۔ جس الہ نے ہندوستان کے جھون دھڑ نہچے تک متہ ڈالا اس کا اثر سہیہتہ کے ہر پوتا لڑکی تھا۔ اسی لئے منجھلے زمانے کی کلچر ہلو پر اس مہل کی چھاپ دکھائی دیتی ہے۔ سہکھتہ میں، صارتوں اور تصویروں میں، دھلے طریقوں اور چال چلن میں، کھل کود اور سہل اور توہاروں میں، جاتوں اور فرقوں طرف ہر جگہ نئی زندگی کی چمک دمک اور محسوس ہوتی ہے۔ نئے جھون کی آہکوں موجوں کا اہوار نظر آتا ہے۔

یہ پھر سارا ہندوستانی سماج ایکٹا کے دھانوں سماج کے جھون کی پلہا میں کام دھندوں پر قائم ہوتی ہیں۔ انہیں پر سماج کے سہارا ہے۔ ان ہی پلہاوں پر نہ اور دہیہتہ کی گہلی اور سہکھتہ کا مہل کھڑا ہوتا

اس زمانے نے کیر پلٹا لایا، اور نرے نرے نسلوں نے ہمارے دہے میں ڈرا ڈالا۔ عرب، ترک اور منگول ہندوستان کی سرحدوں میں دھڑے۔ انکے ساہ سماج کا ایک نیا آہا دھرم کے لئے اصول آئے جن کا تھانچا مضبوط ترکہب پکی تھی۔ ہندوستان کی پرانی سہیہتہ والوں سے کوئی کڈلی۔ لیکن راج کچ کے مہدان ی کھلچا نانی ہند نہ ہوئی تھی کہ پھر ایک سب کے فرمان کا کام شروع ہوکھا۔

اسلام اور ہندو دھرم، جن کے باہر آسان زمانہ کا اہر تھا۔ ایک دوسرے کے پاس آئے۔ ایک نے دوسرے کھرائی میں ہلوریں آٹھائیں۔ انکے مہل سے تصوف کا دہیا اہل پوا۔ بڑے کے متوالوں اور دیوانوں نے لیگوں کے دلوں کو موہ لیا۔ اس لئے پلٹو آہ سادھو، سکتوں اور درویشوں نے سماج اور سہیہتہ اثر ڈالا۔ کھیر، نانک، چھتن، تکارام، مہن، اندین بابا فرید، نظام الدین اولہا اور ان سرکھے سہکڑوں لکوں نے سماج کے جھون میں ہل چل مچا لی۔ سرائوں اور شہنشاہوں کو اکثر نئے آدرشوں کے دھکا پوا۔ جس الہ نے ہندوستان کے جھون دھڑ نہچے تک متہ ڈالا اس کا اثر سہیہتہ کے ہر پوتا لڑکی تھا۔ اسی لئے منجھلے زمانے کی کلچر ہلو پر اس مہل کی چھاپ دکھائی دیتی ہے۔ سہکھتہ میں، صارتوں اور تصویروں میں، دھلے طریقوں اور چال چلن میں، کھل کود اور سہل اور توہاروں میں، جاتوں اور فرقوں طرف ہر جگہ نئی زندگی کی چمک دمک اور محسوس ہوتی ہے۔ نئے جھون کی آہکوں موجوں کا اہوار نظر آتا ہے۔

یہ پھر سارا ہندوستانی سماج ایکٹا کے دھانوں سماج کے جھون کی پلہا میں کام دھندوں پر قائم ہوتی ہیں۔ انہیں پر سماج کے سہارا ہے۔ ان ہی پلہاوں پر نہ اور دہیہتہ کی گہلی اور سہکھتہ کا مہل کھڑا ہوتا

[illegible]

दुसरे पैर में भी पाक, हिन्दू, मुसलमान, जैन, बौद्ध
रखी, ईसाई, सिख और और क्यों के मानने वाले मुक्त,
शक्ति और शक्ति पाने के सिरे भी लोक कोशिशें कर रहे
हैं। भी दो तरह के मान काम कर रहे हैं। एक तरफ
म कामने अपने मर्कों या छायाओं को आदमी के मन के
लाभ की आशिरों हर मानते हैं, हर सिरोह दूसरे को
पने के दुसा, अपने से बाहर समझता है। दूसरी तरफ
कहा की अवरुद्ध शक्त इस अनेकता से लोहा ले रही
इसमें शक नहीं कि इस सारी खोपतानी में हम बीरे
रे एक ऐसे नए समाज का विकास कर रहे हैं जिसमें
एक मजहबों के कीमती असूखों को बचा कर रखा जायगा
और बसकों, फिरकों और मर्कों के सारे करक एक ऐसी
की सम्यता, ऐसी तद्वकीय में समा जायेंगे जो अपने
ना में अनोखी और हिन्दुस्तान की शारीर में बेमिसाल
गयी.

हमारे इस इहने बड़े देस में, जिसे हिमालय की बरफ
ठकी ऊँची दीवारों दुनिया से अलग करती हैं और
के समुन्दर की गहरी खाइयाँ तीन तरफ से घेरे हुए हैं,
स जमाने से लेकर ओ गरीब की बाढ़ से परे है, एक के
एक एक बहुत सी नसलें और बहुत सी तहसीबें आईं
और जाकर बस गईं, लेकिन पहले के रहने वालों और
एक आने वालों ने एक के लड़ाई भागों के बाद यहाँ
की हवा और पानी के अखर से हमेशा मेल जोल और
जिंदगी का दौर कायम हुआ, आपस के बैर मिटे, मेल
मिलाप की राहें निकली, सहयोग और समझौते ने कदम
मायाह इतना दयालु वह सब आया और प्रेम की नींव
की जो उस नींव के ऊपर एक नई सभ्यता का नया महल
बसा हुआ जिसमें नए और पुराने के संगम से एकता की
एक अमूर्त शान पैदा हो गई.

यह दुखने के बाद इस तरह के कई सौंके इस देश में
मिल, समझे पहले कार्य प्राविही तहसीब का होल बला
क तहसीब की मुनिबाद इस निरासे अनुभव, इस जमात
रहलो गई कि जीवन एक बहुत और भरपूर चारा है.
की कमाक की इतने अपनी भार्या और बच्चे में, अपने
समझे और कई में, समाज और फला में, रहन सहन
की इस इनर में जाहिर किया, इस तहसीब की आत्मा
एक और इस, सुखीर और दुख, कष्टगुल और अरसेक,
आपकी और अगुल के जीवन और इनके आनन्दमो

مستند ہوگی کہ جسکی طرف سے اس نے اسکی طرف سے
 خود غر کے لئے سامنے کسی کو سب سے پہلے
 اور انہیں منزل کے چھٹے نقطہ کو ہوا کو پہنچا کر
 یہی وہ منزل ہے جسکی طرف دنیا کے شروع سے کسی
 دن کو تعلق رہتا ہے۔ اسی لئے یہاں پہنچا کر
 رہا ہے۔

ہمارے دیس میں بھی آج ہندو، مسلمان، جوتھ، پارسی، عیسائی، سکھ اور اور دھرموں کے ماننے والے سکھ، شاعری اور شکتی پانے کے لئے جوتھ توڑ کوششیں کر رہے ہیں۔ یہاں بھی دوطرح کے بہار کام کر رہے ہیں۔ ایک طرف ہم اپنی اپنی سنتوں یا خیالوں کو آدمی کے من کے پھولوں کی آخری حد مانتے ہیں۔ ہر گز وہ دوسرے کو اپنی سے جدا کرنے سے باہر سمجھتا ہے۔ دوسری طرف ایکٹائی زورسخت طالب اس انہکٹائی سے لڑتا ہے دھو دھو۔ اس میں شک نہیں کہ اس ساری موہلوچھاتی میں ہم دھرم دھرمے ایک ایسے نئے سماج کا واکس کر رہے ہیں جس میں سب مذہبوں کے قیمتی اصولوں کو بچھا کر رکھا جائیگا اور انسانوں، فرقوں اور سنتوں کے سارے فرق ایک ایسی ہی سبھوتا، ایسی تہذیب میں سما جائیں گے جو اپنی رنگ میں انوکھی اور ہندستان کی تاریخ میں بے مثال ہوگی۔

ہمارے اسی اقلے پرے دیس میں جسے ہمالہ کی
 برف سے چھٹی اونچی دیواریں دنیا سے الگ کرتی ہیں
 اور اعلیٰ سفیدر کی ٹہری کہانیاں تہی طرف سے گھومے
 جاتے ہیں، اسی زمانے سے لے کر جو تاریخ کی یاد سے پرے
 ہے، ایک کے بعد ایک بہت سی نسلیں اور بہت سی
 حکومتیں اُنہیں اور آکر بس گئیں۔ لیکن پہلے کے وہنے والوں میں
 اور نیکو آئے والوں میں شروع کے اداوی جھگڑوں کے بعد یہاں کی ہوا
 اور پانی کے اثر سے ہمیشہ مہل چول اور شانتی کا دور قائم
 رہا، اُس کے پورے مئے، میل ملاپ کی راعیں نکلیں
 جھوٹ اور سمجھوتے نے قدم جما یا۔ ہر دفعہ جب وہ
 سہ آیا اور پریم کی تھو پڑی تو اُس نہو کے اوپر ایک نئی
 سمجھوتہ کا تھا، متعل کھوا ہوا جسمیں نئے اور پرانے کے
 سنگم سے ایکجا کی ایک انوتھی شان پیدا ہوگئی۔

ایک سو سو کے بعد اس طرح کے کئی موقع اس
 صبح میں آئے۔ جب سے پہلے آریہ درواری تھکب کا قول
 تھا کہ اس تھکب کی بھانڈا اس نرالے آریہوں اس شمال
 اور وسطی کئی کے چھوٹے ایک ایک اور ہر ہر دھارا ہے آریہ
 شمال کو ہم نے اپنی بھانڈا اور ادب میں 'اے فلسفے اور شعور
 میں' اس طرح آریہ کا میں 'وہی میں اور علم ہر میں ہمارے
 میں اس تھکب کی آواز اور کبھی 'مہا ہر اور ہند' چاند
 میں اور ایک' 'وہ ایک اور وہی کے چھوٹے اور ایک آریہ

ہندوستانی کنگز سوسائٹی کے مقصد

[ہندوستانی کنگز سوسائٹی کی راجستری سن 1843 میں ہوئی تھی، جب کہ سوسائٹی کی کمیٹی کے کم سے کم چار ممبرز ہونے چاہئے۔ لیکن دیکھ کر سوسائٹی کے مقصد سے پتا چلے گا کہ وہ آزادی ملنے کی بجائے بنی ہوئی ہے۔ ہم نے جان کر ان ہندوؤں کو ہندو بنانے کی کوشش کی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس سوسائٹی کے کام کی اصل ضرورت آج بھی اتنی ہی ہے جتنی اس وقت ہے۔ ایکٹیو]

آدمی کے من کے اندر دو بڑی طاقتوں میں ہمیشہ لڑائی رہتی ہے۔ ان میں سے ایک آدمی کو بس میں کو لیتی ہے اور کبھی دوسری۔ ان دونوں میں ہمارے دل پر قابو پانے کے لئے برابر کھینچا جاتا رہتا ہے۔

ان میں سے ایک طاقت خود غرضی یا سوانہ کی جو ہمیں اپنی چھوٹی چھوٹی خواہشوں کے پورا کرنے کی طاقت ہے۔ یہ طاقت، جالے یا انتہائے زور کے ساتھ راہنما ہمارے توجہ کی ضرورتوں کی طرف، اور اچھے اور بھلے کی طرف کھینچتی ہے اس کے اثر میں اکثر اپنی اصلی تہوں اور تکیوں پہلائی کو بھی بھول جاتے اور ہمیں اچھے بھائی ہندوؤں کی اس پہلائی کی بھی نہیں دہکتی جسکے بلکہ ہمارا اپنا تہاں نہیں رہتا۔

دوسری طاقت ہماری وہ سمجھ، وہ اندر کی درہنسی جو ہمارے دل میں سب سے ملکر رہنے کی چاہ پیدا کرتی ہے۔ یہ انسانیت کا وہ رشتہ ہے جو آدمی آدمی کو اپنے ذاتی میں چھوڑتا ہے۔ یہ رشتہ آدمی کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنی انسانی سوانہ کی طاقتوں کو دوسرے میں سے ملکر اور ان کی مدد سے چکائے، چھوڑے اور اپنے کو پورا اور مکمل کرے اور آدمی اور سماج دونوں میں سبیل کی طرف لوٹ جائے جہاں ہمیں اس دنیا میں رہنا ہے۔

ہمیں طاقت آدمی کو آدمی سے الگ کرتی ہے اور اس میں کچھ بھی نہیں ہے۔ دوسری طاقت آدمی کو سماج میں کھینچتی ہے۔ اس میں سماج کی طاقتیں ہیں جنہیں ہم نے اپنی سوانہ کی طاقتوں کو دوسرے میں سے ملکر اور ان کی مدد سے چکائے، چھوڑے اور اپنے کو پورا اور مکمل کرے اور آدمی اور سماج دونوں میں سبیل کی طرف لوٹ جائے جہاں ہمیں اس دنیا میں رہنا ہے۔

ہندوستانی کنگز سوسائٹی کے مقصد

[ہندوستانی کنگز سوسائٹی کی راجستری سن 1843 میں ہوئی تھی، جب کہ سوسائٹی کی کمیٹی کے کم سے کم چار ممبرز ہونے چاہئے۔ لیکن دیکھ کر سوسائٹی کے مقصد سے پتا چلے گا کہ وہ آزادی ملنے کی بجائے بنی ہوئی ہے۔ ہم نے جان کر ان ہندوؤں کو ہندو بنانے کی کوشش کی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس سوسائٹی کے کام کی اصل ضرورت آج بھی اتنی ہی ہے جتنی اس وقت ہے۔ ایکٹیو]

آدمی کے من کے اندر دو بڑی طاقتوں میں ہمیشہ لڑائی رہتی ہے۔ ان میں سے ایک آدمی کو بس میں کو لیتی ہے اور کبھی دوسری۔ ان دونوں میں ہمارے دل پر قابو پانے کے لئے برابر کھینچا جاتا رہتا ہے۔

ان میں سے ایک طاقت خود غرضی یا سوانہ کی جو ہمیں اپنی چھوٹی چھوٹی خواہشوں کے پورا کرنے کی طاقت ہے۔ یہ طاقت، جالے یا انتہائے زور کے ساتھ راہنما ہمارے توجہ کی ضرورتوں کی طرف، اور اچھے اور بھلے کی طرف کھینچتی ہے اس کے اثر میں اکثر اپنی اصلی تہوں اور تکیوں پہلائی کو بھی بھول جاتے اور ہمیں اچھے بھائی ہندوؤں کی اس پہلائی کی بھی نہیں دہکتی جسکے بلکہ ہمارا اپنا تہاں نہیں رہتا۔

دوسری طاقت ہماری وہ سمجھ، وہ اندر کی درہنسی جو ہمارے دل میں سب سے ملکر رہنے کی چاہ پیدا کرتی ہے۔ یہ انسانیت کا وہ رشتہ ہے جو آدمی آدمی کو اپنے ذاتی میں چھوڑتا ہے۔ یہ رشتہ آدمی کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنی انسانی سوانہ کی طاقتوں کو دوسرے میں سے ملکر اور ان کی مدد سے چکائے، چھوڑے اور اپنے کو پورا اور مکمل کرے اور آدمی اور سماج دونوں میں سبیل کی طرف لوٹ جائے جہاں ہمیں اس دنیا میں رہنا ہے۔

ہمیں طاقت آدمی کو آدمی سے الگ کرتی ہے اور اس میں کچھ بھی نہیں ہے۔ دوسری طاقت آدمی کو سماج میں کھینچتی ہے۔ اس میں سماج کی طاقتیں ہیں جنہیں ہم نے اپنی سوانہ کی طاقتوں کو دوسرے میں سے ملکر اور ان کی مدد سے چکائے، چھوڑے اور اپنے کو پورا اور مکمل کرے اور آدمی اور سماج دونوں میں سبیل کی طرف لوٹ جائے جہاں ہمیں اس دنیا میں رہنا ہے۔

10/11/60

ہفت روزہ

جلد 11 جولائی سن 51 نمبر 1 مئی 51 نمبر 1

جات جاتی، پریم دھرم ہے، ہندوستانی بولی،
'نیا ہند' پہنچے گا گھر گھر لئے پریم کی جھولی۔

جات جاتی، پریم دھرم ہے، ہندوستانی بولی،
'نیا ہند' پہنچے گا گھر گھر لئے پریم کی جھولی۔

رام فائے ججالیوں میں (ماہی سوامی مارہروی)

رام پھنسے جنگالیوں میں (بہائی سوامی مارہروی)

راجیو سنی، مندر ویراں، کوئی گھر آباد نہیں،
کھتا بھکت اپنی دھن میں، مٹلا بھی دیکھا نہیں۔
نہ جانا ایک مہر بتاؤں؟ بات یہ ہے دھنیا نہیں،
نہیں ہے کب مٹلا سے کھنکھلا، سترگ کو رہا دھنیا نہیں۔

مسجد سونی، مندر ویراں، کوئی گھر آباد نہیں،
کھتا بھکت اپنی دھن میں، مٹلا بھی دیکھا نہیں۔
نہ جانا ایک مہر بتاؤں؟ بات یہ ہے دھنیا نہیں،
نہیں ہے کب مٹلا سے کھنکھلا، سترگ کو رہا دھنیا نہیں۔

بلاٹے سبھی سترگوں سے ت، اٹلا سبھی نام نہ لے،
اپنے آپ کو بھکتی، رام کا مڑک نام نہ لے۔

اٹے سترگوں سترگوں سے ت، اٹلا سترگوں نام نہ لے،
اپنے آپ کو بھکتی، رام کا مڑک نام نہ لے۔

مٹی نیا، پانی دھو کر، جگ کا کھنکھار نہ بن،
کھنکھار کے دھم تو دھو، جگ کا تھار نہ بن۔
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن۔

مٹی نیا، پانی دھو کر، جگ کا کھنکھار نہ بن،
کھنکھار کے دھم تو دھو، جگ کا تھار نہ بن۔
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن۔

کھنکھار کے دھم تو دھو، جگ کا تھار نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن۔

کھنکھار کے دھم تو دھو، جگ کا تھار نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن۔

کھنکھار کے دھم تو دھو، جگ کا تھار نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن۔

کھنکھار کے دھم تو دھو، جگ کا تھار نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن۔

کھنکھار کے دھم تو دھو، جگ کا تھار نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن۔

کھنکھار کے دھم تو دھو، جگ کا تھار نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن۔

کھنکھار کے دھم تو دھو، جگ کا تھار نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن۔

کھنکھار کے دھم تو دھو، جگ کا تھار نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن۔

کھنکھار کے دھم تو دھو، جگ کا تھار نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن۔

کھنکھار کے دھم تو دھو، جگ کا تھار نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن،
تھار کھنکھار کھنکھار، سترگ کا ٹھکانہ نہ بن۔

1992



16 ...
 25 ...
 26 ...
 33 ...
 34 ...
 43 ...
 44 ...
 58 ...
 61 ...
 62 ...
 66 ...
 67 ...
 71 ...
 75 ...
 81 ...
 85 ...

ہفت روزہ

پڑیٹر—تاراچند، بھگواندین، مہاجر ہسن، بھیمبر ناٹھ، سندرلال
ادیتور—تارا چند، بھگوان دین، مہاجر حسن، بھیمبر ناٹھ، سندر لال

ناٹھ پڑیٹر—سورس رامبائی، مہاجر احمد، مہاجر

نائب ادیتور—سورس رام بھائی، مہاجر احمد، مہاجر

ہم نمبر کے تمام لکھ



اس نمبر کے خاص لکھ

ہندوستانی کلچر سوسائٹی کے مقصد—سندرلال
ہندوستانی کلچر—ڈاکٹر بھگوانداس
سفریوں کی سنگت میں—سورس رام بھائی
سومناٹھ فیر—سندرلال
بھارت اور چین کا کلچری میل—بھانچندر
(سومناٹھ کو لکھ کر) باپو سے!—بھگواندین
بھینو جی کی تہلکانہ یاترا—سورس رام بھائی

ہندوستانی کلچر سوسائٹی کے مقصد—سندرلال
ہندوستانی کلچر—ڈاکٹر بھگوانداس
سفریوں کی سنگت میں—سورس رام بھائی
سومناٹھ فیر—سندرلال
بھارت اور چین کا کلچری میل—بھانچندر
(سومناٹھ کو لکھ کر) باپو سے!—بھگواندین
بھینو جی کی تہلکانہ یاترا—سورس رام بھائی

ہماری راز

ایران کا تیل سبکٹ—سندرلال
کونگریس اور دل باندی—سندرلال
تیببت، چین اور بھارت—سندرلال

10

ایران کا تیل سبکٹ—سندرلال
کونگریس اور دل باندی—سندرلال
تیببت، چین اور بھارت—سندرلال

ہفت روزہ کولچر سوسائٹی، دہلی



سوسائٹی، لاہور

جولائی 1951

پیشہ ورانہ

پیشہ ورانہ

